اذا اراد الله بعبد خيرا فقهه في الدين

الحمد لله سبحانه وتعالیٰ کہ فتاوای جلیل عدیم المثیل منبع مسائل و احکام شرع اقتدار و ذریعہ انام ہدایت دین
اسلام حاوی احکام دینیہ شرعیہ ماخوذ از نصوص محکمہ مسمی باحسن الفتاوی بر فقہ حنفیہ

اسمی

فتاوی هندیه

ترجمه

فتاوی عالمگیریه

جلد سوم حصہ دوم

مترجمہ بحر العلوم شرعیہ و عقلیہ یافعیہ مولف تفسیر مواہب الرحمن جامع اقسام شرعیہ ... [illegible]
حضرت العلامہ مولانا السید امیر علی سلمہ اللہ تعالیٰ بصرف زر خطیر مالک مطبع ... ترجمہ ہو کر

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہوا

اطلاع

اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہے جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے ملسکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہین قیمت بھی ارزان ہے اس کتاب کے ٹائٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے ہین اُنمین بعض کتب فقہ اردو و فارسی وغیرہ کی درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

نام کتاب	قیمت
کتب فقہ اُردو مذہب اہل سنت	
غایۃ الاوطار - ترجمہ اردو در مختار مترجمہ مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن کامل چار جلدین کاغذ سفید -	لعہ پ
عین الہدایہ - ترجمہ کامل ہدایہ ہر چہار جلد حاصل المتن مترجمہ مولوی امیر علی صاحب مترجم فتاوے عالمگیری وغیرہ کاغذ گندہ سفید -	لعہ پ
اور جلدین کاغذ حنائی پر متفرق بھی فروخت کے لیے موجود ہین -	
جلد اول -	ے ر پ
جلد دوم -	للعہ پ
جلد سوم - کاغذ سفید -	للعہ پ
ایضاً - کاغذ حنائی -	للعہ پ
جلد چہارم کاغذ سفید -	للعہ پ
ایضاً - کاغذ حنائی رسمی -	ے ر پ
راہ نجات - ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ	۱ر
مفتاح الجنۃ - از مولوی کرامت علی جونپوری -	۲ر ۹ پائی
حقیقۃ الصلوٰۃ - مع رسالہ وسیلہ نمازان -	۹ پائی
کشف الحاجات - ترجمہ اُردو بلا متن از مولوی محمد نور الدین	۳ر

نام کتاب	قیمت
نور الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ اردو - ہر چہار جلد یکجائی مطبوعہ نظامی کاغذ سفید -	عـہ ۱۲ر پ
ہزار مسئلہ - شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد و سی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالیٰ (۵) حلیہ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل مولفہ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام -	۲ر
شرح محمدی منظوم - مسائل فقیہہ از محمد خان قندھاری -	۳ر
تنبیہ الغافلین - مسائل دینیہ -	۸ر
حیرت الفقہ - مسائل مشکلہ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری -	۱ر
جواب السائلین - بطور استفتا -	۱ر ۶ پائی
کنز الدقائق - اردو ترجمہ از مولوی محمد سلطان خان	۱۴ر
چہل مسائل فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری	۳ پائی
اشرف المسائل - از مولوی اشرف علی خان	۱۰ر
رسالہ تجہیز و تکفین میت از محمد عمر -	۱ر
فقہ فارسی	
ہدایہ - حاشیہ پر اصل عربی اور تحت مین ترجمہ فارسی مع شرح از علماء کلکتہ جو مدت سے متداول ہے دو مجلد - کامل کاغذ سفید و حنائی -	عـہ پ
شرح سفر السعادت - از مولانا عبد الحق دہلوی معروف	ے ر پ

اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدٍ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ

الحمد للہ سبحانہ وتعالیٰ کہ فتاواے جلیل عدیم المثیل منبع مسائل واحکام شرع افتاء وقائع انام مدار و معتمدین
اسلام حاوے احکام دینیہ شرعیہ ماخوذ از نصوص محکمہ وسنن سنیہ احسن الفتاوی در فقہ حنفیہ

مسمّٰی

فتاوی ہندیہ

ترجمہ

فتاوی عالمگیریہ

حصہ دوم جلد سوم

مترجمہ جامع صناعات ریاضیہ وعقلیہ حاوی اصناف فنون نقلیہ واقف اشارات صوفیہ مولف تفسیر جامع تاویل القرآن سراج
الفرقان البحر العلامۃ مولانا السید امیر علی سلمہ اللہ العلی بصرف زر خطیر مالک مطبع دربیعت مولانای عالی وقار ترجمہ کرد

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں بحسن خوبی طبع ہوا

کتاب المضاربۃ

اس کتاب مین تیئیس باب ہین

باب اول مضاربت کی تفسیر ورکن وشرائط اور احکام کے بیان مین شرعاً ایک طرف سے مال اور دوسری طرف سے عمل کے ساتھ نفع مین شریک ہونے کے عقد کو مضاربت کہتے ہین پس اگر باوجود ایک طرف سے مال اور دوسری طرف سے عمل ہونے کے نفع مین شرکت نہو بلکہ کل نفع کی رب المال کے واسطے شرط ہو تو یہ بضاعت ہوگی اور اگر کل مضارب کے واسطے شرط ہو تو قرض ہی یہ کافی مین لکھا ہی پس اگر مضارب نے اس شرط پر مال اپنے قبضہ مین لیا اور بعد قبضہ کے ہنوز کوئی کام نہین کیا تھا کہ اسکو کچھ نفع ملا یا اسنے گھٹی اٹھائی یا مال تلف ہوگیا تو نفع مضارب کا ہوگا اور گھٹی اور تلف ہونا بھی اسی پر ہوگا یہ محیط مین ہی - اور مضاربت کا رکن ایجاب وقبول ہی اور یہ ایجاب وقبول ایسے الفاظ سے جو مضاربت پر دال ہون جیسے لفظ مضاربت ومقارضہ ومعاملہ وغیرہ اور ایسے الفاظ جو اس معنی پر دلالت کرتے ہون مثلاً رب المال یون کہے کہ یہ مال مضاربت اس شرط سے لے کہ اسمین اللہ تعالے جو نفع سے روزی یا رزق دے وہ ہم دونون مین آدھی یا تہائی یا چوتھائی وغیرہ اجزاء سے معلومہ پر ہی یا اسی طور سے کہا کہ مقارضۃً یا معاملۃً لے اور مضارب نے اسکے قول کے بعد کہا کہ مین راضی ہون یا مین نے قبول کیا یا اسکے مثل تو رکن مضاربت کے تمام ہوجائینگے یہ بدائع مین لکھا ہی - اور اگر یون کہا کہ یہ ہزار درم لے اور آدھے یا تہائی یا دسوین حصہ پر کام کر یا یہ ہزار درم لے اور اس سے کوئی چیز خرید پس جو ملک سے بڑھتی ہو ادھیا ادھی ہی اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا یا کہا کہ یہ مال آدھے پر یا آدھے کے ساتھ لے اور اس سے زیادہ نہ کہا تو استحساناً جائز ہی - اور اگر یون کہدیا کہ اس مال کے ساتھ کام کر اس شرط سے کہ جو اللہ تعالے رزق دے یا جو بڑھے وہ ہم دونون مین مشترک رہے تو مضاربت قیاساً واستحساناً جائز ہی یہ محیط مین لکھا ہی

اور اگر کہا کہ یہ ہزار درم لے اِسکے عوض ہروی کپڑا آدھے پر خرید یا کہا کہ اِسکے عوض غلام آدھے پر خرید تو یہ فاسد ہی اور جو چیز اِسکے عوض خریدیگا وہ رب المال کی ہوگی اور مضارب کو اجر المثل ملیگا یعنے جو ایسے کام کی اُجرت ہوتی ہی پیجائیگی اور جو خریدا ہی اُسکو بدون حکم رب المال کے فروخت نہین کرسکتا ہی اور اگر بلا حکم فروخت کیا تو مثل بیع فضولی کے اُسکا حکم ہی کہ بدون اجازت رب المال کے جائز نہوگی - اور اگر خریدی ہوئی چیز اُسنے فروخت کی اور وہ تلف ہوگئی یا مشتری سے واپس لینے پر قادر نہوا تو اُس چیز کے فروخت کے روز کی قیمت کا ضامن ہوگا اور جس ثمن کو فروخت کی ہی وہ مضارب کا ہوگا پس اگر اُس ثمن مین اُس قیمت سے جو ڈانڈ دی ہی کچھ زیادتی ہو تو اُسکو صدقہ کرے اور اگر رب المال نے مضارب کے بیع کی اجازت دیدی پس اگر بیع بعینہٖ قائم ہو تو بیع نافذ ہوگی اسی طرح اگر اِسکا قائم ہونا یا تلف ہونا کچھ نہ معلوم ہو تو بھی نافذ ہوگی اور ثمن رب المال کو تمام حلال ہوگا اُسمین سے کچھ صدقہ نہ دے جیسا کہ ابتدا مین بیع کے واسطے حکم دینے کی صورت مین ہی اور اگر اجازت دینے کے وقت بیع کا تلف ہوجانا معلوم ہو تو اُسکی اجازت باطل ہی اور جب اجازت باطل ہوئی تو مضارب اُسکی قیمت کا جو بیع کے روز تھی ضامن ہوگا اور ثمن مضارب کا ہوگا اگر اُسمین قیمت سے زیادتی ہو تو زیادتی صدقہ کردے - یہ مبسوط مین لکھا ہی - اور اگر یون کہا کہ یہ ہزار درم مضاربتہً لے اور اُسکے عوض ہروی کپڑے آدھے پر خرید یا غلام آدھے پر خرید یا یہ مضاربت جائز ہی یا نہین اِسکی کوئی روایت کسی کتاب مین نہین ہی اور فقیہ ابو بکر محمد بن عبد اللہ بلخی رحمہ فرماتے ہین کہ یہ جائز ہونا چاہیے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - مضاربت کے شرائط صحیحہ بہت ہین کذا فی النہایہ از انجملہ راس المال مین درم و دینار ہون امام اعظم رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اور فلوس رائجہ ہون امام محمد رح کے نزدیک حتی کہ اگر راس المال مضاربت مین سوائے درم و دینار و فلوس کے ہو وے تو بالاجماع مضاربت نہین جائز ہی اور اگر راس المال مین فلوس ہون تو شیخین رح کے نزدیک ناجائز اور امام محمد رح کے نزدیک جائز ہی کذا فی المحیط اور فتوی اسی پر ہی کہ جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین کبری سے نقل ہی - اور اگر سونا و چاندی سکہ مضروبہ نہو تو روایت الاصل کے بموجب جائز نہین ہی - یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور کبری مین ہی کہ تبر سے مضاربت مین دو روایتین ہین پس جن مقامات مین تبر کا رواج مثل اثمان کے ہی یعنے درم و دینار و فلوس کے طور پر رواج ہی وہان مضاربت جائز ہی یہ تاتارخانیہ اور مبسوط و بدائع مین ہی اور مضاربت دراہم بہرہ و زیوف کے ساتھ جائز اور ستوقہ کے ساتھ ناجائز ہی اور اگر ستوقہ رائج ہون تو مثل فلوس کے ہین یہ فتاوی قاضی خان مین ہی -

اور اگر مضارب کو کوئی غلام یا عروض دیا اور کہا کہ اِسکو فروخت کرکے دام وصول کرکے اُسمین مضاربت کر اُسنے درم یا دینار سے فروخت کرکے مضاربت کی تو جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر ہزار درم قیمت کا غلام سو درم مین فروخت کیا اور مضاربت کی تو امام اعظم رح کے نزدیک سو درم مین یہ مضاربت جائز ہی - یہ مبسوط مین لکھا ہی - اور اگر اُس غلام کو کسی کیلی یا وزنی چیز کے عوض فروخت کیا تو امام اعظم کے نزدیک بیع جائز ہی اور مضاربت فاسد ہوگی - کیونکہ کیلی و وزنی راس المال سے مضاربت نہین جائز ہی یہ محیط مین ہی اور اگر کہا کہ میرا غلام مضاربت کے طور پر لے اِس شرط پر کہ میرا راس المال اُسی کی قیمت ہی تو مضاربت فاسد ہی اور اگر کہا کہ میرے واسطے ایک غلام آدھے معاد خرید اور پھر اُسکو فروخت کرکے اُسکے ثمن سے مضاربت کر اُسنے غلام خریدا اور اُسکو نقدی کے عوض بیچا پھر مضاربت کی تو جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - از انجملہ یہ ہی کہ راس المال عقد کے وقت معلوم ہو تا کہ ثانی الحال مین دونون مین

جھگڑا نہ پڑے اور اُسکا معلوم ہونا یا تسمیہ سے یا اشارے سے ہوتا ہی کیونکہ امام محمد رح نے ذکر فرمایا ہی کہ اگر ایک نے
دوسرے کو کچھ درم دیے کہ دونوں مین سے کوئی اُنکا وزن نہین جانتا ہی تو یہ جائز ہی کیونکہ وقت عقد کے اگرچہ
تسمیہ راس المال کا کہ اتنے ہین پایا نگیا ولیکن وقت عقد کے راس المال کی طرف اشارہ پایا گیا ہی کذا فی المحیط
اور ان درمون کے وصف و مقدار مین قسم سے مضارب کا قول قبول ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی
از انجملہ یہ ہی کہ راس المال نقد عین ہو دین نہو کہ دیون سے مضاربت نہین جائز ہی حتے کہ اگر کسی کے دوسرے
پر ہزار درم قرضہ ہون اور صاحب قرضہ نے قرضدار کو حکم دیا کہ اُنسے مضاربت کرے تو نہین جائز ہی
کذا فی النہایہ اور یہ بالاجماع ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اور اگر اس حکم کے بعد قرضدار نے ہزار درم قرضہ کے
عوض کوئی چیز خریدی اور فروخت کرکے نفع یا نقصان اُٹھایا تو نفع اور نقصان اُسی پر ہوگا اور قرضخواہ کا قرضہ اُسپر
بحالہ باقی رہیگا اور یہ قول امام اعظم رح کا ہی۔ اور صاحبین رح کے نزدیک جو خرید و فروخت کی وہ قرضخواہ پر جائز ہوگی
اور نفع و نقصان اُسی کا ہوگا اور قرضدار قرضہ سے بری ہو جائیگا اور اُسکا اجر مثل قرضخواہ پر ثابت ہوگا یہ محیط
مین لکھا ہی۔ اگر زید کا قرضہ عمرو پر ہو اُسنے بکر سے کہا کہ میرا مال عمرو سے وصول کرلے پس اُس سے مضاربت کر تو جائز
ہی یہ کافی مین لکھا ہی۔ اگر زید کا عمرو پر ہزار درم قرضہ ہو اُسنے بکر سے کہا کہ میرا قرضہ عمرو سے وصول کرکے اُس سے
مضاربت کر اُسنے ہزار مین سے تھوڑا وصول کرکے مضاربت کی تو جائز ہی۔ اور اگر یون کہا کہ میرا قرضہ عمرو سے
وصول کرلے پھر اُس سے مضاربت کر یا پس اُس سے مضاربت کر اُسنے تھوڑا وصول کرکے مضاربت
کی تو جائز نہین ہی۔ اور ایسے ہی اگر کہا کہ میرا قرضہ وصول کرلے تا کہ اُس سے مضاربت کرے یا اُس سے
مضاربت کرے تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر رب المال نے غاصب یا مستودع یا مستبضع سے کہا کہ جو تیرے پاس ہی
اُسمین آدھے پر مضاربت کر تو امام ابو یوسف رح اور حسن بن زیاد کے نزدیک جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ فتاوائے رشیدالدین
مین ہی کہ اگر اپنے قرضدار سے یون کہا کہ جو میرا قرضہ تجھپر ہی وہ خالد کو دیدے تا کہ خالد اُس سے کپڑے خرید کر فروخت کرے
اس شرط سے کہ جو نفع حاصل ہو وہ ہم دونون مین برابر تقسیم ہو اور قرضدار نے دیدیا تو بطور مضاربت کے صحیح ہی
یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ از انجملہ یہ ہی کہ راس المال مضارب کے سپرد ہو اُسمین رب المال کا کچھ قبضہ نہو پس اگر
دونون نے یہ شرط لگائی کہ مضارب کے ساتھ رب المال بھی عمل کرے تو مضاربت فاسد ہوگی خواہ مالک عاقد ہو یا
غیر عاقد ہو مثل باپ یا وصی کے اگر ان دونون نے مال صغیر کو مضاربت پر دیا اس شرط سے کہ صغیر اُسکے ساتھ کام کرے
تو فاسد ہی یہ کافی مین لکھا ہی۔ اور اگر مضارب نے اس طور سے عمل کیا تو مضاربت فاسد ہی ولیکن مضارب کو
اپنے کام کے مثل مزدوری ملیگی کہ وہ باپ یا وصی پر واجب ہوگی کہ پھر دونون اُسکو صغیر کے مال سے ادا کرینگے
یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اگر دو شریک متفاوض یا دو شریک عنان مین سے ایک نے کسی کو مال مضاربت دیا اور مضارب کے
ساتھ اپنے شریک کے کام کرنے کی شرط کی تو صحیح نہین ہی یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر عاقد مضاربت کے مال کا مالک نہو اور اُسنے
اپنے کام کرنے کی مضارب کے ساتھ شرط کی پس اگر وہ عاقد ایسا ہو کہ خود اُسکو مضاربت کے طور پر لینا ناجائز
ہو تو جائز ہی جیسے باپ یا وصی کہ اگر ان دونون نے نابالغ کا مال مضاربت پر دیا اور اپنے کام کرنے کی مضارب کے
ساتھ کسی قدر نفع پر شرط کی تو مضاربت جائز ہی اور اگر مضاربت کا عقد کرنیوالا ایسا ہو کہ خود وہ مال بطور مضاربت کے

نہیں لے سکتا ہے اور نفع کے کسی حصہ پر اپنے واسطے مضارب کے ساتھ کام کرنے کی شرط لگائی تو عقد فاسد ہوگا جیسے غلام ماذون نے کسی کو مال مضاربت دیا اور شرط کی کہ خود مضارب کے ساتھ کام کریگا تو فاسد ہے۔ اگر ماذون نے اپنے مولی کے واسطے مضارب کے ساتھ کام کرنیکی شرط کی حالانکہ ماذون پر قرضہ نہیں ہے تو بھی مضاربت فاسد ہے اور اگر ماذون پر قرضہ ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی کو مال مضاربت دینے کے واسطے وکیل کیا پس وکیل نے مضارب کو مال مضاربت کے واسطے دیا اور اپنے واسطے کسی قدر نفع معلوم پر مضارب کے ساتھ کام کرنے کی شرط کی تو فاسد ہے یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور مکاتب نے اگر کسی کو مال مضاربت کے واسطے دیا اور اپنے مولی کے مضارب کے ساتھ کام کرنے کی شرط لگائی تو مطلقاً جائز ہے کیونکہ وہ مثل اجنبی کے ہے خواہ مکاتب پر قرضہ ہو یا نہو کذا فی التبیین۔ پس اگر کچھ کام کرنے سے پہلے مکاتب عاجز ہوا حالانکہ اسپر کچھ قرضہ نہیں ہے تو مضاربت فاسد ہو جاویگی پھر اگر اسکے بعد دونوں نے کوئی چیز خریدی یا فروخت کی اور نفع اٹھایا تو کل نفع رب المال کا ہوگا اور مضارب کو اسکے کام کی کچھ مزدوری نہ ملیگی۔ اور اگر دونوں نے مال سے کوئی باندی خریدی پھر مکاتب عاجز ہوا یعنے مال کتابت ادا نہ کر سکا پھر دونوں نے اسکو بعوض ایک غلام کے فروخت کیا پھر دونوں نے غلام کو چار ہزار درم کو فروخت کیا تو مولی اسمیں سے راس المال پورا لے لیگا اور جو باقی رہیگا دونوں میں موافق شرط کے تقسیم ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی کو ہزار درم مضاربت پر دیے اور کہا کہ اسمیں اپنی رائے سے کام کر تو مضارب کو اختیار ہوگیا کہ کسی دوسرے کو مضاربت کے واسطے دیدے پس اگر اسنے دوسرے مضارب کو اس شرط سے دیا کہ خود اسکے ساتھ کام کرے یا رب المال اسکے ساتھ کام کرے تو دوسری مضاربت فاسد ہوگی اور نفع جو حاصل ہو وہ پہلے مضارب اور رب المال میں موافق اس شرط کے تقسیم ہوگا جو شرط کہ مضاربت اولی میں قرار پائی ہو اور رب المال کو کچھ مزدوری نہ ملیگی۔ اگرچہ اسنے کام کیا ہو یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور دوسرے مضارب کو اجر المثل ملیگا۔ یعنے اسکے مثل کام کی جو مزدوری ہوتی ہے وہ ملیگی یہ محیط سرخسی میں ہے از انجملہ یہ ہے کہ نفع میں سے مضارب کا حصہ ایسے طور سے معلوم ہو کہ نفع میں شرکت منقطع نہو کذا فی المحیط۔ پس اگر یوں کہا کہ اس نفع پر سو درم زائد یا آدھے و تہائی وغیرہ نفع کے ساتھ دس درم کی شرط لگائی تو مضاربت صحیح نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر مضارب کے واسطے آدھے یا تہائی مال کا نفع شرط کیا تو مضاربت جائز ہے اور اگر کسی کے واسطے راس المال سے سو درم غیر متعین کا نفع شرط کیا تو جائز ہے اور اگر کسی کے واسطے سو درم معین کا نفع یا اس نصف راس المال کا نفع شرط کیا یعنی معین نصف کا نفع شرط کیا تو مضاربت فاسد ہے۔ اور اگر کسی کے واسطے نصف نفع سوا دس درم کے یا تہائی نفع سوا پانچ درم کے شرط کیا تو مضاربت فاسد ہے **قال المترجم** یعنے نصف یا ثلث وغیرہ کسی جزو معلوم نفع میں سے کچھ استثنا کیا تو فاسد ہے فافہم۔ از انجملہ یہ ہے کہ جو مضارب کے واسطے مشروط ہے وہ راس المال سے نہو حتی کہ اگر راس المال میں سے یا راس المال و نفع میں سے اسکے لیے کچھ شرط کر دیا تو مضاربت فاسد ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور مضاربت میں شروط فاسدہ بھی ہیں منجملہ انکے بعض ایسی ہیں کہ مضاربت کو باطل کرتی ہیں اور بعض ایسی ہیں کہ مضاربت کو باطل نہیں کرتی ہیں بلکہ خود باطل ہو جاتی ہیں اگر رب المال نے مضارب سے

کہا کہ تجکو تہائی نفع ملیگا اور دس درم ہر مہینہ مین کہ تو مضاربت کا کام کرے تو مضاربت جائز ہی اور شرط باطل ہی۔ یہ نہایہ مین ہی۔ پس اگر اُسنے اِس شرط پر کام کیا اور نفع اُٹھایا تو نفع موافق شرط کے تقسیم ہوگا اور اسمین مضارب کو کچھ مزدوری نہ ملیگی۔ اسی طرح اگر اِس مزدوری کی اپنے کسی غلام کے واسطے جو اُسکے ساتھ مضاربت کا کام کرتا ہی شرط کی یا کسی دوکان کے کرایہ کے واسطے شرط کی جسمین خرید و فروخت کرتا ہی تو بھی نفع موافق شرط کے ہی اور غلام مضارب کو یا کرایہ مکان کے واسطے کچھ نہ ملیگا اور اگر وہ غلام جسکے واسطے مضارب نے مزدوری شرط کی ہی قرضدار ہو یا مضارب کا مکاتب ہو یا اُسکا بیٹا یا باپ ہو تو موافق شرط کے جائز ہی اور جسنے مضارب کے ساتھ راس المال مین ان لوگون مین سے کام کیا اُسکو موافق شرط کے دس درم ماہواری ملینگے۔ اور اگر یہ شرط کی کہ رب المال کا غلام مضارب کے ساتھ دس درم ماہواری پر کام کرے تو شرط فاسد ہی اور تمام نفع رب المال اور مضارب مین موافق شرط کے تقسیم ہوگا اور اگر رب المال کے غلام پر قرضہ ہو اور اُسکے واسطے یہ شرط لگائی یا اپنے بیٹے یا مکاتب کے واسطے یہ شرط کی تو جائز ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر آدھے کی مضاربت پر ہزار درم مضارب کو اِس شرط سے دیے کہ رب المال ایک سال تک اپنی زمین مضارب کو دے تاکہ اسمین وہ اپنی زراعت کرلے یا کوئی دار اُسکو دے کہ وہ اُسمین رہے تو شرط باطل اور مضاربت جائز ہی اور اگر مضارب نے رب المال کے واسطے اسطور سے زمین یا دار دینے کی شرط کی تو مضاربت فاسد ہوگی یہ نہایہ مین ہی۔ اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ اگر اپنا مال مضاربت پر اِس شرط سے دیا کہ مضارب رب المال کے گھر یا اپنے گھر مین خرید و فروخت کرے تو جائز ہی اور اگر یہ شرط کی کہ مضارب رب المال کے دار یا اپنے دار مین سکونت کرے تو نہین جائز ہی یہ محیط مین ہی۔ امام قدوری نے فرمایا کہ جو شرط نفع مین موجب جہالت یا قطع شرکت ہو تو وہ موجب فساد مضاربت ہی اور جو شرط ان باتون کی موجب نہین ہی وہ مضاربت کے فاسد ہونے کی بھی موجب نہین ہی مثلاً یون شرط کرین کہ وضیعہ دونون پر رکھی جاوے یعنے بیع کی گھٹی دونون پر پڑے یہ ذخیرہ مین ہی مضاربت کا حکم یہ ہی کہ مضاربت اول مین امین ہوتا ہی اور کام شروع کرنے مین وکیل ہو جاتا ہی۔ اور جب اُسنے نفع حاصل کیا تو شریک ہی اور جب مضاربت فاسد ہو تو وہ اجیر ہی یعنے مزدور ہی اور اگر رب المال کی مخالفت کی یعنے جو وقت عقد کے قرار پایا ہی اُسمین خلاف کیا تو غاصب ہی اگرچہ بعد کو اُسے اجازت حاصل ہو جاوے اور اگر کل نفع رب المال کے لیے شرط کیا تو بضاعت ہی اور اگر کل نفع مضارب کے لیے شرط کیا تو قرض ہی یہ کذا فی الکافی مضارب نے اگر مضاربت فاسدہ مین کام اور نفع اُٹھایا تو تمام نفع رب المال کو ملیگا اور مضارب کو اُسکے کام کی مثل مزدوری ملیگی لیکن مسمّی سے زیادہ نہ ملیگی یہ قول امام ابو یوسف رح کا ہی اور اگر نفع نہ اُٹھایا تو مضارب کو اجر مثل ملیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور یہی حکم ظاہر الروایت ہی کذا فی المحیط اور اگر مضاربت صحیح ہو اور مضارب نے کچھ نفع نہ اُٹھایا تو اُسکو کچھ نہ ملیگا اور اگر مضاربت فاسدہ مین مضارب کے پاس مال تلف ہوگیا تو مضارب ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور اُسکو اپنے کام کا اجر مثل یعنے اُس کام کی سی مزدوری ملیگی کذا فی المبسوط

له تو ثواب ہی مضاربت ہے یعنے مضارب کے لیے پہلے دس درم شرط کیا ہو

دوسرا باب

ان مضاربتون کے بیان مین جنمین بدون صریح نفع کے ذکر کرنے کی مضاربت جائز ہی اور جنمین نہین جائز ہی

اور اُن شرطون کے بیان مین جو ایسی مضاربت مین جائز ہین اور جو نہین جائز ہین - اگر رب المال نے مضارب سے کہا کہ اس شرط پر مضاربت کر کہ جو نفع اللہ تعالےٰ روزی کرے وہ ہم دونون مین مشترک ہو تو جائز ہی اور نفع دونون کو برابر تقسیم ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اور اگر ہزار درم مضاربت مین اُسکو دیکر کہا کہ اس شرط سے کہ ہم دونون نفع مین شریک ہین اور مقدار بیان نہ کی تو مضاربت جائز ہی اسلیے کہ مطلق شرکت برابری چاہتی ہی - اسی طرح اگر اُسکو مال دیا اور کہا کہ اسمین میری شرکت کے ساتھ مضاربت کر اور اس سے زیادہ نہ کہا تو یہ مضاربت جائز ہی اور نفع برابر تقسیم ہوگا اور اگر کہا کہ اس شرط سے کہ مضارب کی کچھ شرکت یا شرک ہی یا شرکت ہی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک دونون یکسان ہین اور نفع برابر تقسیم ہوگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ مضاربت فاسد ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اگر کسی نے دوسرے کو ہزار درم مضاربت کے واسطے اس شرط سے دیے کہ جو فلان شخص نے فلان مضارب کے واسطے نفع مقرر کیا ہی وہی ہم دونون مین ہی پس اگر رب المال و مضارب کو فلان شخص کا فلان مضارب کے واسطے نفع مقرر کرنا معلوم ہی تو مضاربت جائز ہی اور اگر دونون نہین جانتے ہین تو نہین جائز ہی اسی طرح اگر ایک جانتا ہی دوسرا نہین جانتا ہی تو بھی فاسد ہی یہ محیط مین ہی اور اگر ہزار درم مضاربت مین اس شرط سے دیے کہ مضارب کا جو جی چاہے نفع رب المال کو دے تو یہ فاسد ہی یہ مبسوط مین ہی - اور اگر مضاربت مین یہ شرط لگائی کہ مضارب کو تہائی یا چھٹا حصہ نفع مین ملیگا یا رب المال کو تہائی یا چھٹا حصہ نفع ملیگا تو بھی فاسد ہی کیونکہ اُسنے دونون حصون مین سے کوئی مبہم حصہ مقرر کیا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر کسی نے دوسرے کو ہزار درم اور مضاربت پر اس شرط سے دیے کہ مضارب کو تہائی نفع ملیگا یا کہا کہ نصف ملیگا اور رب المال کے واسطے کچھ تعرض نہ کیا تو مضاربت جائز ہی اور مضارب کو موافق شرط کے دیکر باقی رب المال کو ملیگا - اور اگر کہا کہ رب المال کو نصف ملیگا یا تہائی ملیگا اور مضارب کے واسطے کچھ بیان کیا تو بھی استحسانًا جائز ہی اور رب المال کا حصہ نکالکر باقی مضارب کو دیا جائیگا - یہ محیط مین ہی اور اگر رب المال نے مضارب سے یہ شرط کی کہ میرے لیے نصف نفع اور تجھکو تہائی ملیگا تو مضارب کو تہائی نفع دیکر باقی رب المال کو دیا جاویگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی - اگر مضاربت مین کچھ نفع کی کسی غیر شخص کے واسطے شرط لگائی کہ وہ مضارب یا رب المال نہین ہی پس اگر اُس اجنبی کے حق مین مضاربت کے کام کرنے کی شرط ہی تو مضاربت جائز ہی اور شرط جائز ہی اور رب المال ایسا ہوگا کہ گویا اُسنے دو شخصون کو مال مضاربت دیا ہی اور اگر اجنبی کے کام کرنے کی شرط نہین ہی تو مضاربت جائز اور شرط غیر جائز ہی اور جسقدر حصہ اجنبی کے واسطے شرط کیا تھا وہ مسکوت عنہ قرار دیا جائیگا پس رب المال کو ملیگا اور اگر کچھ نفع کی رب المال یا مضارب کے غلام کے واسطے شرط کی پس اگر غلام کا کام کرنا شرط ہی تو ہر حال مین مضاربت اور شرط دونون جائز ہین اور اگر کام کرنا شرط نہین ہی پس اگر غلام پر قرضہ نہو تو شرط صحیح ہی خواہ غلام مضارب کا ہو یا رب المال کا اور اگر غلام پر قرضہ ہو پس اگر مضارب کا غلام ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک شرط صحیح نہین ہی اور یہ نفع مشروط مثل مسکوت عنہ کے ہوگا پس رب المال کو ملیگا اور صاحبین رح کے نزدیک شرط صحیح ہی اُسکو وفا کرنا واجب ہی - اور اگر غلام رب المال کا ہو تو بلا خلاف مشروط

له واضح ہو کہ ہم دونون مین باہم منافع یا ہمارے درمیان یا ایسے الفاظ جب مطلق ہون تو برابری کی شرکت چاہتے ہین ۱۲ منہ

رب المال کا ہوگا اور اگر کسی ایسے شخص کے واسطے کچھ نفع مین سے دینے کی شرط کی جسکے حق مین مضارب و یا
رب المال کی گواہی مقبول نہین ہوتی ہی جیسا بیٹا یا جورو و مکاتب وغیرہ اُنکے مانند تو اُسکا حکم وہی ہی جو اجنبی
کے واسطے کسی قدر نفع کی شرط کرنے مین مذکور ہوا ہی اور اگر بعض نفع کی مضارب کے قرضہ یا رب المال کے
قرضہ ادا کرنے کے واسطے شرط کی تو جائز ہی اور جسکے قرضہ ادا کرنے کی شرط ہو مشروط اُسی کو ملیگا یہ محیط مین ہی اور
اگر کچھ نفع کی مساکین یا حاجیون کے لیے یا غلامون کے آزاد کرنے کے لیے شرط کی تو شرط صحیح نہین ہی کیونکہ مشروط لہ
کا راس المال نہین اور نہ عمل ہی پس مشروط مثل مسکوت عنہ کے قرار پاکر رب المال کو دیا جاویگا یہ محیط سرخسی
مین ہی۔ اگر کسی کو ہزار درم مضاربت مین دیے اس شرط سے کہ تہائی نفع مضارب کا اور تہائی رب المال کا
اور تہائی جسکو مضارب چاہے اُسکا ہی تو شرط باطل ہی اور دو تہائی نفع رب المال کو ملیگا اور اگر اُس سے کہا
کہ تہائی نفع جسکو رب المال چاہے تو یہ اور مسکوت عنہ یکسان ہی پس رب المال کو ملیگا یہ مبسوط مین ہی اور
اگر دو شخصون نے ہزار درم کسی کو مضاربت پر دیے اس شرط سے کہ مضارب کو تہائی نفع اور باقی کی تہائی
ایک رب المال کو اور دو تہائی دوسرے کو ملیگی پس مضارب نے کام کیا اور نفع اُٹھایا تو تہائی مضارب کو
اور باقی دونون کو برابر تقسیم ہوگی اور اگر مضارب نے تہائی نفع کی اپنے واسطے اس طور سے شرط کی کہ اس
تہائی کی تہائی ایک کے حصہ مین سے اور دو تہائی دوسرے کے حصہ مین سے لیگا تو صحیح ہی اور باقی نفع دونون
مالکون کو بارہ حصہ ہوکر اسطور سے تقسیم ہوگا کہ پانچ اُسکو ملینگے جسکے حصہ سے دو تہائی کی شرط کی ہی اور سات
دوسرے کو ملینگے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر دو آدمیون نے دو شخصون کو ہزار درم اس شرط سے مضاربت پر دیے کہ
آدھا نفع تم دونون کا اس شرط سے کہ فلان کو دو تہائی کہ جسمین سے ایک تہائی فلان رب المال کے حصہ سے
اور دو تہائی فلان دوسرے رب المال کے حصہ سے ملیگی اور فلان دوسرے مضارب کو ایک تہائی کہ جسمین سے
دو تہائی فلان رب المال کے حصہ سے یعنے اُس رب المال کے حصہ سے جسنے پہلے مضارب کو ایک تہائی
دی ہی اور ایک تہائی دوسرے رب المال کے حصہ سے ملیگی اور باقی آدھا نفع دونون رب المال کو برابر
تقسیم ہوگا پس دونون نے اس شرط سے کام کیا اور نفع اُٹھایا تو آدھا نفع دونون مضاربون کو موافق شرط کے
ملیگا اور باقی آدھا دونون رب المال کو نو حصے ہوکر تقسیم ہوگا پس جسنے مضارب کے واسطے اپنے حصہ سے نصف
کی دو تہائی کی شرط کی ہی اُسکو چار حصہ اور دوسرے کو پانچ حصے ملینگے۔ یہ مبسوط مین ہی۔ ایک شخص کو ہزار
درم اس شرط سے دیے کہ مضارب کو دو تہائی نفع اس شرط سے ملیگا کہ اپنے مال سے ہزار درم ملاوے اور
دونون سے کام کرے اُسنے ملاکر دونون سے مضاربت کی اور نفع اُٹھایا تو موافق شرط کے تقسیم ہوگا کہ
مضارب کو اُسکے ہزار کا نفع خاصکر اُسی کو ملیگا اور باقی آدھے نفع مین سے دو تہائی اُسکی مضاربت کا اور
ایک تہائی رب المال کا ہوگا۔ اور اگر رب المال نے دو تہائی نفع کی اپنے واسطے اور ایک تہائی کی مضارب
کے واسطے شرط کی تو نفع دونون کو اُنکے مال کے موافق تقسیم ہوگا کیونکہ مال دینے والے نے شرط کر دی
ہی کہ اُسکے مال کا کل نفع اُسی کو ملے اور وہ آدھا نفع ہی تو یہ از سرنو ابضاع ہی نہ مضاربت یہ محیط سرخسی
مین ہی۔ اور اگر ہزار درم اُسکو مضاربت مین دیے بشرطیکہ ہزار درم اپنی طرف سے اُنمین ملاوے اور دونون

له یعنی جسکے نفع کی شرط کی ہی ۱۲
له یعنی نفع ... ۱۲

ہزار سے مضاربت کرے اس شرط سے کہ مضارب کو دو تہائی نفع ملیگا نصف اسمین کا رب المال کے نفع سے اور آدھا خود اسکے ذاتی مال[له] کے نفع سے بشرطیکہ جسقدر نفع باقی رہا وہ رب المال یعنے ہزار درم دینے والے کا ہی تو یہ جائز ہی مضارب کو موافق شرط کے دو تہائی نفع ملیگا اور ایک تہائی رب المال کو ملیگا اور اگر اسکو دو ہزار درم اس شرط سے دیے کہ اپنے پاس سے ایک ہزار درم ملا کر مضاربت کرے بشرطیکہ نفع دونون مین مساوی تقسیم ہو تو جائز ہی۔ اور اگر رب المال یعنے دو ہزار دینے والے نے یہ شرط کی کہ اسی کو تین چوتھائی ملے اور مضارب کو ایک چوتھائی تو موافق دونون کے مال کے تین تہائی ہو کر تقسیم ہوگا یہ مبسوط مین ہی ایک شخص کو ہزار درم دیے اور کہا کہ اگر اسکے گیہون خریدے تو مضارب کو نصف نفع اور اگر آٹا خریدے تو چوتھائی نفع اور اگر جو خریدے تو تہائی نفع ملیگا تو صحیح ہی اور جو چیز انمین سے خریدے گا اسی کی شرط کے موافق نفع ملیگا اور اگر اسنے گیہون خرید لیے تو پھر دوسری چیز نہین خرید سکتا ہی کیونکہ شرکت واقع ہو جائیگی اور عقد اسپر ہوگا حالانکہ یہ شرط عقد مین نہ تھی۔ اور اگر یہ شرط کی کہ اگر مضارب سفر کو نکلے تو نفقہ اسی پر ہی تو شرط باطل اور مضاربت جائز ہی یہ جیز کردری مین تتمی سے منقول ہی۔ اور اگر کہا کہ اگر تو شہر مین مضاربت کرے تو تجھے تہائی اور اگر سفر کرے تو آدھا نفع ملیگا پھر اسنے شہر مین خرید کرکے بیچنے کو سفر کیا تو امام محمد رحنے فرمایا کہ مضاربت خرید پر ہی اگر اسنے شہر مین خریدا تو شہر کی مضاربت کے موافق اسکو نفع دیا جائیگا خواہ شہر ہی مین فروخت کرے یا غیر جگہ چلا جاوے اور اگر اسنے تھوڑے مال سے شہر مین اور تھوڑے سے سفر مین کام کیا تو ہر ایک کی شرط کے موافق ہر ایک کا نفع ملیگا۔ اگر دو شخصون کو مضاربت پر مال اس شرط سے دیا کہ ایک کو تہائی نفع اور باقی رب المال کو ملے اور دوسرے شخص کے واسطے اجر المثل رب المال پر واجب ہو اور رب المال اور دوسرے کے درمیان بسبب اسکے کہ نفع مین شرکت نہوئی مضاربت فاسد ہوگی بخلاف اول کے کہ اسکے ساتھ جائز ہی ولیکن کوئی ایک فقط اس مال مین تصرف نہین کرسکتا ہی کیونکہ دونون کے واسطے تصرف کی اجازت دیے ہی قائم ہی کذا فی محیط السرخسی

تیسرا باب

ایسے شخص کے بیان مین جسنے بعض مال مضاربت پر دیا اور بعض مضاربت پر نہین دیا ہی اگر کسی نے دوسرے کو ہزار درم دیے اور کہا کہ آدھے تجھپر قرض ہین اور آدھے تیرے پاس ادھیاؤ کی مضاربت پر ہین اسنے لے لیے تو موافق تقریر کے جائز ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ پس اگر وہ مال اسکے کام کرنے سے پہلے تلف ہو تو وہ آدھے کا ضامن ہوگا۔ اور اگر کام کرکے نفع اٹھایا تو نصف نفع خاص مضارب کا ہوگا اور باقی نصف دونون مین موافق شرط کے تقسیم ہوگا۔ اور اگر مضارب نے خواہ کام کرنے سے پہلے یا اسکے بعد اپنے اور رب المال کے درمیان مال تقسیم کیا حالانکہ رب المال حاضر نہین ہی تو اسکا تقسیم کرنا باطل ہی کیونکہ ایک تنہا تقسیم نہین کرسکتا ہی اور اگر قسمت کا ایک حصہ قبل اسکے کہ رب المال اپنے حصہ پر قبضہ کرے تلف ہو لیا تو دونون کا مال گیا اور اگر تلف نہوا یہانتک کہ رب المال نے آکر تقسیم کی اجازت دی اس طرح کہ اپنے حصہ پر قبضہ کرلیا تو تقسیم جائز ہی اور اگر اسنے اپنا حصہ اپنے قبضہ مین نہ لیا تھا کہ تلف ہوگیا تو مضارب کا آدھا حصہ لے لیگا۔ اور اگر خود مضارب کا حصہ گیا تو وہ رب المال کے حصہ مین سے کچھ نہین لے سکتا ہی اور اگر دونون حصے تلف ہوئے

له ذاتی مال الخ ... ۱۲

بعد ازانکہ رب المال تقسیم پر راضی ہوچکا ہی تو رب المال مضارب سے جسقدر مضارب کا ہوا ہی آدھا اسمین سے لے لیگا اور رب المال کے پانچ سو درم مضارب پر بحالہ قرض رہینگے یہ مبسوط مین ہی- اور اگر رب المال نے یون کہا کہ یہ ہزار درم اس شرط سے لے کہ انکے نصف تجھپر قرض ہین اور نصف سے تو مضاربت کر بشرطیکہ تمام نفع میرا ہی تو جائز ہی مگر مکروہ ہی کیونکہ یہ قرض نفع کھینچنے کے واسطے ہو گیا ہی یہ محیط و ذخیرہ و مبسوط و محیط سرخسی مین ہی پس اگر مضارب نے اس شرط سے مضاربت کر کے نفع اٹھایا یا نقصان اٹھایا تو نفع و نقصان دونون مین برابر تقسیم ہوگا یہ مبسوط مین ہی- اور اگر کہا کہ یہ ہزار درم اس شرط سے لے کہ اسکے آدھے تجھپر قرض ہین اور آدھے مضاربت مین ہین تو آدھیاؤ پر کام کر تو یہ جائز ہی- اور اگر کہا کہ آدھے اسکے نصف کی مضاربت پر ہین اور آدھے مضارب کو ہبہ ہین اور مضارب نے اسی شرط سے بلا تقسیم کے قبضہ کر لیا تو یہ ہبہ فاسد ہی اور مضاربت جائز ہی پس اگر مضارب کے پاس مضاربت کا کام کرنے سے پہلے یا اسکے بعد سب مال تلف ہو گیا تو مضارب حصہ ہبہ یعنے آدھے کا ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی- اور کسی کتاب مین کوئی روایت ایسی نہین پائی جاتی ہی کہ ہبۂ فاسدہ مضمون ہوتا ہی یعنے ہبہ فاسد کی ضمان دینی پڑتی ہی مگر یہی روایت اس کتاب مین ایسی ہی اور اگر اسنے نفع اٹھایا تو آدھا نفع حصۂ ہبہ کا ہی وہ مضارب کو ملیگا اور باقی آدھا موافق شرط کے مضاربت مین تقسیم ہوگا- اور گھٹی دونون پر برابر پڑیگی پھر یہ ذکر نہ کیا کہ ہبہ کے حصہ کا نفع آیا مضارب کو حلال ہی یا نہین ہی اور فقیہ ابو جعفر رح نے فرمایا کہ امام اعظم رح اور امام محمد رح کے نزدیک حلال نہین ہی اسکو صدقہ کر دے اور فقیہ ابو اسحق الحافظ نے فرمایا کہ بالاجمال حلال ہی اسکو صدقہ نہ کرے یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر آدھے کو بضاعت پر اور آدھے کو نصف کی مضاربت پر مقرر کر دیا تو جائز ہی پس اگر کام کرنے سے پہلے یا اسکے بعد مال تلف ہو گیا تو رب المال کا مال گیا اور اگر نفع اٹھایا تو تین چوتھائی نفع رب المال کو اور ایک چوتھائی مضارب کو ملیگا یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر اس شرط سے دیا کہ نصف مضارب کے پاس ودیعت ہی اور نصف آدھے کی مضاربت پر ہی تو موافق تقرر کے جائز ہی پس اگر اسنے تمام مال مین تصرف کیا تو حصہ ودیعت کے نصف کا ضامن ہوگا اور اگر نصف مین نفع اٹھاوے تو اسی کا اور گھٹی اٹھاوے تو اسی پر پڑیگی یہ مبسوط مین ہی- اور اگر مضارب نے مال کے دو حصہ برابر کیے اور ایک حصہ مین مضاربت شروع کی اور گھٹی اٹھائی تو اسپر اور رب المال پر آدھی آدھی گھٹی پڑیگی اور اگر نفع اٹھایا تو نفع برابر تقسیم ہوگا ولیکن جو حصہ ودیعت کا نفع ہو اسکو مضارب صدقہ کر دے یہ امام اعظم رح اور امام محمد رح کے نزدیک ہی یہ محیط مین ہی اور اگر ہروی کپڑون کی گٹھری آدھی ایک کے ہاتھ پانچ سو درم کو فروخت کر کے دیدی پھر اسے حکم کیا کہ باقی کو فروخت کر کے تمام ثمن سے مضاربت کرے پس اگر یہ شرط کی کہ نفع دونون مین برابر تقسیم ہو تو نفع اور گھٹی دونون مین برابر رہیگی اور یہ قیاس قول امام اعظم رح ہی اور صاحبین رح کے نزدیک تین چوتھائی نفع رب المال کو اور چوتھائی مضارب کو ملیگا اور گھٹی سب رب المال پر پڑیگی اور اگر اسنے دونون مالون کو خلط نہ کیا تو جسمین مضاربت فاسد ہی اسمین مضارب کو اجر المثل ملیگا اور اگر ملا دیا تو اسکے نصف مین اسکو اجر المثل نہ ملیگا اور اگر یون شرط کی کہ مضارب کو دو تہائی نفع اور رب المال کو تہائی ملے تو امام اعظم رح کے قول پر نفع دونون مین اسی حساب سے اور گھٹی دونون مین برابر تقسیم ہوگی اور صاحبین رح کے

نزدیک مضارب کو تہائی نفع اور رب المال کو دو تہائی ملیگا۔ اور اگر رب المال کے واسطے دو تہائی نفع کی
اور مضارب کے واسطے ایک تہائی کی شرط کی تو امام کے نزدیک نفع دونون برابر اور صاحبین رح کے
نزدیک مضارب کو چھٹا حصہ اور باقی رب المال کو ملیگا کذا فی المحیط السرخسی و اذا تصل بہذا الباب اگر
کسی نے دوسرے کو ہروی کپڑون کی ایک گٹھری دیکر آدھی اسکے ہاتھ پانچ سو درم کو فروخت کر دی پھر اسکو
حکم کیا کہ باقی فروخت کر کے تمام ثمن سے مضاربت کرے اس شرط سے کہ جو اللہ تعالیٰ رزق دے وہ ہم دونون مین
نصفا نصف تقسیم ہو پس مضارب نے باقی آدھی بھی پانچ سو درم کو فروخت کی اور ان درمون سے اور جو اسکے پاس ہین
مضاربت کی تو امام اعظم رح کے نزدیک نفع اور گھٹی دونون برابر تقسیم ہوگی یہ مبسوط مین ہی اور صاحبین رح کے نزدیک
رب المال کو تین چوتھائی نفع اور مضارب کو ایک چوتھائی نفع ملیگا اور گھٹی سب رب المال پر پڑیگی یہ محیط مین ہی۔
اور اگر رب المال نے اسکو حکم دیا کہ دونون مالون سے اس شرط سے مضاربت کرے کہ مضارب کو دو
تہائی نفع ہی اسنے اسی شرط سے کام کیا تو مضارب کو دو تہائی نفع ملیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر گھٹی آجا لی
تو امام اعظم رح کے نزدیک گھٹی دونون پر برابر پڑیگی اور صاحبین رح کے نزدیک اگر مضارب نے دونون
مالون سے کام کیا تو اسکو تہائی نفع ملیگا اور رب المال کو دو تہائی نفع ملیگا اور سب گھٹی رب المال پر پڑیگی
یہ محیط مین ہی اور اگر رب المال نے اپنی ذات کے واسطے دو تہائی نفع کی اور مضارب کے واسطے ایک تہائی
نفع کی شرط کی اور مسئلہ بحالہ ہی تو نفع دونون مین مساوی اور گھٹی دونون پر برابر رہیگی یہ مبسوط مین ہی اور یہ
امام اعظم رح کا قول ہی اور صاحبین رح کے نزدیک رب المال کو پانچ چھٹے حصے اور مضارب کو چھٹا حصہ نفع ملیگا یہ محیط مین ہی
اور دیکھا جائیگا کہ اگر مضارب نے دونون کو خلط کر دیا ہی تو اسکو اُس نصف مین جسکی مضاربت فاسد ہی اجر مثل نہ ملیگا
اور اگر خلط نہین کیا ہی تو اُس نصف مین جسکی مضاربت فاسد ہی مضارب کو رب المال سے اجر مثل بھی ملیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی

چوتھا باب

اُن تصرفات مین جنکا مضارب کو اختیار ہی اور جنکا اختیار نہین ہی۔ اصل یہ ہی کہ مضارب کے افعال تین
طرح کے ہین ایک وہ کہ جنکا مطلق مضاربت سے مالک ہوتا ہی یہ وہ ہین کہ از باب مضاربت و اسکے
توابع سے ہین از انجملہ بیع و خرید کے واسطے وکیل مقرر کرنا جب ضرورت پڑے اور رہن دینا اور لینا
اور اجارہ دینا اور لینا اور ودیعت رکھنا اور بضاعت دینا اور مسافرت کرنا۔ اور دوم وہ افعال کہ جنکا
مطلق مضاربت سے مالک نہین ہوتا ہی اور جب یہ اُس سے کہدیا جاوے کہ اپنی راے سے کام کر تو مالک
ہوجاتا ہی اور ایسے وہ افعال ہین کہ جو مضاربت سے ملحق ہوسکتے ہین پس دلالت پائی جانے پر لاحق کیے
جاوینگے جیسے کچھ مال مضاربت یا شرکت مین غیر کو دینا یا اپنے یا دوسرے کے مال کو مال مضاربت مین ملانا۔
اور سوم وہ افعال کہ جنکا مطلق عقد سے اور نیز اپنی راے سے عمل کرنے کی اجازت دینے سے مالک
نہین ہوتا ہی مگر اسوقت مختار ہوتا ہی کہ جب صریح طور سے اُس فعل کو رب المال بیان کر دے اور وہ
استدانہ ہی یعنی راس المال سے کوئی اسباب خریدنے کے بعد اسکو درم و دینار سے خریدنا یا جو اسکے
مشابہ ہین اُسسے خریدنا۔ اور سفتجہ لینا اور دینا اور مال کے عوض یا بلا مال آزاد کرنا یا قرض یا ہبہ یا صدقہ

دینا کذا فی الہدایہ۔ اور مضارب کے واسطے جائز ہی کہ نقد یا اُدھار فروخت کرے کذا فی الکافی۔ اور اگر مضاربت کا کوئی مال فروخت کیا اور ثمن میں تاخیر دیدی تو رب المال پر بھی اسکا جواز ہوگا اور مضارب کچھ ضامن نہوگا یہ غایۃ البیان میں ہی اور اگر عیب مبیع کی وجہ سے تاجرون کے مانند کچھ دام کم کردیے یعنے جسطرح تاجر ایسے عیب مین کم کردیا کرتے ہین یا لوگ اتنا خسارہ برداشت کرلیتے ہین اسقدر کم کردیا تو جائز ہی کیونکہ یہ تاجرانہ افعال مین سے ہی۔ اور اگر بدون عیب کے کچھ کم کردیا یا ایسے خسارہ کے ساتھ کمی کردی کہ لوگ اسقدر برداشت نہین کرتے تو امام اعظم رح اور امام محمد رح کے نزدیک خاص مضارب پر جائز ہوگا اور وہ رب المال کے واسطے اسکا ضامن ہوگا۔ اور جو ثمن وصول کیا اور اُس سے کام کیا وہ خاص مضاربت مین ہوگا اور راس المال اُسمین سے وہی ہوگا جو مشتری سے وصول کیا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور سواری کے واسطے اسکو ٹٹو خریدنے کا اختیار ہی اور سواری خریدنے کے واسطے کشتی خریدنے کا اختیار نہین ہی اور اُسکو اختیار ہی کہ کشتی کو کرایہ کرلے اور اُسکو اختیار ہی کہ مضاربت کے غلام کو تجارت کی اجازت دے یہی مشہور روایت ہی کذا فی الکافی۔ اور اس غلام پر کسی فروخت کی ہوئی چیز کا عہدہ نہوگا عہدہ اسکی فروخت کی ہوئی چیز کا صرف مضارب پر ہی یہ محیط مین ہی اور جو شخص مضارب کی طرف سے ماذون ہو وہ اُسی قدر تصرفات کا مختار ہوگا جنکا مضارب مالک ہی نہ اُنکا جنکا مضارب مالک نہین ہی۔ پس اگر غلام ماذون نے کسی غلام کو خریدا اور اُسنے کوئی جرم کیا تو یہ ماذون اُسکو دے نہین سکتا ہی اور نہ اسکا فدیہ دے سکتا ہی تاوقتیکہ مضارب یا رب المال حاضر نہو۔ اور اگر کسی غلام پر مضاربت مین سے قرضہ پیدا ہوگیا تو مضارب کو وہ غلام اس قرضہ مین بیچنا جائز ہی خواہ مولی حاضر ہو یا غائب ہو اور اگر مضارب نے اُس غلام کو اُسکے قرضہ مین رہن کردیا تو جائز نہین ہی خواہ اُسمین سے قرضہ سے زیادتی ہو یا نہو کیونکہ رہن حکماً قرضہ کا ایفاء ہی حالانکہ اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ اسکا قرضہ مال مضاربت سے ادا کردے یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر اُسنے بعوض قرضہ مضاربت کے وہ غلام رہن کردیا خواہ اُسمین زیادتی ہی یا نہین ہی تو رہن جائز ہی۔ اور اگر رہن نہ کیا لیکن غلام نے کسی شخص کا مال تلف کردیا یا اسکا چوپایا مار ڈالا اور مضارب نے اُسکو اس سبب سے فروخت کیا حالانکہ رب المال حاضر نہین ہی یا اُس شخص کے قرضہ مین وہ غلام دیدیا یا مال مضاربت سے اسکا قرضہ ادا کردیا تو یہ جائز ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر مضارب نے تنگدست یا خوش حال پر دامونکا اُترانا قبول کیا تو جائز ہی کذا فی الکافی اور اسکو اختیار نہین ہی کہ مال مضاربت کے کسی غلام یا باندی کا نکاح کردے یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر مضارب نے مال مضاربت یا کچھ اُسمین سے رب المال کو بضاعت دیا اور رب المال نے اُس سے خرید و فروخت کی تو یہ مضاربت بحالہ باقی رہیگی اور رب المال مضارب کا کام مین مددگار ہوگیا اور اسمین کچھ فرق نہین ہی کہ مال مضاربت نقد یعنے درم و دینار ہون یا عروض ہوگیا ہو۔ اور اگر رب المال نے مضارب کی بلا اجازت اُسکے گھر سے مال مضاربت لے لیا اور اُس سے خرید و فروخت کی پس اگر راس المال وہی درم و دینار نقدی ہو تو یہ مضاربت کا نقض یعنی توڑ دینا ہی اور اگر راس المال عروض ہوگیا تو مضاربت کا توڑنا نہین ہی پھر اگر راس المال کے عروض ہونے کی صورت مین رب المال نے عروض کو دو ہزار درم کو فروخت کیا اور راس المال ہزار درم تھے پھر دو ہزار درم کو کوئی اسباب جو چار ہزار کی قیمت کا ہو خریدا تو یہ اسباب خریدا ہوا رب المال کا ہوگا اور

[illegible]

وہ مضارب کے لیے پانچ سو درم کا ضامن ہوگا کذا فی المحیط قلت یہ ضمان اُس صورت مین کہ مضاربت آدھے پر قرار پائی ہو- اور اگر مضارب نے رب المال کو راس المال مضاربت پر دیا تو دوسری مضاربت صحیح نہین ہی اور پہلی مضاربت ہمارے نزدیک فاسد نہوگی اور نفع دونون مین پہلی مضاربت کی شرط کے موافق تقسیم ہوگا یہ کافی مین ہی اگر رب المال نے مال مضاربت مضارب کے ہاتھ بیچا یا مضارب نے رب المال کے ہاتھ بیچا تو جائز ہی خواہ مال مین راس المال سے زیادتی ہو یا نہو ولیکن جس صورت مین کہ رب المال نے مضارب کے ہاتھ فروخت کیا تو مضاربت باطل ہوجاویگی اور اگر مضارب نے رب المال کے ہاتھ بیچا تو مضاربت باطل نہوگی اور رب المال کو جائز ہوگا کہ چاہے ثمن مضارب کو دیدے اور مضاربت کو باقی رکھے یا نہ دیوے اور مضاربت کو توڑ دے یہ محیط مین ہی اور مضارب کو اختیار ہی کہ کوئی کھیت اجارہ لیکر بعض مال سے اسمین زراعت کے واسطے گیہون خریدے کذا فی الحاوی اور اگر کوئی کھیت یا درخت یا رطبہ بونے کے واسطے کرایہ لیا اور کہا کہ یہ مضاربت مین سے ہی تو جائز ہی اور کھیتی ہوئی تو رب المال پر اور نفع ہو تو دونون مین موافق شرط کے تقسیم ہوگا یہ مبسوط مین ہی اور اگر کوئی درخت یا نخل یا رطبہ بٹائی پر لیا بدین شرط کہ مال مضاربت سے اُسپر خرچ کرے تو جائز نہین ہی اور جو کچھ خرچ کیا اُسکا ضامن ہوگا اگرچہ اُس سے کہا گیا ہو کہ اپنی راے پر عمل کرے یہ محیط سرخسی مین ہی- اور اگر کوئی زمین مزارعت پر لی اور اُسمین وہ گیہون جو بقدر مال مضاربت سے خریدے ہین بوئے تو جائز ہی بشرطیکہ اُس سے کہا گیا ہو کہ اپنی راے سے عمل کرے- اور اگر بیج اور ہل کے بیل مالک زمین کی طرف سے ہون اور بونا مضارب پر ہو تو جو حاصل ہو وہ مضاربت کا ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی- اسی طرح اگر ہل کے بیلون کی شرط مضارب پر ہو تو بھی یہی حکم ہی کذا فی الحاوی- اور اگر زمین کو بدون دانہ کے مزارعت پر دیا تو جائز ہی خواہ رب المال نے اُس سے کہا ہو کہ اپنی راے سے عمل کرے یا نہ کہا ہو یہ محیط مین ہی- اور مضارب اور رب المال کو یہ جائز نہین ہی کہ جو باندی مضاربت کے واسطے خریدی ہی اُس سے وطی کرے اور نہ اُسکا بوسہ لینا جائز ہی اور نہ مساس جائز ہی خواہ اُسمین راس المال سے زیادتی ہو یا نہو یہ مبسوط مین ہی- اور اگر رب المال نے اُسکو باندی کے ساتھ وطی کی اجازت دیدی تو بھی اُسکو اُس سے وطی کرنا اور بوسہ و مساس وغیرہ حلال نہین ہی یہ محیط مین ہی- اور اگر رب المال نے اُسکو مضارب کے ساتھ بیاہ دیا پس اگر اُسمین راس المال سے زیادتی ہو تو نکاح باطل ہی اور وہ مضاربت پر باقی رہیگی جیسے تھی اور اگر اسمین زیادتی نہو تو مثل اجنبی کے ساتھ نکاح کر دینے کے جائز ہی یہ مبسوط مین ہی- اور یہ باندی مال مضاربت سے نکل جاویگی اور رب المال کے راس المال مین محسوب ہوگی یہ محیط مین ہی- اور مضارب کو اُسکے بعد فروخت کرنے کا اختیار نہوگا یہ مبسوط مین ہی- اور مضارب کو یہ اختیار نہین ہی کہ ایسے شخص کو خریدے کہ وہ رب المال کی طرف سے بسبب قرابت کے آزاد ہوتا ہو یا رب المال نے اُسکے آزاد کرنے کی بوقت ملک کے قسم کھائی ہو اور یہ بھی جائز نہین ہی کہ ایسے شخص کو خریدے جو خود مضارب کی طرف سے آزاد ہوتا ہو بشرطیکہ مال مین نفع ظاہر ہو پس اگر اُسنے ایسے شخص کو خریدا جو رب المال یا مضارب کیطرف سے ہوتا ہی تو اپنی ذات کے واسطے خریدنے والا قرار دیا جاویگا مضاربت سے نہوگا اور اگر اُسکے دام مضاربت سے دیے ہون تو ضامن ہوگا- اور اگر مال مین نفع ظاہر نہو تو ایسے شخص کا خریدنا جو مضارب کی طرف سے آزاد ہوتا ہو جائز ہی پس اگر بعد خریدنے کے اُسکی قیمت بڑھ گئی حتی کہ نفع ظاہر ہوا تو مضارب کا حصہ اسمین سے آزاد ہوگیا اور رب المال کے

واسطے کچھ ضامن نہوگا اور غلام رب المال کے حصہ کی قیمت کے واسطے سعی کریگا اور اگر آدھا غلام یا مال مضاربت سے
جسمیں نفع نہیں ہے اور آدھا اپنے مال سے خریدا تو دونون کے حق میں صحیح ہو گا یہ کافی میں ہے۔ اور مضاربت مطلقہ میں
مضارب کو اختیار ہے کہ مال مضاربت کے ساتھ خشکی یا تری کا سفر کرے یہی ظاہر الروایۃ ہے اور اسکو ایسے خوفناک
سفر سے جس سے لوگ بچتے ہون بالاتفاق اختیار نہیں ہے اور یہی صحیح ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور فتاوی
ابو اللیث میں ہے کہ اگر کسی نے دوسرے کو ہزار درم مضاربت میں دیے اور یہ نہ کہا کہ اپنی رائے سے عمل کرے ولیکن
اس ملک کے تاجرون کا یہ معمول ہے کہ مضارب لوگ اپنا مال اسمین ملا دیتے ہین اور رب المال انکو منع نہیں کرتے ہین
پس اس مضارب نے بھی لوگون کے معمولات پر کام کیا پس اگر یہ تعارف ان لوگون میں غالب ہے تو مجھے امید ہے
کہ مضارب اس صورت میں ضامن نہوگا اور بصورت تعارف الناس پر محمول کیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے
نابالغ لڑکے یا غلام مجور کو مال مضاربت دیا اسنے خریدا اور نفع یا نقصان اٹھایا حالانکہ لڑکے کے والد کی یا غلام
کے مولا کی اجازت نہ تھی تو یہ خرید و فروخت رب المال پر جائز ہوگی اور نفع دونون میں بالشرط تقسیم ہوگا اور
خرید و فروخت کا عہدہ رب المال پر رہیگا پھر یہ عہدہ لڑکے کی طرف بعد بالغ ہونے کے بھی منتقل نہوگا لیکن
غلام کی طرف بعد آزاد ہونے کے منتقل ہوگا اور اگر غلام مضاربت کے کام میں مرگیا یا اسکا مضاربت کے
کام میں قتل ہوا حالانکہ دونون نے نفع حاصل کیا ہے تو غلام کا مالک رب المال سے غلام کی وہ قیمت لیگا جو
رب المال کی اجازت سے مضاربت کا کام شروع کرنے کے روز تھی پس جب رب المال نے یہ قیمت اسکے مولی
کو دیدی تو بعد دینے کے اسکا مالک ہوگیا پس جسقدر غلام نے مضاربت میں نفع اٹھایا ہے وہ رب المال کا ہے
نہ مولی کا اور لڑکے کا حال یہ ہے کہ قاتل کی مددگار برادری پر دیت لازم آویگی اور وارثان طفل کو یہ بھی اختیار ہے کہ
چاہین رب المال کی مددگار برادری سے دیت وصول کرین پھر رب المال کی مددگار برادری قاتل کی مددگار
برادری سے اسقدر دیت وصول کریگی پھر وارثان طفل کو اسکے حصہ کا نفع دیا جاویگا یہ مبسوط میں ہے اور
اگر مضارب نے شراب یا سور یا ام ولد یا مکاتب خریدا تو راس المال کا ضامن ہوگا خواہ اسکو علم ہو یا نہو
یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر مضارب نے بیع فاسد سے کوئی ایسی چیز خریدی جسکا قبضہ سے مالک ہوسکتا ہے
تو مضاربت کی نسبت الاقرار نہ پایا جائیگا اور خریدی چیز مضاربت میں رکھی جائیگی کیونکہ تصرف کا حکم عام ہے اسمین صحیح و
فاسد دونون داخل ہین یہ محیط میں ہے اور اگر ایسی کوئی چیز خریدی جسکے دام اسقدر زیادہ دیے کہ لوگ اندازہ میں
اتنا خسارہ برداشت نہیں کرتے ہین تو مخالف ہوگا خواہ رب المال نے اس سے کہا ہو کہ اپنی رائے سے عمل
کرے یا نہ کہا ہو۔ اور اگر مضاربت کا مال اسقدر خسارہ سے فروخت کیا کہ لوگ اندازہ نہیں کرتے ہین یا غیر نقد
میعادی ادھار دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہے بخلاف صاحبین رح کے قول کے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر
مضارب نے کسی ایسے شخص کے ساتھ خرید و فروخت کی جسکی گواہی اسکے حق میں بسبب قرابت یا زوجیت کے یا
مالک کے اتصال کے جیسے مکاتب یا غلام مدیون پس اگر یہ خرید و فروخت بعوض مثل قیمت کے واقع ہوئی تو بالاجماع جائز ہے
اور اگر ایسی قیمت پر ہو کہ لوگ اسقدر خسارہ مثل قیمت سے کم اندازہ نہیں کرتے ہین تو بالاجماع نہیں جائز ہے اور
اگر اسقدر خسارہ ہو کہ لوگ اٹھا سکتے ہین تو امام اعظم رح کے نزدیک نہیں جائز ہے اور صاحبین رح کے نزدیک

جائز ہی مگر مکاتب اور غلام مدیون کے ساتھ اُنکے نزدیک بھی نہیں جائز ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر مضارب نے ایسے شخص کے واسطے جسکی گواہی اُسکے حق مین نامقبول ہی یا اپنے مکاتب کے واسطے یا اپنے غلام قرضدار یا غیر قرضدار کے واسطے مضاربت مین قرضہ کا اقرار کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک خاصۃً اُسی کے مال مین لازم آویگا مگر وہ قرضہ جو اُسنے مضاربت مین اپنے غلام غیر قرضدار کے واسطے اقرار کیا وہ اُسپر لازم نہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک اُسکا اقرار اُن سب کے واسطے جائز ہی مگر اپنے غلام یا مکاتب کے واسطے اگر اقرار کیا تو نہین جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ مال مضاربت مین زیادتی نہو اور اگر زیادتی ہو تو اُسکا اقرار اُن لوگون کے واسطے اُسکے حصہ مین جائز ہی یہ مضاربت جامع صغیر مین صحیح مذکور ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر مضارب نے ہزار درم مضاربت سے ایک باندی خریدی اور اُسپر قبضہ کر لیا پھر اُسکو ہزار درم کو فروخت کیا اور ہنوز اُسکے دام وصول نکیے تھے کہ اپنے واسطے اُسکو پانچ سو درم کو خرید لیا تو جائز نہین۔ اسی طرح اگر رب المال نے اپنے لیے پانچ سو درم کو خریدی تو جائز نہین ہی۔ اسی طرح اگر مضارب نے اُسکو دو ہزار کو بیچا اور سواے ایک درم کے سب دام وصول لیے ہون اور پہلے ثمن سے کم پر مضارب یا رب المال نے اُسکو اپنے واسطے خریدا تو جائز نہین اسی طرح اگر دونون مین سے کسی کے بیٹے یا باپ یا غلام یا مکاتب نے اُسکو خریدا تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک ناجائز ہی اور صاحبین رح کے نزدیک سواے مکاتب و غلام کے باقی لوگونکی خریداری جائز ہی۔ اور اگر مضارب نے اپنے یا رب المال کے بیٹے کو اُسکے اپنے لیے خریدنے کے واسطے وکیل کیا تو بھی جائز نہین ہی یہ امام اعظم رح کا قول ہی کہ نہ وکیل کے واسطے روا ہی نہ موکل مضارب کے واسطے اور اگر رب المال نے اپنے واسطے مضارب کو وکیل کیا یا مضارب نے اُسکو وکیل کیا تو بھی جائز نہین ہی یہ مبسوط مین ہی۔ بشیر بن غیاث نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہی کہ دو شخصون نے ایک ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیے اور اُسکو شرکت کرنے سے منع کر دیا پھر وہ تھیلی جسمین راس المال تھا پھٹ گئی اور اُسکے درم مضارب کے درمون مین بدون فعل مضارب کے مل گئے تو اُسکو اُنکی عوض خرید و فروخت کا اختیار رہی اور وہ ضامن نہوگا اور شرکت دونون مین ثابت ہوگی اور اُسکو اختیار نہوگا کہ کسی متاع کو اپنے خاص اپنے واسطے فروخت کرنے کا ارادہ کرے اور نہ اُسکے ثمن سے کوئی شی خاص اپنے واسطے خرید سکتا ہے لیکن اگر مال کے عوض کسی شی کے خریدنے سے پہلے اُسنے ہزار درم کو مضاربت کے لیے کوئی شی خریدی اور گواہ [illegible] مال سے نقد دام دیدیے پھر اپنے واسطے کوئی شی ہزار درم کو خریدی اور مال سے دام دیدیے تو جائز ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر مضارب نے مال مضاربت سے کوئی باندی خریدی پھر اُسکے بعد گواہ کیے کہ مین نے اس باندی کو اپنے واسطے بطور خرید مستقبل کے بعوض مثل اس مال کے یا نفع سے خریدا ہی اور رب المال نے خواہ اُسکو اُسکی راے پر عمل کرنے کی اجازت دی تھی یا نہین دی تھی تو اُسکا اپنی ذات کے لیے خریدنا باطل ہی اور اُسکو اس سے وطی کرنا نچاہیے اور وہ باندی بحالہ مضاربت پر باقی رہیگی یہ مبسوط مین ہی۔ اور امام محمد رح کا یہ قول کہ اُسنے گواہ کیے کہ مین نے اس باندی کو اپنے واسطے خریدا ہی دو صورتون کو محتمل ہی۔ ایک یہ کہ باندی جو مضاربت کی ہی اُسکو خود اپنے واسطے اپنے سے بعوض ثمن اول کے یا نفع یا بوضع خرید کرتا ہی اور دوسری یہ کہ باندی کو دوبارہ پہلے بائع سے اپنے واسطے بعوض ثمن اول کے یا نفع سے یا کمی سے خریدتا ہی پس اگر پہلی صورت مراد ہی تو خریدنا [illegible]

خواہ مثل ثمن اول کے خریدے یا نفع سے یا کمی سے کیونکہ خرید و فروخت میں ایک ہی شخص دونوں طرف سے عقد
کرنے والا نہیں ہوسکتا ہے سوائے باپ کے کہ اُسنے اگر مال صغیر خرید و فروخت کیا تو خود ہی خریدنے والا اور بائع
ہوسکتا ہے اسمیں اتفاق ہے یا وصی کے کہ وہ بھی علی الاختلاف ایسا کرسکتا ہے۔ اور اگر دوسری وجہ مراد ہے تو
امام محمد رح کے نزدیک تفصیل ذکر نے میں یہ اشارہ ہے کہ یہ بھی جائز نہیں ہے اور اگر مال مضاربت سے خریدنے کے وقت
اُسنے گواہ کرلیے ہوں کہ میں اپنے واسطے خریدتا ہوں پس اگر رب المال نے اُسکو یہ اجازت دی ہے تو جائز ہے
اور جو خریدی وہ اُسی کی ہوگی اور جسقدر اُسنے دام دیے ہیں اُنکا رب المال کے واسطے ضامن ہوگا اور اگر
رب المال نے اُسکو ایسی اجازت نہیں دی ہے تو باندی مضاربت میں ہوگی مگر باندی خریدنے کے وقت اگر
رب المال حاضر ہو اور اُس سے اُسنے کہدیا کہ میں اسکو اپنے واسطے خریدتا ہوں تو ہوسکتا ہے یہ محیط میں ہے۔
اور امام محمد رح نے زیادات میں فرمایا کہ اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ یہ ہزار درم مضاربت میں لے اور مضارب نے
لے لیے اور ایک باندی ہزار درم میں مضاربت کے لیے خریدی اور کھرے درم قرار دیے گئے جیسا کہ مطلق درم
کہنے کا یہی حکم ہوتا ہے پھر اُسنے مضاربت کے درم دیکھے تو نبہرہ یا زیوف پائے پس اگر لینے و دینے کے وقت
دونوں کو اس مقدار الیہ کا علم نہوا یا ایک کو معلوم ہوا اور دوسرے کو معلوم نہوا یا دونوں کو معلوم ہوا مگر ایک کو دوسرے
کے معلوم ہونے کی خبر نہیں ہے تو خرید مضاربت میں جائز ہے پھر اگر مضارب نے باندی کے بائع کو وہی درم دیے اور اُسنے چشم پوشی
کرکے لے لیے تو مضارب رب المال سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور راس المال وہی زیوف درم قرار دیے جاوینگے
اور اگر بائع نے چشم پوشی نہ کی اور مضارب کو واپس دیے تو مضارب رب المال کو واپس دیکر اُس سے کھرے لیگا
اور راس المال میں کھرے درم قرار پاوینگے۔ پس اگر مضارب نے خریدنے سے پہلے درموں کو دیکھا اور معلوم کیا
کہ یہ زیوف ہیں پھر اس طور سے باندی خریدی تو یہ خرید مضارب ہی پر نافذ ہوگی اور راس المال میں زیوف درم
قرار دیے جاوینگے۔ اور اگر وہ دراہم جنکو مضارب نے اپنے قبضہ میں لیا ہے ستوق یا رصاص ہوں اور مضارب
نے کھرے ہزار درم کو ایک باندی خریدی تو تینوں صورتوں میں جو ہمنے ذکر کی ہیں کسی صورت میں مضاربت
کی نہوگی رب المال کی ہوگی اور مضارب کو جیسے اس کام کی مزدوری ہوتی ہے وہ ملیگی۔ اور اگر مضاربت کے درم
کھرے ہوں ولیکن جسقدر رکھے گئے تھے اُس سے کم ہوں مثلاً پانچ ہی سو ہوں اور مضارب نے ہزار درم کو باندی
خریدی تو تینوں صورتوں میں آدھی باندی مضاربت کی ہوگی اور آدھی رب المال کو دینا ہوگی۔ پھر اگر اس باندی
کو مضارب نے فروخت کرکے نفع اُٹھایا تو آدھے دام رب المال کے ہونگے اور باقی آدھے میں سے اپنا پورا
راس المال نکال لیگا باقی نفع رہجاویگا کہ دونوں کو موافق شرط کے تقسیم ہوگا۔ اور جو کچھ مضارب نے رب المال
کو خرید دیا ہے یعنی آدھی باندی اُسمیں مضارب کو اجر المثل نہ ملیگا۔ اور اگر مضارب و رب المال دونوں جانتے تھے
کہ دراہم زیوف یا ستوق ہیں یا کم ہیں اور ہر ایک دوسرے کے آگاہ ہونے کو بھی جانتا تھا تو مضاربت اُسی
مقدار الیہ سے متعلق ہوگی پس اگر درم زیوف یا نبہرہ ہوں اور اُسکے عوض باندی خریدی تو خرید مضاربت کے
واسطے ہوگی اور اگر کھرے درموں سے خریدے تو اپنے واسطے خریدنے والا شمار ہوگا۔ اور اگر دراہم ستوق
یا رصاص ہوں اور اُنکے عوض کوئی شئے خریدی تو وہ رب المال کی ہوگی اور مضارب کو ایسی چیز خریدنے کی مزدوری

لیگی اور اگر دراہم کم ہوں تو جسقدر پر قبضہ کیا ہی اُسی پر مضاربت رہیگی حتی کہ اگر پانچ سو پر قبضہ کیا ہی اور خریدی ہزار درم کو تو آدھی باندی مضاربت کی اور آدھی باندی مضارب کی رہیگی یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر مضارب نے مال سے کوئی متاع خریدی خواہ اسمین زیادتی ہی یا نہین ہی اور رب المال نے اُسکو فروخت کرنا چاہا اور مضارب نے انکار کیا اور نفع پانے تک روکنا چاہا تو مضارب اُسکی بیع پر مجبور کیا جاویگا لیکن اگر چاہے کہ رب المال کو دیدے تو ہو سکتا ہی پس اُس سے کہا جائیگا کہ اگر روکنا منظور ہی تو رب المال کا مال دیدے اور اگر اسمین نفع ہو تو کہا جائیگا کہ راس المال اور اُسکا حصۂ نفع اُسکو دیدے اور متاع تجھے سپرد کر دیجائیگی یہ بدائع مین ہی - اور رب المال کو اختیار نہین ہی کہ اُس سے انکار کرے یہ مبسوط مین ہی - اگر مضارب نے مال سے کوئی متاع خریدی پھر مضارب نے کہا کہ مین اسے روک رکھونگا جب تک مجھے نفع کثیر حاصل نہو اور رب المال نے اُسے فروخت کرنا چاہا تو اُسکی دو صورتین ہین یا تو مال مضاربت مین زیادتی ہوگی یا نہوگی اور دونون صورتون مین بدون رب المال کی رضامندی کے مضارب کو متاع روکنے کا اختیار نہین ہی و لیکن اگر رب المال کو اُسکا راس المال در صورت عدم زیادتی کے یا راس المال مع حصۂ نفع کے در صورت زیادتی کے دیدے تو روک سکتا ہی اور اگر اُسنے رب المال کو نہ دیا اور اُسکو روکنے کا حق حاصل نہوا تو آیا بیع کے واسطے مجبور کیا جائیگا پس اگر مال مین زیادتی ہو تو بیع کے واسطے مجبور کیا جائیگا و لیکن اگر رب المال سے کہے کہ مین تجھے تیرا راس المال اور تیرا حصہ نفع دیے دیتا ہون در صورتیکہ مال مین زیادتی ہی یا فقط تیرا راس المال دیئے دیتا ہون در صورتیکہ زیادتی نہین ہی اور اُسکو اختیار کرے تو بیع کرنے پر مجبور کیا جائیگا اور رب المال اُسکے قبول کرنے پر مجبور کیا جائیگا - اور اگر مال مین زیادتی نہ ہو تو بیع پر مجبور نہ کیا جائیگا اور رب المال سے کہا جائیگا کہ تمام متاع خالص تیری ملک ہی پس یا تو تو اُسکو بعوض اپنے راس المال کے لے لے یا اُسکو فروخت کر دے تا کہ تجھے تیرا راس المال وصول ہو جاوے یہ محیط مین ہی - اور جو فعل مضارب کو مثل بیع و شرا و اجارہ و بضاعت وغیرہ کے مضاربت صحیحہ مین جائز ہی وہی مضاربت فاسدہ مین جائز ہی اور مضارب پر ضمان نہین ہی اسی طرح اگر اُس سے کہدیا کہ اپنی رائے سے عمل کر تو جو افعال اُسکو مضاربت صحیحہ مین جائز ہو جاتے تھے وہی جائز ہو جاوینگے کذا فی الفصول العمادیہ -

پانچوان باب

دو شخصون کو مال مضاربت دینے کے بیان مین - اگر ایک شخص نے دو شخصون کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیے پس اُسکے عوض ایک غلام جو دو ہزار کی قیمت کا ہی دونون نے خریدا اور قبضہ کر لیا پھر اُسکو ایک نے بدون دوسرے کی اجازت کے ایک عرض کے بدلے جو ہزار کی قیمت کا ہی فروخت کیا اور رب المال نے اُسکی اجازت دیدی تو یہ جائز ہی اور مضارب عاقل پر دو ہزار درم غلام کی قیمت واجب ہوگی ایک ہزار اُسمین سے رب المال اپنے راس المال مین سے لیگا اور دوسرا ہزار نفع مین ہی کہ اُسکا آدھا رب المال لیگا اور باقی آدھا دونون مین برابر تقسیم ہوگا - پس حصہ عاقل یعنی چہارم ہزار درم کی طرح دیگر باقی اُسکو ڈانڈ بھرنی پڑیگی اور دوسرے مضارب کا حق رب المال کے حق کا تابع ہی - پس اُسکے حق کی وجہ سے اُسکے ایک حصہ مین اجازت رب المال کی ممنوع نہ ہوگی یعنی نافذ ہو جائیگی - اور اگر مضارب نے وہ غلام دو ہزار درم کو بیچا اور رب المال نے اجازت دیدی تو دونون مضاربون پر جائز ہی اور بائع پر ضمان نہوگی اور مشتری سے

دو ہزار لے لیے جاوینگے اور وہ دونوں ہزار مضاربت میں رکھے جاوینگے گویا دونوں نے اسکو فروخت کیا ہے۔ اور اگر مضارب نے وہ غلام دو ہزار سے کم کو فروخت کیا خواہ کمی اسقدر ہو کہ قلیل ہو یا کثیر ہو مگر ایسی کہ لوگ برداشت کر جاتے ہیں اور رب المال نے اجازت دیدی تو اسکی اجازت باطل ہے اور اگر رب المال نے خود ہی فروخت کیا اور ایک مضارب نے اجازت دیدی پس اگر اُسنے مثل قیمت پر فروخت کیا ہو تو جائز ہے اور اگر قیمت سے کم پر تھوڑی کمی یا بہت کمی سے فروخت کیا تو جائز نہیں ہے جب تک کہ دونوں مضارب اسکی اجازت نہ دیں۔ اور اگر ایک مضارب نے کسی شئی کے عوض جو ہمنے ذکر کیے ہیں فروخت کیا اور دوسرے مضارب نے اجازت دیدی اور رب المال نے اجازت نہ دی تو جائز ہے بشرطیکہ اُسکو اسقدر کمی سے بیچا ہو کہ لوگ اسقدر خسارہ برداشت کر لیتے ہیں اور اگر اسقدر خسارہ ہو کہ لوگ نہیں اٹھاتے ہیں تو صاحبین رح کے نزدیک نہیں جائز ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہے بمنزلہ ایسکے کہ گویا دونوں نے اسکو فروخت کیا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر دو شخصوں کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیے اور یہ کہا کہ دونوں اپنی رائے سے کام کرنا یا نہ کہا تو ایک شخص تنہا خرید و فروخت نہیں کر سکتا ہے پس اگر ایک شخص نے آدھے مال میں بدون دوسرے کے حکم کے تصرف کیا تو وہ اس نصف کا ضامن ہوگا کذا فی محیط السرخسی۔ اور جو کہ اُسکے تصرف سے نفع حاصل ہوا وہ اُسکا ہے ولیکن اُس نفع کو صدقہ کردے کیونکہ حرام سبب سے حاصل ہوا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر اس صورت میں ایک نے باجازت دوسرے کے کام کیا تو جائز ہوگا اور رب المال اپنا راس المال ہزار لیکر نفع نصف لیگا اور جسقدر عامل کے پاس نفع رہا وہ دونوں عاملوں اور رب المال میں موافق شرط کے تقسیم ہوگا۔ اور اگر وہ مال جو مضارب مخالف پر تھا ڈوب گیا یعنی تلف ہوا تو اپنا سب راس المال مضارب موافق سے وصول کر لیگا اور اگر کچھ باقی نفع رہگیا تو اُسمیں سے رب المال آدھا لے لیگا اور باقی جو چوتھائی میں جو مخالف کا حصہ ہے لحاظ کیا جاویگا کہ اگر اُسی قدر ہے جسقدر مضارب مخالف پر ڈوبا ہے تو اُسمیں محسوب کر لیا جاویگا اور اگر یہ چوتھائی اُس سے زیادہ ہے جسقدر اُسپر ہے تو جسقدر اُسپر ہے وہ اُسمیں سے محسوب کرکے باقی اُسکو دیا جاویگا تاکہ اُسکے تمام حصہ نفع تک پورا ہو جاوے اور اگر یہ چوتھائی اُس سے کم ہو جسقدر اُسپر ہے تو اُس نفع کی مقدار تک اُس سے محسوب کر لیا جاویگا اور جو اُسپر باقی رہا اُسکو وہ وقت فراخ دستی کے ادا کرے اور اسکی تفسیر مسئلہ مذکورہ کی مثال یہ ہے کہ راس المال ہزار درم ہو اور مضارب موافق کے پاس ڈیڑھ ہزار درم ہیں ہزار درم نفع کے ہیں اور پانچ سو درم راس المال کے ہیں اور پانچ سو درم راس المال کے مضارب مخالف پر قرضہ ہیں پس رب المال اپنے راس المال میں ہزار درم لے لیگا اور مضارب موافق کے پاس پانچ سو درم رہجاوینگے یہ نفع ہیں اُنکو پانچ سو درم کے ساتھ جو مضارب مخالف پر قرض ہیں ملایا جاوے پس ہزار درم نفع ہوئے اُسکے چار حصے کیے جاوینگے دو حصہ رب المال کو ملینگے اور ایک حصہ مضارب موافق کو اور باقی ایک حصہ مضارب مخالف کا رہا پس معلوم ہوا کہ مضارب مخالف کا حصہ نفع ڈھائی سو درم ہیں اور قرضہ کے اُسپر پانچ سو درم ہیں پس یہ دو سو پچاس درم اسکے نفع کے اُسمیں محسوب کر لیے جاوینگے اور اُسپر ڈھائی سو درم قرضہ باقی رہینگے وہ اُس سے جب اسودہ حال ہو جاوے تو وصول کر لیے جاوینگے اور اگر مضارب موافق کے پاس دو ہزار پانچ سو درم ہوں پس رب المال کے ہزار درم دیکر باقی میں پانچ سو درم جو مضارب مخالف پر ہیں ملانے سے کل دو ہزار درم نفع کے ہوئے اُسمیں سے موافق تقسیم کے مخالف مضارب کا چوتھائی نفع پانچ سو درم ہوئے اور یہ اُسی قدر ہیں جسقدر

اسپر قرضہ ہین پس اسکو کچھ واپس دینا نہ پڑیگا۔ اور اگر مضارب موافق کے پاس تین ہزار درم ہون تو رب المال سکا راس المال دینے کے بعد جو کچھ مضارب مخالف پر قرضہ ہی وہ ملانے سے دو ہزار پانچ سو درم نفع کے ہوے انمین سے مخالف کا چوتھائی حصہ یعنی چھ سو پچیس درم ہوے پس انمین سے اسقدر جو اسپر ہی یعنی پانچ سو درم نکال لینے کے بعد ایک سو پچیس درم باقی رہے وہ اسکو واپس کردیے جاوینگے اور یہی اسکا تمام حصہ ہی اور باقی نفع رب المال اور مضارب موافق کے درمیان تین حصون مین موافق انکے حصے کے تقسیم ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر مضارب مخالف کا مقبوضہ تلف نہوا بلکہ اس عامل کا مقبوضہ تلف ہوا جسنے دوسرے کے حکم سے کام کیا ہی تو رب المال اس مضارب مخالف سے نصف راس المال کی ضمان لیگا اسکے سوا اس سے کچھ نہ لیگا اور اگر دونون مضاربون نے ہزار درم مضاربت پر قبضہ کرنے کے بعد اسکو باہم برابر تقسیم کرلیا پھر ایک نے نصف سے ایک غلام خریدا پھر دوسرے نے اسکے خرید کی اجازت دی تو اسکی اجازت سے وہ غلام مضاربت مین سے نہوگا اور اگر دونون نے ایک غلام ہزار درم کو خریدا پھر ایک نے اسکو کسی ثمن معلوم کے عوض بیچا اور دوسرے نے اجازت دی تو جائز ہی اسی طرح اگر رب المال نے اجازت دیدی تو جائز ہی یہ مبسوط مین ہی۔ ایک غلام دونون نے خریدا پھر ایک نے اسکو بعوض کسی اسباب یا باندی کے فروخت کیا اور دوسرے نے اجازت دیدی تو قیاساً جائز نہین ہی اور استحساناً جائز ہی۔ اور اگر دوسرے نے اجازت نہ دی یہان تک کہ بائع نے اس اسباب یا باندی پر قبضہ کرلیا اور اسکو ہزار درم کو فروخت کیا پھر دوسرے نے اجازت دی تو جائز نہین ہی اور وہ غلام مضاربت مین واپس دلایا جائیگا اور دونون کے قبضہ مین رہیگا اور مضارب بائع کو اس اسباب یا باندی کی قیمت اسکے مالک کو دینی پڑیگی اور اسکا ثمن اسکو ملیگا۔ اور اگر شریک نے غلام کے بعوض باندی یا اسباب کے بیچنے کی اجازت نہ دی مگر رب المال نے اجازت دی تو بیع جائز ہوجاویگی اور غلام بیچنے والے کو غلام کی قیمت رب المال کو دینی پڑیگی اور جو اسنے خریدا ہی وہ اسی کا ہوگا اور مضاربت باطل ہوجاویگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر ایک مضارب نے بدون دوسرے کی اجازت کے کچھ مال کسی شخص کو بضاعت مین دیا اور بضاعت لینے والے نے خرید و فروخت کی اور نفع یا نقصان اٹھایا تو یہ نفع و نقصان اسی مضارب بضاعت دینے والے پر پڑیگا اور رب المال کو ضمان لینے مین اختیار ہی چاہے بضاعت لینے والے سے لیوے اور وہ بضاعت دینے والے سے پھیر لیگا اور چاہے مضارب بضاعت دینے والے سے لے اور وہ اپنے بضاعت لینے والے سے کچھ نہین لے سکتا ہی۔ اور اگر دونون مضاربون مین سے ہر ایک نے دوسرے کو اجازت دیدی کہ جسقدر مال چاہے بضاعت مین دیوے پس ایک نے کسی کو بضاعت دی اور دوسرے نے دوسرے کو دی تو یہ دونون پر اور رب المال پر بھی جائز ہی۔ اور اگر دونون مضاربون نے کوئی غلام کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا تو ہر ایک کو اختیار ہی کہ مشتری سے آدھے دام وصول کرلے اگرچہ اسکے شریک نے اسکو اجازت نہ دی ہو اور آدھے دام سے زیادہ نہین لے سکتا ہی الا اس صورت مین کہ شریک اسکا اجازت دیوے پس اگر اجازت دیدی تو آدھے سے زیادہ وصول کرلینا جائز ہی اور اگر رب المال نے مضاربت دیتے وقت دونون سے کہدیا تھا کہ یہ مال بضاعت مین نہ دینا پھر دونون نے بضاعت مین دیا تو دونون ضامن ہونگے اور اگر دونون نے رب المال کو بضاعت مین دیا تو یہ مضاربت پر قرار دیکر جائز ہوگا کذا فی المبسوط

چھٹا باب

مضاربہ میں شرطین قائم کرنے کے بیان میں - اصل یہ ہی کہ رب المال نے جب مضاربت میں مضارب پر کوئی شرط قائم کی پس اگر ایسی شرط ہو کہ اسمیں رب المال کا فائدہ ہو تو مضارب کو اُسکی نگاہداشت ضروری ہی اور اُسکا وفا کرنا واجب ہی اور اگر وفا نہ کی تو مخالف اور یہ مال بلا اجازت قرار دیا جاویگا - اور اگر اسمیں رب المال کا کچھ فائدہ نہیں ہی تو لغو ہی اور شرط مسکوت عنہ کے قرار دیجاویگی - کذا فی المحیط اور اگر رب المال نے مضارب کے واسطے مال میں تصرف کرنے کی خصوصیت کسی شہر خاص یا کسی متاع خاص کے ساتھ کردی تو مضاربت اسی کے ساتھ مقید ہوگی اور مضارب کو اس سے تجاوز کرنا روا نہیں - اسی طرح اپنے غیر شخص کو بضاعت بھی نہیں دے سکتا جو اُسکو اُس شہر سے باہر لیجاوے - پس اگر مضارب اُسکو اُس شہر سے باہر لے گیا اور دوسرے شہر میں جاکر خرید و فروخت کی تو ضامن ہوگا اور یہ اُسی کے واسطے ہوگا اور نفع بھی اُسی کا ہوگا اور نقصان بھی اُسی پر پڑیگا - اور اگر کوئی چیز خرید و فروخت نہ کی تھی کہ واپس کرکے اُسی شہر میں جو معین کیا ہی لے آیا تو ضمان سے بری ہوگیا اور وہ مال مضاربت میں بحالہ ہوگیا - اسی طرح اگر کسی قدر مال سے اُسی شہر مشروط میں خریدی اور باقی کو جو باہر لے گیا تھا واپس لایا تو سب مضاربت میں قرار دیا جاویگا یہ کافی میں ہی - اور اگر آدھے مال سے کوفہ میں خریدا اور باقی آدھے کو خرید نہیں کیا تھا بلکہ کوفہ سے خارج خریدی اور باقی آدھے مال سے واپس لاکر کوفہ میں خرید و فروخت کی جسقدر کوفہ سے خارج خرید اُسکا ضامن ہی اور اُسکا نفع اُسی کا اور ٹوٹی اُسی پر پڑیگی اور جسقدر رستے واپس لاکر کوفہ میں خرید و فروخت کی ہی وہ مضاربت میں ہوگا - اور اصل میں ہی کہ مضارب اس صورت میں امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک مال کا نفع سب صدقہ کردیگا یہ محیط میں ہی - اور اگر یہ شرط کی کہ کوفہ کے بازار میں مضاربت کرے اُسنے دوسری جگہ کام کیا تو استحسانا جائز ہی اور اگر اس طرح کہا کہ سوائے بازار کوفہ کے اسمیں مضاربت نہ کرے اور اُسنے دوسری جگہ کام کیا تو ضامن ہوگا یہ شرح مبسوط میں ہی - جن الفاظ سے تقیید ہوجاتی ہی یعنی کسی جگہ کام کرنا خاص مقید ہوجاتا ہی یہ ہیں کہ میں نے تجھے مال مضاربت میں دیا بشرطیکہ تو کوفہ میں کام کرے یا تاکہ تو کوفہ میں کام کرے یا پس اُسکے ساتھ کوفہ میں مضاربت کر یا یوں کہا کہ کوفہ میں آدھے کی مضاربت پر میں نے تجھے مال دیا تو ان صورتوں میں خاص کوفہ ہی میں کام کرسکتا ہی غیر جگہ نہیں کرسکتا ہی اور جو الفاظ اس معنی کو مفید نہیں ہیں وہ اس طرح ہیں کہ میں نے تجھے مضاربت میں مال دیا اور تو کوفہ میں کر یا تو کوفہ میں کام کر پس اس سے خصوصیت شہر کوفہ پر نہیں ثابت ہوتی ہی - اور ضابطہ یہ ہی کہ اگر اُسنے مضاربت کے ساتھ ایسا لفظ ذکر کیا جو مبتدا نہیں ہوسکتا ہی بلکہ کلام سابق پر مبنی کیا جاسکتا ہی تو اس صورت میں کلام سابق سے متعلق و مبنی کیا جاویگا جیسا کہ پہلے الفاظ میں ہی کہ اسمیں مضاربت کے ساتھ کوفہ میں کام کرنا مقید ہی مبتدا نہیں قرار دیا جاسکتا ہی اور یہ زبان اردو کے قواعد میں جاری ہی - اور اگر ایسا نہو بلکہ جو لفظ اُسنے قید کے واسطے ذکر کیا ہی وہ ایسا ہو کہ مبتدا ہوسکتا ہی تو اُسکو مبتدا قرار دینگے جیسے کہ دوسرے الفاظ میں ظاہر ہی پس یہ کلام نرالا بطور مشورہ کے قرار دیا جاویگا اور مضارب کو اختیار رہیگا کہ کوفہ میں یا غیر جگہ کام کرے یہ کافی میں ہی مگر مترجم نے اپنی زبان کے موافق تشریح کی ہی قدوری میں ہی کہ اگر مضارب کو ہزار درم دیے اور یہ کہا کہ ہزار درم آدھے کی مضاربت پر اس شرط سے لے کہ تو اس سے طعام خریدے تو یہ قید یعنی طعام کی صرف گیہوں اور اُسکے آٹے پر قرار دیجاوے گی اسی طرح اگر یوں کہا

کہ یہ ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دے پس اُس سے طعام خرید کر تو بھی ایسا ہی ہی یا کہا کہ یہ ہزار درم آدھے کی
مضاربت پر لے تاکہ اُس سے طعام خریدے یا کہا کہ طعام کی مضاربت مین لے تو ان سب سے مضاربت طعام کے
ساتھ مقید ہوگی حتی کہ اگر اُسنے طعام کے سوا کوئی اور چیز خریدی تو مخالف اور ضامن ہوگا - اور اُسکو اختیار ہی
کہ طعام خواہ شہر مین خریدے یا دوسری جگہ خریدے اور طعام مین بضاعت دیوے کیونکہ تخصیص صرف طعام کی
ثابت ہوئی ہی اور باقی خریدنے کی جگہ وغیرہ سب عام رہیگی اور اگر یون کہا کہ یہ ہزار درم لے اور اس سے طعام
خرید تو اسکو اختیار ہی کہ چاہے آٹا گیہون کا اور گیہون خریدے یا اور کوئی چیز خریدے اور اُسکا یہ کہنا کہ اُس سے
طعام خرید بطور مشورہ کے قرار دیا جاویگا یہ محیط مین ہی **قال المترجم** طعام کے لفظ سے گیہون اور اُسکے آٹے کی
خصوصیت ہونا باعتبار اطلاق اہل کوفہ کے ہی اور ہماری زبان مین اگر اس لفظ کو استعمال کیا تو یہ خصوصیت نہ ہوگی
بلکہ یہ گمان ہی کہ گیہون یا اُسکا آٹا خصوصاً مراد نہو کیونکہ طعام سے اگر اناج کہا جائیگا تو سب قسم کے اناج کو شامل
ہی اور اگر مطعوم فی الحال مراد ہی تو ہر چیز جو کھائی جاوے اور از قسم طعام ہو وہ مراد ہوگی واللہ اعلم اور بعض مشائخ نے
اس لفظ طعام کو اپنی زبان فارسی مین ان معنی سے منحرف کر کے تصریح کر دی ہی کہ ہماری زبان مین اس سے گیہون
و اُسکا آٹا مراد نہوگا فافہم - اگر اُسکو ہزار درم اس شرط سے دیے کہ مضاربت مین خاصۃً طعام خریدے تو اسکو
اختیار ہی کہ جب خاصۃً طعام کے واسطے نکلے تو اپنے واسطے کوئی ٹٹو کرایہ کر لے جیسا کہ طعام کے واسطے کرایہ کر لیگا
اور یہ بھی اُسکو اختیار ہی کہ کوئی ٹٹو اپنے سفر کے واسطے خریدے جیسا کہ تاجر لوگ کیا کرتے ہین اور یہ بھی اُسکو اختیار
ہی کہ اگر کرایہ مین نہ پاوے تو طعام لادنے کے واسطے باربرداری خریدے بلکہ خرید لینا کرایہ کرنے سے زیادہ موافق ہی
یہ مبسوط مین ہی - اور طعام لادنے کے واسطے کشتی نہ خریدے الا اُس ملک مین جہان تاجرون کی ایسی عادت ہو
پس اگر مضاربت علی العموم ہو تو کشتی خریدنا بھی جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اُسکو اختیار ہی کہ بعض مال سے
کوئی ایسا بیت خرید لے کہ جسمین طعام کی حفاظت کرے اور اُسمین فروخت کرے یہ مبسوط مین ہی - اور اگر رقیق مین
مضاربت کے واسطے اُسکو ہزار درم دیے تو سوا رقیق کے اور کوئی چیز نہین خرید سکتا ہی ہان اُسکو اختیار ہی کہ
اُسی شہر مین جسمین مال دیا ہی رقیق خریدے یا دوسرے شہر مین خریدے اور اُسکو رقیق مین بضاعت دینے کا بھی
اختیار ہی اور اُسکو رقیق لادنے کے واسطے ٹٹو کرایہ لینے بھی جائز ہین اور یہ بھی اختیار ہی کہ رقیقون کے واسطے کھانا
کپڑا اُس مال سے خریدے یہ محیط مین ہی - اور اگر مضاربت مین یہ شرط لگائی کہ فلان شخص سے خریدے اور اُسی
کے ہاتھ فروخت کرے تو تقیید صحیح ہی اور اُسکے سوا دوسرے سے خرید و فروخت نہین کر سکتا ہی یہ کافی مین ہی - اور اگر
اُسکو اس شرط سے مضاربت مین مال دیا کہ اہل کوفہ سے خرید و فروخت کرے اُسنے کوفہ مین ایسے شخص سے
خرید و فروخت کی جو کوفی نہین ہی تو جائز ہی اسی طرح اگر اُسکو صیرفون کے واسطے اس شرط سے مال مضاربت دیا کہ صرافون
سے خرید و فروخت کرے تو اُسکو غیر صرافون سے بھی خرید و فروخت کا اختیار ہی یہ مبسوط مین ہی - اور اگر عقد مضاربت
کے واسطے کوئی وقت معین کر دیا تو مضاربت اُسی وقت تک مقید ہوگی حتی کہ اُس وقت کے گذر جانے سے
مضاربت باطل ہو جائیگی یہ کافی مین ہی - اور اگر کسی کو مضاربت مین ہزار درم اس شرط سے دیے کہ نقدی
سے خریدے اور نقدی سے فروخت کرے تو سوائے نقدی سے خرید و فروخت کرنے کے اُسکو اختیار

نہیں ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اُسکو حکم کیا کہ اُدھار بیچے اور نقد نہ بیچے اور اُسنے نقد ہی سے بیچا تو جائز ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ اُسوقت ہی کہ اُسنے نقد سے اُسکے مثل پر قیمت پر یا زیادہ پر بیچا ہو یا جسقدر اُس سے ثمن بیان کیا ہی اُسکے مثل پر فروخت کیا ہو اور اگر اُس سے کم کو نقد فروخت کیا تو وہ مخالف قرار دیا جائیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر کہا کہ اُسکو ہزار سے زیادہ پر نہ بیچے اُسنے زیادہ پر بیچا تو جائز ہی کیونکہ اسمین رب المال کی بہتری ہی کذا فی الحاوی اور اگر مضاربت پہلے مطلقہ ہو پھر بعد عقد مضاربت کے مضارب کے عمل کرنے سے پہلے یا اُسکے عمل کرنے اور خرید و فروخت کرکے دام وصول کرکے مال نقدی یعنے درم و دینار ہو جانے کے بعد رب المال نے کوئی قید لگائی مثلاً کہا کہ اُدھار نہ بیچے یا گیہون و اُسکا آٹا وغیرہ نہ خریدے یا فلان شخص سے نہ خریدے یا سفر نہ کرے تو یہ تخصیص جائز ہی اور اگر مضارب نے کام شروع کیا اور راس المال عروض ہو گیا پھر ایسی تخصیص کی تو صحیح نہین ہی۔ اور اگر اُسکو سفر کرنے سے منع کر دیا تو موافق روایت کے مضاربت مطلقہ مین سفر جائز ہی اور اگر مال عروض ہو گیا ہو تو منع کرنا صحیح نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور جب اُسنے تھوڑے مال سے کوئی چیز خریدی پھر رب المال نے کہا کہ اُس مال سے سوائے گیہون کی تجارت کے کوئی کام نہ کرے تو باقی مال سے اُسکو سوائے گیہون کی مضاربت کے کوئی کام کرنا جائز نہین ہی اور جب اُس شی کو فروخت کیا اور نقد دام آئے تو اُنسے بھی سوائے گیہون کے کچھ نہین خرید سکتا ہی یہ حاوی مین ہی اگر کسی کو مال مضاربت اس شرط سے دیا کہ اس سے ثیاب خرید و فروخت کرے پس ثیاب بنی آدم کے ملبوس کا اسم جنس ہی یعنے جامہ جو بنی آدم پہنتے ہین تو اُسکو اختیار ہی کہ اس مال سے خز و حریر و قز و سوت کے کپڑے و کتان و چادرین و طیلسان و اکسیات وغیرہ ایسے کپڑے خریدے اور اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ پلاس و پردے و انماط و تکیہ و خیمہ اور ستے وغیرہ ایسے کپڑے خریدے۔ اور اگر اس شرط سے دیا کہ اسکے عوض ثیاب البز خریدے تو بزمین فقط روئی و کتان کے کپڑے شامل ہونگے اور اُسکو حریر و خز و قز کی چادرین و طیلسان وغیرہ خریدنے کا اختیار نہوگا کذا فی المبسوط

ساتوان باب

مضارب کے مال مضاربت غیر کو دینے کے بیان مین۔ اگر مضارب نے رب المال کی بلا اجازت دوسرے کو راس المال مضاربت کے واسطے دیا تو جبتک دوسرا اُسمین تصرف نہ کرے مضارب دینے والا ضامن نہوگا اور یہی ظاہر الروایۃ ہی یہ تبیین مین لکھا ہی پھر رب المال کو اختیار ہی چاہے اول سے اپنے راس المال کی ضمان لے یا دوسرے سے ضمان لے پس اگر اُسنے اول سے ضمان لے لی تو اول و ثانی مین مضاربت صحیح ہوگی اور نفع دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگا اور اگر اُسنے ثانی سے ضمان لی تو وہ اول کی طرف رجوع کریگا اور جسقدر اُسنے ضمان مین دیا ہی وہ اس سے لے لیگا اور اول و ثانی مین مضاربت صحیح ہوگی اور نفع دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگا اور وہ نفع ثانی کو حلال ہوگا اور اول کو حلال نہوگا یہ کافی مین ہی۔ اور اگر رب المال نے یہ اختیار کیا کہ جو نفع مضارب ثانی نے حاصل کیا ہی اُسمین سے اپنا حصہ جو پہلے مضارب سے شرط کیا تھا لے لے اور کسی سے دونون مین سے کچھ ضمان نہ لے تو یہ نہین کر سکتا ہی یہ مبسوط مین ہی اور یہ سب اُسوقت ہی کہ دونون مضاربتین صحیح ہون کذا فی التبیین اور مضاربت اولی فاسد ہو اور دوسری جائز ہو تو دونون سے کسی پر ضمان نہین ہی اور تمام نفع رب المال کو ملیگا اور پہلے مضارب کو اجر المثل ملیگا اور دوسرے مضارب کا پہلے مضارب پر نفع مشروط کے برابر لازم آویگا۔ اور اگر پہلی مضاربت جائز تھا اور دوسری فاسد ہو تو بھی کسی پر ضمان نہوگی اور

دوسرے

دوسرے کا اجر المثل پہلے اور پہلے کو موافق شرط کے نفع ملیگا اسی اگر دونون مضاربتین فاسد ہون تو بھی کوئی ضامن نہوگا - یہ حاوی مین ہے - اور اگر دوسرے مضارب نے مال تلف کر دیا یا کسی ہبہ کر دیا تو خاصۃً اسی پر ضمان ہو گی پہلے پر نہ آویگی کیونکہ اُسنے اس فعل مین مضارب اول کی مخالفت کی یعنے ضمان اُسی پر مقتصر رہوگی بخلاف اسکے اگر اُسنے مضاربت کا کام کیا ہو تو اُسنے اول کے حکم کی فرمانبرداری کی اسی واسطے رب المال کو دونون مین سے ہر ایک سے ضمان لینے کا اختیار ہوتا ہے یہ مبسوط مین ہے - اور اگر دوسرے مضارب کے کام شروع کرنے سے پہلے تمام مال اُسکے پاس سے کسی غاصب نے غصب کیا تو دونون مین سے کسی پر ضمان نہ آویگی بلکہ ضمان خاصۃً غاصب پر آویگی یہ ذخیرہ مین ہے - اور اگر دوسرے مضارب نے کسی تیسرے کو وہ مال بضاعت مین دیدیا وہ خرید و فروخت کرتا ہے تو رب المال کو اختیار ہے کہ تینون مین سے جس سے چاہے ضمان لیوے اور جو نفع ہو وہ دونون مضاربون مین موافق شرط کے تقسیم ہوگا رب المال کو کچھ نہ ملیگا اور گھٹی پہلے مضارب پر پڑیگی پس اگر رب المال نے پہلے مضارب سے ضمان لے لی تو دوسری مضاربت صحیح ہوجاویگی اور اگر دوسرے مضارب سے ضمان لی تو وہ اول سے واپس لیگا - اور اگر مستبضع سے یعنی جسکے پاس بضاعت ہے اُس سے ضمان لی تو وہ دوسرے سے لیگا اور دوسرا پہلے سے واپس لیگا یہ مبسوط مین ہے - ایک شخص نے دوسرے کو مال مضاربت مین اس شرط سے دیا کہ جو کچھ اللہ تعالی نفع رزق دے وہ ہم دونون مین مشترک ہوگا یا ہم دونون مین نصفا نصف ہوگا اور اُس سے کہدیا کہ اپنی راے سے اسمین عمل کرے پس اول نے دوسرے مضارب کو تہائی نفع کی شرط سے دیدیا تو جائز ہے - اور دوسرے کو تہائی نفع اور رب المال کو آدھا اور پہلے کو چھٹا حصہ نفع ملیگا - اور اگر پہلے مضارب نے دوسرے کے واسطے آدھے نفع کی شرط لگائی تو اُسکو آدھا نفع اور رب المال کو آدھا نفع ملیگا اور پہلے مضارب کو کچھ نہ ملیگا اور اگر پہلے مضارب نے دوسرے مضارب کے واسطے دو تہائی نفع کی شرط کی تو نفع رب المال اور دوسرے مضارب مین نصفا نصف تقسیم ہوگا اور اگر پہلا مضارب دوسرے کو چھٹے حصے نفع کے مثل ڈانڈ دیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے - اور اگر رب المال نے پہلے مضارب سے یون کہا کہ جو کچھ تونے اسمین نفع حاصل کیا وہ ہم دونون مین آدھا آدھا ہوگا یا جو کچھ تجھے نفع یا زیادتی ملے - یا کہا کہ جو کچھ تونے اسمین حاصل کیا یا جو کچھ تجھے اللہ تعالے نے اسمین رزق دیا یا کہا کہ جو کچھ تجھے اسمین نفع پہونچا وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگا اور اُسنے کہدیا کہ اپنی راے سے اسمین عمل کرے اُسنے دوسرے کو آدھے یا دو تہائی یا پانچ چھٹے حصے کے نفع سے دیدیا تو سب جائز ہے اور دوسرے کو تمام وہ نفع جو اُسکے لیے شرط کیا ہے دیا جاویگا اور باقی نفع پہلے اور رب المال کے درمیان برابر تقسیم ہوگا یہ مبسوط مین ہے - منتقی مین ہے کہ بشر بن الولید رح نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیے اور حکم کیا کہ اپنی راے سے عمل کرے پس مضارب نے دوسرے کو مضاربت پر دیدیا اور کہا کہ جو کچھ اللہ تعالی رزق دے وہ ہمارے اور تیرے درمیان ہے پس آدھا نفع رب المال کا اور باقی آدھا دونون مضاربون مین برابر تقسیم ہوگا یہ محیط مین ہے اگر کسی شخص نے دوسرے کو ہزار درم مضاربت مین دیے اور کہا کہ اپنی راے سے عمل کرے اُسنے دوسرے کو مضاربت پر دیدیے اور کہدیا کہ اپنی راے سے کام کرے تو دوسرے کو بھی اختیار ہے کہ تیسرے کو مضاربت پر دیدے اور دوسرا مضارب اس امر مین مثل اول کے ہوگا کذا فی الذخیرہ - اور اگر اول نے دوسرے کو مضاربت پر دیا اور اس سے یہ نہ کہا کہ

اپنی راے سے عمل کرے تو دوسرا اُسکو تیسرے کو مضاربت مین نہین دیسکتا ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی شخص نے ایک شخص کو آدھے کی مضاربت پر مال دیا اور اُس سے یہ نہ کہا کہ اپنی راے سے عمل کرے اُسنے دوسرے کو تہائی کی مضاربت پر دیدیا اور یہ نہ کہا کہ اپنی راے سے عمل کرے اور دوسرے نے تیسرے کو چھٹے حصہ کی مضاربت پر دیدیا اُسنے کام کیا اور نفع یا نقصان اُٹھایا تو پہلا مضارب ضمان سے بری ہی اور رب المال کو اختیار ہی کہ چاہے دوسرے سے اپنے راس المال کی ضمان لے یا تیسرے سے ضمان لے پس اگر اُسنے دوسرے سے ضمان لی تو وہ کسی سے نہین لے سکتا ہی۔ اور اگر تیسرے سے ضمان لی تو دوسرے سے واپس لے سکتا ہی اور نفع دونون کو موافق شرط کے تقسیم ہوگا۔ اور اگر پہلے مضارب نے دوسرے کو تہائی پر مال دیتے وقت کہدیا تھا کہ اپنی راے سے کام کرے پس دوسر نے تیسرے کو چھٹے حصے کے نفع پر دیدیا اور اُسنے نفع یا نقصان اُٹھایا تو رب المال کو تینون مین سے ہر ایک سے ضمان لینے کا اختیار ہی پس اگر تیسرے سے ضمان لی تو وہ دوسرے سے واپس لیگا اور دوسرا پہلے سے واپس لیگا۔ اور اگر دوسرے سے ضمان لی تو وہ پہلے سے واپس لیگا اور اگر پہلے سے ضمان لی تو وہ کسی سے نہین لے سکتا ہی۔ پھر جب پہلے مضارب کی ملک مستقر ہوگئی تو دوسری اور تیسری دونون مضاربتین صحیح ہوگئین اور گھٹی پہلے مضارب پر پڑیگی اور نفع تیسرے کو چھٹا حصہ اور دوسرے کو چھٹا حصہ اور پہلے کو دو تہائی ملیگا یہ بسوط مین ہی۔ اور مضارب کو اختیار ہی کہ دوسرے سے شرکت عنان کرے اور نفع دونون مین موافق شرط کے تقسیم ہوگا اور جب نفع دونون مین تقسیم ہوا تو مال مضاربت مع حصہ نفع مضارب کے ہوگا پس اسمین سے رب المال اپنا راس المال لے لیگا اور جو بڑھا وہ دونون مین شرکت مین ہوگا یہ بدائع مین ہی اور اگر مضارب اول نے مال کسی کو مضاربت پر اس شرط سے دیا کہ دوسرے کو نفع مین سے سو درم ملینگے اُسنے کام کیا پس نفع یا نقصان اُٹھایا یا کام کرنے کے بعد مال اُسپر ڈوب گیا تو رب المال کسی سے ضمان نہین لے سکتا ہی اور گھٹی اُسی پر ہوگی اور مال کا ڈوب جانا یعنی ضائع ہونا بھی اسی پر ہوگا اور دوسرے کا اجر مثل پہلے مضارب پر ہوگا اور پہلا مضارب اُسکو رب المال سے واپس لیگا۔ اور اگر اسمین نفع ہو تو اولاً مال مین سے عامل کو اجر المثل دیا جائیگا پھر نفع رب المال اور مضارب اول مین موافق شرط کے تقسیم ہوگا۔ اور اگر رب المال نے پہلے مضارب کے واسطے سو درم نفع کی شرط کی اور یہ نہ کہا کہ اپنی راے سے کام کرے پھر مضارب نے دوسرے کو آدھے کی مضاربت پر دیدیا اُسنے کام کیا تو گھٹی یا تلف ہونے کی صورت مین دونون مضاربون پر ضمان آویگی اور اس صورت مین اگر نفع حاصل ہو تو سب رب المال کا ہی اور رب المال پر پہلے مضارب کے واسطے اجر المثل اور پہلے مضارب پر دوسرے مضارب کے واسطے مثل نصف نفع کے جو اُسکے خاص مال مین حاصل کیا ہی واجب ہوگا کذا فی المبسوط۔

آٹھوان باب

مضاربت مین مرابحہ اور تولیہ کے بیان مین۔ اسمین تین فصلین ہین

فصل اول

مضارب کے رقم وغیرہ پر مرابحہ یا تولیہ سے فروخت کرنے کے بیان مین۔ **قال المترجم** یہ اصطلاحات کتاب البیوع مین گذرگئی ہین ولیکن اعادہ کیا جاتا ہی۔ مرابحہ وہ بیع کہ ثمن اول سے نفع پر فروخت کرے۔ اور تولیہ برابر ثمن اول کے فروخت کرے اور رقم تاجرون کی نشانی جس سے حال ثمن کا معلوم ہو جسکو ہندی مین آنکھ بولتے ہین۔ فاحفظہ۔ قال محمد رح فی الجامع صغیر اگر مضارب نے کوئی متاع کچھ خرچہ کے بعد مرابحہ سے فروخت کی تو

متاع کے لادنے وغیرہ مین جو کچھ خرچ کیا ہی اُسکا حساب کر لے اور جو اُسنے اپنے کھانے و کپڑے و تیل و سواری و کپڑے دھلائی و اشیائے ضروری مین خرچ کیا ہی اُسکو محسوب نہ کرے **قال المترجم** یعنی مثلاً کوئی متاع بصرہ سے خرید لایا اور اُسکی باربرداری مین دس درم خرچ ہوے اور ثمن متاع کا سو درم ہی اور اپنے سفر خرچ مین پانچ درم خرچ ہوے تو یون کہے کہ مجھے ایک سو دس درم مین پڑی ہی اُسپر نفع قرار دے اور ایک سو پندرہ درم نہ کہے اور نہ اُسپر نفع لگاوے اور اصل فقہی اس باب مین یہ ہی کہ جس چیز سے مال عین مین حقیقۃً یا حکماً زیادتی ہو وہ راس المال کے معنی مین ہی پس وہ راس المال مین داخل کیجاویگی اور جو ایسی نہین ہی وہ راس المال کے معنی مین نہین ہی پس وہ راس المال مین ملائی نہ جاویگی - اور جس جگہ ملانا صحیح ہوا وہان مضارب کو چاہیے کہ بیع مرابحہ کے وقت یون کہے کہ مجھے اتنے کو پڑی ہی تاکہ کذب سے بچے یہ محیط مین ہی - اور اگر مضارب نے کوئی متاع ہزار درم کو خریدی اور اُسپر دو ہزار کی رقم ڈالدی پھر خریدار سے کہا کہ مین اُسکو رقم پر مرابحہ سے بیچتا ہون پس اگر مشتری کو اُسکی رقم بتلاوے تو جائز ہی اسمین کچھ ڈر نہین ہی اور اگر مشتری کو رقم نہ معلوم ہوئی تو بیع فاسد ہی پھر جب اُسکو معلوم ہوا کہ اُسکی رقم اسقدر ہی تو مشتری کو خیار ہوگا چاہے اُسکو لے یا چھوڑ دے اور اگر اُسنے قبضہ کر لیا اور فروخت کر دی پھر معلوم کیا کہ اُسکی رقم اسقدر ہی اور راضی ہوگیا تو اُسکی رضامندی باطل ہی اور اُسپر اُسکی قیمت واجب ہوگی - اور اس باب مین تولیہ مثل مرابحہ کے ہی - اگر مضارب نے اُسکو رقم پر تولیہ کے طور پر فروخت کیا اور مشتری نہین جانتا ہی کہ اُسکی رقم کیا ہی پھر مضارب نے اُسکے بعد دوسرے کے ہاتھ بطور بیع صحیح کے فروخت کیا تو جائز ہی بشرطیکہ اول نے قبضہ نہ کیا ہو اور اسی طرح اگر اول کو اُسکی رقم معلوم ہوئی اور وہ خاموش رہا قبول نہ کیا یہانتک کہ مضارب نے دوسرے کے ہاتھ بطور بیع صحیح کے فروخت کر دیا تو بھی بیع ثانی جائز ہی - اور اگر اول مشتری رقم معلوم کرنے کے بعد راضی ہوگیا پھر مضارب نے اُسکو دوسرے کے ہاتھ بطور بیع صحیح کے فروخت کیا تو دوسری بیع باطل ہی - اور اگر اول مشتری نے ان صورتون مین مضارب سے لیکر متاع پر قبضہ کر لیا پھر مضارب نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو بیع ثانی باطل ہوگی اور اگر مشتری اول نے بعد رقم جاننے کے بیع توڑ دی تو بھی دوسری بیع جائز ہو جاویگی - اور اگر مضارب نے کوئی متاع ہزار درم کو خریدی پھر ایک شخص سے کہا کہ مین تیرے ہاتھ یہ متاع دو ہزار درم کو سو درم کے نفع سے فروخت کرتا ہون اور کچھ رقم وغیرہ کا نام نہ لیا اور اس شخص نے خرید لی پھر اُسکو معلوم ہوا کہ مضارب نے ہزار درم کو خریدی تھی تو بیع دو ہزار ایک سو درم کو لازم ہوگی اور جو فعل مضارب نے کیا اسمین کچھ ڈر نہین ہی - کذا فی المبسوط - اگر یون کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ اسکو درم کے ساتھ ایک درم نفع لیکر بیچا تو اگر دس درم کو خریدی ہو تو بیس درم کی ہوئی اور اگر دس درم کی خریدی ہوئی پر ایک درم کے ساتھ دو درم نفع سے بیچی تو تیس درم کی ہوئی - اور اگر کہا کہ دس درم کے ساتھ پانچ درم نفع سے بیچی تو پندرہ درم کی ہوئی ایسے ہی اگر ہر درم کے ساتھ نصف درم نفع سے کہا تو بھی پندرہ درم ہوے اور اگر یون کہا بربح العشرۃ خمسۃ عشر یعنی دس درم کے ساتھ پندرہ درم نفع تو قیاساً پچیس درم ہوے اور استحساناً پندرہ درم ہوے **قال المترجم** زبان اردو مین یون شائع ہی کہ دس درم کی چیز نفع کے ساتھ پندرہ درم کو بیچی اور مترجم کا گمان ہی کہ صورت مسئلہ مین شاید استحساناً حکم جو کتاب مین ہی جاری ہو واللہ اعلم بالصواب - اسی طرح اگر کہا بربح العشرۃ

احد عشر و نصفا یعنی دس درم کی چیز نفع سے ساڑھے گیارہ کو تو نفع ڈیڑھ درم کا ہوگا اور اگر کہا کہ بربح العشرۃ عشرۃ خمستہ
او خمستہ عشرۃ دس درم کی چیز کے ساتھ دس و پانچ کا یا پانچ و دس کا نفع ہو تو دام پچیس درم ہونگے **قلت** یہ بھی
بلحاظ ایک نوع کی ہجوی عبارت کے ہے فافہم - کذا فی محیط السرخسی اگر مال مضاربت سے ایک کپڑا دس درم کو خریدا اور اسکے
پاس نقصان پاکر تین درم کا رہگیا پھر اسنے ہر درم پر ایک درم گھٹی کے ساتھ فروخت کیا تو دام پانچ درم ہونگے
اور اگر ایک درم کے ساتھ دو درم کی گھٹی پر بیچا تو دام تین درم و تہائی درم ہونگے - اور اگر فی درم نصف درم کی
گھٹی کے ساتھ دیا تو دام چھ درم و دو تہائی درم ہونگے ایسے ہی اگر کہا کہ بوضیعۃ العشرۃ خمستہ عشر دس درم کے
ساتھ گھٹی پندرہ درم کی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مضارب نے ایک غلام خریدا اور اسپر قبضہ کر لیا پھر اسکو ایک باندی
کے عوض بیچا اور باندی پر قبضہ کرکے غلام دیدیا تو اسکو اختیار نہیں ہے کہ باندی کو مرابحہ یا تولیہ کے ساتھ فروخت کرے
الا اسی شخص کے ساتھ جسکی ملک میں غلام ہے - اور اگر وہ شخص جسنے غلام خریدا ہے اسنے غلام دوسرے کے ہاتھ فروخت
کیا یا اسکو ہبہ کرکے اسکو سپرد کردیا پھر مضارب نے باندی کو مرابحہ یا تولیہ سے فروخت کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر
مضارب نے باندی مرابحہ یا تولیہ سے اس شخص کے ہاتھ بیچی جسکو غلام ہبہ کیا گیا ہے تو یہ جائز ہے اور اگر مضارب نے
ایسے شخص کے ہاتھ جو غلام کا مالک نہیں ہے باندی کو راس المال دس درم پر نفع لیکر فروخت کیا اور غلام کے مالک نے
اجازت دیدی تو جائز ہے - پھر باندی مضارب کی طرف سے مشتری کی ملک ہوگی اور مضارب غلام لے لیگا اور جسنے اس سے
باندی خریدی ہے مضارب دس درم اس سے لے لیگا اور غلام کا مولی مشتری سے قیمت غلام کی لیگا اگر مضارب کے
قبضہ میں مضاربت کی باندی ہو اسنے بعوض غلام کے فروخت کردی اور باہم قبضہ کر لیا پھر مضارب نے وہ غلام اس
مشتری کے ہاتھ جسنے باندی خریدی ہے دس کے گیارہ درم نفع کے حساب سے بیچا یعنی دس درم کی چیز پر ایک درم
نفع کے حساب سے بیچا تو بیع فاسد ہے اور اگر اسی کے ہاتھ دس کے ساتھ گیارہ کی گھٹی سے فروخت کی تو جائز ہے - اور
مشتری اس مضارب کو اس باندی کے گیارہ جزو کے دس جزو دیگا - اور اگر یوں کہا کہ میں تیرے ہاتھ یہ غلام دس
درم نفع سے بیچتا ہوں تو جائز ہے اور مضارب وہ باندی اور دس درم لے لیگا اور اگر کہا کہ دس درم راس المال سے
گھٹی سے بیچتا ہوں تو بیع باطل ہوگی یہ مبسوط میں ہے - اگر راس المال ہزار نیشاپوری ہوں اور اس سے ایک غلام
خریدا اور غلام کو ہزار مروزی کے عوض فروخت کیا اور کہا کہ میں نے اسکو ہزار درم نیشاپوری کو خریدا تھا اور
تیرے ہاتھ سو درم نفع پر بیچتا ہوں تو مشتری پر ہزار درم نیشاپوری اور سو درم مروزی واجب ہونگے - اور اگر کہا
کہ دس کے گیارہ نفع کے ساتھ بیچتا ہوں یعنے اس حساب سے نفع لونگا تو ثمن اور نفع دونوں نیشاپوری ہونگے اور اگر
کہا کہ سو درم گھٹی سے بیچتا ہوں تو یہ سو درم بھی نیشاپوری ہونگے یہ محیط سرخسی میں ہے - اگر کسی شخص کو مال مضاربت دیا اسنے
اس مال سے باندی خریدی اور قبضہ کر لیا اور اسکو بعوض ایک غلام کے فروخت کیا اور باہم قبضہ کر لیا پھر مشتری
کے پاس اس باندی میں زیادتی ہوگئی یا بچہ جنی - پھر مضارب نے وہ غلام اس باندی کے مالک کے ہاتھ سو درم
نفع سے بیچا حالانکہ اسکو باندی کے بچہ جننے کا حال معلوم نہیں ہے پس اگر باندی میں بدن کی زیادتی ہو تو باندی اور
سو درم لے لیگا - اور اگر بچہ کی زیادتی ہے تو مضارب کو اختیار ہے چاہے باندی و سو درم لے لے یا بیع توڑ دے اور بچہ نہیں
لے سکتا ہے - اور بیع تولیہ اس صورت میں مثل مرابحہ کے ہے - اگر مضاربت کا مال ہزار درم ہو اور اسنے

عوض باندی خریدی اور اسکو ڈیڑھ ہزار کو فروخت کیا پھر اسکو ایک ہزار کو خریدا تو صاحبین رح کے نزدیک اسکو ہزار کے مرابحہ پر فروخت کرے اور امام اعظم رح کے نزدیک پانچ سو درم کے مرابحہ سے فروخت کرے یعنی نفع کا حساب پانچ سو درم سے کرے۔ اور اگر اسکو ہزار درم و ایک کر درمیانی گیہون سے فروخت کیا ہو یا ہزار درم و یک دینار سے بیچا ہو پھر اسکو ہزار درم مین خرید کیا ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک اسکو مرابحہ سے فروخت نکرے اور اگر اسکو سو دینار کو فروخت کیا ہو اور قیمت اسکی ہزار درم سے زیادہ ہو پھر اسکو ہزار درم کو خریدا تو امام اعظم رح کے قیاس قول مین اسکو مرابحہ سے فروخت نکرے۔ اور اگر مضارب نے وہ باندی کسی کیلی و وزنی چیز یا کسی عرض اسباب کے عوض کہ جسکی قیمت ہزار درم سے زیادہ ہی فروخت کی پھر اسکو ہزار درم مین خریدا تو اسکو ہزار پر نفع لیکے مرابحہ فروخت کرنا جائز ہی یہ مبسوط مین ہی۔

فصل دوسری رب المال و مضارب سے خرید و فروخت مین مرابحہ کے بیان مین۔ اگر مضارب نے رب المال سے یا رب المال نے مضارب سے کوئی چیز خریدی اور اسکو مرابحہ سے فروخت کرنا چاہا تو ہر دو ثمن سے کمتر و نفع حصہ مضارب پر مرابحہ سے فروخت کرسکتا ہی یہ تاتارخانیہ مین اسبیجابی سے منقول ہی۔ اگر کسی کو ہزار درم مضاربت مین دیئے اور رب المال نے ایک غلام پانچ سو درم کو خریدا اور مضارب کے ہاتھ ہزار درم کو بیچا تو مضارب اسکو پانچ سو درم پر مرابحہ سے فروخت کرسکتا ہی ولیکن اگر اس خرید و فروخت کو جیسی واقع ہوئی ہی سب صاف بیان کردے تو جس طرح چاہے فروخت کرسکتا ہی کذا فی البدائع۔ اور اگر مضارب نے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور رب المال کے ہاتھ ایک ہزار دو سو درم کو فروخت کیا تو رب المال اسکو ایک ہزار ایک سو پر مرابحہ سے فروخت کرسکتا ہی کذا فی الکافی **قال المترجم** یہ اسوقت ہی کہ مضاربت آدھے پر ہو فافہم۔ اور اگر رب المال نے ہزار کو ایک غلام لیا اور مضارب کے ہاتھ پانچ سو درم پر مال مضاربت سے فروخت کیا تو مضارب اسکو پانچ سو پر مرابحہ سے فروخت کرسکتا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر رب المال نے پانچ سو درم کو خریدا اور مضارب کے ہاتھ ایک ہزار ایک سو کو فروخت کیا تو وہ اسکو پانچ سو پچاس پر مرابحہ سے فروخت کرسکتا ہی۔ اور اگر مضارب نے اسکو چھ سو کو خریدا ہو تو مضارب اسکو پانچ سو پر مرابحہ سے فروخت کرے اپنے ذاتی حصہ نفع کو محسوب نکریگا تاوقتیکہ جو اسنے نقد دیا ہی ہزار سے زیادہ نہو اور جب زیادہ ہو تو اپنے ذاتی حصہ کو ہزار سے زیادہ پر محسوب کریگا اور اسی قیاس پر تمام مسائل جاری ہوتے ہین یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر رب المال نے اسکو ہزار مین خریدا حالانکہ اسکی قیمت دو ہزار ہی پھر اسکو مضارب کے ہاتھ دو ہزار کو بیچا بعد ازانکہ مضارب ایک ہزار درم راس المال سے مضاربت کا کام شروع کرچکا ہی اور اسمین ایک ہزار کا نفع پاچکا ہی تو وہ اسکو ایک ہزار پانچ سو پر مرابحہ سے فروخت کریگا۔ اسی طرح اگر رب المال نے پانچ سو کو دو ہزار کی قیمت کا غلام خریدا اور مضارب کے ہاتھ دو ہزار کو بیچا تو وہ اسکو ہزار پر مرابحہ سے فروخت کریگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر رب المال نے اسکو ہزار مین خریدا اور قیمت بھی اسکی ہزار ہی اور مضارب کے ہاتھ دو ہزار کو فروخت کیا تو مضارب اسکو ہزار پر مرابحہ سے فروخت کرے اور اگر رب المال نے اسکو پانچ سو مین خریدا اور قیمت اسکی ایک ہزار ہی اور مضارب کے ہاتھ دو ہزار کو فروخت کیا تو مضارب اسکو پانچ سو پر مرابحہ سے فروخت کریگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر کوئی

غلام ڈیڑھ ہزار کی قیمت کا ہوا اور رب المال نے اسکو ہزار درم مین خریدا اور مضارب کے ہاتھ ہزار مین فروخت کیا
تو مضارب اسکو ایک ہزار دو سو پچاس پر مرابحہ سے فروخت کر سکتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر رب المال نے
اسکو دو ہزار مین خریدا اور قیمت اسکی ایک ہزار ہی اور مضارب کے ہاتھ اسکو دو ہزار مین فروخت کیا تو مضارب
اسکو ہزار پر مرابحہ سے فروخت کرے یہ مبسوط مین ہی - اور اگر رب المال نے ڈیڑھ ہزار کا اسباب ایک ہزار
مین خریدا اور مضارب کے ہاتھ ڈیڑھ ہزار مین فروخت کیا تو مضارب اسکو ایک ہزار دو سو پچاس پر مرابحہ سے
فروخت کریگا لیکن اگر صورت واقعہ کو ویسا ہی بیان کر دے تو اختیار ہی جس طرح چاہے فروخت کرے - کذا
فی البدائع - اور اگر رب المال بدون عوض کے کسی غلام کا مالک ہوا اور مضارب کے ہاتھ مضاربت کے
ہزار درم پر فروخت کیا تو وہ اسکو مرابحہ سے فروخت نہ کرے تاوقتیکہ بیان نہ کر دے کہ مین نے اسکو رب المال سے
خریدا ہی یہ مبسوط مین ہی - مضارب نے ہزار کی قیمت کا غلام پانچ سو درم مین خریدا اور رب المال کے ہاتھ ہزار
کو بیچا تو وہ اسکو مرابحہ سے پانچ سو درم پر فروخت کر سکتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر کسی کو ہزار درم آدھے
کی مضاربت پر دیے اور مضارب نے اُس سے غلام خریدا اور رب المال کے ہاتھ دو ہزار درم کو فروخت کیا تو
رب المال اسکو ڈیڑھ ہزار پر مرابحہ سے فروخت کریگا - اور اگر مضارب نے پانچ سو درم مضاربت سے غلام خریدا
اور رب المال کے ہاتھ دو ہزار کو فروخت کیا تو وہ ڈیڑھ ہزار ثمن پر یعنی جسکے عوض مضارب نے خریدا ہی مع ربع نفع مضا
کے اسپر مرابحہ سے فروخت کرے اور پانچ سو درم نفع رب المال کو طرح دیدے اور وہ پانچ سو درم بھی جسکے ساتھ
ملاکر راس المال پورا ہوتا ہی - اور اگر مضاربت مین سے پانچ سو درم مضارب پاس رہے تو اسکا اس غلام کے
ثمن مین حساب نہ کیا جاویگا اور اس صورت مین غلام کی قیمت اُس سے زیادہ ہونا یا کم ہونا دونون برابر ہین کچھ
فرق نہین ہی یہ مبسوط مین ہی - ایک غلام دو ہزار کی قیمت کا مضارب نے ہزار کو خریدا اور رب المال کے ہاتھ ہزار کو
بیچا تو وہ اسکو ہزار پر مرابحہ سے فروخت کرے یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر مضارب نے ہزار کو ایک غلام خریدا اور رب المال
کے ہاتھ دو ہزار کو فروخت کیا پھر رب المال نے اسکو کسی اجنبی کے ہاتھ تین ہزار کو فروخت کیا پھر مضارب نے اسکو
اجنبی سے دو ہزار کو خریدا تو مرابحہ سے اسکو بقول امام اعظم رح کے نہین فروخت کر سکتا ہی الا اس صورت مین کہ صورت
واقعہ کو صاف بیان کر دے تو اسکو جسطرح چاہے فروخت کر سکتا ہی اور صاحبین رح کے نزدیک دو ہزار پر مرابحہ سے
فروخت کر سکتا ہی یہ حاوی مین ہی - اور اگر مضارب نے رب المال کے ہاتھ ڈیڑھ ہزار کو وہ غلام فروخت کیا اور
رب المال نے اجنبی کے ہاتھ ایک ہزار چھ سو درم کو بیچا پھر مضارب نے ڈیڑھ ہزار سے مضاربت کرکے دو ہزار تک
بڑھا لیے پھر دو ہزار کو اجنبی سے وہ غلام خریدا تو اسکو دو ہزار پر مرابحہ سے صاحبین کے نزدیک فروخت کر سکتا ہی
اور یہ ظاہر ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک ایک ہزار چار سو پر مرابحہ سے فروخت کر سکتا ہی یہ مبسوط مین ہی مضارب نے
ہزار کو خریدا اور تولیہ مین رب المال کو دیا اسنے اجنبی کے ہاتھ ڈیڑھ ہزار کو مرابحہ سے فروخت کیا پھر مضارب نے
دو ہزار کو مرابحہ سے لیا پھر رب المال نے اجنبی کے ذمہ سے تین سو درم یعنی پانچوان حصہ ثمن کم کر دیا تو اجنبی مضارب سے
پانچوان حصہ یعنی چار سو درم کم کر دیگا اور امام اعظم رح کے نزدیک اسی کو ایک ہزار دو سو پر مرابحہ سے فروخت
کریگا الا اگر صورت واقعہ صاف بیان کر دی تو جسقدر کو چاہے فروخت کرے اور صاحبین رح کے نزدیک

ایک ہزار چھ سو پر مرابحہ سے فروخت کرے اور دلیل یہ ہے کہ جسقدر رب المال نے اجنبی کے ذمہ سے کم کیا اُسکے تین حصے
کیے جاوینگے دو حصے راس المال مین اور ایک حصہ نفع مین رہیگا پس نفع مین سے سو درم گئے اور چار سو باقی رہے (یعنی امام اعظم کے قول کی دلیل ۱۲)
پھر اجنبی پر واجب ہے کہ ایسے ہی مضارب سے کم کرے پس اجنبی ثمن مین سے چار سو درم کم کریگا پھر ثمن مضارب
سے نفع رب المال بھی طرح دیا گیا اور یہ چار سو درہم ہین پس جب ایک ہزار چھ سو سے چار سو درم کم ہوے تو ایک ہزار
دو سو باقی رہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر مضارب نے رب المال کے ذمہ سے تولیہ کے ثمن سے دو سو درم کم
کیے تو رب المال اجنبی کے ذمہ سے دو سو درم اور اسکا حصۂ نفع یعنی سو درم کم کر دیگا پھر اجنبی مضارب کے ذمہ سے
تین سو درم اور اسکا حصۂ نفع یعنے سو درم کم کر دیگا تو مضارب کے ہاتھ مین وہ غلام اجنبی کے پاس سے ایک ہزار
چھ سو کی خرید مین آیا پھر اگر اسکو مرابحہ سے فروخت کرنا چاہا تو صاحبین کے نزدیک ایک ہزار چھ سو پر مرابحہ سے
فروخت کرے اور امام اعظم رح کے نزدیک ایک ہزار دو سو پر مرابحہ سے فروخت کریگا یہ مبسوط مین ہے۔

فصل تیسری دو مضاربون مین مرابحہ کے بیان مین **قال محمد** رح فی الاصل اگر کسی نے ایک مضارب
کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیے پھر دوسرے مضارب کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیے۔ پھر ایک
مضارب نے ایک غلام پانچ سو درم کو مضاربت مین خریدا اور دوسرے مضارب کے ہاتھ ہزار درم مین اُسکو
فروخت کیا پھر دوسرے مضارب نے اُسکو مرابحہ سے فروخت کرنا چاہا تو ہر دو ثمن سے کمتر پر مرابحہ سے فروخت کرے
اور اگر اول نے دوسرے کے ہاتھ دو ہزار کو ایک ہزار مضاربت کے اور ایک ہزار اپنے مال سے دینے مین فروخت کیا تو
دوسرا اُسکو ایک ہزار دو سو پچاس پر مرابحہ سے فروخت کرے کیونکہ دوسرے نے آدھا اپنے واسطے خریدا ہے اور
اول نے یہ آدھا ڈھائی سو کو خریدا تھا کذا فی البدایع۔ اگر ایک کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیے اور دوسرے کو ہزار درم
آدھے کی مضاربت پر دیے پھر دوسرے نے اُس مال سے مضاربت کرکے دو ہزار کر لیے پھر اول نے اُن ہزار درم مضاربت
سے ایک غلام خریدا اور دوسرے کے ہاتھ دو ہزار کو جو اُسکے پاس ہین فروخت کیا اور قیمت اُسکی دو ہزار درم ہے
تو دوسرا اُسکو ڈیڑھ ہزار پر مرابحہ سے فروخت کرے۔ اور اگر اول نے اُسکو ایک ہزار کو اس طور سے خریدا کہ
پانچ سو درم مضاربت کے دیے ہون اور پانچ سو درم اپنے ذاتی دیے ہون اور باقی مسئلہ بحالہ رہا تو دوسرا اُسکو
ڈیڑھ ہزار پر مرابحہ سے فروخت کرے۔ اور اگر اول نے اُس غلام کو ہزار درم اپنے ذاتی سے اور پانچ سو درم مضاربت
کے ملا کر خریدا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو دوسرا اُسکو ایک ہزار آٹھ سو تینتیس [۸۳۳] و ایک تہائی درم پر مرابحہ فروخت
کریگا۔ اور اگر اول نے ہزار درم مضاربت اور پانچ سو درم ذاتی سے وہ غلام خریدا ہو تو بھی دوسرا اُسکو ایک ہزار
آٹھ سو تینتیس [۸۳۳] و ایک تہائی درم پر مرابحہ سے فروخت کریگا۔ یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر ایک کو ہزار درم مضاربت
مین دیے ہون اور دوسرے کو دو ہزار درم دیے ہون پس اول نے ہزار درم سے ایک غلام خریدا اور دوسرے کے
ہاتھ دو ہزار کو فروخت کیا تو وہ اُسکو ڈیڑھ ہزار پر مرابحہ سے فروخت کریگا۔ اور اگر اول نے اُسکو پانچ سو درم کو خریدا
ہو تو دوسرا اُسکو ہزار درم پر مرابحہ سے فروخت کریگا۔ اور اگر اول نے ہزار درم مضاربت سے خریدا ہو اور دوسرے
کے ہاتھ تین ہزار کو فروخت کیا دو ہزار اُسنے مضاربت کے دیے اور ایک ہزار اپنے مال سے دیے تو دوسرا اُسکو دو ہزار
اور ایک چھٹے حصے ہزار پر مرابحہ سے فروخت کرے۔ اور اگر اول نے اُسکو مضاربت کے پانچ سو درم سے

لیا ہوا اور باقی مضاربت کا ہے تو دوسرا اسکو ایک ہزار اور پانچ چھٹے حصے ہزار پر مرابحۃ سے فروخت کریگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر ایک شخص کو ہزار درم مضاربت مین اور دوسرے کو دو ہزار درم دیے پس اول نے ایک غلام ہزار درم مضاربت اور پانچ سو درم اپنے مال سے ملاکر خریدا پھر اسکو دوسرے کے ہاتھ تین ہزار درم کو دو ہزار مضاربت سے اور ایک ہزار اپنے مال سے ملاکر فروخت کیا تو دوسرا اسکو چھ سو چھیاسٹھ درم اور دو تہائی درم پر مرابحۃ سے فروخت کریگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر اول نے اسکو ہزار درم مضاربت اور پانچ سو درم ذاتی مال سے ملاکر خریدا ہو پھر دوسرے کے ہاتھ اسکو دو ہزار درم مضاربت اور ایک ہزار ذاتی سے فروخت کیا ہو تو دوسرا اسکو دو ہزار پانچ سو درم پر مرابحۃ سے فروخت کریگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر کسی کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیے اور دوسرے کو دو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیے پھر اول نے ایک باندی ہزار درم ذاتی اور پانچ سو درم مضاربت کے ملاکر خریدی اور دوسرے کے ہاتھ دو ہزار درم اسکے ذاتی اور ایک ہزار مضاربت کے بدلے فروخت کی تو وہ اسکو دو ہزار آٹھ سو تینتیس درم و ایک تہائی درم پر مرابحۃ سے فروخت کریگا پھر جب اسنے ثمن پر قبضہ کیا تو اپنی ذات کے واسطے ہزار درم کا حصہ نکال لیگا اور باقی مضاربت مین رہیگا۔ اور اگر وہ ثمن جسکے عوض فروخت کیا ہی چار ہزار درم ہوں تو ثمن میں سے اسکے ذاتی سترہ جزوون مین سے بارہ جزو ہونگے اور باقی مضاربت مین رہیگا یہ مبسوط مین ہی اور اگر کوئی غلام ہزار درم مضاربت اور پانچ سو درم ذاتی مال سے خریدا ہو اور دوسرے کے ہاتھ ایک ہزار درم مضاربت اور دو ہزار درم اسکے ذاتی مال کے عوض فروخت کیا ہو تو دوسرا اسکو دو ہزار درم و دو تہائی ہزار درم پر مرابحۃ سے فروخت کریگا کذا فی محیط السرخسی

نواں باب

مضاربت مین استدانت کے بیان مین یعنی استدانت ادھار لینا۔ اگر رب المال نے مضارب کو ادھار لینے کی اجازت دیدی تو قرضہ دونوں پر برابر تقسیم ہوگا اور اگر رہن کیا اور اسکی قیمت اور دین دونوں برابر ہیں تو مضارب پر اسکی نصف قیمت ہوگی کیونکہ استدانت کی اجازت دینا دوسرا عقد ہی اور جو نفع مضاربت مین حاصل ہوا وہ موافق شرط کے رہیگا اور جو استدانت سے حاصل ہوا ہیں اگر عقد مطلقا ہو تو دونوں مین برابر تقسیم کرنیکا حکم کیا جائیگا خواہ مضاربت مین نفع انصافا نصف ہو یا تہائی تہائی ہو کیونکہ اس عقد کو مضاربت سے باہم کوئی تعلق نہیں ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم مضاربت مین دیے تو مضارب کو اس سے زیادہ کے عوض مضاربت کے لیے کسی چیز کے خریدنے کا اختیار نہین ہی خواہ رب المال نے اس سے کہا ہو کہ اپنی رائے سے عمل کر یا نہ کہا ہو پس اگر اس سے زیادہ مال کو کوئی شی خریدی تو بقدر حصہ ہزار کے مضاربت مین ہوگی اور اس سے زیادہ مضارب کی ہوگی اسکا نفع و نقصان اسی پر رہیگا اور اسکا ثمن خاصۃ اسی کو دینا پڑیگا اور اس خلط کرنے سے مضارب ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر ہزار درم مضاربت کے عوض کوئی چیز خریدلی تو پھر اسکو دوسری چیز خریدنے کا مضاربت مین اختیار نہین ہی۔ اور اگر راس المال درم ہوں اور مضارب نے اثمان کے سوا یعنی درم و دینار کے سوا کیلی و وزنی چیز کے عوض کوئی اسباب خریدا تو اپنی ذات کے واسطے خریدنے والا ہوگا کیونکہ اسنے مال مضاربت کے سوا دوسری چیز کے عوض خریدا ہی پس مضاربت مین استدانت کی اور یہ اسکو جائز نہین ہی اور اگر راس المال درم ہوں اور اسنے بعوض دینار کے خریدا کیا یا دینار ہوں اور

بعوض دراہم کے خریدا تو استحساناً مضاربت میں جائز ہو کیونکہ درم و دینار ثمن ہوتے ہیں وحق مضاربت میں مثل جنس
واحد کے ہیں یہ محیط سرخسی میں ہی- اسی طرح اگر فلوس سے خریدا تو بس امام کے موافق جو فلوس سے مضاربت جائز کہتا
ہی تو بھی یہی حکم ہی- اسی طرح اگر دو دھیا درموں سے خریدا حالانکہ مضاربت کے درم سیاہ ہیں یا ثابت درموں
سے خریدکیا حالانکہ مضارب کے دراہم مکسورہ ہیں تو بھی یہی حکم ہی- کذا فی الحاوی- اور اگر سونے و چاندی
کے بتر مرضوضہ سے جو ثمن ہوسکتے ہیں کوئی چیز خریدی تو اپنی ذات کے واسطے خریدنے والا ہوگا اور اگر
مضاربت میں ہزار درم ہوں اور اُسنے سو دینار کو کوئی چیز خریدی اور دیناروں کی قیمت ہزار درم سے
زیادہ ہی تو بقدر حصۂ ہزار کے مضاربت میں جائز ہی اور زیادتی مشتری کے ذمہ پڑیگی اور وہ مضاربت میں شریک
ہوگا- اور اگر قیمت سو دیناروں کی ہزار درم ہوں اور اُسنے دیناروں سے کوئی چیز خریدی کہ جسکی نیت
مضاربت کے واسطے کی تھی پھر دینارونکا بھاؤ گران ہوگیا قبل اسکے کہ مضارب دام ادا کرے اور ڈیوڑھا ہوگیا
یعنی سو دینار کی قیمت ڈیڑھ ہزار درم ہوگئی تو یہ گھٹی مال پر آئی پس ہزار درم کے دینار خریدکے ادا کردے پھر متاع
کو فروخت کرکے اُسکے ثمن سے باقی دینار ادا کرے یہ محیط میں ہی- اگر مضاربت کے ہزار درم ہوں اُسنے پانچ سو درم
اور ایک کر گیہوں وسط سے ایک باندی خریدی اور اُسپر قبضہ کرلیا اور دراہم مضارب کے پاس تلف ہوگئے
تو مضارب باندی کو اپنی ذات کے واسطے خریدنے والا ہوگا اور اُسپر باندی کا ثمن واجب ہوگا اور مضاربت کی
ضمان اُسپر نہ ہوگی- اور اگر مضارب نے اُسکو پچاس دینار کو خریدا ہو اور قبضہ کرلیا ہو اور دام دینے سے
پہلے اُسکے پاس مضاربت کے درم سب تلف ہوگئے ہوں تو رب المال سے استحساناً پچاس دینار پھر لیکر بائع کو
دیگا- پھر اگر مضارب نے اُسکے بعد وہ باندی تین ہزار درم یا کم و بیش کو فروخت کی تو رب المال اُسمیں سے اپنا مال
ہزار درم و پچاس دینار لے لیگا پھر جو باقی رہے وہ دونوں میں نفع مشترک ہوگا- اگر اسی طرح راس المال نقد
بیت المال ہو یعنی جو نقد بیت المال قبول کرتا ہی ویسا ہو اور مضارب نے باندی کو ہزار درم غلہ سے خریدا تو بھی
حکم مذکورہ بالا جاری ہوگا یہ مبسوط میں ہی اور اگر اُسنے پہلے پانچ سو درم کو ایک غلام خریدا تو بھی یہی- اُسکے پانچ سو
درم کی مقدار سے زیادہ کو کچھ نہیں خرید سکتا ہی- ایسا ہی ہر طرح کا دین جو راس المال میں لاحق ہوتا ہو تو یہی
حکم ہو کیونکہ بقدر مستحق کے مضاربت سے خارج ہوگا- اسی طرح اگر اُسکے قبضہ میں کوئی باندی یا عرض ہو پس اُسنے مضاربت
میں باندی خریدی تاکہ عروض کو فروخت کرکے اُس سے اُسکے دام ادا کردے تو جائز نہیں ہی خواہ دام فی الحال
دینے کی شرط ہو یا میعادی اُدھار ہوں اور اگر میعاد آجانے سے پہلے اپنے مقبوضہ کو فروخت کیا تو اُسکو کچھ فائدہ نہوگا
کیونکہ خریدنے کے وقت عقد بیع اُسی کے واسطے ہوچکا ہی وہ بدل کر مضاربت کا نہوجاویگا یہ محیط سرخسی میں ہی- اور
اگر مضارب نے خرید و فروخت کی اور مال مضاربت میں تصرف کیا یہانتک کہ اُسکے پاس کیلی و وزنی و عددی
ہر قسم کے اموال جمع ہوگئے اور درم و دینار اُسکے پاس نہ رہے اور نہ فلوس رہے تو اُسکو اختیار ہی کہ ایسے
ثمن سے کوئی متاع خریدے جسکے مثل جنس و صفت و قدر میں اُسکے پاس نہیں ہی- مثلاً ایک غلام بعوض ایک
کر گیہوں وصف کرکے ذمہ رکھکر خریدا پس اگر وہ کر درمیانی گیہوں کا ذمہ لیا ہی اور اُسکے پاس درمیانی
گیہوں کا کر موجود ہی تو جائز ہی اور اگر جید ذمہ لیے اور اُسکے پاس جید ہیں تو جائز ہی- اور اگر اُسکے پاس جید گیہوں

لیے ہین اُس سے جبیہ یا ردی موجود ہین تو وہ غلام مضاربت کا نہوگا مضارب ہی کا ہوگا کذا فی البدائع - اور اگر اُدھار
گیہون سے خریدا حالانکہ اُسکے پاس گیہون موجود ہین تو جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر مضارب کو رب المال نے
حکم کیا کہ اپنی راے سے عمل کرے اُسنے کچھ کپڑے خرید کے اُنکو اپنے پاس سے عصفر سے رنگا تو بقدر عصفر کی زیادتی
کے وہ مضاربت مین شریک ہوگا اور اصل کپڑے مال مضاربت مین قرار دیے جاوینگے اور رنگ کسم اُسمین خاص مضارب کی
ملک ہوگا یہ مبسوط مین ہی - اور اگر رب المال نے اُسکو اپنی راے سے عمل کرنیکا حکم نہ دیا ہو اور اُسنے کپڑون کو اپنے
پاس سے رنگا تو وہ کپڑونکا ضامن ہوگا اور رب المال کو خیار ہوگا چاہے کپڑے لیکر اُسکو رنگ کی زیادتی دیدے
یا مثل غصب کے اُس سے سپید کپڑون کی قیمت لے لے بشرطیکہ اس قیمت مین راس المال پر زیادتی نہو پس اگر رب المال
کے کسی امر کو اختیار کرنے سے پہلے اُسنے کپڑون کو مساومت یا مرابحہ سے فروخت کردیا تو جائز ہی اور وہ ضمان سے
بری ہوگیا اور مساومت سے فروخت کرنے کا تمام ثمن بے رنگے ہوے کپڑون پر اور رنگ کی زیادتی پر تقسیم ہوگا
پس رنگ کا حصہ مضارب کا ہوگا اور باقی مضاربت مین رہیگا اُسمین سے رب المال اپنا راس المال پورا لے لیگا
پھر جو باقی رہا وہ دونون کا نفع ہی اور مرابحہ کی صورت مین تمام ثمن اُن داموں پر جنکے عوض مضارب نے کپڑے
خریدے ہین اور رنگ کی قیمت پر جو رنگنے کے روز تھی تقسیم ہوگا اور اگر اسمین زیادتی ہو مثلاً کپڑے ہزار کو خریدے
ہون حالانکہ اُس وقت اُنکی قیمت دو ہزار کے برابر تھی پس رب المال کو اختیار ہی چاہے سپید کپڑون کے اعتبار
تین چوتھائی قیمت کی ضمان لے یا اُس سے تین چوتھائی لیکر تین چوتھائی مین جسقدر رنگ سے زیادتی ہوتی ہی وہ
مضارب کو دیدے - اور اگر مضارب کے پاس ثمن تلف ہوگیا تو ضامن نہ ہوگا - یہ محیط سرخسی مین ہی - اور
اگر اُنکو سیاہ رنگا تو صاحبین رح کے نزدیک مثل سرخ رنگنے کے حکم کے ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک سیاہی کپڑے
مین نقصان شمار ہی پس اُسمین مضارب کا کچھ حصہ نہوگا جیسے لادی و کندی مین نہین ہوتا ہی اور نہ وہ ضامن ہوگا اور
اصح یہ ہی کہ یہ حکم اُن کپڑون مین ہی جنمین سیاہی سے کپڑے کی قیمت گھٹ جاتی ہی اگر جنمین سیاہی سے بڑھتی ہی اُنمین سیاہی
کا حکم مثل سرخی و زردی کے ہی یہ مبسوط مین ہی - اور اگر اُسنے تمام مال مضاربت سے کپڑے خریدے پھر اُنکی
باربرداری و کندی و چنائی وغیرہ مین اپنے پاس سے مال لگایا تو مضارب احسان کرنے والا شمار ہوگا کیونکہ
اگر یہ زیادتی بطور احسان کے اُسکی طرف سے نہ قرار دیجاوے تو مضاربت مین استدانت ہوئی اور اُسکا وہ مختار
نہین ہی اور مضارب پر ضمان نہوگی خواہ رب المال نے اُس سے کہدیا ہو کہ مضاربت مین اپنی راے سے عمل کرے
یا نہ کہا ہو بہر صورت یہی حکم ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اسی طرح اگر مضارب کی خریدی ہوئی چیز کے ثمن مین جو اُسنے تمام مال
مضاربت سے خریدا ہی کچھ زیادتی کردی تو یہ زیادتی اُسکی طرف سے احسان ہی اور یہ زیادتی خاص اُسی پر اُسکے
مال سے لازم آئیگی مال مضاربت سے دین واجب نہوگی اور اُسکو مرابحہ سے فقط ثمن پر فروخت کرے نہ زیادتی پر یہ
کافی مین لکھا ہی - اور اگر مضارب نے کپڑون کو رنگا یا نہین بلکہ سو درم اُنکی کندی مین اپنے مال سے دیے اور اُس سے خواہ
کپڑون مین کچھ خوبی بڑھ جاتی ہی یا نقصان آتا ہی تو مضارب پر ضمان نہوگی خواہ زیادتی ہو یا نقصان آوے پھر اگر اُسنے نفع یا نقصان
سے فروخت کی تو جسقدر اُسنے کندی مین دیا ہی اسقدر مال مین وہ متبرع یعنے احسان کرنے والا شمار ہوگا اور
بعض مشائخ نے کہا کہ یہ موافق قول صاحبین رح کے ہی ولیکن امام اعظم رح کے نزدیک مثل مسئلہ کرایہ کے حکم ہونا چاہیے

کیونکہ تجارت کے خرچہ مین یہ رسم جاری ہو کہ بمنزلہ کرایہ کے اسکو راس المال مین ملاتے ہین یہ مبسوط مین ہو یہ محیط
مین ہو کہ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم مضاربت مین دیے اسنے سو درم کو ایک کشتی خریدی حالانکہ مال اسکے پاس
بحالہ باقی ہو پھر اسنے پورے ہزار درم سے طعام خریدا اور اسکو کشتی پر لادلایا تو وہ کرایہ مین احسان کرنے والا
ہوگا اور اگر اسنے سو درم باقی رکھے اور نوسو درم کو اناج خریدا اور سو درم باقی کے کرایہ مین خرچ کیے تو
احسان کرنیوالا نہوگا اور کرایہ بھی ملا کر مرابحہ سے فروخت کریگا اسی طرح اگر سو درم کرایہ مین دیدیے پھر ہزار
درم سے اناج خریدا اور رب المال نے حکم دیدیا تھا کہ اپنی راے سے عمل کرے تو اسکو اختیار ہو کہ گیارہ سو
درم پر مرابحہ سے فروخت کرے اسمین سے ہزار درم مضاربت کے ہونگے اور سو درم خود مضارب کے ہونگے یہ محیط
مین ہو۔ اگر کسی کو ہزار درم آدھے کی مضاربت مین دیے اور اسکو حکم کیا کہ رب المال پر استدانت کرلے تو جائز ہو کیونکہ
استدانت اودھار خریداری ہو اور اگر کسی کو اودھار خریدنے کے واسطے اس شرط سے وکیل کرے کہ خریدی ہوئی چیز
پوری موکل کی ہوگی تو جائز ہو۔ پس اسی طرح نصف مین جائز ہو پس اگر مضارب نے مال مضاربت سے ایک غلام خریدا
پھر ایک باندی مضاربت مین اودھار ہزار درم کو خریدی اور ہزار درم اسکے دام اودھار رہے اور اسپر قرضہ کرلیا پھر اس باندی کو
دو ہزار کو فروخت کیا اور دام لے لیے پھر وہ دام مقبوضہ اسکے پاس تلف ہو گئے حالانکہ اسنے باندی ہنوز سپرد نہین کی
تھی تو مضارب پر اسکا آدھا ثمن اور آدھا رب المال پر لازم آئیگا اور اگر باندی تلف نہوئی تو وہ دونون مین برابر
تقسیم ہوگی دونون اسکے ثمن سے اپنا اپنا قرضہ دیدینگے اور باقی دونون مین برابر تقسیم ہوگا۔ پس اگر مضارب نے
باندی فروخت نکی ہو بلکہ اسکو آزاد کردیا ہو اور راس المال سے اسمین زیادتی نہین ہو تو آدھے کا عتق اسکا
جائز ہو۔ اور اگر رب المال نے ہزار درم اسکو مضاربت مین دیے اور حکم کیا کہ استدانت کرے اس شرط سے دیے
کہ جو کچھ اللہ تعالے اسمین رزق دے وہ دونون مین اسطرح تقسیم ہو کہ مضارب کے لیے دو تہائی اور رب المال کی
ایک تہائی رہے پس مضارب نے ہزار درم کو ایک باندی جو دو ہزار قیمت کی ہو خریدی اور مضاربت مین اودھار ایک
غلام ہزار درم کو جسکی قیمت دو ہزار درم ہو خریدا پھر دونون کو چار ہزار درم کو فروخت کیا تو باندی کے ثمن سے
رب المال اپنا راس المال پورا لے لیگا اور جو کچھ باقی رہا وہ دونون مین موافق شرط کے تقسیم ہوگا۔ یعنی
دو تہائی مضارب کو اور ایک تہائی رب المال کو ملیگا۔ اور غلام کے ثمن سے اسکا اودھار ثمن ادا کرکے باقی وہ اُن
مین برابر تقسیم ہوگا اور اگر اسکو یون حکم کیا ہو کہ مضاربت پر قرضہ لے اس شرط سے کہ قرضہ سے جو چیز خریدے اسمین رب المال کا
تہائی اور مضارب کا دو تہائی ہو بشرطیکہ جو کچھ اللہ تعالی ہمکو رزق دے وہ ہم دونون مین برابر تقسیم ہو پس مضارب نے
راس المال سے دو ہزار قیمت کی باندی خریدی اور مضاربت مین اودھار ہزار دینار کو ایک باندی دو ہزار قیمت کی خریدی پھر دونون کو
چار ہزار درم مین فروخت کیا تو مضاربت کی باندی مین سے رب المال اپنا ہزار درم مال لے لیگا اور باقی دونون مین آدھا
آدھا تقسیم ہوگا۔ اور جو باندی اودھار خریدی ہو اسکا ثمن دونون مین تین حصہ ہو کر موافق دونون کی ملک کے تقسیم ہوگا
اور نفع مین دونون مین آدھے آدھے کی شرط ہونا باطل ہو۔ اور اگر اسکو ہزار درم مضاربت مین دیے اس شرط سے
کہ جو کچھ اللہ تعالی رزق دے وہ دونون کو اسطرح تقسیم ہو کہ رب المال کو تہائی اور مضارب کو دو تہائی
ملیگی اور حکم کیا کہ مضاربت پر قرضہ لے اس شرط سے کہ جو کچھ اللہ تعالی دے وہ بھی دونون مین اسی طرح

تقسیم ہوگا۔ پھر اُسنے مضاربت کے مال سے دو ہزار قیمت کی باندی خریدی پھر مضاربت پر اُدھار ایک باندی دو ہزار
کی ہزار دینار کو خریدی پھر دونوں کو چار ہزار کو فروخت کیا تو مضاربت کا حصہ دونوں کو موافق شرط کے رب المال
کے مال اصل نکال دینے کے بعد تقسیم ہوگا اور قرضہ کی باندی کا حصہ دونوں میں برابر تقسیم ہوگا اسی طرح اگر اُسکو
حکم کیا کہ رب المال پر قرضہ لے تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر حکم کیا کہ اپنے اوپر قرضہ لے تو جو چیز قرض خریدی وہ مشترک
نہ ہوگی رب المال پر نہوگی۔ اور اگر رب المال نے حکم کیا کہ رب المال یا مال پر استدانہ کرے اُسنے مال مضاربت سے
ایک باندی خریدی پھر ہزار درم قرض لیکر ایک غلام خریدا تو خود اپنے واسطے خریدنے والا ہوگا اور قرض اُسی پر
ہوگا کیونکہ استدانہ اُدھار خریدنے کو کہتے ہیں اور قرض لینا اور چیز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر رب المال نے اُس سے
کہا کہ مجھپر ہزار درم قرض لے اور مضاربت پر کوئی چیز خرید اُسنے ایسا ہی کیا تو خود اُسی پر رہیگا حتےٰ کہ اگر
رب المال کو دینے سے پہلے اُسکے پاس تلف ہوگئی تو وہی ضامن ہوگا کیونکہ قرض لینے کا حکم باطل ہے کذا
فی الحاوی۔ اگر کسی کو ہزار درم تہائی کی مضاربت پر دیے اور حکم کیا کہ اپنی رائے سے اسمیں کام کرے اور حکم کیا کہ
مال پر استدانہ کرے اُسنے ہزار درم سے کپڑے خریدے اور کسی رنگریز کو دیے کہ انکو زرد رنگ دے اور سو درم اُسکی
مزدوری کے ٹھہرے اور کوئی معروف چیز بیان کر دی کہ جس سے اُسنے یہ کپڑے زرد رنگ دیے پھر مضارب نے
مرابحہ سے دو ہزار درم کو فروخت کر دیے تو رب المال اپنا راس المال ہزار درم لے لیگا اور مضارب رنگریز کی مزدوری
کے سو درم دیدیگا اور باقی نفع گیارہ حصہ کر کے دس حصہ اسمیں سے دونوں میں تین ٹکڑے کر کے مضاربت میں
تقسیم ہوگا اور ایک حصہ سو درم قرضہ کا دونوں کو آدھا آدھا تقسیم ہوگا اور اگر اُسنے کپڑوں کو مساومہ کے طور سے
فروخت کیا تو ثمن کو کپڑوں کی قیمت اور زیادتی رنگ پر یعنی جسقدر زیادتی رنگ میں بڑھ گئی ہے اسپر تقسیم کرینگے پس جسقدر
کپڑوں کے حصہ میں پڑے وہ مال مضاربت ہے اسمیں سے رب المال اپنا راس المال لے لیگا اور باقی اُن دونوں کو تین تہائی موافق شرط
کے نفع میں تقسیم ہوگا۔ اور جو قیمت رنگ میں آوے اسمیں سے سو درم رنگریز کی اُجرت دیجاویگی اور باقی دونوں کو برابر
تقسیم ہوگا اور اگر اُسنے ہزار درم مضاربت میں کسی قسم کے کپڑے خریدے اور مال مضاربت پر سو درم قرض لیے اُس سے
زعفران خریدی اور کپڑے رنگے پھر انکو مال مضاربت و قرضہ پر مرابحہ سے دو ہزار درم کو فروخت کیا تو ثمن کے گیارہ
حصے کیے جاوینگے تو دس حصے اسمیں سے مضاربت کا مال موافق شرط کے تقسیم ہوگا اور ایک حصہ خاص مضارب
کا ہوگا۔ اور اگر انکو اُسنے مساومہ سے فروخت کیا تو ثمن کو کپڑوں کی قیمت اور زیادتی رنگ کی قیمت پر تقسیم کرینگے
پس جسقدر کپڑوں کے پرتے میں پڑے وہ مضاربت میں اور جو رنگ کے پرتے میں آوے وہ مضارب کا ہوگا اور
اُسپر ادائے قرض اپنی ذات سے فقط واجب ہوگا۔ اور اگر اُسنے زعفران سو درم کو اُدھار خریدی یا رنگریز سے
سو درم اُجرت رنگائی ٹھہرائی تو سب صورتوں میں جو ہمنے ذکر کی ہیں دونوں کا حکم یکسان ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر
رب المال نے اُسکو مال پر استدانہ کرنیکا حکم کیا اُسنے مال مضاربت سے کوئی متاع خریدی اور اُسکے لادنے کے
واسطے سو درم کو ٹٹو کرایہ لیے تو یہ سو درم مشترک ہونگے اگر اُسنے متاع کو مرابحہ سے فروخت کیا تو سب گیارہ
حصہ کر کے دس جزو مضاربت میں رکھے جاوینگے اور ایک جزو دونوں میں مساوی ہوگا مگر پہلے اُس ایک جزو
میں سے کرایہ ادا کر دیا جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر مساومہ میں بیچا تو تمام ثمن دونوں میں موافق شرط ۲۶

کے مضاربت مین رہیگا پھر کرایہ کا ادا کرنا مضارب اور رب المال پر آدھا آدھا واجب ہی- اور اگر اُسنے سو درم کو کرایہ نہ کیا بلکہ سو درم قرض لیے اور بعینہ اُسنے کرایہ کر لیا تو اُسکو اختیار ہی کہ متاع کو ایک ہزار ایک سو پر مرابحۃً فروخت کرے اور یہ قول امام اعظم رح کا ہی و صاحبین رح کے نزدیک کپڑون کو ہزار درم پر مرابحہ سے فروخت کریگا اور اسمین کرایہ کا حصہ داخل نہ ہوگا- اور اگر مساومتہ سے فروخت کیا تو تمام ثمن مضاربت مین رکھا جائیگا اور کرایہ کی ضمان خاصۃً مضارب کے مال مین ہوگی کیونکہ اُسی نے قرض لیے ہین - اور اگر مضارب نے کہا کہ مین نے تو فقط تیرے مال کے لادنے کے واسطے کرایہ کیے تھے اور رب المال نے کہا کہ تو نے اپنی ذات کے واسطے اپنا مال لادنے کے واسطے کرایہ کیے تھے پھر تو نے اُسپر میرے کپڑے لادے تو رب المال کا قول قبول ہوگا یہ مبسوط مین ہی کسی نے ہزار درم تہائی کی مضاربت پر دیے اور یہ حکم کیا کہ مضاربت پر استدانہ کرے اُسنے ہزار درم مضاربت کے اور تین ہزار ادھار کو ایک باندی پانچ ہزار کی قیمت کی خریدی اور بعد قبضہ کے پانچ ہزار کو فروخت کر دی اور دام وصول کر لیے پھر پہلے ہزار درم اور باندی اور اُسکے دام سب اُسکے قبضہ مین تلف ہوگئے تو ہزار کا ضامن ہوگا چار ہزار باندی کے بائع کو دیگا اور پانچ ہزار اُسکے مشتری کو دیگا یہ محیط سرخسی مین ہی - پھر رب المال سے پانچ ہزار پانچ سو (۵۵۴۱) اکتالیس اور دو تہائی درم واپس لیگا اور مضارب کو اپنے ذاتی مال سے تین ہزار چار سو اٹھاون (۳۴۵۸) اور ایک تہائی درم قرضخواہ کو دینے پڑینگے پس اگر ہزار درم مضاربت کے اول تلف ہوے پھر باندی اور پانچ ہزار درم پیچھے تلف ہوے اور باقی مسئلہ بحالہ ہی تو بھی اُسکو ہزار درم دینے پڑینگے جیسا کہ ہمنے بیان کیا لیکن رب المال سے پانچ ہزار چھ سو پچیس (۵۶۲۵) درم واپس لیگا یہ مبسوط مین ہی

دسوان باب

خیار عیب و خیار رویت کے بیان مین - اگر کسی نے دوسرے کو ہزار درم مضاربت مین دیے اُسنے اُسکے عوض مین ایک غلام خریدا پھر مضارب نے غلام مین عیب لگایا تو مخاصم اس باب مین مضارب ہی ہوگا رب المال نہوگا اور جب اُسنے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ یہ عیب بائع کے پاس کا ہی تو اُسکو واپس کر دیگا پھر اگر بائع نے دعوے کیا کہ مضارب اُس عیب پر راضی ہوگیا تھا تو مضارب سے قسم لیجاویگی کہ واللہ مین اُس عیب پر راضی نہین ہوگیا تھا اور نہ مین نے کسی بیع کے واسطے یہ غلام پیش کیا ہی - اور اگر مضارب نے اقرار کر دیا کہ مین عیب پر راضی ہوگیا تھا یا مین نے بائع کو اُس سے بری کر دیا تھا یا جب سے دیکھا ہی تب سے اُسکو کبھی بیع کے واسطے پیش کیا ہی تو اُسکو بائع کو واپس نہین دے سکتا ہی جیسا وکیل خاص کا حکم ہی - لیکن جبکہ اُسکو بائع کو واپس کرنا ممکن نہوا تو یہ غلام مضاربت مین رہیگا اور مضارب کے ذمہ نہ پڑیگا اور کتاب الوکالت مین وکیل خاص کا یہ حکم لکھا ہی کہ اگر وہ عیب پر راضی ہوا پس اگر قبل قبضہ کے راضی ہوا تو موکل کے ذمہ پڑیگا اور اگر بعد قبضہ کے راضی ہوا ہی تو وکیل کے ذمہ پڑیگا ولیکن اگر موکل اُسکو عیب دار ہی لینا چاہے تو لے سکتا ہی اور مضارب مین ان دونون کی تفصیل نہین مذکور ہی پس بعض مشائخ نے فرمایا کہ جیسا حکم تفصیلی وکیل خاص مین ہی وہی مضارب مین بھی ہی - اور بعضون نے کہا ہی کہ بخلاف وکیل خاص کے ہی یعنی جب مضارب عیب پر راضی ہوا تو وہ ہر حال مین مضاربت مین رہیگا خواہ قبضہ سے پہلے عیب پر راضی ہوا یا اُسکے بعد راضی ہوا - اور اگر بائع نے رب المال پر دعوی کیا کہ رب المال عیب پر راضی ہوگیا ہی اور مضارب نے انکار کیا اور مدعی نے رب المال اور

مضارب سے اُسکو قسم لینی چاہی تو دونون مین سے کسی سے قسم نہین لے سکتا ہے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر مضارب نے
ایسا غلام خریدا جسکو اُسنے نہین دیکھا اور رب المال نے دیکھا ہی تو مضارب کو اختیار ہی کہ اپنے دیکھنے پر اُسے
واپس کر دے۔ اور اگر مضارب نے اُسکو دیکھ لیا ہی پھر خرید کیا تو دونون مین سے کسی کو خیار رویت نہوگا اگرچہ
رب المال نے اُسکو نہ دیکھا ہو۔ اور اگر مضارب کے خریدنے سے پہلے رب المال کو معلوم ہو گیا کہ وہ غلام کانا ہی
پھر مضارب نے اُسکو خریدا حالانکہ خود یہ عیب نہین جانتا ہی تو اُسکو اختیار ہی کہ بسبب عیب کے واپس کر دے اور
جو شخص کسی غیر معین غلام کے ہزار درم کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا گیا وہ سب امور مذکورہ بالا مین مثل مضارب کے
ہی۔ اور اگر کسی شخص نے مال مضاربت اس شرط سے دیا کہ فلان شخص کا غلام خاص خریدے پھر فروخت کرے
پھر مضارب نے اُسکو خریدا حالانکہ نہین دیکھا ہی اور رب المال اُسکو دیکھ چکا ہی تو مضارب کو اسمین خیار رویت نہوگا
اسی طرح اگر مضارب اُسکو دیکھ چکا ہو اور رب المال نے نہین دیکھا ہو تو یہ صورت بھی اس حکم مین مثل اول کے ہی۔ اور اگر
غلام کانا ہوا اور دونون مین سے کوئی یہ جانتا تھا تو مضارب اُسکو کبھی واپس نہین کر سکتا ہی اسی طرح اگر کسی معین
غلام کے خریدنے کا وکیل ہوا اور اس غلام کو موکل دیکھ چکا ہی یا اُسکے عیب سے آگاہ ہو چکا ہی اور وکیل نے خریدا
تو واپس نہین کر سکتا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر مضارب نے کوئی مضاربت کا غلام فروخت کیا اور مشتری نے بعد قبضہ
کے اسمین عیب لگایا حالانکہ عیب ایسا ہی کہ ویسا پیدا ہو سکتا ہی اور مضارب نے اقرار کر لیا کہ یہ میرے پاس کا ہی اور
قاضی نے بسبب اُسکے اقرار کے اُسکو واپس کر دیا یا مضارب نے خود ہی بدون حکم قاضی کے قبول کر لیا یا مشتری نے
اقالہ طلب کیا اور مضارب نے اقالہ کر لیا تو یہ سب رب المال پر جائز ہی۔ اور اگر مضارب نے عیب کا اقرار نہ کیا بلکہ
انکار کیا پھر مشتری سے کسی شی پر اس عیب سے صلح کر لی پس اگر مصالح علیہ کی قیمت اُس ثمن کے برابر ہو جو عیب کے حصہ
مین پڑتا ہی یا زیادہ ہو مگر صرف اتنی زیادتی ہو کہ لوگ برداشت کر لیتے ہین تو جائز ہی اور اگر اسقدر زیادہ ہو کہ لوگ برداشت
نہین کر سکتے ہین تو جائز نہین ہی اور کتاب مین یہ مسئلہ بلا ذکر خلاف مذکور ہی اور بعض مشائخ نے کہا ہی کہ یہ حکم صاحبین کے
قول پر ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک ہر حال مین جائز ہی۔ اور بعض مشائخ نے کہا ہی کہ یہ بالاتفاق سب کا قول ہی کذا فی الذخیرہ

گیارھوان باب

علی الترادف آگے پیچھے دو مال مضاربت کے دینے اور ایک کو دوسرے مین ملا دینے اور مال مضاربت
کو غیر مضاربت مین ملا دینے کے بیان مین قال محمد رحمہ اللہ تعالی اگر کسی نے دوسرے کو ہزار درم
آدھے کی مضاربت پر دیے پھر دوسرے ہزار درم بھی آدھے کی مضاربت پر دیے پس مضارب نے پہلے اور دوسرے
دونون مالون کو ملا دیا تو اس جنس کے مسائل مین اصل و کلیہ یہ ہی کہ جب مضارب نے رب المال کا مال رب المال
کے مال سے ملایا تو ضامن نہوگا اور اگر رب المال کا مال اپنے مال یا غیر کے مال کے ساتھ ملایا تو ضامن ہوگا اور
اس مسئلہ مین تین صورتین حاصل ہین یا تو رب المال نے دونون مضاربتون مین اُس سے کہا تھا کہ اپنی رای
سے عمل کرے یا دونون مین اُسکو اجازت نہ دی تھی یا ایک مین یہ اجازت دی تھی دوسری مین نہین دی تھی
اور مضارب کا ملا دینا یا تو دونون مین نفع اُٹھانے کے بعد واقع ہوا ہی یا دونون مین نہین یا ایک مین بدون
دوسرے کے نفع اُٹھانے کے بعد واقع ہوا پس اگر مضارب سے رب المال نے دونون مضاربتون مین کہدیا ہو کہ اپنی

[illegible] ۱۲

راے سے عمل کرے اور اُسنے ایک مال کو دوسرے مال میں ملا دیا تو ضامن ہوگا خواہ اُن دونوں مالوں کو
دونوں میں نفع اُٹھانے کے بعد ملایا ہو یا دونوں میں نفع اُٹھانے سے پہلے یا ایک میں بدون دوسرے کے
نفع اُٹھانے کے بعد ملایا ہو۔ اور اگر دونوں مضاربتوں میں اپنی راے سے عمل کرنے کو نہیں کہا تھا اور اُسنے
دونوں مالوں میں نفع اُٹھانے سے پہلے ایک کو دوسرے میں ملا دیا تو کچھ ضامن نہوگا۔ اور اگر دونوں میں
نفع اُٹھانے کے بعد ملایا ہو تو دونوں مالوں کا ضامن ہوگا اور دونوں کے حصۂ نفع کا بھی جو رب المال کا
قبل ملانے کے تھا ضامن ہوگا۔ اور اگر ایک میں نفع اُٹھایا تھا دوسرے میں نہیں اُٹھایا تھا کہ دونوں کو ملا دیا تو وہ
اُس مال کا ضامن ہوگا جسمیں نفع نہیں ہی اور جسمیں نفع اُٹھایا اُسکا ضامن نہوگا۔ اور اگر اُسنے پہلی مضاربت میں
اُس سے اپنی راے سے عمل کرنے کو کہا ہی اور دوسری میں نہیں کہا ہی اور اُسنے پہلے مال کو دوسرے میں
ملایا تو مسئلہ چار صورتوں سے خالی نہیں ہی یا تو اُسنے قبل کسی میں نفع اُٹھانے کے ایک کو دوسرے میں ملایا
یا دونوں میں نفع اُٹھانے کے بعد ملایا یا پہلے میں نفع اُٹھانے اور دوسرے میں قبل نفع اُٹھانے کے ملایا یا دوسرے
میں نفع اُٹھا کر پہلے میں نفع اُٹھانے سے پہلے دونوں کو ملایا پس دو صورتوں میں دوسری مضاربت کے مال کا
جسمیں رب المال نے اُس سے اپنی راے سے عمل کرنے کو نہیں کہا ہی ضامن ہوگا ایک یہ ہی کہ جب دونوں میں
نفع اُٹھانے کے بعد ملایا اور دوسری یہ ہی کہ جب پہلی مضاربت کے مال میں جسمیں رب المال نے اپنی راے
سے عمل کرنے کی اجازت دی ہی نفع اُٹھا کر دوسری مضاربت کے مال سے بدون دوسرے میں نفع اُٹھانے کے
ملا دیا ہو تو پہلی مضاربت کے مال کا ضامن نہوگا دوسری کے مال کا ضامن ہوگا۔ اور دو صورتوں میں پہلی اور دوسری
دونوں مضاربت کے مال کا ضامن نہوگا۔ ایک یہ کہ دونوں مالوں کو دونوں میں نفع اُٹھانے سے پہلے ملا دیا اور دوسری
یہ کہ مال ثانیہ میں جسمیں اپنی راے سے عمل کرنے کو نہیں کہا ہی نفع حاصل کیا اور جسمیں راے سے عمل کرنے کو کہا ہی
یعنی پہلی میں نفع نہیں اُٹھایا اور دونوں کو ملا دیا۔ اور اگر دوسری مضاربت میں اُس سے اپنی راے سے عمل
کرنے کو کہا اور پہلی میں نہ کہا ہو تو بھی جیسا ہمنے بیان کیا مسئلہ چار صورتوں سے خالی نہیں ہی اور انمیں سے
دو صورتوں میں پہلی مضاربت کے مال کا ضامن ہوگا دوسری مضاربت کا ضامن نہوگا ایک یہ ہی کہ دونوں
مالوں کو دونوں میں نفع اُٹھانے کے بعد ملایا دوسری یہ کہ صرف دوسری مضاربت میں جسمیں راے سے عمل
کرنے کو کہا ہی نفع اُٹھا کر ملا دیا ہو اور انمیں سے دو وجہوں میں کسی مال کا ضامن نہوگا وہ دونوں یہ ہیں کہ
دونوں میں نفع نہیں اُٹھایا اور قبل نفع اُٹھانے کے خلط کر دیا یا دوسری میں نفع نہیں اُٹھایا پہلی میں نفع حاصل کرکے
ملایا یہ محیط میں ہی۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کو مال مضاربت دیا اور اُس سے راے سے عمل کرنے کو
نہیں کہا اور مضارب نے مال کسی شخص کو دیا اور کہا کہ اپنے اِس مال سے یا میرے اِس مال سے ملا کر دونوں
سے کام کریں اُس شخص نے لے لیا و لیکن ہنوز نہیں ملایا تھا کہ اُسکے پاس سے ضائع ہوگیا تو مضارب پر یا اُس
شخص پر جسنے اُس سے لیا ہی ضمان نہیں آتی ہی کیونکہ وہ مال اُسکے ہاتھ میں جب تک نہ ملاوے بمنزلۂ ودیعت
کے ہی اور مطلق عقد سے مضارب ودیعت دینے یا بضاعت دینے کا مالک ہوتا ہی پس مضارب دینے سے مخالف
نہوجائیگا اور لینے والا جب تک نہ ملاوے تب تک فقط لے لینے سے غاصب نہوجائیگا یہ مبسوط میں ہی اگر کسی کو ہزار درم

آدھے کی مضاربت میں اور ہزار درم تہائی کی مضاربت میں دیے اور دونوں میں اُس سے اپنی راے سے
عمل کرنے کو نہیں کہا پس مضارب نے دونوں کو ملا دیا اور ہنوز کچھ کام نہیں کیا تھا پھر کام شروع کیا تو اسپر ضمان
نہوگی اور دونوں آدھے نفع کو نصفا نصف اور آدھے کو بین تہائی تقسیم کرینگے اور اگر ملانے سے پہلے ایک میں
نفع اور دوسرے میں گھٹی اُٹھائی تو گھٹی میں وہ مال داخل نہوگا جسمین نفع ہے کیونکہ یہ مضاربتین دو ہین پھر اگر اُسکے بعد
دونوں کو ملا دیا تو اُس مال کا جسمین گھٹی ہے ضامن ہوگا اور جسمین نفع اُٹھایا ہے اُسکا ضامن نہوگا۔ پھر اگر گھٹی کے مال میں نفع
اُٹھایا تو وہ مضارب کا ہے اور امام اعظمؒ وامام محمدؒ کے نزدیک اُسکو صدقہ کردے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کسی شخص کو ہزار درم
آدھے کی مضاربت پر دیے کہ اسمین اپنی راے سے عمل کرے اُسنے اُسمین ہزار درم کا نفع اُٹھایا پھر رب المال نے
دوسرے کو دوسرے ہزار درم آدھے نفع کی مضاربت پر دیے کہ اسمین اپنی راے سے عمل کرے پھر پہلے مضارب نے
دونوں ہزار درم کسی شخص کو تہائی نفع پر دیے کہ اپنی راے سے عمل کرے اور دوسرے مضارب نے بھی اُسی شخص کو ہزار
درم مضاربت کے تہائی نفع پر دیے کہ اپنی راے سے عمل کرے اُسنے ان ہزار کو پہلے کے دونوں ہزار سے ملا دیا تو کسیپر
کچھ ضمان نہیں ہے پھر اگر ان سب پر ایک ہزار کا نفع اُٹھایا تو ایک تہائی خود لے اور باقی دو تہائی دونوں
مضاربوں کو دیدے کہ وہ دونوں باہم بحساب اپنے مال کے تین حصہ کرکے تقسیم کرلیں یعنے اسمین سے دو
تہائی پہلا مضارب لے اور ایک تہائی دوسرا لے پھر جب پہلے مضارب نے اُسمین سے دو تہائی لیا تو رب المال
کو اُسکے راس المال کے ہزار درم دیدے اور جو خود مضارب نے نفع حاصل کیا تھا یعنی ہزار درم اُسمین سے
نصف یعنی پانچ سو درم رب المال کو دے اور پانچ سو درم خود لے اور جو مضارب کے مضارب نے اُسکو
نفع دیا ہے یعنی دو تہائی ہزار کی دو تہائی اُسمین سے رب المال تین چوتھائی لے لیگا اور باقی ایک چوتھائی
مضارب کے پاس رہجاویگی وہ اُسکی ہوگی۔ اور دوسرا مضارب بھی اپنے مضارب سے دو تہائی ہزار کی تہائی لے لیگا
اور رب المال کو اُسکے ہزار درم راس المال کے دیگا پھر اس نفع کے چار حصے کرکے تین چوتھائی رب المال کو
دیگا اور ایک چوتھائی خود لیگا یوں باہم تقسیم کرینگے۔ اور اگر مضارب اول نے جسوقت اپنے مضارب کو تہائی
نفع پر مال دیا اور اپنی راے سے کام کرنے کی اجازت دی تھی خود کچھ نفع حاصل نہ کیا تھا پھر اُسکے مضارب نے کام
کرکے ہزار درم نفع پائے۔ پھر دوسرے مضارب نے اُسی شخص کو ہزار درم اپنی مضاربت کے بھی تہائی کے نفع پر دیے
اور اپنی راے سے کام کرنے کی اجازت دیدی پھر اس شخص نے دونوں ہزار کے ساتھ ایک ہزار کو ملا دیا اور کام
کیا اور ایک ہزار نفع اُٹھائے تو نفع اور نقصان باعتبار مال کے تین ٹکڑے کیا جاویگا۔ پس ہزار درم کے حصہ میں
ایک ٹکڑا یعنے مثلاً تہائی نفع پڑیگا اور ایکہزار دوسرے مضارب کے ہین پس اس تہائی میں سے دوسرے
مضارب کا مضارب اپنا حصۂ نفع یعنی تہائی کا تہائی لے لیگا اور باقی مضارب کو دیگا پھر مضارب سے رب المال
اپنا راس المال لے لیگا اور باقی نفع دونوں میں چار حصے ہوکر تین چوتھائی رب المال کو اور ایک چوتھائی مضارب
کو ملیگا۔ اور دو ہزار کے حصہ میں دو ٹکڑے یعنے دو تہائی ہزار آوینگے پس ان دو تہائی ہزار میں سے اور نیز پہلے ایک ہزار
نفع میں سے وہ شخص یعنے پہلے مضارب کا مضارب اپنا حصہ یعنی ایک تہائی تقسیم کرا لیگا اور باقی نفع مع ایک ہزار راس المال
کے مضارب اول کے پاس آیا اسمین سے رب المال اپنا راس المال ہزار درم لے لیگا اور باقی نفع کے چار حصے

ہوکر تین چو تہائی رب المال کو اور ایک چو تہائی مضارب کو ملیگی یہ مبسوط میں ہی۔ اگر کسی کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر بایں اجازت دیے کہ اپنی راے سے عمل کرے اُسنے کام کر کے ہزار درم نفع پائے پھر دوسرے ہزار درم تہائی کی مضاربت پر اس اجازت سے کہ اپنی راے سے کام کرے دیدیے اُسنے اُن ہزار میں سے پانچ سو درم پہلی مضاربت میں ملا دیے اور بعد ملانے کے ہزار درم تلف ہو گئے تو یہ تلف ہونے والے پہلے مال سے نفع قرار دیے جاوینگے اور ایسا ہو جاویگا کہ گویا اُسنے نفع نہیں اُٹھایا ہی۔ اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ ہزار درم اس کل میں سے حساب سے تلف شدہ قرار پاوینگے یعنی پانچ حصہ کر کے چار پانچویں پہلے مال سے اور ایک پانچواں حصہ دوسرے مال سے قرار دیا جائیگا یہ کافی میں ہی۔ اور اگر تلف نہوے بلکہ اُسنے ملا کر کام کیا یہان تک کہ دوسرے ایک ہزار درم نفع پائے تو اس نفع کا پانچواں حصہ دوسری مضاربت کے درہمون کا اور چار پانچویں حصہ پہلی مضاربت میں قرار پاوینگے یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اور اگر کسی کو ہزار درم مضاربت میں دیے پس مضارب نے اُن ہزار درم سے اور اپنے پاس سے ہزار درم سے ایک باندی خریدی پھر خریدنے کے بعد دام دینے سے پہلے دونوں ہزار ایک دوسرے میں ملا کر دام دیدیے تو وہ ضامن نہوگا پھر اگر اسکے بعد اُسنے وہ باندی فروخت کر دی اور ملا ہوا ثمن وصول کیا تو اسمین بھی اُسپر ضمان نہیں ہی اور اُسکو اختیار ہی کہ پھر ثمن سے خرید و فروخت کرے پس اسمین سے نصف یعنی اسقدر حصہ ثمن باندی کا جو اُسنے مال مضاربت سے خریدا ہی مضاربت میں ہوگا اور نصف ثمن کا یعنی اُسقدر حصہ ثمن باندی کا جو اپنے مال سے خریدا ہی اُسکا ہوگا اور اگر بدون موجودگی رب المال کے مضارب نے مال تقسیم کیا تو تقسیم باطل ہی۔ اور اگر مضارب نے ہزار درم مضاربت کے لیکر قبل اسکے کہ اُسکے عوض کوئی چیز خریدے اپنے مال سے ہزار درم کے ساتھ ملا دیے پھر اُنسے کوئی چیز خریدی تو خریدا اسی کی ذات کے واسطے ہوگی اور رب المال کے واسطے ہزار کا ضامن ہوگا۔ اور اگر اُسنے مال مضاربت کے عوض خریدنے کے بعد مال میں اپنا مال ملا دیا اور ہنوز اُسنے خریدی ہوئی چیز کے دام بائع کو نہ دیے تھے کہ اُسکے پاس سے مال ضائع ہوا تو ہزار درم مضاربت کا ضامن ہوگا اور جو کچھ اُسنے بائع کو دینا پڑیگا اپنے مال سے دیگا اور رب المال سے کچھ نہیں لے سکتا ہی اور جب اُسنے باندی پر قبضہ کر لیا تو آدھی باندی مضاربت میں ہوگی اور آدھی اُسکی ہوگی کذا فی المبسوط۔ اگرچہ مضاربت ٹوٹ گئی کیونکہ مضاربت قائم رہنے کی شرط یہ ہی کہ راس المال اُسکے پاس امانت میں ہو یہ محیط سرخسی میں ہی اور اگر مضارب نے کسی دوسرے شخص کے ساتھ ہزار درم مضاربت سے اور ہزار درم اُس شخص کے پاس سے ایک باندی خریدی اور دونوں ہزار کے ملانے سے پہلے دام ادا کر دیے پھر دونوں نے باندی پر قبضہ کیا تو آدھی باندی مضاربت کی اور آدھی اُس شخص کی ہوگی پھر اگر دونوں نے ایک ہی ثمن سے اُس باندی کو فروخت کیا اور ملا ہوا ثمن وصول کیا تو جائز ہی اور مضارب پر ضمان نہ آویگی پھر اگر مضارب نے اُس شخص سے دام بٹوا لیے تو یہ بٹوارہ رب المال پر جائز ہی پھر اگر بعد تقسیم کر لینے کے مال مضاربت کو اُس شخص کے مال میں ملا دیا تو مضارب مال مضاربت کا ضامن ہوگا۔ اور اگر مضارب نے مال مضاربت کے ساتھ [illegible] دوسرے سے شرکت کر لی پھر مضارب نے شریک سے کہا کہ میں نے تجھسے باہمی بٹوارہ کر لیا ہی اور [illegible] پاس [illegible]

مضاربت کا ہی اور دوسرے نے تکذیب کی تو قسم سے شریک کا قول قبول ہوگا یہ مبسوط میں ہی قال محمد رح فی الجامع ایک شخص نے دوسرے کو سو دینار جنکی قیمت ڈیڑھ ہزار درم ہو دیے اور کہا کہ اِنسے اور اپنے پاس سے ایک ہزار سے کام کر اس شرط سے کہ نفع ہم دونوں میں برابر تقسیم ہو تو یہ جائز ہوا اور اگر نفع میں یہ شرط نہ ہوتی تو نفع دونوں مالوں میں پانچ حصے ہو کر یعنے دونوں مالوں کے دونوں کو تقسیم ہوتا۔ ثلث یعنے تین حصے رب المال کو اور دو حصے مضارب کو ملتے۔ اور جب باہم آدھے آدھے کی شرط ہوئی تو گویا دینار والے سے چھٹے حصے کی شرط ہوئی پس یہ مضاربت چھٹے حصہ نفع پر ہی۔ اور یہ صورت اگرچہ شرکت کے طور پر ہی کیونکہ مال دینے کی شرط دونوں طرف سے کی گئی ہی ولیکن شرکت کی تصحیح اسوجہ سے ممکن نہیں ہی کہ کام کرنے کی شرط دونوں نے صرف اُسی کی طرف کی ہی جسکو مال دیا ہی اور شرکت میں دونوں پر کام کرنے کی شرط ہوتی ہی پس یہ عقد صورۃً میں شرکت معلوم ہوتا ہی اور معنی میں مضاربت ہی اور دینار والے کا یہ کہنا کہ اپنے مال سے ایک ہزار سے کام کر اسکا فائدہ یہ ہی کہ اگر مضارب اپنے مال سے اسکو ملا دے تو مضارب کے ذمہ سے ضمان دور ہو جاوے۔ اور جب یہ عقد حق دیناروں میں مضاربت ہوا تو انکا سپرد کرنا اور حاضر کرنا شرط ہوا اور اگر کوئی مال قبل خرید واقع ہونے کے تلف ہوا تو اُسکے مالک کا تلف ہوا اگر بات یہ ہی کہ اگر دینار تلف ہو جاوینگے تو مضاربت باطل ہو جاویگی اور اگر درم تلف ہو جاوینگے تو مضاربت اپنے حال پر رہیگی۔ پھر اگر دیناروں کی قیمت گھٹ گئی اور ایک ہزار رہگئی پھر مضارب نے اُنکے عوض اور اپنے مال سے ہزار درم کے عوض ایک باندی خریدی اور باندی کو ہزار درم نفع پر فروخت کیا تو ہر ایک مال کا نفع پانچ سو درم ہوگا مگر مال دینار کا نفع جو پانچ سو درم ہونگے موافق شرط کے اُسکے چھ حصے کر کے پانچ چھٹے حصے مالک دینار کو دیے جاوینگے اور چھٹا حصہ درم والے کو ملیگا۔ اور درموں کے جو پانچ سو درم نفع ہیں وہ مالک درم کو خاصۃً ملینگے۔ اور اگر مضارب نے ہر مال سے ایک اسباب علیحدہ خریدا پھر جو درموں سے خریدا ہی اُسکو فروخت کیا اور کچھ نفع نہ پایا اور جو دیناروں سے خریدا ہی اُسکو فروخت کر کے پانچ سو درم نفع اُٹھایا تو موافق شرط کے اُسکو اِس نفع میں سے چھٹا حصہ ملیگا۔ اور اگر دیناروں سے خریدے ہوئے اسباب کے فروخت میں کچھ نفع نہ پایا اور جو درموں سے خریدا ہو اُسمیں پانچ سو درم نفع اُٹھایا تو کل نفع مالک درم یعنی مضارب کو ملیگا اور اگر دیناروں کی قیمت اسقدر بڑھ گئی کہ آٹھ سو رہگئی پھر مضارب نے دیناروں اور اپنے درموں سے ایک غلام خریدا تو مضارب کو اُسمیں سے نو حصوں میں سے پانچ حصے ملینگے اور باقی چار حصے مضاربت میں رہینگے پس اگر مضارب نے وہ غلام فروخت کیا اور اُسمیں نفع اُٹھایا تو ثمن میں سے ہر ایک اپنا اپنا راس المال لے لیگا پھر اُسمیں سے مضارب پانچ نو حصے نفع کے خاصۃً اپنے مال کے نکال لیگا۔ اور باقی چار نو میں حصے مضاربت میں رہینگے وہ دونوں کو چھ حصے ہو کر موافق شرط کے تقسیم ہونگے۔ اور اگر مضارب نے اُس غلام کو فروخت نہ کیا یہانتک کہ دیناروں کی قیمت ہزار درم ہوگئی پھر اُسکو تین ہزار کو فروخت کیا تو دونوں اِس ثمن کے نو حصے کرینگے اُنمیں سے پانچ حصے یعنی ایک ہزار چھ سو چھیاسٹھ درم و دو تہائی درم مضارب کے پاس رہینگے جسمیں ایک ہزار اُسکا راس المال ہی اور باقی خاصۃً اُسی کا نفع ہی اور باقی چار حصے یعنی ایک ہزار تین سو تینتیس درم اور ایک تہائی درم مضاربت میں ہونگے کہ جسمیں سے ایک ہزار درم راس المال کے ہونگے اور باقی دونوں میں چھ حصے ہو کر نفع تقسیم ہوگا محیط [illegible]

بارھواں باب

مضارب کے نفقے کے بیان میں۔ اگر مضارب نے شہر میں کام کیا تو اُسکا نفقہ راس المال میں

نہین ہی اور اگر اُس نے سفر کیا تو اُسکا کھانا و پینا و سواری خواہ خریدے یا کرایہ سے مال مضاربت مین رکھی جاویگی پھر اگر اُسکے پاس کچھ باقی رہجاوے جبکہ اپنے شہر مین آجاوے تو اُسکو مضاربت مین ڈالدے اور اگر اُسکا نکلنا سفر سے کم ہو پس اگر اتنی مسافت ہو کہ صبح جاتا ہی اور شام کو چلا آتا ہی اور اپنے اہل و عیال مین رات بسر کرتا ہی تو وہ بمنزلہ شہر کے بازاریون کے ہی کہ جو شہر مین فروخت کرتے ہین اور اگر ایسا ہی کہ اپنے گھر مین اہل و عیال کے ساتھ رات نہین بسر کرتا ہی تو اُسکا نفقہ مال مضاربت مین قرار دیا جائیگا کذا فی الہدایۃ - اور راتبہ ضرورت مین جو صرف ہو وہ نفقہ ہی اور وہ کھانا و پانی و کپڑا و بچھونا و سواری و ٹٹو کا چارہ ہی کذا فی محیط السرخسی و از انجملہ کپڑے دھولائی اور بمقام ضرورت مین تیل اور حمام کا کرایہ اور حجامت بنوائی ہی اور ان سب مین اُسکو اجازت مطلق بطور معروف کے ہوگی حتی کہ اگر معروف طور سے خرچ نہ کیا تو زیادتی کا ضامن ہوگا یہ کافی مین ہی - اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ اُنسے گوشت کو دریافت کیا گیا فرمایا کہ جسطرح کھاتا تھا کھاوے یہ ذخیرہ مین ہی لیکن دوا اور پچھنے دلوانے اور سرمہ وغیرہ کا صرف اُسکے ذاتی مال سے ہوگا مال مضاربت سے نہوگا - اسی طرح وطی کرنے کی اور خدمت کی باندی کا ثمن کا حساب مضاربت مین نہ لگایا جاویگا اور اگر کسی شخص کو مزدور کر لیا کہ وہ سفر مین اُسکی خدمت کرتا ہی اور جس شہر مین اُترتا ہی وہان اُسکے لیے روٹی سالن پکاتا ہی اور اُسکے کپڑے دھوتا ہی اور جو کام ضروری ہی سب کرتا ہی تو اُسکا حساب مضاربت مین کیا جاویگا اسی طرح اگر اُسکے ساتھ اُسکے چند غلام ہون کہ مال مضاربت مین کام دیتے ہین تو وہ لوگ بھی بمنزلہ اُسی مزدور کے ہونگے اور اُنکا نفقہ مال مضاربت مین ہوگا - اسی طرح اگر مضارب کے چوپائے ہون کہ اُنپر مضاربت کا مال لاد کر کسی شہر کو لیجاتا ہی تو اُسکا چارہ بھی جبتک وہ اُس کام مین ہین مال مضاربت سے دیا جاویگا یہ مبسوط مین ہی - اور اگر رب المال نے اپنے غلامون یا چوپاؤن سے سفر مین اُسکی اعانت کی تو مضاربت فاسد نہوگی اور ان غلامون و چوپاؤن کا نفقہ خود رب المال پر ہوگا مال مضاربت مین نہوگا اور اگر مضارب نے بلا اجازت رب المال کے اُنکو نفقہ دیا تو اپنے مال سے ضمان دیگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اور جب وہ ضامن قرار پایا پس اگر اُس نے مال مین کچھ نفع اُٹھایا تو پہلے رب المال اپنا راس المال سب لے لیگا اور جو باقی رہا وہ دونون مین موافق شرط کے نفع تقسیم ہوگا پھر جو نفع حصۂ مضارب مین آیا ہی وہ اس مال مین محسوب کیا جاویگا جو اُسپر ضمان ہی پس اگر اُسکے حصہ کا نفع اُس مال سے جو اُسپر ضمان ہی کم ہوے تو مضارب بقدر کمی کے رب المال کو پورا کر دیگا اور اگر اُسکا حصہ نفع مال مضمون سے زیادہ ہو تو بقدر ضمان کے کاٹ کر باقی پورے حصہ تک نفع اُسکو دیدیا جائیگا - اور اگر رب المال نے اُسکو حکم دیا کہ میرے غلامون و چوپاؤن کو نفقہ دے تو یہ اُسکے مال مضاربت مین محسوب ہوگا یعنی اصل مال رب المال مین حساب کیا جاویگا یہ محیط مین ہی - اور اگر اُس نے باوجود اجازت رب المال کے غلامون و چوپاؤن کے نفقہ مین اسراف و زیادتی کر دی تو راس المال مین سے فقط نفقہ مثل کا حساب کیا جاویگا یعنی اسراف و زیادتی کا حساب نکیا جاویگا یہ محیط سرخسی و مبسوط مین ہی - اور اس نفقہ کا حساب کرنے کا یہ طریقہ ہی کہ اگر راس المال مین نفع ہو تو پہلے نفع مین سے محسوب کیا جاوے کیونکہ نفقہ جزو تلف شدہ ہی اور اصل تلف شدہ مین یہ ہی کہ نفع کی طرف پھیرا جاوے اور اگر نفع نہو تو راس المال مین محسوب ہوگا یہ محیط مین ہی - اور اگر مضارب نے اپنے مال سے خرچ کیا یا مضاربت مین

اودھار لیا ہو تو یہ مضاربت میں لے لیگا اسطرح کہ پہلے راس المال نکالکر پھر دوسری مرتبہ نفقہ محسوب کریگا پھر نفع تقسیم ہوگا اور اگر مال مضاربت تلف ہوگیا تو رب المال سے کچھ نفقہ واپس نہیں لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے - اور اگر مضارب نے قبل خرید و فروخت کے راس المال میں سے کچھ اپنی ذات پر صرف کیا تو رب المال اُس سے اپنا راس المال پھر پورے لے لیگا یہ محیط سرخسی میں ہے - اور اگر متاع مضاربت لادنے کے واسطے کوئی جانور خریدا یا مضاربت کے واسطے اناج خریدا اور درہام دینے سے پہلے راس المال تلف ہوگیا تو رب المال سے دوبارہ لے لیگا یہ مبسوط میں ہے - اور اگر اپنا کھانا کپڑا و تیل خریدا یا سواری کرایہ کی پھر راس المال ضائع ہوگیا تو رب المال سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے - اور اگر مضارب کے اہل و عیال کوفہ میں بھی ہوں اور اُسکے اہل و عیال بصرہ میں بھی ہوں اور دونوں جگہہ اُسکا وطن ہو پھر وہ راس المال لیکر کوفہ سے بصرہ کو چلا تاکہ وہاں تجارت کرے تو وہ راستے بھر مال مضاربت سے اپنا نفقہ لیگا اور جب بصرہ میں داخل ہوگیا تو جب تک وہاں رہے اُسکا نفقہ اُسکے ذمہ ہے پھر جب وہاں سے کوفہ کو لوٹ چلا تو راستہ میں نفقہ مال مضاربت سے لیگا - اور اگر مضارب کے اہل یہاں کوفہ میں ہوں اور رب المال کے بصرہ میں ہوں اور رب المال کے ساتھ وہ بصرہ کو تجارت کے واسطے چلا تو راستہ میں اور بصرہ میں اور بصرہ سے لوٹ کر راہ میں اُسکا نفقہ مال مضاربت سے ہوگا یہ مبسوط میں ہے - اور اگر کسی شخص نے دوسرے کو ہزار درم مضاربت میں دیے حالانکہ دونوں کوفہ میں موجود ہیں ولیکن کوفہ مضارب کا وطن نہیں ہے تو جبتک مضارب کوفہ میں ہے اُسکا نفقہ اُسکی ذات پر ہے - پھر اگر مال مضاربت لیکر سفر کر گیا پھر لوٹ کر تجارت کی غرض سے کوفہ میں آیا تو جبتک کوفہ میں ہے اُسکا نفقہ مال مضاربت سے ہوگا اور کوفہ اور دوسرے شہر اُسکے حق میں یکساں ہونگے یہ محیط میں ہے - پھر اگر اُس نے کوفہ میں کسی عورت سے نکاح کر لیا اور اُسکو وطن بنا لیا تو مال مضاربت سے اُسکا نفقہ ہونا باطل ہوگیا یہ مبسوط میں ہے - اور اگر مضارب مال مضاربت لیکر تجارت کی کوئی چیز خریدنے کے واسطے کسی شہر کو گیا اور وہاں پہونچکر کچھ نہ خریدا یہانتک کہ پھر اپنے شہر کو واپس آیا اور مال میں سے اپنے نفقہ میں خرچ کیا ہے تو یہ نفقہ مال مضاربت میں قرار دیا جائیگا یہ محیط میں ہے - اگر کسی شخص کو مال مضاربت دیا اور حکم کیا کہ اپنی راے سے عمل کرے پس مضارب نے دوسرے کو مضاربت میں دیا وہ مال لیکر کسی شہر کو خرید و فروخت کے واسطے سفر کر گیا تو اُسکا نفقہ مضاربت میں ہوگا کیونکہ وہ بمنزلہ مضارب اول کے ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر مضارب نے کسی شہر میں اقامت کی نیت کر لی تو نفقہ اُسکا مال مضاربت سے رہیگا اور اقامت کی نیت سے اُسوقت مضاربت سے نہیں رہتا ہے کہ جب اپنے شہر میں اقامت کرے یا کسی شہر کو دار الاقامۃ بنا لے یعنی وطن قرار دیوے یہ ذخیرہ میں ہے - اور اگر مضارب نے مال مضاربت کسی شخص کو بضاعت میں دیا تو مستبضع یعنی بضاعت لینے والے کا نفقہ مال مضاربت میں نہوگا - اور اگر مضارب نے رب المال کو بضاعت دیا اُس نے کام کیا تو یہ مضاربت میں رہیگا اور نفع دونوں میں موافق شرط کے تقسیم ہوگا اور رب المال کا نفقہ مضاربت میں نہوگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر مضارب نے مال مضاربت لیکر اور اپنا مال لیکر سفر کیا تو نفقہ دونوں مالوں پر تقسیم کیا جاویگا خواہ اُس نے دونوں مالوں کو ملایا ہو یا نہ ملایا ہو خواہ رب المال نے اُس سے اپنی راے سے عمل کرنیکو کہا ہو یا نہ کہا ہو اور مقدار سفر یا اُس سے کم ہو دونوں اس باب میں برابر ہیں بشرطیکہ اپنے اہل و عیال میں رات بسر نہ کرتا ہو یہ فتاوی قاضیخان -

سلہ یعنی غرض سے کسی کام کے الیساؤ دیکھ ہو کر اقامت اسکے لیے ۱۲

مین ہو- اسی طرح اگر دو شخصون کا مال مضاربت لیکر اُس نے سفر کیا تو اُسکا نفقہ دونون کے مالون کی مقدار پر ہوگا- اور اگر ایک مال بضاعت کا ہو تو اُسکا نفقہ مال مضاربت سے ہوگا الا اُس صورت مین کہ بضاعت کا کام کرنے کے واسطے فارغ ہوا ہو تو اپنا ذاتی مال خرچ کرے بضاعت مین سے خرچ نہ کرے (اور نہ مضاربت مین سے خرچ کرے) ولیکن اگر صاحب بضاعت نے اُسکو اجازت دیدی ہو تو بضاعت مین سے خرچ کرے یہ محیط سرخسی مین ہو۔ قال محمد رح فی الزیادات ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیے پس مضارب نے اُسکے عوض ایک باندی جو ہزار درم قیمت کی ہو خریدی اور باندی کے نفقہ کی ضرورت ہوئی تو اُسکا نفقہ رب المال پر واجب ہوگا اور مضارب کے حصہ مین اُسکا نفقہ نہ لگایا جائیگا اور یہی ظاہر الروایۃ ہو اور حسن رح نے امام اعظم رح سے روایت کی ہو کہ اُسکا نفقہ رب المال و مضارب دونون پر بقدر اُنکی ملک کے ہوگا یہ محیط مین ہو- اگر مضارب کسی شہر مین آیا اور کوئی چیز خریدی پھر رب المال مرگیا اور اُسکو خبر نہین ہو پھر متاع کو کسی دوسرے شہر مین لایا تو مضارب کا نفقہ اُسکے ذاتی مال سے ہوگا اور جو راہ مین تلف ہوا اُسکا ضامن ہو اور اگر صحیح سالم پہنچ گئی تو متاع کا فروخت کرنا جائز ہو کیونکہ حق بیع مین مضاربت باقی ہو یہ ذخیرہ مین ہو- اور اگر مضارب متاع کو لیکر رب المال کے مرنے سے پہلے اس شہر سے باہر ہوا تو ضائع ہونے کا وہ ضامن نہوگا اور سفر کا نفقہ مال سے ہوگا یہان تک کہ شہر مین پہنچ جاوے اور متاع کو مال سے فروخت کردے یہ مبسوط مین ہو- اور اگر مضارب راستہ مین ہو اور رب المال نے ایک ایلچی بھیج کر اُسکو سفر سے منع کردیا یا رب المال مرگیا تو اُسکو اختیار ہو جس شہر کی طرف چاہے توجہ کرے اور اُسکا نفقہ مال مضاربت مین ہوگا ولیکن اگر مال مضاربت نقدی ہو حالانکہ وہ شہر یا راستہ مین ہو پھر رب المال کے شہر کے سوائے دوسرے شہر کی طرف نکلا تو ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہو- اور اگر رب المال مرگیا درحالیکہ مضارب رب المال کے شہر کے سوائے دوسرے شہر مین ہو اور مضاربت مین متاع اُسکے پاس ہو پھر اُسکو لیکر رب المال کے شہر کی طرف چلا تو استحسانا اُسپر تلف ہونے کی ضمان نہین ہو اور نفقہ مضاربت سے واجب ہو یہان تک کہ رب المال کے شہر مین پہونچ جاوے- اسی طرح اگر رب المال زندہ ہو اور اُس نے ایلچی بھیج کر مضارب کو خرید و فروخت سے منع کردیا حالانکہ اُسکے پاس متاع تجارت موجود ہو پھر وہ اُسکو لیکر رب المال کے شہر کی طرف نکلا تو سفر مین اگر متاع تلف ہوجاوے تو استحسانا ضمان نہوگی اور استحسانا اُسکا نفقہ مال مضاربت سے ہوگا- اور اگر مال مضاربت اُسکے پاس نقدی درم و دینار ہون اور رب المال مرگیا درحالیکہ مضارب دوسرے شہر مین موجود ہو یا کوئی ایلچی بھیجکر رب المال نے اُسکو خرید و فروخت سے منع کردیا پھر مضارب مال لیکر رب المال کے شہر کی طرف متوجہ ہوا اور مال راستہ مین تلف ہوگیا تو اُسپر ضمان نہین ہو اور اگر سالم لیکر آیا اور اگر اُس نے مضارب نے راہ مین اپنی ذات پر خرچ کیا تو وہ نفقہ کا ضامن ہوگا یہ مبسوط مین ہو- اگر مضارب نے ہزار درم مضاربت اور ہزار درم اپنے مال سے ایک غلام خریدا اور اُسپر کچھ خرچ کیا تو اُس نے تطوع و احسان کیا اور اگر اُس نے قاضی کے سامنے پیش کرکے بحکم قاضی اُسپر کچھ خرچ کیا تو دونون پر بقدر ہر ایک کے راس المال کے واجب ہوگا کذا فی الحاوی- اور جو مضاربت فاسدہ ہو اُسمین مضارب کا نفقہ مال مضاربت مین نہوگا پس اگر اُس نے اپنی ذات پر خرچ کیا تو اُسکے کام کا جو اجر المثل اُسکو ملنا چاہیے اُسمین محسوب کرلیا جائیگا اور جو باقی بچیگا وہ اُسکو ملیگا

اور اگر زیادہ خرچ کیا ہو تو بقدر زیادتی کے مضارب سے لیا جائیگا یہ مبسوط مین ہی

ستر ھوان باب مضاربت کے غلام کے آزاد کرنے اور مکاتب کرنے اور مضاربت کی باندی کے بچہ کی دعوت نسب کے بیان مین

اگر مضارب نے مضاربت کا غلام آزاد کیا پس یا تو مضاربت مین نفع ہوگا یا نہوگا اور یا غلام کی قیمت مین راس المال پر زیادتی ہوگی یا نہوگی - پس اگر مضاربت مین نفع ہو تو عتق صحیح نہین ہی - اور اگر رب المال نے اسکو آزاد کیا ہو تو صحیح ہی اور وہ اپنا راس المال بھر پانے والا شمار ہوگا - اور اگر مضاربت مین نفع ہو اور غلام کی قیمت مین زیادتی نہو مثلاً ایک غلام پانچسو درم کو جو ہزار کی قیمت کا ہی خریدا اور راس المال بھی ہزار درم ہین اور مضارب نے اسکو آزاد کیا تو بھی صحیح نہین ہی کیونکہ مال مضاربت ہرگاہ دو جنس مختلف ہون اور قیمت مین ہر ایک کی مثل راس المال کے ہو تو ہر واحد دونون مالون مین سے راس المال کے ساتھ مشغول اعتبار کیا جاویگا گویا کہ اسکے ساتھ دوسرا نہین ہی اور راس المال دونون مین شائع اعتبار کیا جائیگا کذا فی محیط السرخسی اور اگر رب المال ہی نے خود آزاد کیا ہو تو عتق جائز ہوگا اور آزاد کرنے کی وجہ سے وہ اپنے تمام مال کا پھیرلینے والا شمار ہوگا اور پانچ سو درم نفع باقی رہے وہ دونون کو برابر تقسیم ہو جاوینگے یہ محیط مین ہی - اور اگر اس غلام کی قیمت مین زیادتی ہو مثلاً پانچ سو درم کو دو ہزار کا غلام خریدا اور اسکو آزاد کیا تو چوتھائی مین اسکا آزاد کرنا جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - پس رب المال مضارب کے ہاتھ کے باقی پانچسو درم اپنے راس المال مین وصول کر لیگا اور غلام مین سے مضارب کی ملکیت بقدر ساڑھے سات سو پچاس درم کے ہو جائیگی پس مضارب کی ملکیت غلام مین زیادہ ہوگئی کہ جو آزاد کرنے کے روز نہتھی اور یہ جو اسکی زیادتی غلام مین پیدا ہوئی ہی وہ آزاد ہو جائیگی - پھر ہم کہتے ہین کہ اگر مضارب خوشحال ہو تو رب المال کو تین طور سے اختیار حاصل ہوگا چاہے مضارب سے ایک ہزار دو سو پچاس درم کی ضمان لے پھر مضارب کو اختیار ہوگا کہ غلام سے ایک ہزار پانچ سو درم اگر چاہے تو لے لے اور اسکی تمام ولا مضارب کی ہوگی اور اگر رب المال چاہے تو غلام سے ایک ہزار دو سو پچاس درم کے واسطے سعی کرا دے اور مضارب کو اختیار ہوگا کہ چاہے غلام سے دو سو پچاس درم کے واسطے سعی کرا دے یا چاہے تو اسقدر غلام کو آزاد کرے اور ولا ان دونون مین آٹھ حصون مین منقسم ہوگی پانچ حصہ رب المال کے اور تین حصہ مضارب کے ہونگے اور اگر رب المال چاہے تو غلام مین سے اپنا حصہ آزاد کر دے اور وقت آزاد کرنے کے غلام کے پانچ حصہ آزاد ہو جاوینگے اور مضارب کو ایک حصہ مین اختیار باقی رہیگا اور یہ وہی ہی جو بعد آزاد کرنے کے اسکے حق مین زیادتی پیدا ہوگئی ہی - پس چاہے تو اسکو آزاد کر دے یا اس سے سعی کرا دے اور جو فعل انمین سے چاہے اختیار کرے مگر ولا انمین آٹھ حصون مین تقسیم ہوگی - اور اگر مضارب تنگدست ہو تو رب المال کو دو طرح کا اختیار ہوگا چاہے غلام سے ایک ہزار دو سو پچاس درم کے واسطے سعی کرا دے یا چاہے تو اسقدر غلام آزاد کر دے - اور مضارب کو بھی جسقدر اسکے حق مین زیادتی پیدا ہوگئی ہی اسمین خیار ہوگا اور اسکی ولا دونون کو آٹھ حصے ہو کر تقسیم ہوگی جیسا کہ ہم نے سابق مین ذکر کیا ہی اور یہ سب امام اعظم رح کا قول ہی - اور صاحبین رح کے نزدیک ہرگاہ مضارب نے نفع ہونے کی حالت مین آزاد کیا تو تمام غلام رب المال و مضارب سے آزاد ہو جائیگا پھر رب المال اپنے پانچ سو درم باقی راس المال کے مضارب سے وصول کر لیگا پھر مضارب سے اگر وہ خوشحال ہو تو ایک ہزار

دو سو پچاس درم کی ضمان لیگا اور مضارب اُسکو غلام سے واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر مضارب تنگدست ہی تو رب المال غلام سے ایک ہزار دو سو پچاس درم کے واسطے سعی کرا دیگا اور تمام ولاء مضارب کی ہوگی یہ محیط مین ہی - اگر مضارب نے ہزار درم مضاربت سے دو غلام خریدے ہر ایک دونون مین سے ہزار درم قیمت کا ہی اور مضارب نے دونون کو آزاد کر دیا تو ہمارے نزدیک اُسکا آزاد کرنا باطل ہی اور اگر اُسکے بعد اُسکی قیمت بڑھ جائے تو بھی عتق باطل رہا کذا فی المبسوط اور اگر رب المال نے دونون کو آزاد کیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر دونون کو ایک ساتھ آزاد کیا ہی تو دونون آزاد ہو جاوینگے اور مضارب کو پانچسو درم کی ضمان دیگا خواہ تنگدست ہو یا خوش حال ہو اور غلام پر سعی کرنا لازم نہ آویگا اور اگر ایک کو بعد دوسرے کے آزاد کیا تو پہلا کل آزاد ہو جائیگا اور اُسکی ولاء رب المال کی ہوگی اور دوسرے مین سے آدھا آزاد ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر ہزار درم کو دو غلام ایسے خریدے کہ ایک کی قیمت ہزار درم اور دوسرے کی دو ہزار درم ہی پھر مضارب نے دونون کو معاً آزاد کر دیا یا متفرق آزاد کر دیا حالانکہ وہ خوش حال ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک ہزار درم کی قیمت والا غلام آزاد نہوگا اُسکا آزاد کرنا صحیح نہین ہی اور دو ہزار والے کا چوتھائی آزاد ہو جاویگا اور اسکی مضاربت ٹوٹ گئی اور ہزار درم والے کی مضاربت باقی رہی پھر جب رب المال نے اپنا تمام راس المال وصول کرنے کا قصد کیا تو مضارب اُس غلام کو فروخت کر دیگا اور اُسکے ثمن سے رب المال اپنا راس المال بھرپور لے لیگا پس وہ غلام جسکی قیمت دو ہزار تھی وہ راس المال مین مشغول رہا بلکہ تمام نفع رہا کہ دونون مین آدھا آدھا تقسیم ہونا چاہیے تھا پس مضارب نے رب المال کا آدھا غلام آزاد کیا ہی حالانکہ وہ خوش حال ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک رب المال کو تین طور سے خیار حاصل ہوگا چاہے رب المال مضارب سے ہزار درم کی ضمان لے پھر اگر مضارب چاہے غلام سے ڈیڑھ ہزار درم لے لیگا اور اُسکی تمام ولاء مضارب کی ہوگی اور اگر اُس نے غلام سے سعی کرانا اختیار کیا تو وہ اپنی آدھی قیمت کے واسطے سعی کریگا اور مضارب بھی اُس سے پانچ سو درم کے واسطے سعی کرا سکتا ہی اور یہ پانچ سو درم چوتھائی وہ ہین جو رب المال کا راس المال دینے کے بعد اُسکی زیادتی اُس غلام مین پیدا ہوئی ہی اور اس چوتھائی کے واسطے جو آزاد کرنے کے روز مضارب کی ملک تھی سعی نہ کراویگا اور غلام کی ولاء دونون مین برابر مشترک ہو گئی اور اگر اُس نے غلام کا آزاد کر دینا اختیار کیا تو مضارب کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ غلام سے اُس چوتھائی کے واسطے جو رب المال کا راس المال دینے کے بعد اُسکا غلام مین حاصل ہوئی ہی سعی کراوے اور اگر چاہے تو آزاد کر دے اور چاہے جو فعل ان دونون مین سے اختیار کرے بہر صورت غلام کی ولاء دونون مین برابر تقسیم ہوگی - اور اگر مضارب تنگدست ہو تو بھی سب صورتون مین یہی حکم ہوگا جو ہمنے ذکر کیا ہی الا یہ کہ رب المال کو صرف دو ہی طور کا خیار حاصل ہوگا یہ محیط مین ہی - اور اگر مضارب نے دونون کو آزاد نہ کیا بلکہ رب المال نے ایک ہی لفظ سے دونون کو آزاد کر دیا پس ہزار درم قیمت والا غلام رب المال کے مال سے آزاد ہو جاویگا اور اُسپر کچھ سعی کرنی لازم نہ آویگی اور جس غلام کی قیمت دو ہزار درم ہین اُسکا تین چوتھائی رب المال کے مال سے آزاد ہو جاویگا اور باقی ایک چوتھائی مین اگر رب المال خوش حال ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک مضارب کو اختیار ہی کہ چاہے یہ چوتھائی آزاد کر دے یا غلام سے سعی کراوے یا رب المال سے ضمان لیوے پھر رب المال غلام سے لے سکتا ہی اور اگر رب المال

لفظہ سعی کرا کر ۱۲

سہ قال فی الفتح [illegible] ثبت حق رب المال [illegible] استسعاء یعنی رب المال [illegible] دو طرح سے [illegible] ضمان لینا [illegible] سعی [illegible] غلام سے سعی کرانا - اور تیسری صورت یہ ہی کہ چاہے غلام کو آزاد کر دے لیکن امام رح کے نزدیک یہ کاتب کی غلطی ہی اور صحیح یہ کہ امام رح دونون خیار حاصل ہونگے اور مقدمہ سے باب اعتاق الاصل مین دیکھو واللہ اعلم بالصواب ۱۲ منہ

تنگدست ہو تو چاہے آزاد کرے یا غلام سے سعی کرا دے اور یہ امر ظاہر ہے اور یہی مضارب رب المال سے اپنے
پورے حصہ تک نفع کی ضمان لیگا اور یہ پانچ سو درم ہوئے کیونکہ یہی باقی رہے ہیں خواہ رب المال خوش حال
ہو یا تنگدست ہو پھر رب المال کو اختیار نہیں ہے کہ ان دوسرے پانچ سو درم کو غلام سے واپس لیوے یہ مبسوط
میں ہے - اور اگر رب المال نے دونوں کو متفرق آزاد کیا پس اگر دو ہزار والا اولاً آزاد کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک
تین چوتھائی اسکا آزاد ہوگا اور چوتھائی آزاد نہ ہوگا اور ہزار قیمت والے میں سے وقت آزاد کرنے کے نصف آزاد
ہوگا پھر مضارب کو دونوں غلاموں میں تین طور سے خیار ہے اگر رب المال خوش حال ہو تو چاہے رب المال سے پہلے
غلام کی چوتھائی کی ضمان لے اور دوسرے کے نصف قیمت کی ضمان لے یا چاہے پہلے کا چوتھائی اور دوسرے کا
نصف آزاد کر دے یا چاہے پہلے غلام سے چوتھائی کے واسطے اور دوسرے سے آدھے کے واسطے سعی کرا دے -
پس اگر مضارب نے رب المال سے ضمان لینا اختیار کیا تو وہ پہلے غلام سے چوتھائی قیمت اور دوسرے سے آدھی قیمت
واپس لیگا اور جب لے لے تو ان دونوں کی کل ولا رب المال کی ہوگی - اور اگر مضارب نے سعی کرانا یا آزاد کر دینا
اختیار کیا تو پہلے غلام کی ولا دونوں میں چار حصہ ہو کر منقسم ہوگی تین حصے رب المال کے اور ایک حصہ مضارب
کا ہوگا اور دوسرے کی ولا دونوں کو برابر تقسیم ہوگی - اور اگر رب المال نے پہلے ہزار کی قیمت والا غلام آزاد
کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ غلام پورا بدون سعایت کے آزاد ہو جائیگا اور جب اس نے دوسرے کو یعنی دو ہزار
والے کو آزاد کیا تو اسمیں سے نصف آزاد ہوگا اور پھر اسمیں وہی حکم جاری ہوگا جو دو شخصوں کے مشترک غلام
میں ایک شریک کے آزاد کرنے کی صورت میں جاری ہوتا ہے یہ محیط میں ہے - اور اگر ہزار درم میں دو غلام خریدے
کہ ہر ایک دونوں میں سے ہزار درم کی قیمت کا ہے پھر مضارب نے دونوں غلاموں کو ایک ساتھ یا ایک بعد
دوسرے کے آزاد کیا پھر رب المال نے ایک کی آنکھ پھوڑ دی یا ہاتھ کاٹ دیا تو نصف راس المال کا پھر
پانے والا قرار دیا گیا پھر دوسرے غلام میں زیادتی ظاہر ہوئی ولیکن مضارب کے آزاد کرنے کے بعد اسمیں زیادتی
ظاہر ہوئی ہے یعنی پیدا ہوئی ہے تو عتق باطل ہے اور اگر مضارب نے اسکے بعد دونوں کو آزاد کیا تو جس غلام پر جنایت
واقع ہوئی یعنی آنکھ پھوڑی گئی یا ہاتھ کاٹا گیا ہے تو اسکا آزاد کرنا جائز نہ ہوگا کیونکہ اسمیں باقی راس المال سے
زیادتی نہیں ہے اور رہا دوسرا غلام پس اسمیں سے چوتھائی آزاد ہوگا جو کہ نصف زیادتی اس نصف باقی راس المال میں سے ہے
جو باقی رہی ہے پھر وہ غلام جس پر جنایت واقع ہوئی فروخت کیا جائیگا اور رب المال کو تمام راس المال دیا جاویگا اور
مضارب اگر خوش حال ہے تو رب المال کو آدھی قیمت اس غلام کی جسکا آزاد کرنا جائز ہے ضمان دیگا کیونکہ ظاہر
ہوا کہ وہ تمام نفع ہے اور آدھا اسمیں رب المال کا ہے پس یہ ضمان رب المال کو دیگا اور غلام سے واپس
لیگا اور یہی امام اعظم کے نزدیک دو سو پچاس درم اس سے لیگا یہ مبسوط میں ہے - اگر مضارب نے مضاربت
کا کوئی غلام یا باندی مکاتب کر دی پس اگر اسکی قیمت مثل راس المال کے ہے تو کتابت جائز نہیں اور جب غلام نے
مال کتابت ادا کیا تو آزاد ہوگا اور جو اس نے مال کتابت دیا ہے وہ مضاربت میں قرار دیا جائیگا - اور اگر قیمت میں
راس المال پر زیادتی ہو مثلاً قیمت دو ہزار درم ہو اور دو ہزار پر اسے مکاتب کیا اور راس المال ہزار درم ہیں
تو امام اعظم رح کے نزدیک بقدر اسکے حصہ کے یعنی چوتھائی کے کتابت صحیح ہے اور جو اسمیں رب المال کا حصہ ہے اسکی

کتابت صحیح نہین ہی ولیکن رب المال کو اختیار ہی کہ اُسکی کتابت توڑ دے پس اگر اُس نے کتابت نہ توڑی یہان تک کہ غلام نے تمام بدل کتابت ادا کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک حصہ مضارب آزاد ہوگا زیادہ آزاد نہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک کل آزاد ہوجاویگا اور جسقدر مضارب نے بدل کتابت ادا کیا ہی اُسمین سے چوتھائی اُسکو دیا جائیگا اور تین چوتھائی بالاتفاق مضاربت مین رکھا جائیگا۔ اور جب حصہ مضارب آزاد ہوا تو مضاربت ٹوٹ جاویگی پس رب المال اپنا راس المال تین چوتھائی مال کتابت سے وصول کر لیگا اور باقی پانچ سو درہم اور کل غلام نفع مین رہیگا پس پانچ سو درہم برابر اور غلام برابر دونون مین تقسیم ہوگا پس مضارب کے واسطے ایسی زیادتی شرکت کی پیدا ہوئی جو آزاد کرنے کے روز اُسکو حاصل نہ تھی پس امام اعظم رح کے نزدیک اسقدر آزاد نہوگا جیسا کہ معلوم ہوچکا ہی۔ اور امام اعظم رح کے نزدیک رب المال کو اُسکے حصہ مین تین طرح کا خیار حاصل ہوگا بشرطیکہ مضارب خوش حال ہو یہ محیط مین ہی۔ اور اگر مکاتب نے کچھ ادا نہ کیا اور مر گیا اور آٹھ ہزار درہم سے کم چھوڑے تو مملوک غلام مرا اور کتابت باطل ہوگئی کیونکہ وہ عاجز مرا ہی اسلیے کہ جسقدر اُسکی ملک ہی یعنی چوتھائی کمائی وہ بدل کتابت ادا کرنے کے واسطے پوری نہین ہی پس رب المال اُسمین سے ایک ہزار درہم اپنے راس المال کے لیگا اور باقی دونون مین برابر تقسیم ہونگے۔ اور اگر پورے آٹھ ہزار درہم چھوڑے تو ادا کرکے مرا ہی پس آزاد مرا پس مضارب اُسمین سے دو ہزار درہم لیگا اور رب المال کے واسطے ایک ہزار پانچ سو درہم غلام کی تین چوتھائی قیمت کی ضمان دیگا کیونکہ اسقدر پر مولی کی ملک باقی رہی تھی اور مضارب نے اُسکو وارث کیا اسواسطے ضامن ہوگا اور باقی چھ ہزار درہم جو اُسکی کمائی کے باقی رہے ہین وہ رب المال اور مضارب کے درمیان برابر تقسیم ہونگے۔ اور اگر مکاتب نے نو ہزار درہم چھوڑے تو مضارب اُسمین سے دو ہزار بدل کتابت لے لیگا اور غلام آزاد مرا اور ایک ہزار درہم زائد بھی میراث کے حق مین لے لیگا کیونکہ تمام ولا اُسی کی رہی کیونکہ تمام غلام اُسی کی طرف سے آزاد ہوا ہی اسلیے کہ بسبب ضمان دینے کے مضارب اُسکا مالک ہوگیا۔ پھر اگر کتابت کے روز غلام کی قیمت ایک ہی ہزار درہم ہون پھر بڑھ گئی ہو تو کتابت نافذ ہوگی اور اگر کتابت کے روز اُسکی قیمت دو ہزار درہم ہون پھر کم ہوگئی پھر اُس نے بدل ادا کیا یا مر گیا تو اُسکا حکم وہی ہوگا جو پہلے مسئلہ مین گذر چکا ہی کیونکہ چوتھائی اُسکی ملک تھی پس اُسمین کتابت کا نفاذ ہوگا ولیکن مکاتب اُسکی اُس قیمت کا ضامن ہوگا جو ادا کرنے (یعنی ادائے مال کتابت ۱۲) کے روز رہگئی ہی پس اس مسئلہ مین مسئلہ اولی سے وقت ضمان مین مخالفت ہوگئی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر مضارب نے کسی غلام مضاربت کو جسکی قیمت مثل راس المال کے یا اُس سے کم تھی دو ہزار درہم پر آزاد کیا اور راس المال کے ہزار درہم ہین تو اُسکا عتق باطل ہی جیسے بلا مال آزاد کرنے کی صورت مین عتق باطل ہوتا ہی۔ اور اگر غلام کی قیمت راس المال سے زائد ہو مثلاً دو ہزار درہم ہون اور راس المال ایک ہزار درہم ہین اور مضارب نے دو ہزار درہم پر آزاد کیا تو غلام مین سے امام اعظم رح کے نزدیک خاصۃً مضارب کا چوتھائی حصہ آزاد ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک تمام غلام آزاد ہو جائیگا اور مضارب کو بدل عتق مین سے اُسکا حصہ یعنی چوتھائی دیا جاویگا اور باقی غلام کو سپرد کیا جائیگا پس بالاتفاق مضاربت مین سے ہوگا۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ مضارب نے غلام سے کہا ہو کہ مین نے تجھے ہزار درہم پر آزاد کیا اور غلام نے قبول کیا ہو یہان تک کہ نفس قبول سے آزاد ہوگیا ہو یا مکاتب ہوگیا ہو اور جو اُس نے اُسکے عوض کہا یا

وہ مکاتب کی یا آزاد قرضدار کی کمائی کے مثل ہو ولیکن اگر مضارب نے غلام سے یون کہا کہ اگر تو نے مجھے دو ہزار
درم ادا کیے تو تو آزاد ہی اور اُس نے دو ہزار درم دیدیے اور غلام مین سے مضارب کا حصہ آزاد ہوگیا پس جو کچھ
اُس نے غلام سے لیا ہی وہ مضاربت مین ہوگا کیونکہ وہ مضاربت کے غلام کی کمائی ہی پس اُنمین سے رب المال اپنا
راس المال لیلیگا اور باقی دونون مین موافق شرط کے نفع تقسیم ہوگا یہ محیط مین ہی- اگر مضارب کے پاس ہزار درم
آدھے کی مضاربت پر ہون پس مضارب نے اُسکے عوض ایسی باندی جسکی قیمت ہزار درم ہی خریدی اور اُس سے وطی
کی اور اُس سے ایک بچہ پیدا ہوا جو ہزار درم کا ہی پھر مضارب نے دعوی کیا کہ یہ میرا بیٹا ہی پھر اُس بچہ کی قیمت بڑھکر
ڈیڑھ ہزار درم ہوگئی اور مضارب خوش حال ہی پس رب المال کو اختیار ہی چاہے غلام سے ایک ہزار دوسو پچاس
درم کے واسطے سعی کراوے یا چاہے اُسکو آزاد کردے اور اگر رب المال نے غلام سے ہزار درم وصول کیے تو مضارب
کو باندی کی آدھی قیمت خواہ خوش حال ہو یا تنگدست ہو ضمان دینی پڑیگی یہ کافی مین ہی- اگر ایک شخص نے دوسرے کو
ہزار درم آدھے کی مضاربت مین دیے پس اُسکے عوض ایک باندی خریدی کہ ہزار درم قیمت کی ہی پھر اُسکے ایک بچہ
پیدا ہوا جو ہزار کی قیمت کا ہی پھر مضارب نے اُسکے نسب کا دعوی کیا تو دعوت نسب باطل ہی اور وہ باندی کے عقر کا
ضامن ہوگا اور اُسکو اختیار ہی کہ باندی اور اُسکے بچہ کو فروخت کرے پس اس مقام پر امام محمد رح نے حکم مبہم بیان
کیا ہی حالانکہ اسمین تفصیل ہی اور وہ یہ ہی کہ اگر وقت خرید سے چھ مہینے سے کم مین بچہ پیدا ہوا ہی تو اُسکو باندی کے فروخت
کا اختیار ہی ولیکن مضارب پر عقر لازم نہوگا اور اگر چھ مہینے سے زیادہ مین بچہ پیدا ہوا ہی تو اسپر عقر لازم ہوگا اور
اُسکو اختیار ہی کہ جب تک رب المال نے اُس سے عقر نہین وصول کرلیا ہی اُسوقت تک باندی کو فروخت کردے
اور جب اُس سے عقر وصول کرلیا اور وہ سو درم ہین تو مضارب کی دعوت نسب صحیح ہوگئی اور بچہ کا نسب اُس سے
ثابت ہوگیا اور باندی اسکی ام ولد ہوگئی پھر رب المال کے واسطے باندی کی قیمت کے نوسو درم تمام راس المال اُسکا
اور پچاس درم باقی کے بھرانڈ دیگا خواہ تنگدست ہو یا خوش حال ہوا اور رہا بچہ وہ تمام نفع ہی اسمین سے مضارب
کا حصہ آزاد ہو جائیگا یعنی نصف اور باقی نصف کی قیمت کے واسطے رب المال کے لیے سعی کریگا اور اسمین مضارب پر
ضمان نہوگی اگرچہ وہ خوش حال ہو- اور اگر اُس نے دونون مین سے کسی کو فروخت نہ کیا اور رب المال نے اپنا
عقر وصول نہ کیا یہان تک کہ باندی کی قیمت بڑھ گئی پس دو ہزار کی ہوگئی تو وہ مضارب کی ام ولد ہوگئی اور مضارب پر
اسکی تین چوتھائی کی قیمت خواہ خوش حال ہو یا تنگدست ہو لازم آویگی اور رہا بچہ پس وہ بحالہ مملوک رہیگا تا وقتیکہ
مضارب اُس قیمت کو جو اسپر باندی کی واجب ہی ادا نکرے یا رب المال کچھ عقر نہ لیوے اور مضارب کو اختیار ہی
کہ اُسکو فروخت کردے اور اگر اُس غلام کو فروخت نہ کیا یہان تک کہ بڑھکر دو ہزار درم کا ہوگیا تو وہ مضارب کا بیٹا
ہو جائیگا اور اسمین سے اُسکا چوتھائی آزاد ہو جاویگا یہ مبسوط مین ہی- اور مضارب پر غلام کی ضمان نہین آتی ہی صرف
غلام پر اپنی قیمت کے واسطے سعی کرنا چاہیے ہی اگرچہ مضارب خوش حال ہووے اور جب غلام مین سے امام
اعظم رح کے نزدیک چوتھائی اور صاحبین رح کے نزدیک کل آزاد ہوگیا تو مضارب سے اپنا راس المال ہزار
درم لیگا جب کہ مضارب خوش حال ہو نہ غلام کی سعایت سے- اور جب مضارب سے اپنا راس المال لے
لیا پس جسقدر باندی کی قیمت ادا اُسکا عقر مضارب پر باقی رہا وہ سب نفع ہوگا اور تمام غلام نفع رہا پس جسقدر

باندی کی قیمت اور اُسکا عقر رہا وہ سب نفع مخصوص رب المال کو دیا جاویگا پس اگر عقر کے سو درہم ہوں تو یہ
سب رب المال کا قرار دیا جائیگا اور مضارب اسکو رب المال کو ادا کریگا پس حاصل یہ ہو کہ مضارب اس صورت
میں رب المال کے واسطے تمام باندی کی قیمت ہزار درہم کا اور اُسکے عقر سو درہم کا ضامن ہوگا پس رب المال
اُسمیں سے ہزار درہم اپنے راس المال کا اور ایک ہزار ایک سو درہم نفع کا پھر پاسکے والا ہو جائیگا پھر مضارب
کے واسطے غلام میں سے اُسی کے مثل قرار دیا جائیگا جسقدر رب المال نے نفع پالیا ہے یعنی ایک ہزار ایک سو درہم
پس غلام یعنی اُسکے بیٹے میں سے ایک ہزار ایک سو درہم بقدر حصہ مضارب کے آزاد ہو جائیگا پس بدون
سعی کرنے کے مضارب کی طرف سے آزاد ہو جائیگا اور باقی نو سو درہم لڑکے میں سے نفع رہ گئے پس وہ دونوں
میں برابر تقسیم ہونگے پس مضارب کے حصہ میں اُسمیں سے چار سو پچاس درہم آئے پس لڑکے میں سے چار سو
پچاس درہم بقدر حصہ مضارب کے بدون سعی کرنے کے آزاد ہوگا اور باقی چار سو پچاس درہم کے واسطے وہ سعی
کریگا اور رب المال کو دیگا پھر جب اُس نے رب المال کو دیدیے تو کل آزاد ہو گیا پس رب المال کی ولا اُس
غلام میں سے دو دسویں حصہ اور ایک دسویں کا چوتھائی حصہ ہوگی اور مضارب کے واسطے سات دسویں حصہ
اور ایک دسویں کی تین چوتھائی حصہ ہوگی اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح کے نزدیک پوری ولاء
مضارب کی ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مضارب تنگدست ہو کہ ادا کرنے پر قادر نہیں ہے اور رب المال نے چاہا کہ باندی
سے اپنے راس المال اور حصہ نفع کے واسطے سعی کراوے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا اور اگر بچہ سے سعی کرانی چاہی تو اُس
ڈیڑھ ہزار درہم کے واسطے سعی کرا سکتا ہے اُسمیں سے ہزار درہم اُسکے راس المال کے ہونگے اور پانچ سو درہم اس غلام
میں نفع کے ہونگے پھر رب المال کو اُس غلام کی تین چوتھائی ولا ملیگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور مضارب پر باندی کی
آدھی قیمت اور آدھا عقر باقی رہیگا کہ جب وہ آسودہ حال ہوگا تو اُسکو ادا کرنا پڑیگا۔ پس اگر غلام نے سعایت سے
ادا کیا پھر اُس نے چاہا کہ مضارب سے واپس لے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر باندی ہزار کی قیمت کے
برابر ہو اور اُسکے ایک بچہ ہوا جو ہزار کی قیمت کے مساوی ہے اور مضارب نے اُسکے نسب کا دعوی کیا اور رب المال نے
اُس سے سو درہم عقر لے لیے اور مضارب نے باندی لے لی تو باندی مضارب کی ام ولد ہو جائیگی اور بچہ آزاد ہو جاویگا اور
اُسکا نسب مضارب سے ثابت ہوگا اور باندی کی قیمت میں مضارب نو سو پچاس درہم کا ضامن ہوگا نو سو باقی راس المال
کے اور پچاس درہم حصہ نفع رب المال منجملہ اُن سو درہم کے جو باندی میں ہیں پھر جب رب المال نے اُسپر قبضہ کر لیا تو نصف
ولد مضارب کی طرف سے آزاد ہو جائیگا اور باقی نصف کی قیمت کے واسطے رب المال کے لیے سعی کریگا اور اسکی ولا دونوں
میں برابر تقسیم ہوگی اور اگر مضارب تنگدست ہو حالانکہ اُس نے عقر ادا کر دیا تو رب المال کو اختیار ہوگا کہ غلام سے
نو سو درہم باقی راس المال کے واسطے سعی کراوے پھر باقی سو درہم اُسمیں سے نفع رہے کہ جنکے آدھے کے واسطے
رب المال کے لیے غلام پھر سعی کریگا اور رب المال کو اُسکی ولا میں ساڑھے نو دسویں حصہ ملینگے اور رب المال کی آدھی
قیمت باندی کی مضارب پر قرضہ رہیگی یہ قول امام اعظم رح کا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درہم دیے
کہ مضاربت پر دیے اُس نے اُس مال کے عوض ایک باندی ہزار کی قیمت کی خریدی اُسکے ایک بچہ ہوا جو ہزار کی
قیمت کے برابر ہے اور اُسکے نسب کا رب المال نے دعوی کیا تو وہ اُسکا بیٹا قرار پاویگا اور باندی اُسکی ام ولد ہوگی

[illegible] رب المال پایا اسکا نصف [illegible] ساڑھے نو سو درہم [illegible] ۱۲ م

اور مضارب کے واسطے باندی یا بچہ کی قیمت میں کچھ ڈانڈ نہ دیگا اور نہ عقر دیگا۔ اور اسی طرح اگر وہ بچہ دو ہزار کی قیمت کے برابر ہو تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر باندی دو ہزار کی قیمت کی ہو اور رب المال نے نسب کا دعویٰ کیا تو دعوت نسب صحیح ہے اور باندی اسکی ام ولد ہو جاویگی اور بچہ کا نسب اس سے ثابت ہوگا اور رب المال باندی کی چوتھائی قیمت مضارب کو ڈانڈ دیگا خواہ آسودہ حال ہو یا تنگدست ہو اور بچہ کی قیمت میں سے کچھ ڈانڈ نہ دیگا اور بھی باندی کے عقر کا آٹھواں حصہ مضارب کو دیگا۔ اور اگر خود مضارب ہی نے باندی سے وطی کی اور قیمت باندی کی دو ہزار درم ہیں اور اسکے بچہ ہوا اور بعد بچہ پیدا ہونے کے مضارب نے اسکے نسب کا دعویٰ کیا اور قیمت بچہ کی ہزار درم ہے تو باندی اسکی ام ولد ہو جاویگی اور تین چوتھائی اسکی قیمت رب المال کو دیگا اور تین آٹھویں حصے عقر کے دیگا خواہ خوش حال ہو یا تنگدست ہو اور بچہ کی قیمت میں کچھ ضامن نہوگا اور یہ بچہ مضاربت میں غلام ہوگا کہ مضارب اسکو فروخت کر سکتا ہے اور اسکا نسب مضارب سے ثابت نہوگا۔ پھر جب مضارب نے جو کچھ اسپر باندی کی قیمت اور عقر واجب ہوا تھا رب المال کو دیا اور اس نے قبضہ کر لیا تو بچہ کا نسب مضارب سے ثابت ہو جائیگا اور اسمیں سے آدھا آزاد ہو جائیگا اور بقدر نصف قیمت کے واسطے رب المال کے سعی کریگا خواہ مضارب خوش حال ہو یا تنگدست ہو اور امام اعظم رح کے نزدیک اسکی ولاء رب المال و مضارب میں برابر ہیگی اور صاحبین رح کے نزدیک کل ولاء مضارب کی ہوگی کذا فی المحیط

چودھواں باب خرید و فروخت کرنے سے پہلے یا اسکے بعد مال مضاربت کے تلف ہو جانے کے بیان میں

مال مضاربت میں سے جو تلف ہوا وہ نفع میں رکھا جائیگا نہ راس المال میں یہ کافی میں ہے۔ اگر مال مضاربت میں تصرف کرنے سے پہلے مال مضاربت تلف ہو گیا تو مضاربت باطل ہو گئی۔ اور تلف ہونے کے باب میں قسم سے مضارب کا قول مقبول ہوگا۔ اور اگر مضارب نے راس المال تلف کر دیا یا اسکو صرف کر دیا یا دوسرے شخص کو دیدیا اس نے تلف کر دیا تو اسکو مضاربت پر کوئی چیز خریدنے کا اختیار نہیں ہے۔ اور اگر مال کو اس شخص سے جس نے تلف کیا ہے لے لیا تو اسکو اسکے عوض مضاربت پر خریدنے کا اختیار ہے حسن رح نے امام اعظم رح سے روایت کی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ امام محمد رح سے مروی ہے کہ مضارب نے راس المال کے درم کسی شخص کو قرض دیدیے پس اگر وہی درم بعینہا واپس ملے تو مضاربت میں آ گئے اور اگر انکا مثل واپس لے تو مضاربت میں رجوع نہو جاوینگے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر مضارب کے پاس ہزار درم ہوں اس نے اسکے عوض ایک غلام خریدا اور ہنوز دام نہ دیے تھے کہ یہ درم اسکے پاس سے تلف ہو گئے تو رب المال اسکو دوسرے ہزار درم دیگا اور اگر وہ دوسرے ہزار بھی ثمن میں ادا کرنے سے پہلے تلف ہو گئے تو وہ پھر رب المال سے لے سکتا ہے ایسے ہی جب تک ایسا ہوتا رہے لے سکتا ہے اور راس المال جتنا رب المال نے دیا ہے ان سب کا مجموعہ قرار پاویگا یہ کافی میں ہے پھر اگر اسکے بعد مضارب نے اسکو مرابحہ [illegible] فروخت کرنا چاہا تو ہزار پر مرابحہ سے فروخت کرے اور اگر اس امر کو جو واقع ہوا ہے ویسا ہی بیان کر دے اور کل پر مرابحہ سے فروخت کرنا چاہے تو اسکو اختیار ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مضارب نے ہزار درم کو ایک باندی خریدی اور ہنوز اسکے ثمن نہ دیا تھا کہ مضارب نے دعوے کیا کہ میں نے اسکا ثمن ادا کر دیا ہے اور بائع نے انکار کیا اور قسم کھالی تو مضارب

رب المال سے دوسرے ہزار درم لیکر بائع کو دیکر باندی پر قبضہ کر لیگا پھر جب دونوں مال مضاربت کو تقسیم کریں تو
رب المال ثمن میں سے اپنے راس المال میں دو ہزار درم لے لیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کو ہزار درم نصف
کی مضاربت پر دیے اُس نے اُنکے عوض ایک باندی خریدی اور دام ادا کرنے سے پہلے یہ ہزار درم تلف ہو گئے
پس رب المال نے کہا کہ تیرے باندی کے خریدنے کے پہلے مال ضائع ہوا ہے پھر تو نے اپنے واسطے باندی خریدی ہے
نہ مضاربت کے واسطے اور مضارب نے کہا کہ نہیں بلکہ مال اُسوقت ضائع ہوا ہے کہ میں باندی خرید چکا ہوں اور اب میں
تجھسے اسکا ثمن لینا چاہتا ہوں اور حالت یہ ہے کہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ مال کب ضائع ہوا ہے تو رب المال کا قول قبول
ہوگا۔ اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو مضارب کے گواہ قبول ہونگے۔ اور اگر رب المال نے مضارب سے کہا کہ تو نے
مال ضائع ہونے سے پہلے باندی خریدی ہے پس اسکی خرید مضاربت میں رہی اور مضارب نے کہا کہ مال ضائع
ہونے کے بعد میں نے باندی خریدی ہے پس اُسکی خرید میرے واسطے ہے تو مضارب کا قول قبول ہوگا یہ محیط
میں ہے۔ اور اگر ہزار درم تلف نہوئے اور باندی کے ثمن میں ادا نکیے لیکن اُسنے ایک دوسری باندی مضاربت میں
خریدی اور کہا کہ اسکو میں پہلی باندی کے دام اُسکے داموں سے ادا کرونگا تو دوسری باندی کی خرید اُسکی ذات کے
واسطے واقع ہوگی مضاربت میں نہوگی۔ اور اگر پہلی باندی پر قبضہ کرکے اُسکے عوض دوسری باندی خریدی ہو تو جائز ہے
اور دوسری باندی مضاربت میں ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر ہزار درم کو ایک باندی دو ہزار کی قیمت کی خریدی
اور دام دینے سے پہلے مال ضائع ہوا تو رب المال کل ہزار کی ڈانڈ بھریگا یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر دو ہزار کی قیمت
کی باندی بعوض ہزار کی قیمت کی باندی کے خریدی اور خریدکر اس باندی پر قبضہ کر لیا اور جسکے عوض خریدی ہے وہ
ہنوز نہ دی تھی کہ دونوں مر گئیں تو مضارب خریدشدہ باندی کی قیمت میں پانچ سو درم ڈانڈ دیگا اور باقی رب المال
پر واجب ہونگے۔ اور اگر خریدشدہ باندی کی قیمت ایک ہزار درم ہوں اور جسکے عوض خریدی ہے اُسکی قیمت دو ہزار
ہوں اور رب المال نے اُسکو اجازت دیدی ہو کہ قلیل کثیر سے خریدے تاکہ یہ خریداری جائز ہووے پس مضارب نے
خریدشدہ پر قبضہ کیا اور دونوں مر گئیں تو رب المال سے قیمت لیگا یہ محیط میں ہے۔ اگر مضارب کے پاس ہزار درم
آدھے کی مضاربت پر ہوں اُس نے بعوض اُنکے ایک گٹھری کپڑوں کی خریدی اور اُسکو دو ہزار کو فروخت کیا پھر
دو ہزار کو ایک غلام خریدا اور ہنوز دام نہ دیے تھے کہ دونوں ہزار اُسکے پاس سے ضائع ہو گئے تو رب المال ایک ہزار
پانچ سو درم اور مضارب پانچ سو درم دیگا اور غلام میں سے چوتھائی مضارب کا اور تین چوتھائی مضاربت کا ہوگا اور
راس المال دو ہزار پانچ سو درم ہو جاوینگے اور غلام کو مرابحہ سے فقط دو ہزار پر فروخت کر سکتا ہے پھر اگر غلام چار ہزار درم
کو فروخت کیا تو چوتھائی ثمن مضارب کا ہوا اور تین چوتھائی مضاربت میں رہا اُسمیں سے دو ہزار پانچسو درم راس المال کے
نکال دیے جاوینگے باقی پانچ سو درم رب المال و مضارب کے درمیان نفع رہگیا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر مضاربت میں
کام کرکے دو ہزار تک بڑھا لیے پھر دونوں ہزار سے ایک باندی خریدی جسکی قیمت دو ہزار سے کم ہے اور اُسپر قبضہ کر لیا
پھر دونوں ہزار اُسکے پاس سے تلف و ہلاک ہو گئے تو مضارب پر باندی کی ثمن کے دو ہزار درم واجب ہونگے اور اُسمیں سے
تین چوتھائی رب المال سے واپس لیگا یہ مبسوط میں ہے۔ ہزار درم مضاربت سے ایک باندی دو ہزار کی قیمت کی
خریدی اور ہنوز دام نہ دیے تھے کہ اُسکو دو ہزار کو فروخت کیا اور دام لے لیے اور باندی نہ دی یہانتک کہ یہ سب

تلف ہوگیا تو یہ چار صورتوں سے خالی نہیں ہے یا تو تمام اموال ایک ساتھ تلف ہوئے یا ہزار مضاربت کے پہلے تلف
ہوئے پھر دو ہزار درم اور باندی ساتھ ہی یا آگے پیچھے تلف ہوئی یا باندی پہلے مری پھر دونوں مال ساتھ ہی یا آگے
پیچھے تلف ہوئے یا دو ہزار درم پہلے تلف ہوئے پھر باندی و مال ہزار درم ساتھ ہی یا آگے پیچھے تلف ہوئے پس یہ
چار صورتیں ہیں پس اگر پہلی صورت واقع ہوئی ہو تو مضارب تین ہزار درم کا ضامن ہوگا ہزار درم باندی کے بائع
کو اور دو ہزار درم اسکے مشتری کو دیگا اور رب المال سے دو ہزار پانچ سو درم واپس لیگا اور اگر دوسری صورت
واقع ہوئی تو ضمانت کے تینوں ہزار درم سب رب المال پر واجب ہونگے اور اگر تیسری صورت واقع ہوئی تو دو
ہزار پانچ سو درم رب المال پر اور پانسو درم مضارب پر واجب ہونگے۔ اور اسیطرح اگر چوتھی صورت واقع ہوئی
ہو تو بھی یہی حکم ہے جو تیسری صورت میں مذکور ہوا ہے۔ اور اصل یہ ہے کہ جسقدر مال کا مضارب رب المال کے واسطے
عامل ہو اور اسکے لیے کام کرتا ہو تو اسقدر کی ضمان رب المال پر قرار پاویگی کیونکہ اسی کے کام کی وجہ سے مضارب
پر ضمان آئی ہے تو جسکے نفع کے لیے کام تھا وہی ضمان دے اور اس وجہ سے کہ اس نے مضارب کو اس بلا میں ڈالا ہے
تو اسی پر اسکی رہائی اور بلا سے نکالنا واجب ہے اور جسقدر مال کا اپنی ذات کے لیے عامل ور اپنے واسطے کام کرتا تھا اسکی
ضمان مضارب پر ہوگی کیونکہ اسکا نفع خود کھاویگا تو اسکا نقصان بھی خود ہی اٹھاوے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کسی
شخص کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیے پس اس نے اسکے عوض ایک باندی ہزار درم کی قیمت کی خریدی اور
دام نہ دیے یہانتک کہ باندی مقبوضہ کو دو ہزار درم میں فروخت کیا پھر باندی نہ دی اور ثمن دونوں ہزار وصول
کر لیے پھر دو ہزار کو دو ہزار قیمت کی باندی خریدی اور دام نہ دیے مگر باندی پر قبضہ کر لیا پھر سب درم اور دونوں
باندیاں تلف و ہلاک ہوگئیں تو مضارب پر واجب ہے کہ ان لوگوں کو پانچ ہزار درم دیوے انمیں سے پہلی باندی
کے بائع کو ہزار درم دے اور اسکے مشتری کو ثمن مقبوضہ یعنی دو ہزار درم واپس دے کیونکہ باندی کے سپرد کرنے
سے پہلے اسکے مرجانے سے بیع فسخ ہوگئی ہے اور دوسری باندی کے بائع کو دو ہزار اسکا ثمن دیوے پھر رب المال
سے انمیں سے چار ہزار درم لے لیگا اسطرح کہ ہزار درم پہلی باندی کے دام اور ڈیڑھ ہزار درم جو اسکو فروخت کرکے دام
لیے تھے انمیں اور ڈیڑھ ہزار دوسری باندی کے دام لیگا اور اگر پہلے ہزار درم اولًا تلف ہوئے پھر باقی سب ساتھ ہی تلف
ہوئے تو رب المال سے پورے پانچ ہزار درم تاوان لیگا اور اگر دوسری باندی اولًا ہلاک ہوئی پھر باقی سب ساتھ تلف
ہوئے تو رب المال سے چار ہزار درم لیگا۔ اسی طرح اگر پہلی باندی اولًا ہلاک ہوئی یا دو ہزار درم اولًا تلف ہوئے تو بھی
یہی حکم ہے کہ یہ صورت اور کل کا ساتھ ہی تلف ہونا معنی میں یکسان ہے۔ اور اگر ہزار درم مضاربت سے ہزار درم کی قیمت کی
باندی خریدی اور اسپر قبضہ کر لیا اور دام نہ دیے پھر باندی کے عوض دو ہزار قیمت کا غلام خرید کر قبضہ کر لیا اور باندی
نہ دی پھر غلام کے عوض ہروی کپڑوں کی گٹھری تین ہزار قیمت کی خرید کر قبضہ میں لے لی اور غلام نہ دیا پھر اسکے
پاس یہ چاروں چیزیں تلف ہوگئیں تو اسکی پانچ صورتیں ہیں اگر سب اموال ایک ساتھ تلف ہوئے تو مضارب
پر چھ ہزار درم لازم آوینگے انمیں سے ایک ہزار باندی کی قیمت اور دو ہزار غلام کی قیمت اور تین ہزار ہروی
گٹھری کی قیمت ہوگی پس رب المال سے چار ہزار پانچ سو لیگا اور اپنے مال سے ایک ہزار پانچ سو دیگا پس
پورے چھ ہزار ادا کریگا۔ اور اگر ہزار درم پہلے تلف ہوئے پھر باقی ایک ساتھ تلف ہوگئے تو مضارب رب المال سے

پانچ ہزار پانچ سو درم لیکر اپنے مال سے پانچسو درم ادا کردیوے اور اگر پہلے غلام ہلاک ہوا پھر باقی سب تلف ہوئے تو رب المال سے چار ہزار پانچسو درم لیگا یعنی اپنے پاس سے ڈیڑھ ہزار دیگا اور اسی طرح اگر پہلے کپڑون کی گٹھری تلف ہوئی پھر سب باقی ساتھ ہی تلف ہوئے تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر باندی پہلے مرگئی پھر باقی سب ایک ساتھ تلف ہوئے تو رب المال سے چار ہزار سات سو پچاس درم لیگا۔ اور اگر ہزار درم سے ایک باندی ہزار درم کی قیمت کی خریدی اور اُسپر قبضہ کرلیا پھر اُس باندی سے دو باندیان ہر ایک ہزار درم کی خریدین اور اُنپر قبضہ کرلیا پھر سب باندیان اور راس المال ایک ساتھ تلف ہوئے تو مضارب پہلی باندی کے ہزار درم اور دوسری دونون باندیون کے دو ہزار درم ادا کریگا اور یہ سب رب المال سے لے لیگا بخلاف اسکے اگر پہلی باندی کے عوض ایک باندی دو ہزار کی قیمت کی خریدی ہو اور اُسپر قبضہ کیا ہو اور باقی مسئلہ یون ہی واقع ہو تو مضارب پہلی باندی کے ہزار درم اور دوسری باندی کے دو ہزار درم ادا کریگا اور رب المال سے دو ہزار پانچ سو درم لیگا۔ اسی طرح اگر دو باندیون مین سے ایک پہلے مرگئی پھر باقی سب ساتھ ہی تلف ہوئے تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر ہزار درم پہلے تلف ہوئے پھر باقی سب ساتھ ہی تلف ہوئے تو مضارب تین ہزار درم رب المال سے لے لیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر کسی کو ہزار درم آدھے کی مضاربت مین دیئے اُسنے بعوض اُسکے ہزار درم کی قیمت کی باندی خریدی اور اُسپر قبضہ کرلیا پھر اُسکو دو ہزار کو بیچا اور دام لیے اور باندی نہ دی پھر اُن دو ہزار اور پہلے ایک ہزار سے چار ہزار کی قیمت کی باندی خریدکر قبضہ کرلیا پھر پہلی باندی کے بائع کو راس المال ہزار درم دیدیے اور دو ہزار اُسکو دیے جس سے دوسری باندی خریدی ہے تو اُسپر ایک ہزار درم اُسکے مال سے دوسری باندی کے بائع کے واسطے واجب ہونگے پس اگر اُسنے پہلے ہزار درم ادا نکیے یہان تک کہ تلف ہوگئے اور دوسری باندی چھ ہزار درم کو فروخت کردی تو خود مضارب کے ہزار درم کے حصہ کے مقابلہ مین اس باندی کے ثمن کی تہائی ہوگی یعنی دو ہزار درم اور باقی چار ہزار درم مضاربت مین رہینگے کہ اسمین سے ایک ہزار درم اُس شخص کو دیدے جس سے پہلی باندی خریدی ہے پھر رب المال ہزار درم اپنا راس المال لے لیگا اور باقی دو ہزار درم موافق شرط کے اُن دونون مین نفع کے تقسیم ہونگے اور اگر مضارب نے وہ دو ہزار درم جس سے دوسری باندی خریدی ہے ادا نکیے ہون یہان تک کہ ضائع ہوگئے اور مسئلہ بحالہ رہے تو یہ درم بھی دوسری باندی کے ثمن سے باقی دو تہائی مین سے ادا کریگا پس کچھ نفع باقی نہ رہیگا یہ مبسوط مین ہے۔ نوادر ابن سماعہ مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ اگر مضارب نے ہزار درم مضاربت سے کوئی متاع خریدکر اُسپر قبضہ کرلیا اور ہزار درم نہ دیے یہان تک کہ تلف ہوگئے پھر بائع نے اُسکو بری کردیا (ثمن معاف کردیا ۱۲م) تو مضارب کو رب المال سے کچھ لینے کا اختیار نہین ہے اور وہ متاع مضاربت مین رہیگی یہ محیط مین ہے اور اگر مضاربت سے اُسنے کام کیا یہان تک کہ چار ہزار درم ہوگئے دو ہزار اُنمین سے دین ہین اور دو ہزار عین ہین اُسنے ان دو ہزار سے ایک باندی خریدی اور ہنوز اُسپر قبضہ نہ کیا تھا کہ دونون دو ہزار تلف ہوگئے تو وہ رب المال سے اُسکی تین چوتھائی لے لیگا اور جب اُس نے باندی پر قبضہ کیا تو بدون مضاربت کے چوتھائی باندی اُسکی ہوگی پھر اگر باندی اُسکے پاس تلف ہوگئی پھر اُسکے بعد دین برآمد ہوا تو یہ سب رب المال کا ہوگا کیونکہ یہ اُسکے راس المال سے کم ہے اسواسطے کہ اُسکا راس المال دو ہزار پانچ سو درم ہین اور مضارب اُن دو ہزار مین سے رب المال سے کچھ نہین لے سکتا ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور جسقدر مال مضاربت مین سے تلف ہوگیا وہ نفع مین سے محسوب کیا جائیگا نہ راس المال سے کذا فی الکافی

[illegible] کیونکہ دو تہائی مین سے ... دو ہزار باقی رہے ۱۲م

پندرھوان باب مضارب کے مال مضاربت سے منکر ہو جانے کے بیان مین - امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر رب المال سے مضارب نے کہا کہ تو نے مجھے کچھ نہین دیا ہی پھر کہا کہ مجھے تو نے ہزار درم مضاربت مین دیے ہین تو وہ مال کا ضامن ہوگا - امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ اگر ان درمون سے باوجود انکار کے کوئی چیز خریدے تو اپنے واسطے خریدنے والا ہوگا - اور اگر بعد اقرار کے خریدے تو قیاس چاہتا ہی کہ اپنے واسطے خریدنے والا ہو مگر استحساناً مضاربت مین ہوگی اور وہ ضمان سے بری ہو جائیگا کذا فی المحیط امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر مضارب نے کہا کہ یہ ہزار درم راس المال ہین اور یہ پانچ سو درم نفع ہین اور خاموش رہا پھر کہا کہ مجھپر فلان شخص کا قرضہ ہی تو اسکا قول قبول ہوگا حسن رح نے کہا کہ اگر اُس نے اپنے قول کو ملا کر بیان کیا تو مقبول ہوگا اور اگر جدا کر کے بیان کیا تو مقبول نہوگا اور یہ قیاس قول امام اعظم رح ہی کذا فی الحاوی - اگر مضارب کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیے پس مضارب نے اقرار کیا کہ مین نے اسمین ایک ہزار کا نفع اٹھایا ہی اور دو ہزار درم لایا پھر اُس نے انکار کیا اور کہا کہ مجھے اسمین صرف پانچسو درم کا نفع حاصل ہوا ہی پھر اُسکے پاس دونون ہزار درم تلف ہو گئے اور گواہون نے گواہی دی کہ اُس نے اسقدر نفع کا اقرار کیا ہی تو اُس سے اُن پانچ سو درم نفع کی ضمان لیجائیگی جسکا اُس نے انکار کیا تھا اور رب المال اُنکو راس المال مین لے لیگا اور سوا اُن پانچ سو درم کے اُس سے کچھ ضمان نہین لے سکتا ہی - اور اگر اُس نے یون انکار کیا ہو کہ مین نے کچھ بھی نفع نہین اٹھایا ہی اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو پورے ہزار درم نفع کی ضمان اُس سے لیجاویگی اور رب المال اُسکو اپنے راس المال مین لے لیگا اور پھر راس المال کی ضمان اُسپر نہین آتی ہی یہ مبسوط مین ہی اور اگر مضارب نے رب المال سے کہا کہ مین نے تجھے تیرا راس المال دیدیا ہی اور یہ جو میرے پاس ہی یہ نفع ہی پھر کہا کہ مین نے تجھے دیا نہین ہی ولیکن میرے پاس تلف ہو گیا ہی تو وہ ضامن ہو گیا کذا فی الحاوی

سولھوان باب نفع کے تقسیم کرنے کے بیان مین - اصل یہ ہی کہ رب المال کے اپنے راس المال پر قبضہ کرنے سے پہلے نفع کی تقسیم موقوف رہتی ہی اگر اُس نے راس المال پر قبضہ کر لیا تو تقسیم صحیح ہو گئی اور اگر قبضہ نہ کیا تو باطل ہو گئی یہ محیط سرخسی مین ہی امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر مضارب نے مال مضاربت مین کام کیا اور ایک ہزار درم کا نفع اٹھایا پھر دونون نے نفع تقسیم کر لیا حالانکہ مال مضاربت مضارب کے پاس بحالہ باقی ہی پس رب المال نے پانچسو درم نفع لیے اور پانچ سو درم مضارب نے لیے پھر جسکو دونون نے راس المال قرار دیا ہی وہ مضارب کے پاس کام کرنے سے پہلے یا اُسکے بعد تلف ہو گیا تو دونون کا نفع تقسیم کر لینا باطل ہو گیا اور جو رب المال نے وصول کیا ہی وہ راس المال مین شمار ہوگا اور جو مضارب نے لیا ہی وہ رب المال کو دیگا کہ اُسکے ہزار درم پورے کر دے اگر بعینہ قائم ہو اور اگر اُسنے تلف کر دیے ہون یا ضائع ہو گئے ہون تو اُسکے مثل رب المال کو دیدے اور ایک ہزار درم جو مضارب کے پاس تلف ہوئے یہ نفع مین قرار دیے جاوینگے یعنی نفع تلف ہوا ہی یہ محیط مین ہی - اور اگر نفع کے دو ہزار درم ہون اور ہر ایک نے ایک ایک ہزار لے لیے پھر راس المال تلف ہوا پس وہ ہزار درم جو رب المال نے نفع قرار دیکر لیے ہین وہی راس المال ہین اور مضارب اپنے مقبوضہ مین سے پانچسو درم اُسکو دیدیگا اور اگر رب المال نے راس المال وصول کر لیا پھر دونون نے نفع تقسیم کیا پھر رب المال نے وہ ہزار درم جو راس المال مین لیے ہین مضارب کو دیدیے اور کہا کہ اس سے مضاربت سابقہ پر کام کر پھر اگر دوسرے نفع یا نقصان ہو تو پہلی تقسیم باطل نہوگی کیونکہ

یہ مضاربت جدیدہ ہی اور پہلی مضاربت تو اُسوقت ختم ہوگئی جسوقت دونوں نے نفع تقسیم کیا اور یہ جو کہا کہ اُسی مضاربت میں جو پہلے تھی کام کرا س سے یہ مراد لیجاویگی کہ جس شرط سے پہلی مضاربت تھی اُس شرط سے اس مضاربت میں کام کر یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر دونوں نے نفع تقسیم کرلیا اور مضاربت فسخ کردی پھر دوبارہ عقد مضاربت قرار دیا پھر اُسکے بعد راس المال تلف ہوگیا تو پھر پہلے نفع کو باہم واپس نہ کرینگے پس جس صورت مین مضارب کو خوف ہو کہ بعد تقسیم کے بسبب اُسکے مقبوضہ راس المال کے تلف ہوجانے کے نفع واپس لیا جاویگا تو اُس صورت مین یہی حیلہ ہی یعنے عقد جدید قرار دے یہ تبئین مین ہی۔ جس شخص نے دوسرے کو ہزار درم آدھے کی مضاربت مین دیے اور مضارب نے دو ہزار نفع اُٹھایا پھر دونوں نے نفع باہم تقسیم کرلیا پھر مضارب نے رب المال کو ہزار درم راس المال اُسکا دیدیا پھر مضارب نے اپنا حصہ نفع ہزار درم لے لیا اور حصہ رب المال رہگیا وہ اُس نے نہ لیا یہانتک کہ مضارب کے پاس تلف ہوگیا پس ہزار درم جو اُسکے پاس ضائع ہوئے ہین دونوں کے ضائع ہوئے اور جو مضارب کے پاس باقی رہے وہ دونوں کے باقی رہے پس رب المال اُس سے پانچسو درم واپس لیگا اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ حصہ رب المال کا قبل قبضہ کے ضائع ہوگیا اور اگر مضارب کا حصہ ہزار درم بعد اُسکے قبضہ کر لینے کے ضائع ہوا تو تقسیم نہ ٹوٹیگی اور جسقدر ضائع ہوا وہ مضارب کا مال گیا اور جو باقی رہا ہی یعنے غیر مقبوضہ حصہ رب المال وہ رب المال کا ہی رب المال اسکو لے لیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر مضارب نے رب المال سے بٹائی کرلی اور اپنا حصہ لے لیا اور رب المال نے اپنا حصہ نہین لیا یہانتک کہ جو کچھ مضارب نے اپنے واسطے قبضہ مین لیا تھا اور جو اُسکے پاس باقی تھا سب ضائع ہوگیا تو جسقدر رب المال نے اپنے حصہ کا نفع اپنے قبضہ مین نہین لیا تھا وہ دونوں کا مال گیا اور ایسا ہوگیا کہ گویا تھا ہی نہین کیونکہ مضارب اسقدر مین امین باقی رہا تھا اور مضارب نے جسقدر مین سے جو اُس نے اپنی ذات کے واسطے اپنے قبضہ مین لیا ہی نصف حصہ رب المال کو ڈانڈ دیگا چونکہ اُسپر قبضہ کرنے کی وجہ سے اُسکا بھر پانے والا ہوگیا تھا اسوجہ سے تلف ہونا مال مضمون کا تلف ہونا قرار پاویگا پس اُسکی ضمان لازم آئی اور چونکہ یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ وہی تمام نفع ہی اسلیے کہ جو حصہ رب المال تلف ہوا وہ امانت کی راہ سے گیا اور ایسا گیا کہ گویا تھا ہی نہین تو بسبب امانت کے اُسکی ضمان نہ آویگی رہگیا صرف اسقدر حصہ جو مضارب کے قبضہ مین ہی پس چونکہ یہ مال مضمون ہی اور اسی قدر حصہ نفع ہی اسواسطے مضارب اسمین سے نصف رب المال کو ڈانڈ دیگا یہ مبسوط مین ہی کسی نے دوسرے کو آدھے کی مضاربت پر کچھ مال دیا اُس نے اُس مال سے خرید و فروخت کی خواہ نفع اُٹھایا یا نہین اور ایک اسباب خرید ا اور اُسکو فروخت نہین کیا یہانتک کہ رب المال نے مضارب کے لیے نفع مین کچھ بڑھا دیا یا کچھ گھٹا دیا پھر اُسکے بعد نفع اُٹھایا تو جائز ہی اور دونوں اس قرار پر تقسیم کرینگے خواہ نفع اُسکے بعد حاصل ہو یا پہلے اور اگر دونوں نے بانٹ لیا پھر ایک نے زیادتی یا کمی کردی تو بھی ایسا ہی ہی اور امام محمد رح سے روایت ہی کہ رب المال کی طرف سے مضارب کے لیے کمی جائز ہی زیادتی نہین جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی یہ اگر رب المال نے مضارب سے دس بیس لے لیے اور مضارب باقی مال سے کام کرتا رہا پس اگر مضارب نے ہر بار جو رب المال کو دیا تو یہ کہدیا کہ یہ نفع ہی تو یہ نفع مین رکھا جائیگا اور پھر اسکے بعد مضارب کا یہ کہنا کہ مین نے نفع نہین اُٹھایا ہی جو کچھ تو نے مجھسے لیا ہی وہ راس المال مین تھا مقبول نہوگا۔ اور اگر اس نے دیتے وقت یہ نہین کہا تو امام ابو یوسف رح سے

مروی ہے کہ حساب کے روز رب المال اپنا پورا مال لے لیگا اور باقی دونوں میں مشترک ہوگا اور جو کچھ رب المال نے حساب سے پہلے لے لیا ہے وہ راس المال میں سے کم نہ کیا جائیگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ ایک شخص کو ہزار درم مضاربت میں دیے اُس نے اُسمیں ایک ہزار کا نفع اُٹھایا اُس سے رب المال نے کہا کہ میرا راس المال مجھے دے اور جو باقی رہا وہ تیرا ہے تو یہ جائز نہیں ہے جس صورت میں کہ مال بعینہٖ قائم ہو کیونکہ یہ مجہول ہبہ ہے اور اگر تلف کیا گیا ہو تو جائز ہے کیونکہ جو کچھ مضاربت کا اُسپر تھا اُس سے بری کر دیا ہے ہبہ نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

سترھواں باب رب المال و مضارب میں اور دو مضاربوں میں اختلاف کے بیان میں۔ اور اس باب میں سات فصلیں ہیں۔

فصل اول۔ مضارب کی خریدی ہوئی چیز میں اسطور سے اختلاف کرنے کے بیان میں کہ یہ مضاربت کی ہے یا نہیں ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیے اُس نے ایک ہزار درم کو ایک غلام خریدا اور خریدنے کے وقت یہ کہا کہ میں اسکو مضاربت کے واسطے خریدتا ہوں پھر جب اُسپر قبضہ کیا تو کہا کہ خریدنے کی حالت میں میری نیت تھی کہ مضاربت میں ہے اور رب المال نے اُسکی تکذیب کی اور کہا کہ تو نے اپنے واسطے خریدا ہے تو اس مسئلہ کے اندر چار صورتیں ہیں یا تو مضارب کے اقرار کے وقت مال مضاربت اور غلام دونوں قائم ہونگے یا دونوں تلف ہو گئے ہونگے۔ یا غلام قائم ہوگا اور مال تلف ہو گیا ہوگا یا مال قائم ہوگا اور غلام تلف ہو گیا ہوگا پس پہلی صورت میں قسم سے مضارب کا قول قبول ہوگا پھر اگر بائع کو مال مضاربت یعنی غلام کا ثمن دینے سے پہلے اُسکے پاس تلف ہو گیا تو رب المال سے پھر لے لیگا اور بائع کو دیدیگا اور دوسری صورت میں بدون گواہوں کے مضارب کے قول کی تصدیق نہوگی اور مضارب بائع کو ہزار درم خود اندر دیگا اور رب المال سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور یہی حکم تیسری صورت میں ہے۔ اور چوتھی صورت میں مذکور ہے کہ مضارب کی اس باب میں رب المال پر تصدیق کیجاویگی کہ جسقدر اُسکے پاس راس المال ہے وہ بائع کو دیدے اور اس باب میں تصدیق نہوگی کہ درصورت اس مال مقبوضہ کے تلف ہو جانے کے دوبارہ رب المال سے پھر لے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مضارب نے مال مضاربت ہزار درم سے ایک غلام خریدا پھر اُسکے دام اپنے مال سے دیے اور کہا کہ میں نے اپنے واسطے خریدا ہے اور رب المال نے اُسکی تکذیب کی تو رب المال کا قول لیا جائیگا یعنی وہ غلام مضاربت میں رکھا جائیگا اور مضارب ہزار درم مضاربت کے اپنے داموں کے بدلے جو اُس نے ادا کیے ہیں لے لیگا اور اگر ہزار درم کو ایک غلام خریدا اور مضاربت یا غیر مضاربت کا کچھ نام نہ لیا پھر کہا کہ اپنے واسطے میں نے خریدا ہے تو اُسی کا قول قبول ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر اس امر پر اتفاق کیا کہ مضارب کے دل میں خریدنے کے وقت کچھ نیت نہ تھی تو امام ابو یوسف رح کے قول پر داموں پر حکم ہوگا اگر اُسنے مضاربت سے دام دیے ہیں تو وہ غلام مضاربت کا ہے اور اگر اپنے پاس سے دیے ہیں تو اُسکا ہے اور امام محمد رح کے نزدیک یہ خرید مضارب کے واسطے ہوگی خواہ اُس نے مال مضاربت سے دام دیے ہوں یا اپنے مال سے دیے ہوں جیسا کہ وکیل خاص کا حکم کتاب البیوع میں معلوم ہو چکا ہے یہ محیط میں ہے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور کچھ نام لیا پھر دوسرا ہزار درم کو خریدا اور کچھ بیان نہ کیا پھر کہا کہ دونوں کی میں نے مضاربت کے واسطے نیت کی تھی اور ہنوز مال دیا نہیں ہے پس اگر دونوں میں اسکی تصدیق کی تو پہلا مضاربت میں ہوگا دوسرا نہوگا اسیطرح اگر دونوں میں اُسکی تکذیب کی یا اول میں تصدیق کی الخ

لشرکت رب المال سے ۱۲ م

اور دوسرے مین تکذیب کی تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر دوسرے مین تصدیق کی اول مین نہ کی تو رب المال کا قول قبول ہوگا اور دوسرا غلام مضاربت مین قرار دیا جائیگا۔ اور اگر دونون کو ایک ہی صفقہ مین خریدا ہو ہر واحد ہزار درم کو خریدا اور کہا کہ مین نے نیت کی تھی کہ ہر واحد دونون مین سے بعوض ہزار مضاربت کے ہو پس اگر رب المال نے دونون مین اسکی تصدیق کی تو ہر ایک کا نصف مضاربت مین قرار دیا جائیگا اور باقی مضارب کا ہوگا اور اگر دونون مین تکذیب کی تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر کسی معین مین تصدیق کی اور کہا کہ یہ غلام تو نے مضاربت کے واسطے خریدا ہے تو وہی مضاربت مین ہوگا جیسا مسمّی مین ہے۔ اور اگر مضارب نے کہا کہ مین نے دونون کو بعوض اپنے ہزار درم و مضاربت کے ہزار درم کے خریدا ہے پس رب المال نے کہا کہ تو نے یہ غلام معین بعوض مال مضاربت کے خریدا ہے تو مضارب کا قول قبول ہوگا اور دونون غلامون کا نصف مضاربت کا ہوگا اور نصف مضارب کا ہوگا کذا فی المبسوط۔

دوسری فصل مضاربت کے عموم وخصوص مین اختلاف کے بیان مین۔ اگر مضارب نے دعوی کیا کہ مضاربت ہر تجارت کے واسطے عام تھی اور رب المال نے خصوص کا دعوی کیا تو مضارب کا قول قبول ہوگا یہ کافی مین ہے مضارب و رب المال نے اگر اختلاف کیا پس مضارب نے کہا کہ تو نے مجھے آدھے کی مضاربت پر مال دیا ہے اور کسی چیز کا نام نہین لیا ہے اور رب المال نے کہا کہ مین نے صرف روئی کے کپڑون یا اناج کی تجارت کی اجازت دی ہے پس اگر یہ اختلاف تصرف سے پہلے واقع ہوا ہو تو رب المال کا قول قبول ہوگا اور رب المال کا تجارت عام ہونے سے انکار کرنا بطور عموم کے تصرف کرنے سے ممانعت ٹھہرایا جائیگا اور مضارب کو بطور عموم کے تصرف کرنے کا اختیار نہوگا اور اگر تصرف کرنے کے بعد یہ اختلاف ہوا تو قیاساً قسم کے ساتھ مضارب کا قول قبول ہوگا اور رب المال پر گواہ لانے ہونگے اور اسی کو یعنی استحسان ہی کو ہمارے علمائے ثلثہ رحمہم اللہ تعالی نے اختیار کیا ہے یہ محیط مین ہے اور اگر رب المال عموماً مضاربت کا مدعی ہو تو قیاساً و استحساناً اُسی کا قول قبول ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے اور اگر عموم وخصوص مین اختلاف کرنے کی صورت مین دونون نے گواہ قائم کیے پس اگر دونون فریق گواہون نے آگے پیچھے کا وقت مقرر کیا یعنی گواہی مین بیان کیا تو اُسکی گواہی پر حکم کیا جائیگا جو دونون مین آخر امر کو ثابت کرتا ہو یعنی اخیر وقت والے گواہون کی گواہی پر حکم ہوگا۔ اور اگر دونون فریق نے وقت بیان نہ کیا یا ایک ہی وقت بیان کیا یا ایک نے وقت بیان کیا اور دوسرے نے بیان نہ کیا اور معلوم نہین ہوتا کہ کون امر پہلے تھا۔ اور کون اس کے بعد کا ہو تو مدعی خصوص کے گواہون پر ڈگری ہوگی یہ ایسا ہی کتاب الاصل مین مذکور ہے۔ اور قدوری مین ہے کہ اگر دونون نے گواہ قائم کیے اور مضارب عموم مضاربت کا دعوی کرتا ہے پس اگر اسکے گواہون نے صریح گواہی دی کہ رب المال نے اسکو ہر تجارت کے واسطے مال دیا ہے تو اُسی کے گواہ قبول ہونگے اور اگر اس طور سے گواہی نہ دی تو رب المال کے گواہ مقبول ہونگے یہ محیط مین ہے۔ اسی طرح اگر شرط سے ممانعت و عدم ممانعت مین اختلاف کیا تو بھی مثل عموم و خصوص تجارت کے اختلاف کے حکم ہے کذا فی الحاوی۔ اگر مضارب مال مین تصرف کر چکا ہو پھر دونون نے مضاربت کے خاص ہونے مین تو اتفاق کیا مگر اُس نوع مین اختلاف کیا جسکے ساتھ خصوصیت واقع ہوئی ہو اور دونون نے گواہ قائم کیے تو جس طرح عموم و خصوص کے اختلاف مین (مثلاً کپڑون یا اناج ۱۲ م) دونون کے گواہ قائم کرنے کی صورت مین مدعی

یعنی بمقابلہ مسمی کے جس مضاربت کا ... مقدار اجرت ... یعنی تجارت ایک ... فریق گواہ ... سے کہا کہ مضاربت ... ۱۲ م ... رب المال نے

قیاس یہ کہ دونون کی اجازت دی تھی اور فریق دوم نے گواہی دی کہ فلان کے سوا ذکر نہین عام اجازت دی تو مقبول ہوگی بخلاف اول کے ۱۲ م

حکم مذکور ہوا ہے وہی بیان بھی ہے کہ اگر دونوں فریق نے وقت بیان کیا اور ایک نے دوسرے کے وقت سے پیچھے کا وقت بیان کیا تو پچھلے وقت والوں پر حکم ہوگا اور یہ امر اخیر امر اول کا ناسخ قرار دیا جاویگا اور اگر اول و آخر معلوم نہ ہو سکے مثلاً دونوں نے ایک ہی وقت بیان کیا یا وقت ہی بیان نہ کیا یا صرف ایک ہی نے وقت بیان کیا تو مضارب کی گواہی مقبول ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ اگر مضارب نے کہا کہ تو نے مجھے سب شہروں میں جانے کی اجازت دی تھی یا تو نے کچھ قید نہیں لگائی تھی اور رب المال نے کہا کہ میں نے تجھے صرف بصرہ جانے کی اجازت دی تھی تو مضارب کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر مضارب نے کہا کہ مجھے تو نے بصرہ و کوفہ جانے کی اجازت دی تھی اور رب المال نے کہا کہ فقط بصرہ جانے کی اجازت دی تھی تو رب المال کا قول قبول ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر مضارب نے کہا کہ مجھے تو نے نقد و ادھار دونوں کی اجازت دی تھی اور رب المال نے کہا کہ میں نے تجھے نقد کا حکم کیا تھا تو مضارب کا قول قبول ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

تیسری فصل مضارب کے واسطے جو نفع شرط کیا گیا اسکی مقدار میں اختلاف کرنے اور راس المال کی مقدار میں اختلاف کرنے اور بجہت قبض المال میں اختلاف کرنے کے بیان میں۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کو ہزار درم مضاربت میں دیے اس نے انمیں ایک ہزار درم کا نفع اٹھایا پھر دونوں نے اختلاف کیا مضارب نے کہا کہ تو نے میرے لیے آدھے نفع کی شرط کی تھی اور رب المال نے کہا کہ تہائی کی شرط کی تھی تو رب المال کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو مضارب کے گواہ قبول ہونگے یہ محیط میں ہے۔ اگر دونوں نے نفع میں اختلاف کیا رب المال نے کہا کہ میں نے تیرے لیے تہائی کی شرط کی تھی اور مضارب نے کہا کہ تو نے میرے واسطے نصف کی شرط کی تھی پھر مضارب کے پاس مال تلف ہو گیا تو مضارب چھٹے حصہ نفع کا ضامن ہوگا اور خاص اپنے مال سے مالک کو ادا کریگا اور اسکے ماسوا کی اسپر ضمان نہیں ہے یہ حاوی میں ہے۔ اگر مضارب نے کہا کہ تو نے میرے واسطے آدھے نفع کی شرط کی تھی اور رب المال نے کہا کہ میں نے نفع میں سے سو درم کی تیرے واسطے شرط کی تھی یا کہا کہ میں نے تیرے واسطے کچھ شرط نہیں کی تھی اور مضاربت فاسد ہو اور تجھکو اجر المثل ملیگا تو قسم سے رب المال کا قول قبول ہوگا۔ اسی طرح اگر مضارب نے کہا کہ تو نے میرے لیے آدھے نفع کی شرط کی تھی اور رب المال نے کہا کہ میں نے تیرے واسطے دس درم کم تہائی نفع کی شرط کی تھی تو بھی رب المال کا قول قبول ہوگا اور اگر ان دونوں مسئلوں میں دونوں نے گواہ قائم کیے تو مضارب کے گواہ قبول ہونگے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر مضارب نے کہا کہ میرے واسطے تہائی نفع کی شرط کی تھی اور رب المال نے کہا کہ میں نے تیرے واسطے تہائی نفع اور دس درم کی زیادتی کی شرط کی تھی یعنی مضاربت فاسد ہے اور اجر المثل واجب ہے تو مضارب کا قول قبول ہوگا اسکو تہائی نفع ملیگا اور رب المال کے قول کی جو مضاربت فاسد ہونے کے دعوی میں ہے تصدیق نہ کیجاویگی۔ پھر اگر دونوں نے اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے تو رب المال کے گواہ قبول ہونگے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مال میں گھاٹا کھایا اور رب المال نے کہا کہ میں نے تیرے واسطے نصف نفع کی شرط کی تھی اور مضارب نے کہا کہ تو نے میرے واسطے سو درم دینے کی شرط کی تھی یا کچھ نہیں شرط کی تھی پس اجر المثل ملنا چاہیے تو قول رب المال کا قبول ہوگا اور اگر دونوں نے اپنے اپنے دعوی کے گواہ قائم کیے تو گواہ بھی رب المال کے قبول ہونگے بشرطیکہ مضارب اس دعوی کے گواہ قائم کرے کہ رب المال نے

بلا شرط مال دیا تھا اجر المثل چاہیے ہو اور اگر مضارب نے اس دعوی کے گواہ دیے کہ رب المال نے سو درم دینے کی شرط کی تھی تو رب المال کے گواہ قبول نہونگے بلکہ مضارب کے گواہ قبول ہونگے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک مضارب کے پاس دو ہزار درم ہیں اُس نے کہا کہ تو نے مجھے راس المال میں ہزار درم دیے تھے اور ہزار درم میں نے نفع کمایا ہے اور رب المال نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے تجھے دو ہزار درم مضاربت میں دیے ہیں تو مضارب کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر دونوں نے مقدار راس المال و نفع میں اختلاف کیا اور رب المال نے کہا کہ میں نے راس المال میں تجھے دو ہزار درم دیے ہیں اور تہائی نفع کی شرط کی ہے اور مضارب نے کہا کہ راس المال میں ایک ہزار درم دیے ہیں اور نصف نفع کی شرط کی ہے تو راس المال کی مقدار میں مضارب کا قول قبول ہوگا اور نفع کی شرط میں رب المال کا قول قبول ہوگا اور دونوں میں سے جسنے اپنی زیادتی کے دعوی کے گواہ قائم کیے اُسکے گواہ قبول ہونگے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو مقدار راس المال میں رب المال کے گواہ قبول ہونگے اور وہ دو ہزار درم راس المال کے لے لیگا اور اگر مال کے تین ہزار درم ہوں تو نفع کے دعوے میں مضارب کے گواہ قبول ہونگے حتی کہ دو ہزار سے زیادہ ایک ہزار جو نفع رہا وہ دونوں میں نصفا نصف تقسیم ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مضارب تین ہزار درم لایا اور کہا کہ ایک ہزار راس المال کے ہیں اور ایک ہزار نفع کے ہیں اور ایک ہزار کسی شخص کی ودیعت ہیں یا غیر کی مضاربت یا بضاعت کے ہیں یا شرکت کے ہیں یا مجھپر ہزار درم قرضہ ہیں تو ودیعت و شرکت و بضاعت و قرضہ میں مضارب کا قول قبول ہوگا یہ بدائع میں ہے۔ اگر رب المال نے بضاعت ہونے کا دعوی کیا اور مضارب نے مضاربت صحیحہ یا فاسدہ کا دعوے کیا تو رب المال کا قول قبول ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کو کچھ مال دیا اُس نے کچھ نفع حاصل کیا پھر عامل نے کہا کہ مجھے تو نے یہ مال قرض دیا ہے اور دینے والے نے کہا کہ میں نے تجھے بضاعت میں یا تہائی کی مضاربت میں دیا ہے یا مضاربت میں دیا ہے اور کچھ نفع مقرر نہیں کیا ہے یا تیرے واسطے سو درم نفع سے مقرر کر دیے ہیں تو رب المال کا قول قبول ہوگا۔ اسی طرح اگر رب المال نے بضاعت یا مضاربت کا دعوی کیا اور قابض مال نے کہا کہ مجھے تو نے قرض دیا ہے تمام نفع میرا ہے تو بھی رب المال کا قول قبول ہوگا اور گواہ مضارب کے مقبول ہونگے یہ ذخیرہ میں ہے۔ پس اگر مضارب نے بضاعت ہونے کا اقرار کیا تو اُسے کچھ نہ ملیگا اور اگر تہائی پر مضاربت کا اقرار کیا تو تہائی نفع دیا جائیگا اور اگر مضاربت فاسدہ کا اقرار کیا تو اجر المثل ملیگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو مضارب کی گواہی مقبول ہوگی یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر مال عامل کے پاس بعد اس کہنے کے کہ یہ میرے پاس قرض تھا تلف ہو گیا اور رب المال نے کہا کہ یہ بضاعت یا مضاربت صحیحہ یا فاسدہ تھا تو اصل و نفع کا ضامن ہوگا ولیکن اگر رب المال نے کہا کہ میں نے تجھے تہائی کی مضاربت پر دیا ہے تو اس صورت میں سوائے تہائی کے باقی کا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر مضارب نے کہا کہ تو نے مجھے مضاربت میں دیا ہے اور رب المال نے کہا کہ میں نے تجھے قرض دیا ہے تو رب المال کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر اسکے بعد مضارب کے پاس یہ مال تلف ہو گیا پس اگر قبل عمل کے تلف ہوا تو وہ ضامن نہوگا اور اگر بعد عمل کے تلف ہوا ہے تو مضارب مال کا ضامن ہوگا اور اگر دونوں نے اپنے اپنے دعوی پر گواہ دیے تو رب المال کے گواہ قبول ہونگے

سلہ یعنی قبلہ رب المال نے سو درم کے وہ ہزار درم مضارب نے نصف نفع کے واسطے راس المال خیرت کے باب الشرکۃ میں ہے التصرف میں ان کی زیادہ نفع ماکانتی اپنے بارہ ہے بیان الشرکت البضاعۃ الفاسدۃ خصیۃ

بالو انقص فاذھم ۱۲ سلہ لانہ تحسر ولولم یبنہ لم یضمن شیئا وانما یضمن الربح لکون المضاربۃ غیر سماۃ فیجب اجر المثل وذلک الزمہ بلاشرط لم یضمن الفضل علی القدر المسمی کما لایخفی ۱۲

اور مضارب ضامن ہوگا خواہ مال قبل عمل کے ضائع ہوا یا اُسکے بعد ضائع ہوا ہو یہ محیط مین ہی۔ اگر مضارب نے کہا کہ
تو نے مجھے مضاربت مین دیا ہی اور میرے کام کرنے سے پہلے وہ ضائع ہوگیا اور رب المال نے کہا کہ تو نے غصب
کرلیا ہی تو مضارب پر ضمان نہوگی اور اگر اُسنے عمل کیا پھر ضائع ہوا ہی تو وہ مال کا ضامن ہوگا اور اگر دونون نے
گواہ قائم کیے تو دونون وجہون مین مضارب کے گواہ قبول ہونگے۔ اور اگر مضارب نے کہا کہ مین نے تجھسے یہ مال
مضاربت مین لیا اور اُس سے کام کرنے سے پہلے یا بعد وہ میرے پاس سے ضائع ہوا اور رب المال نے کہا کہ تو نے مجھسے
غصب کیے لیا ہی تو رب المال کا قول مقبول ہی اور مضارب دونون صورتون مین ضامن ہی یہ مبسوط مین ہی۔ منتقی مین امام محمدؒ
سے روایت ہی کہ مضارب نے کہا کہ مین نے تجھسے غصب کرلیا ہی پس ضمان و کل نفع میرا ہی اور رب المال نے کہا
کہ مین نے تجھے اُس سے تجارت کرنے کا حکم کیا تھا تو رب المال کا قول قبول ہوگا اور اگر گواہ قائم ہون تو اُسکے گواہ بھی
قبول ہونگے۔ اور اگر رب المال نے اس امر کے گواہ دیے کہ عامل نے اقرار کیا ہی کہ مین نے یہ مال بضاعت لیا ہی اور عامل نے
گواہ دیے کہ رب المال نے اقرار کیا ہی کہ عامل نے اسکو غصب کیے لیا ہی تو رب المال کے گواہ قبول ہونگے۔ اور یہ حکم اُسوقت ہی
کہ یہ معلوم نہو کہ ان دونون اقرارون مین سے کون مقدم ہی اور اگر معلوم ہو تو موخر اقرار والے کے گواہ مقبول ہونگے یہ محیط مین ہی
چوتھی فصل رب المال کو راس المال خواہ دونون کے نفع تقسیم کرنے سے پہلے یا بعد وصول ہونے یا نہ وصول
ہونے مین اختلاف واقع ہونے کے بیان مین۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے کو ہزار درم آدھے کی
مضاربت مین دیے اُس نے اُنمین ہزار درم کا نفع اُٹھایا اور رب المال سے کہا کہ مین نے تجھے ہزار درم راس المال
دیدیا ہی اور یہ باقی میرے پاس نفع موجود ہی اور رب المال نے کہا کہ مین نے تجھسے کچھ وصول نہین پایا ہی تو قسم سے
رب المال کا قول قبول ہوگا پس اُس سے یون قسم لیجاویگی کہ واللہ مین نے مضارب سے راس المال لیکر
قبضہ نہین پایا ہی پس اگر اُس نے اسطرح قسم کھالی تو باقی ہزار درم راس المال مین لے لیگا اور مضارب کے
استحلاف کا انتظار نہ کیا جاویگا پھر مضارب سے قسم لیجاویگی کہ واللہ مین نے راس المال کو تلف نہین کیا اور نہ ضائع
کیا ہی پس اگر اُس نے قسم کھالی تو ضمان سے بری ہوگیا اور رب المال کا قبضہ کرنا ثابت نہوگا اور اگر مضارب نے قسم
سے انکار کیا تو یہ اقرار ہوا کہ راس المال اُسکے پاس تھا اور وہ انکار کرگیا ہی تو راس المال کا ضامن ہوگا اور یہ ظاہر
ہوا کہ مال مضاربت ہزار ہمین موجود ہین تو رب المال ان ہزار درمون کو اپنے راس المال مین لے لیگا پس
باقی ہزار درم مضارب پر دین رہینگے تو رب المال مضارب سے اپنا حصہ نفع یعنی پانچ سو درم لے لیگا یہ محیط
مین ہی۔ اور اگر جسوقت رب المال نے اُس سے قسم لینی چاہی اُسوقت مضارب نے اقرار کیا کہ مین نے تجھے
دیا نہین ہی ولیکن میرے پاس سے ضائع ہوگیا ہی اور اُسپر قسم کھالی تو وہ رب المال کو اُسکی آدھی ڈانڈ دیگا اور
اگر گواہ قائم کیے گئے تو مضارب کے گواہ قبول ہونگے اور اگر مضارب نے اس امر کے گواہ دیے کہ رب المال
نے اقرار کیا ہی کہ مین نے ہزار درم راس المال پر قبضہ کیا ہی اور رب المال نے اس امر کے گواہ دیے کہ مضارب
نے اقرار کیا ہی کہ رب المال نے اپنے راس المال مین سے کچھ وصول نہین کیا ہی پس اگر یہ معلوم نہو کہ کون اقرار
اول کا ہی تو مضارب کے گواہ مقبول ہونگے اور اگر یہ معلوم ہو کہ یہ اقرار پہلا ہی تو پچھلے اقرار والے کے گواہ مقبول
ہونگے یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر رب المال و مضارب نے نفع تقسیم کیا اور ہر ایک نے اقرار کیا اور

ہر ایک نے اپنا حصہ لینے کا اقرار کیا پھر اختلاف کیا اور مضارب نے کہا کہ مین رب المال کو اسکا راس المال پھیر چکا ہون حالانکہ رب المال منکر ہی تو اُسی کا قول قبول ہوگا اور اُسکا نفع کی تقسیم کا اقرار کرنا راس المال وصول پانے کا اقرار نہ رکھا جائیگا اور یہ جو کتاب مین ہی کہ اُسی کا قول قبول ہوگا یعنے رب المال کا اُس سے یہ مراد ہی کہ جو مضارب رب المال پر دعوے کرتا ہی یعنے خالص پانچ سو درم جو اُس نے اپنے قبضہ مین لیے ہین اسمین رب المال کا قول قبول ہوگا ولیکن مضارب کے راس المال کی ضمان سے بری ہونے کے حق مین مضارب ہی کا قول قبول ہوگا اور مشایخ نے فرمایا کہ ہر ایک سے دوسرے کے دعوی پر قسم لیجاویگی پھر اگر دونون نے قسم کھالی تو مضارب کے قسم کھا لینے سے اُسپر سے ضمان اُتر جاویگی اور رب المال کے قسم کھا لینے سے اسکا راس المال وصول پانا بھی منتفی ہو جائیگا پس ہزار درم مال مضاربت سے تلف شدہ قرار دیے جاوینگے اور سیقدر مال تلف شدہ نفع مین سے رکھا جائیگا پس جسقدر رب المال نے وصول کیا ہی یعنے پانچ سو درم نفع کے وہ راس المال مین سے شمار کیے جاوینگے اور جو مضارب نے پانچسو درم لیے ہین وہ بھی راس المال مین شمار ہونگے اور مضارب رب المال کو واپس کر دیگا بشرطیکہ بعینہٖ قائم ہون اور اگر تلف ہوئے ہون تو رب المال کو انکی ڈانڈ دیکر رب المال کا راس المال پورا کریگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو مضارب کے گواہ قبول ہونگے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی

پانچوین فصل دو مضارب کے اختلاف مین درحالیکہ ایک رب المال کے ساتھ ہی اگر کسی شخص نے دو شخصون کو مال مضاربت دیا اور آدھے کی شرط کی پھر دونون تین ہزار درم لائے اور رب المال نے کہا کہ میرا راس المال دو ہزار درم ہین اور ایک ہزار نفع ہی اور ایک مضارب نے اُسکی تصدیق کی اور دوسرے نے کہا کہ راس المال ایک ہزار درم ہین اور دو ہزار نفع ہین تو رب المال دونون مضاربون سے ہزار درم لے لیگا اور ہر ایک کے پاس ہزار ہزار درم رہجاوینگے پھر رب المال اس مضارب سے جسنے تصدیق کی ہی پانچ سو درم حساب مین اپنے مال اصل کے لے لیگا پھر دوسرے کے مقبوضہ سے پانچ سو درم سے مقاسمہ کریگا اور تین تہائی تقسیم کریگا کیونکہ رب المال کے زعم مین یہ پانچسو درم بھی اُسکے راس المال کے ہین اور قابض منکر ہی وہ کہتا ہی کہ نفع ہی اور رب المال کا حق اسمین میرے حق سے دو چند ہی کیونکہ رب المال کا حق نصف نفع مین ہی اور ہر ایک مضارب کا حق چوتھائی نفع ہی اسواسطے پانچسو کو تین تہائی تقسیم کریگا ایک تہائی رب المال لینے راس المال کے حساب مین لیگا پس اُسکے پاس ایک ہزار آٹھ سو تنتیس و تہائی درم جمع ہوئے پھر باقی ہزار کو چار حصون مین تقسیم کرینگے پس رب المال کے پاس پانچ سو درم نفع کے آوینگے اور اُس مضارب کے پاس جسنے اُسکی تصدیق کی ہی دو سو پچاس درم آوینگے پھر ان دونون کو جمع کرکے اُسمین سے رب المال اپنا باقی راس المال لے لیگا اور جو کچھ بچا وہ دونون مین تین حصہ ہوکر تقسیم ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ دو شخصون کو ایک ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیے پھر دونون دو ہزار درم لائے اُسمین سے پانچسو درم دودھیا ہین اور ایک ہزار پانچ سو درم سیاہ ہین پس ایک نے کہا کہ یہ پانچ سو درم دودھیا فلان شخص کے ہمارے پاس ودیعت ہین یا دین ہین یا میری ملک ہین اور پانچ سو درم سیاہ نفع کے ہین اور دوسرے مضارب نے

اقرار کیا کہ دو دھیا و سیاہ دونوں کو ملا کر ہزار درم سب نفع ہین تو اسکی چند صورتین ہین یا تو مال دونون کے قبضہ مین ہوگا یا سب مال منکر کے قبضہ مین ہوگا یا سب مال مقر کے قبضہ مین ہوگا یا دو دھیا منکر کے قبضہ مین اور باقی مقر کے قبضہ مین ہوگا یا دو دھیا درم مقر کے قبضہ مین اور سیاہ منکر کے قبضہ مین ہونگے پس اگر پہلی صورت ہو تو رب المال ہزار درم سیاہ پہلے لیگا یعنی راس المال ہین۔ اور مقر لہ یعنی جس فلان شخص کے واسطے اقرار کیا ہے وہ آدھے دو دھیا درم مقر کے مقبوضہ سے لیگا۔ اور جسقدر دو دھیا درم منکر کے مقبوضہ ہین وہ اُسکے اور رب المال کے درمیان مین تین حصہ ہو کر تقسیم ہونگے دو حصہ رب المال کو اور ایک حصہ مضارب کو ملیگا۔ اور پانچسو درم سیاہ چار حصہ ہو کر تقسیم ہونگے آدھے رب المال کو اور جو چوتھائی ہے مضارب کو ملینگے۔ اور دوسری صورت مین جب تمام مال منکر کے پاس ہو تو بھی یہی حکم ہے کیونکہ جس مضارب نے ودیعت سے انکار کیا ہے اور تمام مال پر قبضہ کیا ہے اقرار کرتا ہے کہ تمام مال جو میرے قبضہ مین ہے وہ مضاربت کا ہے پس معنی اُسکی طرف سے یہ اقرار ہو گیا کہ اُسمین سے آدھا میرے پاس ہے اور آدھا دوسرے مضارب مقر کے پاس ہے پس وہی پہلی صورت ہو گئی اور اگر تیسری صورت ہو تو وہ پانچ سو دو دھیا مقر لہ کو دیدیگا اور ہزار درم رب المال کو دیگا اور پانچ سو درم چار حصون مین تقسیم ہونگے۔ اور اگر دو دھیا منکر کے پاس ہون اور مقر کہتا ہے کہ مجھے ودیعت نہین دی ہے بلکہ میرے ساتھی کو دی ہے تو رب المال اپنا راس المال لے لیگا اور باقی چار حصون پر تقسیم ہوگا پھر مقر اپنا دو دھیا درمون کا حصہ مقر لہ کو دیدیگا۔ اور اگر دو دھیا سب مقر کے پاس ہون تو مقر لہ لے لیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر دو شخصون کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیے اور دونون کو حکم کیا کہ دونون اپنی راے سے اسمین عمل کرین پھر دونون دو ہزار درم ہر دو اپنے قبضہ مین لائے پھر ایک نے کہا کہ اسمین ہزار درم راس المال ہین اور پانچ سو درم نفع کے ہین اور پانچسو درم فلان شخص کے ہین اُسنے ودیعت دیے تھے جو ہمنے اُسکی اجازت سے مال مین ملا دیے ہین پس وہ شخص مال مین پانچسو درم کا ہمارا شریک ہے اور اُس مقر لہ شخص نے تصدیق کی اور دوسرے مضارب نے کہا کہ یہ ہزار پورے نفع کے ہین تو رب المال اپنا راس المال ہزار درم لے لیگا اور جس نے شرکت کا اقرار کیا ہے اُس سے دو سو پچاس درم مقبوضہ مقر لہ لیگا اور باقی پانچ سو درم رب المال اور دونون مضارب چار حصہ کر کے باہم تقسیم کر لینگے اور اسمین سے مضارب مقر کو ایک سو پچیس درم ملینگے وہ اُنکو مقر لہ کے درمون مین ملا کر پھر دونون پانچ حصون مین تقسیم کرینگے اسمین ایک حصہ مضارب کو اور چار حصہ مقر لہ کو ملینگے۔ اور اگر اقرار کے روز تمام مال مقر کے قبضہ مین ہو تو جسکے واسطے اُسنے اقرار کیا ہے وہ شخص پورے پانچسو درم مال مین سے لے لیگا اور رب المال اپنا راس المال ہزار درم لے لیگا اور باقی پانچ سو درم دونون مضاربون اور رب المال مین چار حصہ ہو کر تقسیم ہونگے۔ اور اگر تمام مال منکر کے قبضہ مین ہو تو رب المال اپنے ہزار درم راس المال لے لیگا پھر باقی ہزار درم کو وہ اور دونون مضارب باہم چار حصون مین بانٹ لینگے اور جسقدر مقر کو ملا وہ اُسکو اپنے اور مقر لہ کے درمیان پانچ حصون پر تقسیم کریگا جنمین سے مقر لہ کو چار حصے ملینگے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر دونون مضارب دو ہزار درم لائے اور ایک نے کہا کہ راس المال کے ہزار درم تھے پھر ہمارے ساتھ فلان شخص پانچ سو درم کا شریک ہو گیا جو ہمنے مال مین ملا دیے اور کام کیا پھر ہمکو پانچ سو درم نفع ہوئے اور دوسرے مضارب نے انکار کیا اور رب المال نے بھی انکار کیا اور مال دونون مضاربون کے

قبضہ مین ہی تو رب المال ہزار درم اپنا راس المال سے لیگا اور دو سو پچاس درم مقرلہ کو دیگا پھر مقر کے مقبوضہ سے ترا سی (۸۳) درم و دو تہائی درم مقرلہ نفع لیگا اور دوسرے کے مقبوضہ سے بھی مثل اسکے دیا جائیگا اور تین سو تینتیس و ایک تہائی ہی اور رب المال اور مضارب منکر کے درمیان تین تہائی تقسیم ہوگا پھر جو کچھ دونون مضاربون کے قبضہ مین باقی رہا اور وہ تین سو تینتیس و ایک تہائی ہی چار حصہ ہو کر تقسیم ہوگا آدھا رب المال کو ملیگا اور ہر ایک مضارب کو اسکا چوتھائی دیا جائیگا اور جب مقرلہ نے جو کچھ اسکو پہونچتا ہی وصول کر لیا تو جمع کر کے اسکے اور مقر کے درمیان نو حصے ہو کر تقسیم ہوگا اسمین سے نوان ایک حصہ مقر کو اور آٹھ حصے مقرلہ کو ملینگے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔

چھٹی فصل مضارب کی خریدی ہوئی کے نسب مین اختلاف کے بیان مین۔ مضارب نے ہرگاہ مضاربت مین ایسی چیز خریدی جسکی بیع کرنا ممکن نہین ہی تو مضاربت مین سے نہوگی اور اپنی ذات کے واسطے خریدنے والا شمار ہوگا اور اگر خلاف و وفاق مین اختلاف کیا تو مدعی وفاق کا قول قبول ہوگا۔ مضارب نے ہزار درم مضاربت سے ایک غلام خریدا اور اسکا نسب معروف نہین ہی اور مضارب نے رب المال سے کہا کہ یہ تیرا بیٹا ہی اور اس نے تکذیب کی تو اسکی دو صورتین ہین یا تو غلام مین راس المال پر زیادتی ہوگی یا نہین ہوگی اور انہین سے ایک صورت تین وجوہ سے خالی نہین ہی یا تو رب المال اسکی تصدیق کریگا یا تکذیب کریگا یا مضارب سے کہیگا کہ بلکہ وہ تیرا بیٹا ہی۔ پس اگر غلام کی قیمت مین راس المال پر زیادتی ہو مثلاً اسکی قیمت دو ہزار درم ہو اور رب المال نے اسکی تصدیق کی تو رب المال سے نسب ثابت ہو جائیگا اور وہ مضارب کا غلام رہا اور اگر رب المال نے تکذیب کی تو غلام آزاد ہو جائیگا اور دونون کے واسطے اپنی قیمت کے چار حصے کر کے سعی کریگا۔ اور اگر مضارب سے کہا کہ نہین بلکہ وہ تیرا بیٹا ہی تو وہ مضارب کا غلام رہا اور مضارب راس المال کی ضمان رب المال کو دیگا۔ اور اگر اسکی قیمت مین زیادتی نہو مثلاً ہزار ہی درم اسکی قیمت ہو اور مضارب نے کہا کہ وہ تیرا بیٹا ہی پس اگر رب المال نے تصدیق کی تو اسکا نسب رب المال سے ثابت ہو جاویگا اور مضارب کا غلام رہیگا۔ اور وہ راس المال کی ضمان دیگا۔ اور اگر تکذیب کی تو مضاربت مین رہیگا پھر اگر اسکی قیمت دو ہزار ہو گئی تو آزاد ہو جائیگا اور تین چوتھائی قیمت کے واسطے رب المال کے لیے سعی کریگا اور ایک چوتھائی کے واسطے مضارب کے لیے سعی کریگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر رب المال نے کہا کہ نہین بلکہ وہ تیرا بیٹا ہی تو وہ مضاربت مین رہیگا پھر اگر اسکو فروخت نہ کیا یہان تک کہ قیمت اسکی دو ہزار درم ہو گئی تو آزاد ہو جائیگا اور اپنی قیمت کے واسطے دونون کے لیے چار حصہ کر کے سعی کریگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر رب المال نے مضارب سے کہا کہ وہ تیرا بیٹا ہی تو غلام مین زیادتی ہوگی یا نہوگی پس اگر زیادتی ہو اور مضارب نے تصدیق کی تو آزاد ہو جائیگا اور مضارب راس المال کی ضمان دیگا اور اگر مضارب نے تکذیب کی تو غلام آزاد ہو جائیگا اور رب المال کے واسطے سعی نہ کریگا اور اگر مضارب نے رب المال سے کہا کہ نہین بلکہ وہ تیرا بیٹا ہی تو غلام مضارب کا ہی اور راس المال کی ضمان دے اور اگر غلام مین زیادتی نہو پس اگر مضارب نے اسکی تصدیق کی تو مضارب کا بیٹا مضاربت مین مملوک رہیگا اور اگر اسکی قیمت بڑھ گئی تو مضارب سے اسکا نسب ثابت ہو جائیگا اور آزاد ہو جاویگا اور رب المال کے واسطے تین چوتھائی قیمت کے لیے سعی کریگا اور مضارب پر ضمان نہ آویگی اور اگر مضارب نے تکذیب کی تو غلام مضاربت مین

رہیگا یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر اسکی قیمت بڑھ گئی اور دو ہزار ہو گئی تو وہ آزاد ہو جاویگا اور دونون کے لیے اپنی
قیمت کے چار حصے کر کے سعی کریگا یعنی تین چوتھائی رب المال کے واسطے اور ایک حصہ مضارب کے واسطے یہ
مبسوط مین ہی اسیطرح اگر مضارب نے کہا کہ نہین بلکہ وہ تیرا بیٹا ہی تو بھی ایسا ہی حکم ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر
ایک غلام دو ہزار درم کی قیمت کا خریدا پھر مضارب نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہی اور رب المال نے کہا کہ تو جھوٹا ہی تو
نسب مضارب سے ثابت ہو جائیگا پھر چونکہ یہ دعوت دعوت تحریر ہی پس بمنزلہ آزاد کرنے کے قرار پاویگی اور
رب المال کو اپنے حصہ مین خیار حاصل ہوگا کہ چاہے آزاد کرے یا تین چوتھائی کے لیے سعی کراوے یا مضارب سے
تاوان لے اگر وہ خوش حال ہو اور ولا اسکی دونون مین چار حصے ہو کر مشترک ہوگی اور اگر رب المال نے اسکی اس
امر مین تصدیق کی ہو تو مضارب سے وہ آزاد ہو جائیگا اور مضارب اس المال کا ضامن ہوگا - اور اگر اس نے
تصدیق نہ کی ولیکن اسکے بعد اسکے بیٹے ہونے کا دعوی کیا تو وہ مضارب کا بیٹا ہی آزاد ہو جائیگا اور مضارب اس المال
کی ضمان دیگا اور اگر ہزار کی قیمت کا غلام خریدا اور مضارب نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہی اور رب المال نے تکذیب کی تو نسب
ثابت نہ ہوگا اور وہ بحالہ مضاربت مین مملوک رہیگا پھر اگر دو ہزار اسکی قیمت ہو گئی تو اسکا چوتھائی آزاد ہو جائیگا اور
مضارب سے اسکا نسب ثابت ہوگا اور اپنی تین چوتھائی قیمت کے واسطے رب المال کے لیے سعی کریگا اور مضارب پر
اسکی ضمان نہ آویگی - اور اگر رب المال نے اسکی تصدیق کی ہو حالانکہ اسکی قیمت ایک ہزار ہو تو اسکا نسب مضارب سے
ثابت ہو جائیگا اور وہ مضاربت مین رہیگا پھر اگر اسکی قیمت دو ہزار ہو گئی تو اسکا چوتھائی آزاد ہو جائیگا اور تین چوتھائی کے
واسطے رب المال کے لیے سعی کریگا اور اگر پہلے ہی اسکی قیمت بڑھکر دو ہزار درم ہو گئی پھر مضارب نے اسکے بیٹے ہونے کا
دعوی کیا اور رب المال نے تکذیب کی تو نسب ثابت ہو جائیگا اور یہ بمنزلہ چوتھائی آزاد کرنے کے قرار دیا جاویگا پس
رب المال کو خیار حاصل ہوگا کہ اگر مضارب خوش حال ہو تو چاہے اس سے ضمان لے یعنی تین چوتھائی قیمت کی یا غلام سے
سعی کراوے یا آزاد کردے اور اگر مضارب سے ضمان لے لی تو مضارب اسقدر مال کو غلام سے واپس نہین لے سکتا ہی
اور اگر سعی کرانا یا آزاد کرنا اختیار کیا تو رب المال کو اسکی تین چوتھائی ولا پہونچیگی اور اگر رب المال نے اسکی تصدیق کی ہو
تو اسکی کچھ ضمان مضارب پر واجب نہوگی ہان یہ اختیار ہوگا کہ چاہے غلام سے سعی کراوے یا اسکو آزاد کرے اور اگر اس
غلام کی قیمت ہزار سے نہ بڑھی اور مضارب نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہی اور رب المال نے کہا کہ تو جھوٹا ہی بلکہ وہ میرا بیٹا ہی تو وہ
رب المال کا بیٹا اسکے مال سے آزاد ہوگا اور مضارب پر اس صورت مین ضمان نہ آویگی اور اگر اسکے نسب کا دونون مین سے
کسی نے دعوی نہ کیا یہانتک کہ اسکی قیمت دو ہزار درم ہو گئی پھر مضارب نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہی اور رب المال نے کہا کہ تو جھوٹا ہی
بلکہ وہ میرا بیٹا ہی تو مضارب کا بیٹا ہوگا اور دونون سے آزاد ہو جائیگا اور ولاء دونون مین چار حصہ ہو کر مشترک رہیگی اور کسی کے
لیے دوسرے پر ضمان نہ آویگی - اور اگر خریدنے کے روز غلام دو ہزار کی قیمت کا تھا اور مضارب نے اسکا ثمن یعنی ہزار
درم دیدیے اور رب المال نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہی اور مضارب نے اسکی تکذیب کی تو رب المال سے اسکا نسب ثابت
ہوگا اور تین چوتھائی غلام بنفس دعوت نسب سے آزاد ہو جائیگا اور مضارب کو چوتھائی مین ویسا ہی خیار رہیگا جیسا ہمنے
رب المال کی صورت مین بیان کیا ہی - اور اگر مضارب نے اسکی تصدیق کی تو یہ غلام رب المال کا بیٹا اور مضارب کا ذاتی غلام
ہوگا اور مضارب رب المال کے مال کا ضامن ہوگا - اور اگر مضارب نے اسکی تصدیق نہ کی بلکہ کہا نہین یہ تو میرا بیٹا ہی تو وہ

مضارب کا بیٹا اُسکے مال سے آزاد ہوگا اور راس المال کی ضمان رب المال کو دیگا اور اگر وہ غلام ایک ہزار درم کی قیمت کا ہو اور رب المال نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہی اور مضارب نے تکذیب کی تو اُسکا بیٹا اُسکے مال سے آزاد قرار پاویگا۔ اور اگر مضارب نے تصدیق کی تو رب المال کا بیٹا مضارب کا غلام ہوگا اور مضارب راس المال کا ضامن ہوگا اور اگر مضارب نے کہا کہ نہین بلکہ یہ میرا بیٹا ہی تو رب المال ہی کا بیٹا اسکے مال سے آزاد ہوگا اور کسی کی دوسرے پر کچھ ضمان نہ آویگی - اور اگر دونون نے ایسا نہ کیا یہانتک کہ اُسکی قیمت دو ہزار درم ہوگئی پھر رب المال نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہی اور مضارب نے کہا کہ تو جھوٹا ہی تو رب المال سے نسب ثابت اور تین چوتھائی آزاد ہوگا اور مضارب کو چہارم مین خیار ہوگا اور اگر مضارب نے تصدیق کی تو وہ رب المال کا بیٹا اور مضارب کا غلام ہی اور مضارب راس المال کا ضامن ہوگا اور اگر مضارب نے کہا کہ نہین بلکہ وہ میرا بیٹا ہی تو غلام سے تین چوتھائی کا عتق رب المال سے ثابت ہوگا اور نسب ثابت ہوگا پھر مضارب نے بھی اس ثابت النسب مین دعوی کیا تو نسب ثابت نہوگا ولیکن مثل اپنا حصہ آزاد کرنے کے شمار ہوگا پس اسکا حصہ بھی آزاد ہوگا - اور کوئی دوسرے سے ضمان نہین لے سکتا ہی اور ولا دونون مین چار حصہ ہوکر مشترک ہوگی یہ مبسوط مین ہی

ساتوین فصل اس باب کے متفرقات مین نوادر ابن سماعہ مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ اگر مضارب نے کہا کہ تو نے مجھے ہزار درم زیوف یا نبہرہ مضاربت مین دیے ہین اور مضاربت صحیح تھی اور رب المال نے کہا کہ مین نے تجھے کھرے درم دیے ہین پس اگر مضارب نے اُس سے کام شروع نہین کیا ہی تو مثل ودیعت کے ہین پس مضارب کے قول کی تصدیق کیجاویگی خواہ اُسنے کلام ملاکر کہا ہو یا جدا کرکے کہا ہو مگر صرف ستوقہ کے دعوی مین بدون ملاکر کلام کرنے کے تصدیق کیجائیگی اور اگر کام شروع کر دیا ہی تو زیوف و نبہرہ مین بھی تصدیق نہ کیجائیگی اور نیز نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ کسی مضارب کے قبضہ مین مال ہی وہ اُس سے کام کرتا ہی اور مضارب نے اقرار کیا کہ جو ہزار درم فلان شخص پر میرے نام سے ہین وہ رب المال کے ہین اور مضاربت ہزار درم پر تھی پھر مضارب نے بعد اُسکے کہا کہ میرے پاس پانچسو درم اُن ہزار کی مضاربت سے ہین جنکا مین نے اقرار کیا کہ وہ مضاربت کے ہین اور رب المال نے کہا کہ وہ ہزار درم میرے ہین مضاربت نہین ہین تو رب المال کا قول قبول ہوگا اور اگر مضارب نے اپنے اقرار کے ساتھ اس کلام کو ملایا ہو تو اُسکے قول کی تصدیق کیجاویگی یہ محیط مین ہی - اگر کسی کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیے اور ظاہر مین مضبوطی کی غرض سے اس امر کے گواہ کر لیے کہ یہ قرض ہین تاکہ مضارب اُنکی حفاظت مین کوشش کرے اس خوف سے کہ رب المال قرض کے دعوی سے وصول نہ کرے پس مضارب نے عمل کیا اور نفع یا نقصان اُٹھایا پھر اگر دونون نے ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ قرض کا نام ظاہر مین تلجیہ تھا اور واقع مین درپردہ مضاربت تھی تو موافق دونون کی تصدیق کے رکھا جائیگا اور اگر دونون نے باہم اختلاف کیا اور رب المال نے کہا کہ حقیقت مین قرض تھے تلجیہ نہ تھا اور مضارب نے کہا کہ قرض مین تلجیہ تھا اور حقیقت مضاربت تھی اور مضارب نے اپنے قول پر گواہ قائم کیے تو یہ صورت اور قرض کے تلجیہ ہونے پر باہم تصدیق کرنے کی صورت یکسان ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر دو گواہون نے مضاربت کی گواہی دی اور دو گواہون نے قرض کی گواہی دی اور اُسکے سوائے کچھ تفسیر بیان نہ کی تو مدعی قرض کے گواہون کی گواہی مقبول ہوگی یہ مبسوط مین ہی - اور اگر مضاربت کے گواہون نے اس تفسیر سے گواہی دی کہ قرض بطور تلجیہ کے تھا اور در حقیقت مضاربت تھی تو اُنکی گواہی اولی ہی وہی مقبول ہوگی

یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر رب المال نے مضارب کے واسطے چھٹے حصہ نفع کا اقرار کیا اور مضارب نے کہا کہ میرا نصف نفع مشروط ہے اور دو گواہ لایا ایک نے گواہی دی کہ تہائی نفع مشروط ہے اور دوسرے نے آدھے نفع کی گواہی دی تو امام اعظم رح کے نزدیک دونوں کی گواہی باطل ہے اور مضارب کو وہی ملیگا جو رب المال نے اقرار کیا ہے یعنی چھٹا حصہ اور صاحبین رح کے نزدیک گواہی جائز ہے اور تہائی نفع پر جواز ہوگا اسکو تہائی نفع ملیگا۔ اور اگر مضارب نے نصف کا دعوی کیا اور اسکے ایک گواہ نے تہائی نفع کی اور دوسرے نے دو تہائی کی گواہی دی تو بالاتفاق گواہی باطل ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر رب المال نے کہا کہ میں نے تجھے مال صرف بضاعت کے طور پر دیا تھا حتی کہ قول رب المال ہی کا رہا اور مضارب نے دو گواہ دیے ایک نے گواہی دی کہ رب المال نے مضارب کے لیے دو سو درم کی شرط کی ہے اور دوسرے نے سو درم مشروط ہونے کی گواہی دی پس اگر مضارب سو درم کا مدعی ہے تو یہ گواہی نامقبول ہے اور اسکو کچھ نفع نہ ملیگا اور نہ اجر المثل ملیگا اور اگر وہ دو سو درم کا مدعی ہے تو مسئلہ میں اختلاف ہے کہ امام اعظم رح کے نزدیک نامقبول اور صاحبین رح کے نزدیک مقبول ہے ایک سو درم پر مقبول ہوگی اور اسکے واسطے اجر المثل کی ڈگری کیجاویگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مضارب نے دعوی کیا کہ اسنے دو سو درم کی شرط کی تھی پس ایک گواہ نے ایسی ہی گواہی دی اور دوسرے نے سو درم کی گواہی دی تو بالاجماع اسکے واسطے اجر المثل کی ڈگری ہوگی یہ مبسوط میں ہے ایک شخص نے دو شخصوں کو ہزار درم مضاربت میں دیے اور دونوں نے کام کیا اور نفع اٹھایا پس ایک نے دعوی کیا کہ رب المال نے ہم دونوں کے واسطے آدھے نفع کی شرط کی ہے اور دوسرے نے دعوی کیا کہ ہم دونوں کے واسطے تہائی نفع کی شرط کی ہے اور رب المال نے دعوی کیا کہ دونوں کے واسطے سو درم نفع سے مشروط کیے ہیں یہاں تک کہ قول رب المال کا رہا پھر اگر دونوں نے گواہ قائم کیے ایک فریق آدھے نفع کی اور دوسرے نے تہائی نفع کی گواہی دی تو امام اعظم رح کے قیاس قول میں یہ گواہی نامقبول ہے اور دونوں کے واسطے اجر المثل رب المال کے اقرار کی وجہ سے ملیگا جیسا کہ اگر بالکل گواہ قائم نہ کرتے تو بھی یہی ہوتا لیکن صاحبین رح کے نزدیک جسنے نصف کا دعوی کیا اسکو چھٹا حصہ نفع ملیگا اور اجر المثل نہ ملیگا اور دوسرے کو رب المال کے اقرار سے اجر المثل ملیگا یہ محیط میں ہے

اٹھارھواں باب مضارب کے معزول ہونے اور اسکے تقاضا سے امتناع کرنے کے بیان میں۔ رب المال کے مرنے سے مضاربت باطل ہو جاتی ہے خواہ مضارب کو اسکا علم ہوا ہو یا نہیں کہ اسکے بعد مال مضاربت سے خرید یا [illegible] کرنے کا اختیار نہیں رکھتا ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اور دونوں میں سے کسی کے مجنون ہونے سے بھی باطل ہوتی ہے بشرطیکہ جنون مطلق ہو اور اگر رب المال مرتد ہو گیا اسکے بعد مضارب نے خرید فروخت کی تو یہ سب امام اعظم رح کے نزدیک موقوف ہے اگر پھر وہ مسلمان ہو گیا تو اسکا نفاذ ہوگا اور تمام احکام میں اسکا مرتد ہونا کالعدم شمار کیا جائیگا اسی طرح اگر دار الحرب میں جا ملا لیکن ہنوز اسکے دار الحرب میں جا ملنے کا حکم قاضی کی طرف سے جاری نہوا تھا کہ وہ مسلمان ہو کر واپس آیا تو بھی یہی حکم ہے موافق اصل روایت کے کہ جسمیں اسکی موت اور میراث کے واسطے حکم حاکم شرط ہے اور اگر وہ مر گیا یا مرتد ہونے سے قتل ہوا یا دار الحرب میں جا ملا اور قاضی نے اسکے جا ملنے کا حکم جاری کر دیا تو امام اعظم رح کے قاعدہ پر مرتد ہونے کے روز سے مضاربت باطل ہو گئی کذا فی البدائع۔ اگر کسی شخص کو آدھے کی مضاربت پر مال دیا اور مضارب مرتد ہو گیا یا اسکے مرتد ہونے کے بعد اسکو مال دیا پھر اسنے خرید و فروخت کی اور نفع یا نقصان اٹھایا پھر وہ مرتد ہونے پر قتل

گیا گیا یا مر گیا یا دار الحرب مین جا ملا تو جو کچھ اُسنے کیا ہی وہ سب جائز ہی اور نفع دونون مین موافق شرط کے تقسیم ہوگا اور جو کچھ اُسنے خرید و فروخت کی ہی اُسکی ذمہ داری یعنی عہدہ رب المال پر ہی یہ قول امام اعظم رح کا ہی اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک تصرف کرنے مین اُسکا حال مرتد ہونے کے بعد مثل اُسکے ہی جیسا قبل مرتد ہونے کے تھا لیس عہدہ اُسی پر ہوگا اور رب المال پر اُسکا رجوع کیا جائیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر مضارب مرگیا یا قتل ہوا یا دار الحرب مین جا ملا تو مضاربت باطل ہوگئی پھر اگر وہ دار الحرب مین جا ملا اور وہان اُسنے خرید و فروخت کی پھر مسلمان ہوکر واپس آیا تو جو کچھ اُسنے دار الحرب مین خرید و فروخت کی ہی سب اُسی کی ہوگی اور کسی چیز کی اُسپر ضمان نہوگی لیکن عورت کا مرتد ہونا یا نہ مرتد ہونا بالاجماع یکسان ہی خواہ وہ عورت رب المال ہو یا مضارب ہو اور مضاربت بحالہ صحیح رہیگی تا وقتیکہ وہ مر جاوے یا دار الحرب مین جا ملے پھاوی مین ہی۔ اور اگر رب المال نے مضارب کو معزول کیا اور مضارب کو اُسکے معزول ہونے کی خبر نہوئی یہانتک کہ اُسنے خرید و فروخت کی تو جائز ہی اور اپنے معزول ہونے سے آگاہ ہونے پر معزول ہوگا۔ اور اگر اپنے معزول ہونے سے آگاہ ہوا حالانکہ مال مضاربت مین اسباب موجود ہی تو اُسکو اختیار ہی کہ اس اسباب کو خود فروخت کرے اور معزول ہو جانا اُسکا مانع نہین ہی پھر یہ نہین جائز ہی کہ اُسکے ثمن سے کوئی دوسرا اسباب خریدے اور اگر مال مضاربت راس المال کی جنس سے ہو تو مضارب کو اُسمین تصرف کرنے کا اختیار نہین ہی۔ اور اگر راس المال کی جنس سے نہو مثلاً راس المال دینار ہین اور یہ مال درم ہین یا اُسکے برعکس ہی تو اُسکو استحساناً اختیار ہی کہ راس المال کی جنس سے فروخت کرے۔ اور اسی قیاس پر حق عروض ۱ اُسکے اشباہ مین رب المال کے مرنے یا مرتد ہوکر دار الحرب مین جا ملنے کے بعد حکم جاری ہی یہ کافی مین ہی۔ اگر مال مضاربت فلوس ہون اور رب المال نے ممانعت کردی تو اُسکا حکم بھی ویسا ہی ہی جیسا مال مضاربت کے درم ہونے اور راس المال کے دینار ہونے کا حکم تھا کہ اس صورت مین اُسکی ممانعت سے جو خرید ہر وجہ سے خرید ہی اُسکی ممانعت ہو جاویگی اور جو ایک وجہ سے خرید دوسری وجہ سے بیع ہی اُسکی ممانعت نہوگی حتی کہ اگر فلوس کو درمون کے عوض فروخت کیا تو جائز ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر مضارب نے تصرف کیا ہی اور مال مضاربت لوگون پر اُدھار ہوگیا ہی اور مضارب تقاضے سے باز رہا پس اگر مال مین نفع نہو تو اُسکو اختیار ہی کہ تقاضے سے باز رہے اور اُسکو حکم کیا جائیگا کہ رب المال کو قرضدارون پر حوالہ کردے یعنی رب المال کو وکیل کردے اور اگر مال مین نفع ہو تو وہ تقاضے سے باز نہین رہ سکتا ہی بلکہ اُسکو تقاضے کا حکم کیا جائیگا کہ راس المال درم و دینار نقدی ہو جاوے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اسی طرح پھر وکیل بیع اگر تقاضے سے انکار کرے تو اُسپر تقاضے کے واسطے جبر نہ کیا جائیگا ولیکن یہ حکم کیا جائیگا کہ ثمن رب المال کو مشتری پر اترا دے اور یہی حکم مستبضع[۳] مین ہی یہ کافی مین ہی۔ ولیکن جو شخص اجرت پر فروخت کرتا ہی جیسے بیاع اور دلال وغیرہ تو اُنپر تقاضے کے واسطے ضرور جبر کیا جائیگا کہ وصول کردین اور بحکم عادت یہ بمنزلہ اجارہ صحیح کے قرار پائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر مال مضاربت لوگون پر قرضہ ہوگیا اور رب المال نے مضارب کو اس خوف سے منع کردیا کہ مضارب اُسکو کھا جاوے اور کہا کہ مین خود تقاضا کرونگا پس اگر مال مین نفع ہو تو تقاضا مضارب کا حق ہی اور اگر مال مین نفع نہو تو رب المال کو ممانعت کا اختیار ہی اور مضارب پر جبر کیا جائیگا کہ رب المال کو قرضدارون پر

سلہ قولہ جاری ہی احکام حربی پر یعنی
جیسے دار الحرب میں
شرع و زبان پر وہ غیب
وغیرہ کی
سے راس المال کی
عوض فروخت
سی سے نقد ہو ۱۲

سلہ یعنی انکار سے تو
مجبور کیا جائیگا ۱۲
سلہ مستبضع - یعنی
مفت بضاعت پر
کسی کا مال لیکر مفت تجارت
کرے کہ ہو ۱۲

حوالہ کردے یہ فتاوی قاضی خان میں ہی۔ پھر اگر مال میں نفع ہوا اور مضارب تقاضے کے واسطے مجبور کیا گیا پس اگر قرضہ اُسی شہر میں جہاں مضاربت ہی موجود ہو تو اُسکا نفقہ تقاضے کے ایام میں مال مضاربت سے نہوگا اور اگر دوسرے شہر میں ہو تو اس سفر و آمد و رفت کا خرچ جب تک وہ تقاضے میں رہے مال مضاربت سے ہوگا اور اگر مضارب کے سفر و مقام نے طول کھینچا یہانتک کہ تمام دین سب نفقہ میں گیا پس اگر نفقہ دین سے بڑھ گیا تو بقدر دین کے نفقہ محسوب کر دیا جائیگا اور جو بڑھا وہ مضارب پر پڑیگا یہ محیط میں ہی

اُنیسواں باب مضارب کے مرنے اور مرض میں اقرار کرنے کے بیان میں۔ اگر مضارب مرگیا اور اُسپر قرضے ہیں اور مال مضاربت اُسکے پاس ہونا معروف معین ہی اور وہ درم ہیں اور راس المال بھی درم تھے تو قرضخواہوں سے پہلے رب المال کو اسکا راس المال دیا جائیگا یہ مبسوط میں ہی پھر اگر مضاربت میں نفع بھی معروف ہو اور مضارب کو وصول ہو جانا معلوم ہو تو رب المال اپنا حصہ نفع بھی قرضخواہوں سے پہلے لیگا پھر جو مضارب کا حصہ نفع رہا وہ قرضخواہوں میں تقسیم ہوگا یہ محیط میں ہی۔ پس اگر مضارب کے وارثوں اور قرضخواہوں نے کہا کہ جو قرضہ مضارب پر ہی وہ مضاربت کا ہی اور رب المال نے انکی تکذیب کی تو رب المال کا قول اُسکی علمی قسم سے مقبول ہوگا۔ اور اگر مضاربت کا مال اُسکے مرنے کے وقت عروض یا دینار ہیں حالانکہ راس المال درم تھے اور رب المال نے چاہا کہ اسکو درم کے سے فروخت کرے تو نہیں کرسکتا ہی اسکی بیع کا اختیار مضارب کے وصی کو ہی اور اگر اُسکا کوئی وصی نہو تو قاضی اُسکی طرف سے ایک وصی مقرر کریگا کہ اس مال کو فروخت کرے امین سے رب المال کو اُسکا راس المال و حصہ نفع دیدیگا اور مضارب کا حصہ نفع اُسکے قرضخواہوں کو ملیگا اور مضاربت صغیر میں لکھا ہی کہ اس مال کو میت کا وصی و رب المال فروخت کرینگے اور جو اول مذکور ہوا وہ اصح ہی یہ مبسوط میں ہی۔ پھر اگر رب المال نے چاہا کہ دیناروں میں سے بقدر اپنے راس المال و حصہ نفع کے لے لے اور وصی نے دیدیے تو جائز ہی یہ محیط میں ہی۔ اور اگر مضاربت بطور معین معلوم نہوئی تو رب المال بھی تمام ترکہ میں قرضخواہوں کے مثل قرار دیا جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اگر کسی نے ایک ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیے پھر مضارب نے اپنی موت کے قریب ذکر کیا کہ میں نے اس مال سے خرید و فروخت کی اور ایک ہزار درم نفع اُٹھائے پھر مضارب مرگیا اور مال مضاربت معین طور سے شناخت میں نہیں ہی حالانکہ مضارب کا اسقدر مال موجود ہی کہ اُس سے مال اصل و نفع کی وفا ممکن ہی تو رب المال اپنے راس المال کے ہزار درم لے لیگا اور اُسکو کچھ نفع نہ ملیگا اور اگر مضارب نے یہ اقرار کیا ہو کہ میں نے نفع پر قبضہ بھی کر لیا ہی تو بقدر حصہ رب المال کے ضامن ہوگا۔ اور اگر مضارب نے مرض میں یوں کہا کہ میں نے اس مال میں ہزار کا نفع حاصل کیا اور میرے قبضہ میں آگیا پھر سب مال ضائع ہوگیا اور رب المال نے کہا نہیں بلکہ تیرے پاس ہی اور تو بسبب انکار کرنے کے ضامن ہوگیا تو قسم کے ساتھ مضارب کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر مضارب قسم کھانے سے پہلے مرگیا تو اُسکے وارثوں سے اُنکے علم پر قسم لیجاویگی پس اگر سب لوگ قسم کھاگئے تو سب بری ہوگئے اور اگر کوئی قسم سے باز رہا تو خاصۃً اُسی کے حصہ میں سے راس المال و حصہ نفع رب المال کو دلایا جائیگا اُسی طرح اگر مضارب نے مرض الموت میں یوں کہا کہ میں نے راس المال و حصہ نفع رب المال کو دیدیا ہی اور

رب المال نے انکار کیا تو بھی قسم سے مضارب کا قول قبول ہوگا اور وہ ضامن نہوگا اور اگر قسم سے پہلے مضارب مرگیا تو جیسا ہم نے پہلی صورت مین بیان کیا ہے رب المال کو اختیار ہے کہ اُسکے وارثون سے قسم لے ولیکن یہ صورت پہلی صورت سے ایک بات مین خلاف ہے وہ یہ ہے کہ اس صورت مین جسقدر حصہ نفع مضارب کا ہے اُسکے زعم مین اسکا موجود ہے اُسمین سے رب المال اپنا راس المال لے لیگا پھر اگر کچھ باقی رہا تو موافق شرط کے دونون کو تقسیم ہوگا - پس اگر مضارب پر اسقدر قرضہ ہو کہ اُسکے تمام مال کو محیط ہو اور اُسکا حصہ نفع معین طور سے شناخت مین نہو اور یہ معلوم ہے کہ مضارب نے ہزار درم نفع اُٹھائے ہین اور وصول پائے ہین تو رب المال باقی قرضخواہون سے بقدر حصہ نفع کے حصہ بانٹ لیگا اور بقدر راس المال و اپنے حصہ نفع کے حصہ نہ بٹا دیگا یہ محیط مین ہے - اور اگر مضارب نے مرض مین درحالیکہ اُسپر اسقدر قرضہ ہے کہ اُسکے تمام مال کو محیط ہے یہ اقرار کیا کہ مین نے مال مضاربت مین ہزار درم نفع اُٹھایا ہے اور مال مضاربت مع نفع کے فلان شخص پر قرضہ ہے پھر مرگیا پھر اگر قرضخواہون نے اُسکا اقرار کردیا تو رب المال کا کچھ حق مضارب کے ترکہ مین نہوگا ولیکن فلان شخص قرضدار کا پیچھا پکڑیگا اور اُس سے اپنا راس المال وصول کریگا اور باقی کا آدھا بھی اپنا حصہ نفع لے لیگا اور جو بچا اُسکو مضارب کے قرضخواہ مضارب کے مال مین ملاکر باہم بانٹ لینگے - اور اگر قرضخواہون نے انکار کیا اور کہا کہ مضارب نے راس المال مین کچھ نفع نہین اُٹھایا ہے اور جو قرضہ فلان شخص پر ہے وہ مضاربت کا نہین ہے تو یہ قرضہ تمام ترکہ کے ساتھ رب المال و قرضخواہون کو موافق حصہ کے تقسیم ہوگا اور رب المال کا حصہ بقدر راس المال کے لگایا جائیگا اور نفع مین سے کچھ نہ لگایا جائیگا یہ مبسوط مین ہے اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ مضاربت حالت صحت مین معروف ہوا ہو یہ کہ مال مضاربت اُسی کے قول سے پہچانا گیا ہو اور اگر مضاربت معروف نہو صرف اُسی کے قول سے پہچانی گئی ہو تو رب المال حالت صحت کے قرضخواہون کے ساتھ بقدر راس المال کے بھی شریک نہین کیا جائیگا یہ محیط مین ہے - اور اگر اُسنے کہا کہ یہ ہزار درم میرے پاس فلان کی مضاربت کے ہین اور ایک ہزار درم فلان دوسرے کی ودیعت ہین اور فلان شخص تیسرے کا مجھپر اسقدر قرضہ ہے تو پہلے مال مضاربت ادا کرنا شروع کیا جائیگا اور اگر مضاربت کے مال کا معین طور سے اقرار نہ کیا تو مضارب کا تمام مال رب المال اور صاحب ودیعت اور قرضہ کے درمیان موافق حصون کے تقسیم ہوگا یہ مبسوط مین ہے - اور اگر کہا کہ فلان شخص کے ہزار درم مضاربت کے میرے پاس اس صندوق مین ہین اور فلان دوسرے کے بھی ہزار درم اُسمین ہین پھر صندوق مین کچھ پایا نہ گیا تو تمام ترکہ رب المال اور قرضخواہ مین موافق حصہ کے تقسیم ہوگا اور اگر صندوق مین ہزار درم ملے تو رب المال ہی لے لیگا اور اگر دو ہزار درم صندوق مین نکلے تو رب المال کو ہزار درم اُسمین سے ملینگے اور باقی ہزار درم قرضخواہ کے ہین خواہ دونون ہزار مختلط ہون یا جدا جدا رکھے ہون پھر اگر یہ معلوم ہو کہ مضارب ہی نے بدون اجازت رب المال کے مال خلط کردیا ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک سب مین موافق حصہ کے تقسیم ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک آدھا رب المال کو اور آدھا قرضخواہون کو ملیگا یہ محیط سرخسی مین ہے - اور اگر کہا کہ زید کے مجھپر ہزار درم مضاربت کے ہین اور یہ وہی ہین جو میرے عمرو پر آتے ہین اور خالد کے مجھپر ہزار درم ہین اور اسکے سوا اُسکا کچھ مال نہین ہے تو یہ قرضہ رب المال کو دلایا جائیگا - اور

ضامن ہوگی اور
رب المال بھی اسکا
شریک ہوگا

اگر مضارب نے مرض مین کسی خاص معین مال کا مضاربت مین اقرار کیا پھر اُسکے بعد اس مال کی نسبت کسی کی ودیعت ہونے کا اقرار کیا پھر تیسرے شخص کے کچھ قرضہ ہونے کا اقرار کیا پھر مر گیا تو پہلے مال مضاربت ادا کر دیا جائیگا پھر جو کچھ ترکہ رہگیا اسکو صاحب ودیعت و قرضخواہ حصہ رسد شرکت سے تقسیم کر لینگے یہ مبسوط مین ہے۔ دو شخصون کو ہزار درہم مضاربت مین دیے پھر ایک مر گیا اور دوسرے نے کہا کہ مال تلف ہو گیا تو اُسکے حصہ مین اُسکے قول کی تصدیق کیجاویگی اور دوسرے کا حصہ اُسکے ذمہ اُسکے ترکہ مین قرضہ رہیگا پھر اگر یہ بات معلوم ہو جاوے کہ مضارب میت نے اپنا حصہ بھی زندہ مضارب کے پاس ودیعت رکھا تھا تو سب مال تلف ہونے مین اُسکے قول کی تصدیق کی جاویگی۔ اور اگر زندہ مضارب نے کہا کہ مین نے اپنا حصہ دوسرے مضارب میت کو دیا تھا تو قسم سے اُسکی تصدیق کیجاویگی اور وہ میت کے ترکہ مین سب قرضہ قرار دیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے

بیسوان باب مضاربت کے غلام پر جنایت واقع ہونے یا اُسکے کسی پر جنایت کرنے کے بیان مین۔ اگر کسی کو ہزار درہم آدھے کی مضاربت پر دیے اُس نے اُسکے عوض ہزار کی قیمت کا ایک غلام خریدا اُسنے خطا سے کسی پر جنایت کی تو مضارب کو یہ اختیار نہین ہے کہ جرمانہ مین وہی غلام دیدے یا اُسکا فدیہ مال مضاربت سے ادا کرے اگرچہ غلام کے ساتھ کچھ اور مال مضاربت بھی موجود ہو اور اگر مضارب نے اپنے مال سے اُسکا فدیہ ادا کیا تو احسان ہے اسکو مال مضاربت سے واپس نہین لے سکتا ہے اور وہ غلام مضاربت مین باقی رہیگا جیسا کہ کوئی اجنبی فدیہ دیدے تو یہی حکم ہوتا ہے اور یہ صورت بخلاف اسکے ہے کہ اگر مضارب کی غلام مین کچھ شرکت[سلہ] ہو اور اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو یہ مضاربت باطل ہو جائیگی۔ اور اگر دونون حاضر ہون تو رب المال سے کہا جائیگا کہ یا تو غلام دے یا اُسکا فدیہ دے پس جب اُسنے کوئی بات اختیار کی تو مضاربت ٹوٹ جائیگی پس اگر رب المال نے غلام دیدینا اختیار کیا اور مضارب نے کہا کہ مین اُسکا فدیہ دیے دیتا ہون تاکہ غلام مضاربت پر رہجاوے مین اسکو فروخت کرکے نفع اُٹھاؤنگا تو رب المال اسکو نہین دے سکتا ہے۔ اور اگر مضارب غائب ہو تو رب المال غلام کو نہین دے سکتا ہے صرف اسکو یہ اختیار ہے کہ غلام کا فدیہ دیدے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مضاربت کا مال ہزار درہم ہو اور مضارب نے اس سے دو ہزار کی قیمت کا غلام خریدا اُسنے خطا سے جرم کیا تو مضارب سے اُسکے دینے یا فدیہ دینے کو نہ کہا جائیگا جس صورت مین کہ رب المال حاضر نہو غائب ہو اور حقدار جرم کا مضارب یا غلام پر کوئی بس نہین ہے صرف انکو یہ اختیار ہے کہ غلام کے مالک کے حاضر ہونے تک غلام کی طرف سے کوئی کفیل لے لین اسی طرح اگر مضارب غائب ہو تو مولی سے غلام دینے کو نہ کہا جائیگا اور دونون مین سے کوئی ایک شخص فدیہ نہین دے سکتا ہے جب تک کہ دونون حاضر ہون اور اگر ایک نے فدیہ دیدیا تو اُس نے احسان کے طور پر دیا پھر جب دونون حاضر ہوئے تو غلام دیدینگے یا فدیہ دینگے پس اگر غلام دیدیا تو دونون کا کچھ نہین ہے اور اگر فدیہ دیدیا تو فدیہ دونون پر چار حصہ ہوکر تقسیم ہوگا اور غلام مضاربت سے نکل جائیگا اور یہ امام اعظم و امام محمد رح کا قول ہے اور اگر ایک نے غلام دینا اور دوسرے نے فدیہ دینا اختیار کیا تو دونون کو اختیار ہے یہ بدائع مین ہے۔ امام محمد رح نے اصل مین فرمایا ہے کہ اگر کسی کو ہزار درہم مضاربت مین دیے اور مضارب نے اُسکے عوض ہزار درہم قیمت کا ایک غلام خریدا یا اُس سے کم یا زیادہ قیمت کا خریدا پھر اُس غلام پر کچھ لوگون نے دعوی کیا کہ اس نے ہمارے باپ کو

عمداً قتل کیا ہی اور غلام نے انکار کیا پھر اُن لوگون نے اس امر کے گواہ قائم کیے پس اگر مضارب و رب المال دونون حاضر ہون تو غلام پر گواہ مسموع ہونگے اور اگر دونون غائب ہون یا ایک غائب ہو تو موافق روایت ابوحفص کے گواہ غلام پر مسموع نہونگے اور اس روایت مین کوئی اختلاف منقول نہین ہی اور ابوسلیمان کی روایت مین یہ ہی کہ امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک مسموع نہونگے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک مقبول ہونگے یہ محیط مین ہی اور اس مین اختلاف نہین ہی کہ اگر غلام نے قتل عمد کا اقرار کر لیا تو اُس پر قصاص کا حکم دیا جائیگا خواہ دونون حاضر ہون یا نہون اور اگر غلام نے قتل عمد کا اقرار کیا اور مضارب و رب المال دونون حاضر ہین اور غلام کی تکذیب کرتے ہین اور مقتول کے دو ولی ہین پس ایک نے اُسکو عفو کر دیا تو دوسرے ولی کا حق باطل ہوا اسی طرح اگر مضارب نے غلام کی تصدیق کی ہی حالانکہ غلام تمام راس المال مین مشغول ہی یعنی مضارب کا اسمین کچھ استحقاق نہین ہی تو مضارب مثل اجنبی کے شمار ہوگا اور یہی حکم ہوگا۔ اور اگر غلام مین زیادتی ہو اور مضارب نے تصدیق کی تو اُسکے حصہ کی طرف زیادتی مین سے لحاظ کر کے مضارب سے کہا جائیگا کہ یا تو اپنا نصف حصہ اُس ولی کو دے جسنے معاف نہین کیا ہی یا اسقدر کا فدیہ دے پھر جب اُسنے کسی بات کو اختیار کیا تو مضاربت باطل ہو جاویگی اور رب المال غلام مین سے بقدر راس المال اور اپنے حصہ نفع کے لیگا اور مضارب باقی حصہ لیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر مضارب نے تکذیب کی اور رب المال نے تصدیق کی تو اسکی دو صورتین ہین یا تو غلام کی قیمت راس المال کے برابر یا کم ہوگی اور یا زیادہ ہوگی پس پہلی صورت مین رب المال کی تصدیق صحیح ہی اور اُس سے کہا جائیگا کہ یا تو نصف غلام دیدے یا فدیہ دے یعنی نصف دیت دے پس اگر اُسنے دینا منظور کیا تو آدھے کی مضاربت باطل ہو گئی اور آدھے کی رہگئی اور اسی طرح اگر دیت دینی اختیار کی اور نصف غلام دیت مین دیا تو بھی آدھا مضاربت مین رہگیا اور اگر اسمین مضارب نے تصرف کر کے نفع اٹھایا تو تقسیم کرنے کی یہ صورت ہی کہ اگر غلام کی قیمت ہزار درم ہون تو رب المال باقی مین سے نصف راس المال جو باقی ہی لے لیگا۔ اور اگر ہزار سے قیمت کم ہو مثلاً چھ سو درم ہون تو آدھا غلام دیت مین دینے سے اُسنے اپنا راس المال تین سو درم پھر پایا سات سو رہگئے پس اس نفع مین سے باقی سات سو درم لے لیگا پھر جو بچا وہ دونون مین نفع رہا موافق شرط کے بانٹ لین۔ اور دوسری صورت مین رب المال کی اُسکے حصہ کی قدر مین تصدیق ہوگی پس اُس سے کہا جائیگا کہ یا تو اپنا نصف حصہ دیدے یا نصف دیت فدیہ دے اور جو امر اختیار کریگا مضاربت باطل ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اگر مال مضاربت سے کوئی غلام خریدا اُسکو کسی نے عمداً قتل کیا پس اگر اسمین زیادتی ہو تو قصاص نہین آتا ہی اور اُسکی قیمت تین برس مین وصول کیجاویگی اور وہ مضاربت مین قرار دیجاویگی اور اگر اسمین زیادتی نہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر مضارب کے پاس سواے غلام کے کچھ اور مال مضاربت ہی تو قصاص نہین آتا ہی اور اگر کچھ اور مال مضاربت نہین ہی تو اسمین قصاص واجب ہوگا اور حق قصاص ولی کو حاصل ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ پھر اگر مولی نے قاتل سے ہزار درم پر صلح کر لی تو یہ راس المال ہوگا جبکہ راس المال ہزار درم ہون اور اگر دو ہزار درم پر صلح کی تو اسمین سے راس المال رب المال پورا لے لیگا اور باقی بنابر نفع کے دونون کو موافق شرط کے تقسیم ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر ہزار درم راس المال کی صورت مین مضارب کے پاس دو غلام ہون کہ ہر ایک کی قیمت ہزار ہزار درم ہون پھر ایک کو کسی نے عمداً قتل کیا تو قصاص واجب نہوگا قیمت واجب ہوگی کذا فی الحاوی

اکیسواں باب مضاربت میں شفعہ کے بیان میں۔ اگر کسی نے دوسرے کو ہزار درہم دیئے اس نے ایک دار
خریدا جو ہزار کی قیمت کا یا کم و بیش ہے اور رب المال اس دار کا اپنے ایک دار کے ساتھ شفیع ہے تو اسکو اختیار ہے
کہ یہ دار مضارب سے شفعہ میں لے لے اور اسکو ثمن دیدے کہ وہ ثمن مضاربت میں ہوگا۔ اور اگر مضارب نے
کسی قدر مال مضاربت سے ایک دار خریدا پھر رب المال نے اسکے پہلو میں ایک دار خریدا تو مضارب کو اختیار ہے کہ
شفعہ کے رو سے وہ دار رب المال سے بعوض باقی مال مضاربت کے خرید لے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مضارب نے دار
مضاربت فروخت کیا اور رب المال اپنے دار سے اسکا شفیع ہے تو اسکا شفعہ کچھ نہیں ہے خواہ اس دار میں نفع ہو یا نہو۔ اور اگر
رب المال نے اپنا کوئی گھر فروخت کیا اور مضارب کسی دار مضاربت سے اسکا شفیع ہے پس اگر مضارب کے قبضہ میں اسقدر مال
مضاربت ہے کہ اس سے ثمن دار ادا ہو سکتا ہے تو شفعہ واجب نہوگا اور اگر اسکے قبضہ میں اسقدر نہیں ہے پس اگر دار مضاربت
میں نفع نہو تو شفعہ نہیں ہے اور اگر نفع ہو تو مضارب کو اپنے واسطے لینے کا اختیار ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کسی اجنبی نے
کوئی دار مضاربت کے دار کے پہلو میں خریدا پس اگر مضارب کے پاس اسقدر مال ہے کہ اسکے ثمن کو ادا کر سکتا ہے تو مضاربت
کے واسطے اسکو شفعہ میں لے سکتا ہے اور اگر شفعہ مشتری کو دیدیا تو حق شفعہ باطل ہو گیا اور رب المال کو اختیار نہیں ہے کہ اپنے
واسطے اسکو شفعہ میں لیوے اور اگر مضارب کے پاس اسقدر نہو کہ ثمن ادا کر سکے پس اگر دار مضاربت میں نفع ہو تو شفعہ مضارب اور
رب المال دونوں کا ہے اور اگر ایک نے شفعہ سپرد کر دیا تو دوسرا اپنے واسطے پورا دار شفعہ میں لے سکتا ہے اور اگر دار میں نفع
نہو تو شفعہ خاصۃً رب المال کا ہے یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر مضارب کو شفعہ کا حال معلوم ہوا یہانتک کہ دونوں نے
مضاربت توڑ دی اور مضاربت کے دار کو بقدر راس المال اور نفع کے بانٹ لیا پھر چاہا کہ دار مبیعہ کو شفعہ میں لے لیں
تو دونوں کے لینے کی بابت ہر ایک کو اپنے واسطے اختیار ہے پس اگر دونوں نے طلب کیا تو دونوں کو نصف نصف ملیگا اور
دونوں میں سے ایک نے مشتری کو شفعہ دیدیا تو دوسرے کو اختیار ہے کہ پورا دار اپنے واسطے شفعہ میں لے لے۔ اور اگر
کسی شخص نے دو شخصوں کو مال مضاربت دیا اور دونوں نے اس سے ایک گھر خریدا اور رب المال اسکا شفیع ہے تو
اسکو اختیار ہے کہ ایک کا حصہ شفعہ میں لے لے اور دوسرے کا نہ لیوے اسی طرح اگر شفیع کوئی اجنبی ہو تو بھی یہی حکم ہے
اور اگر مضارب ایک ہی شخص ہو اور شفیع نے چاہا کہ میں تھوڑا دار شفعہ میں لے لوں تو یہ نہیں ہو سکتا ہے خواہ شفیع کوئی
اجنبی ہو یا رب المال ہو۔ اور اگر دو شخصوں نے کسی ایک شخص کو مال مضاربت دیا اس نے اسکے عوض کوئی دار خریدا
اور ایک رب المال اسکا شفیع ہے اس نے چاہا کہ تھوڑا اسمیں سے شفعہ میں لے لے تو ایسا نہیں کر سکتا ہے یا تو
کل لے یا کل چھوڑ دے (یعنی دونوں میں سے ایک کا) ۔ اور اگر مضاربت کے واسطے شفعہ واجب ہوا ہو اور دو مضاربوں میں ایک نے
شفعہ مشتری کو دیدیا تو دوسرا اسکو لے نہیں سکتا ہے۔ اگر راس المال کے ہزار درہم ہوں انکے عوض مضارب نے کوئی
گھر ہزار یا کم و بیش قیمت کا خریدا اور اسکا شفیع رب المال ہے ایک دار کی وجہ سے اور اجنبی اپنے دار کی وجہ سے ہے
تو دونوں کو اختیار ہے کہ دار کو نصفا نصف لے لیں پھر اگر رب المال نے شفعہ دیدیا اور اجنبی نے لینا چاہا تو قیاساً چاہتا ہے کہ
اجنبی شفعہ میں نصف دار لے سکے اسکے سوا اسکو نہ ملے اور استحساناً اسکو یہ حکم ہے کہ اجنبی چاہے کل دار لے لے یا ترک کر دے کذا فی المبسوط

بائیسواں باب اہل اسلام و اہل کفر کے درمیان مضاربت کے بیان میں۔ اگر مسلمان نے نصرانی کو
آدھے کی مضاربت پر مال دیا تو جائز ہے لیکن مکروہ ہے پس اگر اس نے شراب و سور میں تجارت کی اور نفع اٹھایا تو

یا تہائی وغیرہ ۱۲

امام اعظم رح کے نزدیک مضاربت مین جائز ہی لیکن مسلمان کو واجب ہی کہ اپنا حصہ نفع صدقہ کرے اور صاحبین یعنی امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح کے نزدیک شراب و سور مین اُسکا تصرف مضاربت پر جائز نہین ہی - اور اگر اُس نے کوئی مردار خرید کر مضاربت مین سے مال دیا تو بالاجماع مضارب خلاف کرنے والا ضامن ہوگا اور اگر اس نے ربوا یعنی سود لیا مثلاً ایک درم کے عوض دو درم خریدے تو بیع فاسد ہوگی لیکن مال مضاربت کا ضامن نہوگا اور نفع دونون مین موافق شرط کے تقسیم ہوگا - اور مسلمان کو نصرانی کا مال مضاربت پر لینے مین کچھ ڈر نہین ہی اُسکے حق مین یہ مکروہ نہین ہی اور اگر اُس نے شراب یا سور یا مردار خریدی اور مال مضاربت دیا تو مخالف اور ضامن ہوگا اور اگر اسمین نفع کمایا تو جس سے نفع لیا ہی اسکو واپس دے اگر اُسکو پہچانتا ہو اور اگر نہ پہچانتا ہو تو صدقہ کردے اور رب المال نصرانی کو اسمین سے کچھ نہ دے اور اگر کسی مسلمان نے ایک مسلمان و نصرانی کو مضاربت مین مال دیا تو بلا کراہت جائز ہی یہ مبسوط مین ہی - اگر کوئی حربی امان لیکر ہمارے یہان آیا اور کسی مسلمان نے اُسکو آدھے کی مضاربت پر مال دیا اور حربی نے اُسکو کسی مسلمان کے پاس ودیعت رکھا اور دار الحرب مین چلا گیا پھر امان لیکر آیا اور مستودع سے ودیعت لے لی اور اُس سے خرید و فروخت کی تو یہ کام اُسکا اسکی ذات کے واسطے ہی اور رب المال کو اُسکے راس المال کی ضمان دے - اور اگر حربی مال لیکر دار الحرب مین چلا گیا اور وہان خرید و فروخت کی تو وہ اُسی کی ہی اور ضامن ہوگا کیونکہ جب وہ دار الحرب مین مال کو بدون اجازت رب المال کے لیکر چلا گیا تو وہ مال پر مستولی ہوگیا - اور اگر رب المال نے اُسکو دار الحرب مین مال لیجانے کی اجازت دی ہو کہ وہان لیجاکر خرید و فروخت کرے تو استحساناً اسمین اُسکو مضاربت مین جائز رکھتا ہون اور موافق شرط کے نفع دونون مین مشترک قرار دونگا بشرطیکہ وہانکے لوگ مسلمان ہو جاوین یا مضارب مسلمان ہوکر یا معاہدہ کی وجہ سے یا امان لیکر واپس آوے یہ مبسوط مین ہی - اور اگر مسلمانون نے دار الحرب مین اُسپر فتح پایا تو راس المال اور رب المال کا حصہ نفع رب المال کا ہوگا اور باقی تمام مسلمانون کا ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر دو حربی امان لیکر دار الاسلام مین آئے اور ایک نے دوسرے کو اپنا مال مضاربت مین دیا اور آدھے نفع کی شرط قرار دی پھر ایک حربی دار الحرب کو چلا گیا تو مضاربت ٹوٹیگی یہ مبسوط مین ہی - اور اگر کسی حربی نے مسلمان کو مال مضاربت دیا پھر وہ مسلمان دار الحرب مین باجازت رب المال کے لے گیا تو وہ مال مضاربت پر باقی ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی اور اگر ایک حربی نے دوسرے کو مال مضاربت اس شرط سے دیا کہ اسکو نفع مین سے سو درم ملینگے تو مضاربت فاسد ہی اور دونون کا حکم اس باب مین بمنزلہ دو مسلمانون یا دو ذمیون کے ہی حالانکہ اُنھون نے خود التزام کرلیا ہی کہ معاملات تجارت مین احکام اسلام کا برتاؤ کرینگے جس وقت کہ وہ مال لیکر ہمارے ملک مین تجارت کے واسطے داخل ہوئے تھے ایسا ہی دو مسلمانون کے درمیان مضاربت فاسدہ کا حکم دار الحرب و دار الاسلام مین یکسان ہی یہ مبسوط مین ہی - اگر کوئی مسلمان یا ذمی امان لیکر دار الحرب مین گیا اور کسی حربی کو سو درم نفع کی شرط سے مال مضاربت دیا یا اُسکو کسی حربی نے اسی شرط سے دیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک جائز ہی اور نفع دونون مین موافق شرط کے تقسیم ہوگا حتی کہ اگر صرف سو ہی درم نفع اٹھائے ہون تو کل اُسی کو ملینگے یعنی مضارب کو اور گھٹی رب المال پر پڑیگی - اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک مضاربت فاسد ہی اور مضارب کو اجر المثل ملیگا پس اگر مال مین نفع کے سو ہی درم ہون تو اُسی کو

ملینگے اور اگر کم ہون تو کم ہی ملینگے اور رب المال پر کچھ اور واجب نہوگا یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر کوئی مسلمان امان لیکر دار الحرب مین گیا اور ایسے شخص کو جو وہین مسلمان ہوا ہے ہمارے ملک مین ہجرت کر کے نہین آیا ہے کچھ مال سو درم نفع کی شرط سے مضاربت مین دیا یا اسی شرط پر اُس سے لیا تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہے اور موافق شرط کے دلایا جائیگا اور صاحبین رح کے نزدیک مضاربت فاسد ہے کذافی المبسوط۔

تیسوان باب متفرقات مین۔ اگر کسی کو ہزار درم مضاربت مین اس شرط سے دیے کہ اُنکے عوض کپڑے خریدے اور اپنے ہاتھ سے قطع کر کے اُنکو سیے بشرطیکہ جو کچھ اللہ تعالی اُسمین رزق دے وہ ہم دونون مین برابر تقسیم ہو تو یہ موافق شرط کے جائز ہے کیونکہ جیسے کام کرنے کی اُسپر شرط لگائی ہے ایسا کام تاجر لوگ نفع حاصل کرنے کی غرض سے کیا کرتے ہین اسی طرح اگر یہ شرط لگائی کہ اُنسے نری وکھالین خریدے اور اُس سے موزے اور ڈول وکھال اپنے وکاریگرون کے ہاتھ سے بنادے تو یہ سب تاجرون کے کام ہین ایسی شرط مضاربت پر جائز ہے کذافی المبسوط۔ اور اگر اُسکو ہزار درم اس شرط سے دیے کہ لکڑیان یا گھاس کے گٹھے کاٹ کر لاوے بشرطیکہ جو کچھ اللہ تعالی اُسمین رزق دے وہ ہم دونون مین برابر تقسیم ہو تو مضاربت نہین جائز ہے اگرچہ لکڑیان لادلانے یا گھاس کاٹ لانے کے واسطے اجارہ کرنا جائز ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر اپنے مرض مین آدھے کی مضاربت پر ہزار درم دیے اور مضارب نے کام کر کے ہزار درم نفع اُٹھائے پھر رب المال اُسی مرض مین مرگیا اور اجر المثل اُس کام مین مضارب کا اس نفع سے جو اُسکے واسطے شرط کر دیا ہے کم ہوتا ہے اور رب المال پر اسقدر قرضہ ہے کہ اُسکے مال کو محیط ہے تو مضارب کو نصف نفع دیا جائیگا اور مریض کے قرضہ سے پہلے اسکا نفع دیدیا جائیگا اور اگر مضارب کے واسطے کچھ نفع مقرر نہ کیا ہوتا تو اُسکو اجر المثل دینے کا حکم ہوتا اور یہ مریض پر قرضہ ہوتا تو مضارب بھی باقی قرضخواہون کے ساتھ ترکہ مین حقدار کر کے شامل کیا جاتا اور نفع مین اُسکا کچھ حق نہوتا۔ اور اگر کسی تندرست آدمی نے کسی مریض کو ہزار درم مال مضاربت اس شرط سے دیا کہ مضارب کو دسوان حصہ نفع و اجر المثل ویا پانسو درم ملینگے اُس نے کام کر کے ہزار درم نفع اُٹھائے پھر اپنے مرض مین مرگیا اور اُسپر بہت سے قرضہ ہین تو مضارب کو دسوان حصہ نفع ملیگا اس سے زیادہ کچھ نہ دیا جائیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر کسی شخص کو دس مہینے کے واسطے کسی قدر اجرت معلومہ پر مزدور کیا تاکہ کپڑے خریدے تو جائز ہے اور اگر اس مدت مین کچھ مال اُسکو آدھے نفع کی مضاربت پر دیا اُسنے کام کیا اور نفع اُٹھایا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک کل مال رب المال کا ہوگا اور اُس شخص کو وہی اجرت ملیگی جو اُسکے واسطے شرط کر دی گئی ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اُسکو آدھا نفع ملیگا اور اس مدت کی اُجرت ساقط ہوجائیگی چنانچہ اگر اجیر شخص نے اُسکو مال مضاربت دیا تو جائز ہے اور جسقدر مدت اُسنے مضاربت کا کام کیا اتنی مدت کی اُجرت ساقط ہوجاویگی یہ کافی مین ہے۔ اور اگر اجیر نے مال مضاربت رب المال کو آدھے کی مضاربت پر دیا تو جائز ہے اور اجیر اجارہ پر رہا اور مستاجر مضاربت مین رہا اور اگر رب المال نے اجیر کو بضاعت مین مال مضاربت دیا کہ وہ مضاربت پر خرید و فروخت کرتا ہے تو جائز ہے اور مضاربت کی شرط بحال رہیگی اور اُجرت بھی بحال رہیگی یہ مبسوط مین ہے اگر کسی نے دوسرے کو ہزار درم مضاربت مین دیے اور کہا کہ یہ تیرے پاس ایک مہینہ تک مضاربت مین ہے اور جب مہینہ گذر گیا تو قرض ہے تو یہ مال ایسا ہی ہوگا پھر جب مہینہ گذرا اور وہ مال اُسکے پاس درم موجود ہے تو قرض ہوجائینگے یعنی جب اُسپر جدید قبضہ کرلے۔ اور اگر عروض موجود ہے تو قرض نہوگا تاوقتیکہ اُسکو فروخت کر کے دراہم نکر لے پھر جب

اسباب متاع ۱۲

اسکے پاس درم ہوگئے تو قرض ہو جاوینگے یہ محیط مین ہی۔ اگر مدت معلومہ تک قرض دیدے پھر اسپر مضاربت کی
بنا کر لی تو مضاربت مین ہونگے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ نوادر بشر مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ ایک شخص
کے پاس ہزار درم مضاربت مین ہین اُسنے رب المال سے کہا کہ یہ درم مجھے قرض دیدے اُسنے ایسا ہی کیا
حالانکہ وہ درم بعینہٖ قائم ہین پھر اُسکے عوض کوئی چیز خرید لی تو امام ثانی رح نے فرمایا کہ مضارب نے اگر انکو
اپنے ہاتھ مین اُسکے ہاتھ سے یا صندوق یا تھیلی سے لیکر اپنی ضرورت مین صرف کیے تو یہ اُسپر قرض ہونگے یہ
محیط مین ہی ایک شخص نے دوسرے کو مال مضاربت دیا پھر مضارب نے غیر شخص کے ساتھ چند درمون سے
سوا سے مال مضاربت کے شرکت کی پھر مضارب اور اُسکے شریک نے شیرہ انگور دونون کی شرکت مین خریدا پھر
مضارب نے مضاربت مین سے کچھ گیہون کا آٹا لایا اور شیرہ انگور اسمین ملا کر مٹھائی بنائی تو مشائخ رح نے فرمایا کہ دیکھا
جائیگا کہ اگر شریک کی اجازت سے مٹھائی بنائی ہی تو آٹے کی قیمت مٹھائی بنانے سے پہلے دیکھی جائیگی اور شیرہ
انگور کی قیمت دیکھی جائیگی تو جسقدر حصہ آٹے کے پڑتے مین پڑے وہ مضاربت مین قرار دیا جائیگا اور جسقدر
شیرہ انگور کے مقابل ہو وہ مضارب و شریک کے درمیان مشترک ہوگا۔ لیکن یہ حکم اُسوقت ہی کہ رب المال نے اُسکو
اجازت دیدی ہو کہ اپنی رائے سے عمل کرے اور اگر رب المال نے اُسکو یہ اجازت نہ دی ہو اور بلا اجازت شریک
کے اُس نے مٹھائی بنائی تو مٹھائی تمام مضارب کی ہوگی اور رب المال کے واسطے آٹے کا اور شریک
کے واسطے شیرہ انگور کا بقدر اُسکے حصہ کے ضامن ہوگا۔ اور اگر رب المال نے اُسکو اجازت دی
اور شریک نے اجازت نہین دی تو مٹھائی مضاربت مین ہوگی اور مضارب شریک کے حصہ کا جتنا
شیرہ انگور مین تھا ضامن ہوگا اور اگر شریک نے اُسکو اجازت دی اور رب المال نے نہین دی ہی تو تمام
مٹھائی اُسکے اور شریک کے درمیان مشترک ہوگی اور وہ رب المال کے واسطے آٹے کے مثل کا ضامن ہوگا یہ
فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کو فلوس مضاربت مین دیے اور نصف نفع کی شرط کی پھر
اُسنے ہنوز کوئی چیز نہ خریدی تھی کہ یہ فلوس کاسد (بےچلن) ہو گئے اور بجاے اُنکے دوسرے فلوس رائج ہوئے تو مضاربت
فاسد ہوگئی پھر اگر اُسکے بعد مضارب نے اُنسے کوئی چیز خریدی اور اُسمین نفع یا نقصان اُٹھایا تو یہ سب رب المال
کے واسطے ہی اور مضارب کو اجر المثل ملیگا اور اگر کاسد نہونے پایا تھا کہ مضارب نے اُنسے کوئی کپڑا خرید کیا
اور یہ فلوس دیکر قبضہ کر لیا پھر یہ فلوس کاسد ہو گئے تو مضاربت بحال جائز رہی پھر اگر یہ کپڑا درمون یا عروض
کے عوض فروخت کیا تو وہ مضاربت مین قرار دیا جاویگا پھر اگر نفع اُٹھایا اور تقسیم کرنا چاہا تو رب المال اپنے
فلوس کی وہ قیمت لے لیگا جو کاسد ہونے کے روز تھی پھر باقی دونون مین موافق شرط کے نفع تقسیم ہوگا یہ
مبسوط مین ہی۔ نوادر معلی رح مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کو طبرستان مین ہزار درم
مضاربت پر دیے اور یہ درم طبریہ ہین پھر دونون سے بغداد مین ملاقات ہوئی تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ
راس المال وہی ہوگا جو خصومت کے روز طبرستان مین اُن طبریہ درمون کی قیمت ہو یہ محیط مین ہی اگر مضارب نے مال
مین نفع اُٹھایا اور نفع اور راس المال کا اقرار کیا پھر کہا کہ کام کرنے اور نفع اُٹھانے سے پہلے مین نے مال
مضاربت اپنے مال مین ملا دیا تو اُسکی تصدیق نہ کیجاویگی پھر اگر اُسکے بعد راس المال وغیرہ اُسکے پاس تلف ہوا تو

رب المال کو اُسکے راس المال کی اور اُسکے حصہ نفع کی ضمان دیگا یہ مبسوط میں ہی۔ نوادر بشر میں امام ابو یوسف رح
سے روایت ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم آدھے کی مضاربت میں دیے کہ اُس سے خرید و فروخت
و شرکت کرے و اپنی رائے سے عمل کرے پس اُسنکے عوض اور اپنے پاس سے ہزار درم ملاکر کوئی چیز خریدی اور
دونوں مالون کو خلط نہیں کیا پھر چاہا کہ خاصۃً حصہ مضاربت یا اپنا حصہ فروخت کرے تو اُسکو یہ اختیار نہیں ہی اس
جہت سے کہ بیع میں شرکت واقع ہوئی ہی پس دونوں میں سے کسی کو اپنے نفس کی خصوصیت کا اختیار نہیں ہی
یہ محیط میں ہی مضاربت صغیرہ میں لکھا ہی کہ اگر مضارب نے ہزار درم مضاربت سے کوئی غلام خریدا یا باندی خریدی
پھر ہزار درم تلف ہوگئے پھر اُس نے رب المال سے دوسرے ہزار درم اُسکے مثل لیکر ادا کردیے پھر خادم کو تین
ہزار درم لیکر فروخت کیا اور اُس سے ایک متاع خریدی مگر یہ سب درم ادا کرنے سے پہلے تلف ہوگئے تو رب المال
سے دو ہزار پانچ سو درم لیکر اور پانچ سو درم اپنے پاس سے ملاکر ادا کرے پھر اگر اُسکے بعد وہ متاع دس ہزار
کو فروخت کی تو مضارب کو چھٹا حصہ ثمن کا ملیگا اور باقی مضاربت میں رہیگا اُسمیں سے رب المال اپنا راس المال
جو کئی مرتبہ ڈانڈ بھرا ہی سب لے لیگا یعنی چار ہزار پانچ سو درم لے لیگا اور باقی ان دونوں کو نفع تقسیم ہوگا یہ مبسوط
میں ہی۔ نوادر ابن سماعہ میں امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے ہزار درم آدھے کی مضاربت میں
دیے اور مضارب نے اُسنے کام کرکے خرید و فروخت میں نفع اُٹھایا یہانتک کہ تین ہزار درم ہوگئے پھر تین ہزار سے
تین غلام خریدے کہ ہر ایک کی قیمت ہزار درم ہی اور اُنکے دام ہنوز نہ دیے تھے کہ سب مال ضائع ہوگیا تو یہ سب
رب المال پر ہوگا اور راس المال چار ہزار درم ہوجاوینگے۔ اور اگر رب المال نے ایک غلام ہزار درم کو خریدا اور
مضارب نے اُس سے بعوض ہزار درم مضاربت کے جو اُسکے پاس ہین خرید لیا اور دام دینے سے پہلے وہ مال تلف
ہوگیا اور کچھ زیادہ اُسکے پاس نہیں ہی تو رب المال مضارب سے کچھ نہیں لے سکتا ہی اور مضارب اُس غلام کو بدون
کچھ دیے لے لیگا اور وہ مضاربت میں رہیگا اور راس المال اس مضاربت میں دو ہزار درم ہونگے یہ محیط میں ہی۔
اور اگر مضارب نے مال مضاربت سے دو باندیان خریدین ہر ایک کی قیمت ہزار درم ہی پھر ایک کو ہزار درم کو فروخت
کیا اور دوسری کو دو ہزار کو بیچا اور مشتری نے دونوں پر قبضہ کرلیا پھر مضارب اُس سے ملا اور کہا کہ دونوں کے ثمن
میں مجھے کچھ بڑھا دے اُسنے سو درم بڑھا دیے اور مضارب نے سب وصول کرلیے اور بمقابلہ دونوں کے یہ وصول
کیے ہین تو دونوں کی قیمت پر مثل اصلی ثمن کے پھیلائے جاوینگے[1] جبکہ اُسنے دونوں کے مقابلہ میں انکو رکھا ہی اور
قیمت دونوں کی مساوی ہی۔ اور اگر مشتری نے دونوں میں عیب لگایا اور مضارب نے اُس سے ایک سو درم
ثمن سے کم کردینے پر صلح کی پھر مشتری نے اُسمین عیب پایا جسکو ہزار درم میں خریدا ہی تو اُسکو ہزار درم میں سے تینتیس
و تہائی درم کے واپس کرے۔ اور اگر مضارب نے مشتری سے دونوں باندیان جتنے کو فروخت کی ہین اُس سے
سو درم نفع پر خریدین پھر ایک میں عیب پایا تو بعوض اُسکے ثمن اور راس حصہ نفع کے جو دونوں کے ثمن پر تقسیم کرنے
سے اُسکے حصہ میں پڑتا ہی واپس کردے۔ اور اگر مشتری نے ایک باندی ہزار درم کو اور دوسری دو ہزار کو خریدی
اور دونوں کو تین ہزار پر مرابحہ فروخت کرنا چاہا تو اُسکو اختیار ہی اور اگر ہر ایک باندی کو علیحدہ اُسکے ثمن پر مرابحہ
سے فروخت کرنا چاہا تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہی پھر اگر دونوں کے ثمن میں سو درم بڑھا دیے

[1] یعنی سو درم کی دو تہائی دو ہزار والی میں اور ایک تہائی ہزار والی میں

اور مرابحہ سے فروخت کرنا چاہا تو دونون کو تین ہزار ایک سو درم پر مرابحہ سے فروخت کرے اور اگر ایک ہی کو علیحدہ مرابحہ سے فروخت کرنا چاہا تو نہین کر سکتا ہی چنانچہ اگر دونون کو ایک ہی ثمن مین خریدا ہوا اور مرابحہ سے فروخت کرنا چاہا کہ ایک کو علیحدہ اُسکے حصہ ثمن پر مرابحہ سے فروخت کرے تو نہین جائز ہی اور دونون کو پورے ثمن مرابحہ سے فروخت کرنا جائز ہی یہ مبسوط مین ہی۔ منتقی مین ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیے اور مضارب نے اس سے ایک غلام دو ہزار کی قیمت کا خریدا پھر رب المال نے اُسکو ممانعت کر دی کہ سوائے نقدی کے فروخت نہ کرے اور مضارب نے کہا کہ مین اُسکو اُدھار فروخت کرونگا یا اپنا چوتھائی حصہ اُدھار فروخت کرونگا تو اُسکو سوائے نقدی کے بیچنے کا اختیار نہین ہی پھر اگر مضارب نے اُسکی تین چوتھائی نقد فروخت کر دی تو بھی اُسکو ایک چوتھائی اُدھار فروخت کرنے کا اختیار نہوگا تا وقتیکہ تین چوتھائی کے دام لیکر رب المال کو اُسکے راس المال اور حصہ نفع مین نہ دیدے اور جب دیدے تو پھر اُسکو اختیار ہی کہ چاہے اُدھار فروخت کر دے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ہزار درم مضاربت مین ایک باندی اُدھار خریدی تو اُسکو ہزار پر مرابحہ سے فروخت نہین کر سکتا ہی تا وقتیکہ واقعی حال بیان نہ کر دے یہ مبسوط مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو کوئی اسباب مضاربت مین دیا پھر مضارب نے دعوی کیا کہ مین نے تجھے وہ اسباب واپس کر دیا ہی تو شیخ ابو بکر محمد بن الفضل رح نے فرمایا کہ اس بات مین قول اُسی کا قبول ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ ہشام رح فرماتے ہین کہ مین نے امام ابو یوسف رح سے سُنا کہ فرماتے تھے کہ مضارب کو کوئی اسباب مضاربت مین خریدنا بدون مال عین مضاربت کے نہین روا ہی حتی کہ اگر مضارب نے مضاربت کا مال اُدھار فروخت کیا پھر اُس اُدھار کے عوض مضاربت مین کوئی شی خریدی تو نہین جائز ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر مضارب نے مال مضاربت آدھے یا کم وبیش کے نفع پر دیا یا خود لیا تو جائز ہی اسی طرح وہ غلام جسکو تجارت کی اجازت ہی اُس سے بھی یہ فعل جائز ہی ایسے ہی وہ نابالغ لڑکا جسکو تجارت کی اجازت ہی ایسا کر سکتا ہی اور اگر کسی لڑکے نے جسکو تجارت کی اجازت نہین ہی بدون اجازت اپنے باپ یا وصی کے مال مضاربت دوسرے کو دیا اور مضارب نے اُسمین کام کیا تو مضارب ضامن ہی اور ضمان دیکر اُسکا مالک ہو جائیگا اور نفع اُسی کا ہوگا لیکن نفع صدقہ کر دے یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر مضارب نے مال مضاربت سے گیہون کا آٹا خریدا اور رب المال نے اُسکو اور آٹا دیا اور کہا کہ اسی مین بطریق قرارداد ملادے اُسنے ملادیا پھر کل کو فروخت کر دیا تو مشائخ نے فرمایا کہ مضاربت کے آٹے کا مقدار ثمن موافق شرط کے جو مضاربت مین ہوئی ہی قرار پائیگا اور دوسرے آٹے کا مقدار ثمن رب المال کا ہوگا اُسکا نفع ونقصان اُسی پر ہوگا اور مضارب کو اس فروخت کر دینے کا اجر مثل ملیگا یہ امام ابو بکر بلخی نے فرمایا ہی اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ مضارب کو اجر مثل اُسوقت ملیگا کہ جب اُسنے مال مضاربت مین خلط نہ کیا ہو اور اگر خلط کیا ہو تو نہ ملیگا کیونکہ اُسنے ایسی چیز مین کام کیا جسکے کام مین خود شریک ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ بشر بن الولید نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہی کہ مضارب نے مال مضاربت سے ایک باندی خریدی کہ اُسکی قیمت مین راس المال پر زیادتی ہی پھر مضارب نے اُسکو ام ولد بنایا پھر وہ استحقاق مین لے لیگئی اور مضارب سے اُسکا عقر اور بچہ کی قیمت لے لیگئی تو مضارب بائع سے بچہ کی قیمت واپس لینے کا اختیار نہین رکھتا ہی یہ محیط مین ہی۔ امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر وصی نے یتیم کے مال مین کام کرکے نفع یا نقصان اُٹھایا

یعنی جو شرط مضاربت قرار پائی ہو اسی مین ربح حسب قرارداد ۱۲ منہ

اور کہا کہ میں نے مضاربت میں کام کیا ہی تو نقصان کی حالت میں اُسکی تصدیق ہوگی نفع کی صورت میں نہوگی - ولیکن اگر کام کرنے سے پہلے اس امر کے گواہ کر لیے تو نفع کی صورت میں بھی تصدیق کیجاویگی اور اگر کہا کہ میں نے قرض لے لیا تھا تو تصدیق نہوگی تاوقتیکہ کام کرنے سے پہلے اس قرض لینے کے گواہ نہ کر لے بشرطیکہ اسمین نفع ہو اور اگر اسمین خسارہ ہو تو ضامن نہوگا - اسی طرح اگر وصی نے دوسرے کو دیدیا اُسنے کام کر کے نفع اُٹھایا پھر وصی نے کہا کہ میں نے اسکو قرض دیا تھا یا خود قرض لیکر دیا تھا اور اُس شخص دیگر نے تصدیق کی تو بھی یہی حکم ہی - اور اگر یون کہا کہ میں نے اسکو مضاربت یا بضاعت میں دیا ہی اور اُس شخص نے تصدیق کی پس اگر اسمین نقصان ہو تو ضامن نہوگا اور اگر نفع ہی تو کل نفع تقسیم ہوگا الا اُس صورت میں کہ دینے سے پہلے گواہ کر لے یہ محیط سرخسی میں ہی -

امام حسن ابن زیاد رح نے امام اعظم رح سے روایت کی ہی کہ اگر مضاربت میں دینار ہوں اور مضارب نے وہ دینار کسی صراف کے پاس ودیعت رکھے پس صراف نے بدون اُسکی اجازت کے اپنے مال میں ملا دیے پھر مضارب نے کوئی شی بعوض دیناروں کے خریدی تو مخالف قرار دیا جاویگا یہ محیط میں ہی - امام محمد رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے کسی غلام کو مال مضاربت دیا حالانکہ غلام کو تجارت کی اجازت ہی اُسنے اپنی ذات کو مضاربت کے واسطے خریدا تو جائز ہی اور وہ غلام محجور ہوگا یعنی تصرف مال میں نہیں کر سکتا ہی اور وہ فروخت کیا جائیگا اور راس المال رب المال کا ہوگا - اسی طرح اگر اُسنے اپنی ذات کو اور اپنے بیٹے اور جورو کو مضاربت میں مال مضاربت سے خرید اتو بھی یہی حکم ہی یہ ملتقط میں ہی - نوادر بن سماعہ میں امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم آدھے کی مضاربت پر دیے پس مضارب نے اُس سے ایک باندی خرید کر رب المال کے ہاتھ دو ہزار کو فروخت کی پھر مضارب نے رب المال سے دو ہزار ایک سو درم کو خریدی تو باندی مضاربت میں رہیگی اور یہ فعل مضاربت کا توڑنا نہیں ہی اور مضارب کے اسمین سو درم خاصۃ ہونگے یہ محیط میں ہی - اگر ہزار درم مضاربت سے خرید و فروخت کی یہان تک کہ اُسکے پاس دو ہزار درم ہوگئے اُس سے ایک باندی خرید کر قبضہ کر لیا پھر اسکو چار ہزار درم کو ایک سال کے اودھار پر فروخت کیا اور اُسکی قیمت فروخت کے روز ایک ہزار یا کم و بیش ہی اور مشتری کو باندی دیدی پھر دو ہزار درم بائع جاریہ کو دینے سے پہلے تلف ہوگئے تو مضارب ایک ہزار پانچسو درم رب المال سے لیکر اور پانچسو درم اپنے پاس سے ملا کر دیدیگا پھر جب سال کے بعد چار ہزار درم وصول ہونگے تو اسمین ایک چوتھائی مضارب کی ہوگی وہ اسکو نکال لیگا اسکو مضاربت سے تعلق نہیں ہی پھر باقی سے رب المال دو ہزار پانچسو درم راس المال لے لیگا یہ مبسوط میں ہی - مال مضاربت سے ایک باندی دو ہزار کی قیمت کی خریدی پھر ایک سال گذر گیا اور سوا اُسکے دوسرا کچھ مال نہیں ہی تو رب المال پر اسکی تین چوتھائی کی زکوۃ دینی واجب ہوگی اور مضارب پر ایک چوتھائی کی زکوۃ واجب ہوگی - اور اگر اُس نے دو باندیان ہر ایک ہزار کی قیمت کی خریدی تو رب المال پر دونوں کی تین چوتھائی کی زکوۃ واجب ہوگی اور مضارب پر زکوۃ نہوگی یہ امام اعظم رح کا خاصۃ قول ہی - اور اگر ایک باندی دو ہزار قیمت والی خریدی پھر بسبب عیب یا کمی نرخ کے اسمین نقصان آگیا حتی کہ ہزار کی قیمت کی رہگئی پھر وہ بڑھی اور جس روز خریدی گئی تھی اور دو ہزار کی قیمت کے برابر تھی اُس روز سے ایک سال گذر گیا تو مضارب پر زکوۃ نہوگی اور رب المال پر تین چوتھائی کی زکوۃ واجب ہوگی اور اگر اُس باندی

سلہ یعنی کل نفع تقسیم ہوگا ۱۲ سلہ یعنی دعوی قرض مقبول ہوگا ۱۲ سلہ یعنی نفع کی صورت میں بدون اشہاد سابق کے تصدیق قبول نہوگی [illegible] نفع [illegible] نقصان کی صورت [illegible] ضامن [illegible] باندی کے ہلاک [illegible] ۱۲

کی قیمت ہزار سے بڑھتی رہی ہو تو مضارب پر بھی زکوٰۃ آویگی - اور اگر مال مضاربت سے گیہوں وجو و اونٹ و بکریاں خریدیں کہ ہر جنس کی قیمت ہزار ہو تو مضارب پر زکوٰۃ نہ آویگی اور اگر ایک ہی جنس ہو تو مضارب پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے - اگر رب المال نے چاہا کہ میرا مال مضارب کے ذمہ قرضہ رہے اور نفع کا نفع مجھے ملے تو مشائخ نے فرمایا کہ اسکی صورت یہ ہے کہ مضارب کو مال قرض دے دے اور سپرد کر دے پھر اس سے مضاربت پر لے لے پھر اسکو خود بضاعت پر دے دے اور وہ اسمین کام کرے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے - اگر کسی شخص نے اپنے نابالغ لڑکے کا مال آدھے یا کم و بیش نفع کی مضاربت پر دیدیا تو جائز ہے اسی طرح اگر خود مضاربت پر لے لیا تو بھی جائز ہے - اور اگر باپ نے اپنے نابالغ لڑکے کے واسطے کسی شخص کا مال آدھے کی مضاربت پر اس شرط سے لیا کہ باپ اسمین بیٹے کے واسطے کام کرے اور خود اس سے مضاربت کا کام کیا اور نفع اٹھایا تو نفع اسکا رب المال اور باپ کے درمیان نصفا نصف تقسیم ہوگا اور بیٹے کا اسمین کچھ نہین ہے - اور اگر وہ لڑکا ایسا ہو کہ ایسے لڑکے خرید و فروخت کرتے ہین پھر باپ نے اس شرط سے لیا کہ لڑکا خرید و فروخت کرے تو جائز ہے اور نفع رب المال اور لڑکے کے درمیان نصفا نصف موافق شرط کے تقسیم ہوگا - اسی طرح اگر اس صورت مین باپ نے لڑکے کی اجازت سے اسی کے واسطے خود کام کیا تو بھی یہی حکم ہے - اور اگر لڑکے نے اسکو کام کرنے کی اجازت نہ دی ہو تو باپ مال کا ضامن ہوگا اور تمام نفع اسی کا ہوگا کہ اسکو صدقہ کردے - اور وصی ان سب صورتون مین بمنزلہ باپ کے ہے یہ مبسوط مین ہے اگر رب المال نے مال مضاربت بعوض مثل قیمت یا زیادہ کے فروخت کیا تو جائز ہے اور اگر کم قیمت پر فروخت کیا تو نہین جائز ہے خواہ کمی اسقدر ہو کہ لوگ برداشت کر لیتے ہین یا نہین برداشت کرتے ہین ولیکن اگر مضارب اس بیع کی اجازت دے دے تو جائز ہوجائیگی - اسی طرح اگر دو شخص مضارب ہون اور ایک نے باجازت رب المال کے فروخت کیا تو سوا مثل قیمت یا زیادہ پر فروخت کرنے کے کسی صورت مین جائز نہین ہے ولیکن اگر دوسرا مضارب اجازت دیدے تو جائز ہوجائیگی یہ حاوی مین ہے - ایک مضارب کسی سرا کی کوٹھری مین اترا اسکے ساتھ اسکے تین رفیق ہین پھر مضارب دو رفیقون کے ساتھ باہر چلا گیا اور چوتھا اسی حجرہ مین بیٹھا رہا پھر وہ بھی دروازہ کھلا چھوڑ کر باہر چلا گیا اور مال مضاربت تلف ہوگیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر چوتھے پر حفاظت اسباب کا اعتماد تھا تو مضارب ضامن نہوگا اور چوتھا شخص ضامن ہوگا اور اگر اسپر اعتماد نہ تھا تو مضارب ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - اگر دوسرے کو ہزار درم مضاربت مین دیے اور یہ شرط کی کہ جسقدر اس سے ہروی کپڑے خریدے اسمین خاصۃً نصفا نصف نفع تقسیم ہوگا اور جسقدر اس سے نیشاپوری خریدے اسکا کل نفع رب المال کا ہے اور جسقدر اس سے زطی خریدے اسکا کل نفع مضارب کا ہے تو یہ موافق تسمیہ کے جائز ہے پس اگر اس نے ہروی خریدے تو مضاربت مین موافق شرط کے ہے اور اگر نیشاپوری خریدے تو یہ بضاعت ہے نفع رب المال کا اور نقصان اسی پر ہوگا اور اگر زطی خریدے تو مال قرض ہے اور نفع و نقصان مضارب پر ہوگا یہ مبسوط مین ہے - اگر مضارب سلطان کی طرف سے گذرا اور اسکو کوئی چیز دی تاکہ اسکا ہاتھ روکے تو ضامن ہوگا اور اگر سلطان نے زبردستی یا کراہ سے لیا تو استحسانًا ضامن نہ ہوگا جیسا کہ اس سے کچھ مال غصب کر لیا گیا تو ضمان نہین ہے یہ محیط سرخسی مین ہے - اور اگر مضارب کسی

عشر لینے والے عاشر کی طرف گذرا اور مال مضاربت اُسکے ساتھ ہی اور اُسکو مال مضاربت سے خبردار کر دیا اور
عاشر نے اس سے عشر لے لیا تو جسقدر عاشر نے اُس سے لیا ہی اُسکی ضمان مضارب پر نہین ہی اور اگر بدون
لازم کرنے عاشر کے خود اُس نے عاشر کو دیدیا تو ضامن ہی۔ اسی طرح اگر چاپلوسی کر کے اُسکو کچھ رشوت
دیدی تاکہ وہ باز رہے تو جسقدر اُس نے دیا ہی اُسکا ضامن ہوگا اور شیخ امام رحمہ نے فرمایا کہ ہمارے زمانہ مین
حکم اُسکے برخلاف ہی اور اگر کسی شاطر نے طمع کر کے بطریق غصب کے مال لینا چاہا اور مضارب نے اُسکو کچھ مال
مضاربت دیا تو مضارب ضامن نہوگا اسی طرح اگر وصی نے مال یتیم مین سے کچھ رشوت کے طور پر اسی
غرض سے دیدیا تو یہی حکم ہی کذا فی المبسوط۔

کتاب الودیعۃ

اسمین دس باب ہین

باب اول ایداع و ودیعت کی تفسیر اور ودیعت کے رکن و شرائط و حکم کے بیان مین کسی دوسرے شخص
کو اپنے مال کی حفاظت پر مسلط کرنے کو شرعاً ایداع کہتے ہین اور جو چیز امین کے پاس چھوڑی جاوے وہ شرعاً
ودیعت ہی یہ کفر مین ہی۔ اور رکن ودیعت کی ایجاب و قبول ہی یعنی مودع کا یہ کہنا کہ مین نے تجھے یہ مال ودیعت
دیا یا جو اُسکے قائم مقام اقوال و افعال ہون اور مستودع کی طرف سے قول و فعل سے قبول کرنا یا فقط فعل سے قبول
کرنا یہ تبیین مین ہی ودیعت کبھی صریح ایجاب و قبول سے ہوتی ہی اور کبھی بدلالت ہوتی ہی پس صریح یون ہی کہ مودع نے
کہا کہ مین نے تجھے یہ چیز ودیعت دی اور مستودع نے کہا کہ مین نے قبول کی اور حفاظت کے حق کے واسطے بدون
اسکے تمام نہوگی اور حق امانت مین صرف ایجاب سے تمام ہو جاتی ہی حتی کہ اگر کسی غاصب سے کہا کہ مین نے تجھے
چیز مغصوب ودیعت دی تو غاصب ضمان سے بری ہو گیا اگرچہ اُسنے قبول نہ کیا ہو و لیکن حفاظت کا وجوب مستودع
پر لازم ہی پس اُسکا قبول کرنا ضرور ہی اور ودیعت بدلالت اسطرح ہی کہ جب کسی کے پاس متاع رکھی اور کچھ نہ کہا یا کہا
کہ تیرے پاس ودیعت ہی اور وہ خاموش رہا تو وہ شخص مستودع ہو جاویگا کیونکہ عرفاً یہ ایداع و قبول ہی حتی کہ اگر
غائب ہوا اور متاع ضائع ہو گئی تو وہ ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور شرائط ودیعت چند قسم کے
ہین ازانجملہ یہ ہی کہ مال ودیعت اس قابل ہو کہ اُسپر قبضہ کا اثبات ہو سکتا ہو حتی کہ اگر بھاگے ہوئے غلام کو یا
ہوائی پرند کو یا دریاے عمیق کے گرے ہوئے مال کو ودیعت دیا تو نہین صحیح ہی یہ بحر الرائق مین ہی۔ ازانجملہ
یہ ہی کہ مستودع عاقل ہو پس مجنون یا طفل لایعقل کا ودیعت قبول کرنا صحیح نہین ہی اور اُسکا بالغ ہونا ہمارے
نزدیک شرط نہین ہی حتی کہ جس لڑکے کو تصرف کی اجازت ہی اُسکو ودیعت دینا صحیح ہی ایسے ہی آزادی بھی
شرط نہین ہی پس غلام ماذون کو ودیعت دینے کا اختیار ہی و لیکن جو لڑکا محجور ہوگا یعنے تصرف سے ممنوع ہو
تو اُسکا ودیعت قبول کرنا صحیح نہین ہی ایسے ہی مستودع کی آزادی بھی عقد ودیعت صحیح ہونے کے واسطے
شرط نہین ہی حتی کہ غلام ماذون سے قبول صحیح ہی اور احکام ودیعت کے اُسپر مترتب ہونگے لیکن غلام محجور سے

سلہ یعنی قول و فعل سے قبول کیا ہو ۱۲

ودیعت دیتا ہوں ۱۲

قبول صحیح نہیں ہے یہ بدائع میں ہے۔ اور حکم ودیعت کا یہ ہے کہ مستودع پر ودیعت کا حفظ واجب ہے اور مال اُسکے پاس امانت ہو جاتا ہے اور مالک کے طلب کرنے کے وقت واپس دینا اُسپر واجب ہے کذا فی الشمنی۔ اور جو چیز ودیعت ہے وہ دوسرے کو ودیعت نہیں دیجاتی ہے اور نہ عاریت دیجاتی ہے اور نہ اُجرت پر دیجاتی ہے اور نہ رہن کیجاتی ہے اور اگر مستودع نے اُنمیں سے کوئی فعل کیا تو وہ ودیعت کا ضامن ہو جائیگا یہ بحر الرائق میں ہے ایک شخص کے پاس کوئی چیز بلا علم اُسکے رکھدی اور وہ ضائع ہو گئی تو وہ ضامن نہوگا کیونکہ اسنے حفاظت کا التزام نہیں کیا ہے اور اگر کسی کے پاس کوئی چیز رکھدی اور کہا کہ اسکو دیکھے رہنا اُسنے چلا کر کہا کہ میں اسکی حفاظت نہیں کرونگا۔ اور وہ ضائع ہو گئی تو محیط میں ہے کہ وہ ضامن نہوگا کیونکہ اُسنے حفاظت کا التزام نہیں کیا ستھا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک شخص مجلس میں سے اُٹھا اور اپنی کتاب یا کچھ اسباب چھوڑ دیا تو باقی لوگ مستودع ہونگے یہانتک کہ اگر سب نے چھوڑ دی اور وہ تلف ہو گئی تو سب ضامن ہونگے کیونکہ سب نگہبان تھے اور اگر ایک ایک کرکے سب اُٹھ گئے تو پچھلے شخص پر تاوان آویگی کیونکہ وہی حفاظت کیواسطے متعین ہو گیا تھا یہ محیط سرخسی میں ہے اگر کوئی شخص اپنی دوکان کا دروازہ کھلا چھوڑ گیا اور جو لوگ بیٹھے تھے ایک ایک کرکے اُٹھ گئے پھر کچھ مال اُٹھ گیا تو پچھلا شخص ضامن ہوگا یہ ملتقط میں ہے۔ ایک شخص کے [illegible] ایک کپڑا ہے دوسرے نے کہا کہ یہ فلانا شخص نے اُسنے دیدیا تو بطور ودیعت کے ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ فتاوی اہل سمرقند میں ہے کہ ایک شخص اپنے گھوڑے سمیت سرا ے میں گیا اور بھٹیارے سے کہا کہ میں اسکو کہاں باندھوں اسنے کہا کہ وہاں باندھدے پس بھٹیارے نے باندھ دیا اور وہ شخص کہیں چلا گیا پھر واپس آیا تو اپنا گھوڑا نہ پایا اور بھٹیارے نے کہا کہ تیرا ساتھی گھوڑے کو پانی پلانے کے لیے لیگیا ستھا حالانکہ اُسکا کوئی ساتھی نہ ستھا تو بھٹیارا ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے اگر کوئی شخص حمام میں گیا اور حمام والے سے کہا کہ میں اپنے کپڑے کہاں رکھوں اور حمامی نے کہا کہ وہاں رکھدے اُس نے رکھدیے اور حمام میں داخل ہوا پھر حمام سے ایک شخص نکلا اور اُسکے کپڑے لیگیا تو حمام والا ضامن ہوگا اور اگر کپڑوں کو حمام والے کی نگاہ کے روبرو رکھدیا اور کچھ نہ کہا اور باقی مسئلہ بحالہ ہے پس اگر حمام میں کوئی ثیابی یعنی جامہ دار یعنی کپڑوں کا حفاظت کرنے والا نہو تو حمام والا ضامن ہوگا اور اگر اُسکا کوئی جامہ دار ہو اور وہ حاضر ہو تو ضمان اُسی پر ہوگی حمام والے پر نہوگی ولیکن اگر صریح حمام والے پر حفاظت کی مقرر کر دی مثلاً یوں کہا کہ کپڑے کہاں رکھوں تو اس صورت میں اُسی حمام والے پر ضمان واجب ہوگی اگرچہ حمام کا کوئی جامہ دار ہو اور وہ حاضر ہو یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر جامہ دار غائب ہو اور اُس شخص نے حمام والے کے سامنے نگاہ کے روبرو کپڑے چھوڑ دیے تو حفاظت صاحب حمام پر ہے اسوقت تضییع سے حمام والا ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ ایک شخص حمام میں گیا اور کپڑے رکھدیے اور حمام والا حاضر ہے پھر ایک شخص حمام سے نکلا اور کپڑے پہن لیے اور حمام والے کو یہ معلوم نہوا کہ یہ کپڑے اُسکے ہیں یا دوسرے کے ہیں پھر کپڑوں کا مالک نکلا اور کہا کہ یہ میرے کپڑے نہیں ہیں اور حمام والے نے کہا کہ ایک شخص حمام سے نکلا اور وہ کپڑے پہن گیا اور مجھے گمان ہوا کہ اُسی کے ہیں تو حمام والا ضامن ہوگا کیونکہ اُس نے حفاظت چھوڑ دی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ فتاوی ابو اللیث کی کتاب الغصب میں ہے کہ ایک شخص حمام میں گیا اور اپنے کپڑے حمام والے کی نگاہ کے روبرو رکھدیے پھر نکلا اور

[illegible]

سے کے سپرد نہ کرے یا اسکا حکم ستھا اسکے پیچھے کو [illegible] ۱۲م

سے قولہ ضامن ہوگا جبکہ جامہ دار وہاں نہو ۱۲م

حمام والے کو سوتا پایا اور حال یہ ہوا کہ کپڑے چوری گئے پس اگر وہ بیٹھے بیٹھے سو گیا ہو تو ضامن نہوگا اور اگر اس نے اپنا پہلو زمین پر رکھا ہو تو ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور مجموع النوازل مین ہے کہ ایک عورت حمام کی طرف نکلی اور لوٹا ایک نابالغہ کو دیا کہ یہ میری بیٹی کو دیدے وہ حمام مین موجود تھی پھر جب وہ نابالغہ اسکے پاس لے گئی تو اسکی بیٹی نے اس نابالغہ سے کہا کہ اسکو پانی سے بھر کر میرے پاس لا اُس نے بھرا اور وہ ٹوٹ گیا پس اگر یہ بیٹی اپنی ماں کے عیال مین ہو تو ضامن نہوگی اور اگر اپنے شوہر کے گھر مین ہو پس اگر ماں نے اسکو عاریت دیا ہو تو بھی ضامن نہوگی اسی طرح اگر اس نابالغہ سے کہا ہو کہ میرے سر پر اسی سے پانی ڈالدے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ماں نے اسکے پاس حفاظت کے واسطے بھیجا ہو تو بیٹی ضامن ہوگی اگر اسکو اپنی نظر سے غائب کیا یہ خلاصہ مین ہے۔

دوسرا باب ودیعت کی حفاظت غیر کے ہاتھ مین کر دینے کے بیان مین۔ مستودع کو اختیار ہے کہ ودیعت ایسے شخص کو دیدے جو اسکے عیال مین ہے خواہ جسکو دی ہے وہ اسکی جورو ہو یا بیٹا بیٹی ہو یا والدین ہون بشرطیکہ وہ شخص ایسا متہم نہو کہ اُس سے ودیعت پر خوف کیا جاوے یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ اور ابو بکر رح نے فرمایا کہ اسکے عیال کو جو مذکور ہوئے یہ اختیار ہے کہ ایسے شخص کو دیدین جو انکے عیال مین ہے یہ وجیز کردری مین ہے۔ اور اس حکم مین عیال مین وہ شمار ہوتا ہے جو مستودع کے ساتھ رہتا ہو خواہ نفقہ مین ساتھ ہو یا نہو یہ فتاوے صغری مین ہے۔ اور ایسا ہی فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اس باب مین مساکنت یعنی باہم ساتھ سکونت کرنے کا اعتبار ہے ولیکن جورو و نابالغ بیٹے و غلام مین یہ ہے کہ اگر نابالغ بیٹا اسکے عیال مین نہو اور اسکو ودیعت حفظ کے واسطے دیدے تو ضامن نہوگا ولیکن یہ شرط ہے کہ وہ نابالغ حفاظت کرنے پر قادر ہو اور جورو اگر دوسرے محلہ مین رہتی ہو اور شوہر دوسرے محلہ مین ہو اور شوہر اسکو نفقہ بھی نہ دیتا ہو اور شوہر نے ودیعت اسکو دیدی تو ضامن نہوگا اور غلام اگر اسکے عیال مین نہو تو بمنزلہ نابالغ بیٹے کے ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور مستودع نے اگر ودیعت اپنے غلام یا اجیر کو جو ماہواری یا سالانہ پر مقرر ہے حالانکہ اسکے ساتھ رہتا ہے یا بالغ بیٹے کو جو اسکے عیال مین ہے یا اپنے باپ کو جو اسکے عیال مین ہے دیدی تو ضامن نہوگا یہ فتاوے عتابیہ مین ہے۔ اور بالغ بیٹا اگر اسکے عیال مین نہو اور اسکو ودیعت دیدی اور ضائع ہوگئی تو ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور والدین کا حکم مثل اجنبی کے ہے حتی کہ یہ ضرور ہے کہ والدین اسکے عیال مین ہون پس اگر اسکے عیال مین ہون تو ودیعت دینا جائز ہے یہ خلاصہ سے لیا ہے اور یہ سب جو مذکور ہوا اُس وقت ہے کہ مودع نے ودیعت دیکر مستودع کو منع نہ کیا ہو کہ اپنے عیال کو نہ دینا اور اگر اُسنے منع کیا اور پھر اُس نے کسی کو اپنے عیال مین سے دیدی اور ودیعت ضائع ہوگئی تو دیکھا جائیگا کہ اگر مستودع کو عیال کو دینے کی مجبوری نہ تھی بلکہ اسکی حفاظت کی کوئی راہ نکلتی تھی تو ضامن ہوگا اور اگر عیال کو دینے پر مجبور ہوگیا اور ضرورت واقع تھی تو ضامن نہوگا مثلاً ایک شخص نے دوسرے کو ایک چوپایہ ودیعت دیا اور منع کر دیا کہ اپنی عورت کو حفاظت کے واسطے نہ دینا اور شوہر مجبور ہوا اُس نے عورت کو دیا اور وہ ضائع ہوا تو شوہر یعنی مستودع ضامن نہوگا یہ مضمرات مین ہے۔ اور اگر کسی اجیر خوار کو یعنی جسکو ماہواری نفقہ دیتا ہے اور وہ شخص اسکے ساتھ سکونت نہین رکھتا ہے یا ایسے اجیر کو جو روزانہ پر کام کرتا ہے ودیعت سپرد کی

تو ضامن ہوگا یہ فتاوے عتابیہ مین ہے۔ امام تمرتاشی و امام حلوائی نے امام محمد رح سے ذکر کیا ہے کہ مستودع نے ودیعت اپنے وکیل کو دیدی حالانکہ وہ اُسکے عیال مین نہین ہے یا کسی اپنے امین کو جسپر اپنے مال کا اعتبار کرتا ہے ودیعت دی حالانکہ وہ اُسکے عیال مین نہین ہے تو ضامن نہوگا کیونکہ جب اُسپر مستودع کو اپنے مال کا وثوق ہوا تو ایسا ہی ودیعت کا بھی حکم ہے پھر فرمایا کہ اسی پر فتوے ہے کذا فی النہایہ - ایک بازاری دوکاندار دوکان سے نماز کے واسطے اُٹھ گیا اور دوکان مین ودیعت تھی وہ ضائع ہوگئی تو دوکاندار ضامن نہوگا کیونکہ اُس نے پڑوسیون پر حفاظت چھوڑی اسلیے کہ یہ شخص ضائع کردینے والا قرار نہ دیا جائیگا اور یہ بھی نہین ہے کہ اس فعل سے اُسنے پڑوسیون کو ودیعت کا ایداع کیا ہے بلکہ وہ خود ہی حفاظت کرنے والا رہا اور دوکان اُسکی محرز ہے کہ اُسی مین حفاظت ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے - اور اگر ودیعت کسی شریک مفاوض یا شریک عنان یا غلام ماذون یا ایسے غلام کو جسکو منزل سے جدا کردیا ہے دیدی اور ضائع ہوگئی تو ضامن نہوگا اسی طرح اگر دو صراف شریک ہون اور ایک کو ودیعت دی اُسنے اپنے کیسہ یا صندوق مین رکھی اور شریک کو اُسکی حفاظت کا علم کیا اُسنے کیسہ اُٹھا لیا پھر وہ ودیعت ضائع ہوگئی تو ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے - اگر کسی شخص کی دو جورو ہون اور ہر ایک جورو کا ایک ایک لڑکا دوسرے شوہر سے ہے وہ ساتھ رہتا ہے تو وہ دونون بھی عیال مین داخل ہین اُنکو ودیعت دینے سے اگر ضائع ہوجاوے تو ضامن نہوگا یہ ظہیریہ مین ہے - مستودع کو اگر ودیعت کے ڈوب جانے کا خوف ہوا اُس نے دوسری کشتی مین منتقل کردی تو ضامن نہوگا یہ سراجیہ مین ہے اور اگر ضرورت کے وقت مثلاً اُسکے گھر مین آگ لگی اور خوف ہوا کہ ودیعت جل جاویگی یا ودیعت کشتی مین تھی اُسکے ڈوبنے کی حالت طاری ہوئی یا ڈاکو چور نکلے اور اُسکو خوف ہوا اور ودیعت اپنے ہاتھ سے نکالکر دوسرے کو دیدی تو ضامن نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے - امام خواہرزادہ نے فرمایا کہ اگر آگ لگی اور اُس نے اُسکے گھر کو گھیر لیا اُسوقت اُس نے ودیعت کسی پڑوسی کو دی تو ضامن نہوگا اور اگر یہ حالت نہ پہونچی ہو تو ضامن ہوگا اور یہ شرط اکثر کی جو فتاوی مین لگائی گئی ہے احق و انظر ہے یعنی حق ہے فی نفسہ اور مودع کے حق کا لحاظ ہے یہ عتابیہ مین ہے - اور یہ سب اُس صورت مین ہے کہ اُس نے بضرورت دوسرے کو دیدی ہو اور اگر بلا ضرورت دیدی اور دوسرے کے پاس تلف ہوئی پس اگر پہلے مستودع کے دوسرے سے جدا ہونے سے پہلے تلف ہوئی ہے تو بلا خلاف دونون مین سے کسی پر ضمان نہ آویگی اور اگر مستودع اُس دوسرے سے جدا ہوگیا پھر وہ تلف ہوئی تو بلا خلاف مستودع اول ضامن ہے اور دوسرے کے ضامن ہونے مین اختلاف ہے صاحبین رح کے نزدیک ضامن ہوگا اور امام اعظم رح کے نزدیک ضامن نہوگا کذا فی المحیط - پس اگر مودع نے اول سے ضمان لی تو وہ دوسرے سے نہین لے سکتا ہے اور اگر دوسرے سے ضمان لی تو وہ پہلے سے واپس لیگا کذا فی المضمرات اور اگر دوسرے نے ودیعت کو خود تلف کردیا تو بالاجماع ضامن ہوگا - اور مودع کو اختیار ہے چاہے پہلے شخص سے ضمان لے یا دوسرے سے ضمان لے پس اگر اول سے ضمان لی تو وہ دوسرے سے پھیر لیگا اور اگر دوسرے سے ضمان لی تو وہ اول سے نہین لے سکتا ہے یہ سراج الوہاج مین ہے - اور اگر مستودع نے دعوی کیا کہ مین نے ودیعت بسبب ضرورت کے دوسرے کو دی تھی مثلاً گھر مین آگ لگجانے کا دعوے کیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک بدون گواہون کے اُسکی تصدیق نہوگی اور یہی قیاس قول امام اعظم رح ہے اسکو قدوری نے ذکر کیا ہے کذا فی الظہیریۃ

اور زاد المعاد مین ہی کہ یہی صحیح ہی کذا فی التاتارخانیہ اور منتقی مین مذکور ہی کہ اگر یہ بات معلوم ہو کہ اُسکا گھر بھی جل گیا ہی تو اُسکا قول قبول ہوگا اور اگر نہ معلوم ہو تو بدون گواہون کے قبول نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اس پر ائمہ کا اجماع ہی کہ غاصب کا مستودع ضامن ہوتا ہی اگر ودیعت اُسکے پاس تلف ہو جاوے اور مغصوب منہ کو اختیار ہوتا ہی کہ چاہے غاصب سے ضمان لے اور وہ مستودع سے پھیر نہ سکیگا اور چاہے مستودع سے ضمان لے اور وہ بقدر ضمان کے غاصب سے واپس لیگا یہ شرح طحاوی مین ہی۔ قال فی الجامع الکبیر اگر کسی غلام مجور کو ودیعت دی اُسنے دوسرے غلام مجور کے پاس رکھدی اور تلف ہو گئی تو امام اعظم رح کے نزدیک اول سے بعد عتق کے ضمان لے سکتا ہی۔ یا دوسرے سے فی الحال لے سکتا ہی اور اصح یہ ہی کہ امام اعظم رح کے نزدیک دوسرا کبھی ضامن نہوگا اور امام ابویوسف رح کے نزدیک اُسکو اختیار ہی کہ دونون مین سے جس سے چاہے فی الحال ضمان لے اگر اول مین عتق ظاہر ہوا اور اگر کسی تیسرے کے پاس کہ وہ بھی مجور ہی ودیعت رکھی تو امام اعظم رح کے نزدیک اول و ثالث ضامن نہوگا اور اُسکو اختیار ہی کہ دوسرے سے فی الحال ضمان لے اور امام ابویوسف رح کے نزدیک اُسکو اختیار ہی کہ تینون مین سے جس سے چاہے فی الحال ضمان لے یہ ینابیع مین ہی۔ مستودع نے اگر اپنی عورت کے پاس ودیعت رکھی پھر اُسکو طلاق دیدی اور اُسکی عدت گذر گئی اور اُس نے ودیعت واپس نہین لی اور وہ اُسکے پاس تلف ہو گئی تو بعض متاخرین نے فرمایا کہ ضامن ہوگا کیونکہ اُسپر واپس کر لینا واجب تھا چنانچہ امام محمد رح نے اصل مین فرمایا کہ اگر مستودع کے گھر مین آگ لگی اُس نے ودیعت کسی اجنبی کو دیدی تو ضامن نہوگا پھر اگر فارغ ہو کر اجنبی کے پاس سے واپس نہ کر لی یہان تک کہ تلف ہو گئی تو ضامن ہوگا ایسا ہی حکم ہمارے اس مسئلہ مین ہی اور ایسا ہی صاحب محیط نے حکم دیا ہی اور امام قاضیخان نے فرمایا کہ ضامن نہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہی اور تجرید مین ہی کہ اگر مستودع نے ودیعت اپنے ہاتھ سے نکالکر دوسرے کے ہاتھ مین دیدی اور دوسرے کو حکم کیا کہ اُسکو تلف کر دے یا اسمین نقصان کر دے اور دعوے کیا کہ یہ امر مودع کے حکم سے واقع ہوا ہی تو اُسکے قول کی تصدیق نہ کیجاویگی اور اُسکو یہ اختیار ہی کہ مودع سے قسم لے۔ اور سغناقی مین لکھا ہی کہ اگر ودیعت مستودع کے بیت مین ہو اور اُسنے اپنے بیت مین دوسرے سے استحفاظ کیا مثلاً دوسرے کو چھوڑ کر بیت سے خود باہر چلا گیا تو ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ مستودع نے اگر دوسرے شخص کے حرز مین یعنے وہ محرز غیر کا ہی اُسمین اپنے پاس کی ودیعت کی نگاہداشت کی حالانکہ اسمین اسکا کچھ مال نہین ہی تو ضامن ہوگا اور اگر کوئی محرز اپنے واسطے کرایہ لیا اور اُسمین ودیعت کی حفاظت کی تو ضامن ہوگا اگرچہ اُسمین اسکا کچھ مال نہ رکھا ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اگر مستودع نے اپنی وفات کے وقت ودیعت کسی پڑوسی کو دیدی حالانکہ اُسکے سامنے وقت وفات کے ایسا کوئی شخص حاضر نہین ہی جو اُسکے عیال مین سے ہو تو وہ ضامن نہوگا[2] یہ ملتقط مین ہی۔ اگر اپنے دار مین سے کوئی بیت کسی شخص کو کرایہ پر دیا اور مستاجر کے پاس ودیعت رکھدی پس اگر ہر ایک کا دربند علیحدہ ہو تو ضامن ہوگا اور اگر علیحدہ نہو اور ہر ایک دوسرے کے پاس بدون روک و لحاظ کے چلا آتا ہی تو ضامن نہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر اپنی عورت یا غلام کو اپنی دکان مین چھوڑ گیا تو ضامن نہوگا بشرطیکہ دونون امین ہون ورنہ ضامن ہوگا اگر ودیعت تلف ہو جاوے یہ فتاوی کبری مین ہی۔ اور اگر مولی نے اپنے غلام کو اپنی دکان پر بٹھلایا اور اسمین ودیعتین ہین اور وہ چوری گئین پھر

[1] قولہ اصح یعنی ظاہر الروایت مذکورہ ضعیف ہی اور اصح روایت موافق قول امام ابویوسف رح کے ہی ۱۲

[2] قولہ [illegible] یعنی [illegible] ودیعت [illegible] اپنے [illegible] ۱۲

مولی نے بعض ودیعت اس غلام کے پاس پائی اور بعض اسنے تلف کردی ہین پھر مولی نے غلام کو فروخت کیا پس اگر مودع کے پاس اس امر کے گواہ ہون تو اسکو اختیار ہوگا چاہے بیع کی اجازت دیکر اسکا ثمن لے لے یا بیع توڑ دے اور اپنے دین مین اسکو فروخت کرے اور اگر اسکے پاس گواہ نہون تو اسکو اختیار ہے کہ مولی سے اسکے علم پر قسم لے پس اگر مولی نے قسم کھالی تو ثبوت نہوگا اور اگر نکول کیا تو دو صورتین ہین کہ اگر مشتری نے اقرار کردیا تو اسکا اقرار کرنا اور گواہون سے ثبوت ہونا یکسان ہے اور اگر انکار کیا تو بیع کو نہین توڑ سکتا ہے لیکن مولی سے ثمن لے لیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر والی شہر کے پاس شہر کے لوگون کا چندہ جمع ہوکر آیا اسنے کسی صراف کے پاس رکھدیا اور ضائع ہوا پس اگر شہر کے لوگون کے نام سے یا والی کے نام سے رکھا گیا ہو تو سب کا مال گیا اور اگر اس شخص کے نام سے رکھا گیا کہ جس نے لیا ہے تو خاصۃً اسی شخص کا مال گیا کذا فی الملتقط

تیسرا باب ۔ کن شرطون کا ودیعت مین اعتبار واجب ہے اور کن شرطون کا نہین واجب ہے ۔ اگر مودع نے کہا کہ ودیعت کی اس بیت مین حفاظت کر اور پھر مستودع نے اس دار کے دوسرے بیت مین حفاظت کی تو ضامن نہوگا اور یہ استحسان ہے اور قیاساً ضامن ہوگا ۔ اسی طرح اگر کہا کہ اس بیت مین رکھ اور اس دوسرے مین نہ رکھ حالانکہ دونون بیت ایک ہی دار کے ہین تو اسمین بھی وہی قیاس و استحسان مذکورہ جاری ہے اور بیان مین لکھا ہے کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ جب دوسرا بیت کہ جسمین حفاظت سے منع کردیا تھا اس بیت سے جسمین حکم کیا تھا بچاؤ و نگہبانی کے حق مین کم نہو اور اگر کم ہوگا تو ضامن ہوگا اور اگر یون کہا کہ اپنے اس کیسہ مین رکھ اسنے دوسرے مین رکھی تو ضامن نہوگا یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور اگر کہا کہ اسکو اپنے کیسہ مین رکھ اسنے صندوق مین رکھی تو ضامن نہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہے ۔ اور اگر کہا کہ اسکی اپنے کیسہ مین حفاظت کر اور صندوق مین رکھکر حفاظت نہ کر یا کہا کہ اپنے صندوق مین اسکو محفوظ رکھ اور بیت مین (ودیعت کی ۱۲) رکھکر حفاظت نہ کر اس نے بیت مین رکھی تو ضامن نہوگا یہ قاضیخان کی شرح جامع صغیر مین ہے ۔ اور اگر کہا کہ اسکو اس دار مین چھپا رکھ اسنے اس محلہ کے دوسرے دار مین چھپا رکھا تو ضامن ہوگا اگرچہ دوسرا دار محفوظ تر اول سے ہو کذا ذکرہ شیخ الاسلام فی شرح کتاب الودیعۃ اسی طرح اگر اس نے کہا کہ اسکو اسی دار مین چھپا رکھ دوسرے دار مین نہ چھپانا اسنے دوسرے دار مین چھپا رکھی تو بھی یہی حکم ہے۔ اور شرح طحاوی[1] مین لکھا ہے کہ اگر وہ دار جسمین چھپا رکھی ہے اور دوسرا دار دونون حفاظت و بچاؤ کے حق مین یکسان ہون تو ضامن نہوگا یا جسمین حفاظت کی ہے وہ دوسرے سے زیادہ محفوظ ہو تو بھی ضامن نہوگا خواہ اسمین محفوظ رکھنے سے منع کیا ہو یا ممانعت نہ کی ہو یہ محیط مین ہے ۔ اور اگر اس سے کہا کہ اس شہر مین اسکی حفاظت کر اور دوسرے شہر مین حفاظت کے لیے نہ لیجاوے اسنے دوسرے ہی شہر مین حفاظت کی تو بالاتفاق ضامن ہوگا ۔ اور اگر کہا کہ اس بیت مین جو یہ صندوق رکھا ہے اسمین محفوظ رکھ اور یہ جو دوسرا اس بیت مین صندوق ہے اسمین نہ رکھنا اسنے دوسرے ہی مین محفوظ رکھا تو بالاتفاق ضامن نہوگا یہ عتابیہ مین ہے ۔ اور اصل محفوظ اس باب مین یہ ہے کہ جس شرط کی رعایت ممکن ہو اور وہ مفید ہو تو وہ معتبر ہے اور جسکی رعایت نہین ہوسکتی ہے اور نہ اسمین فائدہ ہے تو وہ باطل ہے یہ بدائع مین ہے پس اگر یہ شرط لگائی کہ اسکو اپنے ہاتھ مین لیے رہے رکھے نہین یا داہنے ہاتھ سے حفاظت کرے بائین ہاتھ سے نہین یا داہنی آنکھ سے اسکو دیکھے بائین سے نہ دیکھے یا اسکو کوفہ سے باہر نہ لیجاوے کہ کوفہ سے منتقل نہو یا کسی بیت مین صندوق مین اسکی حفاظت کرے

ل [illegible] خزانہ جمع ہو [illegible] بیان مین [illegible] ناقص ہے

[1] چندہ آیا تھا ۱۲ شرح طحاوی الخ مخالف دونون ظاہر روایت کے ہے لیکن قیاس سے اولی و اوفق ہے ۱۲

تو اس شرط کا اعتبار نہیں ہی یہ تمرتاشی میں ہی - اگر حفاظت کی کوئی جگہ معین نہ کی یا صریح اسکو اخراج[سلہ] سے منع نہ کیا بلکہ مطلقاً حفاظت کا حکم کیا وہ ودیعت کو لیکر سفر کر گیا پس اگر راستہ خوفناک ہو اور ودیعت تلف ہو گئی تو بالاجماع ضامن ہوگا اور اگر راستہ بیخوف ہو اور ودیعت کے لیے کچھ باربرداری و خرچہ بھی نہو تو بالاجماع ضامن نہوگا - اور اگر ودیعت کی کچھ باربرداری و خرچہ ہو پس اگر مستودع کو بدون اسکے سفر میں لے جانے کے کوئی چارہ نہیں ہی تو بالاجماع ضامن نہوگا اور اگر کوئی راہ نہ لیجانے کی نکلتی ہو تو بھی اسپر ضمان نہیں ہی خواہ مسافت قریب ہو یا بعید ہو اور امام ابو یوسف رح کے قول میں اگر مسافت بعید ہو تو ضامن ہوگا اور اگر قریب ہو تو ضامن نہوگا اور یہی مخلص اور مختار ہی اور یہ سب اس صورت میں ہی کہ مکان حفاظت معین نہ کیا ہو اور سفر سے منع نہ کیا ہو اور اگر مکان حفاظت صریح معین کر دیا یا سفر میں لیجانے سے صریح منع کر دیا او مستودع کے واسطے کوئی ایسی راہ نکلتی ہی کہ سفر میں ساتھ نہ لیجاوے اور پھر بھی وہ لے گیا تو ضامن ہوگا یہ فتاوی عتابیہ میں ہی - اگر کسی شہر میں جسمیں حفاظت کرنے کا حکم کیا ہو حفاظت کرنا ممکن ہو باوجود اسکے کہ خود سفر کو چلا جاوے مثلاً اسی شہر میں اپنا کوئی غلام یا کوئی اپنے عیال میں سے ودیعت کی حفاظت کے واسطے چھوڑ سکتا ہی پھر اس حالت میں بھی ودیعت کو ساتھ لیکر سفر کو جاوے تو ضامن ہوگا اور اگر ایسا امر ناممکن ہو مثلاً اسکے عیال نہیں ہیں یا ہیں ولیکن انکو ہمراہ لیجانے کی ضرورت ہی پس وہ شخص سفر میں ودیعت لیگیا تو ضامن نہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہی - اگر ودیعت میں بہت سا اناج ہو اور اسکو سفر میں ساتھ لے گیا اور تلف ہوا تو استحساناً ضامن ہوگا یہ مضمرات میں ہی - اور بالاجماع اگر بحری سفر میں ودیعت لے گیا تو ضامن ہوگا یہ غایۃ البیان میں ہی - باپ و وصی نے اگر صغیر کے مال کو لیکر سفر کیا اور تلف ہوا تو دونوں ضامن نہونگے الا اس صورت میں ضامن ہو سکتے ہیں کہ اپنی جورو کو یہیں چھوڑ جاوین یہ وجیز کردری میں ہی - مطلق بیع کے وکیل نے اگر وہ چیز ساتھ لیکر سفر کیا تو ضامن نہوگا بشرطیکہ اسکی باربرداری و خرچہ نہو ورنہ ضامن ہوگا یہ خلاصہ میں ہی - اگر کسی نے دوسرے کو ودیعت دی اور کہا کہ اسکو اپنی عورت کو نہ دینا کیونکہ میں اسکو متہم سمجھتا ہوں یا یہ کہا میں نہیں جانتا ہوں یا بیٹے یا غلام وغیرہ کو دینے سے منع کر دیا پس اگر مستودع کو بدون اسکے دینے کے کوئی چارہ نہیں ہی تو دینے سے ضامن نہوگا اور اگر کوئی راہ نکلتی ہو کہ بدون اسکے دینے کے حفاظت ہو سکے تو ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہی - مستودع نے ودیعت دوکان میں رکھی اور مودع نے کہا کہ دوکان میں نہ رکھ کہ یہ خوفناک ہی اسنے اسمیں چھوڑ دی یہاں تک کہ چوری گئی پس اگر دوکان سے زیادہ محفوظ دوسری جگہ تھی تو ضامن ہوگا اور اگر نہ تھی تو ضامن نہوگا بشرطیکہ اس ودیعت کے وہان اٹھا لیجانے پر قادر ہو یہ خزانۃ المفتین میں ہی - ایک شخص نے دوسرے کو رسی دی کہ اس سے میری زمین سینچے دوسرے کی زمین نہ سینچے اسنے اس شخص کی زمین سینچی پھر دوسرے کی زمین سینچی اور رسی ضائع ہوئی پس اگر دوسرے کی زمین کو پانی دینے سے فارغ ہونے سے پہلے ضائع ہوئی تو ضامن ہوگا اور اگر بعد فارغ ہونے کے ضائع ہوئی تو ضامن نہوگا یہ خلاصہ میں ہی - ایک عورت نے کاشتکار سے کہا کہ میرے خوشہاے انگور جو اترے ہیں وہ اپنے مکان میں نہ رکھے اور کاشتکار نے اپنے ہی مکان میں رکھے پھر کاشتکار نے کوئی جرم کیا اور بھاگ گیا اور سلطان نے جو کچھ اسکے مکان میں تھا سب اٹھوا لیا تو فقیہ ابو بکر بلخی رح نے فرمایا کہ اگر اسکا مکان موضع مدرسے قریب ہے تو ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضیخان

۱۲ تاتارخانیہ

[سلہ] تو از اخراج سفر میں لیجانے سے ۱۲

مین ہی- ابوجعفر رح نے فرمایا کہ شیخ ابوبکر سے دریافت کیا گیا کہ بضاعت دینے والے نے تاجر سے کہا کہ ہکو اس کٹھری مین رکھو اور اشارہ سے تبلائی اس نے بضاعت کو پالان مین رکھا تو شیخ رح نے فرمایا کہ ضامن ہوگا اور اگر اُسنے کہا کہ جوال مین رکھو اور اشارہ نہ کیا اُسنے پالان مین رکھی تو ضامن نہوگا کذا فی الحاوی- مودع نے اگر مستودع کے واسطے کچھ اجرت کی شرط کی تاکہ ودیعت کی حفاظت کرے تو صحیح ہی اور اُسپر لازم آویگی یہ جواہر اخلاطی مین ہی- اور اگر غاصب نے مغصوب کو کچھ اجرت پر کسی شخص کے پاس حفاظت کے لیے ودیعت رکھا تو صحیح ہی یہ وجیز کردری مین ہی

چوتھا باب جن صورتون مین ودیعت کا ضائع کرنا لازم آتا ہی اور جن سے ضمان آتی ہی اور جن سے نہین آتی ہی اُنکے بیان مین- نوازل مین مذکور ہی کہ اگر مستودع نے کہا کہ سَقَطَتْ الوَدِیعَۃُ یعنی یفتا دودیعت از من یعنی ودیعت مجھسے گرپڑی تو ضامن نہوگا اور اگر کہا اَسْقَطْتُ یعنی بیفگندم یعنی مین نے گرادی تو ضامن ہوگا- اور امام ظہیر الدین مرغینانی رح نے فرمایا کہ دونون صورتون مین ضامن نہوگا کیونکہ مستودع گرا دینے سے ضامن نہین ہوتا ہی جبکہ وہ ودیعت کو چھوڑکر چلا نہ گیا ہو اور فتوے اسی پر ہی یہ خلاصہ مین ہی- اور اگر کہا کہ مجھے نہین معلوم کہ ضائع ہوئی یا نہین تو ضامن نہوگا اور اگر کہا کہ مجھے نہین معلوم کہ مین نے اُسکو ضائع کردیا ہی یا نہین ضائع کیا ہی تو ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہی- ایک شخص نے دلال کو ایک کپڑا دیا تاکہ اُسکو فروخت کردے پھر دلال نے کہا کہ کپڑا میرے ہاتھ سے گرگیا اور ضائع ہوا اور مجھے نہین معلوم کیونکر ضائع ہوا تو امام ابوبکر محمد بن الفضل رح نے فرمایا کہ اُسپر ضمان نہین آتی ہی- اور اگر کہا کہ مین بھول گیا مجھے نہین معلوم مین نے کس دُکان مین رکھدیا تو ضامن ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی- فتاوے مین ہی کہ ابن الفضل رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے جواہر دوسرے کو فروخت کردینے کے واسطے دیے اور دیے لینے والے یعنی قابض نے کہا کہ مین نے اُنکو ایک تاجر کو دکھانے تھے تاکہ اُنکی قیمت معلوم کرون اور اُس تاجر کے دیکھنے سے پہلے وہ ضائع ہوگئے تو امام شیخ رح نے فرمایا کہ اگر اُنکی حرکت سے ضائع یا ساقط ہوئے تو ضامن ہوگا اور اگر اُسکے پاس سے چوری گئے یا اُسکو غیر شخص کا دھکا لگا اور گرگئے تو ضامن نہوگا یہ حاوی مین ہی- اگر مستودع نے کہا کہ ودیعت مین نے اپنے سامنے رکھ لی تھی پھر مین اُٹھ کھڑا ہوا اور اُسے بھول گیا وہ ضائع ہوگئی تو ضامن ہوگا اور اسی پر فتوے ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی- اگر اُسنے کہا کہ مین نے اپنے دار مین اپنے سامنے ودیعت رکھ لی تھی پھر سوگیا اور اُسکو بھول گیا وہ ضائع ہوگئی تو دیکھا جائیگا کہ اگر ودیعت ایسی چیز ہی کہ جو میدان دار مین محفوظ نہین کیجاتی اور صحن دار اُسکا حفاظت گاہ شمار نہین کیا جاتا جیسے درم ودینار کی تھیلی تو ضامن ہوگا ورنہ نہین ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی- اگر اُس نے کہا کہ مین نے اپنے دار یا تاکستان انگور مین دفن کردی ہی اور مین اُسکا ٹھکانا بھول گیا ہون تو ضامن نہوگا بشرطیکہ دار اور انگور کے باغ کا دروازہ ہو اور اگر کہا کہ مین نے کسی مقام پر دفن کردی ہی اور اُسکی جگہ بھول گیا ہون تو ضامن ہوگا یہ خلاصہ مین ہی- اسی طرح اگر دفن کرنے کا مقام بیان نہ کیا ولیکن کہا کہ ودیعت جہان دفن تھی وہان سے چوری گئی پس اگر دار یا باغ انگور کا دروازہ ہو تو ضامن نہوگا ورنہ ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی- اور اگر یون کہا کہ مجھے نہین معلوم کہ مین نے اپنے دار مین رکھی یا کسی دوسری جگہ رکھی ہی تو ضامن ہوگا یہ مضمرات مین ہی- مستودع وہ دار جسکے بیت مین ودیعت تھی دوسرے کو واسطے حفاظت کے سپرد کردیا پس اگر ودیعت کا بیت مقفل نہین تھا

کہ بدون مشقت کے اُسکا کھولنا ممکن نہ تھا تو ضامن نہوگا ورنہ ضامن ہوگا یہ قنیہ مین ہے۔ اور اگر ودیعت مدفون نہو بلکہ
اگر ایسے مقام پر رکھی ہو جہان کوئی شخص بدون اجازت و اذن طلب کیے نہین جاسکتا ہو تو ضامن نہوگا اگرچہ
اُسکا کوئی دروازہ نہو یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے اپنے دار مین ودیعت رکھی اور اسمین بہت آدمی آتے جاتے
ہین اور وہ ودیعت ضائع ہوگئی پس اگر وہ ایسی شے تھی کہ باوجود لوگون کے آنے جانے کی بھی دار مین اُسکی حفاظت
کیجاتی ہو تو ضامن نہوگا ورنہ ضامن ہوگا یہ قنیہ مین ہے۔ مستودع نے اگر صحرا مین ودیعت رکھی اور وہ چوری گئی
تو ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے۔ ودیعت زمین مین دفن کردی پس اگر اُسپر کوئی علامت بنادی ہو تو ضامن نہوگا ورنہ
ضامن ہوگا اور دشت کے میدان مین دفن کرنے سے ہر حال مین ضامن ہوگا یہ وجیز کردری مین ہے۔ اگر چور
ڈاکو مستودع کی طرف متوجہ ہوئے اُس نے ودیعت کو جلدی سے زمین مین دفن کردیا تاکہ نہ چھین لین اور
خود اُنکے خوف سے بھاگ گیا پھر لوٹ کر آیا تو اُسکو وہ جگہ نہ ملی جہان دفن کی تھی پس اگر دفن کرتے وقت اُس سے
یہ بات ممکن تھی کہ اُسپر نشان بناوے اور نہ بنایا تو ضامن ہوگا اور اگر یہ بات ممکن نہ تھی پس اگر خوف رفع ہونے
کے بعد اُس سے جلد تر لوٹ آنا ممکن تھا اور وہ نہ آیا تو ضامن ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر ودیعت کا مالک اُسکے ساتھ
ہو کہ دونون ساتھ ہی جارہے ہون پھر جب چورون نے اس طرف توجہ کی تو مالک ودیعت نے کہا کہ ودیعت
دفن کردے اُس نے دفن کردی پھر چور پہلے گئے اور اُنکے بعد یہ بھی چلے گئے یا یہ دونون پہلے چلے گئے پھر
چور چلے گئے پھر دونون آئے اور مستودع نے ودیعت نہ پائی تو شک نہین ہے کہ اس صورت مین مستودع ضامن
نہوگا کیونکہ اُس نے مالک کے حکم سے دفن کردی ہے۔ اور اگر فقط مستودع تنہا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو
اُسکے حکم مین تفصیل ہے کہ اگر چور پہلے چلے گئے اور مستودع کو قدرت تھی کہ ودیعت اُکھاڑ لے اُسنے باوجود قدرت کے
نہ اُکھاڑی وہین چھوڑ دی تو ضامن ہوگا اور اگر چور وہین ٹھہر گئے اور یہ اُنکے خوف سے وہان نہ ٹھہر سکا چلا گیا پھر
آیا اور نہ پایا تو دو صورتین ہین اگر بعد خوف زائل ہوجانے کے بقدر امکان جلدی آیا اور نہ پایا تو ضامن نہوگا
اور اگر جلد آنا ممکن تھا مگر اُس نے دیر کی تو ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے۔ مستودع نے اگر ودیعت ایسے بیت مین
رکھدی جو فتنہ و لڑائی کے زمانہ مین خراب و پامال ہوگیا ہے پس اگر زمین کے اوپر رکھی تو ضامن ہوگا اور اگر
زمین مین دفن کردی ہو تو ضامن نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے پاس ایک قمقمہ ودیعت
رکھا اور جب اُس سے طلب کیا تو اُسنے کہا کہ مجھے نہین معلوم کیونکر ضائع ہوگیا تو بعض نے فرمایا ہے کہ وہ ضامن نہوگا
اور یہی اصح ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک قمقمہ دیا کہ اسکو فلان شخص کو دیدے تاکہ وہ
درست کردے اُسنے دیدیا اور بھول گیا تو ضامن نہوگا یہ وجیز کردری مین ہے۔ ایک لڑکا مراہق اپنے قریب بالغ ہونے
کے تھا اسکو ایک قمقمہ دیا تاکہ پانی لادے اُسنے تقصیر غفلت کی اور وہ ضائع ہوا تو ضامن نہوگا یہ قنیہ مین ہے۔ خلف
فرماتے ہین کہ مین نے اسد رحمہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص کا دوسرے پر ایک درم ہے پھر مطلوب نے طالب
کو دو درم ایکبارگی دیے یا ایک درم دیا پھر ایک درم دوسرا دیا اور کہا کہ اپنا درم لے پھر دونون درم قبل اسکے
کہ درم کو معین کرے ضائع ہوگئے تو فرمایا کہ مطلوب کے درم گئے اور طالب کو اُسکا درم ملیگا اور اگر اُس نے
پہلا درم دیتے وقت کہا کہ یہ تیرا حق ہے تو اُسنے بھر پایا اور اُسپر دوسرے کی ضمان نہ آویگی یہ تاتارخانیہ

مین ہے

مین ہی - فتاوی ابو اللیث رح کے باب الغصب مین ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کو دس درم دیے اور کہا کہ پانچ درم تجھے ہبہ ہین اور پانچ درم تیرے پاس ودیعت ہین پس قابض نے اُنمین سے پانچ درم تلف کر دیے اور پانچ خود تلف ہو گئے تو ساڑھے سات درم کا ضامن ہوگا کیونکہ ہبہ اس صورت مین فاسد ہی اسلیے کہ ہبہ مشاع ہی اور جو چیز بطور ہبہ فاسد کے مقبوض ہو وہ ضمان مین ہوتی ہی پس پانچ درم جو تلف ہوئے اُنکے آدھے ضمانت مین اور آدھے امانت مین ہین پس نصف کی ضمان واجب ہوئی اور یہ ڈھائی درم ہوئے اور جو پانچ درم اُسنے تلف کر دیے ہین وہ سب بسبب تلف کرنے کے ضمانت مین رہے پس ساڑھے سات دراہم سب ضمانت مین اُسپر واجب ہوئے اور اگر یون کہا کہ دس مین سے تین درم تیرے ہین اور باقی سات درم فلان شخص کو دیدے پس وہ درم راستہ مین تلف ہو گئے تو تین درم کا ضامن ہوگا کیونکہ وہ ہبہ فاسد تھا - اور اگر ایسے ہبہ کی وصیت کسی میت کی طرف سے ہو تو کچھ ضامن نہوگا کیونکہ وصیت مشاع جائز ہی اور سات درم کی ضمان دونون مسئلون مین نہین آتی ہی یہ محیط مین ہی - اور اگر دس درم دوسرے کو دیے اور کہا کہ اسمین سے پانچ درم تیرے ہین اور پانچ درم فلان شخص کو دیدے پھر وہ درم تلف ہو گئے تو پانچ درم کا ضامن ہوگا جو ہبہ کیے تھے اور باقی پانچ درم کا ضامن نہوگا اور اگر اُسکو دس درم پانچ پانچ کر کے علحدہ دیے پھر کہا کہ اسمین سے پانچ تیرے ہین اور یہ نہ کہا کہ کونسے پانچ درم ہبہ کیے ہین پھر قابض نے سب کو ملا دیا اور وہ تلف ہو گئے تو پانچ درم کا ضامن ہوگا سب کا ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - ودیعت مین اگر چوہون نے فساد کیا اور مستودع کو معلوم ہوا کہ چوہے کا بل یہان ہی پس اگر مالک ودیعت کو خبر دی کہ یہان چوہے کا بل ہی تو ضامن نہوگا اور اگر بعد مطلع ہونے کے خبر نہ دی اور اسکو بند نہ کیا تو ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہی - امام سید ابو القاسم نے ذکر فرمایا کہ اگر کسی شخص کے پاس ایسی چیز ودیعت رکھی گئی کہ جسمین ایام گرما مین سوس[1] پڑ جاتے ہین اُسنے ہوا سے اسکو سردی دیکر نہ بچایا یعنے بارش وغیرہ مین جسطرح پشمینہ مین کیڑے لگجاتے ہین اور ہوا دینے سے بچتے ہین اُسنے نہ بچایا یہان تک کہ اُسمین کیڑے لگے تو وہ ضامن نہوگا کذا فی الظہیریہ مع شئی من الزیادہ من المترجم فتاوی ابو اللیث مین ہی کہ اگر ودیعت ایسی چیز ہو کہ اُسکے فاسد ہو جانے یعنی اُسکے بگڑ جانے کا خوف ہو اور صاحب ودیعت غائب ہو گیا پس اگر اُسنے قاضی کے سامنے مرافعہ کیا اور قاضی نے اسکو فروخت کر دیا تو جائز ہی اور یہ امر بہتر ہی اور اگر قاضی کے سامنے پیش نہ کیا یہان تک کہ وہ چیز بگڑ گئی تو اُسپر ضمان نہ آویگی کیونکہ اُسنے موافق حکم کے اُسکی حفاظت کی ہی یہ محیط مین ہی - اور اگر اُس شہر مین قاضی نہ ہو تو اسکو فروخت کر کے اُسکے دام حفاظت سے رکھے یہ سراج الوہاج مین ہی - اور اگر ودیعت مین گھونچا لگا یا چوہا کاٹ گیا یا آگ سے جلی تو ضامن نہوگا یہ حاوی مین ہی اگر ودیعت کے چوپایہ کا دودھ یا درخت کے پھل شہر مین جمع ہوئے اُسنے نہ اُٹھائے یہانتک کہ فاسد ہو گئے یا صحرا مین ایسا واقع ہوا اور اُسنے فروخت نہ کیے یہانتک کہ بگڑ گئے تو ضامن نہوگا یہ تمرتاشی مین ہی - ایک شخص کو حیوان ودیعت دیکر غائب ہو گیا اُسنے اُسکا دودھ دوہا اور بگڑ جانے کا خوف کیا اور وہ شہر مین موجود ہی پس اگر بدون حکم قاضی فروخت کیا تو ضامن ہوگا اور اگر قاضی کے حکم سے فروخت کیا تو ضامن نہوگا اور اگر یہ صورت صحرا مین واقع ہوئی تو اُسکا فروخت کر دینا جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - موزہ سینے والے نے اگر وہ موزہ جو اُسکو درست

کرنے کو دیا گیا تھا اپنی دُکان میں چھوڑ دیا وہ رات میں چوری گیا پس اگر دوکان میں کوئی حافظ موجود ہو یا اُسی بازار کا کوئی چوکیدار ہو تو ضامن نہوگا - اور امام ظہیر الدین مرغینانی ضامن ہونے کا فتوے دیتے تھے اگرچہ دُکان کا حافظ یا بازار کا چوکیدار ہو وے اور بعض نے یون کہا ہے کہ اسمین عرف کا اعتبار ہے اگر لوگ دکانون کو بدون حافظ و چوکیدار کے چھوڑ جاتے ہون تو وہ ضامن نہوگا اور اگر اسکے برخلاف ہو تو ضامن ہوگا اور اسی پر فتوے ہے یہ عتابیہ میں ہے - اسی طرح کہا گیا ہے کہ اگر دُکان کا دروازہ کھلا چھوڑ دیا اور یہ ایسے مقام پر واقع ہوا جہانکے لوگون کی عرف وعادت یہی ہے تو اُسپر ضمان نہین ہے اور بخارا مین عرف جاری ہے کہ دُکان کا دروازہ کھلا چھوڑ دیتے ہین اور کوئی شے مثل شکیہ وغیرہ کے دُکان پر لٹکا دیتے ہین اور ضامن ہونے کی روایت جولاہے کے باب مین محفوظ ہے کہ اگر جولاہے کے وہ کپڑا جسمین سے کچھ بُنا ہے اور سوت کو گھر مین چھوڑ دیا اور وہان کوئی شخص حافظ یا بازار کا چوکیدار نہین ہے تو جولاہے پر ضمان نہین آتی ہے یہ ذخیرہ مین ہے - ایک موزہ دوز گانون کیطرف چلا گیا تاکہ موزے بیچے وہان اسکو کسی نے موزہ دیا اُس نے مع پاؤن ایک شخص کے دار مین رکھدیا اور خود شہر مین آیا وہ چوری گیا پس اگر اُس نے وہ دار واسطے سکونت کے لیا تھا خواہ کسی طور سے لیا ہو تو ضامن نہوگا - اور اگر ایسے شخص کے دار مین رکھا جہان وہ خود سکونت نہین کرتا ہے تو ضامن ہوگا یہ جواہر الفتاوے مین ہے اگر موزہ دوز نے موزہ لیا تاکہ اسکو درست کر دے اسکو اُسنے خود پہن لیا تو جبتک پہنے ہوتے ہے اسوقت تک اگر ضائع ہو تو ضامن ہے اور جب اُتار دیا پھر ضائع ہوا تو ضامن نہین یہ ملتقط مین ہے - اگر مستودع کے دار سے ودیعت چوری گئی اور دار کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور مستودع غائب ہے دار مین موجود نہین ہے تو محمد بن سلمہ رح نے فرمایا کہ ضامن ہوگا پھر پوچھا گیا کہ اگر مستودع اپنے باغ انگور یا بستان مین جو دار سے ملا ہوا ہے گیا ہو تو فرمایا کہ اگر دار مین کسی کو نہین چھوڑ گیا اور نہ ایسی جگہ جا کر ٹھہرا جہان سے آہٹ سُنائی دے تو مجھے اُسکے ضامن ہونیکا خوف ہے اور ابو نصر رح نے فرمایا کہ اگر اُسنے دار کا دروازہ نہین بند کیا اور ودیعت چوری گئی تو ضامن نہوگا اور مراد اُنکی یہ ہے کہ اُسوقت ضامن نہوگا کہ جب دار مین کوئی حفاظت کرنے والا موجود ہو یہ فتاوی قاضیخان مین ہے - اگر ودیعت کا چوپایہ دار کے دروازہ پر باندھ کر چھوڑ دیا اور دار مین چلا گیا اور وہ تلف ہوا پس اگر دار مین ایسی جگہ گیا ہے جہان سے اسکو دیکھتا ہے تو ضامن نہین ہے اور اگر ایسی جگہ ہو پہنچا جہان سے نہین دیکھتا ہے پس اگر شہر مین ایسا کیا تو ضامن ہے اور اگر گانون مین ہے تو ضامن نہوگا - اور اگر چوپایہ کو باغ انگور یا فالیز کے کنارہ باندھا ہے اور خود چلا گیا پس اگر اُسکی نظر سے اوٹ ہو تو ضامن ہے اور بعض نے کہا کہ اس جنس کے مسائل مین عرف معتبر ہے یعنی اگر ایسا لوگ کیا کرتے ہین تو ضامن نہوگا ورنہ ضامن ہوگا کذا فی الظہیریہ یہی صحیح - اور اگر ودیعت کی گٹھری کو انگور کے باغ مین چھوڑ دیا پس اگر اُس باغ کی چہار دیواری ہو اور ایسی اونچی ہو کہ راستہ والون کو باغ کی چیز نظر نہین پڑتی ہے اور دروازہ بند کر دیا تو ضامن نہوگا اور اگر اُسکی چہار دیواری نہو یا ہو مگر اونچی نہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر مستودع کروٹ لیکر زمین پر سو گیا تو ضائع ہونے سے ضامن ہوگا اور اگر بیٹھے بیٹھے سو گیا تو ضامن نہین ہے اور سفر مین ضامن نہوگا اگرچہ کروٹ سے زمین پر سورہے یہ خلاصہ مین ہے - ایک شخص کو ایک چھری ودیعت دی اور اُسنے اپنے موزہ کی ساق مین رکھ لی تو ضامن نہوگا اگر اُسکی حفاظت کرنے مین قصور نہ کیا ہو یہ قنیہ مین ہے

مستودع نے اگر دراہم ودیعت موزہ میں رکھ لیے اور وہ گر گئے پس اگر داہنے موزہ میں رکھے تو ضامن ہے اور اگر بائیں میں رکھے تو ضامن نہیں ہے کیونکہ جب اُسنے داہنے میں رکھے تو خود ہی کھو دینے اور گرا دینے کے لیے پیش کر دیا کہ وقت سواری کے گریں اور اگر بائیں میں رکھے ہوں تو ایسا نہیں ہے اور بعض نے فرمایا کہ ہر حال میں اُس پر ضمان نہیں آتی ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے - اگر دراہم ودیعت اپنی آستین کے کنارہ میں باندھے یا دامن یا عمامہ کے کنارہ میں باندھے تو ضامن نہوگا اسی طرح اگر دراہم ودیعت کسی رومال میں باندھکر اپنی آستین میں رکھے اور چوری گئے تو ضامن نہوگا یہ محیط میں ہے - کسی کو سونا دیا کہ اُسکی حفاظت کرے اُسنے اپنے منھ میں ڈال لیا جیسے تاجروں کی عادت ہے وہ اُسکے حلق میں چلا گیا تو ضامن نہوگا یہ قنیہ میں ہے - اگر ودیعت سونا یا چاندی ہو اُسنے کہا کہ میں نے اپنی آستین میں رکھ لیا تھا وہ ضائع ہو گئی تو ضامن نہوگا یہ ملتقط میں ہے - ایک مستودع نے دراہم ودیعت اپنی جیب میں رکھے اور فسق کے جلسہ میں گیا وہاں وہ درم گر پڑے یا چوری وغیرہ سے ضائع ہوئے تو بعض نے کہا کہ ضامن نہوگا کیونکہ اُس نے جیب میں ودیعت محفوظ رکھی تھی جہاں اپنا مال محفوظ رکھتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ اُسکی عقل زائل نہو جاوے اور اگر عقل زائل ہو جاوے اسطرح کہ اپنے مال کی بھی حفاظت نہیں کر سکتا ہے تو ضامن ہوگا کیونکہ اپنے فعل سے اُس نے حفاظت سے عاجزی اختیار کی پس ضائع کر دینے والا یا ودیعت کو غیر کو دینے والا قرار دیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے - اور اگر اُس نے گمان کیا کہ میں نے جیب میں ڈال دیے ہیں اور وہ جیب میں نہیں گئے تھے تو وہ ضامن ہے یہ محیط میں ہے - اور اگر اُن درموں کو اپنی ہتھیلی میں رکھا یا ازار بند میں باندھ لیا اور ضائع ہوئے تو ضامن نہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے - مستودع نے اگر ودیعت کی انگوٹھی اپنی چھنگلیا یا اُسکے پاس کی اُنگلی میں پہنی تو بوجہ تلف کے ضامن ہوگا اور اگر بیچ کی انگلی یا کلمہ کی اُنگلی یا انگوٹھے میں پہنی تو ضامن نہوگا اور اسی پر فتوی ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے - اور اگر اُسنے انگوٹھی پہنی اور اُسکے اوپر سے اُنگلی میں دوسری انگوٹھی ہے تو ضامن نہوگا اور یہی امام محمد رحمہ نے ذکر کیا ہے کہ ہمارے بعض مشایخ نے فرمایا کہ اگر اُسنے انگوٹھی پہنی اور اُسکا نگینہ اپنی ہتھیلی کی طرف کیا تو ضامن نہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر مستودع عورت ہو تو جس اُنگلی میں چاہے پہنے ضامن ہوگی یہ فصول عمادیہ میں ہے - فتاوی اہل سمرقند میں ہے کہ ایک عورت کو ایک لڑکی چھ برس کی ودیعت دی گئی وہ عورت کسی کام میں مشغول ہو گئی اور وہ بچہ لڑکی پانی میں گر گئی تو عورت پر ضمان نہ آویگی یہی فرق ہے اس صورت میں اور غصب[علہ] میں فتاوائے ابو اللیث میں یہ مسئلہ یوں ہی مذکور ہے اور اس جواب میں کچھ اعتراض ہے اور یوں کہنا چاہیے کہ اگر اُسکی نظر سے غائب نہیں ہوئی تو ضامن نہوگی اور اگر نظر سے غائب ہو گئی تو ضامن ہوگی یہ محیط میں ہے - اگر کسی شخص نے ایک لڑکے کو ودیعت دی اور اُس لڑکے کے پاس ودیعت تلف ہو گئی تو وہ لڑکا بالاجماع ضامن نہوگا - اور اگر اُسنے خود تلف کر دی پس اگر اُس لڑکے کو تجارت کی اجازت ہے تو بالاجماع ضامن ہے اور اگر وہ لڑکا محجور ہے کہ تصرفت سے منع کیا گیا ہے ولیکن اُس نے ودیعت کو اپنے ولی کی اجازت سے قبول کیا تو بالاجماع ضامن ہوگا اور اگر بلا اجازت اپنے ولی کے قبول کیا ہے تو امام اعظم رحمہ وامام محمد رحمہ کے نزدیک ضامن نہوگا نہ فی الحال ورنہ بعد بالغ ہونے کے اور امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ فی الحال ضامن ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے - اور اگر ودیعت غلام ہو اور لڑکے کے

علہ فعلی ہذا غصب میں
یعنی غصب میں
ضامن ہو سکتی ہے

اسکو قتل کر ڈالا تو بالاجماع اُسکی قیمت لڑکے کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اگر جان ضائع کرنے سے کم کوئی جرم کیا تو بھی اُسکا جرمانہ لڑکے کی مددگار برادری پر آویگا بشرطیکہ جرمانہ پانچ سو درم یا زیادہ ہوتا ہو اور اگر اس سے کم ہو تو بالاجماع لڑکے کے مال میں سے دینا واجب ہوگا کذا فی السراج الوہاج اور اگر ودیعت میں طعام ہو اُسکو لڑکے نے کھا لیا تو ضامن نہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر غلام کے پاس ودیعت رکھی اور وہ اُسکے پاس تلف ہوگئی تو بالاتفاق اُسپر ضمان نہیں ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ اور اگر غلام نے خود تلف کر دی پس اگر ماذون ہے یا مجور ہو ولیکن اپنے مولی کی اجازت سے اُس نے ودیعت پر قبضہ کیا تو بالاجماع ضامن ہے اور بعد آزاد ہونے[1] تک اُسپر قرضہ رہیگی اور اگر غلام مجور ہو کہ اُس نے بدون اجازت مالک کے اُسپر قبضہ کر لیا تو فی الحال ضامن نہوگا اور بعد آزادی کے ضامن ہوگا بشرطیکہ عاقل بالغ ہو یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ فی الحال[2] ضامن ہوگا اور ودیعت میں فروخت کیا جائیگا یعنی ودیعت ادا کرنیکے واسطے فروخت کیا جائیگا یہ جوہرۃ النیرہ میں لکھا ہے۔ اور اگر مال ودیعت میں غلام ہو اور غلام مستودع نے باوجود مجور ہونے کے اُس غلام کو قتل کر دیا پس اگر عمداً قتل کیا ہے تو غلام مستودع بھی قتل کیا جائیگا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور ودیعت غلام ہونے کی صورت میں غلام مجور یعنے مستودع نے خطا سے اُسکی جان ہلاک کرنے سے کم کوئی جرم کیا یا خطا سے قتل کیا تو اُسکے مالک سے مواخذہ کیا جائیگا کہ غلام کو دے یا فدیہ دے اور فی الحال ضمان لیجائیگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور ام ولد اور مدبر کے مستودع ہونے کا سب وہی حکم ہے جو ہم نے غلام کے حال میں بیان کیا ولیکن فرق یہ ہے کہ اگر ان دونوں پر ضمان لازم آوے تو یہ دونوں سعی کر کے ادا کرینگے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر کسی شخص کو کوئی چیز ودیعت دی اُسکے نابالغ لڑکے یا غلام نے اسکو تلف کر دیا تو فی الحال تلف کرنیوالا ضامن ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور مکاتب ودیعت تلف کرنے سے فی الحال ضامن ہوگا یہ فتاوی عتابیہ میں ہے اگر مستودع سو گیا اور ودیعت اپنے سر کے نیچے رکھی یا پہلو کے نیچے رکھی اور وہ ضائع ہوگئی تو ضامن نہوگا اور اسی طرح اگر اُسکو اپنے سامنے رکھا ہو تو بھی یہی حکم ہے اور یہی صحیح ہے اور اسی طرف شمس الائمہ سرخسی نے میلان کیا ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ دوسری صورت میں اسوقت ضمان لازم نہ آویگی کہ جب بیٹھے بیٹھے سو گیا ہو اور اگر کروٹ سے سویا ہو تو ضامن ہے اور یہ سب حضر کا حکم ہے اور اگر سفر میں ہو تو کسی طرح ضامن نہ ہوگا خواہ بیٹھے بیٹھے سوئے یا کروٹ سے زمین پر سو جائے یہ محیط میں ہے۔ امام ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ودیعت کے کپڑے اپنے چوپایہ پر رکھ لیے پھر راستہ میں کہیں چوپایہ سے اُترا اور کپڑے اپنے پہلو کے نیچے رکھکر اُسپر سو رہا اور وہ چوری گئے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر اُسنے اس فعل سے تفرق[3] منظور تھا تو ضامن ہوگا اور اگر اُسنے حفاظت کا قصد کیا تھا تو ضامن نہوگا اور اگر بجائے کپڑون کے درمون کی تھیلی ہو تو ضامن نہوگا یہ حاوی میں ہے اور شرح ابو ذر میں ہے کہ اگر مستودع کے گھر میں آگ لگی اور اُس نے ودیعت جلتی چھوڑ دی وہ سب جل گئی باوجود اسکے کہ اُسکے امکان میں تھا کہ دوسرے شخص کو دیدے یا دوسرے مکان میں ڈالدے تو ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر مستودع کے پاس سے ودیعت چوری گئی اور سوائے ودیعت کے مستودع کا خود کچھ مال نہ گیا تو ہمارے نزدیک ضامن نہوگا یہ کافی میں ہے۔ اور جامع اصغر میں ہے کہ امام ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کے

[1] قولہ بعد آزاد ہونے الخ یعنے بعد آزادی کے ماخوذ ہوگا ۱۲ م
[2] قولہ فی الحال الخ یعنے غلام مجور کے آزاد ہونے تک
[3] قولہ تفرق [illegible] ۱۲ م

پاس ودیعت ہی اُسکو کوئی شخص اُٹھا لیچلا اور مستودع نے منع نہ کیا تو فرمایا کہ اگر اُسکو منع کرنا اور ہٹانا اُسکے امکان
مین تھا اور اُس نے نہ کیا تو ضامن ہوگا اور اگر اُس شخص کے ڈانکوین اور مار پیٹ سے خوف کر کے منع نہ کیا تو ضامن
نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی۔ اگر مستودع نے کسی شخص کو ودیعت لے لینے کی راہ بتائی تو اسی صورت مین ضامن ہوگا
کہ جب اُس شخص کو لیتے وقت لینے سے روکا ہو اور اگر لیتے وقت اُسکو روکا تو ضامن نہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی مستودع
نے اگر اصطبل ودیعت کا دروازہ کھولدیا یا غلام مقید کی قید کھولدی یعنے بیڑی و زنجیر وغیرہ جس سے وہ بستہ تھا کھولدی
تو ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی۔ ایک مستودع نے کاروان سرا کے ایک حجرہ مین ودیعت رکھی اور اُس مین
ایک قوم کا صحن ہی اُس مستودع نے اُسکے دروازہ کی زنجیر ودیعت کی رسّی سے باندھدی اور دروازہ نہ بند کیا اور نہ
اُسمین قفل دیا اور باہر نکل آیا پھر ودیعت چوری گئی تو شیخ امام رح نے فرمایا کہ اگر ایسے موقع پر اسطور سے باندھنا مضبوطی مین
شمار ہی تو ضامن نہوگا اور اگر غفلت مین شمار ہی تو ضامن ہوگا ایسا ہی فتاوی نسفی مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے دوسرے
کے پاس ودیعت رکھی اور مستودع نے اپنی دوکان مین ڈالدی اور جمعہ کی نماز کو چلا گیا اور دوکان کا دروازہ کھلا چھوڑ گیا
اور ایک نابالغ لڑکے کو دوکان کی حفاظت کے واسطے بٹھلا گیا اور ودیعت دوکان سے جاتی رہی تو امام ابوبکر محمد بن الفضل رح
نے فرمایا کہ اگر وہ لڑکا اس لائق ہی کہ چیزون کو مضبوطی سے رکھے اور حفاظت کرے تو مستودع ضامن نہوگا۔ ورنہ
ضامن ہوگا۔ اور قاضی علی سغدی رح نے فرمایا کہ کسی حال مین ضامن نہوگا کیونکہ اُس نے ودیعت اپنی حرز مین
رکھی تھی پس ضائع نہین کی تھی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ مستودع چلا گیا اور اپنی کنجی غیر شخص کے
پاس چھوڑ گیا پھر جب آیا تو ودیعت نہ پائی تو کنجی دوسرے شخص کو دیجانے کی وجہ سے ضامن نہوگا یہ وجیز
کردری مین ہی۔ ایک شخص نے ایک فامی کے پاس کپڑے ودیعت رکھے اور فامی نے اپنی دوکان مین رکھدیے
اور سلطان وقت ہر مہینہ مین لوگون سے کچھ مال لیتا تھا کہ اُس نے اپنا وظیفہ اُن پر مقرر کر رکھا تھا پس سلطان
نے اپنے وظیفہ مین وہ کپڑے لے لیے اور اُنکو دوسرے کے پاس رہن کردیا اور وہ چوری گئے تو مشائخ نے
فرمایا کہ اگر فامی سلطان کو یہ کپڑے لینے سے منع نہین کرسکتا ہی تو ضامن نہوگا اور مرتہن ضامن ہوگا اور صاحب ودیعت
مختار ہی چاہے مرتہن سے ضمان لے یا سلطان سے ضمان لے یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ عامل والی
نے کسی کے پاس ودیعت رکھی اُس نے اپنے بیت مین رکھدی پھر جب سلطان کے وظیفہ کے دن آئے
تو اُسنے اپنا اسباب اُٹھا لیا اور دوسری جگہ رکھا اور ودیعت وہین چھوڑدی اور خود روپوش ہوگیا پس اُسکا
گھر اور ودیعت لوٹ لی تو وہ شخص ضامن ہوگا اگرچہ اُسنے اپنا بھی کچھ اسباب چھوڑدیا ہو یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ شیخ
نجم الدین رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس اپنے کچھ کپڑے ایک لپٹنے مین لپٹے ہوئے
ودیعت رکھے اُس مستودع نے ایسے ہی لپٹے ہوئے اپنے مہمان کے سر کے نیچے رات مین تکیہ کے
لیے رکھدیے پھر صاحب ودیعت کو اُسکی ودیعت واپس دی پھر مالک نے کہا کہ میرے کپڑے اُسمین اسقدر تھے
اُنمین سے بعض نادارد ہین تو شیخ رح نے فرمایا کہ جب تک یہ ثبوت نہو کہ اُسمین اسقدر کپڑے تھے اور اُنمین سے اسقدر
اس رات مین مہمان کے سر کے نیچے رکھنے سے ضائع ہوئے ہین تب تک ضمان واجب ہونے کی کوئی صورت نہین ہی
اور اگر یہ امر ثابت بھی ہوجاوے تو بھی مستودع جب تک وہان حاضر رہا ہی تب تک فقط سر کے نیچے رکھنے سے ضمان

واجب نہین کیجا سکتی ہو یہان جب وہان سے اُسکے سر کے نیچے چھوڑ کر غائب ہوا تب ضمان واجب ہوگی یہ محیط مین لکھا ہو۔ ایک شخص کے پاس ایک زنبیل ودیعت رکھی کہ جسمین بڑھئی کے آلات تھے پھر آکر واپس لے لی اور دعوے کیا کہ اسمین ایک بسولا تھا وہ نہین ہو پس مستودع نے کہا کہ مین نے تجھسے زنبیل لیکر اپنے قبضہ مین ودیعت رکھی تھی مجھے نہین معلوم کہ اسمین کیا تھا تو اُسپر ضمان نہین ہو اور قسم بھی نہین آتی ہو۔ اسی طرح اگر کسی کے پاس درمون کی تھیلی ودیعت رکھی اور مستودع کے سامنے اسکو وزن نہ کرو یا پھر دعوے کیا کہ اسمین اُس سے زیادہ تھے تو بھی اُسپر قسم نہین آتی ہو ہان اُسوقت آویگی کہ جب اُسپر کسی فعل کا مثل ضائع کر دینے یا کوئی نقصان کر دینے کا دعوے کرے یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ مستودع نے اگر مستودع کے قبضہ سے دوسرے شخص کی ودیعت لے لی اور اپنی ودیعت چھوڑ دی تو مستودع ضامن ہوگا بشرطیکہ اُس نے اُسکو معائنہ کیا ہو اگرچہ یہ جانتا ہو کہ جسپر اُس نے قبضہ کیا ہی وہ مودع کا حق ہی یا غیر کا حق ہو یہ جواہر الفتاوی مین لکھا ہو۔ ایک عورت نے کسی شخص کا کپڑا اُجرت پر دھویا اور اپنی چھت کی منڈیر پر سکھانے کے واسطے لٹکا دیا اور دوسرا کنارہ دوسری طرف پڑا ہو وہ ضائع ہوگیا تو عورت ضامن ہوگی یہ خلاصہ مین لکھا ہو ایک عورت نے لوگون کے کپڑے دھوئے اور کپڑون کو چھت پر سوکھنے کے واسطے ڈالا پس اگر چھت کی منڈیر ہو تو ضامن نہوگی اور بعض نے کہا کہ اگر منڈیر بلند ہو تو ضامن ہوگی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہو۔ ایک شخص کے قبضہ مین دوسرے کا مال ہو اُس سے سلطان ظالم نے کہا کہ اگر تو نے مجھے وہ مال نہ دیگا تو تجھے ایک مہینہ قید کرونگا یا تجھے ماردونگا یا اُسکو ان مین سوا اسپر ڈالونگا تو اسکو دینا جائز نہین ہو۔ اور اگر دیدیگا تو ضامن ہوگا اور اگر یون کہے کہ تیرا ہاتھ کٹوا دونگا یا تجھے پچاس کوڑے ماردونگا تو دینے سے ضامن نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہو۔ سلطان نے مستودع کو ڈرایا کہ اگر مجھے ودیعت نہ دیگا تو مستودع کا مال تلف کرادونگا اُس نے دیدی پس اُسکے پاس بقدر کفایت باقی ہی تو ضامن ہوگا اور اگر اُسکا کل مال سلطان نے لے لیا تو وہ بیچارہ معذور ہو اُسپر ضمان نہ آویگی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہو۔ مستودع نے اگر مصحف ودیعت مین پڑھا اور پڑھنے کی حالت مین وہ تلف ہوگیا تو ضمان نہوگا یہی حکم ہر اس کے مصحف کا ہو یہ جواہر الفتاوی مین لکھا ہو۔ اگر کاغذات ودیعت مین دیے اُس نے اپنے صندوق مین رکھے اور صندوق کے اوپر اپنے پینے کا پانی رکھا اور پانی اُسکے اوپر ٹپکا اور کاغذات تلف ہوگئے تو ضامن نہوگا یہ قنیہ مین لکھا ہو۔ اگر اُس نے کہا کہ ودیعت جاتی رہی اور مجھے نہین معلوم کیونکر جاتی رہی تو متاخرین نے اسمین اختلاف کیا ہو اور اصح یہ ہو کہ وہ ضامن نہوگا اور اگر کہا کہ مین نے ودیعت فروخت کی اور اُسکے دام وصول کر لیے تو ضامن نہوگا جبتک کہ یون نہ کہے کہ مین نے اسکو ودیعت سپرد کردی یہ خلاصہ مین ہو۔ اور اگر مالک سے کہا کہ تو نے مجھے ودیعت ہبہ کردی یا میرے ہاتھ فروخت کردی اور مالک نے انکار کیا پھر ودیعت تلف ہوگئی تو ضامن نہوگا یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہو۔ دوسرے شخص کے پاس ایک طشت ودیعت رکھا اور مستودع نے اپنے گھر کے تنور پر وہ طشت اوندھا دیا اُسپر کوئی چیز گری اور طشت ٹوٹ گیا پس اگر تنور پر ڈھانکنے کی غرض سے رکھا تھا تو ضامن ہوگا اور اگر اس غرض سے نہین رکھا تھا بلکہ عادت کے طور پر وہان رکھدیا تو ضامن نہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہو ایک شخص کے پاس طباق ودیعت رکھا اس نے گول کے منھ پر رکھدیا اور وہ ضائع ہوگیا پس اگر بطور استعمال کے رکھا ہو تو ضامن ہو ورنہ ضامن نہین ہو اور اسکے پہچاننے کا یہ طریقہ ہو کہ اگر گول مین کچھ پانی یا آٹا وغیرہ ڈھانکے

سکے لائق کوئی چیز ہو تو ڈہکنا بطریق استعمال ہو ورنہ نہیں یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر مستودع کے ہاتھ سے کوئی چیز گر پڑی اور اُس نے ودیعت کو خراب کر دیا تو مستودع اُسکا ضامن ہوگا۔ اور اگر مستودع نے بدون موجودگی مودع کے اپنی ذات پر اس امر کے گواہ کر لیے کہ میں نے ودیعت اُسکے مالک سے قرض لی ہے تو اُسپر ضمان واجب ہوگی الا اُس صورت میں لازم آویگی کہ مستودع اُسکو کچھ حرکت دے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ ودیعت میں اگر کوئی قرام ہو اور مستودع اسکو لیکر چھت پر چڑھ گیا اور وہاں اُس سے پردہ کیا پھر ہوا کا جھونکا آیا اور اُسکو اُسی جگہ لا ڈالا جہاں گھر میں رکھا تھا تو وہ شخص ضمان سے بری ہوگا کیونکہ اُسنے قصداً تعدی کی تھی اور تعدی کا ترک کرنا اُس سے قصداً نہیں پایا گیا یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔ اور صیرفیہ میں ہے کہ امانت رکھی اور کہا کہ میری امانت جسکے ہاتھ چاہے بھیجدینا اُسنے ایک امانتدار آدمی کے ہاتھ بھیجدی اور وہ تلف ہوگئی تو بعض نے کہا کہ ضامن ہوگا اور بعض نے کہا کہ ضامن نہوگا کیونکہ اسکا یہ کہنا کہ جسکے ہاتھ چاہے یہ معلوم بات ہے کہ عام حکم دیا ہے بخلاف اس قول کے کہ ایک مرد کے ہاتھ بھیجدینا کہ اسمیں مرد مجہول ہے پس حکم نہیں صحیح ہوگا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ فتاوی نسفی میں ہے کہ ایک پن چکی کا مالک پن چکی خانہ سے نکل کر پانی دیکھنے چلا گیا اور یہاں گیہوں چوری گئے پس اگر دروازہ کھلا چھوڑ گیا اور خود دور چلا گیا ہے تو ضامن ہوگا لہذا اسی نے خلاصہ بخلاف مسئلہ کاروان سرا کے کہ جسمیں اُترنے کی کوٹھریاں بنی ہوتی ہیں اور ہر کوٹھری کا قفل ہے اور وہ شخص نکل کر دروازہ کھلا ہوا چھوڑ کر چلا گیا اور کسی چور نے اگر کچھ چیز لے لی تو ضامن نہوگا یہ کبریٰ میں لکھا ہے۔ ودیعت کا چوپایہ اگر بیمار ہوگیا یا زخمی ہوگیا پس مستودع نے ایک آدمی کو اسکے علاج کے واسطے حکم کیا اُسنے علاج کیا اور وہ ہلاک ہوگیا تو چوپایہ کے مالک کو اختیار ہے چاہے مستودع سے ضمان لے یا معالج سے ضمان لے پس اگر مستودع سے ضمان لی تو وہ کسی سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر معالج سے ضمان لی پس اگر معالج کو یہ معلوم تھا کہ یہ چوپایہ اس شخص کا نہیں ہے جسنے علاج کرایا ہے تو وہ اُس سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے۔ اور اگر یہ معلوم نہوا کہ یہ دوسرے کا ہے یا گمان کیا کہ یہ اسی کا ہے تو اُسی سے واپس لے لیگا یہ جوہرۃ النیرہ میں لکھا ہے۔ اگر زمیندار کا بیل کاشتکار کے پاس ہو اُسنے چرواہے کے پاس چرانے کو بھیجا اور وہ ضائع ہوگیا تو نہ وہ ضامن ہوگا نہ چرواہا ضامن ہوگا۔ اور مستعار و کرایہ کے بیل کا بھی یہی حکم ہے شیخ رح نے فرمایا کہ مشائخ رح سے اس مسئلہ میں روایات مشہور نہیں آئی ہیں مگر ہمارا اسی پر فتوی دیا جاتا ہے کیونکہ مستودع مثل اپنے مال کے ودیعت کی حفاظت کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ وہ اپنے بیل کو چرواہے کو دیتا ہے اسی طرح ودیعت کے بیل کا بھی یہی حکم ہے اور اگر بیل چھوڑ دیا وہ چرتا پھرتا ہے اور ضائع ہوگیا تو مشائخ نے اسمیں اختلاف کیا ہے شیخ رح نے کہا کہ فتوے اسی پر ہے کہ وہ ضامن ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک بکری ودیعت دی اور مستودع نے اپنی بکریوں کے ساتھ چرواہے کو حفاظت کے لیے دیدی وہ بکری چوری گئی تو مستودع ضامن ہوگا جبکہ چرواہا خاص مستودع کا ہو یہ قنیہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک گدھا دیا وہ غائب ہوگیا پس مستودع نے گدھے کے مالک سے کہا کہ تو یہ گدھا لے اور اس سے کام نکال جب تک کہ میں تجھے پھر گدھا لا دوں پس وہ گدھا مالک کے پاس تلف ہوگیا پھر مستودع نے اُسکا گدھا لا دیا تو وہ ضامن نہوگا کیونکہ اُسکو قبضہ کر لینے کی اجازت دی تھی یہ خلاصہ میں ہے۔ مستودع نے

اگر نخل ودیعت سے پھل جھاڑ لیے تو استحساناً اُسپر ضمان نہ آویگی بشرطیکہ اُسنے اسطرح جھاڑ لیے ہون جیسے دوسرے جھاڑتے ہین اور اُسکے فعل سے اُسمین کوئی نقصان نہ بیٹھ گیا ہو اور اگر اُسکے فعل سے اسمین کوئی نقصان بیٹھ گیا ہی تو ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی - مستودع نے اگر ودیعت مین کچھ تعدی کی مثلاً چوپایہ تھا اُسپر سواری لی یا غلام سے خدمت لی یا کپڑا پہن لیا یا غیر کے پاس ودیعت رکھدیا پھر تعدی دور کردی اور اپنے قبضہ مین لے لیا تو ضمان اُس سے ساقط ہو جائیگی بشرطیکہ سواری یا خدمت لینے یا پہننے سے اُسمین نقصان نہ آیا ہو اور اگر نقصان آیا ہو تو ضامن ہوگا یہ جوہرۃ النیرہ مین ہی - پس حاصل یہ ہی کہ اگر مستودع نے ودیعت مین مخالفت کی پھر موافقت مالک کی جانب عود کیا تو ضمان سے اُسوقت بری ہوگا جب مالک عود مین اُسکی تصدیق کرے اور اگر تکذیب کی تو بری نہوگا ولیکن اگر موافقت کی طرف عود کرنے کے گواہ قائم کرے تو تصدیق کیجاویگی اور ایسا ہی شیخ الاسلام ابوبکر رح نے شرح کتاب الودیعۃ مین ذکر کیا ہی اور بعض نے دوسرے مقام پر لکھا کہ مستودع نے اگر مخالفت چھوڑ دی اور موافقت کی طرف عود کیا اور مودع نے اُسکے قول کی تکذیب کی تو اُسی کا قول قبول ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہی - اگر ودیعت کی مادہ جانور پر اُسکا نر چھوڑ دیا اور اُس سے بچہ پیدا ہوا اور بچہ جننے کے سبب سے وہ ہلاک ہوگئی تو ضامن ہوگا اور بچہ مالک کو ملیگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - مستودع نے اگر ودیعت کا لباس ایک روز پہنا اور پھر اُتار دیا اور نیت یہ ہی کہ پھر پہنونگا اور اس درمیان مین وہ کپڑا تلف ہوگیا تو ضامن ہوگا یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہی - ودیعت کا کپڑا پہنا اور جہان پانی جاری تھا وہان اس غرض سے گیا کہ پانی مین غوطہ لگائے پس کپڑے اُتار کر اس چشمہ کی لگر پر رکھدیے پھر جب پانی مین غوطہ مارا تو کپڑے چوری گئے تو ضامن نہوگا کذا فی خزانۃ المفتین اور بعض نے کہا کہ اسمین اعتراض ہی بدلیل مسئلہ محرم کے کہ محرم نے اگر حالت احرام مین سلا ہوا کپڑا پہنا پھر اُتار دیا پھر دوبارہ پہنا پس اگر پھر پہننے کی نیت سے اُتارا تھا تو ایک ہی جزا لازم آویگی یعنے اس فعل ناجائز کے عوض جو جرمانہ پڑتا ہی وہ ایک ہی جرمانہ دینا پڑیگا اور اگر اُسنے اس قصد سے نہین اُتارا ہی تو جتنی دفعہ ایسا کرے اُتنی ہی جزا لازم آوینگی پس اسپر قیاس کرکے مستودع کو بری الضمان نہونا چاہیے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - لباس ودیعت کو اپنے کپڑون کے ساتھ حوض کے کنارے رکھدیا اور نہانے کے واسطے گھسا پھر اپنے کپڑے پہن لیے اور لباس ودیعت بھول گیا جب پانی مین غوطہ مارا اُسوقت چوری گئے تو ضامن ہوگا یہ وجیز کردری مین لکھا ہی - ابن سماعہ رح نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم ودیعت دیے پس اُسنے بعوض اُن درمون کے کوئی چیز خریدی اور یہ درم دیدیے پھر بائع نے درم بیع یا خرید کے واپس لیکر اپنی جگہ پر رکھدیے یعنی ودیعت مین رکھے پھر وہ ضائع ہو گئے تو ضامن نہوگا یہ خزانۃ الاکمل مین لکھا ہی - اور امام محمد رح سے مروی ہی کہ اگر درا ہم ودیعت بحکم مالک ودیعت اپنے قرضخواہ کو دیدیے اُسنے زیوف پاکر پھر مستودع کو واپس کردیے اور وہ تلف ہو گئے تو ضامن ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - اگر کسی شخص کے پاس درم یا دینار یا کوئی کیلی یا وزنی چیز ودیعت ہین وہی اُسنے اسمین سے کسی قدر اپنی حاجت ذاتی مین صرف کردی تو جسقدر صرف کی ہی اُسی کا ضامن ہوگا باقی کا ضامن نہوگا اور اگر اُسنے جسقدر صرف کیا ہی اُسیقدر اُسکے مثل لاکر باقی مین ملادی تو کل کا ضامن ہوگیا اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ ملا دینے کے وقت اپنے مال پر ایسی کوئی علامت نکی جس سے تمیز کی جاسکتی ہو اور اگر ایسی علامت کردی ہی جس سے تمیز ہو جاوے تو صرف اُسی قدر کا ضامن ہوگا جتنی کا

سلہ بزاریہ
جوہرہ ساتقاوال
بنایا فقہ ...
فانہ کلہ ادان الاول
ترک الخلاف وعود الی الوفاق
...المستودع
... مسئلہ

اُس نے خرچ کر دی ہی یہ ذخیرہ مین ہی- اور اگر مستودع کو یہ فتوے دیا گیا کہ اس صورت مین وہ کل ودیعت کا ضامن ہوگیا ہی پس اُسنے تمام ودیعت فروخت کر دی پھر جب مالک ودیعت آیا تو اسکو ضمان دیدی حالانکہ جسقدر ضمان دی ہی اُس سے زیادہ اُسکو ودیعت کے فروخت مین دام حاصل ہوئے ہین تو مستودع کو اسقدر حصہ کی زیادتی حلال ہی جو اُسنے ملادیا تھا اور باقی ودیعت کے حصہ کی زیادتی صدقہ کر دے یہ امام اعظم رح اور امام محمد رح کا قول ہی- اور یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ جب ودیعت کی چیز فروخت کے لائق ہو اور اگر درم ہون اور درمون سے کوئی چیز خریدی پس اگر بعینہ انہین درمون سے خریدی اور یہی درم ادا کیے تب بھی اسکو زیادتی حلال نہین ہی- اور اگر اُن درمون سے خرید قرار دی مگر دامون مین دوسرے درم دیے یا خرید مین مطلقاً درمون سے خرید قرار دی پھر یہی درم ادا کیے تو اس صورت مین اُسکو نفع حلال ہی- اسی طرح اگر ان درمون سے کوئی کھانے کی چیز خریدی اور یہ درم ادا کیے تو اُسکا ڈانڈ ادا کر دینے سے پہلے اُسکو اُس چیز کا کھانا حلال نہین ہی اور اگر خرید مین اُن درمون کو ثمن قرار نہ دیا بلکہ مطلقاً درمون سے خریدی پھر یہ درم ادا کیے تو اس چیز سے انتفاع حلال ہی- کذا فی المبسوط- اور اگر انہین سے کچھ درم خرچ کرنے کی نیت سے لیے اور انکو خرچ مین نہ لایا یہانتک کہ باقی پھیر ملا دیے پھر سب تلف ہوگئے تو اُسپر ضمان نہ آویگی یہ مضمرات مین لکھا ہی- اگر کسی کو بندھی ہوئی تھیلی ودیعت دی اُسنے کھولڈالی یا مقفل صندوق دیا اُسنے قفل کھولڈالا حالانکہ انہین سے کوئی چیز نہین لی یہانتک کہ وہ ضائع ہوئی تو اُسپر ضمان نہ آویگی کذا فی البدائع ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ اگر نقد ودیعت خرچ کرنے یا کپڑے کو پہننے کے لیے نکالا وہ تلف ہوا تو ضامن نہوگا یہ شرح قدوری بغدادی مین ہی- مستودع نے اگر مال ودیعت اپنے مال یا دوسری ودیعت مین اسطرح ملا یا کہ شناخت نہین ہوسکتی ہی تو ضامن ہوگا کذا فی السراجیہ- خلط یعنی ملا دینا چار طرح کا ہی- ایک خلط بطریق مجاورت کے باوجود اُسکے آسانی سے تمیز ہوسکے جیسے دودھیا درمون کو کالے درمون مین یا سونے کو چاندی مین ملاتا ہی اور ایسے ملانے سے بالاجماع مالک کا حق منقطع نہین ہوتا ہی اور اگر جدا کر دینے سے پہلے مال تلف ہو جاوے تو امانت مین تلف شدہ قرار دیا جائیگا جیسا ملا دینے سے پہلے تلف ہونے کا حکم ہی- اور دوسرا خلط بطریق مجاورت کے باوجود اسکے کہ جدا کر لینا متعذر ہو جیسے گیہون کو جو مین ملا دینا اور ایسے ملانے سے بعض روایات کے موافق مالک کا حق منقطع ہو جاتا ہی کذا فی المضمرات اور یہی صحیح ہی کذا فی الجوہرۃ النیرہ اور تیسرا خلط بطریق ممازجت کے اسطرح کہ ایک جنس کو اسکی خلاف جنس مین مزج کر دے جیسے تیل کو شہد مین ملانا اور ایسے خلط سے بھی بالاجماع مالک کا حق منقطع ہو جاتا ہی- اور چوتھا ایک جنس کو اسی جنس مین بطور ممازجت کے خلط کرے جیسے روغن بادام کو روغن اخروٹ مین ملانا یا بطریق ممازجت کے خلط نہ کرے جیسے گیہون کو گیہون مین ملانا یا دودھیا درمون کو دودھیا درمون مین ملانا اور ایسی صورت مین امام اعظم رح کے نزدیک مالک کا حق منقطع ہو جاتا ہی کیونکہ اسکو بعینہ اُسکا حق پہونچا دینا متعذر ہی اور مالک کو خیار ہوگا کہ چاہے مستودع کے ساتھ اسی مخلوط مین شرکت کر لے یا اپنے حق کے مثل ڈانڈ لے کذا فی المضمرات اور اس اختلاف کا ثمرہ ایسی صورت مین ظاہر ہوتا ہی کہ جب اُسنے خلط کرنے والے کو بری کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکو مخلوط لینے کی کوئی وجہ نہین ہی اور صاحبین رح کے نزدیک ابراء کیوجہ سے ضمان لینے کا اختیار منقطع ہوگیا پس مخلوط مین شرکت کر لینا متعین ہوگیا اور یہ صورت اختلاف کی اُسوقت ہی کہ مستودع نے بدون مالک کی

اجازت کے درمون مین خلط کیا ہو اور اگر اجازت سے خلط کیا ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک حکم مختلف ہوگا وہی حکم رہیگا کہ ہر حال مین ملک منقطع ہوگی اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہو کہ اُنھون نے اقل کو اکثر کے تابع قرار دیا ہے۔ اور امام محمد رح نے فرمایا کہ ہر حال مین شریک ہوجائیگا اور امام ابو یوسف رح اسیطور سے ہر تابع کو اُسکی جنس مین ملا دینے کی صورت مین اکثر کا اعتبار کرتے ہین اور امام اعظم رح سب مین حق مالک منقطع ہو جانے کا حکم دیتے ہین اور امام محمد رح سب مین شرکت کا حکم دیتے ہین کذا فی الکافی۔ اور اگر چاندی کو گلانے کے بعد خلط کیا تو وہ بھی مائعات سے ہو جائیگی کیونکہ خلط کرنے کے وقت حقیقۃً وہ مائع ہے پس اختلاف مذکور اسمین جاری ہوگا کذا فی التبیین۔ فتاوی عتابیہ مین ہو کہ اگر مستودع کے پاس ایک ہی شخص کے گیہون و جو ودیعت ہون تو اُن دونون کو خلط کرنے سے دونون کا ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور جس شخص نے ودیعت کو خلط کیا ہو اگر وہ شخص مستودع کے عیال مین سے مثل جورو و بیٹے وغیرہ کے ہو تو مستودع پر ضمان نہ آویگی وہی ضامن ہوگا جسنے خلط کیا ہو اور امام اعظم رح نے فرمایا کہ مودع و مستودع کو بعینہ اُس چیز کے لینے کی کوئی راہ نہین ہو جبکہ غیر شخص نے خلط کر دیا ہو ہان اُس خلط کرنے والے سے دونون ضمان لے سکتے ہین اور صاحبین رح نے فرمایا کہ دونون کو اختیار ہو چاہین اُس خلط کرنے والے سے ضمان لین یا بعینہ اُس مخلوط کو لے لین اور دونون باہم شریک ہو جاوینگے خواہ ملا دینے والا اُس صورت مین بالغ ہو یا نابالغ ہو۔ کذا فی السراج خواہ آزاد ہو یا غلام ہو کذا فی الذخیرہ اور مشائخ نے فرمایا ہو کہ خلط کرنیوالے کو دینار اپنے کھانے مین خرچ کرنا حلال نہین ہو تا وقتیکہ اُنکے مثل دینار مالکان دینار کو ادا نہ کرے اور اگر خلط کرنے والا ایسا غائب ہو کہ اُسپر قابو نہین چلتا ہو پس اگر دونون اس امر پر راضی ہون کہ اس مخلوط کو ایک شخص لے لے اور دوسرے کو اُسکے مال کی قیمت ادا کرے تو جائز ہو اور اگر اس امر سے دونون یا ایک نے انکار کیا اور دونون نے کہا کہ ہم اسکو فروخت کرینگے تو فروخت کے بعد اسکے ثمن مین موافق اپنے اپنے حصہ کے دونون شریک ہونگے پس اگر شے مخلوط مین گیہون و جو ہون تو گیہون والا مخلوط گیہون کی قیمت کے حساب سے شریک ٹھہرایا جائیگا اور جو والا غیر مخلوط جو کی قیمت کے حساب سے شریک قرار دیا جائیگا یہ سراج الوہاج مین ہو۔ اور اگر بدون مستودع کے فعل کے ودیعت کا اُسکے مال مین خلط ہو گیا تو دونون ایک دوسرے کے شریک ہو جاوینگے پس اگر اُسکے صندوق کے اندر تھیلی پھٹ گئی اور ودیعت کے درم اُسکے ذاتی درمون مین مل گئے تو اُسپر ضمان نہ آویگی اور دونون مخلوط مین شریک ہو جاوینگے اور اگر اُسمین سے کچھ تلف ہو گئے تو دونون کا مال گیا اور باقی درمون مین موافق حق کے تقسیم ہونگے پس اگر ایک کے ہزار درم اور دوسرے کے دو ہزار ہون تو باقی مال دونون مین تین تہائی تقسیم ہوگا۔ اور دلوالجی نے اپنے فتاوی مین فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہو کہ دونون کے دراہم ثابت ہون یا شکستہ ہون اور اگر ایک کے دراہم ثابت اور دوسرے کے شکستہ ہون تو دونون مین شرکت ثابت نہوگی بلکہ ہر ایک کا مال جدا کر کے مستودع اپنا مال اپنے پاس رہنے دیگا اور مودع کا مال اُسکو دیگا اور اگر ایک کے دراہم ثابت کھرے ہون مگر اُنمین کچھ درم ردی بھی ہون اور دوسرے کے ثابت ردی درم ہون مگر اُنمین کچھ درم جید یعنے کھرے بھی ہون تو خلط ہونے کی صورت مین دونون مین شرکت ثابت ہو جائیگی پھر تقسیم کرنے کی یہ صورت ہوگی کہ اگر دونون نے باہم ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ ایک کا دو تہائی مال کھرا اور ایک تہائی ردی ہو اور دوسرے کا دو تہائی ردی اور ایک تہائی کھرا ہو تو مخلوط مال کے کھرے درمون کے تین حصہ کر کے دو تہائی ایک کو اور ایک تہائی ایک کو بقدر اُنکے مال کے ملینگے اور

روپی بھی اسی طرح تین تہائی تقسیم کردیے جاوینگے - اور اگر دونون نے اسطور سے ایک دوسرے کی تصدیق نکی پس اگر یہ امر معلوم نہین ہوتا کہ کسکا مال کسقدر کیسا ہی اور ہر ایک نے دعوی کیا کہ میرا دو تہائی مال کھرا اور ایک تہائی روپی ہی اور دوسرے کا دو تہائی روپی اور ایک تہائی کھرا ہی تو ہر ایک کو تہائی کھرے درم دیدیے جاوینگے کہ اسپر دونون کا اتفاق ہی کہ ہر ایک کے دو تہائی درم کھرے تھے پس اسقدر لے لینگے اور باقی ایک تہائی مین اختلاف ہی ہر ایک دعوی کرتا ہی کہ یہ میرے ہین حالانکہ یہ تہائی دونون کے قبضہ مین آدھے آدھے موجود ہین یعنی ہر ایک اس تہائی کی نصف یعنی کل کے چھٹے پر قابض ہی پس ہر ایک کا قول اُسکے مقبوضہ مین مقبول ہوگا اور ہر ایک سے دوسرے کے دعوے پر قسم لیجاویگی پس اگر دونون نے قسم کھالی تو دونون دعوے سے بری ہوگئے اور مال دونون کے قبضہ مین جیسا تھا ویسے ہی چھوڑ دیا جاویگا اور اگر دونون نے نکول کیا تو ہر ایک کے واسطے اس تہائی کے نصف کی ڈگری کیجاویگی جو دوسرے کے قبضہ مین ہی - اسی طرح اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو بھی یہی حکم ہی اور اگر ایک نے قسم کھالی اور دوسرے نے نکول کیا تو قسم کھانے والا بری ہوگیا اور نکول کرنے والا اپنا مقبوضہ نصف تہائی یعنی کل کا چھٹا حصہ دوسرے کو دیدے یہ غایۃ البیان مین ہی - اور اگر مخلوط مال مین ایک گیہون اور دوسرے جو ہون پس اگر دونون نے کسی امر پر اتفاق کیا تو موافق اتفاق کے حکم دیا جائیگا اور اگر اتفاق نہ کیا تو مخلوط کی قیمت اندازہ کیجائیگی پس گیہون والا اُسمین جو ملے ہوئے گیہون کی قیمت کے حساب سے شریک کیا جائیگا اور جو والا بے گیہون ملے ہوئے جو کی قیمت کے حساب سے شریک کیا جائیگا کذا فی الجامع

پانچوان باب - تجہیل ودیعت کے بیان مین - اگر مستودع نے انتقال کیا اور ودیعت کی شناخت کرائی تو ودیعت اُسکے ترکہ مین قرضہ ہو جائیگی کہ اُسکے ایام صحت کے قرضون کے برابر شمار کیجاویگی یعنی جو اُنکا حال وہی اُسکا حال ہوگا کذا فی التہذیب - اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ مستودع مرا اور ودیعت کا حال معلوم نہ تھا اور اگر وارث ودیعت کو جانتا ہو اور مستودع کو معلوم ہو کہ وارث جانتا ہی پس مستودع نے بیان نہ کی اور مرگیا تو ضامن نہوگا کذا فی الفصول العمادیہ پس اگر وارث نے کہا کہ مین نے ودیعت کو معلوم کرلیا تھا اور مودع نے اُس سے انکار کیا پس اگر وارث نے ودیعت کو صاف صاف بیان کردیا اور کہا کہ اسقدر ایسی چیز تھی اور مین نے اُسے معلوم کرلیا تھا اور وہ تلف ہوگئی تو اُسکی تصدیق کی جاویگی اور یہ صورت اور جب کہ ودیعت خود اُسکے پاس ہو اور اُس نے کہا کہ تلف ہوگئی دونون یکسان ہین مگر ایک بات مین فرق ہی کہ وارث نے اگر چور کو ودیعت لینے کی طرف راہ بتائی تو ضامن نہوگا اور اگر مستودع نے راہ بتائی تو ضامن ہوگا قال المترجم تاویل المسئلۃ عندی انہ یتضمن اذا لم یمنعہ عند الاخذ واما لو منعہ عند الاخذ لبعد باول لایضمن کما فی المتون فافہم واللہ اعلم کذا فی الخلاصہ اگر طالب اور وارثان مستودع مین اختلاف ہوا اور مودع نے کہا کہ مستودع ودیعت کو مجہول چھوڑ کر مرگیا ہی اور وارثان مستودع نے کہا کہ اُسکے مرنے کے روز ودیعت بعینہٖ قائم تھی اور معروف تھی پھر اُسکے مرنے کے بعد تلف ہوئی تو مودع کا قول قبول ہوگا اور یہی صحیح ہی اور اگر وارثون نے کہا کہ اُسنے اپنی حین حیات مین ودیعت واپس کردی ہی تو بدون گواہون کے یہ قول اُسکا مقبول ہوگا اور مودع کے مال مین ضمان آویگی اور اگر وارثون نے گواہ قائم کیے کہ مستودع نے اپنی زندگی مین کہا تھا کہ مین نے ودیعت واپس کردی ہی تو مقبول ہونگے - اور اگر مستودع ودیعت کو مجہول چھوڑ کر مرگیا اور وارث نے دعوے کیا کہ ودیعت اُسکی زندگی مین ضائع ہوگئی تھی تو وارث کا قول

یعنی ودیعت کو
بدون شناخت مجہول
چھوڑ کر مرجانا

قبول نہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہی - اور اگر مستودع نے انتقال نہ کیا بلکہ اُسکو جنون مطبق ہوگیا اور اُسکے پاس
بہت قسم کا مال ہی اُسمین سے ودیعت تلاش کی گئی تو نہ ملی اور لوگون کو اُسکے اچھے ہوجانے یعنی عاقل ہوجانے سے
یاس ہوگئی تو ودیعت اُسکے مال پر قرضہ قرار دیجائیگی اور قاضی اسکی طرف سے ایک ولی مقرر کردیگا اور وہ قرضہ ودیعت
کو اسکے مال سے لیکر جسکا دیگا اُس سے ایک کفیل ثقہ لیگا کذا فی الذخیرہ - اور مترجم کہتا ہی کہ کفیل ثقہ سے یہ مراد ہی کہ
اُسکا گھر بار ذاتی موجود ہو کرایہ پر نہو نہ خانہ بدوش ہو کذا قیل واللہ اعلم - پھر اگر اُسکے بعد اُسکو افاقہ ہوگیا اور دعوی
کیا کہ مین نے ودیعت مودع کو واپس دیدی تھی یا وہ میرے پاس ضائع ہوگئی یا کہا کہ مجھے ودیعت کا حال نہین معلوم
رہا تو اُس سے ودیعت کے بارہ مین قسم لیجاویگی اور اپنا مال واپس کرلیگا یہ ینابیع مین لکھا ہی - اور اگر مستودع نے
اپنی عورت کو ودیعت دیدی تھی پھر مرگیا تو عورت پکڑی جاویگی پس اگر عورت نے کہا کہ ودیعت ضائع ہوگئی یا چوری
گئی تو قسم سے اُسکا قول مقبول ہوگا - اور کسی پر کچھ ضمان نہ آویگی - اور اگر عورت نے کہا کہ مین نے مستودع کے
مرنے سے پہلے اُسکو ودیعت واپس دی تھی تو قسم سے اُسکا قول قبول ہوگا اور اسقدر مال مین سے قرضہ شمار
کرکے وصول کیجاویگی جو عورت کو اپنے شوہر سے میراث ملا ہی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی - اور اگر فقط مستودع ہی کے
کہنے سے یہ بات معلوم ہوئی ہو کہ اُس نے اپنی جورو کو دیدیا ہی مثلاً اُس سے قبل موت کے دریافت کیا تھا کہ ہزار
درم جو تجھے فلان شخص نے ودیعت دیے تھے وہ تو نے کیا کیے اُسنے کہا کہ مین نے اپنی عورت کے سپرد کردیے پھر
مرگیا اور عورت سے دریافت کیا گیا اُسنے انکار کیا کہ مجھے نہین دیے ہین تو عورت سے قسم لیجاویگی اور اُسپر کچھ
واجب نہوگا اور اگر میت نے کچھ مال چھوڑا ہو تو جسقدر عورت کی میراث مین آویگا اُسمین یہ ودیعت قرضہ قرار
دیجائیگی یہ محیط مین ہی - اگر مضارب نے کہا کہ مین نے فلان صراف کے پاس مال مضاربت ودیعت رکھا ہی پھر مرگیا تو اُسپر
کچھ واجب نہوگا اور نہ اُسکے وارثون پر کچھ واجب ہوگا - پھر اگر صراف نے کہا کہ مجھے ودیعت کچھ نہین دیا ہی تو قسم سے اُسی کا
قول قبول ہوگا اور اُسپر اور وارثان میت پر کچھ واجب نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور اگر صراف قبل اسکے کہ کچھ اقرار کرے
مرگیا اور صراف کو ودیعت دینا فقط مضارب ہی کے قول سے معلوم ہوتا ہی تو صراف پر اُسکے قول کی تصدیق نہ کیجاویگی یہ
خلاصہ مین لکھا ہی - اور اگر صراف کو گواہون کے سامنے یا صراف کے اقرار پر دیے ہین یعنی صراف مقر ہوا ہی اگرچہ
گواہون کے سامنے دیے نہون پھر مضارب مرگیا پھر صراف مرگیا اور اُس ودیعت کو بیان نہ کیا تو صراف کے مال مین
قرضہ قرار دیجائیگی اور مستودع پر کچھ واجب نہوگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی - اور اگر مضارب مرگیا حالانکہ صراف زندہ موجود ہی
اُسنے کہا کہ مین نے مضارب کی حین حیات مین اُسکو ودیعت واپس کردی تھی تو اُسکا قول لیا جائیگا اور قسم لیجائیگی
اور اُسپر ضمان نہ آویگی اور نہ میت پر ضمان آویگی یہ محیط مین ہی - کل امانت مین یہی حکم ہی کہ اگر بدون بیان کیے
ہوئے مرجاوے تو انکی ضمان لازم آجاتی ہی الا صرف تین مسئلون مین امانت مضمون نہین ہوتی ہی اول یہ کہ متولی وقف
اگر مرجاوے اور جو کچھ حاصلات وقف اُس نے وصول کی ہی اسکی شناخت نہو اور اُسنے بیان نہ کی تو اُسپر ضمان
نہ آویگی - اور دوسرا مسئلہ یہ ہی کہ اگر سلطان جہاد کے واسطے نکلا اور اہل جہاد نے غنیمت حاصل کی اور بعد
احراز کے سلطان نے کچھ غنیمت کسی شخص کے پاس جو غنیمت حاصل کرنے والون مین سے ہی ودیعت رکھی پھر
سلطان مرگیا اور بیان نہ کیا کہ کسکے پاس ودیعت رکھی تھی تو اُسپر ضمان نہ آویگی - اور تیسرا مسئلہ یہ ہی کہ دو شخصون مین

شرکت مفاوضہ تھی اگر انمین سے ایک شخص مرگیا حالانکہ اُسکے پاس مال شرکت ہی اور اُسنے بیان نہ کیا تو اُسپر ضمان
نہین ہی یہ فتاوی صغری مین ہی۔ قاضی نے اگر یتیمون کا مال اپنے قبضہ مین لے لیا اور بدون بیان کیے ہوئے
مرگیا تو اُسکی دو صورتین ہین اگر اُس نے اپنے گھر مین رکھا اور معلوم نہین ہوتا ہی کہ مال کہان ہی تو ضامن ہوگا اور اگر کسی
قوم کو دیدیا اور یہ معلوم نہین ہوتا کہ کسکو دیا ہی تو اُسپر ضمان نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر قاضی نے کہا کہ مال میرے
پاس سے ضائع ہوگیا یا مین نے یتیم کے مصارف مین خرچ کردیا تو اُسپر ضمان نہین ہی اور اگر بدون سبب بیان کرنے
کے مرگیا تو ضامن ہوگا کذا فی الینابیع۔ نوادر ہشام مین ہی کہ ایک وصی نے انتقال کیا حالانکہ اُسکے قبضہ مین کسی یتیم
کا مال تھا اور اب معلوم نہین کہ وہ مال کہان ہی اور نہ اُسنے خود بیان کیا تو یہ مال اُسکے ترکہ مین سے ڈانڈ لیا جائیگا اور
اگر یہ پتا لگا کہ اُسنے کسی شخص کو دیدیا ہی اور یہ معلوم نہین ہوتا کہ کسکو دیا ہی تو ڈانڈ نہ لیا جائیگا کیونکہ اُسکو یہ اختیار ہی
کہ حفاظت کے واسطے یتیم کا مال دوسرے کو دیدے۔ اور نوادر ابن رستم مین امام محمد رح سے مروی ہی کہ اگر یون کہا
کہ یتیم کا مال میرے پاس ضائع ہوگیا یا مین نے اسکو یتیم پر خرچ کردیا تو ضامن نہوگا اور اگر ایسا بیان کرنے سے
پہلے مرگیا تو مثل مستودع کے ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ دو شریکون مین بطور مفاوضہ کے شرکت ہی انمین سے
ایک شریک کو کسی نے کچھ ودیعت دی پھر وہ بدون بیان کے مرگیا یعنی کچھ حال ودیعت کا بیان نہ کیا اور مرگیا تو دونون
شریک ضامن ہونگے اور اگر زندہ شریک نے کہا کہ میرے شریک کی حین حیات مین اسکے ہاتھ مین ضائع ہوگئی تو اُسکی
تصدیق نہ کیجاویگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ منتقی مین مذکور ہی کہ امام محمد رح نے فرمایا کہ ایک قاضی نے بطور ولایت کے کسی یتیم
کی ہزار درہم کی تھیلی قبضہ مین لے لی اور دوسرے یتیم کی ہزار کی تھیلی بھی قبضہ مین لے لی پھر ایک تھیلی خرچ کردی اور
یہ معلوم نہین کہ کونسی تھیلی خرچ کردی ہی اور کونسی باقی ہی تو باقی ہزار درہم کی تھیلی دونون لڑکون کو برابر تقسیم ہوگی پھر
جب دونون بالغ ہوجاوین تو ہر ایک کو یہ اختیار ہوگا کہ دوسرے پر اسقدر کا دعوی کرے جو اُسپر خرچ کیا ہی اور اُس سے
قسم لے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک شخص کے قبضہ مین ہزار درہم ہین اُسکو دو شخص قاضی کے پاس لائے ہر ایک نے دعوی
کیا کہ مین نے یہ درہم اُسکے پاس ودیعت رکھے ہین اور مستودع نے کہا کہ تم دونون مین سے ایک نے یہ درہم مجھے
ودیعت دیے ہین مگر مجھے معلوم نہین کہ وہ دونون مین سے کون شخص ہی پس اگر دونون مدعیون نے باہم اسطرح سے صلح
کرلی کہ ہم دونون برابر ان درمون کو لیکر بانٹ لین تو دونون کو یہ اختیار ہی اور مستودع کو یہ درہم دونون کو سپرد کرنے
سے انکار کا اختیار نہین ہی اور بعد اس صلح کے دونون کو باہم قسم لینے کی کوئی راہ نہوگی اور نہ دونون مستودع سے
قسم لے سکینگے۔ اور اگر دونون نے اسطرح صلح نہ کی اور ہر ایک نے دعوی کیا کہ یہ ہزار درہم خاص میرے ہین اور
مستودع سے لے لینے چاہے تو انکو یہ اختیار نہین ہی ولیکن ہر ایک مستودع سے قسم لیگا پس مستودع یا تو دونون کی طلب
پر قسم کھا جائیگا یا دونون کی قسم سے انکار کریگا یا ایک کی قسم کھا لیگا اور دوسرے کی قسم سے انکار کریگا پس اگر دونون کی
طلب پر قسم کھا گیا تو دونون کا دعوی دور ہوا پھر اس قسم کھا لینے کے بعد دونون کو امام ابو یوسف رح کے نزدیک باہم
صلح کرکے ہزار درہم لینے کی کوئی راہ نہین ہی اور امام محمد رح کے نزدیک بعد اس قسم لینے کے دونون کو باہم صلح
کرکے ہزار درہم لے لینے کا اختیار ہی۔ اور اگر اُسنے دونون کی قسم سے انکار کیا تو اُن ہزار درہم کی دونون کے نام نصفا
نصف ڈگری ہوگی اور مستودع دوسرے ہزار درہم دونون کو ضمان دیگا اور اگر ایک کی قسم کھا لی اور دوسرے کی قسم سے

لہ قولہ نہین الخ اسواسطے کہ مفاوضت مین ہر ایک کا مال مین ہر ایک کی شرکت ہی تو عدم بیان کچھ تقصیر نہین ہی ۱۲
بلہ قولہ کسی قوم اسواسطے کہ قاضیون کی ولایت تمام ہی تو گویا اُسکو مستودع کے دونون کے پاس ودیعت رکھو دیتے تھے ۱۲

انکار کیا تو جسکی قسم سے انکار کیا ہو اُسی کے نام ان ہزار درم کی ڈگری ہو گی اور جسکی قسم کھالی ہو اُسکے نام کچھ ڈگری نہو گی یہ غایۃ البیان مین ہے۔ اور قاضی کو چاہیے کہ فقط ایک مدعی کے قسم طلب کرنے اور مستودع کے انکار کرنے سے اُس مدعی کی مستودع پر ڈگری نہ کر دے جب تک کہ دوسرے مدعی کے لیے قسم نہ لے لے تاکہ وجہ حکم ظاہر ہو جاوے اور اگر ایک مدعی کی قسم طلب کرنے اور مدعا علیہ کے انکار کرنے سے قاضی اُس مدعی کے نام ڈگری ہزار درم کی کر دے حالانکہ قاضی کو یہ روا نہ تھا تو قاضی کا حکم نافذ ہو گا حتی کہ اگر پھر اسنے دوسرے کے واسطے قسم لی اور مدعا علیہ نے انکار کیا تو وہ ہزار درم دونون کو برابر ملینگے اور مدعا علیہ دوسرے ایک ہزار درم کی ضمان دیگا کذا فی الکافی اور اسی کو ہمارے مشائخ نے اختیار کیا ہے یہ غایۃ البیان مین ہے۔ پھر جب مدعا علیہ پر مدعی اول کی ڈگری ہو چکی تو اُس سے دوسرے مدعی کے واسطے بالاجماع قسم اس قول پر اقتصار کر کے نہ لیجاویگی کہ واللہ اُسکا یہ غلام مثلاً مجھپر نہین ہے۔ ہان اگر غلام ودیعت کے ساتھ اُسکی قیمت ملا کر قسم لے لیعنی اسطور سے کہ واللہ اُسکا یہ غلام یا اس غلام کی قیمت کہ جو اسقدر ہے مجھپر نہین ہے اور نہ اسمین سے کچھ واجب ہے تو اس صورت مین اختلاف بیان کیا گیا ہے کہ امام محمد رح کے نزدیک قسم لینی چاہیے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اسکے خلاف ہے یہ تبیین مین ہے۔ اور اگر دو نون مدعیون نے کسی معین ودیعت کا دعوی کیا ہر ایک مدعی ہے کہ یہ مال معین میری ملک کا اُسکے پاس ودیعت ہے اور مستودع نے کسی ایک کے واسطے دونون مین سے اقرار کر کے اسکو دیدیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک دوسرے کو یہ اختیار نہین رہا کہ مستودع سے قسم لے اور امام محمد رح کے نزدیک لے سکتا ہے یہ کافی مین ہے۔ فتاوے عتابیہ مین ہے کہ اگر دو شخصون مین سے ہر ایک نے زید کو ہزار درم ودیعت دیے اسمین سے ایک ہزار تلف ہو گئے اور معلوم نہین ہوتا کہ کسکے تلف ہوئے ہین تو جب تک دونون دعوے نکرین دونون مین خصومت قرار نہ دیجاویگی پھر اگر ہر ایک نے دعوے کیا کہ جو موجود ہے وہ میرا مال ہے تو مستودع سے ہر ایک کے واسطے قسم طلب کیجاویگی پس اگر اُس نے دونون کے دعوے سے قسم کھالی تو دونون ان ہزار درم موجودہ کو لے لینگے اور پھر اُس سے مواخذہ نہ کر سکینگے اور اگر دونون کی قسم سے نکول کیا تو دونون شخص موجودہ ہزار درم لے لین اور ہزار کو اور پانچ سو درم ملینگے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر کسی شخص کو کوئی باندی ودیعت دی گئی پھر مستودع نے انتقال کیا اور اُس باندی کو ظاہر بیان نہ کیا پھر لوگون نے اُسکی موت کے بعد باندی کو زندہ دیکھا تو مستودع پر ضمان نہ آویگی اور اگر اُسکی موت کے بعد باندی کو زندہ نہ دیکھا اور اُسکے وارثون نے کہا کہ مستودع نے اپنی زندگی مین مودع کو واپس کر دی تھی یا باندی اُسوقت مر گئی تھی یا بھاگ گئی تھی تو انھین سے کسی صورت مین وارثون کا قول قبول نہو گا کیونکہ یہ لوگ یعنے اُسکی زندگی مین ۱۲ اپنی ذات سے ضمان دور کرنا چاہتے ہین اور مستودع سے باندی کے قبضہ کے روز کی قیمت ڈانڈ لیجاویگی یہ محیط مین ہے اور اگر باندی کی قیمت بسبب کسی زیادتی یا نقصان آنے کے بدل گئی ہو تو مستودع کے مال سے یعنے ترکہ سے ۱۲ ڈانڈ مین وہ قیمت لیجاویگی جو سب سے آخر مین باندی کو زندہ دیکھکر اُسکی قیمت لگاؤن مین تھی خواہ یہ قیمت قبضہ کے روز کی قیمت سے زیادہ ہو یا کم اور یہی حکم عاریت اور اجارہ کی صورت مین ہے یہ ینابیع مین ہے۔ ایک لڑکا خرید و فروخت کو سمجھتا ہے مگر وہ محجور ہے یعنی تصرفات سے منع کر دیا گیا ہے اُسکو ایک شخص نے ہزار درم ودیعت دیے پھر وہ بالغ ہوا اور مر گیا اور معلوم نہوا کہ ودیعت کا کیا حال ہوا تو اُسکے مال سے ضمان نہ لیجاویگی مگر جب گواہ یہ گواہی دین کہ اُسکے بالغ ہونے کی حالت مین وہ ودیعت اُسکے پاس موجود تھی تو اس صورت مین ودیعت کو بلا بیان چھوڑ کر مر جانے کی وجہ سے اُسکے

مال سے تاوان لیجاویگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور معتوہ کا حکم ودیعت میں مثل لڑکے کے حکم کے ہے کہ جب معتوہ کو افاقہ ہو گیا پھر وہ مر گیا اور معلوم نہوا کہ ودیعت کا کیا حال ہوا ہے تو اُسکے مال سے ودیعت کی تاوان دلائی جاویگی مگر جب کہ گواہ یہ گواہی دیں کہ جب معتوہ کو افاقہ ہوا تو اُس حالت میں وہ ودیعت معتوہ کے پاس موجود تھی تو اس صورت میں ضامن ہوگا۔ اور اگر لڑکے کو تجارت کرنے کی اجازت ہو اور باقی مسئلہ یوں ہی واقع ہوا تو وہ ودیعت کا ضامن ہوگا اگرچہ گواہ یہ گواہی نہ دیں کہ بعد بالغ ہونے کے اس لڑکے کے قبضہ میں ودیعت موجود تھی اور اگر معتوہ کو بھی تجارت کی اجازت ہو تو اُسکا بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر کسی شخص کا غلام محجور ہو یعنی مالک نے اسکو تصرفات سے منع کر دیا ہو اُسکو کسی شخص نے کچھ مال ودیعت دیا پھر مالک نے اُسکو آزاد کیا پھر وہ مر گیا اور ودیعت کو بیان نہ کیا تو یہ ودیعت اُسکے مال میں قرضہ قرار دیجائیگی خواہ آزادی کے بعد گواہوں نے اُسکے پاس ودیعت قائم ہونے کی گواہی دی ہو یا نہ دی ہو۔ اور اگر وہ غلام مرا اور حالیکہ ودیعت اُسکے پاس تھی تو اُسکے مولی پر کچھ لازم نہیں آئیگا لیکن اگر ودیعت بعینہ پائی جاوے تو اُس ودیعت کے مالک کو واپس دیجاویگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر مولے نے اُسکو ودیعت لینے کے بعد تجارت کی اجازت دیدی پھر وہ غلام مر گیا تو اُسپر ضمان لازم نہیں آتی ہے مگر گواہ اگر یہ گواہی ادا کریں کہ تجارت کی اجازت پانے کے بعد وہ ودیعت اُس غلام کے پاس موجود تھی پھر وہ غلام مر گیا اور کچھ مال چھوڑا تو ودیعت اس مال میں سے دیجاویگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کسی نے زید کو برف یا خربزے یا انگور ودیعت دیے اور غائب ہو گیا اور زید مر گیا پھر مودع آیا اور اتنی مدت بعد آیا کہ اس ودیعت کا اتنی مدت تک باقی رہنا معلوم ہے تو یہ ودیعت میت کے مال میں قرضہ قرار دیجاویگی کیونکہ ودیعت کا حال معلوم نہیں ہے اور شاید زید نے اُسکو خود تلف کر دیا ہو یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اور اگر زید کے وارثوں نے اس امر کے گواہ دیے کہ یہ ودیعت زید کی زندگی میں تلف یا فاسد ہو گئی تو زید کے ترکہ پر تاوان نہ پڑیگی کذا فی الملتقط۔ اگر کوئی شخص مر گیا حالانکہ اُسپر قرضے ہیں اور اُسکے پاس مال ودیعت و بضاعت و مضاربت ہے پس اگر ودیعت و بضاعت و مضاربت بعینہ شناخت میں آجاویں تو قرضخواہوں کو نہ دی جائینگی اُنکے مالکوں کو ملینگی اور اگر شناخت میں بعینہ نہ آویں تو تمام مال موافق حصہ رسد کے سب کو تقسیم ہوگا اور ودیعت و مضاربت و بضاعت والے ہمارے نزدیک بمنزلہ قرضخواہوں کے قرار پاوینگے یہ مبسوط میں لکھا ہے

چھٹا باب ودیعت طلب کرنے اور غیر کو دینے کا حکم کرنے کے بیان میں۔ اگر مالک ودیعت نے ودیعت طلب کی اور مستودع نے کہا کہ کل کے روز مانگنا پھر دوسرے روز کہا کہ ضائع ہو گئی تو اُس سے دریافت کیا جائیگا اگر اُسنے کہا کہ میرے اس کہنے سے کہ کل کے روز مانگنا پہلے ضائع ہو گئی تھی تو اُس سے ضمان لیجاویگی کیونکہ اسمیں تناقض ہے اور اگر کہا کہ میرے اس کہنے کے بعد ضائع ہوئی تو ضمان نہ آویگی کیونکہ تناقض نہیں ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اور اگر مالک ودیعت نے ودیعت مانگی اور مستودع نے درنگ کیا پس اگر باوجود اسکے کہ سپرد کر دینے پر قادر تھا اور درنگ کیا تو ضامن ہوگا اور اگر سپرد کرنے پر قادر نہ تھا مثلاً ودیعت کہیں دور رکھی تھی کہ فی الحال اُسکو نہیں دے سکتا تھا تو ضامن نہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر مالک نے ودیعت طلب کی اُس نے کہا کہ میں اسوقت اسکو حاضر نہیں کر سکتا ہوں پس مالک چھوڑ کر چلا گیا پس اگر یہ رضامندی سے ہوا تو ضامن نہوگا اور اگر ناراضی سے ہوا تو ضامن ہوگا اور اگر طلب کرنے والا مالک کا وکیل ہو تو

ضامن ہوگا یہ دجیز کردری مین ہے۔ اگر مالک ودیعت نے مستودع سے کہا کہ جو ودیعت تیرے پاس ہے وہ آج
اُٹھوا کر میرے پاس پہونچا وے اُس نے کہا کہ ایسا ہی کرونگا پھر اُس نے اُسدن نہ پہونچائی یہان تک کہ وہ دن
گذر گیا پھر وہ ودیعت اُسکے پاس تلف ہوگئی تو ضامن نہوگا یہ فتاوے نسفی مین ہے۔ اگر مالک نے ودیعت
طلب کی اور مستودع انکار کر گیا پس اگر مودع نے بعد انکار کے اُسپر گواہ قائم کیے تو مستودع ضامن ہوگا یہ ینابیع
مین ہے پھر اگر اقرار کیجانب عود کیا تو ضمان سے بری نہو جائیگا مگر اسوقت بری ہوگا کہ جب ودیعت اُسکے مالک کے
سپرد کردے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر ودیعت سے مودع یا مودع کے وکیل کے سامنے انکار کیا تو ضامن ہوگا اور اگر بدون
دونون کی موجودگی کے انکار کیا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اُسپر ضمان لازم نہ آویگی اور ہم اسی کو اختیار
کرتے ہین یہ ینابیع مین ہے۔ اور اجناس مین ہے کہ انکار کرنے کی وجہ سے ودیعت کی ضمان صرف اُسوقت لازم
آتی ہے کہ جب ودیعت کو اُسکی جگہ سے جہان انکار کے وقت موجود تھی منتقل کردیا اور وہ تلف ہوگئی اور اگر اُس جگہ سے
منتقل نہ کیا اور وہ تلف ہوئی تو ضامن نہوگا اور منتقی مین یون لکھا ہے کہ اگر ودیعت یا عاریت مال منقول مین سے ہو
کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاسکتے ہون تو انکار کی وجہ سے ضمان لازم آجاویگی اگرچہ اپنی جگہ سے منتقل نہ
کیا ہو یہ وجیز کردری وخلاصہ مین ہے اگر مالک ودیعت کے روبرو بدون اُسکی طلب کے ودیعت سے انکار کیا مثلاً
مالک نے ودیعت کو اُس سے اسواسطے دریافت کیا کہ اسکو یاد دلاوے اور کہا میری ودیعت کا کیا حال ہے آیا
کہا کہ میرے پاس تیری کچھ ودیعت نہین ہے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک ضامن نہوگا یہ غایۃ البیان مین ہے مستودع
نے دشمن کے روبرو ودیعت سے اسوجہ سے انکار کیا کہ اُسکے روبرو اقرار مین تلف ہونے کا خوف تھا پھر وہ ودیعت
ضائع ہوگئی تو ضامن نہوگا یہ وجیز کردری مین ہے۔ مودع غائب ہوگیا اُسکی عورت نے ودیعت کے مال سے نفقہ
طلب کیا اور مستودع ودیعت سے انکار کر گیا پھر ودیعت کا اقرار کیا اور کہا ضائع ہوگئی تو ضامن ہوگا۔ اسی طرح یتیمون
کے وصی کا حکم ہے کہ اگر یتیمون کے ولی اور پڑوسی لوگ جمع ہوئے اور وصی سے کہا کہ جو کچھ انکا تیرے پاس ہے
اُسمین سے ان لوگون پر خرچ کر اُسنے انکار کیا اور کہا کہ انکا کچھ مال میرے پاس نہین ہے پھر کچھ مال کا اقرار کیا اور کہا کہ طلب
کرنے کے بعد میرے پاس ضائع ہوگیا ہے تو وصی ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ مستودع نے ودیعت سے
انکار کیا پھر اُسکو بعینہ نکال لیا یا اُسکا اقرار کیا اور مالک ودیعت نے کہا کہ اسکو اپنے پاس ودیعت رہنے دے
پس وہ ضائع ہوگئی پس اگر وہ شخص جسکے پاس ودیعت چھوڑی ہے اُسکے لینے اور حفاظت کرنے پر بشرط خواہش قادر
تھا تو وہ ضمان سے بری ہوگیا اور اگر اُسکی حفاظت کرنے پر قادر نہ تھا تو پہلی ضمان پر ضامن رہیگا۔ اسیطرح اگر اُس سے
کہا کہ اس مال ودیعت سے مضاربت کر تو بھی یہی حکم ہے اور یہ سب مال منقول مین ہے اور عقار غیر منقول مین امام ابو یوسف رح
کے نزدیک ضامن نہوگا اور شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا کہ امام سے اسمین دو روایتین ہین اور بعض مشائخ نے فرمایا
کہ عقار کی صورت مین انکار کرنے سے بالاجماع ضامن ہوگا یہ وجیز کردری مین ہے۔ مالک ودیعت نے اپنے مستودع
سے کہا کہ جب میرا بھائی طلب کرے تو ودیعت تو اُسکو واپس دینا پھر جب اُسکے بھائی نے اُس سے ودیعت مانگی تو
اُس نے کہا کہ ایک ساعت بعد لوٹ کر آنا کہ مین تجھے ودیعت دیدونگا پھر جب لوٹ کر آیا تو اُسنے کہا کہ ودیعت
تو تلف ہوگئی تھی تو شیخ رح نے فرمایا کہ بسبب تناقض کلام کے ضامن ہوگا یہ حاوی مین ہے۔ اگر ایام فتنہ وجنگ

سله قوله انکار کیا یعنی کہا کہ میرے پاس تیری شئے مثلاً فلان کی ودیعت نہین ہے پھر کہا کہ ہان ودیعت تھی مگر تلف ہوگئی تو اوّل انکار سے ضامن ہوگا بشرطیکہ اقرار جدید کا گواہ نہ لایا ہو ۱۲

مین مودع نے ودیعت طلب کی اور مستودع نے کہا کہ اسوقت مین ودیعت تک نہین پہونچ سکتا ہون پھر اُس نواح مین جہان ودیعت تھی لوٹ ہوگئی اور مستودع نے کہا کہ ودیعت بھی لوٹ لیگئی تو امام ابوبکر رح نے فرمایا کہ اگر ودیعت کے دور ہونے کی وجہ سے یا تنگی وقت کی وجہ سے مستودع اسکو واپس نہین کرسکتا تھا تو اُسپر ضمان نہ آویگی اور اس امر مین اُسی کا قول قبول ہوگا ورنہ وہ ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ اگر مودع نے حکم کیا کہ میرے بیٹے یا اپنے بیٹے کو دیدے کہ وہ میرے پاس ودیعت کو لے آوے اور مستودع نے ایسا ہی کیا اور ودیعت ضائع ہوئی تو طالب کا مال گیا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ مالک ودیعت نے مستودع سے کہا کہ میرے اس غلام کو ودیعت دیدے اور غلام نے ودیعت طلب کی اور مستودع نے اُسکو نہ دی تو ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ مالک ودیعت نے مستودع سے پوشیدہ یہ کہدیا کہ جو شخص تجھے ایسی ایسی نشانی بتادے اُسکو تو ودیعت دیدینا پھر ایک شخص آیا اور اُسنے کہا کہ مین مودع کا ایلچی ہون اور یہی نشانیان بتلائیں اور مستودع نے اُسکی تصدیق نہ کی اور ودیعت اُسکو نہ دی یہانتک کہ ودیعت تلف ہوگئی تو اُسپر ضمان نہ آویگی یہ محیط مین ہے۔ مودع کے ایلچی نے ودیعت طلب کی اور مستودع نے کہا کہ مین فقط اُسی کو دونگا جو میرے پاس ودیعت لایا تھا اور کسیکو نہ دونگا پھر ودیعت چوری گئی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک ضامن ہوگا اور ظاہر مذہب کے موافق ضامن نہوگا یہ جوہرۃ النیرہ مین ہے۔ ایک شخص نے اپنے شاگرد کے ہاتھ ایک کپڑا کندی گر کو بھیجا پھر کندی گر سے کہلا بھیجا کہ جو شخص تیرے پاس کپڑا دینے گیا ہے اُسکو وہ کپڑا نہ دینا پس اگر وہ شخص جو کندی گر کو دے آیا ہے اُسنے یہ نہین کہا کہ یہ کپڑا فلان شخص کا ہے اُسنے تیرے پاس بھیجا ہے تو کندی گر اُس شاگرد کو دینے سے ضامن ہوگا اور اگر اُس نے یون کہا کہ یہ کپڑا فلان شخص کا ہے اُسنے تیرے پاس بھیجا ہے پس اگر وہ شخص جو کپڑا لایا ہے اُسکے امور مین متصرف ہو تو بھی یہی حکم ہے کہ اسکو دینے سے کندی گر ضامن ہوگا اور یہی اور اگر اُسکے کامون مین متصرف نہو تو ضامن ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دیے اور کہا کہ یہ درم فلان شخص کو قرض مین دیدینا پھر دینے والا مرگیا اور مستودع نے ایک شخص کو دیے کہ یہ درم فلان شخص کو دیدینا پھر راستہ مین وہ درم اُس سے چھین لیے گئے تو مستودع پر ضمان نہین ہے اور اگر دینے والا زندہ ہو تو مستودع سے ضمان لے سکتا ہے لیکن اُسکے وارث نہین لے سکتے ہین کیونکہ جب دوسرا شخص جسکے پاس سے چھین گئے ہین مستودع کے عیال مین سے ہو یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ ایک شخص کو ہزار درم دیے اور کہا کہ یہ درم آج ہی کے روز فلان شخص کو دیدینا اُسنے اُس روز فلان شخص کو نہ دیے پھر وہ ضائع ہوگئے تو ضامن نہوگا کیونکہ اُسپر دینا واجب نہ تھا یہ جوہرۃ النیرہ مین ہے۔ ایک شہر کے رہنے والے نے اپنا عمامہ راستہ کے خوف سے ایک دیہاتی کے پاس چھوڑ دیا اور کہا کہ جب مین عمامہ لینے والے کو بھیجون تو اُسکو دیدینا پھر جب عمامہ لینے والا آیا تو اُسنے اُسکو عمامہ نہ دیا اور تھوڑی دیر ٹھہرا اور عمامہ لیکر آیا اور اپنے ایک دوست کے مکان مین رکھدیا وہان سے عمامہ چوری گیا تو شیخ رح نے فرمایا کہ ضامن ہوگا لیکن اگر اُسنے ایلچی کی تکذیب کی ہو کہ مین نہین جانتا ہون کہ تو اُسکا ایلچی ہے یا نہین ہے تو اس صورت مین ضامن نہوگا کیونکہ ودیعت طلب کرنے کے بعد انکار کرنے والا [illegible] ہے یہ حاوی مین ہے۔ مودع نے کہا کہ میرے جس وکیل کو چاہے دیدے پھر ایک وکیل نے اُس سے طلب کی اُسنے اُس وکیل کو نہ دی تاکہ دوسرے وکیل کو دیوے تو مستودع ایک وکیل کی طلب سے انکار کی وجہ سے

ضامن ہوگا یہ جنیز کردری مین ہی - ایک مودع نے مستودع کے سامنے ایک شخص کو ودیعت پر قبضہ کرنے کے
واسطے وکیل کیا پھر وہ وکیل چند روز بعد مستودع پاس پہونچا اور ودیعت طلب کی اسنے نہ دی اور پھر وہ ودیعت تلف
ہوگئی تو فرمایا کہ ضامن ہوگا پھر دریافت کیا گیا کہ ہمین فرق ہی کہ جب مستودع کے سامنے وکیل کیا پھر انکار کیا اور جب
مستودع کے پیچھے وکیل کیا اور اسنے اسکے وکیل ہونے کی تصدیق کی تو فرمایا کہ ہاں[1] ایسا ہی جامع مین صریح مذکور ہی
یہ تاتارخانیہ مین ہی - ایک شخص نے زید کو کچھ مال معین دیا کہ خالد کو دیدے زید اسکو خالد کے پاس لایا اور کہا کہ فلان شخص نے یہ
مال تیرے پاس ودیعت دیا ہی اسنے قبول کر لیا پھر وکیل کو واپس دیا اور وہ تلف ہوگیا تو مالک کو اختیار ہی کہ دونون مین سے
جس سے چاہے ضمان لے یہ فصول عمادیہ مین ہی - زید نے ایک تمسک عمرو کے پاس ودیعت رکھا اور حکم کیا کہ یہ تمسک
میرے قرضدار خالد کو دیدے بشرطیکہ خالد تین مہینہ گذرنے سے پہلے میرا مال مجھے دیدے پھر خالد نے تین مہینہ بعد زید کو
دراہم دیدیے پس زید عمرو کے پاس اپنا تمسک واپس لینے آیا پس اگر عمرو کو یقیناً معلوم ہی کہ خالد نے وہ تمام مال جو تمسک
مین تحریر ہی پورا زید کو دیدیا ہی تو عمرو تمسک زید کو نہ دے خواہ خالد نے تین مہینے کے اندر مال ادا کیا ہو یا اسکے بعد
ادا کیا کیونکہ وہ تمسک زید کو دینا گویا ظلم کرنے پر اعانت کرنا ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اگر کسی عورت نے اپنے مرض مین ایک
وصیت نامہ لکھکر سامنے ایک شخص کو دیکر حکم کیا کہ میری وفات کے بعد میرے شوہر کو دینا پھر یہ عورت مرض سے
اچھی ہوگئی اور اپنا وصیت نامہ لینا چاہا پس اگر وصیت نامہ مین شوہر کے واسطے کچھ مال کا یا مہر وصول پانے کا اقرار
ہو تو اسکو نہ دینے کا اختیار ہی اگرچہ وصیت نامہ کا کاغذ عورت ہی کی ملک ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - غلام نے اگر
کسی شخص کو ودیعت دی اور غائب ہوگیا تو مالک غلام کو اختیار نہوگا کہ وہ ودیعت لے لے خواہ وہ غلام تاجر ہو یا مجور
ہو خواہ اسپر قرضہ ہو یا نہو - اور یہ حکم اسوقت ہی کہ یہ معلوم نہو کہ یہ ودیعت غلام کی کمائی ہی اور اگر معلوم ہو کہ غلام کی
کمائی ہی تو مولی کو لینے کا اختیار ہی یہ ذخیرہ مین ہی - غلام مجور یا تاجر نے خواہ قرضدار ہو یا نہو اگر کسی شخص کے پاس کچھ
مال ودیعت رکھا پھر مرگیا تو مولے اسکو واپس نہین لے سکتا ہی مگر جسوقت معلوم ہوجاوے کہ یہ مال اسی غلام کا ہی تو
واپس لے سکتا ہی کذا فی الصغری - کافی کی کتاب الودیعۃ مین لکھا ہی کہ غلام مجور نے اگر کسی کو کوئی چیز ودیعت دی
پھر اسکا مالک آیا اور ودیعت طلب کی اور مستودع نے نہ دی پھر اسکے پاس تلف ہوگئی تو ضامن نہوگا کیونکہ مالک
کو اسکے واپس کر لینے کا استحقاق نہین ہی اور اسکے فوائد مین ہی کہ کسی باندی یا غلام نے کوئی شی معین بعوض ایسے
مال کے خریدی جسکو اسنے اپنے مالک کے گھر مین حاصل کیا ہی اور وہ چیز کسی شخص کے پاس ودیعت رکھی حالانکہ وہ
شخص اس امر سے واقف ہی پھر مولے نے اسکو طلب کیا اور مستودع نے دینے سے انکار کیا یا مولی نے طلب نہ
کی یہانتک کہ وہ شی اسکے پاس تلف ہوگئی تو مستودع ضامن ہوگا کیونکہ وہ شی معین مولی کی ملک ہی اور ودیعت
رکھنا بدون اسکی اجازت کے واقع ہوا تو مستودع غاصب قرار دیا جاویگا یہ فتاوی عتابیہ مین ہی - ایک غلام ایک
ٹوکری گیہون کی بھری ہوئی کسی شخص کے گھر لایا اور وہ شخص گھر مین نہ تھا پس غلام نے اسکی جورو کو سپرد کرکے کہا کہ یہ
میرے مولی فلان شخص نے تیرے شوہر کے پاس ودیعت رکھنے کو بھیجی ہی اور پھر غلام چلا گیا پھر جب شخص گھر کا مالک
آیا تو اسکی عورت نے اسکو اس امر سے مطلع کیا اسنے عورت کو ملامت کی کہ کیون قبول کی اور غلام کے مالک
کے پاس کسیکو بھیجکر کہا کہ تو کسی شخص کو بھیجکر یہ ٹوکری اٹھوا لے کہ مین تیری ودیعت رکھنا قبول نہین کرتا ہون اسنے

[1] الظاہر عن الرحیم ان الرادالا فرق فیہا اذا وکلہ بحضرتہ المستودع وفیما اذا وکلہ بغیرحضرتہ وصدقہ فی التوکیل وانما الفرق بینہ وبین الصدقۃ فقولہ لعم یفید تعیین کما فی ا[illegible] واللہ اعلم ۱۲ مترجم

جواب دیا کہ چندے روز یہ ٹوکری تیرے پاس ودیعت رہیگی پھر مین اُٹھوا لونگا اور تو میرے غلام کو نہ دینا پھر مولی نے اُس سے طلب کی اُس نے کہا کہ مین کسی کو نہ دونگا فقط اُسی غلام کو دونگا جو میرے پاس اُٹھا لایا ہی پھر وہ ٹوکری مع اسباب صاحب خانہ کے چوری گئی یا لوٹ مین گئی تو شیخ رحمہ نے فرمایا کہ اگر صاحب خانہ نے اس امر کی تصدیق کی کہ وہ غلام اپنے مالک کی طرف سے اُٹھا کر یہان رکھ گیا ہی تو مولے کو نہ دینے کی وجہ سے ضامن ہوگا اور اگر تصدیق نہ کی ہو یا یہ کہا ہو کہ مجھے نہین معلوم کہ یہ غلام کی غصب کی ہوئی یا کسی کی اُسکے پاس ودیعت ہی یا اپنے مولی کی بھیجی ہوئی لایا ہی اور اس امر کے دریافت کرنے کے واسطے اُسنے مولی کو دینے سے توقف کیا اور اُسی سال مین یہ حادثہ واقع ہوا تو ضامن نہوگا یہ فتاوی نسفی مین لکھا ہی

ساتوان باب۔ ودیعت واپس کرنے کے بیان مین۔ اگر مستودع نے ودیعت لا کر مودع کے گھر مین رکھی اور وہ ضائع ہو گئی تو مستودع ضامن ہوگا اسی طرح اگر مودع کے بیٹے یا غلام یا کسی ایسے شخص کو جو اُسکے عیال مین ہی ودیعت دیدی اور وہ ضائع ہو گئی تو بھی ضامن ہوگا اور قاضی امام ابو عاصم عامری اسی پر فتوی دیتے تھے اور بعض نے کہا کہ اگر مستودع نے ایسے شخص کو ودیعت دی جو مودع کے عیال مین ہی تو ضامن نہوگا اور متاخرین نے فرمایا کہ ضامن ہوگا اور اسی پر فتوے ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ اور اگر ایسے شخص کے ہاتھ جو مستودع کے عیال مین ہو واپس کی تو ضامن نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر مستودع نے اپنے ایسے بیٹے کے ہاتھ جو اُسکے عیال مین نہین ہی ودیعت واپس کر بھیجی پس اگر وہ لڑکا بالغ ہو تو مستودع ضامن ہی ورنہ نہین کیونکہ نابالغ اگرچہ اُسکے عیال مین نہو ولیکن اُسکی تدبیر اور ولایت اُسی کو حاصل ہی پس اُسکے ہاتھ واپس کرنا مثل اپنے غلام کے ہاتھ واپس کرنے کے شمار ہی جسکو اُسنے دوسرے کو اجارہ پر دیا ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ نابالغ کے ہاتھ واپس کرنے مین صرف اس صورت مین ضامن نہوگا کہ جب وہ نابالغ حفاظت کرنے کو سمجھتا ہو اور چیزون کی حفاظت کرتا ہو اور اگر حفاظت نہ کرتا ہو تو ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر مستودع نے مالک ودیعت سے کہا کہ مین نے اپنی باندی یا جورو وغیرہ ایسے شخص کے ہاتھ جو میرے عیال مین ہی تیری ودیعت بھیجدی تو اُسیکا قول قبول ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر کہا کہ کسی اجنبی کے ہاتھ بھیجی جو اُسکے عیال مین نہین ہی ودیعت تجھکو واپس بھیجدی اور تجھے پہونچ گئی ہی اور مالک ودیعت نے انکار کیا تو مستودع ضامن ہوگا لیکن اگر مستودع اس دعوے پر گواہ لاوے یا مالک ودیعت اقرار کر لے تو ضامن نہوگا یہ محیط مین ہی۔ غاصب کے مستودع نے اگر غصب کی ہوئی چیز غاصب کو واپس کر دی تو ضمان سے بری ہوگیا یہ ذخیرہ مین ہی۔ مستودع نے اگر مودع کو ودیعت واپس کر دی پھر کوئی مستحق آیا اور ودیعت پر اپنا استحقاق ثابت کیا تو مستودع پر کچھ ضمان نہ آویگی اور اگر مودع نے مستودع کو حکم کیا کہ ودیعت میرے ایلچی کو دیدے اُسنے دیدی اور وہ ایلچی پاس تلف ہو گئی پھر کسی مستحق نے استحقاق ثابت کیا تو مستحق کو خیار ہوگا چاہے مودع سے ضمان لے یا ایلچی سے یا مستودع سے اور یہی دونون صورتون مین فرق ہی یہ فتاوے صغری مین ہی۔ مودع غائب ہو گیا کہ اُسکا مرنا و جینا کچھ معلوم نہین ہی تو مستودع برابر اُسکی حفاظت کرے یہانتک کہ اُسکے مرنے کا اور وارثون کا حال معلوم ہو کذافی الوجیز للکردری۔ اور اُسکو صدقہ نہ کریگا بخلاف لقطہ کے حکم کے یہ فتاوی عتابیہ مین ہی۔ اگر مالک ودیعت مر گیا تو اُسکا وارث طلب ودیعت مین خصم قرار دیا جائیگا یہ مبسوط مین ہی

[illegible]

لڑکی یعنی بیٹی کو واپس کرسکنے میں اختلاف ہی ۱۲

پس اگر مالک مرگیا اور اسپر قرضہ مستغرق نہیں ہی تو وارثون کو واپس دے اور اگر قرضہ مستغرق ہو تو وصی کو واپس دے یہ وجیز کردری مین ہی - مستودع نے اگر وارث مودع کو ودیعت دیدی اور ترکہ پر قرضہ ہی تو قرضخواہون کے واسطے ضامن ہوگا اور وارث کو دیدینے کی وجہ سے ضمان سے بری ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی

آٹھواں باب اُن صورتون کے بیان مین جنمین مودع یا مستودع ایک سے زیادہ ہون - دو شخصون نے ایک شخص کو درمون یا دینارون یا کپڑون یا چوپاؤن یا غلامون کی ودیعت دی پھر دونون مین سے ایک شخص حاضر ہوا اور اپنا حق اُس سے طلب کیا تو جب تک دونون جمع نہون اُسکو یہ اختیار نہیں ہی اور اگر قاضی کے سامنے اسپر نالش کی تو امام اعظم رح کے نزدیک قاضی مستودع کو اُسکا حصہ دینے کا حکم نہ دیگا اور صاحبین رح کے نزدیک قاضی اُسکو حکم کریگا کہ تقسیم کرکے اُسکا حصہ اُسکو دیدے اور مستودع کا تقسیم کرنا غائب کے حق مین جائز نہوگا یہ مبسوط مین ہی اور جامع صغیر مین ہی کہ تین آدمیون نے ایک شخص کو ودیعت دی پھر دو شخص غائب ہوگئے تو حاضر کو امام اعظم رح کے نزدیک اپنا حصہ لینے کا اختیار نہیں ہی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ اختیار ہی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ مثلی اور قیمتی دونون قسم کی چیزون مین یہ اختلاف برابر جاری ہی اور صحیح یہ ہی کہ یہ اختلاف کیلی و وزنی چیزون مین جو مثلی ہین جاری ہی اور مثلی چیزون کے سوا سے کپڑون و چوپاؤن وغیرہ مین بالاجماع یہ حکم ہی کہ جو شخص موجود ہی وہ اپنا حصہ نہیں لے سکتا ہی یہ کافی مین ہی - پھر دو شخصون کی صورت مین اگر مستودع نے ایک کا حصہ اُسکو دیدیا اور وہ اُسکے پاس تلف ہوگیا پھر دوسرا آیا تو اُسکو اختیار ہی کہ باقی مستودع سے لے لے پس اگر مستودع کے پاس جو اُسکے قبضہ مین ہی تلف ہوگیا تو بالاجماع مال امانت کا تلف ہوا یہ ینابیع مین ہی - اور اگر وصول کر لینے والے کے پاس مال مقبوضہ تلف ہوگیا تو اُسکو یہ اختیار نہیں ہی کہ باقی مال مین شخص غائب کا شریک ہوجاوے یہ غایۃ البیان مین ہی - منتقی مین ہی کہ اگر مستودع نے شخص حاضر کو آدھا مال دیدیا پھر باقی اُسکے پاس تلف ہوگیا پھر شخص غائب آکر موجود ہوا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر مستودع نے بحکم قاضی دیدیا ہی تو کسی پر ضمان لازم نہ آویگی - اور اگر بدون حکم قاضی دیدیا ہی تو موجود ہونے والے کو اختیار ہی کہ جسقدر مستودع نے دیدیا اُسکا آدھا مستودع سے لے لے اور مستودع دوسرے قابض سے واپس کریگا یا دوسرے قابض سے جو اُسنے وصول کیا ہی اُسکا آدھا لے لے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اور اگر دو مودعون مین سے ایک مودع نے مستودع پر یہ دعوی کیا کہ تمام ودیعت میری ہی یا وقت ودیعت رکھنے کے دوسرے مودع نے اقرار کیا ہی تو گواہون کی سماعت نہوگی یہ فتاوی عتابیہ مین لکھا ہی - اور اگر مستودع نے اس صورت مین دعوی کیا کہ ودیعت میرے پاس تلف ہوگئی یا مجھسے کسی ظالم نے چھین لی ہی پس دونون مودعون مین سے ایک نے کہا کہ تیرے پاس کچھ ودیعت نہیں ہی تو بلاخلاف اُسکو اس امر پر قسم لینے کا اختیار ہی اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اگرچہ دونون مین سے ایک مودع کو ودیعت واپس لینے کا اختیار نہیں ہی لیکن قسم لینے کا اختیار ہی - دو شخصون مین ہزار درم مشترک ہین دونون نے اُنکو دونون مین سے ایک پاس رکھا پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اپنا حصہ اُسمین سے لے لے اُس نے لے لیا اور باقی آدھا ضائع ہوگیا تو جو آدھا اُسکے شریک نے لیا ہی وہ دونون مین مشترک ہوگا کیونکہ وہ اپنے نفس کے واسطے مقاسم نہوگا اور اگر وہ نصف ضائع ہوا جو اُسنے لیا ہی تو باقی شریک کے سپرد کیا جائیگا یہ محیط مین ہی - دو شخصون نے ہزار درم ودیعت رکھے پھر ایک نے کہا کہ میرے شریک کو سو یا دو سو درم یعنی آدھے سے کم تک دے

سلہ قولہ جائز نہوگا یعنی [illegible] مودع [illegible] باقی [illegible]

کہا کہ دیدے پھر باقی مال ضائع ہو گیا تو شریک لینے والے کو اسقدر دیدیا جائیگا جو اُسنے لیا ہی یہان تک کہ اُسکا شریک اُس سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر کہا کہ آدھا اسکو دیدے پھر باقی آدھا اُس سے ضائع ہوا تو دوسرا اُس سے جو اُسنے لیا ہی اُسکا نصف لے لیگا یہ فتاوے عتابیہ مین لکھا ہی- اور اگر یون کہا کہ اسکو اُسکا حصہ دیدے اُسنے دیدیا تو وہ اُسی کا حصہ قرار دیا جائیگا یہانتک کہ اگر باقی تلف ہو تو شریک اُس سے کچھ نہین لے سکتا ہی کذا فی المحیط زید و عمرو نے خالد کو ہزار درم ودیعت دیے پھر خالد مر گیا اور ایک لڑکا بکر چھوڑا پھر زید نے دعوے کیا کہ بکر نے خالد کے مرنے کے بعد ودیعت تلف کر دی اور عمرو نے کہا کہ مین نہین جانتا ہون کہ ودیعت کا کیا حال ہوا پس زید نے جس نے بکر پر تلف کر ڈالنے کا دعوے کیا ہی اُس نے خالد کو ودیعت سے بری کیا کیونکہ اُسکے زعم مین خالد نے جب انتقال کیا تو ودیعت کو ویسا ہی قائم چھوڑ گیا ہی پھر اُسکے بیٹے بکر نے تلف کر دی اور بکر پر ضمان کا دعوے کیا تو زید کی خالد کے حق مین تصدیق کیجاویگی یعنی وہ بری ہو جائیگا[1] اور بکر کے حق مین تصدیق نہو گی حتی کہ بکر پر اُسکے نام کچھ ڈگری نہو گی یہ تاتارخانیہ مین ہی- اور عمرو کے نام میت کے مال سے پانچسو درم کی ڈگری ہوگی کیونکہ اُسکے حق مین گویا بدون بیان ودیعت کے مستودع مر گیا ہی اور پانچ سو درم مین زید اُسکا شریک نہو گا یہ محیط مین لکھا ہی- زید و عمرو و بکر نے خالد کو مال ودیعت دیا اور سب نے کہا کہ جب تک ہم سب جمع نہون تب تک ہم مین سے کسی کو مال نہ دینا پھر خالد نے اُنمین سے ایک شریک کا حصہ اُسکو دیدیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ قیاساً ضامن ہو گا اور یہی قول امام اعظم رح کا ہی اور استحساناً ضامن نہو گا اور یہ قول امام ابو یوسف رح کا ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی- اور اس صورت مین اگر مستودع نے چاہا کہ مین ضمان سے بچون تو اُسکا حیلہ یہ ہی کہ جب وہ ایک شخص کو دیچکا اور دوسرا اُس سے مطالبہ کرنے کو آیا تو اُس سے یہ اقرار نہ کرے کہ مین نے کسی کو اُسکا حصہ دیدیا ہی بلکہ اُس سے کہے کہ تو سب کو حاضر کر تا کہ مین تم سب کو دیدون یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی- اور اگر مستودع دو شخص ہون اور ودیعت ایسی چیز ہو جو تقسیم ہو سکتی ہی تو دونون کو اختیار ہی کہ اُسکو حفاظت کی غرض سے آدھی آدھی تقسیم کر لین اور اگر ایک مستودع نے تمام ودیعت دوسرے کے سپرد کر دی اور وہ ضائع ہو گئی تو سپرد کرنیوالا امام اعظم رح کے نزدیک نصف کا ضامن ہو گا اور دوسرا کچھ ضامن نہو گا اور اگر ودیعت ایسی چیز ہو کہ تقسیم نہین ہو سکتی ہی تو دونون حفاظت کے مہتمم ہونگے اور کوئی شخص دونون مین سے دوسرے کو سپرد کرنے سے بالاجماع ضامن نہو گا یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی- دو شخصون کے پاس کچھ چیز ودیعت رکھی گئی پھر ایک شخص نے اُسکی آدھی فروخت کر دی پھر ایک مدعی نے دعوی کیا تو بائع کی گواہی دوسرے کے ساتھ ملکر اس امر پر مقبول نہو گی کہ یہ شے مدعی کی ملک ہی کیونکہ بائع چاہتا ہی کہ اپنے عقد بیع کو توڑ دے یہ تاتارخانیہ مین ہی- زید نے عمرو و بکر کو ایک باندی ودیعت دی پھر عمرو نے مثلاً اپنی نصف باندی مقبوضہ فروخت کر دی اور مشتری نے اُس سے جماع کیا اور اُسکے لڑکا پیدا ہوا پھر باندی کا مالک آیا تو امام نے فرمایا کہ مالک وہ باندی اور اُسکا عقر اور لڑکے کی قیمت لے لیگا اور نقصان ولادت کے پورا کرنے مین لڑکے کی قیمت دیدینا مثل لڑکے کے دیدینے کے ہی- اور اگر لڑکے کی قیمت مین نقصان ولادت پورا نہوتا ہو تو مشتری سے لیکر نقصان پورا کر لیگا پھر مشتری اپنے بائع سے اپنا ثمن اور لڑکے کی آدھی قیمت لے لیگا اور اگر باندی کا مالک چاہے تو بائع سے نصف نقصان لے لے اور اگر یہ امر کہ یہ باندی اسی شخص کی ہی جو حاضر ہوا ہی فقط انھین دونون مستودعون کے کہنے سے معلوم ہوا ہو اور کسی طور سے ثابت نہو تو اُن دونون کی گواہی اس دعوی پر مقبول

[1] یعنی زید بری ہو جائیگا لیکن اسکے بیٹے بکر پر اسکی ضمان عائد نہوگی اور اسکے بیٹے پر تلف کرنے کا دعوی بدون دلیل کے قبول نہوگا ۱۲ منہ

ہوگی ولیکن باعتبار ظاہر کے باندی مشتری کی ام ولد قرار دیجائیگی اور دوسرے شریک کو باندی کی نصف قیمت اور نصف عقر دیدیگا جیسا کہ دو شخصون کی مشترک باندی مین ایک شخص کے ام ولد بنانے کا حکم ہو یہ مبسوط مین لکھا ہو

نوان باب۔ ودیعت مین اختلاف واقع ہونے اور ودیعت مین گواہی کے بیان مین۔ منتقی مین ہو کر بشر رحنے امام ابو یوسف رحسے روایت کی کہ زید نے عمرو پر ودیعت کا دعوی کیا اور عمرو نے ودیعت سے انکار کیا اور زید نے اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے اور عمرو نے زید پر اس امر کے گواہ دیے کہ اُسنے اقرار کیا ہو کہ میرا عمرو پر کچھ نہین آتا ہو تو امام ابو یوسف رحنے فرمایا کہ اگر زید اس امر کا مدعی ہو کہ ودیعت بعینہ عمرو کے پاس قائم[1] ہو تو جو برارت عمرو کے گواہون سے ثابت ہوتی ہو اُس سے زید کا حق باطل ہوگا۔ کذا فی المحیط۔ اگر مالک ودیعت نے مستودع کے انکار کرنے کے بعد ودیعت طلب کرنے کے گواہ پیش کیے اور مستودع نے ودیعت ضائع ہونے کے گواہ پیش کیے پس اگر مستودع نے ایداع سے انکار کیا ہو مثلاً یون کہا کہ تو نے مجھے کچھ ودیعت نہین دی ہو تو اس صورت مین ضامن قرار دیا جائیگا اور بعد انکار کے کہ ودیعت نہین دی ہو پھر ضائع[2] ہوجانے کے اُسکے گواہ مردود ہونگے خواہ گواہون نے انکار سے پہلے ودیعت ضائع ہوجانے کی گواہی دی ہو یا بعد انکار کے ودیعت ضائع ہونے کی گواہی ادا کی ہو اور اگر اُسنے ودیعت سے اسطرح انکار کیا کہ تیری کچھ ودیعت میرے پاس نہین ہو پھر ودیعت ضائع ہوجانے کے گواہ دیے پس اگر بعد انکار کے ودیعت ضائع ہونے کے گواہ سُنائے تو وہ ضامن ہوگا اور اگر انکار سے پہلے ضائع ہوجانے کے گواہ سُنائے تو وہ ضامن نہوگا اور اگر مستودع نے مطلقاً ضائع ہونے کی گواہی یعنی انکار سے پہلے یا بعد ضائع ہونا کچھ بیان نہ کیا تو ضامن ہوگا۔ اور قدوری مین لکھا ہو کہ اگر مستودع نے قاضی سے درخواست کی کہ مودع سے قسم لیجاوے کہ میرے انکار سے پہلے ودیعت تلف نہین ہوئی ہو تو قاضی اُس سے قسم لیگا اور یہ قسم اُسکے علم پر لیگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ اور اگر مستودع نے ودیعت سے انکار کیا پھر اس امر کے گواہ دیے کہ مین نے بعد انکار کے ودیعت بعینہٖ واپس کردی ہو تو گواہ قبول ہونگے اور اگر اس امر کے گواہ دیے کہ مین نے انکار سے پہلے ودیعت تجھکو واپس کردی ہو اور انکار کرنے مین مین نے غلطی کی یا واپس کرنا مین بھول گیا یا مجھے گمان ہوا کہ مین نے دیدی اور مین اس قول مین سچا ہون کہ تو نے مجھے کچھ ودیعت نہین دی تو امام اعظم رح وامام محمد رح کے نزدیک قیاس مین اُسکے یہ گواہی مقبول ہونگے یہ خلاصہ مین ہو۔ اگر مالک نے ودیعت طلب کی و مستودع نے کہا کہ تو نے مجھے ودیعت نہین دی ہو پھر واپس کردینے یا ودیعت تلف ہوجانے کا دعوی کیا تو اُسکے قول کی تصدیق نہ کیجاویگی اور اگر یون کہا کہ آپکی ودیعت مجھ پر نہین ہو پھر واپس دینے یا تلف ہوجانے کا دعوی کیا تو سماعت ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ زید نے عمرو کو ایک غلام ودیعت دیا اور عمرو ودیعت سے مکر گیا اور وہ غلام اُسکے پاس مرگیا پھر زید نے ودیعت دینے اور غلام کی انکار کے روز کی قیمت کے گواہ قائم کیے تو مستودع پر انکار کے روز کی قیمت کی ڈگری کیجاویگی۔ اور اگر گواہون نے کہا کہ ہمکو انکار کے روز کی قیمت معلوم نہین ہو لیکن ودیعت دینے کے روز کی قیمت ہم جانتے ہین کہ وہ قیمت اسقدر تھی تو قاضی مستودع پر اُس قیمت کی ڈگری دیگا جو بحکم ودیعت غلام پر قبضہ کرنے کے روز غلام کی قیمت تھی یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ اگر مستودع نے کہا کہ مین نے ودیعت تجھکو دیدی ہو پھر چند روز کے بعد کہا کہ مین نے تجھکو ودیعت نہین دی بلکہ وہ میرے پاس ضائع ہوگئی ہو تو مستودع ضامن ہوگا اور اُسکے قول کی تصدیق نہ کیجاویگی اور یہی صحیح ہو یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہو کہ یہی صحیح ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ اور اگر مستودع نے کہا کہ ودیعت ضائع ہوگئی پھر اسکے بعد کہا بلکہ ودیعت مین نے تجھے واپس کردی ہو اور پہلے قول مین مجھے وہم ہوا تو اُسکی

[1] تو دو قائم ہو کیونکہ اس نے امانت کا دعوی کیا اور بری ضمان سے ہو حالانکہ بعینہٖ قائم ہونے کی صورت مین وہ مضمون نہوگی تو برارت سے اسکا حق باطل ہوگا
[2] یعنی گواہ دیے کہ میرے پاس سے امانت ضائع ہوگئی ۱۲

تصدیق نہ کیجاویگی اور وہ ضامن ہوگا کذا فی البدائع - اگر مستودع نے کہا کہ دس روز ہوئے کہ ودیعت ضائع ہوگئی اور مودع نے گواہ قائم کیے کہ دو روز ہوئے کہ اسکے پاس موجود تھی پس مستودع نے کہا کہ ودیعت میرے ہاتھ آگئی تھی پھر ضائع ہوگئی تو فقیہ اسکی طرف سے قبول ہوگا یہ ملتقط مین لکھا ہے - اور اگر نالش دائر ہونے پر اُسنے کہا کہ اسکی ودیعت میرے پاس نہین ہے پھر اُسکے بعد کہا کہ مین نے اس ودیعت کو پایا تھا پھر وہ ضائع ہوگئی تو ضامن ہوگا یہ غایۃ البیان مین لکھا ہے ف یعنی اول تو اُسنے انکار کیا کہ میرے پاس اسکی کچھ ودیعت ہی نہ تھی حالانکہ مطالبہ ہو چکا تو ضامن ہوگیا پھر اقرار کرنے سے امانت عود نکریگی اسواسطے کہ وہ امین نہین رہا ہے فافہم (م) ایک شخص نے کہا کہ فلان شخص کے میرے پاس ہزار درم ودیعت ہین پھر کہا کہ میرے اقرار سے پہلے وہ ضائع ہوگئے تو وہ ضامن ہوگا اور اگر یون کہا کہ اُسکے ہزار درم میرے پاس تھے پھر ضائع ہوگئے تو اُسی کا قول قبول ہوگا اور اُسپر ضمان لازم نہ آویگی - اور اگر کہا کہ اسکے ہزار درم میرے پاس ودیعت تھے کہ وہ ضائع ہوگئے اور تمام کلام ملاکر بولا تو استحساناً اُسکے قول کی تصدیق ہوگی اور تقدیر اس مسئلہ کی یون ہوگی کہ اُسکے ہزار درم میرے پاس تھے پھر وہ ضائع ہوگئے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے - اور اگر مستودع نے کہا کہ ودیعت جاتی رہی اور مجھے نہین معلوم ہوتا کہ کیونکر جاتی رہی تو قسم سے اُسکا قول قبول ہوگا اور اُسپر ضمان نہ آویگی اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہین یہ ملتقط مین لکھا ہے - اور اگر پہلے ہی کہا کہ مجھے نہین معلوم کہ ودیعت کیونکر جاتی رہی تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ ضامن نہوگا یہ فتاوے عتابیہ مین لکھا ہے - اور اگر یون کہا کہ ودیعت میرے گھر سے جاتی رہی اور میرے مال مین سے کچھ نہین گیا تو قسم سے اُسکا قول قبول ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے اور شیخ رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک قوم نے ایک شخص کو درم اسواسطے دیے کہ اُنکی طرف سے خراج دیدے اُسنے درم لیکر رومال مین باندھکر آستین مین رکھ لیے اور مسجد مین گیا اور درم جاتے رہے اور یہ نہین معلوم کہ کیونکر جاتے رہے اور قوم کے لوگ اُسکی تصدیق نہین کرتے ہین تو شیخ رح نے فرمایا کہ اسکا قول قبول نہوگا جب تک کہ جاتے رہنے کی کیفیت بیان نہ کرے کذا فی الحاوی - ایک شخص نے دوسرے کو کوئی شی معین ودیعت دی پھر مستودع نے اُسکے تلف ہوجانے کا دعوی کیا اور مودع نے اُسکی تکذیب کی اور قسم لینی چاہی تو قسم سے نکول کیا تو قسم سے نکول کرنے سے اُس شی معین کے باقی ہونے کا اقرار قرار دیا جائیگا اور مستودع قید کیا جائیگا یہانتک کہ اُسکو ظاہر کرے یا یہ ثابت کردے کہ وہ باقی نہین رہی یہ جواہر الفتاوی مین لکھا ہے - ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تجھسے ہزار درم ودیعت لیے اور وہ ضائع ہوگئے اور دوسرے نے کہا کہ تو نے اُنکو غصب کر لیا تو مقر ضامن ہوگا - اور اگر کہا کہ تو نے مجھے دیے اور ودیعت رکھے اور دوسرے نے کہا کہ تو نے بطور غصب کے لیے تو ضامن نہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہے - اگر مستودع نے کہا کہ یہ درم ودیعت تھے اور مودع نے کہا بلکہ قرض تھے تو ضامن نہوگا کذا فی الوجیز للکردری - اگر مستودع نے کہا کہ کچھ درم ضائع ہوگئے یا کچھ درم تو نے مجھے قرض دیے تو اُسکی مقدار بیان کرنے مین قسم کے ساتھ مستودع کا قول قبول ہوگا یہ ینابیع مین ہے - زید نے عمرو کو ہزار درم ودیعت دیے اور ہزار درم قرض دیے پھر زید کو عمرو نے ہزار درم دیے اور کہا کہ یہ تیرا قرض ہے اور ودیعت ضائع ہوگئی تو قسم سے اُسکی تصدیق کیجاویگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اگر کہا کہ میرے تیرے پاس ہزار درم ودیعت تھے تو نے مجھے دیدیے اور مقرلہ نے کہا کہ تو جھوٹا ہے وہ تو میرے ہین تو مقرلہ کا قول قبول ہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہے - اگر مستودع نے کہا کہ ودیعت تلف ہوگئی یا مین نے تجھے واپس

کردی اور مالک نے کہا کہ بلکہ تو نے ودیعت تلف کردی ہی تو مستودع کا قول قبول ہوگا اسی طرح اگر مستودع نے کہا کہ میرے بلا حکم تلف کردی گئی اور مالک نے کہا کہ بلکہ تو نے یا تیرے سوائے دوسرے نے تیرے حکم سے تلف کردی ہی تو بھی مستودع کا قول قبول ہوگا یہ بدائع میں لکھا ہی- اگر مالک اور مستودع کے وارثون مین اختلاف ہوا مالک نے کہا کہ مستودع ودیعت کو مجہول چھوڑ کر مر گیا بیان نہ کیا پس ودیعت اسکے ترکہ مین قرضہ ٹھہری اور وارثون نے کہا کہ جسدن مستودع مرا ہی اسدن ودیعت بعینہ قائم تھی اور معروف تھی پھر اسکے مرنے کے بعد تلف ہوگئی تو مالک کا قول قبول ہوگا اور یہی صحیح ہی کذا فی الذخیرہ- اور میت کے مال سے ضمان دینی واجب ہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین لکھا ہی- اور اگر مستودع کے وارثون نے کہا کہ مستودع نے اپنی زندگی مین ودیعت واپس کردی تھی تو بدون گواہون کے قول قبول نہوگا اور مستودع کے مال مین ضمان واجب ہوگی کیونکہ مستودع مجہول چھوڑ کر مر گیا ہی پھر اگر وارثون نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ مستودع نے اپنی زندگی مین کہا تھا کہ مین نے ودیعت واپس کردی ہی تو قبول ہونگے اور اگر مستودع ودیعت کو مجہول چھوڑ کر مر گیا اور وارث نے اسکی زندگی مین ودیعت ضائع ہوجانے کا دعوے کیا تو وارث کا قول قبول نہوگا یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی- جامع مین لکھا ہی کہ اگر مستودع نے مالک سے کہا کہ تو نے اپنی کچھ ودیعت وصول کر لی ہی پھر مستودع مر گیا اور باقی معلوم نہین ہی اور مالک نے کہا کہ مین نے کچھ وصول نہین کی اور مستودع کے وارثون نے کہا کہ تو نے نو سو درم وصول کر لیے اور سو درم باقی ہین تو وارثون کے قول کی تصدیق نہ کیجاویگی اور مالک مال سے کہا جائیگا کہ تجھکو ضرور کچھ وصول کر پانے کا اقرار کرنا لازم آیا اور پھر مابقی کے واسطے قسم کھانا لازم ہی کہ واللہ جسقدر وارث کہتے ہین اسقدر مین نے وصول نہین پایا کیونکہ مالک ودیعت کے وصول پانے کا اقرار مستودع سے جانتا ہی کیونکہ مستودع اسکی طرف سے امین اقرار پایا ہی اور اسی واسطے اگر اسنے یون اقرار کیا کہ مالک ودیعت نے تمام ودیعت وصول کر لی ہی تو اسکا اقرار صحیح ہی تو یہ اقرار مذکور بدرجہ اولے صحیح ہوگا پھر مالک اور مستودع کے وارثون مین مقدار مقبوض مین اختلاف واقع ہوا کیونکہ اسنے شی مجہول کے قبضہ کرنے کا اقرار کیا ہی پس اسی نے مجمل کر دیا تو بیان کرنے مین اسی کا قول لیا جائیگا کذا فی محیط السرخسی- پس اگر اسنے کہا کہ سو درم وصول کیے ہین اور وارثون نے کہا کہ نو سو درم وصول کیے ہین تو قسم سے مالک کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہ زیادتی کا منکر ہی یہ کافی مین لکھا ہی- اور اگر مالک نے مستودع کی زندگی یا اسکے مرنے کے بعد کہا کہ مین نے بعض ودیعت وصول کر لی تو قسم کے ساتھ مقدار بیان کرنے مین اسی کا قول قبول ہوگا اور اگر مستودع نے اپنی زندگی مین کہا کہ مین نے مالک ودیعت کو ودیعت دیدی مگر اسمین سے کچھ اپنی زندگی مین خرچ کر دی یا تلف کر دی تو اسکی مقدار بیان کرنے مین قسم کے ساتھ اسی کا قول قبول ہوگا یہ ینابیع مین ہی- اگر مودع کے مرنے کے بعد کہا کہ مین نے ودیعت وصی کو واپس کر دی تو قسم کے ساتھ اسی کا قول قبول ہوگا اور وہ ضامن نہوگا یہ فتاوے قاضیخان مین ہی- اگر ودیعت مستودع کے پاس سے غصب کی گئی اور تلف ہوئی اور مالک نے غاصب سے ضمان لینی چاہی اور مستودع نے کہا کہ اسنے مجھے واپس کر دی اور وہ میرے پاس تلف ہوئی اور مالک نے کہا کہ بلکہ غاصب کے پاس تلف ہوئی ہی تو اسی کا قول قبول ہوگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی- اگر مستودع نے کہا کہ مین نے ایک اجنبی شخص کے پاس ودیعت رکھدی تھی پھر اس نے مجھے واپس دی پھر وہ میرے پاس تلف ہوئی اور مودع اس قول مین اسکی تکذیب

کرتا ہی تو مودع کا قول قبول ہوگا اور مستودع پر ضمان لازم آویگی کیونکہ اُس نے اپنے اوپر ضمان واجب ہونے کا اقرار کیا پھر ضمان سے برائت کا دعوے کیا تو بدون گواہ قائم کرنے کے اُسکی تصدیق نہ کیجاویگی اور جب اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے تو ضمان سے بری ہوجائیگا کیونکہ ضمان واجب ہونے کا سبب دور ہونے پر اُس نے گواہ قائم کرکے ثابت کردیا۔ اسی طرح اگر مستودع نے کہا کہ مین نے کسی اجنبی کے ہاتھ تیرے پاس ودیعت بھیجدی اور مودع منکر ہی تو بھی مودع کا قول قبول ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو ودیعت دی اور غائب ہوگیا پھر اگر ودیعت طلب کی پس مستودع نے کہا کہ تو مجھے حکم دے گیا تھا کہ اسکو تیرے اہل و اولاد پر خرچ کردون اور مین نے اُنھین لوگون پر خرچ کردی اور مالک ودیعت کہتا ہی کہ مین نے تجھے ایسا حکم نہین دیا تھا تو مالک ودیعت کا قول قبول ہوگا اور مستودع ضامن ہوگا کذا فی المحیط اسی طرح اگر کہا کہ تو نے مجھے یہ حکم کیا تھا کہ اسکو مسکینون پر خرچ کردے یا فلان شخص کو ہبہ کردے اور مالک نے انکار کیا تو بھی یہی حکم ہی یہ مبسوط مین ہی۔ مستودع نے اگر مال ودیعت سے مودع کا قرضہ ادا کردیا تو ضامن ہوگا اگرچہ قرضہ جنس ودیعت سے ہو اور بعض نے کہا کہ ضامن نہوگا اور اسی کو بعض نے اختیار کیا ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک مستودع نے مالک سے کہا کہ تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ ودیعت فلان شخص کو دیدون اور مالک نے تکذیب کی تو ضامن ہوگا ولیکن اگر گواہ لادے یا قسم کھلاوے تو ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی۔ اگر مالک ودیعت نے مستودع کو حکم دیا کہ ودیعت فلان شخص کو دیدے اُس نے کہا کہ مین نے اُسی شخص کو دیدی اور اُس نے کہا کہ مجھے نہین دی ہی اور مالک نے کہا کہ تو نے اسکو نہین دی تو مستودع کی ضمان سے بری ہونے کے واسطے مستودع کا قول قبول ہوگا اور اُس شخص پر ضمان واجب ہونے کے بارہ مین مستودع کا قول قبول نہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی زید نے عمرو کو ہزار درم ودیعت دیے پھر کہا کہ مین نے خالد کو یہ درم تجھسے وصول کرنے کا حکم کیا اور پھر خالد کو اس امر سے منع کردیا پس مستودع نے کہا کہ خالد میرے پاس آیا تھا مین نے اسکو یہ درم ودیعت کے دیدیے ہین اور خالد نے کہا کہ مین عمرو کے پاس نہین گیا تھا اور نہ مین نے یہ درم اُس سے وصول کیے ہین تو زید ان درمون کی ضمان سے بری ہی کذا فی المحیط۔ زید نے مستودع پر جسکا نام عمرو ہی یہ گواہ قائم کیے کہ مالک ودیعت خالد نے مجھے عمرو سے ودیعت وصول کرنے کا وکیل کیا ہی اور وکالت کا کوئی وقت بیان کیا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اگر رب الودیعۃ نے کہا کہ مین نے تجھے ایک غلام و ایک باندی ودیعت دی تھی اور مستودع نے کہا کہ فقط تو نے ایک باندی ودیعت دی تھی اور وہ ہلاک ہوگئی اور مالک ودیعت نے اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے تو مستودع ضامن ہوگا اور اسکو غلام کی قیمت دینی پڑیگی۔ شیخ رہ نے فرمایا کہ قاضی صرف اُسوقت گواہون کی گواہی قبول کرکے قیمت غلام کی ڈگری کریگا کہ جب گواہون نے غلام کا حلیہ قاضی کے سامنے خوب ظاہر کیا ہو اور قاضی ایسے غلام کی قیمت پہچانتا ہو اور اگر قاضی نہ پہچانتا ہو تو مدعی سے اُسکی قیمت کے گواہ طلب کریگا اور اگر گواہون نے غلام کے حلیہ اور اوصاف بیان نہ کیے صرف یون گواہی دی کہ اُسنے ایک غلام ودیعت رکھا تھا تو قاضی اُنکی گواہی قبول نہ کریگا یہ محیط مین ہی۔ اگر زید کے پاس عمرو نے ایک باندی ودیعت رکھی اور بکر نے ایک غلام ودیعت رکھا پھر ہر ایک نے دعوی کیا کہ باندی میری ہی اور غلام دوسرے کا ہی اور زید نے کہا کہ تم دونون نے مجھے صرف یہی

باندی ودیعت دی ہی تو اُس سے قسم لیجائیگی کہ واللہ مجھے ہر ایک نے صرف آدھی ہی باندی ودیعت دی ہی اور فتاوی اہل خوارزم مین لکھا ہی کہ عمرو نے زید کے پاس ایک غلام ودیعت رکھا اور بکر نے ایک باندی ودیعت رکھی پھر ہر ایک نے غلام کا دعوی کیا اور ہر ایک نے باندی ودیعت رکھنے سے انکار کیا اور زید نے خاص ایک کے واسطے باندی کا اقرار کیا اور جسکے واسطے اقرار کیا اُسنے زید کی تصدیق کی اور زید نے کہا کہ مجھے یہ معلوم نہین رہا کہ تم دونون مین سے کسنے میرے پاس غلام ودیعت رکھا ہی یہ مین جانتا ہون کہ تم دونون مین سے کسی نے رکھا ہی تو باندی اُس مقر لہ کو دیجاویگی اور غلام دونون مین مشترک رہیگا پھر مستودع سے ہر ایک کے واسطے اسطور سے قسم لیجاویگی کہ واللہ اسنے یہ غلام میرے پاس ودیعت نہین رکھا ہی پھر دونون کو غلام کی قیمت ڈانڈ دیگا کہ دونون باہم برابر تقسیم کرلین یہ تاتارخانیہ مین ہی - ایک شخص کے پاس ایک باندی و ہزار درم ہین یا اُس سے دو شخصون نے ہر ایک نے آکر کہا کہ مین نے تجھے یہ باندی ودیعت دی ہی اور مستودع نے کہا کہ مجھے معلوم نہین رہا کہ یہ باندی تم دونون مین سے کسکی ہی اور دونون کیواسطے قسم کہانے سے انکار کیا تو ہزار درم اور وہ باندی دونون مین برابر مشترک ہوگی اور مستودع ہزار درم اور باندی کی قیمت دونون کو ڈانڈ دیگا کہ باہم برابر تقسیم کرلینگے یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر مستودع نے مالک ودیعت سے کہا کہ تو نے مجھے ودیعت ہبہ کردی یا میرے ہاتھ فروخت کردی ہی اور مالک ودیعت نے انکار کیا پھر وہ ودیعت تلف ہوگئی تو مستودع ضامن نہوگا یہ خلاصہ مین ہی - زید نے عمرو کو کچھ درم ودیعت دیے پھر ایک شخص خالد آیا اور عمرو سے کہا کہ مجھے زید نے ایلچی بناکر بھیجا ہی کہ تو مجھے ودیعت دیدے اور عمرو نے دیدی وہ اُسکے پاس تلف ہوگئی پھر زید آیا اور اُسنے ایلچی ہونے سے انکار کیا تو عمرو ضامن ہوگا - پھر اگر عمرو نے خالد کے ایلچی ہونے کی تصدیق کی ہو اور اُسپر ضمان کی شرط نکی ہو یونہی ودیعت اُسکو دیدی ہو تو پھر اُس سے کچھ نہین واپس لیسکتا ہی اور اگر اُسکے ایلچی ہونے کی تکذیب کی ہو اور باوجود اسکے ودیعت اُسکو دیدی یا نہ تصدیق کی ہو نہ تکذیب کی ہو اور باوجود اسکے ودیعت اُسے دیدی ہو یا تصدیق کی ہو اور ضمان کی شرط لیکر ودیعت دی ہو تو ان سب صورتون مین عمرو خالد سے واپس لے سکتا ہی اور شرط ضمان کی اس مقام پر یہ صورت ہی کہ عمرو مثلاً خالد سے یون کہے کہ مین جانتا ہون کہ تو زید کا ایلچی ہی مگر مجھے اس امر کا خوف ہی کہ زید ایلچی بھیجنے سے انکار کرجاوے اور مجھ سے ڈانڈ لے لیں آیا تو اسکا ضامن ہوتا ہی کہ جو تو مجھ سے لیتا ہی وہ مجھے واپس کریگا اسنے کہا کہ ہان تو کفالت بالدرک کی اضافت سبب وجوب کیجانب ہی حاصل ہوگئی اور یہ جائز ہی تو مستودع بحکم کفالت اُس ایلچی بنے خالد سے واپس لے سکیگا یہ محیط مین ہی - اور اگر مستودع نے کہا کہ مین نے ودیعت اپنے شخص کے ہاتھ جو میرے عیال مین ہی تجھے واپس کردی ہی اور مودع نے اُسکی تکذیب کی تو قسم سے اُسی کا قول قبول ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہی - شیخ رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس تانبے کے برتن ودیعت رکھے پھر کچھ دن بعد واپس لیے اُس نے چھ برتن واپس دیے اور مالک نے کہا کہ سات تھے ساتوان کہان ہی مستودع نے کہا کہ مجھے معلوم نہین رہا کہ سات دیے تھے یا چھ تھے اور نہین معلوم کہ میرے پاس ضائع ہوگیا ہی یا نہین اور کبھی کہتا ہی کہ مجھے نہین معلوم کہ میرے پاس سے کوئی ایلچی آکر لیگیا ہی یا نہین تو آیا ضامن ہوگا یا نہین پس شیخ رح نے فرمایا کہ نہین ضامن ہوگا کیونکہ اُسنے ضائع ہونے کا اقرار نہین کیا پس دونون باتون مین کچھ تناقض نہین ہی یہ فتاوی نسفی مین ہی - زید کے عمرو کے پاس ہزار درم ودیعت ہین اور ہزار درم زید کے اُسپر قرض ہین پھر

مستودع نے اسکو ہزار درم دیے پھر چند روز بعد دونوں میں اختلاف پڑا مالک مال نے کہا کہ میں نے ودیعت لی ہو اور قرضہ تجھپر بحالہ باقی ہو اور مستودع نے کہا کہ میں نے تجھے قرض ادا کر دیا ہو اور ودیعت ضائع ہوگئی تو مستودع کا قول قبول ہوگا کیونکہ جو ہزار واپس کیے ہیں انہیں دونوں میں اختلاف ہونے کا کچھ اعتبار نہیں ہو کیونکہ وہ تو مالک کو پہونچ گئے خواہ کیسے ہی ہوں ہان نا تلف شدہ ہزار درم میں دونوں کا اختلاف ہو کہ مالک دعوے کرتا ہو کہ تو نے قرض لیے اور مستودع کہتا ہو کہ میرے پاس ودیعت تھے اور ایسی صورت میں مدعی ودیعت کا قول قبول ہوتا ہو یہ محیط میں لکھا ہو۔

دسوان باب۔ متفرقات میں۔ ودیعت ایک غلام یا باندی ہو اور اُسنے مستودع کو قتل کیا تو قتل عمد میں اُس سے قصاص لیا جائیگا اور قتل خطا میں وہ غلام یا باندی دیدی جاویگی یا اسکا فدیہ دیا جاویگا۔ اور اگر ام ولد یا مدبر ہو تو مولے اُسکی قیمت ڈانڈ دیگا۔ اگر مستودع نے کہا کہ مجھے ودیعت دی فلان شخص نے بلکہ فلان شخص نے تو ودیعت دوسرے کو ملیگی یہ تاتارخانیہ میں ہو۔ ایک شخص کے دوسرے پر سو درم قرضہ میں اور قرضدار کے اُس شخص کے پاس سو درم ودیعت ہیں اُسنے کہا کہ بعوض قرضہ کے میں نے بدلا کر دیے پس اگر درم اُسکے ہاتھ میں موجود ہوں یا اسقدر قریب ہوں کہ اُسپر قبضہ کر سکتا ہو تو جائز ہو اور بدلا ہو جائیگا اور اگر قریب نہوں تو بدلا نہوگا تاوقتیکہ دوبارہ رجوع کرکے قبضہ نکرے یہ خلاصہ میں ہو۔ اگر مستودع نے ودیعت سے انکار کیا پھر مودع کے پاس اُسکے مثل رکھا تو مودع کو روا ہو کہ اپنی ودیعت کے عوض میں لے کیا ہو اُسکے بدلے اُسکو دابے رکھے اسیطرح اگر اُسپر مال قرضہ ہو اور انکار کر گیا پھر قرضہ کے مثل قرضخواہ کے پاس ودیعت رکھی تو بھی یہی حکم ہو لیکن اگر اُسکے حق کی غیر جنس اُسنے اُسکے پاس ودیعت رکھی تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک اُسکو دابے رکھنے کا اختیار نہیں ہو یہ مبسوط میں ہو۔ اور اگر مودع نے اُسکو قسم دلائی تو اسطرح قسم کھا جاوے کہ تیرا مجھپر کچھ نہیں ہو اور یوں قسم نہ کھاوے کہ تو نے مجھے کچھ ودیعت نہیں دی ہو یہ تاتارخانیہ میں ہو۔ اگر زید کے ہزار درم عمرو کے پاس ودیعت ہوں اور بکر کے زید پر ہزار درم قرضہ ہوں تو بکر کو روا ہو کہ جب قابو پاوے تو عمرو سے ودیعت کے درم لے لے اگرچہ عمرو کو اختیار نہیں ہو کہ بکر کو ہزار درم ادا سے قرضہ میں دیدے یہ ینابیع میں ہو۔ اگر زید نے عمرو کے پاس ایک غلام ودیعت رکھا پھر زید نے وہ غلام عمرو کو ہبہ کر دیا حالانکہ غلام حاضر نتھا اور عمرو نے ہبہ قبول کیا تو جائز ہو اور ودیعت کا قبضہ ہبہ کے قبضہ کا نائب ہوگا اور عمرو فقط ہبہ قبول کرنے سے اس غلام پر قابض قرار دیا جائیگا حتی کہ اگر از سر نو قبضہ کرنے سے پہلے وہ غلام مرجاوے تو موہوب لہ کا مال گیا اور اگر زید ہبہ سے رجوع نکرے تو کفن اسکا عمرو پر دینا لازم آویگا۔ پھر اگر خالد نے اس غلام میں اپنا استحقاق ثابت کیا تو خالد کو خیار ہوگا کہ چاہے زید سے غلام کی قیمت کا ضمان لے یا عمرو سے ضمان لے۔ پھر اگر خالد نے عمرو کے غلام پر از سر نو قبضہ کرنے سے پہلے عمرو سے ضمان لے لی تو عمرو اُسکے مثل زید سے واپس لے سکتا ہو اور اگر خالد کے عمرو سے ضمان لینے سے پہلے عمرو نے اُسپر از سر نو قبضہ کر لیا ہو تو عمرو زید سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہو یہ ذخیرہ میں ہو۔ منتقی میں امام ابو یوسف رحمہ سے بروایت ابن سماعہ مذکور ہو کہ زید کے ہزار درم عمرو کے پاس ودیعت ہیں اور عمرو کے ہزار درم زید پر قرض ہیں پس زید نے کہا کہ یہ درم اُس مال کا بدلا ہیں جو تیرا مجھپر آتا ہو پھر ہنوز عمرو واپس ہو کر اپنے مکان میں نہ گیا تھا کہ ان درمون کے

جدید قبضہ کرے کہ وہ درم تلف ہوگئے تو یہ زید کا مال گیا اور اصل یہ ہے کہ اس مسئلہ میں عمرو کا قبضہ ان درمون پر قبضہ ودیعت تھا اور قبضہ ودیعت قبضہ امانت ہے وہ قبضہ ضمان کا نائب نہیں ہوتا ہے اور قرضہ کے ادا میں قبضہ ضمان ہے پس فقط بدلا کرنے سے بدون قبضہ واقع ہونے کے بدلا تمام نہوگا تاوقتیکہ جدید قبضہ ثابت ہو اور جدید قبضہ یہان نہیں پایا گیا ہکذا فی المحیط بتشریح زائد - اگر کسی شخص کی ودیعت کو کسی نے تلف کر دیا تو مستودع اُس سے مخاصمہ کر سکتا ہے اور قیمت ڈانڈ لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے - اور اگر کسی شخص کے پاس ودیعت یا عاریت یا بضاعت ہو اور اُسکے پاس سے کسی نے غصب کر لی تو وہ غاصب کا خصم ہمارے نزدیک ہو سکتا ہے یہ محیط میں ہے ایک شخص کے پاس ایک باندی ودیعت رکھی اُس سے ایک شخص نے غصب کر لی اور باندی اُسکے پاس سے بھاگ گئی تو مستودع کو اختیار ہے کہ غاصب سے بحکم قاضی یا بلا حکم قاضی باندی کی قیمت ڈانڈ لے اور وہ قیمت مستودع کے پاس امانت رہیگی پھر اگر باندی ظاہر ہوئی تو مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے باندی لے لے یا اُسکی قیمت لے لے پس اگر اُسنے باندی لے لی تو غاصب نے جو مستودع کو دیا ہے اُس سے واپس لے لیگا بشرطیکہ وہ بعینہ قائم ہو اور اگر تلف ہوا ہو تو اُسکے مثل واپس لیگا پس اگر مال ضمان یعنے قیمت باندی کی تلف ہوگئی ہو اور غاصب نے مستودع سے اُسکے مثل واپس لی تو مستودع اُسیقدر مالک سے لے لیگا - اور اگر مستودع نے غاصب سے قیمت وصول پانے کا اقرار کیا اور یہ امر صرف اُسکے اقرار سے ثابت ہوا تو غاصب قیمت سے بری ہو گیا پھر اگر باندی ظاہر ہوئی اور مولے نے اُسکا لے لینا اختیار کیا تو اُسکو یہ اختیار ہوگا اور غاصب مستودع سے وہ قیمت واپس کر لیگا جو مستودع نے اُس سے لے لی ہے بشرطیکہ قائم ہو اور اگر تلف ہوگئی ہو تو اُسکے مثل واپس لیگا اور مستودع باندی کے مالک سے واپس نہیں لے سکتا ہے بسبب اسکے کہ عہدہ اُسی کے ساتھ لاحق ہوا ہے یہ ذخیرہ میں ہے زید نے عمرو کے پاس کچھ ودیعت رکھی اور وہ ضائع ہوئی پھر زید نے طلب کی تو عمرو نے کہا کہ وہ ضائع ہوگئی اور زید نے انکار کیا اور عمرو سے قسم طلب کی اُسنے قسم سے نکول کیا اور سو دینار زید کو دیے پھر وہ ودیعت خالد کے ہاتھ میں ظاہر ہوئی اور مستودع نے اُس سے خصومت کرنے لینی چاہی تو دیکھا جائیگا کہ سو دینار کا دینا اُسکے قول پر تھا پس اگر زید نے کہا تھا کہ ودیعت کی قیمت سو دینار تھی اور اُسپر گواہ قائم کیے تو خالد سے خصومت کرنے کا استحقاق عمرو کو ہوگا ولیکن عمرو کو اختیار ہوگا کہ جب وہ ودیعت خالد سے پاوے تو زید کو دیکر اپنے سو دینار واپس کرے کیونکہ اتنی قیمت میں لینے پر وہ راضی نہ تھا - اور اگر مستودع نے کہا ہو کہ ودیعت کی قیمت سو دینار تھی اور اُسپر قسم کھالی ہو تو اُسوقت خصومت کا اختیار زید کو حاصل ہوگا یہ جواہر الفتاوی میں ہے - اگر مالک کے پیٹھ پیچھے مستودع نے ودیعت کی اصلاح میں کچھ خرچ کیا حالانکہ قاضی نے حکم نہیں دیا تھا تو مستودع احسان کرنیوالا شمار ہوگا یہ سراجیہ میں ہے - اور اگر اس مسئلہ میں مستودع نے قاضی کے سامنے مرافعہ کیا تو قاضی اُس سے اس امر کے گواہ طلب کریگا کہ یہ مال عین اُسکے پاس ودیعت ہے اور اُسکا مالک غائب ہے پھر جب اس امر کے گواہ پیش کیے پس اگر وہ ودیعت ایسی چیز ہے کہ کرایہ پر دیجاوے اور اُسکا کرایہ اُس ودیعت پر خرچ کیا جاوے تو قاضی مستودع کو حکم دیگا کہ ایسا کرے - اور اگر ودیعت کرایہ پر دینے کے لائق نہو تو قاضی مستودع کو حکم دیگا کہ اپنے مال سے ایک دو تین روز تک اس امید پر خرچ کرے کہ شاید اسکا مالک حاضر ہو جاوے اور اس سے زیادہ مدت تک مستودع کو اپنے مال سے خرچ کرنے کا حکم نہ کریگا بلکہ یہ حکم دیگا کہ اسکو فروخت کر کے اُسکا ثمن اپنے پاس ودیعت رکھے - اور حاصل یہ ہے کہ

له قوله ومستودع نے غاصب سے قیمت وصول پانے کا اقرار کیا اور یہ امر صرف

قاضی مستودع کو ایسے فعل کا حکم دیگا کہ جو مالک ودیعت کے حق مین بہتر ہو۔ اور اگر قاضی نے پہلے ہی مرتبہ مرافعہ مین مستودع کو ودیعت فروخت کرنے کا حکم دیدیا تو بھی جائز ہے۔ اور جسقدر مستودع نے ودیعت پر بحکم قاضی خرچ کیا ہے وہ مالک ودیعت پر قرضہ ہوگا کہ جب وہ حاضر ہوگا تو مستودع اُس سے ضمان لے لیگا مگر ہان چوپایہ کی قیمت سے زیادہ نہین لے سکتا ہے بقدر قیمت چوپایہ کے لے لیگا اور اگر غلام ودیعت پر خرچ کیا ہو تو غلام کی قیمت سے زیادہ خرچہ بھی لے لیگا یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے پچاس درم قرض مانگے اُسنے ساٹھ درم غلطی سے دیدیے پس اُس شخص نے دس واپس کرنے کی غرض سے نکالے اور چلا اور رستہ مین یہ درم تلف ہوگئے تو دس کے پانچ چھٹے حصہ کا ضامن ہوگا کیونکہ اسقدر قرض ہے اور باقی ودیعت تھی کذا فی السراج الوہاج اور یہی اصح ہے کذا فی التاتارخانیہ اور اسیطرح اگر باقی درم اسطور سے تلف ہوئے تو اُنکے پانچ چھٹے کا ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے زید کے عمرو پر پچاس درم آتے تھے اُسنے ساٹھ درم غلطی سے اُسکو ادا کیے پھر جب زید کو معلوم ہوا تو اُسنے دس درم واپس کرنے کی غرض سے نکالے وہ تلف ہوگئے تو دس کے پانچ چھٹے حصہ کا ضامن ہوگا کیونکہ اُسیقدر مضمون تھے اور باقی امانت مین تھے یہ وجیز کردری مین ہے۔ زید سے عمرو نے بیس درم قرض مانگے اُسنے سو درم دیے اور کہا کہ اسمین سے بیس درم قرض لے لے اور باقی تیرے پاس ودیعت ہین اُسنے ایسا ہی کیا پھر وہ بیس درم انھین سو درم مین دوبارہ ملا دیے پھر رب المال نے اُسکو چالیس درم دیے اور کہا کہ انکو انھین درمون مین ملا دے اُس نے ایسا ہی کیا پھر سب درم ضائع ہوگئے تو سوا ے چالیس کے باقی کا ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر ایک شخص کو دس درم دیے اور کہا کہ پانچ درم تو قرض لے لے اور پانچ درم تیرے پاس ودیعت ہین پھر وہ ضائع ہوگئے تو پانچ درم قرض کا ضامن ہوگا ودیعت کا ضامن نہوگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے ہشام نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم قرضہ تھے پس قرضدار نے دو ہزار درم اُسکو دیکر کہا کہ ہزار درم تیرے قرضہ کی ادا مین ہین اور ہزار درم تیرے پاس ودیعت ہین اُسنے دونون ہزار پر قبضہ کر لیا پھر سب ضائع ہوگئے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ قرضخواہ نے اپنا قرضہ وصول پایا اور کچھ ضامن نہوگا یہ محیط مین لکھا ہے اگر کسیکو ہزار درم اسواسطے دیے کہ دس درم ماہواری اُجرت پر مال کے مالک کے واسطے خرید و فروخت کرے پھر وہ شخص مرگیا اور یہ نہ معلوم ہوا کہ اُسنے کیا کیا اور اُسنے کچھ غلام اور کپڑے چھوڑے تو کل مال میت کے مال مین قرضہ قرار دیا جائیگا اسیطرح اگر کوئی زمین مزارعت پر دی اور بیج دونون کی طرف سے ٹھہرایا ایک طرف سے ٹھہرا پھر کاشتکار مرگیا حالانکہ کھیتی کاٹ لی یا کھلیان مین ہے اور اُسکے مرنے کے بعد حال معلوم نہوا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ جسدن وہ مرا ہے اُس دن کے حساب سے کھیتی کی قیمت یا مرنے کے روز جسقدر اناج اُسکے قبضہ مین تھا اُسکی قیمت میت کے مال پر قرضہ قرار دیجائیگی یہ ینابیع مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم ودیعت دیے پھر مالک ودیعت نے یہی درم ودیعت کے مستودع کو قرض دیے تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ یہ دراہم ودیعت ہونے سے خارج ہونگے تاوقتیکہ مستودع کے ہاتھ مین اگر قبضہ جدید ہو جاوے حتی کہ اگر اُسکے دوبارہ قبضہ مین آنے سے پہلے یہ درم تلف ہوجاوین تو ضامن نہوگا۔ اور ہر چیز کا جو در اصل امانت مین ہو اور ایسا واقع ہو یہی حکم ہے۔ اسی طرح اگر مستودع نے مالک ودیعت سے کہا کہ مجھے خرید و فروخت کرنے کی اجازت دیدے کیونکہ وہ امانت دار ہے

تو بھی یہی حکم ہی یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی- ابراہیم رح نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ ایک شخص کے
دوسرے پر سو درم ہین اور مطلوب نے طالب کو دو سو درم دیے اور کہا کہ یہ تیرا مال ہی تو لے لے اُسنے لے لیے
اور ضائع ہوگئے حالانکہ لینے والے کو نہین معلوم کہ کسقدر تھے تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ اُسپر کچھ ضمان
ہوگی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ اُسپر سو درم واجب ہونگے یہ محیط مین ہی- ایک شخص کے پاس ہزار درم
بضاعت کے خرید متاع کے واسطے تھے اُس شخص نے یہ درم ایک دلال کو دیے تاکہ اُس نے کچھ متاع
خریدی پھر مالک کے پاس بھیجی اور راہ مین وہ متاع تلف ہوگئی تو ضامن نہوگا اور اگر مالک نے یہ نہ کہا ہو کہ
یہ ہزار درم بضاعت ہین اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو ضامن ہوگا دلال نے اگر مالک کے سامنے خریدی ہو تو ضامن
ہوگا یہ ظہیریہ مین لکھا ہی- شیخ نجم الدین رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ترکستان سے بقصد تجارت سمرقند کو
جانا چاہا اُسکو ایک شخص نے کچھ مال اس غرض سے دیا کہ بضاعت مین میرے واسطے کوئی چیز خریدے وہ
وہان گیا اور بضاعت کی چیز خریدی مگر جلدی وہان سے واپس آنیکا سرانجام اُس سے نہو سکا پس اُسنے کچھ
اپنے مال کے ساتھ بضاعت کا مال بھی سپرد کیا تاکہ بضاعت والے کو اُسکی بضاعت پہونچ جاوے پھر
جب ایلچی راہ مین کسی شہر مین اُترا تو وہان کے حاکم نے ظلم کرکے یہ مال اُس سے چھین لیا پس آیا مستبضع
ضامن ہوگا یا نہین تو شیخ رح نے فرمایا کہ ہان ضامن ہوگا یہ فصول استروشنیہ مین ہی- ایک شخص مرگیا حالانکہ اُسپر
قرضہ ہزار درم ہی اور ہزار درم اور ایک بیٹا چھوڑا اور بیٹے نے کہا کہ یہ ہزار درم زید کی ودیعت میرے باپ کے پاس تھے اور
زید نے آکر اُسکا دعوی بھی کیا اور میت کے قرضخواہون نے اس باب مین اُسکی تصدیق کی اور کہا کہ یہ ہزار درم زید کے
ہین تو قاضی قرضخواہون کو ہزار درم میت کی طرف سے قرضہ ادا کریگا اور مدعی ودیعت کے واسطے دینے کا حکم نہ دیگا لیکن
جب قاضی نے ہزار درم سے قرضخواہون کا قرضہ ادا کردیا تو زید اُن لوگون سے یہ درم لے لیگا کیونکہ اُنھون نے
اقرار کیا ہی کہ یہ درم زید کے ہین- اور بضاعت و مضاربت و عاریت و اجارہ و رہن کی صورتین مثل ودیعت
کے حکم ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی- اگر زید نے کچھ ودیعت عمرو کے پاس رکھی اور غائب ہوگیا پھر زید کے بیٹے نے
گواہ قائم کیے کہ میرا باپ مرگیا اور میرے سوا کوئی وارث نہین چھوڑا ہی اور ودیعت وصول کرلی پھر زید زندہ اگر
موجود ہوا تو بیٹے یا دونون گواہون سے ضمان لیگا اور مستودع سے نہین لے سکتا ہی اور اگر بجاے ودیعت
کے مال غصب ہو تو ہر ایک سے اُنمین سے ضمان لے سکتا ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی- زید غائب ہوگیا اور اُسکی جورو
قاضی کے پاس زید کے باپ کو لائی اور دعوی کیا کہ زید کی ودیعت اُسکے باپ کے پاس ہی اور اُس مال سے
نفقہ طلب کیا تو امام ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر زید کے باپ کے پاس درہم یا اناج وغیرہ ایسی ودیعت ہو
جو جورو کے نفقہ مین دیجا سکتی ہی اور باپ اقرار کرتا ہو کہ ایسی ودیعت میرے پاس ہی تو عورت کو حق طلب
پہونچتا ہی اور قاضی اُسکو حکم کریگا کہ عورت کو اُسمین سے دیوے اور باپ کو یہ اختیار نہین کہ بدون حکم قاضی کے عورت
کو اُسمین سے نفقہ دیوے اور اگر بدون حکم قاضی کے دیگا تو ضامن ہوگا- اور اگر باپ نے اول سے انکار کیا کہ میرے
پاس ودیعت زید کی ہی تو اُسیکا قول قبول ہوگا اور عورت کو اُس سے قسم لینے کا اختیار نہین ہی اور اگر باپ کے پاس
ایسی چیز ودیعت نہو جو جورو کے نفقہ مین دیجا سکتی ہی تو اُن دونون مین خصومت قائم نہوگی- اور اگر زید غائب کا

کسی شخص پر قرضہ ہو اور قرضدار قرضہ کا مقر ہو اور عورت کے ساتھ زید کے نکاح ہونے کا بھی مقر ہو تو یہ قرضہ بھی بمنزلہ ودیعت کے ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کے پانچسو درم ودیعت رکھے اُسنے تین سو درم خرچ کیے اور دو سو درم واپس کیے اور قسم کھالی کہ میں نے ودیعت میں سے کچھ واپس نہیں رکھا ہے تو اُسی کا قول قبول ہوگا اور قسم میں جھوٹا نہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر ودیعت میں مستودع کے پاس کوئی باندی ہو اور مستودع نے اُس سے وطی کی اور لڑکا پیدا ہوا تو لڑکا باندی کے مالک کا مملوک ہوگا اور مستودع پر حد زنا ماری جاویگی اور بچہ کا نسب مستودع سے ثابت نہوگا ولیکن اگر مستودع نے یہ دعوی کیا کہ میں نے منکوحہ یا زرخریدہ باندی کے شبہہ میں اس سے وطی کی تھی تو حد اُس سے دور کر دیجاویگی اور وطی شبہہ کا عقر دینا پڑیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ودیعت میں باندی ہو اور مستودع نے اُسکا نکاح کر دیا تو نکاح فاسد ہے اور اگر شوہر نے اُس سے وطی کی تو وطی کا عقر باندی کے مالک کو ملیگا۔ اور اگر کرایہ پر دی تو کرایہ و مزدوری اُسیکو ملیگی۔ اور اگر مستودع نے باندی واپس کر دی پھر وہ استحقاق ثابت کر کے لے لیگئی تو ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ودیعت میں باندی ہو اور مستودع نے کسی شخص سے اُسکا نکاح کر دیا اور اُسکا عقر لے لیا اور باندی کے بچہ پیدا ہوا اور بچہ ہونے سے باندی میں نقصان آیا پھر باندی کا مالک آیا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ باندی اور اُسکے بچہ کو لے لے یا نکاح فاسد کر دے اور اگر نکاح فاسد کر دیا تو باندی کا عقر لے لیگا اور مستودع سے ولادت کا نقصان لے لیگا بشرطیکہ کچھ نقصان آیا ہو اور لڑکے سے اُس نقصان کا ایفا نہوتا ہو اور اگر لڑکے سے نقصان پورا ہو جاتا ہو تو لڑکے سے نقصان پورا کیا جاویگا اور اگر ولادت کی وجہ سے نقصان نہو بلکہ دوسری وجہ سے ہو مثلاً شوہر نے اُس سے اس طور سے جماع کیا کہ اُسمیں نقصان آیا تو مستودع اُسکا ضامن ہوگا۔ اور اگر مستودع نے بچہ کو تلف کر دیا تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا یہ مبسوط میں ہے مستودع نے اگر ودیعت فروخت کر کے مشتری کے سپرد کر دی اور مالک نے مستودع سے ضمان لے لی تو ظاہر الروایۃ میں اُسکی بیع نافذ ہو جائیگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ ودیعت اگر کوئی تلوار ہو اور مودع نے چاہا کہ میں لیکر اس تلوار سے کسی شخص کو ناحق قتل کروں اور مستودع کے نزدیک یہ بات تحقیق ہوئی تو مستودع کو نہ دینے کا اختیار ہے (یعنی انکار سے ضامن نہوگا) یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ قاضی بدیع الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس ایک قبالہ ودیعت رکھا اور مودع مر گیا تو وارثوں کو اُسکے مطالبہ کا اختیار ہے یا نہیں ہے تو قاضی رح نے فرمایا کہ قاضی مستودع پر یہ حکم وارثوں کو دینے کے واسطے جبر کریگا۔ ایک تمسک ودیعت رکھا اور معلوم ہوا کہ کچھ حق اُسمیں سے طالب کو وصول ہو گیا ہے پھر طالب مر گیا اور وارثوں نے کچھ حق وصول پانے سے انکار کیا تو مستودع وہ تمسک ہمیشہ کے واسطے داب رکھیگا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ شیخ ابوبکر رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم میں دعوی کیا اور دوسرے نے انکار کیا پھر مدعا علیہ نے ہزار درم نکالکر تیسرے شخص کے پاس رکھے تاکہ مدعی گواہ لاوے پھر مدعی گواہ نہ لایا اور مدعا علیہ نے درم واپس طلب کیے اور تیسرے شخص نے دینے سے انکار کیا پھر اس جانب ڈاکہ پڑا اور یہ درم بھی لوٹ لیے گئے پس آیا وہ شخص ضامن ہوگا یا نہیں تو شیخ رح نے فرمایا کہ اگر تیسرے شخص کے پاس مدعی و مدعا علیہ نے رکھے ہیں تو وہ ضامن نہوگا کیونکہ وہ دونوں میں سے کسی ایک کو نہیں دے سکتا ہے اور اگر مالک مال نے رکھے ہیں تو اُسکو نہ دینے کی وجہ سے ضامن ہوگا یہ حاوی میں لکھا ہے زید کی عمرو کے پاس

ودیعت تھی پھر عمرو نے زید سے کہا کہ مین نے تیری ودیعت مکہ معظمہ مین فلان روز تجھے واپس کردی اور زید نے گواہ قائم کیے کہ جس روز عمرو مکہ مین ودیعت واپس دینے کا دعوے کرتا ہے اُس دن عمرو کوفہ مین موجود تھا تو ایسی گواہی ناجائز ہے اور اگر گواہون نے یہ گواہی دی کہ عمرو نے اقرار کیا ہے کہ اُس روز مین کوفہ مین تھا تو گواہی قبول ہوگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے - ایک شخص نے دوسرے کو ایک گائے ودیعت دی اور کہا کہ جب تو اپنے بیلون کو چرانے چراگاہ لیجاوے تو میری گائے کو بھی ساتھ لیجانا پھر مستودع فقط اُسکی گائے کو چراگاہ لے گیا اور وہ وہان ضائع ہوگئی تو ضامن نہوگا یہ قنیہ مین لکھا ہے - زید نے عمرو کا گھوڑا غصب کرلیا اور عمرو نے کہا کہ مین نے اپنا گھوڑا زید کے پاس ودیعت رکھا پھر زید کے پاس وہ گھوڑا خود بخود مرگیا قبل اسکے کہ عمرو اُس سے مطالبہ کرے تو زید ضامن نہوگا یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہے - ایک شخص نے بضاعت کرمان مین دی وہ اصفہان لایا پھر کرمان لوٹ گیا اور کہا کہ مین نے بضاعت اصفہان مین چھوڑ دی حالانکہ مالک بضاعت نے کرمان سے صفہان تک کے واسطے بضاعت دی تھی تو ضامن نہوگا یہ جواہر الفتاوے مین لکھا ہے - چار آدمیون نے سفر کیا اور سب ساتھ کھاتے اور ساتھ اُترتے اور چلتے تھے اُنمین سے ایک کے پاس کسی شخص کے دینار ودیعت تھے کہ جنکو اُسنے اپنی قبا مین ٹانک لیا تھا پھر اُسنے وہ قبا اپنے ساتھیون کے پاس چھوڑ دی اور وہ ضائع ہوگئی تو ضامن نہوگا - اسی طرح اگر بضاعت لینے والے نے اپنی قبا مین درم ٹانک لیے اور چار رفیقون کے ساتھ سفر کیا جو ساتھ کھاتے اور ساتھ سوتے تھے پھر قبا اُنکے پاس چھوڑکر حمام چلا گیا اور جب آیا تو دیکھا کہ قبا کاٹ کر درم نکال لیے گیے ہین تو مستبضع ضامن نہوگا یہ جواہر اخلاطی مین ہے - مستودع نے مالک سے کہا کہ مین باغ جاتا ہون تیری ودیعت اپنے ہمسایہ فلان شخص کے گھر رکھدون مالک نے کہا کہ اچھا رکھدے وہ رکھکر باغ گیا اور واپس آکر ودیعت اُس سے لے لی اور اپنے گھر لاکر رکھی اُسکے گھر سے غائب ہوگئی پس آیا پہلا مستودع ضامن ہوگا یا نہین تو چاہیے کہ ضامن نہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اگر مستودع کے پاس ودیعت مین کتاب ہو اُسنے کتاب مین غلطی دیکھی تو اُسکی اصلاح کرنا مکروہ ہے بشرطیکہ مالک کو یہ امر ناگوار معلوم ہو یہ ملتقط مین ہے - ایک شخص نے اپنی زمین کی دستاویز دوسرے کے پاس ودیعت رکھی حالانکہ دستاویز اُسکے نام کی نہین ہے پھر جس شخص کے نام کی دستاویز ہے اُسنے آکر زمین کا دعوی کیا اور جن گواہون نے اُسپر گواہی لکھی تھی اُنھون نے انکار کیا کہ ہم گواہی نہ دینگے جب تک اپنی لکھی ہوئی گواہی نہ دیکھین تو قاضی مستودع کو حکم کریگا کہ گواہون کو دستاویز دکھلا دے کہ اپنی تحریر پہچان لین اور دستاویز مدعی کو نہ دیگا اور اسی پر فتوے ہے یہ عتابیہ مین ہے - ایک شخص نے دوسرے کو مال اسواسطے دیا کہ دلھن کی ڈولی پر نثار کرے پس اگر وہ مال درم ہون تو اُسکو اپنے واسطے کچھ رکھ لینا روا نہین ہے اور اگر خود ہی نثار کیا تو خود کچھ نہین اُٹھا سکتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اور یہ بھی روا نہین ہے کہ نثار کرنے کے واسطے کسی دوسرے کو دیدے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے - اور جو شخص شکر نثار کرنے کے واسطے مامور ہو اُسکو اپنے واسطے کچھ شکر رکھ لینے کا اختیار نہین ہے اور نہ دوسرے کو نثار کرنے کے واسطے دے سکتا ہے اور نہ خود اُٹھا سکتا ہے یہ امام ابوبکر اسکاف کے نزدیک ہے اور صدر الشہید نے فرمایا کہ ہم ابوبکر کے قول کو لیتے ہین اور اسی پر فتوی ہے یہ فتاوی غیاثیہ مین ہے - ایک مسافر کسی شخص کے مکان مین مرگیا اور اسکا کوئی وارث

معروف نہین ہی اور تھوڑا سا تر کہ جو پانچ درم کا ہوتا ہی یا اُسکے مانند چھوڑا اور گھر کا مالک فقیر آدمی ہی تو اُسکو اختیار ہی کہ خود لے لے یہ جوہرۃ النیرہ مین ہی- ایک شخص کے عمرو پر ہزار درم ہین اُسنے کہا کہ یہ درم فلان شخص کے ہاتھ بھیجدے پھر ایلچی کے ہاتھ سے وہ ضائع ہوگئے تو قرضدار کا مال گیا یہ محیط مین ہی- ودیعت واپس کرنیکا خرچہ مالک پر پڑیگا مستودع پر نہ پڑیگا یہ سراجیہ مین ہی- اگر ودیعت ایک محلہ سے دوسرے محلہ مین لیگیا تو واپس کرنے کا خرچہ بالاتفاق مالک ودیعت پر پڑیگا یہ فتاوی عتابیہ مین ہی- اگر کسی ایسے موقع پر جہان ودیعت کو لیکر مستودع کو سفر کرنا جائز ہی مستودع نے اُسکو لیکر سفر کیا تو ودیعت کا کرایہ مالک کے ذمہ پڑیگا یہ سراج الوہاج مین ہی اگر چند جنس کی چیز ودیعت رکھکر غائب ہوگیا پھر مرگیا اور مستودع نے سوا اُسکی پوتی کے جو قریب بالغ ہونے کے تھی اور کوئی وارث نہ پایا تو اُس پوتی کو دیدینے مین مستودع معذور رکھا جائیگا بشرطیکہ وہ لڑکی حفاظت پر قادر ہو یہ قنیہ مین ہی- شیخ رہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک باندی نے دو کنگن ایسے مال سے خریدے جسکو اُسنے اپنے مالک کے گھر مین کمایا ہی اور خریدکر ایک عورت کے پاس ودیعت رکھے اور عورت نے قبضہ کرلیا اور یہ امر مالک کی اجازت سے نہین واقع ہوا پھر ودیعت تلف ہوگئی تو آیا وہ عورت ضامن ہوگی تو شیخ رہ نے فرمایا کہ ہان کیونکہ یہ کنگن مولی کی ملک ہی اور بدون اُسکی اجازت کے ایداع صحیح نہوا پس وہ عورت غاصبہ قرار پائی یہ فتاوی نسفی مین ہی- اگر مستودع نے دوسرے شخص کو مالک کے حکم سے ودیعت دی یا بدون حکم کے دی تھی پھر مالک نے اجازت دیدی تو مستودع درمیان سے نکلگیا کذا فی الخلاصہ

کتاب العاریۃ

اس کتاب مین نو باب ہین

باب اول- عاریت کی تفسیر شرعی اور رکن و شرائط و انواع و حکم کے بیان مین- واضح ہو کہ بلا عوض منفعتون کے مالک کردینے کو عاریت شرعی کہتے ہین اور یہ قول ابوبکر رازی اور عامہ اصحاب حنفیہ کا ہی اور یہی صحیح ہی یہ سراج الوہاج مین ہی- اور عاریت کا رکن یہ ہی کہ معیر کی طرف سے ایجاب ہو اور مستعیر کیطرف سے قبول شرط نہین ہی یہ ہمارے اصحاب ثلثہ کے نزدیک استحساناً ہی اور ایجاب کی یہ صورت ہی کہ مثلاً یون کہے کہ یہ شی مین نے تجھے عاریت دی یا یہ کپڑا یا یہ گھر مین نے تجھے عاریۃ یا منحہ دیا یا یون کہا کہ یہ چیز یا کپڑا یا دار تیرے واسطے منحہ ہی یا یہ زمین مین نے تجھے کھانے کے واسطے دی یعنے زراعت کر کھا یا یہ زمین تیرے واسطے طعمہ ہی یا یہ غلام مین نے تیری خدمت کو دیا یا مین نے یہ چوپایہ تیری سواری مین دیا بشرطیکہ اس سے ہبہ کرنے کی نیت نکرے یا یون کہا کہ میرا گھر تیرے لیے سکنی ہی یا تیرے لیے عمری سکنی ہی کذا فی البدائع اور اصل اس باب مین یہ ہی کہ اگر اُسنے ان الفاظ کو ایسی چیز کی طرف نسبت دیکر کہا کہ وہ چیز بعینہ باقی رہے اور اُس سے انتفاع ممکن ہو تو یہ منفعت کی تملیک ہوگی اور عین شی کی تملیک نہوگی اور اگر ایسی شی کی طرف نسبت کی کہ جس سے نفع اُٹھانا بدون عین شی کے تلف ہونے کے ممکن نہین ہی تو یہ تملیک عین شی کی ہی پس قرضہ ہوجائیگا یہ سراج الوہاج مین ہی- عاریت کے شرائط چند قسم

ہین ازانجملہ عقل شرط ہی پس عاریت دینا مجنون اور لڑکے لایعقل سے صحیح نہین ہی ولیکن بلوغ شرط نہین ہی حتی کہ لڑکے ماذون سے اعارہ صحیح ہی - ازانجملہ مستعیر کی طرف سے قبضہ شرط ہی - ازانجملہ مستعار ایسی شی ہو جس سے بدون اُس شی کے تلف ہونے انتفاع ممکن ہو اور اگر ایسی نہو تو اُسکا عاریت دینا صحیح نہین ہی کذا فے البدائع حاکم شہید نے کافی مین فرمایا کہ عاریت درم و دینار و فلوس کی قرض ہوتی ہی اسیطرح عاریت ہر کیلی و وزنی چیز کی اور ہر عددی چیز کی مثل اخروٹ و انڈون وغیرہ کے سبھی قرض ہو جاتی ہی اور ایسی ہی قطن و صوف و ابریشم و کافور و مشک و تمام عطریات و متاع عطر فروشون کی جنکے منافع پر اجارہ نہین واقع ہوتا ہی قرض ہوتی ہین - اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب عاریت کو مطلق رکھا ہو اور اگر جہت عاریت بیان کر دی مثلاً درم و دینار اسواسطے عاریت دیا کہ ترازو کو درست کرے یا دُکان کی زینت رکھے یا خود آرایش کرے یا ایسی ہی اور صورتین جنمین عین درم و دینار کا انقلاب نہین ہوتا ہی اور باوجود اُنکے بعینہ باقی رہنے کے جس نفع کے واسطے عاریت دیا ہی وہ نفع حاصل ہو جاتا ہی تو ایسی صورت مین قرض نہو جاوینگے بلکہ عاریت باقی رہینگے اور اُنسے صرف جس صورت سے نفع اُٹھانا بیان کیا گیا ہی اُسی صورت سے انتفاع لے سکتا ہی سوا اسکے دوسری صورت سے انتفاع حاصل کرنے کا اختیار نہین رکھتا ہی یہ غایۃ البیان مین ہی - اگر تجمل کے واسطے برتن مستعار لیے یا تلوار جسپر حلیہ ہی یا چھری حلیہ دار یا چاندی کی جڑاؤ پٹی یا انگوٹھی عاریت لی تو کوئی شی اُنمین سے قرض نہو جاویگی یہ کافی مین ہی اگر دوسرے سے کہا کہ مین نے تجھے یہ پیالہ ثرید کا عاریت دیا اُس نے لے لیا اور کھا گیا تو اُسپر اُسکے مثل یا اُسکی قیمت واجب ہوگی اور وہ قرض ہوگا بشرطیکہ ان دونون مین باہم ایسی کشادہ روئی جاری نہو تاکہ یہ امر اباحت کی دلیل ہو یہ خلاصہ مین ہی عیون مین ہی کہ اگر دوسرے سے ایک پیوند اپنی قمیص مین لگانے کے واسطے یا لکڑی اپنی عمارت مین داخل کرنے کے واسطے یا پختہ اینٹ عاریت لی تو یہ عاریت نہین ہی قرض ہی اسکا ضامن ہوگا اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ مستعیر نے اُس سے یہ نہ کہا ہو کہ مین واپس دونگا اور اگر یہ کہا ہو تو عاریت ہوگی یہ محیط مین ہی - عاریت کی چار قسمین ہین ایک یہ کہ جسمین وقت اور انتفاع دونون مطلق چھوڑ دیے گئے ہون اور ایسی عاریت کا حکم یہ ہی کہ مستعیر اُس شی سے ہر طرح نفع اُٹھا سکتا ہی جیسا نفع جسوقت چاہے حاصل کرے اور دوسری یہ ہی کہ وقت اور نفع دونون مقید ہون اور ایسی عاریت مین مستعیر خلاف بیان معیر کے انتفاع نہین اُٹھا سکتا ہی ولیکن اگر خلاف کرنے مین بہتری کی ہو تو جائز ہی اور تیسری یہ ہی کہ وقت مقید ہو اور نفع مطلق ہو اور چوتھی یہ ہی کہ نفع مقید ہو اور وقت مطلق ہو اور ان دونون صورتون مین برخلاف بیان معیر کے تجاوز نہین کر سکتا ہی یہ سراج الوہاج مین ہی - حکم عاریت یہ ہی کہ مستعیر کے واسطے بلاعوض منفعت کی ملکیت حاصل ہوتی ہی یا جو عرف و عادت مین منفعت مین ملحق ہی ہمارے نزدیک حاصل ہوتا ہی یہ بدائع مین ہی - اور عاریت امانت ہوتی ہی اور اگر بدون حد سے تجاوز کرنے کے عاریت تلف ہو جاوے تو ضامن نہوگا - اور اگر عاریت مین ضمان کی شرط لگائی تو اُسکی صحت مین مشائخ کا اختلاف ہی اور خلاصہ مین لکھا ہی کہ اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو مجھے یہ شی عاریت دے اگر ضائع ہو جاویگی تو مین اُسکا ضامن ہون تو وہ شخص ضامن نہوگا اور شرح طحاوی مین ہی کہ اگر اُس نے نفع لینے مین حد سے تجاوز کیا تو بالاجماع ضامن ہوگا مثلاً اُسپر ایسا بوجھ ڈالا کہ جیسا بوجھا

ایسی چیز نہین اُٹھا سکتی ہی یا جانور سے دن رات برابر ایسا کام لیا کہ چوپائے ایسا کام نہین کر سکتے ہین اور عرف و عادت اس طور سے نہین جاری ہی اور وہ چوپایہ تھک کر مر گیا تو اس صورت مین مستعیر اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا یہ غایۃ البیان مین ہی

دوسرا باب - اُن الفاظ کے بیان مین جنسے عاریت منعقد ہوتی ہی اور جنسے نہین منعقد ہوتی ہی عاریت بہ لفظ تملیک منعقد ہوتی ہی کذا فی الظہیریہ پس اگر کسی نے کہا کہ مین نے تجھے اس گھر سے انتفاع کا بلا عوض ایک مہینہ تک یا ایک مہینہ کہا مالک کیا تو عاریت ہو جائیگی کذا فی فتاوی قاضیخان - اور اگر کہا کہ مین نے تیرے واسطے اپنے اس گھر کا سکنی ایک مہینہ تک دیا یا کہا عمری سکنی تیرے واسطے دیا تو عاریت ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - اور اگر کہا کہ مین نے تجھے یہ کپڑا قرض دیا تا کہ تو ایک روز پہنے یا گھر قرض دیا کہ تو ایک سال تک اسمین رہے تو اس قول سے بھی عاریت صحیح ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - اور اگر کہا کہ مین نے تجھے فی سبیل اللہ اس گھوڑے پر سوار کیا تو یہ عاریت دینا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی - اور اگر کہا کہ میرا گھر تیرے لیے ہبہ کی راہ سے رہنے کو یا سکونت اسکی ہبہ ہی تو یہ عاریت ہی یہ ہدایہ کی کتاب الہبہ مین ہی - اور اگر کہا کہ میرا گھر تیرے واسطے عطیہ سکنی ہی - یا سکونت صدقہ ہی یا سکونت عاریت ہی یا عاریۃً ہبہ ہی تو یہ سب عاریت ہی یہ کافی مین ہی - اور اگر کہا کہ میرا گھر تیرے واسطے رقبی ہی یا حبس ہی تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک عاریت ہی - اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہبہ ہی اور اسکا یہ کہنا کہ رقبی و حبس ہی باطل ہی یہ بدائع مین ہی اور اگر کہا کہ میرا گھر رقبی ہی تیرے لیے یا حبس ہی تیرے واسطے تو یہ بالاجماع عاریت ہی یہ ینابیع مین ہی

قال المترجم دونون صورتون مین تملیک کا فرق ہی اگرچہ تیرے لیے پہلے کہا پھر نفع کی تملیک سے بیان کی جیسا پہلی صورت مین ہی یعنے داری لک رقبی تو اسمین اختلاف ہی اور اگر صورت انتفاع کی پہلے بیان کی یعنی داری رقبی لک تو اسمین عاریت ہونے پر اجماع ہی ولیکن مترجم زعم کرتا ہی کہ شاید یہ اختلاف بیان اردو زبان مین موثر ہو واللہ اعلم فلیتامل فیہ - اگر کسی نے کہا کہ مین نے تجھے یہ گدھا دیا تا کہ تو اس سے کام لے اور اسکو چارہ اپنے پاس سے دے تو یہ عاریت دینا ہی یہ قنیہ مین ہی - اگر کہا کہ مین نے تجھے یہ زمین کھانے کو دی تو یہ عاریت ہی ولیکن اگر ہبہ کا ارادہ کرے تو ہو سکتا ہی یہ تمرتاشی مین ہی - اگر دوسرے سے کہا کہ مین نے تجھے یہ دار ایک مہینہ کے واسطے بلا عوض اجرت پر دیا یا ایک مہینہ کی قید نہ لگائی تو یہ عاریت ہوگی اور شیخ الاسلام رح نے ذکر کیا ہی کہ بعض نے اسکے برخلاف کہا ہی کذا فی الذخیرہ - ایک شخص نے دوسرے سے کوئی چیز عاریت مانگی اُسکا مالک چپ ہو رہا تو شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا ہی کہ چپ ہو رہنے سے عاریت دینا ثابت نہین ہوتا ہی یہ ظہیریہ مین ہی اگر کوئی زمین مستعار لی تا کہ اسپر عمارت بنادے اور رہے اور جب جاوے تو عمارت مالک زمین کی ہو تو ایسی صورت مین عاریت مین مالک زمین کو اپنی زمین کی سکونت کے مثل کرایہ ملیگا اور عمارت اُسی مستعیر کی ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی اگر کوئی چوپایہ کل کے روز شام تک کے واسطے عاریت مانگا اُسکے مالک نے ہان کر لیا پھر دوسرے روز دوسرے شخص نے شام تک کے واسطے عاریت مانگا اور مالک نے ہان کر لیا تو دونون مین سے سابق کا استحقاق ہوگا اور اگر دونون نے معاً طلب کیا اور مالک نے قبول کیا تو دونون کو معاً مستعار ملیگا یہ خزانۃ الفتاوی مین ہی

تیسرا باب اُن تصرفات کے بیان مین جنکا مستعیر شی مستعار مین مالک ہوتا ہی اور جن تصرفات کا مالک نہین ہوتا ہی۔ مستعیر کو یہ اختیار نہین ہی کہ مستعار شی کو دوسرے شخص کو کرایہ پر دیدے اگرچہ عاریت دینا ہمارے نزدیک منفعت کا مالک کردیتا ہی یہ ظہیریہ مین ہی پس اگر اُسنے کرایہ دیدیا اور وہ ہلاک ہوگیا تو اُسوقت کی قیمت کا ضامن ہوگا جبوقت مستاجر کو دیا ہی یہ کافی مین ہی اور کرایہ اُسیکو ملیگا اور امام اعظم رح کے نزدیک اُسکو صدقہ کردے یہ محیط مین ہی۔ اور معیر کو اختیار ہی چاہے مستاجر سے ضمان لے پس اگر مالک نے مستعیر سے ضمان لی تو مستعیر اسقدر مال مستاجر سے نہین لے سکتا ہی اور اگر مستاجر سے ضمان لی تو وہ مستعیر سے یعنی اجارہ دینے والے سے واپس لیگا بشرطیکہ اجارہ لینے کے وقت اسکو یہ معلوم نہو کہ یہ شی اُسکے پاس عاریت ہی اور اگر یہ معلوم تھا کہ یہ چیز اُسکے پاس عاریت ہی تو واپس نہین لے سکتا ہی یہ کافی مین ہی۔ اور مثل ودیعت کے عاریت کو رہن نہین کرسکتا ہی کذا فی التبیین۔ اور عاریت کو ودیعت رکھنے مین مشایخ نے اختلاف کیا ہی بعضون نے فرمایا کہ ودیعت رکھدینے کا اختیار نہین رکھتا ہی اور یہی صحیح ہی کذا فی شرح الجامع الصغیر لقاضیخان اور صحیح یہ ہی کہ مستعیر کو اختیار ہی کہ کسی کے پاس مستعار کو ودیعت رکھدے اور اسی پر فتوی ہی کذا فی فتاوی الغیاثیہ اور یہی مختار ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور یہ اختلاف مشایخ کے درمیان اُس شی مین ہی جسکے اعارہ کا مالک ہی اور جسکے اعارہ کا مالک نہین ہی اُسکے ایداع کا بالاتفاق مالک نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور مستعیر کو اختیار ہی کہ دوسرے کو عاریت دیدے خواہ ایسی شی ہو کہ جس سے نفع اُٹھانے مین لوگون مین تفاوت ہو یا تفاوت نہو بشرطیکہ مستعیر نے جب اُسکو عاریت لیا ہی تو اعارہ مطلقاً ہو مستعیر پر یہ شرط نہ لگائی گئی ہو کہ خود ہی اس سے نفع اُٹھاوے اور اگر اُسپر یہ شرط لگائی ہو تو اُسکو یہ اختیار ہوگا کہ ایسی چیز کو عاریت دیوے کہ جس سے لوگ یکسان نفع اُٹھاتے ہین باہم کچھ تفاوت نہین ہی اور ایسی چیز کو جس سے نفع اُٹھانے مین لوگون کا تفاوت ہی عاریت نہین دے سکتا ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی اسکی مثال یہ ہی کہ زید نے عمرو سے ایک کپڑا مستعار لیا تاکہ خود اُسکو پہنے یا کوئی گھوڑا لیا تاکہ خود اُسپر سوار ہو تو زید کو یہ اختیار نہین ہی کہ وہ کپڑا کسی دوسرے کو پہناوے یا گھوڑے پر دوسرے کو سوار کرے اور اگر کوئی گھر اپنے رہنے کے واسطے مستعار لیا تو اُسکو اختیار ہی کہ جسکو چاہے بساوے اور اگر مطلقاً پہننے کے واسطے کوئی کپڑا عاریت لیا یا مطلقاً سواری کے واسطے کوئی گھوڑا عاریت لیا اور پہننے والے یا سوار ہونے والے کا نام نہ رکھا تو دوسرے کو پہنا سکتا ہی اور سوار کرا سکتا ہی یہ ظہیریہ سے لیا گیا ہی پس اگر خود سوار ہوا یا خود پہنا پھر چاہا کہ دوسرے کو عاریت دیدے یا دوسرے کو پہلے پہنایا یا سوار کرایا پھر خود پہنا یا سوار ہونا چاہا تو اسمین مشایخ نے اختلاف کیا ہی اور اصح یہ ہی کہ وہ اس فعل کا مالک نہین ہی اور اگر ایسا فعل کیا تو ضامن ہوگا یہ کافی مین ہی۔ ایک گھوڑا اپنی سواری کے واسطے عاریت لیا پھر خود سوار ہوا اور اپنی ردیف مین دوسرے کو سوار کرلیا اور وہ گھوڑا تھک کر مرگیا تو آدھی قیمت کا ضامن ہوگا غایۃ البیان مین ہی۔ اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب ردیف مین دوسرے مرد کو سوار کیا ہو اور اگر کسی لڑکے کو سوار کیا تو بقدر اسکے بوجھ کے ضامن ہوگا۔ اور یہ سب اُسوقت ہی کہ وہ گھوڑا دونون کے بوجھ اُٹھانے کی طاقت رکھتا ہو اور اگر طاقت نہ رکھتا ہو تو پوری قیمت کا ضامن ہوگا یہ شرح جامع صغیر قاضی خان مین ہی۔ مستعیر کو اختیار ہی کہ مستعار ٹٹو مستعار مکان مین باندھے یہ محیط مین ہی۔ ایک کتاب پڑھنے کیواسطے مستعار لی اور اُسمین غلطی پائی پس اگر یہ جانتا ہی

کہ مالک کتاب اسکی اصلاح کردینے کو برا جانیگا تو اصلاح نہ کرنی چاہیئے ورنہ اگر اصلاح کردی تو جائز ہے اور اگر اصلاح نہ کی تو اُسپر کچھ گناہ نہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے منتقی میں امام محمد رح سے بروایت ابراہیم رح مذکور ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھے اپنا گھوڑا دو کوس کے لیے یا دو کوس تک مستعار دے تو اُسکو دو کوس آتے جاتے پہونچینگے پس چار کوس ہو جاوینگے اور ایسا ہی حکم حاجت میں ہے جو شہر میں ہو جیسے جنازہ کی مشایعت کرنا وغیرہ اور یہ استحسان ہے کہ اسکو ہمارے علمانے لیا ہے یہ محیط میں ہے۔ امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ اگر کوئی گھوڑا عاریت لیا اور مقام بیان نہ کیا تو اُسکو شہر سے باہر لیجانے کا اختیار نہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور فتاوے رشید الدین میں ہے کہ اگر مدینہ مصر کے واسطے ایک گھوڑا مستعار لیا تو یہ شہر ہی تک کے واسطے قرار دیا جائیگا ایسے ہی خادم کا عاریت لینا یا کرایہ پر لینا بھی یہی حکم رکھتا ہے ایسا ہی جسکے واسطے خدمت غلام کی وصیت کی گئی ہو وہ بھی شہر ہی میں خدمت لے سکتا ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ باربرداری کے واسطے ایک چوپایہ مستعار لیا تو مثل اجارہ کے خود سوار ہونے کا اختیار ہے یہ قنیہ میں ہے

چوتھا باب۔ مستعیر کے خلاف کرنے کے احکام میں۔ اگر کسی نے کسی سے کوئی چیز لادنے کے واسطے ایک ٹٹو مستعار لیا پھر اُسپر ایک دوسری چیز لادی تو اسکی چار صورتیں ہیں اگر اُسپر سوائے اسکے جو مالک نے بیان کی ہے دوسری چیز ایسی لادی جو پہلی شی کی جنس سے ہے اور وہی ضرر ٹٹو کو پہونچتا ہے جو پہلی چیز سے پہونچتا مثلاً دس من گیہوں لادنے کے واسطے مستعار لیا پھر اُن گیہوؤں کے سوائے دوسرے گیہوں دس من لادے یا اپنے ذاتی گیہوں کے لادنے کے لیے مستعار لیا پھر غیر کے گیہوں لادے تو مستعیر پر ضمان نہ آویگی۔ اور اگر جنس میں اختلاف کیا مثلاً دس قفیز گیہوں لادنے کے واسطے مستعار لیا پھر اُسپر دس قفیز جو لادے اور وہ مرگیا تو استحساناً ضمان نہ آویگی اور اگر اُسپر دس قفیز سے زیادہ جو لادے لیکن یہ جو وزن میں گیہوں کے برابر ہیں تو امام شیخ الاسلام نے ذکر فرمایا کہ استحساناً ضامن نہوگا اور یہی اصح ہے اور اگر خلاف جنس میں ایسی چیز لادی جو ٹٹو کے حق میں مضر ہے مثلاً گیہوں لادنے کے واسطے مستعار لیا پھر اُسپر خشت خام یا خشت پختہ یا لوہا گیہوں کے وزن کے برابر لادا اور وہ مرگیا تو ضامن ہوگا۔ اسی طرح اگر اس صورت میں اُسپر قطن یا بھوسا یا لکڑی یا چھوارے لادے تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر اُس نے مقدار میں مخالفت کی مثلاً دس من گیہوں لادنے کے واسطے مستعار لیا پھر اُسپر پندرہ من لادے اور وہ مرگیا تو تہائی قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ حکم بخلاف اسکے ہے کہ اگر کوئی بیل دس من گیہوں پیسنے کے واسطے چکی میں جوتنے کو مستعار لیا پھر اُس سے گیارہ من پیسا لیے کیونکہ اس صورت میں بیل کی پوری قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ وہ ٹٹو پندرہ من بوجھ اُٹھا سکتا ہو اور اگر نہ اُٹھا سکتا ہو اور اُس نے لادا اور وہ مرگیا تو اُسکا تلف کرنے والا قرار دیا جائیگا اور ٹٹو کی پوری قیمت کا ضامن ہوگا یہ محیط و ذخیرہ میں ہے۔ اگر کوئی ٹٹو مطلقاً مستعار لیا تو مستعیر اُسپر اسقدر لاد سکتا ہے جسکو وہ اُٹھا سکے اور اگر اُسپر اُسکے طاقت سے زیادہ لادا اور وہ تھک کر ہلاک ہو گیا تو ضامن ہوگا اسی طرح اگر رات تک بدون دانہ چارہ دیئے اُس سے کام لیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اُسپر بوجھ لادا اور چارہ دیا تو ضامن نہوگا جہاں چاہے جسوقت چاہے جو بوجھ اُسپر لادے یہ ملتقط میں ہے۔ ایک ٹٹو گیہوں لادنے کے واسطے مستعار لیا پھر

مستعیر نے وہ ٹٹو اپنے وکیل کے ساتھ گیہوں لادنے کو بھیجا اور وکیل نے اُسپر اسیقدر اناج لادا اور وہ مرگیا تو مستعیر ضامن نہوگا یہ حکم صریح کتاب الشرکۃ میں مذکور ہے حالانکہ یہ حکم عجیب ہے یہ فتاوٰے صغریٰ میں ہے اگر عاریت کے ساتھ کسی مقام تک کی قید ہو تو اُسکا حکم مثل عاریت مطلقہ کے ہے ولیکن صرف مقام کی قید لحاظ رکھی جاویگی پس اگر مستعیر نے اُس مقام کی حد سے تجاوز کیا یا مخالفت کی تو ضامن ہوگا اگرچہ جس مقام کی طرف مخالفت کرکے لے گیا ہے وہ مقام اُس مقام سے نزدیک ہے جسکی عاریت دینوالے نے اجازت دی ہے یہ وجیز کردری میں ہے - اگر کوئی ٹٹو کسی مقام تک کے واسطے جسکو بیان کردیا ہے مستعار لیا پھر مستعیر اس مقام کے راستہ کے سوائے دوسری راہ سے ٹٹو کو اُس مقام تک لے گیا پس اگر دوسرا راستہ ایسا ہو کہ لوگوں کی عادت اس راستہ سے اُس مقام کو جانے کی جاری ہے تو ضامن نہوگا اگرچہ ٹٹو تھک کر مر جاوے اور اگر اس دوسرے راستہ سے لوگوں کی عادت اُس مقام کو جانے کی جاری نہو اور ٹٹو تھک کر مر گیا تو مستعیر ضامن ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے - کسی موضع تک کے واسطے ایک ٹٹو مستعار لیا پھر ٹٹو کو ایسی راہ سے لیگیا جو پگڈنڈی نہیں ہے اور وہ تھک کر مر گیا تو ضامن ہوگا اور اگر عاریت دینے والے نے کوئی راستہ خاص مقرر کردیا اور مستعیر دوسری راہ سے لے گیا پس اگر دونوں راستے یکساں ہوں تو ضامن نہوگا اور اگر دوسرا راستہ دور ہو یا چلتا راستہ نہو تو ضامن ہوگا اسی طرح اگر دونوں راستے بخوف ہونے میں فرق رکھتے ہوں یعنی کہ دوسرا راستہ کہ جس راہ سے گیا ہے وہ خوفناک ہو اور مامون نہو تو ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے - ایک شخص نے ایک گدھا ایک گھڑا پانی لانے کے واسطے مستعار لیا پھر تین گھڑے پانی تین دفع کرکے لایا اور اُس گدھے میں عیب تھا پھر جیسا تھا ویسا ہی واپس کردیا اور مالک کے پاس وہ گدھا مر گیا پس اگر مستعیر کے پاس زیادہ عیب نہیں پیدا ہوگیا ہے تو ضامن نہوگا یہ جواہر الفتاوٰی میں ہے - فتاوٰی دیناری میں ہے کہ ایک شخص نے کسی موضع سے بوجھ لادنے کے واسطے ایک گدھا عاریت چاہا اور معیر نے کہا کہ چار روز سے زیادہ نہ رکھنا چار روز بعد یہ گدھا واپس لانا اُس نے پندرہ روز رکھا اور وہ گدھا مر گیا تو کس روز کی قیمت کا ضامن ہوگا تو فرمایا کہ روز عاریت سے پانچویں روز جو کچھ گدھے کی قیمت تھی اُسکا ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے - اگر کوفہ میں کسی جانب کو اپنی ضرورت کے واسطے لیجانے کو ایک ٹٹو مستعار لیا پھر اُسکو پانی پلانے کے واسطے دریائے فرات کی طرف لایا اور جس جانب کے واسطے مستعار لیا تھا وہ جانب اس دریا سے علاحدہ ہے اور ٹٹو مر گیا تو ضامن ہوگا یہ مبسوط میں ہے - اپنی زمین میں ہل چلانے کے واسطے کوئی بیل مستعار لیا اور زمین کو معین کردیا تھا پھر سوا اُسکے دوسری زمین میں ہل چلایا اور بیل تھک کر مر گیا تو ضامن ہوگا کیونکہ زمینیں باہم سختی و نرمی میں مختلف ہوتی ہیں اسی طرح اگر بیل سے ہل نہ چلایا بلکہ اپنے گھر اُسکو باندھ رکھا یہانتک کہ مر گیا تو بھی ضامن ہوگا یہ فتاوٰے صغریٰ میں ہے - ایک شخص نے فقط جانے کے واسطے کسی مقام تک ایک ٹٹو مستعار لیا اور مقام معین کردیا ہے پھر ٹٹو کو اُس مقام سے آگے بڑھا لے گیا پھر اُسی مقام پر لوٹ آیا تو اُسپر ضمان لازم رہیگی جب تک کہ اُسکے مالک کو واپس نہ کردے اور اسمیں کچھ اختلاف نہیں ہے - اور اگر آنے جانے کے واسطے مستعار لیا پھر خلاف کرنیکے بعد موافق شرط کے عمل کیا تو ضمان سے بری ہو جاویگا جیسا کہ ودیعت مطلقہ میں حکم ہے اور یہی اصح اور مختار ہے

یہ فتاوے عتابیہ میں ہے۔ اگر کسی جانور کو کسی قدر معین گیہون شہر تک لادلیجانے کے واسطے مستعار لیا اور وہ گیہون راستہ میں تلف ہو گئے تو اُسکو اختیار ہوگا کہ شہر تک خود سوار ہو جاوے اور معیر کے گھر تک سوار ہو کر لوٹ آوے یہ قنیہ میں ہے۔ اگر ایک گھوڑی کسی خاص مقام تک کے واسطے مستعار لی اور اُسپر سوار ہو کر اپنی ردیف میں دوسرے آدمی کو سوار کر لیا پھر گھوڑی پیٹ ڈال گئی تو اُسپر جنین کی ضمان لازم نہ آویگی ولیکن اگر گھوڑی میں اس سبب سے کچھ نقصان آیا تو آدھے نقصان کا ضامن ہوگا۔ اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ گھوڑی ایسی ہو کہ اُسپر دو آدمی سوار ہو سکتے ہوں اور اگر ایسی نہو تو یہ تلف کرنے میں شمار کیا جاویگا پس پورے نقصان کا ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ عورت نے لباس ماتمی کی اوڑھنی مستعار لی پھر اسکو دوسری جگہ لیگئی اور پھٹی تو ضامن ہوگی کذا فی القنیہ ایک بیلچہ باغ میں کام کرنے کے واسطے عاریت لیا اور معیر نے کہا کہ باغ میں چھوڑنا اپنے ساتھ نہ لانا۔ پھر مستعیر نے باغ میں چھوڑ دیا اور وہ چوری گیا تو ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک فالیز گوڑنے کے واسطے ایک بیلچہ مستعار لیا اور گوڑ کر جب فارغ ہوا تو دوسرے کو عاریت دیدیا اور وہ ضائع ہو گیا تو مالک کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس سے چاہے ضمان لیوے یہ قنیہ میں ہے

پانچواں باب۔ عاریت کے ضائع کر دینے اور جسکا مستعیر ضامن ہوتا ہے اور جسکا نہیں ہوتا ہے اُسکے بیان میں۔

امام محمدؒ نے اصل میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص عاریت یا کرایہ کے ٹٹو پر سوار ہوا اور وہ کسی کوچہ میں اُتر کر نماز کے واسطے مسجد میں داخل ہوا اور کوچہ میں اُسکو کھلا چھوڑ دیا اور وہ تلف ہوا تو ضامن ہوگا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر اسکو کسی چیز سے باندھ نہ دیا ہو تو ضامن ہوگا اور اگر باندھ دیا ہو تو ضامن نہوگا۔ اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ ہر حال میں ضامن ہوگا اور امام محمدؒ کا بیان اطلاق کے ساتھ بدون قید کے اسی پر دلالت کرتا ہے اور شمس الائمہ سرخسی اسی پر فتوی دیتے ہیں یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر مستعیر نے مستعار ٹٹو پر سے بوجھا اُتار کر ٹٹو کو بیچ میں چھوڑ دیا اور بوجھا گھر کے اندر لیگیا اور وہ ٹٹو ضائع ہوا تو ضامن ہوگا خواہ کسی شے سے باندھا ہو یا نہ باندھا ہو کیونکہ جب اُسنے اپنی نظر سے اُسکو پوشیدہ چھوڑا تو اُسکو ضائع کر دیا حتی کہ اگر اُسنے یہ تصور کیا کہ جب میں مسجد یا گھر میں داخل ہونگا تو ٹٹو میری آنکھ سے پوشیدہ نہوگا تو اُسپر ضمان نہ آویگی اور اسی پر فتوے ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر جنگل میں نماز پڑھنے کا ارادہ کر کے ٹٹو سے اُتر کر اسکو پکڑ لیا اور نماز میں مشغول ہوا اور وہ چھوٹ کر بھاگ گیا تو اُسپر ضمان نہ آویگی اور یہ مسئلہ اس امر کی دلیل ہے کہ ضمان کے واسطے اپنی آنکھ سے پوشیدہ کر دینے کا اعتبار ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص نے مشایعت جنازہ کے واسطے کسی مقام تک ایک ٹٹو مستعار لیا پھر جب مقبرہ تک (مشایعت جنازہ ساتھ جانا ۱۲) پہونچا تو اُتر کر ایک آدمی کو دیدیا اور خود مقبرہ میں فاتحہ پڑھنے داخل ہوا پھر وہ ٹٹو چوری گیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ وہ شخص ضامن نہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور ایسے وقت میں اپنی ذات سے حفاظت کرنا عقد استعارہ سے مستثنی ہو گیا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ مستعار چوپایہ کو مربط میں یعنی جس مکان میں جانور بندھتے ہیں باندھا اور دروازہ کے نیچے ایک لکڑی لگا دی تاکہ نکل نجاوے اور وہ چوری گیا تو ضامن نہوگا یہ وجیز کردری میں ہے ایک شخص نے دوسرے کا ایک بیل اس شرط سے مستعار لیا کہ اسکو ایک بیل کسی روز مستعار دیگا پھر وہ ایک روز آیا کہ اسکا بیل مستعار لیوے اور یہ شخص غائب تھا اُس نے اُسکی عورت سے مستعار لیا اُس نے دیدیا وہ لیکر اپنی زمین میں لے گیا اور وہاں بیل ضائع ہو گیا تو ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے

ایک بیل عاریت مانگا اور معیر نے کہا کہ میں کل کے روز تجھے دونگا پھر جب کل کا روز ہوا تو مستعیر بدون اسکی اجازت کے بیل لے گیا اور اپنے کام میں لایا اور بیل تھک کر مر گیا تو فتاوے ابو اللیث میں مذکور ہے کہ اسپر ضمان لازم آویگی اور مجمع النوازل میں لکھا ہے کہ لازم نہ آویگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک بیل مستعار لیا اور اس سے کام لیکر چراگاہ میں چرنے کو چھوڑ دیا اور وہ ضائع ہو گیا پس اگر جانتا تھا کہ مالک اسکا تھا چراگاہ میں بیل کے چرنے سے راضی ہوگا تو ضامن نہوگا اور اگر نہ جانتا تھا تو ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور امام سید ابو القاسم نے ذکر فرمایا کہ اگر ایک چوپایہ عاریت لیکر ظہر تک اس سے کام لیکر پھر جنگل میں چھوڑ دیا اور اسکو بھیڑیا کھا گیا تو ضامن ہوگا اور اگر وہ جنگل اس چوپایہ کا چراگاہ ہوا اور مستعیر اس امر سے راضی تھا کہ یہ چوپایہ اکیلا اس جنگل میں چرے تو ضامن نہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر کسی مخصوص موضع تک کے واسطے کوئی گدھا مستعار لیا پھر اسکو کھڑی کرکے راہ میں چھوڑ گئے ہیں اور وہ اسی راہ گیا اور گدھا تھی گیا تو اسپر ضمان نہیں آویگی بشرطیکہ لوگ لیا راستہ چلتے ہوں یہ ملتقط میں ہے۔ ایک گدھا مستعار لیا اور وہ تھک کر لنگڑا ہوا تو ضامن ہوگا یہ قنیہ میں ہے اور اگر مستعار گھوڑے کو ایسی رسی سے جو اسپر تنگی کی درخت سے باندھ دیا اور وہ رسی اسکی گردن میں پڑ گئی اور اسکا گلا گھونٹ گیا اور وہ مر گیا تو ضامن نہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک بیل مستعار لیا اور اس سے کام لیکر جب فارغ ہوا تو اسکی رسی کھول دی وہ چراگاہ میں چلا گیا اور وہ رسی اسکی گردن میں پھنس کر سخت کھنچ گئی اور وہ مر گیا تو مستعیر ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک چوپایہ مستعار لیا اور پھر مستعیر میدان میں اسکی ناتھ ہاتھ میں لئے سو گیا اور ایک شخص نے آکر اسکی ناتھ کاٹ دی اور لے چلا گیا تو مستعیر پر ضمان نہ آویگی اور اگر اس شخص نے رسی مستعیر کے ہاتھ سے کھینچ لی اور چوپایہ لے گیا اور مستعیر کو شعور نہوا تو ضامن ہوگا اور صدر الشہید نے فرمایا کہ اسکی تاویل یوں واجب ہے کہ یہ اسوقت ہے کہ جب کروٹ سے سو گیا ہو اور اگر بیٹھے بیٹھے سو یا ہو تو یہ حکم نہیں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ کروٹ سے سونے میں اسی حالت میں ضامن ہوگا کہ جب یہ معاملہ حضر میں واقع ہو اور اگر سفر میں ہو تو ضامن نہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر ایک چوپایہ ایک یا دو دن کے واسطے مستعار لیا پھر جب مدت گذر گئی تو اسکو واپس نہ کیا یا واپس کر سکتا تھا یہاں تک کہ وہ مر گیا تو اسکی قیمت کا ضامن ہوگا خواہ کسی وجہ سے مر گیا ہو ایسا ہی اصل میں مذکور ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ بعد مدت گذرنے کے بھی اس سے کام لیا ہو اور اگر کام نہ لیا ہو تو ضامن نہوگا اور یہی مختار ہے اور اسمیں کچھ فرق نہیں ہے کہ عاریت کا وقت صریح مذکور ہو یا دلالۃً ہو حتی کہ بعض نے فرمایا ہے کہ اگر لکڑی چیرنے کے واسطے کوئی بسولا مستعار لیا اور اسکو رکھ چھوڑا یہاں تک کہ تلف ہو گیا تو ضامن ہوگا یہ فتاوے غیاثیہ میں ہے۔ ایک بیل عاریت مانگا اور ایک شخص بھیجا کہ معیر کے پاس سے بیل لے آوے وہ شخص راستہ میں بیل پر سوار ہو گیا اور بیل مر گیا تو وہ شخص ضامن ہوگا اور اپنے حکم دینے والے سے واپس نہ لے سکیگا بشرطیکہ حکم دینے والے نے اسکو سوار ہونے کا حکم نہ کیا ہو۔ اور یہ حکم اسوقت ہے کہ وہ چوپایہ ایسا ہو کہ بدون سواری کے قابو میں آسکتا ہو اور اگر بدون سواری کے قابو میں نہ آسکتا ہو تو ضامن نہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ قاضی بدیع الدین سے دریافت

کیا گیا کہ ایک گدھا لکڑیاں جنگل سے لانے کے واسطے مستعار لیا پھر ایک مزدور کو دیا کہ جنگل سے لکڑیاں جا کر لا دے
اور وہ مزدور اُسے لیکر چلدیا اور غائب ہو گیا تو قاضی رحمہ نے فرمایا کہ اگر مزدور معتمد آدمی ہو تو مستعیر ضامن ہوگا
اور قاضی جمال الدین نے فرمایا کہ اگر مزدور روزانہ پہ مقرر ہو تو مستعیر ضامن ہوگا اور قاضی بدیع الدین نے
فرمایا کہ نہیں یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ زید نے ایک ایلچی عمرو کے پاس اسواسطے بھیجا کہ میرے واسطے عمرو سے
ایک ٹٹو فلان موضع تک کے لیے عاریت لا دے ایلچی نے عمرو سے جا کر کہا کہ زید کہتا ہے کہ مجھے فلان موضع
تک کے واسطے ٹٹو عاریت دے اور اس ایلچی نے جس موضع کا زید نے نام لیا تھا اُسکے سوائے دوسرے
موضع کا نام لیا پس عمرو نے اُسکو دیدیا پھر زید نے جس موضع کے جانے کا خود قصد کیا تھا وہانتک سواری لی اور
جس موضع کا ایلچی نے نام لیا ہے وہان کو گیا اور ٹٹو مر گیا تو ضامن نہوگا کیونکہ اسکے واسطے اجازت حاصل ہوگئی
تھی اور اگر اُس موضع کو گیا جسکا زید نے نام لیا تھا اور ٹٹو مر گیا تو ضامن ہوگا اور ٹٹو کی قیمت دینی پڑیگی
کیونکہ اُسنے مباح کا قصد کیا اور حرام میں پڑ گیا اور جسقدر ضمان دی ہے وہ ایلچی سے نہیں لے سکتا ہے کیونکہ ایلچی
خیانت کا جرمانہ ادا کیا ہے اور اگر ایسا ہو کہ جس مقام کا زید نے نام لیا تھا وہ اُس موضع کے راستے میں ہو جسکا ایلچی نے
نام لیا ہے مثلاً زید نے کاکوری تک کو کہا اور ایلچی نے ملیح آباد تک کی اجازت لی حالانکہ کاکوری ملیح آباد کے
راستے میں ہے پس اگر زید کاکوری تک گیا تو ضامن نہوگا کیونکہ اُسکی اجازت حاصل ہوچکی ہے یہ سراج الوہاج میں ہے
اگر ایک شخص نے دوسرے سے اس شرط سے ایک ٹٹو مستعار لیا کہ جہان چاہے اُسکو لیجاوے اور مقام کا اور
وقت کا اور جو اُسپر لادے یا کام لیگا کسی کا نام نہ لیا پھر مستعیر اُسکو حیرہ تک لیگیا یا کوفہ میں ایک مہینہ رکھکر اُسپر
بوجھ لادا پھر وہ ٹٹو مر گیا تو اُنہیں سے کسی صورت سے ضامن نہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ ایک چوپایہ
مستعار مانگا اور اپنے غلام کو معیر کے پاس اُسکے لانے کو بھیجا اور غلام نے جا کر لے لیا تاکہ اپنے مالک کے پاس
لادے پھر مالک کے پاس لانے سے پہلے غلام نے اُس سے کام لیا اور اُسکے کام لینے سے چوپایہ مر گیا تو غلام
اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ ضمان اُسکی گردن پر پڑیگی اور اُسکے واسطے فی الحال فروخت کیا جائیگا یہ فصول
عمادیہ میں ہے۔ زید نے اپنے مقررہ نوکر کو عمرو کے پاس ایک ٹٹو عاریت لینے کو بھیجا اور اُسپر کملی پڑی تھی وہ گر گئی
پس اگر نوکر کی سختی سے گر گئی تو ضامن ہوگا ورنہ ضامن نہوگا کذا فی المحیط۔ ایک شخص نے گانون میں شہر کے
واسطے ایک ٹٹو مستعار لیا پھر جب شہر میں آیا تو گانون لوٹ جانے کا اُسکو اتفاق نہوا پس اُسنے ٹٹو ایک
شخص کو دیا کہ گانون لے جا کر اُسکے مالک کو دیدے اور وہ رستے میں مر گیا تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر
واپس لانے میں یہ شرط تھی کہ مستعیر خود ہی سوار ہو کر واپس لاوے تو دوسرے کو دینے سے ضامن ہوگا
اور اگر مطلقاً مستعار لیا ہو تو ضامن نہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے کام میں لانے
کے واسطے ایک بیل مستعار لیا اور اُسکا جوڑا ایسے بیل سے لگایا جو اُس بیل سے دوچند قیمت کا ہوتا ہے یعنی
زبردست تھا پس مستعار بیل ہلاک ہو گیا حالانکہ لوگ ایسا کیا کرتے ہیں تو وہ شخص ضامن نہوگا اور اگر
لوگ ایسا نہ کرتے ہوں تو ضامن ہوگا یہ ینابیع میں لکھا ہے۔ ایک چوپایہ حاملہ مستعار لیا پس اگر بدون
مستعیر کی سختی کرنے کے وہ چوپایہ حاملہ کا حمل گر پڑا اور بچہ ڈال گیا تو یہ شخص ضامن نہوگا اور اگر مستعیر نے سختی سے

سلہ ہوگا اگر وہ گھوڑا مر جاوے ۱۲
سلہ قولہ مطلقاً یعنی کوئی شرط مذکور نہ تھی ۱۲

اسکی ناتھ کھینچی یا مار کر اسکی آنکھ پھوڑی تو ضامن ہوگا یہ خزانۃ الفتاوی مین ہی- ایک شخص نے دوسرے سے ایک گدھا مستعار مانگا اُسنے کہا کہ میرے پاس اصطبل مین دو گدھے ہین انمین جون سا تیرا جی چاہے ایک گدھا لیجا وہ ایک لے گیا پس اگر ہلاک ہو جاوے تو ضامن نہوگا اور اگر کہا کہ دونون مین سے ایک لیجا وہ ایک لیگیا اور دوسرا و لیباہی چھوڑ گیا تو ہلاک ہونے سے ضامن ہوگا کذا فی خزانۃ المفتین **قال المترجم** عدم ضمان کی صورت یہ ہی خذ احدہما ایہما شئیت اور ضمان کی صورت یہ ہی خذ احدہما واذہب بہ والباقی بحالہ یعنے ایک کو دونون مین سے لیجا اور باقی بحالہ ہی اور مترجم تجاوز اللہ الغفور عن ذنوبہ وستر عیوبہ زعم کرتا ہی کہ اس دوسری صورت مین محاورہ اُردو یعنے ہمارے عرف کے موافق چاہیے کہ ضامن نہو کیونکہ ایسا کلام ہمارے عرف مین مستعیر کی مشئیت پر حوالہ کرنے کی صورت مین بولا جاتا ہی یعنے جب اُس سے کہا کہ ان دونون مین سے ایک لے لے تو مراد یہ ہوتی ہی کہ جون سا تیرا جی چاہے لے لے پس صورت اولی مین اور اسمین کچھ فرق نہین ہی واللہ اعلم ایک چوپایہ بوجھ لادنے کے واسطے مستعار لیا اُسکے مالک نے کہا کہ اُسکی ناتھ تھامے اور چھوڑنا نہین کہ یہ اسی طور سے تھاما جاتا ہی پھر جب کچھ دیر گذری تو مستعیر نے اُسکی ناتھ چھوڑ دی وہ تیز چلا اور گر گیا اور اسکا پانون ٹوٹ گیا تو ضامن ہوگا یہ وجیز کردری مین ہی- ایک شخص نے کہا کہ مین نے اپنا یہ چوپایہ زید کو عاریت دیا یا بجائے چوپایہ کے کپڑا کہا حالانکہ زید حاضر نہ تھا اور نہ اُسنے سُنا پھر زید آیا اور اُسکو لیگیا تو ضامن ہوگا اور اگر اسنے سُنا ہو یا اُسکے ایلچی نے سُنکر خبر دی ہو یا کسی درمیانی نے سُنکر اُسکو خبر دی ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک زید کو ضامن نہونا چاہیے بشرطیکہ درمیانی ایک شخص عادل ہو یہ تاتارخانیہ مین ہی- ایک شخص نے ایک بیل ایک روز کام لینے کے واسطے قرض لیا یعنی مستعار لیا پھر وہ اپنا بیل بھی عاریت دیگا پس وہ بیل کام لینے مین مر گیا تو ضامن نہوگا یہ خزانۃ الفتاوے مین ہی- ایک تیلی نے ایک بیل مستعار لیا اور اُسپر کولھو نے ڈنکا ڈالا تو ضامن ہوگا یہ ملتقط مین ہی- ایک غلام مجور نے ایک چوپایہ مستعار لیا اور اسکو اپنے مثل ایک غلام مجور کو عاریت دیا اُسنے تلف کردیا تو دوسرا غلام فی الحال ضامن ہوگا کذا فی السراجیہ اور اگر کسی غلام مجور نے اپنے مثل کسی غلام مجور کو ایک چوپایہ عاریت دیا اور وہ اسپر سوار ہوا اور چوپایہ اُسکے نیچے مر گیا پھر اُس چوپایہ کا کسی نے استحقاق ثابت کیا یعنے میرا ہی تو اُسکو اختیار ہی کہ دونون مین سے جس سے چاہے ضمان لے پس اگر اُس نے سوار ہونے والے سے ضمان لی تو وہ عاریت دینے والے سے وہ مال نہین لے سکتا ہی جو اُسنے ڈانڈ بھرا ہی اور اگر اُس نے عاریت دینے والے سے ضمان لی تو اسکا مالک یہ مال ضمان مستعیر کی گردن پر ڈال کر اُسکے دامون سے وصول کریگا اسی طرح اگر چوپایہ معیر کے مالک کا ہو تو اسکو بھی اختیار ہی کہ مستعیر سے یعنے دوسرے غلام ۱۲ ضمان لے یہ مبسوط مین ہی- غلام مجور نے اگر کوئی شئی مستعار لی اور اسکو تلف کردیا تو بعد آزاد ہونے کے اُس سے مواخذہ کیا جائیگا- ایک چوپایہ مستعار لیا اور اسکو کسی شخص کے پاس اسی مدت مین ودیعت رکھا کہ جتنی مدت کا استعارہ لیا ہی تو ضامن نہوگا اور امام ابوبکر محمد بن الفضل رح اور فقیہ ابو اللیث نے اسی پر فتوے دیا ہی اور اسی کو صدر الشہید حسام الدین نے اختیار فرمایا ہی کذا فی السراجیہ- ایک شخص نے دوسرے سے ایک کنٹھا سونے کا مستعار لیا اور ایک لڑکے کے گلے مین پہنا یا اور وہ چوری گیا پس اگر وہ لڑکا اس لائق تھا کہ جو زیور اُسپر ہو اُسکی حفاظت

سلہ قولہ ثم الخ یعنی [illegible] ۱۲

کرسکے تو ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر مستعیر کسی مستعار ازار مین پھسل پڑا اور وہ پھٹ گئی تو ضامن
نہوگا یہ ینابیع مین ہے۔ فتاوے دیناری مین مذکور ہے کہ اگر عین مستعار حالت استعمال مین ناقص ہوگئی تو بسبب نقصان
کے ضامن نہوگا بشرطیکہ بطور معروف اُسکو استعمال مین لایا ہو یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ اور اگر کوئی کپڑا بچھانے
کیواسطے مستعار لیا اور اُسپر اُسکے ہاتھ سے کوئی چیز گر پڑی یا اُسکا پانون پھسلا اور جاپٹنے سے وہ پھٹ گیا
تو ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اگر آذین کے واسطے جسکو فارسی مین خوازہ کہتے ہین کوئی کپڑا مستعار
لیا اور وہ ضائع ہوگیا تو ضامن نہوگا بشرطیکہ اُسکی حفاظت نچھوڑی ہو کذا فی الذخیرہ۔ جامع الاصغر مین ہے کہ
ایک عورت نے ایک ملاءت مستعار لی اور اُسکو اندر گھر کے داخل کیا اور دروازہ کھلا چھوڑکر چھت پر چڑھی پھر جب
اُتری تو ملاءت نہ پائی تو بعض نے فرمایا کہ ضامن نہوگی اور بعض نے فرمایا کہ ضامن ہوگی یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص
نے زید کی عورت سے زید کی مملوکہ چیزون مین سے کوئی چیز مستعار مانگی اُسنے دیدی اور وہ تلف ہوگئی پس
اگر وہ چیز گھر کے اندر کی چیزون مین سے اور اُن چیزون مین سے تھی جو عرف و عادت مین عورتون کے
ہاتھ رہتی ہین تو کسی پر ضمان نہ آویگی اور اگر بیل و گھوڑا وغیرہ ہو تو مستعیر اور عورت دونون پر ضمان آویگی
یعنی دونون مین سے جس سے چاہے ضمان لیوے یہ خلاصہ مین ہے۔ اگر مستعیر نے شی مستعار کو اپنے سامنے
رکھا اور بیٹھے بیٹھے سو گیا تو ضمان نہ آویگی اور اگر کروٹ سے سویا حالانکہ شہر مین ہے تو ضامن ہوگا اور اگر شہر مین
نہین ہے تو ضامن نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور مشایخ نے فرمایا ہے کہ اگر شی مستعار کو اپنے سر کے نیچے
یا پہلو کے نیچے رکھکر کروٹ سے سوگیا تو ضائع ہونے سے ضامن نہوگا یہ فتاوی عتابیہ مین ہے۔ ایک
شخص نے دوسرے سے اپنی زمین کے سینچنے کے کام کے واسطے ایک بیلچہ مستعار لیا اور اُس سے پانی کا راستہ
کھولا اور اپنے سر کے نیچے گنوارون کی عادت کے موافق رکھ کر کروٹ سے سو رہا اور وہ چوری گیا تو حکم کیا ہے
اور یہ واقعہ بخارا مین واقع ہوا تھا اور مشایخ نے یہ فتوے دیا تھا کہ وہ ضامن نہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر مال عاریت
رکھدیا پھر بھول کر کھڑا ہوگیا اور اُسکو چھوڑ گیا تو ضائع ہونے سے ضامن ہوگا یہ سراجیہ مین ہے۔ ایک شخص حمام
مین گیا اور حمامی کا پیالہ اُسکے ہاتھ سے چھوٹ پڑا اور حمام مین ٹوٹ گیا یا فالودہ فروش کا کوزہ اُسکے ہاتھ سے
ٹوٹ گیا تو امام ابو بکر بلخی نے فرمایا کہ ضامن نہوگا اور بعض نے کہا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ ایسا امر اُسکے بری طرح
تھامنے سے نہوا ہو اور اگر اُسکے بری طرح تھامنے سے واقع ہوا تو ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اگر دوسرے
کے چوپایہ پر سوار ہوگیا اور ہنوز اُسکو اپنی جگہ سے جنبش نہ دی تھی کہ کسی نے اُسکی کونچین کاٹ ڈالین تو کونچین
کاٹنے والے پر ضمان آویگی اس سوار پر نہ آویگی یہ خلاصہ مین ہے۔ ایک شخص نے کوئی چیز عاریت دی اور یہ شرط
کی کہ یہ شی مضمون ہے یعنے تلف ہونے سے اُسکی ضمان دینی پڑیگی تو وہ شی مضمون نہوگی ایسا ہی مذکور ہے اور یہی
صحیح ہے یہ جواہر الفتاوے مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھے اپنا کپڑا عاریت دے اگر وہ ضائع ہوجائیگا
تو مین ضامن ہون پس وہ ضائع ہوگیا تو ضامن نہوگا یہ جو ہرہ نیرہ مین ہے۔ اگر لڑائی کے واسطے گھوڑا یا تلوار
عاریت لی اور وہ تلف ہوا تو ضامن نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر کسی شخص سے ہتھیار لڑائی کے واسطے مستعار
لئے پھر تلوار کی ضرب لگائی اور تلوار ٹوٹ کر دو ٹکڑے ہوگئی یا نیزہ مارا اور وہ ٹوٹ گیا تو اُسپر ضمان نہ آویگی

نہ کیونکہ ابھی تک غاصب ہوا اور اگر جنبش دی تو بھی غاصب ۱۲

اور اگر ہتھیار پتھر پر مارا تو ٹوٹنے سے ضامن ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کپڑے دھونے کے واسطے کوئی دیگ مستعار لی اور واپس نہ دی یہانتک کہ رات میں چوری گئی تو ضامن ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک لڑکے نے دوسرے لڑکے سے کوئی بسولا وغیرہ عاریت لیا اور یہ چیز واقع میں اس دینے والے کے سوا کسی دوسرے شخص کی تھی اور وہ تلف ہوگئی پس اگر دینے والا لڑکا ماذون ہو یعنی اسکو تصرفات کی اجازت حاصل ہو تو دوسرے لڑکے مستعیر پر ضمان نہ آویگی اور ضمان فقط دینے والے پر واجب ہوگی اسوجہ سے کہ اسکے سپرد کرنے سے ضائع ہوا ہے اور اگر یہ چیز دینے والے کی ہو تو ضمان نہ آویگی۔ اور اگر دینے والا ماذون نہ ہو بلکہ محجور ہو تو دینے والے اور لینے والے دونوں پر ضمان لازم ہوگی یعنی مالک کو اختیار ہے کہ چاہے دینے والے سے بوجہ دینے کے ضمان لے یا لینے والے سے بوجہ لینے کے ضمان لے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر ایک کلہاڑی مستعار لی اور لکڑی میں لگائی وہ لکڑی کو پھاڑ کر اسمیں پھنس گئی اُسنے دوسری کلہاڑی اٹھا کر کلہاڑی کے مہرہ پر لگائی اور کلہاڑی ٹوٹ گئی تو ضامن ہوگا کذا فی القنیہ اور قاضی جلال الدین نے فتوی میں یہی حکم دیا ہے اور قاضی بدیع الدین نے فرمایا کہ اگر پھنسنے کی صورت میں یوں ہی ضرب سے مارنے کی عادت جاری ہے تو ضامن نہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو کوئی شے مستعار دی اور وہ مستعیر کے پاس تلف ہوگئی پھر کسی مستحق نے اُس شے کا استحقاق ثابت کیا کہ یہ میری ہے تو اسکو اختیار ہوگا کہ دونوں میں سے جس سے چاہے ضمان لے پس اگر اُسنے معیر سے ڈانڈ لیا تو وہ مستعیر سے یہ مال ضمان نہیں لے سکتا ہے اور اگر مستعیر سے ضمان لی تو وہ کبھی معیر سے ضمان نہیں لے سکتا ہے کیونکہ مستعیر نے قبضہ میں اپنا ذاتی کام کیا ہے پھر جب اپنے ذاتی کام کی وجہ سے اسکو ڈانڈ دینی پڑی تو یہ ڈانڈ دوسرے سے نہیں پا سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کوئی محمل یا بڑا خیمہ مستعار لیا حالانکہ وہ شہر میں موجود ہے پھر اسکو سفر میں لے گیا تو ضامن نہوگا اور اگر تلوار یا جامہ یا عمامہ مستعار لیا اور اسکو سفر میں لے گیا تو ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک شخص زید نے ایک ایلچی عمرو کے پاس کوئی شے مستعار لینے کی غرض سے بھیجا اور ایلچی نے جا کر عمرو کو گھر میں نہ پایا مگر وہ شے اسکے گھر رکھی پائی اسکو مستعیر کے پاس لے آیا اور مستعیر سے کچھ نہ کہا اور وہ زید کے پاس ضائع ہوگئی تو عمرو کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس سے چاہے ضمان لے خواہ زید سے یا اسکے ایلچی سے اور دونوں میں سے جس سے اُس نے ضمان لی اسکو دوسرے سے واپس لینے کا اختیار نہوگا یہ جواہر الفتاوی میں ہے۔ اور اگر کوئی دیگ شوربا پکانے کے واسطے مستعار لی اور اسمیں شوربا پکایا اور اسکو مع شوربا چولھے پر سے اتار کر لے چلا یا گھر میں سے باہر نکالا اور وہ اسکے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گئی تو صحیح یہ ہے کہ ضامن نہوگا بخلاف حمال کے کہ اگر وہ پھسل پڑے تو اسکا حکم یہ نہیں ہے کذا فی القنیہ

چھٹا باب عاریت واپس کردینے کے بیان میں۔ اگر عاریت کی چیز اپنے غلام کے ہاتھ یا ماہواری یا سالانہ تنخواہ کے نوکر کے ہاتھ نہ روزانہ مزدوری کے نوکر کے ہاتھ یا معیر کے غلام یا نوکر کے ہاتھ واپس کردی اور وہ تلف ہوگئی تو ضامن نہوگا یہ تمرتاشی میں ہے۔ اور اگر عاریت کسی اجنبی کے ہاتھ واپس کی تو ضامن ہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر ٹٹو کے مالک کے غلام کے ہاتھ جو اُس ٹٹو کی غور پرداخت کیا کرتا ہے واپس کیا تو ضمان سے بری ہوگیا اور ضمان سے مراد واپسی کی ضمان ہے عین شے کی ضمان مراد نہیں ہے۔ پھر اگر اسکے بعد وہ ٹٹو اُسی

غلام کے ہاتھ مین تلف ہوا تو عین شی کا ضامن نہوگا اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ یہ حکم استحسانا ہے اور قیاسا ضامن ہونا چاہیے کذا فی الظہیریہ اور امام محمد رح نے کتاب مین غلام کا جو ٹٹو کی پرداخت کرتا ہے اور جو نہین کرتا ہے دونون کا حکم منفصل بیان نہین کیا اور کتاب الاصل مین مسئلہ کے بیان کرنے مین ایسا غلام بیان کیا جو ٹٹو کی غور پرداخت کرتا ہو اور اسکا حکم یہ لکھا ہے کہ ضمان سے مستعیر بری ہوگا اسی سے ہمارے مشایخ نے فرمایا کہ اگر مستعیر نے مالک کے ایسے غلام کے ہاتھ واپس کیا جو ٹٹو کی غور پرداخت نہین کرتا ہے تو واجب ہے کہ ضمان سے بری نہو اور فخر الاسلام علی بزدوی رح نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ دونون غلامون کا حکم یکسان ہے کیونکہ جو غلام ٹٹو کی غور پرداخت نہین کرتا ہے وہ بھی کبھی کبھی اس ٹٹو کو ہاتھ مین لے لیتا ہے یہ غایۃ البیان مین ہے - اگر مستعیر نے چوپایہ کو اپنے غلام کے ہاتھ واپس کیا اور اس غلام نے اسکی کونچین کاٹ ڈالین تو غلام اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اس قیمت کے واسطے غلام فروخت کیا جائیگا یا اسکا مالک اسکی طرف سے یہ قیمت ادا کریگا یہ مبسوط مین ہے - اور اگر چوپایہ پھیر کے گھر یا اصطبل مین واپس بھیجدیا اور وہ ضائع ہوا تو قیاسا ضامن ہوگا اور استحسانا ضامن نہوگا اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم انکی عادت کے موافق ہے یعنے وہانکے لوگون مین ایسی عادت جاری تھی اسواسطے ضامن نہوا پس جہان ایسی عادت نہو وہان موافق قیاس کے ضامن ہوگا اور اس بنا پر ضمان واپسی سے بری ہونے کا حکم ہے اور بعض نے کہا کہ چوپایہ بندھنے کی جگہ اگر احاطہ سے خارج ہو تو بری ہوگا کیونکہ ظاہر ہے کہ چوپایہ یہان بدون نگہبان کے نہین رہ سکتا ہے - اور اگر چوپایہ کو مستعیر نے مالک کی زمین مین واپس کردیا تو ضمان سے بری نہوگا کیونکہ معیر اسکو اپنی زمین مین محفوظ نہین رکھتا ہے یہ تمرتاشی مین ہے - اور اگر شی مستعار کوئی جوہر کی لڑی یا ایسی ہی نفیس چیز ہو اور مستعیر نے معیر کے غلام یا نوکر کے ہاتھ واپس کردی تو ضامن ہوگا یہ وجیز کردری مین ہے - اور یتیمہ مین ہے کہ میرے والد رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے کوئی شی مستعار لی اور پھر معیر کے گھر مین لے آیا اور اس نے مستعیر سے کہا کہ اس کنارے اسکو رکھدے پس وہ شی مستعیر کے ہاتھ مین سے بدون اسکی تقصیر کے گر پڑی اور وہ ٹوٹ گئی تو والد رح نے فرمایا کہ ضامن نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے - اگر مستعار کپڑا واپس کیا مگر اسکو نہ معیر ملا اور نہ کوئی ایسا شخص ملا جو معیر کے عیال مین سے ہو پس اس نے یہ کپڑا عاریت کو اپنے پاس رکھ چھوڑا تو تلف ہوجانے سے ضامن نہوگا اور اگر کوئی ایسا شخص جو معیر کے عیال مین سے ہو مستعیر کو ملا ہو اور پھر بھی اس نے واپس ندیا تو ضامن ہوگا یہ قنیہ مین لکھا ہے

ساتوان باب عاریت کے واپس مانگنے اور جو امر عاریت واپس لینے کا مانع ہوتا ہے اسکے بیان مین

معیر کو اختیار ہے کہ عاریت واپس کرلے خواہ عاریت مطلقہ ہو یا موقتہ ہو یعنے کوئی میعاد مقرر کی ہو یہ وجیز کردری مین ہے اگر زید نے کوئی زمین زراعت کے واسطے مستعار لی تو اس سے نہین لیجاسکتی ہے جب تک کہ کھیتی کو نہ کاٹے یہ استحسانا ہے خواہ وقت مقرر کیا ہو یا نہ کیا ہو کیونکہ اسکی انتہا معلوم ہے پس ایسی زمین کا جو پوتہ ہوا اتنے پوتہ پر چھوڑدی جاویگی کیونکہ اسمین دونون شخصون کے حق کی رعایت ہے یہ تبیین مین ہے پھر جب کھیتی کٹ گئی تو بعض روایات مبسوط مین مذکور ہے کہ زمین کا مالک زمین کو مع پوتہ کے لے لیگا اور بعض روایات مین ایسا مذکور نہین ہے - اور فقیہ ابو اسحق حافظ رح فرماتے ہین کہ زمین کے مالک کو پوتہ ملنا اسوقت واجب ہوگا کہ جب زمین والے نے

یا قاضی نے وہ زمین مستعیر کو پوتہ پر دیدی ہو اور بدون اسکے پوتہ واجب نہوگا پس اگر مستعیر نے زمین کے پوتہ پر اپنے پاس ہونے سے انکار کیا اور کھیتی اکھاڑنے کو بھی مکروہ جانا اور مالک زمین سے اپنی کھیتی کی قیمت کی ضمان لینی چاہی اور کہا کہ میری کھیتی تیری زمین سے متصل ہے پس یہ اتصال تیرے کپڑے کے ساتھ رنگ کے اتصال ہونے کے مشابہ ہے پس مجھے پہونچتا ہے کہ میں تجھ سے ضمان لوں تو یہ مسئلہ کتاب الاصل میں مذکور نہیں ہے اور منتقی میں ایک جگہ یوں لکھا ہے کہ مستعیر کو یہ اختیار حاصل ہوگا مگر زمین کا مالک اگر اس امر پر راضی ہو کہ کھیتی کٹنے کے وقت تک اسکی کھیتی اپنی زمین میں چھوڑ دے تو ایسا نہیں ہے اور یہ رضا مالک زمین کیطرف سے اس شرط کا الغا ہے جو اسنے عقد عاریت میں قرار دی تھی پس اسکے سوا دوسری چیز اسپر لازم نہ آویگی اور دوسری جگہ یوں لکھا ہے کہ کھیتی بونے والے کو مالک زمین سے کھیتی کی قیمت کی ضمان لینے کا اختیار نہیں ہے کذا فی المحیط - اور اگر مالک زمین نے چاہا کہ مستعیر کو اسکا بیج اور بونے کا خرچ دیکر زمین مع کھیتی کے اس سے لے لے اور مستعیر اس امر پر راضی ہوگیا اور یہ سب کھیتی کے جمنے سے پہلے واقع ہوا تو جائز نہیں ہے اور اگر کھیتی جمنے کے بعد ہو تو جائز ہے اور یہی مختار ہے یہ فتاوی عتابیہ میں ہے - اگر کسی شخص سے کوئی زمین عمارت بنانے یا درخت لگانے کیواسطے مستعار لی پھر مالک کی رائے میں آیا کہ یہ زمین مستعیر کے ہاتھ سے نکال لے تو اسکو یہ اختیار ہوگا خواہ عاریت مطلقہ ہو یا موقتہ ہو ہاں فرق یہ ہے کہ اگر عاریت مطلقہ ہو تو اسکو درخت اکھاڑنے اور عمارت ڈھا دینے کے لیے مستعیر پر جبر کرنے کا اختیار ہوگا اور جب اسنے درخت اکھاڑے یا عمارت ڈھائی تو درختوں اور عمارت کی قیمت کا معیر کچھ ضامن نہوگا یہ بدائع میں ہے پس اگر ایسا کرنے سے زمین میں کچھ نقصان آتا ہو اگر معیر اس نقصان پر راضی ہو جاوے تو مستعیر درخت اکھاڑ ڈالیگا اور اگر مستعیر نے اس امر کی درخواست کی کہ معیر سے ڈھائی ہوئی عمارت یا کٹے ہوئے درختوں کے حساب سے قیمت مجھے دلائی جاوے یعنی میں عمارت و درخت ایسے ہی چھوڑ دونگا مگر مجھے قیمت درختوں و عمارت کی اس حساب سے دلا دیجاوے تو معیر اس طرح قیمت دینے کے واسطے مجبور نہ کیا جاویگا اور مستعیر اکھاڑنے پر مجبور کیا جائیگا - اور اگر معیر اپنی زمین ناقص واپس لینے پر راضی ہوا تو مستعیر کو عمارت و درختوں کی قیمت ڈھائی ہوئی یا اکھڑی ہوئی کے حساب سے ڈانڈ دیگا اور مستعیر کے قول کی طرف التفات نہ کیا جائیگا کذا فی المضمرات اور اگر عقد عاریت موقت ہو یعنی میں میعاد تک کے واسطے عاریت دی ہو پھر اس میعاد سے پہلے نکال لینا چاہا تو معیر کو اختیار ہوگا کہ مستعیر کے ہاتھ سے اس میعاد سے پہلے نکال لے اور نہ درخت اکھاڑنے یا عمارت ڈھانے کے واسطے جبر کرسکتا ہے اور مستعیر کو خیار ہوگا کہ چاہے معیر سے اپنے درختوں و عمارت کی قیمت ثابت قائم کے حساب سے لے لے اور عمارت و درخت اسکے قبضہ میں چھوڑ دے اور مالک زمین ادائے ضمان کے بعد انکا مالک ہو جاویگا یا چاہے تو اپنی عمارت و درخت لے لے اور زمین کے مالک پر کچھ اسکو دینا لازم نہ آویگا - اور عمارت و درخت اکھاڑ کر لے لینے کا اختیار مستعیر کو اسی وقت حاصل ہوگا کہ جب اس فعل سے زمین میں کچھ نقصان نہ آتا ہو اور اگر نقصان آتا ہو تو اختیار مالک کو حاصل ہوگا کذا فی البدائع اور مالک کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ اگر چاہے تو مدت گذرنے تک انتظار کرے پھر اسپر عمارت ڈھانے یا درخت اکھاڑنے کے واسطے جبر کرے یا عمارت و درخت کی قیمت ڈھائی ہوئی اور اکھڑی ہوئی کے حساب سے ڈانڈ دے بشرطیکہ زمین میں ڈھانے یا اکھاڑنے سے نقصان آتا ہو - اور اگر چاہے تو مستعیر کو

مترجم عفا اللہ عنہ کہتا ہے کہ [illegible]

عمارت کی قیمت بنی ہوئی کے حساب سے اور درختوں کی لگے ہوئے کے حساب سے ادا کرے اور یہ عمارت و درخت اسکی ملک ہوجاوینگے اور اسکے سواے مالک کو کچھ اختیار نہیں ہے کذا فی البدائع اور یہ حکم اسوقت ہے کہ مدت گذرنے سے پہلے مالک زمین نے مستعیر کے قبضہ سے زمین نکالنی چاہی - اور اگر مدت گذر گئی ہو تو زمین کا مالک عمارت اسکی ڈھاویگا اور درخت اکھاڑ دیگا اور ہمارے نزدیک کچھ ضامن نہوگا لیکن اگر اکھاڑنے سے شی میں نقصان آتا ہو تو ایسی صورت میں ضمان دیکر مالک زمین عمارت و درختوں کا مالک ہوجاویگا اور ضمان دینے کے واسطے درختوں کی قیمت اکھڑی ہوئی کے حساب سے اعتبار کیجاویگی یہ محیط میں ہے - اگر زید نے عمرو کو کوئی زمین عاریۃ دیدی اور اجازت دی کہ اسمیں عمارت بنالے اسنے ایسا ہی کیا پھر خالد نے مدت گذرنے سے پہلے اگر اسمیں اپنا استحقاق ثابت کیا اور عمرو کی عمارت گروادی تو زید پر عمرو کے واسطے عمارت کی قیمت دینی واجب نہیں ہے خواہ عاریت موقتہ ہو یا مطلقہ ہو - اور خصاف رح نے اپنی شروط میں ذکر کیا ہے کہ عاریت موقتہ کی صورت میں وقت گذرنے سے پہلے استحقاق ثابت ہونے میں امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک معیر پر مستعیر کو عمارت کی قیمت دینی واجب ہوگی پس امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح نے موافق روایت خصاف کے دونوں صورتوں میں یعنے جبکہ عمارت توڑدینا معیر کے فعل سے ہوا اور جب مستحق کی طرف سے ہو حکم یکساں رکھا ہے اور امام محمد رح نے دونوں صورتوں میں فرق کیا ہے کہ جب مستحق کی طرف سے توڑنا واقع ہوا تو معیر پر قیمت واجب ہوگی اور جب معیر کی طرف سے واقع ہوا تو معیر پر قیمت واجب ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے نوازل میں لکھا ہے کہ زید نے عمرو سے ایک دار لینے کو عاریت لیا اور اسمیں مٹی کی ایک دیوار جسکو فارسی میں باخسہ کہتے ہیں بیس درم پر ایک مزدور مقرر کرکے بنوائی اور یہ امر عمرو کی بلا اجازت واقع ہوا پھر عمرو نے اپنا گھر واپس لینا چاہا تو زید کو اختیار نہیں ہے کہ جو کچھ اسنے خرچ کیا ہے وہ عمرو سے واپس لے کیونکہ یہ فعل بلا اجازت عمرو کے زید نے کیا ہے اور زید نے اگر وہ دیوار عمرو کی مٹی سے بنوائی ہو تو زید کو اسکے توڑڈالنے کا بھی اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے - زید نے عمرو سے کہا کہ تو میری اس زمین میں اپنے واسطے عمارت بنالے یا درخت لگالے اور میں شرط کرتا ہوں کہ یہ زمین تیرے قبضہ میں ہمیشہ کے واسطے چھوڑدونگا یا کہا کہ اتنی مدت تک چھوڑدونگا اور اگر میں پھر زمین تیرے قبضہ میں نہ چھوڑوں تو جو کچھ تو عمارت وغیرہ میں خرچ کریگا اسکا میں ضامن ہوں اور وہ عمارت میری ہوجاویگی تو جسوقت عمرو کے ہاتھ سے وہ زمین نکالے تو مستعیر کو اسکی عمارت و درختوں کی قیمت ڈانڈ دے اور یہ عمارت و درخت سب مالک زمین کے ہوجاوینگے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اگر معیر نے عاریت طلب کی اور مستعیر نے دینے سے انکار کیا تو وہ ضامن ہوگیا اور اگر انکار نہ کیا لیکن یہ کہا کل کے روز تک میرے پاس اور چھوڑدے پھر میں تجھے واپس کردونگا اور معیر اسپر راضی ہوگیا پھر وہ عاریت ضائع ہوگئی تو ضامن نہوگا یہ محیط میں لکھا ہے - معیر نے عاریت طلب کی اور مستعیر نے کہا کہ ہاں دونگا اور ایک مہینہ گذر گیا یہاں تک کہ وہ عاریت تلف ہوگئی پس اگر طلب کرنے کے وقت مستعیر واپس کرنے سے عاجز تھا تو ضامن نہوگا - اور اگر قادر تھا پس اگر معیر نے روک رکھنے میں اپنے دل کی کراہیت اور نا خوشی صریح ظاہر کی اور باوجود اسکے مستعیر نے روک رکھی تو ضامن ہوگا اور اگر چپ رہا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر صریح رضامندی ظاہر کی مثلاً کہا کہ خیر کچھ ڈر نہیں ہے تو ضامن نہوگا - اور اگر معیر نے عاریت طلب نہ کی اور مستعیر بھی واپس نہیں کرتا ہے یہاں تک کہ

کہ وہ ضائع ہوگئی پس اگر عاریت مطلقہ ہو تو ضامن نہوگا اور اگر موقتہ ہو یعنی کسیوقت تک کیواسطے عاریت دی ہو اور وہ وقت گذر گیا اور مستعیر نے واپس نہ کی تو ضائع ہونے سے ضامن ہوگا۔ ایک کتاب مستعار لی پھر وہ ضائع ہوگئی پھر اسکا مالک آیا مگر مستعیر نے اُسکو ضائع ہوجانے سے آگاہ نہ کیا پس اگر اُس کتاب کا موجود ہونا بیان نہ کیا ہو تو ضامن نہوگا اور اگر بیان کیا ہو تو ضامن ہوگا۔ اور صدر الشہید رح نے فرمایا کہ یہ تفصیل ظاہر روایت کے خلاف ہے کیونکہ اگر اُسنے واپس کرنے کا وعدہ کیا پھر ضائع ہونے کا دعوی کیا تو بسبب تناقض کے ضامن ہوگا بشرطیکہ وعدہ سے پہلے ضائع ہونے کا دعوی کرے اور اسی پر فتوی دیا جاوے یہ وجیز کردری میں ہے۔ زید نے عمرو سے ایک باندی اپنے لڑکے کو دودھ پلانے کے واسطے مستعار لی اُس نے دودھ پلایا پھر جب لڑکے کی یہ عادت ہوگئی کہ اُس باندی کے سوا دوسرے سے دودھ نہیں پیتا ہے تو عمرو نے کہا کہ میری باندی مجھے واپس کردے تو عمرو کو یہ اختیار نہیں ہے اور اُسکو لڑکے کے بڑے ہونے تک اُسکی باندی کا اجر المثل ملیگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے زید نے عمرو سے ایک کپا مستعار لیا اور اُسمیں روغن زیت بھرا اور عمرو نے زید کو جنگل میں پکڑا تو عمرو کو کپا لینے کا اختیار نہیں ہے اور اُسکو اجر مثل اُسوقت تک دیا جائیگا کہ جب تک زید ایسی جگہ پہونچے جہاں کپے تلاش کرکے اسمیں اپنا تیل لوٹ لے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے جہاد کے واسطے زید سے ایک گھوڑا مستعار لیا اُسنے چار مہینے کے واسطے دیا پھر دو مہینے کے بعد دار الاسلام میں مستعیر سے ملاقات ہوئی اور زید نے اپنا گھوڑا واپس لینا چاہا تو لے سکتا ہے اور اگر دار الحرب میں ملا ہو ایسی جگہ کہ وہاں دوسرا گھوڑا کرایہ یا خرید نہیں سکتا ہے تو مستعیر کو اختیار ہے کہ زید کو واپس نہ دے اور جس جگہ زید نے طلب کیا ہے وہاں سے قریب تر موضع تک جہاں مستعیر کو خرید یا کرایہ پر دوسرا گھوڑا مل سکتا ہے زید کو اُسکے گھوڑے کا اجر المثل ملیگا کذا فی الظہیریہ۔

آٹھواں باب عاریت میں اختلاف واقع ہونے اور اسمیں گواہی کے بیان میں۔ امام محمد رح نے کتاب الاصل میں فرمایا کہ اگر زید نے عمرو سے کوفہ سے حمام اعین تک کے واسطے ایک ٹٹو مستعار لیا اور سوار ہوکر حمام اعین سے آگے چلا گیا پھر لوٹ کر حمام اعین میں آگیا یا کوفہ میں آگیا حالانکہ ٹٹو ویسا ہی موجود تھا پھر مرگیا پس عمرو نے کہا کہ جہانتک کے واسطے میں نے تجھے اجازت دی تو نے اُسمیں مخالفت کی اور وہاں تک نہیں واپس لایا اور زید نے کہا کہ میں نے مخالفت کی مگر پھر واپس ہوکر اُسی موضع میں آگیا جہانتک کہ تو نے اجازت دی تھی تو عمرو کا قول قبول اور زید ضامن ہوگا اور اگر زید نے اس امر کے گواہ دیے کہ میں وہ ٹٹو کوفہ تک یا حمام اعین تک واپس لایا پھر وہ مرگیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ وہ ضامن ہوگا جب تک کہ عمرو کو اُسکا ٹٹو واپس نہ کرے اور اس کی تاویل یوں بیان کی گئی ہے کہ زید نے حمام اعین تک جانے کے واسطے فقط مستعار لیا تھا جانے اور آنے کے واسطے نہیں لیا تھا اور اس صورت میں ضامن ہوگا اور اگر اُس نے آمد و رفت کے واسطے مستعار لیا ہو تو ضمان سے بری ہوگا کیونکہ اُسنے بعد مخالفت کے موافقت اختیار کی اور عقد عاریت ہنوز قائم ہے پس ضمان سے بری ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر عمرو نے اس امر کے گواہ دیے کہ وہ ٹٹو اس مقام میں زید کی سواری میں مرگیا کہ جہاں یہ شخص خلاف اجازت اسکو لے گیا تھا اور زید نے اس امر کے گواہ دیے کہ میں نے وہ ٹٹو عمرو کو واپس دیا ہے تو عمرو کے گواہ قبول ہونگے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر زید کی ران کے نیچے وہ ٹٹو جو اُسنے عمرو سے

علاوہ عاریت مطلقہ
یعنی کسیوقت
سے کسیوقت کے لیے عاریت
زید کی بیجا کہ سلطانی

عاریت لیا تھا مرگیا پھر خالد نے گواہ قائم کیے کہ وہ ٹٹو میرا تھا تو قاضی خالد کی ملک ہونے کا حکم دیدیگا اور گواہوں سے یہ استفسار نہ کریگا کہ خالد نے فروخت تو نہیں کیا اور اگر اُس شخص نے جس سے خالد نے ضمان لینے کا قصد کیا ہی یوں دعوی کیا کہ اس نے مجھے اس ٹٹو کی عاریت کے باب میں اجازت دیدی تھی تو خالد سے اس امر پر قسم لیجاویگی پس اگر اُس نے قسم سے نکول کیا تو اُسکا قسم سے انکار کرنا مثل اقرار کے قرار دیا جائیگا اور خالد کو کسی شخص سے ضمان لینے کا اختیار نہوگا اور اگر خالد نے قسم کھائی تو اُسکو اختیار ہوگا کہ چاہے زید سے ضمان لے یا عمرو سے پس اگر اُس نے عمرو سے ضمان لی تو عمرو زید سے نہیں لے سکتا ہی اور اگر زید سے ضمان لی تو وہ بھی مال ضمان عمرو سے نہیں لے سکتا ہی کیونکہ اُسنے اپنے فعل کی وجہ سے ڈانڈ بھرا ہی کہ جسکا خود مرتکب ہوا ہی یہ مبسوط میں ہی۔ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ تو نے مجھے اپنا ٹٹو عاریت دیا اور وہ تلف ہوگیا اور عمرو نے کہا کہ تو نے مجھسے غصب کر لیا تھا تو زید پر ضمان نہ آویگی بشرطیکہ سوار نہوا ہو اور اگر سوار ہوا ہی تو ضامن ہوگا۔ اور اگر زید نے کہا کہ تو نے مجھے عاریت دیا اور عمرو نے کہا کہ میں نے تجھے کرایہ پر دیا تھا اور حال یہ ہی کہ زید اُسپر سوار ہوا تھا اور اُسکی سواری سے مرگیا تو اس صورت میں زید کا قول قبول ہوگا اور اُسپر ضمان نہ آویگی یہ محیط میں ہی۔ اگر معیر اور مستعیر میں عاریت کے ایام یا جگہوں یا لادنے کے بوجھ میں اختلاف واقع ہوا تو قسم سے چوپایہ کے مالک کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر مستعیر نے عاریت کی چیز میں تصرف کیا اور دعوے کیا کہ معیر نے مجھے اجازت دی تھی اور معیر انکار کرگیا تو مستعیر ضامن ہوگا ولیکن اگر اسکی اجازت دیدینے کے گواہ لاوے تو ایسا نہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہی۔ اگر مستعیر نے اپنی صحت یا مرض میں کہا کہ عاریت کی چیز مجھ سے تلف ہوگئی تو قسم سے اُسکا قول قبول ہوگا یہ مبسوط میں ہی۔ منتقی میں ہی کہ زید نے عمرو سے کہا کہ تو نے مجھے یہ دار اور یہ زمین عاریت دی تھی کہ میں اُسمین عمارت بناؤں اور جس قسم کے نخل و شجر میرا جی چاہے زمین میں لگاؤں پس میں نے اُن میں یہ درخت لگائے ہیں اور دار میں یہ عمارت بنائی ہی اور معیر نے کہا کہ جب میں نے تجھے دار اور زمین عاریت دی تھی تب اُسمین یہ عمارت بنی ہوئی اور درخت لگے ہوئے تھے تو معیر کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو گواہ بھی معیر کے قبول ہونگے یہ محیط میں ہی۔ زید نے عمرو کے پاس آکر کہا کہ خالد کا ٹٹو جو تیرے پاس مستعار ہی اُسکو میں نے خالد سے مستعار لیا ہی اور اُس نے مجھے حکم دیا ہی کہ میں تجھسے لیکر قبضہ کرلوں پس عمرو نے زید کی تصدیق کی اور ٹٹو اسکو دیدیا اور وہ زید کے پاس مرگیا پھر خالد نے ایسے حکم دینے سے انکار کیا تو عمرو اُسکا ضامن ہوگا اور جو مال اُسنے ڈانڈ بھرا ہی اسکو زید سے نہیں لے سکتا ہی۔ اور اگر عمرو نے زید کے قول کی تکذیب کی ہو یا نہ تصدیق کی ہو اور نہ تکذیب کی ہو یا تصدیق کرکے اُسپر ضمان کی شرط لگائی ہو تو ان صورتوں میں عمرو نے جو مال ڈانڈ دیا اُسکو زید سے واپس لے سکتا ہی یہ خزانۃ المفتین میں ہی۔ اور اگر شی عاریت پر قبضہ کرلینے کے واسطے معیر کا خادم آیا ہو پھر خادم کے مالک نے انکار کیا کہ میں نے غلام کو یہ حکم نہیں دیا تھا تو مستعیر پر ضمان نہ آویگی یہ مبسوط میں ہی۔ دو شخص ایک بیت میں رہا کرتے ہیں پھر ایک شخص ایک کونے میں رہتا ہی پس ایک شخص نے دوسرے سے کوئی شی مستعار لی پھر مالک نے اُس شی کو واپس طلب کیا پھر مستعیر نے کہا کہ تیرے کونے میں جو طاق ہی میں نے اُسپر رکھدی تھی اور معیر نے انکار کیا تو حکم یہ ہی کہ اگر وہ بیت دونوں کے قبضہ میں ہو تو مستعیر ضامن نہوگا کذا فی محیط السرخسی

حاشیہ: سابق قول ... قبول ... سے ... بیان ... پایا ... غصب ... ضمانت ... چوپایہ ... عاریت ... خود ... زمین ... ضمانت ... زید ... ثابت کرے ... گواہ ... زید کا قول ... البتہ عمرو کے قول ... ۱۲

نواں باب متفرقات میں - واپسی عاریت کا خرچ مستعیر پر اور ودیعت کا مودع پر اور جو شی کرایہ پر لی گئی اسکا موجر پر اور شی مغصوب کا غاصب پر اور مرہون کا مرتہن پر پڑتا ہی اور اصل یہ ہی کہ واپسی کا خرچہ اُس شخص پر آتا ہی جسکے لیے قبضہ واقع ہوا کیونکہ خرچہ بعضان ہی کذا فی الکافی - امام محمد رح نے کتاب میں ذکر فرمایا کہ مستعار کا نفقہ مستعیر پر ہوتا ہی اور قاضی ابو علی نسفی رح نے اپنے استاد سے نقل کیا کہ مستعار کو نفقہ دینے کے واسطے مستعیر پر جبر نہ کیا جائیگا کیونکہ عاریت میں لزوم نہیں ہوتا ہی ولیکن اُس سے یون کہا جائیگا کہ اسکا نفع تجھے پہونچ سکتا ہی کہ تو اسکا مستحق ہی پس اگر چاہے تو نفقہ دے تاکہ نفع تجھے حاصل ہو اور اگر تیرا جی چاہے تو اس سے دست بردار ہو اور یہ بات کہ اُسپر مستعار کو نفقہ دینے کے واسطے جبر کیا جاوے پس یہ نہیں ہی یہ ذخیرہ میں ہی چوپایہ مستعار کا چارہ مستعیر پر ہی خواہ عاریت مطلقہ ہو یا مقیدہ ہو اور غلام کے نفقہ کا بھی یہی حکم ہی ولیکن غلام کا کپڑا پس وہ معیر پر ہی یہ خزانۃ الفتاوی میں ہی - زید نے بدون اسکے کہ عمرو نے زید سے اسکا غلام مستعار طلب کیا ہووے یون کہا کہ تو یہ میرا غلام لے اور اُس سے خدمت لے تو ایسے غلام کا نفقہ اُسکے مالک پر ہی یہ وجیز کردری میں ہی مال مغصوب اور عاریت کے واپس کرنے کیواسطے کفیل کر لینا صحیح ہی اور اگر واپس کرنے کے واسطے وکیل کیا تو مالک کے مکان پر نقل کر کے پہونچانے کے واسطے وکیل پر جبر نہ کیا جائیگا بلکہ جہان اُسکو پاوے دیدے یہ کافی میں ہی - ایک شخص اپنے دوست کے انگور کے باغ میں گیا اور بدون اُسکی اجازت کے کچھ میوہ کھایا پس اگر یہ جانتا ہی کہ اگر مالک باغ کو یہ معلوم ہو تو وہ اسکی کچھ پروا نہ کریگا تو مجھے امید ہی کہ اُسمیں کچھ ڈر نہو یہ خلاصہ میں ہی - اگر عمدہ زمین زراعت کے واسطے مستعار لی تو مستعیر یون لکھے کہ تو نے اپنی زمین مجھے کھانے کے واسطے دی اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ یون لکھے کہ تو نے مجھے عاریت دی کذا فی التبیین - اور گھر اور کپڑے کی عاریت میں بالاتفاق یون تحریر کرے کہ تو نے مجھے عاریت دیا اور یون نہ لکھے کہ تو نے مجھے پہنایا یا مجھے بسایا یہ کافی میں ہی - جامع الاصغر میں ہی کہ ایک زمین چند آدمیوں کی ایک جماعت کے درمیان مشترک ہی اُنمیں سے ایک شخص نے باقیون کو اُس زمین میں گھر بنانے کی اجازت دیدی اُنھون نے بنا لیے پھر اجازت دینے والے نے چاہا کہ انمیں سے ایک گھر کی عمارت ڈہا دیوے تو اُن لوگون کو منع کرنے کا اختیار ہی اور اس شخص کو یہ اختیار ہی کہ اُن لوگون سے اُنکے گھر دور کر دینے کا مواخذہ کرے اسلیے کہ عاریت لازم نہیں ہوتی ہی کذا فی الحاوی - اور شمس الائمہ نے اول شرح وکالت میں ذکر کیا ہی کہ باپ اپنے بیٹے کو عاریت دیتا ہی اور آیا اُسکو یہ بھی اختیار ہی کہ اپنے بیٹے کا مال عاریت دیدے پس بعض مشائخ متاخرین نے فرمایا کہ اُسکو یہ اختیار ہی اور عامہ مشائخ نے فرمایا کہ یہ اختیار نہیں ہی یہی صحیح ہی پس اگر باپ نے باوجود جائز ہونے کے ایسا کیا اور مال تلف ہوا تو ضامن ہوگا اور ماذون لڑکے نے اگر اپنا مال عاریت دیا تو اعارہ صحیح ہی یہ فتاوی قاضیخان میں ہی - شرح مجمع الطحاوی میں لکھا ہی - کہ قاضی کو یتیم کا مال عاریت دینے کا اختیار ہی یہ ملتقط میں ہی - غلام ماذون کو عاریت دینے کا اختیار ہی یہ سراجیہ میں ہی - یتیم لڑکے کے وصی نے لڑکے کے کام کے واسطے ایک چوپایہ مستعار لیا اور رات کو اُسے واپس نہ کیا یہانتک کہ وہ مر گیا تو ضمان لڑکے پر آویگی وصی پر نہ آویگی شیخ رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ یہ مسئلہ عجیب ہی کذا فی التتمہ - شیخ برہان الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک طشت عاریت لیا تا کہ اُسمیں پانی رکھے یا

کپڑا دھووے تو آیا یہ عاریت اُسی پانی رکھنے یا اُسی کپڑے دھونے کے واسطے مقید ہوگی یا نہیں پس شیخ رحمہ نے فرمایا کہ فقط اُسی کے واسطے مقید ہونا چاہیے اور ایسا ہی قاضی بدیع الدین نے فتوی دیا ہے اور اسکے معنی یہ ہین کہ ایک مرتبہ پانی رکھنے یا کپڑے دھونے کے واسطے مقید ہوگی اور قاضی جمال الدین نے اسکے برخلاف فتوی دیا ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ چیز غیر منقسم کا عاریت کسی طرح ہو صحیح ہے خواہ ایسی چیز ہو جو قابل تقسیم ہے یا قابل تقسیم نہو خواہ اجنبی کو عاریت دیا ہو یا شریک کو۔ ایسا ہی دو شخصون کو عاریت دینا صحیح ہے خواہ مجمل رکھا ہو یا آدھے و تہائی وغیرہ کے نام سے تفصیل کر دی ہو کذا فی القنیہ۔ معیر یا مستعیر مرگیا تو عاریت واپس لیجائیگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ ایک تیر مستعار لیا پس اگر دار الحرب مین جہاد کرنے کی غرض سے لیا تو صحیح نہین ہے اور اگر نشانہ اڑانے کی غرض سے لیا ہے تو صحیح ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ غیر شخص کی دوات کی روشنائی سے لکھنا چاہا پس اگر اُس سے اجازت لے لی تو اختیار ہے اور اگر آگاہ کر دیا تو بھی اختیار ہے بشرطیکہ اسکو منع نہ کیا ہو اور اگر یہ کچھ نہ کیا پس اگر دونون مین بے تکلفی اور کشادہ روئی ہو تو بھی کچھ ڈر نہین ہے اور اگر یہ نہو تو مین پسند کرتا ہون کہ ایسا نہ کرے یہ وجیز کردری مین ہے۔ زید نے عمرو کے پاس انگوٹھی رہن کر کے قرض لیا اور مرتہن سے کہا کہ اسکو پہن لے اُسنے پہن لی پھر وہ انگوٹھی تلف ہوگئی تو قرضہ مین اُسکا تلف ہونا محسوب ہوگا اور قرضہ بحالہ باقی رہیگا کیونکہ وہ انگوٹھی عاریت ہوگئی تھی اور اگر اُسنے انگوٹھی پہن لی پھر انگلی سے اُتار دی پھر وہ تلف ہوگئی تو قرضہ کے عوض تلف قرار دیجائیگی کیونکہ وہ پھر عود کر کے رہن ہوگئی تھی۔ اور مشایخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب مالک نے چھنگلیا مین پہننے کو کہا ہو اور اگر کلمہ کی انگلی مین پہننے کے واسطے کہا ہو اور وہ اُس حالت مین تلف ہوئی جب اُسکو پہنے ہوئے تھا تو قرضہ کے عوض تلف قرار دیجائیگی۔ اور اگر حکم کیا کہ اپنی چھنگلیا مین پہنے اور اسکا نگینہ ہتھیلی کیطرف رکھے اُسنے چھنگلیا مین پہنکر نگینہ اوپر کی طرف رکھا تو یہ عاریت دینے مین شمار ہے اور اسطور سے کہنا کہ چھنگلیا مین پہنے اور نگینہ ہتھیلی کی طرف رکھے یا فقط یہ کہنا کہ چھنگلیا مین پہنے یہ دونون قول یکسان ہین اور وہ عاریت رہیگی اور یہی صحیح ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ کتاب الاصل کے مسائل رہن مین ہے کہ اگر ہزار درم قیمت کا غلام بعوض ہزار درم کے رہن کیا پھر راہن نے اسکو مستعار لیا پھر واپس کیا حالانکہ اس واپسی کے وقت بھاؤ گھٹکر قیمت غلام کی پانچ سو درم رہگئے تھے پھر وہ غلام مرگیا تو بعوض تمام قرضہ کے ہلاک ہوا اور رہن مین پہلے قبضہ کے روز کی قیمت معتبر ہوگی۔ اور اگر بجائے رہن کے غصب ہو تو دوبارہ غصب کرنے کے روز کی قیمت معتبر ہوگی یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ دوسرے شخص سے رہن کرنے کے واسطے کوئی شے عاریت لینا جائز ہے اور یہ معروف ہے اور دوسرے کو اجارہ پر دینے کے واسطے مستعار لینا جائز ہے یہ محیط مین ہے۔ فتاوی مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک کر گیہون بوودار قرض لیے اور انکو تلف کر دیا پھر اسکو عمدہ گیہون اپنے گھر سے ادا کیے اور قرض دینے والے نے کہا کہ میرے گیہون کھرے تھے اور قرض لینے والے نے اُسکی تصدیق کی اور کھرے دیدیے پھر دونون نے سچائی پر اتفاق کیا کہ وہ گیہون قرض کے بدبودار تھے تو قرض لینے والے کو اختیار ہے کہ جو اُسنے ادا کیے ہین انکو واپس لے اور اگر کچھ نہ کیا لیکن کھرے ادا کیے تو جائز ہے کذا فی الحاوی۔ جامع اصغر مین ہے کہ زید کے عمرو پر ایک قفیز گیہون قرض تھے اور عمرو سے زید نے ایک قفیز گیہون معین خرید کیے اور اپنی ٹوکری عمرو کو دیکر حکم کیا کہ دونون قفیز اُس مین ڈالدے اُسنے ایسا ہی کیا

پھر لوکری اور جو کچھ اسمین تھا سب تالف ہوگیا پس اگر عمرو نے پہلے فروخت کیے ہوئے گیہون اسمین ڈالے پھر قرض والے ڈالے تو تلف ہونے سے زید کا مال گیا اور اگر پہلے قرض والے ڈالے پھر فروخت کیے ہوئے ڈالے تو عمرو کا مال گیا یہ حاوی مین ہے - فصول مین مذکور ہے کہ زید نے عمرو کی اجازت سے عمرو کی دیوار پر دھنی رکھی یا اسکے دار کے نیچے اسکی اجازت سے ایک سرداب بنایا پھر عمرو نے اپنا گھر فروخت کیا تو مشتری کو اختیار ہے کہ دیوار سے دھنیان دور کر دینے کا زید سے مطالبہ کرے تتارخانیہ اور یہی حکم سرداب مین ہے ولیکن اگر بائع نے بیع مین دھنیان و سرداب باقی رکھنے کی شرط کی ہو تو مشتری کو انکے دور کرنے کے مطالبہ کا اختیار نہوگا - اور مشتری کا وارث اس استحقاق مین بمنزلہ مشتری کے ہے ولیکن وارث کو ہر حال مین یہ اختیار ہوگا کہ دھنیان اور سرداب دور کر دینے کا مطالبہ کرے یہ فصول عمادیہ کی کتاب الحیطان کے متفرقات مین ہے - امام اعظم رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے غطریفی درم بخارا مین قرض لیے پھر دونون سے ایسے شہر مین ملاقات ہوئی کہ جہان قرضدار کو غطریفی درم نہین مل سکتے ہین تو امام رح نے فرمایا ہے کہ آمد و رفت کے واسطے بقدر مسافت کے اسکو مہلت دے تاکہ انکے مثل ادا کر دے اور قرضدار سے اپنی مضبوطی کر لے کذا فی الحاوی - ایک شخص نے ایک آرہ مستعار لیا اور وہ چیرنے مین دو ٹکڑے ہوگیا پس مستعیر نے بلا اجازت مالک کے ایک لوہار کو دیا اسنے جوڑ دیا تو مالک کا حق اس سے منقطع ہوگیا اور مستعیر پر آرہ کی قیمت ٹوٹے ہوئے کے حساب سے واجب ہوگی اسی طرح اگر غاصب نے ٹوٹا ہوا غصب کیا اور یہ فعل کیا تو اسکا یہی حکم ہے کذا فی القنیہ فی کتاب الغصب

کتاب الہبۃ

اور اسمین بارہ باب ہین

باب اول - ہبہ کی تفسیر و رکن و شرائط و انواع و حکم کے بیان مین اور ان الفاظ کے بیان مین جو ہبہ ہوتے ہین یا انکے قائم مقام ہوتے ہین اور جو نہین ہوتے ہین - ہبہ کی تفسیر شرعی یہ ہے کہ عین شی کے بلا عوض مالک کر دینے کو ہبہ کہتے ہین یہ کنز مین لکھا ہے - اور ہبہ کا رکن یہ ہے کہ ہبہ کرنیوالا کہے کہ مین نے ہبہ کیا کیونکہ یہ مالک کر دینا ہے اور فقط مالک کے کہہ دینے سے تمام ہوگا ولیکن موہوب لہ کا قبول کرنا یہ اسکی ملک ثابت ہونے کے واسطے شرط ہے اسواسطے یہ مسئلہ ہے کہ اگر کسی شخص نے یہ قسم کھائی کہ مین ہبہ نہ کرونگا پھر کہا کہ مین نے ہبہ کیا اور دوسرے نے قبول نہ کیا تو وہ شخص ہبہ کرنے والا حانث ہو جائیگا یعنی قسم کا کفارہ دینا پڑیگا یہ محیط سرخسی مین ہے بتوضیح یسیر نے اللفظ - اور ہبہ کے شرائط چند قسم کے ہین بعضے نفس رکن کی طرف راجع ہین اور بعضے واہب کی طرف راجع ہین اور بعضے موہوب کی طرف راجع ہین - پس جو نفس رکن کی طرف راجع ہین وہ یہ ہین کہ ہبہ کرنا ایسی شی کے ساتھ معلق نہو کہ جسکے وجود و عدم کا خطرہ ہو جیسے زید کا گھر مین داخل ہونا یا خالد کا سفر سے آنا وغیرہ اور وہ کسی وقت کی طرف مضاف نہو جیسے کہا کہ مین نے تجھے یہ شی ہبہ کی کل کے آیندہ روز یا شروع مہینہ مین کذا فی البدائع قال المترجم معلق ہونے کی صورت یہ ہے کہ یون کہے کہ اگر زید اس دار مین داخل ہوا تو مین نے تجھے یہ غلام ہبہ کیا علی ہذا القیاس خالد کا آنا یا پانی برسنا وغیرہ ہے - اور رقبی باطل ہے وہ یون کہ مثلاً کہے کہ میرا گھر تیرے واسطے رقبی ہے اور معنی اسکے یہ ہین کہ اگر مین

تو مر گیا تو یہ میرا ہی اور اگر میں مر گیا تو تیرا ہی پس ہر ایک دونون میں سے دوسرے کی موت کا منتظر رہتا ہی یہ اختیار شرح مختار میں ہی - اور جو شرط واہب کی طرف راجع ہی وہ یہ کہ واہب ہبہ کرنے کی اہلیت رکھتا ہو یعنی آزاد و عاقل و بالغ اور موہوب کا مالک ہو حتی کہ اگر غلام یا مکاتب یا مدبر یا ام ولد یا ایسا شخص ہو کہ اسکی گردن پر کچھ رقیت باقی ہو یا نابالغ یا مجنون ہو یا شی موہوب کا مالک نہو تو ہبہ صحیح نہوگا یہ نہایہ میں ہی - اور جو شرطین شی موہوب کی طرف راجع ہین وہ چند قسم ہین ازانجملہ یہ ہی کہ وہ شی ہبہ کے وقت موجود ہو پس جو شی وقت عقد موجود نہو اسکا ہبہ درست نہین ہی مثلاً زید نے وہ پھل ہبہ کیے جو اس سال اسکے درخت پر آوین یا جو اونٹنی اس سال بچہ جنے وہ ہبہ کیا تو یہ صحیح نہین ہی اسی طرح اگر یون ہبہ کیا کہ جو کچھ میری اس باندی کے پیٹ مین ہی یا جو کچھ اس بکری کے پیٹ مین ہی یا تھنون مین ہی تو بھی ناجائز ہی اگرچہ وقت ولادت کے یا دودھ دوہنے کے موہوب لہ کو قبضہ دیدیا ہو اور اسی طرح اگر کسی دودھ کا مسکہ یا تلون کا تیل یا گیہون کا آٹا ہبہ کیا اور کہا کہ جو کچھ مسکہ اس دودھ مین یا تیل ان تلون مین یا آٹا ان گیہون مین ہی تجھے ہبہ کیا تو جائز نہین ہی اگرچہ ان چیزون کے پیدا ہونے کے وقت موہوب لہ کو قابض کر دیا ہو کیونکہ یہ چیزین فی الحال نہین موجود ہین پس محل حکم عقد نہ پایا گیا اور یہی اصح ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی اگر کسی بکری کی پیٹھ کا صوف ہبہ کیا اور کاٹ کر موہوب لہ کے سپرد کر دیا تو جائز ہو گیا اور ازانجملہ یہ ہی کہ شی موہوب قیمت دار مال ہو پس ایسی چیز کا ہبہ جو اصلا مال نہین ہی جائز نہین ہی جیسے آزاد اور مردار اور خون اور حرم کا شکار اور سور وغیرہ اور نہ ایسی چیز کا ہبہ جائز ہی جو مال مطلق نہین ہی جیسے ام ولد اور مدبر مطلق اور مکاتب وغیرہ اور نہ ایسی چیز کا ہبہ جائز ہی جو مال متقوم نہین ہی جیسے شراب کذا فی البدائع - اور ازانجملہ یہ ہی کہ شی موہوب مقبوضہ ہو جاوے حتی کہ قبل تقسیم کے موہوب لہ کی ملکیت ثابت نہین ہوتی ہی - اور یہ چاہیے کہ شی موہوب تقسیم کی ہوئی ہو جبکہ وہ لائق تقسیم ہو - اور یہ چاہیے کہ شی موہوب غیر موہوب سے متمیز ہو اور غیر موہوب کے ساتھ متصل اور مشغول نہو حتی کہ اگر ایسی زمین جسمین واہب کی کھیتی ہو بدون کھیتی کے یا برعکس اسکے ہبہ کی یا پھلدار درخت کے پھل بدون درخت کے یا اسکے برعکس ہبہ کیے تو جائز نہین ہی اسی طرح اگر کوئی دار یا ظرف جسمین واہب کی کوئی چیز رکھی ہی ہبہ کیا تو بھی یہی حکم ہی کذا فی النہایہ - اور ازانجملہ یہ ہی کہ وہ شی مملوک ہوتی ہی پس جو چیزین مثل آب دریا وغیرہ کے مباحات مین سے ہین انکا ہبہ نہین جائز ہی کیونکہ جو شی مملوک ہی نہین ہی اسکا کسی کو مالک کر دینا محال ہی اور ازانجملہ یہ ہی کہ وہ شی واہب کی مملوک ہو پس مال غیر کا ہبہ کرنا بدون اسکی اجازت کے صحیح نہین ہی کیونکہ جسکا واہب خود مالک نہین اسکا دوسرے کو مالک نہین کر سکتا کذا فی البدائع - اور ہبہ کی دو قسمین ہین ایک تملیک دوسری اسقاط اور ان دونون پر اجماع ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور ہبہ کا حکم یہ ہی کہ موہوب لہ کے واسطے شی موہوب پر ملکیت غیر لازمہ ثابت ہوتی ہی حتی کہ ہبہ سے رجوع کر لینا یا عقد کو فسخ کر دینا صحیح ہی اور ہبہ مین خیار شرط صحیح نہین ہی پس اگر اس شرط سے ہبہ کیا کہ موہوب لہ کو تین روز خیار رہی تو ہبہ صحیح ہی بشرطیکہ دونون کے جدا ہونے سے پہلے موہوب لہ اسکو اختیار کر لے اور ہبہ فاسد شرطین لگانے سے باطل نہین ہوتا ہی حتی کہ اگر زید نے اپنا غلام کسی کو اس شرط سے ہبہ کیا کہ وہ اسکو آزاد کرے تو ہبہ صحیح ہوگا اور شرط باطل ہوگی کذا فی بحر الرائق - اور جن الفاظ سے ہبہ واقع ہوتا ہی تین طرح کے ہین ایک وہ ہین کہ جنسے ہبہ ازروی وضع لغت کے واقع ہوتا ہی اور دوسرے وہ

اسواسطے کہ ہبہ جوازی سکا یہ ہے استحقاق قبول کر لیا تو ہم انجاز دیتو تا ہوئی اور یہ شرط متعلق نہین ہوسکا فتا ۴۹

ہین کہ جنسے از روی عرف و کنایہ کے ہبہ واقع ہوتا ہی اور تیسرے وہ ہین کہ جو ہبہ اور عاریت کا برابر احتمال رکھتے ہین۔
پس قسم اول کی مثال مثلاً یون کہا کہ وہبت ہذا الشئی لک او ملکتہ منک یعنی مین نے یہ شئی تجھے ہبہ کی یا تجھے اسکا مالک کیا
او جعلتہ لک او ہذا لک یا مین نے تیرے واسطے کر دی یا یہ شئی تیرے واسطے ہی او اعطیتک او نحلتک یا مین نے تجھے
عطا کی یا نحلہ دی او فہذا لک ہبۃ پس یہ سب الفاظ ہبہ ہین اور دوسری قسم کے مثلاً یون کہا کہ مین نے تجھے یہ کپڑا
پہنایا یا مین نے تجھے اس گھر مین آباد کر دیا تو یہ ہبہ ہی اسی طرح اگر یون کہا کہ میری عمر بھر یا میری زندگی بھر یا تیری
زندگی بھر یہ دار تیرا ہی پھر جب تو مر جاوے تو یہ واپس ہو کر میرا ہوگا تو بھی ہبہ جائز ہی اور شرط باطل ہی۔ اور تیسری قسم کے
مثلاً یون کہا کہ یہ گھر تیرے لیے رقبی یا حبس ہی اور سونپ کر دیدیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک یہ عاریت
اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہبہ ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر کہا کہ اطعمتک ہذا الطعام یعنی یہ اناج مین نے تجھے
اطعام[1] کر دیا پس اگر اسکے ساتھ کہا کہ فاقبضہ یعنی اسپر قبضہ کر لے تو یہ ہبہ ہی اور اگر اس نے فاقبضہ نہ کہا تو
اسکے ہبہ یا عاریت ہونے مین مشائخ نے اپنی اپنی شرح مین اختلاف کیا ہی کذا فی المحیط۔ اگر یون کہا کہ مین نے
تجھے اس چوپایہ پر سوار کیا تو یہ عاریت ہی لیکن اگر ہبہ کی نیت کرے تو ہو سکتا ہی اور بعض نے فرمایا کہ سلطان کی طرف
ایسا فرمان ہبہ ہی کذا فی الظہیریہ۔ اور اصل ان مسائل مین یہ ہی کہ اگر ایسا لفظ بولا جس سے تملیک رقبی یعنی عین شئی کا مالک
کر دینا ثابت ہوتا ہی تو یہ ہبہ ہوگا اور جس سے منفعت شئی کا مالک کر دینا معلوم ہو تو عاریت ہوگی اور جس لفظ سے دونون
کا احتمال پیدا ہوتا ہو اسمین نیت پر حکم ہوگا کذا فی المستصفی شرح النافع۔ اور اگر کہا کہ میرا گھر تیرے واسطے ہبہ ہی تو اسمین
رہا کر یا یہ اناج تیرے واسطے ہبہ ہی تو اسکو کھا۔ یا یہ کپڑا تیرا ہی تو اسکو پہنا کر تو یہ ہبہ ہی۔ اور اگر حاکم کیا کہ فلان شخص کو حج
کرا دو اور یہ نہ کہا کہ میری طرف سے حج کرا دو تو اسکو بقدر حج کرنے کے دیا جائیگا اور اسکو ہبہ نہ ہوگا کہ دیا ہی حج نکرے
اسی طرح اگر وصیت کی کہ فلان شخص کو ہزار درم دیئے جاوین تاکہ وہ حج کرے یا ہزار درم حج کے دیئے جاوین تو
بھی یہی حکم ہی یہ تتارخانیہ مین ہی۔ زید کے پاس عمرو کے درم ہین عمرو نے کہا کہ انکو اپنے حوائج مین صرف کر تو یہ قرض ہوگا
اور اگر بجائے درم کے اناج ہو اور عمرو نے کہا کہ اسکو تو کھا تو یہ ہبہ ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اگر کہا کہ نحلتک داری
او اعطیتک او وہبت منک یعنی مین نے تجھے اپنا گھر بخش دیا یا عطا کیا یا ہبہ کیا تو یہ ہبہ ہی کذا فی شرح الطحاوی۔ اور
اگر کہا کہ مین نے یہ گھر تیرے واسطے کر دیا یا گھر تیرا ہی پس تو اسپر قبضہ کر لے تو یہ ہبہ ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی
اگر کہا ہذہ الدار لک او ہذہ الارض لک یعنی یہ دار تیرا ہی یا یہ زمین تیری ہی یہ قول ہبہ ہی اقرار نہین ہی یہ تتمہ مین ہی۔ اگر
کہا کہ ہذہ ہبۃ لک ولعقبک من بعدک یعنی یہ زمین مثلاً ہبہ ہی تیرے واسطے اور جو تیرے بعد تیری نسل ہو تو یہ ہبہ ہوگا اور
پچھلون کا ذکر لغو ہی[2] اسی طرح اگر کہا کہ یہ زمین تیرے واسطے ہی اور جو تیرے بعد تیری نسل ہو انکے واسطے ہی
تو بھی یہی حکم ہی کذا فی المحیط۔ زید نے عمرو سے کہا کہ یہ باندی تیرے واسطے ہی تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ
ایسا ہبہ جائز ہی اور جب عمرو اسپر قبضہ کر لے تو اسکا مالک ہو جائیگا اور اگر یون کہا کہ یہ باندی تیرے واسطے حلال ہی
تو یہ قول ہبہ ہوگا لیکن اگر اس سے پہلے کوئی ایسا کلام بولا ہو جس سے اس امر پر استدلال ہو سکے کہ زید نے اس
قول سے ہبہ مراد لیا ہی تو ہو سکتا ہی اور اگر کہا کہ مین نے اس باندی کی فرج تجھے ہبہ کی تو یہ باندی کا ہبہ کرنا قرار
دیا جائیگا جب اسپر قبضہ کر لے تو مالک ہو جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ تتمہ الاصل مین لکھا ہی کہ اگر یون کہا کہ یہ

[1] اطعام کھلانا طعام دینا ۱۲ اسکے قائل ہونے کی صحت ہبہ کو ... ... اس ...

[2] ... ...

باندی تیرے واسطے ہے پس تو اسپر قبضہ کر لے تو یہ ہبہ ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میرا یہ غلام فلان شخص کے واسطے ہے اور وصیت کو بیان نہ کیا اور نہ وصیت کے ذکر میں یہ کلام کیا اور نہ یہ کہا کہ میرے مرنے کے بعد تو قیاساً و استحساناً یہ ہبہ ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اگر کہا کہ یہ غلام تیری زندگی اور غلام کی زندگی تک تیرا ہے اور اُسنے قبضہ کر لیا تو یہ ہبہ جائز ہے یہ غایۃ البیان میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ این چیز ترا تو یہ ہبہ ہے کہ اسمین قبضہ شرط ہے اور اگر کہا کہ ترا است تو اقرار ہے یہ جنیز کردری میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے داماد سے کہا کہ این زمین ترا است فاذہب فازرعہا یعنی یہ زمین تیری ملک ہے پس تو جا کر اسکی زراعت کر پس اگر داماد نے اُسکے منقولہ کے وقت کہا ہو کہ مین نے قبول کیا تو قبول سے تمام ہبہ کہ زمین اسکی ہو جائیگی اور اگر داماد نے یون نہ کہا تو زمین اُسکی نہو جائیگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ زیادات میں مذکور ہے کہ اگر مسلمان کی ایک جماعت سے کہا کہ یہ مال تمہارا ہے تو یہ ہبہ ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر دوسرے سے کہا کہ یہ مال لے اور اللہ تعالی عزوجل کی راہ مین جہاد کر تو یہ قرض ہے کذا فی الظہیریہ۔ اگر دوسرے سے کہا کہ مین نے یہ ٹوکری گیہون یا یہ کُپا گھی تجھے ہبہ کر دیا تو اس ہبہ مین فقط گیہون اور گھی داخل ہوگا ٹوکری اور کُپا داخل نہوگا۔ اور اگر یون کہا کہ مین نے تجھے یہ گیہون کی ٹوکری یا گھی کا کُپا ہبہ کیا تو فقط ٹوکری اور کُپا داخل ہبہ ہوگا گیہون اور گھی داخل نہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر کہا کہ میرا تمام مال یا ہر شی جو میری ملک میں ہے واسطے فلان شخص کے ہے تو یہ ہبہ ہے کذا فی الاختیار شرح المختار۔ اور اگر کہا کہ سب جسکا مین مالک ہون فلان شخص کے واسطے ہے تو یہ قول ہبہ ہے کہ بدون قبضہ کے جائز نہین ہے۔ اور اگر کہا کہ سب چیز جو میری جانب معروف یا میری طرف منسوب ہے فلان شخص کی ہے تو یہ اقرار ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ ایک نابالغ کے باپ نے کچھ درخت یا انگور کا باغ لگایا پھر کہا کہ مین نے اسکو اپنے بیٹے کے واسطے کر دیا تو یہ ہبہ ہے اور اگر کہا کہ مین نے اپنے بیٹے کے نام کر دیا تو بھی یہی حکم ہے اور یہی اظہر ہے اور اسی پر اکثر مشائخ گئے ہیں یہ غیاثیہ میں ہے۔ اور اگر اُس نے ہبہ کا ارادہ نہ کیا تو اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی کذا فی الملتقط۔ اور اگر کہا کہ اسکو اپنے بیٹے کے نام سے بوتا ہون تو یہ ہبہ نہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر باپ نے کہا کہ سب جو کچھ میرا حق و ملک ہے وہ میرے بیٹے اس نابالغ کی ملک ہے تو یہ کرامت ہے تملیک نہین ہے بخلاف اسکے اگر معین کر دیا اور کہا کہ میری دُکان جسکا مین مالک ہون یا میرا گھر میرے نابالغ بیٹے کا ہے تو یہ ہبہ ہے اور باپ کے قبضہ مین ہونے سے تمام ہو جائیگا یہ قنیہ میں ہے۔ اگر کہا کہ مین نے یہ چیز اپنے فلان بیٹے کے واسطے کر دی تو یہ ہبہ ہوا اور اگر کہا کہ یہ شی میرے نابالغ لڑکے فلان کی ہے تو جائز ہے اور بدون قبول کے ہبہ تمام ہو جائیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر اپنے بیٹے سے کہا کہ این مال ترا کردم یہ مال مین نے تیرا کر دیا یا کہا کہ بنام تو کردم تیرے نام کر دیا یا ان تو کردم یعنی تیری ملک کر دیا یا ایسا ہی کوئی کلام جو اُسکے قائم مقام ہو بیان کیا تو بیٹے کو مالک کر دینا قرار دیا جائیگا یعنی ہبہ ہوگا یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ قد متعتک بہذا الثوب او بہذہ الدراہم یعنی مین نے تجھے یہ کپڑا یا یہ درہم بخشش دیئے اُس نے قبضہ کر لیا تو یہ ہبہ ہے اسی طرح اگر ایسی عورت سے جس سے بدون بیان مہر کے نکاح کیا ہے یون کہا کہ مین نے تجھے یہ کپڑا یا یہ درہم متع دیئے تو یہ ہبہ ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ امام محمد رحمہ سے روایت ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس دوسرے کا کپڑا ودیعت ہو اُسنے مالک سے

کہا کہ یہ کپڑا اپ مجھے عطا کر دے اُس نے کہا کہ مین نے عطا کیا تو یہ ہبہ ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے - اور اگر وہ کپڑا مالک کے پاس ہو تو ودیعت ہوگا یہ محیط مین ہے - اور اگر کہا کہ منحتک ہذہ الارض او ہذہ الدار او ہذہ الجاریۃ یعنی مین نے تجھے یہ زمین یا یہ گھر یا یہ باندی منحہ دی تو یہ عاریت دینا ہے لیکن اگر ہبہ کی نیت کرے تو ہو سکتا ہے - اور اگر کہا کہ منحتک ہذا الطعام او ہذہ الدراہم او ہذہ الدنانیر الخ یعنی مین نے تجھے یہ اناج یا یہ درم یا دینار منحہ دیے تو یہ ہبہ ہے کہ ایسے بدون تلف کرنے عین شی کے انتفاع ممکن نہین اور ایسی ہر چیز کا جس سے انتفاع باوجود عین شی کے باقی رہنے کے ممکن نہین ہے یہی حکم ہے - پس اگر لفظ منحہ کو ایسی چیز کی طرف نسبت کیا کہ جس سے نفع اُٹھانا باوجود عین شی کے باقی رہنے کے ممکن ہے تو ہم اُسکو عاریت دینے پر محمول کرینگے کیونکہ عاریت ادنی ہے اور اگر ایسی چیز کی طرف نسبت کیا جس سے بدون اُس شی کے تلف کرنے کے انتفاع ممکن نہین ہے تو ہم اُسکو ہبہ پر محمول کرینگے یہ محیط سرخسی مین ہے - فتاوی اہل خوارزم مین ہے کہ شیخ رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک چوپایہ دو شخصون مین مشترک ہے ایک نے کہا کہ مین نے اپنا حصہ تجھے ارزانی کیا تو شیخ رحمہ نے فرمایا کہ یہ ہبہ ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے - اور اگر کسی گھر کے حق مین دوسرے سے کہا کہ یہ گھر تیرے واسطے ہبہ اجارہ ایک درم ماہواری پر ہے یا کہا کہ اجارہ ہبہ ایک درم ماہواری پر ہے تو یہ اجارہ ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے زید نے عمرو سے کہا کہ یہ شی مجھے ہبہ کر دے عمرو نے کہا کہ فدا ے تو باد یعنی تجھ پر فدا ہووے یا کہا کہ از تو دریغ نیست یعنی تجھ سے دریغ نہین ہے تو ہبہ نہوگا یہ سراجیہ مین ہے - ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ این کنیزک خویش مرا بخش یعنی اپنی یہ باندی مجھے بخشدے اُس نے جواب دیا کہ فدا ے تو باد تو اُس سے وہ شوہر کی ملک نہوجائیگی ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ می باید کہ این غلام مرا بخشی تا آزادش کنم یعنی چاہیے کہ یہ غلام مجھے بخشدے تاکہ مین اُسے آزاد کر دون اُس نے کہا کہ از تو دریغ نیست تو یہ ہبہ نہوگا یہ جواہر الفتاوی مین ہے - حاکم نے منتقی مین ذکر کیا ہے کہ اگر زید کا کوئی غلام عمرو کے پاس ودیعت ہے پس عمرو نے زید سے کہا کہ یہ غلام مجھے ہبہ کر دے اُسنے کہا کہ وہ تیرے واسطے ہے پس عمرو نے کہا کہ مین نہین قبول کرتا ہون تو یہ ہبہ ہے یہ محیط مین ہے - ایک عورت نے انتقال کیا اور دو لڑکے دوسرے شوہر سے چھوڑے یعنی جس سے نکاح مین انتقال کیا ہے اُس شوہر کا لڑکا نہین ہے پس ایک لڑکے نے اپنی مان کی قبر کے پاس یہ کہا کہ مین نے اپنی مان کے شوہر کو جو اُسپر میری مان کا مہر تھا ہبہ کیا پھر دوسرے لڑکے سے دریافت کیا گیا کہ تو کیا کہتا ہے اُسنے جواب دیا کہ وہی چنان پدر نبود کہ وبرا بیازارم یعنی وہ میرا ایسا پیارا باپ نہین ہے یعنے سوتیلا کہ مین اُسکو آزار دون تو یہ قول مہر کا ہبہ کرنا نہوگا اور نہ بری کر دینا ہے اور اگر اُسنے مہر مین سے اپنا حصہ طلب کیا تو آزار رسانی مین شمار نہوگا یہ جواہر الفتاوی مین ہے کسی فقیہ سے کہا کہ یہ لکڑی اپنی کتابون کے کام مین صرف کر دے تو یہ ہبہ ہے اور کتابون کے کام مین صرف کرنا بطور مشورہ کے قرار دیا جائیگا یہ قنیہ مین ہے - امام محمد رحمہ نے سیر کبیر مین ذکر کیا ہے کہ ایک شخص نے ایک قوم سے کہا کہ مین نے اپنی یہ باندی ہبہ کی جسکا جی چاہے لے لے انہین سے ایک شخص نے لے لی تو اُسی کی ہو جاویگی یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے

دوسرا باب جن صورتون مین ہبہ جائز ہے اور جنمین نہین جائز ہے - جو چیز واہب کے حوزہ تصرفات ورثہ کی املاک سے فارغ ہو اور اُسکے حقوق سے فارغ ہو یعنی اُنکی ملکیت اور حق اُس سے متعلق نہ رہے - اور جو چیز غیر منقسم کہ وہ تقسیم

نہیں کیجاتی ہی اور نہ بعد تقسیم کرنے کے اُس سے اُس جنس انتفاع کا جو تقسیم سے پہلے حاصل تھا حاصل رہتا ہی جیسے بیت
صغیر و حمام صغیر تو اُسکا ہبہ صحیح ہی اور جو شی غیر منقسم کہ تقسیم کیجاتی ہی و بعد تقسیم کے اور قبل تقسیم کے اُس سے انتفاع حاصل
کیا جاتا ہی تو اُسکا ہبہ صحیح نہیں ہی کذا فی الکافی - اور یہ شرط ہی کہ شی موہوب قبضہ کے وقت نہ شیوع کے وقت تقسیم
کرکے علیحدہ کر دی گئی ہو اس دلیل سے کہ اگر زید نے آدھا دار غیر منقسم ہبہ کیا اور ہنوز سپرد نہ کیا تھا کہ باقی نصف
بھی ہبہ کرکے تمام دار سپرد کر دیا تو جائز ہی کذا فی الظہیریہ - اور اگر نصف دار کسی کو ہبہ کرکے سپرد کیا پھر نصف باقی
ہبہ کرکے سپرد کر دیا تو جائز نہیں ہی - اور دونوں فاسد ہیں یہ نہایہ میں لکھا ہی - اور ہبہ کا حکم بدون مقبوضہ ہونے
کے تمام نہیں ہوتا ہی اور اسمیں اجنبی اور اولاد برابر ہیں بشرطیکہ بالغ ہو کذا فی المحیط - اور جس قبضہ سے
ہبہ کا ثابت ہونا متعلق ہی وہ قبضہ ہی جو مالک کی اجازت سے ہو اور اجازت کبھی صریحاً ثابت ہوتی ہی اور کبھی
دلالۃً ثابت ہوتی ہی اور صریحاً کی مثال یہ ہی کہ مثلاً مالک یوں کہے کہ اُسپر قبضہ کر لے جبکہ وہ شی مجلس میں موجود ہو
اور جب مجلس میں نہو تو یوں کہے کہ جاکر اُسپر قبضہ کر لے - پھر اگر وہ شی مجلس میں حاضر ہو اور واہب نے کہا کہ
تو اُسپر قبضہ کر لے اُس نے مجلس میں یا مجلس سے جدا ہونے کے بعد اُسپر قبضہ کر لیا تو قبضہ صحیح ہی اور قیاساً اور
استحساناً اُسکا مالک ہو گیا - اور اگر بعد ہبہ کرنے کے قبضہ کرنے سے موہوب لہ کو منع کر دیا تو قبضہ صحیح نہوگا خواہ مجلس
ہبہ میں قبضہ کیا ہو یا اُسکے بعد - اور اگر مالک نے اُسکو قبضہ کرنے کے لیے صریح اجازت نہ دی ہو اور نہ منع کیا پس
اگر اُسنے مجلس میں اُسپر قبضہ کر لیا تو استحساناً صحیح ہی نہ قیاساً - اور اگر مجلس سے جدا ہونے کے بعد قبضہ کیا تو قیاساً
و استحساناً صحیح نہیں ہی اور اگر شی موہوب مجلس میں موجود نہو غائب ہو اور موہوب لہ نے جاکر اُسپر قبضہ کر لیا پس اگر
باجازت قبضہ کیا ہی تو استحساناً جائز ہی نہ قیاساً اور اگر بدون اجازت کے قبضہ کیا تو قیاساً و استحساناً نہیں جائز ہی
یہ ذخیرہ میں لکھا ہی - زید نے عمرو کو بطور ہبہ فاسدہ کے ایک گھوڑا ہبہ کیا اور عمرو اور گھوڑے کے درمیان تخلیہ
کر دیا یعنے قبضہ کے موانع دور کر دیے اُس نے قبضہ کر لیا تو جائز نہیں ہی یہ جواہر اخلاطی میں ہی - اگر کوئی
ایسی شی جو مجلس میں حاضر تھی زید کو ہبہ کر دی پس زید نے کہا کہ میں نے اُسپر قبضہ کر لیا تو امام محمد رح کے نزدیک
قابض ہو جائیگا اور امام ابو یوسف رح کا قول اسکے خلاف ہی کذا فی السراجیہ اور بقالی میں ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ
اگر شی موہوب مجلس میں موجود ہو اور مالک نے کہا کہ اُسپر قبضہ کر لے اُسنے کہا کہ میں نے قبضہ کر لیا تو جائز ہی بشرطیکہ
اس کہنے سے پہلے کہ (میں نے قبضہ کر لیا) چلا نہ گیا ہو اور صرف یہ کہنا کہ میں نے قبول کیا کافی نہیں ہی - اور اگر مالک نے یہ نہ
کہا کہ تو اُسپر قبضہ کر لے تو قبضہ کی فقط یہی صورت ہی کہ اُس شی کو منتقل کرے پس اگر اُس نے نہ کہا کہ میں نے قبول
کیا تو جائز نہیں ہی اگرچہ شی کو منتقل کیا ہو ولیکن اگر یہ ہبہ اُسکی درخواست اور سوال سے ہوا ہو تو جائز ہو سکتا ہی یہ
محیط میں ہی - اگر زید نے کہا کہ مجھے یہ غلام ہبہ کر دے عمرو نے کہا کہ میں نے ہبہ کر دیا تو ہبہ تمام ہو گیا یہ ینابیع
میں ہی - زید نے عمرو سے کہا کہ خالد کو ہزار درم اس شرط سے ہبہ کر دے کہ میں انکا ضامن ہوں اور عمرو نے
ایسا ہی کیا اور خالد نے قبول کر لیا تو ہبہ جائز ہی اور زید ضامن ہوگا اور حقیقت میں ہبہ کرنے والا وہی زید ہی
نہ عمرو حتی کہ اگر ہبہ سے رجوع کرے تو رجوع کا استحقاق زید کو ہوگا نہ عمرو کو یہ جواہر اخلاطی میں ہی - اگر زید نے عمرو سے
دل لگی میں کہا کہ یہ شی مجھے ہبہ کر دے عمرو نے کہا کہ میں نے ہبہ کر دی اور زید نے کہا کہ میں نے قبول کی اور عمرو نے سپرد کر دی

تو یہ جائز ہو گیا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ مین نے یہ غلام تجھے ہبہ کیا حالانکہ غلام حاضر ہے اور عمرو نے اُسپر
قبضہ کر لیا تو ہبہ جائز ہے اگرچہ عمرو نے یہ نہ کہا ہو کہ مین نے قبول کیا یہ ملتقط مین ہے۔ اور اگر غلام سامنے موجود نہو غائب
ہو اور زید نے عمرو سے کہا کہ مین نے اپنا فلان غلام تجھے ہبہ کیا تو جا کر اُسپر قبضہ کر لے اُس نے جا کر قبضہ کر لیا
تو جائز ہے اگرچہ یہ نہ کہا ہو کہ مین نے قبول کیا اور اسی کو ہم لیتے ہین یہ حاوی مین لکھا ہے۔ زید نے عمرو سے کہا
کہ یہ غلام تیرا ہے اگر تو چاہے پھر اسکو دیدیا پس عمرو نے کہا کہ مین نے منظور کیا تو امام ابو یوسف رح سے روایت ہے
کہ یہ جائز ہے یہ ذخیرہ کردری مین ہے۔ اگر زید نے اپنا غلام عمرو کو ہبہ کیا حالانکہ غلام دونون کے سامنے موجود ہے اور
زید نے یہ نہ کہا کہ تو اُسپر قبضہ کر لے پھر عمرو غلام کو چھوڑ کر چلا گیا تو پھر عمرو کو یہ اختیار نہین ہے کہ زید کی بلا اجازت اُس
غلام پر قبضہ کر لے یہ محیط مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کو کوئی غلام ہبہ کیا اور ہنوز عمرو نے اُسپر قبضہ نہ کیا تھا کہ زید
نے خالد کو وہی غلام ہبہ کیا پھر دونون کو اُسپر قبضہ کرنے کا حکم کیا اور دونون نے اُسپر قبضہ کیا تو خالد کو ملیگا۔
اسی طرح اگر عمرو کو اُسپر قبضہ کا حکم کیا اور اُس نے قبضہ کر لیا تو باطل ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ بیوع فتاوے
مین ہے کہ اگر کوئی غلام خریدا اور ہنوز اُسپر قبضہ نہ کیا تھا کہ کسی شخص کو ہبہ کر دیا یا اُسکے پاس رہن کیا اور اُسکو قبضہ
کرنے کا حکم دیا اور اُس نے قبضہ کیا تو جائز ہے یہ خلاصہ مین ہے۔ غلام ماذون اگر کچھ ہبہ کر دے تو جائز نہین ہے اور اگر
اُسکے مالک نے اجازت دیدی اور اُسپر قرضہ نہین ہے تو جائز ہے اور اگر اُسپر قرضہ ہو تو جائز نہین ہے۔ اگرچہ مالک
اور قرضخواہون نے اجازت دیدی ہو یہ مبسوط مین ہے۔ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ مین نے تجھے اس اناج کی ڈھیری
مین سے کوئی ایک قفیز ہبہ کی اور عمرو نے زید کے سامنے اُسمین سے ایک قفیز ناپ لی تو جائز نہین ہے اور اگر
یون کہا کہ مین نے تجھے اس ڈھیری مین سے ایک قفیز ہبہ کی تو اُسکو ناپ لے اور عمرو نے ناپ لی تو جائز ہے یہ
سراجیہ مین ہے۔ اور اگر کسی شخص کو کپڑے جو ایک مقفل صندوق مین ہین ہبہ کیے اور صندوق دیدیا تو یہ قبضہ نہوگا اور
اگر صندوق کھلا ہوا ہو تو قبضہ ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر شی موہوب اُس شخص کے پاس جسکو ہبہ کی گئی ہے بطور ودیعت
یا عاریت یا امانت کے ہو تو موہوب لہ اُسکا ہبہ اور قبول سے مالک ہو جائیگا اگرچہ از سر نو اُسپر قبضہ نہ کرے یہ
کافی مین ہے۔ اور اگر کرایہ کی چیز مستاجر کو ہبہ کر دی یا غصب کی ہوئی چیز غاصب کو ہبہ کی تو جائز ہے اور وہ ضمان سے
بری ہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر موہوب شے موہوب لہ کے پاس اسطرح ہو کہ اُسکی ضمان بقیمت یا
بمثل لازم ہو جیسے کوئی شی خریدنے کی غرض سے اپنے قبضہ مین کر لی ہو اور مالک نے وہ شی اسی کو ہبہ
کر دی تو صحیح ہے اور فقط ہبہ سے اسمین ملکیت ثابت ہو جائیگی یہ کافی مین ہے۔ اور اگر شی موہوب اُسکے پاس رہن ہو
تو جامع مین مذکور ہے کہ فقط ہبہ کرنے کے ساتھ ہی موہوب لہ اُسکا قابض ہو جائیگا اور وہی رہن کا قبضہ اس
قبضہ ہبہ کا قائم مقام ہو جائیگا اور جب ہبہ بوجہ قبضہ کے صحیح ہو گیا تو رہن باطل ہو گیا تو مرتہن اپنا قرضہ راہن
سے لیگا یہ بدائع مین ہے۔ اور جدید قبضہ کرنے کے معنی یہ ہین کہ جہان وہ شی ہو وہان جا کر اتنا توقف
کرے کہ جتنی دیر مین اُسپر قبضہ کر سکتا ہے کذا فی المستصفی شرح النافع اور اصل یہ ہے کہ جب دونون قبضہ ایک
جنس کے ہون تو ایک دوسرے کا نائب ہو جائیگا اور جس قبضہ مین ضمان لازم ہے وہ بدون ضمان کے قبضہ
کا نائب ہوتا ہے اور جو بدون ضمان کا قبضہ ہو وہ ضمان کے قبضہ کا نائب نہین ہوتا ہے یہ جوہرۃ النیرہ

مین ہی۔ ایک شخص نے اپنے بھائی کو ایک غلام یا کپڑا یا متاع یا دار یا جو پایہ ودیعت دیا پھر کہا کہ مین نے اپنی ودیعت تجھے ہبہ کی حالانکہ وہ مستودع کے پاس موجود ہی تو یہ صحیح ہوگیا بشرطیکہ مستودع نے قبول کیا ہو اور اگر کوئی غلام اپنے بھائی کو ہبہ کیا اور اُس نے واہب کے صریح حکم سے خواہ مجلس مین یا اُسکے بعد اُسپر قبضہ کرلیا تو صحیح ہی پس قبول کی شرط پہلی صورت مین ہی دوسری صورت مین نہین ہی یہ قنیہ مین ہی۔ ایسی غیر منقسم چیز کا جو لائق تقسیم نہین ہی ہبہ کرنا خواہ اجنبی کو ہبہ کرے یا شریک کو جائز ہی کذا فی الفصول العمادیہ اور جو شی غیر منقسم ہو لائق تقسیم ہی اُسکا ہبہ کرنا خواہ شریک کو ہبہ کردے یا اجنبی کو جائز نہین ہی اور اگر موہوب لہ نے اسپر قبضہ کرلیا تو شیخ حسام الدین رح نے واقعات مین فرمایا ہی کہ مختار یہ ہی کہ اُس سے ملکیت ثابت نہین ہوتی ہی اور دوسرے مقام پر لکھا ہی کہ ملک فاسد ثابت ہوتی ہی اور اسی پر فتوے دیا گیا ہی کذا فی السراجیہ اور جو لائق تقسیم نہین ہی ایسی غیر منقسم چیز کے ہبہ کے صحیح ہونے کے واسطے یہ شرط ہی کہ بقدر معلوم ہو حتی کہ اگر کسی غلام مین سے اپنا حصہ ہبہ کردیا حالانکہ حصہ کی مقدار معلوم نہین ہی تو جائز نہین ہی کیونکہ ایسی جہالت سے جھگڑا پیدا ہوتا ہی یہ بحر الرائق مین ہی۔ اور اگر موہوب لہ کو واہب کا حصہ معلوم ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہونا چاہیے اور صاحبین رح کے نزدیک نہین جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور لائق تقسیم چیز مین غیر منقسم دو یا زیادہ آدمیون کو ہبہ کرنا صاحبین رح کے نزدیک صحیح ہی اور امام رح کے نزدیک فاسد ہی باطل نہین ہی حتی کہ قبضہ ہوجانے سے ملکیت ثابت ہوجاتی ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ صدر الشہید نے ذکر کیا ہی کہ اگر لائق تقسیم چیز دو آدمیون کو ہبہ کی حتی کہ یہ امام اعظم رح کے نزدیک فاسد ٹھہرا پھر اُسپر قبضہ کرلیا تو ملک فاسد ثابت ہوگی اور اسی پر فتوی ہی یہ فتاوی عتابیہ مین ہی۔ اور موہوب لہ کو سوائے قبضہ کے اور کسی طرح سے ملکیت نہین ثابت ہوتی ہی یہی مختار ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ اگر واہب کی طرف سے شیوع یعنی غیر انقسام ہو حالانکہ وہ شی ایسی ہی کہ لائق تقسیم ہی تو بالاجماع جواز ہبہ کا مانع ہی اور اگر موہوب لہ کی طرف سے شیوع ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک جواز ہبہ کا مانع ہی بخلاف قول صاحبین رح کے کذا فی الذخیرہ اگر دو شخصون کو ہبہ کیا پس اگر دونون فقیر ہون تو مثل صدقہ کے بالاجماع جائز ہی اور اگر دونون غنی ہون اور ہر ایک کو نصف ہبہ کیا یا مبہم کہدیا کہ مین نے تم دونون کو ہبہ کیا یا ایک کی دوسرے پر تفضیل کی کہ اسکے واسطے دو تہائی اور اُسکے واسطے ایک تہائی ہی تو امام اعظم کے نزدیک تینون صورتون مین صحیح نہین ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ تینون صورتون مین جائز ہی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ تفضیل کی صورت مین جائز نہین ہی اور باقی دو صورتون مین جائز ہی اور مختصر کرخی مین امام ابو یوسف رح سے بروایت ابن سماعہ مذکور ہی کہ اگر دو شخصون نے کہا کہ مین نے تم دونون کو یہ دار ہبہ کیا آدھا اسکو اور آدھا اسکو تو جائز ہی کیونکہ اُسنے مبہم ہبہ کیا اور اس ہبہ واقع ہونے کے بعد جسطرح مبہم ہبہ کا حکم مقتضی تھا اسی طور سے اُس نے تفسیر کی اور اگر اُس نے یون کہا کہ تیرے واسطے مین نے نصف ہبہ کیا اور اُس دوسرے کو نصف دیا تو جائز نہین ہی کیونکہ اُس نے ہر نصف کو دوسرے سے علیحدہ عقد کے ساتھ جدا کرکے ہبہ کیا پس عقد ہبہ مشاع ہوا۔ اور اگر یون کہا کہ مین نے تم دونون کو یہ دار ہبہ کیا دو تہائی تجھکو اور ایک تہائی دوسرے کو تو امام ابو یوسف رح اور امام اعظم رح کے نزدیک نہین جائز ہی اور امام محمد رح کے نزدیک جائز ہی اور امام اعظم رح اور ابو یوسف رح نے اس ہبہ کے فاسد ہونے پر بنا بر دو مختلف اصول کے اتفاق کیا ہی یعنی امام اعظم رح نے

اسکو اس وجہ سے فاسد کہا ہے کہ قبضہ میں اشاعت پائی گئی اور امام ابو یوسف رح نے اسوجہ سے فاسد کہا کہ جب واہب نے دونوں کا حصہ مختلف بیان کیا تو یہ اختلاف اس امر پر دال ہوا کہ ہر ایک کا عقد ہبہ دوسرے سے جدا ہے پس ایسا ہو گیا کہ گویا اُس نے غیر منقسم میں ہر ایک کا عقد ہبہ علیحدہ مقرر کیا اور بسبب اسکے کہ قبل ہبہ کے ہبہ میں قبضہ شرط ہے یہ سراج الوہاج میں ہے - اگر دو شخصوں نے ایک شخص کو ایک دار ہبہ کیا تو بالاجماع صحیح ہے یہ مضمرات میں ہے - اور واضح ہو کہ یہ عقد ہبہ کا فاسد کرنے والا وہ شیوع ہے جو عقد ہبہ سے مقارن ہو اور وہ شیوع جو طاری ہو جاوے وہ مفسد نہیں ہے مثلاً ہبہ کیا پھر بعض غیر منقسم میں ہبہ سے رجوع کیا اور بعض میں استحقاق ثابت ہوا تو مفسد نہوگا بخلاف رہن کے کہ اسمیں شیوع جو طاری ہو جاوے وہ بھی مفسد ہوتا ہے یہ شرح وقایہ میں ہے - اگر لائق تقسیم چیز میں ہبہ مشاع کیا پھر اسکو الگ کر کے سپرد کر دیا تو ہبہ صحیح ہو گیا یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر نصف کا ہبہ کیا اور پوری چیز سپرد کر دی تو جائز نہوگا اور اگر تمام کا ہبہ کیا اور متفرق سب پر قبضہ دیا تو جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے - اگر زید کو نصف دار ہبہ کر کے سپرد کر دیا پھر باقی آدھا عمرو کو ہبہ کیا تو اسمیں سے کچھ جائز نہوگا اور اگر پہلے کو آدھا سپرد کر کے ہنوز قبضہ نہ دیا یہانتک کہ عمرو کو باقی آدھا ہبہ کر کے تمام دار دونوں کو سپرد کر دیا تو امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک جائز ہے اور بمنزلہ اسکے ہوا کہ دونوں کو وہ دار یکبارگی ہبہ کیا حالانکہ یہ جائز ہے یہ مبسوط میں ہے - اور اگر ایک درم ثابت دو شخصوں کو ہبہ کیا تو اسمیں اختلاف مشائخ ہے اور صحیح یہ ہے کہ جائز ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ ثابت دینار بمنزلہ درم ثابت کے ہوجاتا ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے - اور اگر بعض الدرہم یعنے ایک درم میں سے بعض کسی شخص کو ہبہ کیا تو جائز ہے کذا فی الصغری ایک شخص کے پاس دو درم ہیں اُس نے ایک شخص سے کہا کہ میں نے ان دونوں میں سے ایک تجھے ہبہ کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر دونوں درم وزن و جودت میں یکسان ہوں تو جائز نہیں ہے اور اگر دونوں میں فرق ہو تو جائز ہے کیونکہ پہلی صورت میں یہ قول دونوں میں سے ایک کو شامل ہوا اور دوسری صورت میں ایک درم کے وزن کو شامل ہوا اور یہ ایسے غیر منقسم کا ہبہ ہے جو لائق تقسیم نہیں ہے - ایک شخص نے ایک شخص کو دو درم دیے اور کہا کہ ان دونوں میں سے نصف تیرا ہے حالانکہ وہ دونوں وزن اور جودت میں یکسان ہیں تو امام اعظم رح سے روایت ہے کہ یہ جائز نہیں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک بھاری یا زیادہ کھرا یا کھوٹا ہو تو جائز ہے اور یہ ہبہ ایسی شی غیر منقسم کا ہوگا جو لائق تقسیم نہیں ہے - اور اگر کہا کہ دونوں میں سے ایک تہائی میں نے تجھے ہبہ کی حالانکہ دونوں وزن و جودت میں یکسان ہیں اور دونوں اسکو دیدیے تو جائز ہے - اور اگر کہا کہ دونوں میں سے ایک تیرے واسطے ہبہ ہے تو جائز نہیں ہے خواہ دونوں یکسان ہوں یا مختلف ہوں یہ فتاوی قاضیخان میں ہے - فتاوی اہل خوارزم میں ہے کہ ذکر کیا گیا ہے کہ قاضی بدیع الدین سے کسی نے دریافت کیا کہ اگر کسی نے اپنی ذی رحم محرم سے کہا کہ بگیر این پنج دینار را بوے وے انداختت یعنے لے یہ پانچ دینار تجھے دیے اور اسکی طرف پھینکدیے پس قبل اسکے کہ وہ اسپر قبضہ کر لے پھر لے لیے تو قاضی رح نے فرمایا کہ ہبہ صحیح نہیں ہوا یہ تاتارخانیہ میں ہے - ایک شخص نے دوسرے کو نو درم دیے اور کہا کہ تین درم انمیں سے تیرے قرضہ کی ادا میں اور تین درم تجھکو ہبہ ہیں اور تین صدقہ کے ہیں پس سب ضائع ہو گئے تو تین درم ہبہ کا ضامن ہوگا کیونکہ یہ ہبہ فاسد تھا

اور صدقہ کے تین درمون کا ضامن ہوگا کیونکہ صدقہ غیر منقسم جائز ہے الا ایک روایت مین آیا ہے کہ نہین جائز ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کو آدھا یا تہائی غلام ہبہ کر کے سپرد کر دیا تو جائز ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ایک شخص نے دو شخصون کو دو غلامون کا آدھا یا مختلف کپڑون کا آدھا یا دس مختلف کپڑون کا نصف جیسے زطی و مروی و ہروی وغیرہ ہبہ کر دیا تو جائز ہے ایسی ہی مختلف چار پایون کا بھی یہی حکم ہے اور اگر ایک ہی قسم مین ایسا واقع ہو تو جائز نہین ہے مگر جب تقسیم کر کے علیحدہ کر دے تو جائز ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر کسی دیوار یا خاص رستہ یا حمام مین سے اپنا حصہ ہبہ کیا اور بیان کر دیا اور موہوب لہ کو اسپر قبضہ کرا دیا تو جائز ہے چنانچہ اگر کوئی اپنا بیت مع تمام حدود و حقوق کے تقسیم کر کے اپنے تعلقات سے فارغ کر کے دوسرے کو ہبہ کیا اور موہوب لہ نے مالک کی اجازت سے اسپر قبضہ کر لیا لیکن بیت کی آمد و رفت کی گذرگاہ اسکے اور دوسرے شخص کے درمیان مشترک رہی تو ایسا ہبہ جائز ہے یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے دو کپڑے ایک شخص کو دیے اور کہا کہ ان دونون مین جو تو چاہے وہ تیرے واسطے اور دوسرا فلان شخص کے واسطے ہے پس اگر دونون کے جدا ہونے سے پہلے اُس نے بیان کر دیا کہ کونسا اُسکے واسطے ہے تو جائز ہے ورنہ جائز نہین ہے یہ سراجیہ مین ہے۔ ایک غلام ماذون پر بہت قرضہ ہے اسکو اسکے مالک نے کسی شخص کو ہبہ کر دیا تو یہ جائز نہین ہے اور یہ قرضہ اسکی گردن پر رہیگا کہ اُسی قرضہ مین وہ فروخت کیا جائیگا ولیکن اگر اسکا وہ مالک جسکے قبضہ مین یہ غلام ہے اسکی طرف سے قرضہ ادا کرے تو ہوسکتا ہے اور اس قول کے کہ ہبہ جائز نہین ہے یہ معنے ہین کہ ہبہ تمام نہین ہوتا ہے اور قرضخواہون کو اختیار ہے کہ اسکا ہبہ باطل کرین پھر فرمایا کہ اگر موہوب لہ اُس غلام ماذون کو لے گیا اور اب اُسپر قابو نہین پہونچتا ہے تو قرضخواہون کو اختیار ہے کہ واہب سے اُس قدر قیمت کا مواخذہ کرین جو ہبہ کرنے کے روز غلام ماذون کی قیمت تھی یہ مبسوط مین ہے۔ جو ہبہ فاسد ہو وہ قبضہ کر لینے سے مضمون ہوتا ہے یعنے اسکی ضمان واجب ہوتی ہے اور کتاب المضاربۃ مین صریح لکھا ہے کہ اگر زید نے عمرو کو ہزار درم دیے اور کہا کہ اُسکے آدھے مضاربت مین ہین اور نصف تجھکو ہبہ ہین پھر وہ سب تلف ہوگئے تو انمین سے مضارب بقدر حصہ ہبہ کے ضامن ہوگا یہ فتاوی عتابیہ مین ہے۔ زید نے عمرو کو نصف دار اپنا ہبہ مین عطا کیا اور نصف باقی اُسکو صدقہ مین عطا کیا اور عمرو نے قبول کر کے اُسپر قبضہ کر لیا تو یہ جائز ہے۔ اور واہب کو اختیار ہے کہ جس نصف کا اُس نے ہبہ مین نام لیا ہے اُسمین رجوع کر لے یعنے واپس کر لے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر زید نے نصف دار عمرو کو ہبہ کیا یا صدقہ مین دیا اور سپرد کر دیا پھر واہب نے یعنے زید نے جو ہبہ یا صدقہ مین دیا ہے فروخت کر دیا تو وقف الاصل مین مذکور ہے کہ اُسکی بیع جائز ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ کتاب الاصل مین صریح مذکور ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنا نصف دار کسی کو ہبہ کر کے سپرد کر دیا اور موہوب لہ نے اُسکو فروخت کر دیا تو جائز نہین ہے اور فتاوی مین صریح لکھا ہے کہ یہی مختار ہے یہ وجیز کردری مین ہے۔ ایک غلام دو شخصون مین مشترک ہے اسکو ایک شریک نے کوئی چیز ہبہ کی پس اگر وہ چیز لائق تقسیم ہے تو ہبہ اصلاً صحیح نہین ہے اور اگر تقسیم ہونے کا احتمال نہین رکھتی ہے تو اُسکے شریک کے حصہ مین صحیح ہے کیونکہ یہ ہبہ مشاع ہے کہ محتمل قسمت نہین ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور فتاوی عتابیہ مین ہے کہ اگر کسی حربی نے مسلمان کو ہبہ کیا اور وہ دار الحرب کو لوٹ گیا پھر آیا تو استحساناً قبضہ جائز ہے اور اگر موہوب لہ پر دو مختلف مال آتے ہون اور اُس نے دونون مین سے ایک ہبہ کیا تو صحیح ہے اور اُسکا بیان کرنا اُسی پر ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر ایسا کر ہبہ کیا جسمین واہب کا

مثال مختلف کپڑون کی

اسباب ہی اور گھر اُسکے سپرد کردیا یا مع اسباب کے گھر سپرد کیا تو صحیح نہین ہی اور حیلہ اس باب مین یہ ہی کہ پہلے وہ اسباب موہوب لہ کو ودیعت دیکر اُسپر قبضہ کرادے پھر وہ گھر اُسکے سپرد کرے - اور اگر فقط اسباب بدون گھر کے ہبہ کیا اور اسباب پر قبضہ دیدیا تو صحیح ہی اور اگر گھر و اسباب دونون ہبہ کرکے دونون پر قبضہ دیدیا تو ہبہ دونون مین صحیح ہی کذا فی جوہرۃ النیرہ اور اگر سپرد کرنے مین تفریق کردی مثلاً دونون مین ایک کو ہبہ کرکے سپرد کیا پھر دوسرے کو ہبہ کرکے سپرد کیا پس اگر گھر کا ہبہ مقدم رکھا تو گھر کا ہبہ صحیح نہوگا اور اسباب کا ہبہ صحیح ہوگا اور اگر اسباب کا ہبہ مقدم رکھا تو دونون کا ہبہ صحیح ہوگا - اور اگر زمین بدون کھیتی کے یا کھیتی بدون زمین کے یا درخت بدون پھل کے یا پھل بدون درخت کے ہبہ کیے اور قبضہ دیدیا تو دونون صورتون مین ہبہ صحیح نہین ہی کیونکہ دونون مین سے ہر ایک دوسرے سے[ملہ] مثل ایک جزو کے دوسرے جزو سے متصل ہونے کے اتصال رکھتا ہی پس یہ ہبہ مثل ایسے ہبہ مشاع کے قرار پایا جو محتمل قسمت ہی - اور اگر دونون مین سے ہر ایک کو علیحدہ ہبہ کیا مثلاً زمین کو ہبہ کیا پھر کھیتی کو ہبہ کیا یا کھیتی کو پھر زمین کو ہبہ کیا پس اگر سپرد کرنے مین دونون کو یکبارگی سپرد کیا تو دونون کا ہبہ جائز ہی اور اگر سپرد کرنے مین تفریق کی تو دونون کا ہبہ جائز نہین ہی خواہ دونون مین سے کسی کو مقدم رکھا ہو یہ سراج الوہاج مین ہی - اور اگر گھر کو ہبہ کیا اور سپرد نہ کیا یہانتک کہ اسباب کو ہبہ کرکے دونون کو سپرد کیا تو ہبہ جائز ہی اور اگر تھیلی یا گون ہبہ کردی اور سپرد نہ کیا یہانتک کہ اناج جو اُسمین بھرا ہوا ہی وہ بھی ہبہ کیا اور دونون کو یکبارگی سپرد کیا تو سب کا ہبہ جائز ہی یہ محیط مین ہی - اور اگر یہ ایسے وقت مین کیا کہ جسوقت گھر واہب کے تعلق سے فارغ تھا اور سپرد ایسی حالت مین کیا کہ جب اُسکے تعلق مین مشغول ہوا تو صحیح نہین ہی اور اسکا یہ کہنا کہ اس گھر پر قبضہ کرلے یا مین نے تجھے سپرد کیا یہ صحیح نہین ہوگا جس حالت مین کہ واہب اُسمین رہتا ہو یا اُسکے اہل و عیال ہون یا اسکا اسباب رکھا ہو یہ تاتارخانیہ مین ہی - شاغل کا ہبہ جائز ہی اور مشغول کا ہبہ جائز نہین ہی قلت مثلاً کسی گون مین اناج ہی تو گون کا ہبہ ناجائز ہی اور اناج کا ہبہ جائز ہی فافہم - اور اصل اس جنس کے مسائل مین یہ ہی کہ اگر موہوب کا اشتغال ملک واہب کے ساتھ ہو تو ہبہ کا اتمام نہین ہوتا ہی کیونکہ قبضہ شرط ہی یعنی قبضہ مین بالکل تخلیہ چاہیے اور اگر ملک واہب کا اشتغال موہوب کے ساتھ ہو تو وہ ہبہ تمام ہونے کا مانع نہین ہی مثال اُسکی یہ ہی کہ اگر ایسی گون ہبہ کی جسمین اناج ہی تو جائز نہین ہی اور اگر اناج جو کسی گون مین ہی ہبہ کیا تو جائز ہی اور اسی قیاس پر اُسکی نظیرون کا حکم ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی - اگر کسی شخص کو ایک باندی جسکے تن پر زیور اور کپڑے تھے ہبہ کرکے سپرد کردی تو یہ جائز ہوگا اور ایسے ہی اگر صدقہ دیا تو بھی جائز ہوگا اور اُسکا زیور اور کپڑے واہب کے ہونگے نہ موہوب لہ کے یا متصدق علیہ کے کیونکہ عرف و عادت یون ہی جاری ہی وقال رحمہ اللہ پس اگر باندی کے تن پر کپڑا اسی قدر ہو جس سے اُسکا ستر چھپتا ہی تو موہوب لہ کا ہونا چاہیے - اور اگر فقط زیور و کپڑا جو باندی کے تن پر ہی ہبہ کیا یا باندی کو ہبہ کیا تو جائز نہوگا تاوقتیکہ اُتار کر موہوب لہ کو سپرد نہ کردے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اگر ایسا چوپایہ جسپر جھول یا لگام تھی بدون جھول و لگام کے ہبہ کرکے سپرد کیا تو ہبہ پورا ہوگیا اور اگر جھول یا لگام بدون چوپایہ کے ہبہ کی تو ہبہ پورا نہوا یہ محیط مین ہی - اگر ایسا چوپایہ ہبہ کیا جسپر بوجھ لدا ہی تو جائز نہین ہی اور اگر بوجھ جو چوپایہ پر ہی ہبہ کیا اور بوجھ مع چوپایہ کے سپرد کیا تو جائز ہی - اور اگر پانی جو گلاس مین ہی ہبہ کیا تو جائز ہی اور اگر گلاس بدون پانی کے ہبہ کیا تو

[ملہ] قولہ دوسرے سے الخ یعنی جیسے ایک جزو کے اجزا آپس مین متصل ہوتے ہین اسی طرح

نہیں جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر جورو نے اپنا گھر جسمین اپنے شوہر کے ساتھ رہتی ہی اپنے شوہر کو ہبہ کیا اور رہی تو جائز ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ اور منتقی مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ شوہر کو نہین جائز ہی کہ اپنی عورت کو اور عورت کو نہین جائز ہی کہ اپنے شوہر کو یا کسی اجنبی کو وہ گھر ہبہ کرے جسمین وہ دونون رہتے ہین اور یہی حکم بالغ لڑکے کا ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر کسی زمین کی کھیتی یا درخت کے پھل یا تلوار کا حلیہ یا دار کی عمارت یا ڈھیری کے گیہون ایک کو ہبہ کیے اور موہوب لہ کو کھیتی کاٹ لینے یا پھل توڑ لینے یا حلیہ جدا کر لینے یا عمارت توڑ کر لے لینے یا گیہون پیمانہ کر لینے کا حکم کیا اُسنے ایسا ہی کیا تو استحسانًا جائز ہی اور یون قرار دیا جائیگا کہ گویا اُس نے بعد کھیتی وغیرہ کاٹ لینے کے ہبہ کی ہی اور اگر اُس نے قبضہ کی اجازت نہ دی اور موہوب لہ نے ایسا کیا تو ضامن ہوگا یہ کافی مین ہی۔ اور اگر زید کے پاس کوئی دار اجارہ پر ہو اور مالک نے اُسکی عمارت زید کو ہبہ کی تو جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر کوئی گھر مع اسکے اسباب کے ہبہ کیا اور سپرد کر دیا پھر اسباب پر کسی شخص نے استحقاق ثابت کیا تو گھر کا ہبہ صحیح رہا یہ کافی مین ہی۔ اگر شی موہوب کا سوائے واہب کے کسی دوسرے کی ملک کے ساتھ اشتغال ہو تو آیا یہ امر ہبہ پورا ہونے کا مانع ہی یا نہین ہی پس صاحب محیط نے ہبہ زیادات کے باب اول مین ذکر کیا ہی کہ یہ امر مانع نہین ہوتا ہی چنانچہ فرمایا ہی کہ اگر زید نے اپنا دار عمرو کو مستعار دیا پھر عمرو نے خالد کا اسباب غصب کر کے اُس دار مین رکھا پھر زید نے عمرو کو وہ دار ہبہ کیا تو ہبہ دار جائز ہی اسی طرح اگر خود معیر یعنی زید نے کوئی مال خالد کا غصب کر کے دار مین رکھا ہو پھر وہ دار مستعیر کو ہبہ کیا تو بھی جائز ہی اور ہبہ پورا ہوگا اگرچہ یہ امر ظاہر ہو کہ وہ دار ایسی شی کے ساتھ مشغول تھا جو موہوب نہین ہی کیونکہ وہ دار ملک واہب کے ساتھ جو ہبہ پورا ہونے کی مانع ہوتی ہی مشغول نہین ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ اگر زید نے عمرو کو گھر مع اسباب کے ودیعت دیا پھر گھر اُسکو ہبہ کر دیا تو ہبہ صحیح ہی پھر اگر وہ اسباب تلف ہو گیا حالانکہ مستودع نے اُسکو اپنی جگہ سے منتقل نہین کیا ہی پھر ایک شخص نے اگر اسباب پر اپنا استحقاق ثابت کیا تو اُسکو موہوب لہ سے ضمان لینے کا اختیار حاصل ہوگا اور ابن رستم رح نے ذکر کیا ہی کہ یہ قول امام محمد رح کا ہی اور امام ابو یوسف رح کا یہ قول ہی کہ اگر اُسمین سے ایک تکیہ پر بھی استحقاق ثابت ہو تو گھر کا ہبہ باطل ہو جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر کوئی جوال مع اُس متاع کے جو اُسکے اندر تھی یا کوئی گون مع اسکے گیہون کے ہبہ کر کے موہوب لہ کے سپرد کر دی پھر متاع یا گیہون استحقاق ثابت کر کے لے لیے گئے تو جوال اور گیہون کا ہبہ صحیح رہیگا یہ محیط مین ہی۔ اسی طرح اگر جوال مع اُس متاع کے جو اُسکے اندر ہی ہبہ کر دی اور کل پر قبضہ دیدیا پھر وہ جوال استحقاق مین لے لی گئی تو اُسکی متاع کا ہبہ صحیح رہیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی زید نے اپنا گھر ہبہ کیا اور اسمین اسباب تھا اور سب سپرد کر دیا پھر اسباب مین استحقاق ثابت ہوا تو گھر کا ہبہ باطل نہوگا اور اگر اسباب تلف ہو گیا پھر اسمین استحقاق ثابت ہوا حالانکہ خواہ موہوب لہ نے اُسکو اپنی جگہ سے منتقل کیا ہو یا نہ کیا ہو تو مستحق کو اختیار ہی چاہے موہوب لہ سے ضمان لے یا واہب سے اور بعض نے فرمایا کہ یہ امام محمد رح کا قول ہی اور شیخین رح کے نزدیک جب تک اُسکو منتقل نہ کرے تب تک ضامن نہوگا اور بعض نے فرمایا کہ یہ سب کا قول ہی اور یہی صحیح ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر ایک گھر کسی شخص کو ہبہ کیا اُس نے قبضہ کر لیا پھر کچھ گھر استحقاق مین لیا گیا تو ہبہ باطل ہو گیا یہ ینابیع مین ہی اور اگر کوئی زمین مع اسکی کھیتی کے ہبہ کر کے دونون سپرد کی

یا کوئی نخل مع اُسکے ثمر کے ہبہ کرکے دونوں سپرد کر دیے پھر کھیتی اور ثمر میں بدون زمین و نخیل کے استحقاق ثابت ہوا تو زمین اور نخیل کا ہبہ باطل ہی یہ محیط میں ہی۔ اگر کوئی زمین اور اسکی کھیتی ہبہ کی اور کاٹ کر پھر سپرد کی پھر دونوں میں سے ایک میں استحقاق ثابت ہوا تو دوسرے کا ہبہ باطل ہو جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اگر کوئی کشتی جسمین اناج ہی مع اناج کے ہبہ کی پھر اناج استحقاق میں لیا گیا تو امام ابو یوسف رح کے قول میں ہبہ باطل ہو گیا اور ابن رستم رح نے کہا کہ یہ قول امام اعظم رح کا ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ کشتی کا ہبہ باطل نہو گا یہ فتاوے قاضی خان میں ہی۔ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ مین نے تجھے یہ دونوں بیت ہبہ کیے حالانکہ دونوں میں سے ایک بیت مشغول ہی یعنی ملک واہب سے اسکا تعلق ہی تو دونوں میں سے کسی کا ہبہ جائز نہین۔ اور اگر کہا کہ میں نے تجھے یہ بیت اور اپنا حصہ اُس دوسرے بیت میں سے ہبہ کیا تو یہ جائز ہی یہ خزانۃ المفتین میں ہی۔ فتاوی عتابیہ میں ہی کہ اگر کسی نے اپنا گھر اپنی جورو اور اُسکے پیٹ کے بچہ کے واسطے ہبہ کیا یا دونوں پر صدقہ کیا تو جائز نہین ہی اور اگر زندہ و مردہ کے واسطے کوئی دار یا دیوار ہبہ کی تو سب زندہ کے واسطے جائز ہی یہ تاتارخانیہ میں ہی اور اگر باندی کو ہبہ کیا اور جو کچھ اُسکے پیٹ میں ہی اُسکو مستثنی کیا تو باندی اور اُسکے بچہ کا ہبہ جائز ہوا اور استثنا کرنا باطل ہی یہ مبسوط میں ہی۔ اگر کسی نے جو کچھ اُسکے پیٹ میں ہی آزاد کیا پھر باندی کو ہبہ کیا تو باندی کا ہبہ جائز ہی اور اصل کی کتاب العتاق میں لکھا ہی کہ اگر کسی نے جو کچھ اُسکے باندی کے پیٹ میں ہی مدبر کیا پھر باندی کو ہبہ کیا تو جائز نہین ہی اور بعض نے فرمایا کہ اسمین دو روایتیں آئی ہیں ایک روایت میں آیا ہی کہ آزاد کرنے اور مدبر کرنے دونوں صورتوں میں ہبہ جائز نہین ہی اور بعض نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں ہبہ جائز ہی اور صحیح یہ ہی کہ دونوں میں فرق ہی کہ اعتاق کی صورت میں جائز ہی اور مدبر کرنے کی صورت میں نہین جائز ہی یہ فتاوی قاضیخان میں ہی۔ ایک شخص کا ایک موتی گم ہو گیا اُس نے دوسرے کو ہبہ کیا اور اجازت دیدی کہ تلاش کرکے جب جہان پائے اُسپر قبضہ کر لے تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ یہ ہبہ فاسد ہی کیونکہ ایسی شی کا ہبہ ہی جسکے وجود و عدم کا خطر ہی یہ ظہیریہ میں ہی۔ اگر مضاربت کا مال مضارب کو ہبہ کیا حالانکہ کچھ مال مضارب کے پاس موجود ہی اور کچھ لوگون پر ہی تو جو کچھ اُسکے ہاتھ میں ہی اُسکا ہبہ جائز ہی اور جو کچھ لوگون پر ہی اگر کہا کہ اُسپر قبضہ کر لے تو جائز ہی اور اگر مضارب نے کہا کہ مال میں نفع ملا ہوا ہی تو ہبہ جائز نہین ہی یہ محیط میں ہی۔ دو شریکون میں سے اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ میں نے نفع میں سے اپنا حصہ تجھے ہبہ کر دیا تو مشایخ نے فرمایا کہ اگر وہ مال بعینہ قائم ہو تو ہبہ صحیح نہو گا کیونکہ یہ ہبہ غیر منقسم ایسی شی کا ہی جو تقسیم ہوتی ہی اور اگر شریک نے مال تلف کر دیا ہو تو صحیح ہی کیونکہ ایسی حالت میں یہ اسقاط حق ہی کذا فی الظہیریہ

تیسرا باب تحلیل کے متعلق مسائل کے بیان میں۔ اگر زید نے عمرو سے کہا انت فی حل مما اکلت من مالی یعنی تو حلت میں ہی جو کچھ تو میرا مال کھاوے تجھے حلال ہی تو اسکو حلال ہی کہ کھاوے لیکن اگر نفاق کی علامتین موجود ہون تو ایسا نہو گا یہ ملتقط میں ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا من اکل من مالی فہو فی حل جسنے میرا مال کھایا وہ حلت میں رہا یعنی اُسکو حلال ہی تو فتوے اسپر ہی کہ مخاطب کو حلال ہی یہ سراجیہ میں ہی۔ ابن مقاتل سے روایت ہی کہ اگر ایک شخص مالک درخت نے کہا کہ جسنے اس درخت میں سے کھایا وہ حلت میں رہا تو اسمین سے غنی و فقیر

کو کھانے مین کچھ ڈر نہین ہی اور یہی مختار ہی یہ فتاوے عتابیہ مین ہی - ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ حللنی من کل
حق ہو لک علی یعنے مجھے ہر حق سے جو تیرا مجھپر ہی حلال کر دے یعنی بری کر دے اُسنے ایسا ہی کیا اور اُسکو بری کر دیا
پس اگر صاحب حق اپنے حق سے واقف تھا تو یہ شخص حکم و دیانت دونون طرح سے بری ہو جائیگا اور اگر واقف نہ تھا
تو حکم کی راہ سے وہ بالاجماع بری ہو جائیگا اور دیانۃً امام ابو یوسف رح کے نزدیک بری ہوگا اور اسی پر فتوی ہی یہ خلاصہ
مین ہی - زید نے عمرو کو کوئی چیز دی اُسنے اپنے مال مین ملا دی اور غالب گمان اسکا یہ ہی کہ اُسکا جدا کر کے تمیز کر لینا ممکن
نہین ہی پس اُسکے مالک سے حلت کی درخواست کی اُس نے اُسکو حلال در روا کر دی پھر اُس شخص نے وہ چیز پائی اور
پہچان لی یعنے ممیز ہو گئی تو مالک کو واپس کر دے یہ قنیہ مین ہی - زید نے عمرو سے کہا کہ تجھکو میرا مال حلال ہی جہان تو
پاوے جسقدر چاہے لے لے تو امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ یہ مقولہ صرف درم و دینار کے حق مین رکھا
جائیگا اور اگر عمرو نے زید کی زمین یا درخت مین سے فواکہ یا میوہ لے لیا یا اُسکی بکری یا گا سے دودھ لی اور دودھ
لے لیا تو اُسکو حلال نہین ہی یہ ظہیریہ مین ہی - اور اگر فواکہ یا اونٹ یا بکری لے لی تو حلال نہین ہی یہ خلاصہ مین لکھا ہی
ایک شخص نے کہا کہ مین نے فلان شخص کے واسطے اپنے مال مین سے کھا لینا مباح کر دیا حالانکہ وہ فلان شخص
اس قول سے واقف نہین تو اُسکو کھا لینا حلال نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر فلان شخص نے ناواقفی مین اُسکا
کچھ مال لے لیا تو اُس نے مال حرام لیا اور روا نہوگا جب تک کہ اجازت و اباحت سے آگاہ نہو یہ تاتارخانیہ مین ہی
زید کا عمرو پر کچھ قرضہ ہی اور زید تمام قرضہ سے واقف نہین ہی پس عمرو نے اُس سے کہا کہ تو نے مجھے جو کچھ تیرا
مجھپر آتا ہی اُس سے بری کیا اُس نے جواب دیا کہ دونون جہان مین مین نے تجھے بری کیا تو شیخ نصیر رحمہ اللہ
نے فرمایا کہ وہ صرف اُسی قدر سے بری ہوگا کہ جسقدر اُس نے توہم کیا کہ میرا آتا ہی اور محمد بن سلمہ رح نے فرمایا
کہ سب سے بری ہو جائیگا اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ حکم قضا مین ایسا ہی حکم ہوگا جیسا کہ محمد بن سلمہ رح
نے فرمایا اور حکم آخرت ایسا ہوگا جیسا کہ شیخ نصیر رحمہ اللہ نے فرمایا ہی یہ ذخیرہ مین ہی - زید نے عمرو سے کہا کہ جو تو میرا
مال کھاوے تجھے حلال ہی یا لے لے یا عطا کر دے تو عمرو کو اُسکا مال کھا لینا حلال ہی اور لے لینا یا عطا کر دینا
حلال نہین ہی یہ سراج الوہاج مین ہی - قال جعلتک فی حل الساعۃ او فی الدنیا یعنی ایک شخص نے دوسرے سے کہا
کہ مین نے تجھے اس ساعت یا دنیا مین حلال کر دیا تو تمام ساعتون مین اور دونون جہان مین بری ہوگا یہ وجیز کردری
و خلاصہ مین ہی - اگر دوسرے سے کہا کہ جو میرا تجھپر ہی اُسکا نہین تجھ سے مخاصمہ کرونگا اور نہ طلب کرونگا تو شیخ
امام رح نے فرمایا کہ یہ قول کچھ نہین ہی اور اُسکا حق قرضدار پر بحالہ باقی رہیگا یہ حاوی مین ہی - امام ابو القاسم رح
سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنا چوپایہ سائبہ کر کے چھوڑ دیا بسبب اسکے کہ اُسمین کچھ بیماری تھی پھر اُسکو
ایک شخص نے پکڑ کر اچھا کر لیا تو وہ کسکا ہوگا فرمایا کہ اُسی کا ہوگا جسنے سائبہ کر کے چھوڑا ہی اور اگر اُسنے چھوڑتے
وقت یون کہا ہو کہ جو چاہے اُسکو لے لے اور اُسکو کسی نے پکڑ لیا تو اُسی کا ہوگا جس نے پکڑا ہی اور فقیہ ابو اللیث رح
نے فرمایا کہ اگر اُس نے کسی قوم معین کے واسطے یہ اجازت دی ہو کہ تم سے جو شخص چاہے اُسکو پکڑ لے
تو یہی حکم ہوگا جو مذکور ہوا اور اگر اُس نے کسی قوم معین کے واسطے یہ اجازت نہ دی یا یہ اجازت بالکل
بیان ہی نہ کی تو وہ چوپایہ اُسکے مالک کی ملک رہیگا اور اُسکو اختیار ہی کہ جہان اُسکو پاوے پکڑ کر لے لے اور

فتاوی مین یہ مسئلہ مطلقاً مذکور ہی کوئی تفصیل اس امر کی بیان نہین ہی کہ اُس نے یہ قول کسی معین قوم کے واسطے
بیان کیا یا مطلقاً بیان کیا یہ محیط مین ہی - اور اگر اپنا چوپایہ چھوڑ دیا اور کہا کہ مجھے اسکی کچھ حاجت نہین ہی اور یہ نہ کہا
کہ یہ اُسکا ہی جسنے اُسے پکڑ لیا پھر اُسکو کسی نے پکڑ لیا تو اُسکا نہو جائیگا - اور اگر مملوک پرند چھوڑ دیا تو وہ بھی بمنزلہ چوپایہ
چھوڑ دینے کے ہی اور مشایخ نے فرمایا کہ اگر پرند در اصل وحشی پرندون مین سے ہو تو اسکا چھوڑ دینا بیجا ہے جبتک
کہ یہ نہ کہے کہ جو شخص اُسکو پکڑے یہ اُسی کے واسطے ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی - اگر کسی نے اپنا چوپایہ چھوڑ دیا
اور اُسکو کسی نے پکڑ کر درست کر لیا پھر اُسکے مالک نے آکر اُسکو لینا چاہا اور یہ اقرار کیا کہ جسوقت مین نے اُسکو
چھوڑا ہی اسوقت یہ کہا تھا کہ جو اُسکو پکڑ لے اُسی کا ہی یا اس کہنے سے انکار کیا پھر اُسپر گواہ قائم کیے گئے یا قسم لی
گئی اور وہ قسم سے نکول کر گیا تو یہ چوپایہ دوسرے کو جس نے پکڑا ہی دیا جائیگا خواہ اُسنے یہ مقولہ سنا ہو اور
حاضر ہو یا غائب ہو اور اُسکو اُسکی خبر پہونچی ہو کذا فے الخلاصہ - امام ابوبکر رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص
نے اپنا کپڑا پھینک دیا تو فرمایا کہ کسی شخص کو جائز نہین ہی کہ اُسکو لے لے جب کہ اُس نے پھینکتے وقت یہ
نہ کہا ہو کہ جسکا جی چاہے اُسکو لے لے - اور روضہ قفات مین لکھا ہی کہ اگر کسی شخص نے ایک انگور کا گچھا اٹھا لیا اور زعم
کیا کہ پھینکنے والے نے کہا ہی کہ جو اُسکو اُٹھا لے اُسی کا ہی اور اس امر پر گواہ قائم کیے یا پھینکنے والے سے قسم لی اور
اُسنے نکول کیا تو وہ اُٹھا لینے والے کو ملیگا اور اگر پھینکنے والا حاضر نہو کہ اُسکا کلام سننے مین آوے لیکن اٹھانے
والے کو خبر ہوئی کہ اُس نے یون کہا ہی تو اُسکو خبر پر اٹھانے کا اختیار ہی یہ حاوی مین ہی - اور اگر زید نے عمرو
کا کوئی دار یا درم غصب کر لیے اور وہ غاصب کے ہاتھ مین موجود ہین پھر مغصوب منہ نے بیان کیا کہ انت منہا
من حل یعنے تو ان دونون سے حلت مین ہی تو غاصب اُن دونون کی ضمان سے بری ہوگا اور یہ دونون
بحالہ مغصوب منہ کی ملک رہینگے یہ تاتارخانیہ مین ہی - ایک شخص نے ایک گچھا انگور کا غصب کر لیا اور مالک نے غاصب
کو جو کچھ حق اُسکا غاصب پر آتا تھا اُس سے حلال کر دیا تو ائمہ بلخ نے فرمایا ہی کہ یہ تحلیل اُس حق سے متعلق ہی جو غاصب کے
ذمہ واجب ہی نہ اُس انگور کے خوشہ سے کذا فے القنیہ - امام محمد رح سے روایت ہی کہ اگر زید کا عمرو پر کچھ مال
آتا ہی اُس نے کہا کہ مین نے تجھے وہ مال حلال کر دیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ یہ ہبہ ہی اور اگر کہا کہ مین نے تجھکو
اُس مال سے حلال کر دیا تو یہ برارت ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر کہا کہ ترا بحل کردم حالانکہ مخاطب پر اسکا قرضہ آتا ہی
تو قرضدار بری ہو جائیگا اور اگر کہا کہ ہمہ غریمان خود را بحل کردم یعنے تمام اپنے قرضدارون کو مین نے بحل کیا
تو تمام قرضدار بری ہو جاوینگے اور اُسکے تحت مین اجارہ طویلہ کا مال داخل نہوگا یہ خلاصہ مین ہی - اگر کاروانسراے
مین چوپاؤن کا گوبر ہی اور مالک نے ہبہ کیا تو نوادر ہشام مین روایت ہی کہ یہ گوبر اُسکا ہی جسنے اُسکو لے لیا اور
کاروانسراے کا مالک اسکا زیادہ حقدار نہ سمجھا جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی - اگر کسی نابالغ کو کوئی شی کھانے کی ہبہ کی گئی تو
امام محمد رح نے فرمایا کہ اُسکے والدین کو اُسمین سے کھانا جائز ہی اور اکثر مشایخ بخارا نے فرمایا کہ یہ حلال نہین ہی یہ
سراجیہ مین ہی - اور اکثر مشایخ بخارا نے فرمایا کہ مباح نہین ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی - اگر نابالغ لڑکے کے واسطے فواکہ
ہدیہ بھیجے گئے تو اُسکے والدین کو اُسمین سے کھانا روا ہی کیونکہ درحقیقت ہدیہ اُنھین کو بھیجا گیا ہی اور بچہ کا ذکر
درمیان مین لانا فقط ہدیہ کو حقیر خیال کرنے کی وجہ سے ہی - اور کسی نے ختنہ کا ولیمہ کیا اور لوگون نے اُسکے پاس

ہدیہ بھیجا تو مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہے بعضون نے کہا کہ یہ لڑکے کا ہوگا خواہ لوگون نے کہا ہو کہ یہ لڑکے
کے واسطے ہے یا نہ کہا ہو خواہ باپ کو سپرد کیا ہو یا بیٹے کو اور بعضون نے کہا کہ والدین کا ہے۔ اور بعضون نے کہا کہ اگر انہون
نے ولد کے واسطے کہا تو ولد کا ہے اور اگر کچھ نہ کہا تو والد کا ہے۔ اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ اگر وہ ہدیہ لڑکے کے
لائق ہے جیسے پہننے کے کپڑے یا کوئی ایسی چیز جو اُسکے استعمال کی ہے تو وہ لڑکے کی ہوگی اور اگر ہدیہ مین درہم یا
دینار ہون یا کوئی اسباب خانہ داری یا حیوانات مین سے ہو پس اگر باپ کے عزیزون یا دوستون مین سے کسی نے
بھیجی تو وہ باپ کی ہوگی۔ اگر کسی شخص نے ختنہ کے واسطے کھانا کیا اور لوگون نے اُسکو ہدیے بھیجے اور لڑکے کے سامنے
رکھے پس خواہ ہدیہ دینے والے نے یہ کہا ہو کہ یہ لڑکے کے واسطے ہے یا نہ کہا ہو اگر وہ ہدیہ ایسا ہوگا کہ جو لڑکے
کے لائق ہے مثل کپڑے یا گیند وغیرہ کے تو وہ لڑکے کے واسطے ہوگا کیونکہ ایسی چیزین لڑکے کی ملک مین دینے کی
عادت ہے اور اگر لڑکے کے لائق نہو پس اگر باپ کے عزیزون یا دوستون مین سے کسی نے بھیجا ہے تو وہ باپ
کا ہے اور اگر ماں کے عزیزون و دوستون مین سے کسی نے بھیجا ہے تو وہ ماں کا ہے کیونکہ باپ کی صورت مین باپ
کا مالک اور ماں کے عزیزون سے ماں کا مالک کرنا مقصود ہے پس ایسے مقام پر عرف و عادت پر اعتماد کیا جاتا ہے حتی
کہ اگر کسی مقام پر اس عرف و عادت کے سوائے کوئی سبب دلیل ظاہری کسی دوسرے امر پر قائم ہو تو اُسپر اعتماد
کیا جائیگا اسی طرح اگر اپنی دختر کے زفاف کا ولیمہ کیا اور لوگون نے ہدیے بھیجے تو اسمین بھی اسی طور سے تقسیم ہوگی۔
اور یہ سب اُس صورت مین ہے کہ ہدیہ دینے والے نے یہ نہ کہا ہو کہ یہ ماں کا ہے یا باپ کے واسطے ہے یا شوہر کے واسطے ہے
یا جورو کے واسطے ہے اور اُسکے قول کی طرف رجوع کرنا بھی متعذر ہو۔ اور اگر اُسنے ایسا کہدیا تو اسی کے بیان کے
موافق رکھا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہے ایک شخص سفر سے آیا اور جسکے پاس اُترا اُسکے پاس کچھ ہدیہ رکھا اور کہا کہ اسکو اپنی
اولاد اور جورو اور اپنے درمیان تقسیم کردے پس اگر ہدیہ دینے والا موجود ہو تو اُسکے بیان کی طرف رجوع کیا جائیگا اور
اگر نہو تو جو چیزین خاصۃً عورتون کے لائق ہین وہ جورو کو ملینگی اور جو چیزین لڑکیون کے لائق ہین وہ لڑکیون کو
اور جو لڑکون کے لائق ہین وہ لڑکون کو اور جو خود اُس شخص کے لائق ہین وہ اُسکو ملینگی اور اگر ہدیہ ایسی چیز ہو کہ مرد
و عورت سب کے لائق ہے تو دیکھا جائیگا کہ اگر ہدیہ دینے والا مرد کے عزیزون یا دوستون مین سے ہے تو مرد کے
واسطے ہوگی اور اگر عورت کے اقارب اور شناساؤن سے ہے تو اُسکو ملیگی کیونکہ اعتماد ایسے مقام پر عرف و عادت پر ہوتا ہے
یہ محیط مین ہے اگر کسی شخص نے دوسرے کو کسی پیالہ یا ظرف مین کوئی ہدیہ بھیجا پس اگر ہدیہ مثل ثرید وغیرہ کے ہو تو اُسکو
اُسی ظرف مین کھانا جائز ہے کیونکہ دلالۃً اُس برتن مین کھانے کی اجازت دی گئی ہے اسواسطے کہ اگر دوسرے برتن
مین کرے تو اُسکی لذت جاتی رہیگی اور اگر وہ مثل فواکہ وغیرہ کی قسم سے ہو پس اگر دونون مین کشادہ روئی اور بے
تکلفی ہو تو بھی اُسی برتن مین کھا لینا مباح ہے ورنہ مباح نہین ہے۔ اور اگر ہدیہ کسی برتن یا ظرف مین بھیجا اور عادت
یہ ہو کہ وہ ظرف واپس کیا جاوے تو وہ شخص برتن و ظرف کا مالک نہوگا جیسے پیالہ اور ٹوکری و قنقنی وغیرہ اور اگر
برتن واپس کرنے کی عادت نہو جیسے چھوہارون کی زنبیل وغیرہ جیسے ڈالی مین آتی ہے تو وہ ظرف بھی ہدیہ ہے کہ
اُسکا واپس کرنا لازم نہین ہے۔ پھر جب وہ ظرف ہدیہ نہوا تو اُسکے پاس امانت رہیگا اور اُسکو سوائے ہدیہ
کے دوسری چیز مین استعمال کرنے کا اختیار نہوگا اور اگر عادت جاری ہو کہ اُسی ظرف مین ہدیہ کی چیز کھاتے

تو کھا سکتا ہی اور اگر عادت یون ہو کہ اُس ظرف سے نکال لے اور ظرف کو خالی کر دے تو اُسکا خالی کر دینا اُسپر لازم ہوگا یہ سراج الوہاج مین ہی - ابن مقاتل رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ چند لوگ ایک دسترخوان پر بیٹھے اور اُنھون نے ایسے شخص کو جو دوسرے دسترخوان پر ہی یا جو اُنکے ساتھ نہین بلکہ انکی خدمت کر رہا ہی کوئی چیز دیدی تو ابن مقاتل رحمہ نے فرمایا کہ انکو یہ فعل روا نہین ہی اور اگر ایسے شخص کو دی جو اُنکے ساتھ اُنکے دسترخوان پر ہی تو کچھ ڈر نہین ہی اور فقیہ رحمہ نے فرمایا کہ یہ قول قیاسی ہی اور استحسانًا یہ حکم ہی کہ جو شخص اس ضیافت مین شریک ہی اگر اُسکو کچھ چیز دی تو جائز ہی اور ہم اسی استحسان کو لیتے ہین یہ حاوی مین ہی - زید نے عمرو سے کہا کہ میرے انگور کے باغ مین جا اور انگور لے لے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو مختار یہ ہی کہ ساتھ انگور لے کذا فی الفتاوی الغیاثیہ - اور اگر گیہون سے لینے کو اسی طرح کہا تو دو من لے کذا فی المحیط اور من سے مراد من شرعی ہی - ایک لڑکا ہدیہ لایا اور کہا کہ میرے باپ نے تجھے ہدیہ بھیجا ہی تو اسکو کھانا جائز ہی ولیکن اگر اُسکے دل مین یہ گذرے کہ یہ جھوٹا ہی تو جائز نہین ہی یہ ملتقط مین ہی - امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ اگر زید نے عمرو سے دس درم کو ایک کپڑا خریدا اور درم وزن مین بھاری کر دیے یعنی جو مجھپر سے تھے اُن سے راجح دیے تو قبول نہ کرے جب تک وہ یہ نہ کہدے کہ تجھے حلال ہین یا تیرے واسطے ہین یہ حاوی مین ہی - اگر وکیل نے کہا کہ مین تیرے مال لینے سے بچ جاؤن اور سالم رہون یعنی یہ چاہتا ہون کہ اگر وکیل متضرر ہون تو اُس سے بچ جاؤن اور موکل نے کہا کہ تو میرے مال لینے سے ایک درم سے سو درم تک حلت مین ہی پھر وکیل نے وکالت اختیار کی تو اُسکو یہ روا نہین ہی کہ یکبارگی سو درم یا پچاس درم لے لے اور اُسکو یہ روا ہی کہ کھانے پینے یا درم سے جو ضروری ہو لے لے یہ ملتقط مین ہی - ایک شخص نے اپنے قرض دینے والے کو کوئی چیز ہدیہ بھیجی پس اگر قرض لینے سے پہلے کوئی شی ہدیہ نہ بھیجتا ہو تو قبول کرنا مکروہ ہی یہ سراجیہ مین ہی - ایک گاے دو شخصون مین مشترک ہی دونون اس امر پر رضامند ہوئے کہ ہر ایک کے پاس پندرہ پندرہ روز رہے اور وہ اُسکا دودھ لے تو یہ باطل ہی اور کسی کو زیادہ حلال نہوگا اگرچہ ایک دوسرے کو حلت مین کر دے یعنی حلال کر دے ولیکن اگر زیادتی والا زیادتی کو تلف کر دے پھر دوسرا اُسکو حلال کر دے یعنی معاف کر دے تو روا ہوگا کیونکہ پہلی صورت مین یہ ایسی شی غیر منقسم کا ہی جو محتمل قسمت ہی اسواسطے نہین جائز ہی اور دوسری صورت مین اگرچہ ہبہ مشاع ہی ولیکن قرضہ کا ہی اسواسطے جائز ہی یہ فتاوے عمادیہ مین ہی - دولھن کی ڈولی کا تکیہ ایک شخص لوٹ لایا اور اُسکو فروخت کیا تو حلال ہی بشرطیکہ وہ لٹانے کے واسطے رکھا گیا ہو یہ قنیہ مین ہی قرضخواہ سے کہا گیا کہ تیرا قرضدار مر گیا اور اُسنے کچھ نہین چھوڑا اُسنے کہا کہ فہو فی حل یعنی وہ حلت مین ہی تو بری ہو جائیگا اور علی ہذا اگر یون ہی کہا گیا اور اُسنے کہا کہ ہو بری یعنی وہ بری ہی اور پھر اُسکے برخلاف ظاہر ہوا یعنی اُسنے مثلًا کچھ چھوڑا ہی تو وہ بری رہیگا اور اگر کہا کہ فہو بری لیس وہ بری ہی تو بری ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی - اگر زید نے عمرو کو دودھ ہدیہ بھیجا پھر معلوم ہوا کہ یہ دودھ اُسکے نابالغ لڑکے کی گاے کے دودھ کا ہی تو جائز نہین ہی اور دودھ کے دہی بنا دینے سے باپ اسکا مالک ہو جائیگا اسیطرح اگر باپ نے نابالغ کو اُسکا عوض دیدیا تو بھی یہی حکم ہی کذا فی القنیہ

چوتھا باب

قرضدار کو قرضہ ہبہ کرنے کے بیان مین - قرضدار کو قرضہ ہبہ کرنا قیاسًا و استحسانًا جائز ہی اور قرضہ سوائے قرضدار کے دوسرے کو ہبہ کرنا استحسانًا جائز ہی جبکہ پہلے قرضہ وصول کرنے کا حکم اُسکو دیدے

یہ تاتارخانیہ مین ہی- قرضدار کو قرضہ ہبہ کرنا یا بری کرنا بدون قرضدار کے قبول کرنے کے تمام ہوجاتا ہی اور اگر قرضدار اسکے ہبہ کرنے یا بری کرنے کو رد کردے تو رد ہوجاتا ہی اسکو عامہ مشایخ نے ذکر کیا ہی [یعنے یہ کہکر مین نے قبول کیا ۱۲] اور یہی مختار ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی- اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ یہ قرضہ بدل الصرف نہو اور اگر بدل الصرف ہو اور قرضخواہ نے اسکو ہبہ یا بری کیا تو اُسکے قبول کرنے پر موقوف رہیگا پس اگر قبول کیا تو بری ہوگا اور اگر نہ قبول کیا تو بری نہوگا اور باقی تمام قرضون مین خواہ قبول کرے یا نکرے بری ہوجاتا ہی ولیکن باقی تمام قرضون مین ہبہ یا بریت اُسکے رد کرنے سے رد ہوجائیگی- اور یہ سب حکم اصیل کا ہی اور اگر کفیل کو قرضہ ہبہ کیا تو بدون قبول کے تمام نہوگا اور اگر کفیل نے رد کردیا تو رد ہوجائیگا اور اگر کفیل کو بری کیا تو بدون قبول کے تمام ہوجائیگا اور رد کرنے سے رد نہوگا- اور اگر اصل قرضدار کو قرضہ ہبہ کیا یا اُسکو بری کیا اور وہ رد کرنے سے پہلے مرگیا تو بری ہوگیا اسی طرح اگر مرگیا ہو اور پھر قرضخواہ نے اُسکو بری کیا یا حلت مین کردیا تو جائز ہی پھر اگر وارث نے رد کردیا تو اُسکا رد کرنا کام دیگا اور موثر ہوگا اور مال کا حکم ہوگا یعنی حکم کیا جائیگا کہ فلان میت اسقدر قرضدار ہی اور یہ امام ابو یوسف رح کا قول ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اُسکا رد کرنا کچھ کام کا نہین ہی اور برارت بحالہ رہیگی یہ ذخیرہ مین ہی- اور اگر طالب نے اصیل کو قرضہ سے بری کیا یا ہبہ کردیا پس اگر اُس نے قبول کیا تو اصیل اور کفیل دونون بری ہوجائینگے اور اگر قبول نہ کیا تو بری نہونگے یہ خلاصہ مین ہی- ایک شخص پر قرضہ ہی وہ اُسکے ادا کرنے سے پہلے مرگیا اور قرضخواہ نے قرضدار کے وارث کو قرضہ ہبہ کیا تو صحیح ہی خواہ ترکہ اُسکا مستغرق ہو یا نہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہی- اور اگر وارث نے رد کیا تو ہبہ رد ہوجائیگا بخلاف قول امام محمد رح کے- اور اگر بعضے وارثون کو ہبہ کیا تو سب کو ہبہ ہوگا اور اگر وارث کو بری کیا تو بھی صحیح ہی یہ وجیز کردری مین ہی- فتاوے آہو مین ہی کہ اگر وارثون مین سے ایک کو قرضہ سے بری کیا تو اُسکے حصہ مین صحیح ہی اور خزانہ مین لکھا ہی کہ دو عقد ایسے ہوتے ہین کہ اُنمین مرجانا بمنزلہ قبول عقد کے قرار دیا جاتا ہی- ایک مدیون کو دین ہبہ کرنا کہ اگر مدیون نے قبول نہ کیا یہانتک کہ مدیون مرگیا اور دوسرا عقد وصیت کہ اگر موصی لہ نے قبول نہ کیا یہانتک کہ موصی مرگیا تو ہبہ و وصیت واجب ہوگئی- اور فتاوے عتابیہ مین لکھا ہی کہ اگر قرضہ قرضدار کے نابالغ بیٹے کو ہبہ کیا تو جائز نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی- اگر قرضدار نے طالب سے کہا کہ جو تیرا مجھپر ہی اُس سے تو مجھے بری کردے اُس نے کہا کہ ضرور مین نے مجھے اپنے قرضہ سے جو تجھپر ہی بری کردیا پھر مدیون نے کہا کہ مین نہین قبول کرتا ہون تو وہ بری ہوگیا یہ خلاصہ مین ہی اگر ایک وارث نے اپنا حصہ قرض مدیون کو تقسیم سے پہلے ہبہ کیا اور ترکہ مین نقود و عروض دونون ہین- تو استحساناً مثل صلح کے صحیح ہی- قال رضی اللہ عنہ اور اگر مال عین سے اپنا حصہ کسی وارث یا غیر وارث کو ہبہ کیا تو محتمل قسمت چیزون مین صحیح نہین ہی اور جو چیزین غیر محتمل قسمت ہین اُنمین صحیح ہی کذا فے القنیہ فتاوے آہو مین لکھا ہی کہ اگر مدیون سے مال وصول کرلیا پھر اُس سے کہا کہ وامے کہ مرا بود اِست ترا بخشیدم یعنے جو میرا قرضہ تجھپر تھا مین نے تجھے بخشدیا تو ہبہ صحیح ہی اور جب ہبہ صحیح ہوا تو مدیون کو اختیار ہی کہ جو کچھ اُسنے طالب کو دیا ہی اُس سے واپس کرلے یہ تاتارخانیہ مین ہی- قرضخواہ نے قرضدار کو قرضہ ہبہ کیا اُسنے قبول نہ کیا اور نہ رد کیا یہانتک کہ دونون مجلس سے جدا ہوگئے پھر چند روز کے بعد اگر [ہبہ کو] رد کردیا تو اسمین مشایخ کا اختلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ ہبہ رد نہوگا یہ جواہر اخلاطی مین ہی- اور آیا رد ہبہ کے واسطے [مجلس] مجلس

لے قولہ فقال یعنی شیخ رحمہ اللہ مصنف کہا قال مصنف کتاب کہ ۔۔۔ رض ۔۔۔ شرط

ایسا ہونا شرط ہی اسمین مشایخ کا اختلاف ہی کذا فی التاتارخانیہ - ماذون کبیر مین لکھا ہی کہ اگر زید کا عمرو کے غلام پر قرضہ ہو زید نے عمرو کو ہبہ کر دیا تو صحیح ہی خواہ غلام پر اسقدر قرضہ ہو کہ اُسکی گردن قرضہ مین ڈوبی ہوئی ہو یا نہو اور آیا عمرو لینے اُسکے مولے کے رد کرنے سے ہبہ رد ہوگا تو بعض نے فرمایا کہ بالاجماع رد ہوجائیگا اور یہی مختار ہی یہ غیاثیہ مین ہی - اگر قرضہ دو شخصون مین مشترک ہو یعنی دونون اُسکے مالک ہون اور ایک شریک نے اپنا حصہ مدیون کو ہبہ کیا تو صحیح ہی اور اگر مطلقاً نصف دین ہبہ کیا تو چوتھائی مین ہبہ نافذ ہوگا اور چوتھائی مین موقوف رہیگا جیسا کہ نصف غلام مشترک کے ہبہ کر دینے کی صورت مین حکم ہی یہ فتاوے صغری مین ہی - اگر قرضدار نے قرضخواہ کو کچھ مال ہبہ کیا تو قرضخواہ اُسکا بوجہ ہبہ کے مالک ہوگا نہ بوجہ قرضہ کے یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے اپنے مکاتب سے کہا کہ جو میرا تجھپر ہی مین نے تجھے ہبہ کیا پس مکاتب نے کہا کہ مین نہین قبول کرتا ہون تو مکاتب آزاد ہوگیا اور مال اُسپر قرضہ رہا یہ سراج الوہاج مین ہی - فتاوے آہو مین لکھا ہی کہ شیخ برہان الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص مفلس حال مین مرگیا اور اُسپر قرضہ ہی پس ایک شخص نے احسان کر کے اُسکا قرضہ ادا کر دیا پس آیا اُسکا قرضہ ساقط ہوجائیگا تو شیخ رحمہ نے فرمایا کہ نہین اسواسطے کہ ساقط کا ساقط کرنا متصور نہین ہوسکتا کیونکہ قرضہ اُسکے مفلس مرنے سے ساقط ہو چکا تھا اور آخرت مین مطالبہ کا حق ساقط نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی - اور بھی شیخ رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مستاجر مرگیا اور اجارہ ٹوٹ گیا پس وارثان مستاجر نے اجارہ دہندہ سے کہا کہ ازین خانہ بیزار شدیم - یعنی ہم اس گھر سے بیزار ہوئے پس آیا مال اجارہ سے بری ہوگا تو شیخ رحمہ نے فرمایا کہ بری نہوگا بلکہ ساقط ہوگا - اور اگر اُسکی قبر کے پاس اجارہ دہندہ نے کہا کہ آزاد کن گردن این غریب را یعنی اس غریب کی گردن آزاد کر دے پس وارث نے کہا کہ وے خود آزاد است یعنی وہ خود آزاد ہی تو بری نہوگا یہ ملتقط مین ہی - اور قاضی بدیع الدین سے دریافت کیا گیا کہ اگر ایک شخص متوفی کی جورو نے کہا کہ مین نے اپنا آٹھوان حصہ اور مہر فرزندون کو ارزانی کیا تو آیا ترکہ سے بریت ہوگی فرمایا کہ نہین یہ تاتارخانیہ مین ہی - اور اگر اُسنے قرضدار سے کہا کہ ترکت دینی علیک یا فارسی مین کہا حق خویش بتو ماندم قلتب یا اُردو مین کہا کہ مین نے اپنا قرضہ تجھپر چھوڑ دیا تو یہ ابرا ہوگا حتی کہ اُسکے بعد دعوے نہین کر سکتا ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی - اور قاضی جمال الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے نیکوکاری کی راہ سے دوسرے شخص قرضدار کا قرضہ طالب کو ادا کر دیا پھر طالب نے بعد قرضہ وصول کر لینے کے مطلوب کو بری کر دیا پس آیا احسان کرنے والے کو جو اُس نے ادا کیا ہی واپس کر لینے کا اختیار ہی فرمایا کہ ہان واپس کر سکتا ہی - ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ اپنی مان کے شوہر کی گردن اُس حق سے جو تیری مان کا اُسپر ہی آزاد کر دے اُس نے کہا کہ مین نے آزاد کیا اگر وہ میری مان کو بحل کر دے اُس نے کہا کہ مین نے بحل کیا پس آیا یہ ابرا ہی فرمایا کہ نہین کیونکہ تعلیق بخطر ہی اور جسکے وجود و عدم کا خطرہ ہو اُسکی تعلیق باطل ہی - اسی طرح اگر کسی سے کہا کہ مرا بحل کن - مجھے بحل کر دے اُس نے کہا کہ مین نے بحل کیا اگر تو مجھے بحل کر دے اُس نے جواب دیا کہ مین نے بحل کیا تو پہلے شخص کا ابرا صحیح نہین ہی اور دوسرے کا ابرا صحیح ہی - اور اگر پہلی صورت مین کہا کہ گردن او بیزار کردم او قال آزاد کردم ولکن تا مادر مرا بحل کند یعنی مین نے شوہر مادر کی گردن بیزار کی

یا آزاد کر دی و لیکن تا کہ میری ماں کو بحل کرے تو یہ ابراء صحیح ہے اور اگر یوں کہا کہ تجھے بحل کر دے تا کہ تجھے
بحل کر دوں اُسنے کہا کہ مین نے بحل کیا پس اُسنے کہا کہ مین نے بھی بحل کیا تو جسقدر قرضہ ہے اُس سے بری
ہوجائیگا اور جو مال عین ہے اس سے بری نہوگا جیسے غصب و ودیعت وغیرہ کذا فی التاتارخانیہ

پانچوان باب ہبہ سے رجوع کرنے کے بیان مین اور جو چیزین رجوع سے مانع ہین اور جو نہین مانع ہین اُنکے بیان مین - فتاوی عتابیہ مین لکھا ہے کہ ہبہ سے رجوع کر لینا سب حالتون مین مکروہ ہے مگر صحیح ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے - جاننا چاہیے کہ ہبہ چند طرح کا ہوتا ہے ایک ہبہ ذی رحم محرم کو اور ایک اجنبی کو اور ایک ذی رحم کو جو محرم نہین ہے اور ایک محرم کو جو ذی رحم نہین ہے اور ان سب صورتون مین سپرد کرنے سے پہلے واہب کو رجوع کرنے کا حق حاصل ہے کذا فی الذخیرہ خواہ وہ حاضر ہو یا غائب ہو اور اُسنے قبضہ کر لینے کی اجازت دیدی ہو یا نہ دی ہو کذا فی المبسوط اور بعد سپرد کر دینے کے ذی رحم محرم سے واپس کر لینے کا حق نہین رکھتا ہے اور ذی رحم محرم کے سوا سے باقیون مین رجوع کر سکتا ہے و لیکن بعد سپرد کر دینے کے خود واہب فقط رجوع کر لینے مین مستقل نہوگا بلکہ حکم قاضی یا موہوب لہ کی رضامندی کا محتاج ہوگا اور سپرد کر دینے سے پہلے خود ہی واہب فقط رجوع کر سکتا ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے اور واہب کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو کچھ ہبہ واپس کر لے یہ ظہیریہ مین ہے اور الفاظ رجوع کے یہ ہین رجعت فی ہبتی او ارتجعتہا او رددتہا الی ملکی او ابطلتہا او نقضتہا یعنی مین نے اپنی ہبہ مین رجوع کر لیا یا ہبہ واپس لیا یا ہبہ اپنی ملک مین واپس لیا یا ہبہ باطل کیا یا اسکو توڑ دیا اور اگر اُسنے ایسا کوئی لفظ نہ کہا و لیکن ہبہ کو بیع یا رہن کیا یا غلام موہوب کو آزاد یا مدبر کیا تو یہ رجوع نہوگا اسی طرح اگر کپڑے کو رنگا یا طعام موہوب کو اپنے ذاتی طعام مین خلط کیا تو رجوع نہوگا اور اگر کہا کہ جس وقت مہینہ شروع ہو اُسیوقت مین نے ہبہ سے رجوع کیا تو صحیح نہین ہے یہ جوہرہ نیرہ مین ہے اور ایسے عوارض جو ہبہ سے رجوع کرنے کے مانع ہوتے ہین وہ چند قسم کے ہین ازانجملہ موہوب کا تلف ہو جانا ہے کیونکہ اُسکی قیمت واپس نہین کر سکتا اسواسطے کہ قیمت پر عقد ہبہ نہین قرار پایا ہے اور ازانجملہ موہوب شی کا موہوب لہ کی ملک سے باہر ہو جاتا ہے خواہ بیع و ہبہ وغیرہ کسی سبب سے خارج ہوئی ہو اور اسی طرح موت بھی ہے کیونکہ وارث کو جو ملکیت ثابت ہوئی وہ مورث کی ملکیت ثابتہ کے غیر ہے - اور اگر کسی شخص کے غلام کو ہبہ کیا اور غلام نے قبضہ کر لیا تو واہب کو رجوع کر لینے کا اختیار ہے اور یہی حکم مکاتب مین ہے کہ اگر اُسکو کچھ ہبہ کیا اور اُسنے قبضہ کر لیا تو واہب رجوع کر سکتا ہے اور اگر مکاتب عاجز ہو کر پھر رقیق کیا گیا تو بھی امام ابو یوسف رح کے نزدیک واہب رجوع کر سکتا ہے اور ازانجملہ واہب کا مر جانا ہے کذا فی البدائع - اور اگر موہوب لہ نے کچھ ہبہ اپنی ملک سے نکال دیا تو واہب باقی مین رجوع کر سکتا ہے زائل مین نہین کر سکتا ہے اور اگر موہوب لہ نے موہوب کسی دوسرے کو ہبہ کر دی پھر رجوع کر لی تو پہلے واہب کو رجوع کر لینے کا اختیار ہے یہ جوہرہ نیرہ مین ہے اور ازانجملہ موہوب مین زیادتی متصلہ حاصل ہو جاتی مانع ہوتی ہے خواہ موہوب لہ کے فعل سے زیادتی ہوئی ہو یا اُسکے فعل سے نہوئی ہو اور خواہ زیادتی متولدہ ہو یا غیر متولدہ ہو مثلاً شی موہوب ایک باندی لاغر تھی وہ موٹی تازی ہو گئی یا گھر تھا کہ اُسمین عمارت بنوائی یا زمین تھی اُسمین درخت لگائے یا چرخ بنوایا یا ایسی ہی پن چکی کی کوئی چیز تیار کرائی اور وہ زمین مین ثابت ہے اور اُسپر مبنی ہوئی ہے اسطرح کہ زمین کی بیع مین بدون ذکر کے داخل ہو جاتی ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو یا موہوب کوئی کپڑا تھا کہ اُسکو عصفر یا زعفران سے رنگا یا اُسکی

قمیص قطع کر کر سلائی یا جبہ تھا کہ اُسمین روئی وغیرہ بھرائی یا قبا بنوائی تو یہ سب صورتین رجوع سے مانع ہین اور اگر کپڑے کو ایسے رنگ سے رنگا یا جس سے زیادتی یا کمی نہین آتی ہو تو واہب رجوع کر سکتا ہی یہ بدائع مین ہی۔ حسن بن زیاد نے مجرد مین امام اعظم رح سے روایت کی ہی کہ اگر کسی نے دوسرے کو ایک کپڑا ہبہ کیا اُسنے سیاہ رنگا یا تو واہب رجوع کر سکتا ہی کذا فی المحیط اور صاحبین کے نزدیک نہین رجوع کر سکتا ہی جیسا کہ دوسرے رنگون مین ہی اور امام ابو یوسف رح پہلے مثل قول امام اعظم رح کے فرماتے تھے پھر رجوع کیا اور کہا کہ اکثر سیاہ رنگانے مین سرخ سے زیادہ خرچ پڑتا ہی اور بعض نے فرمایا کہ یہ اختلاف اُس صورت مین ہی کہ رنگ سیاہ زیادتی مین شمار نہ کیا جاتا ہو اور اگر زیادتی مین شمار ہو یعنی اس رنگ سے قیمت کپڑے کی بڑھ جاتی ہو تو بالاتفاق رجوع نہین کر سکتا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی اور زیادت متصلہ وہ زیادتی ہی جو نفس موہوب مین کسی ایسی شی کی زیادتی ہو جس سے قیمت بڑھجاتی ہو جیسے جمال وسلائی اور رنگ وغیرہ۔ اور اگر فقط اُس شی کا نرخ بڑھجاوے تو واہب کو رجوع کر لینے کا اختیار ہی اسی طرح اگر نفس موہوب مین زیادتی ہو مگر اس سے قیمت مین زیادتی نہوتی ہو تو بھی یہی حکم ہی اور اگر شی موہوب کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر کے لیگیا یہانتک کہ اُسکی قیمت بڑھگئی اور نقل کرنے مین خرچ پڑا تو منتقی مین مذکور ہی کہ امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک واپس کرنیکا حق منقطع ہو گیا۔ اور اگر کوئی غلام کافر ہبہ کیا اور وہ موہوب لہ کے پاس مسلمان ہو گیا یا ایسا غلام ہبہ کیا جسکا خون بسبب قصاص کے حلال تھا اور موہوب لہ کے پاس ولی قصاص نے عفو کر دیا تو واہب اُسکو واپس نہین کر سکتا ہی اور اگر غلام کا جرم خطا سے ہو اور موہوب لہ نے اُسکا فدیہ دیدیا تو یہ امر واہب کے رجوع کرنیکا مانع نہین ہی اور وہ فدیہ واپس نہین لے سکتا ہی یہ تبیین مین ہی اور اگر موہوب لہ کے فدیہ ادا کر دینے سے پہلے واہب نے رجوع کر لیا تو جرم غلام پھر پیش واہب یا تو غلام کو دیدیگا یا اُسکا فدیہ ادا کریگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر غلام کا ہاتھ کاٹا گیا اور موہوب لہ نے اُسکا ارش لے لیا تو واہب کو رجوع کرنیکا اختیار ہی مگر ارش نہ لیگا یہ بحر الرائق مین ہی۔ اور اگر موہوب لہ نے غلام موہوب کو قرآن شریف یا لکھنا یا کوئی صنعت سکھلائی تو یہ رجوع کرنے سے مانع نہین ہی کیونکہ یہ زیادتی نفس موہوب مین نہین ہی پس نرخ کے زیادہ ہونے کے مشابہ قرار دی جاویگی یہ تبیین مین ہی اور اگر زیادتی منفصلہ ہو تو وہ رجوع کرنے سے مانع نہین ہوتی ہی خواہ اصل موہوب سے متولد ہو جیسے بچہ اور دودھ اور پھل وغیرہ یا اُس سے متولد نہو جیسے ارش و عقر و کمائی و کرایہ وغیرہ۔ اور اگر موہوب مین نقصان آیا ہو تو وہ رجوع کرنے سے مانع نہین ہی اور موہوب لہ نقصان کا ضامن نہوگا۔ اور از انجملہ عوض ہی کذا فی البدائع اور از انجملہ موہوب کا متغیر ہونا رجوع کرنے کا مانع ہی مثلاً گیہون تھے کہ اُسنے پیسائے یا آٹا تھا کہ اُسکی روٹی پکائی یا ستو تھے کہ اُنکو مسکہ مین لت کیا یا دودھ تھا کہ اُس کا پنیر بنایا یا مسکہ نکالا یا اقط بنایا کذا فی التاتارخانیہ اور از انجملہ زوجیت ہی یعنی واہب و موہوب لہ باہم جورو و شوہر ہون خواہ دونون مین سے کوئی کافر ہو یا مسلمان ہو کذا فی الاختیار شرح المختار۔ اور اگر ایک نے میان و بی بی مین سے دوسرے کو کچھ ہبہ کیا تو پھر رجوع نہین کر سکتا ہی اگرچہ دونون مین کسی وجہ سے نکاح منقطع ہو جاوے اور اگر مرد نے کسی اجنبی عورت کو کچھ ہبہ کیا پھر اُس سے نکاح کر لیا یا اجنبی عورت نے کسی مرد کو کچھ ہبہ کیا پھر اپنے تئین اُسکے نکاح مین دیا تو واہب کو اختیار ہی کہ ہبہ سے رجوع کر لے کیونکہ ہبہ کرنے کے بعد نکاح ہوا ہبہ

سلہ یعنی کسی نے ظلم سے اسکا ہاتھ کاٹ ڈالا ۱۲ منہ

سلہ عوض یعنی موہوب لہ نے واہب کو ہبہ کا عوض دیا ہو ۱۲ منہ

سے رجوع کرنے کا مانع نہیں ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور انجملہ محرمیت کی قرابت اگر موہوب لہ
اور واہب میں متحقق ہو تو ہبہ سے رجوع کرنے کی مانع ہے خواہ قریب مسلمان ہو یا کافر ہو یہ کذا فی المغنی اور یہ لوگ
قرابت کے محارم میں سے ہوں جیسے باپ دادا وغیرہ اور ماں دادی و نانی وغیرہ اور اولاد بیٹے و پوتے وغیرہ
اگر ان لوگوں کو ہبہ کرے تو پھر رجوع نہیں کر سکتا ہے اور اس حکم میں پسر و دختر کی اولاد کا حال یکساں ہے اسی طرح بھائی
و بہنیں ایک حکم میں ہیں اور چچا اور پھوپھی کا حکم بھی یکساں ہے اور جن لوگوں کے ساتھ کسی سبب سے محرمیت ہو بسبب
قرابت کے نہ ہو تو ایسی محرمیت ہبہ سے رجوع کرنے کی مانع نہیں ہوتی ہے جیسے رضاعت کے ماں باپ وغیرہ یا بھائی و بہنیں
وغیرہ اسی طرح اگر دامادی کے رشتہ سے محرمیت قائم ہو تو وہ بھی رجوع کی مانع نہ ہو گی جیسے جورو کی ماں وغیرہ اور ربائب یعنی
جورو کے ساتھ جو غیر شوہر سے اولاد ہو اور بہو اور داماد وغیرہ کو اگر ہبہ کیا تو رجوع کر سکتا ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ فرمایا
کہ ایک حربی ہمارے ملک میں امان لیکر آیا اور یہاں اُسکا ایک بھائی مسلمان ہے اُن دونوں میں سے کسی نے دوسرے کو کوئی
چیز ہبہ کی تو پھر اُس ہبہ سے رجوع نہیں کر سکتا ہے اور اگر موہوب لہ نے اُسپر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ وہ دار الحرب کو لوٹ
گیا تو ہبہ باطل ہو گیا اور اگر اُسنے یعنی حربی نے مسلمان سے اُسکو قبضہ کر لینے کی اجازت دیدی تھی پھر حربی کے
دار الحرب لوٹ جانے کے بعد اُسنے قبضہ کیا تو استحساناً جائز ہے اور قیاساً جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر بھائی
کے وکیل کو کوئی چیز ہبہ کی تو رجوع نہیں کر سکتا ہے کیونکہ عقد ہبہ اور موہوب لہ کی ملک اُسکے بھائی کو حاصل ہوتی ہے
بخلاف اسکے اگر بھائی کے غلام کو ہبہ کی تو ایسا نہیں ہے اور اگر وکیل نے ہبہ رد کیا اور موکل نے قبول کیا تو صحیح ہے یہ قنیہ
میں ہے اگر ایک شخص نے اپنا غلام اپنے بھائی اور ایک اجنبی کو ہبہ کیا اور دونوں نے اُسپر قبضہ کر لیا تو اجنبی کے
حصہ میں رجوع کر سکتا ہے اس لیے کہ اُس حصہ بعض کی صحت رجوع کو کل پر اعتبار کیا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر
ایک دار ہبہ کیا اور موہوب لہ نے بیت الضیافہ میں جسکو فارسی میں کاشانہ کہتے ہیں ایک تنور روٹی پکانے کا
بنوایا تو واہب کو رجوع کرنے کا اختیار ہے اسی طرح اگر اسمیں چارہ دینے کی جگہ تیار کی تو بھی واہب رجوع
کر سکتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر کسی کو حمام ہبہ کیا اور اُس نے اُسکو مسکن بنایا یا مسکن ہبہ کیا اور اُس نے حمام بنایا
پس اگر اُسکی عمارت بحالہ ہو کہ اُسمیں کچھ زیادتی نہیں کی ہے تو رجوع کر سکتا ہے اور اگر اسمیں کچھ عمارت
بڑھا دی یا دروازہ بند کرنے کا لگایا یا اُسپر گچ کرا دی و اصلاح کرائی یا کہگل کرائی تو رجوع نہیں کر سکتا ہے
یہ محیط میں ہے۔ اور اگر عمارت ڈھائی ہو تو زمین واپس لے سکتا ہے اور اگر کچھ تلف کیا ہو تو باقی واپس کر سکتا ہے
یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک دار ہبہ کیا اُس نے اُسپر گچ کرائی یا کہگل لگائی یا سونے
یا چاندی سے نقش و نگار کرائے یا اسمیں غسل خانہ بنوایا یا کوئی زمین ہبہ کی کہ اُسکے ایک ٹکڑے میں اُسنے
عمارت بنوائی تو ہمارے نزدیک اسمیں کچھ رجوع کر کے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر کسیکو ایک
دار ہبہ کیا اُس نے تھوڑی سی عمارت تو ویسی ہی رکھی اور باقی کو دوسرے طور سے بنوا لیا تو رجوع کر کے اسمیں
سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی کو جنگل زمین ہبہ کی اور موہوب لہ نے اُسکے ایک گوشہ میں
نخل لگائے یا کوئی عمارت یا دوکان بنوائی پس اگر یہ امر اُس زمین میں زیادت گردانا جاتا ہے تو کچھ
واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر زیادتی میں شمار نہیں ہے یا نقصان شمار کیا جاتا ہے تو ہبہ سے رجوع کرنے کا

[illegible] ۱۲

مانع نہوگا یعنی کہ اگر زمین کوئی چھوٹی دوکان ہوائی کہ اصلاً زیادتی مین شمار نہین ہو تو اسکا اعتبار نہوگا اور اگر زمین بہت ہو تو یہ صورت تمام زمین مین زیادتی کردینا شمار نہوگی صرف اُسی ٹکڑے مین زیادتی گنی جائیگی پس اس ٹکڑے کے سوائے باقی مین رجوع کرکے واپس لے سکتا ہے یہ کافی مین ہے۔ اور اگر زیادتی عمارت کی ہو اور وہ گر گئی تو واپس کرنے کا حق عود کریگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر موہوب لہ نے وہ زمین نصف غیر مقسوم فروخت کر دی تو واہب کو باقی نصف مین رجوع کر لینے کا اختیار ہے۔ اور اگر زمین سے کچھ فروخت کی ہو تو بھی واہب کو نصف زمین مین رجوع کا اختیار ہے کیونکہ جب اسکو کل زمین واپس کرنے کا اختیار ہو تو نصف کا اختیار بدرجہ اولی حاصل ہوگا یہ جوہرۃ النیرہ مین ہے۔ اگر دار ہبہ کیا اور اُسنے اسکی عمارت ڈھا دی تو اسکو زمین واپس لینے کا اختیار ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر دار ہبہ کیا پھر اسکی عمارت گر گئی تو باقی واپس لے سکتا ہے اسی طرح اگر بعض ہبہ کو تلف کیا تو تلف کردہ شدہ سے واپسی کا حق ساقط ہوا اور باقی موجود کو واپس لے سکتا ہے یہ غایۃ البیان مین ہے۔ اگر ایک دار ہبہ کیا اور زمین سے تھوڑا واپس کر لیا تو باقی کا ہبہ باطل ہوگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے اگر موہوب لہ نے ہبہ کے بعد مریض غلام بہرے کی دوا کی اور وہ اچھا ہوگیا یا اندھا و بہرا تھا پس دیکھنے اور سننے لگا تو رجوع کرنے کا استحقاق باطل ہوگیا یہ خلاصہ مین ہے۔ اور اگر غلام موہوب لہ کے پاس بیمار ہوا اور اُس نے علاج کرکے اچھا کیا تو اُس سے واپس لینے کا حق باطل نہوگا یہ بحر الرائق مین ہے۔ ایک غلام ہبہ کیا اور موہوب لہ نے اسکو مدبر کردیا تو واپس نہین کرسکتا ہے اور اگر مکاتب کر دیا لیکن وہ عاجز ہوکر پھر رقیق ہوگیا تو واہب واپس لے سکتا ہے۔ اور اگر موہوب لہ کی ملکیت سے خارج ہوا پھر فسخ عقد کی وجہ سے اسکی ملک مین آگیا تو واہب رجوع کرسکتا ہے۔ اور اگر غلام نے موہوب لہ پر کوئی جنایت کی تو واہب واپس لے سکتا ہے اور جنایت باطل ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر کسی کو ایک غلام ہبہ کیا اور وہ نوجوان ہوکر پورا جوان ہوگیا پھر بڈھا ہوگیا اور اُسوقت اسکی قیمت اُس قیمت سے کم ہے جو ہبہ کرنے کے وقت تھی اور واہب نے رجوع کرنا چاہا تو نہین لے سکتا ہے کیونکہ جسوقت اُسمین زیادتی ظاہر ہوئی اُسی وقت رجوع کرنے کا استحقاق باطل ہوگیا پھر استحقاق عود نکریگا یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور اگر غلام نحیف تھا اور موٹا ہوگیا یا بدشکل تھا اور خوبصورت ہوگیا تو رجوع نہین کرسکتا ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر وہ غلام طویل تھا اور ہبہ کیا پھر اسکا طول زیادہ بڑھ گیا اور یہ طول نقصان مین شمار ہے کہ اُس سے قیمت نہین بڑھتی بلکہ گھٹتی ہے اور کوئی بھلائی نہین آئی ہے تو واہب اسکو واپس لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام خریدکر قبضہ کرکے دوسرے شخص کو ہبہ کرکے اسکے سپرد کیا پھر ہبہ سے بدون حکم قاضی رجوع کرلیا پھر غلام مین کوئی عیب پایا تو اپنے بائع کو واپس کرسکتا ہے پس اس صورت مین بدون حکم قاضی واپس لینے کو بمنزلہ حکم قاضی کے واپس لینے کے قرار دیا ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر قرضدار غلام کو کسی شخص کو ہبہ کیا جسکا غلام پر قرض ہے تو قرضہ باطل ہوگیا اسی طرح اگر غلام نے خطا سے کسی کو قتل کیا ہو اور مولی نے ولی مقتول کو یہ غلام ہبہ کردیا تو جنایت باطل ہوگئی اور استحساناً واہب کو رجوع کرلینے کا اختیار ہے اور جب ہبہ سے رجوع کرلیا تو امام محمد رح کے قول مین قرضہ اور جنایت عود نکریگی۔ اور یہ ایک روایت امام اعظم رح سے بھی ہے

آتی ہو اور قیاساً ہبہ سے رجوع نہیں کرسکتا ہو یہ حسن نے امام اعظم رح سے اور معلی نے امام ابو یوسف رح سے اور ہشام نے امام محمد رح سے روایت کی ہو اور استحساناً اسکا رجوع کرلینا صحیح ہو یہ فتاوی قاضی خان میں ہو زیادات میں ہو کہ کسی لڑکے کا اپنے وصی کے مملوک پر قرضہ ہو پھر وصی نے وہ مملوک اسی لڑکے کو ہبہ کردیا پھر اپنے ہبہ سے رجوع کرنے کا قصد کیا تو امام محمد رح سے روایت ہو کہ اسکو یہ اختیار نہیں ہو اور ظاہر الروایت کے موافق رجوع کرسکتا ہو یہ خلاصہ میں ہو - اگر ایک شخص نے ایک غلام دو شخصون کو ہبہ کیا تو اسکو ایک شخص کے حصہ سے رجوع کرلینے کا اختیار ہو اسی طرح اگر اس نے ایک کا حصہ بطور ہبہ کے دیا ہو اور دوسرے کو بطور صدقہ کے دیا ہو تو ہبہ سے رجوع کرسکتا ہو یہ مبسوط میں ہو - دو شخصون نے ایک غلام ایک شخص کو ہبہ کیا اور دونون نے اسکے سپرد کردیا پھر ایک شخص نے دوسرے کے غائب ہونے کی حالت میں اپنے حصہ ہبہ سے رجوع کرنا چاہا تو اسکو اختیار ہو یہ فتاوی قاضی خان میں ہو - اگر کسی نے دوسرے کو ایک باندی ہبہ کی اس نے باندی کو قرآن شریف یا لکھنا یا مشاطگی سکھلائی تو واہب اسکو واپس نہیں لے سکتا ہو یہی مختار ہو یہ مضمرات میں ہو - اگر دار الحرب میں کوئی باندی ہبہ کی اور موہوب لہ اسکو دار الاسلام میں نکال لایا تو واہب رجوع نہیں کرسکتا ہو یہ بحر الرائق میں ہو - اگر ہبہ کی باندی بچہ جنی تو نے الحال واہب کو باندی واپس لینے کا اختیار ہو اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ جبتک بچہ اپنی ماں سے بے پرواہ نہو جاوے یعنی محتاج نرہے تبتک واپس نہیں لے سکتا ہو اور بعد اسکے صرف باندی کو بدون بچہ کے واپس لے سکتا ہو یہ ظہیریہ میں ہو - بشر رح نے فرمایا کہ میں نے پوچھا کہ اگر رجوع کرنے میں باہم جھگڑا کیا حالانکہ بچہ صغیر ہو پھر وہ بالغ ہوا اور حال یہ کہ قاضی نے باندی واپس لینے کو باطل کیا ہو تو فرمایا کہ باندی کو واپس لے سکتا ہو یہ حاوی میں ہو - اور اگر شی موہوب کے بدن میں قیمت کے سواے اچھی زیادتی ہوگئی پھر وہ زیادتی جاتی رہی تو واہب کو اختیار ہو کہ اسکو واپس کرلے یہ ظہیریہ میں ہو - اگر ایک شخص کو ایک باندی ہبہ کی تو واہب کو اختیار ہو کہ رجوع کرکے باندی کے بچہ کے سوا باندی کو واپس لے اور یہی حکم تمام حیوانات و پھلوں و غیرہ میں ہو یہ ینابیع میں ہو - اور اگر واہب نے باندی ایسی حالت میں واپس لینی چاہی کہ جب وہ پیٹ سے تھی پس اگر پیٹ ہونے سے اسمین خوبی آگئی ہو تو واپس نہین لے سکتا ہو اور اگر برائی آگئی ہو تو واپس لے سکتا ہو اور اس حالت میں باندیون کا حال مختلف ہوتا ہو بعضی باندیان پیٹ ہونے سے موٹی تازی خوشرنگ نکل آتی ہین اور بعضی باندیون کو جب پیٹ ہوتا ہو تو پنڈلیاں پتلی زرد رو ہو جاتی ہین پس پہلی صورت میں نفس ذات میں زیادتی ہونے کی وجہ سے واپس نہین کرسکتا ہو اور دوسری صورت میں نقصان آنے کی وجہ سے واپس کرلینے کا کوئی مانع نہین ہو یہ مبسوط میں ہو - اگر کوئی باندی ہبہ کی اور وہ حاملہ ہو گئی تو واپس نہین کرسکتا ہو اور یہی حکم تمام حیوانات کا ہو یہ محیط سرخسی میں ہو - اگر کوئی حاملہ باندی ہبہ کی اور اسکے بچہ جننے سے پہلے ہبہ سے رجوع کرکے لے لیا پس اگر اتنی مدت بعد واپس لیا کہ جس سے معلوم ہو کہ حمل میں کچھ زیادتی ہوئی تو جائز ہو ورنہ جائز نہین ہو اور اگر انڈا ہبہ کیا اور اس میں بچہ پیدا ہو گیا تو واپس نہین لے سکتا ہو یہ جوہرۃ النیرہ میں ہو - اگر اپنی باندی اسکے شوہر کو ہبہ کی تو نکاح باطل ہو گیا پھر اگر ہبہ سے رجوع کرلیا تو نکاح عود نکریگا جیسا کہ ینابیع و جنایات عود...

نہیں کرتی ہے یہ خزانۃ المفتین و فتاوی قاضی خان میں ہے اور اگر منکوحہ باندی اسکے شوہر کو ہبہ کر دی یہاں تک کہ نکاح
فاسد ہو گیا پھر اپنے ہبہ سے رجوع کر لیا تو نکاح عود کریگا اسکو صدر الشہید نے خلافیات میں ذکر کیا ہے اور امام
محمد رح نے کتابوں میں چند مقامات میں ذکر کیا کہ ہبہ میں جب رجوع کر لیا تو فسخ سے واہب کیطرف اسکی قدیم ملک
عود کرتی ہے اور قدیم ملک عود کرنے سے مراد زمانہ مستقبل کے لیے ہے نہ زمانہ ماضی کے واسطے آیا تو نہیں دیکھتا ہے
کہ اگر کسی شخص نے مال زکوٰۃ دوسرے کو سال گذرنے سے پہلے ہبہ کیا اور سپرد کر دیا پھر بعد سال کے ہبہ سے
رجوع کر لیا تو واہب پر زمانہ ماضی کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی پس زمانہ ماضی کی زکوٰۃ واجب ہونے کے حق میں
قدیم ملک عود کرنے کا حکم نہ دیا گیا اسی طرح اگر کوئی دار دوسرے شخص کو ہبہ کر کے سپرد کیا پھر اسکے پہلو میں کوئی
دار فروخت کیا گیا پھر واہب نے اپنے ہبہ سے رجوع کر لیا تو واہب کو اختیار ہوگا کہ وہ دار شفعہ میں لے اور
اگر وہ دار اسکے زمانہ ماضی کی قدیم ملک کے ساتھ عود کرتا اور ایسا ہوتا کہ گویا اُسکی ملک سے خارج نہیں ہوا ہے
تو اسکو شفعہ میں دار فروخت شدہ لینے کا اختیار حاصل ہوتا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر کوئی باندی ہبہ کی اور موہوب لہ
نے اس سے وطی کر لی تو بعض نے فرمایا کہ جب تک وہ حاملہ نہ ہو تب تک رجوع کر سکتا ہے اور یہی اصح ہے یہ
جواہر الفتاوی میں ہے۔ اور اگر اپنے بھائی کو ہبہ کیا حالانکہ وہ دوسرے کا غلام ہے تو ہبہ واپس کر سکتا ہے اور اگر اپنے
بھائی کے غلام کو ہبہ کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک رجوع کر سکتا ہے اور صاحبین رح کے نزدیک ہبہ واپس
نہیں لے سکتا ہے اور اگر دونوں واہب کے ذی رحم محرم ہوں تو فقیہ ابو جعفر ہندوانی نے فرمایا کہ بالاتفاق
رجوع نہیں کر سکتا ہے کذا فی محیط السرخسی اور یہی صحیح ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کسی مکاتب کو ہبہ
کیا حالانکہ وہ مکاتب اس واہب کا ذی رحم محرم ہے پس اگر اس نے مال کتابت ادا کر دیا اور آزاد ہو گیا تو ہبہ واپس
نہیں لے سکتا ہے اور اگر عاجز ہو کر پھر مملوک ہو گیا تو امام محمد رح کے نزدیک رجوع نہیں کر سکتا ہے اور امام ابو یوسف
کے نزدیک ہبہ سے رجوع کر سکتا ہے۔ اور اگر مکاتب کوئی شخص اجنبی ہو اور اُسکا مولیٰ اس واہب کا قرابت دار ہو
پس اگر وہ مکاتب مال کتابت ادا کر کے آزاد ہو گیا تو واہب کو رجوع کا اختیار ہے اور اگر عاجز ہوا تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک
یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے غلام کو ایک باندی ہبہ کی اُسنے قبضہ کر لیا پھر واہب
نے ہبہ سے رجوع کرنا چاہا حالانکہ غلام کا مالک غائب ہے پس اگر وہ باندی موہوب لہ کے قبضہ میں ہو تو واپس
نہیں لے سکتا ہے اور اگر غلام کے قبضہ میں ہو پس اگر غلام ماذون التجارۃ ہو تو واہب ہبہ سے رجوع کر کے
واپس لے سکتا ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔ اور اگر غلام ماذون نہ ہو بلکہ مجبور ہو تو جب تک مولیٰ حاضر نہ ہو وہ
واپس نہیں لے سکتا ہے۔ اور اگر غلام نے کہا کہ میں مجبور ہوں اور واہب نے کہا کہ تو ماذون ہے اور اسکے
[illegible] مالک کے حاضر ہونے سے پہلے ہبہ سے رجوع کرنے کا اختیار ہو تو قسم سے واہب کا قول قبول ہوگا
اور یہ استحسان ہے اور قیاساً غلام کا قول قبول ہونا چاہیے اور واہب سے قسم صرف اسکے علم پر لیجاویگی اور اگر غلام
نے اپنے مجبور ہونے کے گواہ پیش کیے تو قبول نہ ہونگے اور یہ سب حکم اس وقت کا ہے کہ جب غلام حاضر ہو اور مولیٰ
غائب ہو اور اگر مولیٰ حاضر اور غلام غائب ہو اور واہب نے اپنے ہبہ سے رجوع کر کے ہبہ واپس لینا چاہا پس اگر موہوب
غلام کے قبضہ میں ہو تو مولیٰ خصم قرار نہ دیا جائیگا اور اگر موہوب عین مولیٰ کے ہاتھ میں ہو تو وہ خصم قرار دیا جائیگا یہ

پھر اگر موہوب لہ نے کہا کہ مجھے یہ باندی میرے فلان غلام نے ودیعت دی ہی اور مین نہین جانتا ہون کہ تو نے اسکو ہبہ کر دی ہی یا نہین پھر مدعی نے ہبہ کر دینے کے گواہ قائم کیے تو مولی خصم قرار دیا جائیگا یعنی اسپر ڈگری ہو سکتی ہی اور جب قاضی نے واہب کے نام باندی کی ڈگری کر دی اور اس نے قبضہ کر لیا پھر وہ واہب کے پاس سوٹی تازی بدن کی راہ سے پڑ گئی پھر موہوب لہ نے آکر غلام ہونے سے انکار کیا تو اسی کا قول قبول ہوگا اور وہ باندی کو واپس لے سکتا ہی پھر واہب کو ہبہ سے رجوع کا اختیار نہوگا - اور اگر وہ باندی واہب کے پاس مر گئی ہو تو موہوب لہ کو اختیار ہوگا کہ چاہے واہب سے قیمت کی ضمان لے یا مستودع سے پھر اگر واہب سے ضمان لی تو وہ مستودع سے واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر مستودع سے ضمان لی تو مستودع بھی اسکو واہب سے واپس نہین لے سکتا ہی - اور واضح ہو کہ کتاب مین مستودع پر ضمان واجب ہونا ذکر کیا اور کچھ اختلاف بیان نہ کیا اور کرخی رح نے ذکر کیا ہی کہ یہ امام محمد رح کا قول ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک مستودع ضامن نہوگا اور اگر مستودع نے واہب سے کہا کہ مین جانتا ہون کہ تو نے میرے مودع کو یہ باندی ہبہ کی ہی ولیکن وہ شخص میرا غلام نہین ہی پھر مدعی نے گواہ دیئے کہ وہ شخص غائب اسکا غلام ہی پس اگر وہ غلام زندہ ہو تو ایسی گواہی قبول نہو گی - اور اگر واہب نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہین ہین اور مستودع سے قسم طلب کی تو قاضی اس سے قسم لیگا کہ واللہ فلان غائب میرا غلام نہین ہی پس اگر اُسنے قسم کھا لی تو خصومت سے بری ہو گیا اور اگر نکول کیا تو مدعا علیہ قرار دیا جائیگا - اور اگر مدعی نے اس امر کے گواہ دیئے کہ مودع نے اقرار کیا ہی کہ فلان غائب میرا غلام ہی تو گواہ قبول ہونگے - اور ہبہ سے رجوع کر لینے کی ڈگری کر دیجائیگی - اور اگر مدعی نے اس امر کے گواہ دیئے کہ فلان غائب اسکا غلام تھا اور وہ مر گیا تو قبول ہونگے اور قابض ہبہ مدعا علیہ ٹھہرایا جائیگا - اور اگر مدعی نے یہ گواہ سنائے کہ فلان شخص اسکا غلام تھا اُسنے اسکو ہزار درم کو خالد کے ہاتھ فروخت کر دیا اور خالد نے بعوض ہزار درم کے غلام لیکر قبضہ کر لیا تو گواہ قبول نہونگے - اور اگر مدعی نے اس امر کے گواہ دیئے کہ باندی کے قابض نے اقرار کیا ہی کہ مین نے فلان غائب کو خالد کے ہاتھ فروخت کر دیا اور گواہون نے یہ گواہی نہ دی کہ فلان غائب کی نسبت اپنا غلام ہونیکا اُسنے اقرار کیا ہی تو قاضی ایسے گواہ قبول نہ کریگا اور نہ قابض کو اُسکا خصم و مدعا علیہ ٹھہرادیگا یہ ذخیرہ مین ہی - اگر کرپاس ہبہ کیا اور موہوب لہ نے اُسپر کُندی کرائی تو ہبہ سے رجوع نہین کر سکتا ہی کیونکہ یہ زیادتی متصلہ اور قیمت دار صفت ہی اور اگر اُسکو دھلایا ہو تو رجوع کر سکتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر سن کو بٹوایا تو واپس نہین لے سکتا ہی بشرطیکہ اُس سے ثمن مین زیادتی ہوتی ہو یہ وجیز کردری مین ہی - اور اگر مصحف مجید مین اعراب لگائے تو رجوع نہین کر سکتا ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی اگر لوہا ہبہ کیا اُسکی تلوار ڈھالی یا سوئی دیا اُسکو بنوایا تو رجوع کر کے کچھ نہین لے سکتا ہی یہ مبسوط مین ہی - اور اگر خاتم دیا اُسمین موہوب لہ نے نگینہ جڑا پس اگر بدون ضرر کے اُکھاڑنا ممکن نہو تو رجوع نہین کر سکتا ہی اور اگر بلا ضرر اُکھاڑنا ممکن ہو تو رجوع کر سکتا ہی اور اگر ورق ہبہ کیا اور اُسنے اُسپر کوئی سورت یا بعض سورت تحریر کی تو رجوع کر سکتا ہی کیونکہ اس سے ثمن مین زیادتی نہین ہوتی ہی اور اگر اُسکا مصحف بنا کر لکھا تو رجوع نہین کر سکتا ہی کیونکہ کتابت مصحف سے ثمن مین زیادتی ہوتی ہی اور اگر دستہ دفتر ہو پھر اُسمین فقہ یا حدیث تحریر کی یا اشعار لکھے

پس اگر ثمن مین زیادتی ہو تو رجوع نہین کرسکتا ہی اور اگر نقصان آوے تو رجوع کرسکتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر آئینہ ہبہ کیا اُسنے صیقل کرایا تو رجوع کرسکتا ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اور اگر چھری کو تیز کرایا تو واپس نہین کرسکتا ہی یہ وجیز کردری و محیط مین ہی۔ اور اگر تلوار ہبہ کی اُسنے چھری بنوائی یا توڑ کر دوسری تلوار بنائی تو رجوع نہین کرسکتا ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر جذوع ہبہ کیے اُسنے چیر کر جلانے کے ٹکڑے کر دیے یا خشت خام ہبہ کر دین اُسنے پانی دیکر مٹی کر دین تو رجوع کرسکتا ہی اور اگر پھر اُس مٹی سے کچی اینٹین بنا لین تو رجوع نہین کرسکتا ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر اسکو خشک مٹی ہبہ دی اُسنے پانی ڈالکر تر کر دی تو رجوع نہین کرسکتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر ستو ہبہ کیے اُس نے پانی مین تر کیے تو رجوع کرسکتا ہی جیسا کہ اگر گیہون دیے اور اُس نے پانی مین بھگوئے تو رجوع کرسکتا ہی یہ جوہرۃ النیرہ مین ہی۔ اگر بختج ہبہ کیا اور اُس نے سرکہ کر ڈالا تو رجوع نہین کرسکتا ہی اور بختج اُسکو کہتے ہین کہ آب انگور کو جوش دین یہانتک کہ دو تہائی جلجاوے اور ایک تہائی باقی رہے پھر جسقدر جلگیا ہی اُسی قدر پانی اُسمین ڈالے اور دھیری آنچ سے پکائے پھر چھوڑ دے یہانتک کہ اشتداد آجاوے اور جھاگ ڈالدے اور یہ لفظ معرب ہی اصل مین پختہ ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک شخص نے بکری یا بدنہ یا گاے ہبہ کی پھر موہوب لہ نے اسکو اپنی قربانی یا ہدے یا جزا شکار یا نذر کے واسطے واجب کر دیا یا بدنہ یا گاے کو مقلد کر دیا یا تطوع کی قربانی کے لیے واجب کر دیا تو ظاہر الروایات مین واہب کو اپنے ہبہ سے رجوع کر لینے کا اختیار ہی اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ رجوع نہین کرسکتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر کسی کو ایک بکری ہبہ کی اُس نے ذبح کر ڈالی تو واہب رجوع کرسکتا ہی اور یہ بلا خلاف ہی۔ اور اگر اُسکی قربانی کی یا متعہ کی ہدی مین ذبح کی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک رجوع نہین کرسکتا ہی اور امام محمد رح کے نزدیک رجوع کرسکتا ہی اور موہوب لہ کا اضحیہ و متعہ کافی ادا ہو گیا اور امام اعظم رح کے قول کی تصریح نہین ہی اور مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعضون نے کہا کہ انکا قول مثل قول امام محمد رح کے ہی اور یہی صحیح ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ایک درم ہبہ کیا پھر موہوب لہ سے قرض مانگا اُس نے وہ درم قرض دیدیا تو واہب کو کبھی رجوع کرنے کا اختیار نہو گا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک درم ہبہ کیا اور موہوب لہ نے اُسپر قبضہ کر کے اللہ تعالے کے واسطے صدقہ کر دیا تو واہب کو ہبہ سے اُسوقت تک رجوع کر لینے کا اختیار ہی کہ جب تک متصدق علیہ[1] اُسپر قبضہ نہ کرے یہ مبسوط مین ہی۔ ایک شخص زید نے اپنا قرضہ جو عمرو پر تھا عمرو کو ہبہ کیا تو پھر رجوع نہین کرسکتا ہی اور اگر کسی درخت کے پھل اسکو ہبہ کیے اور اُسکو قبضہ کر لینے کا حکم دیدیا تو رجوع کرسکتا ہی پس اجیہ مین لکھا ہی ایک شخص نے ایک درخت ہبہ کیا اور اُسکے کاٹ لینے کا حکم دیا اور موہوب لہ نے اُسکو کٹایا اور مزدوری دی تو واہب کو رجوع کا اختیار ہی اور اگر کوئی درخت جڑ سمیت ہبہ کیا اور موہوب لہ نے اُسکو قطع کر لیا تو واہب رجوع کرکے اُس درخت کو اور اُسکی جڑ کی زمین کو واپس لے سکتا ہی اور یہی صحیح ہی اور اگر موہوب لہ نے اُس درخت سے کواڑ اور دھنیان بنوائین تو پھر رجوع نہین کرسکتا ہی اور ایک روایت مین ہی کہ دھنیون کی صورت مین رجوع کرسکتا ہی چنانچہ اگر جلانے کا ایندھن بنوا لیا تو رجوع کرکے ایندھن لے سکتا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر زید نے اپنا غلام عمرو کو ہبہ کیا اُس نے قبضہ کرنے کے بعد خالد کو ہبہ کیا اور خالد نے اُسپر قبضہ کیا تو زید کو رجوع

[1] یہ اصطلاح کتاب الحج مین معہود ہو ۱۲ متصدق علیہ یعنے صدقہ لینے والا جسکو صدقہ دیا ہو ۱۲

کرنے اور غلام لینے کی نہ عمرو سے کوئی راہ ہی اور نہ خالد سے لیکن اگر عمرو چاہے تو رجوع کر کے خالد سے لے لے اور پھر زید اسکو عمرو سے لے سکتا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی قال المترجم یہ بنا بر اصل مذکورہ بالا ہی کہ موہوب کی ملک سے خروج مانع رجوع واہب ہی اور پھر عود موجب عود حق رجوع ہی فتامل اور اگر عمرو کو وہ غلام خالد سے بوجہ ہبہ یا صدقہ یا میراث یا وصیت یا خرید وغیرہ کے پہونچا ہو تو زید کو اختیار نہوگا کہ اپنے ہبہ سے رجوع کر کے اسکو لے لے یہ محیط مین ہی۔ اگر موہوب لہ نے ہبہ کی چیز کو کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور مشتری نے عیب کی وجہ سے واپس کر دی تو واہب کو اختیار نہوگا کہ ہبہ سے رجوع کر کے اسکو لے لے یہ شرح مجمع البحرین مین لکھا ہی۔ اور سغناقی مین لکھا ہی کہ اگر کسی شخص کی کوئی چیز غصب کر لی پھر غاصب نے وہ چیز کسی کو ہبہ کی یا صدقہ مین دی یا اجارہ پر دی یا رہن کی یا ودیعت رکھی یا عاریت دی اور وہ تلف ہو گئی تو یہ لوگ اسکی قیمت کے ضامن ہونگے یعنی مغصوب منہ کو اسکی قیمت تاوان دینگے اور جو ان لوگون نے تاوان دیا اسمین سے موہوب لہ اور متصدق علیہ اس تاوان کو غاصب سے واپس نہین لے سکتا ہی اور مستاجر اور مستودع و مرتہن اسکی قیمت غاصب سے واپس لے سکتے ہین۔ اور مشتری اپنے دام اس سے واپس لے سکتا ہی اور اگر غاصب کے پاس سے کسی شخص نے چرا لی یا غصب کر لی اور تلف ہو گئی اور مغصوب منہ اصلی یعنی مالک نے ان دونون سے ضمان لی تو یہ دونون غاصب سے واپس نہین لے سکتے ہین یہ تاتارخانیہ مین ہی اسمین کچھ اختلاف نہین ہی کہ اگر ہبہ سے رجوع کرنا بحکم قاضی واقع ہوا تو یہ عقد ہبہ کا فسخ ہی اور باہمی رضامندی سے رجوع کر لینے مین اختلاف ہی اور ہمارے اصحاب کے مسائل اس امر پر دلالت کرتے ہین کہ وہ بھی مثل حکم قاضی سے رجوع کرنے کے فسخ ہی کیونکہ انھون نے فرمایا ہی کہ جو شی غیر منقسم ایسی ہو کہ محتمل قسمت ہی اسمین رجوع کرنا صحیح ہی اور اگر ابتدائی ہبہ ہوتا تو شیوع کے باوجود ہبہ صحیح نہوتا اسی طرح اس رجوع کا صحیح ہونا قبضہ پر موقوف نہین رہتا ہی اور اگر فسخ عقد نہوتا بلکہ ابتدائی ہبہ ہوتا تو اسکا صحیح ہونا قبضہ پر موقوف رہتا اسی طرح اگر زید نے عمرو کو کوئی چیز ہبہ کی اور عمرو نے خالد کو ہبہ کر دی پھر عمرو نے اپنے ہبہ سے رجوع کر لیا تو زید کو اختیار ہی کہ وہ بھی اپنے ہبہ سے رجوع کر کے عمرو سے واپس لے پھر اگر اس صورت مین عمرو کو خالد سے بطور نقل ہبہ کے وہ شی پہونچی ہوتی تو زید کو عمرو سے رجوع کر لینے کا اختیار نہوتا پس یہ مسائل دلالت کرتے ہین کہ بغیر حکم قضا کے رجوع کرنا بھی فسخ ہی پس جب رجوع کی وجہ سے عقد ہبہ فسخ ہوا تو وہ شی اپنی قدیم ملک کی طرف عود کر آئی اور واہب اسکا مالک ہو گیا اگرچہ اس نے قبضہ نہ کیا ہو کیونکہ قبضہ کا اعتبار ملک کے منتقل ہونے مین ہوتا ہی نہ املاک قدیمہ کی طرف عود کرنے مین۔ اور شی موہوب رجوع کرنے کے بعد موہوب لہ کے ہاتھ مین امانت رہتی ہی کہ اگر وہ تلف ہو جاوے تو موہوب لہ ضامن نہوگا۔ اور اگر واہب اور موہوب لہ نے رجوع کرنے پر باہمی رضامندی ظاہر نہ کی اور نہ قاضی نے حکم کیا ولیکن موہوب لہ نے واہب کو وہ شی موہوب ہبہ کر دی اور واہب نے اسکو قبول کر لیا تو جب تک اسپر قبضہ نہ کرے اسکا مالک نہوگا اور جب قبضہ کر لیا تو بمنزلہ باہمی رضامندی یا بحکم قاضی رجوع کرنے کے قرار دیا جائیگا اور موہوب لہ کو یہ اختیار نہوگا کہ رجوع کر کے واپس لیوے یہ بدائع مین ہی۔ ابن سماعہ نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہی کہ جب تک قاضی ہبہ کے نقض کا حکم نہ دے تب تک

موہوب لہ کو ہبہ مین تصرف کرنا جائز ہی اور جب ہبہ کے توڑ دینے کا حکم دیدیا تو پھر نہین جائز ہی اور ایسا ہی امام اعظم رح وامام محمد رح کا قول ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر شی موہوب قابض یعنی موہوب لہ کے قبضہ مین قاضی کے ہبہ توڑ دینے کے حکم کے بعد تلف ہوگئی اور ہنوز واہب نے اسپر قبضہ نہ کیا تھا تو واہب کو اُس سے ضمان لینے کا اختیار نہوگا لیکن اگر بعد حکم قاضی کے واہب نے طلب کی اور موہوب لہ نے دینے سے انکار کیا اور وہ تلف ہوگئی تو ضمان لے سکتا ہی اور اگر واہب کے رجوع کر لینے کے بعد موہوب لہ نے ہبہ واپس نہ کیا اور ہنوز حاکم نے بھی واپسی کا حکم نہ کیا تھا کہ موہوب لہ نے وہی شی موہوب واہب کو ہبہ کی اور واہب نے اسپر قبضہ کر لیا تو بمنزلہ اسکے رد کر دینے یا حاکم کے رد کر دینے کے ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر قاضی نے کسی مانع کی وجہ سے رجوع باطل ہونے کا حکم کیا پھر وہ امر مانع زائل ہوگیا تو رجوع کرنے کا حق عود کریگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر فقیر کو کوئی شی ہبہ کی تو رجوع نہین کر سکتا ہی اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ ہبہ سے صدقہ کی نیت کی ہو یہ سراجیہ مین ہی۔ اگر کسی شخص کو کوئی شی ہبہ کی پھر واہب نے کہا کہ مین نے اپنا حق ہبہ سے رجوع کرنے کا ساقط کر دیا تو ساقط نہوگا یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ اور اگر ہبہ کے رجوع کرنے کے حق سے کوئی چیز لیکر صلح کر لی تو صحیح ہی اور وہ شی اب ہبہ کا عوض ہو جائیگی اور رجوع کرنے کا حق ساقط ہو جائیگا یہ جواہر الفتاوی مین ہی۔ اگر کسی شخص نے مسجد مین کوئی رسی رکھی یا قندیل لٹکائی تو رجوع کر سکتا ہی بخلاف اسکے اگر قندیل کے واسطے کوئی رسی لٹکائی تو ایسا نہین ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ اور ہبہ مین رجوع کرنے کا حکم یکسان رہتا ہی خواہ موہوب لہ مسلمان ہو یا کافر ہو یہ مبسوط مین ہی۔ شیخ رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی نابالغ دختر کی مان کو پانچ دینار دیے کہ اُسکے واسطے جہیز تیار کر دے پھر باپ نے رجوع کرنا اور لینا چاہا تو شیخ رح نے فرمایا کہ اسکو یہ اختیار نہین ہی کیونکہ یہ اُس دختر نابالغ کے واسطے ہبہ ہی اور شیخ رح کے سوا سے دوسرے فقہا نے فرمایا کہ اسکو رجوع کرنیکا اختیار ہی کیونکہ یہ فعل توکیل ہی جیسا کہ اگر اُس سے کہا کہ اسکے واسطے جہیز خرید دے کذا فی فتاوی ابی الفتح محمد بن محمود بن الحسین الاسترو شنی

چھٹا باب نابالغ کے واسطے ہبہ کرنے کے بیان مین۔ اگر کسی شخص نے اپنی صحت مین اپنی اولاد کو کوئی شی ہبہ کی اور اس ہبہ مین بعض کی تفضیل کا قصد کیا تو اصل مین ہمارے اصحاب سے اسکی کوئی روایت نہین ہی اور امام اعظم رح سے مروی ہی کہ اسمین کچھ ڈر نہین ہی بشرطیکہ جسکی تفضیل منظور ہی اسمین دین کی راہ سے کوئی فضیلت ہو اور اگر سب برابر ہون تو مکروہ ہی اور معلی نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہی کہ کچھ ڈر نہین ہی بشرطیکہ اُس سے ضرر رسانی مقصود نہو اور اگر ضرر رسانی مقصود ہو تو سب مین تسویہ کرے بیٹے کو عطا کیا جاوے اور اسی پر فتوے ہی کذا فی فتاوی قاضی خان اور یہی مختار ہی یہ ظہیریہ مین ہی ایک شخص نے اپنی صحت مین کل مال اپنے بیٹے کو ہبہ کر دیا تو حکم قضا مین جائز ہوگا ولیکن وہ شخص اپنی اس حرکت سے گنہگار ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر اسکی اولاد مین کوئی فاسق ہو تو اُسکو اُسکی خوراک سے زیادہ نہ دینا چاہیے تاکہ معصیت کا مددگار نہ ٹھہرایا جاوے یہ خزانۃ المفتین مین ہی اور اگر کسی شخص کا لڑکا فاسق ہو پس اُس نے چاہا کہ مین اپنے مال کو نیک راہ مین صرف کر ڈالون اور اسکو میراث سے محروم رکھون تو یہ امر اُس مال کے چھوڑ جانے سے بہتر ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر کوئی

لڑکا علم میں مشغول ہو کمائی میں مشغول نہو تو کچھ ڈر نہیں ہے کہ اسکو دوسرے پر فضیلت دے یہ ملتقط میں ہے۔ باپ اگر اپنے نابالغ لڑکے کو ہبہ کرے تو یہ ہبہ صرف عقد سے تمام ہو جاتا ہے خواہ وہ شی باپ کے پاس ہو یا اسکے ستودع کے پاس ہو بخلاف اسکے اگر غاصب یا مستاجر یا مرتہن کے پاس ہو تو ہبہ جائز نہو گا اسی طرح اگر نابالغ کو اسکی ماں نے ہبہ کیا اور وہ شی ماں کے پاس ہے اور باپ مرچکا ہے اور کوئی شخص اسکا وصی نہیں ہے تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر وہ شخص جو اسکی عیال داری کرے اسکا بھی یہی حکم ہے یہ تبیین و کافی میں ہے۔ اگر اپنے غلام کو کسی ضرورت سے بھیجا پھر اسکو اپنے نابالغ بیٹے کو ہبہ کر دیا تو ہبہ صحیح ہے پھر اگر وہ غلام نہ لوٹ کر آیا تھا کہ باپ نے انتقال کیا تو وہ غلام بیٹے کا ہو گا اور باپ کی میراث قرار نہ دیا جائیگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایسے غلام کو جو دار الحرب کی طرف بھاگ گیا ہے اپنے نابالغ بیٹے کو ہبہ کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر وہ بھاگ کر دار الاسلام میں موجود ہو تو جائز ہے اور قابض ہو جانے کا حکم دیا جائیگا کذا فی المضمرات۔ اور اگر غلام کو بطور بیع فاسد کے فروخت کر کے مشتری کے سپرد کیا یا مشتری کے خیار کی شرط پر فروخت کیا پھر اسکو نابالغ لڑکے کو ہبہ کیا تو جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اس حکم میں صدقہ مثل ہبہ کے ہے یہ کافی میں ہے۔ اگر یتیم کے وصی نے اپنا غلام یتیم نابالغ کو ہبہ کیا حالانکہ یتیم کا اسپر قرضہ ہے تو یہ ہبہ صحیح ہے اور قرضہ ساقط ہو جائیگا پھر اگر واہب نے ہبہ سے رجوع کرنا چاہا تو ظاہر الروایۃ کے موافق اسکو اختیار ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ باپ نے اگر اپنے نابالغ لڑکے کو کوئی غلام ہبہ کیا پھر غلام مر گیا پھر ایک شخص نے غلام پر اپنا استحقاق ثابت کیا اور باپ سے ضمان لے لی تو باپ ہر حال میں جو کچھ اسنے ڈانڈ بھرا ہے نابالغ کے مال سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر مستحق نے بیٹے سے بعد بلوغ کے ضمان لی تو اگر بعد بالغ ہونے کے بیٹے نے اسپر از سر نو قبضہ کیا ہو پھر وہ غلام مرا ہو تو لڑکا مال باپ سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر از سر نو قبضہ نہ کیا ہو تو واپس لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ باپ نے اگر اپنا گھر اپنے نابالغ بیٹے کو ہبہ کیا حالانکہ اسمیں واہب کا اسباب رکھا ہے تو جائز ہے اور یہی حکم لیا گیا ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ فتاوے عتابیہ میں ہے۔ منتقی میں امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنا گھر اپنے نابالغ بیٹے کو ہبہ کیا حالانکہ اسمیں کوئی شخص کرایہ پر رہتا ہے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ نہیں جائز ہے اور اگر کوئی شخص بلا کرایہ رہتا ہو یا واہب خود رہتا ہو تو جائز ہے اور امام ابو یوسف رح سے بروایت ابن سماعہ مذکور ہے کہ اگر اپنے نابالغ بیٹے کو ایسا گھر ہبہ کیا جسمیں خود رہتا ہے تو جائز نہیں ہے چنانچہ امام اعظم رح سے بھی یہی مروی ہے یہ ذخیرہ و محیط میں ہے۔ اگر کوئی گھر اپنے نابالغ بیٹے کو ہبہ کیا پھر اس گھر کے عوض دوسرا گھر خرید تو دوسرا نابالغ کا ہو گا یہ ملتقط میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے نابالغ بیٹے کو ایک دار صدقہ دیا حالانکہ باپ اسمیں رہتا ہے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اور حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے روایت کی ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنے نابالغ بیٹے کو ایک گھر صدقہ دیا حالانکہ باپ کا اسباب اسمیں رکھا ہے یا کوئی شخص دوسرا اسمیں بلا کرایہ رہتا ہے تو صدقہ جائز ہے اور اگر کوئی شخص کرایہ پر رہتا ہو تو صدقہ نہیں جائز ہے۔ اور بعض نے فرمایا کہ صدقہ کی صورت میں اگر اسمیں کوئی شخص کرایہ یا بلا کرایہ رہتا ہو تو امام اعظم رح سے جو روایت آئی ہے وہ موافق اس صورت کے ہے کہ جب صدقہ کی صورت میں وہ خود اس گھر میں رہتا ہو یا اسکا اسباب ہو

[illegible]

یعنی ان ہر دونوں صورتوں میں روایت موافق ہے اور ہبہ کی صورت میں مخالف ہے کیونکہ امام اعظم رح سے مروی ہے کہ اگر واہب خود اُس دار میں رہتا ہو یا اُسکا اسباب رکھا ہو تو ہبہ جائز نہیں ہے۔ اور جسطرح ہبہ میں قبضہ کی ضرورت ہے ویسے ہی صدقہ میں قبضہ کی ضرورت ہے پس ان دونوں مسئلوں میں امام اعظم رح سے دو دو روایتیں ہو گئیں یہ محیط و ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایسی زمین جسمیں کھیتی ہے اپنے نابالغ بیٹے کو صدقہ دی پس اگر کھیتی اسکی ہو تو جائز ہے اور اگر کسی غیر شخص کی اجارہ پر ہو تو جائز نہیں ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ صاحب کتاب الاحکام نے بیان کیا کہ امام ظہیر الدین کو لکھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی زمین اور اپنے پاس سے بیج دیکر مزارعت پر کسی کاشتکار کو دی اور وہ اُسکے پاس ہے پھر زمین کے مالک نے وہ زمین مع اپنے حصہ زراعت کے اپنے نابالغ بیٹے کو ہبہ کر دی پس آیا یہ صحیح ہے یا نہیں اور کاشتکار کے ہبہ پر راضی ہونے یا راضی نہونے دونوں صورتوں میں کچھ فرق ہوگا یا نہوگا تو امام ظہیر الدین نے جواب میں لکھا کہ ہبہ جائز نہیں ہے کذا فی فتاوی ابی الفتح محمد بن محمود بن الحسین الاسروشنی ایک شخص نے اپنے نابالغ لڑکے سے کہا کہ اس زمین میں تصرف کر اُسنے اُسمیں تصرف شروع کیا تو اُسکی ملک نہو جائیگی یہ قنیہ میں ہے۔ اگر اپنے بیٹے کو کوئی شے ہبہ کی اور شریک کو لکھدیا تو جب تک بیٹا اُسپر قبضہ نکرے مالک نہوگا۔ اور اگر اپنے بیٹے کو کچھ مال دیا اُس نے اسمیں تصرف کیا تو وہ باپ ہی کا رہیگا لیکن اگر کوئی امر تملیک پر دلالت کرنے والا پایا جاوے تو البتہ بیٹے کا ہوسکتا ہے یہ ملتقط میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے بیٹے کو کچھ مال اپنی صحت میں دیا کہ وہ اُسمیں تصرف کرے اور وہ مال کثیر ہوگیا پھر باپ مر گیا پس اگر باپ نے اسکو ہبہ کیا ہو تو سب اُسیکا ہوگا اور اگر اسواسطے دیا ہو کہ باپ کے واسطے تجارت کرے تو وہ میراث قرار دیا جائیگا یہ جواہر الفتاوی میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے بیٹے یا شاگرد کو کپڑے بنا دیے پھر چاہا کہ یہ کپڑے دوسرے لڑکے یا دوسرے شاگرد کو دے تو اُسکو یہ اختیار نہیں ہے ولیکن اگر بنا دینے کے وقت کہا ہو کہ یہ عاریت میں تو دے سکتا ہے یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک کپڑا خرید اور اُسکی کوئی چیز اپنے نابالغ لڑکے کے واسطے قطع کرائی تو یہ شخص بسبب قطع کرانے کے ہبہ کرنے والا ہو گیا اور قبل سلانے کے اُسکا سپرد کر دینے والا ہوا اور اگر وہ لڑکا بالغ ہو تو جب تک سلا کر سپرد نہ کرے تب تک سپرد کرنے والا قرار نہ دیا جائیگا۔ اور اگر یوں کہا کہ میں نے یہ کپڑا اُسکے واسطے خریدا ہے تو اُسکی ملک ہو گیا یہ قنیہ میں ہے۔ امام ابو القاسم نے فرمایا کہ اگر کسی عورت نے اُس بچہ کے واسطے جو اُسکے پیٹ میں ہے کوئی کپڑا تیار کیا اور بچہ جنی پس اگر بچہ کو اُس کپڑے پر رکھا تو کپڑا اُس بچہ کی ملک قرار دیا جائیگا۔ اور فقیہ نے فرمایا ہے کہ میرے نزدیک جب تک وہ عورت یہ اقرار نہ کرے کہ میں نے یہ کپڑا اس بچہ کی ملک کر دیا تب تک عورت ہی کا رہیگا آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر بچہ دس بارہ برس کا ہو اور وہ عورت ہر رات میں اُسکے واسطے بچھونا بچھاتی ہو اور چادر لحاف اُڑھاتی ہو تو یہ بستر و اوڑھنا اُس بچہ کا نہو جائیگا جب تک کہ عورت یہ نہ کہے کہ یہ اس بچہ کے واسطے ہے پس ایسا ہی اس مقام پر بھی ہے اور یہی حکم بدن کے کپڑوں کے نہیں ہے۔ اور اگر کسی نے اپنی دختر کو سامان جہیز اُسکی صغرسنی میں دیا یا حالت بلوغ میں دیا اور سپرد کر دیا تو اُسی کا ہوگا بشرطیکہ اُس شخص نے اپنی صحت میں ایسا کیا ہو یہ ینابیع میں ہے۔ ایک عورت کا اپنے شوہر پر مہر ہے اُس نے یہ مہر اپنے لڑکے کو جو اُسی شوہر سے پیدا ہوا ہے ہبہ کیا تو صحیح یہ ہے کہ ایسا ہبہ صحیح

نہین ہو لیکن اگر ہبہ کر کے بیٹے کو اُسکے قبض و وصول کیواسطے مسلط کر دے تو جائز ہو اور جب بیٹا اُسپر قابض ہو تو اُسکا مالک ہو جائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہو۔ موہوب لہ اگر قبضہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو تو قبضہ کا حق اُسی کو حاصل ہوگا اور اگر وہ شخص نابالغ یا مجنون ہو تو قبضہ کا حق اُسکے ولی کو ہوگا اور اسکا ولی باپ ہوتا ہو یا باپ کا وصی پھر دادا پھر اُسکا وصی پھر قاضی یا جسکو قاضی مقرر کر دے خواہ صغیر انہین سے کسی کی عیال مین ہو یا نہو یہ شرح طحاوی مین ہو اگر باپ اور اُسکا وصی اور حقیقی دادا اور اُسکا وصی غائب ہو اور غیبت منقطعہ ہو تو جن لوگون کو اُنکے بعد ولایت حاصل ہو انکا قبضہ کرنا جائز ہوگا یہ خلاصہ مین ہو۔ اور سوا ے باپ و دادا کے باقی اہل قرابت مثل بھائی و چچا و مان وغیرہ کے استحساناً ہبہ پر قبضہ کر لینے کا اختیار رکھتے ہین بشرطیکہ نابالغ موہوب لہ اُنکے عیال مین ہو۔ اسی طرح اُن لوگون کے وصی کو بھی استحساناً ہبہ پر قبضہ کا اختیار ہو بشرطیکہ صغیر اُسکے عیال مین ہو اسی طرح اگر کوئی اجنبی ہو اور نابالغ اُسکے عیال مین ہو اور اُس اجنبی کے سوا نابالغ کا کوئی نہو تو استحساناً اُسکا قبضہ بھی جائز ہو۔ اور ان سب مسائل مین خواہ نابالغ قبضہ کو سمجھتا ہو یا سمجھتا نہو یکسان حکم ہو کچھ فرق نہین ہو۔ اور یہ سب اُس صورت مین ہو کہ باپ مر گیا ہو یا غائب ہو اور اُسکی غیبت منقطعہ ہو اور اگر باپ زندہ حاضر ہو اور نابالغ اُن لوگون مین سے کسی کی عیال مین ہو تو اس صورت کو صریح ذکر نہین کیا کہ اُس صورت مین ان لوگون کا قبضہ جائز ہو یا نہین ولیکن اجنبی کی صورت مین یون ذکر کیا کہ اگر اُسکے عیال مین نابالغ ہو اور نابالغ کا کوئی شخص اُسکے سوا ے نہین ہو تو اُسکا قبضہ جائز ہو پس اس قید لگانے سے یعنی نابالغ کا اُسکے سوا ے کوئی نہو یہ نکلتا ہو کہ باپ کے حاضر ہونے کی صورت مین اُن لوگون کا قبضہ درست نہونا چاہیے اور دادا کی صورت مین بھی ذکر کیا کہ اگر باپ زندہ اور حاضر ہو تو دادا کا قبضہ جائز نہین ہو اور کوئی تفصیل اس امر کی بیان نہ کی کہ اگر نابالغ دادا کے عیال مین ہو تو کیا حکم ہو اور اگر نہو تو کیا حکم ہو بلکہ علی الاطلاق یہی حکم دیا تو ظاہر الاطلاق اس امر کا مقتضی ہو کہ باپ کی حاضری مین حقیقی دادا کا قبضہ درست نہو یہ ذخیرہ مین ہو۔ اور اگر نابالغ چچا کی گود مین اور اُسکے عیال مین ہو اور اُسکو کوئی شے ہبہ کی گئی اور چچا نے اُسپر قبضہ کیا حالانکہ باپ کا وصی حاضر ہو تو بعض نے فرمایا کہ نہین جائز ہو۔ اور اگر بھائی یا چچا یا مان نے قبضہ کیا حالانکہ نابالغ کسی اجنبی کے عیال مین ہو تو جائز نہین ہو اور اگر اُس اجنبی نے جسکے عیال مین وہ نابالغ ہو قبضہ کیا تو جائز ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ اور اگر ایسی صغیرہ عورت نے جسکے مثل عورت سے جماع کیا جا سکتا ہو اور وہ شوہر کے عیال مین ہو خود قبضہ کیا یا اُسکے شوہر نے قبضہ کیا تو جائز ہو۔ اور چونکہ زوجہ صغیرہ کی طرف سے شوہر کے قبضہ جائز ہونے کے واسطے یہ شرط لگائی کہ ویسی صغیرہ قابل جماع ہو اسواسطے ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا کہ اگر وہ صغیرہ ایسی ہو کہ اس سے جماع نہین کیا جا سکتا ہو تو اسکی طرف سے شوہر کا قبضہ کرنا جائز نہوگا اور صحیح یہ ہو کہ اگر شوہر کے عیال مین ہو حالانکہ ویسی صغیرہ قابل جماع نہین ہو تو بھی اُسکی طرف سے شوہر کا قبضہ کرنا جائز ہو۔ اور جس صغیرہ کے ساتھ اُسکے شوہر نے خلوت نہین کی ہو اُسکے شوہر کا قبضہ نہین جائز ہو بلکہ اُس صغیرہ کا ولی قبضہ کریگا یہ ذخیرہ مین ہو اور اگر بالغہ عورت اپنے دادا یا بھائی یا چچا یا مان کے عیال مین ہو اور اُسکو کوئی چیز ہبہ کی گئی اور شوہر نے

اُسپر قبضہ کیا تو جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی اور اگر بالغہ ہو تو باپ یا شوہر کا قبضہ بدون اُسکی اجازت کے جائز نہین ہی یہ جوہرۃ النیرہ مین ہی- اگر نابالغہ عورت کسی اجنبی کے عیال مین ہو کہ اُس نے اُسکے باپ کی اجازت سے اسکو اپنی عیال مین رکھا ہو اور باپ غائب ہو تو اُس اجنبی کا قبضہ ہبہ جائز ہی اُس نابالغہ کے بھائی کا قبضہ جائز نہین ہی یہ سراجیہ مین ہی- اگر نابالغ لڑکا اپنے دادا یا بھائی یا مان یا چچا کے عیال مین ہو اور اُسکو کوئی شے ہبہ کی گئی اور [illegible] عیال مین نابالغ ہو اُس نے قبضہ کر لیا حالانکہ باپ حاضر ہی تو اُسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی اور صحیح یہ ہی کہ جائز ہی کذا فی فتاوی قاضی خان اور اسی پر فتوی دیا جاتا ہی کذا فی الصغری- اور اگر نابالغ نے خود قبضہ کر لیا اور وہ قبضہ کو سمجھتا ہی تو جائز ہی اگرچہ اُسکا باپ زندہ ہو کذا فی الوجیز للکردری اور یہی ہمارے علماء ثلثہ رح کا قول ہی کذا فی الذخیرہ اور اگر وہ لڑکا قبضہ کو نہ سمجھتا ہو تو نہین جائز ہی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی- لڑکا اگر ہبہ قبول کرے تو صحیح ہی بشرطیکہ اس ہبہ مین سراسر اُس نابالغ کا نفع ہو اور اگر اُسمین کچھ ضرر ہو تو صحیح نہین ہی حتی کہ اگر کسی شخص نے کسی لڑکے کو ایک اندھا غلام یا کسی دار کی مٹی ہبہ کی اور [illegible] قبول کی پس اگر یہ ہبہ اُس سے کسی قدر مول کو خرید لیا جاوے تو اُسکا قبول کرنا صحیح ہی اور رد نہ کیا جائیگا اور اگر اُس سے کسی دامون کو نہ خریدا جاوے اور نابالغ کو اُس مٹی کے اُٹھوانے کی مزدوری اور غلام کا نفقہ دینا پڑے تو یہ ہبہ رد کر دیا جائیگا- اور ہبہ کا رد کرنا ایسے لڑکے سے جو اپنی ذات سے تمیز کر سکتا ہی صحیح ہی یہ ذخیرہ مین ہی حاکم نے ذکر فرمایا ہی کہ اگر ایک شخص نے اپنا گھر اپنے دو لڑکون کو جسمین ایک نابالغ اور دوسرا بالغ ہبہ کیا اور بالغ نے قبضہ کیا تو ہبہ باطل ہی اور یہی صحیح ہی کیونکہ نابالغ کا ہبہ وقت عقد ہبہ کے منعقد ہوگیا کیونکہ [illegible] یعنی باپ کا قبضہ اُسکے قبضہ کے قائم مقام ہی اور بالغ کا ہبہ اسکے قبول کرنے کا محتاج رہا پس نابالغ کا ہبہ پہلے ہی منعقد ہوگا پس شیوع پھیل گیا اور اُسکے صحیح ہونے کے واسطے حیلہ یہ ہی کہ پہلے وہ گھر بالغ کو سپرد کر دے پھر دونون کو ہبہ کر دے یہ وجیز کردری مین ہی- واضح ہو کہ ہر حیلہ کہ جس سے آدمی [illegible] سے بچ جاوے یا حلال کی طرف توسل حاصل کرے تو وہ حیلہ اچھا ہی اور صغیرون کو صدقہ دینا مثل اجنبیون کے صدقہ دینے کے ہی یہ تمرتاشی مین ہی

ساتوان باب ہبہ مین عوض لینے کے بیان مین- واضح ہو کہ عوض ہبہ دو طرح کا ہوتا ہی ایک وہ کہ عقد ہبہ کے بعد عوض دیا گیا اور دوسرا وہ کہ عقد ہبہ مین شرط کیا گیا پس اول قسم مین دو طور سے گفتگو کیجاتی ہی اول یہ کہ ایسے عوض کے دینے کے جواز کی شرط اور عوض کے عوض ہوجانے مین اور دوم اُس تعویض کی ماہیت کے بیان مین پس اول کے واسطے تین شرطین ہین ایک یہ کہ عوض کو ہبہ کے مقابلہ مین رکھنا وہ اسطرح سے ہوگا کہ تعویض ایسے لفظ سے کیجاوے جو مقابلہ پر دلالت کرتا ہو مثلاً کہے کہ یہ تیرے ہبہ کا عوض ہی یا تیرے ہبہ کا بدل ہی یا تیرے ہبہ کی جگہ ہی یا ثوابک ہذا منہ یا ہبتک یعنی بخشیدم این چیز ترا از ہبہ تو یا یون کہے کہ یہ چیز تیرے ہبہ کے بدلے صدقہ دی یا تیری مکافات کی یا مجازات کی یا اور ایسے ہی الفاظ جو اُسکے قائم مقام ہون اور اگر یہ شرط نہ پائی گئی مثلاً کسی شخص زید نے عمرو کو کچھ ہبہ کیا پھر عمرو نے بھی زید کو کوئی چیز ہبہ کی اور ایسا لفظ کہا جس سے معلوم ہو کہ یہ ہبہ اُسکے ہبہ کا عوض ہی تو ہر ایک ہبہ قرار دیا جائیگا

اور ہر ایک کو اختیار ہوگا کہ اپنے ہبہ سے رجوع کر لے اور دوسری شرط یہ ہے کہ جو چیز عوض میں دیتا ہے وہ اسی عقد ہبہ کی مملوک نہو جسکا عوض دیتا ہے حتی کہ موہوب لہ نے اگر تھوڑی شی موہوب کو عوض دیا تو صحیح نہوگا اور نہ عوض ہوگا اور اگر شی موہوب اپنی حالت سے ایسا تغیر پاگئی ہو جسکے باعث سے واہب کا رجوع کرنا ممنوع ہوگیا ہو تو ایسی صورت میں اگر اُس شی میں سے کچھ عوض میں دے تو باقی سے عوض ہو جائیگی اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ ایک شی ہبہ کی ہو یا دو چیزیں ایک ہی عقد ہبہ میں ہبہ کی ہوں اور اگر دو چیزیں دو عقدوں میں ہبہ کی ہوں اور موہوب لہ نے ایک کو دوسری کے عوض دیا تو اسمیں اختلاف ہے اور امام اعظم رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ عوض ہو جائیگی۔ اور اگر ایک شی ہبہ کی اور دوسری صدقہ دی اور موہوب لہ نے صدقہ کو ہبہ کے عوض دیا تو بالاجماع عوض ہو جائیگی اور تیسری شرط یہ ہے کہ عوض کی چیز واہب کو سلامت پہنچ جاوے اور اگر نہ پہونچی مثلاً اُسکے ہاتھ سے استحقاق میں لیگئی تو عوض نہوگی اور واہب کو رجوع کا اختیار رہیگا بشرطیکہ ہبہ کی چیز بعینہا قائم ہو ہلاک نہوئی ہو اور نہ اسمیں قیمت کی راہ سے کوئی بہتری ظاہر ہوئی ہو اور نہ کوئی ایسی شی اسمیں پیدا ہوگئی ہو جسکے باعث سے ہبہ سے رجوع کرنا ممنوع ہوگیا ہو۔ اور اگر وہ شی تلف ہوگئی ہو یا اُس نے تلف کردی ہو تو ضمان نہیں لے سکتا ہے جیسا کہ قبل عوض لینے کے ہلاک ہونے یا ہلاک کردینے کا حکم ہے اور اسی طرح اگر موہوب میں قیمت کی راہ سے کچھ بہتری آگئی ہو تب بھی ضمان نہیں لے سکتا ہے جیسا کہ عوض دینے سے پہلے تھا یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر کچھ عوض استحقاق میں لیا گیا تو باقی عوض پوری موہوب شی کا عوض ہوگا اور اگر چاہے تو اُسکو واپس کردے اور اپنا ہبہ پورا واپس کرلے بشرطیکہ موہوب بعینہ قائم ہو اُسکی ملک سے خارج نہوئی ہو اور نہ تن کی راہ سے اسمیں کچھ زیادتی ہو یہ سراج الوہاج میں ہے اور موہوب کا صحیح سلامت ہونا یہ تعویض کی شرط ہے حتی کہ اگر موہوب شی استحقاق میں لی گئی تو موہوب لہ کو اختیار ہوگا کہ اپنا عوض واپس کرلے اور اگر نصف موہوب استحقاق میں لی گئی تو اُسکو نصف عوض واپس لینے کا اختیار ہوگا بشرطیکہ شی موہوب محتمل قسمت ہو خواہ عوض میں نرخ کی راہ سے زیادتی و کمی ہوگئی ہو یا بدن کی راہ سے زیادتی کمی ہوگئی ہو یا نہوئی ہو پس نقصان کی صورت میں اُسکو اختیار ہوگا کہ نصف عوض مع نصف نقصان کے واپس لے یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر اُسنے کہا کہ میں باقی ہبہ واپس کرتا ہوں اور پورا عوض پھیر لونگا تو ایسا نہیں ہوسکتا ہے اور اگر عوض مستہلک ہو تو عوض پر قبضہ کرنے والا اُسقدر عوض کا ضامن ہوگا جسقدر موہوب لہ کو واپس کرنا واجب ہوا ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر تمام ہبہ استحقاق میں لے لیا گیا حالانکہ عوض کو اُس نے تلف کردیا ہے تو پورے عوض کی قیمت کا ضامن ہوگا ایسا ہی کتاب الاصل میں بدون ذکر اختلاف کے مذکور ہے یہ بدائع میں ہے اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ موہوب یا عوض ایسی شی ہو کہ محتمل قسمت نہیں ہے اور اسمیں سے تھوڑے میں استحقاق ثابت ہوا۔ اور اگر ایسی شی ہو کہ محتمل قسمت ہے اور دونوں میں سے کسی میں سے کچھ استحقاق میں لیا تو عوض باطل ہو جائیگا بشرطیکہ وہ ہی استحقاق میں لیا جاوے اسی طرح ہبہ باطل ہو جائیگا بشرطیکہ یہی استحقاق میں لے لیا گیا ہو اور جب عوض باطل ہوگیا تو ہبہ سے رجوع کرسکتا ہے اور جب ہبہ باطل ہو جاوے تو عوض واپس کرسکتا ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور دوسری قسم جو عوض کی ماہیت کے بیان میں ہے اُسمیں سطور سے گفتگو ہے کہ جو عوض ہبہ کے پیچھے ہو تو وہ از سرِ نو ہبہ ہے اسمیں ہمارے اصحاب میں کچھ اختلاف نہیں ہے پس جس سے ہبہ صحیح ہوتا ہے اُس سے یہی بات

ہوتا ہے اور جس سے ہبہ باطل ہوتا ہے اُس سے یہ بھی باطل ہوتا ہے کسی امر مین مخالفت نہین ہے مگر صرف رجوع مین
کہ ہبہ کی صورت مین واہب کو رجوع کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے اور اس صورت مین نہین حاصل ہوتا ہے اور اگر
موہوب لہ نے موہوب مین کوئی کھلا ہوا عیب پایا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ واپس کرکے عوض کو واپس لے لے
اسی طرح واہب کو بھی یہ اختیار نہوگا کہ اگر اُسنے عوض مین کچھ عیب پایا تو اُسکو واپس کرکے ہبہ کو واپس لے پھر
جب واہب نے عوض پر قبضہ کر لیا تو دونون مین سے کسی کو اختیار نہوگا کہ جس چیز کا اُسنے دوسرے کو مالک کر دیا ہے اُسکو
واپس لے خواہ واہب کو موہوب لہ نے خود عوض دیا ہو یا اُسکے حکم سے یا بدون حکم کے کسی اجنبی نے عوض دیا ہو
یہ بدائع مین ہے۔ اور جو شرطین ہبہ مین ہین وہی بعد ہبہ کے عوض مین ہین جیسے قبضہ و حیازت و افراز کذا فی خزانۃ المفتین
اور یہ عوض ہبہ بمعنی معاوضہ ابتدا اور انتہا ئً نہین ہوتا ہے پس شفیع کو اسمین شفعہ کا حق ثابت نہوگا اور نہ موہوب لہ کو
بسبب عیب کے واپس کرنے کا اختیار ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اب بیان دوسری قسم عوض کا یعنے جو عوض کہ
عقد ہبہ مین مشروط ہو اسطرح ہے کہ اگر ہبہ بشرط عوض ہو تو ابتدا مین اسکے واسطے وہی شرطین چاہیئے ہین جو
ہبہ مین ہین حتی کہ ایسی غیر منقسم شے مین جو محتمل قسمت ہے صحیح نہوگا اور قبضہ سے پہلے ملک ثابت نہوگی اور دونون
مین سے ہر ایک کو سپرد کرنے سے انکار کرنے کا اختیار رہیگا اور بعد باہمی قبضہ واقع ہونے کے اسکو بیع کا حکم
ثابت ہوگا پس کسی کو دونون مین سے یہ اختیار نہوگا کہ جو چیز اُسکی تھی اُسکو واپس کر لے اور شفعہ ثابت ہوگا اور دونون
مین سے ہر ایک کو یہ اختیار ہوگا کہ اپنے مقبوضہ کو بسبب عیب کے واپس کر دے اور جس صدقہ مین عوض دینا
شرط ہو وہ بمنزلہ ہبہ بشرط العوض کے ہے اور یہ جو مذکور ہوا بدلیل استحسان ہے اور قیاس چاہتا ہے کہ ہبہ بشرط العوض ابتداءً
و انتہاءً دونون راہ سے بیع ہو کذا فی فتاوے قاضیخان۔ ایک گھر دو شخصون کو بشرط ہزار درم عوض لینے کے
ہبہ کیا تو بعد باہمی قبضہ کے اس ہبہ کا انقلاب بیع جائز کی جانب ہوگا یعنی ہبہ منقلب ہو کر بیع جائز ہو جائیگا
یہ قنیہ مین لکھا ہے۔ اگر تمام ہبہ کی طرف سے عوض دیا خواہ عوض قلیل ہو یا کثیر ہو تو ہبہ سے رجوع کر لینا ممنوع
ہو جاتا ہے اور اگر کچھ ہبہ کی طرف سے عوض دیا تو واہب کو اختیار ہوگا کہ جسقدر کا عوض اُس نے نہین لیا ہے
اُسمین ہبہ سے رجوع کر لے اور جسکا عوض لے لیا ہے اُسقدر مین ہبہ سے رجوع نہین کر سکتا ہے یہ شرح طحاوی مین
لکھا ہے۔ اگر واہب کو موہوب لہ نے صدقہ یا نحلہ یا عمرہ دیا اور کہا کہ یہ تیرے ہبہ کا عوض ہے تو جائز ہے یہ فتاوی صغری
مین ہے۔ اور اگر کسی اجنبی نے واہب کو عوض دیدیا تو جائز ہے خواہ موہوب لہ کے حکم سے ہو یا بلا حکم اور اس اجنبی
کو یہ اختیار نہوگا کہ جسقدر اُس نے عوض دیا ہے وہ موہوب لہ سے واپس لے خواہ اُسکے حکم سے دیا ہو یا بلا حکم
دیا ہو لیکن اگر موہوب لہ نے اُس سے یون کہا ہو کہ تو فلان شخص کو میری طرف سے اس شرط سے عوض دیدے
کہ مین ضامن ہون تو واپس لے سکتا ہے اور یہ صورت ایسی ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ فلان شخص کو یہ غلام اپنا
ہبہ کر دے میری طرف سے تو مامور اُس سے واپس نہین لے سکتا ہے لیکن اگر حکم دینے والا اسکے ساتھ یون بھی کہے
کہ بشرطیکہ مین ضامن ہون تو واپس لے سکتا ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اصل اس جنس کے مسائل مین یہ ہے
کہ جو حق ایسا ہو کہ حبس یعنی قید و ملازمت کے ساتھ آدمی سے اسکا مطالبہ کیا جاتا ہے اگر ایسے حق کے ادا کر دینے
کا حکم دے تو بدون ضمان کی شرط لگانے کے حکم دینے والے سے واپس لے سکتا ہے اور جو حق ایسا نہو اگر

اسکے ادا کر دینے کا حکم دے تو مامور کو بدون اشتراط ضمان کے واپس لینے کا اختیار حاصل نہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کسی کو کچھ ہبہ کیا اور اُسنے بدون شرط کے اسکا عوض دیدیا اور واہب نے قبضہ کر لیا پھر وہ عوض استحقاق میں لے لیا گیا تو واہب کو رجوع کر لینے کا اختیار ہے بشرطیکہ وہ ہبہ ملک موہوب لہ میں قائم ہو اور اسمیں زیادتی نہوئی ہو اور نہ کوئی ایسا امر جو رجوع کا مانع ہوتا ہے پیدا ہوا ہو یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر عوض استحقاق میں لے لیا گیا حالانکہ ہبہ میں زیادتی پیدا ہو گئی ہے تو رجوع نہیں کر سکتا ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر ہبہ تلف ہو گیا یا موہوب لہ نے تلف کر دیا ہو تو بالاجماع واہب اُس سے ضمان نہیں لے سکتا ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر کسی شخص کو ہزار درم ہبہ کیے اور موہوب لہ نے انھیں درموں میں سے ایک درم واہب کو عوض دیا تو ہمارے نزدیک یہ عوض نہوگا اور واہب کو اپنے ہبہ سے رجوع کرنیکا اختیار ہوگا اسی طرح اگر ہبہ میں کوئی دار دیا ہو اور موہوب لہ نے اُسمیں سے کوئی بیت عوض دیا تو بھی عوض نہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ فتاوی عتابیہ میں ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنا گھر بشرط عوض ہبہ کیا اور اُسکے عوض کی قیمت ایک ہزار درم ہے پھر موہوب لہ نے قبل اسکے کہ مشروط دے اس سے پہلے اسکو ہزار درم کو فروخت کیا تو شفیع اسکو دو ہزار کو لیگا اور موہوب لہ اپنے واہب کو مشروط چیز یا اسکی قیمت دیگا اور اگر مشروط چیز واہب کو دینے کے بعد شفیع حاضر ہوا تو وہ گھر بعوض مشروط کے شفعہ میں لیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے اگر ایک شخص نے ایک کپڑا اور پانچ درم ہبہ کیے اور سب موہوب لہ کو سپرد کر دیے پھر اُسنے کپڑا یا درم عوض میں دیے تو استحسانا ہمارے نزدیک یہ عوض نہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر گیہوں ہبہ کیے اور موہوب لہ نے انمیں سے کچھ گیہوں پیسا کر انھیں کا آٹا عوض میں دیا ہو تو یہ عوض ہوگا اسی طرح اگر چند کپڑے ہبہ کیے اور موہوب لہ نے کوئی کپڑا اُن کپڑوں میں سے عصفر سے رنگا یا اُسکی قمیص سلوا کر واہب کو عوض میں دی تو عوض ہوگی اسی طرح اگر ستو ہبہ کیے اور موہوب لہ نے مسکہ وغیرہ میں لتھ کر کے ہی ستو تھوڑے سے عوض دیے تو عوض ہونگے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کسی نصرانی نے ایک مسلمان کو کچھ ہبہ دیا اور مسلمان نے اُسکو شراب یا سور عوض دی تو عوض نہوگا اور نصرانی کو اپنے ہبہ سے رجوع کرنے کا اختیار ہوگا اسی طرح اگر کسی شخص نے اپنے واہب کو پوست کشیدہ بکری عوض دی پھر معلوم ہوا کہ یہ مردار تھی تو عوض نہوگی اور واہب کو رجوع کا اختیار رہیگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کا کپڑا خالد کو ہبہ کیا اور سپرد کر دیا اور عمرو نے ہبہ کی اجازت دیدی تو ہبہ اُسکے مال سے جائز ہوا اور اسکو اختیار رہا کہ جب تک خالد نے اسکو عوض نہ دیا یا اسکا ذی رحم محرم نہو تب تک اپنے ہبہ سے رجوع کر لے اور اگر خالد نے زید کو عوض دیدیا ہو یا دونوں میں قرابت ہو تو یہ امر عمرو کے ہبہ سے رجوع کر لینے کا مانع نہیں ہو سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک غلام ماذون التجارۃ نے کسی کو ہبہ کیا اور موہوب لہ نے اُسکو عوض دیدیا تو ہر ایک کو دونوں میں سے یہ اختیار ہے کہ اپنی چیز واپس کر لے اور ہبہ باطل ہے اسی طرح اگر نابالغ کے والد نے اگر نابالغ کے مال میں سے کچھ ہبہ کیا اور موہوب لہ نے عوض دیدیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر نابالغ نے اپنا مال کسی کو ہبہ کیا اور اُسنے ہبہ کا عوض نابالغ کو دیدیا تو صحیح نہیں ہے کیونکہ اُسنے ہبہ باطل کا عوض دیا ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر نابالغ کو کوئی چیز ہبہ کی گئی اور باپ نے نابالغ کے مال سے اُسکا عوض دیا تو بھی جائز نہیں ہے اگرچہ یہ ہبہ بشرط عوض ہو یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے دو باندیاں کسی شخص کو ہبہ

کر دین پھر موہوب لہ کے پاس ایک باندی کے بچہ پیدا ہوا اُسنے بچہ کو دونون کی طرف سے عوض مین دیا تو واہب کو دونون باندیان ہبہ سے رجوع کرنے و واپس لینے کا اختیار نہ رہیگا یہ سراج الوہاج مین ہی۔ ایک مریض نے ہزار درم قیمت کا ایک غلام ایک صحیح آدمی کو ہبہ کیا حالانکہ اُسکے سوائے اُسکا کچھ مال نہین ہی اور صحیح نے اُسکو ہبہ کا عوض دیا اور مریض نے قبضہ کرلیا پھر مریض مرگیا حالانکہ عوض اُسکے پاس موجود ہی پس اگر یہ عوض اُس غلام کی دو تہائی قیمت کے برابر یا زیادہ ہو تو ہبہ تمام رہا اور اگر عوض کی قیمت ہبہ کی نصف ہو تو واہب کے وارث لوگ چھٹا حصہ ہبہ کا واپس لینگے اور اگر عوض دینا اصل ہبہ مین شرط ہو تو موہوب لہ کو اختیار ہوگا چاہے تمام ہبہ واپس کرکے اپنا عوض پھیر لے یا ہبہ کا چھٹا حصہ واپس دے اور باقی رہنے دے کذا فی المبسوط

آٹھوان باب ہبہ کرنے مین شرط لگانے کے بیان مین

بقالی مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ یہ مال مین تیرا ہی اگر تو چاہے اور اُسکو دیدیا اُس نے کہا کہ مین نے چاہا تو جائز ہی اور امام محمد رح سے روایت ہی کہ جسوقت خرما کی گود ظاہر ہوئی تو مالک نے دوسرے سے کہا کہ یہ تیری ہین اگر یک جاوین یا کہا کہ جب کل کا روز آوے تو ہبہ نا جائز ہی بخلاف گھر مین داخل ہونے کی شرط لگانے کے کہ اسمین یہ حکم نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر غلام یا کوئی چیز اس شرط پر ہبہ کی کہ موہوب لہ کو تین روز تک خیار ہے تو اگر اُس نے قبل افتراق کے اجازت دیدی تو جائز ہی اور اگر اجازت نہ دی یہانتک کہ دونون جدا ہوگئے تو جائز نہین ہی اور اگر اس شرط سے ہبہ کی کہ واہب کو تین روز تک خیار ہے تو ہبہ صحیح ہی اور شرط باطل ہی کیونکہ ہبہ ایک عقد غیر لازم ہی پس اسمین شرط خیار صحیح نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم ہین اُسنے کہا کہ جب کل کا روز آوے تو وہ ہزار درم تیرے ہین یا کہا کہ تو اُنسے بری ہی یا کہا کہ جسوقت تو نے نصف مال ادا کیا تو باقی نصف سے بری ہی یا باقی نصف تیرا ہی تو یہ سب باطل ہی کذا فی الجامع الصغیر فتاوی عتابیہ مین ہی کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تجھے بری کیا بشرطیکہ تو اپنے غلام کو آزاد کردے یا کہا کہ تو بری ہی بشرطیکہ تو سبب میرے تجھکو بری کرنے کے اپنے غلام کو آزاد کردے اُسنے کہا کہ مین نے قبول کیا یا غلام کو آزاد کردیا تو قرضہ سے بری ہوجائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ فتاوی ابو اللیث رح مین ہی کہ شیخ ابو نصر رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تجھے اُس حق سے جو میرا تجھپر آتا ہی بری کیا بشرطیکہ مجھے خیار ہی تو شیخ رح نے فرمایا کہ براءت جائز ہی اور خیار باطل ہی آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر اُسکو کوئی چیز بشرط خیار ہبہ کی تو ہبہ جائز اور خیار باطل ہوگا پس براءت مین خیار باطل ہونا بدرجہ اولی ثابت ہوگا یہ محیط مین ہی۔ منتقی مین امام محمد رح سے بروایت ابن سماعہ مذکور ہی کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تجھے یہ باندی ہبہ کی بشرطیکہ تو مجھے ہزار درم عوض دے اور وہ باندی اُسکو دیدی اُسنے باندی سے وطی کی اور بچہ پیدا ہوا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ موہوب لہ کو حکم دونگا کہ واہب کو جو عوض شرط کیا ہی وہ عوض مشروط دے یا قیمت دے یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ ہمارے سب اصحاب نے فرمایا کہ اگر کچھ ہبہ کیا اور ہبہ مین کوئی شرط فاسد لگائی تو ہبہ جائز ہوگا اور شرط باطل ہوگی مثلاً ایک شخص نے دوسرے کو ایک باندی ہبہ کی اور شرط لگائی کہ اسکو فروخت نکرے یا اُسکو ام ولد بنا دے یا فلان شخص کے ہاتھ فروخت کردے یا ایک مہینہ کے بعد مجھے واپس کردے تو ہبہ جائز ہی اور یہ سب شرطین باطل ہین یہ سراج الوہاج مین ہی

اگر کسی شخص کو ایک باندی اس شرط سے ہبہ کی کہ مجھے اسکو واپس کر دے یا اسکو آزاد کر دے یا اسکو ام ولد بنا دے
یا کوئی گھر اسکو اس شرط سے صدقہ مین دیا کہ اسمین سے کچھ مجھکو واپس دے یا کچھ اسمین سے مجھے عوض دے تو ہبہ
جائز اور شرط باطل ہے یہ کافی مین ہے - اور اصل اسمین یہ ہے کہ جو عقد ایسا ہو کہ اسمین قبضہ شرط ہے تو اسکو کوئی شرط
فاسد نہین کرتی ہے جیسے ہبہ و رہن وغیرہ یہ سراج الوہاج مین ہے - اور وہ تمام عقود جنکی تعلیق کسی شرط کے ساتھ
صحیح نہین ہے اور فاسد شرطین لگانے سے باطل ہو جاتے ہین تیرہ عقد ہین بیع اور قسمت اور اجارہ اور رجعت اور
مال سے صلح کرنا اور قرضہ سے بری کرنا اور ماذون کو مجبور کرنا اور وکیل کو معزول کرنا موافق روایت شرح طحاوی
کے اور ایجاب اعتکاف کو شرط پر معلق کرنا اور عقد مزارعت اور عقد معاملت اور اقرار موافق ایک روایت کے
اور وقف ہے اور جو عقود ایسے ہین کہ شروط فاسدہ سے باطل نہین ہوتے ہین وہ چھبیس ہین طلاق اور خلع بمال
یا بغیر مال اور رہن و قرض و ہبہ و صدقہ و صلح و وصیت و شرکت و مضاربت و قضا و امارت اور امام محمد رح
کے نزدیک تحکیم - اور کفالت و حوالہ و اقالہ و نسب اور غلام کو تجارت کی اجازت دینا اور دعوت ولد اور صلح کرنا
خون عمد سے اور ایسی جراحت سے جسمین فی الحال یا میعادی طور سے قصاص لازم آتا ہے اور جنایت غصب اور
ودیعت اور عاریت جبکہ اسمین کوئی شخص ضامن ہوا اور کفالت یا حوالہ کی شرط لگائی جاوے اور عقد ذمہ اور رد
بالعیب کو شرط پر معلق کرنا اور رد بخیار شرط کو شرط پر معلق کرنا اور قاضی کو معزول کرنا - اور واضح ہو کہ نکاح کو شرط پر معلق
کرنا یا کسی چیز کی جانب مضاف کرنا صحیح نہین ہے لیکن شرط باطل ہو جائیگی اور نکاح صحیح رہیگا وہ شرط لگانے سے باطل
نہوگا اسی طرح غلام ماذون کو مجبور کرنا اور ہبہ و صدقہ اور مکاتب کرنا خواہ بشرط متعارف ہو یا بشرط غیر متعارف ہو صحیح
رہتا ہے اور شرط باطل ہو جاتی ہے - اور جن عقدون کا زمانہ مستقبل کی طرف نسبت کرنا صحیح ہے وہ چودہ ہین اجارہ
و فسخ اجارہ اور مزارعت یعنی کھیت بٹائی پر کاشت کے لیے دینا اور معاملت یعنی درختون کو بٹائی پر دینا اور
مضاربت و وکالت و کفالت و ایصاء و وصیت و قضا و امارت یعنی امیر مقرر کرنا و طلاق و عتاق اور وقف -
اور جو عقد ایسے ہین کہ انکا زمانہ مستقبل کی طرف نسبت کرنا صحیح نہین ہے وہ نو ہین بیع اور بیع کی اجازت اور بیع کا فسخ
اور تقسیم اور شرکت اور ہبہ اور نکاح اور رجعت اور مال سے صلح اور قرضہ سے ابراء یہ فصول استروشنیہ
مین ہے - ایک شخص نے دوسرے کو ایک زمین اس شرط سے تعلیقاً ہبہ کی کہ جو اسمین سے از قسم برنج پیدا ہو اسکو
موہوب لہ واہب کو نفقہ مین دے تو ابو القاسم صفار رح نے فرمایا کہ اگر اس زمین مین تاک انگور یا درخت ہون
تو ہبہ جائز اور شرط باطل ہے اور اگر وہ زمین قراح ہو تو ہبہ فاسد ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - اگر شئی موہوب
کوئی انگور کا باغ ہو اور شرط معلق لگائی کہ اسکے پھل مجھے نفقہ دے تو ہبہ صحیح اور شرط باطل ہے یہ محیط سرخسی مین ہے
اور ینابیع مین لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کو کوئی چیز ہبہ کی یا صدقہ دی اور یہ شرط معلق لگائی کہ اسمین سے
تہائی یا چوتھائی یا کچھ مجھکو واپس دے یا اسمین کی تہائی یا چوتھائی یا کچھ مجھے عوض مین دے تو ہبہ جائز ہے اور واپسی
یا عوض مین کچھ نہ دیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے - اور منتقی مین ہے کہ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ مین نے دو
ہزار درم جو میرے تجھپر ہین تجھے صدقہ دیے بشرطیکہ تو مجھپر یعنی میرے ہوتے کوئی باندی نہ بٹھاوے یا کہا کہ دوسرا نکاح
نکرے اور شوہر نے قبول کیا پھر باندی بٹھلائی یا نکاح کیا تو ہزار درم واپس نہین لے سکتی ہے یہ محیط مین ہے - ایک عورت نے

یا وہ در حقیقت وکیل ہوتا ہے ۱۲
سعہ قراح خالی زمین قابل زراعت و نشانہ زمین درختان
عسہ معلوم نشد کہ منتقی ... دوکان مین ... ۱۲

اپنے شوہر کو اپنا مہر اس شرط سے ہبہ کیا کہ شوہر کی جورو کا امر اُسکے اختیار مین دے اور شوہر نے قبول نہ کیا تو مختار یہ ہی کہ مہر شوہر سے بلا قبول کرنے کے ہبہ صحیح ہوتا ہی پس اگر اُسنے قبول کیا کہ جورو کا امر اُسکے اختیار مین دے تو ابراء دین پورا ہو چکا اور اگر ایسا نہ کیا تو مختار یہ ہی کہ مہر عود کریگا اسی طرح اگر اس شرط سے ابراء کیا کہ اس عورت کو نہ مارے اور نہ مجبور کرے یا اسکو اسقدر چیز ہبہ کرے تو بھی یہی حکم ہی اور اگر یہ امر ہبہ مین شرط ہو تو مہر عود نہ کریگا یہ وجیز کردری و خلاصہ مین ہی۔ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ مین نے اپنا مہر جو تجھپر ہی چھوڑ دیا بشرطیکہ تو میرا امر میرے اختیار مین دے یعنی چاہون اپنے تئین طلاق دیدون تو اُس عورت کا مہر بحالہ رہیگا جب تک کہ اپنے آپ کو طلاق نہ دے کیونکہ اُس نے اپنے مہر کو اُسکا کام اُسکے اختیار مین دینے کے عوض مین کر دیا ہی اور یہ عوض ہونے کی صلاحیت نہین رکھتا ہی یہ مضمرات مین ہی۔ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ اگر تو مجھپر ظلم نکرے تو مین نے اپنا مہر تجھے ہبہ کیا اور شوہر نے قبول کیا پھر اُسکے بعد اُسپر ظلم کیا تو فقیہ ابو بکر اسکاف و ابو القاسم صفار نے فرمایا کہ یہ ہبہ فاسد ہی کیونکہ یہ ہبہ کا شرط پر معلق کرنا ہی بخلاف اسکے اگر یون کہا کہ مین نے اپنا مہر تجھے ہبہ کیا بشرطیکہ تو مجھپر ظلم نہ کرے اور شوہر نے قبول کیا تو ہبہ صحیح ہی کیونکہ یہ قول ہبہ کا قبول پر معلق کرنا ہی پس جب شوہر نے قبول کیا تو ہبہ تمام ہو گیا اور پھر مہر عود نہ کریگا اور بعض نے فرمایا کہ اگر شوہر نے اُسپر ظلم کیا تو اُسکا مہر بحالہ رہیگا اور فتوے اسی قول پر ہی۔ اور اگر شوہر نے شرط قبول کرنے کے بعد اُس عورت کو مارا پس اگر ناحق مارا تو مہر عود کریگا اور اگر ادب دینے کے واسطے مارا کہ جسکی وہ عورت مستحق تھی یعنی ایسے ادب دینے کے لائق تھی تو مہر عود نہ کریگا یہ فتاوے قاضی خان و ظہیریہ مین ہی۔ امام ابو بکر سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ میرے رخصت کر لیجانے کے وقت تو ولیمہ کر دینا اور جو کچھ اسکا خرچ ہو وہ میرے مہر مین سے کم کر دینا تو امام ابو بکر نے فرمایا کہ جسطرح عورت نے کہا ویسا ہی ہوگا یعنی یہ امر جائز ہی کذا فی الحاوی۔ اگر کسی عورت کے شوہر نے اُس سے کہا کہ تو مجھے اپنے مہر سے بری کر دے تاکہ مین تجھے اسقدر ہبہ کرون پس عورت نے بری کر دیا پھر شوہر نے ہبہ کرنے سے انکار کیا تو شیخ نصیر نے فرمایا کہ مہر پھر عود کریگا جیسا کہ پہلے تھا **قال المترجم** شاید شیخ رح نے قولہ تاکہ مین تجھے الخ سے غایت کلام اور شرط کے قرار دیا ہی ورنہ نوع تامل ہی واللہ اعلم۔ اور کتاب الحج مین مذکور ہی کہ ایک عورت نے اپنے شوہر کو جو اُسکا مہر شوہر پر آتا تھا چھوڑ دیا بشرطیکہ شوہر اُسکے طرف سے حج کر دے پھر شوہر نے حج نہ کیا تو محمد بن مقاتل نے فرمایا کہ مہر جیسا تھا ویسا ہی عود کریگا اور صدر الشہید نے اپنے واقعات مین لکھا ہی کہ جسطرح شیخ نصیر و محمد بن مقاتل نے فرمایا ہی کہ مہر عود کریگا یہی حکم فتوے کے واسطے مختار ہی یہ مضمرات مین ہی۔ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ تو اکثر میرے پاس سے غائب ہوتا ہی پس اگر تو میرے ساتھ رہے اور غائب نہو تو مین نے تجھے وہ دیوار جو فلان مکان مین ہی ہبہ کی پھر شوہر اُسکا ایک مدت تک اُسکے ساتھ رہا پھر اُسکو طلاق دیدی تو مسئلہ کی پانچ صورتین ہین پہلی صورت یہ ہی کہ اگر یہ امر عورت کی طرف سے وعدہ ہو فی الحال ہبہ نہو تو اس صورت مین وہ دیوار شوہر کی نہوگی اور دوسری صورت یہ ہی کہ اگر عورت نے اُسکو ہبہ کی اور سپرد کر دی اور شوہر نے اُسکے ساتھ رہنے کا اُس سے وعدہ کیا تو اس صورت مین وہ دیوار شوہر کی ہوگی اور سپرد نہ کی ہو تو نہوگی اور تیسری صورت یہ ہی کہ اگر اس شرط سے ہبہ کی کہ شوہر اُسکے ساتھ رہے اور سپرد کر دی اور شوہر نے قبول کیا تو اس صورت مین وہ دیوار شوہر کی ہوگی

ایسا ہی شیخ ابو القاسم رح نے ذکر کیا ہی اور موافق قول شیخ نصیر و محمد رح بن مقاتل کے شوہر کی ہوگی اور یہی مختار ہی
اور چوتھی صورت یہ ہی کہ یون کہا کہ مین نے تجھے یہ دیوار ہبہ کی اگر تو میرے ساتھ رہے تو اس صورت مین
دیوار شوہر کی ہوگی اور پانچوین یہ صورت ہی کہ عورت نے شوہر سے اس امر پر کہ اُسکے ساتھ رہے صلح کی اس شرط
سے کہ دیوار ہبہ ہی تو اس صورت مین وہ دیوار شوہر کی ہوگی یہ مضمرات مین لکھا ہی - ایک عورت نے اپنے شوہر
کو اپنا مہر ہبہ کیا تاکہ سال مین دو بار اُسکے کپڑے بنوا دے اور شوہر نے اُسکو قبول کیا پھر دو برس گذر گئے اور
اُس نے کپڑے نہ بنوا دیے تو امام ابو بکر محمد رح بن الفضل نے فرمایا کہ اگر یہ امر ہبہ مین مشروط تھا تو اُسکا مہر شوہر پر
بحالہ رہیگا اور اگر شرط نہ تھا تو ساقط ہو جائیگا اور پھر عود نہ کریگا اسی طرح اگر اپنا مہر اس شرط سے ہبہ کیا کہ اس
عورت پر احسان کرے اور اُس نے احسان نہ کیا تو ہبہ باطل ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - ایک عورت
نے اپنے شوہر سے کہا کہ کابین ترا بخشیدم چنگ از من بدار یعنی مہر مین نے تجھے بخشا تو اپنا ہاتھ مجھ سے
دور رکھ[1] پس اگر شوہر نے اُسکو طلاق نہ دی تو مہر سے بری ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی - ایک عورت نے اپنا مہر اپنے
شوہر کو ہبہ کیا بشرطیکہ اُسکو اپنے پاس رکھے اور طلاق نہ دے اور شوہر نے اُسکو قبول کیا تو امام ابو بکر محمد بن الفضل رح
نے فرمایا کہ اگر اُس نے اپنے پاس رکھنے کے واسطے کوئی میعاد و مدت مقررہ کی تو اُسکا مہر عود نہ کریگا اور اگر کوئی میعاد
مقرر کر دی اور شوہر نے اُس میعاد سے پہلے اُسکو طلاق دی تو اُسکا مہر بحالہ رہیگا پس شیخ امام ابو بکر سے
دریافت کیا گیا اور کہا گیا کہ پہلی صورت مین جب کہ کوئی میعاد نہ بیان کی تو مقصد یہ ہوگا کہ جب تک زندہ رہے
اپنے پاس رکھے اور یہی وقت ٹھہر گیا تو شیخ نے فرمایا کہ ہان ٹھیک ہی لیکن اطلاق لفظ[2] کا اعتبار ہوتا ہی - ایک
عورت نے اپنے شوہر کو اپنا مہر ہبہ کیا بشرطیکہ شوہر اُسکو طلاق نہ دے اور شوہر نے قبول کیا تو شیخ خلف رح نے
فرمایا کہ ہبہ صحیح ہی خواہ اُس نے طلاق دی یا نہ دی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - فقیہ ابو جعفر رح سے دریافت
کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی جورو کو اپنے والدین کے گھر جانے سے روکا حالانکہ وہ بیمار تھی اور کہا کہ اگر تو مجھے
اپنا مہر ہبہ کر دے تو تجھے تیرے والدین کے گھر بھیجدون اُس نے کہا کہ ایسا ہی کرونگی پس اُسکو گواہون کے
سامنے لایا اُسنے تھوڑا مہر ہبہ کیا اور تھوڑے مہر کی فقیرون کے واسطے وصیت وغیرہ کر دی پھر اُسکے بعد شوہر
نے اُسکو نہ بھیجا اور والدین کے پاس جانے سے روکا تو فقیہ رح نے فرمایا کہ ہبہ باطل ہی اسواسطے کہ وہ عورت
ہبہ کرنے مین بمنزلہ مکرہ کے ہوئی یعنی گویا زبردستی ہبہ کرایا ہی یہ حاوی مین ہی - ایک عورت نے اپنے شوہر
مریض سے کہا کہ اگر تو اپنے اس مرض سے مر گیا تو تو میرے مہر کی طرف سے حلت مین ہی یا میرا مہر تجھپر
صدقہ ہی تو یہ ہبہ باطل ہی کیونکہ یہ ہبہ معلق بالخطر ہی یعنی معلق ہی ایسی شی پر معلق ہی کہ جسکے وجود و عدم کا خطرہ ہی یہ
ظہیریہ مین ہی - ایک عورت مریضہ نے اپنے شوہر سے کہا کہ مین اس مرض مین مر گئی تو میرا مہر تجھے صدقہ ہی یا تو میرے
مہر سے حلت مین ہی پس وہ اس مرض مین مر گئی تو اُسکا قول باطل ہی اور مہر اسکا شوہر پر بحالہ رہیگا یہ خزانۃ المفتین
مین ہی - ایک عورت نے چاہا کہ اُسی شوہر سے جس نے اُسکو طلاق دی ہی نکاح کرے اُس نے کہا کہ جب تک تو
مجھے اپنا مہر جو مجھپر آتا ہی ہبہ نہ کریگی مین تجھ سے نکاح نہ کرونگا پس عورت نے مہر ہبہ کیا بشرطیکہ وہ شوہر اُسکو
اپنے نکاح مین کر لے تو یہ مہر اس شخص پر باقی رہیگا خواہ اُسکو اپنے نکاح مین کر لے یا نکرے کیونکہ عورت نے اپنے اوپر

[1] یعنی اپنا ہاتھ مجھ سے علیحدہ رکھ یعنی طلاق دیدے
[2] اطلاق لفظ یعنی جو لفظ مطلق بولا ہی اسیکا اعتبار ہوگا ۱۲

مال کو نکاح کے عوض کر لیا حالانکہ نکاح میں عوض عورت کے واسطے نہیں ہوتا ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے - اگر شوہر نے اپنی عورت کے ساتھ خلع کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ تو مجھے اپنے مہر سے بری کر دے اور میں تیرے ساتھ کروٹ سے لیٹونگا اُسنے بری کر دیا تو بعض نے فرمایا کہ وہ بری ہو جائیگا کیونکہ یہ ابراء باہمی محبت کے واسطے ہے جو جماعت کی طرف خواہش دلاتا ہے یہ قنیہ میں ہے - اگر اپنے قرضدار سے کہا کہ اگر میرا مال ادا نہ کرے یہانتک کہ مرجاوے تو تو حلت میں ہے تو یہ ہبہ باطل ہے یہ بحر الرائق میں ہے - اور اگر رب الدین نے کہا کہ جب وقت آئے تو تو حلت میں ہے تو یہ جائز ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے - اور اگر کہا کہ اگر تو مر گیا تو تو قرضہ سے بری ہے تو بری نہوگا کیونکہ یہ خطر پر معلق ہے چنانچہ اگر کہا کہ اگر تو دار میں داخل ہو تو اُس قرضہ سے جو کچھ میرا تجھ پر ہے تو بری ہے تو بری نہوگا یہ وجیز کردری میں ہے - ایک شخص کو اپنے قرضہ سے اس غرض سے بری کیا کہ جو کام میرا سلطان سے متعلق ہے اُسکی اصلاح کر دے تو بری نہوگا اور یہ شرط فی الحال ہے کذا فی القنیہ

نواں باب واہب اور موہوب لہ میں اختلاف اور اُسمیں گواہی دینے کے بیان میں - ایک غلام زید کے قبضہ میں ہے اور عمرو نے آکر اُسپر اپنا دعوی کیا اور کہا کہ مجھے زید نے ہبہ کر کے سپرد کر دیا ہے اور زید نے اُس سے انکار کیا پھر عمرو گواہ لایا جنھوں نے گواہی دی کہ زید نے اقرار کیا ہے کہ میں نے ہبہ کر کے سپرد کر دیا اور عمرو نے اُسپر قبضہ کر لیا ہے تو امام اعظم رح پہلے فرماتے تھے کہ یہ گواہی قبول نہوگی پھر رجوع کیا اور کہا کہ قبول ہوگی اور یہی قول صاحبین رح کا ہے - اور ہبہ و صدقہ میں ایسا اختلاف واقع ہونے کا بھی یہی حکم ہے - اور اگر ایسا اختلاف دونوں گواہوں میں واقع ہو مثلاً ایک گواہ نے قبضہ کے معاینہ کی گواہی دی اور دوسرے نے واہب کے اقرار کی کہ موہوب لہ نے قبضہ کر لیا ہے گواہی دی تو بلا خلاف گواہی مقبول نہوگی - اور اگر غلام موہوب لہ کے قبضہ میں ہو اور گواہوں نے واہب کے اقرار کی کہ موہوب لہ نے قبضہ کر لیا ہے گواہی دی تو یہ گواہی امام اعظم رح کے اول و دوم دونوں قولوں کے موافق جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے - اور اگر واہب نے قاضی کے سامنے ایسا اقرار کیا حالانکہ غلام اُسکے قبضہ میں ہے تو اُسکے اقرار سے غلام لے لیا جائیگا اسی طرح یہ مسئلہ اس مقام پر مذکور ہے اور امام اعظم رح کا اول و ثانی قول مذکور نہیں ہے اور کتاب الاقرار میں امام اعظم کا اول قول مذکور ہے اور مشائخ رح نے فرمایا کہ جو اس مقام پر مذکور ہے وہی اصح ہے یہ محیط میں ہے - اگر زید نے عمرو کو کچھ ودیعت دی پھر وہ ودیعت اُسکو ہبہ کر دی پھر انکار کر گیا اور دو گواہوں نے زید پر اُسکی گواہی دی اور قبضہ کے معاینہ کی گواہی ندی تو یہ جائز ہے - اور اگر واہب نے اُس سے انکار کیا اور وہ شی موہوب لہ کی مقبوضہ ہبہ کے روز تھی اور گواہوں نے ہبہ کی گواہی دی اور معاینہ قبضہ کی گواہی ندی اور نہ واہب کے اقرار کی گواہی دی حالانکہ جس روز خصومت پیش ہوئی اُسدن وہ شی موہوب لہ کے قبضہ میں موجود ہے تو بھی جائز ہے لیکن بشرطیکہ واہب زندہ موجود ہو اور اگر مر گیا ہو تو گواہوں کی گواہی باطل ہے یہ مبسوط میں ہے زید نے عمرو کو کوئی شی ہبہ کی پھر کہا کہ میں نے تو تجھے وہ شی فقط ودیعت رکھنے کو دی تھی تو قسم سے مالک کا قول قبول ہوگا اور جب اُسنے قسم کھالی تو وہ شی واپس لیگا پھر اگر معلوم ہوا کہ وہ شی تلف ہو گئی ہے پس اگر مستودع کے ہبہ ہونے کا دعوی کرنے کے بعد تلف ہوئی ہے تو مستودع اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر ہبہ کے دعوی سے پہلے وہ تلف ہوئی ہے تو مستودع پر ضمان نہ آویگی یہ محیط میں ہے - زید نے عمرو کو ایک غلام ہبہ کیا اور عمرو نے قبضہ کر لیا پھر خالد نے آکر دعوی کیا کہ میں نے ہبہ و قبضہ ہونے سے پہلے یہ غلام زید سے خریدا ہے اور گواہ قائم کیے

تو ہبہ باطل ہو جائیگا اور اگر گواہوں نے ہبہ سے پہلے خریدنے کی گواہی نہ دی صرف خریدنے کی گواہی دی تو وہ غلام موہوب لہ کو دیا جائیگا۔ اسی طرح اگر خرید کے گواہوں نے مہینہ یا سال کے حساب سے تاریخ بیان کی تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر غلام واہب کے قبضہ میں ہو اور موہوب لہ نے گواہ قائم کیے کہ اُسنے مجھے فروخت کرنے سے پہلے ہبہ کیا اور میں نے قبضہ کر لیا ہے اور مشتری نے گواہ قائم کیے کہ میں نے ہبہ سے پہلے خرید کر کے قبضہ کر لیا ہے تو وہ غلام مشتری کو ملیگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ منتقی میں امام ابو یوسف رحمہ سے بروایت شریح مذکور ہے کہ واہب و موہوب لہ نے ہبہ کے بشرط عوض ہونے پر اتفاق کیا مگر مقدار عوض میں اختلاف کیا واہب نے کہا کہ ہزار درم ہیں اور موہوب لہ نے کہا کہ پانچ سو درم ہیں اور ہنوز عوض پر قبضہ نہیں ہوا ہے اور موہوب بعینہ قائم ہے تو واہب کو اختیار ہے کہ چاہے پانچ سو درم پر قبضہ کرے یا اپنے ہبہ کو واپس کرے اور اگر شئے موہوب کو اُسنے تلف کر دیا ہو تو چاہیے اُسکی قیمت واپس لے اور اگر دونوں نے اصل عوض میں اختلاف کیا موہوب لہ نے کہا کہ میں نے تیرے واسطے بالکل عوض کی شرط نہیں کی ہے تو اُسیکا قول قبول ہوگا اور واہب کو اپنے ہبہ سے رجوع کرنیکا اختیار ہوگا بشرطیکہ موہوب چیز قائم ہو اور اگر مستہلک ہو گئی تو موہوب لہ پر کچھ ڈانڈ نہ آویگا لیکن اس صورت میں موہوب لہ سے قسم لیجاویگی کہ واللہ میں نے واہب کے واسطے عوض دینے کی شرط نہیں کی تھی یہ محیط میں ہے۔ زید کے قبضہ میں ایک گھر ہے اُسنے عمرو سے کہا کہ تو نے یہ گھر مجھے صدقہ دیا اور قبضہ کی اجازت دی میں نے اسپر قبضہ کر لیا تو متصدق کا قول قبول ہوگا اور اگر قابض نے کہا کہ یہ گھر میرے قبضہ میں تھا پھر تو نے مجھے صدقہ دیا اور وہ صدقہ جائز ہو گیا اور متصدق نے کہا کہ نہیں بلکہ میرے قبضہ میں تھا تو نے میری بلا اجازت اسپر قبضہ کر لیا ہے تو متصدق علیہ کا قول قبول ہوگا۔ اگر زید نے ایک غلام کا جو عمرو کے قبضہ میں ہے دعوی کیا اور کہا کہ میں نے عمرو کو ہبہ کیا حالانکہ یہ غلام اُسوقت ہم دونوں سے غائب تھا پھر موہوب لہ نے میری بلا اجازت اسپر قبضہ کر لیا ہے اور عمرو نے کہا کہ تو نے مجھے ہبہ کیا اور میں نے تیری اجازت سے اسپر قبضہ کیا ہے تو موہوب لہ کا قول قبول ہوگا اور اگر موہوب لہ نے کہا کہ جسوقت تو نے مجھے ہبہ کیا ہے اُسوقت تیری منزل یعنی گھر میں تھا ہمارے سامنے موجود تھا اور تو نے مجھے قبضہ کر لینے کی اجازت دیدی تھی میں نے قبضہ کر لیا تو اُسکے قول کی تصدیق نہ کیجاویگی یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ منتقی میں ہے کہ اگر واہب نے ہبہ سے رجوع کرنیکا ارادہ کیا اور موہوب لہ نے دعوی کیا کہ وہ تلف ہو گیا ہے تو موہوب لہ کا قول قبول ہوگا اور اسپر قسم نہ آویگی پھر اگر واہب نے کوئی شئے معین کر دی اور کہا کہ یہی ہبہ تھی تو موہوب لہ سے اسپر قسم لیجاویگی یہ محیط میں ہے۔ اگر شوہر نے کہا کہ جورو نے مجھے اپنی صحت میں مہر ہبہ کیا ہے اور جورو کے وارثوں نے کہا بلکہ اُسنے اپنے مرض میں ہبہ کیا ہے تو شوہر کا قول قبول ہوگا یہ خزانۃ الفتاوی میں ہے۔ اگر موہوب لہ نے جو وارث بھی ہے دوسرے وارث کے ساتھ اختلاف کیا ایک نے کہا کہ ہبہ صحت میں واقع ہوا اور دوسرے نے کہا کہ مرض میں ہوا تو مدعی صحت کا قول قبول ہوگا کیونکہ تصرفات مریض کے نافذ ہوتے ہیں صرف بعد موت کے منتقض ہوتا ہے اور اسی میں اختلاف ہے پس منکر نقض کا قول قبول ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ مدعی مرض کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہ لزوم عقد و ملک کا منکر ہے یہ قنیہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک زیور خرید کر کے اپنی جورو کو دیدیا وہ اُسکو اپنے استعمال میں لاتی رہی پھر مر گئی اور اُسکے وارثوں اور شوہر میں جھگڑا ہوا کہ ہبہ تھا یا عاریت تھی تو قسم سے شوہر کا قول قبول ہوگا کہ عاریۃً دیا تھا کیونکہ وہ ہبہ کا منکر ہے یہ جواہر الفتاوی میں لکھا ہے۔ اگر ہبہ علیہ سے کہا کہ یہ چیز میرے والد نے ہبہ کی تھی پھر تو نے اُسکی موت کے بعد اسپر قبضہ کیا اور موہوب لہ نے کہا کہ میں نے اُسکی زندگی میں قبضہ کیا ہے اور یہ شے مدعی ہبہ کے قبضہ میں ہے تو وارث کا قول قبول ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر واہب

نے ہبہ سے رجوع کرنے کا ارادہ کیا اور موہوب لہ نے کہا کہ میں تیرا بھائی ہوں یا میں نے تجھے عوض دیدیا ہے یا تو نے مجھے یہ چیز صدقہ میں دی ہے اور واہب نے اسکی تکذیب کی تو واہب کا قول لیا جائیگا اسی طرح اگر ہبہ میں کوئی باندی ہو اور موہوب لہ نے کہا کہ تو نے مجھے صغیرہ بچہ ہبہ کی تھی پھر میرے پاس بڑی ہوئی اور قیمت کی راہ سے اس میں بہتری آگئی اور واہب نے تکذیب کی تو واہب کا قول لیا جائیگا اور یہ استحسان ہے اور قیاس چاہتا ہے کہ موہوب لہ کا قول قبول ہو یہ محیط میں ہے اور یہی حکم ہر زیادتی متولدہ میں ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر موہوب لہ نے دعوی کیا کہ وہ باندی میرے پاس موٹی ہو گئی اور واہب نے تکذیب کی تو ہمارے نزدیک واہب کا قول قبول ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر ہبہ کی چیز کوئی زمین ہو کہ اس میں عمارت بنی اور درخت لگے ہیں یا ستو ہوں کہ وہ مسکہ و شیرہ میں لتھڑے ہوئے ہیں یا کپڑا ہو کہ وہ رنگا ہوا یا سلا ہوا ہے پس موہوب لہ نے کہا کہ تو نے مجھے زمین جب ہبہ کی تو یہ اُن تھی میں نے اس میں عمارت بنوائی اور درخت لگائے ہیں یا ستو بیدون لتھڑے ہوئے یا کپڑا بیدون رنگ کا ہبہ کیا تھا پھر میں نے لتھڑ کرائے یا رنگا ہے اور واہب نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے ایسی ہی جیسی اب ہے تجھے ہبہ کی تھی تو موہوب لہ کا قول قبول ہوگا اسی طرح اگر دار کی عمارت یا اور کسی میں ایسا اختلاف کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے منتقی میں امام محمد رحمہ سے بروایت ابن سماعہ مذکور ہے کہ زید نے عمرو کو ایک باندی ہبہ کی اور عمرو نے قبضہ کر لیا اور اس سے اولاد ہوئی پھر زید نے گواہ قائم کیے کہ میں نے عمرو کو ہبہ کرنے سے پہلے باندی کو مدبر کر دیا تھا تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ باندی اور اسکا عقر اور اسکی اولاد کی قیمت لے لیگا اسی طرح اگر واہب کیا اور باندی نے گواہ دیے کہ اس شخص کو ہبہ کرنے سے پہلے زید نے مجھے مدبر کر دیا تھا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ فتاوی عتابیہ میں ہے کہ اگر موہوب لہ نے باندی کو ام ولد بنا لیا اور باندی نے گواہ دیے کہ واہب نے مجھے مدبر کر دیا تھا تو واہب اسکو اور اسکا عقر اور اسکے بچہ کی قیمت لے لیگا اور بچہ بقیمت آزاد ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے زید نے عمرو کا غلام بیدون اسکی اجازت کے خالد کو ہبہ کر کے سپرد کر دیا پھر عمرو نے دعوی کیا کہ یہ میرا غلام ہے اور گواہ دیے اور قاضی نے اسکی ڈگری کر دی پھر عمرو نے غلام کے ہبہ کی اجازت دیدی تو خصاف نے ذکر کیا ہے کہ امام اعظم رحمہ کے نزدیک اجازت جائز ہوگی اور یہ بنا بر اس روایت کے ہے جو امام اعظم رحمہ سے مروی ہے کہ مستحق کے نام قاضی کا ڈگری کر دینا عقود واقعہ کے حق میں فسخ ہوتا ہے یعنی عقود سابقہ فسخ ہو جاتے ہیں لیکن ظاہر الروایت کے موافق فسخ نہیں ہوتا ہے ایسا ہی شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہے اور جب استحقاق کی وجہ سے بیع فسخ نہیں ہوتی ہے تو ہبہ بھی فسخ نہوگا پس مستحق کا اجازت دینا جائز ہوگا اور بیع کی صورت میں ظاہر روایت کے موافق فتوی ہے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو نے مجھے ہزار درم ہبہ کیے پھر بعد سکوت کرنے کے کہا کہ میں نے اسپر قبضہ نہیں کیا تو اسیکا قول قبول ہوگا اور اسی قسم کے مسئلہ بیع میں ایسا احتمال ہے۔ اگر کسی عورت نے اپنے شوہر کو کوئی چیز ہبہ کی اور دعوی کیا کہ شوہر نے ہبہ کے واسطے زبردستی کی ہے تو اسکا دعوی مسموع ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ ایک عورت نے اپنا مہر شوہر کو ہبہ کیا اور کہا کہ میں نابالغہ ہوں پھر اسکے بعد کہا کہ میں بالغہ تھی اور اپنے نفس کی تکذیب کی پس اگر اسوقت کی بالغہ عورتوں کی میعاد تک پہونچ گئی ہو یا اسمیں بلوغ ہونے کی کوئی علامت پائی جاتی ہو تو اسکے قول کی تصدیق ہوگی اور اگر ایسی نہو تو بالغہ نہونے کی بابت اسی کا قول قبول ہوگا یہ خزانۃ الفتاوی میں ہے۔ اور بقالی میں ہے کہ جو چیز غلام کو مولی کی غیبت میں ہبہ کی اس سے رجوع کرنا جائز ہے بشرطیکہ غلام ماذون ہو اور واہب کے اس کہنے کی کہ غلام ماذون ہے تصدیق کیجاوے گی اور غلام کے گواہ کہ مجبور ہے مقبول نہونگے لیکن اگر گواہوں نے واہب کے اقرار کی کہ غلام مجبور ہے گواہی دی تو گواہی قبول ہوگی اور گواہ نہونے کی صورت میں واہب سے اسکے علم پر قسم لیجائیگی اور اگر غلام غائب ہو گیا حالانکہ ہبہ اسی کے پاس ہے تو مولی سے کچھ خصومت نہیں کر سکتا ہے اور اگر ہبہ سے

کے پاس ہبہ ہو تو وہ خصم ٹھہرایا جائیگا بشرطیکہ واہب کے قول کی تصدیق کرے یا گواہ قائم ہوں یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھے یہ غلام کل کے روز ہبہ کیا تھا مگر تو نے قبول نہیں کیا تو واہب کا قول قبول ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے

دسواں باب مریض کے ہبہ کے بیان میں۔ کتاب الاصل میں مذکور ہے کہ مریض کا ہبہ یا صدقہ جائز نہیں ہے مگر جبکہ اسپر قبضہ ہو جاوے اور جب قبضہ ہو گیا تو تہائی مال سے جائز ہے اور اگر سپرد کرنے سے پہلے واہب مرگیا تو ہبہ باطل ہو گیا اور جاننا چاہیے کہ مریض کا ہبہ کرنا عقداً ہبہ ہے وصیت نہیں ہے اور تہائی مال سے اسکا اعتبار کرنا اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ وصیت ہے بلکہ اسواسطے ہے کہ وارثوں کا حق مریض کے مال سے متعلق ہوتا ہے اور اس نے ہبہ کرنے میں احسان کیا تو اسکا احسان بقدر مال سے ٹھہرایا جاویگا جتنا شرع نے اسکے واسطے قرار دیا ہے یعنی ایک تہائی۔ اور جب یہ تصرف عقد ہبہ ٹھہرایا گیا تو جو شرائط ہبہ کے ہیں وہ مرعی ہونگے اور از انجملہ ایک یہ شرط ہے کہ واہب کے مرنے سے پہلے موہوب لہ اسپر قبضہ کر لے یہ محیط میں ہے۔ اگر مریض نے کوئی گھر ہبہ کیا اور موہوب لہ نے قبضہ کر لیا پھر واہب مرگیا اور سوا اس گھر کے اسکا کچھ مال نہیں ہے تو موہوب لہ ایک تہائی لے لے اور باقی دو تہائی وارثوں کو واپس کر دے اور یہی حال باقی چیزوں کا ہے جو تقسیم ہو سکتی ہیں یا نہیں ہو سکتی ہیں یہ مبسوط میں ہے۔ ایک مریض نے کسی شخص کو ایک باندی ہبہ کی اس سے موہوب لہ نے وطی کی پھر واہب مرگیا اور اسپر بقدر قرضہ نکلا کہ تمام مال کو محیط ہے تو یہ ہبہ واپس لیا جائیگا اور موہوب لہ پر عقر واجب ہوگا یہی مختار ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ روایت ہے کہ اگر واہب مریض نے ہبہ کی باندی سے وطی کی تو بچہ کا نسب مریض سے ثابت ہوگا اور موہوب لہ کو اسکا عقر دینا واہب پر واجب ہوگا اور موہوب لہ کو باندی کی تہائی ملیگی اور باقی واہب کے وارثوں کو دیا جائیگا اور اگر واہب نے اسکا ہاتھ کاٹ ڈالا تو اسپر ارش واجب ہونے میں دو روایتیں آئی ہیں یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر ہبہ میں کوئی باندی ہو اور موہوب لہ نے اسکو مکاتبہ کر دیا پھر مریض مرگیا اور اسکا کچھ مال سوا اس باندی کے نہیں ہے تو موہوب لہ پر دو تہائی قیمت باندی کی واجب ہوگی کہ وارثوں کو واپس دے ورنہ کتابت رد کر دیجائیگی۔ اور اگر قاضی نے دو تہائی قیمت دینے کی موہوب لہ پر ڈگری کر دی پھر وہ باندی مال کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو کر رقیق ہو گئی تو وارثوں کو اسکے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے اور اگر حکم قاضی سے پہلے وہ عاجز ہوئی تو وارث لوگ دو تہائی باندی لے لینگے اسی طرح اگر مریض کے مرنے کے بعد موہوب لہ نے مکاتب کیا ہو تب بھی یہی حکم ہے جبتک کہ قاضی نے اسکی دو تہائی واپس کرنے کی ڈگری وارثوں کے نام نہ کی ہو یعنی کتابت اس حکم قضا سے پہلے واقع ہوئی ہو یہ مبسوط میں لکھا ہے فتاوی عتابیہ میں ہے کہ ایک شخص نے اپنا غلام کہ اسکے سوا اس شخص کا کچھ مال نہیں ہے بشرط عوض ہبہ کیا اور عوض میں یہ شرط کی کہ جسکی قیمت ہبہ کی دو تہائی کے برابر یا زیادہ ہو تو جائز ہے اور اگر کم ہو تو موہوب لہ کو اختیار ہوگا کہ چاہے دو تہائی تک پورا کر دے یا تمام ہبہ واپس کر کے اپنا عوض واپس کر لے اسی طرح اگر بدون شرط کے موہوب لہ نے عوض دیدیا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک مریض نے ایک غلام ہبہ کیا اور سپرد کر دیا پھر موہوب لہ کے پاس اس غلام نے کسی کو خطا سے قتل کیا تو غلام ہبہ واہب کے وارثوں کو واپس کر دے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے مرض میں ایک غلام جسکی قیمت ہزار درہم ہے ہبہ کیا اور سپرد کر دیا حالانکہ اسکے سوا اسکا کچھ مال نہیں ہے پھر اس غلام نے واہب کو عمداً قتل کیا تو موہوب لہ سے کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے پس اگر اسنے فدیہ دیدینا اختیار کیا تو دس ہزار درہم دیگا اور اگر غلام دیدینا اختیار کیا تو فقط غلام دیدیگا اور کچھ زیادہ اسپر لازم نہ آویگا کیونکہ مالک غلام اس غلام مجرم کے دینے سے جرم کے گناہ سے چھوٹ جاتا ہے

غلام بطور رد ہبہ کے وارثوں کو واپس دیگا اور نصف بطور وصیت ہبہ کے اسکے پاس رہیگا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک مریض نے اپنا غلام ہبہ کیا اور اسکے سوائے اسکا کچھ مال نہیں ہے اور موہوب لہ نے اسکو فروخت کر دیا پھر مریض مر گیا تو موہوب لہ کا تصرف صحیح اور وارثوں کو غلام کی دو تہائی قیمت واپس دیگا یہ سراجیہ میں ہے۔ ایک مریض نے اپنا غلام کسی شخص کو ہبہ کیا اور اسپر اسقدر قرضہ ہے کہ غلام کی قیمت کو محیط ہے حالانکہ سوائے غلام کے اسکا کچھ مال نہیں ہے پھر واہب کے مرنے سے پہلے موہوب لہ نے اسکو آزاد کر دیا تو جائز ہے اور اگر اسکے مرنے کے بعد آزاد کیا تو جائز نہیں ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ ایک مریض نے دوسرے مریض کو ایک غلام ہبہ کیا اور سپرد کر دیا اُسنے آزاد کر دیا اور دونوں میں سے کسی کے پاس سوائے اس غلام کے کچھ مال نہیں ہے پھر واہب مر گیا پھر موہوب لہ مر گیا تو غلام اپنی دو تہائی قیمت کے واسطے وارثان واہب کے لیے سعی کریگا اور باقی کی دو تہائی کے واسطے وارثان موہوب لہ کے لیے سعی کریگا اور اگر موہوب لہ پر ہزار درہم قرضہ ہو اور غلام کی قیمت ہزار درہم ہو تو غلام اپنی قیمت کے واسطے سعی کریگا اور اس قیمت میں وارثان واہب دو تہائی کے اور اسکے قرضخواہ باقی کے حصہ رسد شریک کیے جاوینگے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اگر مریض نے کوئی گھر تین سو درہم قیمت کا ہبہ کیا بشرطیکہ موہوب لہ ایک غلام سو درہم قیمت کا عوض دیدے اور باہمی قبضہ ہو گیا تو شفیع کو اختیار رہیگا کہ وہ گھر بعوض قیمت غلام کے شفعہ میں لے لے پھر اگر واہب مر گیا اور وارثوں نے اجازت دینے سے انکار کیا تو شفیع کو مثل موہوب لہ کے اختیار دیا جائیگا کہ چاہے ایک تہائی گھر واپس دے یا کل گھر واپس کر کے غلام لے لے اور اگر ہبہ میں عوض کی شرط نہ لگائی ہو تو شفیع اسکو شفعہ میں نہیں لے سکتا ہے یہ کافی میں ہے۔ ایک مریض نے ایک غلام تین سو درہم کا ایک شخص تندرست کو اس شرط سے ہبہ کیا کہ سو درہم قیمت کا غلام عوض دے اور دونوں نے باہم قبضہ کر لیا پھر مریض اسی مرض میں مر گیا اور سوائے غلام کے اسکا کچھ مال نہیں ہے اور وارثوں نے مریض کے فعل کی اجازت دینے سے انکار کیا تو موہوب لہ کو اختیار ہوگا کہ چاہے ہبہ کو توڑ دے اور کل موہوب واپس کر کے اپنا عوض پھیر لے یا تہائی غلام واپس دے اور دو تہائی اسکے پاس برقرار رکھا جائیگا اور عوض میں سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر موہوب لہ نے کہا کہ جسقدر ایک تہائی سے زیادہ ہو جاتا ہے میں محاباۃ واقع ہوئی ہے اسیقدر میں عوض میں بڑھا دیتا ہوں تو اسکو یہ اختیار نہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر مریض نے ایسی کوئی شے ہبہ کی جو اسکا تہائی مال نہیں ہوتی ہے بلکہ زیادہ ہوتی ہے تو اختیار موہوب لہ کو تہائی سے جسقدر زیادہ ہے واپس دے اور بیع کی صورت میں مشتری کو اختیار ہوگا یہ فتاوی صغری میں ہے۔ اگر مریض نے ایک من چھوہارے تین سو درہم قیمت کے اس شرط سے ہبہ کیے کہ موہوب لہ جو صحیح سالم ہے سو درہم قیمت کے ایک من چھوہارے سے عوض دے اور باہمی قبضہ ہو گیا پھر مریض مر گیا اور وارثوں نے اجازت نہ دی تو موہوب لہ وہ سب چھوہارے واپس کر کے اپنے سب چھوہارے لے لے یا انکو نصف چھوہارے واپس کر کے اپنے نصف چھوہارے لے لے اور اگر ہبہ میں عوض مشروط نہو تو اسکو اسیطرح اختیار ہوگا کہ چاہے کل ہبہ واپس کر کے اپنا سب عوض لے لے یا دو تہائی ہبہ واپس کرے اور عوض میں سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے یہ کافی میں ہے۔ ایک مریض کا پانچ ہزار درہم کا ایک غلام ہے اُسنے کسی کو ہبہ کیا اور موہوب لہ نے اسپر قبضہ کر لیا حالانکہ مریض کے پاس کچھ مال سوائے اس غلام کے نہیں ہے پھر غلام نے خطا سے مریض کو قتل کیا تو موہوب لہ سے کہا جائیگا کہ یا یہ غلام دیدے یا اسکا فدیہ دیدے پس اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو دیت کا فدیہ دیگا اور پورا غلام اسکو دیدیا جائیگا کیونکہ جو دیت واہب کے نفس کے عوض ملے وہ بمنزلہ ایسے مال کے قرار دی جائیگی کہ گویا اُسنے ترکہ چھوڑا ہے اور وہ دس ہزار درہم ہوتے اور پانچ ہزار کا غلام ہے پس ظاہر ہوا کہ اسکا کل مال پندرہ ہزار ہے اور غلام اپنی قیمت کے لحاظ سے کل مال کا ایک تہائی ہوتا ہے

پس سب تہائی میں ہبہ جاری و نافذ ہوگیا اور جب ظاہر ہوا کہ تمام غلام کا ہبہ نافذ ہوگیا تو غلام موہوب لہ کی ملک تام ہوگیا پس ثابت ہوا کہ موہوب لہ کو وارثان واہب کو پوری وصیت دینی پڑیگی کیونکہ اُس نے غلام کا دینا اختیار نہیں کیا بلکہ فدیہ دینا اختیار کیا ہے اور اگر غلام چھ ہزار درم کا ہو اور اُس نے فدیہ دینا اختیار کیا تو وارثان واہب کو چوتھائی غلام واپس کرے اور تین چوتھائی وصیت کو بعوض باقی غلام کے دیدے یہ مبسوط میں ہے ۔ عیون میں امام محمد رح سے بروایت ہشام مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنا غلام اپنے مرض میں ایک شخص کو ہبہ کیا اور اس شخص کے اُس غلام پر ہزار درم قرضہ ہیں پھر واہب مرگیا اور سوائے غلام کے کچھ مال نہیں چھوڑا تو وارثوں کو تہائی غلام واپس ملیگا اور قرضہ باطل ہوگیا اور یہ قول امام اعظم و امام محمد رح و ابو یوسف کا ہے پھر امام ابو یوسف نے اس سے رجوع کیا اور فرمایا کہ دو تہائی قرضہ عود کریگا ۔ اور اگر مریض نے اپنے بیٹے کو غلام ہبہ کیا حالانکہ بیٹے کا اُس غلام پر قرضہ ہے پس اگر مریض اس مرض سے اچھا ہوگیا تو ہبہ جائز ہے اور اگر مرگیا تو وہ غلام وارثوں کا ہوگیا اور قرضہ عود کریگا یہ تاتارخانیہ میں ہے ۔ اگر واہب نے ہبہ سے رجوع کر لیا حالانکہ موہوب لہ مریض ہے اور یہ ہبہ حالت صحت موہوب لہ میں واقع ہوا تھا پس اگر بحکم قاضی واپس لیا ہے تو رجوع صحیح ہے اور موہوب لہ اگر مرجاوے تو اُسکے وارثوں و قرضخواہوں کو واہب کا پیچھا پکڑنے کی کوئی راہ نہیں ہے ۔ اور اگر بحکم قاضی رجوع نہیں واقع ہوا تو واہب کے رجوع کرنے اور مانگنے کے وقت مریض کا واپس دینا بمنزلہ جدید ہبہ کے قرار دیا جائیگا پس ایک تہائی میں سے جائز ہوگا بشرطیکہ موہوب لہ پر قرضہ نہو اور اگر اُسپر قرضہ ہو کہ اُسکے تمام مال کو محیط ہو تو ہبہ سے رجوع کرنا باطل ٹھہرا اگرچہ وہ شے میت کے ترکہ میں واپس کر دیجاویگی یہ مبسوط میں ہے ۔ ایک مریض نے اپنی باندی دوسرے مریض کو ہبہ کی پھر موہوب لہ نے اپنی طرف سے ہبہ کے طور پر وہی باندی واہب کو واپس دی تو جائز ہے اور وارثان موہوب لہ کو جو اُسنے ہبہ کیا ہے اُسمیں سے کچھ واپس لینے کا اختیار نہوگا پس اس مسئلہ میں اس واپسی کو ہر طرح سے فسخ ہبہ اعتبار کیا اور یہ حکم اس روایت کی موافقت رکھتا ہے جو ابو حفص نے امام محمد رح سے روایت کی ہے یہ ظہیریہ میں ہے ۔ ایک شخص نے اپنی جورو کو اپنے مرض کی حالت میں ایک غلام ہبہ کیا اُسنے قبضہ کر کے آزاد کر دیا پھر مریض مرگیا تو عتق نافذ ہوگا اور عورت اُسکی قیمت کی ضامن ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے ۔ ایک مریضہ عورت نے اپنا مہر اپنے شوہر کو ہبہ کیا پس اگر اس مرض سے اچھی ہوگئی تو برات صحیح ہے اور اگر مرگئی پس اگر اُسکا مرض ایسا تھا کہ اُسکو مرض الموت کہا جائے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مرض الموت کی بیماری تھی تو بدون وارثوں کی اجازت کے جائز نہیں ہے اور مرض الموت کی پہچان میں کس طرح کے کلام ہیں مگر فتوی کے واسطے یہ قول مختار ہے کہ اگر ایسا مرض ہو کہ اکثر اُس سے آدمی نہیں بچتا ہے تو وہ مرض الموت ہے خواہ وہ بیمار بستر پر پڑگیا ہو یا نہیں یہ مضمرات میں ہے ۔ اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ مرض الموت اُسکو کہتے ہیں کہ کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکے اور یہ پہچان پسندیدہ ہے اور ہم اسی کو لیتے ہیں یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے ۔ ایک مریضہ نے اپنا مہر اپنے شوہر کو ہبہ کیا پھر مرگئی تو فقیہ ابو جعفر رح نے فرمایا کہ اگر ہبہ کے وقت وہ ایسی تھی کہ اپنی ضرورتوں کے واسطے اُٹھتی بیٹھتی تھی اور بدون مددگار کے لوٹ آتی تھی تو وہ بمنزلہ تندرست کے قرار دی جاویگی کہ اسکا ہبہ صحیح ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے ۔ اور لنجا اور مفلوج اور اشل اور مسلول اگر مدت دراز تک بیمار رہیں اور سر دست موت کا خوف نہو تو ان لوگوں کا ہبہ کل مال سے صحیح قرار دیا جائیگا یہ تبیین میں ہے ۔ اگر عورت کو دردزہ شروع ہوا تو اس حالت میں جو فعل اُسنے کیا وہ تہائی مال سے صحیح ہوگا پھر اگر وہ اس درد میں بچگئی تو جو کچھ اُس نے کیا ہے وہ کل مال سے جائز ٹھہریگا یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے ۔ اگر ایک عورت نے دردزہ میں اپنا مہر اپنے شوہر کو ہبہ کیا پھر بچہ پیدا ہوگیا اور وہ عورت حالت نفاس میں مرگئی تو صحیح نہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے

ایک عورت نے اپنے مرض الموت میں اپنا مہر اپنے شوہر کو ہبہ کیا اور اُسکا شوہر اُس سے پہلے مرگیا تو عورت کا اُسکے ترکہ پر مہر کا دعوی کچھ نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ جب تک خود اُس مرض سے نہ مرے تب تک ابرا صحیح ہے ہاں جب وہ خود مرگئی تو اُسکے وارث اسکا دعوی کرسکتے ہیں یہ قنیہ میں لکھا ہے ایک مرض الموت کے مریض نے اپنی جورو کو تین طلاق دیں اور اُسکے ہاتھ ایک حویلی فروخت کی اور اسکا ثمن اُسکو ہبہ کیا اور اُسکے واسطے ہزار درم کی وصیت کی پھر مرگیا حالانکہ عورت عدت میں تھی تو مشائخ میں سے بعضے بیع کو جائز کہا ہے اُسکے نزدیک وصیت اور ثمن کا ہبہ دونوں باطل ہیں اور اگر تمام وارثوں نے اجازت دیدی تو اسکی دو صورتیں ہیں اگر انہوں نے کہا کہ جو کچھ میت نے حکم کیا ہے ہم نے اُسکی اجازت دی تو وصیت جائز اور ہبہ باطل ہوگا اور اگر کہا کہ جو کچھ میت نے کیا ہے ہم نے اُسکی اجازت دی تو وصیت اور ہبہ دونوں جائز ہونگے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اگر مولی نے اپنی ام ولد کو اپنی صحت میں کچھ ہبہ کیا تو صحیح نہیں اور اگر مرض الموت میں ہبہ کیا تو بھی صحیح نہیں اور وہ وصیت بھی نہ ہوجائیگا لیکن اگر موت کے بعد کچھ دینے کی وصیت کرگیا تو صحیح ہے کذا فی جواہر الفتاوی

گیارھواں باب متفرقات میں - مجموع النوازل میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے دوسرے کو ایک بکری ہبہ کی اور موہوب لہ نے قبضہ کرلیا پھر واہب اُسکو اچک لے بھاگا اور تلف کردی تو موہوب لہ کو اُسکی قیمت کا تاوان دیوے۔ اور اگر کوئی بکری ہبہ کی پھر موہوب لہ کی بلا اجازت واہب نے اُسکو ذبح کردیا یا کپڑا ہبہ کیا اور موہوب لہ کی بلا اجازت واہب نے اُسکو قطع کیا تو بکری کی صورت میں موہوب لہ ذبح کی ہوئی بکری لے لے اور کچھ تاوان نہیں لے سکتا ہے اور کپڑے کی صورت میں وہ کپڑا لے لے اور کترنے ہونے اور بے کترے ہونے میں جسقدر نقصان کا فرق ہے اُسقدر نقصان لے لے یہ محیط میں ہے۔ فتاوی آہو میں لکھا ہے کہ زید کے عمرو پر ڈیڑھ سو درم آتے ہیں جنمیں سے سو درم فی الحال ادا کرنے ہیں اور پچاس کی میعاد ہے پھر قرضخواہ نے مدیون کو پچاس ہبہ کیے تو آیا یہ پچاس درم فی الحال واجبی میں رکھے جاوینگے یا میعادی درموں میں قرار دیے جاینگے تو امام برہان الدین مرغینانی رح نے فتوی دیا کہ دونوں میں سے قرار دیے جاینگے اور ایسا ہی قاضی بدیع الدین نے فتوی دیا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے مریضہ عورت نے کہا کہ میرا میرے شوہر پر کچھ مہر نہیں ہے تو ہمارے نزدیک شوہر بری نہوگا یہ خزانۃ الفتاوی میں ہے۔ امام ہمام علی سغدی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ تجھے اپنی تمام املاک ہبہ کردی اُسنے کہا کہ میں نے ہبہ کردی پس اُسمیں مہر داخل ہوگا یا نہیں تو شیخ رح نے فرمایا کہ نہیں یہ تاتارخانیہ میں ہے ایک شخص نے اپنی دختر کو اپنے مال سے سامان دیکر اپنے داماد کی طرف رخصت کیا پھر لڑکی مرگئی اور باپ نے دعوی کیا کہ یہ سامان عاریت[1] دیا تھا اور شوہر نے ملک کا دعوی کیا تو مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ شوہر کا قول قبول ہوگا اور باپ پر گواہ لانے لازم آوینگے اور ایسا ہی امام ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا ہے اور بعض نے فرمایا کہ باپ کا قول لیا جائیگا کہ اُسی نے دیا ہے اور مالک کیا ہے قال رضی اللہ عنہ حکم میں تفصیل ہونا چاہیے کہ اگر باپ اکابر و اشراف لوگوں میں سے ہے تو باپ کا قول قبول نہوگا کیونکہ ایسے لوگ عاریت دینے سے چڑھتے ہیں اور اگر درمیانی لوگوں میں سے ہو تو اُسیکا قول معتبر ہوگا کیونکہ اُسنے دیا ہے اور ظاہری طور سے اُسکی تملیک ثابت نہیں ہوئی ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی جورو کو کچھ دینار دیے تاکہ اُسکے کپڑے بنوا کر میرے پاس پہنے رہے اُس عورت نے کسی معاملہ میں دیدیے تو اُسی عورت کے ہونگے اگر عورت اپنے شوہر کو حاجت نفقہ کے وقت روپیہ دیا کرتی تھی اور وہ اپنے عیال پر خرچ کیا کرتا تھا تو عورت اُس سے واپس نہیں لے سکتی ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے۔ ایک عورت نے کہا کہ میرا میرے شوہر پر کچھ نہ تھا تو یہ مہر سے بری کرنے میں شمار ہے

[1] قولہ عاریت یعنی باپ نے کہا کہ یہ سامان زیور وغیرہ میں نے فقط عاریت دیا تھا اور شوہر نے کہا کہ نہیں بلکہ تملیک [illegible]

اور اگر کہا کہ میرا شوہر حلت مین ہے تو شوہر اُسکا مہر سے بری ہو جائیگا یہ خزانۃ الفتاوی مین ہے - ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ یون کہہ کہ وہبت مہری منک حالانکہ وہ عورت عربی نہین جانتی ہے پس عورت نے کہا وہبت تو صحیح نہین ہے بخلاف طلاق و عتاق کے - اور اسی واسطے اگر زبردستی ہبہ کرایا تو صحیح نہین ہوتا ہے یہ وجیز کردری مین ہے - اگر کسی عورت نے اپنے شوہر کو کچھ ہبہ کیا اور قاضی کے یہان دعوی کیا کہ اُس نے مجھ سے ہبہ کے واسطے زبردستی کی ہے تو دعوے کی سماعت ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - اگر عورت نے چاہا کہ شوہر کو اسطرح مہر ہبہ کرے کہ جب چاہے پھر عود کرے تو ایک موتی یا کپڑا بعوض مہر کے صلح کر لے اور اسکو نہ دیکھے اور شوہر کو بری کر دے پھر اگر دیکھکر اُسکو بسبب خیار رویت کے واپس کر دے تو مہر عود کریگا پھر اگر عورت مر گئی تو عقد کا لزوم ہو جائیگا اور خیار رویت باطل ہو جائیگا یہ خزانۃ الفتاوی مین لکھا ہے - اور اگر عورت نے چاہا کہ اگر مر جاوے تو اُسکا مہر اُسکے شوہر کو ہبہ ہو جاوے اور اگر جیتی رہے تو مہر بھی شوہر پر رہے تو یون کرے کہ ایک کپڑا رومال مین لپٹا ہوا بعوض اپنے مہر کے شوہر سے خرید کرے پس اگر مر گئی تو خیار رویت باطل ہو جائیگا اور اگر زندہ رہی تو خیار رویت کی وجہ سے وہ کپڑا شوہر کو واپس کر سکتی ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے - مرد و شوہر کو مہر ہبہ کرنا استحساناً صحیح ہے یہ سراجیہ مین لکھا ہے - دختر نے اگر اپنا مہر اپنے باپ کو ہبہ کر دیا پس اگر اسکو قبضہ اور وصول کرنے کی اجازت دی تو صحیح ہے یہ خلاصہ مین ہے - اصل مین لکھا ہے کہ ہبہ مین جو شخص وکیل ہوتا ہے وہ ایلچی کے معنی مین ہوتا ہے حتی کہ موکل ہی عقد کرنے والا قرار دیا جاتا ہے نہ وکیل اور بقالی مین لکھا ہے کہ جو شخص ہبہ کرنے کے واسطے وکیل مقرر ہو وہ سپرد کر دینے کا بھی وکیل ہے اور اس وکیل کو اختیار ہوتا ہے کہ کسی دوسرے کو وکیل کر دے بخلاف قبضہ کرنے کے وکیل کے کہ اُسکو دوسرے کو قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کرنیکا اختیار نہین ہے یہ محیط مین ہے - فتاوی عتابیہ مین لکھا ہے کہ اگر واہب نے سپرد کرنے کے واسطے ایک وکیل کر دیا اور موہوب لہ نے قبضہ کر لینے کے واسطے ایک وکیل کر دیا اور خود دونون غائب ہو گئے تو وکیل کا سپرد کر دینا صحیح ہے اور اگر واہب کے وکیل نے سپرد کرنے سے انکار کیا تو موہوب لہ کا وکیل اُس سے خصومت کر سکتا ہے - اور اگر سپرد کرنے کے واسطے دو وکیل ہون تو ایک وکیل تنہا سپرد کر سکتا ہے بخلاف قبضہ کرنے کے دو وکیلون کے کہ ایک وکیل تنہا قبضہ نہین کر سکتا ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے - اگر کسی شخص کی طلاق دی ہوئی عورت عدت مین بیٹھی تھی اُسکو کسی شخص نے اس طمع سے نفقہ دیا کہ بعد عدت کے مجھ سے نکاح کر لے پھر اُس عورت نے اُسکے ساتھ نکاح کرنے سے انکار کیا پس اگر اُس نے نفقہ دینے مین نکاح کر لینے کی شرط کی تھی تو واپس لے سکتا ہے ورنہ صحیح یہ ہے کہ واپس نہین لے سکتا ہے ایسا ہی صدر الشہید نے فرمایا ہے اور امام قاضی خان نے فرمایا کہ اصح یہ ہے کہ واپس لیوے خواہ عورت اسکے ساتھ نکاح کر لے یا نہ کرے کیونکہ یہ رشوت ہے اور اگر عورت نے اُس مرد کے ساتھ ملکر کھایا پیا ہو تو کچھ واپس نہین لے سکتا ہے یہ قنیہ مین لکھا ہے - امام ابو القاسم رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنے شریک کو لکھا کہ میرا مال میرے اس لڑکے کو بطور ہبہ کے دیدے اور اسکو یہ حکم کر دیا اور شریک نے دینے سے انکار کیا پس آیا لڑکے کو اُسکے ساتھ خصومت کا اختیار ہے تو شیخ رح نے فرمایا کہ یہ ایسا حق ہے کہ ہنوز واجب نہین ہوا اور نہ واجب ہوگا جب تک قبضہ نہ ہو جاوے پس لڑکا اس امر مین خصومت نہین کر سکتا اور فقیہ نے فرمایا کہ اگر بطور ہبہ کے ہو تو بیٹے کو خصومت کا اختیار ہے بشرطیکہ شریک مال کا اور وکالت کا اقرار کرتا ہو یہ حاوی مین ہے - ایک امیر نے ایک شخص کو ایک باندی ہبہ کی باندی نے اسکو خبر دی کہ مین ایک تاجر کی ہون وہ مقتول ہوا اور مین غارت ہو کر دست بدست ایک دوسرے کے پاس پہنچی ہون اور موہوب لہ نے وارثان مقتول کو جستجو کیا تو نہ پایا اور

وہ جانتا ہو کہ اگر مین اس باندی کو چھوڑے دیتا ہون تو ضائع ہوگی اور اگر اپنے پاس رکھتا ہون تو فتنہ مین پڑجانے کا خوف ہو تو اسکو چاہیے کہ یہ امر قاضی کے سامنے پیش کرے تاکہ قاضی مالک غائب کے واسطے اسی قابض کے ہاتھ فروخت کردے تاکہ جب کبھی اسکا مالک ظاہر ہو تو اپنے درہم قابض سے وصول کر لے یہ جواہر الفتاوی مین ہو۔ فتاوی ابو الفضل مین ہو کہ ایک زمین ایک شخص کے باپ کے پاس تھی پھر اُسکے پاس مدت تک رہی پھر اُسنے کسی شخص کو ہبہ کردی پھر ایک شخص مدعی نے آکر زمین کا دعوی کیا تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ موہوب لہ کے ساتھ خصومت کرے واہب پر نالش نہ کرے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر اسکو زمین لینا منظور ہو تو موہوب لہ سے خصومت کرے اور اگر ہبہ کردینے کی وجہ سے زمین کو تلف کردینے سے قیمت کا دعوی کرتا ہو تو واہب پر نالش کرے یہ حاوی مین ہو۔ قاضی یا کسی دوسرے کو کوئی چیز اپنے کام کی اصلاح کے واسطے دی اُسنے اصلاح کردی پھر وہ شخص آیا تو جو کچھ اُسنے دیا ہو اسکو واپس دیا جاوے۔ پھر دو مشاتق باہم ایک دوسرے کو چیزین بھیجا کرتے ہین یہ رشوت ہو کہ اس سے ملک ثابت نہین ہوتی ہو اور دینے والے کو واپس لینے کا اختیار ہو۔ ایک عورت اپنے بھائی کے گھر مین ہو اُسکے ساتھ کسی نے منگنی کی اُسکے بھائی نے اُس عورت کے دینے سے انکار کیا اور کہا کہ جب تک اسقدر درہم نہ دے گا نہ دونگا اُسنے درہم دیدیے اور اُس عورت سے نکاح کر لیا تو جسقدر اُس نے دیا ہو وہ سب واپس لے سکتا ہو کیونکہ یہ سب درہم اُسنے عورت کے بھائی کو رشوت دیے ہین یہ قنیہ مین لکھا ہو۔ اگر اپنی جان سے یا اپنی کسی اہلبیت کی جان سے ظلم و جور دفع کرنے کے واسطے رشوت دی تو گنہگار نہوگا۔ اگر دار الحرب کے بادشاہ نے بادشاہ اسلام کے ایلچی کو کوئی باندی دی تو یہ باندی اُسکی ہوگی اور اگر دشمنون کے سردار نے لشکر اسلام کے سردار کو کچھ ہدیہ بھیجا تو تمام لشکر کا ہوگا یہ سراجیہ مین ہو۔ ابن مقاتل رح سے دریافت کیا گیا کہ لڑکون کے والدین انکے معلمون کو نوروز و عید وغیرہ مین ہدیہ بھیجا کرتے ہین تو شیخ رح نے فرمایا کہ اگر معلم نے سوال کر کے یا جھگڑ کے نہ لیا ہو تو کچھ ڈر نہین ہو یہ حاوی مین ہو۔ شمس الائمہ حلوائی رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے کوزہ لٹکایا یا چھت پر رکھدیا پھر پانی برسا اور کوزہ بھر گیا پھر ایک شخص نے آکر کوزہ مع پانی کے لے لیا پس آیا مالک کو کوزہ مع پانی کے واپس لینے کا اختیار ہو تو شیخ رح نے فرمایا کہ ہان قال رضی اللہ عنہ شیخ رح نے کوزہ کے حق مین جو حکم دیا اُسمین کوئی اشکال نہین ہو ولیکن پانی کے حق مین اسطرح تفصیل ہو کہ اگر مالک نے وہ کوزہ اسی کے واسطے رکھا تھا تو واپس لے سکتا ہو اور اور اگر اسواسطے نہ رکھا تھا تو پانی واپس نہین لے سکتا ہو یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہو۔ اگر لقیط کو کوئی شخص صدقہ یا ہبہ دے تو اُسکا قبول کرنا اُسکے ملتقط یعنی اٹھا لانے والے پر ہو اور ملتقط کا قبضہ کرنا استحسانًا جائز ہو یہ ملتقط مین لکھا ہو۔ ایک لقیط کسی ملتقط کے پاس ہو کہ وہ اُسکو اٹھا لایا ہو اور اُسکو نفقہ دیتا ہو اور اُس بچہ کا سوا اُسکے کوئی نہین ہو تو جو کچھ اُس بچہ کو ہبہ دیا جاوے اُسپر اس اجنبی کا قبضہ کرنا جائز ہو اگرچہ یہ نابالغ خود قبضہ کرنے کے لائق ہو اور اس اجنبی کو یہ بھی اختیار ہو کہ اُسکو تعلیم کے واسطے سپرد کرے اور کسی دوسرے اجنبی کو اُس سے لے لینے کا اختیار نہین ہو اسکو شمس الائمہ سرخسی نے کتاب الہبہ مین صریح ذکر کیا ہو کذا فی الصغری۔ ابن احمد رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص حمام مین گیا اور صاحب حمام کو اجرت دیدی اور ایک پیالہ پانی کے عوض سے پانی لیا کہ جسکو حمام والے نے ہمارے ملک کی عادت کے موافق اُس شخص کو دیدیا تھا پس آیا یہ پانی اس شخص پھر لینے والے کی ملک ہوگا یا حمام والے کی ملک رہیگا اور حمام مین نہانے والون کو اُسکی طرف سے اباحت ہوگی تو شیخ نے فرمایا کہ وہ شخص اس پانی کا بنسبت دوسرون کے زیادہ مستحق ہوگیا ولیکن اُسکی ملک نہین ہوا یہ تاتارخانیہ مین ہو۔

ایک شخص نے کسی اجنبیہ عورت کو کچھ مال زنا کے ارادہ سے دیا پس اگر اس عورت سے یوں کہا کہ میں تجھے اسواسطے دیتا ہوں کہ تیرے ساتھ زنا کروں تو اسکو واپس کرنے کا اختیار ہے اور اگر زنا کے ارادہ سے ہبہ کیا اور وہ قائم ہے تو واپس لے سکتا ہے ورنہ نہیں یہ قنیہ میں لکھا ہے - فوائد شمس الاسلام میں لکھا ہے کہ اگر اپنی عورت کو مارپیٹ سے ڈرایا یہاں تک کہ عورت نے اسکو اپنا مہر ہبہ کر دیا تو صحیح نہیں ہے بشرطیکہ شوہر اسکے مارنے پر قادر ہو یہ خلاصہ میں لکھا ہے - اور میرے والد رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی عورت سے جھگڑا پھیلایا اور اسکو مارپیٹ اور گالیوں کی ایذا پہونچائی یہانتک کہ عورت نے اسکو اپنا مہر ہبہ کر دیا اور مرد نے اسکو کچھ عوض نہیں دیا پس آیا رجوع کرنے کا اختیار ہے تو میرے والد نے فرمایا کہ ایسی برارت باطل ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے - فتاوی نسفی میں ہے کہ شیخ نجم الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت نے اپنے شوہر کو اسکی درخواست سے کچھ مال دیا تاکہ وہ شخص اسکو خوش گزران کرے پھر اسکے شوہر پر شوہر کے بعض قرضخواہوں نے قابو پاکر یہ مال لے لیا پس آیا عورت کو اختیار ہے کہ شوہر کے قرضخواہ سے یہ مال لے لے فرمایا کہ اگر شوہر کو اس نے ہبہ کیا یا قرض دیا ہو تو نہیں لے سکتی ہے اور اگر اس طور سے دیا تھا کہ باوجود عورت کی ملک کے اسکا شوہر اسمین تصرف کرے تو لے سکتی ہے یہ محیط میں ہے - ہبہ کرنا عمارت کا بدون زمین کے جائز ہے کذا فی الذخیرہ اور زمین کے ہبہ کرنے میں بلا ذکر وہ سب چیزیں داخل ہو جاتی ہیں جو زمین کے بیع کرنے میں بلا ذکر داخل ہو جاتی ہیں جیسے عمارت و اشجار وغیرہ اسی طرح اگر زمین سے یا کسی زمین دینے پر صلح قرار دی تو بھی یہی حکم ہے ولیکن کھیتی بدون ذکر کرنے کے صلح میں داخل نہیں ہوتی ہے اور رکن الصباغی نے فرمایا کہ رہن و اقرار میں کھیتی بلا ذکر داخل ہو جاتی ہے اور بیع اور قسمت و وصیت و اجارہ و نکاح و وقف و ہبہ و صدقہ و ملک مطلق کی قضا میں داخل نہیں ہوتی ہے اور پھل اور قیمتی پتے بھی درختوں کے ہبہ کرنے میں بلا ذکر داخل نہیں ہوتے ہیں اور جب درختوں کے ہبہ میں ذکر نہ کیا حالانکہ اسمین پھل اور پتے موجود ہیں تو ہبہ فاسد ہوگا کیونکہ تسلیم نہیں کر سکتا ہے یہ قنیہ میں ہے یتیمیہ میں لکھا ہے کہ میرے والد سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھے اپنا اصطبل دیدے تاکہ اسمین میرا چوپایہ رہے اس نے دیدیا تو گوبر کس کا ہوگا پس والد رح نے فرمایا کہ چوپایہ کے مالک کا ہوگا قال رضی اللہ عنہ الیا ہی شیخ علی بن الحسین السغدی رح نے جواب میں فرمایا ہے اور شیخ ابن الحسین رح سے پھر ایک بار دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ گوبر اس شخص کا ہوگا جو گھاس ڈالتا ہے خواہ وہ اصطبل کا غصب کرنے والا ہو یا مستعیر ہو یا چوپایہ کا غصب کرنے والا ہو یا مستعیر ہو لیکن اگر اسکے واسطے کوئی جگہ معروف مقرر کر دی ہو یا اصطبل کے مالک نے چوپایہ کے مالک سے یوں کہا ہو کہ مجھے اپنا چوپایہ دیدے تاکہ میرے اصطبل میں رات کو رہا کرے تو اس صورت میں گوبر مالک اصطبل کا ہوگا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے - فتاوی نسفی میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی جورو سے گواہوں کے سامنے یوں کہا کہ اللہ تعالی تجھے بخشے کہ تو نے اپنا مہر جو مجھ پر تھا مجھے ہبہ کیا اس عورت نے کہا کہ آرے بخشیدم یعنی ہاں میں نے بخشا پس گواہوں نے اس سے کہا کہ ہم تیرے ہبہ کر دینے پر گواہی دیں اسنے کہا کہ ہزار تن گواہ باشید یعنی ہزار آدمی گواہ رہو تو شیخ رح نے فرمایا کہ عورت کے اثنائے کلام میں رد و تصدیق پائی جاتی ہے پس جو کچھ گواہوں نے دیکھا اسی پر محمول کیا جائیگا یہ ذخیرہ میں ہے - اگر کسی نے اپنی دختر کسی کو ہبہ کی تو نکاح ہے اور اگر اپنی جورو اسکی ذات کو ہبہ کی تو طلاق ہے اور اگر اپنا غلام اسکے تئین ہبہ کیا تو عتق ہے یہ خزانۃ الفتاوی میں ہے - اور جامع الفتاوی میں لکھا ہے کہ اگر ایک غلام قرضدار ہبہ کیا گیا اور قرضخواہوں نے ہبہ توڑ دینا چاہا تو انکو یہ اختیار رہیگا

مقبوضہ زمین پر دعوی کیا پس قابض نے اس زمین کے دعوے سے صلح کرلی یا کسی اور چیز کے دعوے سے زمین دینے پر صلح کرلی ۱۲

اور اگر توڑنے سے پہلے واہب یا موہوب لہ نے فدیہ دیدیا تو ہبہ پورا ہو جائیگا اور یہی حکم صدقہ کا ہے اور مولے نے اگر دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر قرضخواہوں نے ہبہ کی اجازت دیدی تو اُنکا حق باطل ہوگیا ولیکن اگر غلام آزاد کردیا جائے تو ایسا نہیں ہے اور اگر ایسے غلام کی کسی شخص کے لیے وصیت کرکے مرگیا تو قرضخواہوں کو وصیت توڑ دینے کا اختیار نہیں ہے بلکہ وہ غلام موصی لہ کے پاس فروخت کیا جائیگا اور قرضہ ادا کرنے کے بعد اگر کچھ بچ رہے تو موصی لہ کو ملیگا اور صدقہ اور ہبہ کی صورت میں بڑھتی مال موہوب لہ یا متصدق علیہ کو نہ ملیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ امام ابوبکر رح سے دریافت کیا گیا کہ اگر کسی غلام ماذون نے اپنی کمائی سے یا ایسے مال سے جو اُسکو مولی نے دیا ہے کچھ ہبہ کیا تو شیخ امام نے فرمایا کہ اگر اُسکو معلوم ہے کہ اگر مولی کو یہ خبر پہونچی تو اُسکو برا جانیگا تو اُسکو ہبہ کرنا حلال نہیں ہے ورنہ کچھ ڈر نہیں ہے یہ حاوی میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے اپنے مکاتب سے کہا کہ میں نے تجھے بدل کتابت ہبہ کیا اور مکاتب نے کہا کہ میں نہیں قبول کرتا ہوں تو مکاتب آزاد ہو جائیگا اور مال کتابت اُسپر قرضہ رہیگا یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک شخص نے اقرار کیا کہ میں نے زید کو اپنا دار ہبہ کیا تو یہ اقرار صحیح ہے اور غیاثیہ میں لکھا ہے کہ اگر ہبہ کا اقرار کیا تو اس اقرار سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جسنے موہوب لہ کے قبضہ کرلینے کا بھی اقرار کیا اور یہی اصح ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے۔ جامع صغیر میں امام محمد رح سے بروایت خلاف رح مذکور ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو ایک نخل ہبہ کیا حالانکہ وہ درخت اپنی جگہ قائم ہے تو موہوب لہ اُسکا قابض شمار نہوگا جبتک کہ اُسکو قطع کرکے اُسکے سپرد نہ کرے اور بیع کی صورت میں اگر مشتری اور نخل کے درمیان تخلیہ کردیا تو قابض ہوگیا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور ذمی لوگ ہبہ کے احکام میں بمنزلہ مسلمانوں کے ہیں کیونکہ اُنھوں نے ایسے احکام اسلام کا اپنے اوپر التزام کرلیا ہے جو معاملات سے متعلق ہیں ولیکن مسلمان و ذمی کے درمیان شراب کو ہبہ کے عوض دینا جائز نہیں ہے خواہ مسلمان دے یا ذمی اور اگر وہ شراب قاضی کے ہاتھ میں سرکہ ہوگئی تو عوض نہو جائیگی اور چاہیے کہ اُسکے مالک کو واپس کردے اور باہم دو ذمیوں میں شراب سور کا معاوضہ جائز ہے جیسے ابتدائی بیع اُن چیزوں کے عوض جائز ہے ولیکن مردار و خون کا معاوضہ جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے مرتد نے نصرانی کو یا نصرانی نے مرتد کو اس شرط سے ہبہ کیا کہ موہوب لہ شراب عوض میں دے تو یہ باطل ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک مسلمان نے ایک مرتد کو کچھ ہبہ کیا اور مرتد نے اُسکا کچھ عوض دیدیا پھر قتل کیا گیا یا دارالحرب میں جا ملا تو ہبہ جائز ہے اور اُسکا عوض دینا امام اعظم رح کے نزدیک نہیں جائز ہے اور صاحبین رح کے نزدیک اُسکا عوض دینا بھی مثل اور تصرفات کے صحیح ہے ولیکن دونوں میں اختلاف اسقدر ہے کہ امام ابویوسف رح کے نزدیک یہ تعویض کل مال سے معتبر ہوگی اور امام محمد رح کے نزدیک تہائی مال سے معتبر ہوگی جیسے اُسکے اور تصرفات جو بطریق تبرع و احسان کے ہیں تہائی سے معتبر ہیں اور اگر مرتد نے کچھ ہبہ کیا اور موہوب لہ نے اُسکو عوض ہبہ دیا پھر مرتد مقتول ہوا یا دارالحرب میں جا ملا تو اُسکا ہبہ اُسکے وارثوں کو واپس دیا جائیگا اور عوض مالک عوض کو پھیر ملیگا بشرطیکہ بعینہ قائم ہو اور اگر تلف کردیا ہو تو مرتد کے مال میں قرضہ ٹھہرایا جائیگا خواہ اس معاملہ میں اُسکے مرتد ہونے کا دوسرے کو علم ہو یا نہو حکم یکساں ہے۔ اور اگر کسی حربی مستامن نے کسی مسلمان کو یا مسلمان نے حربی مستامن کو کچھ ہبہ کیا اور موہوب لہ نے قبضہ کرلیا پھر وہ دارالحرب کو لوٹ گیا پھر امان لیکر واپس آیا تو ہر ایک کو دونوں سے اپنے ہبہ سے رجوع کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر وہ حربی جہاد میں قید ہوا اور ہبہ اُس سے چھین لیا گیا تو مسلمان واہب کو وہ ہبہ واپس لے لینے کا اختیار نہوگا اگرچہ مال غنیمت تقسیم ہو جانے سے پہلے واہب حاضر ہوا ہو اسیطرح اگر حربی کسی شخص کے حصہ میں

بیٹا اُسنے اُسکو آزاد کردیا پھر یہ ہبہ بسبب خرید وغیرہ کے اُسکو ملگیا تو واہب کو ہبہ سے رجوع کرنیکا اختیار نہوگا۔ اور اگر حربی نے ہبہ کیا ہو اور جہاد میں قید ہوا اور کسی شخص کے حصہ میں آیا تو اپنی ہبہ سے رجوع نہیں کرسکتا ہے اسی طرح اگر آزاد کیا گیا تو بھی رجوع نہیں کرسکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک نصرانی نے مسلمان کو کوئی چیز ہبہ کی اُسنے شراب عوض میں دی تو نصرانی اپنی ہبہ سے رجوع کرسکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک حربی نے دوسرے حربی کو کچھ ہبہ کیا پھر دونوں حربی کے وطن وملک اُلٹ سب یا دونوں حربی مسلمان ہوگئے اور دارالاسلام میں چلے آئے تو واہب کو ہبہ سے رجوع کا اختیار ہے اور اُسنے عوض دیا ہو تو موہوب لہ سے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے تتمیہ میں ہے کہ شیخ عمرالنسفی رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی اولاد کو حکم دیا کہ فلان جانب جو زمین ہے اُسکو باہم تقسیم کرلو اور مراد اُسکی تملیک ہے پھر اُنھون نے تقسیم کرلی اور اُس تقسیم پر راضی ہوگئے پس آیا اُنکی ملکیت ثابت ہوجائیگی یا احتیاج باقی رہیگی کہ باپ اُن سب سے کہے کہ مین نے تمکو ان زمینون کا مالک کیا یا ہر ایک سے کہے کہ مین نے تجھے اس قطعہ زمین کا جو علیحدہ کرکے تیرے حصہ میں آیا ہے مالک کیا تو شیخ رح نے فرمایا کہ نہیں اور یہی مسئلہ حسن رح سے دریافت کیا گیا اُنھون نے فرمایا کہ تقسیم سے اُنکی ملکیت ثابت نہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ شیخ رح سے پوچھا کہ ایک عورت نے کرباس اپنے شوہر کے ہاتھ فروخت کیا اور وہ ثمن جو شوہر پر ہے اپنے بیٹے کو بطریق انعام وصلہ رحم کے دینے کے لئے آزاد کیا پھر بیٹا مرگیا تو ثمن کسکو ملیگا فرمایا کہ سب عورت کو ملیگا اور بیٹے کی میراث نہ قرار دیا جائیگا یہ فتاوے محمد بن محمود استروشنی میں ہے۔ باپ اور اُسکا بیٹا جنگل میں ہیں اور دونون کے ساتھ اسقدر پانی ہے کہ ایک کے واسطے کافی ہوسکتا ہے تو دونون میں سے کون شخص پانی کا مستحق ہے تو فرمایا کہ بیٹا زیادہ مستحق ہے کیونکہ اگر باپ احق ہو تو بیٹے پر واجب ہوگا کہ اپنے باپ کو پانی پلاوے اور اگر باپ کو پلایا تو خود پیاس سے مرگیا پس یہ امر اُسکی طرف سے اپنے آپ کو قتل کرنے پر اعانت کرنا ٹھہرا اور اگر خود پی لیا تو باپ کو اپنے قتل نفس کا سبب نہ کیا پس یہ صورت ایسی ہوگئی کہ دو شخص ہین ایک نے اپنے آپ کو قتل کیا اور دوسرے نے دوسرے شخص کو قتل کیا تو اپنے تئین قتل کرنے والا زیادہ گنہگار ہے اور حدیث شریف مین آیا ہے کہ حضرت سید عالم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جس شخص نے تیز چیز سے اپنے آپکو قتل کیا وہ قیامت مین اس حال سے آویگا کہ اُسکے ہاتھ مین یہ تیز چیز ہوگی کہ اپنی پیٹ مین مارتا ہوگا کذا فی الظہیریہ وفی بعض النسخ المحیط۔ قال رضی اللہ عنہ جب مین سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے بادشاہ کو اپنا حال لکھا اور درخواست کی کہ مجھے فلان زمین محدودہ کا مالک کردے اور بادشاہ نے اُسکے نام فرمان کرامت عنوان اُسکی عرضی کی پشت پر لکھوایا کہ مین نے تجھکو اُس زمین کا مالک کردیا پس آیا ملک ہوگئی یا قبول کرنا سلطان کی طرف سے ایک ہی مجلس مین واقع ہونا چاہیے تو فرمایا کہ یہ تملیک قیاساً ایسی ہی ہے کہ مجلس واحد مین قبول ہونا چاہیے ولیکن چونکہ رسائی متعذر ہے لہذا اسکا سوال و عرضی بجائے اُسکی حاضری کے قرار دی جائیگی پھر جب سلطان نے حکم دیدیا اور اُسنے فرمان اُسکی طرف سے لے لیا تو مالک ہوگیا یہ جواہر الفتاوی میں ہے۔ امام ہمام محمد بن الحسن رح نے سیر کبیر مین فرمایا کہ اگر امام اسلام نے مال غنیمت دارالحرب مین غازیون کے درمیان تقسیم کیا یا جو سوداگر اُسکے ساتھ لگے چلے گئے تھے اُنکے ہاتھ فروخت کردیا پھر دشمن نے اُنکو آگھیرا اور دارالاسلام مین لانے نپائے پس خریدارون یا اُن لوگون نے جنکے حصہ مین آیا ہے یہ چاہا کہ اُسکو جلا کر خاک کردین اس قصہ سے اُنھون نے اسباب اُتار کر پھینک دیا پھر کچھ سوچکر یہ لے کر جو شخص اُسمین سے جو چیز

لے لے وہ اُسی کی ہی پس بہت سے مسلمانون نے لے لی تو لیتے ہی اُنکی ہوجائیگی خواہ اُسکو دار الاسلام مین لے آئے یا نہ لائے ہون اور امام محمد رحمہ نے اسکی وجہ یہ بیان کی کہ یہ امر اُنکی طرف سے بمنزلہ ہبہ کر دینے کے ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اور کتاب الصید مین ایک حدیث ذکر کی جو دلالت کرتی ہی کہ اگر کسی شخص کو ہدیہ بھیجا جاوے اور وہ اپنے جلیسون کے ساتھ بیٹھا ہو تو وہ ہدیہ اُنمین اور جلیسون مین مشترک ہوتا ہی اور طحاوی رح نے فرمایا کہ اگر یہ ایسی چیز ہو کہ محتمل قسمت نہین ہی جیسے کپڑا یا فی الحال کھانے کے لائق نہو جیسے گوشت وغیرہ تو اُسکے جلیسون کو اُسمین سے کچھ نہ دیا جائیگا اور اگر لائق تقسیم ہو اور فی الحال کھانے کے لائق ہو تو اپنے جلیسون کے لیے اُسمین سے حصہ لگاوے اور باقی اپنے اہل وعیال کے واسطے رکھ لے یہ تاتارخانیہ مین ہی ایک شخص مرگیا اور کسی شخص نے اُسکے بیٹے کے پاس اُسکی تکفین کے لیے کپڑا بھیجا پس آیا بیٹا اُس کپڑے کا مالک ہوجائیگا حتی کہ اُسکو جائز ہوگا کہ اُس کپڑے کو رکھ لے اور دوسرے مین اُسکی تکفین کرے تو حکم یہ ہی کہ اگر میت ایسا شخص تھا کہ اُسکے علم وفقاہت یا پرہیزگاری کے باعث سے لوگ اُسکے کفن دینے کو متبرک سمجھتے ہون تو بیٹا مالک نہوگا اور اگر بیٹے نے دوسرے کپڑے مین کفن دیا تو واجب ہوگا کہ وہ کپڑا اُسکے مالک کو واپس کردے اور اگر ایسا نہو تو لڑکے کو جائز ہوگا کہ کپڑے کو جسطرح چاہے صرف مین لاوے یہ سراج الوہاج مین ہی - اگر باپ نے اپنے نابالغ کو کوئی گھر ہبہ کیا اور اُسکے حدود وحقوق بیان نہ کیے اور وہ گھر کسی دوسرے کے پاس ہبہ کے وقت ودیعت مین تھا اور مستودع اُسمین رہتا تھا تو عقد ہبہ سے نابالغ اُسکا مالک ہوجائیگا اور اس حکم مین صدقہ بھی مثل ہبہ کے ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی

بارھوان باب صدقہ کے بیان مین

صدقہ منقسم[1] وغیر منقسم کا مثل ہبہ کے ہی اور اُسمین بھی مثل ہبہ کے قبضہ کی ضرورت ہی ولیکن فرق یہ ہی کہ صدقہ جب پورا ہوجاوے تو پھر رجوع نہین کرسکتا ہی خواہ کسی غنی کو صدقہ دیا ہو یا فقیر کو - اور ہمارے بعضے اصحاب رح نے فرمایا کہ غنی کو صدقہ دینا مثل ہبہ کے ہی یہ مبسوط مین ہی وفی بعض النسخ المحیط - اگر کسی شخص کو ایک گھر صدقہ دیا تو واپس نہین لے سکتا ہی خواہ متصدق علیہ غنی ہو یا فقیر ہو یہ مضمرات مین ہی - اگر صدقہ کی نیت سے کسیکو ایک کپڑا دیا اُسنے یہ گمان کرکے کہ یہ ہبہ یا عاریت ہی لے لیا اور پھر دینے والے کو واپس کیا تو دینے والے کو لے لینا حلال نہین ہی کیونکہ جب دوسرے نے اُسپر قبضہ کیا تب ہی اُسکی ملک سے وہ کپڑا نکل چکا اور اگر لے لیا تو اُسپر واپس کردینا واجب ہی یہ سراج الوہاج مین ہی - ہبہ صحیح نہین ہوتا ہی جب تک کہ زبان سے قبول نکرے اور استحسانًا صدقہ بدون زبان سے قبول کرنے کے صحیح ہوتا ہی کیونکہ ہر زمانہ مین ایسی عادت جاری تھی کہ فقیرون کو صدقہ دیتے تھے بدون اسکے کہ اُنکی طرف سے زبانی قبول پایا جاوے یہ قنیہ مین ہی اور صدقہ فاسدہ مثل ہبہ فاسدہ کے ہی یہ وجیز کردری مین ہی - اگر دو غنی آدمیون کو صدقہ دیا تو ایک روایت مین امام اعظم رح سے جائز ہی اور یہی صاحبین رح کا قول ہی اور اگر دو فقیرون کو صدقہ دیا تو بالاجماع جائز ہی یہ سراجیہ مین ہی - اگر چاندی گداختہ کا ایک ٹکڑا دو فقیرون کو صدقہ دیا تو بالاتفاق جائز ہی یہ تہذیب مین ہی - ایک شخص نے مسکینون کو کچھ ہبہ کرکے اُنکو دیدیا تو استحسانًا رجوع نہین کریگا اور قیاسًا رجوع کرسکتا ہی یہ مبسوط مین ہی - اور اگر سائل یا محتاج کو بطور حاجت کے کچھ عطا کیا اور صریح صدقہ ہونا بیان نہ کیا تو استحسانًا رجوع نہین کرسکتا ہی یہ ذخیرہ مین ہی - ایک شخص کے ہاتھ مین درم تھے اُسنے کہا کہ لله علی ان اتصدق بهذه الدراهم یعنی الله تعالی کے واسطے اپنے اوپر رکھتا ہون کہ ان درمون کو صدقہ کردون پھر اُس شخص نے اُنکے سوائے دوسرے درم صدقہ کردیے تو شیخ نصیر رح نے فرمایا کہ جائز ہی اور اگر اُسنے صدقہ نہ کیے یہانتک کہ سب تلف ہوگئے تو اُسپر کچھ صدقہ کرنا لازم نہ آویگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - فتاوی مین ہی کہ ابن سلمہ رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک

[1] صدقہ منقسم یعنی جو تقسیم ہوسکتی ہو اور غیر منقسم جو تقسیم نہ ہوسکتی ہو

عورت کو صدقہ دیا اور وہ تنگدست تھی مگر شوہر اُسکا مالدار ہی تو شیخ رح نے فرمایا کہ اگر اسکا شوہر خوش گذران سے اُسکو نفقہ دیتا ہی تو وہ عورت اپنے شوہر کے غنا کے سبب غنی گنی جاویگی یہ حاوی مین ہی - منتقی مین امام محمد رح سے بروایت ابراہیم مذکور ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کو کچھ صدقہ دیکر سپرد کیا پھر اُس سے صدقہ کا اقالہ کرنا چاہا اُسنے اقالہ کردیا تو جب تک اُسپر قبضہ نہ کرے جائز نہین ہی کیونکہ یہ مستقل ہبہ ہی - اور اگر بجاے صدقہ کے اس صورت مین کسی ذی رحم محرم کو ہبہ کیا تو بھی یہی حکم ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ ہر ایسے عقار مین جسکو قاضی نے فسخ نہین کردیا ہی انہین خصومت کا یہی حکم ہی اور ہر ایسے عقد مین جسکو قاضی نے فسخ کردیا ہی مثلاً ہبہ ہی اور اسمین خصومت کی اور موہوب لہ نے اقالہ کردیا تو واہب کا مال ہی اگرچہ قبضہ نہ کیا ہو - اور جاننا چاہیے کہ صدقہ کا عقد قابل اقالہ و فسخ کے نہین ہوتا ہی پس صدقہ کا اقالہ کرنا از سر نو تملیک و ابتدائی ہبہ قرار دیا جائیگا یہ محیط مین ہی - اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر دونون نے باہم صدقہ کا اقالہ کرلیا اور متصدق کے قبضہ کرنے سے پہلے متصدق علیہ مرگیا تو اقالہ باطل ہی اور اگر ہبہ مین ایسا ہوتا تو مناقضہ جائز ہوتا یہ بحر الرائق مین ہی - اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ اگر کسی شخص کو ایک گھر اس شرط سے دیا کہ نصف صدقہ ہی اور نصف ہبہ ہی تو اُسکے قبضہ کرنے کے بعد بھی اُسکو نصف ہبہ سے رجوع کا اختیار ہی کیونکہ ہر عقد نصف علیحدہ سے متعلق ہی اور عدم انقسام مانع رجوع نہین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر ایک گھر ایک عورت کو اور جو اُسکے پیٹ مین ہی اُسکو صدقہ دیا حالانکہ وہ عورت حاملہ ہی تو یہ صدقہ جائز نہین ہی اور اگر عورت سے کہا کہ تجھے اور اپنے غلام کو یا تجھے اور اپنے آپکو مین نے یہ دار صدقہ دیا تو جائز نہین ہی اور اگر کہا کہ تجھے اور جو شخص اس بیت مین موجود ہی اُسکو صدقہ دیا حالانکہ اُس بیت مین کوئی بھی نہ تھا تو یہ صورت بمنزلہ اُس صورت کے ہی کہ ایک شخص نے کہا کہ مین نے یہ گھر اپنی تینون اولاد نابالغون کو صدقہ دیا اور اسکا گمان ہی کہ وہ سب زندہ موجود ہین حالانکہ اُنمین سے بعض مرگئے اور اُسکو علم نہ تھا تو یہ صدقہ باطل ہی اور اگر اُسنے اس طرح صدقہ کیا حالانکہ جو اولاد اُنمین مری ہی اُسکو وہ جانتا ہی تو اس صورت مین صدقہ جائز ہوگا اور جو زندہ موجود ہی سب اُسی کو ملیگا اور اسمین اشارہ ہی کہ ایجاب اگر ایک ایسے شخص کے واسطے واقع ہو جو بوجہ من الوجوہ مالک ہوتا ہی تو ایجاب بتمامہ اُسی کے واسطے ہوگا اور اس صورت مین شیوع بالکل ثابت نہوگا پس ایجاب جائز ہوجائیگا اور اگر ایجاب دو شخصون کے واسطے واقع ہوا اور دونون مین سے ہر ایک ایسا ہو کہ بوجہ من الوجوہ مالک ہوتا ہی تو ایجاب دونون کے حق مین ہوگا اور شیوع وقت شیوع احد الجانبین سے ثابت ہو جائیگا پس جس مجتہد کے نزدیک احد الجانبین سے شیوع کا تحقق ہونا مانع ہوتا ہی اُسکے نزدیک جواز ایجاب نہوگا یہ محیط مین ہی اگر کسی شخص کو صدقہ دیا اور سپرد کردیا پھر متصدق علیہ مرگیا اور جس نے صدقہ دیا ہی وہی اُسکا وارث ہوا اُس نے یہ صدقہ میراث مین پایا تو اُسکو لینے مین کچھ ڈر نہین ہی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - اور اگر کسی شخص نے کہا کہ مین نے اپنے اس دار کا کرایہ وغیرہ حاصلات مسکینون پر صدقہ کردیا یا کہا کہ میرا گھر مسکینون پر صدقہ ہی تو جب تک وہ زندہ ہی صدقہ کردینے کا حکم اُسکو کیا جائیگا اور اگر صدقہ نافذ کیے جانے سے پہلے وہ مرگیا تو دار و کرایہ حاصلات اُسکی میراث ہو جائینگی یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر وہ زندہ رہا اور اُس نے دار کی قیمت صدقہ کردی تو کافی ہی یعنے حق واجب سے ادا ہوگیا یہ مبسوط مین ہی - اگر کسی نے کہا کہ میرا مال یا جسکا مین مالک ہون مسکینون پر صدقہ ہی تو یہ مال زکوٰۃ پر رکھا جائیگا اور اسمین ہر جنس جسمین زکوٰۃ واجب ہوتی ہی یعنی سوائم و نقود و عروض تجارات سب داخل ہو جائینگی خواہ بقدر نصاب زکوٰۃ پہونچی ہون یا نہون اور خواہ اُس شخص پر بقدر قرضہ ہو کہ تمام مال کو گھیرے ہوئے ہی یا قرضہ نہو اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ ایسی اراضی جنمین عشر لیا جاتا ہی وہ بھی

داخل ہونگی اور امام محمد رحمہ کے نزدیک داخل نہونگی اور خراجی زمینین داخل نہونگی اور خدمت کے رقیق یعنے مملوک خواہ غلام ہون یا باندیان اور عقار اور اثاث البیت اور پہننے کے کپڑے اور استعمال کے اوزار و ہتھیار اور ایسی ہی چیزین جو اموال زکوۃ مین سے نہین ہین داخل ہونگی اور بعض مشائخ نے کہا کہ اگر اُس نے یون کہا کہ جس چیز کا مین مالک ہون یا سب وہ چیز کا مین مالک ہون مسکینون پر صدقہ ہے تو اُسپر واجب ہے کہ سب کچھ جو اُسکی ملک مین ہے صدقہ کردے یہ قیاس و استحسان دونون طرح سے حکم ہے اور صرف قیاس و استحسان اُسکے اس قول مین ہے کہ میرا مال صدقہ ہے یا میرا تمام مال صدقہ ہے اور صحیح حکم وہی پہلا ہے کیونکہ ان دونون قولون کا استعمال ایک ہی طرح پر ہوتا ہے یہ تبیین مین لکھا ہے اور اُس سب مال مین سے اپنے روزینہ کے قدر خوراک رکھ لے پھر جب اُسکے بعد کچھ مال اُسکے ہاتھ آوے تو جسقدر اُس نے رکھ لیا ہے وہ بھی صدقہ کردے اور کتاب مین جسقدر رکھ لیوے اُسکی مقدار اسوجہ سے بیان نہ کی کہ یہ باعتبار عیال کی کمی و زیادتی کے مختلف ہے اور بعض نے کہا کہ اگر پیشہ ور ہے تو ایک روز کا قوت رکھ لے اور اگر کرایہ و اجارہ سے اُسکو ملتا ہے تو ایک مہینہ کے قدر روزینہ رکھ لے اور اگر زمیندار ہے تو ایک سال تک کا روزینہ رکھ لے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اجناس مین ہے کہ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر کسی نے کہا کہ میرا مال مسکینون پر صدقہ ہے حالانکہ اُسکے دراہم بھی لوگون پر آتے ہین تو ان درمون کا صدقہ کرنا لازم ہوگا اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر کسی نے کہا کہ میرا مال مسکینون پر صدقہ ہے اور اُسکی کچھ نیت نہین اور اُسکے قرضہ لوگون پر ہین تو یہ نہین داخل ہوجاینگے اور اگر قسم کھائی کہ جس چیز کا مالک ہے سب صدقہ کرے تو یہ سب اور مسکن و خادم و کپڑے و اثاث البیت سب داخل ہونگے یہ ینابیع مین ہے۔ اور اگر یون کہا کہ میرا مال مسکینون پر صدقہ ہے اگر مین ایسا کام کرون پھر اُس نے وہ کام کیا تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ اموال تجارت و درم و دینار داخل ہونگے یعنی یہ سب تصدق کرے اور جو کچھ لوگون پر قرضہ ہے وہ داخل نہوگا یہ ملتقط مین ہے۔ خجندی رح نے فرمایا کہ اگر کسی نے کہا کہ للہ علی ان اہدی جمیع مالی او جمیع ملکی یعنے اللہ کے واسطے مجھپر واجب ہے کہ مین اپنا تمام مال یا تمام ملک ہدیہ کرون یعنی اسطور سے کہکر اپنے اوپر نذر لازم کرلی تو وقت نذر کے جن چیزون کا مالک ہے سب ہدیہ کرنا واجب ہے مگر اُنمین سے بقدر اپنی قوت کے رکھ لے پھر جب اُسکو کچھ مال ہاتھ آوے تو جسقدر رکھا ہے اُسکے مثل ہدیہ کردے یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور اگر اُس نے کہا کہ للہ علی ان اتصدق بہذا الثوب یعنی مین اللہ تعالی کے واسطے نذر کرتا ہون کہ یہ کپڑا صدقہ کرون تو اُسکو اختیار ہے کہ اُسکی قیمت صدقہ کردے اور کپڑے کو رہنے دے اور اُسکو یہ بھی اختیار ہے کہ فروخت کرکے اُسکا ثمن صدقہ کردے ایسا ہی خلف رح و فقیہ رح سے منقول ہے اسی طرح اگر اُس کپڑے کے صدقہ کرنے کی وصیت کی تو بھی یہی حکم ہے یعنے وارث اُسکی قیمت یا ثمن صدقہ کردے یہ ملتقط مین ہے۔ ہلال بن یحیی رح نے اپنی کتاب الوقف مین لکھا ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ میری زمین مسکینون پر صدقہ ہے تو صدقہ نہوجائیگی کیونکہ مجہول ہے اور اگر یون کہا کہ میری یہ زمین صدقہ ہے اور اُسکی طرف اشارہ کیا حالانکہ اُسکے حدود بیان نہ کیے تو صدقہ ہوجائیگی کیونکہ اشارہ سے زمین معلوم ہوگئی اسی طرح اگر اُسکے حدود بیان کردیے حالانکہ اشارہ نہ کیا تو بھی یہی حکم ہے اور وہ حدود کے بیان کرنے سے معلوم ہوگئی اور یہ صدقہ تملیک ہوگا نہ صدقہ وقف یہ محیط سرخسی مین ہے۔ فتاوی آہو مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو دس درم دیے اور کہا کہ یہ درم فلان فقیر کو صدقہ دیدے اُس نے یہ درم رکھ لیے اور اپنے پاس سے درم صدقہ دیدیے تو قاضی بدیع الدین نے فرمایا کہ بالاتفاق ضامن ہوگا۔ ایک شخص نے دوسرے کو دس درم یا سو من گیہون دیے اور کہا کہ فلان فقیر کو دیدے تو حاوی مین لکھا ہے کہ ضامن ہوگا اور امام رحمہ اللہ نے

فرمایا کہ ضامن ہوگا کیونکہ اصل مالک کی غرض خداوند تعالی کی رضامندی حاصل کرنا تھی وہ کسی فقیر کے دینے سے حاصل ہوگئی یہ تاتارخانیہ میں ہے - ایک محتاج کے پاس کچھ درم ہیں تو اُسکو اپنے نفس کے واسطے صرف کرنا دوسرے فقیرون کے صدقہ دینے سے افضل ہے اور اگر اُس نے اپنی ذات پر اُنکو مقدم رکھا تو یہ افضل ہے بشرطیکہ اپنے دل میں جانتا ہو کہ شدت تنگی کے وقت اچھی طرح صبر کرسکونگا اور اگر اپنی ذات سے بے صبری کا خوف ہو تو اپنی ذات پر خرچ کرے یہ ملتقط میں ہے - بعض مشایخ سے دریافت کیا گیا کہ جو لوگ جھوٹے منہ الحاح کرکے آدمیون سے مانگتے ہیں اور اسراف میں خرچ کرتے ہین انکو دینا کیسا ہے تو شیخ رح نے فرمایا کہ جب تک تجھے یہ ظاہر ہو کہ یہ شخص معصیت میں خرچ کرتا ہے یا غنی ہے تب تک اسکو دینے مین کچھ ڈر نہین ہے اور تجھے اپنی نیت کے موافق کہ اُسکی احتیاج دور کرنی چاہتا ہے اجر و ثواب ملیگا یہ حاوی میں لکھا ہے لڑکے نے اگر باپ کی اجازت سے اپنا مال صدقہ کردیا تو جائز نہین ہے یہ سراجیہ مین ہے منتقی مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنا بھاگا ہوا غلام اپنے نابالغ لڑکے کو ہبہ کیا تو جائز نہین ہے اور معلی نے ابو یوسف سے روایت کی کہ جائز ہے پس امام ابو یوسف رح سے اس مسئلہ مین دو روایتین ہوگئین یہ ظہیریہ مین ہے - ایک شخص کے قبضہ مین ایک گھر ہے اُس نے اپنے نابالغ بیٹے کو صدقہ دیا اور یہ کہا کہ مین نے اُسکی طرف سے اسپر قبضہ کیا پھر وہ دار اپنے قبضہ سے نکالا اور نابالغ بعد بلوغ پہونچا اُس نے باپ کے قول پر گواہ قائم کیے تو گھر اسی کو ملیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے - غلام کا ثمن محتاجون کو صدقہ دیدینا غلام کے آزاد کردینے سے افضل ہے یہ سراجیہ مین ہے - اگر کسی شخص نے میت کے نام صدقہ دیا یا اُسکے حق مین دعاے خیر کی تو میت کو ثواب پہونچتا ہے اور اگر اپنے کار خیر کا ثواب کسی شخص مومن کو دیدیا تو جائز ہے یہ سراجیہ مین ہے - ایک شخص نے پیسہ کے دو ٹکڑے کیے مین ظاہر جیسے کسی فقیر کو صدقہ دیدیا تو ظاہر اواپس نہین لے سکتا ہے - اور قاضی عبد الجبار نے کہا کہ اگر اُس نے یون کہا کہ مین نے تجھے پیسہ کا مالک کردیا تو ظاہر ہونے پر واپس لے سکتا ہے اور اگر کہا کہ مین نے تجھے اسکا مالک کردیا تو واپس نہین لے سکتا ہے اور سیف السائلی نے فرمایا کہ دونون صورتون مین واپس نہین لے سکتا ہے یہ قنیہ مین ہے - ایک شخص نے تھیلی یا جیب مین سے درم نکالے تا کہ کسی مسکین کو دیدے پھر اُسکے خیال مین دینے کی رائے نہ ٹھہری تو حکم ظاہری کے بموجب اُسپر کچھ واجب نہوگا یہ سراجیہ مین ہے - اگر کوئی باندی صدقہ کی اور سپرد کردی حالانکہ اُسپر کپڑا اور زیور تھا تو جائز ہے اور کپڑا و زیور اس شخص کا ہوگا جسنے صدقہ دیا ہے یہ خلاصہ مین ہے محمد بن مقاتل نے فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ جو منفعت تیرے مال سے مجھے پہونچے اُسکو مین اپنے اوپر لازم کرتا ہون کہ صدقہ کردون پس اگر اُس نے کوئی شی اُس شخص کو ہبہ کی تو اُسپر اُسکا صدقہ کردینا واجب ہے اور اگر اُس نے اپنے اناج مین سے کھانے کی اُسکو اجازت دیدی تو اُسکو صدقہ کردینا حلال نہین ہے اس اناج مین سے اُسکو فقط کھانا حلال ہے یہ حاوی مین ہے حسن بصری رح سے روایت ہے کہ اگر کوئی شخص شکستہ درم کسی مسکین کے پاس لے گیا اور اُسکو نہ پایا تو رکھ چھوڑے یہانتک کہ کوئی دوسرا آوے اُسکو دیدے اور اگر اُنکو خرچ کردیا تو اُسکے مثل دیدے اور ابراہیم نخعی رح سے اُسکے مثل مروی ہے اور عامر شعبی رح نے فرمایا کہ اُسکو اختیار ہے کہ چاہے دیدے یا نہ دے کہ صدقہ بدون قبضہ کے جائز نہین ہوجاتا ہے اور مجاہد رح نے فرمایا کہ جس شخص نے صدقہ نکالا اُسکو اختیار ہے چاہے اداء کرے اور اگر چاہے کسی کو دیدے یا نہ دے اور عطا رح سے بھی اسی کے مثل مروی ہے اور فقیہ ابو اللیث رح نے کہا کہ یہی حکم لیا گیا ہے محیط مین ہے مسجد مین سوال کرنے والے کو صدقہ دینے مین اختلاف ہے مشایخ رح نے فرمایا کہ جس مسجد مین جماعت ہو

اسکے سائل کو صدقہ نہ دینا چاہیے کیونکہ لوگون کی ایذا رسانی پر اعانت[سلہ] ہی۔ اور خلف بن ایوب نے کہا کہ اگر مین قاضی ہوتا تو جو شخص مسجد کے سائل کو صدقہ دیتا ہی اُسکی گواہی قبول نہ کرتا۔ اور شیخ ابو بکر بن اسمعیل الزاہد رح سے مروی ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ ایسے سائل کو جو پیسا دیا جاوے تو ستر پیسون کا محتاج ہی کہ جب یہ ستر پیسے دیے جاوین تو اُس پیسہ دینے کا کفارہ ادا ہوگا یا ان مسجد مین داخل ہونے سے پہلے یا نکلنے کے بعد صدقہ دیدیوے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور تجنیس ناصری مین ہی کہ اگر سائل نے اسطرح سوال کیا کہ بحق اللہ تعالی یا بحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یہ دے تو ظاہر حکم مین اُسپر کچھ دینا واجب نہوگا لیکن مروت مدرست کی راہ سے دینا اسکا بہت بہتر ہی اور امام عبد اللہ بن المبارک رح سے مروی ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ تعجب معلوم ہوتا ہی کہ سائل اللہ تعالی کے واسطے سوال کرے اور نہ دیا جاوے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی

کتاب الاجارہ

اور اس کتاب مین بتیس باب ہین

باب اول اجارہ کی تفسیر و اسکے رکن و الفاظ و شرائط و اقسام و حکم و اجارہ کے انعقاد کی کیفیت و صفت کے بیان مین منافع پر بمقابلہ عوض کے عقد کرنے کو شرعاً اجارہ کہتے ہین یہ ہدایہ مین ہی اور جو الفاظ عقد اجارہ کے واسطے موضوع ہین اُنکے ساتھ ایجاب و قبول ہونا ہی اجارہ کے رکن ہین۔ اور اُن الفاظ کا بیان یہ ہی کہ اجارہ فقط ایسے دو لفظون سے منعقد ہوتا ہی جیسے زمانہ ماضی کی تعبیر ہو مثلاً ایک شخص کہے کہ مین نے یہ دار اجارہ پر دیا اور دوسرا کہے کہ مین نے قبول کیا یا اجارہ پر لیا اور ایسے دو لفظون سے منعقد نہین ہوتا ہی جنمین سے ایک لفظ مستقبل پر دلالت کرے مثلاً ایک شخص کہے کہ مجھے اجارہ پر دیدے اور دوسرا کہے کہ مین نے دیدیا کذا فی البدایہ اور شمس الائمہ حلوانی نے شرح کتاب الصلح مین ذکر کیا ہی کہ اجارہ بلفظ ہبہ و صلح بھی منعقد ہوتا ہی اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا ہی کہ اجارہ بلفظ عاریت بھی منعقد ہوتا ہی۔ اور اگر اپنے دار سے نفع اُٹھانا ایک ماہ تک بعوض دس درم کے ہبہ کیا یا اگر کہا کہ مین ایک ماہ تک بعوض دس درم کے عاریت دیا تو ابو طاہر دباس نے امام ابو حنیفہ رح سے نقل کیا ہی کہ استیفاء منفعت سے پہلے اسکے ذمہ لازم نہو جائیگا اور بعد استیفاء منفعت کے اجارہ اعتبار کیا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر کہا کہ میرا یہ گھر تیرے واسطے اجارہ ہی ہر مہینہ ایک درم پر یا کہا کہ اجارہ ہبہ ہی تو دونون صورتون مین اجارہ ہی اور کتاب مین یہ مذکور نہین کہ آیا یہ اجارہ لازم ہوگا یا نہین پس خصاف رح نے فرمایا کہ اجارہ لازمہ نہوگا حتی کہ ہر ایک کو دونون مین سے اختیار ہوگا کہ قبضہ سے پہلے رجوع کرے اور ہر ایک دونون مین سے قبل قبضہ کے فسخ عقد کر سکتا ہی اور اگر سکونت اختیار کی تو اُسپر اجر المثل واجب ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کہا کہ مین نے تجھے اپنے اس گھر سے ایک مہینہ تک نفع اُٹھانے کا بعوض دس درم کے مالک کر دیا تو یہ اجارہ جائز ہی اور اگر کہا اجرتک منفعۃ ہذہ الدار شہراً بکذا یعنی مین نے تجھے اس دار کی منفعت ایک مہینہ تک بعوض دس درم کے اجارہ پر دی تو اصح قول کے موافق جائز ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ کتاب الصلح مین مذکور ہی کہ ایک شخص نے ایک دار کے ٹکڑے کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا پھر اُس سے اُس دار کے ایک بیت مین دس برس تک رہنے پر صلح کی تو جائز ہی پھر اگر مدعی نے یہ بیت اُسی شخص کو جس سے صلح کی ہی کرایہ پر دیدیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہی اور امام محمد رح کے نزدیک نہین جائز ہی یہ فتاوی قاضیخان

سلہ اعانت اسواسطے کہ جب ایک سے زیادہ ہونگے تو ہر ایک سوال کریگا اور ان کو بار بار دینا ...

مین ہی - اور اگر مدعی مے یہ سکنی کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہین ہی بعض مشائخ نے فرمایا کہ سکنی کی بیع اسوجہ سے جائز نہوئی کہ میعاد بیان نہین کی تھی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ بیع سکنی جائز نہین ہوتی ہی اگرچہ اسمین میعاد بیان ہوئی ذخیرہ مین ہی - اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے اس دار کی منفعت تیرے ہاتھ ہر مہینہ دس درم کے عوض فروخت کی یا اسی مہینہ بھر دس درم کو بیچی تو عیون مین لکھا ہی کہ یہ اجارہ فاسد ہی یہ نہایہ مین ہی - اور شمس الائمہ حلوائی نے بیان کیا کہ لفظ بیع کے ساتھ اجارہ کے منعقد ہونے مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی اور اظہر یہ ہی کہ اگر مدت معلومہ بیان ہو تو منعقد ہو جاتا ہی یہ ظہیریہ مین ہی - ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تیرے اس غلام کی خدمت دس درم ماہواری کو خریدی تو یہ اجارہ فاسد ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - امام محمد رح سے مروی ہی کہ اگر کہا کہ مین نے اپنا یہ غلام تجھے دیا کہ ایک سال تک بعوض پچاس درم کے تیری خدمت کریگا تو جائز ہی اور اجارہ ہوگا یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اور عقد اجارہ بتعاطی منعقد ہو جاتا ہی اور اسکا بیان یہ ہی کہ امام محمد رح نے کتاب الاصل کے اجارات مین فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے سے کچھ دیگین بغیر معین کرایہ پر لین تو جائز نہین ہی کیونکہ دیگین باہم متفاوت ہوتی ہین کوئی چھوٹی کوئی بڑی ہوتی ہی پھر اگر وہ شخص کچھ دیگین سامنے لایا اور مستاجر نے پہلے کرایہ پر انکو قبول کر لیا تو جائز ہی اور یہ از سر نو باہم بالتعاطی اجارہ منعقد ہو گیا یہ ظہیریہ مین ہی - اور اجارہ طویلہ بتعاطی منعقد نہین ہوتا ہی اور نہ اس کہنے سے کہ مین گر و کر دے میرے پاس تو نے گر و کر دی دوسرے نے کہا کر دم یعنی مین نے کی اگرچہ دونون کی مراد اس سے اجارہ کیون نہو یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اور یتیمیہ مین ہی کہ مین نے امام ابو یوسف رح سے سوال کیا کہ ایک شخص کشتی مین جا بیٹھتا ہی یا سینگی لگواتا ہی یا حمام مین چلا جاتا ہی یا سقا سے پانی پی لیتا ہی پھر اجرت اور پانی کے دام دیدیتا ہی تو فرمایا کہ استحسانا جائز ہی اور اس سے پہلے عقد ٹھہرا لینے کی کچھ حاجت نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - ایک نے دوسرے سے کہا کہ یہ دار ایک دینار سالانہ پر ہی آیا تو راضی ہوا اُسنے کہا ہان پھر کنجی اسکو دیدی تو یہ اجارہ ہی اگر کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ اپنا غلام بعوض تیرے گھر سے ایک سال تک نفع اٹھانے کے تیرے ہاتھ فروخت کیا اُسنے قبول کیا تو یہ اجارہ ہی یہ قنیہ مین ہی - ایک شخص قبالہ نویس کے پاس کرایہ نامہ کسی شی محدودہ کا یعنی اجارہ طویلہ ایک ساتھی شخص کو دی ہی لکھوانے گیا اور اُس چیز کے حدود اور مال اجارہ بیان کر دیا اور کرایہ نامہ لکھنے کا حکم دیا اور آخر سال فسخ عقد کا وقت بیان کیا اُسنے کرایہ پر دینے والے اور لینے والے دونون کے سامنے لکھ دیا اور حاضرین نے گواہی کر دی لیکن اس سے زیادہ دونون مین کچھ معاملہ نہین جاری ہوا تو دونون مین اجارہ منعقد ہوگا یہ خلاصہ مین ہی - اور اگر اجارہ دینے کو کسی مستقبل وقت کی جانب نسبت کیا مثلاً کہا کہ کل کے روز تجھے مین نے یہ دار کرایہ پر دیا یا ایسا ہی کوئی وقت مستقبل بیان کیا تو جائز ہی پھر اگر اسوقت کے آنے سے پہلے اجارہ کو توڑ دینا چاہا تو امام محمد رح سے ایک روایت مین آیا ہی کہ نہین توڑ سکتا ہی اور انہین سے دوسری روایت مین آیا ہی کہ توڑ سکتا ہی یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تجھے اپنا یہ ٹٹو کل کے روز ایک درم کرایہ پر دیا پھر آج ہی اسکو دوسرے شخص کے ہاتھ تین دن تک کے واسطے کرایہ پر دیدیا پھر جب کل کا روز ہوا تو پہلے مستاجر نے دوسرے اجارہ کو توڑ دینا چاہا تو ہمارے اصحاب سے اسمین دو روایتین آئی ہین ایک روایت مین توڑ سکتا ہی اور اسی کو شیخ نصیر رح نے لیا ہی اور دوسری روایت مین ہی کہ نہین توڑ سکتا ہی اور اسکو فقیہ ابو جعفر رح اور فقیہ ابو اللیث اور شمس الائمہ حلوائی نے لیا ہی اور یہی عیسی بن ابان کا قول ہی اور اسی پر فتوی ہی اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا ہی کہ جو اجارہ زمانہ مستقبل کی طرف مضاف ہو وہ میرے نزدیک وقت سے پہلے لازم ہوتا ہی پس دوسرا اجارہ پہلے کے حق مین کچھ موثر نہین

ہوسکتا ہو پس اس صورت مین ہو کہ پہلا اجارہ آیندہ وقت کی طرف مضاف ہو پھر فی الحال اسنے دوسرے کے ہاتھ اجارہ دیدیا ہو۔ اور اگر پہلا اجارہ آیندہ وقت کی طرف مضاف ہو اور فی الحال اُسنے فروخت کر دیا تو منتقی مین مذکور ہو کہ اسمین دو روایتین ہین ایک روایت مین ہو کہ وقت اجارہ سے پہلے اسکو فروخت کا اختیار نہین ہو اور دوسری مین آیا ہو کہ اجارہ کے وقت آنے سے پہلے اگر اسنے شی فروخت کر دی تو اسکا فعل جائز ہو اور فتوے اسپر ہو کہ بیع نافذ ہو جائیگی اور اجارہ مضاف باطل ہو جائیگا اور اسی کو شمس الائمہ حلوائی نے اختیار کیا ہو۔ اور جب بیع نافذ ہونا مفتی بہ ٹھہرا پھر اگر اجارہ کے وقت آنے سے پہلے بسبب عیب کے بحکم قاضی اسکو واپس دی گئی یا ہبہ سے اُس نے رجوع کر لیا تو اجارہ بحالہ باقی رہیگا اور اگر از سر نو کسی وجہ سے اُسکی ملک مین آگئی تو اجارہ عود نہ کریگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہو۔ فتاوی ابو اللیث مین لکھا ہو کہ اگر کسی دوسرے سے کہا کہ جب شروع مہینہ آوے تو مین نے تجھے یہ دار کرایہ پر دیا یا جب کل کا روز آوے تو مین نے تجھے یہ دار کرایہ پر دیا تو یہ اجارہ جائز ہو اگرچہ اسمین تعلیق ہو کذا فی المحیط اور اسی پر فتوی ہو یہ قنیہ مین ہو شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا ہو کہ فسخ کو شروع مہینہ وغیرہ آیندہ اوقات کی طرف مضاف کرنا صحیح ہو ولیکن فسخ عقد کو آیندہ وقت پر معلق کرنا صحیح نہین ہو مثلاً جب کل کا روز آوے تو اجارہ فسخ ہو اور فتوی اسی قول پر ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ جو ہر یعنی مزدور نے اگر کہا کہ مین نے اپنے تئین اس کام کے واسطے اسقدر درم کا اجارہ دیا اور یہ فروخت کیا تو یہ اجارہ صحیح ہو یہ ظہیریہ و خلاصہ مین ہو۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک کپڑا دیا کہ اسکو فروخت کرے اور اُس نے بطور تعلیق کہا کہ جو کچھ اسقدر درمون سے زیادہ ملے وہ تیرا ہو تو فرمایا کہ یہ بطور اجارہ کے ہو اور ایسا اجارہ فاسد ہو اور اگر وہ کپڑا اُس شخص کے ہاتھ مین ضائع ہو گیا تو ضامن ہوگا یہ محیط مین ہو۔ اب واضح ہو کہ اجارہ کے شرائط چند قسم کے ہین بعض شرائط انعقاد ہین اور بعض شرائط نفاذ ہین اور بعض شرائط صحت ہین اور بعض شرائط لزوم ہین۔ قال المترجم واضح ہو کہ اول اجارہ کا منعقد ہونا چاہیے اور جب منعقد ہو گیا تو عمل درآمد ہونے کے واسطے شروط ہین وہ شروط نفاذ کہین اور پھر اجارہ صحیح ہونے کے واسطے شروط ہین اور بعد صحت کے لازم ہو جانے کے واسطے شروط ہین۔ اول شروط انعقاد بیان ہوتے ہین از انجملہ عقل ہو پس مجنون یا نابالغ بے عقل کا اجارہ منعقد نہوگا اور بالغ ہونا ہمارے نزدیک شرط انعقاد مین سے ہو نہ شروط نفاذ مین سے ہو حتی کہ اگر سمجھدار لڑکے نابالغ نے اپنا مال یا جان اجارہ پر دی پس اگر اپنے ولی کی طرف سے ماذون ہو تو اجارہ نافذ ہو جائیگا اور اگر محجور ہو تو ولی کی اجازت پر موقوف رہیگا اسی طرح اگر لڑکے محجور نے اپنی جان اجارہ پر دی اور سپرد کی اور کام کیا اور کام کرکے سپرد کر دیا تو اجرت کا مستحق ہوگا اور یہ اجرت اُسی کو ملیگی۔ اور اسی طرح عاقد کا آزاد ہونا ہمارے نزدیک اجارہ کے انعقاد کی شرط نہین ہو اور نہ نفاذ اجارہ کی شرط ہو پس مملوک نے اگر اجارہ کا عقد کیا تو نافذ ہو جائیگا بشرطیکہ وہ ماذون ہو اور اگر ماذون نہوگا تو مالک کی اجازت پر موقوف رہیگا اور جب اُس نے اپنی ذات کے اجارہ سے یا مولے کے مال کے اجارہ سے کام کر کے کام داخل کیا تو جو کچھ اجرت ٹھہری ہو وہ مستاجر کے ذمہ واجب ہوگی اور وہ مولی کو ملیگی اور اگر لڑکا یا غلام مستاجر کے پاس مر گئے حالانکہ اجارہ پر اسکا کام کرتے تھے اور اجازت نتھی تو مستاجر ضامن ہوگا کیونکہ بغیر اجازت ولی یا مولے کے دونون کو اپنے کام مین لانے کی وجہ سے غاصب ہو گیا ہو اور اجرت واجب نہوگی۔ اور اگر غلام یا لڑکے کو خطا سے قتل کیا تو اُسکی مددگار برادری پر دیت لڑکے کی اور قیمت غلام کی واجب ہوگی اور مستاجر پر اجرت واجب نہوگی اور مکاتب کو اجارہ دینے اور

لینے کا خود اختیار رہے۔ اور عاقد کا خوشی سے عمداً اپنے نفع کے واسطے عاقد ہونا ہمارے نزدیک اس عقد کے انعقاد یا
نفاذ کی شرط نہیں ہے ولیکن صحت عقد کے واسطے شرط ہے۔ اور عاقد کا مسلمان ہونا بالکل شرط نہیں ہے پس مسلمان و ذمی
و حربی اور حربی مستامن کا اجارہ دینا و لینا جائز ہے لیکن اگر عاقد مرتد ہو تو اسکا مسئلہ نہ ہونا امام اعظم رح کے نزدیک شرط ہے
اور صاحبین کے نزدیک نہیں شرط ہے۔ از انجملہ ملک و ولایت چاہیے پس اگر کسی اجنبی نے اجارہ کا عقد کیا تو نافذ نہ ہوگا
کیونکہ نہ ملکیت ہے اور نہ ولایت ہے ولیکن ہمارے نزدیک اسکا انعقاد ہو کر مالک کی اجازت پر موقوف رہیگا از انجملہ یہ شرط ہے
کہ جس چیز پر عقد کیا گیا ہے یعنی منافع وہ قائم ہوں پس اگر کسی درمیانی اجنبی نے کوئی چیز اجرت پر دیدی پھر پوری منفعت حاصل
کر لینے کے بعد مالک نے اجازت دی تو اسکی اجازت جائز نہ ہوگی اور اجرت عاقد کو ملیگی کیونکہ منافع معقود علیہا معدوم ہوگئے
اور وکیل کا اجارہ دینا نافذ ہوتا ہے کیونکہ اسکو ولایت حاصل ہے۔ اسی طرح اگر باپ یا وصی یا قاضی یا امین قاضی نے
نابالغ کا مال اجارہ دیا تو جائز و نافذ ہے کیونکہ شرع نے انکو نائب مقرر کیا ہے۔ اور باپ و وصی و دادا و اسکے وصی کے
سوا اسکے دوسرے ذی رحم محرم کا ان لوگوں میں سے کسی کے ہوتے ہوئے اجارہ پر دینا صحیح نہیں ہے اور ان سب صورتوں
میں اجارہ کی مدت گذرنے سے پہلے اگر لڑکا بالغ ہو گیا تو اسکو خیار ہوگا چاہے اجارہ تمام کر دے یا فسخ کر دے۔ و از انجملہ
یہ ہے کہ حویلی وغیرہ کے اجارہ میں مستاجر کے سپرد کر دینا شرط ہے جبکہ عقد مطلقاً ہوا ہو جس میں تعجیل وغیرہ کی شرط نہ ہو یہ ہمارا مذہب ہے
حتی کہ اگر اجارہ کی مدت گذر گئی اور ہنوز مستاجر کے سپرد نہ کیا تو کرایہ کا استحقاق بالکل نہ ہوگا اور اگر کچھ مدت گذری پھر سپرد
کر دی تو بقدر مدت گذشتہ کے اجرت کم کر دی جائیگی۔ از انجملہ یہ کہ عقد اجارہ میں شرط خیار نہ ہو اور اگر شرط خیار ہو تو مدت خیار
تک اسکا نفاذ نہ ہوگا۔ اور اب عقد صحیح ہونے کے شرائط بیان ہوتے ہیں۔ از انجملہ دونوں متعاقدین کا راضی ہونا شرط ہے
اور از انجملہ معقود علیہ یعنی منفعت ایسے طور سے معلوم ہونا چاہیے کہ جس میں جھگڑا نہ پڑے پس اگر معلوم نہ ہو بلکہ مجہول ہو
اس طرح کہ جس سے جھگڑا و نزاع پیدا ہو سکتا ہے تو عقد صحیح نہ ہوگا ورنہ صحیح ہوگا۔ از انجملہ محل منفعت کو بیان کرنا شرط ہے حتی کہ اگر
یوں کہا کہ میں نے اپنے ان دونوں گھروں میں سے ایک گھر یا ان دونوں غلاموں میں سے ایک غلام تجھے اجرت
پر دیا یا ایسے ہی اور چیزوں میں کیا تو صحیح نہیں۔ از انجملہ گھروں و حویلیوں و دوکانوں و دودھ پلائی کی اجرت پر لینے میں
مدت کا بیان کرنا شرط ہے اور حویلیوں وغیرہ میں یہ بیان کرنا کہ کس غرض سے لیتا ہے شرط نہیں ہے حتی کہ اگر کسی نے کوئی
چیز کرایہ پر لی اور یہ بیان نہ کیا کہ اسمیں کیا کام کریگا تو جائز ہے ولیکن زمین کے اجارہ میں یہ بیان کرنا ضرور ہے کہ کس واسطے اجارہ
پر لیتا ہے اور چوپایوں میں مدت و جگہ بیان کرنا چاہیے اور کس واسطے کرایہ لیا ہے آیا بوجھ لادیگا یا اسپر سوار ہوگا۔ اور پیشہ ور
کے اجارہ لینے میں کام بیان کرنا چاہیے اور اسی طرح اجیر مشترک میں بھی جس چیز میں کام لیگا اسکو اشارہ و تعیین سے بیان
کرنا چاہیے یا کپڑوں کی کندی و سلائی میں جنس و نوع و مقدار و صفت بیان کرے اور چرواہے کے نزدیک مقرر کرنے میں جنس
و قدر یعنی گھوڑے ہیں یا گائے یا اونٹ یا بکریاں اور کس قدر ہیں تعداد بیان کرنا ضرور ہے۔ اور اجیر خاص کے حق میں جس
چیز میں کام لیگا اسکی جنس و نوع و قدر و صفت کا بیان کرنا شرط نہیں ہے صرف مدت کا بیان کرنا شرط ہے اور دودھ پلائی کے
اجارہ پر مقرر کرنے میں مدت بیان کرنا جو اس عقد کے واسطے شرط ہے چنانچہ غلام کی خدمت کے واسطے اجارہ پر مقرر کرنے
میں ایسا ہی ہے۔ اور از انجملہ یہ شرط ہے کہ اس چیز سے استیفاء منفعت حقیقۃً و شرعاً ممکن و مقدور ہو پس بھاگے ہوئے غلام کا
اجارہ لینا نہیں جائز ہے۔ اور معاصی کے واسطے اجارہ لینا نہیں جائز ہے کیونکہ ایسی منفعت کے واسطے اجارہ لیتا ہے کہ اسکا

حاصل کرنا شرعاً قدرت سے باہر ہی - اور ازانجملہ یہ ہی کہ جس کام کے واسطے اجارہ پر لیتا ہی وہ کام اجارہ لینے سے پہلے اجیر پر واجب یا فرض نہو پس اگر اجارہ لینے سے پہلے سے اجیر پر واجب ہو تو اجارہ صحیح نہوگا - ازانجملہ یہ ہی کہ جس منفعت کے واسطے لیتا ہی وہ ایسی ہو کہ لوگون کی عادت ہو کہ ایسی منفعت کے لیے قصد کرکے اجارہ پر لیتے ہون اور لوگون مین باہمی معاملہ جاری ہو پس کپڑے لٹکا کے سکھلانے کے واسطے درختون کا اجارہ پر لینا جائز نہین ہی - اور ازانجملہ یہ ہی کہ وہ شی اجارہ دینے والے کے قبضہ مین ہو جبکہ وہ شی مال منقول مین سے ہو اور اگر اسکے قبضہ مین نہو تو اسکا اجارہ دینا صحیح نہین ہی ازانجملہ یہ ہی کہ اجرت معلوم ہو - ازانجملہ یہ ہی کہ اجرت ایسی منفعت نہو جو معقود علیہ کی جنس سے ہو جیسے خدمت کے عوض خدمت اور سکنی کے عوض سکنی کیونکہ اس صورت مین جسواسطے اجارہ لیا ہی ویسی ہی جنس کی منفعت عوض دی ہی - ازانجملہ یہ ہی کہ رکن مین ایسی کوئی شرط نہو جسکو عقد مقتضی نہین اور نہ وہ ملائم عقد ہی - اب شرط لزوم کا بیان ہوتا ہی پس جو شرطین اس عقد کے لازم ہو جانے کے واسطے ضرور ہین ازانجملہ یہ ہی کہ عقد اجارہ صحیح ہو - اور ازانجملہ یہ ہی کہ جو چیز اجارہ پر لی ہی اُسمین عقد یا قبضہ کے وقت کوئی ایسا عیب نہو کہ اس سے جو نفع مقصود ہی اُسمین خلل پڑتا ہو اور اگر ایسا عیب ہوگا تو عقد اجارہ لازم نہو جائیگا اور ازانجملہ یہ ہی کہ مستاجر نے جو چیز اجارہ لی ہی اُسکو دیکھے - اور ازانجملہ یہ ہی کہ وہ چیز جسکو اجارہ پر لیا ہی ایسے عیب کے پیدا ہو جانے سے جس سے انتفاع مین خلل پڑتا ہو سالم ہو اور اگر اُسمین کوئی ایسا عیب جس سے انتفاع مقصود نہین حاصل کیا جاسکتا ہی پیدا ہو گیا تو عقد اجارہ لازمی نرہیگا - اور ازانجملہ یہ ہی کہ دونون عقد کرنے والے اور اجارہ کی چیز مین کچھ عذر پیدا نہو حتی کہ اگر ان دونون مین سے کسی مین یا اجارہ کی چیز مین کچھ عذر پیدا ہو گیا تو عقد لازمی نرہیگا - اور ازانجملہ اجارہ کے غلام کی آزادی ہی کہ اگر کسی شخص نے اپنا غلام ایک سال تک کے واسطے اجارہ پر دیا پھر جب چھ مہینے گذر گئے تو اُسکو آزاد کر دیا تو اس صورت مین اُسکو خیار حاصل ہوگا کہ چاہے اجارہ پورا کردے یا فسخ کردے - ازانجملہ نابالغ لڑکے کا بالغ ہونا ہی پس اگر کسی لڑکے کو اُسکے باپ یا وصی یا دادا یا اُسکے وصی یا قاضی یا امین قاضی نے اجارہ پر دیا پھر وہ لڑکا بالغ ہو تو اُسکو خیار ہوگا یہ بدائع مین لکھا ہی - اب اجارہ کے اقسام کا بیان کیا جاتا ہی واضح ہو کہ اجارہ کی دو قسمین ہین ایک قسم اجارہ کی یہ ہی کہ اشیا کے منافع پر اجارہ قرار دیا گیا جیسے گھرون و زمین و چوپاؤن وغیرہ کا اجارہ لینا کہ ان چیزون کے نفع سے متعلق ہی اور دوسری قسم یہ ہی کہ جسکو اجارہ لیا ہی اُسکے کام سے نفع مقصود ہو جیسے درزی و دھوبی وغیرہ پیشہ ورون کو اجارہ پر مقرر کرنا چنانچہ محیط مین ہی - اب حکم اجارہ کا بیان ہوتا ہی اجارہ کا حکم یہ ہی کہ ہر دو بدل مین ہر ہر ساعت ملک واقع ہوتی جاتی ہی مگر جب کہ اجرت کا فی الحال دیدینا قرار پاوے تو ایسا نہین ہی - اور اجارہ کے انعقاد کی کیفیت یہ ہی کہ ہمارے نزدیک اجارہ باہین متعاقدین کے فی الحال منعقد ہوتا ہی اور حق حکم یعنی ملک مین موافق حدوث منفعت کے ساعت بساعت انعقاد ہوتا رہتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اجارہ کی صفت یہ ہی کہ اجارہ اگر اجارہ صحیحہ ہو اور خیار شرط و عیب و رویت سے خالی ہو تو عامہ علما کے نزدیک اجارہ عقد لازم ہوتا ہی کذا فی البدائع - اور جو چیزین بیع مین ثمن ہو سکتی ہین جیسے نقود و کیلی و وزنی چیزین وہ سب اجارہ مین اجرت ہو سکتی ہین اور جو بیع مین ثمن نہین ہو سکتی ہین وہ بھی اجارہ مین اجرت ہو سکتی ہین جیسے غلام و کپڑے وغیرہ کذا فی الکافی - اور اگر اجرت مین درم یا دینار قرار پائے ہون تو بیان مقدار ضرور ہی اور جید وردی بیان کرنا ضرور ہی اور اگر شہر مین ایک ہی نقد رائج ہو تو اجارہ مین وہی نقد مراد لیا جائیگا اور عقد اسی پر واقع قرار دیا جائیگا کذا فی النہایہ اور اگر شہر مین نقود مختلفہ رائج ہون اور سب یکسان چلتے ہون اور کوئی

دوسرے سے بڑھ کر نہو تو عقد جائز ہوگا اور مستاجر کو اختیار ہوگا کہ چاہے جو نقد ادا کرے اگرچہ اس صورت مین اجرت مجہول ہے
لیکن ایسی جہالت نہین ہی جس سے نزاع پیدا ہو اور اگر سب نقود رواج مین یکسان ہون اور بعض نقد دوسرے سے بڑھ کر ہو
تو عقد فاسد ہوگا اور اگر بعض نقد دوسرے سے زیادہ رائج ہو تو عقد جائز ہوگا اور جو نقد زیادہ چلتا ہی وہی اجارہ کا نقد
قرار دیا جائیگا کیونکہ ایسا ہی عرف جاری ہی اگرچہ دوسرے نقود کو اُسپر فضیلت ہو یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اجرت مین کیلی
یا وزنی یا عددی متقارب چیز قرار پائی تو مقدار و صفت بیان کرنا شرط ہی اور اگر اس شی کی باربرداری مین خرچہ پڑتا ہو تو
امام اعظم رح کے نزدیک وفا کرنے کی جگہ بیان کرنا شرط ہی اور صاحبین کے نزدیک شرط نہین ہے۔ اور جب اجرت کی چیز مین
باربرداری کا خرچہ پڑتا ہو اور وفا کرنے کی جگہ بیان نہ کی تو امام کے قول پر اجارہ فاسد ہی اور صاحبین کے نزدیک فاسد
نہوگا اور جہان زمین یا دار ہو وہین دیدے گا — باربرداری کے بھاڑے مین جہان واجب آوے یعنی جب کسی قدر
مسافت طی کریگا تو اُسکا حصہ اجرت لے لیگا اور کام کے اجارہ مین جہان اسکو کام پورا کرکے دیدے وہان اجرت لے اور اگر اس
جگہ کے سوائے کہین دوسری جگہ اجرت کا مطالبہ کیا تو وہان مستاجر کو ادا کرنے کی تکلیف نہ دیجائیگی بلکہ طالب اُس سے
اپنی مضبوطی کرلے کہ جہان ادا کرنے کی جگہ ہی وہان ادا کریگا اور اگر اجرت کی باربرداری و خرچہ نہو تو جہان چاہے بیباق کرے یہ محیط سرخسی
مین ہے — اور میعاد بیان کرنے کی ضرورت نہین ہی اور اگر میعاد بیان کردی تو مثل ثمن بیع کے میعادی ہو جاویگی
اور اگر اجرت مین عروض یا ثیاب قرار پاوین تو مقدار و صفت و مدت بیان کرنا ضرور ہی کہ یہ چیزین فقط سلم کے طور سے
ذمہ ثابت ہوتی ہین پس سلم کے شرائط انمین رعایت رکھنا شرط ہی۔ اور اگر اجرت مین باندی غلام یا باقی حیوانات قرار
پائے تو معین اور مشار الیہ ہونا شرط ہے اور اگر ان چیزون سے نفع اُٹھانا اجرت قرار پایا ہو تو اسکی دو صورتین ہین
ایک یہ کہ اگر اُنکی منفعت اُس منفعت کی جنس کے خلاف ہی جسکے واسطے خود اُس نے اجارہ لیا ہی مثلاً اپنے گھر کو رہنے کے
واسطے اجارہ لیا اور اُجرت یہ قرار دی کہ گھر کا مالک مستاجر کے جانور پر سوار ہوا کرے یا کھیتی کی زمین بعوض لباس
پہننے کے اجارہ لے تو ایسا اجارہ جائز ہی اسی طرح اگر گھر کو بعوض خدمت غلام کے اجارہ لیا تو بھی جائز ہی اور اگر اسی کی
جنس سے ہو جسکے واسطے خود اجارہ لیا ہی مثلاً ایک گھر اجارہ لیا اور اجرت مین اپنے دوسرے گھر کو رہنے پر دیا یا کوئی
سواری کا جانور اجارہ لیا اور اجرت مین اپنی سواری کے جانور کی سواری قرار دی تو اجارہ فاسد ہی کیونکہ جنس مین نسیہ
حرام ہوتا ہی یہ سراج الوہاج مین ہی۔ نوادر بشر رح مین امام ابو یوسف سے روایت ہی کہ اگر اجرت مین پیسے ٹھہرے اور قبضہ
سے پہلے وہ گران یا ارزان ہوگئے تو آجر کو یعنی اجرت پر دینے والے کو سوائے پیسون کے کچھ نہ ملیگا اور اگر وہ فلوس
کاسد ہوگئے تو اسکو معقود علیہ کی قیمت دینی واجب ہوگی اسیطرح ہر کیلی و وزنی چیز جو منقطع ہو جاتی ہی یعنی بازار مین اسکا ملنا بند
ہو جاتا ہی اگر اجرت قرار دی اور انقطاع سے پہلے دینا اسکی مدت قرار دی تو مثل فلوس کے اسکا بھی حکم ہی یہ محیط مین
لکھا ہی اور اگر کسی غلام کو ایک مہینہ خدمت کے واسطے اپنی باندی کی خدمت کے عوض اجارہ پر لیا تو فاسد ہی کیونکہ جنس خدمت
متحد ہی یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور اگر کسی نے بیل اجرت پر دیا اور گدھا اجرت مین لیا تو اختلاف جنس کے باعث جائز ہی
یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ فتاوائے ابو اللیث رح مین ہی کہ کھیتی روندنے کے واسطے باہم بیلون بیلون کا معاوضہ کرنا جائز
نہین ہی یعنی حرام ہی کیونکہ ہم جنس منفعتون کا باہم معاوضہ ہوا پھر اگر ہم جنس منفعتون کا باہم معاوضہ ہو گیا حتی کہ عقد اجارہ
فاسد ٹھہرا۔ اگر اجرت پر دینے والے نے اُس سے اپنا نفع بھرپور حاصل کر لیا تو ظاہر الروایۃ کے موافق اُسپر اجر المثل

واجب ہوگا۔ اور اگر ایک غلام خدمت کے واسطے دو شخصون نے لیا اُس نے ایک خدمت کی اور دوسرے کی نہ کی تو اُسکو کچھ اجرت نہ ملیگا اور ابو الحسن نے اپنے جامع مین فرمایا کہ اگر ایک غلام دو شخصون مین مشترک مملوک ہو پھر ایک نے اپنا حصہ دوسرے کو اجارہ پر ایک مہینہ کے واسطے اس شرط سے سلائی مین دیا کہ وہ بھی اپنا حصہ میرے ساتھ ایک مہینہ کے واسطے مثلاً رنگریزی کے کام مین دے تو یہ امر ایک غلام مین جائز نہین ہی اور اگر دو غلام ہون اور دو کام مختلف قرار دیکر اسطور سے اجارہ مین لیا تو جائز ہی کذا فی المحیط

دوسرا باب اجرت کب واجب ہوتی ہی اور اُسکے متعلق ملک وغیرہ کے بیان مین اجرت پر دینے والا نفس عقد سے مالک اجرت نہین ہوتا ہی اور ہمارے نزدیک نفس عقد پر اجرت کا تقسیم کر دینا واجب نہین ہوتا ہی خواہ عین ہو یا دین ہو یہ کافی مین ہی۔ اور ایسا ہی امام محمد نے جامع مین لکھا ہی اور عامہ مشایخ کے نزدیک یہی صحیح ہی کذا فی النہایہ پھر واضح ہو کہ اجرت کا استحقاق ان تین باتون مین کسی بات کے پائے جانے سے ہوتا ہی یا تو تعجیل شرط ہو یا تعجیل کرکے ادا کر دے یا جس منفعت کے واسطے اجارہ لیا ہی وہ بھرپور حاصل کر لے پس جب ان تینون باتون مین سے کوئی بات پائی گئی تو اجیر مالک اجرت ہو گیا یہ شرح طحاوی مین ہی۔ اور جسطرح منفعت بھرپور حاصل کر لینے سے اجرت واجب ہو جاتی ہی اسی طرح حاصل کرنے کی قدرت پائے جانے سے بھی واجب ہوتی ہی بشرطیکہ اجارہ صحیح ہو مثلاً اگر کسی شخص نے کوئی دوکان یا گھر کسی مدت معلومہ تک کے واسطے کرایہ لیا حالانکہ اُسمین اُس مدت تک نہ رہا باوجودیکہ اسکو رہنے کا کوئی مانع نہ تھا وہ رہ سکتا تھا تو کرایہ واجب ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کوئی دار کرایہ پر دیا اور خالی کرکے سپرد کر دیا مگر ایک بیت اُسمین سے سپرد نہ کیا کہ اُسکو اپنے اسباب کے کام مین رکھا یا تمام دار سپرد کر دیا پھر ایک بیت اُسکے ہاتھ سے نکال لیا تو اجرت مین سے بقدر حصہ بیت کے کم کر دیجائیگی۔ اور مدت اجارہ تک جن منافع کے واسطے اجارہ لیا ہی اور جس جگہ کی طرف عقد مضاف کیا ہی وہان ان منافع کے حاصل کرنے کی قدرت پانا شرط ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر اُس نے منافع حاصل کرنے کی بالکل قدرت نہ پائی یا جس جگہ کی طرف عقد مضاف ہی اُسکے سوائے دوسری جگہ حاصل کرنے کی قدرت پائی یا وہین جہان منافع حاصل کرنے کے واسطے عقد کو مضاف کیا ہی استیفاء منافع کی قدرت پائی مگر مدت گذرنے کے بعد یہ قدرت پائی تو اجرت واجب نہوگی مثلاً اگر کسی شخص نے ایک روز کے واسطے ایک ٹٹو سواری کے لیے کرایہ لیا اور مستاجر نے اُسکو اپنے گھر مین باندھ لیا اور سوار نہوا یہان تک کہ وہ روز گذر گیا پس اگر اُس نے شہر مین سوار ہونے کے لیے کرایہ لیا ہو تو اجرت واجب ہوگی کیونکہ جس مقام کی طرف عقد مضاف ہو وہان منفعت حاصل کرنے کی قدرت اُس نے پائی ہی۔ اور اگر شہر سے باہر سواری کے واسطے کرایہ لیا تھا تو اجرت واجب نہوگی جبکہ اُس نے شہر مین روک رکھا ہو۔ اور اگر ٹٹو کو اُس روز اُسی مقام پر لیگیا اور سوار نہوا تو اجرت واجب ہوگی اور اگر وہ دن گذر جانے کے بعد ٹٹو کو شہر کے باہر اُس مقام پر لے گیا تو اجرت واجب نہوگی اگرچہ جس مقام کی طرف عقد مضاف ہی وہان منفعت حاصل کرنے کی قدرت پائی ولیکن چونکہ وہ روز گذر گیا ہی اسواسطے اجرت واجب نہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر مستاجر نے کہا کہ تو منزل چھوڑ دے مین اُسمین رہونگا ولیکن اُس نے دروازہ کھول نہین دیا تھا پھر مدت گذر جانے کے بعد مستاجر نے کہا کہ مین اُسمین نہین رہا پس اگر بلا مشقت کے مستاجر اُسکا دروازہ کھول سکتا تھا تو اُسپر اجرت واجب ہوگی ورنہ نہین۔ اور موجر کو اسطرح حجت لانے اور جھگڑا کرنے کا اختیار نہین ہی کہ تو نے قفل کیون نہ توڑ ڈالا۔ پھر واضح ہو کہ اگر اجرت معجل ٹھہری ہو تو اسکا مطالبہ کرے

اور جائز ہی کہ اُسکے حاصل کر لینے کے لیے گھر کو روک رکھے اور اگر میعادی ہی تو مطالبہ نہین کر سکتا ہی جب تک میعاد نگذرے اور اگر قسط وار ٹھہری ہی تو جب ایک قسط گذرے تو واجب ہو جاویگی یعنی یہ قسط واجب ہوگی۔ اور اگر موجر کے جرنے وصول کر لینے کے بعد اجارہ ٹوٹ گیا تو جسقدر منفعت مستاجر نے حاصل کی ہی اُسقدر اجرت مین سے کاٹکر باقی مستاجر کو واپس کردے یہ وجیز کردری مین ہی۔ زمین اور دار کے مالک کو ہر روز اپنے کرایہ طلب کرنیکا اختیار ہی اور دھوبی و نانبائی اور درزی کو کام سے فارغ ہونیکے بعد مطالبہ اجرت کا اختیار ہوگا اور اگر اُس نے مستاجر کے گھر مین کام کیا حالانکہ کام سے فارغ نہوا تو موافق تحریر صاحب ہدایہ و تجرید کے کچھ اجرت کا مستحق نہوگا اور مبسوط و شرح جامع صغیر فخر الاسلام و قاضیخان مین مذکور ہی کہ اگر مستاجر کے گھر مین درزی نے تھوڑا سا کپڑا سی دیا تو اُسکے حساب سے اُجرت واجب ہوگی یہ تبیین مین ہی اگر کسی کو مزدور کیا کہ فلان موضع تک یہ بوجھ اُٹھا لے چلے پس جب وہ کچھ راستہ طی کر گیا تو اُسنے اجرت طلب کی کہ جسقدر دور لایا ہی اسقدر کی اجرت دیدے تو ہو سکتا ہی اور مستاجر کو اسقدر اجرت دینا چاہیے و لیکن حمال پر جبر کیا جائیگا کہ جہان تک پہونچا دینے کی اُس نے شرط کی ہی وہان تک پہونچا دے اور جب وہان تک پہونچا دیا تو پوری اجرت حاصل کریگا۔ اور اگر ایک جگہ سے بوجھ اُٹھا کر دوسری جگہ پہونچا دینے کے واسطے حمال مقرر کیا اُس نے تھوڑا سا بوجھ پہونچا کر اسقدر کی اجرت طلب کی تو ظاہر الروایۃ کے موافق مطالبہ روا ہی و لیکن اُسپر جبر کیا جائیگا کہ باقی بوجھ بھی پہونچا کر باقی اجرت لے یہ شرح طحاوی مین ہی۔ اگر مالک مکان کو تعجیل کر کے اجرت دیدی تو واپس نہین کر سکتا ہی اور اگر اجرت مین مال عین ٹھہرا ہی اسکو مالک مکان کو عاریت یا ودیعت کے طور سے دیا تو مثل تعجیل کے ہی۔ اور جو اجارہ ایسا ہو کہ زمانہ مستقبل کی جانب مضاف ہی اُسمین تعجیل کی شرط لگانے سے اجرت کا مالک نہین ہوتا ہی اور تعجیل کر کے مستاجر کے ادا کر دینے سے مالک ہو جاتا ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ فتاوای آہو مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ یہ سرکہ کا گھڑا دروازہ تک اُٹھا لیچل اور یہ مزدوری دونگا یعنے مزدوری کا شرط عوض ہونا اجارہ مین داخل ہی پھر وہ شخص اُٹھا لایا اور دیکھا تو وہ شراب نکلی پس آیا اجرت واجب ہوگی تو امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ نہین اور ایسا ہی امام محمد رح سے مروی ہی بشرطیکہ اسکو شراب ہونا معلوم ہو ورنہ اُسکو اجرت ملیگی۔ ایک امام اسلام کی زمین کرایہ پر ہی مستاجر نے اُسکو بویا اور کاٹا نہین یا کھیتی پختہ نہین ہوئی اور اُس نے اُجرت کچھ نہین لی تھی کہ وہ مر گیا پس آیا اُسکے وارثون کو اختیار ہی کہ جسقدر اُنکے واسطے واجب ہوا ہی اُسکو متولی سے طلب کرین تو شیخ رح نے فتوے دیا ہی کہ نہین یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی۔ اگر زیور دس روز تک عروس کو آراستہ کرنے کیواسطے کرایہ پر لیا اور قبضہ کر لیا اور عروس کو نہ پہنایا اور مدت گذر گئی تو فرمایا کہ اجرت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور نوادر ہشام رحمہ اللہ مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے ایک محمل مکہ تک سوار ہونے کے واسطے کرایہ لی پھر اسکو اپنے اہل و عیال مین چھوڑ گیا اور سوار نہوا تو اسکو کچھ اجرت نہ ملیگی کیونکہ اُس نے منفعت حاصل کرنے کی جگہ منفعت وصول کرنیکا قابو نہین پایا اور اگر محمل کو کچھ نقصان پہونچے تو وہ شخص ضامن ہوگا اسی طرح اگر کوئی قمیص مکہ تک پہننے کے واسطے کرایہ پر لی تو بھی یہی حکم ہی اسی طرح اگر ایک مہینہ کے واسطے کوئی محمل مکہ تک سوار ہو جانے کے لیے کرایہ پر لی تو بھی اس صورت مین یہی حکم ہی یہ ذخیرہ مین ہی اور اجارہ فاسدہ مین اجرت واجب ہونے کے واسطے حقیقۃً منفعت بھر پور حاصل کر لینا شرط ہی اور اگر حقیقۃً منفعت کا استیفاء پایا جاوے تو بھی جب ہی اجرت واجب ہوگی کہ جب موجر کیطرف سے مستاجر کو سپرد کر دینا بھی پایا جاوے اور اگر موجر نے وہ شی مستاجر کو سپرد نہ کی ہو تو اجرت واجب نہوگی اور اسکی مثال وہ ہی جو جامع مین امام محمد نے ذکر فرمائی

کہ ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور ہنوز اسپر قبضہ نہ کیا تھا کہ بائع کو ایک مہینہ کے واسطے اجارہ پر دیدیا تو اجارہ باطل ہی اور اگر بائع نے بحکم اجارہ اُس سے کام لیا تو اُجرت واجب نہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور شیخ علی بن احمد رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک درخت زمین مین لگا ہوا خریدا اور اُسکو پانچ برس تک اپنی جگہ پر چھوڑ دیا اور اس عرصہ مین وہ درخت پہلے کی بہ نسبت بڑھ گیا پھر اسکو اپنی جگہ سے اُکھاڑنا چاہا پس زمین کے مالک نے کہا کہ مجھے اس مدت تک کا کرایہ دیدے تو شیخ رح نے فرمایا کہ اس کو اس مدت تک کا کرایہ نہین مل سکتا ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک قمیص کرایہ پر لی تاکہ اُسکو پہنے اور فلان مقام تک جاوے پھر اُس نے وہ قمیص اپنے گھر مین پہنی اور وہان نگیا تو فقیہ ابو بکر بلخی نے فرمایا کہ اُسپر کرایہ واجب نہوگا کیونکہ وہ عقد مین مخالفت کرنے والا اور ضامن ہی اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ میرے نزدیک اُسپر اجرت واجب ہوگی اور وہ مخالف نہ ٹھہرایا جائیگا کیونکہ پہننے کے مقابلہ مین اجرت ہی نہ جانے کے مقابل اور قاضی فخر الدین نے فرمایا کہ اگر اپنے گھر مین پہننے سے کپڑے کو ویسا ہی ضرر ہوا جیسا اس مقام کے پہنچنے مین ہوتا یا اس سے کم ضرر ہوا تو مثل قول فقیہ ابو اللیث رح کے حکم دیا جائیگا ورنہ مثل قول فقیہ ابو بکر کے حکم ہوگا یہ کبرے مین ہی۔ دھوبی نے اگر انکار کیا کہ اُس شخص کا کپڑا میرے پاس نہین ہی پھر اقرار کیا کہ ہان ہی اور انکار سے پہلے اُسکو دھو چکا تھا تو اُسکو اجرت ملیگی اور اگر بعد انکار کے دھویا تو اجرت نہ ملیگی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر بجاے دھوبی کے اس مسئلہ مین رنگریز ہوا اور اُس نے انکار سے پہلے رنگا ہو تو جو اجرت ٹھہری ہی وہ ملیگی اور اگر اُس نے انکار کے بعد رنگا ہو تو کپڑے کے مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے کپڑا لے لے اور جسقدر اُسمین رنگ کی وجہ سے زیادتی ہو گئی ہی اسقدر دیدے یا کپڑے کو رنگریز پاس چھوڑ دے اور اپنے سپید کپڑے کی قیمت بدون رنگ کے اُس سے لے لے اور اگر ایسی صورت مین جولاہہ ہو اور اُس نے انکار سے پہلے سوت کا کپڑا بنا ہو تو اُجرت مقررہ اُسکو ملیگی اور اگر بعد انکار کے بنا ہو تو وہ کپڑا جولاہہ کا ہوگا اور جولاہے پر مستاجر کو اُسکے سوت کے مثل سوت دینا واجب ہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ اگر کسی نے ایک ٹٹو کرایہ کیا اور آدھی دور چل کر راہ مین کرایہ پر لینے سے انکار کیا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ قبل انکار کے اُسپر اجرت واجب ہوگی یعنے اُسقدر مسافت کی جہان تک انکار نہین کیا ہی اجرت واجب ہوگی اور بعد انکار کے واجب نہوگی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اُجرت اُسکے ذمہ سے ساقط نہوگی کیونکہ مستاجر کو یہ اختیار نہین ہی کہ بیچ راہ مین اُس سے ٹٹو لیلے پس مستاجر ہی کے پاس بحکم اجارہ رہیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر ایک سال کے واسطے ایک غلام اجارہ لیا اور اُسپر قبضہ کر لیا پھر جب چھ مہینہ گذرے تو غلام کے اجارہ لینے سے انکار کیا بلکہ دعوے کیا کہ یہ غلام میرا ہی اور انکار کے روز غلام کی قیمت دو ہزار تھی پھر سال گذر گیا اور اُسکی قیمت ایک ہزار درہم رہ گئی پھر وہ غلام مستاجر کے پاس مر گیا حالانکہ اُسکی قیمت ایک ہی ہزار تھی تو ہشام نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ اُسپر اجرت واجب ہوگی اور بعد سال کے اُسپر غلام کی قیمت کی ضمان واجب ہوگی پھر ہشام کہتے ہین کہ مین نے امام محمد رح سے سوال کیا کہ اجرت اور ضمان دونون کیونکر جمع ہو گئین تو امام محمد رح نے فرمایا کہ دونون جمع نہین ہوئی ہین اور ہشام نے اُسکی تفسیر یون بیان کی ہی کہ اجرت تو اُسکی ایک سال تک کام لینے کی وجہ سے لازم آئی اور ضمان سال گذرنے کے بعد رکھنے سے واجب ہوئی کیونکہ سال گذرنے پر اُسکو لازم تھا کہ غلام اُسکے مالک کو واپس کردے اور جب واپس نکیا تو ضمان واجب ہوئی پس دونون کے واجب ہونے کا باعث جدا جدا ہی اور زمانہ بھی مختلف ہی پس اجرت اور ضمان دونون کہان جمع ہوتی ہین اور امام ابو یوسف کے قول پر انکار سے پہلے اُسپر اجرت واجب ہونی چاہیے اور بعد انکار کے

ساقط ہونی چاہیے یہ محیط میں ہے۔ اور جس کام کرنے والے کے کام کا کچھ اثر مال عین میں قائم نہوتا ہو جیسے حمال و ملاح وغیرہ اُسکو بالاجماع اجرت کے واسطے مال عین اپنے پاس روک رکھنے کا اختیار نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور جسکے کام کا اثر قائم ہو وہ روک سکتا ہے ولیکن اگر اجرت ادا کرنے کی کوئی میعاد مقرر ہوئی ہو تو نہیں روک سکتا ہے۔ اور جولاہہ اور حجام و لکڑی چیرنے والا اور ہر وہ شخص جسکے کام کرنے سے شی معین بدل کر دوسری شی ہو جاوے اسطرح کہ اگر غاصب اُس فعل کو کرتا تو ملک مالک زائل ہو جانے کا حکم کیا جاتا تو وہ شخص اجرت کے واسطے روک سکتا ہے اور یہ سب اُس صورت میں ہے کہ کاریگر نے اپنی دوکان میں کام کیا ہے اور اگر مستاجر کے گھر میں کام کیا ہے تو نہیں روک سکتا ہے یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر کندی کرنے والے نے کپڑے پر کندی کی اور نشاستہ وغیرہ کے استعمال سے اُسمیں کچھ اثر ظاہر ہو گیا تو روک سکتا ہے اور اگر اُسکے کام کا کچھ اثر ظاہر نہو تو اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ ہر حال میں اُسکو روک رکھنے کا حق حاصل ہے یہ نہایہ میں ہے۔ اور ہر وہ شخص جسکو روک رکھنے کا استحقاق حاصل ہے اور اُس نے روک رکھی اور وہ چیز اُسکے پاس تلف ہو گئی تو اُسکو اجرت بھی نہ ملیگی اور یہ امام اعظم کے نزدیک ہے کذا فی شرح الطحاوی۔ اور اگر اجیر کے پاس وہ شی بدون اُسکے فعل کے اور بدون اجرت کے لیے روکنے کے تلف ہوئی پس اگر اُسکے کام کا کچھ اثر اُس شی میں ہو جیسے درزی و رنگریز وغیرہ تو اُسکا اجر ساقط ہو جائیگا اور اگر اثر نہو جیسے حمال و کرایہ پر ٹٹو دینے والا وغیرہ تو اجرت ساقط نہو گی یہ محیط میں لکھا ہے اور جس شخص کو روک رکھنے کا استحقاق نہیں ہے اگر اُس نے وہ چیز جو اُسکو کام بنانے کے واسطے دی گئی تھی روک رکھی اور وہ تلف ہو گئی تو مثل غاصب کے ضمان دیگا اور مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے بنی ہوئی تیار چیز کے حساب سے قیمت لے اور اُسکو اجرت دیدے یا بے بنی ہوئی کی قیمت لے اور اجرت نہ دے یہ مضمرات میں ہے۔ اگر کپڑے کے مالک نے جولاہہ سے کہا کہ یہ کپڑا اپنے گھر کو لیجا جب ہم لوگ جمعہ سے واپس ہونگے تو میں تیرے گھر کو آؤنگا اور اجرت پوری دیکر اپنا کپڑا لے لونگا پس اُس اثنا میں حمام میں وہ کپڑا جولاہہ کے ہاتھ سے اُچک لیا گیا معلوم نہوا کہ کس نے اُچک لیا ہے تو فقیہ ابو بکر بلخی رحمہ نے فرمایا کہ اگر جولاہہ نے مالک کو کپڑا دیدیا یا ایسا کر دیا کہ وہ چاہے تو اُسکے ہاتھ سے لے پھر اُس نے جولاہہ کو کپڑا دیدیا تاکہ اجرت ادا کرکے لے تو وہ کپڑا جولاہہ کے پاس رہن رہا پھر جب تلف ہوا تو اجرت کے عوض تلف ہوا یعنی اجرت بھی گئی اور اگر مالک نے بطور ودیعت کے کپڑا اُسکو دیا ہو تو جولاہہ ضامن نہو گا اور اُسکی مزدوری مالک پر بحالہ رہیگی اور اگر واپس دینے سے پہلے جولاہہ نے بوجہ اجرت کے دینے سے روکا ہو تو اُسمیں علما نے اختلاف کیا ہے اور بہتر یہ ہے کہ ایسی صورت میں باہم کسی چیز پر صلح کر لیں یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر اجیر کو کندی کرنے والا ہو اور مالک نے حکم دیا کہ اپنے پاس رکھے تاکہ اجرت ادا کرکے لیوے اور وہ تلف ہو گیا تو اُسمیں اختلاف ہے اور جولاہہ کے مسئلہ پر قیاس کرکے اُسمیں بھی تفصیل ہونی چاہیے یہ محیط میں ہے۔ جولاہہ نے ایک شخص کا کپڑا بن دیا پھر مالک نے لینے کے واسطے وہ کپڑا پکڑ لیا اور جولاہہ نے اپنی مزدوری کے واسطے دینے سے انکار کیا پس مالک کے ہاتھ سے کپڑا پھٹ گیا تو جولاہہ پر ضمان نہ آویگی اور اگر دونوں کے ہاتھ سے پھٹا ہو تو جولاہہ نصف کا ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے اگر دلال نے کپڑا فروخت کرکے کپڑے کے دام جسکی بیع کے واسطے مامور تھا مالک کی اجازت سے رکھ لیے تاکہ مالک اُسکو اداکرکے دام لے لے پھر وہ ثمن اُسکے پاس سے چوری گیا تو بالاجماع ضامن نہو گا اسی طرح بوجھ کے مالک نے اگر حمال سے کہا کہ یہ اپنے پاس رکھ میں اجرت دیکر لونگا پھر گٹھریاں چوری گئیں تو ضامن نہو گا کیونکہ دلال و حمال کے کام کا اثر

علم اسکی صورت شروع صفحہ ۳۰۲ [illegible]

مال عین مین قائم نہین ہوتا ہی اور جس کام کا اثر مال عین مین قائم نہو وہ اجرت کے واسطے روک نہین سکتا پس لا محالہ اُسکے پاس چیز امانت مین رہی اور رہن نہو گی یہ فتاوی خان مین ہی - اگر زید نے عمرو سے اپنے قرضہ کے عوض جو عمرو پر آتا ہی کوئی گھر عمرو کا کرایہ پر لیا تو جائز ہی اسی طرح بعینہ اس مسئلہ مین اگر بجاے گھر کے غلام لیا تو بھی جائز ہی اور اگر دونون نے باہم اجارہ فسخ کیا اور مستاجر نے اپنے قرضہ سابق کے لیے اجارہ کی چیز روک رکھنی چاہی تو اُسکو یہ اختیار ہی یہ محیط مین ہی زید نے اپنے مدیون سے کوئی گھر کرایہ لیا اور اجرت مین کچھ قرضہ کاٹ دیا تو جب مدت اجارہ منقضی ہو جاوے تو زید کو باقی قرضہ کے لیے اجارہ کی چیز روک رکھنے کا اختیار نہوگا اور اگر اجارہ کی مدت گذرنے کے بعد گھر مین رہا تو مدت اجارہ کے بعد جب تک رہا اُسکی کچھ اجرت دینی واجب نہو گی یہ فتاوی کبرے مین ہی - ایک شخص نے ایک گھر اجارہ دیا اور اجرت معجل[علہ] مقرر کرکے مستاجر سے لے لی اور گھر اُسکے سپرد نہ کیا یہان تک کہ خود مر گیا اور عقد ٹوٹ گیا تو مستاجر کو اپنی اجرت معجلہ واپس لینے کے واسطے گھر کو روک لینے کا اختیار نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی - اور اگر اجارہ فاسد ہو تو مستاجر کو اپنی اجرت معجلہ واپس لینے کے واسطے روکنے کا اختیار ہوتا ہی یہ خلاصہ مین ہی - حاکم نے ذکر فرمایا ہی کہ اگر کچھ مدت معلومہ کے واسطے کوئی غلام اجارہ لیا اور اجرت معجلہ ادا کر دی پھر موجر مر گیا تو مستاجر کو اختیار ہی کہ باقی مدت کے حصہ کی اجرت واپس لینے کے واسطے غلام کو روک رکھے اور اگر غلام اُسکے ہاتھ مین مر گیا تو اُسپر ضمان نہ آویگی اور اجرت واپس کرکے لے لے گا یہ محیط مین ہی -

تیسرا باب اُن اوقات کے بیان مین جنپر اجارہ واقع ہوتا ہی - مدت معلومہ پر اجارہ صحیح واقع ہوتا ہی خواہ قلیل ہو جیسے ایک دو دن وغیرہ یا کثیر طویل ہو جیسے دو چار برس وغیرہ کذا فی المضمرات اور جسوقت سے بیان کر دیا اُسی وقت سے ابتداے مدت کا شمار ہوگا اور اگر کچھ بیان نہ کیا تو جسوقت سے اجارہ لیا اُسی وقت سے ابتداے مدت لگائی جاویگی یہ کافی مین ہی - اگر زید نے ایک مہینہ محرم الحرام کے واسطے گھر اجارہ دیا پھر دوسرے کو ماہ صفر کے واسطے اجارہ دیا اور عقد ماہ محرم مین قرار پایا تو پہلے وہ گھر محرم کے واسطے اجارہ لینے والے کو سپرد کر دے پھر جب محرم گذر جاوے تو صفر کے مستاجر کو سپرد کر دے یہ سراج الوہاج مین ہی - اور اگر ایک ماہ یا چند ماہ کے واسطے اجارہ واقع ہوا پس اگر عقد اجارہ غرّہ ماہ مین ٹھہرا تو مہینہ کا شمار چاند پر ہوگا حتے کہ اگر اُنتیس کا چاند ہوا ایک دن گھٹ جاوے تو اجرت مین کمی نہوگی پوری دینی پڑیگی اور اگر مہینہ کے کچھ دن گذرے اجارہ قرار دیا گیا تو ماہواری اجارہ لینے مین بالاجماع تیس روز کا مہینہ قرار دیا جائیگا اور اگر چند ماہ کے واسطے اجارہ لیا حالانکہ شروع مہینہ سے کچھ دن گذرے اجارہ قرار پایا ہی تو امام اعظم رح سے دو روایتین ہین ایک یہ ہی کہ سب مہینون کا شمار تیس دن کے حساب سے ہوگا اور دوسری روایت مین ہی کہ صرف اُس مہینہ کا شمار دنون سے ہوگا اور باقی مہینون کا حساب چاند سے ہوگا یہ بدائع مین ہی - اور اگر ماہواری چند مہینون کے واسطے اجارہ ٹھہرا ہی حالانکہ کچھ دن گذرے اجارہ بیچ مہینہ مین قرار پایا تو بلا خلاف اس مہینہ کا حساب جسمین عقد قرار دیا گیا ہی دنون سے ہوگا اور باقی مہینون کا بھی دنون سے شمار ہوگا یہ محیط مین ہی - اور اگر ایک سال مستقل کے واسطے اجارہ لیا پس اگر شروع چاند سے اجارہ لیا تو چاند کے حساب سے بارہ مہینہ سال کے گنے جاوینگے اور اگر بیچ مہینہ مین عقد ٹھہرا ہی تو دنون کے حساب سے تین سو ساٹھ روز کا سال گنا جائیگا یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور امام ابو یوسف سے بھی مروی ہی اور امام محمد کے نزدیک وہی ایک مہینہ بحساب دنون کے لیا جائیگا اور باقی گیارہ مہینہ چاند کے حساب سے شمار کیے جاوینگے اور یہ بھی امام ابو یوسف سے مروی ہی یہ مبسوط مین ہی - اگر ایک شخص نے اپنا گھر اجارہ دیا اور ہر مہینہ ایک درم اجارہ ٹھہرایا تو ایک مہینہ کیواسطے

[علہ] معجل جیسکا ادا کرنا پیشگی ٹھہرا ہے ۱۲ م

عقد صحیح اور باقی کا فاسد ہی اور مہینہ گذرنے پر دونوں میں سے ہر ایک کو عقد توڑ دینے کا اختیار رہوگا کیونکہ عقد صحیح کی مدت گذر گئی - ہان اگر اُس نے سب مہینوں کو یکبارگی بیان کر دیا ہو کہ چار یا چھ مہینہ کے واسطے ایک درم ماہواری کے حساب سے اجارہ دیا تو جائز ہی اور ظاہر الروایۃ میں آیا ہی کہ دونوں میں سے ہر ایک کو جو مہینہ آوے اُسکی چاند رات اور اُسی رات کے دن میں خیار حاصل ہوگا کذا فی الکافی اور ظاہر الروایۃ ہی پر فتوی ہی یہ فتاوی قاضی خان میں ہی - اور اگر بیچ مہینہ میں عقد فسخ کیا تو فسخ نہوگا اور بعض نے کہا کہ فسخ ہوگا جب مہینہ نکل جاوے اور شیخ ابو نصر محمد ایسا ہی فرماتے تھے اور اگر بیچ مہینہ میں کہا کہ شروع مہینہ میں مین نے فسخ کر دیا تو جسوقت جائز ہوگا اُسی وقت بلا شبہہ فسخ ہو جائیگا اور اگر دو یا تین مہینہ کی اجرت پہلے دیدی اور اُس نے قبضہ میں لے لی تو جسقدر دنوں کی اجرت پہلے دیدی ہی اُتنے دنوں کسی کو فسخ کا اختیار نہو گا یہ تبیین میں ہی اور اگر ایک نے بدون دوسرے کے ہوتے ہوئے اجارہ فسخ کیا تو بعض نے فرمایا کہ امام اعظم و امام محمد کے نزدیک صحیح نہیں ہی اور بعض نے فرمایا کہ بالاتفاق نہیں صحیح ہی یہ محیط سرخسی میں ہی - اگر کہا کہ مین نے ایک سال کے واسطے تجھے یہ گھر کرایہ دیا ماہواری ایک درم ہی تو بالاجماع جائز ہی کیونکہ مدت معلوم اور اجرت معلوم ہی پس بلا عذر سال گذرنے سے پہلے دونوں میں سے کسی کو فسخ کا اختیار نہوگا یہ بدائع میں ہی - اور اگر دس درم پر سال بھر کے واسطے اپنا مکان کرایہ دیا تو جائز ہی اگرچہ ماہواری قسط بیان نہ کی کیونکہ مدت معلوم ہی یہ کافی میں ہی - ایک شخص نے ایک روز کے واسطے کسی کام کرانے کو کوئی مزدور مقرر کیا پس اگر وہاں کے لوگوں کا معمول یہ ہو کہ صبح سے عصر تک کام کرتے ہوں تو دن بھر سے یہی مراد ہوگی اور اگر صبح سے غروب آفتاب تک معمول ہو تو یہ مراد ہوگی اور اگر دونوں معمول ہوں تو صبح سے غروب تک کہا جائیگا کیونکہ اُس نے دن کا لفظ کہا ہی جسکے اعتبار سے غروب تک قرار دینا چاہیے یہ فتاوی قاضی خان میں ہی - گھر کے کام کے واسطے جو شخص اجیر مقرر کیا گیا اُسکا کام یہ ہی کہ صبح تڑکے اُٹھے اور چراغ روشن کرے اور اگر مخدوم کی نیت روزہ کی ہو تو سحری کھلا دے اور پانی اگر وضو کرادے اور وضو کا طشت اوٹھا کر جہ بچہ میں پھینک آئے اور جاڑے کے دنوں میں صبح و شام آگ روشن کردے اور مخدوم کے ہاتھ پانوں اور تمام بدن داب دے یہاں تک کہ وہ سو جاوے اور ایسے اور کام ضروری ہیں یہ خزانۃ الفتاوی میں ہی اور اگر کسی نے ایک روز کے واسطے ٹٹو کرایہ لیا تو صبح صادق سے غروب تک سوار ہو سکتا ہی اور اگر رات کے واسطے لیا تو غروب سے سوار ہو اور صبح صادق ہوتے ہی واپس کر دے یہ خزانۃ المفتیین میں ہی - اور اگر نہار کے واسطے کرایہ لیا تو اُسکا حکم کتاب میں مذکور نہیں ہی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ صبح آفتاب نکلے سے غروب تک سوار ہو سکتا ہی کیونکہ نہار روشنی کا نام ہی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ گفتگو فرق کی اہل لغت کے نزدیک ہی کہ وہ لوگ نہار اور روز کے معنی میں فرق کرتے ہیں اور عام لوگ اپنی بول چال میں فرق نہیں کرتے پس وہی حکم ہوگا جو ایک روز کے کرایہ لینے میں مذکور ہوا ہی یہ فتاوی قاضی خان میں ہی - وان استکاری دابۃ من الغدوۃ الی العشی یردہا بعد زوال الشمس - اگر کسی نے غدوہ سے عشا تک کے واسطے کوئی ٹٹو کرایہ لیا تو زوال شمس کے بعد واپس کرے - اور مشائخ نے فرمایا کہ سورج ڈھلے واپس کرنے کا حکم اہل عرب کے محاورہ کے موافق ہی اور ہمارے عرف کے موافق اجارہ سورج ڈھلے تمام نہوگا بلکہ غروب شمس کے تمام ہوگا کیونکہ ہمارے نزدیک عشا کا لفظ فقط سورج ڈوبنے کے بعد کے وقت بولا جاتا ہی اسی طرح اگر فارسی میں کہا کہ این خر بدرم گرفتم تا شبانگاہ یعنی مین نے یہ خچر شبانگاہ تک کے واسطے ایک درم کو کرایہ لیا تو بھی ہمارے محاورہ کے موافق سورج ڈوبنے تک ہوگا کذا فی المحیط - قال المترجم اور ہمارے عرف کے موافق جب تک نماز مغرب کا

وقت باقی ہی عشا کا وقت نہین بولتے ہین اسلیے ہمارے عرف کے موافق نماز مغرب کا وقت نکلجانے تک رہنا چاہیے
واللہ اعلم - اور اگر کسی بڑھئی کو اجارہ پر مقرر کیا کہ دس روز تک میرا کام کرے تو عقد اجارہ سے جو دس روز متصل ہین وہ
قرار دیے جائینگے اور اگر کہا کہ گرمیون مین دس روز تک کام کرے تو عقد صحیح نہین ہی کیونکہ دس روز مجہول ہین اور اگر
پہلے مہینہ کے دس روز وغیرہ کہدے تو صحیح ہی یہ وجیز کردری مین ہی - شیخ ابوبکر رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے
دوسرے کو دو درم دیے تاکہ دو روز تک اُسکا کام کرے اُس نے ایک روز کام کیا اور دوسرے روز کام سے انکار کیا تو
شیخ رح نے فرمایا کہ اگر اُس نے کام بیان کر دیا ہو تو اجارہ جائز اور کام کرنے پر مجبور کیا جائیگا پھر اگر دو روز گذر گئے تو بعد کو اُس سے
کام کرنے کے واسطے مطالبہ نہوگا اور اگر کام بیان کرنے کے ساتھ یہ بھی کہا کہ کسی دو روز مین کام کر دے تو اجارہ فاسد ہوگا
اور اگر مزدور نے کام کیا تو اُسکو دو درم نہین بلکہ اجر المثل[عه۱] ملیگا یہ حاوی مین ہی - فتاویٰ فضلی مین ہی کہ اگر کسی کو کسی کام
معلوم کے واسطے ایک روز کے لیے مزدور کیا تو مزدور پر واجب ہی کہ تمام دن یہی کام کرے اور سوائے فرض نمازون کے
کسی کام مین مشغول نہو - اور فتاویٰ اہل سمرقند مین ہی کہ ہمارے بعض مشایخ نے فرمایا کہ نماز سنت بھی ادا کرسکتا ہی اور نفل نہ
ادا کرنے پر سبھون کا اتفاق ہی اور اسی قول پر فتوی ہی یہ ذخیرہ مین ہی - غریب الروایۃ مین لکھا ہی کہ شیخ ابو علی الدقاق نے فرمایا کہ
مستاجر اپنے اجیر کو شہر کے اندر جمعہ کی نماز مین جانے سے منع نہین کرسکتا ہی اور اگر جامع مسجد دور ہو تو جسقدر دیر تک وہ اس کام مین
مشغول رہا اُتنی اجرت کاٹ لے اور اگر نزدیک ہو تو اجرت مین سے کچھ کم نہین کرسکتا ہی پس اگر دور ہونے کی صورت مین
چوتھائی روز اُسنے صرف کیا تو چوتھائی مزدوری کاٹ لے اور اگر مزدور نے کہا کہ چوتھائی مین صرف اُسقدر وضع کرے
کہ جسقدر دیر تک نماز مین مشغول رہا ہون تو یہ نہین کرسکتا ہی پھر فرمایا کہ احتمال ہی کہ چوتھائی مین سے اُسی قدر[عه۲] وضع کرنے
لائق ہی جسقدر دیر تک نماز مین رہا ہی یہ محیط مین ہی - اگر ایک مہینہ تک اپنے کام معلوم کے واسطے کوئی اجیر مقرر کیا تو عرف
کے موافق جمعہ کا روز داخل نہوگا اور اجارہ کی ابتدا نماز صبح کے وقت سے ہوگی یہ خزانۃ الفتاویٰ مین ہی - ایک بڑھئی کو ایک روز
رات تک کے واسطے اجیر مقرر کیا پھر اسکو دوسرے شخص نے حکم کیا کہ میرے واسطے ایک کھیرا ایک درم مین بنا دو اس نے بنا دیا
پس اگر اسکو معلوم تھا کہ یہ اجیر ہی تو حلال نہین ہی اور اگر نہین معلوم تھا تو کچھ ڈر نہین ہی اور جتنی دیر بڑھئی نے اس کام مین لگائی
اتنی مزدوری کم کر دیجائیگی لیکن اگر مستاجر نے اسکو حلت مین کر دیا یعنے معاف کر دیا تو پوری مزدوری حلال ہی یہ جواہر کردری مین ہی
اور اگر مزدور نے ایک کے یہان مقرر ہونے کے بعد کھانے وغیرہ کے لحاظ سے دوسری جگہ اُس سے اچھی پائی پس اگر پہلے
شخص کے یہان ایک درم پر ٹھہرا تھا اور دوسرے کے یہان دو درم پر ٹھہرتا ہی تو دوسرے کا کام کرنا حلال نہین ہی اگرچہ اُسکو سوم درم کیون نہ دے یہ محیط مین ہی

چوتھا باب اجیر کو اجرت مین تصرف کرنے کے بیان مین

موجر نے یعنی جسکی چیز اجارہ پر لی ہی اگر مستاجر کو اجرت سے
بری کیا یا اجرت اُسکو ہبہ کر دی یا صدقہ دیدی اور یہ امر مستاجر کے منفعت حاصل کرنے سے پہلے کیا اور عقد مین تعجیل کے
ساتھ اجرت ادا کرنے کی شرط نہ تھی تو امام ابو یوسف کے نزدیک جائز نہین ہی خواہ اجرت مال عین ہو یا دین[عه۳] - اور اجارہ
بحالہ باقی رہیگا فسخ نہوگا - اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر اجرت دین ہو تو یہ جائز ہی خواہ مستاجر قبول کرے یا نہ کرے اور اجارہ
نہ ٹوٹیگا اور اگر مال عین اجرت مین ٹھہرا ہو اور موجر نے مستاجر کو ہبہ کیا اور ہاہمی قبضہ واقع ہونے سے پہلے یہ ہبہ واقع
ہوا پس اگر اُس نے ہبہ قبول کیا تو اجارہ باطل ہو جائیگا اور اگر ہبہ رد کر دیا تو اجارہ بحالہ ہو کر بیگا باطل نہوگا یہ محیط مین ہی
اور اگر مستاجر کو اجرت سے بری کیا یا اجرت ہبہ کر دی پس اگر اجرت دین ہو اور تعجیل کی شرط ہو تو بالاجماع صحیح ہی اور عقد اجارہ

عه۱ اجر المثل جو اس کام کی اجرت رائج ہو ۱۲ م
عه۲ یعنی مقدار معمولی ہو ورنہ کم کرکے فقط دیر یا ساقط قدر وضع کریگا ۱۲ م
عه۳ دین یعنی نقد عین متاع و اسباب ۱۲ م

بحالہ باقی رہیگا اور اگر سوای ایک درم کے سب اجرت سے بری کیا تو بالاجماع صحیح ہی کیونکہ یہ امر بمنزلہ اجرت کم کر دینے کے ہی اور اگر اجرت مین مال عین ٹھہرا ہو تو بری کرنا صحیح نہین ہی یہ غیاثیہ مین ہی - اور اگر مستاجر کی پوری منفعت حاصل کر لینے کے بعد موجر نے ایسے تصرفات کیے تو ہر حال بلا اختلاف صحیح ہی یہ محیط مین ہی - فقیہ ابو اللیث رح نے نوازل مین فرمایا کہ اگر موجر نے ماہ رمضان کا کرایہ ہبہ کیا تو فقیہ نے کہا کہ امام محمد رح کے قول کے موافق اگر سالانہ اجرت پر لیا ہی تو جائز ہی اور اگر ماہواری پر لیا ہی تو رمضان آنیسے پہلے نہین جائز ہی اور جب رمضان آجاوے تو جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور ہم اسکو لیتے ہین یہ وجیز کردری مین ہی - اور اگر نصف سال گذر گیا پھر موجر نے اسکو پوری اجرت سے بری کیا یا ہبہ کر دی تو امام محمد رح کے نزدیک سب سے بری ہو جائیگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک نصف سے بری ہو گا - اور نصف سے بری نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - حاکم شہید رح نے منتقی مین فرمایا کہ ایک شخص نے کسی اجرت معلومہ پر اپنی زمین ایک شخص کو اجارہ دی اور اجرت لے لی اور ہنوز مستاجر نے زمین مین کھیتی نہین کی تھی کہ موجر نے مستاجر کو اجرت ہبہ کر کے دیدی پھر کسی وجہ سے باہمی اجارہ ٹوٹ گیا تو مستاجر کو اختیار ہوگا کہ موجر سے وہ اجرت جو اُس نے دیدی ہی واپس کر لے سواے اُسقدر حصہ کے جو سال مین سے گذرا اور زمین مستاجر کے پاس رہی ہی اور اگر موجر نے اجرت پر قبضہ کرنے سے پہلے ہبہ کر دی ہو تو بعد نقض اجارہ کے کچھ واپس نہین لے سکتا ہی یہ محیط مین ہی - اور اگر موجر نے مستاجر سے کوئی مال عین خریدا تو بالاتفاق جائز ہی اور عقد بیع مین مثل اجرت کے موجر کے ذمہ ثمن قرار دیا جائیگا پھر ثمن و اجرت مین بدلا واقع ہو جائیگا یہ ذخیرہ مین ہی پھر اگر منفعت کا حاصل کرنا متعذر ہوگیا تو مستاجر اپنے ثمن کے درم واپس لیگا مال عین جو فروخت کر دیا ہی واپس نہ لیگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر اجرت مین درم ٹھہرے ہون اور بجاے اُنکے آٹا یا روغن زیتون وغیرہ کوئی شی عوض مین لیلی تو جائز ہی یہ غیاثیہ مین ہی - اور اگر موجر و مستاجر نے باہم بیع صرف کر لی اور درمون کے عوض دینار لیے پس اگر مستاجر کے منفعت تام حاصل کرنے کے بعد ایسا کیا یا اجرت کی تعجیل عقد اجارہ مین شرط تھی یعنی اگر اجرت واجب ہو چکی پھر ایسا کیا تو بیع صرف بالاجماع جائز ہی اور اگر تمام منفعت حاصل نہین کر چکا اور نہ تعجیل اجرت شرط تھی تو اختلاف ہی موافق قول امام محمد اور اول قول امام ابو یوسف کے جائز ہی اور دوسرا قول امام ابو یوسف کا یہ ہی کہ اگر افتراق مجلس سے پہلے دونون جدا ہوگئے تو بیع صرف باطل ہوگئی یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ جب اجرت دین ہو اور اگر اجرت مال عین ہو مثلاً نقرہ معین ہو اور مستاجر نے بجاے اُسکے دینار دیے تو جائز نہین ہی خواہ استیفاء منفعت سے پہلے ایسا کیا ہو یا اُسکے بعد اور خواہ تعجیل اجرت کی شرط لگانے کے بعد ایسا ہو یا اُس سے پہلے - اور کتاب الاصل مین لکھا ہی کہ اگر اجرت کے عوض بیع صرف واقع ہوئی اور حال یہ ہی کہ کسی شی معین کے اُٹھانے پر دس درم اجرت پر اجارہ واقع ہوا ہی پھر کچھ نہین اُٹھایا اور مر گیا یا آدھی دور چلکر مر گیا تو پوری اجرت مستاجر کو واپس کیجاویگی بشرطیکہ حمال نے کچھ نہ اُٹھایا ہو اور اگر آدھی دور اُٹھایا ہو تو آدھی اجرت یعنی پانچ درم اُسکو واپس دیے جاوینگے اور یہ حکم امام ابو یوسف کے پہلے قول کے موافق ہو سکتا ہی اور یہی امام محمد رح کا قول ہی اور امام ابو یوسف رح کے دوسرے قول کے موافق بیع صرف صحیح نہوگی اور باہمی بدلا واقع نہوگا اور مستاجر پوری اجرت ادا کرنے والا اقرار دیا جائیگا اور اگر کچھ بوجھ اُٹھانے سے پہلے حمال مر گیا تو وارثان حمال پر واجب ہوگا کہ مستاجر کو دینار واپس کرین کیونکہ حمال نے بیع صرف فاسد کے حکم سے اسپر قبضہ کیا تھا اور وارثان حمال کو کچھ اجرت نہ ملیگی اور اگر آدھی دور چلکر راہ مین مر گیا تو وارثان حمال وہ دینار مستاجر کو واپس دینگے اور وارثان حمال کو نصف اجرت ملیگی یہ محیط مین ہی - اگر کچھ درم معلومہ کے عوض ایک

سال کے واسطے قامی کو ایک گھر کرایہ پر دیا پھر ایک شخص نے سوجہ سے کچھ قرض مانگا اُس نے قامی کو حکم دیا کہ دو مہینہ کا
کرایہ اُس شخص کو دیدے پس وہ شخص قامی سے آٹا و روغن وغیرہ ایسی ایسی چیزین لیتا رہا یہان تک کہ دونون مہینہ کا کرایہ
پورا ہوگیا تو یہ جائز ہی اور قامی کا اس شخص پر کچھ نہوگا ولیکن مالک مکان کا اُسپر قرض ہوگا چنانچہ اگر خود قامی سے وصول
کرکے اُسکو دیدیتا تو بھی قرض ہوتا اسی طرح یہ بھی قرض ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر مستقرض نے قامی سے ایک دینار
خرید لیا تو بھی جائز ہی بشرطیکہ قامی پر یہ کرایہ واجب ہوگیا ہو مثلاً دو مہینے گذر گئے ہون یا تعجیل شرط کی ہو اور یہ جواز سب کے
نزدیک بالاتفاق ہوگا اور اگر کرایہ نہ واجب ہوگیا ہو مثلاً مدت نہ گذری ہو و شرط تعجیل ہو تو امام ابویوسف رح کے قول اول
و قول امام محمد رح کے موافق بیع صرف جائز ہوگی اور امام ابویوسف کے دوسرے قول کے موافق ناجائز ہوگی۔ اور
اگر قرض طلب کرنے والے پر قامی کا ایک دینار قرض ہو اور مکان کا کرایہ دس درم ماہواری مقرر ہو اور ایک مہینہ گذر گیا ہو
اور مکان والے نے قامی سے کہا کہ اس شخص کو دو مہینہ کا کرایہ دیدے کہ میرا اُسپر قرض رہیگا اور وہ شخص اسپر راضی
ہوگیا تو جائز ہی پھر اگر قامی نے اپنے دینار سے جو اُسپر آتا ہی بدلا کر لیا اور باقی کے عوض سے قامی سے اپنی ضروریات
کی چیزین خریدین تو جائز ہی کیونکہ جنس مختلف مین باہم بدلا اُتارنا اُسوقت ناجائز ہوتا ہی جب باہمی رضامندی نہ پائی جاوے
اور جب پائی جاوے تو جائز ہی ولیکن اگر بیع صرف قرار دی تو ایسا نہین ہی پھر یہ بیع صرف بقدر ایک مہینہ کے کرایہ کے جو واجب
ہوگیا ہی بالاتفاق جائز ہی اور باقی ایک ماہ کا کرایہ جو نہین واجب ہوا ہی اسمین اختلاف ہونا چاہیے کہ امام محمد رح کے نزدیک
و امام ابویوسف کے قول اول کے موافق جائز ہی اور دوسرے قول امام ابویوسف کے موافق ناجائز ہی چنانچہ اگر خود مکان
والا دوسرے ماہ کے کرایہ کے عوض جو نہین واجب ہوا ہی قامی سے بیع صرف کرے تو بھی جواز نہوگا پھر فرمایا کہ یہ بیع صرف
مکان والے اور قامی کے درمیان نہوگی بلکہ مستقرض اور قامی کے درمیان قرار دیجائیگی کذا فی المحیط اور اگر مکان والے نے
اس شرط سے درم قرض دیے کہ جب قرض ادا کرے تو ایک دینار و دس درم ادا کرے تو یہ جائز نہین ہی اور اگر قامی پر اسطرح ترادے
اور اسنے اپنے دینار کے عوض بدلا کر دیا تو قرضخواہ کے مستقرض پر صرف بیس درم ہونگے۔ اور اگر مکان والے نے اُسکو دو مہینہ کا
کرایہ قرض دیا تھا لاکن قامی ہنوز مکان مین بالکل نہین رہا ہی۔ اور قامی کو حکم دیا کہ اُسکو دیدے اور قامی اسپر راضی ہوا
اور اسکو آٹا و روغن اور انہین سے دس درم کے عوض ایک دینار دیا پھر قامی کے مکان مین سکونت اختیار کرنے سے پہلے
مکان والا مر گیا یا مکان گر گیا یا کسی نے استحقاق مین لے لیا تو مستقرض سے قامی کچھ نہین لے سکتا ہی ولیکن مکان
والے سے اپنے درم لے لیگا اور مکان والا مستقرض سے لیگا یہ مبسوط مین ہی۔ ولیکن جاننا چاہیے کہ قامی مکان والے
سے اپنے بیس درم امام ابویوسف کے قول اول و قول امام محمد کے موافق لیگا اور امام ابویوسف کے دوسرے
قول کے موافق مکان والے سے صرف دس درم جو اشیاء ضروری مین عوض ہوئے ہین وہی لے سکتا ہی اور
باقی دس درم مین جو بیع صرف کر کے دیا ہی اُسکے درم مکان والے سے نہین لے سکتا ہی بلکہ مستقرض سے
اپنا دینار واپس لیگا کیونکہ اس نے بیع صرف فاسد کی ہو سے اُسپر قبضہ کیا تھا یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی نے گھر کرایہ لیا
اور اُسمین رہا پھر وہ گھر استحقاق مین لے لیا گیا تو کرایہ موجر کو دیگا اور وہ صدقہ کر دے کیونکہ یہ امر ظاہر ہوگیا کہ موجر اس
گھر کے کرایہ پر دینے مین غاصب تھا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر ایک کپڑے کے عوض گھر کرایہ لیکر اُسنے دو درم ان
کے عوض کرایہ پر دیا جو کپڑے کی قیمت سے زیادہ ہین تو موجر کو زیادتی حلال ہی اور ہر جنس مختلف کے معاوضہ مین

یہی حکم ہے چنانچہ اگر دس درہم کرایہ پر دیا اور مستاجر نے دو دینار دیئے تو بھی زیادتی قلیل ہے کیونکہ درہم و دینار میں قیمت
اندازہ کرنے کے بغیر زیادتی و کمی ظاہر نہیں ہوتی ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مکان والے نے مہینہ گذرنے سے پہلے
تمام کرایہ بہ تعجیل لینا چاہا اور مستاجر نے انکار کیا تو جتنے دن مستاجر کو رہتے ہوئے ہیں اُتنے دنوں کے کرایہ دینے کیواسطے
مجبور کیا جائیگا اور باقی دنوں کے حصہ کے کرایہ دینے کے واسطے مجبور نہ کیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی نے معین کپڑے کے
عوض اپنا گھر کرایہ پر دیا اور مستاجر اُس میں رہا تو مکان والے کو کپڑے پر قبضہ کرنے سے پہلے مستاجر یا کسی دوسرے کے ہاتھ
اُس کپڑے کے بیچ کر دینے کا اختیار نہیں ہے اسی طرح عروض و حیوان و کیلی و وزنی وغیرہ ہر شئی معین میں یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے
اور اگر کیلی و وزنی کوئی چیز غیر معین ہو مگر وصف بیان کر کے مستاجر کے ذمہ قرار دی گئی ہو تو قبضہ کرلینے سے پہلے مستاجر کے
ہاتھ اسکے فروخت کر دینے میں کچھ ڈر نہیں ہے مگر یہ حکم اسوقت ہے کہ جب کوئی شئی بسبب استیفاء منفعت یا بشرط تعجیل کے مستاجر
ذمہ واجب ہو گئی ہو یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اسکے عوض کوئی شئی معین خریدی تو جائز ہے خواہ اُسی مجلس میں اسنے قبضہ
میں لے لی ہو یا نہ لی ہو اور اگر بعوض اسکے کوئی غیر معین چیز خریدی تو بدون قبضہ کرنے کے جدا نہو اور اگر قبضہ
سے پہلے جدا ہو گیا تو بیع ٹوٹ جاویگی۔ اور اگر مکان والے نے اس چیز کو جو کرایہ میں ذمہ ٹھہری ہے سوائے مستاجر کے
دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو روا نہیں ہے کیونکہ جو چیز کسی شخص کے ذمہ قرضہ ہو اسکو سوائے قرضدار کے دوسرے کے ہاتھ
فروخت کرنا جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر کسی شخص نے ایک سال کے واسطے اپنا گھر بعوض ایک غلام معین کے
کرایہ پر دیا اور ہنوز غلام پر قبضہ نہ کیا اور نہ گھر مستاجر کے سپرد کیا تھا کہ وہ غلام آزاد کر دیا تو عتق باطل ہے کیونکہ جو اجرت
قرار پائی ہے وہ استیفاء منافع یا تعجیل یا شرط تعجیل کے پائے جانے سے موجر کی ملک میں ہو جاتی ہے اور یہاں ان میں سے کچھ
نہیں پایا گیا اور اگر موجر نے غلام پر قبضہ کر لیا اور ہنوز مستاجر کو مکان کا قبضہ نہ دیا تھا کہ غلام کو آزاد کر دیا تو اعتاق جائز ہے
یہ محیط میں ہے پھر اگر مستاجر نے گھر قبضہ میں لیا اور میعاد سکونت تمام ہوئی تو خیر اور اگر عقد اجارہ فسخ ہو گیا خواہ مکان پر
استحقاق ثابت ہونے کیوجہ سے یا دونوں میں سے کسی کی موت یا مکان کے غرق ہونے کی وجہ سے یا قدرت
انتفاع حاصل نہ ہونے کے باعث سے تو آزاد کرنے والے پر غلام کی قیمت دینی واجب ہوگی اور اگر وہ غلام مستاجر کے
پاس رہا اور مستاجر اُس مکان میں ایک مہینہ رہا پھر دونوں نے غلام کو آزاد کر دیا تو موجر کیطرف سے بقدر ایک مہینہ کی اجرت
کے آزاد ہوا اور باقی مستاجر کیطرف سے آزاد ہوا اور باقی سال کا اجارہ ٹوٹ گیا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر پھر مستاجر اس
مکان میں باقی سال تک رہا تو اسکو اجر المثل دینا پڑیگا یہ غیاثیہ میں ہے اور اگر موجر کے غلام پر قبضہ کرنے سے پہلے میعاد
سکونت پوری ہو گئی پھر وہ غلام مر گیا یا استحقاق میں لے لیا گیا تو اسپر اجر المثل واجب ہوگا چاہے جسقدر ہو اور اجارہ فاسد
کیصورت میں بھی اجر المثل واجب ہوتا ہے ولیکن جسقدر بیان کیا گیا ہے اُس سے بڑھایا نہ جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر
موجر نے وہ غلام بسبب خیار عیب یا خیار رویت کے واپس کر دیا حالانکہ مستاجر پوری مدت تک سکونت حاصل کر چکا ہے تو اجر المثل
واجب ہوگا کیونکہ عقد اجارہ جڑ سے ٹوٹ گیا یہ غیاثیہ میں ہے۔ اور اگر مستاجر نے وہ غلام مکان والے کو دیدیا اور ہنوز مکان میں سکونت
نہ اختیار کی تھی کہ خود ہی وہ غلام آزاد کیا تو عتق باطل ہے کیونکہ مکان والے کو دیدینے کیوجہ سے اسکی ملک سے نکل گیا پس
اس نے ایسے غلام کو آزاد کیا جو اسکی ملک میں نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مستاجر ایک مہینہ تک مکان میں رہا پھر مستاجر
کے پاس وہ غلام مر گیا قبل اسکے کہ موجر کے سپرد کرے تو مستاجر کو ایک مہینہ کا اجر المثل دینا واجب ہوگا چاہے جسقدر ہو بخلاف

اسکے اگر اجارہ فاسد ہوتا تو اجر المثل دینا پڑتا مگر غلام کی قیمت سکے پہونچنے پر جو ایک مہینہ کا کرایہ پڑتا ہو اس سے زیادہ نہ کیا جاتا یہ محیط مین ہی- اگر موجر نے مستاجر کی بلا اجازت مال اجارہ کہ جو معین ہی قبضہ مین لے لیا اور اسکو فروخت کر دیا پھر اجارہ کی مدت گذر گئی تو بیع نافذ ہو جاویگی اور اگر اجارہ فسخ ہو گیا تو مستاجر اپنے موجر سے اس مال معین کی قیمت لے لیگا اور اگر اجرت مین کوئی غلام ٹھہرا اور تعجیل کے ساتھ موجر کو دیدیا اس نے آزاد کر دیا یا اسکے پاس مرگیا پھر اجارہ فسخ ہو گیا تو مستاجر اسکی قیمت واپس لیگا اور اگر آدھی مدت گذرنے کے بعد اجارہ فسخ ہوا تو غلام کی نصف قیمت واپس لیگا یہ غیاثیہ مین ہی- ایک شخص نے بعوض ایک غلام معین کے ایک مکان ایک سال کے واسطے کرایہ لیا اور اسمین ایک مہینہ رہا اور غلام موجر کو نہ دیا پھر اسکو خود آزاد کر دیا تو آزاد کر دینا صحیح ہی اور مستاجر پر ماہ گذشتہ کا اجر المثل چاہیے جسقدر ہو واجب ہوگا اور باقی سال کا اجارہ ٹوٹ جائیگا اسی طرح اگر کوئی گھر بعوض کسی مال معین کے کرایہ لیا اور اسمین سکونت اختیار کی اور مال معین نہ دیا یہانتک کہ وہ مال تلف ہو گیا تو اجر المثل دینا پڑیگا چاہیے جہانتک پہونچے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی

پانچوان باب

اجارہ مین خیار وغیرہ شرط لگانے کے بیان مین- اگر تین روز کے خیار شرط پر اجارہ لیا تو جائز ہی اور زیادہ مین اختلاف ہی یہ وجیز کردری مین ہی- اور مدت خیار کی ابتدا وقت اجارہ سے شمار ہوگی یہ سراج الوہاج مین لکھا ہی اور اگر مستاجر نے تین روز کے خیار کی شرط لگائی اور اس مدت مین مکان کے اندر سکونت اختیار کی تو خیار ساقط ہو گیا اور اگر سکونت کے سبب سے منزل گر پڑی تو ضامن نہوگا کیونکہ اس نے بحکم اجارہ سکونت اختیار کی ہی اور ابتدا مدت خیار کے ساقط ہونے کے وقت سے گنی جاویگی یہ وجیز کردری مین ہی- اور اگر مکان والے کو خیار ہو اور مستاجر نے مدت خیار مین رہنا اختیار کیا تو کچھ اجرت نہ ملیگی اور مستاجر کی سکونت کے سبب سے جو کچھ منہدم ہوا اسکا ضامن ہوگا یہ غیاثیہ مین لکھا ہی- اور اگر موجر کی اجازت دینے کے بعد سکونت اختیار کی تو اجرت لازم آویگی اور مستاجر کو خیار حاصل ہوگا اور مکان کا دیکھ لینا مثل منافع دیکھنے کے شمار ہوگا یہ وجیز مین ہی- اگر بے دیکھا ہوا گھر اجارہ لیا تو خیار رویت حاصل ہوگا اور اگر دیکھا ہوا گھر اجارہ لیا تو خیار رویت حاصل نہوگا ولیکن اگر اسمین سے ایسا کچھ گر گیا ہو جس سے سکونت کے منافع مین کچھ نقصان آتا ہی تو بسبب تغیر کے خیار رویت حاصل ہوگا یہ مبسوط مین ہی- صدر الشہید نے ذکر کیا کہ اگر کسی نے اجرت معلومہ پر ایک شخص کو اسواسطے مزدور کیا کہ اکیس دیگین مانج دیوے اس نے دس دیگین مانج دین اور باقی سے انکار کیا تو فرمایا کہ اگر مزدور مقرر کرنیکے وقت اسکو دیگین دکھلا دی ہون تو باقی دیگین مانجنے کے واسطے مزدور پر جبر کیا جائیگا اور اگر اس نے نہ دیکھی ہون تو مجبور نہ کیا جائیگا اور اس مسئلہ کی اصل وہ ہی جو امام محمد نے اجارات مین ذکر کی ہی کہ اگر کسی نے دھوبی کو اس شرط سے مقرر کیا کہ کسی قدر اجرت معلومہ پر میرے دس کپڑے کندی کر دے اور کپڑے نہ دکھلائے اور نہ اسکے پاس تھے تو اجارہ فاسد ہی اور اگر دکھلا دیے تو جائز ہی یہ ذخیرہ مین ہی- اور اگر دھوبی سے کپڑون کی جنس بیان کر دی تو شیخ الاسلام خواہر زادہ نے اپنی شرح مین لکھا ہی کہ یہ نہ دکھلانے کے مثل ہی یعنی اجارہ فاسد ہوگا اور شمس الائمہ سرخسی نے اپنی شرح مین لکھا ہی کہ اگر اس نے کپڑے کی صفت بیان کرنے مین یہانتک وضاحت اور مبالغہ کیا کہ دھوبی کو اپنے کام کی مقدار معلوم ہو گئی تو یہ اور کپڑون کا دکھلا دینا یکسان ہی اور شاید شمس الائمہ کا قول دیگون کے مسئلہ مین بھی ایسا ہی ہو جیسا کہ انھون نے دھوبی کے مسئلہ مین حکم دیا ہی پس تامل کرکے فتوے دینا چاہیے یہ محیط مین ہی- نوادر بن سماعہ مین امام ابو یوسف سے روایت ہی کہ ایک دھوبی سے ایک شخص نے شرط کی کہ ایک درم مین میرا ایک مروٹی کپڑا کندی کر دے اور دھوبی راضی ہو گیا پھر جب اس نے کپڑا دیکھا تو کہا کہ مین نہین راضی ہوتا ہون تو اسکو یہ اختیار ہی اور فرمایا کہ درزی کا بھی یہی حکم ہی- اور

اصل اس باب مین یہ ہی کہ ہر کام جو باعتبار اپنے محل کے مختلف ہوتا ہی اسمین محل کے دیکھنے کے وقت خیار رویت حاصل ہوتا ہی اور جو کام ایسا ہو کہ اُسمین محل کے اعتبار سے اختلاف نہین ہوتا ہی اُسمین وقت دیکھنے کے خیار رویت حاصل نہین ہوتا اور کندی کرنا یا سلائی ایسی ہی کہ تھوڑے کپڑے مین تھوڑی سلائی اور بڑے کپڑے مین بڑی سلائی کرنی پڑتی ہی اسواسطے یعنے دونون مین خیار رویت حاصل ہونے کا حکم دیا ہی - قال المترجم یعنے شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے ایک کر گیہون تاب دینے کے واسطے کسی کو اجیر مقرر کیا پھر جب اُس نے گیہون دیکھے تو کہا کہ مین راضی نہین ہوتا ہون تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی اگر کسی شخص کو پیٹھ مین پچھنے لگانے کے واسطے مزدور مقرر کیا اور ایک دانگ اجرت ٹھہرائی اور وہ راضی ہوا پھر جب پیٹھ کھولکر پچھنے لگانے کا قصد کیا تو کہا کہ مین راضی نہین ہوتا ہون تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی کیونکہ اس مقام پر کام مین کچھ اختلاف نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اگر کسی کو مزدور مقرر کیا کہ میری دس من روئی دھن دے یا دس کپڑے کندی کر دے اور مستاجر پاس کچھ روئی یا کپڑے نہین ہین تو جائز نہین ہی اور اگر ہون اور مزدور نے نہ دیکھے تو دیکھنے کے وقت مزدور کو کپڑون مین خیار رویت حاصل ہوگا اور روئی مین حاصل نہوگا یہ خزانۃ الفتاوی مین ہی - نوادر ہشام مین امام محمد سے روایت ہی کہ ایک شخص نے اپنے گھر کے عوض ایک غلام ایک سال تک خدمت کے واسطے اجارہ لیا اور چھ مہینہ اُس سے کام لیا تھا کہ موجر غلام نے گھر کو دیکھا حالانکہ اُس سے پہلے وہ گھر نہ دیکھا تھا اور کہا کہ مجھے اس گھر کی کچھ حاجت نہین تو امام محمد نے فرمایا کہ اُسکو اختیار ہی اور اُسکو اپنے غلام کا اجر المثل ملیگا یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے ایک انگور کا باغ اجارہ لیا حالانکہ اُسکو دیکھا نہ تھا اور باغ والے نے درختون کو اجارہ سے پہلے فروخت کر دیا تھا حتیٰ کہ اجارہ صحیح ٹھہرا تو مستاجر کو باغ مین خیار رویت حاصل ہوگا - اور اگر اُس نے اُسمین مالکانہ تصرف کیا تو خیار رویت باطل ہو جائیگا کذا فی الذخیرہ - اور اگر اُس باغ کے پھل کھا لیے تو خیار رویت ساقط نہوگا کیونکہ یہ تصرف جو اُس پھل کھانے کا کیا ہی بہ منزلہ بیع ہوئی چیز مین تصرف ہی اجارہ کی چیز مین نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی - اور اجارہ مین بھی مثل بیع کے خیار عیب ثابت ہوتا ہی ولیکن فرق اسقدر ہی کہ اجارہ مین قبضہ سے پہلے اور قبضہ کے بعد خود ہی مستاجر تنہا بسبب خیار عیب کے واپس کر سکتا ہی اور بیع کی صورت مین قبضہ سے پہلے تنہا مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہی اور قبضہ کے بعد حکم قاضی یا رضامندی بائع کی ضرورت ہی یہ محیط مین ہی اگر کوئی مکان کرایہ لیا اور قبضہ کے بعد اُسمین سکونت کے حق مین کوئی عیب دیکھا مثلاً اسمین دھنیان شکستہ ہین یا دیوار دبلی ہوئی ہی تو اُسکو رد کر دینے کا اختیار ہی اور اگر عقد اجارہ کے بعد اُسمین کوئی عیب قبضہ کرنے سے پہلے پیدا ہو گیا تو واپس کر سکتا ہی کیونکہ عقد اجارہ منفعت پر واقع ہوتا ہی پس پوری منفعت حاصل کرنے سے پہلے جو عیب اُسمین پیدا ہو گیا وہ ایسا گنا جائیگا کہ گویا وقت عقد کے موجود تھا یہ وجیز کردری مین ہی - ابراہیم نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کو آج کے روز اسواسطے مزدور کیا کہ یہ مٹی کا تودہ یہان سے وہان منتقل کر دے حالانکہ یہ تودہ ایک روز کا کام نہین ہی چند روز مین اُٹھ سکتا ہی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ یہ اجارہ کام پر نہین ہی دن پر ہی پس اصل یہ ٹھہری کہ جب مستاجر نے عقد اجارہ مین کام اور زمانہ کو جمع کیا اور یہ کام ایسا ہی کہ مزدور اسکو اتنے زمانہ مین پورا نہین کر سکتا ہی تو یہ عقد اجارہ صرف اتنے زمانہ کا ہوگا کام کا نہوگا اور مزدور کو اپنی جان اتنے زمانہ تک اس کام مین سپرد کرنے سے مزدوری کا استحقاق حاصل ہو جائیگا یہ ذخیرہ مین ہی - زید نے عمرو سے کہا کہ مین نے تجھے یہ گھر ایک درم ماہواری پر اس شرط سے کرایہ دیا کہ ماہ رمضان کا کرایہ تجھے ہبہ کیا یا ماہ رمضان مین تجھپر کچھ کرایہ نہین ہی تو اجارہ فاسد ہی یہ محیط سرخسی مین ہی

ایک شخص نے ایک حمام ایک سال تک کیواسطے اس شرط سے اجارہ دیا کہ مستاجر سے دو مہینہ کا کرایہ بسبب تعطیل کے کم کر دیگا تو فاسد ہی اور اگر کہا کہ جسقدر وہ معطل رہیگا اُسقدر کرایہ کم کر دیگا تو جائز ہی اور اگر کہا کہ بقدار اُسکے بیکار رہنے کے تجھپر کرایہ نہین ہی اور مدت بیان کر دی تو جائز ہی یہ خزانۃ الفتاوی مین لکھا ہی - ایک حمام کو اس شرط سے اجارہ لیا کہ اگر مستاجر کو کوئی حادثہ پیش آیا تو تیرے لیے کچھ اجرت نہین ہی تو یہ اجارہ فاسد ہی - کذا فے الخلاصہ - ایک دوکان جل گئی اُسکو ایک شخص نے پانچ درہم ماہواری پر اس شرط سے کرایہ لیا کہ اُسکی تعمیر کرا دیگا بشرطیکہ اُسکا خرچہ سب کرایہ مین سے کاٹ لیگا تو یہ اجارہ فاسد ہی اور اگر مستاجر باوجود اسکے اُس دوکان مین رہا تو اُسکو اجر المثل جہان تک ہو دینا پڑیگا اور مستاجر کو وہ خرچہ ملیگا جو اُس نے عمارت مین خرچ کیا اور بنوائی کے کام مین جو خود مستعد رہا ہی اُسکی نگرانی وغیرہ کا اجر المثل ملیگا یہ ذخیرہ مین ہی - ایک کاروان سرا سے خراب کھنڈل ہو گئی ہی مگر اسمین بعض دوکانین ثابت ہین پس ایک شخص نے ثابت دوکانون کو بحساب پندرہ درہم ماہواری کے اور خراب دوکانون کو پانچ درہم ماہواری پر اس شرط سے لیا کہ خراب کو اپنے مال سے تیار کرا دے اور تمام کرایہ سے اسکا خرچ محسوب کر لے پس شکستہ کا اجارہ لینا تاکہ بنوا کر پھر اُس سے نفع اٹھاوے فاسد ہے اگر شرط کی تو عمارت موجر کی ہوگی اور مستاجر کا خرچہ موجر پر ہوگا اور مستاجر کو اس عمارت بنوائی کا اجر المثل بھی ملیگا اور موجر کو اختیار ہوگا کہ جو دوکانین اُس نے بنوائی ہین اُنکو واپس لے لے ولیکن جو دوکانین ثابت تھین اُنکا اجارہ جائز ہی کہ اُسمین کوئی شرط مفسد نہین ہی کذا فے المحیط - اگر مستاجر پر دو چیز واپس لانے کی شرط لگائی تو جائز نہین ہی جبکہ اُس شی کی باربرداری و خرچہ پڑتا ہو اور اگر اسکی باربرداری و خرچہ نہو تو جائز ہی یہ غیاثیہ مین ہی - فتاوی مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے بڑی دیگ ایک ماہ کے لیے شیرہ انگور پکانے کے واسطے اجارہ لی اور موجر نے مستاجر پر واپسی کی شرط لگائی تو عقد فاسد ہی اور اگر یہ شرط نہ لگائی تو مستاجر پر ایک ماہ کا کرایہ واجب ہوگا خواہ وہ آدھے ماہ مین فارغ ہو جاوے یا پورے مہینہ مین کذا فی الحاوی **قلت** ہمارے یہان کرھائی کھنڈ سال کی بھی امید ہی کہ اسی حکم مین ہون - اور غیاثیہ مین لکھا ہی کہ پھر جب مہینہ گذر جاوے تو اُسپر کرایہ نہ چڑھیگا اگرچہ مدت تک اُسکے پاس رہے یہ تاتارخانیہ مین ہی - اور اگر کہا کہ ایک درہم روزانہ پر کرایہ لے تو جب کام سے فارغ ہو جاوے تو پھر اُسپر کرایہ نہ چڑھیگا خواہ مالک کو واپس دی ہو یا نہ دی ہو اور اگر آدھے روز مین کام سے فارغ ہوا تو پورے دن کا کرایہ دینا پڑیگا چنانچہ ماہواری کیصورت مین آدھے مہینہ مین فارغ ہونے کا یہی حکم تھا یہ خزانۃ الفتاوی مین ہی - اور اگر جباب اور کوزے اجارہ لیے اور موجر نے کہا کہ جب تک تو مجھے صحیح وسالم واپس نہ کرے تب تک میرا ایک درہم روز تجھپر چڑھیگا اور مستاجر نے قبضہ کر لیا اور وہ ٹوٹ گئے تو جباب کا اجارہ فاسد اور کوزون کا جائز ہی یعنے اگر کوزون کی اجرت بیان کر دی اور ایسی ہی جباب کی بیان کی تو ٹوٹنے کے وقت تک کوزون کا حصۂ اجرت واجب ہوگا اور جباب مین اجر المثل واجب ہوگا یہ فتاوی کبرے مین ہی - قاضی فخر الدین نے فرمایا کہ فتوی اسپر ہی کہ کوزون کا اجارہ فاسد ہوگا ولیکن جب کہ یہ ثابت ہو کہ اسکی بھی باربرداری و خرچہ پڑتا ہی اور عکس جاری ہوتا ہی اسیطرح اگر جباب کی اجرت اور کوزون کی اجرت بیان نہ کرے تو بھی عقد فاسد ہوگا اگرچہ کوزون کی باربرداری و خرچہ کچھ نہو یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی - اصل مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے ایک سال کے واسطے ایک مکان اس شرط سے کرایہ لیا کہ مجھے تین روز تک خیار ہی پس اگر مین راضی ہوا تو سو درہم کو لے لونگا اور اگر مجھے پسند نہ آیا تو پچاس درہم کو لے لونگا تو ایسا اجارہ فاسد ہی اور اگر اُس نے سکوت اختیار کی تو تین روز تک - اور بعد تین روز کے بھی اُسپر اجر المثل واجب ہوگا اور اُسکی سکوت کے باعث سے جسقدر مکان منہدم ہو جاوے

[illegible]

اسکا ضامن نہوگا خواہ مدت خیار میں منہدم ہو یا اُسکے بعد اور بخلاف اسکے اگر مکان والے کے واسطے خیار کی شرط ہو تو مدت خیار کے اندر مستاجر کی سکونت کے باعث جو کچھ مکان منہدم ہوا ہو اُسکی ضمان مستاجر پر واجب ہوگی اور اگر یون کہا کہ تین روز تک مجھے خیار ہی پس اگر مین راضی ہوا تو سو درم کو اجارہ لونگا تو یہ جائز ہی پھر اگر اُس نے سکونت اختیار کی تو خیار باطل اور اجارہ لازم ہوگیا اور جسقدر مدت رہا ہی اُسکا کرایہ دینا واجب ہوگا اور جو کچھ اُسکے رہنے سے منہدم ہوا اُسکا ضامن نہوگا یہہ محیط مین ہی۔ اگر کوئی زمین اجارہ لی اس شرط سے کہ وہ زمین سنو جریب ہی حالانکہ وہ کم یا زیادہ تھی تو جسقدر تھی وہ سب پوری اجرت کے عوض قرار دیجائیگی مگر کم ہونیکی صورت مین مستاجر کو اجارہ فسخ کر دینے کا خیار رہوگا اور اگر عقد مین یہ بھی کہدیا ہو کہ ہر جریب اسقدر درم کو ہی تو اسی حساب سے اسکو کرایہ ملیگا یہ فتاوے غیاثیہ مین ہی۔ اگر چند ماہ معلوم کے واسطے کوئی مکان اجارہ لیا اور موجر نے سپرد نہ کیا حتے کہ کچھ مدت گذر گئی پھر باقی مدت کے واسطے سپرد کرنا چاہا تو اسکو اختیار رہی اور مستاجر کو کچھ انکار کا اختیار نہین ہی اسی طرح اگر مستاجر نے موجر سے قبضہ کرا دینے کی درخواست کی اور اُس نے انکار کیا پھر سپرد کرنا چاہا تو اُسکو اختیار ہی اور مستاجر کو انکار کا اختیار نہین ہی۔ اور اگر کسی نے دو گھر کرایہ لیے پھر ایک گر گیا یا اُسکو لینے سے کوئی مانع پیش آیا یا ایک مین کچھ عیب پیدا ہو گیا تو دونون کو ترک کر دینے کا اختیار ہی یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر دو بیت کرایہ لیے اور قبضہ کے بعد ایک گر گیا تو باقی مین اُسکو رد کرنے کا اختیار نہوگا بخلاف اسکے اگر قبضہ سے پہلے ایسا واقع ہو تو اختیار ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ فتاوے نسفی مین لکھا ہی کہ شیخ رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے پن چکی اجارہ دی بشرطیکہ جو اجرت مقرر کی ہی وہ پانی جاری ہونے کے روز ہوگی اور نہ جاری ہونے کے روز بھی ہوگی تو شیخ رح نے فرمایا کہ یہ شرط مقتضا ے شرع کے خلاف ہی پس عقد فاسد ہی کیونکہ پانی نہ جاری ہونے کے روز اجرت شرعاً نہ چاہیے کذا فے الحاوی۔ ایک بیل کرایہ لیا اس شرط پر کہ بیس قفیز روز بیل چکی مین چلا کر اُس سے پیسے پھر مستاجر نے چلا کر دیکھا تو صرف دس قفیز روز پیس سکتا ہی تو مستاجر کو خیار ہوگا چاہے راضی ہو یا واپس کر دے اور اگر راضی ہوا تو جو اجرت روزانہ مقرر ہوئی ہی وہی پوری دینی پڑیگی کم نہوگی اور اگر واپس کیا تو جس روز کام لیا ہی اُسکی پوری اجرت دینی پڑیگی اور کمی کام سے اجرت مین کمی نہوگی کیونکہ اجارہ وقت پر واقع ہوا ہی اسی واسطے اگر کچھ بھی نہ پیسا ہو تو بھی اجرت کا مستحق ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر بغداد تک کیواسطے کوئی ٹٹو کرایہ کرکے چلا پھر مستاجر کو معلوم ہوا کہ اس ٹٹو کو رات مین نہین سوجھتا ہی یا اڑیل ٹٹو پایا یا ٹھوکر کھاتا ہی یا موزہ کاٹتا ہی پس اگر وہ ٹٹو جو کرایہ مین ٹھہرا ہی بعینہ ہو تو مستاجر کو خیار ہوگا کیونکہ شرط مین تغیر ہوا پس جسقدر راہ چلا ہی اُسکے حساب سے اجرت دیدے کیونکہ اُسی قدر منفعت اُس نے حاصل کی ہی اور اگر غیر معین کوئی ٹٹو ٹھہرا ہو تو ٹٹو والے کو اختیار ہی کہ کسی دوسرے ٹٹو پر اسکو بغداد تک پہونچاوے کیونکہ اُس نے اجارہ کا عقد اپنے ذمہ لازم کر لیا ہی۔ اور یہ حکم اسوقت ہی کہ جب اُس ٹٹو مین عیب ہونے کے گواہ قائم ہون یہ مبسوط مین ہی۔ خلاصہ مین ہی کہ کسی اجارہ کے عقد کو دوسرے اجارہ کے فسخ ہونے پر معلق کرنا جائز نہین ہی مثلاً کسی شخص سے ایک ٹٹو کرایہ لیا پھر دوسرے ٹٹو والے سے کہا کہ اگر ہم دونون مین اجارہ فسخ ہوا تو مین نے تجھسے اجارہ لیا تو یہ اجارہ جائز نہین ہی یعنے اگر فسخ بھی ہو جاوے تو دوسرا اجارہ منعقد نہوگا اور جامع الفتاوے مین لکھا ہی کہ اگر ایک شخص کو مزدور مقرر کیا کہ اس مٹی سے یا جو فلان مقام پر میری مٹی ڈھیر ہی اُس سے ہزار اینٹین روز اس سانچہ سے تیار کر دے یا کوئی سانچہ معروف بیان کیا تو جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر دیوار و مکان بنانیوالے سے یہ شرط ٹھہرائی کہ دیوارون پر دھنیان رکھدے اور پر چھتیان ڈالدے اور صاف کرکے چھت پر کہگل لگا دے تو

جائز ہی۔ اور اگر اسواسطے مقرر کیا کہ کچی اینٹون سے دیوار بنادے تو سیاہ مٹی اور اسکا لانا معمار کے ذمہ ہوگا ولیکن اگر جگہ دور ہو تو بعد معلوم ہونے کے مزدور کو خیار ہوگا اور اگر جگہ دکھلادی ہو تو خیار نہ ہوگا۔ اور اگر اسواسطے مزدور مقرر کیا کہ روڑون سے پشتہ دار دیوار بنادے اور طول و عرض بیان کر دیا اور اونچائی بھی ذکر کر دی تو جائز ہی کیونکہ اس بیان سے کاریگرون کے نزدیک کام ایسا صاف معلوم ہوجاتا ہی کہ پھر اسمین فرق نہین رہتا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر روڑون کی پشتہ دار دیوار بنانے کے لیے مزدور مقرر کیا اور فقط طول یا عرض بیان کیا تو اجارہ جائز نہین ہی کیونکہ اتنے سے کام کا حال معلوم نہین ہوتا کذا فی المحیط

چھٹا باب ایک پر دو شرطون مین سے یا دو شرطون یا زیادہ پر اجارہ واقع ہونے کے بیان مین۔ اصل یہ ہی کہ اگر دو چیزون مین ایک چیز پر اجارہ واقع ہوا حالانکہ دونون مین سے ہر ایک کا کرایہ معلوم بیان کر دیا مثلاً کہا کہ مین نے یہ مکان پانچ درم ماہواری کو یا وہ مکان دس درم ماہواری کو کرایہ دیا یا ایسا کلام دو دوکانون یا دو غلامون کے حق مین یا بھاڑے کی صورت مین دو مسافتون مختلفہ کے حق مین واقع ہوا مثلاً کہا کہ تک دو ہزار درم یا مدینہ تک تین ہزار درم کو کرایہ دیا تو ہمارے علما کے نزدیک یہ سب جائز ہی اسی طرح اگر تین چیزون مین اُسکو پسند کا اختیار دیا تو بھی جائز ہی اور اگر چار چیزین ذکر کین تو جائز نہین ہی اسی طرح رنگ کے انواع اور سلائی کے اقسام مین اگر تین طرح کے رنگ یا سلائی بیان کی تو جائز ہی اور اگر زائد کیا تو بدلیل بیع کے یہ بھی جائز نہین ہی ولیکن فرق یہ ہی کہ اجارہ بدون شرط خیار کے صحیح ہوجاتا ہی اور بیع مین جب تک خیار نہ دے تب تک صحیح نہین ہوتی ہی چوتھی مین ہی۔ اگر کسی درزی کو ایک کپڑا دیا اور کہا کہ اگر تونے فارس کے طور سے سیا تو تجھے ایک درم سلائی ملیگا اور اگر تونے رومی سلائی سی تو دو درم ملینگے یا رنگریز سے کہا کہ اگر تونے عصفر سے رنگا تو ایک درم اور اگر زعفران سے رنگا تو دو درم ملینگے تو یہ جائز ہی اور اگر درزی سے کہا کہ اگر تونے خود سیا تو ایک درم اور اگر تیرے شاگرد نے سیا تو نصف درم دونگا تو یہ صورت اور فارسی و رومی سلائی کی صورت یکسان ہی کذا فی البدائع۔ اور اگر بھاگے ہوئے غلام پکڑ لانے والے سے کہا کہ اگر تو دہلی سے پکڑ لایا تو تجھے دس درم اور اگر دہلی سے لایا تو بیس درم ملینگے تو یہ جائز ہی اسی طرح اگر درزی سے کہا کہ اگر تونے یہ کپڑا سیا تو تجھے ایک درم اور اگر وہ کپڑا سیا تو دو درم ملینگے تو بھی جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر کہا کہ اگر تونے اس گھر مین عطار بسایا تو ایک درم اور اگر لوہار بسایا تو دو درم یا کہا کہ اگر اس نے درزی بسایا تو ایک درم اور اگر لوہار بسایا تو دو درم کرایہ ہی تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک اجارہ جائز ہی اور صاحبین کے نزدیک فاسد ہی۔ اور اگر ٹٹو کرایہ کیا اور اُس سے کہا کہ اگر حیرہ تک گیا تو ایک درم ہی اور بڑھ کر قادسیہ کی راہ لی تو دو درم ہین تو یہ بھی جائز ہی اور امام محمد نے اس مسئلہ کو ذکر کیے کچھ اختلاف بیان نہین کیا اس سے احتمال ہوتا ہی کہ شاید سب کا قول ہی اور یہ بھی احتمال ہی کہ یہ امام اعظم رح کا قول ہو اور صاحبین رح کے نزدیک جائز نہو۔ اور اگر کوئی ٹٹو حیرہ تک اس شرط سے کرایہ کیا کہ اگر سنا پر بیس من گیہون لادے تو کرایہ ایک درم ہی اور اگر تیس من جَو لادے تو کرایہ نصف درم ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہی اور صاحبین کے نزدیک نہین جائز ہی یہ کافی مین ہی۔ اور اگر کوئی ٹٹو کرایہ کیا بشرطیکہ اگر مستاجر نے یہ بوجھ اسپر لادا تو دس درم کرایہ ہی اور اگر خود سوار ہوا تو کرایہ پانچ درم ہی تو امام اعظم رح کے دوسرے قول کے موافق جائز ہی اور صاحبین کے نزدیک نہین جائز ہی۔ اور اگر ٹٹو یا مکان کے مسئلہ مین یہ صورت واقع ہوئی کہ موجر نے ٹٹو یا مکان اسپر دکر دیا حالانکہ مستاجر نے کام نہین کیا و نیز اختیار بھی کی یا ٹٹو پر کچھ بوجھ نہ لادا اور نہ خود سوار ہوا تو امام اعظم رح کے مذہب کے موافق مشائخ رحمہم اللہ نے اس صورت کے حکم نکالنے مین باہم اختلاف کیا ہی بعضون نے

کہا کہ موجرنے جو دو مقدار کرایہ کی بیان کی ہین انمین سے جو کم ہی وہ مستاجر کے ذمہ واجب ہوگی کذا فی المحیط اور یہی صحیح ہی
یہ تبیین مین ہی - اور شیخ کرخی رح نے ذکر فرمایا کہ اگر کسی شخص نے ایک ٹٹو بغداد سے قصر نعمان تک پانچ درم مین کرایہ کیا
اور اگر کوفہ تک جاوے تو دس درم کرایہ ہی پس اگر بغداد اور کوفہ کے ٹھیک درمیان مین قصر نعمان واقع ہو یعنے مسافت نصف ہو
تو عقد جائز ہی اور اگر کم یا زیادہ ہو تو عقد فاسد ہی - اور یہ حکم امام محمد کے اصل پر ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک دونون صورتون مین
عقد جائز ہی - حاکم شہید رح نے منتقی مین ذکر کیا ہی کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے ایک ٹٹو اس شرط سے کرایہ لیا کہ اگر
سوار ہو کر کوفہ تک جاؤن تو دس درم اور اگر قصر نعمان تک جاؤن حالانکہ وہ آدھی دور ہی تو پانچ درم کرایہ ہی تو یہ جائز ہی اور لکھا کہ اگر اس
نے یہ شرط کی کہ اگر قصر نعمان تک جاؤن تو چھہ درم کرایہ ہو تو جائز نہین ہی کیونکہ جب وہ شخص قصر نعمان تک پہونچا تو یہ معلوم ہوگا کہ
آیا اسپر پانچ درم واجب ہوئے یا چھہ درم واجب ہوے یہ محیط مین ہی - ابن سماعہ رح نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ ایک
شخص نے زطی کپڑون کی گٹھری اور ہروی کپڑون کی گٹھری اُٹھانے پر ایک مزدور مقرر کیا اور کہا کہ ان دونون گٹھریون
مین جو گٹھری تیرا جی چاہے میرے مکان پر پہونچا دے بشرطیکہ اگر تو نے زطی کپڑون کی اُٹھائی تو تجھے ایک درم ملیگا اور
اگر ہروی کی گٹھری اُٹھائی تو دو درم ملینگے اُس نے دونون گٹھریان پیچھے آگے اُٹھائین اور اسکے مکان کو پہونچا تو اجارہ جائز ہی
اور جون سی اول مرتبہ اُٹھائی ہی اُسی سے اجارہ متعلق ہوا اور دوسری کے اُٹھانے مین وہ متطوع ہی یعنے بطور احسان کے
اُٹھائی ہی اگر ضائع ہو جاوے تو ضامن ہوگا اور یہ بالاجماع سب کے نزدیک ہی اور اگر اُس نے دونون کو ایک ساتھ ہی اُٹھایا
تو امام اعظم رح کے نزدیک دونون مین سے ہر ایک کی نصف اُجرت اُسکو ملیگی اور ہر ایک گٹھری کی نصف کا ضامن ہوگا جبکہ
دونون ضائع ہو جاوین اور صاحبین رح کے نزدیک اگر دونون ضائع ہون تو دونون کا ضامن ہوگا - اور نوادر ہشام مین امام
محمد رح سے اس طرح مروی ہی کہ اگر مزدور سے کہا کہ اگر تو یہ لکڑی فلان جگہ پہونچا دے تو تجھے ایک درم اور اگر وہ لکڑی
اُسی جگہ پہونچا دے تو تجھے دو درم دونگا اُس نے دونون لکڑیان یکبارگی اُسی جگہ پہونچا دین تو اسکو دو درم ملینگے اور اس
مسئلہ مین امام محمد نے مستاجر کے بیان سے جو دونون مین سے زیادہ اجرت تھی وہ پوری مستاجر کے اوپر واجب ٹھہرائی اور یہ
حکم گٹھریون کی روایت کے حکم سے جو بو اسطہ ابن سماعہ مروی ہی مخالف ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اگر درزی سے کہا کہ اگر اسکو تو نے
آج کے روز سیا تو تجھے ایک درم اور اگر کل کے روز سیا تو نصف درم ملیگا تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ شرط اول صحیح ہی اور شرط ثانی
صحیح نہین ہی اور صاحبین نے فرمایا کہ دونون شرطین صحیح ہین پس اگر اُس نے اُسی روز سیا تو وہی اجرت جو بیان کردی ہی
اسکو ملیگی اور اگر دوسرے روز سیا تو اجر المثل واجب ہوگا کہ ایک درم سے زیادہ نہوگا اور نصف درم سے کم نہوگا - اور نوادر
مین ہی کہ اجر المثل دیا جائیگا کہ جو نصف درم سے زیادہ نہوگا اور قدوری نے ذکر کیا کہ نوادر کی روایت صحیح ہی یہ فتاوی قاضیخان
مین ہی - اور اگر اُس نے تیسرے روز اُسکو سیا تو بالاتفاق اجر المثل ملیگا پھر اس اجر المثل مین بھی امام اعظم رح سے روایات مختلفہ ہین
ایک یہ روایت ہی کہ ایک درم سے زائد نہین اور نصف سے کم نہوگی اور یہ بھی روایت ہی کہ نصف سے زائد نہوگی اور نصف سے
کم ہو گی جبکہ اجر المثل نصف درم ہو اور یہی روایت امام اعظم سے اور صاحبین سے بھی صحیح ہی یہ فتاوی کبرے مین ہی - اور یہ حکم
اُس صورت مین ہی کہ جب اُسنے آج اور کل کو عقد اجارہ مین جمع کیا ہو اور اگر فقط اُسنے آج کے روز کو عقد مین ٹھہرایا مثلاً کہا کہ اگر آج
کے روز تو اسکو سیدے تو تجھے ایک درم ملیگا پھر اُس نے کل کے روز اُسکو سیا تو امام اعظم رح کے نزدیک کیا حکم ہی پس بعض
نے کہا کہ اسکو کچھہ مزدوری نہ ملیگی اور بعض نے کہا کہ ملیگی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر اُس نے آدھا آج سیا اور آدھا کل سیا تو اُسکو نصف

آج کا ملیگا اور کل کا اجر المثل ملیگا جو چوتھائی درم سے کم نہیں اور نصف سے زائد نہوگا اور صاحبین کے نزدیک تین چوتھائی درم ملیگا یہ تمرتاشی مین ہی اور اگر مستاجر نے پہلے کل کا ذکر کیا پھر آج کا ذکر کیا یعنی شرط مین تو امام اعظم کے نزدیک پہلے شرط الفاظ صحیح ہی یہ فتاوی عتابیہ مین ہی۔ اور اگر یون کہا کہ اگر تو نے آج سیا تو ایک درم اور اگر کل کے روز سیا تو کچھ مزدوری نہ ملیگی پس اگر اس نے آج کے روز سیا تو اسکو ایک درم ملیگا اور اگر کل کے روز سیا تو اجر المثل ملیگا کہ بالاجماع ایک درم سے زائد نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر یون کہا کہ جسقدر تو آج سیے اسکی اجرت بحساب ایک درم کے اور جسقدر کل سیے اسکی نصف درم کے حساب سے ملیگی تو یہ فاسد ہی کیونکہ مجہول ہی اسی طرح اگر یون کہا کہ اتنے کپڑون مین سے جسقدر تو فارسی سلائی سیئیگا اسکی اتنی اجرت کے حساب سے مزدوری اور جسقدر رومی سلائی سیئیگا اسکی اس حساب سے ملیگی تو یہ بھی بسبب کام مجہول ہونے کے فاسد ہی۔ اور اگر کہا کہ سلائی کے وقت مین نے تجھے ایک درم کے حساب سے مزدور مقرر کیا اور اس نے اسی روز سی دیا تو اسکو کچھ مزدوری نہ ملیگی کیونکہ اضافت صحیح ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور اگر کہا کہ مین نے آج کے روز ایک درم پر مزدور کیا پھر اگر راسے مین آ دیگا تو ہر روز ایک درم کے حساب سے مزدور کر لونگا تو قیاساً اجارہ فاسد ہی اور استحساناً جائز ہی کذا فی محیط السرخسی **قلت** الحکم مبنی علی قطع الیوم وتعلیقہ بالبدو والخطر فاذا اشتمل العقد علیہما سری الفساد فیہما ہذا ہو القیاس والاستحسان کانہ علی انتاز قوۃ من عدم التعلیق علی الخطر ہذا ولیس فی البحث عندی کثیر طائل فالترک اولی **مستعملات** اسی فصل سے یہ مسائل بھی متصل ہین کہ جب عقد اجارہ مین وقت اور کام کو جمع کیا تو کیا حکم اور کیا صورتین ہین۔ اگر ایک شخص کو مزدور مقرر کیا کہ آج رات تک ایک درم مین میرا کام کرے خواہ نگری یا روٹی پکانا یا اور کوئی کام تو ایسا اجارہ فاسد ہی یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور صاحبین کے نزدیک استحساناً جائز ہی اور یہ عقد کام پر قرار دیا جائیگا نہ دن پر حتی کہ اگر آدھے دن مین اس کام سے فارغ ہوا تو اسکو پوری اجرت ملیگی اور اگر آج کے روز فارغ نہوا تو مستاجر کو اختیار ہی کہ اس سے دوسرے روز بھی کام لے۔ اور اگر کوئی ٹٹو کوفہ سے بغداد تک کسی اجرت معلومہ پر تین روز کے واسطے کرایہ کیا اور مدت و مسافت و کام ذکر کر دیا تو اسمین بھی ایسا ہی اختلاف ہی اسی طرح اگر کچھ اناج ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے واسطے آج رات تک مزدور کیا تو اسمین بھی ایسا ہی اختلاف ہی جیسا ہم نے کل کے روز بھی کام لینے مین بیان کیا یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اور اگر کسی شخص کو اسواسطے مزدور مقرر کیا کہ میرے لیے آج کے روز اس کپڑے کی قمیص ایک درم مین سیدے تو امام اعظم رح کے نزدیک نہین جائز ہی۔ اور اگر یون کہا کہ قمیص سیدے یا ایک قفیز آٹے کی روٹی پکا دے اور وقت مقرر نہ کیا تو بالاتفاق جائز ہی۔ اور اگر کہا اس کپڑے کی قمیص آج تیار کر دے تو جائز ہی یہ فتاوی عتابیہ مین ہی۔ اور اجارات الاصل مین لکھا ہی کہ اگر ایک شخص ایک بیل اسواسطے کرایہ لے کہ ہر روز دس قفیز گیہون چکی مین چلکر پیسدے تو ایسا اجارہ جائز ہی اور اسمین کوئی اختلاف بیان نہین کیا پس بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم صاحبین کے قول پر ہونا چاہیے اور امام اعظم کے قول پر روٹی کے مسئلہ پر قیاس کرکے فاسد ہونا چاہیے اور بعضون نے کہا کہ یہ اجارہ بالاتفاق جائز ہی۔ اور بھی کتاب الاصل مین لکھا ہی کہ اگر نان بائی پر شرط لگائی کہ یہ دس ڈھیری آٹا پکا دے اور آج ہی فارغ ہو جاوے تو بالاتفاق جائز ہی اگرچہ وقت اور کام دونون مذکور ہین یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک درزی کو کپڑا دیا کہ اسکی قمیص قطع کرکے سیدے بشرطیکہ آج ہی فارغ ہو جاوے یا ایک شخص نے کسی سے کچھ اونٹ مکہ تک کرایہ لیے کہ بیس روز مین مکہ مین داخل ہو جاوے ہر اونٹ کی بیس دینار کے حساب سے اجرت مقرر کی اور اس سے زیادہ نہ کہا تو امام محمد رح نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ ایسا اجارہ جائز ہی پس اگر اس نے شرط پوری کر دی تو جو اجرت بیان کی ہی وہ ملیگی اور اگر شرط پوری نہ کی تو

اجر المثل ملیگا جو اس مقدار بیان کردہ شدہ سے زائد نہوگا اور یہی صاحبین رح کا قول ہے۔ اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ اگر کسی شخص سے کوئی ٹٹو ایام معلوم کے لیے کرایہ لیا اور کچھ ذکر نہ کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک نہیں جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے۔ اور اگر درزی سے کہا کہ مین نے تجھے آج کے روز مزدور کیا تاکہ تو یہ قمیص ایک درم مین سیدے یا نان بائی سے کہا کہ مین نے تجھے آج کے روز مزدور کیا تاکہ تو یہ ایک قفیز آٹا ایک درم مین پکا دے تو امام اعظم رح کے نزدیک نہیں جائز ہے اور صاحبین رح کے نزدیک جائز ہے اور کرخی نے کہا کہ امام اعظم سے اس مسئلہ مین دو روایتین نہین ہین وصحیح یہ ہے کہ اس مسئلہ مین امام سے دو روایتین ہین اور صحیح مذہب امام کا یہ ہے کہ اجارہ فاسد ہے خواہ اُس نے کام کو مقدم بیان کیا یا موخر کیا جب کہ اجرت کو بعد وقت وکام کے ذکر کیا ہو۔ اور اگر اُس نے وقت کو پہلے ذکر کیا پھر اجرت بیان کی پھر اُسکے بعد کام بیان کیا یا پہلے کام بیان کیا پھر اجرت بیان کی تو عقد فاسد نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے **قال المترجم** اور اس اصل کے موافق جسطرح مترجم نے ترجمہ کیا ہے اسیطرح امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہوگا پس جو صورت ناجائز ہونے کی ہے وہ یون ہے کہ مین نے مزدور کیا تاکہ بسیا ہے تو یہ قمیص ایک درم مین۔ یا تاکہ پکا دے تو یہ قفیز آٹا ایک درم مین۔ وزعم المترجم ان لا یکون الفرق نافعاً فی اختلاف الحکم فے لساننا مع انہ لیست فینا تلک المحاورۃ فتامل واللہ اعلم بالصواب اور جب اجارہ فاسد ٹھہرا پس اگر اُسکا فاسد ہونا بسبب اجرت مسمی کے مجہول ہونے کے ہو یا بسبب اجرت بیان نہونے کے ہو تو اجر المثل واجب ہوگا چاہے جسقدر ہو مثلاً اگر کوئی گھر یا دوکان ایک سال کے واسطے سو درم پر کرایہ لی بشرطیکہ مستاجر اسکی مرمت کرا دے تو مستاجر پر اجر المثل واجب ہوگا چاہے جسقدر ہو یعنے خواہ سو درم ہون یا زیادہ ہون یا کم ہون کیونکہ جب مستاجر کے ذمہ مرمت کی شرط لگائی تو مرمت بھی اجرت مین ہوگئی پس اجرت مجہول ہوگئی۔ اور اگر اجارہ اس باعث سے فاسد ہوا کہ اُسمین کوئی شرط فاسد لگائی تھی تو مالک کو اجر المثل ملیگا مگر جو اجرت بیان کی ہے اُس سے بڑھایا نہ جائیگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور کتاب الاصل مین لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنا غلام کسی جولاہہ کو دیا تاکہ اُسکو بُننا سکھلا دے اور شرط کی کہ تین مہینہ مین اسکو فلان فلان بنائی مین خوب ہوشیار کامل کر دے تو یہ جائز نہین ہے اور صاحبین رح کے نزدیک جائز ہونا چاہیے ہے اگرچہ کامل ہوشیار کر دینا جولاہہ کی وسعت مین نہین ہے اور اجارہ فاسد ہونے مین امام اعظم رح کے نزدیک اصل یہ ہے کہ وقت وعمل کو جمع کرنیکی صورت مین امام رح کے نزدیک اجارہ جبھی فاسد ہوتا ہے کہ جب اُس نے عقد اجارہ مین وقت وعمل کو اسطرح ذکر کیا کہ ہر ایک اگر تنہا ذکر کیا جاوے تو معقود علیہ ہونے کی صلاحیت رکھے۔ اور اگر اسطرح ذکر کیا کہ ہر ایک تنہا ذکر کرنے سے معقود علیہ نہین ہو سکتا ہے تو عقد فاسد نہوگا اور اُسکی صورت وہ ہے جو معمار کے اجارہ لینے کے آخر باب مین ذکر کی ہے کہ اگر کسی نے دوسرے کو رات تک کے واسطے اسلیے مزدور کیا کہ کچ اور پختہ اینٹ سے عمارت بنا دے تو بلا خلاف جائز ہے اگرچہ اُس نے وقت وعمل کو جمع کیا ہے ولیکن چونکہ ایسے طور سے جمع نہین کیا کہ تنہا معقود علیہ ہو سکے اسواسطے جائز ہے کیونکہ اُس نے مقدار عمل بیان نہین کی اور جب تک مقدار عمل بیان نہو تب تک تنہا اجارہ مین معقود علیہ نہین ہو سکتا ہے اور اگر اُس نے عقد اجارہ فقط مدت پر قرار دیا ہے اور عمارت بنانے کا ذکر فقط نوع عمل بیان کرنے کے واسطے ہو حتی کہ اگر اُس نے کام کی مقدار بھی بیان کی ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک اجارہ جائز نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر کسی نے دوسرے شخص کو اجیر مقرر کیا تھا اور ایک درم پر تاکہ پیس دے ہر روز ایک قفیز گیہون رات تک تو یہ فاسد ہے اور اس مسئلہ کو ذکر کر کے کچھ اختلاف بیان نہ کیا حالانکہ امام اعظم رح کے قول پر تو یہ جواب صحیح ہے ولیکن صاحبین رح کے قول پر اشکال ہے کہ اُنکے نزدیک جائز ہونا چاہیے۔ پس بعض مشائخ نے

یون کہا کہ اسی مسئ[illegible] ہوتا ہی کہ صاحبین رح نے امام اعظم کے قول کیطرف رجوع کر لیا ہی - اور بعض نے کہا کہ جو حکم اس مسئلہ مین [illegible] صاحبین رح کا قول بحکم قیاس ہی اور جو سابق مین مذکور ہوا ہی وہ صاحبین رح کا قول بحکم استحسان ہی شیخ امام ابو بکر محمد [illegible] رح نے فرمایا کہ اس جنس کے مسائل مین اصل یہ ہی کہ اگر کسی شخص کو کسی کام کے واسطے اجیر مقرر کیا پس اگر وہ [illegible] ہو کہ اگر اجیر نے فی الحال اس کام کو شروع کر دینا چاہے تو کر سکے تو اجارہ جائز ہوگا خواہ اس مین وقت مذکور کیا ہو [illegible] مثلاً یون کہا کہ مین نے تجھے مزدور مقرر کیا تاکہ پکاوے تو بیس من آٹے کی روٹی ایک درم مین تو جائز ہی بشرطیکہ [illegible] وقت روٹی پکانے کی چیزون کا مثل آٹے وغیرہ کے مالک ہو - اور اگر اُس نے مقدار عمل بیان نہ کی ولیکن اُسکے [illegible] ایک وقت بیان کر دیا مثلاً کہا کہ مین نے تجھے اجیر کیا تاکہ روٹی پکاوے تو آج شام تک ایک درم مین تو جـ[illegible]ز ہی - اور اگر کہا کہ بدین دہ درم دیوار من بازکن یعنے ان دس درم پر میری دیوار کھود دے تو جائز ہی خواہ اُسکے [illegible] واسطے وقت بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر کہا کہ بدین یک درم این خرمن بازکن یا اسرا ایکدرم پر یہ کھلیان صاف کر دے پس اگر اُسکے واسطے کوئی وقت بیان نہ کیا تو جائز نہین ہی اور اگر وقت بیان کیا تو دو صورتین ہین کہ اگر اس نے وقت پہلے بیان کیا پھر اُجرت بیان کی مثلاً کہا کہ مین نے تجھے اجیر مقرر کیا آج کے روز ایک درم مین تاکہ خرمن صاف کر دے تو جائز ہی کیونکہ اُس نے کام معلوم کے واسطے اجارہ کیا ہی اور اجرت کو بیان کام کے بعد ذکر کیا پس کچھ تغیر نہین ہوگا - اور اگر اُس نے اجرت پہلے بیان کر دی پھر کام بیان کیا مثلاً کہا کہ مین نے مزدور کیا ایک درم مین آج کے روز تاکہ تو اس خرمن کو صاف کر دے تو جائز نہین ہی کیونکہ عقد اجارہ پہلے اجرت پر واقع ہوا پھر کام پر چلا کہ اجرت کا ذکر کرنا بعد کام کے بیان کرنے کے چاہیے پس جب کام معدوم یا مجہول رہا تو اجرت بیان کرنے کے بعد وقت کا ذکر کرنا استعجال کی غرض سے ہوا یعنی آج ہی اس کام کو کر دے تاخیر نہ کرے پس وقت کا ذکر کرنا اسواسطے نہوا کہ عقد اجارہ کا وقوع منفعت پر ہی اسلیے جائز نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی

ساتوان باب مستاجر نے جو چیز اجارہ لی ہی اُسکے اجارہ دینے کے بیان مین - اصل ہمارے نزدیک یہ ہی کہ جس چیز سے لوگ یکسان نفع اُٹھاتے ہین کچھ تفاوت نہین ہوتا اُسکے اجارہ دینے کا مستاجر مالک ہوتا ہی یہ محیط مین ہی - اگر مستاجر نے کوئی مال منقول اجارہ لیا تو قبضہ کرنے سے پہلے اسکو اجارہ پر نہین دے سکتا یعنی جائز نہین ہی اور اگر غیر منقول ہو اور قبضہ سے پہلے اجارہ پر دیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک جائز ہی اور امام ثانی رح کے نزدیک مثل بیع کے جائز نہین ہی اور بعض نے کہا کہ اجارہ مین بالاتفاق جائز نہین ہی اور بیع مین اختلاف ہی یہ شرح طحاوی مین ہی - اگر کوئی گھر کرایہ لیکر قبضہ کر لیا پھر دوسرے کو اجارہ پر دیدیا تو جائز ہی بشرطیکہ جتنے کو اجارہ لیا ہی اُتنے ہی کو یا اُس سے کم کو اجارہ دیا ہو اور اگر زیادہ پر دیا تو بھی جائز ہی ولیکن اگر اُسکی اجرت اُسی جنس سے ہو جسکے عوض اجارہ لیا ہی تو زیادتی اُسکو حلال نہین صدقہ کر دے اور اگر اُسکی جنس سے مخالف ہو تو زیادتی اُسکو حلال ہی اور اگر اُس نے گھر مین کوئی کنوان کھدا یا یا کہگل کرائی یا کواڑ درست کرائے یا دیوار کی درستی کرائی ہو اور پھر جس اجرت سے کرایہ لیا ہی اُسی جنس کی زیادہ اجرت پر کرایہ دیا تو زیادتی اُسکو حلال ہی اور جھاڑو دلوا کر صاف کرا دینا کوئی ایسی اصلاح نہین ہی جس سے زیادہ کرایہ حلال ہو جائے اور مستاجر کو اختیار ہی کہ جسکو چاہے کرایہ پر دیدے ولیکن ایسے لوگون کو نہین دے سکتا ہی کہ جنکے کام سے عمارت کو ضرر پہونچتا ہی جیسے لوہار و کندی گر و پسائی والے اور اُنکے مانند لوگ کہ اُنکے کام سے ضرر پہونچتا ہی یہ سراج الوہاج مین ہی

اور اگر اُس نے اس گھر کو اپنے کسی ایسے مال کے ساتھ جسکو اجارہ دے سکتا ہی ملا کر اجارہ دیدیا تو بھی اگر اُسی جنس کی زیادہ اجرت پر کرایہ دیا جس سے خود اجارہ لیا ہی تو زیادتی حلال ہی یہ محیط میں ہی - اور خصاف نے کتاب الحیل میں لکھا ہی کہ اگر کرایہ کے گھر کو کوڑے سے صاف کر کے جس جنس اجرت پر کرایہ لیا ہی اسی جنس کی زیادہ اجرت پر کرایہ دیا تو زیادتی حلال نہین ہی اور اگر یون ہی زیادہ اجرت پر اجارہ دیا اور وقت اجارہ کے یون کہا کہ اسقدر اجرت پر دیتا ہون اس شرط سے کہ مین گھر کو کوڑے سے صاف کرا دون تو زیادتی اُسکو حلال ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی - اور شیخ الاسلام نے شرح کتاب الحیل مین لکھا ہی کہ زمین کرایہ لی اور اُسمین کاریز بنوائی تو یہ ایسی زیادتی ہی کہ جس سے ہمجنس اجرت کی زیادتی مستاجر کو حلال ہوگی اسی طرح جو کام ایسا ہو کہ وہ قائم رہے تو اُسکی وجہ سے زیادتی اجرت حلال ہوتی ہی اور اگر اس زمین کی مرمن اُکھڑوادین یعنی کچھ صاف کرا دی تو خصاف نے لکھا کہ اس سے بھی زیادتی اجرت حلال ہوجاتی ہی اور قاضی ابو علی نسفی نے فرمایا کہ ہمارے اصحاب اس صورت مین متردد ہین بعضے اسکو زیادتی شمار کرتے ہین اور کہتے ہین کہ متاجر پر پانی بہانا آسان ہوجائیگا اور سینچنے مین اسکو سہولت ہوگی پس یہ بھی زیادتی ہی اور بعضے اُسکو زیادتی نہین شمار کرتے ہین - اور نوادر بشر مین امام ابو یوسف رحمۃ سے روایت ہی کہ اگر ایک شخص نے ایک ہی صفقہ مین دو چیزین اجارہ لین اور ایک مین کچھ بڑھایا اور بعضے نسخون مین ہی کہ ایک مین کچھ اصلاح کی تو اُسکو اختیار ہی جس اجرت پر لیا ہی اُس سے زیادہ اُسی جنس کی اجرت پر دونون کو کرایہ دیدے اور اگر علیحدہ علیحدہ صفقہ مین لی ہون تو دونون کو زیادہ اجرت پر نہین دے سکتا ہی یہ محیط مین ہی - اور امام ابو علی نسفی اپنے استاد سے نقل کرتے تھے کہ مستاجر نے اگر اپنے موجر کو اجارہ پر دی تو نہین جائز ہی اور اگر کسی دوسرے کو کرایہ دی اور دوسرے نے موجر کو کرایہ دیدی تو جائز ہی اور شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا کہ امام محمد سے مروی ہی کہ مالک کو اجارہ پر دینا صحیح نہین ہی خواہ کوئی شخص ثالث درمیان پڑے یا نہ پڑے اور عامہ مشائخ کا یہی مذہب ہی اور یہی صحیح ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ وجیز کردری مین ہی - اور دوسرا اجارہ واقع ہونیکے بعد اگر موجر اول نے وہ شی مستاجر سے اجارہ لیکر اپنے قبضہ مین کر لی تو پہلے مستاجر سے اجرت ساقط ہوجائیگی اور اگر اپنے قبضہ مین نہ لی ہو تو ساقط نہوگی کذا فی فتاوی قاضی خان پھر جب ہمارے نزدیک یہ فعل صحیح نہین ہی تو آیا پہلے عقد کا فسخ ہوگا یا نہوگا پس اسمین مشائخ کا اختلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ فسخ ہوگا یہ طحاوی نے ذکر کیا ہی کذا فی سراج الوہاج اور شمس الائمہ حلوانی نے ذکر کیا ہی کہ مستاجر نے اگر اجارہ کی چیز کو موجر کو کرایہ پر دیدیا تو بعض نے فرمایا کہ پہلا عقد فسخ ہوجائیگا اور یہ صحیح نہین ہی کیونکہ دوسرا عقد فاسد ہی اور فاسد عقد کو اتنی قدرت نہین ہی کہ عقد صحیح کو دور کر دے اور عامہ مشائخ کے نزدیک فسخ نہوگا ولیکن اگر یہی صورت برابر باقی رہی یہان تک کہ اجارہ تمام ہوگیا تو پہلا عقد باطل ہوجائیگا مگر اسواسطے باطل نہین ہوگا کہ دوسرے عقد نے پہلے کو فسخ کر دیا بلکہ اسواسطے باطل ہوگا کہ منافع دمبدم پیدا ہوتے جاتے ہین اور اجارہ مین موافق حدوث منافع کے مستاجر کو سپرد کرنا واقع ہونا چاہیے اور جب موجر نے اسکو دوبارہ مستاجر سے لیلیا تو جو منافع پیدا ہوتے جاتے ہین اُسکے موافق اُسنے کرایہ کی چیز کو مستاجر کے سپرد نہ کیا پھر جب برابر یہی بات رہی اور مدت گذر گئی تو استیفا کی منفعت کی قدرت پانے سے پہلے مدت گذر گئی پس ظاہر ہی کہ اجارہ خواہ مخواہ فسخ ہوگا حتے کہ اگر کچھ مدت گذر جانے کے بعد مستاجر اول نے چاہا کہ مکان واپس لے تاکہ باقی مدت اُسمین رہے تو اُسکو جائز ہی کیونکہ جسقدر منفعت تلف ہوچکی ہی صرف اسیقدر کا عقد فسخ ہوا ہی اور باقی کا بحالہ باقی ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی - اور اگر مالک اُس مکان مین ایسے اجارہ کی وجہ سے رہا تو مالک پر کچھ اجرت واجب نہوگی یہ حاوی مین ہی اور اگر مستاجر نے اجارہ کا مکان مثلاً مالک کو عاریت دیدیا تو مستاجر کے

ذمہ سے اجرت ساقط نہوگی اور اسمین مشایخ کے درمیان کچھ اختلاف نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر مستاجر نے وہ مکان مالک کے باپ یا بیٹے یا مکاتب یا غلام قرضدار کو اجارہ پر دیدیا تو باتفاق الروایات جائز ہی اور پہلا اجارہ فسخ نہوگا اور اگر غلام پر قرض نہو تو نہین جائز ہی اور اگر اسکے سپرد کردیا تو پہلا اجارہ فسخ نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر کوئی زمین اجارہ لیکر پھر مزارعت پر مالک کو دیدی پس اگر مالک کی طرف سے بیج ٹھہرے ہون تو نہین جائز ہی کیونکہ موافق ظاہر الروایۃ کے یہ اجارہ فسخ ہی اور اگر بیج مستاجر کیطرف سے ٹھہرے ہون تو جائز ہی کیونکہ مالک پہلی صورت مین مستاجر ہوتا ہی اور دوسری صورت مین اجیر ہوتا ہی یہ ظہیریہ مین ہی مستاجر نے اگر مالک زمین کو اسی زمین مین کام کرنے کے واسطے کچھ اجرت معلومہ پر مزدور مقرر کیا تو جائز ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ نوادر بن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے دوسرے سے کوئی گھر یا زمین کرایہ لی اور مستاجر نے دونون مین کچھ زیادتی کردی یعنے عمارت بڑھادی پھر مالک کو اجارہ دیا یا عاریت دیا تو پہلے اجارہ کا نقض ہی اور نوادر بن سماعہ مین صورت اجارہ مین لکھا کہ مالک مکان پر بقدر حصہ عمارت مستاجر کے اجرت واجب ہوگی اور حاکم شہید رح نے فرمایا کہ یہ مسئلہ فقط تنہا عمارت کے اجارہ لینے کی دلیل ہی کہ جائز ہی۔ غاصب نے اگر مغصوبہ شے کسی شخص کو اجارہ پر دیدی پھر مستاجر نے وہی شے غاصب کو اجارہ دیکر اجرت لے لی تو غاصب کو اختیار ہوگا کہ جسقدر اجرت اسکو دینی ہی واپس کر لے یہ محیط مین ہی۔ غاصب نے مغصوبہ چیز کسی شخص کو اجارہ پر دی پھر مدت کے بعد مالک نے اجازت دی تو اجازت سے پہلے کا جسقدر کرایہ ہوگا وہ غاصب کا ہوگا کیونکہ اسی نے عقد اجارہ قرار دیا ہی اور مالک کی اجازت دینے کے بعد پھر مالک کا ہوگا کیونکہ غاصب تو فضولی درمیانی ہی اور اگر مالک نے اجازت نہ دی یہانتک کہ اجارہ کی مدت پوری ہوگئی تو پورا کرایہ غاصب کا ہوگا اور اس مسئلہ کی اصل نظیر یہ ہی کہ اگر مالک نے اپنے غلام کو ایک سال تک کے واسطے اجارہ پر دیا پھر سال کے بیچ مین اسکو آزاد کردیا اور غلام آزاد نے مالک کے اجارہ کی اجازت دیدی تو گذشتہ کرایہ سب مالک کو ملیگا اور آیندہ کا کرایہ غلام آزاد کا ہوگا۔ اور شیخ قدوری رح نے فرمایا کہ اجارہ بھی باقی عقود کے مثل ہی پس اگر کچھ منفعت حاصل کرنے سے پہلے مالک نے اجازت دی تو تمام اجرت مالک کو ملیگی اور اگر پوری منفعت حاصل کرنے کے بعد اجازت دی تو اجازت کا اعتبار نہین اور کل اجرت عقد کرنے والے کو ملیگی اور اگر تھوڑی مدت گذرنے کے بعد اجازت دی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک گذشتہ و آیندہ سب مدت کا کرایہ مالک کو ملیگا اور جو حکم ہمنے پہلے ذکر کیا ہی وہ امام محمد رح کا قول ہی یہ جامع کبیر مین لکھا ہی۔ اور اگر چند سال کے واسطے غاصب نے مغصوبہ چیز کرایہ پر دیدی اور یہ چند سال گذر گئے پھر مالک نے دعوی کیا کہ مینے اجازت دیدی تھی تو بدون گواہون کے اسکا قول قبول نہوگا اور اگر دعوی کیا کہ مینے غاصب کو یہ حکم دیا تھا تو قول قبول ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی جس شخص نے بطور اجارہ فاسدہ کے کوئی شے کرایہ لی اور دوسرے شخص کو اجارہ صحیحہ پر اجارہ دی تو جائز ہی کذا فی الصغری اور اجناس مین لکھا ہی کہ یہی صحیح ہی اور سراجیہ مین ہی کہ ایسا ہی امام ظہیر الدین مرغینانی نے فتوے دیا ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی پھر واضح ہو کہ جبکہ نزدیک اجارہ فاسدہ کے لیکر دوسرے کو اجارہ صحیحہ پر دینا جائز ہی اگر مستاجر نے اس صورت مین دوسرے کو اجارہ صحیحہ پر دیدی تو پہلے موجر کو اختیار ہوگا کہ دوسرا اجارہ نقض کرا دے جیسا کہ بیع کی صورت مین ہی مثلاً کوئی چیز بطور بیع فاسد کے خریدی اور کسی شخص کو اجارہ پر دیدی تو بائع کو اجارہ توڑ دینے کا اختیار ہی مستاجر نے اگر وہ زمین دوسرے شخص کو اجارہ پر یا مزارعت پر دیدی پھر مستاجر اول نے پہلا عقد

اجارہ فسخ کردیا تو دوسرے عقد اجارہ کے فسخ ہو جانے مین مشایخ کا اختلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ فسخ ہو جائیگا چاہیے دونون اجارون کی مدت متحد ہو یا مختلف ہو یہ محیط مین ہی۔ اور مدت متحد ہونے کے یہ معنی ہین کہ جتنے روز پہلے اجارہ کے فسخ ہو جانے کے قرار دیئے گئے ہین اُتنے ہی روز دوسرے کے فسخ کے ٹھہرے ہون یہ فتاوے صغرے مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے شخص سے ایک موضع اجارہ طویلہ پر اجارہ لیا پھر مستاجر نے وہ موضع موجر کے غلام کو اجارہ دیا پس اگر غلام نے بدون مالک کی اجازت کے لیا ہی تو جو کچھ اُس نے اپنے غلام سے راس المال سے لیا اُسکو مستاجر کے حساب مین محسوب نہ کریگا۔ اور اگر غلام نے مالک کی اجازت سے اجارہ لیا ہی تو اسمین شیخ امام رح نے توقف فرمایا اور صحیح یہ ہی کہ غلام کا باجازت مالک اجارہ لینا مثل مالک کے خود اجارہ لینے کے ہی کذا فی جواہر الاخلاطی بشرطیکہ اس صورت مین غلام قرضدار نہو یہ کبریٰ مین لکھا ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو اپنا گھر ایک درم ماہواری پر کرایہ دیکر سپرد کردیا پھر کسی شخص کے ہاتھ اُسکو فروخت کر دیا اور مشتری کرایہ مقررہ اُس مستاجر سے وصول کرتا رہا اور اسی طور سے ایک زمانہ گذر گیا اور مشتری نے بائع سے وعدہ کیا تھا کہ جب تو میرا ثمن مجھے واپس دیگا تب مین یہ گھر تجھے پھیر دونگا اور جو کچھ مین نے مستاجر سے کرایہ وصول کیا ہوگا وہ ثمن مین محسوب کردونگا پھر بائع درم لیکر آیا اور چاہا کہ کرایہ ثمن مین محسوب کرے تو مشایخ رح نے فرمایا کہ جب مشتری نے مستاجر سے کرایہ وصول کیا تب ہی سے یہ اجارہ از سر نو قرار پایا پس جو کچھ مشتری نے وصول کیا وہ مشتری کی ملک ہوا کیونکہ اُسی کے عقد اجارہ سے وصول ہوا ہی اور بائع کو اختیار نہین ہی کہ اسکو ثمن مین داخل کرے اور جو مشتری نے بائع سے کہا تھا کہ گھر واپس کرنے کے وقت مین اُسکو ثمن مین محسوب کر دونگا یہ قول ایک وعدہ ہی پس اگر اُس نے اپنا وعدہ وفا کیا تو بہتر ہی ورنہ اُسپر وفا کرنا حق واجب نہین ہی اور اگر دونون نے یہ امر بیع مین شرط ٹھہرایا ہو تو بیع فاسد ہوگی یہ ظہیریہ مین ہی۔ کتاب الامانۃ مین ہی کہ اگر کسی شخص نے کچھ مدت معلومہ کے واسطے ایک خیمہ کرایہ لیا تو اُسکو اختیار ہی کہ دوسرے کو کرایہ پر دیدے کیونکہ اُس سے نفع اٹھانے مین لوگون کا حال یکسان ہی جیسے بیت کا حال ہی اور اگر اُسکو باورچیخانہ بنایا تو ضامن ہوگا لیکن اگر وہ خیمہ اسی واسطے کرایہ لیا ہو کہ اسمین کھانا پکایا جاوے تو ضامن نہوگا جیسے پلاس کا خیمہ یہ تاتارخانیہ مین ہی

آٹھوان باب بغیر لفظ کے اجارہ منعقد ہونے کا بیان اور بقاے اجارہ وانعقاد اجارہ کے حکم کا بیان باوجود

اُنکہ کوئی شی اجارہ کی منافی پائی جاتی ہو۔ ایک گھر ایک مہینہ کے واسطے کرایہ لیا اور دو مہینہ رہا تو دوسرے مہینہ کا اُسپر کچھ کرایہ نہوگا یہ حکم کتاب مین مذکور ہی اور ہمارے اصحاب سے مروی ہی کہ واجب ہوگا اور شیخ کرخی اور امام محمد بن سلمہ سے مروی ہی کہ اُنھون نے دونون روایتون مین اسطرح توفیق دی ہی کہ حکم کتاب ایسی چیز مین ہی جو کرایہ پر چلانے کے واسطے نہین مقرر کی گئی ہی اور دوسری روایت یعنی کرایہ واجب ہونے کی ایسی چیز مین ہو جو اسی واسطے ہو اور اس حکم مین خواہ گھر ہو یا حمام ہو یا زمین سب یکسان ہین کچھ تفصیل نہین ہی اور صدر الشہید رح نے فرمایا کہ اسی پر فتوے ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اگر کوئی کسی غیر کے گھر مین رہنے لگا حالانکہ کوئی عقد اجارہ دونون مین نہین ٹھہرا ہی پس اگر وہ گھر اسی واسطے رکھا گیا ہی تو کرایہ واجب ہوگا اور اگر اسی واسطے نہین ہی تو واجب نہوگا لیکن اگر مالک مکان نے اُس سے کرایہ کا تقاضا کیا اور بعد تقاضے کے بھی اُس نے سکونت اختیار کی تو اب کرایہ واجب ہوگا کیونکہ یہ امر دلالت کرتا ہی کہ اجارہ پر راضی ہوا۔ اور مشایخ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ جو مکان کرایہ کے واسطے رکھا گیا ہی اُسمین بسنے سے کرایہ جب ہی واجب ہوگا کہ جب

بطور اجارہ کے رہا ہو اور یہ امر اُسکے حالات سے بطور دلالت کے ثابت ہوا ہو یعنی اُسکے حالات اس بات کی دلیل ہون کہ بطور کرایہ کے رہا ہی اور اگر کسی دوسری وجہ سے مثلاً مالکیت کی تاویل کر کے رہا ہو جیسے ایک بیت یا دوکان چند شخصون مین مشترک ہی اُنمین سے ایک شخص اُسمین رہا تو رہنے والے پر کرایہ واجب نہوگا اگرچہ وہ دوکان وغیرہ کرایہ پر چلانیکے واسطے رکھی گئی ہو یہ محیط مین ہی۔ ایک سرائے مین ایک شخص اُترا تو یہ کرایہ پر قرار دیا جائیگا اور اُسکی تصدیق نہ کیجاویگی کہ بلا کرایہ ہی ایسا ہی محمد بن سلمہ رحمہ اور ابو نصر بن سلام نے فرمایا ہی اور اسی کو فقیہ ابو بکر و فقیہ ابو اللیث رحمہ نے اختیار کیا ہی اور قاضی فخر الدین رحمہ نے فرمایا کہ فتوے اس طرح ہی کہ اُسکا رہنا اجرت پر قرار دیا جائیگا ولیکن اگر کسی قرینہ سے یہ بات معلوم ہو کہ بلا اجرت ہی تو ہو سکتا ہی مثلاً وہ شخص ظالم مشہور ہو یا غاصب مشہور ہو یا وہ لشکری ہو کہ اُسکے حال سے معلوم ہی کہ وہ کوئی رہنے کی جگہ کرایہ پر نہین لیتا ہی یہ مضمرات مین ہی۔ کرایہ کی دوکانین ہین اُنمین سے ایک دوکان مین ایک شخص آ کر رہا تو شیخ محمد بن سلمہ رحمہ نے فرمایا کہ اجر المثل واجب ہوگا اور اگر اُسنے غصب کا دعویٰ کیا تو اُسکے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی جبکہ وہ مالک کی مالک کا مقر ہی اور اگر اُس نے اپنی مالک کا دعویٰ کیا تو اجرت واجب نہوگی اگرچہ مالک نے اپنی مالک ہونا بدلیل ثابت کر دیا ہو اسی طرح اگر کسی حمام مین گیا اور غصب کی راہ سے گھس جانے کا دعویٰ کیا تو سماعت نہوگی یہ وجیز کردری مین ہی۔ اور اگر کرایہ کی چیز کسی نابالغ کی ہو تو دیکھا جاتا ہی کہ اجر المثل کسقدر ثابت ہوتا ہی اور اگر ضمان نقصان لیا جاوے تو کسقدر ہی پس دونون مین سے جو نابالغ کے حق مین مفید ہو وہی دلایا جائیگا۔ ایک مقبرہ مین دھوبی لوگ کام کیا کرتے ہین وہان ایک شخص کے پتھر ہین کہ وہ اُن لوگون کو اجارہ پر دیتا ہی پھر ایک دھوبی نے ایک پتھر سے کام لیا اور مالک سے کوئی شرط اجرت کی نہین ٹھہرائی پس اگر یہ امر معروف نہو کہ جو دھوبی چاہے ان پتھرون سے اپنا کام چلاوے اور کرایہ دیدے تو اُسپر کچھ اجرت واجب نہوگی جبکہ اُس نے مالک کی بلا اجازت کام لیا ہی۔ اور اگر یہ بات معروف ہو کہ جو چاہے کام چلاوے اور کرایہ دیدے تو اُسپر کرایہ واجب ہوگا۔ پھر اگر کوئی اجرت بندھی ہو یعنی کٹی ہوئی ہو تو وہی دینی پڑیگی اور اگر مقررہ نہو تو اجر المثل دینا پڑیگا یہ کبرے مین ہی۔ ایک گھر اجرت معلومہ دیکر ایک سال کے واسطے کرایہ لیا اور اُسمین رہا پھر دوسرے سال بھی رہا اور کرایہ دیدیا تو اسکو اس کرایہ کے واپس کر لینے کا اختیار نہین ہی شیخ رحمہ نے فرمایا کہ اصول کے موافق اسکی تخریج اس امر کی مقتضی ہی کہ یون حکم کیا جاوے کہ اگر وہ گھر بھاڑے پر چلانے کے واسطے ہو تو کرایہ واپس کر لے یہ قنیہ مین ہی منتقی مین امام محمد رحمہ سے روایت ہی کہ اگر گھر کے مالک نے غاصب سے کہا کہ یہ گھر میرا ہی تو اسمین سے نکل اور اگر نہ نکلے تو تجھے اسقدر یا ہوار کی کرایہ دینا پڑیگا اور غاصب نے انکار کیا پھر مالک نے کئی مہینہ کے بعد اُسپر گواہ قائم کر کے اپنا دعویٰ ثابت کر دیا تو مالک کو کچھ کرایہ نہ ملیگا اور اگر غاصب نے انکار نہ کیا ہو بلکہ اقرار کیا ہو کہ یہ گھر مدعی کا ہی اور باقی مسئلہ بحالہ ہی تو غاصب کا رہنا دلیل ہی کہ وہ کرایہ دینے پر راضی ہوا پس کرایہ واجب ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ایک سال کے واسطے ایک مکان ہزار درم پر کرایہ لیا پھر جب سال گذر گیا تو مالک مکان نے کہا کہ اگر تو آج ہی اسکو خالی کر دے تو خیر ورنہ ایکدرم روزانہ پر کرایہ پر تیرے پاس رہا پھر اُسنے بہت دنون تک خالی نہ کیا اور مستاجر اس امر کا مقر ہی کہ یہ گھر اسی موجب کا ہی تو جو کچھ کرایہ روزانہ اُس نے بیان کیا ہی وہ دینا پڑیگا اور ہشام نے کہا کہ مین نے اسی مسئلہ مین امام محمد رحمہ سے کہا کہ کیا آپ یہ حکم نہ دینگے کہ جتنے عرصہ مین وہ اپنا اسباب اس مکان سے دوسرے مکان کو منتقل کر سکتا ہی اُتنے عرصہ تک اجر المثل پر اُسکے پاس رہی تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ یہ بہتر ہی اتنے عرصہ تک اجر المثل پر اُسکے پاس رہیگا پھر اگر اُتنے عرصہ تک خالی نہ کیا تو آیندہ اُسی کرایہ پر رکھو نگا جو موجر نے بیان کیا ہی یعنی ہر روز

ایک درم یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی دوکان تین درم ماہواری کرایہ پر دی پھر جب دو مہینہ گذر گئے تو دوکان والے نے کہا کہ آپ سے اگر پانچ درم ماہواری دینے منظور ہوں تو خیر ورنہ خالی کر دے اور مستاجر نے اسکا کچھ جواب نہ دیا ولیکن رہتا رہا تو اُسپر پانچ درم کے حساب سے کرایہ واجب ہوگا کیونکہ جب اُس نے رہنا اختیار کیا تو اس کرایہ پر راضی ہوا اور اگر مستاجر نے یوں جواب دیا ہو کہ میں پانچ درم دینے پر راضی نہیں ہوں اور پھر رہا کیا تو اُسپر پہلی ہی اجرت کے حساب سے کرایہ واجب ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام اجارہ پر لینا چاہا اور مالک غلام نے کہا کہ بیس درم ماہواری پر ہے اور مستاجر نے کہا کہ دس درم ماہواری پر اور اسی پر دونوں جدا ہو گئے یعنی غلام لیکر مستاجر چلا گیا تو مستاجر پر بیس درم کے حساب سے کرایہ واجب ہوگا اور اگر مستاجر نے یوں کہا ہو کہ نہیں بلکہ دس درم پر ہے اور غلام لیکر چلا گیا ہو تو صحیح یہ ہے کہ وہی کرایہ واجب ہوگا جسکی مستاجر نے تصریح کر دی ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھے یہ مکان ایک سال کے واسطے ہزار درم کو بحساب سو درم ماہواری کے کرایہ دیا تو فرمایا کہ اجارہ ایک ہزار دو سو درم پر واقع ہوگا اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ جب اُس نے سو درم ماہواری پر ہونیکا قصد کیا اور اگر پڑتا پھیلانے میں دونوں سے غلطی ہو گئی یعنے ہزار درم سالانہ کا ماہواری پڑتا پھیلانے میں سو درم ماہواری غلطی سے بیان کیے تو اس صورت میں مستاجر پر صرف ہزار درم واجب ہونگے اور اگر موجر نے کہا کہ میں نے قصداً فسخ چاہا تھا اور مستاجر نے غلطی تفسیر کا دعوی کیا تو موجر کا قول قبول ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر کچھ مدت مکان میں رہکر اجارہ سے انکار کیا اور کہا کہ یہ مکان میرا ہے یا کہا کہ میں نے اسکو غصب کر لیا ہے یا میرے پاس عاریت ہے حالانکہ وہ مکان ایسا نہیں ہے کہ کرایہ پر چلنے کے واسطے رکھا گیا ہو پھر مستاجر پر مالک نے گواہ قائم کرکے اپنا حق ثابت کر لیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک جب سے مستاجر نے انکار کیا تب سے اُسپر کچھ کرایہ واجب نہوگا کیونکہ وہ غاصب ٹھہرا اور امام محمد رح کے نزدیک واجب ہوگا کیونکہ یہ بات ثابت ہو گئی کہ مکان اُسکے پاس کرایہ پر تھا اور اگر بجائے مکان کے کوئی چوپایہ یا دوسرا مال معین ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو مستاجر کو بعد مدت گذرنے کے واپس کرنا چاہیے اور اگر قبل واپس کرنے کے ضائع ہوا تو ضامن ہوگا کیونکہ وہ اپنے زعم میں غاصب ہے۔ اور موجر کا وارث اگر کرایہ پر رہنے سے راضی ہوا یا اجرت طلب کی و مستاجر نے سکوت کی یعنے رہتا رہا تو کرایہ واجب ہوگا اور وارثوں میں یا قرضخواہوں میں سے جو شخص اجارہ باقی ہونا کہتا ہے اُسی کا قول قبول ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک شخص سے کہا کہ یہ ٹوکرا کتنے ماہواری کو دیتا ہے اُس نے کہا کہ دو درم کو پس مستاجر نے کہا کہ نہیں بلکہ ایک درم کو اور ٹوکرے کو اُٹھا کر لے گیا اور مہینہ گذر گیا تو صحیح یہ ہے کہ ایک درم واجب ہوگا یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ ایک چرواہا کسی قدر ماہواری اجرت معلومہ پر بکریاں چراتا تھا اُس نے بکریوں کے مالک سے کہا کہ اب میں تیری بکریاں نہ چراؤنگا ولیکن اگر تو ایک درم روز دے تو چراؤنگا اور مالک نے اُسکا کچھ جواب نہ دیا مگر بکریاں اُسی کے پاس چھوڑ دیں تو اُسپر ایک درم روز کے حساب سے اُجرت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ چرواہے نے کہا کہ میں تیری بکریاں نہ چراؤنگا الا یہ کہ ایک درم روز مجھے دے مالک نے جواب نہ دیا مگر بکریاں اُسی کے پاس چھوڑ دیں تو روزانہ ایک درم کے حساب سے واجب ہوگا اور یہی حکم گھروں کے کرایہ میں ہے یہ ملتقط میں ہے۔ ایک شخص نے نہر کی حفاظت کے واسطے ماہواری دس درم پر ایک شخص کو مقرر کیا پھر مستاجر مر گیا اور وصی نے مزدور سے کہا کہ تو اپنا کام جیسا کرتا تھا کرتا رہ میں تیری مزدوری دونگا وہ ایک زمانہ تک ایسا ہی کرتا رہا پھر وصی نے وہ زمین فروخت کر دی اور مشتری نے مزدور سے کہا کہ تو اپنا کام جسطرح کرتا تھا

مسئلہ تو تخمینی یعنی موجر نے کہا کہ میں ہزار درم سالانہ کا بعد جب کہا کہ سو درم ماہواری تو یہ اقرار قصد تھا کہ پہلا قول فسخ ہوا اور مستاجر نے کہا کہ نہیں بلکہ اس نے ہزار درم سالانہ کی ماہواری تفصیل بیان کرنے میں غلطی کی ہے کیونکہ ہزار درم ماہواری نہیں ہوتی ۱۲ منہ

کرتا رہ مین تیری مزدوری نہ روکونگا پس جتنے روز اُس نے مستاجر اول کی زندگی مین کام کیا ہی اُسکی مزدوری میت کے ترکہ مین واجب ہوگی اور جب سے وصی نے اُس سے کام کرنے کو کہا تب سے وصی پر واجب ہوگی اور جب سے مشتری نے کہا تب سے مشتری پر واجب ہوگی ولیکن میت پر تو بحساب دس درم کے واجب ہوگی کیونکہ اُس نے بیان کر دیا تھا اور وصی و مشتری کو اگر مقدار مشروط معلوم نہو تو دونون کو اجر المثل دینا پڑیگا اور اگر مقدار مشروط معلوم ہوا ور دونون نے مزدور سے کہا کہ اسی شرط سے کام کرتا رہے تو ان دونون پر بھی اسی حساب سے مزدوری واجب ہوگی یہ محیط مین ہی ایک شخص نے دس درم مین ایک خچر کرایہ کیا اور ان درمون مین بعضے کھرے ہین اور بعضے کھوٹے ہین پس بھاڑے والے نے راستہ مین کہا کہ مین سب کھرے درم چاہتا ہون اُس نے جواب دیا کہ جیسا تو چاہتا ہی ایسا ہی کرونگا تو یہ قول ایک وعدہ ہی کہ اُسکا وفا کرنا مستاجر کے ذمہ واجب[۱] نہین ہی اور نہ کچھ اُسکو دینا واجب ہوگا اسی طرح اگر بھاڑے والے نے مستاجر سے کچھ اجرت بڑھا دینے کی درخواست کی اور اُس نے یون ہی جواب دیا تو بھی یہی حکم ہی یہ ذخیرہ مین ہی کتاب الاصل مین فرمایا کہ اگر کوفہ تک جانے کے واسطے ایک ٹٹو کرایہ لیا اور راستہ مین ٹٹو والا مر گیا تو مستاجر کو اختیار ہی کہ کوفہ تک اسی کرایہ پر ٹٹو لیجاوے اور اجارہ اسواسطے نہ ٹوٹیگا کہ یہ حالت حالت عذر ہی اور عذر کی وجہ سے از سرنو اجارہ منعقد ہوجاتا ہی مثلاً کسی شخص نے دریا مین ایک کشتی کرایہ لی ایک مہینہ کے واسطے اور مدت گذر گئی حالانکہ مستاجر بیچ دریا مین ہی تو ان دونون مین از سرنو اجارہ منعقد ہوجائیگا پس جو اجارہ موجود ہو جب وہ باقی رہے تو اُسکا باقی رہنا بدرجہ اولی ثابت ہوگا اور عذر کا بیان یہ ہی کہ بیچ جنگل مین اُسکو دوسرا ٹٹو نہ ملنے کی وجہ سے اپنی جان و مال کا خوف ہی اور وہان کوئی قاضی نہین کہ اُسکے پاس مرافعہ کرکے دوبارہ اجارہ منعقد کرلے حتی کہ بعض مشایخ نے کہا کہ اگر وہان دوسرا ٹٹو پایا جاوے کہ وہ اُسکو کرایہ کرکے اسباب لادسکے تو اجارہ ٹوٹ جائیگا اسی طرح اگر ایسے موضع مین جہان دوسرا ٹٹو اجارہ مل سکتا ہی موجر نے انتقال کیا تو اجارہ ٹوٹ جائیگا۔ پھر جب مستاجر اُسکو کوفہ تک لے گیا اور راستہ مین اُسکا دانہ چارہ اپنے پاس سے دیا تو اُسمین متبرع یعنی محسن قرار دیا جائیگا حتے کہ اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ بھاڑے والے کے وارثون سے یہ خرچہ واپس لے یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر قاضی کے حکم سے اُس نے دانہ چارہ دیا ہی اور اُسکو گواہون سے ثابت کر دیا تو واپس لے سکتا ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر مستاجر نے کوئی شخص ٹٹو کی غور پرداخت کے لیے نوکر رکھا تو اُسکا کرایہ مستاجر ہی کو دینا پڑیگا اور موجر میت کے وارثون سے واپس نہین لے سکتا ہی پھر جب اُس جگہ پہونچا تو قاضی کے پاس مقدمہ پیش کریگا تاکہ وارثان میت کے حق مین جو بہتر ہو وہ حکم دے پس اگر قاضی نے یہ رائے مناسب دیکھی کہ دوبارہ اُسی مستاجر کو کرایہ دیدے[۲] مثلاً مستاجر ثقہ وامین آدمی ہی اور چوپایہ قوی ہی اور قاضی کو ثابت ہوا کہ اُس شخص کو کرایہ پر دینے سے وارثون کو یہ جانور بعینہ مل جائیگا تو اُسکو کرایہ پر دیدے اور اگر اُسکی رائے مین یہ بہتر معلوم ہوا کہ ٹٹو کو فروخت کر دے باین وجہ کہ اُس نے مستاجر کو متہم دیکھا یا ٹٹو کو ضعیف پایا اور اُسے معلوم ہوا کہ ایسے شخص کو کرایہ پر دینے سے وارثون کو عین مال نہ پہونچیگا یا اگر پہونچا بھی تو بڑے نقصان کے ساتھ پہونچیگا تو ایسی صورت مین ٹٹو کو فروخت کر دے اور یہ فروخت کرنا قضاء علی الغائب نہین ہی بلکہ غائب شخص کے مال کو حفاظت مین رکھنا ہی۔ اور اگر مستاجر نے ٹٹو والے کو پہلے ہی بہ تعجیل[۳] پورا کرایہ دیدیا ہو اور قاضی نے اجارہ فسخ کر دیا اور ٹٹو فروخت کر دیا پس مستاجر نے اپنے کرایہ کا دعوی کیا تو قاضی اُسکو گواہ پیش کرنے کا حکم دیگا کہ اپنے دعوی کے گواہ لاوے اور میت کی طرف سے

[۱] قولہ واجب [illegible] یعنی قضاءً [illegible]
[۲] قولہ کرایہ دیدے [illegible] مستاجر [illegible]
[۳] قولہ بہ تعجیل یعنی پیشگی دیدیا ۱۲

ایک شخص وصی مقرر کریگا کہ اُسکے مقابلہ میں گواہوں کی سماعت ہو یہ محیط میں ہے۔ امام محمد رحمہ نے سیر کبیر میں کشتی کا مسئلہ ذکر فرمایا ہے یعنے کرایہ کی کشتی کے اجارہ کی مدت ایسی حالت میں گذری کہ جب کشتی بیچ دریا میں تھی اور مستاجر کو وہاں دوسری کشتی دستیاب نہیں ہوتی تھی۔ اور کپیّے کا مسئلہ ذکر فرمایا یعنی کپّہ کرایہ لیکر اُسمیں روغن زیتون بھر لیا اور چلا اور بیچ جنگل میں اجارہ کی مدت گذر گئی اور وہاں مستاجر کو دوسرا کپّہ دستیاب نہیں ہوتا ہے اور ان دونوں مسئلوں میں موجر نے کشتی یا کپّہ کرایہ پر دینے سے انکار کیا اگر وہاں امام وقت موجود ہے تو اگر امام وقت نے مستاجر کو کسی قدر روزانہ کرایہ پر یہ دونوں چیزیں کرایہ پر دیدیں تو جائز ہے پس امام محمد رحمہ نے شرط کردی کہ اجارہ دینا امام کی طرف سے ہو۔ اور ابن سماعہ نے اپنی نوادر میں امام محمد رحمہ سے یہ مسئلہ روایت کیا اور اسمیں یہ شرط نہیں لگائی کہ امام وقت موجود ہو بلکہ یہ شرط لگائی کہ مستاجر یوں کہے کہ میں نے یہ کشتی روزانہ اتنے درہم پر اجارہ لی یا اُسکا کوئی نوکر یا دوست اجارہ دیدے پھر اگر اُسکے بعد بھی موجر نے کشتی کے دینے سے انکار کیا تو مستاجر اپنے نوکروں یا رفیقوں کو مددگار کرکے کشتی لے لے یا وہ کپّہ لے لے جسمیں روغن ہے اور دینے دے یہانتک کہ اُسکو دوسری کشتی یا کپّہ دستیاب ہو۔ اور اس مسئلہ میں یہ حکم ظاہر ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے مکان میں جا رہا تو کرایہ واجب نہوگا مگر جبکہ مالک مکان اس امر سے انکار کرے اگرچہ وہ مکان کرایہ پر چلانے کے واسطے ہو ولیکن اگر رہنے والے سے کہا کہ میں نے دس درہم ماہواری پر مثلاً اُسکو کرایہ دیا تو کرایہ لازم آویگا پھر جاننا چاہیے کہ کشتی و کپّے کے مسئلہ میں دو مختلف روایتیں نہیں ہیں بلکہ سیر کبیر کی روایت میں جو حکم مذکور ہے وہ امام وقت کی موجودگی کے وقت ہے اور جو نوادر ابن سماعہ میں لکھا ہے وہ امام کی عدم موجودگی کے وقت ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے زمین کرایہ لی اور اُسمیں کھیتی بوئی پھر مدت اجارہ گذرنے سے پہلے مستاجر مر گیا تو کھیتی کے پکنے تک وارثان مستاجر پر کرایہ مقررہ واجب ہوگا کیونکہ اجارہ جیسے بسبب عذر کے ٹوٹ جاتا ہے ویسے ہی بسبب عذر کے باقی رہتا ہے اسی طرح اگر موجر مر گیا اور مستاجر باقی رہا تو بھی کھیتی پکنے تک اجارہ باقی رکھا جائیگا۔ اور اگر اجارہ کی مدت گذر گئی حالانکہ کھیتی موجود ہے تو بعض نے فرمایا کہ قیاساً مستاجر کو کھیتی کاٹ لینے کا حکم کیا جائیگا اور استحساناً اُس سے کہا جائیگا کہ تیرا جی چاہے تو ابھی کھیتی کاٹ لے یا چھوڑ دے تاکہ پک جاوے مگر تجھ پر زمین والے کو اجر المثل دینا واجب ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور اصل میں لکھا ہے کہ اگر مدت اجارہ گذر گئی اور زمین میں رطبہ بوئی ہوئی ہے تو کاٹ لیجاویگی۔ اور منتقی میں لکھا ہے کہ اگر اجارہ کی مدت گذر گئی اور زمین میں رطاب ہیں تو زمین اجر المثل پر اُسکے پاس چھوڑ دی جاویگی یہانتک کہ جھاڑنے کے وقت پر آجاویں اور وہ پہلی مرتبہ اجارہ گذرنے کے بعد جھاڑنے پر قرار دیا جائیگا۔ اور موت کی صورت میں بیان کیا کہ اگر کوئی موجر مر گیا اور زمین میں رطاب ہوں تو جو کرایہ ٹھہرا ہے اُسی پر زمین چھوڑ دیجاویگی یہانتک کہ جھاڑ لیے جاویں۔ اور اسی طرح اگر کوئی کپّہ لیا اُسمیں سرکہ بھرا پھر اجارہ کی مدت بیچ جنگل میں گذر گئی تو اجر المثل پر اُسکے پاس چھوڑ دیا جائیگا یہانتک کہ اُسکو دوسرا کپّہ دستیاب ہو اور اگر اجارہ گذرنے سے پہلے موجر مر گیا تو پہلے اجارہ کے حکم سے اُسکے پاس چھوڑا جاویگا اجر المثل پر نہیں یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک سال کے واسطے کوئی زمین کرایہ لی اور اُسمیں کھیتی بوئی پھر مستاجر اور ایک دوسرے شخص نے ملکر وہ زمین خریدی تو اجارہ ٹوٹ گیا اور کاٹنے کے وقت تک کھیتی اُس زمین میں چھوڑ دیجاویگی اور شریک کو زمین کے اجر المثل کا آدھا دینا پڑیگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ اگر مدت اجارہ گذر گئی اور ہنوز کھیتی نہیں اُگی ہے اور دونوں نے جھگڑا کیا تو اجارہ فسخ کرکے زمین اُسکے مالک کو واپس دونگا اور اگر اُسکے بعد کھیتی اُگی تو حصہ رسد کرایہ پر ہو

سلہ قولہ اجارہ الخ ترجمہ یعنے یہ اجارہ اُس وقت تک باقی رہا جب تک کہ رطبہ کاٹ نہ لیا جاوے مترجم
سلہ جھگڑا کیا اور اجارہ زمین خالی کرنے کا حکم

ستاجر کو واپس دونگا اور اگر مدت گذر گئی اور کھیتی ساگ ہی اور دونون نے جھگڑا نہ کیا یہان تک کہ مستاجر نے اُسکو اپنے وقت پر کاٹا تو اُسی حساب سے کرایہ دینا پڑیگا اور زمین والا اس زیادتی کو جو اُسکو ملی ہی صدقہ نہ کریگا اسی طرح اگر دونون نے جھگڑا کیا تو بھی بحکم استحسان اجر المثل پر اُسکے پاس چھوڑ دیجاویگی یہ تمرتاشی مین ہی- اور اگر مدت اجارہ گذرنے کے بعد کھیتی اُگی تو صدقہ کردے اور اگر موجر نے بھی اُسمین اپنی کھیتی بودی ہو پھر کھیتی نکلی اور دونون نے ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ ہم دونون برابر ہین تو ہر ایک کو نصف کھیتی ملیگی اور اگر دونون مین سے کوئی غالب ہو تو تمام کھیتی اُسی کو دلائی جاویگی اور وہ دوسرے کو اُسکے مال کی قدر ضمان دیگا یہ غیاثیہ مین ہی- ایک زمین کرایہ پر لی اور اُسمین درخت گاڑ دیے پھر مدت اجارہ گذر گئی تو صحیح یہ ہی کہ اگر مستاجر نے اُسمین پودے گاڑے ہین تو زمین والے کو اختیار ہی کہ اُس سے مطالبہ کرے کہ میری زمین فارغ کر کے مجھے سپرد کردے بخلاف اسکے اگر اسمین کھیتی ہو تو اجر المثل پر مستاجر کے پاس چھوڑ دیجاویگی اور اگر ان پودون کے اُکھاڑنے مین زمین کو کھلا ضرر نہ پہونچتا ہو تو ایسا نہین ہوسکتا ہی کہ قیمت دیکر زمین والا اُن پودون کا مالک ہوجاوے یہ محیط مین ہی- اور اگر اُن پودون کے اُکھاڑنے مین زمین کو ضرر پہونچتا ہو تو زمین والا اُن پودون کا مالک ہوجاویگا اور اُسکو اُن پودون کی قیمت جمے ہوے کے حساب سے نہین بلکہ اُکھڑے ہوے کے حساب سے مستاجر کو دینی پڑیگی اور یہ ملکیت اس وجہ سے ہی کہ زمین والے کو ضرر نہ پہونچے یہ خزانۃ المفتین مین ہی- ایک شخص نے کسی سے ایک دوکان کرایہ لیکر اُسمین سرکہ کے مٹکے رکھے پھر اجارہ کی مدت گذر گئی اور موجر نے دوکان خالی کرانی چاہی اور مستاجر نے انکار کیا پس اگر سرکہ ایسا ہوگیا ہی کہ دوسری جگہ لیجانے سے بگڑ نہ جاویگا تو حکم دیا جاویگا کہ دوسری جگہ منتقل کرے اور اگر ایسا نہین ہی تو یہ حکم نہ دیا جائیگا اور مستاجر سے کہا جائیگا کہ تیرا جی چاہے دوسری جگہ لیجا یا سرکہ اُٹھ آنے تک دوکان کرایہ پر لے اور کرایہ پر لے لینے سے یہ مراد نہین ہی کہ از سر نو کرایہ مقرر کرکے اجارہ ٹھہرا لے بلکہ یہ مراد ہی کہ اُسپر اجر المثل دینے کا حکم کیا جائیگا- اور اگر مدت گذرنے سے پہلے موجر یا مستاجر مر گیا اور سر دست دوکان خالی کرنا ممکن نہو تو استحسانًا اجرت مقررہ کا حکم دیا جائیگا حالانکہ قیاس چاہتا ہی کہ اجر المثل دلایا جاوے جیسا کہ مدت گذرنے کے بعد حکم ہوتا ہی یہ محیط مین ہی- اگر ایک سال کے واسطے ایک مکان کرایہ لیا اور مدت گذر گئی اور مکان کا مالک اُسوقت غائب تھا اور مستاجر اُسمین دوسرے سال بھی رہا تو دوسرے سال کا کرایہ اُسکے ذمہ واجب نہوگا کیونکہ وہ بطور اجارہ کے نہین رہا ہی- اسی طرح اگر مدت گذر گئی اور مستاجر غائب ہی اور مکان اُسکی عورت کے پاس ہی اور وہ دوسرے سال رہی تو بھی کرایہ عورت پر واجب نہوگا کیونکہ بطور اجارہ کے نہین رہی ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی- اور امالی مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے ایک سال کے واسطے کسی قدر اجرت معلومہ دراہم پر ایک زمین کرایہ لی اور اُسمین کھیتی بوئی پھر کھیتی کٹنے سے پہلے موجر مر گیا اور مستاجر نے یہ اختیار کیا کہ کھیتی کٹنے تک اجارہ پر زمین اُسکے پاس رہے اور کرایہ کا ایک شخص کفیل ہی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ موجر کے مرنے کے بعد جب تک وہ زمین مستاجر کے پاس رہی تھی اُسکے کرایہ کی کفالت سے کفیل بری نہوگا اسی طرح اگر موجر نہین مرا بلکہ مستاجر مر گیا اور اُسکے وارثون نے کھیتی کٹنے تک زمین مین باقی رکھنا اختیار کیا تو بھی کفیل کفالت سے بری نہوگا اور اگر موجر نے کہا کہ مین راضی نہین ہوتا اگر اس صورت سے راضی ہون کہ کرایہ وارثان میت ہی پر رکھا جاوے تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی- اور اگر سال گذر گیا پھر مستاجر مر گیا اور زمین مین کھیتی ہنوز ساگ ہی اور وارثون نے یہ اختیار کیا کہ اجر المثل پر کھیتی زمین مین لگی رہے یہان تک کہ اُسکے کاٹنے کا وقت آجاوے تو یہ کرایہ وارثون پر وارثون کے مال سے ہوگا میت کے

مال پر نہوگا یہ محیط مین ہی - ایک زمین کرایہ لی اور اسمین کھیتی بوئی پھر اُن دونون نے عقد اجارہ کو فسخ کر لیا اور کھیتی ہنوز ساگا ہی پس آیا کھیتی کٹنے تک یہ زمین مستاجر کے پاس اجر المثل پر چھوڑ دیجاویگی یا نہیں پس بعض نے کہا کہ چھوڑ دیجائیگی اور بعض نے کہا کہ نہین چھوڑی جائیگی اور اس قائل نے اُس مسئلہ سے کیون استدلال نہ کیا جو امام محمدؒ نے کتاب المزارعۃ مین لکھا ہی وہ یہ ہی کہ ایک شخص نے اپنی زمین مزارعت پر دوسرے شخص کو دی اور کاشتکار نے اُسمین کھیتی کو آخر سال تک تاخیر سے رکھا اور کھیتی ساگا تھی اور ہنوز لائق کاٹنے کے نہ تھی پس مالک زمین نے چاہا کہ کھیتی اُکھاڑ ڈالے تو اُسکو یہ قدرت نہ دی جائیگی اور کھیتی کٹنے تک دونون مین آدھی زمین کا اجارہ منعقد ہوجائیگا تاکہ کھیتی مین کاشتکار کا حق مصئون رہے اور آدھی زمین کا اجر المثل اُسکو ڈانڈ دینا پڑیگا کہ اُسکا حق کھیتی مین باطل ہوگیا بسبب اسکے کہ اُس نے آخر سال تک کھیتی مین تاخیر کردی مگر باوجود اسکے شرع نے اُسکا حق مصئون رکھا اور آدھی زمین مین اجارہ ثابت کردیا کذا فی الذخیرہ

نوان باب اُن صورتون کے بیان مین جنمین اس معنی پر حکم دیا جاتا ہی کہ اجیر نے کام سے فراغت کرکے مستاجر کے سپرد کردیا اور جنمین ایسا نہین ہوتا ہی - اگر کوئی کام بیان کرکے اپنے گھر مین کام لینے کے واسطے کوئی مزدور مقرر کیا اور مزدور نے مستاجر کے گھر مین کام سے فراغت کرکے اپنے ہاتھ سے نہ رکھا تھا کہ وہ کام مزدور کے ہاتھ سے گر گیا یا اُسکے ہاتھ سے ضائع ہوگیا تو مزدور کو مزدوری ملیگی یہ مبسوط مین ہی - ایک شخص نے کسی کو مزدور مقرر کیا تاکہ اُسکے گھر بیٹھکر روٹیان پکادے اور اُس نے جب روٹیان تنور سے نکالین تو جل گئین مگر اُسکی حرکت سے نہین جلی ہین تو اُسکو اجرت ملیگی اور اُسپر ضمان نہ آویگی اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب مستاجر کے گھر بیٹھکر روٹیان پکائی ہون کذا فی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان اور اگر کچھ روٹیان تنور سے نکالین تو اُسکے حساب سے اجرت کا مستحق ہوگا کذا فی الینابیع - اور اگر مستاجر کے گھر مین نہو اور روٹیان جل گئین تو اُسکو کچھ مزدوری نہ ملیگی یہ شرح جامع صغیر قاضی خان مین ہی - اور اگر اُس نے تنور مین روٹی لگائی پھر اُسکو چھوڑا اُسنے لگا دہ چھوڑ کر اندر گری اور جل گئی تو ضامن ہوگیا پس اگر مستاجر نے پکی ہوئی روٹی کی ضمان لی تو اُسکو اجرت دینی پڑیگی اور اگر آٹے کی ضمان لی تو اجرت نہ دینی پڑیگی یہ سراج الوہاج مین ہی اور اگر روٹی تنور ہی مین نکالنے سے پہلے جل گئی تو کچھ اجرت نہ ملیگی خواہ مستاجر کے گھر مین لگائی ہو یا اپنے گھر مین لگائی ہو یہ نہایہ مین لکھا ہی - اور اگر نکالنے کے بعد روٹی چوری گئی پس اگر مستاجر کے گھر مین پکاتا ہو تو اُسکو اجرت ملیگی اور اگر اپنے گھر مین پکاتا ہو تو نہ ملیگی اور امام اعظم رح کے نزدیک جسقدر چوری ہوئی اُسکا ضامن نہوگا اور صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا یہ جوہرۃ النیرہ مین ہی - اگر کوئی درزی اجیر مقرر کیا کہ میرے گھر مین بیٹھکر سی دے اُس نے کپڑا قطع کیا اور تاگا بٹا اتنے مین کپڑا چوری گیا تو اس کام کے مقابل کچھ اجرت نہ پاویگا اگرچہ اسقدر کام مثل پیغمبر مستاجر کو سپرد کیا ہوا شمار ہی کہ اُسکے گھر مین کام کیا ہی اور اجرت اسواسطے نہ ملیگی کہ اجرت سلائی کے مقابل مشروط ہی اور جو کام اُس نے کیا ہی یہ سلائی نہین بلکہ سلائی کے کامون مین سے ہی اسی طرح اگر باورچی اجیر کیا کہ اسقدر آٹا میرے گھر مین پکاوے اُس نے آٹا چھانا اور گوندھا کہ اتنے مین چوری ہوگیا وہ پکا نے نہین پایا تو کچھ اجرت نہ ملیگی کیونکہ پکانے کے مقابل اجرت ٹھہری ہی اور یہ کام پکانا نہین ہی بلکہ پکانے کے لوازم مین سے ہی یہ محیط مین ہی اور اگر کنوان کھودنے کے واسطے اجیر مقرر کیا اور باوجود کھودنے کے اُسکو اینٹون سے پختہ کرنے اور پکی بنانے کی شرط کی اور مزدور نے یہ سب کام کردیا پھر وہ کنوان بیٹھ گیا تو مزدور کو پوری مزدوری ملیگی اور اگر اینٹون سے پختہ کرنے سے پہلے بیٹھ گیا ہو تو اُسکے حساب سے جسقدر مزدوری کا تعلق وہ ملیگا یہ مبسوط مین ہی - اگر کسی شخص کو مزدور کیا کہ میرے مکان

کچھ عمارت بنا دے یا چھتا یا کمانچہ وغیرہ بنا دے یا کنوان یا نہر یا کاریز وغیرہ کھود دے خواہ اسکی ملک مین یا جو اُسکے قبضہ مین ہو وہان تیار کرنے کے واسطے مقرر کیا اُس نے اسمین سے کچھ کام کیا تو اُسکو اسی قدر کی اجرت طلب کرنے کا اختیار ہو ولیکن باقی پوری تیار کرنے کے واسطے اُسپر جبر کیا جائیگا اور اگر عمارت گر گئی یا کنوان بیٹھ گیا یا اُسمین پانی یا مٹی اسقدر جا پڑی کہ زمین سے برابر ہو گیا یا چھتا گر گیا تو جسقدر اُس نے کام کیا ہو اُسکے حصہ کی مزدوری اُسکو ملیگی اور اگر مستاجر کی ملک و قبضہ کی جگہ کے سوائے دوسری جگہ مین ایسا کام بنایا تو پورے کام سے فارغ ہو کر سپرد کرنے سے پہلے اسکو اجرت طلب کرنے کا اختیار نہوگا حتی کہ اگر سپرد کرنے سے پہلے تلف ہو جاوے تو اُسکو کچھ اجرت نہ ملیگی۔ اگر مستاجر نے اُسکو جنگل مین کوئی جگہ دکھلادی کہ اسمین میرے واسطے ایک کنوان کھود دے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ بدون تخلیہ کے قابض شمار نہوگا اگرچہ مستاجر کو موضع دکھلادیا ہو اور یہی صحیح ہو اور اگر مستاجر کی ملک مین یا مقبوضہ مین ایسا واقع ہوا اور مزدور نے کچھ کام کیا اور مستاجر اُس سے قریب تھا پس مزدور نے کام اور مستاجر کے درمیان تخلیہ کر دیا اور مستاجر نے کہا کہ مین اسپر قبضہ نہ کرونگا جبتک تو کل کام سے فراغت کر کے مجھے سپرد نہ کرے تو مستاجر کو یہ اختیار ہی یہ بدائع مین ہی۔ اور اصل مین لکھا ہی کہ اگر جنگل کے راستہ مین اپنے لیے کنوان کھودنیکے واسطے مزدور مقرر کیا اور اُس نے کھودا تو اُسکو جب تک سپرد نکرے کچھ مزدوری نہ ملیگی اور مشایخ نے فرمایا کہ امام محمد رح نے اس صورت مین صرف سپرد کر دینا شرط کیا اور کھودنے کی جگہ بیان کرنا شرط نہ کیا اسمین یہ اشارہ ہی کہ جہان مستاجر کی ملک نہین ہو وہان جگہ بیان کرنا شرط نہین ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر اپنی ملک یا مقبوضہ زمین مین کچی اینٹین بنانے کے واسطے اینٹین بنانے والے کو اجیر مقرر کیا تو جب تک اُنکو بنا کر خشک نہ کرے اور نصب نہ کرے تب تک امام اعظم رح کے نزدیک اجرت کا مستحق نہوگا اور بعض نے فرمایا کہ خشک کرے اور نصب کرے اور صاف کر کے چُن دے تب اجرت کا مستحق ہوگا اور اسمین اختلاف نہین ہی کہ اگر اُس نے نصب نہ کیا تو مستحق اجرت نہوگا اور اگر بعد اسکے وہ کچی اینٹین تلف ہو جاوین تو اُسکو پوری اجرت ملیگی۔ اور اگر غیر ملک و غیر مقبوضہ مین بنانے کے واسطے مقرر کیا ہو تو جب تک مستاجر کے سپرد نہ کرے تب تک مستحق اجرت نہوگا اور سپرد کرنیکی شرط یہ ہی کہ مستاجر اور اینٹون کے درمیان تخلیہ کر دے کہ یہ اینٹین ہین تو جان اور تیرا کام اور وہان کوئی مانع نہ ہو اور امام اعظم رح کے نزدیک یہ تخلیہ اسوقت ہونا چاہیے کہ جب اُس نے بنا کر نصب کر دی ہون۔ اور صاحبین رح کے نزدیک جب اُس نے صاف کر کے چن بھی دی ہون کذا فی البدائع اور اگر سپرد کرنے سے پہلے وہ اینٹین تلف ہو گئین تو اجیر کا مال گیا خواہ صاف کر کے چن دینے کے بعد تلف ہوئی ہون یا اُس سے پہلے یہ بنابیع مین ہی اور اگر اینٹین بنانے والے کو کوئی خاص پیمانہ دیکر اُسکے موافق اینٹین بنانے اور اُنکے پکانے کے واسطے اجیر مقرر کیا بشرطیکہ پکانے مین جو لکڑیان صرف ہون وہ مستاجر کے ذمہ ہین تو یہ جائز ہی اور اگر آوے مین ڈالنے کے بعد اینٹین بگڑ گئین اور ٹوٹ گئین تو اُسکو کچھ مزدوری نہ ملیگی اور اگر اُس نے ثابت پختہ کر دین پھر آگ ٹھنڈی کر دی اور آوے سے نکالنے مین دونون نے جھگڑا کیا تو آوے سے نکالنا اجیر کے ذمہ ہی جیسے تنور سے روٹی کا نکالنا باورچی کے ذمہ ہوتا ہی اور اگر نکالنے سے پہلے وہ اینٹین ٹوٹ گئین تو کچھ اجرت نہ ملیگی۔ اور اگر اُنکو آوے سے نکال چکا ہی اور وہ زمین مستاجر کی ملک ہی تو اجیر اپنی اجرت کا مستحق ہوگا اور ضمان سے بری ہوگا اور اگر آوے کی زمین اُسی اجیر کی ملک ہو تو جب تک مستاجر کے حوالہ نہ کر دے تب تک اجرت کا مستحق نہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ قدوری مین ہی کہ درزی نے اگر مستاجر کے گھر مین بیٹھکر سینا شروع کیا اور کچھ کپڑا سیا یعنی ایک کپڑے مین سے تھوڑا سا سیا تو اُسکو اجرت نہ ملیگی کیونکہ اُس سے انتفاع ممکن نہین ہی اور اگر وہ تلف ہو گیا تو درزی

ضامن نہوگا اور اس مسئلہ مین قدوری نے تھوڑے سے سینے پر اجرت نہ ملنے کا حکم کیا ہی حالانکہ یہ حکم بروایت اصل کے مخالف ہی پھر قدوری مین فرمایا کہ اگر اس کام سے فارغ ہوگیا تو اُسکو پورا اجر ملیگا اور صاحبین کے قول پر اگر کام سے فارغ ہونے سے پہلے تلف ہوگیا یا فارغ ہونے کے بعد مستاجر کے سپرد کرنے سے پہلے تلف ہوا تو درزی ضامن ہوگا اور جو کپڑا اُسکے پاس ہی وہ ضمانت مین ہی پس جب تک مالک کے سپرد نہ کرے تب تک ضمان سے باہر نہوگا۔ پس جب تلف ہوجاوے تو کپڑے کے مالک کو اختیار ہوگا چاہے اپنے کپڑے کی قیمت لے لے اور کچھ اجرت نہ دینی پڑیگی اور اگر چاہے تو سیے ہوئے کپڑے کے حساب سے قیمت لے لے اور اُسکو درزی کی مزدوری دینی پڑیگی یہ محیط مین ہی

دسوان باب دودھ پلانے والی کو اجارہ لینے کے بیان مین۔ قال المترجم اگر عورت کو طلاق دی اور دودھ پلانے کے واسطے شوہر نے اُسکو مقرر کرلیا تو یہ عورت بچہ کی ماں ہی اور دودھ پلائی پر مقرر ہی اگرچہ اسکو عرف مین دائی نہ کہینگے ولیکن مترجم بعد تنبیہ کے کہتا ہی کہ دودھ پلائی خواہ کوئی ہو ترجمہ مین اُسکے واسطے دائی کا لفظ مقرر کیا ہی فاحفظہ۔ قال فے الکتاب اور اجرت معلوم پر دائی کو مقرر کرلینا جائز ہی کذا فے الہدایہ اور جو صورتین غلام کو خدمت کے واسطے اجارہ لینے مین جائز ہین وہ دائی کے اجارہ مین جائز ہین اور جو غلام کی صورت مین باطل ہین وہ دائی کی صورت مین بھی باطل ہین ولیکن امام اعظم رحمہ نے دائی کے اجارہ لینے مین استحسانًا کھانے کپڑے پر اجارہ لینا جائز رکھا ہی اگرچہ کھانا کپڑا موصوف نہو یعنی کیسا کھانا کپڑا دیا جاویگا اور موصوف نہونے کی صورت مین اُسکو درمیانی کھانا کپڑا ملیگا نہ اعلی نہ ادنی۔ اور صاحبین رحمہ نے فرمایا کہ یہ صورت نہین جائز ہی اور دائی کے اجارہ لینے مین مدت مقرر کرنا بالاجماع شرط ہی یہ فتاوی کبرے مین لکھا ہی اگر بچہ کے وارثون نے شرط لگائی کہ ہمارے گھر مین دودھ پلایا کرے تو دائی کو اُنکے یہان سے باہر جانا جائز نہین ہی لیکن مرض وغیرہ کی وجہ سے جاسکتی ہی اور اگر اُن لوگون نے یہ شرط نہ لگائی ہو تو اُنکو یہ اختیار نہین ہی کہ دائی کو اپنے گھر مین روک رکھین بلکہ دائی کو اختیار ہی کہ بچہ کو اپنے گھر لیجاوے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور جو مرض دائی کو ایسا پیدا ہوجاوے کہ اُسکے ہوتے ہوئے دودھ نہین پلاسکتی ہی تو یہ عذر ہی اور وارثون کو اختیار ہی کہ جب وہ بیمار پڑے تو اُسکو نکال دین یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر دائی سے صریح یہ شرط نہ لگائی گئی ولیکن لوگون کا برتاؤ یہی ہی کہ دائیان بچہ کے باپ کے گھر مین دودھ پلایا کرتی ہین تو اس دائی پر یہی کرنا لازم ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر دائی کا کھانا کپڑا عقد اجارہ مین شرط نہ کیا گیا ہو تو اُسکا کھانا کپڑا اُسی پر ہوگا یہ خلاصہ مین ہی اور اگر دائی کے ہاتھ سے بچہ ضائع ہوگیا یا گر کر مرگیا یا بچہ کے زیور و کپڑون مین سے کوئی چیز چوری گئی تو دائی انمین سے کسی چیز کی ضامن نہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ پھر اگر دائی کو درمون پر اجارہ لیا تو درمون کی مقدار و صفت بیان کرنا ضرور ہی یعنی کیا وزن ہی اور کھرے ہین یا کیسے ہین اور اگر کسی کیلی یا وزنی چیز کے عوض اجارہ لیا تو اُسکی قدر و صفت بیان کرنا چاہیے اور اگر کسی کپڑے کے عوض اجارہ لیا تو اس کپڑے مین جسقدر بیع سلم کے شرائط ہین وہی سب یہان شرط ہین یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اجرت مین درم مقرر کیے اور بجاے اُنکے اناج دیا تو بالاجماع جائز ہی اور اگر کپڑا ٹھہرا اور اُسکی جنس و گزون کی تعداد بیان کردی اور ادا کرنے کی میعاد بیان کردی تو بالاجماع جائز ہی اور اگر اناج اجرت مین ٹھہرایا اور مقدار بیان کردی تو بھی جائز ہی اور اسکی ادا کی میعاد بیان کرنا شرط نہین ہی ہان امام اعظم کے نزدیک وہ جگہ جہان اناج ادا کریگا بیان کرنی شرط ہی اور اسمین صاحبین رح نے خلاف کیا ہی یعنی اُنکے نزدیک یہ شرط نہین ہی یہ سراج الوہاج مین ہی اور دائی پر واجب ہی کہ بچہ کی رضاعت سے جو امور متعلق ہین اُنکی درستی مین مستعد رہے یہ محیط سرخسی مین ہی اور دائی پر بچہ کے کپڑے پچھانہ پیشاب سے دھونے

واجب ہین اور میل کچیل سے دھونے واجب نہین ہین یہی اصح ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہے - اور بچہ کو نہلانا اور تیل کنگھی کرنا دائی پر واجب ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - اور دائی پر واجب ہے کہ بچہ کا کھانا درست کردے مثلاً غذا کو چبا کر نرم کردے اور اُسپر واجب ہے کہ کوئی ایسی غذا نہ کھاوے جس سے دودھ بگڑ جاوے اور بچہ کو ضرر پہونچے اور دائی پر یہ بھی واجب ہے کہ بچہ کی غذا پکاوے یہ سراج الوہاج مین ہے - اور اگر بچہ بیمار ہو جاوے تو تیل و ریحان وغیرہ جن سے بچہ کا علاج کیا جاتا ہے وہ اُنکے یعنے اماموں کے ملک کی رواج کے موافق دائی کے ذمہ ہوتے ہین ولیکن ہمارے ملک کے رواج کے موافق بچہ کے والیوں کے ذمہ ہے ہان دائی پر اُسکا کھانا تیار کردینا واجب ہے یہ غایۃ البیان مین ہے - اور اصل یہ ہے کہ جب اجارہ کسی کام کے واسطے قرار پایا تو جسقدر باتین اس کام کے توابع ہین اور اجارہ کے وقت اجیر سے ان سب باتون کے کرنے کی شرط نہین لگائی گئی تو عرف کے موافق جو کام اجیر کو کرنے چاہییے ہین وہ اُسپر واجب ہونگے اور جو نہین وہ نہ واجب ہونگے یہ محیط مین ہے - بچہ کے والدین کا کوئی کام کرنا دائی پر واجب نہین ولیکن اُسکا جی چاہے بخوشی خاطر برادہ احسان کردے اور اُسپر واجب ہے کہ بچہ کو تنہا نہ چھوڑے یہ غیاثیہ مین ہے - اور دائی کو یا اُسکے مقرر کرنے والے کو یہ اختیار نہین ہے کہ بلا عذر اجارہ فسخ کردے اور بچہ کے لیے مقرر کرنے والے کی طرف سے یہ عذر ہو سکتا ہے کہ مثلاً بچہ اُسکا دودھ نہین لیتا یا قے کر دیتا ہے کیونکہ جب یہ حالت ہوگی تو مقصود حاصل نہوگا اسی طرح اگر دائی حاملہ ہو جاوے یا بیمار ہو جاوے یا چوری کرتی ہو یا ایسی چھنال ہو کہ اُسکی بدکاری کُھلی ہو بخلاف اسکے اگر وہ دائی کافرہ ہو تو اس مقصود مین یہ عذر نہین ہے کیونکہ کفر اُسکے اعتقاد مین ہے - اور اگر کسی شخص نے کوئی دائی اجارہ پر مقرر کی (تو یہ سب عذر ہے ۱۲) پھر معلوم ہوا کہ یہ بدکار یا مجنون یا معتوہ ہے تو اُسکو اجارہ فسخ کردینے کا اختیار ہے یہ ظہیریہ مین ہے - اور دائی کی طرف سے یہ عذر ہو سکتا ہے کہ مثلاً ایسی بیماری ہو گئی کہ دودھ نہین پلا سکتی ہے اور اگر پلاوے بھی تو بڑی مشقت سے اور اسی طرح اگر حاملہ ہو جاوے تو بھی عذر ہے یہ ذخیرہ مین ہے - اور اگر بچہ کے گھر والے لوگ دائی کو بُرا بھلا کہکر ایذا دیتے ہون تو روکے جاوینگے اور اگر اُسکے ساتھ بدخلقی کا برتاؤ کرتے ہون تو بھی روکے جاوینگے پس اگر باز رہے تو دائی کو اختیار ہے کہ چھوڑ کر چلی جاوے یہ مبسوط مین ہے - اور اگر وہ عورت دائی گری مین مشہور نہو اور ایسی ہو کہ اس فعل سے اُسپر عیب رکھا جاوے تو اُسکو فسخ اجارہ کا اختیار ہے بخلاف اسکے اگر اس پیشہ مین مشہور ہو تو فسخ نہین کر سکتی ہے ولیکن اگر یہ پہلا اجارہ اُس نے کیا ہو تو اختیار ہے یہ مضمرات مین ہے - اور اگر پہلے دائی گری کی محنت سے واقف نہو پھر جب پڑے تو جانے تو اُسکو فسخ اجارہ کا اختیار ہے یہ غیاثیہ مین ہے - اور اگر وہ عورت ایسی ہو کہ دائی گری سے اُسپر عیب لگایا جاتا ہو تو اُسکے اہل کو اختیار ہے کہ اجارہ فسخ کرا دین کیونکہ اُن لوگون کو ایسے طعنہ سے عار دلائی جاویگی اسی طرح اگر خود اس عورت نے انکار کر دیا تو اجارہ فسخ ہو جائیگا بشرطیکہ ایسی ہو کہ اُسپر اُسکا عیب لگایا جاوے یہ جوہرہ نیرہ مین ہے اور اگر لڑکے نے اس سے الفت کر لی اور اُس سے مانوس ہو گیا اور دوسری دائی کا دودھ مُنھ مین نہین لیتا حالانکہ وہ دائی ایسے خاندان سے ہے کہ دائی گری مین مشہور نہین ہے تو بھی ظاہر الروایۃ کے موافق اُسکو فسخ اجارہ کا اختیار ہے اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ اگر فسخ اجارہ سے لڑکے کے حال پر خوف ہو تو اُسکو فسخ کا اختیار نہین ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اسی روایت پر جو امام ابو یوسف رح سے مروی ہے اعتماد ہے اور امام محمد رح کی تاویل پر اعتماد ہے کہ اگر لڑکے کو قند و مسکہ وغیرہ غذا دیکر کچھ تدبیر نکال سکتے ہون یا کسی حیلہ سے وہ دوسری دائی کا دودھ مُنھ مین لیوے تو اجارہ فسخ ہو سکتا ہے - اور اگر غذا سے کچھ تدبیر نہ چلتی ہو اور نہ کسی حیلہ سے وہ دوسری دائی کا دودھ لیتا ہو تو

امام محمد رحمہ نے بھی یہی حکم دیا ہی جو امام ابو یوسف رحمہ سے مروی ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ محیط مین ہی - اور اگر دائی کا کوئی شوہر[ف۱] ہو اور اُس عورت نے بدون اُسکی اجازت کے دائی گری کا اجارہ کر لیا تو شوہر کو اُسکے فسخ کر دینے کا اختیار ہی اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ شوہر ایسے لوگون مین سے ہو کہ اُسپر یہ عیب لگایا جاوے کہ اسکی جورو دائی ہی - اور اگر عورت کا کوئی خاوند معروف ہو کہ یہ اُسکا شوہر ہی اور عورت نے اپنے آپ بدون اُسکی اجازت کے دائی گری کا اجارہ کر لیا تو شوہر کو فسخ اجارہ کا اختیار ہی خواہ وہ ایسا ہو کہ اُسکو عیب لگایا جاوے یا ایسا نہو اور یہی قول صحیح ہی اور اگر اُسکا خاوند مجہول[ف۲] ہو کہ یہ امر کہ یہ عورت اُسکی جورو ہی فقط اس عورت کے کہنے سے معلوم ہو تو ایسے مجہول شوہر کو اجارہ فسخ کرا دینے کا اختیار نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اگر کسی عورت کا کوئی خاوند معروف ہو اور اُس عورت نے ایک مہینہ کے واسطے دائی گری کر لی پھر مہینہ گذر گیا اور حال یہ ہوا کہ لڑکا اُس سے ایسا مانوس ہو گیا کہ اُسکے سوا دوسری عورت کا دودھ نہین لیتا ہی پس اگر اُس عورت نے شوہر کی بلا اجازت دائی گری کر لی تھی تو شوہر کو اختیار ہی کہ اب اُسکو منع کرے اگرچہ اس سے بچہ کے مرجانے کا خوف ہو - اور اگر اُس نے ایک مہینہ کے واسطے شوہر کی اجازت سے دائی گری کر لی تھی تو شوہر کو اختیار نہین ہی کہ اب اُسکو منع کرے جبکہ حالت یہ ہی کہ لڑکا اُسکے سوا دوسری دائی کا دودھ نہین لیتا ہی اور اُسی پر فتوی ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی - اور عیون مین لکھا ہی کہ اگر شوہر نے اجارہ تسلیم کر لیا اور پھر لڑکے کے والیون نے چاہا کہ شوہر کو دائی یعنے اپنی جورو کے ساتھ وطی کرنے سے منع کرین اس خوف سے کہ اُسکو حمل نرہ جاوے اور اُسکے بچہ کے حق مین ضرر ہو تو اُنکو یہ اختیار اپنے گھر مین ہی کہ دائی کو اُسکے خاوند کے پاس نہ جانے دین اور اگر خاوند نے دائی کو اپنے گھر مین پایا تو اُسکو اختیار ہی کہ دائی کے ساتھ وطی کرے اور اُسوقت دائی کو بھی اختیار نہین ہی کہ اُسکو اپنے ساتھ وطی کرنے سے منع کرے یہ ذخیرہ مین ہی - اور بچہ کے والیون کو اختیار ہی کہ دائی کے اقرباؤن کو اپنے گھر مین ٹھہرنے سے منع کرین یہ ظہیریہ مین ہی - اور بچہ کے والیون کو یہ اختیار ہی کہ دائی کو اپنے اقرباؤن کے دیکھنے جانے یا اقرباؤن کو اُسکے دیکھنے آنے سے ممانعت کرین بشرطیکہ یہ امر لڑکے کے حق مین مضر ہوتا ہو اور اگر مضر نہو تو نہین یہ محیط سرخسی مین ہی - اور دائی کو اختیار نہین ہی کہ بچہ کے والیون کی بلا اجازت اُنکا کھانا کسی شخص کو کھلاوے[ف۳] اور اگر دائی کا کوئی لڑکا اپنی مان کو دیکھنے آیا تو بچہ کے والیون کو اختیار ہی کہ اُس لڑکے کو اپنی مان پاس رہنے سے منع کرین یہ مبسوط مین ہی - اور جو امور ایسے ہین کہ بچہ کے حق مین مضر ہون جیسے دیر تک گھر سے باہر رہنا وغیرہ تو ایسے سب امور سے بچہ کے والیون کو اختیار ہی کہ دائی کو منع کرین اور جو امور بچہ کے حق مین مضر نہین ہین اُنسے ممانعت کا اختیار نہین ہی کیونکہ دائی کو ایسے امور کی ضرورت ہی اور اسقدر وقت و کام عقد اجارہ سے مستثنی ہو جائیگا جیسے اوقات نماز خود ہی مستثنی ہو جاتے ہین اور یہ جو فرمایا کہ بچہ کے حق مین مضر ہون اس سے یہ مراد ہی کہ لامحالہ مضر ہون پس جو امور ایسے ہین کہ اُنمین ضرر کا وہم ہی یقینی نہین ہی تو اُنسے منع نہین کر سکتے ہین یہ محیط مین ہی - اور اگر بچہ یا دائی مر گئی تو اجارہ ٹوٹ جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اصل مین لکھا ہی کہ اگر ایک شخص نے اپنے بچہ کے واسطے دائی مقرر کی پھر وہ شخص مر گیا تو اجارہ نہ ٹوٹیگا اور فقیہ ابو بکر بلخی نے فرمایا کہ باپ کے مرجانے سے اجارہ صرف اُسوقت نہین ٹوٹتا ہی کہ جب بچہ کا کچھ مال موجود ہو اور اگر کچھ مال نہو تو باپ کے مرجانے سے ٹوٹ جاتا ہی اور بعض مشائخ نے کہا کہ دونون حالتون مین باپ کے مرنے سے اجارہ باطل نہین ہوتا ہی اور کتاب الاصل مین امام محمد رحمہ کا مطلقاً حکم دینا بھی اسی امر پر دلالت

ف۱ قولہ شوہر ہو [illegible] شوہر [illegible] ثابت [illegible] کیا جاوے ۱۲ م

ف۲ قولہ مجہول [illegible] عورت [illegible] معلوم [illegible] شوہر [illegible] معروف [illegible] ۱۲ م

ف۳ قولہ کھلاوے [illegible] کھانا [illegible] نہین [illegible] سکتی ۱۲ م

کرتا ہی - پھر امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ دائی کی اجرت بچہ کی میراث سے ملیگی اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہی کہ باپ کے مرنے کے بعد آیندہ جو اجرت چڑھی ہی وہ بچہ کی میراث سے ملیگی اور جو اجرت باپ کی حین حیات مین واجب ہو چکی ہی وہ تمام ترکہ مین سے دلائی جائیگی - اور بعض نے کہا کہ سب اجرت بچہ کی میراث ہی سے ملیگی اور یہی صحیح ہی اور نوازل مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے اپنے بچہ کے دودھ پلانے کے واسطے دائی مقرر کی اور جب اُس نے چند مہینہ دودھ پلایا تو اُس بچہ کا باپ مرگیا پھر بچہ کی پھوپھی نے اُس دائی سے کہا کہ تو اسکو دودھ پلایا کر اور ہم تجھے اجرت دیدینگے پھر اُس نے چھ مہینہ دودھ پلایا پس اگر جسوقت باپ نے دائی مقرر کی ہی اُسوقت بچہ کا کچھ مال نہو تو جس روز سے باپ مرا ہی اُس روز سے دائی کی اجرت پھوپھی کے ذمہ ہوگی پھر دیکھا جائیگا کہ اگر اسکی پھوپھی بچہ کی وصیہ بھی ہو تو بچہ کے مال سے واپس لے لیگی ورنہ واپس نہین لے سکتی ہی اور اگر ایسا ہو کہ جسوقت باپ نے دائی مقرر کی ہی اسوقت بچہ کا کچھ مال موجود ہو تو پوری اجرت بچہ کے مال سے دلائی جائیگی یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر ایسا ہو کہ جسوقت باپ نے دائی مقرر کی ہی اُسوقت بچہ کا کچھ مال نہو پھر اُسکو کچھ مال ملگیا تو ظہیریہ مین لکھا ہی کہ میرے والد رحمہ سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا تھا اُنھون نے فرمایا کہ بعض نے کہا ہی کہ گذشتہ ماہ کی اجرت باپ پر ہوگی اور آیندہ کی اجرت بچہ کے مال سے ملیگی کذا فی الظہیریہ - اور اگر ایک شخص نے دائی مقرر کی کہ اُسکے دو بچون کو دودھ پلاتی تھی پھر ایک بچہ مرگیا تو آدھی اجرت اُسکے ذمہ سے کم کردیجائیگی اور ان بچون کے باپ کو یہ اختیار نہوگا کہ کسی دوسرے بچہ کو بجائے مردہ بچہ کے مقرر کردے یہ محیط مین ہی - اگر دو دائیون کو مقرر کیا کہ دونون ایک ہی بچہ کو دودھ پلائین تو جائز ہی اور جو اجرت ہی وہ دونون دائیون کے دودھ پر تقسیم کردیجائیگی اور ہر ایک کو نصف نصف ملیگی بشرطیکہ دونون کے دودھ مین کچھ تفاوت نہو اور اگر تفاوت ہو تو اسی حساب سے تقسیم ہوگی پھر اگر دونون دائیون مین سے ایک مرگئی تو صرف اُسی کا عقد اجارہ باطل ہوگیا کیونکہ معقود علیہ کا یعنے دودھ دینا جاتا رہا اور دوسری دائی کو اُسکا حصہ اجرت ملیگا یہ مبسوط مین ہی - اور دائی کو اختیار نہین ہی کہ کسی دوسرے بچہ لیکر پہلے بچہ کے ساتھ دودھ پلاوے اور اگر اُس نے ایسا کیا تو بُرا کیا اور گنہگار ہوئی بشرطیکہ پہلے بچہ کو اُس نے ضرر پہونچایا ہو کذا فی البدائع اور دائی کو اس صورت مین دونون فریق سے پوری اجرت ملیگی اور اسمین سے کچھ صدقہ نہ کرے کذا فی خزانۃ المفتین اور تمام اجرت اُسکو حلال ہوگی اور پہلے اجارہ کی اجرت مین سے کچھ کم نکیا جائیگا کیونکہ جو مدت شرط کی تھی اُس تمام مدت مین اُس نے مستاجر کے بچہ کو دودھ پلایا ہی اور جتنے دنون دائی دودھ پلانے سے بچھڑ رہے اور ناغہ کرے وہ دن کاٹ لیے جاوینگے یہ قنیہ مین ہی - اور اگر دائی نے بچہ اپنی باندی کو دیدیا اُس نے دودھ پلایا تو دائی کو پوری اجرت ملیگی اور یہ استحسان ہی اور اگر دائی سے یہ شرط لگائی گئی کہ خود ہی دودھ پلاوے پھر اُس نے اپنی باندی کو دودھ پلانے کے واسطے دیدیا تو صحیح یہ ہی کہ کچھ اجرت کی مستحق نہوگی کذا فی الذخیرہ اور اوجہ یہ ہی کہ اجرت کی مستحق ہوگی یہ فتاوی صغرے مین ہی اور اگر دائی نے ایک سال خود دودھ پلایا اور پھر اُسکا دودھ خشک ہوگیا پھر باقی ایک سال تک اُسکی باندی نے دودھ پلایا تو دائی کو پوری اجرت ملیگی - اسی طرح اگر خود دائی اور اُسکی باندی دودھ پلاتی ہو تو بھی دائی کو پوری اجرت ملیگی اور باندی کو کچھ اجرت نملیگی - اور اگر دائی کا دودھ خشک ہوگیا اور اُس نے کوئی دوسری دائی اپنی طرف سے مقرر کرلی تو دوسری دائی کی اجرت جو ٹھہری ہی وہ پہلی دائی کے ذمہ ہوگی اور پہلی دائی کی جو اجرت ٹھہری ہی وہ پوری ملیگی یہ حکم استحسانا ہی اور قیاسا اُسکو کچھ اجرت نملنی چاہیے پھر دوسری دائی کی اجرت دیدینے کے بعد جو کچھ اجرت پہلی دائی کو بچ رہی ہی وہ صدقہ کردے یہ مبسوط مین ہی

(ا) یعنے اس قدر ضرر دائی کی اس صحبت سے بچہ کے حق مین ضرر پہونچا ہو ۱۲

اور اگر دائی نے بچہ کو بکری کا دودھ پلا کر یا غذا کھلا کر مدت اجارہ تمام کردی تو کچھ اجرت نہ ملیگی اور اگر اس صورت مین دائی نے انکار کیا کہ مین نے اسکو بکری وغیرہ کسی جانور کا دودھ نہین پلایا بلکہ اپنا دودھ پلایا ہی تو استحسانا قسم کے ساتھ اسی کا قول قبول ہوگا اور اگر بچہ کے والیون نے اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے اور دعوی ثابت ہوگیا تو دائی کو کچھ اجرت نہ ملیگی اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اس مسئلہ مین گواہون کی گواہی سے یہ مراد ہی کہ اس طرح گواہی دین کہ دائی نے اس بچہ کو بکری وغیرہ کا دودھ پلایا ہی اور اپنا دودھ نہین پلایا ہی اور اگر صرف اسی قدر گواہی دی کہ اُس نے اپنا دودھ نہین پلایا ہی تو گواہی مقبول نہوگی کیونکہ بالقصد یہ گواہی نفی پر قائم ہی بخلاف پہلی صورت کے کہ اسمین اثبات کے ضمن مین نفی داخل ہوگئی ہی - اور اگر دونون نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے تو بھی دائی کے گواہ قبول ہونگے یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر باپ نے بچہ کی ماں کو اُس بچہ کے دودھ پلانے کے واسطے اجرت پر مقرر کیا پس اگر نکاح قائم ہونے کی حالت مین اپنے مال سے مقرر کیا ہی تو جائز نہین ہی اور جیسا خود اُسکا اجارہ پر لینا نہین جائز ویسا ہی اسکی باندی یا مدبرہ باندی کا اجارہ لینا بھی نہین جائز ہی اور اگر اُسکی مکاتبہ باندی کو اجارہ پر مقرر کیا تو جائز ہی - اور اگر بچہ کی ماں کو حالت نکاح مین بچہ کے مال سے اجارہ پر مقرر کیا تو ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ یہ جائز ہی - اور یہ سب اُس صورت مین ہی کہ جب نکاح قائم ہو - اور اگر بعد طلاق کے اجارہ پر مقرر کیا پس اگر طلاق رجعی ہو تو جائز نہین ہی اور اگر طلاق بائن ہو تو ظاہر الروایہ کے موافق جائز ہی - اور یہ سب اُس صورت مین ہی کہ باپ نے اُس بچہ کے واسطے مقرر کیا ہو جو اسی جورو سے پیدا ہوا ہی اور اگر کسی دوسری جورو سے پیدا ہوئے بچہ کے واسطے اُسکو دائی مقرر کیا تو جائز ہی یہ محیط مین ہی - اور اگر مطلقہ کو عدت گذرنے کے بعد اسی بچہ کے دودھ پلانے کے واسطے مقرر کیا جو اُس جورو مطلقہ سے پیدا ہوا ہی تو جائز ہی پھر اگر اُسکے بعد اُس عورت سے نکاح کرلیا اور ہنوز اجارہ کی مدت نہین گذری ہی تو میرے والد رح نے فرمایا کہ اس مسئلہ کی کوئی روایت نہین ہی اور مین نے امام ظہیر الدین مرغینانی رح سے دریافت کیا تھا اُنھون نے فرمایا کہ اجارہ باطل نہوگا یہ ظہیریہ مین ہی - اور اگر کسی شخص نے اپنی ماں یا بیٹی یا بہن کو اپنے بچہ کے دودھ پلانے کے واسطے دائی مقرر کیا تو جائز ہی اور اُسپر اجرت واجب ہوگی اور اسی طرح جو عورت اس مرد کی ذات رحم محرم ہو اُسکا بھی حکم ہی یہ مبسوط مین ہی - اگر کوئی شخص لقیط بچہ اُٹھا لایا اور اُسکے واسطے کوئی دائی مقرر کردی تو دائی کی اجرت اسی شخص پر واجب ہوگی اور اُس نے اس کام مین احسان اور نیکی کی - اور منتقی مین لکھا ہی کہ اگر کسی شخص نے اپنی ایسی باندی کو جس سے اسکا کوئی بچہ پیدا ہوا ہی اُس بچہ کے دودھ پلانے کے واسطے بچہ ہی کے مال سے اجرت پر مقرر کیا تو جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور یتیم کا دودھ پلانا اور پالنا اُسی شخص پر واجب ہی کہ جسپر اُس یتیم کا نان نفقہ واجب ہی - اور اگر اُس یتیم کا کوئی وارث نہو اور نہ کسی شخص نے نیک کام سمجھکر اُسکے دودھ پلانے اور پالنے مین کچھ دستگیری کی تو اُسکا دودھ پلا کر پالنا بیت المال پر ہی یعنے دائی کی اجرت بیت المال سے دلائی جائیگی - اور اگر باپ نے اپنے بچہ کے واسطے کوئی دائی مقرر کی اور بچہ کی ماں نے بچہ کے سپرد کردینے سے انکار کیا اور کہا کہ وہ دائی میرے پاس دودھ پلایا کرے تو بعض نے فرمایا کہ باپ کو چاہیے کہ ایسی دائی مقرر کرے جو اُسکی ماں کے پاس ہی دودھ پلادے یہ سراج الوہاج مین ہی فتاوای اہل سمرقند مین ہی کہ اگر کوئی دائی ایک سال دودھ پلانے کے واسطے سو درہم پر اس شرط سے مقرر کی کہ اگر سال سے پہلے بچہ مرگیا تو بھی سب درہم دائی کو دیے جاوینگے تو یہ شرط ایسی ہی کہ جس سے عقد اجارہ فاسد ہوتا ہی پھر اگر وہ بچہ سال گذرنے سے پہلے مرگیا تو دائی کو بقدر اُسکے دودھ پلانے کے اجر المثل ملیگا اور باقی سب مستاجر کو واپس

کردے یہ ذخیرہ میں ہی - ایک شخص نے سال بھر کے واسطے سو درم پر ایک دائی اس شرط سے مقرر کی کہ تمام اجرت پہلے مہینہ کے مقابلہ میں ہو اور بعد اُسکے آخر سال تک بلا اجرت دودھ پلانا شمار کیا جاوے پھر اُس نے ڈھائی مہینے دودھ پلایا تھا کہ وہ بچہ مر گیا تو مشایخ نے فرمایا کہ تمام اجرت اسقدر میعاد کی اجر المثل کے حساب سے تقسیم کر کے اُسکو دیدی جائیگی اور باقی اجرت مستاجر کو واپس کردے یہ ذخیرہ میں ہی - ایک شخص نے سال بھر کے واسطے سو درم پر ایک دائی اس شرط سے مقرر کی کہ تمام اجرت پہلے مہینہ کے مقابل ہو اور اُسکے بعد سے آخر سال تک دودھ پلانا بلا اجرت ہی پھر اُس نے ڈھائی مہینے دودھ پلایا تھا کہ بچہ مر گیا تو مشایخ نے فرمایا کہ اُسکا اجر المثل ایک سال کا بارہ مہینے پر تقسیم کیا جاوے پس جو کچھ اسقدر میعاد کے پڑتے میں پڑے وہ دائی کو دیا جاوے اور باقی اجرت واپس کرکے مستاجر کو دیگی اسواسطے کہ یہ اجارہ فاسد ہی پس دائی کو اجر المثل دیا جائیگا ولیکن جو مقدار اجرت بیان کردی گئی ہی اُس سے زیادہ ہونا چاہیے یہ فتاوے قاضی خان میں ہی - اور جو باندی ماذونہ ہو یعنے اُسکو تصرفات کی اجازت دی گئی ہی اُسکو اختیار ہی کہ اپنی ذات کو دائی گری کے واسطے اجارہ میں دیوے اسی طرح مکاتبہ کو بھی اپنی ذات اور اپنی باندی کی ذات کو دائی گری کے واسطے اجارہ دینے کا اختیار ہی کیونکہ یہ بھی مال حاصل کرنے کا طریقہ ہی اور باندی اُسکی ذاتی ہی - اسی طرح مکاتب اور غلام ماذون کو یہ اختیار ہی کہ مولی کو اپنی ذات اجارہ پر دیویں پھر اگر مکاتب عاجز ہو گیا تو امام محمد رح کے نزدیک اجارہ ٹوٹ جاویگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک نہ ٹوٹیگا - اور اگر کسی مکاتبہ نے کوئی دائی اجارہ پر لی پھر مال کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو گئی تو اجارہ ٹوٹ جائیگا یہ غیاثیہ میں لکھا ہی - اور مسلمان عورت کو کافر کے بچہ کو اجرت پر دودھ پلانے میں کچھ ڈر نہیں ہی یہ فتاوی قاضی خان میں ہی - اور مسلمان کو بھی کچھ ڈر نہیں ہی کہ کافرہ دائی کو یا ایسی عورت کو جو حرام سے بچہ جنی ہو اپنے بچہ کو دودھ پلانے کے واسطے مقرر کرے یہ مبسوط میں ہی - اگر کسی بکری کو اسواسطے کرایہ لیا کہ کسی بکری کے بچہ یا آدمی کے بچہ کو دودھ پلاوے تو جائز نہیں ہی یہ سراج الوہاج میں ہی

گیارھوان باب

خدمت کے واسطے اجارہ لینے کے بیان میں ہمارے علما نے کہا ہی کہ ہر شخص کے حق میں یہ بات مکروہ ہی کہ آزاد عورت یا باندی کو خدمت کے واسطے اجارہ پر مقرر کرے اور خلوت میں اُس سے خدمت لے کیونکہ اجنبی عورت کے ساتھ خلوت کرنا شرعًا ممنوع ہی یہ ظہیریہ میں ہی - ایک آزاد عورت نے عیال دار آدمی کی خدمتگاری میں نوکری کر لی تو جائز ہی اور اُس شخص کو اُس عورت کے ساتھ خلوت کرنا یعنے خلوت میں اُس سے خدمت لینا مکروہ ہی اور امام فخر الدین قاضی خان نے فرمایا کہ یہ مسئلہ اُس حکم کی تاویل ہی جو اصل میں مذکور ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ کبری میں ہی اور امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے اپنی جورو کو کچھ ماہواری پر خدمت کے واسطے اجارہ لیا تو جائز نہیں ہی جیسا کہ اگر گھر کے کاموں میں سے کسی کام کے واسطے مثل روٹی یا ہانڈی پکانے یا جو بچہ اُس جورو سے پیدا ہوا ہی اُسکے دودھ پلانے وغیرہ کے واسطے اجارہ لیا تو جائز نہیں ہی - اور اگر کسی ایسی خدمت کے واسطے اجارہ لیا جو گھر کے کاموں کی جنس سے نہیں ہی جیسے اپنے بیاور چرانے وغیرہ تو یہ جائز ہی کیونکہ یہ کام اُسپر واجب نہیں ہی یہ محیط میں ہی - اور اگر جورو کسی کی باندی ہو تو جائز ہی یہ خلاصہ میں ہی - اور ہمیریہ میں ہی کہ اگر اپنی جورو کو روٹی پکانے کے واسطے اجارہ لیا پس اگر کھانے کی روٹی پکانے کے واسطے مقرر کیا تو جائز نہیں ہی اور اگر فروخت کرنے کی روٹی پکانے کے واسطے مقرر کیا تو جائز ہی یہ تاتارخانیہ میں ہی - اور اگر جورو نے اپنے شوہر کو خدمت یا بکریاں چرانے کے واسطے اجارہ پر مقرر کیا تو جائز ہی اور شوہر کو اختیار ہوگا کہ اجارہ فسخ کردے اور جورو کی خدمت نہ کرے یہ ظاہر الروایۃ کے

موافق ہی اور ابن سماعہ نے ابوعصمہ سعد بن معاذ المروزی کے واسطہ سے امام اعظم رحمہ سے روایت کی ہو کہ ایسا اجارہ باطل ہی اور ایسا ہی حاکم شہید رحمہ نے اپنی مختصر میں ذکر فرمایا ہی اور ظاہر الروایۃ کے حکم کی وجہ یہ ہو کہ شوہر پر جورو کی خدمت کرنے کا استحقاق نہیں ہی اور شوہر اپنے منافع کا خود مالک ہی پس اُسکو اختیار ہو کہ اجارہ پر دیدے - اور اگر شوہر نے اجارہ نہ توڑا اور جورو کی خدمت کی تو اجرت کا مستحق ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہی - اور اسی پر فتوی ہی یہ جواہر اخلاطی میں ہی اور اگر کسی شخص نے اپنے والدین کو خدمت کے واسطے اجارہ پر مقرر کیا تو ناجائز ہی خواہ اُسکے والدین آزاد ہوں یا کسی شخص کے غلام ہوں یا دونوں کافر ہوں اور باوجود اسکے اگر باپ نے خدمت کی تو اُسکو اجرت مثل ملیگی اور اگر مقررہ اجرت سے اجر المثل کم ہو تو کم نہ کیجائیگی یہ محیط سرخسی میں ہی - اور اگر اپنے دادا یا دادی کو خدمت کے واسطے اجرت پر مقرر کیا تو ناجائز ہی اور اگر باوجود اسکے اُس نے خدمت کی تو جو کچھ ٹھہرا ہی وہ دیا جائیگا خواہ اُس صورت میں پوتا یعنے مستاجر آزاد ہو یا غلام مسلمان ہو یا کافر یہ محیط میں ہی - اور اگر کسی مرد نے اپنے بیٹے یا عورت نے اپنے بیٹے کو اسواسطے اجیر مقرر کیا کہ عورت کے گھر میں یعنے اپنی ماں کے گھر میں خدمت کیا کرے تو جائز نہیں اور نہ اجرت واجب ہوگی اگر اُس نے خدمت کی ولیکن آزاد یا مکاتب ہو تو ہو سکتا ہی یہ خلاصہ میں ہی - اور اگر بیٹا آزاد ہو اور اُس نے ماں باپ میں سے کسی کو اسواسطے اجیر مقرر کیا کہ میری بکریاں چرا دے یا سوائے خدمت کے کسی دوسرے کام کے واسطے اجیر مقرر کیا تو یہ جائز ہی یہ ذخیرہ میں ہی - اور فتاوے میں لکھا ہی کہ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ میرے پاؤں داب دے اس شرط سے کہ تجھکو ہزار درم دونگی پس شوہر نے اُسکے پاؤں دابے یہانتک کہ عورت نے کہا کہ بس اب اس سے زیادہ میں نہیں چاہتی ہوں تو یہ اجارہ باطل ہی اور یہ حکم ابوعصمہ کی روایت کے موافق اور ظاہر الروایۃ کے مخالف ہی یہ تاتارخانیہ میں ہی - اور بھائیوں اور باقی اہل قرابت میں ہر ایک دوسرے کو خدمت کے واسطے اجارہ پر مقرر کر سکتا ہی اور جائز ہی اور ہمارے بعض مشایخ نے فرمایا کہ اگر کسی نے اپنی پھوپھی یا بڑے میں کے چچا یا بڑے بھائی کو خدمت کے واسطے اجیر مقرر کیا تو جائز نہیں ہی یہ محیط سرخسی میں ہی - اور اگر مسلمان نے کسی کافر کی خدمت کے واسطے نوکری کر لی تو جائز ہی مگر مکروہ ہی اور امام فضلی رحمہ نے فرمایا کہ خدمت یا ایسی چیزوں کے واسطے جنمیں ذلت ہی مسلمان کو کافر کی نوکری جائز نہیں ہی بخلاف زراعت اور سینچنے وغیرہ کی نوکریوں کے کہ یہ جائز ہیں یہ خلاصہ میں ہی - اگر کسی غلام کو اس محرم و صفر دو مہینوں معلومہ کے واسطے ایک ماہ بحساب چار درم اور دوسرا بحساب پانچ درم کے اجیر مقرر کیا تو جائز ہی اور پہلا مہینہ چار درم کا رکھا جائیگا حتی کہ اگر اُس نے صرف پہلے مہینہ کام کیا پھر دوسرے مہینہ کام نہ کیا تو چار درم کا مستحق ہوگا اور اگر فقط دوسرے مہینہ میں کام کیا تو پانچ درم کا مستحق ہوگا یہ شرح جامع صغیر حسام الدین میں ہی - اور اگر تین مہینہ کے واسطے اجارہ لیا دو مہینہ ایکدرم میں اور ایک مہینہ پانچ درم میں تو پہلے دو مہینہ ایکدرم میں قرار دیے جاوینگے یہ مبسوط میں لکھا ہی - اور اگر کسی شخص نے کوئی غلام خدمت کے واسطے اجیر مقرر کیا تو اُسکو اپنے ساتھ سفر میں نہیں لیجا سکتا ہی ولیکن اگر شرط کر لے تو جائز ہی اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ اُس نے شہر میں نوکر رکھا ہو اور سفر کے قصد میں نہ ہو اور اگر سفر کی تیاری میں ہو تو اسمیں مشایخ کا اختلاف ہی اور اگر وہ شخص مسافر ہو اور اُس نے نوکر رکھا تو اُسکو سفر میں لیجا سکتا ہی یہ جوہرۃ النیرہ میں ہی - اگر کوئی غلام کوفہ میں نوکر رکھا تاکہ اُس سے خدمت لے اور خدمت لینے کے واسطے کوئی مقام معین نہیں کیا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ کوفہ میں اُس سے خدمت لے اور باہر کوفہ سے خدمت لینے کا اختیار نہیں ہی کیونکہ کوفہ میں خدمت لینا دلالت حال سے ثابت ہی تو مثل صریح ثابت

ہونے کے قرار دیا جاویگا پس اگر مستاجر اُسکو سفر میں لے گیا تو ضامن ہوگا اور ایسا ہی امام محمد رح نے کتاب الاصل کے اجارات میں مسئلہ بیان کیا ہی کہ اگر کسی شخص نے ایک مکان کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اپنا غلام ایک سال تک خدمت کے واسطے دیکر صلح کر لی تو مدعی کو اختیار ہی کہ غلام اپنے اہل کے پاس لیجاوے اور شمس الائمہ حلوائی نے شرح کتاب الصلح میں لکھا کہ اپنے اہل کے پاس لیجانے سے یہ مراد نہیں ہی کہ غلام کو مسافت سفر میں لیجاوے صرف یہ ہوسکتا ہی کہ گانون یا فناے شہر میں لیجاوے اور شمس الائمہ سرخسی اجارہ اور صلح میں فرق کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ صلح کی صورت میں مدعی کو لیجانے کا اختیار ہی کہ غلام کو سفر میں لیجاوے اور مستاجر کو سفر میں لیجانے کا اختیار نہیں ہی یہ محیط میں ہی- اور امام محمد رح نے فرمایا کہ مستاجر کو غلام کے مارنے کا اختیار نہیں ہی یہ ظہیریہ میں ہی- اگر مستاجر نے غلام کو اجرت دیدی حالانکہ غلام ہی نے عقد اجارہ قرار دیا تھا تو اجرت سے بری ہو گیا اور اگر غلام نے عقد اجارہ نہ ٹھہرایا ہو تو بری نہوگا اگرچہ اجرت دینا ایسے شخص کے ہاتھ میں واقع ہوا کہ حکماً اُسکا ہاتھ مثل مولی کے ہاتھ کے ہی یہ ذخیرہ میں ہی- اور مستاجر کو اختیار ہی کہ غلام سے گھر کی ہر طرح کی خدمت لے اور حکم کرے کہ میرا کپڑا دھووے اور سیدے اور آٹا گوندھکر روٹی پکادے اگر غلام اسکو اچھی طرح کر سکتا ہو اور ٹٹو کو چارہ دیدے اور چھت پر سے متاع نیچے لاوے اور اوپر لیجاوے اور بکری دوہ دے اور کنوین سے پانی بھر لاوے اور یہ اختیار نہیں کہ اُسکو درزی گری یا کسی دوسرے پیشہ کے واسطے ٹھہراوے اگرچہ وہ اس کام کو خوب جانتا ہو اور مستاجر پر اُسکا کھانا دینا واجب نہیں ہی ولیکن اگر احسان کرکے دیدے تو خیر یا وہان ایسا ہی رواج ہوگا تو دیگا- اور مستاجر کو اختیار ہی کہ اسکو اپنے مہمانون کی خدمت کے واسطے حکم دے اور یہ بھی اختیار ہی کہ کسی دوسرے شخص کو خدمت کے واسطے اجرت مثل پر دیدے- اور اگر مستاجر نے نکاح کیا تو اُجیر سے کہہ سکتا ہی کہ میری اور میرے اہل وعیال کی خدمت کرے اسی طرح اگر عورت نے اجارہ پر لیا ہو اور اُس سے کسی نے نکاح کیا تو عورت بھی غلام کو حکم دے سکتی ہی کہ میری اور میرے شوہر کی خدمت کرے یہ مبسوط میں ہی- منتقی میں بروایت ابراہیم رح امام محمد رح سے مروی ہی کہ ایک شخص نے اپنا غلام ایک سال کے واسطے اجارہ دیا پھر غلام نے گواہ قائم کیے کہ مالک نے اجارہ دینے سے پہلے مجھے آزاد کر دیا ہی تو اجرت غلام کو ملیگی اور اگر غلام نے کہا کہ میں آزاد ہون اور میں نے اجارہ فسخ کر دیا اور اُسکے پاس گواہ نہ تھے اور قاضی نے وہ غلام مالک کو دیدیا اس نے اجارہ کا کام کرنے کے واسطے غلام پر جبر کیا پھر غلام نے گواہ سنائے کہ میں آزاد ہون اور مولی نے مجھے اجارہ دینے سے پہلے آزاد کر دیا ہی تو نہ اجرت غلام کو ملیگی نہ مولی کو- اور اگر غلام نے یہ نہ کہا ہو کہ میں نے اجارہ فسخ کر دیا تو اجرت غلام کو ملیگی اور اگر غلام نابالغ ہو اور اُس نے عتق کا دعوی کیا اور مولی اسکو اجارہ پر دے چکا ہی اور اُس نے کہا کہ میں نے اجارہ فسخ کر دیا پھر اُس نے کام کیا اور باقی مسئلہ بحالہ ہی تو اجرت غلام کو ملیگی اور یہ بمنزلہ ایسے لقیط کے ہی جو کسی شخص کی پرورش میں تھا اور اُس شخص نے اُسکو اجارہ پر دیدیا یہ ذخیرہ میں ہی- اگر ایک سال کے واسطے اپنا غلام اجارہ پر دیا پھر جب چھ مہینے گذر گئے تو اُسکو آزاد کر دیا تو غلام کو اختیار ہی چاہے اجارہ پورا کر دے یا توڑ دے پس اگر اُسنے فسخ کر دیا تو مابقی کا عقد فسخ ہو گیا اور مابقی کی اجرت مستاجر کے ذمہ سے ساقط ہو گئی اور گذشتہ مدت کی اجرت مولی کو ملیگی کذا فی البدائع اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ غلام پر قرضہ نہو اور اگر قرضہ ہو تو اجرت میں سے قرضخواہون کا قرضہ ادا کرکے جو باقی بچے وہ مولی کو ملیگا یہ غیاثیہ میں ہی اور اگر اُس نے اجارہ کی اجازت دیدی اور پورا کر دیا تو وقت آزادی سے آخر سال تک کی اجرت غلام کو ملیگی اور جب غلام نے اجارہ پورا کر دینا اختیار کیا تو پھر اُسکو اجارہ توڑنے کا اختیار نہوگا- اور تمام مال اجارہ پر قبضہ کرنے کا حق مولی کو حاصل ہوگا اور غلام کو

ف قولہ ولو دیوے یہ اس ملک کا رواج تھا اور جہاں ایسا کہیں نہیں ہے اور حق مستاجر ہو رواج ... ف قولہ اجرت مثل پر دیدے ... غلام اجارہ پر ... اور یہ بھی ہے ... رواج کے خلاف ...

اجرت وصول کرنے کا استحقاق نہوگا ولیکن مولی کی طرف سے وکیل ہوکر وصول کرسکتا ہی - اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ مستاجر نے تعجیل کے ساتھ اجرت ادا نہ کردی ہوا ور نہ تعجیل کے ساتھ ادا کرنے کی شرط مولی نے لگائی ہو - اور اگر تعجیل کے ساتھ مستاجر نے پیشگی ادا کردی یا اجارہ میں تعجیل کی شرط تھی اور غلام آزاد ہوا اور اُس نے اجارہ پورا کردینا اختیار کیا تو تمام اجرت مولی کو ملیگی - اور اگر غلام نے اجارہ فسخ کردینا اختیار کیا تو مولی آدھی اجرت مستاجر کو واپس کریگا خواہ مولی نے خود ہی غلام کو اجارہ پر دیا ہو یا غلام کو اُس نے اجازت دی ہو کہ اپنے تئیں سال بھر کے واسطے اجارہ پر دیدے اور پھر چھ مہینہ بعد مولی نے آزاد کیا ہو ولیکن اجرت وصول کرنے کا استحقاق اس صورت میں غلام کو حاصل ہوگا - اور اگر غلام محجور ہوا اور اُس نے اپنے تئیں بدون اجازت مولی کے کسی کو اجارہ پر دیدیا اور بیچ مدت میں مولی نے اُسکو آزاد کردیا تو غلام کو اختیار نہوگا یہ بدائع میں ہی - اور اگر غلام نے بدون اجازت مولی کے اپنے تئیں اجارہ پر دیدیا پس اگر کام کرنے میں صحیح سالم بچ رہا تو صحیح ہی اور اجرت واجب ہوگی اور غلام کا وصول کرنا بھی صحیح ہی اور مستاجر کو اختیار نہوگا کہ غلام سے اجرت واپس لے اور اگر غلام اس عرصہ میں آزاد ہوجاوے تو اُسکو فسخ اجارہ کا اختیار نہوگا کیونکہ اُس نے خود ہی اجارہ کرلیا ہی اور جو اجرت بعد عتق کے واجب ہو وہ باتفاق الروایات غلام ہی کی ہوگی - اور اگر کام کرنے میں مرگیا قبل اسکے کہ آزاد کیا جاوے تو اجارہ صحیح نہیں ہی اور مستاجر کو اُسکی قیمت کی اُٹھ مولی کو دینی پڑیگی اور اجرت کچھ نہ ملیگی یہ غیاثیہ میں ہی - ایک شخص نے ایک غلام ایک ماہ کے واسطے اجارہ لیا اور اُسپر قبضہ کرلیا پھر آخر مہینہ آگیا اور حال یہ ہی کہ غلام بھاگا ہوا ہی یا مریض ہی پس مستاجر نے کہا کہ قبضہ کرنے کے وقت سے بھاگا ہوا یا بیمار ہی اور مولی نے کہا کہ نہیں ایسا نہیں ہی بلکہ اس سے کچھ دیر پہلے سے ایسا واقع ہوا تو مستاجر کا قول مقبول ہوگا اور اگر اس جھگڑے کے وقت وہ غلام بھاگا ہوا یا مریض نہو تو مولی کا قول قبول ہوگا یہ تمرتاشی میں ہی - ایک شخص نے ایک غلام کو غصب کرلیا اور اُس غلام نے اپنے تئیں اجرت پر دیدیا اور کام کرنے میں مرنے سے بچ گیا تو اجارہ صحیح ہی اور بالاجماع غلام کو اجرت وصول کرنا جائز ہی پس اگر غلام نے اجرت وصول کی اور غاصب نے اُس سے چھین کر کھالی تو اُسپر ضمان نہ آویگی اور صاحبین نے فرمایا کہ غاصب اسکا ضامن ہوگا اور اگر مولی نے وہ اجرت بعینہ قائم پائی تو بالاجماع غاصب سے لے لیگا یہ جامع صغیر میں ہی - مکاتب نے اگر کوئی غلام اجارہ پر دیا پھر خود مال کتابت ادا کرنے سے عاجز ہوگیا تو اجارہ امام محمد رح کے نزدیک ٹوٹ جائیگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک نہ ٹوٹیگا - اور اگر مکاتب نے کوئی غلام اجارہ لیا پھر خود عاجز ہوگیا تو بالاتفاق اجارہ ٹوٹ جائیگا اور اگر مکاتب نے مال کتابت ادا کردیا اور آزاد ہوگیا تو بالاتفاق اجارہ باقی رہیگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہی - اگر کسی شخص نے ایک غلام اجارہ پر دیا اور وہ غلام بعد اُسکے استحقاق میں لیا گیا یعنی کسی شخص نے اپنا استحقاق ملک غلام پر ثابت کیا اور پھر مستحق نے اجارہ کی اجازت دیدی پس اگر یہ اجازت تمام منفعت حاصل کرنے سے پہلے واقع ہوئی تو جائز ہی اور تمام اجرت بھی مستحق کو ملیگی - اور اگر منفعت حاصل کرلینے کے بعد اُس نے اجازت دی تو اُسکا اعتبار نہوگا اور تمام اجرت غاصب کو ملیگی - اور اگر کچھ مدت باقی رہنے پر اُس نے اجازت دی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک گذشتہ مدت اور باقی مدت سب کی اجرت مالک کو ملیگی یعنی مستحق کو ملیگی اور امام محمد رح کے نزدیک گذشتہ مدت کی اجرت غاصب کو اور باقی کی اجرت مالک کو ملیگی یہ ظہیریہ میں ہی - باپ یا حقیقی دادا یا ان دونوں کے وصی نے اگر نابالغ کو کسی ایسے کام کے

قولہ اسکا ضامن یعنی اجرت کا ضامن غاصب غلام سے ... [illegible]

واسطے جسکو نابالغ کر سکتا ہی اجارہ پر دیدیا تو جائز ہی اور باپ کے ہوتے ہوئے دادا کو اختیار نہیں ہی اور باپ کا وصی بھی دادا پر
مقدم ہی اور اگر نابالغ کا باپ یا حقیقی دادا یا اُن دونون کا وصی موجود نہو اور نابالغ کو کسی ذی رحم محرم نے اجارہ پر دیا حالانکہ یہ اُسکی
گود مین پرورش پاتا ہی تو جائز ہی اور اگر نابالغ جس ذی رحم محرم کی گود مین پرورش پاتا ہی اُسکے سوا دوسرے ذی رحم محرم نے
جو پہلے ذی رحم محرم سے زیادہ قریب ہی اجارہ پر دیا مثلاً نابالغ اپنے چچا کی گود مین پرورش پاتا ہی اور مان نے اسکو اجارہ پر دیدیا
تو امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک جائز ہی اور امام محمد رحمہ کے نزدیک نہیں جائز ہی۔ اور اگر کسی ذی رحم محرم نے جسکی گود مین نابالغ پرورش پاتا ہی
اُس نابالغ کو اجارہ پر دیا اور کرایہ وصول کر لیا تو اُسکو یہ مال نابالغ پر خرچ کرنیکا اختیار نہیں ہی جبکہ اُسکو نابالغ کے مال مین تصرف
کا اختیار حاصل نہو جیسا کہ اگر نابالغ کو کچھ مال ہبہ کیا گیا اور وہ کسی ذی رحم محرم کی گود مین پرورش پاتا ہو تو اُس ذی رحم
محرم کو اختیار ہی کہ اس ہبہ پر قبضہ کر لے مگر یہ اختیار نہیں ہی کہ اُسکو نابالغ پر خرچ کردے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور غیاثیہ
مین ہی کہ سواے باپ اور دادا کے کوئی نابالغ پر خرچ نہیں کر سکتا ہی اور بعض نے فرمایا کہ پرورش کنندہ اسقدر خرچ
کر سکتا ہی کہ جسکے خرچ کیے بغیر چارہ نہیں ہی اور ضروری ہی اور اگر قاضی نے مطلقاً اجازت دیدی تو ہر طرح خرچ کر سکتا ہی یہ تاتارخانیہ
مین ہی۔ اور باپ و دادا دونون کے وصی کو نابالغ کے غلام یا عقار کے اجارہ دینے کا اختیار ہی اور اُن لوگون کے
سوا جنکی گود مین پرورش پاتا ہی اُسکو نابالغ کے غلام کو اجارہ پر دینے کا اختیار نہیں ہی۔ اور امام محمد رحمہ نے استحساناً یہ حکم
دیا کہ پرورش کنندہ بھی دے سکتا ہی اسی طرح استحساناً حکم دیا کہ اجرت کو بطور ضروری خرچ کے خرچ کر سکتا ہی اور ہمارے
استاذ رحمہ نے فرمایا کہ اسی پر فتوے ہی یہ فتاوے کبری مین ہی۔ دو وصیون مین سے ایک وصی کو امام اعظم رحمہ
کے نزدیک یہ اختیار ہی کہ یتیم کو اجرت پر دیدے مگر یتیم کے غلام کو اجرت پر نہین دے سکتا ہی اور امام محمد رحمہ نے
فرمایا کہ غلام کو بھی اجرت پر دے سکتا ہی کیونکہ جو شخص یتیم پر تصرف کر سکتا ہی وہ اُسکے غلام پر بھی کر سکتا ہی یہ سراج الوہاج
مین ہی نابالغ کو اگر اُسکے باپ نے یا باپ کے وصی یا دادا نے یا دادا کے وصی یا قاضی یا قاضی کے امین نے اجارہ
پر دیدیا اور وہ نابالغ مدت اجارہ کے اندر ہی بالغ ہو گیا تو بمنزلہ ہی چاہے اجارہ پورا کر دے اور چاہے فسخ کر دے
اور اگر ان لوگون مین سے کسی نے اُسکے مال مین سے کوئی چیز اجارہ پر دی اور وہ مدت کے اندر ہی بالغ ہوا تو اُسکو
اختیار نہیں ہی یہ بدائع مین ہی۔ اگر اپنے نابالغ لڑکے کو ایک سال کے واسطے کھانے و کپڑے پر اجارہ دیدیا
اور سال گذر گیا تو باپ کو اختیار ہی کہ مستاجر سے اجر المثل کا مطالبہ کرے کیونکہ اجارہ فاسد واقع ہوا ہی اور جو کچھ مستاجر
نے نابالغ کو دیا اسمین احسان کرنے والا شمار ہوگا۔ اور فتاوی مین لکھا ہی کہ اگر بقدر اجر المثل کے کپڑا خرچ نہ کیا ہو تو مطالبہ
کر سکتا ہی کذا فی التاتارخانیہ اور قاضی خان نے فرمایا کہ مستاجر اپنا کپڑا واپس کر لے اور اجر المثل دیدے اور یہی صحیح اور صواب
ہی کیونکہ جو کچھ اُس نے دیا ہی وہ مفت نہیں دیا ہی یہ قنیہ مین باب اجارہ فاسدہ مین ہی۔ ایک طفل نابالغ ہی اور اُسکا باپ نہیں ہی
اور نہ مان ہی اور نہ چچا ہی اور اس یتیم سے اُسکے اقرباؤن نے بلا اجازت قاضی کے اور بدون اجارہ لینے کے دس برس تک
کام لیا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ بالغ ہونیکے بعد اتنی مدت کے اجر المثل کا اُن لوگون سے مطالبہ کرے یہ قنیہ مین باب بقاء الاجارہ
مین ہی اگر اپنے آپ کو یا اپنے غلام کو یتیم کے کسی کام کے واسطے اجارہ مین دیا تو نہین جائز ہی کذا فی المبسوط اور یہی صحیح ہی یہ جواہر اخلاطی
و محیط مین ہی۔ اگر وصی نے یتیم یا اُسکے غلام کو اپنے مال سے اپنے کسی کام کے واسطے اجارہ لیا تو امام اعظم رحمہ اور دوسرے
قول امام ابو یوسف رحمہ کے موافق جائز ہونا چاہیے بشرطیکہ ایسی کم اجرت پر نہو کہ اُسکے مثل لوگ خسارہ نہیں اٹھاتے ہین

١ قولہ قبضہ کر لے یعنی نابالغ کے واسطے نابالغ پر ملکیت سے قبضہ کر سکتا ہے ١٢ م
٢ قولہ عقار یعنی زمین و مکان [illegible] ١٢ م
٣ قولہ ایک وصی یعنی [illegible] وصیون کی اتفاق [illegible] نہین ہے ١٢ م

یہ کبری میں ہے۔ اگر کوئی شخص دو یتیموں کا وصی ہوا اور اُس نے ایک کا مال دوسرے کو اجارہ دیدیا یعنے دوسرے کی طرف سے اجارہ لیا تو جائز نہیں ہے جیسے کہ اگر ایک کا مال دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو بھی ناجائز ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور باپ نے اگر نابالغ بیٹے کو اپنے واسطے اجارہ لیا تو اُسکے جائز ہونے میں کچھ شک نہیں ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور باپ نے اگر اپنے نفس کو نابالغ کے واسطے اجارہ دیا یا اپنے مال کو نابالغ کے واسطے اجارہ دیا یا نابالغ کا مال اپنے واسطے اجارہ لیا تو جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور جس لڑکے نابالغ کو تصرف کی اجازت نہو یعنی وہ مجور ہو اور اُس نے اپنے تئیں کسی شخص کو اجارہ پر دیا تو جائز نہیں ہے اسی طرح غلام مجور نے اگر اپنے تئیں کسی کو اجارہ دیا تو جائز نہیں ہے پھر بعد اجارہ دینے کے اگر کام کرنے میں مرنے سے بچ گیا تو استحساناً جو اُجرت ٹھہری ہے وہ مستاجر پر واجب ہوگی اور اگر کام کرنے سے مرگیا پس اگر نابالغ مجور ہو تو مستاجر کی مددگار برادری کو اسکی دیت دینی پڑیگی اور مرنے سے پہلے جسقدر اجرت واجب ہوئی ہے وہ مستاجر کو دینی پڑیگی اور اگر غلام مجور ہو تو مستاجر کو اسکی قیمت دینی پڑیگی اور جسقدر غلام نے کام کیا ہے اُسکی اُجرت کچھ نہ دینی پڑیگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر قاضی نے کسی شخص کو یتیم کے کام کے واسطے اجیر مقرر کیا تو اجر المثل کے حساب سے جائز ہے یعنے جسقدر اجر المثل ہے اُسی قدر اجرت پر جائز ہے۔ اور اگر اجر المثل سے اجرت زائد ہو تو زیادتی یتیم کے مال سے دینی واجب نہو گی۔ اور اگر اجیر سے کام کرایا تو زیادہ اجرت یعنی اجر المثل سے بڑھتی اُجرت اُسکے یعنے قاضی کے مال سے دلائی جاویگی۔ اور اگر قاضی نے نابالغ یتیم کا گھر یا غلام اجر المثل سے کم کرایہ پر اجارہ دیا تو جائز نہیں ہے اور اگر مستاجر اس صورت میں اُس مکان میں رہا تو اجر المثل واجب ہوگا چاہے جسقدر ہو یعنے کرایہ مقررہ سے جسقدر زیادہ ہو سب دلایا جائیگا اور اگر یتیم کے مکان میں کوئی شخص غصب کرکے رہا تو اجرت واجب نہو گی یعنی بلکہ نقصان واجب ہوگی اور بعض نے فرمایا کہ مکان کے نقصان اور اجر المثل دونوں کو دیکھ کر اُن دونوں میں سے جو یتیم کے حق میں بہتر ہو وہی غاصب کے ذمہ واجب ہوگا یہ غیاثیہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک لڑکا کسی پیشہ ور آدمی کے پاس اُسکے ساتھ کام کرنے کے لیے بٹھا دیا اُس شخص نے اس لڑکے کو کپڑے بنوا دیے پھر اس لڑکے کی رائے میں یہ آیا کہ اس شخص کے ساتھ کام نہ کرے تو شیخ نے فرمایا کہ اگر اُس نے کرباس لڑکے کو عطا کیا اور لڑکے نے خود ہی اُسکو سیا ہو تو اُس شخص کو کپڑے کے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے کیونکہ سلائی کے سبب سے اُسکا حق منقطع ہو گیا کذا فی فتاوی قاضی خان

بارھواں باب تسلیم اجارہ کی صفت کے بیان میں۔ اگر عقد اجارہ صحیح واقع ہوا خواہ مدت معلوم ہو یا مسافت معلوم تو جس شی پر عقد قرار پایا ہے اُسکا ہمیشہ مدت اجارہ تک تسلیم کرنا واجب ہے یہ محیط میں ہے **قلت** حاصل یہ کہ اگر غلام ایک سال تک کے واسطے یا سو کوس تک کے لیے اجارہ لیا تو اس مدت یا مسافت تک غلام یا ٹٹو موافق حصول منافع کے دوام سپرد کرنا واجب ہے فافہم اور معقود علیہ کا سپرد کرنا اجارہ میں اسطرح ہوتا ہے کہ مستاجر کو اُس سے نفع اُٹھانے کا قابو دیدے اور قابو دینا اسطور سے ہے کہ جو چیز محل نفع ہے وہ اس طور سے سپرد کر دے کہ اُس سے نفع لینے کا کوئی امر مانع نہو۔ اور اگر مدت کے اندر کچھ دنوں کوئی ایسا سبب پیدا ہو گیا جو نفع اُٹھانے سے مانع ہوا مثلاً کرایہ کا مکان غصب کرلیا گیا یا اجارہ کی زمین غرق ہو گئی یا اُس زمین سے پانی رُک گیا اور منقطع ہو گیا یعنی وہاں پانی نہیں پہنچ پاتا ہے یا غلام بیمار ہوا یا بھاگ گیا تو بقدر اُسکے اجرت بھی ساقط ہو جاویگی یہ محیط سرخسی میں ہے شہر کے اندر کرایہ کے مکان کی کنجی مستاجر کو دیدینا اور اُسکے ساتھ مستاجر اور مکان کے درمیان تخلیہ کرا دینا یہی اُس گھر کا سپرد کرنا ہے حتی کہ مدت گذر جانے سے اجرت واجب ہوگی اگرچہ مستاجر اُسمیں نہ رہا ہو

اور سواد شہر میں کنجی سپرد کرنا مکان کا سپرد کرنا نہیں ہے اگرچہ مستاجر شہر میں داخل ہوگیا درحالیکہ کنجی اُسکے ہاتھ میں ہو کذا فی القنیہ
ایک شخص نے دوسرے کو ایک دوکان کرایہ دی اور کنجی اسکو دیدی اور مستاجر اُسکے کھولنے پر قادر نہوا اور کنجی چند روز تک گم رہی اور پھر مستاجر کے ہاتھ آئی پس اگر اس کنجی سے دوکان کھولنا ممکن ہے تو مستاجر پر گذشتہ ایام کا کرایہ واجب ہوگا اور اگر وہ دوکان اُس کنجی سے نہیں کھل سکتی ہے تو کرایہ واجب نہوگا یہ ذخیرہ میں ہے - اور اگر ایک دار میں سے ایک منزل کرایہ لی اور اُس دار میں اور لوگ بھی رہتے ہیں اور مالک نے مستاجر اور منزل کے درمیان تخلیہ کرادیا پھر جب شروع مہینہ آیا تو اُس نے گذشتہ مہینہ کا کرایہ طلب کیا اور مستاجر نے کہا کہ میں اُس منزل میں نہیں رہا ہوں مجھے اُسمیں رہنے سے فلاں ساکن مانع ہوا اور وہ شخص اس امر کا مقر ہے یا منکر ہے تو اسوقت کے حال کے موافق حکم دیا جائیگا یعنے اگر فی الحال اُسمیں مستاجر رہتا ہے تو اُسپر کرایہ واجب ہوگا اور اگر غاصب اُسمیں موجود ہے تو واجب نہوگا اور مستاجر ہی کا قول قبول ہوگا اور اگر منزل میں فی الحال کوئی نہو تو مستاجر کو کرایہ ڈانڈ دینا پڑیگا یہ مبسوط میں ہے منتقی میں امام ابو یوسف ؒ سے روایت ہے کہ مستاجر اگر کرایہ کے غلام کو بیمار لیکر آیا یا کہا کہ یہ غلام بھاگ گیا تھا اور غلام کے مالک نے گواہ قائم کیے کہ غلام نے فلاں فلاں وقت ایسا ایسا کام کیا ہے اور مستاجر نے گواہ قائم کیے کہ اسی ایام میں یہ غلام بھاگا ہوا یا مریض تھا تو مالک غلام کے گواہ قبول ہونگے یہ محیط میں ہے - اگر کرایہ کے مکان میں مالک کا اسباب رکھا ہو یا اجارہ کی زمین میں اُسکی کھیتی ہو تو صحیح یہ ہے کہ اجارہ صحیح ہے ولیکن جب تک خالی کرکے سپرد نہ کرے یا مستاجر کے ہاتھ اُسکو فروخت نکرے تب تک کرایہ واجب نہوگا اور اگر اُس نے مکان خالی کرکے سپرد کردیا تو اجارہ لازم ہوجائیگا - اور اگر مالک نے تمام گھر سپرد کیا مگر ایک بیت میں اپنا اسباب رکھا تو بقدر اُسکے حصہ کے اجرت ساقط ہوجائیگی ولیکن مستاجر کو باقی گھر لینے میں خیار ہوگا کہ چاہے فسخ کردے کیونکہ صفقہ متفرق ہوگیا ہے اور اگر مالک نے فسخ ہونے سے پہلے بالکل خالی کردیا تو اجارہ لازم ہوجائیگا یہ غیاثیہ میں ہے - اور اگر تمام گھر میں سے کوئی بیت منہدم ہوگیا یا کوئی دیوار گر گئی اور باقی میں مستاجر رہتا تو کرایہ میں سے کچھ کمی نہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے

سترھواں باب اُن مسائل کے بیان میں جو کرایہ کی چیز مالک کو واپس کرنے سے متعلق ہیں ۔ امام محمد رح نے کتاب الاصل میں فرمایا کہ جو چیز مستاجر نے اجارہ لی ہے اُسکا مالک کو واپس کرکے دینا مستاجر کے ذمہ نہیں ہے اور جس نے اجارہ پر دی ہے اُسکے ذمہ ہے کہ مستاجر کے گھر سے وصول کرلاوے اور یہ مثل عاریت کے نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے — اگر ایک شخص نے چکی ایک مہینہ تک پیسنے کے واسطے اجارہ لی اور اُسکو اپنے گھر اٹھالے گیا تو چکی کے واپس کرنے کا خرچہ مالک کے ذمہ ہے اور شہر اور بیرون شہر اس حکم میں یکساں ہے قیاساً خواہ اجارہ ہو یا عاریت ہو پس اجارہ کی صورت میں واپسی کا خرچہ مالک مال پر ہے اور عاریت کی صورت میں مستعیر کے ذمہ ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ اسکی تاویل یہ ہے کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ اگر اجارہ اور عاریت میں وہ شی لیجانا مالک کی اجازت سے واقع ہوا ہو تو واپسی کے وقت اجارہ میں مالک پر خرچہ پڑیگا اور عاریت میں مستعیر کے ذمہ ہوگا - اور اگر لیجانا مالک کی بلا اجازت واقع ہوا ہے تو واپسی کے وقت خرچہ اُس شخص پر پڑیگا جو اُس شی کو لے گیا ہے خواہ مستاجر ہو یا مستعیر ہو یہ محیط میں ہے - اجیر مشترک جیسے دھوبی رنگریز اور جولاہا وغیرہ کی صورت میں واپس کرنا اجیر پر واجب ہے کیونکہ رد کرنا نقض قبضہ ہے پس اُسی شخص پر واجب ہونا چاہیے جسکو قبضہ کی منفعت حاصل ہوئی ہو اور قبضہ کی منفعت ان دونوں میں اجیر کو حاصل ہوئی ہے کیونکہ اجیر کو مال میں یعنی اجرت ملی اور کپڑے کے مالک کو

منفعت آور ظاہر ہے کہ مال عین محض نفع سے بہتر ہوتا ہے پس منفعت قبضہ اُسی کو حاصل ہوئی پس واپس کرنا بھی اسی پر واجب ہی بخلاف اسکے اگر کوئی غلام یا ٹٹو کرایہ پر دیا اور مستاجر اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو واپسی مالک پر واجب ہی کیونکہ یہان مستاجر کو منفعت اور موجر کو مال عین حاصل ہوا ہی کذا فی الذخیرہ - ایک شخص نے شہر مین اپنی ضروریات کے واسطے سوار ہو کر جانے کے لیے ایک ٹٹو ایک وقت معلوم تک کرایہ لیا پھر وہ وقت گذر گیا تو مستاجر پر مالک کو واپس کرنا واجب نہین ہی بلکہ جس شخص نے کرایہ پر دیا ہی اُسپر واجب ہی کہ مستاجر کی منزل سے قبضہ کرلے حتی کہ اگر مستاجر نے اُسکو چند روز تک باندھ لیا اور وہ مستاجر کے قبضہ مین مر گیا تو ضامن نہوگا خواہ موجر نے اُس سے طلب کیا ہو یا نہ کیا ہو کیونکہ طلب کرنے سے مستاجر کے ذمہ واجب نہوگا کہ موجر کے گھر واپس پہونچا دے پس اگر مستاجر نے عدوان کی راہ سے اُسکو نہین باندھا ہی تو ضامن نہوگا اور اگر مستاجر نے کسی خاص مقام سے جو شہر کے اندر ہی آنے اور جانے کے واسطے کرایہ لیا تو مستاجر پر واجب ہی کہ اُسی مقام پر واپس کردے کہ جہان سے اسکو اپنے قبضہ مین لیا تھا کچھ اس وجہ سے نہین کہ مستاجر کے ذمہ واپس کرنا مال اجارہ کا واجب ہی بلکہ اسوجہ سے کہ جو مسافت عقد اجارہ مین قرار پائی ہی وہ تمام ہوگی جبتک کہ اسی جگہ واپس نہ لاوے اور اگر اس صورت مین مستاجر نے اسکو اپنے گھر لیجا کر باندھا اور وہ مر گیا تو قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ جو جگہ عقد اجارہ مین قرار پائی تھی اُسکے سوا دوسری جگہ لیجانے کی وجہ سے اُسکے ذمہ عدوان ثابت ہوا اور اگر مستاجر نے یون کہا ہو کہ مین اس مقام سے فلان مقام تک جاؤنگا اور وہان سے اپنے مکان پر لوٹ آؤنگا تو مستاجر پر واجب نہوگا کہ جہان سے قبضہ کیا ہی وہان واپس لاوے کیونکہ جب مستاجر اپنے گھر پر واپس پہونچا تو اجارہ منقضی ہوا پس ٹٹو اُسکے پاس امانت مین رہا یہ بدائع مین ہی - اور اگر مستاجر کرایہ کے ٹٹو کو موجر کے مکان پر پہونچا دینے کے واسطے مالک نے بھیجا باوجود اسکے کہ اُسکے ذمہ پہونچانا واجب نہین ہی اور وہ راستہ مین مر گیا تو ضامن نہوگا اور اگر مالک کسی شہر مین چلا گیا ہو اور مستاجر اسکو اُسی شہر مین واپس پہونچانے کے واسطے بھیجا اور وہ راستہ مین مر گیا تو ضامن ہوگا کیونکہ ٹٹو کو شہر سے باہر نکالنے کی وجہ سے غاصب ٹھہرا یہ محیط مین ہی - امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ اگر ایک شخص نے ایک شہر سے دوسرے شہر تک جانے کے واسطے ٹٹو کرایہ کیا اور اُسکو اپنے گھر مین باندھ لیا اور وہ مر گیا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر اُسنے اتنے دنون تک باندھا ہی کہ جتنے دنون تک لوگونکا معمول ہی کہ اپنے سامان کی درستی کے واسطے باندھ رکھتے ہین تو ضامن نہوگا اور اجرت واجب ہوگی اور اگر اس سے زیادہ باندھا ہی تو اجارہ نرہا اور وہ شخص غاصب ہو گیا پس ضامن ہوگا اور امام محمد رح سے روایت ہی کہ اُنھون نے بدون اس تفصیل کے ضامن ہونے کا حکم دیا ہی یہ ذخیرہ مین ہی منتقی مین ہی کہ ایک شخص نے ٹٹو کرایہ لیا اور موجر کے گھر واپس پہونچا دیا اور جہان بندھتا تھا وہان باندھ دیا یا گھر خانہ مین قفل یا دربند لگا دیا پس اگر وہ مر جاوے یا ضائع ہو جاوے تو ضامن نہوگا - اور مستاجر نے اگر وہی کام کر دیا جو واپس ملنے سے اسکا مالک اُسکے ساتھ کرتا تو ضمان سے بری ہو جاویگا - اور اگر مستاجر نے ٹٹو کو اُسکے دار مین داخل کر دیا یا مربط مین داخل کر دیا مگر باندھا نہین اور نہ دربند کیا تو وہ ضامن ہوگا اگر ہلاک یا ضائع ہو جاوے یہ محیط مین ہی

چودھوان باب اجارہ کے صحیح ہو جانے کے بعد اُسکی تجدید اور اُسمین زیادتی کرنے کے بیان مین اگر موجر یا مستاجر نے معقود علیہ مین کچھ زیادہ کیا پس اگر وہ زیادتی مجہول ہی تو زیادتی نہین جائز ہی خواہ موجر کی طرف سے ہو یا مستاجر کی طرف سے

اور اگر معلوم ہو اور موجر نے زیادتی کر دی تو جائز ہے خواہ اُسی جنس سے زیادتی کر دی ہو جو اُس نے اجارہ پر دی ہے یا اُسکی خلاف جنس سے ہو۔ اور اگر مستاجر کی طرف سے ہو پس اگر اُسی جنس کی زیادتی سے ہو جسکے عوض کرایہ لیا ہے تو نہیں جائز ہے اور اُسکی خلاف جنس سے ہو تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کچھ مدت گذر جانے کے بعد مستاجر نے اجرت میں زیادتی کر دی تو زیادتی صحیح نہیں ہے اور اگر اجرت میں کمی کر دیجاوے تو صحیح ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ابراہیم نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے کوئی زمین بعوض چار کر گیہوں کے اجارہ لی پھر ایک شخص نے موجر کو ایک کر بڑھا کر اجارہ طلب کیا اُس نے پانچ کر پر اُسکے ساتھ اجارہ کر لیا پھر مستاجر اول نے جا کر ایک کر اور بڑھا کر اجارہ جدید کر لیا تو عقد اجارہ یہی دوسرا قرار دیا جائیگا اور پہلا عقد اجارہ بمقتضاے تجدید ثانیہ کے فسخ ہو گیا اور یہی مسئلہ امام ابو یوسف رح سے مذکور ہے اور اُسکی صورت یون ہے کہ مستاجر اول نے دوسرے مستاجر سے زیادہ اجرت بڑھا دی اور موجر نے وہ زمین پہلے کرایہ دار اُس زیادتی کے عوض مستاجر اول کو سپرد کر دی اور حکم یون بیان کیا کہ پہلا اجارہ فسخ نہوگا اور جو کچھ بڑھایا ہے وہ اجرت میں بڑھا دینا شمار کیا جائیگا اور حاصل یہ ہے کہ اگر مالک نے از سر نو اجارہ کی تجدید کی تو پہلا اجارہ ٹوٹ جائیگا اور اگر تجدید نہ کی تو نہ ٹوٹیگا اور جو کچھ بڑھایا ہے وہ اجرت میں زیادتی کر دینی شمار ہوگی۔ شیخ رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک دار غصب کیا اور اسکو اجارہ پر دیدیا پھر وہ دار خرید لیا پس آیا اجارہ کی دوبارہ تجدید کرے تو فرمایا کہ نہیں اجارہ تو ہو چکا ہے اور اگر از سر نو تجدید کر لی تو یہ افضل اور اطیب ہے کذا فی الحاوی۔ اور زمین کو طویل و قصیر مدت تک اجارہ لینے میں کچھ ڈر نہیں ہے مگر وہ مدت معلوم ہونا چاہیے مثلاً دس برس یا زیادہ مدت تک اجارہ پر لی تو جائز ہے اور یہ اُسوقت ہے کہ زمین ملک ہو۔ اور اگر زمین وقف ہو اور متولی نے طویل مدت تک اجارہ لی پس اگر نرخ زمین کا بحالہ ہو کم و بیش نہیں ہوا تو یہ جائز ہے۔ اور امام محمد رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک مزدور کو کسی خاص کام معلوم کے واسطے کسی قدر اجرت معلوم پر ایک مہینے کے واسطے مقرر کیا پھر مہینے کے بیچ میں اُسکو ایک درم کے عوض دوسرے کسی کام کے واسطے مقرر کیا تو دوسرا اجارہ بقدر اتنی مدت کے کہ دوسرے اجارہ میں آگئی پہلے اجارہ کا فسخ کرنے والا ہو جائیگا حتی کہ اُسکو دونون اجرتین نملینگی بلکہ پہلی اجرت میں سے بقدر دوسرے کے حصہ کے کم کر دیا جاویگا پھر جب وہ مزدور دوسرے کام سے فارغ ہوا تو اُسکے ذمہ اُسکی اجرت لازم ہوگی اور پہلا اجارہ پھر عود کریگا یہ محیط میں ہے۔

پندرھوان باب اُن اجارات کے بیان میں جو جائز ہیں اور جو جائز نہیں۔ اور اسمین چار فصلین ہین۔

پہلی فصل ان اجارات میں جنمین عقد فاسد ہوتا ہے۔ اجارہ کا فساد کبھی بسبب مقدار عمل کی جہالت کے ہوتا ہے مثلاً محل عمل بیان نہ کیا۔ اور کبھی بسبب مقدار منفعت کی جہالت کے ہوتا ہے مثلاً مدت بیان نہ کی اور کبھی کوئی شرط فاسد خلاف مقتضی عقد بیان کرنے سے فاسد ہوتا ہے۔ پس اجارہ فاسدہ میں اجر المثل واجب ہوتا ہے اور اگر اجارہ میں کچھ اجرت معلوم بیان کر دی ہے تو یہ اجر المثل اُس سے زیادہ نہ کیا جائیگا اور اگر کچھ اجرت معلوم بیان نہ کی ہو تو اجر المثل واجب ہوگا خواہ کسی قدر ہو اور اجارہ باطل میں اجرت واجب نہیں ہوتی ہے۔ اور واضح ہو کہ جو چیز اجارہ پر لی ہے وہ ہر حال میں مضمون نہیں ہوتی ہے خواہ اجارہ صحیح ہو یا فاسد ہو یا باطل ہو یہ غیاثیہ میں ہے۔ شیخ رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے یہ دار مع اُسکے حدود و حقوق کے اسقدر درمون کو جنکی یہ صفت ہے فلان سال کے دس مہینے کے واسطے اس شرط سے کرایہ دیا کہ اگر تیرا جی چاہے تو خود اسمین رہے اور تمام شرائط جو اجارہ صحیح ہونے کی ہین ذکر کر دین پس آیا یہ اجارہ صحیح ہے فرمایا کہ نہیں صحیح ہے کیونکہ اُس نے اول مدت بیان نہ کی پس مدت مجہول ہے اور ضرور ہے کہ یون بیان

کرے کہ اُسوقت سے یا اِس ساعت سے فلان وقت تک تاکہ مدت معلوم ہوجائے یہ فتاوی نسفی مین ہی - اور اراضی کے اجارہ مین یہ بیان کرنا ضرور ہی کہ کس کام کے واسطے اجارہ لیتا ہی یعنی زراعت یا درخت لگانے یا عمارت بنانے وغیرہ کس کام کے واسطے لیتا ہی - اور اگر اُس نے یہ کام بیان نہ کیا تو اجارہ فاسد ہوگا ولیکن اگر موجر نے اُسکو اجازت دیدی کہ جسطرح چاہے اُس سے نفع اُٹھاوے تو جائز ہی یہ بدائع مین ہی - اور اگر بیان نہ کیا کہ مین اسمین کیا چیز بوؤنگا یا یون شرط نہ لگائی کہ جو میرا جی چاہے اُسمین بوؤن تو اجارہ فاسد ہی یہ تبیین مین ہی - اور چوپاؤن کے اجارہ مین مدت بیان کرنا یا جگہ بیان کرنا ضرور ہی اور اگر کوئی بیان نہ کی تو اجارہ فاسد ہی اور یہ بھی بیان کرنا ضرور ہی کہ لادنے کے واسطے کرایہ کرتا ہی یا سواری کے واسطے اور سوار ہوگا تو کون شخص سوار ہوگا اور اگر لادے تو کیا چیز لادیگا - اور خدمت کے غلام اور پہننے کے کپڑے اور پکانے کی دیگ کے اجارہ لینے مین مدت بیان کرنا ضرور ہی - اور اگر جسوقت ان چیزون مین اجارہ واقع ہوا اُسی وقت جھگڑا پیدا ہوا اور ہنوز زمین مین اُس نے نہ کھیتی کی اور نہ درخت لگائے اور نہ عمارت بنائی اور نہ چوپایہ پر سوار ہوا اور نہ اُسکو لادا اور نہ کپڑے کو پہنا اور نہ دیگ مین پکایا ہی تو قاضی دونون مین اجارہ فسخ کردیگا - پس اگر اُس نے زمین مین زراعت کی یا چوپایہ پر سوار ہوا یا کپڑا پہنا یا دیگ مین پکایا اور مدت گذر گئی تو استحساناً اُسکو وہی اجرت دینی پڑیگی جو مقرر ہوئی تھی اور اگر قاضی نے اجارہ فسخ کردیا پھر مستاجر نے ان چیزون سے یہ کام لیے تو کچھ اجرت واجب نہوگی یہ بدائع مین ہی اور اگر سواری کے واسطے کوئی ٹٹو کرایہ لیا اور یہ بیان نہ کیا کہ کون شخص سوار ہوگا یا زمین لی اور بیان نہ کیا کہ مین زراعت کرونگا اور کس چیز کی زراعت کرونگا تو فاسد ہی اور اگر فسخ اجارہ سے پہلے اُن چیزون کو معین کردیا تو جائز ہوگا یہ غیاثیہ مین ہی اگر گیہون بونے کے واسطے کوئی زمین اجارہ لی اور پھر اُسمین رطبہ بویا تو جسقدر زمین کو نقصان پہونچا اُسکا ضامن ہوگا اور اجرت کچھ واجب نہوگی یہ بدائع مین ہی - اگر کوئی باربردار اونٹنی کرایہ کی تاکہ اُسپر اسقدر آٹا اور ستو اور جو چیزین اصلاح کی ہین جیسے سرکہ و روغن زیتون وغیرہ لادے اور جو کچھ اشیاء ضروری ہین مثل لوٹا و کٹورا وغیرہ اُسکے پالان مین لٹکادے - اور اسمین سے کچھ بیان نہ کیا تو قیاساً اجارہ فاسد ہی اور استحساناً جائز ہی یہ محیط مین ہی اگر کوئی محمل مکہ تک کرایہ کی تاکہ دو شخص سوار ہون اور وہ دونون مع اپنے اوڑھنے بچھونے کے سوار ہونگے تو ضرور ہی کہ وہ دونون شخص دکھلادیے جاوین کیونکہ سواری مقصود اُنھین کی ہی اور اوڑھنے بچھونے کا بیان کرنا ضرور نہین ہی کیونکہ وہ بالتبع ہی اور اگر موجر اور مستاجر نے سفر کے لیے باہر جانے کے وقت مین اختلاف کیا تو قافلہ کی روانگی کا وقت معتبر ہوگا اور جو شخص قافلہ کے وقت سے بہت دن پہلے نکلنا چاہتا ہی تاکہ طول سفر سے دوسرے پر بہت ساخرچ پڑے تو اُسکے قول کی طرف التفات نہ کیا جائیگا اسی طرح اگر محمل والے نے ایسا وقت بیان کیا کہ اُسوقت روانہ ہونے سے غالباً حج کے جانے رہنے کا خوف ہی تو اُسکی بات پر بھی التفات نہ کیا جائیگا اور اگر دونون نے باہم کوئی شرط ٹھہرالی ہو تو اُسی کے موافق عمل درآمد کرینگے - اور اگر مکہ کے جانے کے واسطے ایام حج سے ایک ماہ یا ایک سال پہلے کرایہ کرلے تو کچھ ڈر نہین ہی کیونکہ یہ عقد اجارہ مضاف کے معنی مین ہی یہ غیاثیہ مین ہی - اگر ایک محمل اور ایک باربردار اونٹنی کرایہ لی اور کچھ توشہ معلوم اونٹنی پر لادنا شرط کرلیا پس جسقدر اُس توشہ مین سے کھالیوے اور وزن و مقدار مین کم ہوجاوے تو اُسکو اختیار ہی کہ اسی قدر ہر منزل مین آتے جاتے پورا کرتا جاوے اور جمال کو یہ اختیار نہین ہی کہ اُس سے منع کرے بخلاف محمل کے کہ اگر اسمین دو شخص معلوم کی سواری کی شرط ٹھہری تو سوائے ان دونون کے دوسرے

۱؎ قولہ رطبہ یعنی سبزی جیسے شلغم وغیرہ ۱۲

یعنی جس زمین مین زراعت کی یا چوپایہ پر سوار ہوا یا کپڑا پہنا یا دیگ مین پکایا تو اجرت واجب ہوگی ۱۲

۲؎ قولہ بیان نہ کیا

۳؎ یعنی ان اشیاء کی مقدار و وزن کی تعداد و وزن بیان نہ کیا ۱۲

۴؎ قولہ التفات نہ کیا الخ

اسی طرح قول اول و دوم مین التفات نہین ہی ۱۲

آدمی کو بجائے اسکے سوار کرنے کا اختیار نہیں ہے کیونکہ جیسا سوار ہوتا ہے ویسا ہی چوپایہ کو ضرر پہونچتا ہے پس چوپایہ کا ضرر مختلف
سوار کی وجہ سے مختلف ہوتا ہے ولیکن اگر جمال کسی دوسرے کے سوار کر لینے پر راضی ہو تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے اور
اگر لیجانے کی چیزوں اور ہدیہ جو کچھ لیجانے منظور ہیں ان سب کا وزن بیان کر دے تو ہمارے نزدیک بہت بہتر ہے
اور اگر احتیاط منظور ہو تو یون بیان کر دینا چاہیے کہ ہر محمل میں دو مشک پانی اور دو لوٹے بڑے سے بڑے ہیں اور
کرایہ نامہ میں لکھدے کہ جمال نے اوڑھنا بچھونا اور دونوں مشکیں اور دونوں لوٹے اور خیمہ اور قبہ یہ سب دیکھ لیا ہے کیونکہ
اسمیں زیادہ مضبوطی ہے اور کرایہ نامہ کو اچھی مضبوطی کے ساتھ لکھوانا چاہیے - اور اگر جمال سے عقبۃ الاجیر کی شرط کر لی
تو جائز ہے اور عقبۃ الاجیر کے معنی دو طرح سے بیان کیے گئے ہیں ایک یہ کہ مستاجر ہر روز صبح و شام اترنے اور یہ امر معروف ہے
اور اتنے عرصہ تک اسکا اجیر سوار ہوئے اور اسکو عقبۃ الاجیر کہتے ہیں - اور دوسرا یہ کہ جو لکڑی محمل کے پیچھے لگی ہوتی ہے اسپر
بیٹھکر اجیر ہر مرحلہ میں فرسخ یا دو فرسخ تک سوار ہو کر چلے اور اسکو عقبۃ الاجیر کہتے ہیں - اور کتاب الشروط میں ہے کہ امام
ابو یوسف رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک جو ہدیہ کہ سے لادیگا اگر اسکی شرط کر لی کہ اتنے من ہونگے تو
بہتر ہے یہ مبسوط میں ہے - اگر کوئی اونٹ یا گدھا گیہون لادینگے واسطے کرایہ کیا اور گیہون کا وزن بیان نہ کیا نہ اشارہ
سے انکی تعیین کی تو بعض نے فرمایا کہ نہیں جائز ہے اور بعضوں کے نزدیک جائز ہے اور اس صورت میں اسقدر گیہون
رکھے جاوینگے جتنے معتاد ہون اور یہی اظہر ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے - اگر کوئی ٹٹو یا دوسرا مال میں اجارہ
لیا اور عقد میں اسکو معین نہ کیا تو جائز نہیں ہے ولیکن اگر بعد اسکے معین کیا اور مستاجر نے قبول کر لیا تو جائز ہے یہ فتاوی
عتابیہ میں ہے - اگر سمرقند تک کے لیے کوئی ٹٹو کرایہ کیا تو جائز ہے کیونکہ سمرقند خاص شہر کا نام ہے اور اگر بخارا
تک کے واسطے کرایہ کیا تو نہیں جائز ہے کیونکہ کرمینہ سے دروازہ تک بخارا کہلاتا ہے اور فتوی کے واسطے مختار یہ ہے کہ
جائز ہے کیونکہ اجارہ کے وقت اس لفظ سے فقط نفس شہر مراد ہوتا ہے یہ عرف ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے - اگر فارس تک
کے واسطے کوئی ٹٹو کرایہ لیا تو اجارہ فاسد ہے کیونکہ فارس و خراسان و خوارزم و شام و فرغانہ و سغد و ماوراء النہر
و ہند و خطا و دشت و روم و یمن یہ سب ولایتیں ہیں اور بلخ و ہرات وغیرہ شہروں کے نام ہیں پس جب ان
ولایت کے نام سے کرایہ کیا ہے وہاں ولایت کی حد آتے ہی اجر المثل واجب ہوگا اگر مقدار مسمی سے زیادہ نہ دیا جائیگا
اور جس صورت میں شہر کے نام سے کرایہ کیا ہے وہاں جب شہر میں پہونچے تو مستاجر کے گھر تک پہونچانا ضرور ہوگا یہ ذخیرہ
میں لکھا ہے - اگر کسی شخص نے پیسنے کے واسطے ایک چکی دس درم ماہواری پر کرایہ لی اور یہ بیان نہ کیا کہ کیا چیز پیسے اور کسقدر
پیسے تو جائز ہے اور وہ اس سے موافق رواج کے پیسنے کا کام لے اور اگر اس سے تجاوز کیا تو نقصان کا ضامن ہوگا اور
اگر مدت بیان نہ کی اور نہ یہ بیان کیا کہ کیا چیز اور کسقدر پیسے تو جائز نہیں ہے - اور اگر یون بیان کیا کہ ہر روز دس قفیز
گیہون پیسے تو جائز ہے پھر اگر مستاجر نے دیکھا کہ اس چکی سے ہر روز اسقدر نہیں پیسا جاتا ہے تو مستاجر کو اجارہ
توڑ دینے کا اختیار ہوگا یہ ینابیع میں ہے - ایک شخص نے ایک بیل کرایہ لیا تاکہ چکی میں چلا کر پیسے اور ہر روز ایک درم
ملیگا اور یہ بیان کر دیا کہ کونسا اناج پیسیگا تو کتاب میں مذکور ہے کہ یہ جائز ہے اگرچہ یہ بیان نہ کیا کہ کسقدر روز پیسے اور ایسا ہی
بعض مشائخ نے فرمایا ہے اور امام ابو بکر محمد بن فضل بخاری زادہ نے فرمایا کہ جسقدر روز پیسے اسکی مقدار بیان کرنا ضرور
ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ ظہیریہ و فتاوی قاضی خان میں ہے - ایک شخص کا ایک رباط کرایہ لیا اور جس لیے کرایہ لیا ہے اسکو بیان

نہین کیا تو استحساناً اجارہ فاسد نہوگا یہ محیط مین ہی ایک شخص کو اجارہ پر لیا تاکہ میرے لیے اسقدر کو فروخت کرے یا میرے لیے اسقدر کو خریدے تو یہ فاسد ہی پھر اگر اُس نے فروخت کرکے ثمن وصول کیا تو اُسکے پاس امانت ہوگا یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور اگر اُسکے واسطے کوئی وقت مقرر کردیا پس اگر وقت کو پہلے بیان کیا پھر اجرت بیان کی مثلاً کہا کہ مین نے تجھے آج کے روز ایک درم پر اجارہ لیا تاکہ تو میرے واسطے یہ خرید و فروخت کردے تو جائز ہی۔ اور اگر پہلے اجرت بیان کی پھر وقت بیان کیا مثلاً یون کہا کہ مین نے تجھے اجارہ لیا ایک درم مین آج کے روز تاکہ میرے واسطے تو یہ خرید و فروخت کردے تو جائز نہین ہی قال المترجم یہ احکام نوع عربیہ سے متعلق ہین اور زبان عربیہ مین فعل و فاعل اول پھر بترتیب غیر واجب زوائدات کا استعمال ہی اور جملہ صرف فعل و فاعل سے تمام ہوجاتا ہی پس پہلے فعل و فاعل کے ذکر سے جملہ تمام ہوا اور عقد قرار پایا اور پھر ضروریات عقد جیسا کہ کتاب مین مذکور ہین علی الترتیب مذکور ہوئے یا نہوئے اور زبان اُردو مین اُسکے بالعکس ہی پس زعم مترجم کا یہ ہی کہ بہرحال خواہ اجرت مقدم یا وقت مقدم ہو اجارہ جائز ہوگا کیونکہ صرف اجرت یا وقت کی تقدیم سے عقد قرار ہی نہ پاویگا تاوقتیکہ فعل و فاعل مذکور نہو اور جملہ تمام نہو فافہم ہذا واللہ اعلم بالصواب۔ اور جبکہ اجارہ فاسد ٹھہرا اور مستاجر نے کام کرکے تمام کیا تو اُسکو اجر المثل یعنے جو اجرت ایسے کام کرنیوالون کو رواج کے موافق ملاکرتی ہی وہ اُسکو بھی ملیگی۔ اور امام محمدؒ نے دلال سے اجارہ لینے کا ایک حیلہ ذکر کیا ہی وہ یہ ہی کہ دلال کو حکم دے کہ فلان شی معلوم میرے واسطے خرید کرے یا فروخت کرے اور اجرت کچھ نہ بیان کرے پھر جب کام کرچکے تو مواساۃً کردے یا بطور ہبہ کے دیدے یا کام کی جزا مین دیدے اور یہ جائز ہوجائیگا کہ اسکی ضرورت پڑتی ہی۔ اور اگر دلال نے اجر المثل لے لیا تو آیا جائز ہی پس مشایخ نے کلام کیا ہی اور شیخ امام خواہرزادہ نے فرمایا کہ جائز اور حلال ہی اور ایسا ہی دوسرے مشایخ نے بھی کہا ہی اور اسی طرف امام محمدؒ نے اشارہ کیا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اجارہ کی چیز اگر اجارہ فاسدہ مین تلف ہوگئی تو مستاجر ضامن نہوگا جیسا کہ اجارہ صحیحہ مین ضامن نہین ہوتا ہی۔ اور شیخ علی بن حسن مرغینانی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کپڑون پر نقش کیا کرتا ہی اور نقش اسطور سے ہوتے ہین کہ بکری کا خون نقط سیاہ مین ملاکر نقش بناتے ہین اور اس کام مین سوا بکری کے خون کے کوئی چیز کام نہین آتی ہی اور وہ اس کام کی مزدوری لیتا ہی پس آیا جائز ہی فرمایا کہ ان پر تاوان نہین ہی۔ اگر کوئی خشک نہر اجارہ لی تاکہ اُس سے اپنی زمین یا پن چکی کی طرف پانی لیجاوے یا کوئی پانی بہنے کا راستہ اپنے پرنالہ کا پانی بہانے کے واسطے اجارہ لیا تاکہ اُسمین اپنا دھوون بہاوے یا کوئی پاخانہ اجارہ لیا تاکہ اسمین پیشاب اور نجاسات بہاوے تو یہ نہین جائز ہی کذا فی المحیط اور اگر کوئی بالوعہ پچبچہ اسواسطے کرایہ لیا کہ اسمین اپنے وضو کا پانی بہاوے تو جائز نہین ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور امام محمدؒ سے مروی ہی کہ اگر زمین کا کوئی موضع معین اسواسطے کہ اپنا پانی بہانے کی غرض سے اجارہ لیا تو جائز ہی کیونکہ جب اُس نے جگہ معین کردی تو جہالت جاتی رہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر حوض یا کنوئین کا پانی اجارہ لیا تو جائز نہین ہی اور اگر پانی مع نہر کا رہٹ کو اجارہ لیا تو بھی جائز نہین ہی کیونکہ اسمین استہلاک عین ہی اور چونکہ اسمین عام مبتلا ہین اسواسطے فتوے یون دیا گیا ہی کہ جائز ہی اور اگر حوض سے پانی کے اجارہ لی تو نہفعا جائز ہی یہ تتمہ مین ہی۔ اگر کسی منزل کا علو اسواسطے اجارہ لیا کہ اُسپر عمارت بناوے تو امام اعظمؒ کے نزدیک نہین جائز ہی اور صاحبین نے اسمین اختلاف کیا کیونکہ بالاخانہ کی زمین منزل کے ہی اور ظاہر یہی ہی

اگر کوئی زمین اسواسطے اجارہ لی کہ اُسپر عمارت بنادے تو جائز ہی اگرچہ عمارت کی مقدار مجہول ہی پس اسی طرح اس مسئلہ مین بھی جائز ہونا چاہیے یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر کوئی ایسا راستہ جس سے خود گذرتا ہی یا لوگ گذرتے ہین اجارہ لیا تو اصل مین مذکور ہی کہ امام اعظم رہ کے نزدیک نہین جائز ہی اور صاحبین رہ کے نزدیک جائز ہی اور ربیعیون نے صاحبین کا قول اختیار کیا ہی یہ خلاصہ مین ہی - اگر کسی منزل کا بالاخانہ اس غرض سے اجارہ لیا کہ اُسمین ہو کر اپنے حجرہ مین جاوے تو امام اعظم کے نزدیک نہین جائز ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز ہی اسی طرح اگر نیچے کا مکان اس غرض سے کرایہ لیا کہ اُسمین ہو کر اپنے مسکن مین جاوے تو امام اعظم رہ کے نزدیک ناجائز اور صاحبین کے نزدیک جائز ہی اور امام زاہد شیخ احمد طواویسی نے فرمایا کہ ایسا اجارہ بالاجماع جائز ہونا چاہیے یہ محیط مین لکھا ہی - اگر کسی بیت کی چھت اس غرض سے اجارہ لی کہ ایک مہینہ اُسپر شب باش ہو یا اُسپر اپنا اسباب رکھے تو کتاب اصل کے نسخون کے اختلاف کی وجہ سے مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعض نسخون مین لکھا ہی کہ یہ نہین جائز ہی اور بعض مین لکھا ہی کہ جائز ہی اور یہی صحیح ہی کیونکہ معقود علیہ معلوم ہی کذا فی البدائع - اگر مدت معلومہ کے واسطے کسی مکان کا سفل یعنے نیچے کا مکان اس غرض سے اجارہ لیا کہ اُسپر بالاخانہ بناوے تو جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہے جامع اصغر مین خلف رہ کی روایت سے امام محمد رہ سے منقول ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ اگر کرایہ کے مکان مین مستاجر نے کوئی بیت یا جاے ضرور بنالی تو کچھ ڈر نہین ہی بشرطیکہ مکان کو کچھ ضرر نہو اور فقیہ ابو اللیث الکبیر رہ نے فرمایا کہ یہی حکم ماخوذ ہی یعنے اختیار کیا گیا ہی یہ حاوی مین ہی - اگر زمین مین سے کوئی خاص موضع کچھ مدت معلومہ کے واسطے یا چھت مدت معلومہ کے واسطے اس غرض سے اجارہ لی کہ اسمین پانی بہے تو جائز ہی - اور اگر اپنی زمین اس غرض سے کرایہ دی کہ مستاجر اُسمین نہر کھودے یا اپنی دیوار اس غرض سے اجارہ دی کہ مستاجر اُسپر کوئی عمارت بنادے یا دھنیان وغیرہ رکھے تو ان صورتون مین اجارہ جائز نہین ہی یہ صغری مین ہی - اگر کوئی پرنالہ کچھ ماہواری اجرت معلومہ پر اپنے مکان مین جڑنے کے واسطے اجارہ لیا تو جائز ہی اور اگر وہ پرنالہ اُسکے مکان کی دیوار مین جڑا ہوا ہو تو جائز نہین ہی یہ ظہیریہ مین ہی - اور تالابون اور نہرون کو مچھلی وغیرہ کے شکار کے واسطے اجارہ لینا جائز نہین ہی - اور چراگاہ کا اجارہ جائز نہین ہی اور اس سے یہ مراد نہین ہی کہ اُس اراضی کا اجارہ نہین جائز ہی کیونکہ اراضی کا اجارہ جائز ہی صرف یہ مراد ہی کہ گھاس کا اجارہ جائز نہین ہی اور اسکے جواز کے واسطے حیلہ یہ ہی کہ اس زمین مین سے کوئی جگہ خیمہ گاڑنے کے واسطے اجارہ دے یا وہان اپنی بکریون کا حظیرہ بناوے پس یہ اجارہ صحیح ہوگا بعد چراگاہ کا مالک اُس مستاجر کو چراگاہ سے منفعت اُٹھانے کی اجازت دیدے کذا فی المحیط اور جامع الفتاوی مین لکھا ہی کہ مستاجر کو اختیار ہو جائیگا کہ جو شخص اس زمین مین آنا چاہے اُسکو منع کردے یہ تاتارخانیہ مین ہی - اگر چراگاہ کی گھاس بعوض کسی معین غلام کے اجارہ لی اور اس سال بھر اُسکی گھاس چرائی تو جسقدر گھاس چرائی ہی اُسکا ضامن ہوگا - اور اپنا غلام واپس لے اور اگر موجر نے اس غلام کو آزاد یا فروخت کر دیا ہو تو عتق و بیع جائز ہو گی اور موجر اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا یہ مبسوط مین کتاب الشرب مین ہی - اگر کوئی گھرنی اور رسی و ڈول اپنی بکریون کو پانی پلانے کے واسطے اجارہ لیا تو بسبب جہالت کے فاسد ہی ولیکن اگر وقت بیان کر دے تو جائز ہی یہ مبسوط کی کتاب الاجارات مین ہی - اگر کوئی دیوار اسواسطے اجارہ لی کہ اُسپر دھنیان رکھے یا سُترہ بناوے یا اُسمین روشندان بناوے

تو نہین جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اگر کسی زمین مین سے کوئی جگہ معلوم میخین تانا تننے کے واسطے گاڑنے کے لیے تاکہ اُس سے کپڑا بنے اجارہ لی تو جائز ہی کیونکہ لوگ ایسا اجارہ لیا کرتے ہین - اور اگر کوئی دیوار اس غرض سے اجارہ لی کہ اُسپر میخین اور کھونٹیان گاڑکر ابریشم کا تانا درست کرے تاکہ اُس سے دیبا وغیرہ ریشمی کپڑے بنے تو نہین جائز ہی ایسا ہی بعض مشایخ نے ذکر کیا ہی کیونکہ ایسا اجارہ لوگون مین رائج نہین ہی اور بعض مشایخ نے ذکر کیا کہ ہمارے ملک کے رواج کے موافق جائز ہونا چاہیے کیونکہ ہمارے ملک مین دونون صورتون سے اجارہ لینا لوگون کا معمول ہی اور نوادر ہشام مین ہی کہ اگر کوئی میخ گاڑنے کے واسطے اجارہ لے تو جائز ہی اور اُسکے معنی یہ ہین کہ کسی شخص سے ایک میخ کرایہ کو لایا تاکہ اپنے گھر کی دیوار مین گاڑے تو جائز ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اور جن کھونٹیون پر ابریشم کا تانا درست کیا جاتا ہی اُنکا اجارہ لینا جائز ہی اور اگر کوئی کھونٹی اسباب لٹکانے کے واسطے اجارہ لی تو جائز نہین ہی یہ وجیز کردری مین ہی - اور درخت کا اجارہ اس شرط سے کہ پھل مستاجر کے ہون جائز نہین ہی اسی طرح اگر گاے یا بکری اس شرط سے اجارہ دی کہ دودھ یا بچہ مستاجر کے ہون تو جائز نہین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور منتقی مین ہی کہ اگر کسی شخص نے مکان کی چھت اس غرض سے اجارہ لی کہ اُسپر کپڑے سکھلاوے تو جائز ہی کذا فی المحیط اور اگر کوئی درخت اس غرض سے اجارہ لیا کہ اُسپر کپڑے پھیلا کر خشک کرے تو جائز نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور اگر بغداد تک جانے کے واسطے ایک ٹٹو اس شرط سے کرایہ کیا کہ اگر مجھے اس نے بغداد تک پہونچا دیا تو جتنی مزدوری پر راضی ہوگا وہ دونگا تو ایسا اجارہ فاسد ہی کیونکہ اجرت مجہول ہی اسی طرح اگر اپنے حکم یا ٹٹو والے کے حکم پر کرایہ کیا تو بھی یہی حکم ہی - اور اگر اُس نے کہدیا کہ میری رضامندی بیس درم پر ہی تو بیس درم سے زیادتی نہین ہوگی ہان بیس درم سے کم ہو سکتے ہین یہ محیط مین ہی - اگر کوئی ٹٹو اس طور سے کرایہ کیا کہ جو میرے ساتھیون نے دیا ہی وہی مین بھی دونگا پس اگر اُسکے ساتھیون نے جو کرایہ دیا ہی وہ بھی مثل اُس ٹٹو کی مزدوری کے معلوم نہو بلکہ مختلف ہو تو اجارہ فاسد ہی اور اگر معروف ہو کہ دس درم ہین نہ کم نہ زیادہ اور یہ معلوم بھی ہو جاوے تو جائز ہی اور اگر مختلف ہو مثلاً ایسے ٹٹو کا کرایہ باختلاف احوال مختلف ہوتا رہتا ہی کبھی دس اور کبھی کم اور کبھی زیادہ تو درمیانی کرایہ دینا پڑیگا تاکہ دونون کا لحاظ رہے یہ وجیز کردری مین لکھا ہی

دوسری فصل

ان صورتون کے بیان مین جنمین شرط کی وجہ سے عقد فاسد ہوتا ہی - جو ایسی شرطین ہین کہ جنکو عقد اجارہ مقتضی نہین ہی وہ عقد اجارہ کو فاسد کرتی ہین - مثلاً اجیر خاص کے ساتھ یہ شرط لگائی کہ جو اُسکے فعل سے یا بغیر اُسکے فعل کے تلف ہو اُسکا ضامن ہوگا یا اجیر مشترک کے ذمہ یہ شرط لگائی کہ جو بغیر اُسکے فعل کے تلف ہو اُسکا ضامن ہوگا تو یہ امام اعظمؒ کے نزدیک مفسد ہی - اور اگر ایسی شرط لگائی کہ جسکو عقد اجارہ مقتضی ہی تو وہ عقد کو فاسد نہین کرتی ہی مثلاً اجیر مشترک کے ذمہ یہ شرط لگائی کہ جو اُسکے فعل سے تلف ہو اُسکا ضامن ہی یہ جوہرۃ النیرہ مین ہی - اگر کوئی غلام ایک مہینہ کے واسطے اس شرط سے اجارہ لیا کہ اگر غلام بیمار ہو جاوے یا مستاجر بیمار ہو جاوے تو جسقدر مرض کے باعث سے ناغہ ہوا اُسقدر دوسرے مہینہ مین کام کر دے تو یہ فاسد ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر کوئی غلام یا ٹٹو دس درم ماہواری پر اس شرط سے کرایہ لیا کہ غلام کا کھانا مستاجر کے ذمہ یا ٹٹو کا چارہ مستاجر کے ذمہ ہی تو کتاب مین مذکور ہی کہ یہ جائز نہین ہی اور فقیہ ابو اللیثؒ نے فرمایا کہ ٹٹو کی صورت مین ہم متقدمین کا قول لیتے ہین ولیکن غلام کی صورت مین ہمارے یہان

عادت یہ ہے کہ وہ مستاجر کا کھانا کھاتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور ہر اجارہ جو ایسا ہو کہ اُسمین کھانے یا چارہ کی شرط ہو وہ فاسد ہے
ولیکن دائی کو اجارہ لینے مین کھانے کپڑے دینے کی شرط جائز ہے یہ مبسوط مین ہے **قلت** اراد بہ الاختلاف عند الاعظم رح
فقط۔ اگر کسی شخص سے ایک مہینہ کے واسطے دس درم پر ایک گھر اس شرط سے کرایہ لیا کہ اگر اُسمین مستاجر ایک روز بھی
سکونت کرے پھر چاہے خارج ہو جاوے تو دس درم واجب ہونگے تو ایسا اجارہ فاسد ہے۔ اور اگر کوئی گھوڑا اس
شرط سے کرایہ لیا کہ جب بادشاہ سوار ہو کر نکلا مین بھی اُسکے ساتھ سوار ہو کر نکلا تو یہ بھی بسبب جہالت معقود
علیہ کے فاسد ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر کوئی گھر اجرت معلومہ پر کرایہ لیا اور موجر نے کرایہ مین مستاجر کے ذمہ یہ شرط لگائی کہ
مکان مین کہگل کرادے اور دروازہ کا دربند لگادے یا اُسکی چھت مین شہتیر ڈلوادے تو یہ اجارہ فاسد ہے۔ اسی طرح اگر
کوئی زمین اجارہ دی اور اُسکے ساتھ شرط لگائی کہ مستاجر اُسکی نہر اُکھڑوادے یا اُسمین کنوان کہدوادے یا کاریز بنوادے
تو بھی یہی حکم ہے یہ بدائع مین ہے۔ ایک شخص نے اپنا گھر ایک شخص کو اس شرط سے دیا کہ اُسمین رہا کرے اور اُسکی مرمت
کرادے اور اُسپر کچھ اجرت نہین ہے تو یہ اجارہ نہین بلکہ عاریت ہے کیونکہ اجرت نہونا شرط کردی ہے اور کچھ اجرت شرط
نہین کی اور یہ جو مرمت کرانا شرط کیا ہے یہ اُس گھر کا نفقہ ہے اور نفقہ مستعار چیز کا مستعیر پر ہوتا ہے یہ فتاوی صغری
وغیاثیہ مین ہے۔ اگر ایک شخص نے بغداد تک جانے کے واسطے ایک ٹٹو اس شرط سے کرایہ کیا کہ جو کچھ اللہ تعالے مجھے
بغداد سے رزق دیگا یا فلان شخص سے دلاویگا اُسمین سے نصف موجر کو دونگا تو یہ اجارہ فاسد ہے اور مستاجر پر اجر المثل
واجب ہوگا جہانتک سوار ہوا ہے اور اگر ٹٹو کو اس شرط سے کرایہ کیا کہ اگر اس نے مجھے بغداد تک پہونچا دیا تو موجر کو دس درم
کرایہ ملیگا ورنہ کچھ نہ ملیگا تو یہ فاسد ہے اور جہان تک وہ سوار ہو کر جاویگا اتنی دور کا اجر المثل موجر کو دلایا جائیگا
یہ مبسوط مین ہے۔ اگر کسی شخص نے خراج دینے کی شرط مستاجر کے ذمہ لگائی تو کتاب مین مذکور ہے کہ ایسا اجارہ
فاسد ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے کہا کہ یہ خراج مقاسمہ پر محمول ہے[1] یعنے خراج مقاسمہ اُسکو دینا پڑیگا یا ایسی زمین کے
خراج مین ہے کہ جو صلح سے حاصل ہوئی ہے کہ اُسکا خراج مختلف ہوتا رہتا ہے ولیکن اگر خراج وظیفہ مراد لیا جاوے تو اس
صورت مین خراج یا اجرت مسمی یکسان ہے یعنے جائز ہونا چاہیے اور صحیح یہ ہے کہ عقد مطلقاً جائز نہین ہے اور اسی پر فتوے ہے یہ
فتاوی صغری ہے۔ اگر زمین عشری ہو اور موجر نے عشر دینا مستاجر کے ذمہ شرط کیا تو صاحبین رح کے نزدیک جائز ہے
اور امام اعظم رح کے نزدیک نہین جائز ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور اگر یون کہا کہ اس زمین کا خراج ادا کردے اور تجھپر
کچھ اجرت نہین ہے تو یہ اجارہ فاسد ہے۔ اسی طرح اگر چوپایہ کے کرایہ لینے مین یہ شرط لگائی کہ اگر مستاجر کچھ راستہ
چلکر لوٹ آیا تو اُسپر پوری اجرت واجب ہوگی تو یہ فاسد ہے یا یہ شرط لگائی کہ اگر اس ٹٹو نے مجھے آج کے روز فقط
فلان موضع تک پہونچایا تو مجھپر کرایہ واجب نہوگا تو بھی کل اجارہ فاسد ہو گیا اور مستاجر پر جسقدر دور سوار ہوا ہے اُسکا
اجر المثل واجب ہوگا۔ اسی طرح اگر چارہ دینے کی شرط مستاجر کے ذمہ لگائی تو بھی فاسد ہے اور اس صورت مین اگر مستاجر
نے چارہ نہ دیا یہان تک کہ ٹٹو مر گیا تو ضامن نہوگا۔ اسی طرح اگر اجارہ کی چیز مین باربرداری وخرچہ پڑتا ہو اور موجر نے یہ شرط
لگائی کہ مستاجر مجھے واپس دیجاوے تو بھی اجارہ فاسد ہے اور اگر اُسکی کچھ باربرداری وخرچہ نہو تو جائز ہے۔ اسی طرح اگر یہ شرط
لگائی کہ مجھے بلا عیب واپس کرے یا اگر مر جاوے یا عیب دار ہو جاوے تو مستاجر ضامن ہو تو بھی اجارہ فاسد ہے
(جو چیز اجارہ پر دی ہے ۱۲)
اور اگر معمار کے ذمہ یہ شرط لگائی کہ اس عمارت کے بنانے مین اسقدر اپنی ذاتی اینٹین لگادے یا درزی سے یہ شرط کی

[1] اور خراج مقاسمہ یعنے بٹائی کا خراج مثلاً زمین خراجی آدھے یا چوتھائی کی بٹائی پر دیدی ہے کہ اگر پیداوار ہو تو خراج باطل ہے اور اسکے مقابل خراج موظف ہے مثلاً اس زمین کو دس روپیہ پر کٹائی کر دیا خواہ ہزار روپیہ کا اناج پیدا ہو یا کچھ نہو ۱۲

کہ میری قبا سیدے بشرطیکہ اُسکا استر اور روئی بھرائی اپنے پاس سے لگا دے تو یہ جائز نہیں ہی اور اگر اُس نے ایسا ہی کیا
تو اجرت مقررہ واجب نہوگی بلکہ جو کچھ اجر المثل ہو وہ ملیگا اور اُسکے ساتھ اینٹوں کی قیمت یا استر و روئی بھرائی کی قیمت ملیگی
اور یہ حکم بخلاف روئی اونٹنے و دھننے والے کی صورت کے ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ ایک شخص کو مزدور کیا کہ مستاجر کے جو درخت فلان
گانوُن مین جو شہر سے فاصلہ پر تھا واقع ہین اُنکو قطع کر دے اور یہ کہدیا کہ آنے و جانے کا خرچہ مستاجر کے ذمہ ہوگا تو مشایخ نے
فرمایا مستاجر کے ذمہ یہ خرچہ واجب نہوگا۔ اور اگر مستاجر کے ذمہ خرچہ کی شرط عقد اجارہ مین لگائی ہو تو اجارہ فاسد ہی۔
اور چاہیے یہ ہی کہ اس حکم مین تفصیل ہو۔ اسطرح کہ اگر یہ درخت معلوم ہون تو یہی حکم ہی اور اگر مستاجر کو معلوم نہون تو جبتک
وقت ذکر نکرے اجارہ صحیح نہوگا۔ اور اگر وقت بیان کر دیا تو اسقدر وقت تک وہ مزدور اجیر خاص ہوگا پس مستاجر پر سوا
اسقدر اجرت کے جو بیان کر دی ہی اور کچھ واجب نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ امام محمدؒ نے جامع صغیر مین فرمایا کہ ایک
شخص نے کوئی زمین بعوض چند درمون کے اس شرط سے کرایہ لی کہ مستاجر اُسکو گوڑ کر اسمین زراعت کرے یا
سینچ کر اُسمین زراعت کرے تو یہ جائز ہی۔ اور اگر یون شرط لگائی کہ زمین کا تثنیہ کرے یا اسمین کھاد ڈلوائے تو
فاسد ہی اور تثنیہ کی تفسیر مین مشایخؒ نے اختلاف کیا ہی بعضون نے فرمایا کہ تثنیہ کے یہ معنی ہین کہ زمین کو گوڑی ہوئی واپس
کرے پس اگر یہی معنی ہین تو یہ ایسی شرط ہی کہ خلاف مقتضائے عقد ہی کیونکہ بعد اجارہ پورے ہونے کے اسکی منفعت
رب الارض کو حاصل ہوگی۔ اور بعضون نے فرمایا کہ یہ معنی ہین کہ زمین کو دو بار گوڑے پھر اسمین زراعت کرے پس اگر
یہ معنی مراد ہین تو اجارہ کا فاسد ہونا اسوجہ سے ہی کہ ملک کے عرف پر ہی کہ وہان کی زمین ایک بار گوڑنے سے پوری پیداوار
دیتی ہی اور ایسا ہی ملک اُنکے مین بھی ہی پس ایسے ملکون مین البتہ ایسی شرط خلاف مقتضائے عقد ہی اور رب الارض کو
اس شرط سے نفع ہی کیونکہ گوڑنے کا نفع انقضائے اجارہ کے بعد باقی رہیگا حتی کہ اگر باقی نہ رہے تو عقد فاسد نہوگا لیکن
ایسے ملکون مین جہان بدون دو تین بار گوڑے ہوئے زمین مین اچھی پیداوار نہین ہوتی ہی وہان ایسی شرط لگانے سے
عقد فاسد نہوگا اور ایسے ہی کھاد ڈلوانے مین بھی تفصیل ہی کہ اگر کھاد دینا مستاجر کے ذمہ قرار دیا اور ظاہر ہی کہ ایک
سال مین دینے کی شرط ہی پس اگر اُس کھاد کی منفعت دوسرے سال تک باقی رہتی ہو تو عقد فاسد ہوگا اور اگر سال آیندہ
تک باقی نہین رہتی ہی تو عقد فاسد نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے ذکر فرمایا کہ اگر مدت اجارہ کے اندر کی
گوڑی ہوئی واپس کرے تو عقد فاسد ہی اور یہی صحیح ہی ولیکن اگر یہ شرط لگائی کہ مدت اجارہ کے اندر نہین بلکہ اجارہ گذر جانے
کے بعد گوڑ کر واپس کرے تو اُسکی دو صورتین ہین اگر اس طور سے اجارہ دیا کہ مین نے تجھے یہ زمین بعوض اتنے درمون
اور بعوض اسکے کہ بعد اجارہ گذرنے کے گوڑ کر واپس دے اجارہ مین دیدی تو یہ صحیح ہی اور کتاب مین فرمایا کہ اگر یون
اجارہ پر دی کہ مین نے تجھے یہ زمین اسقدر درمون پر اجارہ دی بشرطیکہ بعد اجارہ کی مدت گذرنے کے تو اُسکو گوڑ دے
تو صحیح نہین ہی۔ اور اگر اُس نے گوڑ دینا مطلقًا بیان کیا تو اُس سے یہ مراد لیجاویگی کہ مدت اجارہ گذرنے کے بعد گوڑے
پس اجارہ جائز ہوگا۔ ولیکن یہ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہی اور ہم نے یہ تفاصیل اسی کی بابت پائی ہیں اور یہی صحیح ہی
اور اسی پر فتوی ہی یہ فتاوی صغری مین ہی۔ اور اگر مستاجر کے ذمہ نہر کے اُکھاڑنے کی شرط لگائی تو عقد فاسد ہوگا۔ اور بعض
بعض مشایخ نے پانی کی نالیون اور نہر مین فرق کیا ہی اور فرمایا ہی کہ نالیون کے صاف کرا کر اگر دا دینے کی شرط سے صحیح ہی
مگر حکم اول اصح ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی شخص سے ایک سال کے واسطے ایک گھر سو درم پر اس شرط سے اجارہ لیا کہ

اُسمین سکونت اختیار نہ کریگا تو اجارہ فاسد ہے۔ اور اگر کوئی گھر اس شرط سے اجارہ دیا کہ مستاجر خود اُسمین رہے اور مستاجر کے ساتھ کوئی دوسرا نرہے تو اجارہ جائز ہے حالانکہ موجر کے واسطے اس شرط مین نفع ہے اور شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین فرمایا کہ یہان کچھ تاویل کرنا ضرور ہے تاکہ فرق ظاہر ہوجاوے پس ہم کہتے ہین کہ دوسری صورت مسئلہ کی تاویل یہ ہے کہ اُس دار مین کوئی چہ بچہ یا وضو کا گڈھا نہ تھا پس جب یہ صورت تھی تو مالک مکان کا اس شرط مین کچھ نفع نہین ہے اسلیے کہ دوسرے کے رہنے سے اُسکا ضرر نہوگا کیونکہ ایسی صورت مین جو کچھ پانی اُس دار مین جمع ہوگا اُسکا باہر نکالنا مستاجر کے ذمہ ہے پس موجر کا کیا نقصان ہے اور بہت لوگون کے رہنے سے عمارت کمزور نہین ہوتی ہے پس عقد فاسد نہوگا اور پہلی صورت کی تاویل یہ ہے کہ اُس دار مین چہ بچہ وغیرہ تھا پس اس صورت مین عدم سکونت کی شرط سے مالک مکان کو نفع ہے ولیکن ایسی شرط خلاف مقتضاے عقد ہے پس عقد فاسد ہوا پھر اگر اس پہلی صورت مین باوجود فساد اجارہ کے مستاجر نے سکونت اختیار کی تو اسپر اجر المثل واجب ہوگا چاہے جسقدر ہو یہ محیط مین لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنے گھر کا اجارہ یہ ٹھہرایا کہ مستاجر ہمارے واسطے ایک سال تک اذان دیدے یا امامت کرادے تو اجارہ فاسد ہے اور اگر مستاجر نے سکونت اختیار کی تو اُسپر اجر المثل واجب ہوگا اور اذان وامامت کی مزدوری اُسکو کچھ نہ ملیگی یہ مبسوط مین ہے۔ ایک شخص نے دس درم ماہواری پر ایک دار اپنے رہنے یا اپنے اہل وعیال کے رہنے کے واسطے اس شرط سے کرایہ لیا کہ اس دار کی تعمیر کرادیگا اور جو اسمین شکست وریخت ہوگی اُسکی مرمت کرادیگا اور چوکیداری دیگا اور جو ٹکس سلطان وغیرہ کی طرف سے اُسپر باندھا جائیگا وہ ادا کردیگا تو ایسا اجارہ فاسد ہے اور مشایخ نے فرمایا کہ تعمیر کرانے اور ٹکس دینے کی شرط کرنے کی صورت مین یہ حکم بے شک صحیح ہے کیونکہ عمارت بنوانا مالک مکان کے ذمہ ہے اور وہ فی نفسہ مجہول چیز ہے پس اُسکی شرط کرنے مین اُس نے اپنے اوپر ایک مجہول چیز کی شرط لگائی ولیکن چوکیداری رہنے والے پر ہوتی ہے پس اس سے اُس نے اپنے اوپر مجہول چیز کی شرط نہین کی تو عقد فاسد نہوگا اور اگر ایسے اجارہ کرنے کے بعد مستاجر نے اُس مکان مین سکونت نہ اختیار کی تو اُسپر کرایہ واجب نہوگا۔ اور اگر اُسمین رہا تو اجر المثل واجب ہوگا خواہ کسی قدر ہو مگر جسقدر بیان کردیا ہے اُس سے زیادہ نہ دیا جائیگا پس اصل یہ قرار پائی ہے کہ اگر عقد اجارہ مین کرایہ کی تعداد معلوم ہوا اور اجارہ کسی دوسری وجہ سے فاسد ہوجاوے تو اسمین اجر المثل دینا پڑتا ہے مگر مقدار مسمی[له] معلوم سے زیادہ نہین کیا جاتا ہے حتی کہ اگر مقدار مسمی پانچ درم ہون اور اجر المثل دس درم ہون تو پانچ ہی درم دینے پڑینگے اور اگر عقد اجارہ مین کرایہ کی تعداد مجہول ہو یا کچھ بیان ہی نہوئی ہو اس سبب سے عقد اجارہ فاسد ہوگیا تو اجر المثل واجب ہوگا چاہے جسقدر ہو سب دینا پڑیگا۔ اسی طرح اگر کچھ کرایہ معلوم اور کچھ مجہول ہو جیسے مرمت اور ٹکس کے مسئلہ مین ہے تو بھی اجر المثل سب دینا واجب ہوگا خواہ کسی قدر ہو اور واضح ہو کہ یہ کلام جو مذکور ہوا یہ مقدار مسمی سے زیادہ کرنے مین ہے لیکن مقدار مسمی سے کم کرنے کے حق مین یہ حکم ہے کہ جس صورت مین مقدار مسمی کل معلوم ہو اور عقد اجارہ کسی دوسری وجہ سے فاسد ہو تو اجر المثل دینا پڑیگا اور اگر اجر المثل مقدار مسمی سے کم ہو تو کم کردیا جائیگا مثلاً اجر المثل پانچ درم ہو اور مسمی دس درم ہون تو فقط پانچ درم واجب ہونگے اور اگر عقد اجارہ مین کچھ کرایہ معلوم اور کچھ مجہول ہو تو اجر المثل مین مقدار مسمی سے کم نہ کیا جائیگا جیسا کہ مرمت اور ٹکس کے مسئلہ مین ہے کہ اگر اس مسئلہ مین اجر المثل پانچ درم ہون اور مقدار مسمی دس درم ہوان تو دس ہی درم واجب ہونگے یہ محیط مین لکھا ہے

[له] قوله مقدار مسمی یعنی جو مقدار ٹھری ہو اگر اجر المثل اس سے زیادہ ہو تو زیادہ نہ دیا جائیگا اور اگر کم ہو تو کم ہی دیا جائیگا ۱۲

تیسری فصل قفیز الطحان یا جو اُسکے معنی مین ہین اُن اجارات کے بیان مین **قال المترجم** قفیز الطحان اجارہ کی صورت کا اشارہ ہی اور حدیث اُسکی کتاب مین مذکور ہے۔ فرمایا قفیز الطحان کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے ایک بیل اسواسطے کرایہ لیا کہ میرے گیہون اس شرط سے پیسے کہ بیل والے کو اُسی آٹے سے ایک قفیز آٹا ملیگا یا کسی شخص کو مزدور کیا اس شرط سے کہ آدھے یا تہائی یا چوتھائی وغیرہ آٹے پر گیہون پیسے تو یہ اجارہ فاسد ہی اور جو شخص ایسے اجارہ کا جائز ہونا چاہتا ہو اُسکے حق مین یہ حیلہ ہی کہ گیہون والا کھرے آٹے کی ایک قفیز دینے کی شرط کرے اور یہ نہ کہے کہ ان گیہوؤن سے دونگا یا اُنھین گیہون کی چوتھائی کھرے آٹے مین سے دینے کی شرط کرے یعنی جسقدر اُن گیہوؤن کی چوتھائی ہوتی ہی اُتنی قدر کھرے آٹے سے دینے کی شرط کرے کیونکہ آٹا جب کسی خاص گیہون کی طرف مضاف نہوگا تو وہ ذمہ واجب ہوجائیگا اور اجرت جسطرح نقد و مشار الیہ ہوتی ہی اُسی طرح کبھی ذمہ بھی قرار دیجاتی ہی اور قرضہ ہوتی ہی پس اس حیلہ سے عقد جائز ہوجائیگا اور جب عقد جائز ہوگیا تو بعد پیسے جانے کے اگر چاہے تو اُنھین گیہوون کے آٹے مین سے چوتھائی آٹا دیدے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کسی شخص کو اسواسطے مزدور مقرر کیا کہ میرے گیہون بعوض ایک قفیز کے اسمین سے یا اسمین سے ایک قفیز اور ایک درم کے عوض پیسے یا اسواسطے کہ میری بکری بعوض اسکے ذبح کردے کہ ایک درم اور ایک رطل اسکا گوشت دونگا تو یہ اجارہ فاسد ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور اگر کسی تیلی کو تل اس غرض سے دیے کہ انکا تیل نکالدے اور اُسمین سے کچھ تیل تیلی کو دیگا یا کسی بز قصاب کو بکری ذبح کرنے کو دی اس شرط سے کہ کچھ گوشت اس بکری کا اُسکو دیگا تو فاسد ہی جائز نہین ہی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی۔ اگر کوئی چکی اس طرح کرایہ لی کہ اُس سے آٹا پیسے اور اُسمین سے کچھ آٹا موجر کو دیگا تو صحیح نہین ہی یہ شرح ابو المکارم مین ہی۔ اگر کسی حمال کو ٹھہرایا کہ میرا اناج اُٹھا کر پہونچادے اور اسمین سے ایک قفیز اجرت دیگا یا کوئی گدھا اناج لادنے کے واسطے کرایہ کیا اسطرح کہ ایک قفیز اناج مین سے اجرت دیگا تو یہ اجارہ جائز نہین ہی اور اگر اُس نے لادا تو اجر المثل دلایا جائیگا مگر جو مقدار بیان کردی ہی اُس سے زیادہ نہ دیا جاویگا بخلاف اسکے اگر اس طرح حمال مقرر کیا کہ نصف اناج بعوض باقی نصف کے لادکر پہونچادے تو اس صورت مین کچھ اجرت واجب نہوگی اور یہ صورت بخلاف اس صورت کے ہی کہ اگر لکڑیان لانے مین شرکت کرلی اور ایک نے لکڑیان توڑکر ڈالین اور دوسرے نے جمع کردین تو اجرت مثل پوری واجب ہوگی چاہے جسقدر ہو سب دینی ہوگی یہ امام محمدؒ کے نزدیک ہی یہ کافی مین ہی۔ اور واضح ہو کہ اصل یہ ٹھہری ہی کہ جب مستاجر نے تمام بوجھ اپنی ملک رکھا اور اجیر کے واسطے اسی مین سے کسی قدر دینے کی شرط کردی تو اجارہ فاسد ہوگا اور اگر اجیر نے اس صورت مین بوجھ اُٹھا کر پہونچایا تو اُسکی اجرت واجب ہوگی اور اگر اس طرح اجیر حمال مقرر کیا کہ بوجھ مین سے کچھ مستاجر کا اور باقی اجیر کا اجرت مین ہی اور اجیر نے کام کیا تو کچھ اجرت واجب نہوگی اور اجارہ باطل ہوگا یہ تبیین مین لکھا ہی۔ اور اگر کسی شخص کو اس غرض سے مزدور مقرر کیا کہ اس روئی کے کھیت مین سے روئی چُن دے اور اُس روئی مین سے دس سیر روئی اُسکی اجرت مقرر کی تو جائز نہین ہی۔ اور اگر یون کہا کہ دس سیر روئی اجرت ملیگی اور یہ نہ کہا کہ اسی روئی مین سے ملیگی تو اجارہ جائز ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین لکھا ہی۔ ایک جولاہہ کو سُوت اسطرح ٹھہراکر دیا کہ آدھے پر اسکو بن دے تو یہ کپڑا اسوت کے مالک کا ہوگا اور جولاہہ کو اجر المثل ملیگا مگر جسقدر کپڑا اُس نے دینا قبول کیا تھا اُسکی قیمت سے زیادہ نہ دیا جائیگا اور مشایخ بلخ نے ایسا اجارہ بسبب ضرورت و تعامل کے جائز رکھا ہی ولیکن صحیح وہی ہی جو ہمنے کتاب سے نقل کیا ہی یعنی فاسد ہی اور اجر المثل ملیگا کذا فی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان۔ اگر

کوئی غلام ماذون یا غیر ماذون اس شرط سے اجارہ پر لیا کہ جو کچھ وہ غلام اس ٹٹو کا کرایہ کماوے اسمین سے نصف اجرت مین دیا جائیگا تو اجارہ فاسد ہی اور غلام کو اس کام کا اجر المثل ملیگا بشرطیکہ وہ غلام ماذون یعنی مولی نے اسکو تصرفات کی اجازت دیدی ہو یا مستاجر نے اسکو اُسکے مالک سے اجارہ پر لیا ہوا اور اگر وہ غلام ماذون نہو اور نہ مستاجر نے اسکو اُسکے مالک سے اجارہ پر لیا ہو بلکہ اگر وہ غلام اس کام مین تھک کر مر گیا تو مستاجر کو اُسکی قیمت ڈانڈ دینی پڑیگی اور کچھ اجرت واجب نہوگی۔ اور اگر وہ غلام صحیح و سالم بچ رہا تو مستاجر پر استحسانا اجرت واجب ہو گی یہ مبسوط مین لکھا ہی اگر کسی شخص نے اپنی زمین کسی شخص کو درخت لگانے کے واسطے اس شرط سے دی کہ زمین و درخت دونون مین نصفا نصف ہونگے تو یہ جائز نہین ہی اور وہ درخت مالک زمین کے ہونگے اور اُسپر اُن درختون کی قیمت ادا کرنی واجب ہو گی۔ اور وہ اجرت دینی پڑیگی جو ایسے کام کی ہوتی ہی اور مزدور کو یہ حکم دیا جائیگا کہ ان درختون کو اُکھاڑ لے اور اگر دونون نے اُسکے حاصل مین سے کچھ کھایا ہو تو مزدور نے جسقدر کھایا وہ اُسکی اجرت مین وضع کر لیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی اگر کسی شخص نے اپنا ٹٹو ایک شخص کو اسواسطے دیا کہ اس سے کام لے اور اسکو کرایہ پر چلاوے بشرطیکہ جو کچھ اللہ تعالی رزق عطا فرماوے وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہو جاوے پس اگر اجیر نے وہ ٹٹو لوگون کو کرایہ پر دیا اور اُسکی اجرت وصول کر لی تو تمام کرایہ ٹٹو کے مالک کا ہوگا اور اجیر کو اُسکے کام کی اجرت مثل ملیگی اور اگر اُس نے ٹٹو لوگون کو کرایہ پر نہ دیا بلکہ لوگون سے سامون کا ٹھیکہ لیا اور اُس ٹٹو یا چوپایہ کے ذریعہ سے وہ کام پورے کیے تو جسقدر اجرت ملیگی وہ اجیر کی ہوگی اور جو کچھ اُس ٹٹو کا اجر المثل ہو اُسقدر کرایہ اجیر کو اُسکے مالک کو دینا پڑیگا یہ محیط مین ہی اگر کسی شخص کو اونٹ مع پکھال اسواسطے دیا کہ پانی بھر کر فروخت کرے بشرطیکہ جو کچھ اللہ تعالی اُس سے رزق عطا فرماوے وہ ہم دونون مین نصفا نصف تقسیم ہو جاوے تو یہ فاسد ہی پھر اگر اُس نے اونٹ اور پکھال سے کام لیا اور پانی فروخت کیا تو سارے دام عامل کو ملینگے اور عامل پر واجب ہوگا کہ مالک کو اونٹ کا اجر المثل اور پکھال کا اجر المثل ادا کرے اسی طرح اگر کسی شخص کو جال شکار کے واسطے دیا بشرطیکہ جو کچھ شکار حاصل ہو وہ دونون مین نصفا نصف ہے تو بھی جو کچھ شکار ہاتھ آوے وہ سب صیاد کا ہوگا اور جال کا اجر المثل اُسکے مالک کو ادا کریگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر کسی شخص نے ایک اونٹ اس غرض سے کرایہ لیا کہ اُسپر اپنی ذاتی چیزین لاد کر لوگون مین پھر کر فروخت کرے بشرطیکہ جو کچھ اُسکی تجارت مین حاصل ہو اُسکا نصف اُس اونٹ کا کرایہ ہو گا تو یہ فاسد ہی اور جو کچھ اُسنے اپنی تجارت مین کمایا ہی وہ سب اسی کا ہوگا اور اُسپر واجب ہوگا کہ اونٹ کے مالک کو ایسے کام کا اجر المثل ادا کرے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر زید نے عمرو کو اپنا گھر اسواسطے دیا کہ عمرو اسمین گیہون بھر کر فروخت کرے بشرطیکہ جو کچھ اللہ تعالی کے فضل سے حاصل ہو وہ دونون کو برابر تقسیم ہو اور عمرو نے اس گھر پر قبضہ کر کے گیہون فروخت کرنے شروع کیے اور کچھ دنون مین بہت سا مال حاصل کیا تو یہ سب مال عمرو کا ہوگا اور زید کو اسکے گھر کا اجر المثل ملیگا۔ اور اگر زید نے عمرو کو اس غرض سے دیا کہ اسکو اجارہ پر دیدے اور اسمین گیہون فروخت کیے جاوین بشرطیکہ جو کچھ اللہ تعالی کرایہ نصیب کرے وہ دونون مین برابر تقسیم ہوگا تو ایسا اجارہ فاسد ہی۔ اور اگر عمرو نے اسکو کرایہ پر دیدیا اور کرایہ وصول کر لیا تو سب کرایہ زید کو ملیگا پھر جب مستاجر نے مدت اجارہ تک اُس سے نفع حاصل کیا تو زید پر واجب ہوگا کہ عمرو کے کام کا اجر المثل عمرو کو دے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کسی شخص کو ایکدرم روزانہ پر مقرر کیا اور شرط کی کہ جو کچھ تو شکار کرکے لاوے وہ ہم دونون مین برابر تقسیم ہوگا تو یہ فاسد ہی اور اس شخص نے

جو کچھ شکار کیا وہ سب مستاجر کو دیا جائیگا اور مستاجر کو اُس شخص کے کام کا اجر المثل دینا پڑیگا - اور اگر کسی غلام کو اجارہ لیا اور شرط کی کہ جو کچھ نفع تجارت سے حاصل کر کے لاوے اُسمین سے نصف اجرت ہوگا یا کسی کو بکریان چرانے کے واسطے اس شرط سے اجارہ کیا کہ بکریون کا دودھ یا کچھ دودھ یا بکریون کی اُون اُسکے اجیر کو دیگا تو جائز نہین ہی اور اجر المثل دینا پڑیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی - ایک شخص کو ایک گاے اس شرط سے دی کہ اُسکو چارہ دیوے اور جو کچھ اُسکا دودھ اور گھی حاصل ہو وہ ہم دونون مین برابر تقسیم ہوگا تو ایسا اجارہ فاسد ہی اور گاے کے مالک پر واجب ہوگا کہ اُس شخص کو اُسکے کام کی اجرت دیوے اور اُسکے چارہ کی قیمت بھی دیوے بشرطیکہ چارہ اُس نے اپنی ملک سے دیا ہو اور اگر اُس نے چراگاہ سے چرایا ہو تو واجب نہین ہی اور وہ شخص تمام دودھ اگر بعینہ موجود ہو مالک کو واپس کریگا اور اگر اُس نے تلف کر دیا ہو تو مالک کو اُسکے مثل دیگا کیونکہ دودھ بھی مثلی چیزون سے ہی اور اگر اُس نے دودھ کو پھاڑ کر چکّا دہی بنایا تو وہ اُسی کا ہوگا اور اُسپر واجب ہوگا کہ دودھ کے مثل ڈانڈ دے کیونکہ وہی بنانے سے مالک کا حق منقطع ہوگیا ہی اور اُسکے جائز ہونے کے واسطے حیلہ یہ ہی کہ آدھی گاے کچھ دامون کو اُسکے ہاتھ فروخت کردے اور ثمن سے اُسکو بری کر دے پھر اُسکو حکم دے کہ اُسکے دودھ سے مسکہ یا چکّا دہی بناوے پس وہ دونون مین برابر مشترک ہوگا - اسی طرح اگر کوئی مرغی اس شرط سے دی کہ اُسکے انڈے دونون مین برابر تقسیم ہون یا کرم پیلہ اس شرط سے دیے کہ ابریشم دونون کو برابر تقسیم ہو تو جائز نہین ہی اور جو کچھ پیدا ہو وہ سب مرغی اور کرم پیلہ کے مالک کو ملیگا یہ وجیز کردری مین ہی - پھر مالک نے جس شخص کو گاے یا مرغی دی ہی اگر اُس نے کسی دوسرے کو آدھی بٹائی پر دیدی اور اُسکے قبضہ مین تلف ہوگئی تو جس شخص کو مالک نے پہلے دی ہی وہ ضامن ہوگا اور اگر اُس نے گاے کو چرنے کے واسطے چراگاہ بھیجا اور وہان ضائع ہوئی تو وہ ضامن نہوگا کیونکہ چراگاہ بھیجنے کا دستور جاری ہی یہ محیط مین ہی - ایک شخص کو بیضہ کرم پیلہ آدھے کی بٹائی پر دیے پھر جب اُن انڈون مین سے بچے نکلے تو شریک نے کہا کہ اُسمین سے اکثر بچے مر گئے ہین پس مالک نے کہا کہ تو مجھے انڈون کی قیمت دیدے اور مین بچون سے درگذرا حالانکہ شریک اپنے قول مین جھوٹا تھا تو سب بچے مالک کو ملینگے اور مالک پر واجب ہوگا کہ شریک کے کام کا اجر المثل اُسکو دیوے اور شہتوت کے پتون کی بھی قیمت ادا کرے یہ وجیز کردری مین لکھا ہی - اگر عمرو نے

جو اس نے کرم پیلہ کو کھلایا ہے ان میں ۱۲

زید کے بیضہ کرم پیلہ یا مرغی کے انڈے غصب کر لیے اور اُنکو رکھ چھوڑا یہان تک کہ اُنسے کرم پیلہ یا چوزے پیدا ہوئے تو شمس الائمہ حلوائی سے منقول ہی کہ اگر خود بخود پیدا ہوئے ہون تو مالک کو ملینگے - اور واضح ہو کہ اس جنس کے مسائل مین جواز کا حیلہ یہ ہی کہ انڈے یا مرغی کا مالک آدھے انڈے یا آدھی مرغی اُس شخص کے ہاتھ فروخت کر دے جسکو اُسنے دی ہی اور دامون سے اُسکو بری کر دے تو پھر جو کچھ پیدا ہوگا وہ دونون مین برابر تقسیم ہوگا یہ محیط مین لکھا ہی زید کا قرضدار عمرو نامے دوسرے شہر مین رہتا ہی پس زید نے خالد سے کہا کہ تو وہان جا کر میرا قرضہ وصول کر لے اور جب تو نے وصول کر لیا تو ان درمون مین سے دس درم تجھکو اجرت دونگا پس خالد نے جا کر قرضہ وصول کر لیا تو اجر المثل واجب ہوگا اور مقبوضہ مین سے دس درم دینے کی شرط فاسد ہی کیونکہ وہ قفیز الطحان کے معنی مین ہی یہ جواہر الفتاوی مین ہی - اگر کسی شخص کو کار معلوم کے واسطے مزدور کیا اور مزدوری بیان نہ کی یا خون یا مردار چیز مزدوری ٹھہرائی تو اجر المثل چاہیے جسقدر ہو دینا پڑیگا اسی طرح اگر کچھ درم گنتی مین مزدوری مین ٹھہرائے اور اُنکا وزن بیان نہ کیا حالانکہ اُس شہر مین نقود مختلفہ رائج ہین تو بھی یہی حکم ہی اور اگر کوئی نقد زیادہ چلتا ہو تو وہی مراد

فرمایا کہ نہین صحیح ہی پھر دریافت کیا گیا کہ اگر مستاجر نے اپنے پاس سے فالیز کی اصلاح اور بیجون کے اُگنے کیواسطے کچھ ضروری خرچ کیا پھر معلوم ہوا کہ یہ اجارہ فاسد ہی پس یہ خرچ لغو ہو جائیگا یا مالک زمین سے ضمان لے سکتا ہی فرمایا کہ ہان[1] اور مالک زمین سے ضمان نہین لے سکتا ہی پھر دریافت کیا گیا کہ جب شرعاً ضمان نہین لے سکتا ہی تو اسکو یہ بھی اختیار ہی کہ جو کچھ اُس نے اصلاح کی ہی اُسکو بگاڑ دے اور خربزے کی بیلون کو تلف کر دے تو فرمایا کہ ہان خربزے کی بیلون کو تلف کر سکتا ہی ولیکن جو اُس نے اصلاح کی ہی اسکا بگاڑنا خباثت ہی پس یہ اختیار نہ دیا جاویگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ مشتری نے خریدا ہوا غلام قبضہ سے پہلے بائع کو اجارہ پر دیا کہ ایک مہینہ تک اسکو روٹی پکانا یا سلائی ایک درم مین سکھلاوے تو یہ جائز ہی اور بائع نے اگر سکھلا دیا تو اجرت اُسکو ملیگی اور اگر مہینہ گذرنے سے پہلے یا اُسکے بعد بائع کے پاس مرگیا تو بائع کا مال گیا اور جو کچھ مشتری نے کیا یہ قبضہ شمار نہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی کپڑا خریدا اور سینے یا دہونے کیواسطے اُسی کو اجارہ دیا تو جائز ہی اور اگر وہ تلف ہو گیا پس اگر قطع کرنے سے یا دہونے سے اُسمین نقصان آگیا ہو تو مشتری قابض شمار ہوگا اور تلف ہونے سے مشتری کا مال گیا ورنہ بائع کا مال گیا۔ اور اگر مشتری نے بائع کو اسواسطے اجیر مقرر کیا کہ خریدی ہوئی چیز اسقدر اجرت پر اپنی حفاظت مین رکھے تو یہ اجارہ فاسد ہی کیونکہ مشتری کو سپرد کرنے تک اُسکی حفاظت بائع کے ذمہ ہی اسی طرح اگر راہن نے مرتہن کو شی مرہون کی حفاظت کے واسطے اجرت پر مقرر کیا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر مرتہن کو کسی کام سکھلانے کے واسطے اجارہ پر مقرر کیا مثلاً رہن کے غلام کو کوئی ہنر سکھلا دے تو جائز ہی اسی طرح اگر مالک نے غاصب کو اجارہ پر مقرر کیا تو بھی حکم مین یہی تفصیل ہوگی جو مذکور ہوئی یہ قنیہ مین ہی۔

سولھوان باب اجارہ مین شیوع[2] ہونے کے احکام مین اور طاعات و معاصی و افعال مباح کے واسطے اجارہ لینے کے بیان مین۔ ایسی غیر منقسم چیز کا اجارہ جو قابل قسمت[3] ہی اور جو نہین ہی امام اعظمؒ کے نزدیک فاسد ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور صاحبین کے نزدیک جائز ہی بشرطیکہ اپنا حصہ بیان کر دے اور اگر اپنا حصہ بیان نہ کیا تو صحیح قول کے موافق جائز نہین ہی اور مغنی مین لکھا ہی کہ غیر منقسم چیز کے اجارہ مین صاحبینؒ کے قول پر فتوی ہی یہ تبیین مین ہی اور ایسے اجارہ کی صورت یہ ہی کہ اپنے گھر مین سے ایک حصہ اجرت پر دیا یا ایک مشترک گھر مین سے اپنا حصہ شریک کے سوائے دوسرے کو اجارہ پر دیا یا نصف غلام یا نصف چوپایہ اجارہ پر دیا یہ جواہر اخلاطی مین ہی اور بالاجماع اگر اُس نے اپنے شریک کو اجارہ پر دیا تو جائز ہی خواہ ایسی چیز غیر منقسم ہو جو قابل قسمت نہین ہی یا قابل قسمت ہی خواہ اپنا پورا حصہ اجارہ پر دیدیا ہو یا کسی قدر حصہ دیا ہو یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر اجارہ مین پہلے شیوع نہو پھر کسی وجہ سے شیوع طاری ہو جاوے تو اس سے اجارہ فاسد نہین ہوتا ہی اسپر اجماع ہی مثلاً پورے گھر کا اجارہ کیا پھر دونون نے نصف کا اجارہ فسخ کر دیا یا ایک شخص ان دونون مین سے مرگیا یا کسی قدر گھر استحقاق مین لے لیا گیا تو باقی کا باقی رہیگا۔ اور نصاب و صغری مین لکھا ہی کہ مشاع مین اجارہ جائز ہونے کی صورت یہ ہی کہ کوئی حاکم ایسا حکم دیدے پس سب اماموں کے نزدیک بالاتفاق جائز ہو جائیگا یا کوئی حکم ایسا حکم لگادے بشرطیکہ قاضی کے پاس مرافعہ کرنا متعذر ہو یا ایسا ہو کہ پہلے کل چیز کا اجارہ قرار دے پھر اُسمین سے آدھی و تہائی و چوتھائی جسقدر دونون کا جی چاہے اجارہ فسخ کر دین پس باقی کا بالاتفاق جائز ہوگا یہ مضمرات مین ہی۔ اور اگر کوئی چیز دو شخصون کو اجارہ پر دیدی تو جائز ہی اور دونون مستاجرون مین سے ہر ایک اُس چیز کی نصف منفعت غیر منقسم کا مالک ہی یہ کافی مین لکھا ہی۔ اور اگر عمارت

[1] قولہ ہان یعنے اجارہ فاسد ہے مگر نقصان نہین لے سکتا ۱۲

[2] قولہ شیوع یعنے کل اجارہ علیحدہ منقسم ہو خواہ ابتداء سے ہو یا بعد اجارہ کے مثلاً نصف کا کوئی مستحق نکلے ۱۲

[3] قولہ قابل قسمت یہان یہ مراد ہے کہ بعد اجارہ کے بعد منفعت ممکن ہو ۱۲

بدون زمین کے اجارہ پر دیدی تو نہین جائز ہی اور امام محمدؒ سے نوادر مین ذکر فرمایا کہ جائز ہی اور قاضی امام ابو علی نسفیؒ نے فرمایا کہ ہمارے شیخؒ اسی پر فتوے دیتے تھے اسی طرح اگر عمارت کسی شخص کی مملوکہ ہو اور جس زمین مین یہ عمارت بنی ہوئی ہو وہ وقف ہو اور مالک نے عمارت کرایہ دیدی تو جائز نہین ہی کیونکہ یہ بھی مشاع کے معنی مین ہی اور بعض نے فرمایا کہ جائز ہی اور اگر کسی شخص نے ایک مجلس اجارہ مین دی حالانکہ ایک بیت انہین کا کسی دوسرے شخص کے پاس کرایہ پر ہی تو ماسوا بیت کے باقی کا اجارہ جائز ہی اور شمس الائمہ حلوائی کی کتاب الحیل مین مذکور ہی کہ اگر عمارت کسی شخص کی ہو اور اسکی زمین کسی دوسرے شخص کی ہو اور عمارت کے مالک نے سوا زمین کے مالک کے کسی دوسرے کو یہ عمارت کرایہ پر دیدی تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی اور شمس الائمہ نے خود بیان کیا کہ فتوی جواز پر ہی اور اگر اسکی زمین کے مالک کو اجارہ پر دیدے تو بیشک جائز ہی- اور اگر سوا عمارت کے اسکی زمین اجارہ لی تو جائز ہی یہ خلاصہ مین ہی- یتیمیہ مین لکھا ہی کہ شیخ ابو الحسن بن علی رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ زید نے عمرو سے کہا کہ مین نے تجھے بنصف دار غیر منقسم اور وہ دار فارغ پورا اجارہ دیا پس آیا دوسرے دار کا اجارہ جو فارغ ہی صحیح ہی یا نہین صحیح ہی تو فرمایا کہ اسکا اجارہ جو فارغ ہی صحیح ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی- جو اعمال بندون کے طاعات ہین جیسے قرآن مجید پڑھانا یا فقہ پڑھانا اور اذان و وعظ کہنا اور پڑھانا اور حج و عمرہ وغیرہ ایسے اعمال کا اجارہ لینا جائز نہین ہی اور اجرت واجب نہو گی یہ اصل مین لکھا ہی کذا فی الخلاصہ- مسجدون و رباطات و پل بنانے کے واسطے اجارہ لینا جائز ہی یہ بدائع مین ہی- اور لغت و علم ادب یعنی زباندانی سکھلانے کے واسطے اجارہ لینا بالاجماع جائز ہی یہ سراج الوہاج مین ہی- اور مشائخ بلخ رحمہ نے تعلیم قرآن کے واسطے اجارہ لینا جائز رکھا ہی بشرطیکہ اُسکے واسطے کوئی مدت مقرر کی ہو اور فتوی دیا کہ اس صورت مین جو اجرت ٹھہری ہی وہ واجب ہو گی اور اگر اجارہ نہ ٹھہرایا یا مدت بیان نہ کی تو مشائخ بلخ نے فتوی دیا کہ اس صورت مین اجر المثل واجب ہو گا کذا فی المحیط اور استحساناً ان مشائخ نے حکم دیا کہ بچہ کے والد پر جبر کیا جائیگا کہ رسمی طعام ضرور بھیجے اور شیخ امام ابو بکر محمد بن الفضل فرماتے تھے کہ مستاجر پر اجرت تعلیم قرآن ادا کرنے کے واسطے جبر کیا جائیگا اور اگر نہ دے تو قید کیا جائیگا انتہی فرماتے تھے کہ اسی پر فتوی ہی اور مانند فقہ وغیرہ کی تعلیم کے لیے اجارہ لینے مین بھی یہی حکم ہی اور ہمارے زمانہ مین فتوی کے واسطے انھین مشائخ رحمہم اللہ کا قول مختار ہی یہ فتاوی عتابیہ مین ہی- اور اگر کسی معلم کو اپنے لڑکے کے واسطے کتابت یا نجوم یا طب یا تعبیر سکھلانے کے لیے اجارہ پر مقرر کیا تو بالاجماع جائز ہی اور فتاوی فضلی مین لکھا ہی کہ اگر کسی معلم کو لڑکون کے حفظ یا تعلیم خط یا ہجا کے واسطے اجارہ لیا تو جائز ہی اور اگر معلم سے یہ شرط ٹھہرائی کہ اسکو حاذق کردے تو اصل مین مذکور ہی کہ یہ فاسد ہی اور شروط مین لکھا ہی کہ اگر اپنا بیٹا یا غلام اسواسطے دیا کہ اسکو حساب آجاوے تو نہین جائز ہی اور اگر یہ شرط لگائی کہ ان چیزون کے سکھلانے مین کوشش کرے تو جائز ہی اور نیز شروط مین امام محمدؒ سے مروی ہی کہ اگر کسی شخص کو اسواسطے اجارہ لیا کہ کوئی حرفہ معین میرے لڑکے کو سکھلا دے پس اگر کوئی مدت بیان کردی مثلاً ایک مہینہ تک اسکو یہ کام سکھلا دے تو عقد صحیح ہی اور اجارہ مدت پر قرار دیا جائیگا کہ اگر معلم نے اتنی مدت تک اپنے تئین اس کام مین لگایا تو اجرت کا مستحق ہو گا خواہ لڑکے نے سیکھ لیا ہو یا نہین اور اگر مدت بیان نہ کی تو عقد فاسد ہی پھر اگر اسنے سکھلا دیا تو اجرت کا مستحق ہو گا ورنہ نہین پس حاصل یہ ہی کہ اسمین دو روایتین ہین اور مختار یہ ہی کہ جائز ہی یہ مضمرات مین ہی- ایک شخص نے اپنا لڑکا کسی کو دیا کہ اسکو فلان حرفہ سکھلا دے اور یہ لڑکا اُس معلم کا چند مہینے کام کردیگا تو جائز نہین ہی اور اگر اُسنے

یہ حرفہ سکھلا دیا تو اجر المثل واجب ہوگا یہ وجیز کردری مین ہے - ایک شخص نے ایک معلم کو اسواسطے مقرر کیا کہ میرے لڑکے کو ادب سکھلا دے پھر سال کے اندر اسکو روک لیا تو شیخ نے فرمایا کہ انچہ خواہد پدر از روے مروت بدہد یعنی اجرت دینے مین شیخ رح نے فرمایا کہ از روے مروت کے اُسکا باپ جو کچھ چاہے دیدے یہ جواہر الفتاوی مین ہے - ایک معلم کو نو درم ماہواری پر دو لڑکون کی تعلیم کے واسطے اجارہ لیا کہ ایک کو علم ادب سکھلا دے اور دوسرے کو قرآن شریف پڑھا دے پھر معلم نے کہا کہ قرآن شریف پڑھانا میرا کام نہین ہے پس تو کسی شخص کو جسکو لوگ مقرر کرتے ہین مقرر کرلے اور میری اجرت مین سے اُسکو دے - مستاجر نے ایسا ہی کیا اور چاہا کہ اجرت نصفا نصف دونون کو دے تو ادیب نے کہا کہ قرآن شریف کے معلم کو ماہواری ایک درم یا آدھا درم دینے کی عادت ہے پس تو جو کرتا ہے مین اُسپر راضی نہین ہون تو شیخ رح نے فرمایا کہ یہ صورت قریب قریب اسکے ہے کہ گویا اُسنے مستاجر کو اپنی طرف سے اس کام کا وکیل مقرر کیا پس معلم قرآن کو اُسکی اجرت مین سے اُسی قدر کاٹ کر دیا جائیگا جسقدر کا وہ مستحق ہے یہ حاوی مین ہے - اگر کسی شخص کو اجرت معلومہ پر معلم کیا اور لڑکون کی تعداد بیان نکی تو جائز ہے یہ ملتقط مین ہے - ایک مدت معلومہ تک قرآن شریف پڑھنے کے واسطے اجارہ لینے مین مشائخ کا اختلاف ہے اور بعض نے فرمایا کہ جائز ہے اور یہی قول مختار ہے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے - ایک شخص نے اپنے نابالغ لڑکے کو کوئی خاص حرفہ کے سکھلانے کے واسطے ایک اُستاد کو دیا کہ چار برس مین اسکو یہ حرفہ سکھلا دے اور اُسنے باپ کے ذمہ یہ شرط لگائی کہ اگر چار برس سے پہلے اُسنے بیٹے کو روک رکھا تو اُستاد کے اُسپر سو درم واجب ہونگے پھر باپ نے دو برس بعد روک رکھا تو اُسپر سو درم واجب نہونگے بلکہ اس تعلیم کا اجر المثل دینا پڑیگا یہ جواہر الفتاوی مین ہے - فتاوی آہو مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے اپنا لڑکا ایک معلم کے پاس تعلیم کے واسطے بھیجا اور اُسکے ساتھ بہت سی چیزین بھیجین اُسنے ایک مہینہ تعلیم کیا پھر غائب ہو گیا پس آیا لڑکے کے باپ کو اختیار ہے کہ جو کچھ اُسنے دیا ہے وہ واپس لے تو فرمایا کہ اگر بطور اجرت کے بھیجا ہے تو جسقدر ایک مہینہ کی اجرت سے زیادہ ہو اُسقدر واپس لے سکتا ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے - اگر کوئی کتاب اسواسطے اجرت پر لی کہ اُسمین پڑھیگا خواہ شعر ہون جنکو پڑھیگا یا فقہ کی کتاب ہو یا اُسکے مانند ہو تو نہین جائز ہے اور موجر کو کچھ اجرت نملیگی اگرچہ مستاجر نے اپنے شعرون کو پڑھا ہو ایسے ہی مصحف کے اجارہ مین بھی یہی حکم ہے اور شاید یہ سب مسئلہ نظیری ہین اور جس مسئلہ کی نظیر ہین وہ یہ ہے کہ ایک شخص نے انگور کا باغ اس غرض سے کرایہ لیا کہ اسکا فقط دروازہ کھولکر اسکو دیکھتا رہیگا اور اُسکے اندر داخل نہوگا کہ وحشت کم ہو یا کوئی خوبصورت ملیح آدمی اس غرض سے اجارہ لیا کہ اُسکی صورت دیکھے تاکہ دل بہلے یا پانی سے بھرا ہوا حوض اسواسطے کرایہ لیا کہ عمامہ باندھتے وقت اسمین عمامہ دیکھکر درست کرے تو یہ سب باطل ہے ایسے عقود سے اُسپر کچھ اجرت واجب نہوگی پس اسی کی نظیر مسائل سابقہ ہین پس انمین بھی اجرت واجب نہوگی یہ مبسوط مین ہے - اگر کسی شخص کو اسواسطے کرایہ پر مقرر کیا کہ میرے واسطے مصحف یا اشعار لکھدے اور خط بیان کردیا تو جائز ہے اور شیخ الاسلام خواہرزادہ نے فرمایا کہ اجیر کے حق مین یہ اجرت مکروہ نہین ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے - اگر کوئی قلم لکھنے کے واسطے کرایہ پر لیا پس اگر کچھ مدت بیان کردی تو جائز ہے ورنہ جائز نہین ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے وصی یتیم یا متولی وقف نے یتیم یا وقف کی حویلی اجر المثل سے کم پر کرایہ دیدی تو بعض مشائخ نے اسکو مثل اجرت کے غاصب قرار دیا پس اجر المثل واجب ہوگا اور نقصان رہنے سے لوگون نے پوچھا کہ آپ اسی پر فتوی دیتے ہین

قوله جائز ہے [illegible] یہ حکم ہے [illegible] اجرت [illegible] [illegible] یہی [illegible] [illegible]

فرمایا کہ ہان اور بعض مشایخ نے کہا کہ مستاجر اسمین رہنے سے مثل غاصب کے قرار دیا جائیگا پس اجرت کچھ واجب نہوگی اور یہی حکم باپ کے اجارہ دینے کا ہے یعنی باپ نے نابالغ کی حویلی کم پر اجارہ دیدی - اور قاضی نے فرمایا کہ مین بھی اس صورت مین مثل خصافؒ کے اجر المثل واجب ہونے کا فتوی دیتا ہون یہ حاوی مین ہے - اور غنا اور نوحہ و مزامیر و طبل انہین سے کسی شی کے واسطے اجارہ جائز نہین ہے اور نہ کسی لہو کی چیز کے واسطے اجارہ جائز ہے اور اسی طرح حدی اور قراءت شعر وغیرہ کے واسطے بھی اجارہ جائز نہین ہے اور ان سب صورتون مین کچھ اجرت نہ ملیگی اور یہ بالاجماع امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کا قول ہے یہ غایۃ البیان مین ہے - اگر غنا کی تعلیم کرنے کے واسطے اجارہ لیا یا ذمی نے کسی شخص کو اسواسطے اجارہ لیا کہ غلام کو خصی کر دے تو جائز نہین ہے - اور بعض نے فرمایا کہ بیل اور گھوڑے مین جائز ہے یہ غیاثیہ مین ہے - اگر کسی مزدور کو اس واسطے کرایہ پر مقرر کیا کہ میری شراب اٹھا کر پہونچا دے تو مزدور کو مزدوری ملیگی یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اسکو کچھ مزدوری نہ ملیگی - اور اگر کسی ذمی نے ایک مسلمان سے اس طرح کہا کہ میری شراب اٹھا کر پہونچا دے تاکہ مین اسکو پیون یا یہ نہ کہا تا کہ مین پیون تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اجارہ جائز ہے اور صاحبینؒ نے اسمین اختلاف کیا ہے اور اگر ایک ذمی نے دوسرے ذمی کو شراب اٹھا کر پہونچا دینے کے واسطے اجارہ لیا تو بالاتفاق جائز ہے کیونکہ ذمیون کے نزدیک شراب ایسی ہے جیسے ہمارے نزدیک سرکہ ہوتا ہے یہ محیط مین لکھا ہے - اگر کسی ذمی نے ایک مسلمان سے کشتی یا کشتی اس غرض سے کرایہ لی کہ اسپر شراب لاد کر لا دے تو ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک نہین جائز ہے اور اگر مشرکون نے کسی مسلمان کو اس غرض سے اجارہ پر لیا کہ وہ مسلمان انکا ایک مردہ مدفن تک لاد کر پہونچا دے پس اگر اس طرح سے اجارہ لیا کہ شہر کے قبرستان تک پہونچا دے تو سب کے نزدیک جائز ہے اور اگر اس واسطے اجارہ لیا کہ ایک شہر سے دوسرے شہر کو لے چلے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر حمال کو یہ نہ معلوم ہوا کہ یہ مردار ہے تو اسکو اجرت ملیگی اور اگر جانتا تھا تو اسکو کچھ اجرت نہ ملیگی اور اسی پر فتوی ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے - اگر کسی ذمی نے ایک مسلمان سے ایک گھر اس واسطے اجارہ لیا کہ اسمین شراب فروخت کرے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک نہین جائز ہے یہ مضمرات مین ہے - اور اگر کسی ذمی نے دوسرے ذمی سے شراب فروخت کرنے کے واسطے کوئی گھر اجارہ لیا تو بالاجماع جائز ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے - اگر کسی ذمی نے مسلمان سے ایک گھر اجارہ لیا کہ اسمین رہا کرتا ہے تو کچھ ڈر نہین ہے اگرچہ اسمین شراب پیا کرتا ہو یا صلیب کی پرستش کرتا ہو یا مکان کے اندر خنزیر یعنی سور لاتا ہو اور اس سے مسلمان کے واسطے کچھ خوف نہین ہے کیونکہ مسلمان نے اسکو اس کام کے واسطے نہین دیا بلکہ رہنے کے واسطے اجارہ دیا ہے یہ محیط مین لکھا ہے - ایک ذمی نے ایک دار ایک مسلمان سے اجارہ لیا پھر اسکو اپنا ذاتی مصلی بنایا تو منع نہ کیا جائیگا کیونکہ اگر اسنے فقط اپنے واسطے مصلی بنایا تو اس سے یہ لازم نہین آتا ہے کہ اسنے نیا بیعہ ایجاد کیا یا مسلمانون کے شہرون مین اپنے دین کے علامات ظاہر کیے اور اگر اسنے ایک جماعت کے واسطے مصلی قرار دیا اور اسمین ناقوس بجایا تو مالک مکان کو منع کرنے کا اختیار ہے اسی طرح اگر اسمین شراب فروخت کرنے کا ارادہ کیا تو بھی یہی حکم ہے کیونکہ مسلمانون کے شہرون مین ایسی چیزون کا اظہار کرنا ممنوع ہے - اور اگر سواد شہر مین ہو تو منع نہ کیا جائیگا اور شیخ محمد بن سلمہؒ نے فرمایا کہ سواد شہر مین منع نہ کیا جانا جو امام محمدؒ نے ذکر کیا یہ سواد عراق کے واسطے ہے کیونکہ سواد عراق کے بہت لوگ اس زمانہ مین ذمی لوگ تھے

اور سواد خراسان مین یہ حکم نہین ہی کیونکہ یہان اکثر لوگ مسلمان ہین اور سوا ے محمد بن سلمہؒ کے دوسرے مشایخ نے کہا کہ سواد خراسان مین ممانعت نہ کیجاویگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر کسی ذمی نے ایک مسلمان کو اس واسطے اجارہ پر مقرر کیا کہ یہ خون جو میری ملک ہی یا یہ مردار اُٹھا کر پہونچا دے تو بالاجماع جائز ہی۔ اور اگر کسی ذمی نے دوسرے ذمی کا گھر نماز پڑھنے کے واسطے کرایہ لیا تو جائز نہین۔ اور اگر ذمی نے کسی مسلمان کو اپنی سورین چرانے کے واسطے اجارہ پر مقرر کیا تو جیسا اختلاف شراب اُٹھانے کی صورت مین ہی ویسا ہی اسمین بھی اختلاف ہونا واجب ہی اور مسلمان کو اگر اپنے مردار بیچنے کے واسطے مقرر کیا تو جائز نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر کسی مسلمان نے کسی مجوسی کی نوکری اس کام کے واسطے کی کہ مجوسی کے لیے آگ روشن[سله] کر دیا کرے تو کچھ ڈر نہین ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ نوادر ہشام مین امام محمدؒ سے روایت ہی کہ زید نے عمرو کو اس واسطے نوکر رکھا کہ زید کے گھر یا خیمہ مین آدمی کی صورتین اور تمثال نقش کر دے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ مین اسکو مکروہ جانتا ہون ولیکن عمرو کو اجرت دلادونگا اور ہشام کہتے ہین کہ اس صورت مین تاویل یہ ہی کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب تصویرون کا رنگ عمرو کی طرف سے ہو لیکن اُسنے اپنے پاس سے لگایا ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہی اور اگر زید نے عمرو کو اسواسطے مزدور مقرر کیا کہ میرے واسطے بت تراشے یا میرے کپڑے پر کسی حیوان کی تصویر بنا دے اور رنگ تصویر کا زید کی طرف سے دینا ٹھہرا تو عمرو کو کچھ اُجرت نہ ملیگی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر زید نے عمرو کو اسواسطے مزدور مقرر کیا کہ میرے گھر مین حیوان کی تصویرین بنا دے اور رنگ مین اپنی طرف سے دونگا تو عمرو کو کچھ مزدوری نہ ملیگی یہ سراجیہ مین ہی۔ اگر کسی شخص کو اسواسطے مزدور مقرر کیا کہ میرے واسطے طنبورہ یا بربط بنا دے چنانچہ اُسنے بنادیا تو اُجرت اُسکو حلال ہی مگر اس فعل سے گنہگار ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اگر کسی کو اسواسطے اجرت پر مقرر کیا کہ میرے واسطے جادو کا تعویذ[سله] لکھ دے تو صحیح ہی بشرطیکہ خط اور کاغذ کی مقدار بیان کر دے جیسا کہ اگر کسی شخص نے کسی کو اسواسطے مقرر کیا کہ میرے محبوب یا محبوبہ کو خط لکھ دے تو جائز ہی اور اُجرت اسکو حلال ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اگر ذمی نے ایک مسلمان کو اس غرض سے مزدور مقرر کیا کہ میرے واسطے صومعہ یا کنیسہ بنا دے تو جائز ہی اور مزدوری حلال ہی یہ محیط مین ہی اگر کسی ذمی نے ایک ذمی یا مسلمان سے نماز پڑھنے کے واسطے ایک صومعہ کرایہ پر لیا تو نہین جائز ہی۔ اسی طرح کسی مسلمان نے دوسرے مسلمان سے نماز پڑھنے کے واسطے مسجد کرایہ لی تو نہین جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر کسی مسلمان سے ایک مکان اسواسطے کرایہ لیا کہ اُسکو مسجد بنا کر اُسمین فرض یا نفل نماز پڑھا کرے تو ایسا اجارہ ہمارے علماء کے نزدیک نہین جائز ہی۔ اسی طرح اگر ذمی نے ذمیون مین سے ایک شخص کو اسواسطے مقرر کیا کہ اُنکو نماز پڑھایا کرے تو یہ ناجائز ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور ابراہیم ابن یوسفؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مسلمان کو پانچ درم روزانہ پر نصرانیون کے ناقوس بجانے کی نوکری ملتی ہی اور دوسرے کام مین اُسکو دو درم ملتے ہین تو شیخ رحمہ نے فرمایا کہ دوسرے کام سے اپنا رزق پیدا کرے اور نصرانیون کی نوکری نہ کرے اور اگر نصرانیون کے واسطے شیرہ انگور نکالنے کی نوکری کی تاکہ وہ لوگ اُس سے شراب بنا دین تو مکروہ ہی یہ حاوی مین ہی۔ زید نے عمرو کو اسواسطے مقرر کیا کہ نقارہ بجایا کرے پس اگر یہ بطور لہو ولعب کے ہو تو جائز نہین ہی اور اگر جہاد یا قافلہ کے واسطے ہو تو جائز ہی یہ غایۃ البیان مین لکھا ہی۔ اور اگر کوئی نقارہ بدون غرض لہو ولعب کے اجارہ لیا اور مدت ذکر کر دی تو جائز ہی اور اگر کسی شخص کو مزدور مقرر کیا کہ وہ مردار اُٹھاتا ہی یا زید کو قتل کرتا ہی یا بکری وہرن ذبح کرتا ہی تو جائز ہی اور اگر کسی طبیب یا کحال یا جراح کو اُجرت پر مقرر کیا

سله قوله اگر روشن الخ یعنی آتش پرستش کے لیے کیونکہ قوم مجوس آتش پرست ہین ۱۲

سله قوله جادو کا تعویذ الخ [illegible]

کہ وہ مستاجر کی دوا کرتا ہو اور مدت مقرر کر دی تو جائز ہے یہ غیاثیہ مین لکھا ہے- اگر اپنا غلام کسی جولاہہ کو اس شرط سے دیا کہ ایک سال معینہ تک جولاہہ اسکی پرداخت کرے اور اسکو بُننا سکھلا دے اور مولی جولاہہ کو دس درم دیگا جولاہہ مالک کو پانچ درم دے تو یہ جائز ہے ایسے ہی سب پیشون مین یہی حکم ہے اور کاریگر اس سے اپنے ذاتی کامون مین خدمت لیویگا یہ وجیز کردری مین ہے- اگر زید اپنا غلام کسی کاریگر کو اس غرض سے دے کہ بطور اجارہ کے اسکو کام سکھلا دے اور دونون مین سے کسی نے دوسرے سے اجرت کی شرط نہین ٹھہرائی تو رواج دیکھا جائیگا اور اگر وہ ایسا کام ہے کہ اسمین غلام کا مالک اجرت دیا کرتا ہے تو اُسپر کچھ اُجرت واجب نہوگی- اور اگر ایسا کام ہے کہ اسمین کاریگر اجرت دیا کرتا ہے تو اُسپر بھی اُجرت واجب نہوگی کیونکہ معروف مثل مشروط کے ہے یہ محیط سرخسی مین ہے- اور واقعات ناطفی مین لکھا ہے کہ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ میرا یہ اسباب فروخت کر دے تجھے ایک درم دونگا یا کہا کہ تو میرے یہ اسباب خرید دے اور تجھکو ایک درم دونگا پس اُسنے ایسا ہی کیا تو اُسکو اجر المثل ملیگا مگر ایک درم سے بڑھایا نہ جائیگا- اور دلال و سمسار مین اجر المثل واجب ہوتا ہے اور وہ لوگ جو کچھ کہ کرنا بطور کمیشن کے اسطور سے مقرر کرتے ہین کہ ہر دس دینار کی خرید و فروخت مین اسقدر تو یہ فعل اُنپر حرام ہے یہ ذخیرہ مین ہے ایک شخص نے ایک کپڑا دلال کو دیا کہ اسکو دس درم مین فروخت کر دے پس جو کچھ زیادہ مین فروخت ہو وہ ہمارے اور تیرے درمیان برابر تقسیم ہوگا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر اُسنے دس درم کو فروخت کیا یا بالکل فروخت ہی نہ کیا تو اُسکو کچھ اُجرت نہ ملیگی اگرچہ اُسنے بہت محنت اُٹھائی ہو اور اگر اُسنے دس درم سے زیادہ بارہ درم یا زیادہ کو فروخت کیا تو اُسکو اجر المثل ملیگا اور اسی پر فتوی ہے یہ غیاثیہ مین ہے ایک شخص نے بطور مزائدہ کے فروخت کرنا چاہا اور ایک شخص کو مقرر کیا کہ وہ پکارتا جاوے اور خود فروخت کرے اُسنے پکارنا شروع کیا حالانکہ اُسنے فروخت نہ کیا تو مشایخ نے فرمایا کہ اگر اُسکے واسطے کوئی وقت مقرر کیا تو اجارہ جائز ہے اور اجیر کو اجر مسمی ملیگا- اسی طرح اگر کوئی وقت بیان نہ کیا ولیکن یون اجارہ لیا کہ اسقدر آوازین بولے تو بھی جائز ہے- اور فقیہ ابو اللیثؒ نے فرمایا کہ اُسکو کچھ نہ ملیگا کیونکہ لوگون کی عادت یہ ہے کہ جب بیع واقع نہین ہوتی ہے تو وہ لوگ منادی کو کچھ نہین دیتے ہین اور یہی مختار ہے یہ ظہیریہ و قاضیخان مین ہے- ایک شخص نے دلال سے یہ کہا کہ میرا یہ اسباب فروخت کے واسطے پیش کر دے اور فروخت کر دے اور اگر تونے فروخت کر دیا تو تجھے اسقدر اجرت ملیگی پھر اُس دلال سے وہ اسباب فروخت نہو سکا اور دوسرے دلال نے اُسکو فروخت کیا تو شیخ ابو القاسمؒ نے فرمایا کہ اگر پہلے دلال نے اسکو پیش کیا اور ایک زمانہ تک وقت معتدبہ اُسمین صرف کیا تو بقدر اُسکی مشقت و کام کے اسکو اجر المثل دینا واجب ہے- اور فقیہ ابو اللیثؒ نے فرمایا کہ یہ حکم قیاسی ہے اور استحساناً جب اُسنے ترک کر دیا اور فروخت نہ کیا تو اُسکو کچھ اُجرت نہ ملیگی اور ہم اسی کو لیتے ہین اور یہ امام ابو یوسفؒ کے قول کے موافق ہے اور یہی مختار ہے یہ فتاوے کبری مین لکھا ہے- اور نکاح کی دلالہ بھی کچھ اُجرت کی مستحق نہین ہوتی ہے اور امام فضلی نے اپنے فتاوے مین یہی فتوے دیا ہے اور اُنکے سوا ہمارے زمانہ کے مشایخ نے یون فتوے دیا ہے کہ اجر المثل واجب ہوگا اور یہی فتوے دیا گیا ہے یہ جواہر اخلاطی مین لکھا ہے- بیع واقع ہونے کے بعد اگر دلال نے اپنی دلالی لے لی پھر کسی وجہ سے وہ بیع مشتری و بائع کے درمیان فسخ ہوگئی تو دلال کو دلالی سپرد رہیگی یعنی اُس سے واپس نہ لیجاویگی جیسے درزی کا حکم ہے کہ اگر اُسنے کپڑا سی دیا پھر درزی کے سیے ہوئے کو مالک نے اُدھیڑ ڈالا تو بھی درزی سے مزدوری وضع نہین کیجا سکتی ہے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہے- اگر کسی

شخص کو اسواسطے مزدور کیا کہ میرے لیے آج کے روز حاج قطع کرے اُسنے ایسا ہی کیا تو مستاجر پر کچھ اُجرت واجب نہوگی اور یہ حاج ماموریکے ہونگے اور شیخ نصیر نے فرمایا کہ مین نے شیخ ابو سلیمان سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے ایک مزدور اسواسطے مقرر کیا کہ رات تک میرے واسطے لکڑیان جمع کرے تو ابو سلیمان نے فرمایا کہ اگر اُسنے دن بیان کر دیا تو جائز ہی اور لکڑیان مستاجر کو ملینگی اور اگر کہا کہ یہ لکڑیان جمع کرے تو اجارہ فاسد ہی اور مستاجر پر اجر المثل واجب ہوگا اور لکڑیان اُسکو ملینگی اور اگر ایسا ہو کہ جو لکڑیان اُسنے معین کی ہین وہ مستاجر کی ملک ہون تو اجارہ جائز ہی - اور شیخ نصیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ پھر مین نے کہا کہ اگر اُسنے کسی شخص سے مدد لی کہ وہ لکڑیان اُسکے واسطے جمع کر دیتا یا شکار پکڑ دیتا ہی تو ابو سلیمان نے فرمایا کہ یہ لکڑیان اور شکار اُسی عامل کا ہو اسی طرح جال کے شکار کا بھی حکم ہی - ہمارے اُستاد نے فرمایا کہ اُسکو یاد رکھنا چاہیے کیونکہ اسمین عام وخاص سب مبتلا ہین کہ لوگ لکڑیان جمع کرنے اور گھاس کاٹنے یا برف کے جمع کرنے مین لوگون سے مدد لیتے ہین اور یہ کام اُنسے درست کراتے ہین پس اُنھین مددگارون کی ملکیت ان چیزون مین ثابت ہو جاتی ہی حالانکہ سب اس سے ناواقف ہین اور قبل اسکے کہ وہ لوگ ہبہ کے طریقہ سے ہبہ کرین یا اجازت دین اُن چیزون کو خرچ کرتے ہین پس اُنپر اُن چیزون کے مثل دینا یا اُنکی قیمت دینا واجب ہو جاتا ہی (یعنی کام کرنے والے ۱۲) حالانکہ لوگ اپنی جہالت و غفلت سے نہین سمجھتے ہین اللہ تعالیٰ ہم لوگون کو جہالت سے پناہ مین رکھے اور علم و عمل کی توفیق دے یہ تتمہ مین ہی - اور اگر کسی شخص کو اسواسطے اجارہ پر مقرر کیا کہ میرے واسطے شکار پکڑ لائے یا سوت کاتے یا نالش کرنے کے واسطے یا تقاضاے قرض یا اُسکے وصول کرنے کے واسطے مقرر کیا تو جائز نہین ہی اور اگر اجیر نے ایسا کیا تو اجر المثل واجب ہوگا اور اگر ان سب صورتون مین مدت بیان کر دی تو سب صورتین جائز ہین اور بعض مشایخ نے فرمایا کہ اگر شکار مین کوئی جانور معین کیا تو جائز نہین ہی اگرچہ مدت بیان کر دی ہو - اگر مال عین کے قبضہ کر لینے کے واسطے کسی کو اُجرت پر مقرر کیا تو جائز ہی و لیکن امام محمد رحمہ سے ایک روایت آئی ہی کہ نہین جائز ہی یہ غیاثیہ مین ہی اور امام محمد رحمہ سے روایت ہی کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو یہ بھیڑیا یا شیر مار ڈال مین تجھے ایک درم دونگا حالانکہ بھیڑیا اور شیر دونون شکار ہین تو اُسکو اجر المثل ملیگا مگر ایک درم سے زیادہ نہین ہو سکتا اور شکار مستاجر کو ملیگا یہ محیط سرخسی مین ہی - ایک شخص کو اسواسطے اجارہ پر مقرر کیا کہ پکی اینٹون اور گچ سے میری دیوار بنا دے اور بیان کر دیا کہ اتنے من گچ اور اینٹون مین سے اسقدر اینٹین لے اور دیوار کا طول و عرض بیان نہ کیا تو قیاساً اجارہ فاسد ہی اور استحساناً صحیح ہی اور اگر یون بیان کر دیا کہ اسقدر پختہ یا خام اینٹین تعداد مین ہین اور ان اینٹون کا کوئی پیمانہ بیان نہ کیا اور نہ اُسکو دکھایا پس اگر اس شہر کے لوگون کا ایک ہی پیمانہ ہو یا مختلف پیمانے ہون ولیکن اکثر اُنکا کام ایک ہی خاص پیمانہ سے جاری ہو تو استحساناً اجارہ جائز ہی اور اگر اُس شہر مین مختلف پیمانے یکسان رائج ہون تو اجارہ فاسد ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی - اگر زید نے عمرو کو پختہ اینٹین اور گچ سے اپنی دیوار بنانے کے واسطے اجارہ پر مقرر کیا اور عمرو کو دیوار کا طول و عرض معلوم ہی تو جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر کسی کو کنوان یا تہ خانہ کھودنے کے واسطے مزدور کیا تو ضرور ہی کہ کنوین کا طول و عمق و دور اور جگہ بیان کر دے اور تہ خانہ کی صورت مین اُسکا طول و عرض و عمق بیان کرنا ضرور ہی یہ غیاثیہ مین ہی - اور اگر کسی شخص کو کنوان کھودنے کے واسطے مزدور کیا اور طول و عرض و عمق بیان نہ کیا تو استحساناً جائز ہی اور لوگون کے نزدیک درمیانی درجہ کا مراد لیا جاویگا یہ ذخیرہ و کبری مین ہی - اگر زید نے عمرو کو اسواسطے مزدوری پر مقرر کیا کہ اُسکے گھر مین کنوان کھودے اور اسکا عرض و طول و عمق بیان کر دیا یہانتک کہ اجارہ صحیح ہو گیا پھر جب عمرو نے تھوڑا سا کھودا

تو اسمین ایک پہاڑ نکلا کہ جسکے کھودنے مین سختی و مشقت پیش آئی پس اگر انھین اوزار سے جنسے کنوان کھودا جاتا ہی وہ پہاڑ پتھر بھی کھودا جاسکتا ہو اگرچہ مشقت و محنت زیادہ پیش آوے تو مزدور پر جبر کیا جاویگا کہ اسکو پورا کرے - اور اگر ان اوزار سے نہین کھود سکتا ہو جنسے کنوین کھودے جاتے ہین تو اُس پر کھودنے کے واسطے جبر نہ کیا جاویگا اور آیا جسقدر اُسنے کام کیا ہی اُسکی مزدوری کا مستحق ہی یا نہین تو امام محمدؒ نے یہ صورت نہین ذکر فرمائی اور شمس الائمہ اوزجندی کا فتوی منقول ہی کہ اگر مستاجر کی ملک مین اُسنے کنوان کھودا ہی تو اُسقدر کام کی اجرت کا مستحق ہوگا بخلاف اسکے اگر غیر ملک مستاجر مین کام کیا ہو تو مستحق نہوگا یہ محیط مین لکھا ہی - اور اگر مستاجر نے تھوڑا سا کنوان کھودا پھر ایسی نرم زمین نکلی کہ مزدور کی جان ضائع ہونیکا خوف ہوا تو اُسپر جبر نہ کیا جاویگا یہ شرح طحاوی مین لکھا ہی - اور اگر مزدور سے یہ شرط لگائی کہ پتھریلی و نرم زمین مین فی گز ایکدرم کے حساب سے لیگا یا پتھریلی زمین مین فی گز دو درم کے حساب سے اور پانی مین فی گز تین درم کے حساب سے لیگا اور کنوین کا طول مثلاً دس گز بیان کیا تو جائز ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اور اگر مزدور نے تھوڑا سا کنوان کھودا اور اُسکے حصے کی اجرت کی درخواست کی پس اگر مستاجر کی ملک مین کنوان کھودا ہی تو اسکو یہ اختیار ہی اور جسقدر کنوان کھودتا جاتا ہی وہ مستاجر کے سپرد ہوتا جاتا ہی حتیٰ کہ اگر اُسنے تمام کنوان کھودا پھر وہ بیٹھ گیا اور پانی کی سیل یا ہوا سے اُس مین مٹی بھر گئی یہان تک کہ پٹ کر زمین سے برابر ہوگیا تو اجرت مین سے کچھ کمی نہوگی اور اگر مستاجر کی ملک مین نہین کھودتا ہی بلکہ غیر ملک مستاجر مین کھودتا ہی تو جبتک کام سے فارغ ہوکر مستاجر کے سپرد نہ کرے تبتک اجرت کا مستحق نہوگا حتیٰ کہ اگر تمام کھودنے کے بعد سب کنوان بیٹھ گیا اور سپرد کرنے سے پہلے سب پٹ کر زمین سے برابر ہوگیا تو اجرت کا مستحق نہوگا یہ ینابیع مین لکھا ہی اور اگر مزدور نے غیر ملک مستاجر مین کنوان کھودنا شروع کیا تو مستاجر کے سپرد کرنے کا یہ طریقہ ہی کہ کنوین اور مستاجر کے درمیان تخلیہ کردے اور اگر مزدور نے تھوڑا کنوان کھود کر دیا یا اُسکو مستاجر کے سپرد کرے تو مستاجر کو اختیار ہی کہ جبتک مزدور تمام کام سے فراغت نہ کرے تبتک اپنے قبضہ مین نہ لے یہ خلاصہ مین لکھا ہی - اور اگر کسی شخص کو اپنے گھر مین کنوان کھودنے کے واسطے مزدور مقرر کیا کہ چند گز کھودے پس اُسنے کھودنا شروع کیا تو جسقدر گہرائی شرط کی تھی اُسکی انتہا تک پہونچنے سے پہلے پانی نکل آیا پس اگر مزدور کو انھین آلات سے جنسے کنوان کھودتا تھا پانی کے اندر پوری انتہا سے مشروطہ تک کھودنا ممکن ہو تو اُسپر پورا کرنے کے واسطے جبر کیا جاویگا اور اگر اس صورت مین کسی دوسرے اوزار کی ضرورت پڑتی ہو تو جبر نہ کیا جاویگا یہ ذخیرہ مین ہی اور نہر اور کاریز کا بھی یہی حکم ہی خلاصہ مین ہی کہ اگر گہرائی کی انتہا تک کھودنے سے پہلے پانی ظاہر ہوگیا پس اگر پانی کے نکل آنے کی وجہ سے کھودنا ممکن نہو تو یہ عذر ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی - اگر کسی شخص نے ایک کنوان کھودنے والے کو مزدور مقرر کیا کہ میرے واسطے ایک حوض دہ در دہ دس درم کے عوض کھود دے اور اُسکا گہراؤ بیان کردیا اگر مزدور نے پانچ در پانچ حوض کھود ڈالا تو اسکو چوتھائی مزدوری ملیگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہی - اگر کسی شخص کو اس واسطے مزدور مقرر کیا کہ میرے واسطے کوئی نہر یا کاریز کھود دے اور مزدور کو اسکا مفتح یعنی جہان سے پانی آتا ہی اور مصب یعنی جہان سے باہر جاتا ہی اور چوڑائی دکھلا دی تو جائز ہی - اور اگر یہ شرط ٹھہرائی کہ مزدور اپنے پاس سے پختہ اینٹون اور گچ سے اسکو پختہ کردے تو اجارہ فاسد ہی اور اگر اینٹین اور گچ اپنے پاس سے دینے اور پختہ بنانے کی شرط کی اور اینٹون کی تعداد بیان نہ کی تو قیاساً فاسد ہی اور استحساناً جائز ہی اور جو لوگون کا معمول ہی اُسی قدر تعداد لی جاویگی اور اگر اینٹون کی تعداد بیان کردے اور گچ کی ناپ بیان کردے اور پختہ بنانے کی چوڑائی اور اوپر کی لمبائی بیان کردے تو بہتر اور مضبوطی کے ساتھ ہی کیونکہ اس سے جھگڑا دور رہیگا یہ مبسوط مین لکھا ہی اور

اگر قبر کھودنے کے واسطے مزدور کیا اور طول و عرض و عمق بیان کر دیا تو قیاساً و استحساناً جائز ہے اور اگر طول و عرض و عمق بیان نہ کیا تو قیاساً ناجائز اور استحساناً جائز ہے اور جو لوگون کا معمول ہو اُس سے بیچ بیچ کا اندازہ رکھا جائیگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اور اگر مزدور کو کوئی جگہ بتلادی اور مزدور نے کھودنے مین اوپر کی زمین نرم پائی مگر جب کسی قدر کھودی تو پتھریلی چٹان نکلی پس اگر لوگ ایسی صورت مین کھودتے ہون تو مزدور باقی کھودنے کے واسطے مجبور کیا جاویگا اور اگر مزدور سے لحد یا شق کچھ بیان نہ کی تو اُس نوح کے لوگون کی عادت کے موافق رکھا جاویگا پس اگر کوفہ مین ہو تو لحد لیجاویگی کیونکہ اکثر معمول یہان کے لوگون کا لحد ہے اور اگر کسی ایسی جگہ ہو کہ جہان کے لوگون مین شق کا زیادہ رواج ہے تو یہ اجارہ شق پر رکھا جاویگا یہ مبسوط مین ہے۔ نوازل مین لکھا ہے کہ شیخ سے دریافت کیا گیا کہ قبر کی اجرت تمام مال سے دلائی جائیگی فرمایا کہ قبر بمنزلہ کفن کے تمام مال سے اجرت دیجاویگی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے کچھ لوگون کو جو مردے کو نہلاتے اور اُٹھاتے ہین اجارہ پر مقرر کیا پس اگر مستاجر ایسی جگہ ہو کہ جہان سوائے اُن لوگون کے کوئی شخص نہلانے اور اُٹھانے والا نہین ہے تو اُن لوگون کو کچھ اجرت نہ ملیگی۔ اور اگر وہان اور لوگ بھی موجود ہون تو اُن لوگون کو اجرت ملیگی اور یہی حکم قبر کھودنے والے کا ہے۔ اور واضح ہو کہ جس جگہ ان لوگون کی اجرت کا استحقاق نہین ہوتا ہے اگر ایسی جگہ اُن لوگون نے اجرت لے لی تو اُنکو حلال نہین ہے یہ خلاصہ مین لکھا ہے۔ اگر زید نے عمرو کو قبر کھودنے کے واسطے مزدور مقرر کیا اُس نے قبر کھودی پھر قبل اسکے کہ مستاجر اُسمین اپنا مردہ لاکر دفن کرے وہ قبر گر پڑی اور پٹ گئی یا کسی دوسرے مسلمان نے اس مین اپنا مردہ دفن کر دیا پس اگر عمرو نے زید کی ملک مین یہ قبر کھودی تو اسکو اجر ملیگا اور اگر اُسکی غیر ملک مین کھودی ہو تو کچھ اجرت نہ ملیگی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور اگر مستاجر آیا اور اجیر نے وہ قبر اُسکے سپرد کر دی یعنے اُسکے اور قبر کے درمیان تخلیہ کر دیا پھر اُسکے بعد قبر بیٹھ گئی یا کسی شخص نے اس مین دوسرے مردے کو دفن کر دیا تو اجیر کو پوری اجرت ملیگی کیونکہ اُس نے معقود علیہ مستاجر کے سپرد کر دیا۔ اور اگر مستاجر نے اُس مین اپنے مردے کو دفن کیا اور اجیر سے کہا کہ اسپر مٹی ڈال اُس نے انکار کیا تو استحساناً اُسپر مٹی ڈالنا لازم نہین ہے ولیکن مین اُس شہر کے لوگون کا ڈھنگ دیکھونگا پس اگر یہ رواج ہوگا کہ مزدور ہی مٹی ڈالتا ہے تو اُسپر اس کام کے واسطے جبر کرونگا اور کوفہ مین بھی ایسا ہی معمول ہے اور اگر یہ رواج نہوگا تو اُسپر جبر نہ کرونگا۔ اور اگر اہل میت نے یہ چاہا کہ اجیر ہی مردے کو قبر کے اندر رکھے اور کچی اینٹین چنے تو اس کام کے واسطے اجیر پر جبر نہ کیا جاویگا یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کو قبر کے کھودنے کے واسطے مزدور مقرر کیا اور یہ بیان نہ کیا کہ کس مقبرہ مین کھودے تو استحساناً جائز ہے اور جس مقبرہ مین اس محلہ کے لوگ اپنے مردون کو دفن کرتے ہون وہی قبرستان مراد لیا جائیگا اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اہل کوفہ کے عرف کے موافق ہے کہ وہان ہر محلہ کا قبرستان علیحدہ ہے کہ ہر محلہ والا اپنے قبرستان مین اپنا مردہ دفن کرتا ہے دوسرے محلہ کے قبرستان مین نہین لیجاتا ہے اور ہمارے ملک مین ایسا رواج نہین ہے بلکہ ایک محلے والے بھی دوسرے محلے کے قبرستان مین لیجاکر دفن کرتے ہین اسواسطے مکان و جگہ بیان کرنا ضرور ہے اور اگر ایسا شہر ہو کہ جہان مثل اہل کوفہ کے ایک محلہ والے اپنا مردہ دوسرے محلے کے قبرستان مین نہ لیجاتے ہون یا وہان ایک ہی قبرستان مین سب لوگ دفن کرتے ہون تو ایسے شہر مین بدون قبرستان بیان کرنے کے اجارہ جائز ہوگا یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور اگر گورکن کو قبر کھودنے کے واسطے حکم دیا اور جگہ نہ بتلائی اور اُس نے اُس شہر یا اس محلہ کے لوگون کے قبرستان کے سوائے کسی دوسری جگہ قبر کھودی تو اجرت کا مستحق نہوگا و لیکن اگر لوگون نے میت کو اُسی قبر مین

دفن کیا تو اُسوقت گورکن اجرت کا مستحق ہوا اور اگر اُن لوگون نے گورکن سے یہ چاہا کہ قبر کو لیس دے یا گچ کردے تو یہ فعل اُسپر واجب نہین ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر کسی شخص نے گورکن کو قبر کھودنے کا حکم دیا اور جگہ بتلادی اُسنے دوسری جگہ قبر کھودی تو مستاجر کو اختیار ہی کہ چاہے اجازت دیدے کیونکہ اُسنے اصل قبر کھودنے مین مخالفت حکم نہین کی تھی اور اگر وصف و جگہ مین مخالفت کرنے کا لحاظ کرے تو اُسکو اختیار ہی کہ ترک کردے اور اگر مستاجر کو بعد دفن کرنے کے یہ امر معلوم ہوا تو یہ رضامندی مین شمار ہو یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر کنوان یا قبر کھودنے مین مزدور نے کوئی پتھر کاٹا تو اجرت مین زیادتی نہ کیجائیگی چنانچہ اگر زمین نرم ہونے کیوجہ سے اُسنے آسانی پائی ہو تو اسکی اجرت مین کمی نہین کیجاتی ہی کذافی خزانۃ المفتین

فصل متفرقات کے بیان مین۔ اگر دریاے فرات کے کنارے کسی شخص نے ایک مشرعہ بنایا تاکہ سقہ لوگ وہان سے اپنا کام کرین اور یہ شخص اُن لوگون سے اجرت لیا کرے پس اگر اُسنے اپنی ملک مین بنایا اور ان لوگون کو پانی بھر لینے کے واسطے اجارہ دیا تو جائز نہین ہی اگرچہ اُسنے اپنی ملک کے اجارہ پردی ہی کیونکہ قصداً یہ اجارہ عین شی کے تلف کردینے پر واقع ہوا ہی اور اگر اسواسطے اجارہ پر دیا کہ سقے وہان کھڑے ہوا کرین اور اسمین مشکین رکھا کرین اور جانورون کو وہان کھڑے کیا کرین تو جائز ہی اور اگر اُسنے عام لوگون کی ملک مین مشرعہ بنایا اور پھر اُسکو سقون کو اجارہ پر دیا تو کسی طرح نہین جائز ہی خواہ پانی بھرنے کے واسطے اجارہ دیا ہو یا کھڑے ہونے اور مشکین رکھنے کے واسطے دیا ہو یہ ذخیرہ مین ہی اور درم و دینار اور ان دونون کے پترون کا اجارہ دینا اور ایسے ہی تانبے اور رانگ کے پترون کا اجارہ دینا جائز نہین ہی اور کیلی اور وزنی چیزون کا بھی اجارہ جائز نہین ہی کیونکہ ان صورتون مین عین شی سے نفع لینا بدون اُسکے تلف کرنے کے ممکن نہین ہی حالانکہ اجارہ مین صرف منفعت داخل ہوتی ہی نہ عین شی حتی کہ اگر اُسنے درم و دینار کو میزان درست کرنے یا گیہون کو پیمانہ درست کرنے یا کسی وزنی چیز کو من و سیر کے درست کرنے کی غرض سے ایک مدت معلومہ تک اجارہ لیا تو اصل مین لکھا ہی کہ جائز ہی اور کرخیؒ نے ذکر کیا کہ نہین جائز ہی کیونکہ دوسری شرط مفقود ہی یعنی منفعت ہونا چاہیے کذافی البدائع اور اگر درمون یا گیہون کو ایک روز کیواسطے مطلقاً اجارہ لیا یہ بیان نکیا کہ انکو کسواسطے اجارہ لیتا ہی تو اصل مین یہ مسئلہ مذکور نہین ہی اور شیخ الاسلام معروف بخواہر زادہ نے فرمایا کہ کہنے والا کہہ سکتا ہی کہ جائز ہی اور عقد جائز ہونے کے واسطے یون رکھا جائیگا کہ اُسنے وزن کی غرض سے اجارہ لیا اور دوسرا کہنے والا یہ بھی کہہ سکتا ہی کہ عقد جائز نہین ہی اور اسی طرف شیخ کرخیؒ نے میل کیا ہی یہ محیط مین ہی۔ اور درم و دینارون کا دوکان کی زینت کیواسطے یا مشک و عود وغیرہ خوشبودار چیزون کا سونگھنے کی غرض سے اجارہ لینا جائز نہین ہی کیونکہ یہ منفعت مقصودہ نہین ہی کذافی البدائع اور اگر کوئی ترازو تولنے کی غرض سے اجارہ پر لے تو جائز ہی کیونکہ یہ منفعت مقصودہ ہی یہ فتاوی عتابیہ مین لکھا ہی اگر کسی شخص نے ترازو کا بانٹ صبح سے رات تک تولنے کے واسطے اجارہ لیا تو شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ اجرت واجب ہوگی اور خصافؒ نے ذکر کیا کہ اگر اُس پتھر کی قیمت ہی اور ایسا اجارہ لینا لوگون کی عادت ہی تو اجرت واجب ہوگی ورنہ نہین اور بعضون نے شمس الائمہ کے کلام کو اسی پر محمول کیا ہی اور بعض نے کہا کہ ہر حال مین اجرت واجب ہوگی یہ وجیز کردری مین ہی۔ عیون مین لکھا ہی کہ اگر کچی اینٹین بنانے کیواسطے کوئی زمین کرایہ پر لی تو اجارہ فاسد ہی کیونکہ یہ اجارہ عین شی کے تلف کرنے پر ٹھہرا ہی اور تمام اینٹین اُسکے بنانے والے کو ملینگی اور اُسپر واجب ہوگا کہ مٹی کی قیمت ادا کردے بشرطیکہ اس موقع پر مٹی کی کچھ قیمت ہو اور زمین کا اجر المثل ادا کرے اور اگر اس موقع پر مٹی کی کچھ قیمت نہو یا اس مقام پر مٹی دور کرنے کی قیمت ہو یا مٹی دور کرنے سے زمین کو نفع پہونچتا ہو تو اینٹین بنانے والے پر کچھ واجب نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی اور

اور اگر زمین مین کچھ نقصان آگیا تو بقدر نقصان کے ضامن ہوگا اور زمین کا اجر المثل اُسی نقصان مین آجائیگا ورنہ اُسپر کچھ واجب نہوگا یہ وجیز کردری مین ہے۔ اگر قاضی نے کسی کو قصاص و حدود پورا کرنے کے واسطے یعنی قصاص لینے اور حدود مارنے کے واسطے اجارہ پر لیا تو شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ اگر اجارہ کا کوئی وقت بیان نہ کیا تو صحیح نہیں ہے اور اگر ایک مہینہ کے واسطے کسی قدر اجرت معلومہ پر اس غرض سے مقرر کیا کہ جس شخص پر قصاص عائد ہوا اُس سے قصاص کرادے یا جسپر حد جاری ہوا اُسکو حد ماردے یا ہاتھ کٹوادے یا مجالس قضا مین حاضر رہے اور جو کام ہو وہ کرے تو اجارہ جائز ہے کیونکہ اس مدت کے اندر جو کچھ اُسکی ذات سے منفعت حاصل ہو وہی معقود علیہ ہے پس جو امر مثل حدود جاری کرنے وغیرہ کے پیش آوے اُسمین اسکے ذاتی نفع کو صرف کرے اور اگر مدت بیان نہ کی تو معقود علیہ مجہول رہا کہ اُسکا وقوع معلوم نہین پس اجارہ فاسد ہوا اور اجارہ فاسد ہونے کی علامت یہ ہے کہ اگر اُسنے کسی کام کو انجام دیا تو اُسکو اجر المثل ملیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر قاضی نے اُسکو اپنے ساتھ مصاحبت مین اس شرط سے رکھا کہ ہر مہینے اسکو رزق دیا کریگا تو جائز ہے پس اگر رزق کی مقدار بیان کردی تو عقد جائز ہے کیونکہ معقود علیہ اسکی ذاتی منفعت ہے اور وہ معلوم ہے اور اگر مقدار بیان نہ کی تو وہ رزق کے حکم مین مثل قاضی کے ہوگا اور قاضی کو جائز ہے کہ بقدر کفایت اپنا رزق بیت المال سے لیا کرے پس جو شخص قاضی کی کسی کام مین نیابت کرے اُسکا بھی یہی حکم ہے۔ اسی طرح قسام قاضی کا حکم ہے کہ اگر قاضی نے اسکو کسی قدر ماہواری اجرت پر اس کام کے واسطے نوکر رکھا تو جائز ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر زید نے عمرو پر اپنا حق قصاص ثابت کیا اور زید نے قصاص لینے کے واسطے کسی شخص کو اجرت پر مقرر کیا کہ میرے واسطے قصاص لے تو اُسکو کچھ اجرت نہ ملیگی اور سیر کبیر مین لکھا ہے کہ امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ جائز نہین ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے۔ اسی طرح اگر امام المسلمین نے کسی شخص کو اسواسطے نوکر رکھا کہ مرتدون یا جہاد کے قیدیونکو قتل کرے یا جان کا قصاص لیا کرے تو شیخین کے نزدیک جائز نہین ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے۔ اور اگر جان مارنے کے قصاص سے کم قصاص کے واسطے مثلاً فقط ہاتھ کاٹنے کے قصاص لینے کے واسطے نوکر رکھا تو بالاجماع جائز ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور ذبح کرنے کے واسطے اجارہ لینا جائز ہے کیونکہ مقصود اُس سے گردن کی رگین کاٹنا ہے نہ روح کا فوت کرنا جو اُسکی قدرت مین نہین ہے پس جان مارنے سے کم کے قصاص لینے کا مشابہ ہوگیا یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے لشکر اسلام کے سردار نے اگر کسی مسلمان یا ذمی سے کہا کہ اگر تو نے فلان سوار کو قتل کیا تو تجکو سو درم ملینگے اُسنے قتل کیا تو کچھ دینا واجب نہوگا کیونکہ یہ اجارہ جہاد و طاعت پر ہے اسواسطے بالکل اجرت کا مستحق نہوگا۔ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر اُسنے ذمی سے یہی کہا تو اجرت واجب ہوگی۔ اور اگر کفار مقتول پڑے ہوئے ہون اور سردار اسلام نے کہا کہ جو شخص ان لوگون کے سر کاٹ لے اسکو دس درم ملینگے تو جائز ہے کیونکہ یہ فعل جہاد نہین ہے یہ فتاوی قاضی خان و صغری مین ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ نے ذکر فرمایا کہ اگر کافرون کا سردار مارا گیا اور سردار اسلام نے کہا کہ جو شخص اُسکا سر کاٹ لاوے اس غرض سے کہ وہ سر کافرون کی طرف پھینکا جاوے تاکہ وہ لوگ جان لین کہ انکا سردار مارا گیا اور شکست کھاوین تو اُسکو اسقدر اجرت دیجائیگی پس ایک شخص گیا اور اُسکا سر کاٹ لایا تو اُسکو کچھ اجرت نہ ملیگی۔ لیکن اگر کافر لوگ اُس جگہ سے جہان اُنکا سردار مقتول ہوا ہے بھاگ گئے ہون اور اُسکے سر کاٹ لانے مین لڑائی کی ضرورت نہ پڑے تو البتہ اجرت ملیگی۔ اور اگر سردار لشکر اسلام نے ایک شخص خاص سے یا لشکر کی ایک جماعت سے یون کہا کہ اگر تو اُسکا سر کاٹ لاوے یا تم مین سے کوئی اُسکا سر کاٹ لاوے تو اسقدر اجرت پاویگا پھر ایک شخص اُسکا سر کاٹ لایا تو اجر المثل ملیگا۔ اور اگر مسلمانون کے لشکر کا سردار دار الحرب مین ہو اور

ف قولہ ذمی اس [illegible]

وہان ایک گڑھی مین اقامت اختیار کی کہ جسمین لڑنیوالے مرد نہ تھے صرف مال و اسباب بچے و عورتین تھین پس سردار نے کہا کہ جتنے شخص اس گڑھی کی شام سے صبح تک حفاظت کرین اُنمین سے ہر ایک کو مثلاً دس دس درم ملینگے پس ایک قوم نے اسکی حفاظت کی تو ہر ایک شخص کو دس دس درم ملینگے یعنی جو امام نے بیان کیا ہے اور ہمارے بعض مشایخ فرماتے ہین کہ گڑھی کی حفاظت کے مسئلہ مین پہلے اجارہ منعقد نہوگا کیونکہ اُسنے کسی قوم معین کو مخاطب نہین کیا ہان جب کسی قوم نے حفاظت اختیار کی اور امام راضی ہوا تو یہ اجارہ کے معنی مین ہے پس اجارہ بالتعاطی[1] منعقد ہو جائیگا اور اجارہ بالتعاطی جائز ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر کسی شخص کا اونٹ مثلاً گم ہو گیا اوسنے کہا کہ جو شخص مجھے بتا دیگا دے اسکو دس درم دونگا پس ایک شخص نے بتا دیا تو اجرت کا مستحق نہوگا اور اگر اونٹ والے نے ایک شخص معین سے یہ کہا اور اُسنے صرف زبانی بتا بتا دیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اُسکے ساتھ چلکر بتا دیا تو اُسکو اجر المثل ملیگا اور سیر کبیر مین ہے کہ اگر امیر السریۃ نے یعنی چھوٹے لشکر کے سردار نے کہا کہ جو شخص ہمکو فلان مقام تک راہ بتادے اُسکو دس درم دینگے تو یہ صحیح ہے اور راہ بتانیکے ساتھ اجرت متعین ہو گی اور واجب ہو جائیگی یہ وجیز کردری مین ہے ایک شخص نے سکھا ہوا کُتا شکار کرنیکے لیے کرایہ لیا تو اجرت واجب نہوگی اسی طرح اگر باز کو لیا تو بھی یہی حکم ہے اور بعض روایات مین آیا ہے کہ اگر سکھا ہوا کُتا یا باز شکار کیواسطے اجرت پر لیا اور وقت معلوم مقرر کر دیا تو جائز ہے اور ناجائز صرف اُسی صورت مین ہے کہ جب وقت معلوم نہ بیان کیا ہو اور اگر کوئی بلی اس غرض سے کرایہ پر لی کہ اپنے گھر کے چوہے پکڑوا دے تو منتقی مین لکھا ہے کہ یہ جائز نہین ہے اور اگر کوئی کُتا اس غرض سے اجارہ لیا کہ میرے گھر کی حفاظت اور حراست کرے تو مشایخ نے فرمایا کہ یہ جائز نہین ہے اور اگر کوئی بندر گھر مین جھاڑو دینے کیواسطے کرایہ لیا تو مولانا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جائز ہونا چاہیے بشرطیکہ مدت معلومہ بیان کر دی ہو کیونکہ بندر مارنے سے کام کرتا ہے بخلاف بلی کے کہ وہ مارنے سے بھی کام نہین کرتی ہے یہ فتاوی قاضی مین لکھا ہے۔ اور منتقی مین لکھا ہے کہ اگر کوئی مرغ اسواسطے کرایہ لیا کہ صبح کے وقت آواز دیا کرے تو جائز نہین ہے اور اس مقام پر ایک اصل بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ جو چیز اُنمین کسی کے فعل سے نہوا اور نہ یہ ہو سکے کہ آدمی اُسکو مار کر اُس سے یہ کام لے تو اس شرط سے اُسکی بیع جائز نہین اور نہ اس غرض سے اُسکا اجارہ جائز ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ جانورون مین بکری وغیرہ کے گابھن کرانے کے لیے مثلاً نر بکرا کرایہ لینا اور مالک کو اُسکی اجرت لینا جائز نہین ہے یہ سراج الوہاج مین لکھا ہے۔ اور اگر کوئی فرش اس غرض سے کرایہ لیا کہ اسکو اپنے مکان مین بغرض تجمل بچھاوے مگر اُس پر نہ بیٹھے نہ سووے تو جائز نہین ہے۔ اسی طرح اگر کوئی ٹٹو اس غرض سے کرایہ لیا کہ اپنے کوتل مین رکھے تو جائز نہین ہے یہ ظہیریہ مین ہے اگر کسی شخص نے کوئی گھوڑا اس غرض سے اجارہ لیا کہ اسکو اپنے دروازے پر باندھے تاکہ لوگ دیکھین کہ اسکے یہان بھی گھوڑا ہے یا کچھ برتن اس غرض سے کرایہ لیے کہ اپنے یہان تجمل کے واسطے رکھے اور اُنکو استعمال مین نہ لاوے یا کوئی گھر اس غرض سے لیا تاکہ لوگ گمان کرین کہ اسکے پاس بھی محل ہے اور اسمین سکونت نہ کریگا یا کوئی غلام اسواسطے لیا کہ لوگ گمان کرین کہ اسکے پاس بھی غلام ہے اور مستاجر اُس سے خدمت نہ لیگا یا فقط اپنے گھر مین رکھنے کے واسطے درم اجارہ لیے تو سب صورتون مین اجارہ فاسد ہے اور کچھ اجرت واجب نہوگی ولیکن اُسنے جو چیز اجارہ لی ہے اگر اس نفع کے واسطے بھی کبھی اجارہ لیجاتی ہو تو اجرت واجب ہوگی یہ خلاصہ مین ہے اور منتقی مین ہے کہ اگر کوئی بکرا یا مینڈھا اس غرض سے اجارہ لیا کہ اپنی بکریان و بھیڑیان اُسکی چال پر آگے

[1] بالتعاطی [illegible]

رکھ کر جلاوے تو ناجائز ہی یہ محیط و فتاوی قاضیخان میں ہی۔ اگر کوئی زمین اس غرض سے اجارہ لی کہ اپنی بکریون کو اس زمین کے گیہون وغیرہ کے درخت چرا دے یا کوئی بکری اسواسطے کرایہ لی کہ اُسکی اُون چھانٹ لے تو یہ فاسد ہی اور مستاجر کو جو گیہون اور اون کی قیمت دینی واجب ہوگی کیونکہ یہ موجر کی ملک تھی کہ جسکو مستاجر نے بذریعہ عقد فاسد کے حاصل کیا ہی بخلاف اسکے اگر گھاس چرانے کیواسطے اجارہ لے تو گھاس کی قیمت نہ دینی پڑیگی کیونکہ گھاس مباح ہی یہ غیاثیہ میں ہی۔ اگر تلوار باندھنے کیواسطے ایک مہینہ تک کرایہ لی یا تیر اندازی کیواسطے کوئی کمان ایک مہینہ تک کرایہ لی تو جائز ہی یہ محیط میں ہی۔ اگر کوئی زمین اس غرض سے اجارہ لی کہ اسمین جال پھیلاوے اور وقت بیان کر دیا تو بھی جائز نہیں ہی یہ وجیز کردری میں لکھا ہی ایک شخص نے دوسرے کو حکم دیا کہ اس پیتل کا قمقمہ اسقدر اجرت پر بنا دے حالانکہ پیتل غصب کیا ہوا ہی اور کاریگر کو معلوم ہی کہ یہ شخص غاصب ہی پھر اُسنے بنایا تو اُسکو اجرت ملیگی یہ قنیہ میں ہی اور غاصب نے اگر کسی کو اس غرض سے مزدور کیا کہ یہ مال مغصوبہ اُٹھا کر پہونچا دے تو جائز نہیں ہی کیونکہ غیر کا مال منتقل کرنا معصیت ہی کذا فی المحیط السرخسی

سترھوان باب۔ جو مستاجر پر واجب ہی اور جو موجر پر واجب ہی اُسکے بیان میں۔ اجارہ کی چیز کا نفقہ موجر کے ذمہ ہی خواہ اجرت میں مال معین ٹھہرا ہو یا منفعت یہ محیط میں ہی۔ کرایہ کے ٹٹو وغیرہ کا دانہ چارہ دینا اور پانی پلانا موجر کے ذمہ ہی کیونکہ وہ موجر کی ملک ہی اور اگر موجر کی بلا اجازت مستاجر نے اُسکو چارہ دیا تو اُسنے احسان کیا موجر سے واپس نہیں لے سکتا ہی یہ جوہرۃ النیرہ میں ہی۔ مکان کے کرایہ لینے میں مکان کی عمارت بنوانا اور کہگل کرانا اور پرنالون کی درستی اور عمارت کی مرمت سب مالک مکان کے ذمہ ہی اور اسی طرح ہر ایسی چیز کہ جسکے یون ہی چھوڑ دینے سے سکونت میں خلل پڑتا ہو اسکی درستی مالک مکان کے ذمہ ہوگی اور اگر مالک مکان نے اسکی درستی سے انکار کیا تو مستاجر کو اسمین سے نکلجانے کا اختیار ہی ولیکن اگر ایسا واقع ہوا کہ جسوقت اُسنے کرایہ لیا ہی اُسوقت بھی ایسا ہی تھا اور اُسنے دیکھ لیا تھا تو نہیں چھوڑ سکتا ہی کیونکہ اس صورت مین مستاجر عیب پر راضی ہو چکا ہی اور شیخ اوحدالدین نسفی نے عمدۃ الفتاوے میں لکھا ہو کہ ایک شخص نے ایک بیت کرایہ لیا حالانکہ اسکی چھت میں تنکے بھرے ہوئے ہیں پھر اسکی چھت میں سے بارش کا پانی ٹپکنے لگا تو اُسکی اصلاح کے واسطے مالک بیت پر جبر کیا جاویگا کیونکہ کوئی شخص اپنی ملکیت کی درستی کے لیے مجبور نہیں کیا جاتا ہی یہ ظہیریہ میں ہی۔ اگر کوئی مکان کرایہ لیا حالانکہ اسمین روشندان نہیں ہی یا اسکی چھت پر برف جما ہوا ہی اور مستاجر کو یہ بات معلوم نہ ہوگی تو پھر اسکو اجارہ فسخ کرنے کا اختیار ہوگا یہ قنیہ میں ہی پانی کے کنوین اور چہچے اور موری کا درست کرانا مالک مکان کے ذمہ ہی اگرچہ مستاجر کے فعل سے بھر گیا ہو ولیکن اسکی درستی کے واسطے مالک پر جبر نہ کیا جائیگا اور مشایخ نے فرمایا ہی کہ اگر اجارہ کی مدت گذر گئی اور مستاجر کے جھاڑو دینے سے مکان میں خاک جمع ہو گئی ہی تو اُسکا اُٹھوانا مستاجر پر واجب ہی کیونکہ یہ اُسی کے فعل سے جمع ہوئی ہی پس ایسا ہی کہ گویا اُسی نے رکھی ہی اور اگر ایسا ہو کہ چہچے وغیرہ کا پیٹ اور موریان مستاجر کے فعل سے بھر گئین تو قیاس یہ چاہتا ہی کہ اسکا اُٹھوانا مستاجر کے ذمہ ہونا چاہیے مثل اور کوڑے کے اور مستاجر کے ذمہ ہی ولیکن مشایخ نے استحساناً یہ حکم دیا ہی کہ لوگون کے رواج اور عادت کیوجہ سے یہ بھی مالک مکان کے ذمہ ہی چنانچہ اگر اسکی وجہ سے زمین عیبدار معلوم ہوتی ہو تو اُسکا درست کرانا مالک کے ذمہ ہوتا ہی پس اسکو بھی عادت ہی پر محمول کیا ہی اور اگر مستاجر نے انمین سے کوئی چیز درست کرائی تو جو کچھ اُسنے خرچ کیا وہ کرایہ مین محسوب نہوگا اور مستاجر احسان کرنے والا قرار دیا جاویگا یہ بدائع میں لکھا ہی۔ روشندان اور سیڑھیون کی درستی موجر کے ذمہ ہی اور برف اُٹھوانے میں مشایخ کا اختلاف ہی اور جیسا رواج ہو ویسا ہی معتبر ہی یہ قنیہ میں ہی۔ اور نہرون کا اُگروانا اور کاریز کی درستی

موجر کے ذمہ ہے یہ خزانۃ الفتاوی مین ہے اگر ایسا مکان کرایہ لیا کہ جسمین پانی کا کنوان ہے تو مالک مکان کی بلا اجازت وضو وغیرہ کے واسطے کنوین سے پانی بھر لینے کا اختیار ہے کیونکہ اجارہ لینے سے پہلے جب اُسکو یہ حق حاصل تھا چنانچہ معلوم ہے تو بعد اجارہ لینے کے بدرجہ اولی حاصل ہوگا اور اگر اُس کنوین مین چوہا گر پڑا اور کوئی آفت آگئی تو دونون مین سے کسی شخص پر اسکا درست کرانا واجب نہین ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور حمام کے اجارہ لینے مین راکھ اور گوبر کا پھینکنا اور نہانے کی جگہ کا صاف کرنا مستاجر کے ذمہ ہے خواہ پانی بہنے کی موری کھلی ہوئی ہو یا پٹی ہوا اور اگر اجارہ مین موجر کے ذمہ یہ شرط لگائی تو اجارہ فاسد ہوگا اور اگر مستاجر کے ذمہ یہ شرط لگائی تو اجارہ مع شرط جائز ہوگا۔ اور اگر مستاجر نے انکار کیا اور کہا کہ یہ راکھ میرے فعل سے نہین جمع ہوئی تو اُسی کا قول مقبول ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے ایک شخص نے خچر کرایہ پر لیا اور وہ راستہ مین تھک کر بیٹھ گیا اور مستاجر نے ایک شخص کو حکم دیا کہ کچھ خرچ کرکے اسکا علاج کرے اُسنے ایسا ہی کیا پس اگر اُس شخص کو یہ معلوم تھا کہ یہ خچر اس شخص کا نہین بلکہ دوسرے کا ہے تو جو کچھ اُسنے خرچ کیا ہے وہ کسی سے نہین لے سکتا ہے کیونکہ اُسنے احسان کی راہ سے خرچ کیا ہے اور اگر یہ جانتا تھا کہ خچر اس شخص کے سوا دوسرے کا ہے تو جو کچھ اُسنے خرچ کیا ہے وہ حکم دینے والے سے واپس لیوے اگرچہ حکم دینے والے نے یون نہ کہا ہو کہ تو اس شرط سے خرچ کر کہ مین ضامن ہون یہ خزانۃ المفتین مین ہے

فصل توابع بھی اسی باب سے متصل ہے۔ اصل یہ ہے کہ اگر کسی کام کرنے کا اجارہ قرار پایا تو جو کام اس کام کے توابع مین اور انکا انجام دینا مزدور سے شرط نہین کیا گیا تو ان توابع مین سے موافق عرف و رواج کے مزدور کو بلا شرط انجام دینے پڑینگے یہ محیط مین ہے۔ اور کپڑے کے بُننے مین مانڈی دینا کپڑے کے مالک کے ذمہ ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر کپڑا سینے کے واسطے کوئی درزی مقرر کیا تو سوئی و تاگا درزی کے ذمہ ہوگا اور یہ اُنکے عرف کے موافق ہے اور ہمارے عرف مین تاگا دینا مالک کے ذمہ ہے **قال المترجم**۔ اور ہمارے شہر مین بھی موافق اہل کوفہ کے رواج ہے اور ریشمی کپڑے مین بھی موافق اُنکے عرف کے ہے چنانچہ کتاب مین فرمایا۔ اور اگر کپڑا ریشمی ہو تو سینے کے واسطے ریشم مالک کو دینا پڑیگا۔ اور اینٹین بنانے والے کو اجارہ پر لینے مین اینٹون کا سانچہ اجیر کے ذمہ اور مٹی مستاجر کے ذمہ ہے۔ اور تنور سے روٹی نکالنا باورچی کے ذمہ ہے اور پیالون مین سالن کا نکالنا بھی باورچی کے ذمہ ہوگا بشرطیکہ شادی اور ولیمہ کے کھانا پکانے کے لیے مقرر کیا ہو اور اگر اُسنے خاصۃ دیگ پکائی ہو تو اُسکے ذمہ نہین ہے یہ فتاوی قاضی مین ہے۔ اور اگر لادنے کے واسطے کوئی چوپایہ کرایہ لیا تو خوگیر اور رسیان اور گون مین عرف و رواج کا اعتبار کیا جاویگا یعنی دونون مین سے کس کو دینا چاہیے اور اگر سواری کے واسطے کرایہ لیا تو لگام اور زین مین بھی عرف کا اعتبار ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر سمرقند یا بخارا تک کوئی ٹٹو کرایہ لیا تو جب ٹٹو والا شہر مین داخل ہو تو اُسپر استحسانا واجب ہے کہ مستاجر کے گھر تک پہونچا دے یہ خزانۃ الفتاوی مین ہے۔ اور اگر کوئی ٹٹو اس غرض سے کرایہ لیا کہ مستاجر اُسپر بوجھ لادیگا تو ٹٹو کے اوپر سے بوجھ اُتارنا ٹٹو والے کے ذمہ واجب ہے اور اُتار کر مستاجر کی حویلی مین پہونچانا اُسکے ذمہ نہین ہے لیکن اگر ایسے مقام پر یہ صورت واقع ہوئی کہ جہان اُتار کر پہونچانا بھی ٹٹو والے کے ذمہ ہوتا ہے یعنی ایسا رواج ہے تو وہان اُسکو پہونچانا پڑیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر حمال نے بوجھ اُٹھایا تو اُسکے ذمہ واجب ہے کہ گھر کے اندر پہونچا دے مگر یہ واجب نہین ہے کہ چڑھ کر چھت پر یا دریچہ مین اُتار دے لیکن اگر اس سے یہ شرط کر لیجاوے تو ہو سکتا ہے۔ اسی طرح مٹکون مین بھرنا بھی اُسکے ذمہ نہین ہے لیکن اگر شرط کر لے تو ہو سکتا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور فقیہ ابو اللیث نے اپنی نوازل مین ذکر فرمایا کہ پن چکی کی نہر کھدوانا موجر کے ذمہ ہے کیونکہ پن چکی بدون پانی کے نہین چلتی ہے۔ اور پانی بغیر نہر کھدوانے جاری نہین ہوتا و لیکن اگر نہر کھدوانا مستاجر کے

ذمہ شرط کر لی تو ہو سکتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر کوئی کاتب اجارہ پر لیا پس اگر سیاہی دوات اور سپیدی کی شرط لگائی تو سیاہی دوات کی شرط جائز ہی اور سپیدی کی شرط فاسد ہی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی - امام محمدؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک دھوبی کو کپڑون پر کندی کرنے کے لیے مزدور مقرر کیا اُسنے کندی کر دی تو کپڑون کا اُٹھا لانا کس کے ذمہ ہی امام محمدؒ نے فرمایا کہ استحساناً مین دھوبی کے ذمہ واجب کرتا ہون لیکن اگر دھوبی نے مالک سے شرط کر لی ہو تو ایسا نہوگا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہی اگر کوئی حمال اس شرط سے کرایہ پر مقرر کیا کہ اپنی پیٹھ اور مستاجر کے جانور ون پر لادکر گیہون پہونچا دے تو رسی اور گونین مستاجر کے ذمہ واجب ہونگی - اور فقیہ ابو اللیثؒ نے فرمایا کہ ہمارے عرف مین گونین ہر حال مین مستاجر کے ذمہ ہونگی لیکن پیشتر یا کتھر الیوسہ کہ حمال سے آوے تو ہو سکتا ہی اور وجہ اُسکی یہ ہی کہ رسیان اسواسطے ہوتی ہین کہ بوجھ گرنے نہ پاوے - اور اگر کسی شخص نے حمال کو اجرت پر مقرر کیا کہ میری گونین فلان مقام تک پہونچا دے پھر جب حمال اُس مقام تک پہونچا تو ایک سرا مین اُترا اور وہان گونون کو اُتارا پھر اُسکے مالک کو وزن کرکے دیدین اور پھر اُسکے مالک نے چند روز تک وہان سے وہ گونین نہ اُٹھوائین پھر اس جگہ کے کرایہ کی بابت باہم سب نے جھگڑا کیا اور مالک مکان نے حمال سے کرایہ طلب کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر حمال یا مستاجر دونون مین سے کسی شخص نے گونین رکھنے کے واسطے اس جگہ کو کرایہ لیا ہو تو جسنے کرایہ لیا اُسیر کرایہ دینا واجب ہوگا اور اگر بدون کرایہ لیے ہوے ان گونون کو اس جگہ رکھا ہی تو وزن کرکے سپرد کر دینے کے بعد گونون کے مالک پر کرایہ واجب ہوگا - اور بعض نے کہا کہ یہ کرایہ حمال پر واجب ہوگا اور اگر گونون کے مالک نے حمال سے مطالبہ کیا کہ دوبارہ اُنکا وزن کر دے تو اُسپر جبر نہ کیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - شیخ ابو بکرؒ سے دریافت کیا گیا کہ پیمانہ سے ناپ دینے والے کی اجرت کس شخص پر واجب ہوگی فرمایا کہ بائع پر واجب ہوگی اور ثمن تولنے کی اجرت مشتری پر واجب ہوگی یہ حاوی مین ہی - شیخ ابو بکرؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے باغ انگور مین انگور توڑنے پر فروخت کیے تو فرمایا کہ اگر اُسنے مجازفۃً فروخت کیے ہون تو چن لینا اور جمع کرنا مشتری کے ذمہ ہوگا اور اگر موازنۃً یعنے تول سے فروخت کیے تو چنکر تول دینا بائع کے ذمہ ہوگا ولیکن اگر بائع یون حیلہ نکالے تا کہ اُسپر وزن کرنا واجب نہو کہ یون کہے کہ یہ انگور وزن مین اسقدر ہین پس یا مشتری اُسکی تصدیق کریگا تو اُسکو وزن کرنے کی تکلیف نہ دیگا یا اُسکی تکذیب کریگا تو اُس سے کہیگا کہ مجھے تول دے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی اور شیخ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک گون گیہون قرض لیے اور مقرض نے ایک شخص حمال اُسکو کرایہ کر دیا تو شیخؒ نے فرمایا کہ اُسکا کرایہ قرض دینے والے پر واجب ہوگا ولیکن اگر مستقرض نے اُس سے کہا کہ کوئی حمال مجھے کرایہ کر دے تو اُسکا کرایہ قرض دینے والے پر واجب ہوگا مگر مقرض کو اختیار ہوگا کہ یہ کرایہ جو اُسنے ادا کیا ہی اُسکو مستقرض سے واپس لے یہ حاوی مین ہی - اور شیخ ابو النصر الدبوسیؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک حمال نے چند روز تک راستہ مین اس غرض سے توقف کیا کہ مستاجر کو اُس اناج کی گونون کا کرایہ زیادہ پڑے تو اُن گونون کا کرایہ کس شخص پر واجب ہوگا فرمایا کہ حمال اُس توقف کرنے کے باعث سے خلاف کرنے والا نافرمان ہو گیا اور اُسپر واجب ہوا کہ جو کچھ اُسنے اجرت وصول کی ہی اُسکو بیان مستاجر کو واپس کر دے مگر گونون کی اجرت مستاجر کے ذمہ رہیگی یہ تاتارخانیہ مین ہی -

اٹھارہوان باب اُس چیز کے اجارہ کے بیان مین جو باہم دو شریکون کے درمیان مشترک ہو اور دو اجیرون کو اجارہ پر مقرر کرنے کے بیان مین - عیون مین لکھا ہی کہ گیہون دو شخصون مین مشترک تھے پس ایک شریک نے دوسرے سے ایک چوپایہ اسواسطے کرایہ پر لیا کہ گیہون مین سے اپنا حصہ لادکر فلان مقام تک لیجاوے حالانکہ گیہون غیر مقسوم یعنے

بے بانٹے ہوے تھے پس اُسنے سب گیہون لادکر وہان پہونچاے تو اُسکو کچھ اجرت نہ ملیگی اور اگر ایک شریک کے پاس کشتی ہو اور اُسنے چاہا کہ گیہون دوسرے شہر مین منتقل کرے پس ایک نے دوسرے کشتی کے مالک سے کہا کہ آدھی کشتی مجھے کرایہ پر دے اور میرا حصہ اُسپر لادے اور باقی اپنا حصہ باقی نصف کشتی پر لادے اُسنے ایسا ہی کیا تو جائز ہے۔ اسی طرح اگر دونون نے اُن گیہون کے پسانے کا ارادہ کیا اور دونون مین سے ایک کے پاس چکی ہے پس دوسرے نے چکی والے سے آدھی چکی اپنے حصہ کے پسانے کے واسطے اجارہ لی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ایک نے دوسرے شریک سے یون کہا کہ مین نے تیرا غلام تجھسے کرایہ پر لیا تاکہ یہ گیہون جو ہم دونون مین مشترک ہین اُٹھا کر لے چلے تو جائز نہین ہے۔ اسی طرح اگر اُسکے غلام کو اُن گیہون کی حفاظت کیواسطے اجارہ پر لیا تو بھی جائز نہین ہے۔ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہر ایسی شی جس سے کوئی کام انجام ہوتا ہو اور ایک شریک نے دوسرے سے اجارہ لیا تو جائز نہین ہے جیسے چوپایہ وغیرہ اور ہر ایسی شی کہ جسکی ذات سے کوئی کام نہین ہوتا ہے اور اُسکو ایک شریک نے دوسرے سے اجارہ لیا تو جائز ہے جیسے گون وغیرہ اور فقیہ ابواللیثؒ نے فرمایا کہ یہ قول روایت مبسوط کے خلاف ہے کہ وہان کتاب المضاربۃ مین فرمایا کہ اگر ایک شریک نے دوسرے سے کوئی گھر یا دکان اجارہ پر لی تو اجرت واجب نہوگی۔ اور قدوری نے ذکر فرمایا ہے کہ جو ایسی چیز ہو کہ بدون مال مشترک مین کام کرنے کے اُسکی اجرت کا مستحق نہوتا ہو اور اُسکو ایک شریک نے دوسرے کو اجارہ پر دیا تو جائز نہین ہے مثلاً ایک نے اپنے تئین یا اپنے غلام یا ٹٹو کو گیہون اُٹھانے کے واسطے اجارہ پر دیا یا کپڑے پر کندی کرنے کے واسطے اجارہ پر دیا تو اجرت کا مستحق نہوگا۔ اور جو چیز ایسی ہو کہ جسکی اجرت کا مستحق بدون مال مشترک مین کام کرنے کے ہوتا ہو تو اُسکا اجارہ جائز ہے مثلاً کوئی گھر اسواسطے کرایہ لیا کہ اُسمین گیہون حفاظت سے رکھے یا کشتی یا گون یا چکی اجارہ لی تو جائز ہے اور فخر الدین قاضی خان نے فرمایا کہ جو کچھ قدوری نے ذکر کیا اور نھون مین مذکور ہے اسی پر فتوے ہے یہ کبرے مین ہے۔ نوادر بن سماعہ مین مذکور ہے کہ دو شخصون کو اجیر مقرر کیا کہ میرے گھر تک یہ لکڑی ایکدرم پر اُٹھا کر پہونچا دین پھر دونون مین سے ایک نے اُسکو اُٹھایا تو اُسکو آدھا درم ملیگا اور اُسنے احسان کیا بشرطیکہ قبل اسکے دونون حمالی یا اور کسی کام مین شریک نہون اسی طرح اگر دونون کو دیوار بنانے یا کنوان کھودنے کیواسطے اجیر مقرر کیا اور ایک نے ایسا کیا تو بھی یہی حکم ہوگا۔ اور اگر اس سے پہلے دونون شریک ہون تو ایک کے اُٹھانے سے پوری اجرت واجب ہوگی اور ایک کا اُٹھانا بوجہ شرکت کے مثل دونون کے اُٹھانے کے قرار دیا جائیگا اور اُجرت دونون کو برابر ملیگی یہ محیط مین ہے۔ اگر کسی شخص نے غلام مین اپنے شریک کا حصہ اسواسطے اجارہ لیا کہ غلام میرے واسطے کپڑا سیدے تو جائز ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اصل مین ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک قوم کو اسواسطے اجارہ پر مقرر کیا کہ میرے واسطے تہ خانہ کھودین اور اجارہ سب طرح سے صحیح ہو گیا اور سبھون نے کام کیا مگر کسی نے زیادہ کام کیا اور کسی نے بہ نسبت دوسرے کے کم کیا تو اجرت مزدورون کی تعداد سے تقسیم ہوگی۔ اور اگر اُسنے دو چوپائے بیس من گیہون لادنے کے واسطے کرایہ کیے اور اجرت مقرر کردی تو اسکو اختیار نہین ہے کہ ایک چوپایہ پر دس من سے زیادہ لادے اور اگر کسی پر اُسنے دس من سے زیادہ لادا تو دونون کے اجر المثل کے حساب سے مزدوری دونون کو تقسیم ہوگی کیونکہ دو چوپایون کا اتنا تفاوت کھلا ہوا ہوتا ہے کہ جسکے باعث سے اجرت مین اختلاف کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر ایک ہی کام پر چند مزدور ہون تو اُنمین باہم تھوڑا فرق ہوتا ہے ایسا فرق نہین ہوتا ہے کہ جسکے ساتھ اجرت مین فرق کیا جاوے پس اسکا اعتبار نہین کیا جاتا ہے۔ اور مشایخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسی وقت ہے کہ اس صورت مین مزدورون کے درمیان کام مین کم تفاوت ہو زیادہ کھلا ہوا تفاوت نہو اور اگر کھلا تفاوت ہوگا تو مثل چوپاؤن کے

مسئلہ کے انہیں بھی اجر بحساب مزدوروں کی تعداد اور گنتی کے تقسیم نہوگا بلکہ اجر المثل کے حساب سے تقسیم ہوگا۔ اور اگر مزدوروں میں سے ایک نے بسبب مرض یا عذر کے کام نہ کیا اور دوسرے نے کام کر دیا پس اگر دونوں نے شرکت میں یہ کام قبول نہیں کیا ہی تو مریض کا حصہ اجرت ساقط ہو جاویگا۔ اور اگر دونوں نے اس کام کے انجام دینے میں شرکت کر لی ہی تو پورا اجر دیا جائیگا اور بیمار ہو جانے والے مزدور کا حصہ اُسکو ملیگا۔ اور فتاوی ابو اللیث میں لکھا ہی کہ دو کاریگروں میں سے ایک نے اپنی کاریگری کے آلات دوسرے کو اجارہ دیے پھر دونوں نے شرکت اختیار کر لی پس اگر اجارہ باعتبار ماہواری کے ہو تو پہلے مہینہ میں اجرت واجب ہوگی اور اُسکے بعد واجب نہوگی کیونکہ پہلے مہینہ میں اجارہ صحیحہ کے بعد شرکت طاری ہوئی پس شرکت کے طاری ہونے سے اجارۂ صحیحہ باطل نہوگا اور پھر دوسرے مہینہ میں قبل اجارہ کی صحت کے شرکت طاری ہوئی پس اجارہ باطل ہو جائیگا اسواسطے اجرت واجب نہوگی۔ اور اگر اجارہ کی مدت مثلاً دس برس قرار پائی ہو تو پوری مدت تک اجرت واجب ہوگی کیونکہ اجارہ پوری مدت تک صحیح ہو جانے کے بعد شرکت طاری ہوئی پس ایسی شرکت اجارہ کو باطل نہ کریگی اور شیخ محمد بن سلمہؒ سے روایت ہی کہ شرکت اجارہ کو گرا دیتی ہی اور جو صورت محمد بن سلمہؒ سے منقول ہی وہ یہ ہی کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک دُکان کرایہ پر لی پھر دونوں نے ایک کام میں شرکت کر لی کہ اُس کام کو اُسی دکان میں انجام دیتے ہیں تو محمد بن سلمہؒ کے قول پر فتوے ہی اور اجرت دُکان ساقط ہو جائیگی اگر ان دونوں نے اُسی دکان میں کام کیا کیونکہ اُسنے معقود علیہ کو سپرد نہ کیا یہ محیط میں ہی۔ ایک عورت نے اپنا گھر اور سکنی سب اپنے شوہر کو اجارہ پر دیا تو اس مقام پر مذکور ہی کہ عورت کو کچھ اجرت نہ ملیگی اور یہ صورت بمنزلہ اسکے ہی کہ شوہر نے اُس عورت کو روٹی یا سالن پکانے کے واسطے اجارہ پر لیا اور چاہیے یہ کہ جائز ہو اور قاضی خان نے ذکر کیا کہ فتوی یہ ہی کہ صحیح ہو یہ کبری میں ہی۔ اجارات الاصل کے آخر باب اجارات الدور میں لکھا ہی کہ ایک شخص نے ایک مہینہ کے واسطے ایک دار کرایہ لیا اور مالک مکان اُسکے ساتھ آخر مہینہ تک اُس مکان میں رہا پھر مستاجر نے کہا کہ میں تجھے اجرت نہ دونگا کیونکہ تونے میرے اور مکان کے درمیان تخلیہ نہیں کیا یعنی قبضہ کامل نہ دیا تو جس قدر مستاجر کے قبضہ میں رہا اُسکے حساب سے اُسکو کرایہ دینا پڑیگا اسواسطے کہ بعض کو کل پر قیاس کیا ہی کذا فی المحیط

انیسواں باب عذر کی وجہ سے اجارہ فسخ ہو جانے کے بیان میں اور جو چیزیں عذر ہو سکتی ہیں اور جو نہیں ہو سکتی ہیں اور جو صورتیں فسخ ہوتی ہیں اور اُسکے متعلق احکام کے بیان میں اور جو فسخ نہیں ہوتی ہیں اُنکے بیان میں۔ اصل یہ ہی کہ جب اجارہ بلا عوض استہلاک عین پر واقع ہو جیسے کتابت کے واسطے اجارہ لینے میں کاغذ و روشنائی کا استہلاک ہی یا جیسے زمین بونی مزارعت کی صورت میں جبکہ بیج اسکی طرف سے ٹھہرے ہوں تو ایسی صورتوں میں اُسکو بلا عذر اجارہ و مزارعت کے فسخ کرنیکا اختیار ہی اور اس اصل سے بہت واقعات کا حکم نکلتا ہی اسکو یاد رکھنا چاہیے یہ قنیہ میں ہی۔ ہمارے نزدیک عذروں کی وجہ سے اجارہ ٹوٹ جاتا ہی اور اسکی چند صورتیں ہیں یا تو دونوں عقد کرنیوالوں میں سے کسی کیطرف سے عذر ہوگا یا معقود علیہ کیطرف سے ہوگا اور جب عذر متحقق ہوا تو بعض روایات میں آیا ہی کہ اجارہ ٹوٹ نہ جائیگا اور بعض میں ہی کہ ٹوٹ جائیگا اور ہمارے مشائخ نے دونوں روایتوں میں اس طرح توفیق دی ہی کہ اگر اجارہ کسی غرض سے ہوا اور یہ غرض باقی نہ رہی اور یا عذر ایسا ہو کہ عقد کے موجب کارروائی کرنے سے شرعاً مانع ہو تو بدون توڑنے کے اجارہ ٹوٹ جائیگا مثلاً ہاتھ گلنا شروع ہوا اور کسی جراح کو ہاتھ کاٹنے کے واسطے اجارہ پر لیا یا داڑھ میں درد پیدا ہوا اُسکے اکھاڑنے کے واسطے اجارہ کیا پھر گلنا دور ہوگیا اور درد جاتا رہا تو اجارہ ٹوٹ جائیگا کیونکہ شرعاً اجارہ کے بموجب کارروائی نہیں کر سکتا ہی۔ اور اگر بغداد تک جانیکے لیے کوئی ٹٹو معین اس غرض سے کرایہ کیا کہ ۹۰

اپنے کسی قرضدار یا بھاگے ہوئے غلام کو گرفتار کرائے پھر وہ قرضدار حاضر ہوگیا یا غلام واپس آیا تو اجارہ ٹوٹ جاویگا کیونکہ یہ اجارہ ایک غرض سے ٹھہرا تھا اور وہ غرض جاتی رہی۔ اسی طرح اگر گمان کیا کہ میرے مکان کی نیو میں خلل آگیا ہے اور ایک شخص کو مکان منہدم کرانے کے لیے اجارہ لیا پھر معلوم ہوا کہ خلل نہیں ہے۔ یا طعام ولیمہ کے واسطے کوئی باورچی اجارہ پر لیا پھر وہ عورت مرگئی تو اجارہ باطل ہو جاویگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور جو عذر ایسا ہو کہ جسکی وجہ سے شرعاً بموجب عقد کے کارروائی کرنا ممنوع نہ ہو لیکن ایک طرح کا ضرر اسکو لاحق ہوتا ہو تو فسخ عقد میں فسخ کرانے کی ضرورت ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور جب عذر متحقق ہوا اور فسخ کی ضرورت ہوئی تو صاحب عذر تنہا فسخ کر سکتا ہے یا حکم قاضی یا دوسرے کی رضامندی کی حاجت ہوتی ہے اسمیں مختلف روایات آئی ہیں اور صحیح یہ ہے کہ اگر عذر متحقق ظاہر ہو تو تنہا فسخ کر سکتا ہے اور اگر مشتبہ ہو تو تنہا فسخ نہیں کر سکتا ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اگر مال اجارہ میں کوئی عیب پیدا ہوگیا پس اگر ایسا عذر ہے کہ جس سے منافع حاصل کرنے میں کچھ فرق نہیں آتا تو مستاجر کو اختیار حاصل نہ ہوگا مثلاً ایک غلام اجارہ لیا اور اسکی ایک آنکھ جاتی رہی حالانکہ جس خدمت کے واسطے اجارہ لیا ہے اسمیں کچھ حرج نہیں آتا یا اسکے بال گر گئے یا مکان کی ایسی دیوار گر گئی جس سے سکونت میں کچھ حرج نہیں آتا تو اختیار نہ ہوگا اور اگر ایسا عیب پیدا ہوا جس سے منافع حاصل کرنے میں فرق آتا ہے مثلاً غلام مریض ہوگیا یا گھر میں سے کوئی عمارت یا دیوار ایسی گر گئی جس سے سکونت میں حرج واقع ہوا تو مستاجر کو اختیار ہوگا کہ چاہے باوجود اسکے اسمیں سکونت اختیار کرے اور منفعت حاصل کرے مگر پوری اجرت دینی پڑیگی یا عقد اجارہ توڑ دے یہ محیط سرخسی میں ہے پس اگر مستاجر کے اجارہ توڑنے سے پہلے موجر نے دیوار بنوا دی یا مثلاً غلام بیماری سے اچھا ہوگیا تو مستاجر کو فسخ کا اختیار نہ رہیگا کیونکہ عیب باقی نہ رہا۔ اور اگر عیب دور ہونے سے پہلے مستاجر فسخ کرنے پر آمادہ ہوا تو اسی وقت فسخ کرے جبکہ مکان کا مالک حاضر ہو اور اگر اسکی پیٹھ پیچھے فسخ کیا تو فسخ نہیں کر سکتا ہے اور اگر مالک کی غیبت میں مکان سے نکل گیا تو کرایہ چڑھتا رہیگا جیسا کہ رہنے کی صورت میں چڑھتا کیونکہ اجارہ ابھی باقی ہے اور باوجود عیب کے اسکو نفع حاصل کرنے کی قدرت حاصل ہے یہ کبری میں ہے۔ اور اگر تمام گھر منہدم ہوگیا تو مالک کی بدون موجودگی کے مستاجر کو فسخ کرنے کا اختیار ہے لیکن اجارہ خود فسخ نہ ہوگا کیونکہ خالی میدان سے اسکو منفعت حاصل کرنے کی قدرت ہے اسی طرف شیخ الاسلام خواہر زادہ گئے ہیں اور اجارات شمس الائمہ میں لکھا ہے کہ اگر تمام گھر منہدم ہوگیا تو صحیح یہ ہے کہ اجارہ خود فسخ نہ ہوگا ولیکن اجرت ساقط ہو جائیگی خواہ مستاجر فسخ کرے یا نہ کرے یہ مضمرات میں ہے۔ اگر گھر منہدم ہوگیا اور مستاجر نے میدان میں سکونت اختیار کی تو اجرت واجب نہ ہوگی اور اگر گھر کا کوئی بیت فقط گر گیا اور مستاجر باقی میں رہا تو اجرت میں سے کچھ کم نہ ہوگی۔ اور اگر کوئی گھر اس شرط پر کرایہ لیا کہ اسمیں تین بیت ہیں پھر اسمیں دو ہی بیت نکلے تو مستاجر کو خیار حاصل ہونا واجب ہے ولیکن اجرت میں سے کچھ کمی نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ موجر نے اگر کرایہ والا گھر مستاجر کی رضامندی یا بلا رضامندی توڑ ڈالا تو مستاجر کو اجارہ فسخ کر دینے کا اختیار ہوگا اور بغیر فسخ کیے خود اجارہ فسخ نہ ہوگا اور مستاجر کے ذمہ سے کرایہ ساقط ہو جاویگا چنانچہ اگر کسی شخص نے غصب کر لیا تو بھی مستاجر کو فسخ کا اختیار اور اجرت ساقط ہوگی اور خود اجارہ فسخ نہ ہوگا اسکی طرف امام محمدؒ نے اصل میں اشارہ کیا ہے۔ اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر کرایہ والا گھر منہدم ہوگیا اور موجر نے اسکو بنوا دیا اور مستاجر نے باقی مدت اسمیں رہنا چاہا تو موجر ممانعت نہیں کر سکتا ہے اور مراد امام محمدؒ کی یہ ہے کہ مستاجر کے اجارہ فسخ کرنے سے پہلے موجر نے بنوا دیا ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور امام محمدؒ نے کشتی کے حق میں فرمایا کہ اگر کشتی ٹوٹ گئی اور تختے الگ الگ

ہوگئے پھر موجر نے انکو ترکیب دیدیا تو مستاجر کے سپرد کرنے کے واسطے اُسپر جبر نہ کیا جائیگا کیونکہ کشتی کے ٹوٹتے ہی اجارہ فسخ ہوگیا اور پھر جب دوبارہ تیار ہوئی تو یہ دوسری کشتی تیار ہوئی ہی بعینہ پہلی نہیں کہ جسکا سپرد کرنا واجب ہوا یا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر کسی شخص نے تختے غصب کرکے انکی ترکیب دیکر کشتی بنائی تو اُسکا مالک ہوجاتا ہی کذا فی محیط السرخسی قلت یعنی مالک کا حق منقطع ہوجاتا ہی اور غاصب کو ان تختون کی قیمت دینی پڑیگی کیونکہ یہ اور چیز ہوگئی فافہم - اور اصل مین مروی ہی کہ اگر کسی عذر تحقق کے باعث سے مستاجر کرایہ کے مکان مین سے نکل گیا تو اجرت ساقط ہوجاویگی اور زیادات مین مروی ہی کہ ساقط نہوگی ولیکن اگر موجر خود اُس مکان مین رہنے لگا تو ساقط ہوجاویگی کیونکہ یہ فسخ پر رضامندی ہی یہ غیاثیہ مین لکھا ہی ایک مکان کرایہ لیا اسمین سے تھوڑا مکان گرگیا اور موجر غائب ہی یا ایسا سرکش آدمی ہی کہ قاضی کی مجلس مین حاضر نہین ہوتا تاکہ عقد فسخ ہووے تو قاضی اُسکی طرف سے ایک وکیل مقرر کرکے اُسکے روبرو عقد فسخ کردیگا یہ قنیہ مین ہی - اگر غلام اجارہ کے مالک نے سفر کا قصد کیا اور چاہا کہ غلام کو ساتھ لیجاؤن تو اجارہ فسخ کرنے کے واسطے یہ عذر کافی نہین ہی یہ محیط مین ہی اور اگر کوئی عقار[۱] مثل گھر کے اجارہ دیا پھر سفر کرگیا تو یہ عذر فسخ نہین ہی کیونکہ اُسکی پیٹھ پیچھے مستاجر اپنا نفع حاصل کرسکتا ہی اور اگر مستاجر نے سفر کا ارادہ کیا تو یہ عذر ہوسکتا ہی کیونکہ عدم الفسخ مین سفر سے روکنا یا بدون سکونت و انتفاع کے کرایہ دینا لازم آتا ہی اور یہ ضرر ہی یہ سراج الوہاج مین ہی - اور موجر کو یہ اختیار نہین ہی کہ اگر اسکو کوئی شخص زیادہ کرایہ دینے پر راضی ہو تو وہ اس اجارہ کو جو بالفعل ہی فسخ کردے اگرچہ زیادتی دوچند ہو یہ غایۃ البیان مین ہی - اور اگر مستاجر نے ایک پیشہ جسکے واسطے مثلاً مکان کرایہ لیا تھا چھوڑکر دوسرا پیشہ اختیار کیا مثلاً تجارت چھوڑکر زراعت اختیار کی یا زراعت کے واسطے جو زمین کرایہ پر لی تھی اسکو اس وجہ سے چھوڑنا چاہا کہ اُسنے زراعت چھوڑکر تجارت اختیار کی تو یہ عذر ہوسکتا ہی یہ ینابیع مین ہی - اگر تجارت کے واسطے بازار مین دکان کرایہ لی پھر وہ بازار پھیکا پڑگیا یہان تک کہ اُسکی تجارت نہین چل سکتی ہی تو یہ عذر ہی اسکی وجہ سے فسخ کرسکتا ہی یہ قنیہ مین ہی - اگر ایک شخص نے ایک اونٹ کوفہ سے بغداد تک کرایہ لیا پھر اسکی راے مین آیا کہ خچر کرایہ کرنا چاہیے تو یہ ارادہ پیٹ اجارہ کے فسخ کرنے کے واسطے عذر نہین ہوسکتا ہی ہان اگر اُسنے کوئی اونٹ یا چوپایہ خرید لیا تو یہ عذر ہوسکتا ہی یہ کبرے مین ہی - اور اگر بغداد تک کوئی سواری کا جانور کرایہ لیا پھر اسکی راے مین آیا کہ سفر نہ کرے یا حج کے واسطے کوئی اونٹ کرایہ کیا پھر اسکی راے مین آیا کہ امسال سفر حج کیواسطے نہ جاوے یا بیمار ہوکر سفر سے عاجز ہوگیا تو یہ عذر ہی یہ فتاوی قاضی مین ہی - اگر موجر کی حویلی جسمین خود رہتا تھا گرگئی اور دوسری حویلی اسکی جو کرایہ پر ہی اسکے سواے اسکی کوئی اور حویلی نہین ہی اور اُسنے چاہا کہ اسمین رہے تو اجارہ نہین توڑ سکتا ہی اسی طرح اگر اُسنے اُس شہر کو چھوڑکر دوسرے شہر مین جا رہنے کا قصد کیا تو بھی یہی حکم ہی کیونکہ وہ اُس حویلی کو اپنے ساتھ نہین لیجا سکتا ہی پس جو کچھ اُسنے عقد اجارہ مین اپنے اوپر ضرر لازم کرلیا ہی اُس سے زیادہ بقاے اجارہ مین ضرر نہین ہوسکتا ہی - اور اگر مکان کرایہ بازار مین ہو کہ اسمین مستاجر خرید و فروخت کیا کرتا ہی پھر مستاجر پر قرضہ چڑھ گیا یا مفلس ہوگیا اور وہ بازار سے اٹھ گیا تو یہ عذر ہی اُسکو اجارہ توڑ دینے کا اختیار ہی اسی طرح اگر مستاجر نے ایک شہر سے دوسرے شہر مین چلے جانیکا قصد کرلیا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر مالک مکان نے یہ کہا کہ یہ شخص فقط تعلل کرتا ہی اسکا ارادہ یہان سے جانیکا نہین ہی تو قاضی مستاجر سے اسپر قسم لیگا اسی طرح اگر اس تجارت سے کسی دوسری تجارت کی طرف تحول[۲] کرنا چاہا تو یہ بھی عذر ہی یہ مبسوط مین ہی - اگر کسی شخص نے ایک پیشہ کرنے کے واسطے ایک دکان کرایہ لی پھر اُسی

[۱] عقار یعنی ملک غیر منقولہ مانند زمین و حویلی و دکان

[۲] تحول یعنی ایک قسم کی تجارت چھوڑکر دوسری قسم کی تجارت کی طرف منتقل ہونا ۱۲

۱۰

پیشہ کو چھوڑ کر دوسرا پیشہ اختیار کرنا چاہا پس اگر دوسرے پیشے کا کام اُس دکان میں کر سکتا ہے اور سب ضرورت کی چیز مہیا
ہو سکتی ہے تو اجارہ نہیں توڑ سکتا ہے ورنہ توڑ سکتا ہے کیونکہ عذر تحقیق ہو گیا یہ کبری میں ہے۔ اگر کرایہ دار نے دوسرا مکان کرایہ کو لیا
کا پایا تو یہ عذر نہیں ہو سکتا ہے اسی طرح اگر کوئی حویلی خریدی اور اسمیں اُٹھ جانا چاہا تو بھی عذر فسخ نہیں ہو سکتا ہے اور اگر کوئی
شخص ٹٹو بغداد تک کرایہ کیا پھر مستاجر کی راے میں آیا کہ سفر کو نہ جاوے تو یہ عذر ہے اور اگر ٹٹو والے نے کہا کہ یہ شخص بہانہ
کرتا ہے تو قاضی اُس سے یون کہیگا کہ تو صبر کر اگر یہ شخص سفر کو جاوے تو تو اُسکے ساتھ ٹٹو کو ہانک لیجا نا کیونکہ معقود علیہ ٹٹو
کے قدم تھے پس جب اُسنے ٹٹو کو مستاجر کے ساتھ ہانک دیا تو مستاجر کو اپنی منفعت حاصل کر لینے کا قابو مل گیا اسواسطے اُسپر
کرایہ واجب ہوگا اگرچہ سوار نہوا ہو اور اگر مستاجر بیمار یا قرضدار ہو گیا یا کسی امر کا خوف پیدا ہوا یا ٹٹو ٹھوکر کھا کر گر گیا یا ٹٹو
مین کوئی ایسی چیز پیدا ہو گئی کہ اُس سے سواری کی استطاعت نہ رہی تو انمین سے کچھ ٹٹو مین عیب ہے اور کچھ مستاجر کے
حق مین عذر ہے کہ وہ سفر کو نہین نکل سکتا ہے۔ اور اگر ٹٹو کے مالک کو ایسی بیماری ہو گئی کہ ٹٹو کے ساتھ نہین چل سکتا ہے تو اجارہ
ٹوٹ جائیگا اسی طرح اگر اُسکو کسی قرضخواہ نے پکڑ کر روک رکھا اور قید کرا دیا تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط مین ہے ایک شخص نے
زید کو حمال مقرر کیا کہ میرا بوجھ فلان مقام تک اس کرایہ پر پہونچا دے اور کرایہ اُسکو دیدیا پھر جب کچھ مسافت طی کی تو
اُسکی راے مین آیا کہ وہان نہ جاوے اور اجارہ ترک کر دے اور حمال سے کہا کہ آدھی اُجرت مجھکو واپس کر تو شیخ نے
فرمایا کہ اگر باقی آدھا راستہ بھی آسانی سے طی ہوتا ہے جیسا پہلے آدھی دور کا راستہ طی ہوا تو مستاجر کو یہ اختیار ہے
ورنہ اُسکے حساب سے واپس لیگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ ایک شخص نے اپنا گھر کرایہ دیا پھر چاہا کہ اجارہ توڑ کر اُسکو
فروخت کر دے کیونکہ اُسکا اور اُسکے عیال کا نفقہ بالکل نہیں رہا تو اُسکو یہ اختیار حاصل ہوگا یہ کبری مین لکھا ہے۔ ایک
شخص نے اپنا گھر یا غلام اجارہ دیا پھر اُسپر اسقدر قرضہ فادح چڑھ گیا کہ اُسکے ادا کی سواے اسکے کوئی صورت نہین کہ کرایہ
والے مکان یا غلام کو فروخت کر کے اُسکے ثمن سے ادا کرے تو فسخ اجارہ کیواسطے یہ عذر ہو سکتا ہے اور موجر کو چاہیے
کہ قاضی کے سامنے مرافعہ کرے کہ قاضی اُسکو فسخ کر دے اور خود موجر کو فسخ کر دینے کا اختیار نہین ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ اور
اگر موجر نے اپنا قرضہ ادا کرنے کے واسطے اجارہ کے مکان یا غلام کو خود ہی فروخت کر دیا تو صحیح نہین ہے جبتک کہ قاضی
کے سامنے مرافعہ نہ کرے اور اسی پر فتوی ہے یہ سراجیہ مین ہے۔ پھر جب موجر نے قاضی کے سامنے مرافعہ کیا
پس اگر قاضی سے یہ درخواست کی کہ اجارہ توڑ دے تو قاضی اُسکو منظور نہ کریگا اور اگر یہ درخواست کی کہ اُس مکان
یا غلام کو خود فروخت کر دے یا موجر وغیرہ کو اُسکے فروخت کرنے کا حکم دے تو قاضی اس درخواست کو منظور کریگا۔
پھر جب بائع یعنی موجر نے قرضہ ہونا گواہوں سے ثابت کر دیا تو قاضی اس بیع کو نافذ کر دیگا اور اُسکے نافذ ہونے کی ضمن مین
اجارہ ٹوٹ جائیگا پس مشتری سے ثمن وصول کر کے قرضخواہ کو ادا کر دیگا۔ اور جبتک قاضی نے بیع نافذ ہونیکا حکم نہین
دیا ہے اسوقت تک کرایہ مستاجر پر واجب ہوگا اور وہ موجر کو ملیگا اور اُسکے حق مین حلال ہوگا۔ اسی طرح اگر قاضی کے
پاس جانے سے پہلے موجر نے خود ہی وہ گھر فروخت کر دیا پھر قاضی کے پاس مرافعہ ہوا تو بھی جبتک قاضی اُس
بیع کو تمام و نافذ کر کے اجارہ توڑ دے اُسوقت تک کرایہ مستاجر پر واجب ہوگا اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ موجر پر قرضہ
ہونا قاضی کو معلوم ہو۔ اور اگر ظاہر معروف نہو فقط موجر کے اقرار سے ثابت ہوا اور مقرلہ نے اُسکے اقرار کی تصدیق کی
اور مستاجر نے تکذیب کی تو امام اعظمؒ کے نزدیک زمین فروخت کر دیجائیگی اور اجارہ توڑ دیا جاویگا اور صاحبینؒ کے

نزدیک زمین فروخت نہ کیجائیگی اور نہ اجارہ توڑا جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اور جب قاضی نے اسکو فروخت کیا تو ثمن مین سے پہلے مستاجر کے درم جو اُسنے کرایہ معجل دیدیا ہی ادا کردیا جائیگا پھر جو کچھ بچ رہا وہ قرضخواہون کو دیا جائیگا حتی کہ اگر ثمن مین کچھ نہ بچا تو فسخ نہوگا اور بعد فسخ کے اسکو اختیار ہی کہ گھر کو روک لے یہان تک کہ جو کچھ اُسنے پیشگی دیا ہی وہ اسکو واپس ملے اور بعض نے فرمایا کہ جب تک اسکو کرایہ واپس ملے تب تک اسکو مکان مین سکونت رکھنا حلال ہی کیونکہ موجر نے اُسکو مطلقاً رہنے کی اجازت دی تھی۔ اور اگر روک رکھنے کے زمانہ مین مستاجر کے پاس وہ مکان تلف ہوا تو امانت تلف ہوئی بخلاف رہن کے کہ اسمین یہ نہین ہی۔ اور اگر موجر مرگیا اور اُسپر سب لوگون کا قرضہ ہی تو دوسرے قرضخواہون کی بہ نسبت مکان پر مستاجر کا زیادہ استحقاق ہی جیسا کہ رہن کی چیز پر مرتہن کا حق ہوتا ہی۔ اور اگر اجارہ پر زمین ہو کہ اسمین مستاجر کی کھیتی ہو رہی ہو تو قرضہ کے عذر کی وجہ سے فسخ اجارہ نہوگا تاوقتیکہ کھیتی پک کر تیار نہو جاوے اور اُسکے پکنے تک موجر بسبب قرضہ کے قید خانہ سے باہر نکالا جائیگا اور چھوڑ دیا جائیگا۔ اور اگر مشتری کو یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ مکان اجارہ پر ہی تو اسکو اختیار ہی کہ چاہے بیع کو فسخ کردے یا صبر کرے یہان تک کہ اجارہ کی مدت گذر جاوے۔ اور اگر موجر نے مکان کو مستاجر کی بلا اجازت فروخت کیا اور مستاجر نے بیع رد کردی پس آیا بیع ٹوٹ جائیگی تو مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہی اور اصح یہ ہی کہ مستاجر کو بیع فسخ کرنے کا اختیار نہین ہی۔ اور اگر مستاجر کی اجازت سے اسکو فروخت کیا تو اجارہ فسخ ہوگیا اگرچہ مستاجر نے مکان کو اپنی اُجرت معجلہ یعنی پیشگی کے وصول کرنے کے واسطے روک لیا ہو اور اگر سپرد کردینے پر راضی ہوا پھر بسبب عیب کے بحکم قاضی بائع کو واپس ملا تو اجارہ عود نہ کریگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر مستاجر کو فسخ اجارہ کی حاجت پیش آئی اس وجہ سے کہ کمائی سے عاجز ہوگیا یا فقیر ہوگیا یا مریض ہوگیا تو اسکو اختیار نہوگا کہ اجارہ فسخ کرکے کرایہ واپس کرلے یہ خلاصہ مین ہی۔ اگر کسی شخص نے اپنا غلام اجارہ پر دیا تو یہ فسخ اجارہ کے واسطے کچھ عذر نہین ہی اور اسپر عقد پورا کرنے مین کچھ ضرر نہین ہی مگر ہان اُسی قدر ضرر ہی جو اُسنے عقد اجارہ قرار دینے کے وقت خود ہی قبول کرکے اپنے اوپر لازم کرلیا تھا یعنی مدت اجارہ گذرنے تک مین اس غلام مین تصرف نہ کرونگا یہ نہایہ مین ہی۔ اگر کرایہ کی حویلی کے مالک نے اس وجہ سے فروخت کرنا چاہا کہ اُسکے بالفعل فروخت کرنے مین کچھ نفع حاصل ہوتا ہی تو اُسکو فسخ اجارہ کا اختیار نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص نے ایک سال تک کی خدمت کے واسطے ایک غلام بعوض سو درم اور ایک سیر شراب کے اجارہ لیا اور باہمی قبضہ ہوگیا پھر موجر نے بسبب اجارہ فاسد ہونے کے عقد اجارہ کو توڑنا چاہا تو اسکو اختیار ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک درزی نے ایک غلام اسواسطے اجارہ لیا کہ میرے ساتھ سیا کرے پھر غلام مفلس یا مریض ہوکر بازار سے اُٹھ گیا تو یہ ایسا عذر ہی کہ اسکو اجارہ پورا کرنے سے مانع ہی اور اگر اُسنے سلائی چھوڑ کر کوئی دوسرا کام شروع کیا تو یہ ایسا عذر نہین ہی کہ اجارہ نہ پورا کرسکے کیونکہ ممکن ہی کہ جو کام اُسنے اختیار کیا ہی اُس دُکان کے ایک گوشہ مین اُس غلام سے سلائی کا کام لیا کرے یہ تمرتاشی مین ہی۔ اگر کسی شخص کو اسواسطے اجیر مقرر کیا کہ میرا کپڑا دھوکر کندی کردے یا سی دے یا قمیص قطع کردے یا میرے واسطے کوئی بیت تیار کردے یا میرے بیج سے میری زمین مین کھیتی بودے پھر اُسکی رائے مین آیا کہ یہ کام نہ کرے تو یہ عذر ہی اسی طرح اگر اسکو کنوان کھودنے کیواسطے اجارہ لیا ہو تو بھی ایسا ہی ہی اور اگر فصد و پچھنے لگانے کے واسطے اجارہ لیا تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر ان صورتون مین اجیر نے کام کرنے سے انکار کیا تو اُسپر جبر کیا جائیگا اور اجارہ فسخ نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر کوئی زمین کرایہ پر لی پھر وہ ریتلی بالو بنا ہوگئی تو اجارہ باطل ہو جائیگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی

اور اگر پانی کے جوش سے ذہاب ناک ہوگئی یعنی پانی رسنے لگا کہ اسمین زراعت نہین ہوسکتی تو یہ عذر ہی اور نوازل مین لکھا ہی کہ اگر اُس زمین سے پانی منقطع ہوگیا تو مستاجر کو فسخ اجارہ کا اختیار حاصل ہوا اور اگر زمین مین کھیتی موجود ہو تو زمین اُسکے قبضہ مین اجر المثل کے عوض چھوڑ دیجاویگی یہانتک کہ کھیتی پک جاوے پس اگر اُسنے پانی دیا اور سینچی تو یہ رضامندی مین داخل ہو یہ خلاصہ مین ہی۔ اگر زراعت کرنے کے واسطے کوئی زمین اجارہ لی پھر دوسری زمین مین زراعت کرنی چاہی تو یہ عذر نہین ہی اور نوازل مین ہی کہ ایک گانون مین زمین زراعت کے واسطے لی پھر اُسکی راے مین آیا کہ یہ سان چھوڑ کے دوسرے ایک گانون مین زراعت کرے پس اگر ان دونون گانون مین شرعی سفر کی مسافت ہو تو اُسکو اختیار ہی اور اگر اُس سے کم مسافت ہو تو یہ اختیار نہین ہی کیونکہ سفر سے کم مسافت بہت سے احکام مین ایسی ہی جیسے ایک محلے سے دوسرے محلہ مین اُٹھ جانا یہ تمرتاشی مین ہی۔ اور اگر مستاجر بیمار ہوکر زراعت کرنے سے عاجز ہوا پس اگر وہ ایسا شخص ہی کہ زراعت کا کام خود ہی کرتا ہی تو یہ عذر ہی اور اگر ایسا ہی کہ خود نہین کیا کرتا ہی [بلکہ نوکرون سے کھیتی کرایا کرتا ہو ۱۲] تو عذر نہین ہی یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی۔ اگر خدمت کے واسطے کوئی غلام اجارہ لیا اور وہ غلام بیمار ہوگیا تو مستاجر کو فسخ اجارہ کا اختیار ہی اور اگر مستاجر اسپر راضی رہا تو موجر کو فسخ کا اختیار نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر اجارہ کا غلام بھاگ گیا تو یہ عذر ہی اور اگر اس صورت مین مستاجر نے اجارہ فسخ نہ کیا یہان تک کہ غلام پھر لوٹ کر آگیا تو اجرت مین سے بقدر اُسکے بھاگنے کے کم کردیا جائیگا اور باقی کا حصہ عقد لازم رہیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر وہ غلام چور نکلا تو مستاجر کو فسخ اجارہ کا اختیار ہی مگر موجر یعنی مالک غلام کو فسخ کا اختیار نہین ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر اجارہ کا غلام اُس کام مین جسکے واسطے اجارہ لیا گیا ہی نہایت ہوشیار نہو تو مستاجر کو یہ امر فسخ اجارہ کے واسطے عذر نہین ہوسکتا ہی اور اگر وہ کام خراب کرتا ہو تو مستاجر کو فسخ کا اختیار ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر کچھ معین چوپائون کا اجارہ اسباب لادنے کے واسطے ٹھہرایا پھر وہ سب مر گئے تو اجارہ فسخ ہوگیا بخلاف اسکے اگر چوپائے معین نہون اور موجر نے کچھ چوپائے دیے اور وہ مر گئے تو عقد فسخ نہوگا اور موجر پر واجب ہوگا کہ اُنکے سوا دوسرے چوپائے مستاجر کے واسطے لائے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر کوئی معین چوپایہ ٹھہرا ہی اور وہ بیمار ہوگیا تو عذر ہی اور اگر غیر معین چوپایہ دینے کے واسطے اجارہ کیا اور موجر کا چوپایہ بیمار ہوگیا تو عذر نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور اگر مستاجر سوار ہوکر چلا پھر راہ مین مر گیا تو اُسپر جسقدر چلا ہی اُسکے حساب سے کرایہ واجب ہوگا اور باقی کا ساقط ہوجاویگا یہ خلاصہ مین ہی۔ ہشام نے امام ابو یوسف رحمہ سے روایت کی کہ ایک عورت حج مین قربانی کے روز دسوین تاریخ بچہ جنی اور ہنوز اُسنے طواف نہین کیا تھا اور اونٹ والے نے اُسکے ساتھ توقف کرنے سے انکار کیا تو امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ اجارہ ٹوٹنے کے واسطے یہ امر عذر ہی کیونکہ طواف کو چھوڑ کر عورت وہان سے نکل نہین سکتی ہی اور اونٹ والے کو بھی مدت نفاس ختم ہونے تک اُسکے ساتھ پڑے رہنے کا حکم نہین دیا جاسکتا ہی اور اگر وہ عورت اُس سے پہلے زچہ ہوچکی ہو اور اب نفاس کے ایام مین سے مثل ایام حیض کے یا اُس سے بھی کم رہ گئے ہون تو اونٹ والے پر جبر کیا جاویگا کہ اُسکے ساتھ اتنے دنون تک قیام کرے یہ سراج الوہاج مین ہی۔ ایک کام کے استاد کو اسواسطے اجارہ پر مقرر کیا کہ اس سال مین مجھے یہ کام سکھلاوے پھر چھ مہینے گذر گئے اور اُسنے کچھ نہین سکھایا تو مستاجر کو فسخ اجارہ کا اختیار ہی اور مین نے اسکی کوئی روایت کتاب مین نہین دیکھی لیکن شیخ علی اسبیجابی نے ایسا ہی فتوے دیا ہی پس مین نے بھی یہی فتوے دیا کذا فی الصغری۔ اگر کوئی چیز خرید کر دوسرے شخص کو اجارہ پر دیدی پھر اُسکے عیب سے مطلع ہوا تو اُسکو

اختیار ہو کہ بسبب عیب کے واپس کردے اور اجارہ فسخ کردے یہ محیط میں ہے۔ اور تجرید میں لکھا ہے کہ اگر اپنے تئین کسی کام یا صناعت میں اجارہ پر دیا پھر اُسکی رائے میں آیا کہ اس کام کو نہ کرے تو اسکو یہ اختیار نہوگا اور اگر اُسکے اہل میں سے یہ کام نہو بلکہ لوگ اُسپر یہ کام کرنے سے عیب رکھتے ہوں تو اجارہ فسخ کرسکتا ہے یہ خلاصہ و محیط میں ہے۔ اور اگر کسی عورت نے اپنے تئین ایسے کام کے اجارہ میں دیدیا جس کام کا اُسپر عیب رکھا جاوے تو اُسکے وارثون کو اختیار ہے کہ اسکو اجارہ سے نکال لیں یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اگر پن چکی کا پانی کم ہو گیا پس اگر بہت کمی آگئی تو اجارہ فسخ کرسکتا ہے اور اگر تھوڑی کمی ہے تو نہیں فسخ کرسکتا ہے اور قدوری نے فرمایا کہ اگر پانی میں اسقدر کمی ہو گئی کہ جسقدر پہلے پیستی تھی اُسکے آدھے سے بھی کم پیستی ہے تو یہ بہت کمی میں گنا جائیگا۔ اور واقعات ناطفی میں لکھا ہے کہ اگر پن چکی کا پانی گھٹ گیا اور ایسی سست چلنے لگی کہ بہ نسبت سابق کے آدھا اناج پیستا ہے تو مستاجر کو واپس کردینے کا اختیار ہے۔ اور اگر اُسنے واپس نہ کی بلکہ پیسے گیا تو یہ نقصان و عیب پر رضامندی ہے پھر اسکے بعد اسکو واپس کرنیکا اختیار نہ رہیگا۔ اور اگر مدت اجارہ کے اندر پن چکی کا پانی موقوف و منقطع ہو گیا مثلاً کسی قدر اجرت معلوم پر ایک مہینہ معلوم کے واسطے پن چکی کرایہ لی اور مہینہ کے درمیان میں پانی منقطع ہو گیا اور مستاجر اُس سے کام نہ لے سکا تو اُسکو خیار ہوگا ایسا ہی اصل میں مذکور ہے پس اگر اُسنے اجارہ فسخ نہ کیا یہانتک کہ پھر پانی آنے لگا تو باقی مدت کا اجارہ اُسکے ذمہ لازم ہوگا کیونکہ جو سبب فسخ کا تھا وہ جاتا رہا مگر مستاجر سے بحساب اسکے اجرت کم کردیجائیگی ایسا ہی امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں ذکر کیا ہے پھر مشائخ نے امام محمدؒ کے اس قول کی تفسیر میں یعنی قولہ بحساب اسکے اُجرت کم کردیجائیگی۔ اختلاف کیا ہے بعضون نے فرمایا کہ اسکے یہ معنی ہیں کہ جو مہینے میں جسقدر دنون پانی منقطع ہو گیا ہے اُسکے حساب سے مثلاً دس دن پانی منقطع ہوا تو دس روز کے حساب سے جو کرایہ ٹھہرا ہے اُس کا تہائی کم کیا جاویگا اور شیخ الاسلام خواہرزادہ نے فرمایا کہ یہی اصح ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کسی شخص نے ایسا بیت جسمین پن چکی ہے کرایہ لیا اور اجارہ میں ہر حق کے ساتھ جو اُسکو ثابت ہے لینا بیان کردیا تو حقوق میں چکی داخل نہوگی اور موجر کو اختیار ہوگا کہ اپنی چکی اٹھوا لے۔ اور اگر بیت کو مع چکی اور دونون پاٹون کے اجارہ لیا تو اسکو چکی کے حقوق حاصل ہونگے پھر اگر اس پن چکی کا پانی منقطع ہو گیا تو واپس نہ کرے یہانتک کہ سال گذر جاوے پس اگر وہ بیت ایسا ہے کہ بدون چکی کے نفع کے اس بیت سے بھی نفع ہو سکتا ہے تو اُجرت دونون پر تقسیم کرکے چکی کا حصہ اُسکے ذمہ سے ساقط کیا جاویگا اور بیت کا حصہ اُجرت اُسکے ذمہ لازم کیا جاویگا اور اگر بیت سے کوئی فائدہ سوائے اس چکی کے فائدہ کے نہو تو مستاجر کے ذمہ کچھ اُجرت واجب نہوگی اگرچہ اُسنے بیت کو واپس نہیں کیا ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور نوادر ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص نے پن چکی مع اُسکے آلات و بیت کے اجارہ لی اور اُسوقت پانی برابر جاری تھا پھر وہان پانی آنا منقطع ہو گیا تو یہ عذر ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر ایسا ہو کہ جسوقت اُسنے پن چکی اجارہ لی ہے اُسوقت پانی منقطع ہوا اور مستاجر نے کہا کہ میں اپنی نہر کا پانی اسطرف پھیر لاؤنگا اور یہ امر بدون کھودنے اور بدون خرچ کے ممکن ہے تو مستاجر ذمہ اُجرت واجب ہوگی خواہ وہ نہر کا پانی یہان پھیر لایا ہو یا نہ لایا ہو اور اگر پانی پھیر لانے کے واسطے اُسنے سعی کی اور اپنی نہر میں سے ایک نہر کھود کر چکی کی نہر میں لایا اور وہ یہان گذرا اور کہا کہ میری رائے میں آیا کہ میں اسکو کھودون تو اُسکو اجارہ چھوڑنے کا اختیار ہوا اور اگر اُسنے اجارہ نہ چھوڑا پس اگر کھود کر پانی جاری کردیا پھر اُسکی رائے میں آیا کہ یہ پانی اپنے کھیت کی طرف جاری کرے اور اجارہ چھوڑ دے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا اور اُجرت لازم آویگی اور اگر اسوجہ سے کوئی ایسا ضرر عظیم پیدا ہوا

کہ جس سے اُسکی کھیتی جاتی رہنے کا خوف ہی اور اسکے مال کو سخت نقصان پہونچتا نظر آتا ہی اگر پانی نہ پہونچے تو یہ عذر قرار دیا جائیگا اور اُسکو اختیار ہوگا کہ اجارہ ترک کردے یہ محیط مین ہی ایک شخص نے زمین اجارہ پر لی پھر اُسکا پانی ٹوٹ گیا پس اگر وہ زمین نہر کے پانی یا بارش کے پانی سے سینچی جاتی تھی اور اُس سال بارش نہوئی تو اُسکو کچھ اجرت نہ دینی پڑیگی اور اگر کوئی زمین اجارہ لی اور زراعت کرنے سے پہلے وہ سب پانی مین غرق ہوئی اور مدت گذر گئی تو اُسکو کچھ اجرت نہ دینی پڑیگی جیسا کہ غاصب کے غصب کر لینے مین حکم ہی اگر اُسنے زراعت کی پھر کھیتی کو کوئی آفت پہونچی کہ جس سے کھیتی تلف ہوگئی یا بعد زراعت کرنیکے زمین غرق ہوگئی اور کچھ پیدا وار نہوئی تو امام محمدؒ سے ایک روایت مین آیا ہی کہ اُسپر پوری اجرت واجب ہوگی اور دوسری روایت مین امام محمد سے مروی ہی کہ واجب نہوگی۔ اگر کوئی زمین اجارہ لی اور اُسمین کھیتی بوئی پھر اُسکا پانی کم ہو گیا یا ٹوٹ گیا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ موجر کو قاضی کے پاس لیجا کر نالش کرکے یہ حکم حاصل کرے کہ کھیتی کے پکنے تک اجر المثل پر زمین مستاجر کے پاس چھوڑ دے پھر اسکے بعد اگر اُسنے زمین کو پانی دیا تو اجارہ نہین توڑ سکتا ہی اور فتوی کیواسطے مختار یہ ہی کہ اگر کھیتی تلف ہوگئی تو اُسکے تلف ہونیکے بعد باقی مدت کی کچھ اجرت اسپر واجب نہوگی لیکن اگر وہ قابو پاوے کہ زمین مین پہلے کے مثل یا کم ضرر دینے والے بیج بوئے تو یہ حکم نہین ہی۔ اور اگر کھیتی مین کوئی خلل یا نقصان آیا تو اُسپر پورا اجرت واجب ہوگا اگرچہ گنجائش نہو بشرطیکہ اُسنے ایسے واقعہ کے وقت قاضی کے پاس مرافعہ نکیا ہو یہ فتاوی قاضی خان اور محیط مین ہی۔ اور اگر پانی ٹوٹ گیا پس اگر بدون پانی کے کھیتی ہوسکتی ہی تو اجارہ فسخ کرنیکے واسطے یہ عذر کافی نہوگا اور اگر نہین ہوسکتی ہی تو عذر ہی اور اگر اُسنے اجارہ فسخ نہ کیا یہانتک کہ مدت گذر گئی تو کچھ اجرت واجب نہوگی اور اگر فسخ نہ کرنیکی صورت مین اُسنے زمین کو پانی دیا تو فسخ کرنے کا حق باطل ہوگیا اور اگر اسقدر پانی میسر آیا کہ زمین کے فقط تھوڑے ٹکڑے کو کافی ہی تو اسکو اختیار باقی رہیگا اور اگر اُسنے اجارہ نہ توڑا تو جسقدر حصہ زمین سیراب ہوگیا ہی اُسی کا حصہ اجرت واجب ہوگا یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور اگر اجارہ کی زمین مین سے موجر نے کوئی درخت کاٹ لیا تو مستاجر کو فسخ کرنیکا اختیار حاصل ہوگا بشرطیکہ درخت بھی اجارہ مین مقصود ہو یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور فتاوی آہو مین ہی کہ قاضی بدیع الدین سے دریافت کیا گیا کہ مستاجر نے موجر کو اجارہ والی زمین کے درخت بیچنے کی اجازت دیدی تو قاضی نے فرمایا کہ اجارہ فسخ نہوگا اور بھی قاضی بدیع الدین سے دریافت کیا گیا کہ مستاجر سے کہا گیا کہ تو اجارہ کی زمین دس دینار کو خریدتا ہی اُسنے کہا کہ ہان تو دینار کو خریدتا ہون پس بائع نے کہا کہ مین اسکو دس دینار کو بیچتا ہون تو قاضی نے فرمایا کہ اس سے اجارہ فسخ نہوگا اور بھی دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دس درم کرایہ پر ایک گھر اجارہ لیا اور اُسمین کچھ مدت تک رہا پھر لشکر خوارزم کے خوف سے بھاگ گیا حالانکہ مالک نے اُس سے سب کرایہ پیشگی وصول کر لیا تھا پھر مالک نے وہ مکان دوسرے شخص کو کرایہ پر دیدیا پھر پہلا کرایہ دار آیا پس آیا اسکو یہ اختیار ہی کہ دوسرے کرایہ دار کو نکالے اور جتنے دلون وہ رہا ہی اُتنے دلون کا کرایہ لے تو فرمایا کہ ہان یہ اختیار ہی بشرطیکہ اُسنے مکان کو بطور فسخ اجارہ کے نہ چھوڑا ہو اور کسی دوسرے کو کرایہ پر دیدینے کی اجازت بھی دی ہو اور اگر اُسنے اجازت نہ دی ہو تو مکان کا مالک غاصب قرار دیا جاویگا اور سب کرایہ اُسی کو ملیگا پہلے کرایہ دار کو کچھ نہ ملیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک غلام ایک درم ماہواری پر اجارہ لیا پھر غلام بیمار ہوگیا اور جیسا کام کیا کرتا تھا ویسا نہ کر سکا لیکن جیسا صحت مین کرتا تھا اُس سے کم کرسکتا ہی تو مستاجر کو اختیار ہی کہ اجارہ توڑ دے اور اگر نہ توڑا یہانتک کہ مہینہ گذر گیا تو اجرت دینی پڑیگی اور اگر ایسا بیمار ہوا کہ کچھ کام نہین کرسکتا ہی تو مستاجر پر کچھ اجرت واجب نہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ینبوع مین ہی ایک شخص کو اسواسطے مزدور مقرر کیا کہ میرے واسطے فلان مقام پر کنوان کھود دے اور وہ مقام اُسکو

دکھلا دیا اور کنوئین کے چکر کا اندازہ بھی دکھلا دیا اور یہ شرط لگائی کہ دس گز فی گز دو درم کے حساب سے کھود دے پھر مزدور نے چند گز کھود نے پایا تھا کہ مرگیا تو جسقدر اُسنے کھودا ہی اور جسقدر باقی ہی دونون کی قیمت لگائی جائیگی پھر اجرت دونون قیمتون پر تقسیم کر کے جسقدر کھودی ہوئی کی قیمت اسکے پڑتے مین پڑے وہ مزدور کو ملیگی کیونکہ ہر گز اُسکے اسفل اعلی مین شامل ہی اور اُسکے معنی یہ ہین کہ اعلی کے ہر گز کی قیمت اور اسفل کے ہر گز کی قیمت دیکھی جائیگی کیونکہ اوپر کے گزون مین کھدائی سستی ہوتی ہی اور نیچے کے گزون مین کھدائی گران ہوتی ہی اسواسطے دونون قیمتون کا جمع کرنا ضرور ہی تاکہ اعتدال متحقق ہو پھر جب اعلی و اسفل کی قیمت ظاہر ہوگئی پس اسکا ہر گز دونون گزون مین سے رکھا جائیگا اور دونون قیمتون کے حساب سے اسکا حصہ اجرت لیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ عیون مین ہی کہ اگر کوئی زمین اجارہ لی اور اُسمین کھیتی بوئی اور اُسکے سینچنے کیواسطے پانی نہ پایا اور کھیتی خشک ہوگئی تو فرمایا کہ اگر اُسنے بدون پانی کے زمین اجارہ لی ہی اور جس نہر سے پانی لیکر سینچنے کی امید تھی اُسکا پانی منقطع نہین ہوا ہی تو مستاجر کو پوری اجرت دینی پڑیگی اور اگر اُسکا پانی منقطع ہوگیا ہی تو مستاجر کو خیار حاصل ہوگا اور اگر اُسنے زمین کو سینچنے کے پانی کے ساتھ اجارہ لیا ہی پھر پانی ٹوٹ گیا تو پانی ٹوٹنے کیوجہ سے جسدن سے کھیتی مین فساد آیا اُسدن سے اجرت ساقط ہوجائیگی کذا فی الکبری وکذا فی المحیطین زراعت کیواسطے کوئی زمین اجارہ لی پھر بڑی نہر خراب ہوگئی اور مستاجر سینچنے سے عاجز ہوا تو اُسکو اجارہ فسخ کرنے کا اختیار ہی اور اگر اُسنے فسخ نہ کیا یہانتک کہ مدت گذر گئی تو مستاجر کو اجرت دینی پڑیگی بشرطیکہ ایسی صورت ہو کہ کسی حیلہ سے مستاجر اُسمین کچھ کھیتی کرسکے اور اگر کسی وجہ سے اسمین کچھ زراعت نہین کرسکتا ہی تو اُسپر کچھ اجرت واجب نہوگی اسی طرح اگر پانی منقطع نہوا بلکہ وہ اسقدر رہا کہ وہ زراعت سے عاجز ہوگیا تو بھی اُسپر کچھ اجرت واجب نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر بارانی زمین اجارہ پر لی اور اسمین بیج ڈالدیے پھر اس سال پانی نہ برسا اور کھیتی نہ جمی یہانتک کہ پورا سال گذر گیا پھر پانی برسا اور کھیتی اُگی تو ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی کہ تمام کھیتی مستاجر کی ہوگی اور اُسپر زمین کا کرایہ یا نقصان دینا کچھ واجب نہوگا اور ہمارے اُستاد نے فرمایا کہ مراد یہ ہی کہ کھیتی اُگنے سے پہلے کا کرایہ اُسپر واجب نہوگا و لیکن کھیتی اُگنے کے بعد واجب ہوگا کہ اجر المثل پر اپنی کھیتی باقی رہنے کی درخواست کرے یہ کبری مین ہی۔ اور منتقی مین ہی کہ اگر امسال پانی نہ برسا اور کھیتی نہ اُگی پھر اجارہ کا سال گذرنے کے بعد کھیتی اُگی تو وہ کاشتکار کی ہی اور زیادتی کو صدقہ کردے اور اگر زمین کے مالک نے کہا کہ مین کھیتی اُکھاڑے ڈالتا ہون تو اُسکو اختیار ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور فتاوی ابو اللیث مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے دو پنچکیان ایسی جگہ اجارہ لین کہ جہان یہ عادت جاری ہی کہ نہر کا کھدوانا موجر کے ذمہ ہوتا ہی اور ان دونون کی نہر کے صاف کرانے کی ضرورت ہوئی اور ایسی ہوگئی تھی کہ صرف ایک پنچکی کا کام نکال سکتی تھی پس اگر وہ نہر اس لائق باقی ہی کہ اگر اُسکا پانی دونون پنچکیون کیطرف پھیر دیا جاوے تو دونون سے ناقص کام نکل سکتا ہی تو مستاجر کو اجارہ توڑنے کا اختیار حاصل ہوگا کیونکہ اجارہ سے جو کچھ اُسکا مقصود تھا اُسمین خلل واقع ہوا ہی اور اگر اُسنے فسخ نہ کیا تو اُسپر دونون کا کرایہ واجب ہوگا کیونکہ دونون سے انتفاع حاصل کرسکتا ہی۔ اور اگر پانی صرف اسقدر رہ گیا ہی کہ دونون کی طرف پھیرنے سے دونون پنچکیان کام نہین دیسکتی ہین پس اگر اُسنے اجارہ فسخ نہ کیا تو اُسپر ایک پنچکی کا کرایہ واجب ہوگا اور اگر دونون کے کرایہ مین فرق ہو تو اُسپر دونون مین زیادہ کرایہ واجب ہوگا بشرطیکہ تمام پانی زیادہ کرایہ والی پنچکی کو کافی ہوتا ہو۔ اور اگر اجارہ ایسے مقام پر واقع ہو کہ جہان نہر کا

صاف کرانا مستاجر کے ذمہ ہی تو ہر حال مین مستاجر کو پورا کرایہ دینا پڑیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کوئی خیمہ اجارہ لیا اور اسکی میخین ٹوٹ گئین تو اجرت ساقط نہوگی بلکہ واجب ہوگی اور اس باعث سے فسخ اجارہ کا اختیار نہوگا اور اگر طنابین ٹوٹ گئین تو اُسپر کچھ اجرت واجب نہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک جولاہہ کو اسواسطے اجارہ پر مقرر کیا کہ مجھے یہ سوت بن دے اور یہ سوت ایسا ہی کہ ٹوٹ ٹوٹ جاتا ہی اور جولاہہ سے بدون مدت طویل کے بُنا ہو نہین سکتا ہی تو جولاہہ کو اجارہ فسخ کردینے کا اختیار ہی بشرطیکہ ٹوٹ جانا کثرت سے واقع ہوتا ہو یہ قنیہ مین ہی۔ اگر مستاجر نے کرایہ کے گھر مین بُرے کام اور بدفعل کرنا شروع کیے جیسے شراب خواری و سود خواری یا زنا و لواطت وغیرہ تو اُسکو نصیحت کے طور پر فہمائش کیجائیگی مگر مکان دار یا پڑوسیون کو یہ اختیار نہوگا کہ اُسکو مکان سے نکال دین۔ اسی طرح اگر اُسنے گھر کو چورون کی بیٹھک قرار دی کہ وہان پناہ لین تو بھی یہی حکم ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک شخص نے ایک سال کے واسطے ایک دُکان کرایہ لی اور اُس دکان کی پشت ایک مسجد کی طرف ہی پھر چھ مہینے گذر گئے اور اس مدت مین مسجد کی طرف سے دکان مین تین مرتبہ چوری ہوئی پس آیا مستاجر کو فسخ عقد کا اختیار ہی تو بعض مشایخ نے فرمایا کہ اختیار ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر ایک شخص ایک روز جنگل مین کام کرنے کے واسطے مزدور مقرر کیا مثلاً گارا بنانے وغیرہ کے واسطے اجیر کیا پھر جب مزدور جنگل کی طرف نکلا تو پانی برسنے لگا تو اُسکو کچھ اجرت نہ ملیگی ایسا ہی امام ظہیر الدین مرغینانی فتوی دیا کرتے تھے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ شمس الائمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے کچھ مدت معلومہ کے واسطے ایک گاؤن مین ایک حمام اجارہ لیا پھر وہان کے لوگ بھاگ کر جلا وطن ہوگئے اور اجارہ کی مدت گذر گئی پس آیا اجرت واجب ہوگی فرمایا کہ اگر حمام سے اسکو کوئی آرام حاصل کرنا ممکن نہو تو اجرت واجب نہوگی اور شیخ علی سغدی نے مطلقاً نہ واجب ہونیکا حکم کیا اور اگر کچھ لوگ بھاگ گئے اور کچھ رہ گئے تو دونون شیخون رحمہما اللہ نے یہی جواب دیا کہ اجرت واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر کسی شخص کی عورت نے اُسکے ساتھ کرایہ کے مکان مین رہنے سے انکار کیا تو یہ عذر نہین ہی یہ قنیہ مین ہی۔ عقد اجارہ جس شخص کے واسطے واقع ہوا ہی اگر وہ مرجاوے تو عقد فسخ ہوجائیگا اور جس شخص کے واسطے اجارہ واقع نہین ہوا ہی اُسکے مرنے سے عقد اجارہ فسخ نہوگا اگرچہ اُسنے عقد قرار دیا ہو اور مراد یہ ہی کہ اگر وکیل یا باپ یا وصی نے موکل یا طفل صغیر کے واسطے عقد قرار دیا تو اُنکے مرنے سے عقد فسخ نہوگا اسی طرح اگر متولی وقف نے اجارہ کیا پھر مرگیا تو بھی یہی حکم ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ قاضی نے اگر مثلاً یتیم کا مال اجارہ پر دیا پھر مرگیا تو اجارہ فسخ نہوگا یہ خلاصہ مین ہی مستاجر اگر اجارہ فسخ ہونے کی یہ تاویل کر کے سکوت اختیار کی کہ جبتک کرایہ جو مین نے پیشگی دیدیا ہی وصول نہ کرلون تب تک مجھے روکنے کا اختیار ہی تو قول مختار کے موافق اگر وہ گھر کرایہ پر چلانیکے واسطے رکھا گیا ہو تو اُسپر کرایہ واجب ہوگا۔ اور موافق قول مختار کے وقف مین بھی ایسا ہی ہی۔ موجر کے مرنے کے بعد مستاجر مکان مین رہتا رہا تو فتوی کے واسطے وہی حکم مختار ہی جو کتاب مین مذکور ہی یعنی کرایہ واجب نہوگا بشرطیکہ کرایہ طلب کیے جانے سے پہلے سکونت اختیار کی ہو۔ اور اگر کرایہ طلب کیے جانے کے بعد بھی رہتا رہا تو کرایہ واجب ہوگا اور اس صورت مین خواہ مکان کرایہ پر چلانے کے لیے ہو یا نہو کچھ فرق نہین ہی صرف فرق اس بات مین ہی کہ کرایہ طلب کرنے کے بعد رہا یا پہلے اور محیط مین لکھا ہی کہ جو کرایہ چلانے کے واسطے رکھا گیا ہو اسمین صحیح یہ ہی کہ ہر حال مین کرایہ واجب ہوگا یہ وجیز کردری مین ہی۔ اگر عقد اجارہ مین درمیانی فضولی مرگیا پس اگر مالک کی اجازت دینے سے پہلے مرا ہی تو اجارہ باطل ہوجائیگا

اور اگر اُسکے بعد مرا ہی تو باطل نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی - فضولی کا عقد اجارہ صحیح ہونے کے واسطے چار چیزون کا قیام شرط ہی ایک عقد دوسری دونون عاقد تیسری مالک چوتھی معقود علیہ - اور اگر ثمن از قسم عروض ہو تو اُسکا قائم ہونا بھی شرط ہی پس ایسی صورت مین پانچ چیزون کا قیام شرط ہوگیا یہ فتاوی صغری مین ہی - موجر یا مستاجر کے مجنون ہوجانے کی وجہ سے اجارہ باطل نہین ہوتا ہی یہ ظہیریہ مین ہی - اگر موجر یا مستاجر نعوذ باللہ مرتد ہوکر دار الحرب مین جاملا اور یہان اُسکے دار الحرب مین جاملنے کا حکم ہوگیا تو اجارہ باطل ہوجائیگا اور اگر مدت اجارہ کے اندر وہ شخص مسلمان ہوکر پھر دار الاسلام مین لوٹ آیا تو اجارہ عود کریگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اگر دو شخصون نے ایک شخص کو اپنا مکان کرایہ دیا پھر ایک موجر مرگیا تو ہمارے نزدیک اسی کے حصہ کا اجارہ باطل ہوگا اور باقی زندہ کا باقی رہیگا اسی طرح اگر دو شخصون نے ایک شخص سے ایک مکان کرایہ لیا پھر ایک مستاجر مرگیا پس اگر دارث لبقاے اجارہ پر راضی ہوا اور عاقد بھی راضی ہوا تو جائز ہی یہ بدائع مین ہی - دو شخصون نے ایک شخص سے زمین کرایہ پر لی پھر ایک مستاجر مرگیا تو زندہ مستاجر کے حصہ کا اجارہ باطل نہوگا بحال باقی رہیگا اور بلا عذر فسخ نہوگا اور بحساب آدھی زمین کے جو کچھ غلہ حاصل ہو وہ مستاجر کا ہوگا اور نصف حصہ اجرت کا اُسکو دینا پڑیگا - اور باقی آدھی زمین کا غلہ دوسرے مستاجر کے وارثون کو ملیگا اور ترکہ مین سے انکو حصہ اجرت ادا کرنا پڑیگا - اور اگر زمین مین کھیتی لگی ہوئی ہو تو ایک مستاجر کے مرنے سے اجارہ فسخ نہوگا یہان تک کہ غلہ وارثون کے ہاتھ آجاوے اور اسنے دنون تک وہ زمین وارثان مستاجر کے پاس اُسی کرایہ پر چھوڑی جائیگی جو مستاجریت سے قرار پایا ہی اجر المثل نہ لیا جائیگا ایسا ہی کتاب مین مذکور ہی اور یہی صحیح ہی بخلاف اسکے اگر اجارہ کی مدت گذر گئی اور زمین مین کھیتی لگی ہوئی ہی تو مستاجر کے پاس بعوض اجر المثل کے چھوڑی جائیگی یہ جواہر الفتاوی مین ہی - اگر مستاجر نے اجارہ کا مال بسبب میراث یا ہبہ وغیرہ کے پایا اور اسکا مالک ہوا تو اجارہ باطل ہوجائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اگر مستاجر سے کہا کہ یہ اجارہ کی چیز فروخت کردے اُسنے قبول کیا تو جب تک فروخت نہ کردے تب تک اجارہ فسخ نہوگا کذا فی القنیہ اور بعض مشایخ سے منقول ہی کہ موجر نے اگر مستاجر سے کہا کہ اجارہ کی چیز فلان شخص کے ہاتھ فروخت کرے اُسنے کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کردی تو بیع جائز ہی اور اگر بجاے اُسکے رہن کی چیز ہوا اور راہن نے مرتہن سے کہا کہ اسکو فلان شخص کے ہاتھ فروخت کردے اور مرتہن نے کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کردی تو بیع جائز نہین ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی - اجارہ طویلہ کے اندر اگر مستاجر نے اجارہ کا مال طلب کیا اور موجر نے کہا کہ ہان اچھا یا فارسی مین کہا کہ ہلا یا ہلا بدہم یعنی ہان یا ہان دونگا مین یا کہا کہ زمان دہ تو ایسی صورت مین اجارہ فسخ ہوجائیگا اگرچہ اُسنے ادا نہ کیا ہو قال رحمہ اللہ اور ایسا ہی شیخ الاسلام ظہیر الدین مرغینانی رحمہ نے فتوے دیا ہی - اور اگر موجر نے کہا روا باشد تو فسخ نہوگا اور اگر کہا روا باشد بدہم یعنی روا ہی دیدونگا تو فسخ ہوجائیگا اور اگر موجر نے جواب دیا کہ میرے پاس مال نہین ہی اگر مل جائیگا تو دیدونگا تو اُس سے اجارہ فسخ نہوگا - اور اگر اجارہ طویلہ مین بلا طلب تھوڑا مال اجارہ دیدیا تو جب تک کل مال نہ ادا کردے تب تک اجارہ فسخ نہوگا اسی کو صدر الشہید نے اختیار کیا ہی اور بعضے مشایخ نے اکثر کا اعتبار کیا ہی کہ اگر اکثر مال دیدیا کچھ رہگیا تو اجارہ فسخ ہوگا - اور قاضی امام استاد رحمہ نے فرمایا کہ اگر کچھ مال بطور فسخ کے دیدیا ایسے طور سے دیا کہ اجارہ کے فسخ پر دلالت کرتا ہی تو سب کا اجارہ فسخ ہوجائیگا خواہ یہ مال قلیل ہو یا کثیر ہو اور محیط مین لکھا ہی کہ اگر ایسے طور سے دیا کہ جو فسخ پر دلالت نہین کرتا ہو تو جب تک کل مال ادا نہ کرے اجارہ فسخ نہوگا اور یہ بعض مشایخ کا

قول ہی اور اسی پر امام ظہیر الدین نے فتوی دیا ہی یہ خلاصہ مین ہی - فتاوی بخاریہ مین ہی کہ ایک موجر نے اُسکے مستاجر نے کہا کہ یہ کرایہ والا مکان میرے ہاتھ فروخت کردے اُسنے کہا کہ ہان اچھا تو اجارہ فسخ ہوجائیگا - اسیطرح اگر موجر نے کہا کہ مین اس گھر کو فروخت کرتا ہون اور مستاجر نے کہا کہ ہان اچھا تو بھی یہی حکم ہی - اور اگر مستاجر نے موجر سے کہا کہ یہ گھر میرے ہاتھ تو فروخت کرتا ہی اُسنے کہا بیچتا ہون تو شیخ برہان الدین اور قاضی خان نے فرمایا کہ اجارہ فسخ نہوگا اور قاضی بدیع الدین نے فرمایا کہ فسخ ہوجائیگا - اور اگر مستاجر نے کہا کہ اس گھر کو فلان شخص کے ہاتھ فروخت کردون اُسنے کہا کہ فروخت کردے تو اجارہ فسخ ہوجائیگا - یہ قنیہ مین ہی - اور اگر موجر نے کہا کہ ہان اجارہ نقد کن یعنی کرایہ کے روپیہ پر کرلے مستاجر نے کہا اچھا تو فرمایا اجارہ فسخ ہوجائیگا اور اگر موجر نے کہا کہ اپنا کرایہ کا روپیہ لے لے کہ میرے پاس خرچ ہوا جاتا ہی اور مستاجر نے جواب دیا کہ تو جان تو شیخ برہان الدین نے فرمایا کہ اجارہ فسخ نہوگا اور قاضی بدیع الدین رح نے کہا کہ اگر اُسنے فسخ کی نیت کی تو فسخ ہوگا ورنہ نہین یہ تاتارخانیہ مین ہی - اور اگر موجر نے مستاجر سے کہا کہ اپنے کرایہ کا روپیہ لے لے اور مستاجر نے کہا کہ اچھا تو اجارہ فسخ ہوجائیگا اور اگر مستاجر کے طلب کرنے کے بعد موجر نے ایسا کہا تو بھی یہی حکم ہی اور قاضی جمال الدین نے اسی طرح فتوی دیا ہی اور قاضی خان نے یہ فتوی دیا کہ فسخ نہوگا بخلاف اسکے اگر مستاجر کے طلب کرنے کے بعد موجر نے ایسا کہا تو فسخ ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہی - موجر کے ایلچی نے مستاجر سے کہا کہ تیرے موجر نے کہا ہی کہ اپنے اجارہ کا روپیہ لے لے مستاجر نے کہا کہ ہان اچھا تو اجارہ فسخ ہوجائیگا یہ قنیہ مین ہی - اگر موجر ایک شخص ہو اور مستاجر دو آدمی ہون اور موجر نے دونون مین سے ایک کا حصہ کرایہ دیدیا تو اسی کا حصہ اجارہ فسخ ہوگیا - اور اگر دو موجر ہون اور ایک مستاجر ہو اور مستاجر نے ایک کا اجارہ فسخ کیا تو اسی کا حصہ اجارہ فسخ ہوگا دوسرے کا فسخ نہوگا - اسی طرح اگر ایک شخص مرگیا تو بھی یہی حکم ہوگا - اور محیط مین ہی کہ اگر اُسنے ایک کی طرف کنجی پھینکدی اُسنے قبول کرلی تو اُسی کے حصہ کا اجارہ فسخ ہوا - اور اگر مستاجر نے موجر کے پاس کوئی آدمی بھیجا اُسنے کہلا بھیجا کہ سیم نقد شدہ است بیا تا بہ گیری یعنی روپیہ نقد جمع ہوگیا ہی آکر لے لے پھر جب مستاجر آیا تو موجر نے کہا کہ مین نے درم خرچ کرڈالے تو اجارہ فسخ نہوگا یہ خلاصہ مین ہی - اگر مستاجر نے موجر سے فسخ کے وقت کہا کہ مین نے جو محدود چیز تجھسے اجارہ لی تھی اسکا اجارہ فسخ کردیا تو فسخ صحیح ہی اگرچہ اُسنے حدود بیان نہ کیے اور نہ اُس اجارہ کی چیز کو موجر کی طرف نسبت کرکے بیان کیا ہی - اسی طرح اگر موجر نے مستاجر سے کہا کہ مین نے جو محدود چیز تجھے اجارہ دی تھی اسکا اجارہ فسخ کردیا تو بھی صحیح ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر کسی شخص نے اپنا مکان اجارہ پر دیدیا پھر اجارہ کی مدت گذرنے سے پہلے اسکو کسی شخص کے ہاتھ فروخت کردیا تو بائع اور مشتری کے درمیان بیع جائز منعقد ہوگی حتی کہ اگر اجارہ کی مدت گذرگئی تو بیع مشتری کے ذمہ لازم ہوجائیگی اور اسکو اختیار نہوگا کہ لینے سے انکار کرے ولیکن اگر مدت اجارہ گذرنے سے پہلے مشتری نے بائع سے سپرد کرنے کا مطالبہ کیا اور بائع سے سپرد کرنا ممکن نہوا اور قاضی نے دونون مین بیع فسخ کردی تو مدت اجارہ گذرنے پر پھر عود نہ کریگی کہ جائز ہوجاوے یہ شرح طحاوی مین ہی - اور اگر موجر نے مستاجر کی بلا اجازت اجارہ کی چیز فروخت کردی تو بائع اور مشتری کے حق مین بیع نافذ ہوجاویگی مگر مستاجر کے حق مین نافذ نہوگی اور اگر مستاجر کا حق کسی وجہ سے ساقط ہوگیا تو یہ بیع کام دیگی اسکی ازسرنو تجدید کرنے کی ضرورت نہین ہی اور یہی قول صحیح ہی یہ محیط مین ہی - اور اس صورت مین اگر مستاجر نے بیع کی اجازت دیدی تو سب کے حق مین بیع نافذ ہوجاویگی ولیکن جب تک مستاجر کو اسکا مال اجارہ نہ پہونچ جاوے تب تک اجارہ کی چیز

اُسکے قبضے سے جدا نہ کیجاویگی اگرچہ وہ بیع پر راضی ہوگیا ہی پس اُسکی رضامندی فسخ اجارہ کے حق مین معتبر ہی اُسکے
ہاتھ سے چھین لینے کے حق مین معتبر نہین ہی اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر موجر نے اجارہ کی چیز کسی شخص کے
ہاتھ بدون مستاجر کی رضامندی کے فروخت کرکے سپرد کردی پھر مستاجر سے رضامندی حاصل کی تو مستاجر کو اُسکے روکنے کا
حق نہ رہا۔ اور اگر موجر نے اجارہ کی زمین مستاجر کی رضامندی سے فروخت کردی یہان تک کہ اجارہ فسخ ہوگیا یا دونون
نے باہم اجارہ فسخ کرلیا یا اجارہ کی مدت گذر گئی اور کھیتی از قسم بقولات موجود ہی مگر ایسی ہوگئی ہی کہ بلا اختلاف اسکی بیع جائز ہی
یا ایسی کھیتی ہی کہ اسکی بیع مین مشائخ کا اختلاف ہی تو وہ مستاجر کی ہوگی اور اگر مستاجر نے موجر کو تمام خصومتون اور دعوون
سے بری کردیا پھر کھیتی پختہ ہوئی اور موجر نے اسکا غلہ اُٹھوا لیا پھر مستاجر نے آکر غلہ کا دعوی کیا کہ میرا ہی اور موجر پر نالش
کی پس آیا دعوی صحیح ہی اور نالش کی سماعت ہوگی یا نہین تو بعض نے فرمایا کہ سماعت ہوگی کیونکہ یہ غلہ بری کرنے کے
بعد حاصل ہوا ہی۔ اور اگر ایسا ہوا کہ موجر نے غلہ اُٹھوا لیا پھر مستاجر نے اُسکو تمام دعوون اور خصومات سے بری کردیا
پھر دعوی کیا کہ یہ غلہ میرا ہی تو اُسکے دعوی کی سماعت نہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر موجر نے مستاجر کی اجازت سے اجارہ
کی چیز فروخت کردی یہانتک کہ اجارہ فسخ ہوگیا پھر وہ چیز مشتری نے موجر کو کسی عیب کی وجہ سے واپس کردی پس اگر
واپسی بطریق فسخ بیع کے ہو تو اجارہ عود نہ کریگا اور کچھ اشکال نہین لازم آتا ہی اور اگر بطریق فسخ کے واپس کردی پس آیا
اجارہ عود کریگا یا نہین اور ایسا واقعہ پیش آیا تھا اور اُسپر فتوی طلب کیا گیا تو قاضی امام زرنجری نے اور میرے جد
شیخ الاسلام عبد الرشید بن الحسین نے یہ فتوی دیا کہ اجارہ پھر عود کریگا یہ خلاصہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک مکان رہن
لیا اور اُسکی دہلیز ایک سال کے واسطے اجارہ کرلی پھر قرضہ ادا سال گذرنے سے پہلے قرضہ ادا کردیا تو دہلیز کا اجارہ
فسخ ہوجائیگا خواہ اُسنے قرضہ برضامندی ادا کیا ہو یا بکراہت ادا کیا ہو یہ قنیہ مین ہی۔ اور طول اجارہ نامہ مین یون
تحریر کیا کہ دونون مین سے ہر ایک کو مدت خیار کے اندر دوسرے کے سامنے یا پیٹھ پیچھے فسخ کا اختیار ہی تو امام ابو علی نسفی
وغیرہ نے فرمایا کہ عقد فاسد ہی کیونکہ شرط خلاف شرع ہی اور امام فضلی رح نے ذکر کیا کہ عقد فاسد نہوگا کیونکہ خیار کی مدت
عقد مین داخل نہین ہی پس ہر ایک کو فسخ کا اختیار اس حکم سے حاصل ہوا نہ بحکم خیار حاصل ہوا ہی اور ہمنے امام محمد رح
سے ایک روایت پائی جسمین مروی ہی کہ عقد فاسد نہوگا یہ وجیز کردری مین ہی۔ فتاوی آہو مین لکھا ہی کہ قاضی بدیع الدین
سے دریافت کیا گیا کہ اجارہ فسخ کردیا اور مال اجارہ جو پیشگی ادا کیا ہی اسمین سے کچھ وصول کیا اور باقی کی میعاد مقرر
کردی تو فرمایا کہ جائز ہی اور قاضی جمال الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اجارہ کی چیز کو فروخت کردیا پھر جب مستاجر
کو خبر پہونچی تو وہ مشتری کے پاس آیا اور کہا کہ مین نے سنا ہی کہ تو نے یہ چیز جو میرے پاس اجارہ مین ہی خریدی ہی مجھے
اتنی مہلت دے کہ مین اپنا کرایہ پیشگی دیا ہوا وصول کرلون تو قاضی جمال الدین نے فتوی دیا کہ اس سے اجارہ فسخ
ہوگیا اور بیع نافذ ہوگئی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایسی زمین مثلاً جو اُسپر وقف کردی گئی تھی زید کو دس برس
کے واسطے اجارہ پر دی پھر پانچ برس بعد مرگیا اور وہ وقف دوسرے مصرف کیطرف منتقل ہو تو اجارہ ٹوٹ گیا اور جسقدر مال
اجارہ پیشگی دیا ہوا مستاجر کا رہ گیا وہ سب میت کے ترکہ مین سے وصول کرلے یہ قنیہ مین ہی۔ غلام ماذون نے اگر اپنی کمائی
ہوئی کوئی چیز اجارہ پر دیدی پھر مولی نے اسکو مجبور کردیا تو اجارہ باطل ہوگیا اور اگر مکاتب نے اپنے تئین کسی کو اجارہ
پر دیا پھر مال کتابت ادا کرنے سے عاجز قرار دیا گیا تو اجارہ باطل نہوگا۔ اسی طرح اگر غلام ماذون نے

اپنے تئین کسی کو اجارہ پر دیا پھر مولی نے اسکو مجبور کردیا یعنی تجارت و تصرفات سے منع کردیا تو امام محمد رح کے نزدیک اجارہ باطل نہوگا یہ ظہیریہ مین ہی

بیسوان باب کپڑے اور متاع و زیور و خیمہ وغیرہ ایسی چیزون کے اجارہ کے بیان مین - اگر کسی عورت نے درع چند روز معلومہ تک کسی قدر اجرت معلومہ پر پہننے کے واسطے کرایہ لی تو جائز ہی اور عورت کو اختیار ہوگا کہ تمام دن اور اول و آخر رات مین اُسکو پہنے اسکے سوا نہین پہنے بشرطیکہ وہ کپڑا احتیاط سے پہنے اور تجمل کے واسطے ہو اور اگر وہ کپڑا احتیاط سے پہنے اور تجمل کا نہو بلکہ ثیاب بذلہ و مہنہ مین سے ہو یعنی سستا ہمیشہ معمول سے پہننے کے لائق ہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ تمام رات پہنے رہے - پھر اگر احتیاط اور تجمل سے پہننے کا کپڑا ہو اور عورت نے اُسکو تمام رات پہنا اور وہ پھٹ گیا پس اگر رات مین پھٹا ہی تو وہ عورت ضامن ہوگی اور اگر رات مین نہین پھٹا مثلاً دن نکلے پھٹا ہی تو ضامن نہوگی اگرچہ اُسنے تمام رات پہننے مین عقد اجارہ کی مخالفت کی - اور عورت کو یہ اختیار نہوگا کہ احتیاط کے کپڑے کو دن مین پہنے ہوئے سو رہے اور اگر پہنے ہوئے سو گئی اور اسوجہ سے وہ کپڑا پھٹ گیا تو عورت ضامن ہوگی اور جس حال مین وہ پہنے ہوئے سوئی ہی اُس ساعت کی اُجرت اُسپر واجب نہوگی کیونکہ پہنے ہوئے سونے کی حالت مین وہ عورت غاصبہ قرار دی گئی ہی اور غاصب پر کرایہ واجب نہین ہوتا ہی اور اس ساعت سے پہلے اور بعد کا کرایہ اُسپر واجب ہوگا کیونکہ جب وہ عورت جاگی تو اُسنے مخالفت ترک کردی اور ہنوز عقد اجارہ باقی تھا پس پھر وہ عورت امین ہوگئی اور اسقدر ساعت کا کرایہ معلوم کرنے کا یہ طریقہ ہی کہ جو شخص ساعات کو جانتا ہی اُس سے کہا جاوے وہ تمام کرایہ ساعتون پر تقسیم کرکے اسقدر ساعت کا کرایہ بتلا دیگا - اور یہ سب اُسوقت ہی کہ یہ کپڑا احتیاط و تجمل کا ہو اور اگر معمولی سستا ہو تو عورت کو سونے مین پہننے کا اختیار ہوگا یہ محیط مین ہی - اور اگر عورت نے وہ کپڑا ایکدرم روز پر باہر جانے کی غرض سے کرایہ لیا اور اُسکو اپنے گھر مین بھی پہنا تو کرایہ اُسپر واجب ہوگا اسی طرح اگر اُسنے نہ پہنا اور نہ باہر نکلی تو بھی یہی حکم ہی اسی طرح اگر اُسکو چوہے نے کتر دیا یا آگ سے جلکر داغ پڑ گیا یا کپڑے چاٹ گئے تو بھی یہی حکم ہو اور اگر اُسنے اپنی بیٹی یا باندی کو اُسکے پہننے کا حکم دیا اُسنے پہنا اور وہ پھٹ گیا تو عورت ضامن ہوگی چنانچہ اگر کسی اجنبی عورت کو پہنا دے تو ضامن ہوگی مگر اُس عورت کو کرایہ دینا واجب نہوگا یہ مبسوط مین ہی - اور اگر اُس عورت کی باندی نے اُسکو بلا عورت کی اجازت کے پہن لیا تو عورت ضامن نہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر عورت نے کہین جانے کی غرض سے ایکدرم روز پر کپڑا اجارہ لیا اور وہ کپڑا دن ہی مین عورت سے ضائع ہوگیا تو اُسپر کرایہ واجب نہوگا اور اگر مالک اور عورت نے اختلاف کیا یعنی مالک نے کہا کہ دن مین ضائع نہین ہوا اور عورت نے کہا کہ نہین بلکہ دن ہی مین ضائع ہوا ہی تو صورت حال کے موافق حکم دیا جائیگا کہ اگر جھگڑے کے وقت وہ کپڑا عورت کے ہاتھ مین ہو تو قسم سے کپڑے کے مالک کا قول قبول ہوگا اور اگر عورت کے ہاتھ مین نہو تو عورت ہی کا قول قبول ہوگا اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ ضائع ہونے کے بعد پھر مل گیا ہو - اور اگر پھر نہ ملا ہو تو یہ صورت امام محمد رح نے کتاب مین ذکر نہین فرمائی اور چاہیئے کہ عورت ہی کا قول قبول ہو - اور اگر وہ کپڑا عورت کے پاس سے چوری گیا تو اُسپر ضمان لازم نہ آویگی اور اگر عورت کے پہننے سے کپڑا پھٹ گیا تو بھی اُسپر ضمان نہوگی اگرچہ تلف ہونا اُسی کے ہاتھ سے لازم آیا یہ ذخیرہ مین ہی - اگر کچھ مدت معلومہ تک پہننے کے واسطے کوئی کپڑا اجارہ لیا تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ کسی دوسرے کو پہنا دے کیونکہ پہننے مین تفاوت ہوتا ہی اور عقد اجارہ مین

عادت کے موافق پہنا مراد لیا جائیگا یعنی دن مین اور اول شب مین سوتے وقت تک اور آخر رات مین اٹھنے کے وقت اور رات مین اُسکو پہنکر نہین سو سکتا ہی اور اگر اُسنے رات مین بھی پہنا اور پھٹ گیا تو ضامن ہوگا اور اگر بچ گیا یہان تک کہ اُسکے پہننے کا وقت جائز آگیا تو ضمان سے بری ہو جائیگا - اور جو کپڑا ایسا ہو کہ اُسکو پہنکر رات مین سویا جاتا ہی تو اُسکو رات مین پہن سکتا ہی - اور کپڑے کو چادر کے طور پر اوڑھنا جائز ہی کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا پہننا ہی مگر لنگی باندھنا نہین جائز ہی اور اگر اس صورت مین پھٹ جاوے تو ضامن ہوگا - اور اگر اُسکی بلا اجازت اسکے غلام نے پہنا تو غلام ضامن ہوگا کہ یہ قرضہ اُسکی گردن پر چڑھیگا اگر باہر پہن کر جانے کے واسطے اجارہ لیا اور اُسکو اپنے گھر مین پہنا یا رکھ چھوڑا اور نہ پہنا تو ضامن نہوگا اور کرایہ واجب ہوگا اور اُسکے برعکس صورت مین ضامن ہوگا - اور اگر ہر مہینہ ایکدرم پر پہننے کے واسطے اجارہ لیا اور گھر مین دو برس تک رکھ چھوڑا تو اُسپر ایک درم ماہواری کے حساب سے برابر کرایہ چڑھتا رہیگا یہان تک کہ یہ معلوم ہو جاوے کہ اگر اتنی مدت تک برابر پہنتا تو ایسا کپڑا پھٹ جاتا - اور اگر ایک کپڑا اس شرط سے صبح سے رات تک کے واسطے کرایہ لیا کہ اگر مستاجر کی راستے مین آیا تو آج واپس کر دیگا پھر مستاجر نے اُسکو دس روز تک واپس نہ کیا تو استحساناً اُسپر ہر روز کی اجرت واجب ہوگی اور نہ پورے کا حکم مثل کپڑے کے ہی اور تنبو و خیمہ و قبہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک مثل کپڑے کے ہی اور امام محمد رح کے نزدیک انکا حکم مثل بیت کے ہی - اور اگر کوئی قبہ اس شرط سے اجارہ لیا کہ اسکو اپنے بیت مین کھڑا کریگا پھر اُسکو جنگل مین کھڑا کیا تو ضامن ہوگا اور مستاجر کو یہ اختیار نہین ہی کہ اسکو کسی شخص کو بطور عاریت وغیرہ کے دیوے جیسے کپڑے کو نہین دے سکتا ہی یہ امام ابو یوسف رح کے مذہب کے موافق ہی یہ غیاثیہ مین ہی - ایک شخص نے دوسرے سے ایک تنبو اجارہ لیا اور قبضہ کر لیا تو جائز ہی کہ دوسرے کو اجارہ پر دیدے جیسا کہ مکان کی صورت مین حکم ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - قلت[1] یعنی ان دونون مین اعلیٰ قول امام محمد رح
اگر کوئی قبہ اسواسطے لیا کہ اپنے بیت مین کھڑا کریگا اور ایک مہینہ تک اُسمین رات کو سویا کریگا تو جائز ہی اور اگر اُن گھرون کو جنمین نصب کریگا نام بنام بیان نہ کیا تو بھی عقد جائز ہی - اور اگر کسی بیت کا نام بیان کیا پھر اُسکے سوائے دوسرے بیت مین ایک مہینہ تک نصب کیا تو جائز ہی اور اُسپر کرایہ واجب ہوگا اور اگر اُسکو دھوپ یا مینھ مین کھڑا کیا جانا کہ اُس سے قبہ کو نقصان پہونچتا ہی پس اگر اُس سے اُسمین کچھ نقصان آیا تو مستاجر ضامن ہوگا اور اگر قبہ نقصان سے بچ رہا تو استحساناً مستاجر پر اُجرت واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہی - اور اگر یہ شرط ٹھہرائی کہ اسکو ایک دار معینہ مین نصب کریگا پھر اسکو دوسرے قبیلہ مین دوسرے دار مین نصب کیا و لیکن یہ امر اسی شہر مین واقع ہوا تو ضامن نہوگا اور اگر اسکو کسی دوسرے شہر مین لے گیا یا سواد[2] شہر مین لے گیا تو اُسپر کچھ اجرت واجب نہوگی خواہ قبہ صحیح سالم بچ گیا ہو یا تلف ہو گیا ہو - اور اگر کوئی تنبو اسواسطے کرایہ لیا کہ اسکو مکہ معظمہ مین لیجائیگا تاکہ اُسکو تان کر سایہ مین بیٹھے تو یہ جائز ہی اور اسکو اختیار ہوگا کہ خواہ اپنے واسطے تان کر سایہ کرے یا غیر کے واسطے کیونکہ اسکا استعمال لوگون مین بالتفاوت ہوتا ہی اور اگر اُسنے خیمہ یا تنبو یا قبہ مین چراغ جلایا یا قندیل لٹکائی اگر قصد ہی تو ضامن نہوگا اور اگر اُسمین باورچی خانہ کیا تو ضامن ہوگا کیونکہ اُسنے ایسا فعل کیا جیسے لوگون کی عادت نہین ہی و لیکن اگر خیمہ وغیرہ ایسے کام کے واسطے رکھا گیا ہو تو ضامن نہوگا یہ محیط مین ہی - اگر کوئی تنبو اس غرض سے کرایہ لیا کہ اسکو سفر مین لیجائیگا اور آمد و رفت مین کام مین لائیگا اور ساتھ لیکر کوچ کریگا اور فلان روز شہر سے نکلکر روانہ ہونگا تو یہ جائز ہی اور اگر روانہ ہونیکا وقت بیان نہ کیا پس اگر حاجیون کے نکلنے اور روانہ ہونیکا کوئی ایسا وقت

[1] لہ مترجم کہتا ہے [illegible]

[2] [illegible]

وقت مقررہ معلوم ہو کہ جسمین تقدیم و تاخیر نہین ہو سکتی ہی تو اجارہ قیاساً و استحساناً فاسد ہی - اور اگر حاجیون کے نکلنے کا کوئی ایسا وقت مقررہ معلوم ہو کہ جسمین تقدیم و تاخیر ہوگی تو استحساناً اجارہ جائز ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اگر تنبو پھٹ گیا حالانکہ اُسنے کوئی سختی نہین کی اور نہ کوئی مخالفت کی تو نقصان لازم نہ آویگی - اور اگر تنبو نہ پھٹا و لیکن مستاجر نے کہا کہ مین نے اُسکو سایہ کرنے کے واسطے کبھی نہین تانا حالانکہ اُسکو مکہ معظمہ تک لے گیا ہی تو اُسپر کرایہ واجب ہوگا - اور اگر اُسکی طنابین ٹوٹ گئین یا عمود ٹوٹ گئے اور کھڑا نہ کرسکا تو اُسپر کرایہ واجب نہوگا - اور اگر اسمین دونون نے اختلاف کیا پس اُسکی دو صورتین ہین اگر انقطاع[1] پر اتفاق کیا و لیکن مقدار انقطاع مین اختلاف کیا تو اس صورت مین مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اگر نفس انقطاع مین اختلاف کیا تو شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین لکھا ہی کہ موافق حالت موجودہ کے حکم کیا جائیگا - اور اگر مستاجر نے طنابین یا عمود اپنے پاس سے بنا کر تنبو کھڑا کرتا رہا یہانتک کہ سفر سے واپس آیا تو اُسپر پوری اُجرت واجب ہوگی یہ محیط مین ہی - اور اگر اُسکی میخین ٹوٹ گئین تو اُنکا کچھ اعتبار نہین ہی کیونکہ عادت یون جاری ہی کہ میخین مستاجر کے ذمہ ہوا کرتی ہین و لیکن اگر لوہے کی میخین ہون تو مثل عمود کے قرار دیجاوینگی - اور اگر تنبو کو اپنے ساتھ لیگیا اور اُسکو کبھی نصب نہ کیا او جو یکہ نصب کرنا سب طرح ممکن تھا تو اُسپر کرایہ واجب ہوگا یہ غیاثیہ مین ہی - اور اگر اُسنے تنبو کے اندر آگ جلائی تو مثل چراغ جلانے کے ہی اگر تنبو مین اسقدر آگ جلائی جیسے عرف و عادت کے موافق لوگ تنبو کے اندر جلایا کرتے ہین اور اُسنے تنبو کو خراب کردیا یا تنبو جل گیا تو ضامن نہوگا اور اگر عرف و عادت سے زیادہ آگ جلائی تو ضامن ہوگا پھر اسکے بعد دیکھا جائیگا کہ اگر تنبو ایسا خراب ہوگیا کہ کام کے لایق نہین رہا اُس سے کچھ نفع نہین حاصل ہو سکتا ہی تو پوری قیمت کا ضامن ہوگا اور اُسپر کچھ کرایہ واجب نہوگا - اور اگر کچھ خراب ہوگیا ہی تو بقدر نقصان کے ضامن ہوگا اور پوری اُجرت دینی واجب ہوگی بشرطیکہ اُسنے باقی تنبو سے انتفاع حاصل کیا ہو - اور اگر اُسکے فعل سے تنبو خراب نہوا بچ گیا حالانکہ اُسنے عادت سے زیادہ آگ جلائی تھی تو حکم قیاساً اور استحساناً دو طرح ہی قیاس سے یہ حکم ہی کہ اُسپر اُجرت واجب نہوگی اور استحساناً واجب ہوگی - اور اگر تنبو کے مالک نے بروقت عقد کے یہ شرط کرلی کہ اسمین آگ نہ جلاوے اور نہ چراغ جلاوے اگر مستاجر نے ایسا ہی کیا کہ اُسمین آگ جلائی یا چراغ جلایا تو مستاجر ضامن ہوگا اور جیسا کہ آگ جلانے کی صورت مین تنبو صحیح سالم بچ جانے کی صورت مین اُسپر کرایہ واجب ہوتا تھا اُسی طرح اس صورت مین بھی واجب ہوگا یہ محیط مین ہی - اور ترکی خیمہ کوفہ مین مثلاً دس درم ماہواری پر کرایہ لیا تاکہ اُسمین آگ روشن کرے اور رات مین سویا کرے تو جائز ہی اور اگر آگ روشن کرنے سے خیمہ جل گیا تو ضامن نہوگا اور اگر خیمہ مین اُسنے اپنے غلام یا مہمان کو رات مین سُلایا تو ضامن نہوگا - اور اگر کوئی تنبو مکہ معظمہ لیجانے کے واسطے کرایہ کیا پھر اُسکو کوفہ مین چھوڑ کر چلا گیا یہانتک کہ واپس آیا تو ضامن ہوگا اور اُسپر کچھ کرایہ واجب نہوگا اور اُسی کا قول معتبر ہوگا مگر یون قسم لی جاویگی کہ واللہ مین اُسکو باہر نہین لے گیا اسی طرح اگر کوفہ مین اقامت کی اور باہر نہ گیا اور نہ وہ تنبو اُسکے مالک کو دیا تو بھی یہی حکم ہی اور اسی طرح اگر خود سفر کو چلا گیا اور تنبو اپنے غلام کو دے گیا کہ اُسکو اُسکے مالک کو دیدینا مگر غلام نے نہ دیا یہانتک کہ خود واپس آیا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر مستاجر نے کسی دوسرے کو دیدیا اور اُسنے لاد کر تنبو کے مالک کے پاس پہونچایا اُسنے قبول کرنے سے انکار کیا تو مستاجر اور وہ شخص دونون ضمان سے بری ہوگئے اور مستاجر پر کرایہ

[1] [illegible]

واجب نہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ فرمایا کہ اگر مستاجر نے تنبو کسی اجنبی کو اسواسطے دیا کہ اُسکے مالک کو پہونچا دے اُسنے مالک کے پاس پہونچا دیا تو دونون بری ہوگئے اور اگر تنبو کے مالک نے لینے سے انکار کیا تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی۔ اور اگر مالک کے پاس بار کرلیجانے سے پہلے وہ تنبو اُس شخص کے پاس تلف ہوگیا تو امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک تنبو کے مالک کو اختیار حاصل ہوگا چاہے مستاجر سے ضمان لے یا اس اجنبی سے۔ اور امام ابو حنیفہ رح کا قول مذکور نہین ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ امام اعظم رح کے قول کے موافق یون کہنا چاہیے کہ اگر مستاجر کے غاصب ہوجانے سے پہلے مستاجر نے اس اجنبی کو وہ تنبو دیدیا اور غاصب نہونے کی صورت یہ ہی کہ مستاجر نے وہ خیمہ صرف اتنے عرصہ تک روک رکھا کہ جتنے عرصہ تک لوگ اپنا اسباب درست کرکے سفر کو روانہ ہوتے ہین تو ایسی صورت مین اس اجنبی پر ضمان واجب نہوگی اور امام اعظم رح کا مذہب بھی یہ ہی کہ دوسرا مستودع ضامن نہین ہوتا ہی صرف پہلا مستودع ضامن ہوتا ہی اور مراد یہ ہی کہ جب پہلا شخص یعنی مستاجر غاصب نہ ٹھہرا تو امین ہوا اور مستودع قرار پایا اُسنے دوسرے کو ودیعت دیا ہی اور دوسرا مستودع ضامن نہین ہوتا ہی۔ اور اگر مستاجر نے لوگون کی عادت سے زیادہ تنبو کو روک رکھا یہانتک کہ غاصب و ضامن قرار پایا پھر اُسنے اجنبی کو دیا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے مستاجر سے ضمان لے یا اجنبی سے ضمان لے۔ پس اگر اُسنے مستاجر سے ضمان لی تو مستاجر مال ضمان اس اجنبی سے نہین لے سکتا ہی اور اگر اُسنے اجنبی سے ضمان لی تو اجنبی نے جسقدر مال ڈانڈ بھرا ہی وہ سب مستاجر سے واپس لیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر مستاجر تنبو کو مکہ معظمہ لے گیا اور واپس لایا پھر موجر نے مستاجر سے کہا کہ یہ تنبو میرے مکان پر واپس پہونچا دے تو مستاجر پر یہ حق واجب[1] نہین ہی اور واپس پہونچانا اس شخص پر واجب ہی جسکا یہ مال ہی۔ اور اگر مستاجر اُسکو ساتھ نہ لیگیا بلکہ کوفہ مین چھوڑ گیا اور ضامن قرار پایا اور اُجرت اُسکے ذمہ سے ساقط ہوگئی تو اس صورت مین واپس پہونچانا مستاجر کے ذمہ واجب ہی یہ مبسوط مین ہی۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر ایک بصری و ایک کوفی دو شخصون نے کوفہ سے ایک تنبو مکہ تک جانے اور آنے کے واسطے کسی قدر اجرت معلومہ پر کرایہ لیا اور دونون اُسکو مکہ معظمہ تک لے گئے پھر واپسی مین دونون نے جھگڑا کیا بصرہ والے نے کہا کہ مین بصرہ جانا چاہتا ہون اور کوفی نے کہا کہ مین کوفہ جانا چاہتا ہون اور ہر ایک نے چاہا کہ جہان جانا چاہتا ہی وہان تنبو اپنے ساتھ لیجاوے پس اگر بصرہ والا اُسکو بصرہ لیگیا اور کوفی کی بلا اجازت لیگیا تو پورے تنبو کا ضامن بصری ہوگا اور کوفی پر ضمان نہ آویگی اور واپسی کا کرایہ دونون سے ساقط ہوجائیگا۔ اور اگر کوفی کی اجازت سے لیگیا تو بصری پورے تنبو کا ضامن ہی اور کوفی صرف اپنے حصہ کا ضامن ہوگا یعنی نصف کا اور کرایہ دونون سے ساقط ہوجائیگا۔ اور اگر کوفی اُسکو کوفہ مین لایا پس اگر بصری کی بلا اجازت لایا تو بصری کے نصف حصہ کا ضامن ہوگا اور اپنے حصہ کا ضامن نہوگا اور اُسپر واپسی کا آدھا کرایہ واجب ہوگا اور بصری پر واپسی کا کچھ کرایہ واجب نہوگا اور اگر بصری کی اجازت سے کوفہ مین لایا تو بصری پر اُسکے حصہ کی ضمان امام محمد رح کے نزدیک لازم نہ آویگی خواہ بصری نے اپنا حصہ اُسکو عاریت دیا ہو یا ودیعت دیا ہو کہ اپنی باری کے روز اسکو کام مین لانا اور میری باری کے روز اسکی فقط حفاظت رکھنا۔ ولیکن امام ابو یوسف کے نزدیک اگر بصری نے اپنا حصہ اسکو ودیعت دیا ہو تو یہی حکم ہی جو امام محمد رح نے فرمایا ہی اور اگر عاریت دیا ہو یا کرایہ[2] پر دیا ہو تو واجب ہی کہ امام ابو یوسف کے قول پر بصری اپنے نصف کا ضامن ہو اور کوفی پر ضمان واجب ہونے مین ویسا ہی کلام ہی جو بصری پر ضمان واجب ہونے مین بیان ہوا۔ اور دونون پر

[1] واجب نہین ہی یہ قول بیہ ہوان کی صورت کے موافق قاعدہ ہی اور اسکے بیان کو عرض کیا ہی بخلاف اسکے ... ۱۲

[2] کرایہ قول بیچ کی ... ابو یوسف کی اصل ... تکمین ... ۱۲

پوری اُجرت واجب ہوگی اگر بصری نے اپنا حصہ کوفی کے پاس ودیعت رکھا ہو کیونکہ بصری کا اپنے پاس رکھنا مثل
کوفی کے اپنے پاس رکھنے کے ہے۔ اور اگر بصری نے اُسکو عاریت دیا ہو تو بصری پر کرایہ واجب نہوگا کیونکہ اُسنے
عقد اجارہ کی مخالفت کی یعنی بمنزلہ غاصب کے ہوگیا۔ اور اگر دونون نے قاضی کے پاس مرافعہ کیا اور قاضی سے
تمام قصہ بیان کیا اور خصومت کی تو قاضی کو اختیار ہے چاہے دونون کی طرف تا وقتیکہ اُسپر گواہ نہ لاوین التفات
نہ کرے اور اگر چاہے تو دونون کے قول کی تصدیق کرے پھر اُسکو یہ بھی اختیار ہے کہ اسکے بعد چاہے وہ تنبو انھین
دونون کے پاس چھوڑ دے یا اجارہ فسخ کر دے پھر اگر قاضی نے غائب کے حق مین یعنے اصل مالک کے حق مین
اجارہ فسخ کرنے مین بہتری دیکھی اور اجارہ فسخ کر دیا پھر اگر بصری کا حصہ کوفی کو کرایہ دے دیا بشرطیکہ وہ راضی
ہووے تاکہ اصل مالک کو جو کوفہ مین ہے تمام کرایہ پہونچ جاوے اور عین مال یعنی تنبو بھی پہونچ جاوے تو جائز ہے
اور یہ امر کسی دوسرے کو اجارہ دینے سے بہتر ہے اور ایسا اجارہ بالاجماع جائز ہے اگرچہ قاضی نے مشاع یعنی غیر منقسم
چیز اجارہ پر دی ہے۔ اور اگر بصری کے حصہ لینے پر کوفی راضی نہوا تو کسی دوسرے کو کرایہ پر دیدے اگر کوئی دوسرا
لینے والا موجود ہو اور یہ اجارہ جائز ہے اگرچہ غیر منقسم کا اجارہ ہے۔ اور اگر اُسنے کوئی ایسا شخص نہ پایا جسکو بصری کا حصہ
کرایہ پر دیدے تو اس حصہ کو کوفی کے پاس ودیعت رکھدیگا بشرطیکہ اُسکو ثقہ پاوے تاکہ مالک کا مال مالک کو پہونچ
جاوے اور اگر قاضی چاہے تو وہ تنبو انھین دونون کے پاس چھوڑ دے یہ محیط مین ہے۔ مکہ تک جانے آنے کے لیے ایک
تنبو کرایہ کیا اور اُسکو مکہ معظمہ مین چھوڑ آیا تو اُسپر آمد و رفت کا کرایہ واجب ہوگا اور جسدن اُسنے مکہ معظمہ مین چھوڑا ہے
اُس روز جو کچھ تنبو کی قیمت تھی وہ مستاجر کو دینی پڑیگی اور تنبو اُس مستاجر کا ہو جائیگا اور اگر دونون نے باہم جھگڑا
نہ کیا یہان تک کہ مستاجر نے دوسرے سال حج کیا اور تنبو اپنے ساتھ لایا تو واپسی کا کرایہ اُسکو کچھ دینا نہوگا یہ
محیط سرخسی مین ہے۔ اور حسن بن زیاد سے مذکور ہے کہ اُنھون نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص سونے کا زیور بعوض سونے کے
یا چاندی کا زیور بعوض چاندی کے کرایہ لے تو کچھ ڈر نہین اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہین یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ایسا مکان
کرایہ لیا کہ جسکے دروازون وغیرہ پر سونے کے پتر ہین یعنے سونے کے کواڑ ہین اور اُجرت مین سونا ٹھہرا تو جائز ہے یہ محیط
مین ہے۔ اگر کسی عورت نے کوئی زیور جو معلوم ہے بعوض اُجرت معلومہ کے دن رات تک پہننے کے واسطے کرایہ لیا اور
اُسکو ایک رات دن سے زیادہ رکھ چھوڑا تو وہ عورت غاصبہ قرار دیجائیگی مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت
ہے کہ اُسنے مالک کے طلب کرنے کے بعد روک لیا ہو یا اس طور سے رکھ چھوڑا ہو کہ اُسکو استعمال کرتی ہو اور اگر اُسنے
حفاظت کے واسطے رکھ چھوڑا تو غاصبہ نہو جائیگی بشرطیکہ طلب کرنے کے بعد نہ رکھا ہو اور حفاظت کیواسطے رکھ چھوڑنے
مین اور استعمال کے واسطے رکھ چھوڑنے مین فرق یہ ہے کہ اگر اُسنے وہ چیز ایسی جگہ رکھی کہ جہان استعمال کے واسطے
رکھی جاتی ہے تو یہ استعمال کے واسطے رکھ چھوڑنا ہے۔ اور اگر ایسی جگہ رکھی جہان استعمال کے واسطے نہین ہوتی ہے تو حفاظت
کے واسطے ہے پس اس بنا پر اگر خلخال کو ہاتھون مین ڈال لیا یا کنگن کو پیرون مین ڈال لیا یا قمیص کو عمامہ کی طرح
سر پر رکھا یا عمامہ کو کندھے پر ڈال لیا تو یہ سب حفاظت کی صورتین ہین استعمال نہین ہے۔ اور اگر عورت نے وہ زیور
اُس روز کسی دوسرے کو پہنا دیا تو ضامن ہوگی اور اُس روز سے مراد یہ ہے کہ مدت اجارہ کے اندر ایسا کیا کیونکہ
زیور کے استعمال مین لانے مین لوگون مین فرق ہے یعنے کسی کے استعمال سے کم ضرر ہوتا ہے اور کسی کے استعمال

زیادہ ضرر ہوتا ہی اسواسطے عورت ضامن ہوگی یہ فصول عمادیہ سے مع تشریح ہی۔ اور اگر عورت نے کوئی زیور مثلاً دو درم روز پر کرایہ لیا اور اسکو ایک مہینہ تک روک رکھا پھر وہ عورت وہ زیور لے آئی تو جتنے روز تک اُسنے روکا ہی اُتنے روز تک کا روزانہ کرایہ دینا ہوگا اور اگر اس طور سے کرایہ قرار دیا کہ آج رات تک کے واسطے کرایہ لیتی ہون پھر اگر میری راے مین آیا تو ہر روز اسی کرایہ پر رہنے دونگی پھر اُس عورت نے دس روز تک واپس نہ کیا تو اجارہ اس شرط سے سواے ایک روز کے باقی دنون کا قیاساً فاسد ہی مگر استحسانا جائز ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ جو اجارہ کا مال عین از قسم حیوان یا متاع یا مکان کے فاسد ہوجاوے اور ایسا ہوجاوے کہ اُس سے نفع اُٹھانا ممکن نہ رہے تو کرایہ ساقط ہوجائیگا اور جسقدر مدت اُسنے نفع اُٹھایا ہی اُسکا کرایہ دینا پڑیگا۔ اور اگر زمان ماضی مین تمام مدت تک فاسد ہونے مین اختلاف کیا تو فی الحال جو صورت ہی اُسکے موافق حکم دیا جائیگا اور صورت حال جس شخص کے قول کی شاہد ہو اُسیکا قول قبول ہوگا۔ اور اگر وہ چیز فی الحال صحیح سالم موجود ہو اور اس بات پر دونون نے اتفاق کیا کہ کچھ مدت یہ چیز خراب رہی ہی مگر اسقدر مدت مین اختلاف کیا یعنی کسقدر رہی تو قسم سے مستاجر کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہی کسی قدر کرایہ دینے سے منکر ہی یہ غیاثیہ مین ہی

اکیسوان باب ایسے اجارہ کے بیان مین جسمین معقود علیہ سپرد کردینا نہ پایا جاوے۔

ایک شخص نے ایک درزی کو سینے کے واسطے کچھ کپڑا دیا اُسکو درزی نے قطع کیا اور ہنوز سینے نہ پایا تھا کہ مرگیا تو ابو سلیمان جوزجانی نے فرمایا کہ اُسکو قطع کرنے کی مزدوری ملیگی اور یہی صحیح ہی کذا فی الظہیریہ وفی بعض النسخ کذا فی الذخیرہ۔ اور قاضی فخر الدین نے فرمایا کہ اسی پر فتوی ہی کذا فی الکبری۔ اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ زید نے ایک ٹٹو کرایہ کیا کہ اُسکو اپنے گھر لیجاویگا وہان سے فلان موضع تک اُسپر سوار ہوجائیگا اور موجر نے ٹٹو اُسکو دیدیا وہ اُسکو اپنے گھر لایا پھر اُسکی راے جانے کی نہ ٹھہری اُسنے ٹٹو واپس کردیا تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ حساب کرکے اپنے گھر تک لیجانے کا کرایہ اُسپر واجب ہوگا۔ اور نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رح سے مروی ہی کہ ایک درزی نے زید کا کپڑا باجرت سیا اور زید کے قبضہ کرنے سے پہلے خالد نے اُسکو اُدھیڑ ڈالا تو درزی کو کچھ مزدوری نہ ملیگی اور درزی پر دوبارہ سینے کے واسطے جبر نہ کیا جائیگا کیونکہ اگر پہلے عقد کے حکم سے اُسپر جبر کیا جاوے تو یہ عقد کام پورا ہوجانے پر ختم ہوچکا ہی اور دوسرا کوئی عقد پایا نہین گیا۔ اور اگر درزی نے خود ہی اُدھیڑ ڈالا تو اُسپر دوبارہ سینا واجب ہوگا کیونکہ درزی نے جب خود ہی کپڑے کو اُدھیڑا تو اُسنے اپنے کام کو میٹ دیا پس ایسا ہوا کہ گویا کچھ نہ تھا۔ اور موزہ سینے والے کا بھی یہی حکم ہی۔ اور اسی طرح حمال نے کچھ دور تک بوجھ اُٹھایا پھر لوگون نے اُسے ڈرایا اور اُسنے لوٹ کر بوجھ وہین پہونچا دیا جہان سے اُٹھایا تھا تو اُسکو کچھ مزدوری نہ ملیگی ایسا ہی فتاوی مین مذکور ہی اور مجبور کیے جانے کا کچھ ذکر نہین ہی ولیکن واجب ہی کہ اُسپر جبر کیا جاوے جیسا کہ مسئلہ سابقہ مین گذرا اور جیسا کہ کشتی کے مسئلہ مین ہی جو اسکے بعد مذکور ہوتا ہی یعنی اگر ملاح نے کسی مقام معلوم تک کشتی پر بوجھ اناج کا لادکر پہونچا دینے کا اجارہ کیا پھر راستے مین ہوا کے تھپیڑے سے کشتی لوٹ کر وہین آگئی جہان سے اجارہ ٹھہرا ہی تو ملاح کو کچھ کرایہ نہ ملیگا بشرطیکہ جو شخص کرایہ کرلینے والا ہی وہ ساتھ نہو کیونکہ اس صورت مین جو کچھ کام ملاح نے کیا وہ مستاجر کے سپرد نہوا اور اگر مستاجر ساتھ موجود ہو تو اُسپر ملاح کا کرایہ واجب ہوگا کیونکہ ساتھ ہونے سے جو کچھ کام کیا وہ مستاجر کے سپرد ہوگیا۔ اور اگر ملاح نے

خود ہی کشتی کو لوٹا کر جہان سے چلایا تھا وہین پہونچا دیا تو اُسپر جبر کیا جائیگا کہ جو مقام عقد اجارہ مین ٹھہرا ہی وہان پہونچا دے اور اگر وہ مقام جہان کشتی لوٹ آئی ہی ایسا ہو کہ اُسمین اناج کا مالک اناج پر قبضہ نہین کر سکتا ہی تو ملاح پر واجب ہوگا کہ ایسے مقام پر کشتی چلا کر سپرد کرے جہان مالک اپنے مال پر قبضہ کر سکے اور جتنی دور ملاح چلا ہی اُسکی مزدوری اجر المثل کے حساب سے اُسکو ملیگی - اور اگر ایسا ہوا کہ جب ہوا کے تھپیڑے سے کشتی لوٹ آئی تب مستاجر نے کہا کہ مجھے تیری کشتی کی پروا نہین ہی مین دوسری کشتی کرایہ کیے لیتا ہون تو مستاجر کو یہ اختیار ہی اُسکو ہشام رحمہ اللہ نے روایت کیا ہی یہ ذخیرہ مین ہی اگر کسی موضع معلوم تک جانے کے واسطے ایک خچر کرایہ کرکے اُسپر سوار ہو گیا پھر جب کچھ دور چلا تو خچر نے سرکشی کی اور اڑ گیا اُسنے خچر کو لوٹا کر وہین پہونچایا جہان سے سوار ہوا تھا تو جسقدر دور چلا ہی اُسکا کرایہ مستاجر پر واجب ہوگا - اور اگر مستاجر نے قاضی سے کہا کہ آپ خچر کے مالک کو حکم دین کہ جہان تک پہونچانے کے واسطے مین نے کرایہ کیا تھا وہان تک مجھے پہونچا دے اور جو کچھ کرایہ مین نے ٹھہرا لیا ہی وہ مجھپر واجب ہوگا تو موجر کو اختیار رہی چاہے ایسا کرے ورنہ مستاجر سے کہا جائیگا کہ جہان تک پہونچ کر تو واپس آیا ہی وہان تک اُس سے کرایہ ٹھہرا لے پھر وہان سے موجر تجکو موضع مشروط تک پہونچا دے ایسا ہی ہشام نے امام محمد رحمہ سے روایت کیا ہی اور فرمایا کہ یہی حکم کشتی کی صورت مین ہی یہ محیط مین ہی - اگر کسی شخص کو اسواسطے اجیر مقرر کیا کہ میرے عیال کو لے آوے پھر عیال مین سے بعض مر گئے اور اجیر باقی عیال کو لے آیا تو مُردون کی اجرت کاٹ کر باقی زندون کے حساب سے اُجرت ملیگی اور فقیہ ابو جعفر الہندوانی نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب اُسکے عیال معلوم معین ہون تاکہ جو کرایہ ٹھہرا ہی وہ سب کے مقابلہ مین قرار دیا جاوے اور اگر کسی ایک کے مقابلہ مین قرار پائی تو اُنمین سے بعض کا مرجانا کمی اجرت کا مستوجب نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - اگر کسی شخص کو اسواسطے مزدور کیا کہ میرا خط فلان شخص کے پاس لیجا کر اُس سے جواب لے آوے وہ ایلچی خط لیکر وہان گیا مگر مکتوب الیہ انتقال کر چکا تھا پس ایلچی نے خط وہین چھوڑ دیا یا پراگندہ کر دیا اور واپس نہ لایا تو بالاتفاق اسکو جانے کی مزدوری ملیگی کیونکہ اُسنے اپنے کام مین کمی نہین کی - اور بعض نے فرمایا کہ پراگندہ کر دینے کی صورت مین اجرت واجب نہونا چاہیے کیونکہ اگر وہ شخص خط کو وہین چھوڑ دیتا تو مکتوب الیہ کا وارث اُسکو دیکھتا اور غرض حاصل ہوتی بخلاف اسکے جب اُسنے پراگندہ کر دیا تو یہ غرض حاصل نہین ہو سکتی ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اگر کسی شخص کو اسواسطے مزدور کیا کہ میرا خط شہر بصرہ مین لیجا کر فلان شخص سے اسکا جواب لا دے وہ شخص مزدور گیا اور فلان شخص مر گیا تھا پس مزدور اُس خط کو واپس لایا تو شیخین کے نزدیک اُسکو مزدوری کچھ نہ ملیگی اور امام محمد رحمہ کے نزدیک اُسکو جانے کا اجر ملیگا اور اگر مزدور خط کو واپس نہ لایا بلکہ میت کے وارث یا وصی کو دیدیا تو بالاجماع اجرت ملیگی - اور اگر یہ صورت واقع ہوئی کہ مکتوب الیہ وہان موجود نہ تھا کہین چلا گیا تھا اور ایلچی خط وہین چھوڑ کر لوٹ آیا تو یہ صورت کتاب مین مذکور نہین ہی اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ اسمین بھی وہی اختلاف ہی جو ہمنے ذکر کیا اور بعض مشائخ نے کہا کہ اس صورت مین جانے کی مزدوری بالاتفاق واجب ہوگی - اور یہ سب اُسوقت ہی کہ جب مستاجر نے جواب لانے کی شرط لگائی ہو - اور اگر جواب لانے کی شرط نہ لگائی ہو تو یہ صورت کتاب مین مذکور نہین ہی اور ہم کہتے ہین کہ اگر یہ شرط نہ لگائی اور ایلچی نے خط وہین چھوڑ دیا تاکہ اُس شخص کو پہونچ جاوے اگر وہ کہین چلا گیا ہی یا اُسکے وارث کو پہونچ جاوے اگر وہ مر گیا ہی تو ایلچی پوری اجرت کا مستحق ہوگا اسی طرح اگر ایلچی نے مکتوب الیہ کو خط دیدیا مگر اُسنے نہ پڑھا یہان تک کہ ایلچی بلا جواب واپس آیا تو اُسکو

ف
قابلیت نہ انا ثانیا ہی
و اسکی وجہ یہ الانجیر
ثانیا نہیں ہے
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
عه یعنی دوبارہ
مزدوری کی
[illegible]

پوری اُجرت ملیگی کیونکہ جو کچھ اُسکے امکان مین تھا اُسنے کیا ہی۔ اور اگر اُسنے مکتوب الیہ کو نہ پایا پایا پایا مگر اُسکو خط نہ دیا بلکہ پھیر لایا تو اُسکو کچھ اُجرت نہ ملیگی اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اُسکو جانے کی مزدوری ملیگی۔ اور اگر وہ خط وہین بھول گیا تو بالاجماع اُسکو جانے کی مزدوری نہ ملیگی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر ایلچی مکتوب الیہ کے پاس بصرہ مین گیا اور خط نہ لیگیا تو بالاجماع اُسکو کچھ مزدوری نہ ملیگی۔ اور جس صورت مین کہ جواب لانے کی شرط ٹھہری ہی اگر اُسنے مکتوب الیہ کو خط دیا اور جواب لایا تو اُسکو پوری مزدوری ملیگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر کسی شخص نے زید کے پاس بغداد اپنا پیغام پہونچانے کے واسطے کسی شخص کو مزدور مقرر کیا اور مزدور نے بغداد مین پہونچکر دیکھا کہ وہ شخص مرگیا ہی یا کہین چلا گیا ہی پس مرجانے کی صورت مین اُسکے وارثون کو پیغام پہونچا دیا یا غائب ہونے کی صورت مین ایسے شخص سے کہدیا جو زید کو پیغام پہونچا دے یا کسی شخص کو پیغام نہ دیا اور لوٹ آیا تو بالاجماع اُجرت کا مستحق ہوگا کذا فی الصغری۔ پھر واضح ہو کہ اُجرت کا استحقاق اُس شخص پر ہوتا ہی جسنے اُسکو بھیجا ہی نہ اُس شخص پر جسکے پاس بھیجا گیا ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔ اور اگر کسی شخص کو اسواسطے مزدور مقرر کیا کہ بصرہ مین فلان شخص کے پاس یہ اناج لیجاوے پس مزدور لے گیا مگر فلان شخص کو نہ پایا پایا پایا مگر اناج اُسکو نہ دیا بلکہ واپس لایا تو مستاجر پر کچھ مزدوری واجب نہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ہشام نے امام محمد رحمہ سے روایت کی ہی کہ ایک شخص نے کشتی کے مالک سے اسواسطے کشتی کرایہ کی کہ اسکو فلان موضع مین لیجاوے اور مثلاً دس من گیہون لادلاوے وہ شخص کشتی کو لیگیا مگر اُسنے وہ گیہون جنکے لادنے کیواسطے کشتی کرایہ لی تھی وہان نہ پائے [یعنی کشتی والا ۱۲] اور لوٹ آیا تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ خالی کشتی لیجانے کا اُسپر کرایہ واجب ہوگا۔ اور اگر مستاجر نے یون کہا کہ مین یہ کشتی تجھسے اس شرط پر کرایہ لیتا ہون کہ تو فلان موضع سے دس من گیہون یہان لادلاوے پھر کشتی والے نے گیہون نہ پائے تو اُسکو کچھ کرایہ نہ ملیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر کوفہ تک چند خچر اسواسطے کرایہ کیے کہ خچرون والا وہان سے مستاجر کا اسقدر بوجھ لادلاوے پھر خچرون والے نے کہا کہ مین وہان گیا مگر مین نے وہان کچھ بوجھ نہ پایا پس اگر مستاجر نے اُسکے قول کی تصدیق کی تو اُسکو جانے کا کرایہ دینا پڑیگا۔ اور مجموع النوازل مین لکھا ہی کہ بغداد سے ایک خچر اسواسطے کرایہ لیا کہ اسکو مدائن لیجاوے اور مدائن سے اُسپر اناج لادلاوے پھر اُسکو مدائن لے گیا اور اناج نہ پایا تو جانے کا کرایہ واجب ہوگا۔ اور اگر بغداد سے اسکو کرایہ نہ کیا بلکہ اس طور پر کرایہ کیا کہ مدائن سے اُسپر اناج لادلاویگا تو ایسی صورت مین اُسپر کچھ کرایہ واجب نہوگا یہ وجیز کردری مین ہی۔ اگر کسی شخص کو اسواسطے مزدور مقرر کیا کہ فلان گڈھی مین سے دانہ و چارہ لادلاوے وہ شخص وہان گیا مگر کچھ نہ پایا تو جو مزدوری ٹھہری ہی اُسکے تین حصے کیے جاوینگے یعنے آنے اور جانے اور بوجھ لانے پر مزدوری تقسیم کرکے جسقدر جانے کے حصہ مین آوے اُسقدر مزدوری دینی واجب ہوگی کیونکہ اُسکا جانا مستاجر ہی کیواسطے واقع ہوا ہی اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب اُسنے گڈھی کا نام بیان کر دیا ہو اور اگر نہ بیان کیا ہو تو جانے کا اجر المثل اسکو ملیگا مگر پوری اُجرت مقررہ کے حساب سے جسقدر جانے کا حصہ ہوتا ہی اُس سے زیادہ نہ دیا جائیگا یہ فتاوی کبری مین ہی۔ فتاوی فضلی مین ہو کہ ایک شخص نے شہر مین ایک خچر اسواسطے کرایہ کیا کہ چکی گھر سے آٹا لادلاوے یا فلان گانون سے گیہون لادلاوے پھر اُسکو لے گیا مگر گیہون پسے ہوے نہ پائے یا گانون مین گیہون نہ پائے اور شہر کو لوٹ آیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر اُسنے کرایہ کرنے کے وقت بیان کیا تھا کہ مین نے تجھسے یہ خچر اس شہر سے کرایہ کیا تاکہ فلان چکی گھر سے آٹا لادلاوے تو آدھا کرایہ واجب ہوگا۔ اور اگر یون بیان کیا ہو کہ مین نے تجھسے یہ خچر ایک درم پر کرایہ لیا ہی تاکہ چکی گھر سے آٹا لادلاوُن تو اس صورت مین جانے کا کرایہ واجب نہوگا [یعنی کچھ کرایہ واجب نہوگا ۱۲] یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی شخص کو اسواسطے مزدور کیا کہ فلان

[illegible] ۱۲

موضع مین جاکر فلان شخص کو بلا اور کچھ اجرت ٹھہرالی پس مزدور اُس موضع مین گیا مگر اُس شخص کو نہ پایا تو اُسکو مزدوری ملیگی یہ خزانۃ المفتین مین ہی

بائیسوان باب اُن تصرفات کے بیان مین جس سے مستاجر کو روکا جاتا ہی اور جن سے نہین روکا جاتا ہی اور موجر کے تصرفات کے بیان مین - اگر کسی شخص نے کوئی دار یا بیت کرایہ لیا اور جس واسطے کرایہ لیا ہی اُسکو بیان نکیا حتی کہ اجارہ استحسانًا جائز ٹھہرا تو مستاجر کو اختیار ہی کہ اُسمین سکونت اختیار کرے یا دوسرے کو بسا دے اور اُسمین اپنا اسباب رکھے اور جو کچھ عمل اُسکی راے مین آوے اُسمین کرے مگر وہ عمل ایسا ہو کہ عمارت کو ضرر نہ پہونچا دے اور نہ کمزور کرے جیسے وضو کرنا اور کپڑے دھونا وغیرہ اور جو کام ایسا ہو کہ اُس سے عمارت کو ضرر پہونچتا ہی اور کمزور ہوتی ہو جیسے چکی کا کام یا لوہارون کا پیشہ وکندی گری وغیرہ ایسے کام بدون مالک مکان کی رضامندی کے نہین کرسکتا ہی اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ چکی سے مراد پنچکی اور بیل چکی ہی اور جو ہاتھون سے چلائی جاتی ہی وہ مراد نہین ہی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر ہاتھون کی چکی سے عمارت کو ضرر ہوتا ہو تو اس سے بھی ممانعت کی جائیگی اور اگر مضر نہو تو ممانعت نہ کیجائیگی اور اسی قول کی طرف شمس الائمہ رح نے میل کیا ہی اور اسی پر فتوے ہی یہ محیط مین ہی - اور مستاجر کو اختیار ہی کہ اسمین اپنی سواری کا جانور ودابہ وبکری باندھے اور اگر اس مکان مین مربط نہو تو اسکو مربط بنا لینے کا اختیار نہین ہی - اور شرح شافی مین مذکور ہی کہ جو حکم کتاب مین مذکور ہی اہل کوفہ کے رواج کے موافق ہی مگر ہمارے بخارا مین حویلیان نہایت تنگ ہوتی ہین آدمیون کی گنجایش نہین ہوتی تو چوپایہ سواری وغیرہ باندھنے کا کیا ذکر ہی اور سواری کے جانور کو مکان کے دروازے باندھے اور اگر چوپایہ نے کسی آدمی کو مارا کہ مرگیا یا کوئی دیوار بیچ کر گرا دی تو ضامن نہوگا یہ خلاصہ مین ہی - ایک شخص نے ایک دار کی ایک منزل کرایہ لی حالانکہ اُس دار مین سواے اُس شخص کے اور لوگ بھی رہتے ہین پھر اُس شخص نے اپنا چوپایہ دار کے اندر داخل کیا یا اُس دار کے دروازے پر کھڑا کیا اور اُسنے کسی شخص کو مارا یا کوئی دیوار گرادی یا اُس شخص کے مہمان نے اپنا چوپایہ دار مین داخل کیا یا دروازے پر کھڑا کیا اور اُسنے کسی رہنے والے کو مارا تو مہمان یا میزبان پر ضمان لازم نہ آوے گی لیکن جسوقت چوپایہ نے کسی شخص کو مارا ہی اگر چوپایہ کا مالک اُسوقت اُسپر سوار ہو تو ضامن ہوگا یہ مبسوط مین ہی - اور مکان کے اندر پکانے وغیرہ کی غرض سے عادت کے موافق لکڑیان چیرنے سے منع نہ کیا جائیگا کیونکہ اُس سے مکان کمزور نہین ہوتا ہی اور اگر عادت سے زیادہ لکڑیان چیرے کہ اُس سے عمارت کمزور ہوتی ہو تو بدون مالک کی رضامندی کے ایسا نہین کرسکتا ہی اور اسی قیاس پر کوٹنا بھی اسی تفصیل کے ساتھ ہونا چاہیے کیونکہ تھوڑے کوٹنے کی ضرورت خواہ مخواہ ہوتی ہی اور یہ عادت جاری ہی کہ دار کے لوگ اپنے کپڑے اپنی اپنی منزل مین لنڈی کے واسطے کوٹتے ہین اور اسقدر کوٹنے سے عمارت کمزور نہین ہوتی ہی یہ تبیین مین ہی - اور اگر مستاجر نے کرایہ کے مکان مین کوئی لوہار یا کندی گر ٹھہرایا یا خود ہی یہ کام کیا اور کچھ عمارت گر گئی تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ لوہاری یا کندی گری کے اثر سے یہ عمارت منہدم ہوئی ہی رہنے کے باعث سے نہین گری پس جسقدر کی اُس نے ضمان ادا کردی ہی اُتنی عمارت کی اُجرت اُسپر واجب نہوگی یہ نہایہ مین ہی - اور کتاب مین یہ نہ فرمایا کہ ضمان ادا نہین کی ہی مثلًا صحن کی اُجرت اُسپر واجب ہوگی یا نہوگی اور واجب یہ ہی کہ اُجرت لازم ہو یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر لوہاری یا کندی گری سے کچھ عمارت منہدم نہ ہوئی تو قیاس کے حکم سے اُس پر اُجرت واجب نہوگی مگر استحسانًا جو اُجرت

قرار پائی ہے وہ واجب ہوگی - اور اگر موجر و مستاجر نے اختلاف کیا اور مستاجر نے کہا کہ میں نے لوہاری کے کام کیواسطے مکان کرایہ لیا تھا اور موجر نے کہا کہ تو نے رہنے ہی کے واسطے کرایہ لیا تھا تو موجر کا قول قبول ہوگا اسی طرح اگر ایک نوع کے سوائے دوسری نوع کے اجارہ سے انکار کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو مستاجر کے گواہ قبول ہونگے یہ نہایہ میں ہے - اور اگر کسی شخص نے دوسرے سے ایک دار ایک لوہار بٹھانے کے واسطے اجارہ لیا پھر اُسنے چاہا کہ اُسمیں گندی گر بٹھا دے تو اُسکو اختیار ہے بشرطیکہ دونوں کے کام سے یکسان ضرر ہوتا ہو یا گندی گر کی مضرت کم ہو اور چکی کا حکم بھی اسی طور سے ہے یہ محیط میں ہے - ایک شخص نے ایک دار یا منزل سکونت کے واسطے کرایہ لی پھر اُسمیں نہاد لیکن گیہوں یا جو یا چھوہارے وغیرہ از قسم طعام بھر دیے تو مالک مکان کو اختیار نہیں ہے کہ مستاجر کو اُس سے منع کرے یہ ظہیریہ میں ہے ایک شخص نے ایک دار کرایہ لیا اور اُسمیں وضو وغیرہ کے پانی کے واسطے ایک چہ بچہ کھودا اور اُسمیں ایک آدمی ہلاک ہوگیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر اُسنے مالک مکان کی اجازت سے کھودا ہے تو ضامن نہوگا چنانچہ اگر خود مالک مکان کھودتا تو یہی حکم تھا اور اگر اسکی بلا اجازت کھودا ہے تو ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے - ایک شخص نے ایک دوکان زید سے کرایہ لی اور اُسی کے برابر دوسری دوکان عمرو سے کرایہ لی اور دونوں دوکانوں کے بیچ کی دیوار میں سوراخ کر لیا تاکہ اسکو آسانی ہو تو اسکے لیے تو دیوار کی خرابی کا ضامن ہوگا اور دونوں دوکانوں کا پورا کرایہ دینا پڑیگا یہ فصول عمادیہ میں ہے - ایک شخص نے ایکسال کے واسطے دس درم پر ایک منزل کرایہ لی اور وہ شخص اس منزل کی بیت میں سے باہر ہو گیا اور اُسکے اہل نے عمداً وہ بیت کسی شخص کو کرایہ دیا یا کسی شخص کو بلا اجرت بسایا پھر وہ بیت منہدم ہوگیا تو اسکی دو صورتیں ہیں یا تو اُس ساکن کی سکونت سے منہدم ہوا یا غیر وجہ سے منہدم ہوا اور دونوں صورتوں میں مستاجر پر ضمان نہ آویگی - اور آیا اہل یا ساکن پر ضمان آویگی یا نہیں پس اگر اُس ساکن کی سکونت کے سبب سے منہدم نہیں ہوا ہے بلکہ اور وجہ سے منہدم ہوا ہے تو کسی شخص پر ضمان نہ آویگی یہ قول امام اعظمؒ کا و دوسرا قول امام ابو یوسفؒ کا ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک ضمان لازم ہوگی اور مالک مکان کو اختیار ہوگا کہ چاہے اہل سے ضمان لے یا ساکن سے پس اگر اُسنے اہل سے ضمان لی تو وہ لوگ اُس شخص ساکن سے مال ضمان واپس نہیں لے سکتے ہیں اور اگر اُسنے ساکن سے ضمان لی تو ساکن مال ضمان کو اہل سے واپس پھیر لیگا اور اگر بیت اُس ساکن کی سکونت کی وجہ سے منہدم ہوا ہے تو وہ ساکن بالاجماع ضامن ہوگا اور آیا جو اُسنے ڈانڈ دیا ہے وہ اہل سے واپس لے سکتا ہے یا نہیں پس اسمیں وہی اختلاف ہے جو ہمنے ذکر کیا ہے یہ محیط میں ہے - اگر کوئی بیت کرایہ لیا اور یہ بیان نہ کیا کہ کس کام کے واسطے کرایہ لیتا ہے پھر اُسمیں خود رہا اور اپنے ساتھ دوسرے کو بسایا اور دوسرے کے رہنے سے مکان منہدم ہوگیا تو ضامن نہوگا یہ مبسوط میں ہے - اور موجر کو مستاجر کے کرایہ والے مکان میں آجانے کے بعد یہ اختیار نہیں ہے کہ اُس مکان میں اپنا چوپایہ باندھے اور اگر باندھا اور اُسنے کچھ تلف کیا تو ضامن ہوگا لیکن اگر مستاجر کی اجازت سے اندر لایا ہے تو ایسا نہیں ہے بخلاف اسکے اگر اپنا مکان عاریت دیا اور پھر مستعیر کی بلا اجازت اپنا چوپایہ اُس مکان میں لایا تو جائز ہے اور جو کچھ اُسنے تلف کیا اُسکا ضامن نہوگا اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب اُسنے پورا مکان کرایہ دیا ہو اور اگر مکان کا صحن کرایہ نہ دیا ہو تو اُسکو اختیار ہے کہ مکان کے اندر صحن میں اپنا چوپایہ داخل کرے یہ وجیز کردری میں ہے - اگر کسی شخص سے ایک دار ایک درم ماہواری پر کرایہ لیا اور دار کے اندر ایک کنواں ہے اور موجر نے مستاجر کو حکم دیا کہ اس کنوئیں کو اگر وا کر اسکی مٹی نکلوا ڈالے اُسنے نکلوائی اور مکان کے صحن میں ڈلوادی اور اسمیں ایک آدمی پھنس کر مر گیا تو مستاجر ضامن نہوگا خواہ موجر نے اُسکو صحن میں

مٹی ڈلوانے کی اجازت دی ہو یا نہ دی ہو اور یہ حکم اسوقت ہی کہ جب مستاجر نے کنوان اگروا کر صحن مین مٹی ڈالی ہو اور اگر موجر نے ایسا کیا اور صحن مین مٹی ڈالی اور کوئی شخص مر گیا پس اگر مستاجر کی اجازت سے ایسا کیا ہو تو ضامن نہوگا اور اگر اسکی بلا اجازت ایسا کیا ہی تو ضامن ہوگا ۔ اور اسی کی نظیر اس صورت مین حکم ہی کہ جب مستاجر کے کرایہ والے مکان مین موجر نے اپنی کوئی چیز رکھی ہو اور اس سے کوئی شخص مر گیا ہو یعنی تو بھی اسی تفصیل سے حکم ہوگا اور یہ اس صورت مین ہی کہ جب مٹی صحن مین ڈالی گئی ہو اور اگر مٹی نکلوا کر مسلمانون کے راستہ مین یعنی شارع عام مین ڈالی گئی ہو اور اس سے کوئی آدمی ہلاک ہوگیا تو مٹی ڈلوانے والا ضامن ہوگا خواہ مستاجر ہو یا موجر ہو یہ محیط مین ہی ۔ وقفی گھر کے مستاجر کو یہ اختیار ہی کہ جسقدر مٹی مکان مین جھاڑو دینے سے جمع ہو گئی ہی اسکو پھینکدے بشرطیکہ اسکی کچھ قیمت نہو اور اسکو اختیار ہی کہ اسمین کھونٹیان گاڑے اور اسکی دیوار سے استنجا کرے اور اسمین چولہا بنالیوے ولیکن اگر چولہا بنانے مین کوئی کھلا ہوا نقصان ہو تو نہین بنا سکتا ہی یہ قنیہ مین ہی ۔ ایک شخص نے کوئی زمین زراعت کے واسطے اجارہ پر لی تو اسکو زمین کا پانی یعنی جہان سے اسکو پانی دیا جاتا ہی وہ پانی اور زمین کا راستہ اس اجارہ سے ملنا ضرور ہی اگرچہ بوقت اجارہ کے شرط نہ کرلی ہو ۔ اسی طرح اگر کوئی مکان کرایہ لیا تو بدون شرط کیے ہوئے مکان کا راستہ اسکو ملنا ضرور ہی یہ شرح جامع صغیر قاضی خان مین ہی ۔ ایک سال کے واسطے ایک زمین اس شرط سے کرایہ لی کہ جو کچھ مستاجر کا جی چاہیگا اسمین بوئیگا تو اسکو اختیار ہوگا کہ دو فصلین ربیع و خریف کی اسمین زراعت کرے یہ قنیہ مین ہی ۔ دو شخصون نے ایک دار مین دو بیت کرایہ لیے ہر ایک نے ایک ایک بیت کرایہ لیا اور ہر ایک نے کوئی کام شروع کیا اور دوسرے کو اپنا بیت دیا اور اسمین دوسرے نے سکونت اختیار کی پھر دونون مین سے ایک بیت گر گیا یا دونون گر گئے تو دونون مین سے کوئی شخص ضامن نہوگا ۔ اور اگر ہر ایک کرایہ دار دوسرے کے بیت مین بدون دوسرے کی اجازت کے رہا تو بالاجماع سب ائمہ کے نزدیک ہر ایک اس چیز کا ضامن ہوگا جو اسکے رہنے کی وجہ سے منہدم ہو گئی ہی یہ محیط مین ہی ۔ دو شخصون نے اپنے آپ کام کرنے کے واسطے ایک دوکان کرایہ لی یعنی اسمین خود دونون کام کرتے ہین پھر دونون مین سے ایک نے ایک مزدور مقرر کرکے اپنے ساتھ بٹھایا اور دوسرے شخص شریک نے منع کیا تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس شخص کو اختیار ہی کہ اپنے ساتھ اپنے حصہ مین جسکو چاہے بٹھلاوے بشرطیکہ اسکے شریک کو کوئی کھلا ہوا ضرر نہ پہونچتا ہو اور اگر شریک کو کوئی ضرر کھلا ہوا پہونچتا ہو تو اس سے منع کیا جائیگا ۔ اسی طرح اگر ایک شریک کے پاس اسباب زیادہ ہو تو بھی اسکو اختیار ہی کہ اپنے حصہ مین جسقدر چاہے رکھے بشرطیکہ اسکے شریک کو ضرر کھلا ہوا نہ پہونچے ورنہ منع کیا جائیگا اور اگر دونون مین سے ایک نے چاہا کہ بیچ دوکان مین کوئی دیوار بنالے تو اسکو یہ اختیار نہوگا یہ مبسوط مین ہی ۔ اور اگر دو شخصون نے ایک دوکان کرایہ لی اور باہم دونون نے یہ شرط ٹھہرائی کہ ہم دونون مین سے ایک اگلی طرف گھر مین رہیگا اور دوسرا پچھلی طرف رہیگا تو یہ امر ایسا ہی کہ اس سے کچھ لازم نہین آتا ہی اور اگر ایسی شرط موجر کے ساتھ قرار دی تو عقد اجارہ فاسد ہو جائیگا یہ غیاثیہ مین ہی ۔ ایک شخص نے ایک دوکان وقفی جو ارکوٹنے کیوسطے کرایہ لی تو اسکو اس کام کرنیکا اختیار ہی بشرطیکہ یہ امر عمارت کو مضر نہو اور دار مسبلہ کے اجارہ لینے والے کو یہ اختیار نہین ہی کہ اسکو اصطبل بنا دے یہ قنیہ مین ہی اگر مستاجر نے اجارہ کے دار مین تنور یا آگ کی بھٹی بنائی اور اس سے پڑوسیون کے گھر یا خود کرایہ والے مکان کا جل گیا تو اسپر ضمان لازم نہ آویگی خواہ اسنے مالک دار کی اجازت سے ایسا کیا ہو یا بلا اجازت ایسا کیا ہو ۔ اور

اگر مستاجر نے تنور گاڑنے مین کوئی ایسا فعل کیا جو لوگ نہین کیا کرتے ہین مثلاً اُسنے تنور رکھنے مین احتیاط نہ کی یا اسقدر آگ جلائی کہ اُسقدر آگ تنورون مین نہین جلائی جاتی ہو تو ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ وظہیریہ مین لکھا ہو۔ اگر کوئی زمین اجارہ یا استعارلی اور اُسکی نباتات کاٹ کر جلائی کہ جس سے دوسری زمین سے کچھ جل گیا تو اُسپر ضمان لازم نہ آویگی کیونکہ یہ تسبب ہی اور بنفسہ مباشرۂ فعل نہین ہوا اور تسبب مین تاوقتیکہ تعدی نہو ضمان لازم نہین آتی ہو اور تعدی یہان نہین پائی گئی کیونکہ اُسنے فقط اپنی ملک مین تصرف کیا ہی۔ اور صدر الشہید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک شخص نے کانٹے یا بھوسا اپنی زمین مین جلایا اور اُسکی چنگاریان ہوا سے اُڑکر دوسری زمین مین پہونچین کہ دوسری زمین کی کھیتی جل گئی اور یہ کھیتی و زمین دوسرے شخص کی ہی پس اگر یہ آگ اُس پڑوس کی زمین سے اسقدر دور تھی کہ غالباً عادت کے موافق اُسکے شرارات دوسری زمین مین نہین پہونچتے ہین تو ضامن نہوگا کیونکہ جو کچھ واقع ہوا یہ ہوا کی وجہ سے آگ کا فعل ہو اور اگر اسقدر فصل ہو کہ اکثر اتنے فاصلہ سے آگ کی چنگاریان موافق عادت کے اُس زمین تک پہونچتی ہین تو ضامن ہوگا کیونکہ اُسکو اپنی زمین مین آگ جلانے کا اختیار ہو مگر اس صورت مین اختیار ہو کہ ایسے طور سے جلاوے کہ دوسرے کی زمین کو ضرر نہ پہونچے یہ غایۃ البیان مین ہو۔ ایک شخص نے ایک معین چوپایہ کسی قدر معلوم بوجھ لادنے کے واسطے کرایہ کیا پس مالک نے چاہا کہ مستاجر کے اسباب کے ساتھ اُسپر اپنا بھی کچھ بوجھ لادے تو مستاجر کو اختیار ہو کہ چوپایہ کے مالک کو اس فعل سے منع کرے اور باوجود اسکے اگر مالک نے اپنا کچھ بوجھ لادا اور وہ چوپایہ منزل مقصود تک پہونچ گیا تو مستاجر پر پوری اُجرت واجب ہوگی بخلاف اسکے اگر مستاجر نے کوئی گھر کرایہ لیا اور تھوڑے گھر مین مالک مکان نے اسباب ذاتی رہنے دیا تو اس صورت مین مستاجر کے ذمہ سے بقدر اُس کے حصہ کے کرایہ ساقط ہوجائیگا یہ صغری مین ہو۔ اور شرح طحاوی مین مذکور ہو کہ مستاجر کو اختیار ہو کہ اجارہ کی چیز کو عاریت دے یا ودیعت رکھے یا اجارہ پر دیدے اور یہ مسئلہ یون ہی مطلقاً مذکور ہو اور تاویل اسکی یہ ہو کہ یہ حکم اُسوقت ہو کہ جب اجارہ کی چیز ایسی چیز ہو کہ لوگ اُس سے یکسان نفع اُٹھاتے ہین اور اگر ایسی چیز ہو کہ لوگ اُس سے مختلف طور سے نفع اُٹھاتے ہین تو مستاجر کو اختیار نہین ہو کہ اسکو اجارہ پر یا عاریت دیدے حتی کہ اگر کسی شخص نے کوئی ٹٹو کرایہ لیا تاکہ خود سوار ہو تو اُسکو اختیار نہین ہو کہ کسی دوسرے کو اجارہ پر عاریت دیدے یہ ذخیرہ مین ہو۔ اور اگر اجارہ کی مدت مثلاً ایک سال گذرنے کے بعد مستاجر غائب ہوگیا اور اُسنے مکان کی کنجی مالک مکان موجر کو نہ دی تو موجر کو اختیار ہو کہ بلا اجازت حاکم کے اُسمین دوسری کنجی لگاکر کسی دوسرے شخص کو کرایہ پر دیدے یہ قنیہ مین ہو۔ فتاوے آہو مین لکھا ہو کہ قاضی بدیع الدین رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ مستاجر نے اجارہ کی چیز اپنے قرضخواہ کے پاس رہن کردی تو جتنے دنون قرضخواہ کے پاس رہے اُسکا کرایہ کس شخص پر واجب ہوگا فرمایا کہ مستاجر پر نہین واجب ہوگا کیونکہ جب اُسنے رہن کردی تو وہ چیز امانت سے نکل کر ضمان مین داخل ہوگئی اور جب ایسی صورت ہوگئی کہ اگر تلف ہوجاوے تو ضمان دینی واجب ہو تو اُجرت واجب نہوگی اگرچہ تلف نہو اور صحیح سالم سپرد کرے اور اگر قرضخواہ نے مستاجر سے زبردستی بدون اُسکی رضامندی کے لے لی ہو تو اُجرت واجب ہوگی کیونکہ مستاجر کو واپس کرلینے کا استحقاق حاصل ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی

تیئسواں باب حمام اور چکی کے اجارہ لینے کے بیان مین۔ حمام کی اجرت لینا اور پچھنے لگانے کی اُجرت لینا

جائز ہی اور یہی صحیح ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ اگر چند ماہ معلوم کے واسطے اجرت معلومہ پر کوئی حمام اجارہ لیا تو جائز ہی اور اگر ایک حمام مردون کا اور ایک حمام عورتون کا ہو اور دونون کے حدود بیان کر دیے ولیکن اُسنے عقد اجارہ مین حمام کا لفظ بیان کیا تو قیاساً ایسا اجارہ جائز نہین ہی اور استحساناً جائز ہی اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ دونون حامون کا دروازہ ایک ہو اور دہلیز ایک ہو اور اگر ہر ایک حمام کا دروازہ علحدہ ہو تو عقد جائز نہین ہی تاوقتیکہ دونون کا نام نہ لے یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے ایک حمام مع حدود کے اجارہ لیا یعنی حدود بلفظہ بیان کر دیے تو بدون لفظ حقوق کے ذکر کرنے کے اُسکے توابع داخل ہو جاوینگے جیسے پانی کا کنوان اور پانی جاری ہونے کی راہ اور حمام اور گوبر پڑنے کی جگہ کیونکہ حمام سے بدون اُن چیزون کے نفع حاصل نہین ہو سکتا ہی اور حمام کی تعمیر چہار دیواری پوتنا اور حوض و پانی کی راہ اور کنوان اور دیگون کی درستی یہ سب مالک حمام کے ذمہ ہی اور باوجود اسکے کہ اسکی درستی مالک حمام کے ذمہ ہوتی ہی اگر مالک حمام نے مستاجر سے شرط کر دی کہ دس درم ماہواری اسکی مرمت مین صرف کر دیا کرے اور اجازت دیدی تو جائز ہی اور یہ حیلہ ہی اور مستاجر اسکی طرف سے خرچ کرنے مین نائب قرار دیا جائیگا چنانچہ اگر کوٹھے کے مالک نے مستاجر سے شرط کی کہ اُجرت مین سے کچھ اُجرت اُسکے دانہ چارہ مین خرچ کر دے تو استحساناً جائز ہی یا اگر یون کہے کہ مین نے تجھے دو مہینہ کا کرایہ حمام کی مرمت کے واسطے چھوڑ دیا تو جائز ہی اور اگر مستاجر نے کہا کہ مین نے اسکی مرمت مین اسقدر خرچ کیا ہی تو بدون حجت کے اسکی تصدیق نہ کیجاویگی یا حمام کے مالک سے اسکے علم پر قسم لے یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور اگر مستاجر نے چاہا کہ اس بات مین میرا قول بدون گواہون کے مقبول ہو تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ دس درم مالک حمام کو دیدے پھر مالک حمام اسکو دیدے اور حکم دے کہ اسکو مرمت حمام مین صرف کرے تو اس صورت مین مستاجر امین ٹھہریگا اور دوسرا حیلہ گواہون کے ساقط ہونے کا یہ ہی کہ مقدار مرمت کیواسطے کوئی شخص عادل مقرر کرے پس مستاجر کا قول مقدار خرچ مین مقبول ہوگا کیونکہ عادل امین ہوتا ہی یہ محیط مین ہی اور اگر دونون نے اپنے درمیان کسی شخص ثالث عادل کو مقرر کیا کہ وہ وصول کرکے حمام کی مرمت مین خرچ کر دیا کرے پھر مستاجر نے کہا کہ مین نے اسکو دیدیا اور مالک حمام نے تکذیب کی پس اگر مرد عادل نے تصدیق کی تو مستاجر بری ہو گیا اور اگر وہ شخص عادل اجرت کا کفیل ہو تو وہ بھی مثل مستاجر کے ٹھہریگا یعنی غیر امین ہوگا اور اسکے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی یہ مبسوط مین لکھا ہی۔ اور اگر حمام کے کنوئین کا پانی فاسد ہو گیا تو حمام کے مالک پر تمام پانی اُلچنے کے واسطے جبر نہ کیا جائیگا ولیکن مستاجر کو فسخ اجارہ کا حق حاصل ہوگا یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور حمام کا ایندھن اور راکھ بعد مدت اجارہ گذرنے پر مستاجر کی قرار دیجائیگی اور حکم دیا جائیگا کہ اسکو اٹھوا لیجاوے اور اگر مستاجر نے انکار کیا کہ یہ راکھ میرے فعل سے نہین ہی تو اُسی کا قول قبول ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور حمام کے اجارہ مین راکھ اور گوبر کا اٹھوانا اور موضع غسالہ کا خالی کرنا مستاجر کے ذمہ ہی خواہ پانی نکلنے کی موری کھلی ہوئی ہو یا پٹی ہوئی ہو اور اگر یہ امور موجر کے ذمہ شرط کیے تو اجارہ فاسد ہوگا اور اگر مستاجر کے ذمہ شرط کیے تو اجارہ و شرط دونون جائز ہین یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر مستاجر کے ذمہ مالک حمام نے ہر مہینہ دس طلاّت کی شرط لگائی تو اجارہ فاسد ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر مستاجر کی جہت سے چہ بچہ مین پانی جمع ہوتا ہی پٹ گیا تو موجر پر واجب ہوگا کہ اسکو صاف کرا دے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر چند ماہ معلوم کے واسطے دو حمام کسی قدر

اُجرت معلومہ پر کرایہ پر لیئے اور دونوں پر قبضہ کرنے سے پہلے ایک حمام منہدم ہو گیا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ باقی کا اجارہ ترک کر دے اور اگر دونوں پر قبضہ کے بعد ایک منہدم ہوا تو باقی حمام بعوض اُسکے حصہ اجرت کے لازم ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کوئی حمام ایک سال کے واسطے کسی قدر اُجرت معلومہ پر کرایہ لیا مگر موجر نے دو مہینہ تک مستاجر کے سپرد نہ کیا پھر باقی مدت کے واسطے سپرد کیا اگر مستاجر نے قبول لینے سے انکار کیا تو مستاجر پر جبر کیا جائیگا کہ اُسپر قبضہ کرے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایک حمام اجارہ لیا اور قبضہ سے پہلے یا بعد ایک بیت اُسکا منہدم ہو گیا تو اُسکو ترک کر دینے کا اختیار ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے سال بھر کے واسطے حمام اجارہ دیا پھر درمیان سال میں کسی دوسرے کو اجارہ پر دیدیا تو اجارہ ثانیہ صحیح نہیں ہے[۱] لیکن اگر دو سری مدت بعد انقضاے مدت کے اجارہ دیا تو صحیح ہے کیونکہ اجارہ کو زمانہ مستقبل کی طرف نسبت کرنا صحیح ہے یہ جواہر الفتاوی میں ہے۔ اگر ایک حمام اور ایک غلام اجارہ لیا تاکہ یہ غلام اُس حمام کے کاموں میں درستی کرے پھر دونوں پر قبضہ کرنے کے بعد حمام گر گیا تو اسکو غلام کا اجارہ ترک کر دینے کا اختیار ہو اور اگر غلام مر گیا تو اسکو حمام کا اجارہ ترک کرنے کا اختیار ہے اور اگر اُسنے غلام کو اسواسطے لیا تھا کہ حمام کے کاموں کی درستی کرے تو اسکو ترک کرنے کا اختیار کچھ نہوگا کذا فی محیط السرخسی قال المترجم ظاہر مراد یہ ہے کہ اسکو حمام یا غلام دونوں میں سے کسی کے ترک کا اختیار نہوگا واللہ اعلم۔ ایک شخص نے ایک حمام بدون اُسکی دیگوں کے ایک سال کے واسطے اجارہ لیا اور مستاجر نے دیگیں کسی دوسرے سے اجارہ لیں مگر وہ دیگیں ٹوٹ گئیں اور ایک مہینہ بھی مستاجر نے حمام میں کام نہ کیا تو حمام والے کو کرایہ دینا واجب ہے کیونکہ اُسنے موافق التزام عقد کے حمام سپرد کر دیا ہے اور مستاجر کو اُس نفع اٹھانا بھی ممکن تھا کیونکہ دوسری دیگیں کرایہ لے سکتا تھا بخلاف اُسکے اگر یہ دیگیں حمام والے کی ہوں اور ٹوٹ جاویں تو مستاجر کو وہ نفع جو عقد اجارہ کے رو سے حاصل ہونا چاہیئے حاصل نہوگا تاوقتیکہ حمام والا اپنی دیگیں درست کرا کر مستاجر کے سپرد نہ کرے اور دیگوں والے کو جب سے دیگیں ٹوٹ گئیں ہیں تب سے اُجرت نہ ملیگی کیونکہ مستاجر کو اُسنے نفع حاصل کرنے کی قدرت نہ دی۔ اور مستاجر پر اُسکی نقصان واجب نہوگی خواہ دیگیں عادت کے موافق کام میں لانے سے شکست ہوئی ہوں یا بغیر عادت کے موافق کام میں لانے کے شکستہ ہوئی ہوں یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص حمام میں ایک دانگ پر اس شرط سے داخل ہوا کہ حمام والا حمام گرم کرے یا ایک پیسہ پر اس شرط سے داخل ہوا کہ غسل کرے تو قیاساً فاسد ہے اور استحساناً جائز ہے کیونکہ عرف و تعامل یوں جاری ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص نے ایک سال کے واسطے ایک حمام کسی قدر اجرت معلومہ پر اجارہ لیا اور اُس حمام کا چلن ایسا خراب ہو گیا کہ اُسکا حاصل بقدر اجرت کے بھی نہیں آتا ہے اور مستاجر نے چاہا کہ میں اجارہ توڑ کر حمام واپس کر دوں تو فرمایا کہ اگر اُسنے حمامی میں کمی کی ہو تو اسکو اختیار ہے کہ حمام واپس کر دے یہ جواہر الفتاوی میں ہے۔ اگر ایک مہینہ کے واسطے ایک حمام اجارہ لیا اور پھر دوسرے مہینے بھی اُسمیں کام کیا تو دوسرے مہینہ کا کرایہ اُسپر واجب نہوگا اور ہمارے اصحاب سے مروی ہے کہ اُسپر دوسرے مہینہ کا کرایہ بھی بہ ذکر واجب ہوگا اور ایسا ہی واقعہ کے مسئلہ میں مروی ہے اور کرخی و محمد بن سلمہ سے منقول ہے کہ اُنھوں نے دونوں روایتوں میں اس طرح توفیق دی ہے کہ اُجرت واجب نہونا ایسی صورت میں ہے کہ جب حمام یا دار کرایہ پر چلنے کے واسطے نہو اور جس صورت میں کہ کرایہ چلنے کے واسطے رکھا گیا ہو تو کرایہ دوسرے مہینہ کا بھی واجب ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کوئی حمام اجارہ لیا پھر دیکھا تو وہ شکستہ و خراب ہے تو اجارہ توڑ سکتا ہے اور جتنی مدت گذر گئی اگر اُسمیں اصل منفعت حاصل ہوئی تو اسقدر اجرت واجب ہوگی۔ اور اگر کوئی حمام اجارہ لیا اور حمام میں موجر مع اپنے بعض دوستوں کے داخل ہوا تو اُسپر اُجرت واجب نہوگی کیونکہ اُسنے مدت اجارہ کے اندر بعض معقود علیہ یعنی کچھ منفعت حمام کی

[۱] قولہ صحیح نہیں ہے یعنی بالفعل قبضہ اجارہ دیا بالفعل کا اجارہ صحیح نہیں ہے اور اگر اجارہ دیں ٹھہرا کہ میں نے تجھے اس سال کے گذرنے پر اجارہ دیا اور مستاجر ثانی نے قبول کیا تو صحیح ہو ۱۲

واپس لی اور کرایہ مین سے بھی کچھ ساقط نہوگا کیونکہ معلوم نہین ہی یہ جواہر الفتاوی مین ہی - مجموع النوازل مین لکھا ہی ایک شخص نے حمام اس شرط سے کرایہ لیا کہ حمام کے چلنے کے موسم و نہ چلنے کے موسم دونون حالتون مین مستاجر پر کرایہ واجب ہوگا تو یہ شرط مقتضاے عقد کے خلاف ہی پس عقد فاسد ہوگا یہ خلاصہ مین ہی - امام محمد رح نے کتاب الاصل مین فرمایا کہ ایک شخص نے ایک چکی اُس بیت مین جسمین وہ ہی مع اُسکی متاع کے دس درم ماہواری پر کرایہ لی پھر اُسنے اسمین قفیز فی درم ماہواری پسائی کا کام کیا پس بیس درم نفع اٹھائے پس آیا زیادتی اسکو حلال ہی یا نہین تو اُسکی دو صورتین ہین اگر اُسنے کوئی ایسی اصلاح کردی ہی جس سے چکی کو نفع حاصل ہو جیسے اُسکی مہر صاف کرانا یا اُسکے پتھر ٹانکنا وغیرہ یا ایسی کوئی اصلاح نہین کی پس اگر کوئی اصلاح نہین کی اور خود ہی اُسنے پیسنے کا کام کیا تو زیادتی حلال ہی اور اگر اناج کے مالک نے اپنے آپ پیسا ہو تو زیادتی مستاجر کو حلال نہین ہی اور اگر مستاجر نے کوئی شی اصلاح بڑھائی ہو تو زیادتی اسکو حلال ہی اگرچہ اُسنے خود پیسنے کا کام نہ کیا ہو یہ محیط مین ہی - اگر نہر کے کنارے کوئی مقام اسواسطے کرایہ لیا کہ اسپر ایک عمارت پن چکی گھر کی بناوے اور اسمین پن چکی رکھے بشرطیکہ چکی کے پاٹ اور تمام اسباب و لوہا و عمارت سب مستاجر کے ذمہ ہو تو یہ جائز ہی اور اگر نہر کا پانی منقطع ہوگیا اور پسائی نہوسکی اور مستاجر نے اجارہ فسخ نہ کیا تو مستاجر پر اجرت لازم ہوگی یہ مبسوط مین ہی - اور اگر چکی کے مالک نے پانی ٹوٹ جانے کا خوف کیا کہ پانی ٹوٹنے سے اجارہ فسخ ہوگا پس اُسنے چکی گھر اور چکی کے پاٹون اور متاع کو خاصۃً اجارہ دیدیا تو جائز ہی پھر اگر پانی منقطع ہوگیا تو عذر قرار دیا جائیگا اسی طرح اگر یہ شرط قرار دی کہ اگر پانی منقطع ہوجاوے تو مستاجر کو خیار نہین ہی - تو ایسی شرط کا کچھ اعتبار نہین ہی یعنے انقطاع کا عذر متحقق ہوگا یہ محیط مین ہی - ایک پن چکی گھر یا ایک حمام دو شخصون مین مشترک ہی اور ہر ایک شریک کا حصہ ایک ایک شخص نے اجارہ لیا پھر ایک مستاجر نے اپنے موجر کی اجازت سے حمام کی مرمت مین کچھ خرچ کیا اور چاہا کہ جو کچھ اُسنے خرچ کیا ہی وہ مال اس مالک سے واپس لے جسنے اُسکو اجارہ نہین دیا ہی تو ایسا نہین ہوسکتا ہی بلکہ اُسی شخص سے لے سکتا ہی جسنے اسکو اجازت دی ہی یعنے اپنے موجر سے کیونکہ اُسی کی اجازت سے اُسنے خرچ کیا ہی پس ایسا ہوا کہ گویا خود اُسکے موجر نے خرچ کیا ہی اور اُسکا موجر یعنی شریک اپنے شریک سے صرف اُسی صورت مین بقدر اُسکے حصہ کے واپس لے سکتا ہی کہ جب مرمت مین خرچ کرنا شریک کی اجازت یا قاضی کے حکم سے ہو اور قاضی پہلے اُسکے شریک کو حکم کریگا کہ اس حمام یا چکی گھر کی مرمت کرے پس اگر اُسنے مرمت نہ کی تو شریک کو حکم دیگا کہ تو اسکی مرمت کرادے اور جو کچھ حصہ تیرے شریک کے ذمہ پڑے اس سے نالش کرکے لے لے یہ جواہر الفتاوی مین ہی - ایک شخص نے گیہون پیسنے کے واسطے ایک چکی اجارہ پر لی پھر اسمین ایسا اناج پیسا جسکے پیسنے سے مثل گیہون کے یا اس سے کم چکی کو ضرر پہونچتا ہی تو شرط اجارہ مین مخالفت کرنے والا شمار نہوگا اور اگر ایسا اناج پیسا جس سے چکی کو گیہون سے زیادہ ضرر پہونچتا ہی تو مخالف وغاصب قرار دیا جائیگا یہ وجیز کردری مین ہی - قال رضی اللہ عنہ جب مین نے شیخ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ ایک چکی دو شخصون مین مشترک ہی ایک شخص کی ایک تہائی اور دوسرے کی دو تہائی ہی پھر دو تہائی والے نے اپنا حصہ ایک شخص کو اجارہ پر دیدیا اور مستاجر نے تمام چکی مین تصرف کیا پھر ایک تہائی والے نے چاہا کہ مستاجر سے اپنا حصہ اجرت لے لے تو نہین لے سکتا ہی کیونکہ مستاجر نے اُسکے حصہ کو غصب کرلیا ہی اجارہ پر نہین لیا ہی اور تہائی حصہ والے کو یہ اختیار تھا کہ مستاجر کو چکی سے انتفاع سے روکے یا اپنا حصہ اسکو اجارہ دیدے کیونکہ غیر منقسم کا اجارہ صحیح نہین ہی اور اگر حکام سلاطین سے کسی حاکم نے لیے

اجارہ کی صحت کا حکم دیدیا تو اُسوقت مستاجر کو اختیار ہوگا کہ دو روز خود اُس چکی سے نفع حاصل کرے اور ایک روز تہائی والے کے واسطے چھوڑ دے تاکہ وہ اُس روز نفع حاصل کرے۔ اور تہائی حصہ کے شریک کو اختیار ہی کہ یون کہے کہ جو روز میرا ہی مین اُس روز چکی گھر کا دروازہ بند کر دونگا کیونکہ اُس سے چکی کو کچھ ضرر نہین پہونچتا ہی۔ اور اگر بجاے چکی کے کوئی حمام ہو اور ایک حصہ دار نے اپنا حصہ کسی شخص کو اجارہ پر دیدیا اور کسی حاکم نے اُسکی صحت کا حکم دیا تو دوسرے حصہ دار کو جسنے اجارہ نہین دیا ہی یہ اختیار نہین ہی کہ یون کہے کہ مین اپنے حصہ کے روز اس حمام کا دروازہ بند کر دونگا کیونکہ حمام کو اُس سے ضرر پہونچتا ہی چکی کو ضرر نہین ہوتا ہی ولیکن یہ ہو سکتا ہی کہ مدت کثیر کی باری مثلاً ایک مہینہ کی مقرر کرلین پس دو تہائی حصہ والا حمام سے دو مہینہ نفع حاصل کرے پھر دوسرا شخص ایک مہینہ تک بند کر دے یا ایک مہینے سے زیادہ مدت تک کے واسطے اسطور سے باری مقرر کرلین تاکہ حمام سے نفع اُٹھانا ساقط نہو جاوے کیونکہ تھوڑی مدت مین جو ضرر حمام کو پہونچتا ہی اُسکو دوسرا دفع نہین کرنے پاتا ہی کہ مدت گذر جاتی ہی پس حمام سے انتفاع ساقط ہو جاتا ہی یہ جواہر الفتاوے مین ہی۔ ایک مستاجر نے ایک شخص سے چکی اور دوسرے سے چکی کے واسطے گھر اور تیسرے سے چکی چلانے کے واسطے اونٹ کرایہ لیا اور سب کو ایک ہی صفقہ مین اجارہ لیا اور سبھون نے اسکو اجارہ دیا اور اجارہ مین ماہواری کچھ اجرت معلومہ مقرر ہوئی تو یہ جائز ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی شخص کا کوئی بیت ایک نہر کے کنارے ہی اور پہلے اُسمین ایک چکی تھی کہ وہ جاتی رہی پھر دوسرا شخص اپنی چکی لایا اور اس بیت مین نصب کی اور چکی کے سب ضروریات آلات بھی لایا اور دونون نے باہم اس شرط سے شرکت کرلی کہ لوگون سے گیہون وجو لیکر پیسا کرین اور جو کمائی کرین وہ ہم دونون انصافا نصف تقسیم کرلیا کرین تو یہ جائز ہی اور جو کچھ اُنھون نے کمائی مین کمایا وہ دونون کو برابر تقسیم ہوگا اور بیت یا چکی کی کچھ اجرت نہوگی۔ اور اگر اُسنے چکی کو اجرت معلومہ پر کوئی اناج معلوم پیسنے کے واسطے اجارہ پر دیدیا تو تمام اجرت چکی کے مالک کو ملیگی اور مکان والے کو جو کچھ ایسے مکان کی اجرت ہوتی ہی وہ ملیگی اور اُسکی ذات کی اجرت ملیگی اور یہ سب چکی کے مالک پر واجب ہوگی بشرطیکہ اُسی بیت مین اُسنے کام کیا ہو اور فرمایا کہ امام ابو یوسفؒ کے قول کے موافق یہ کرایہ چکی کی اجرت مثل کے نصف سے زیادہ نہ دیا جائیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور فرمایا کہ اگر ایک شخص کی چکی اور بیت اور نہر اور چکی کا اسباب سب ہو پھر چکی کے اوپر کا پاٹ ٹوٹ گیا پھر ایک شخص نے آکر مالک کی بلا اجازت اُسپر ایک پاٹ نصب کرکے لوگون کا اناج اجرت معلومہ پر پیسنا شروع کیا اور لوگون کو کرایہ پر دینا شروع کیا تو وہ شخص اس فعل مین گنہگار ہوگا اگر اُسپر کچھ اجرت واجب نہوگی۔ اور اگر اُسنے اوپر کا پاٹ مالک کی رضامندی سے اس شرط سے نصب کیا کہ جو کمائی ہو وہ ہم دونون مین برابر تقسیم ہو اور ہم دونون اپنے آپ کام کرین تو ایسی صورت مین جب یہ شخص کرایہ پر دیدیگا تو تمام اجرت اُسی شخص کو ملیگی اور اگر دونون نے پسائی کے واسطے لوگون کا اناج لیا تو جو مزدوری ملیگی وہ اُس شخص اور مالک کے درمیان برابر تقسیم ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اگر چکی گھر کا صحن دو شخصون مین مشترک ہی اور چکی کے پاٹ خاص ایک ہی شخص کے ہین اور اُسکو ایک شخص مستاجر کو اجارہ دیدیا پھر جس شخص کا چکی کے پاٹون مین کچھ حق نہین ہی اُسنے آدھا کرایہ طلب کیا تو فرمایا کہ اُسکو اختیار ہی یہ جواہر الفتاوی مین ہی۔ فرمایا کہ ایک شخص نے ایک نہر کے کنارے ایک گھر بنایا اور اُسمین چکی نصب کی اور یہ سب مالک نہر کی بلا اجازت کیا پھر لوگون کا اناج لیکر پسائی کرکے مال حاصل کیا تو تمام مال اُسی کا ہوگا اور وہ شخص نہر کے مالک کی زمین غصب کرنے والا شمار

ہوگا اور جو احکام غصب کے ہین وہ معتبر رکھے جاوینگے پس جو کچھ اُسکی زمین مین نقصان آیا ہو اُسکی ڈانڈ لیگا جیسے زمین
کے غصب مین ہوتا ہی ولیکن پانی کی ضمان نہین لے سکتا ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ مستاجر نے چکی مین لوہا یا کوئی اور شی جڑوائی
پھر اجارہ کی مدت گذر گئی اور مستاجر نے چاہا کہ جو مال میرا اسمین لگا ہی وہ لے لے پس اگر اُسنے موجر کی اجازت سے
اس شرط سے لگایا ہو کہ کرایہ مین سے وضع کرے تو موجر سے لے سکتا ہی اور اگر اُسکی بلا اجازت لگایا ہو تو جو چیز
جڑی ہوئی نہو اُسکو لے سکتا ہی اور جو چیز جڑی ہوئی ہو اُسکی قیمت لے سکتا ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔

چوبیسواں باب اجرت اور معقود علیہ کی کفالت کے بیان مین۔ فرمایا کہ اجرت کی کفالت خواہ معجل ہو یا
موجل ہو جمیع اجارات مین اور نیز حوالہ بھی صحیح ہی خواہ کفالت کے وقت اجرت اسطرح واجب ہوگئی ہو کہ مستاجر
نے منفعت اجارہ تمام حاصل کر لی ہو یا بشرط تعجیل ہو خواہ واجب نہوئی ہو اور تعجیل یا تاجیل مین یعنے فی الحال
ادا کرنے یا میعاد پر اجرت ادا کرنے کا حکم کفیل پر ویسا ہی ہوگا جیسا اصیل پر ہی بشرطیکہ کفالت مین جس طرح اصیل
پر ہو اُسکے خلاف شرط نہ ٹھہری ہو۔ اور اگر کفیل نے اجرت فی الحال ادا کر دی تو اپنے اصیل سے فی الحال
نہین لے سکتا ہی تاوقتیکہ میعاد مقررہ نہ آجاوے یہ محیط مین ہی۔ اور کفیل کو یہ اختیار نہین ہی کہ جبتک خود اجرت
ادا نہین کی ہی تبتک اصیل سے یعنے مستاجر سے اجرت کا مواخذہ کرے یعنے جبتک خود ادا نکرے تبتک مستاجر
سے مواخذہ نہین کر سکتا ہی ولیکن اگر موجر نے کفیل کے ساتھ دستک دی اور اُسکے پیچھے پڑ گیا تو کفیل کو اختیار ہی کہ
اسیطرح اپنے مکفول عنہ کا دامنگیر ہو یہانتک کہ مکفول عنہ اُسکا پیچھا چھوڑا دے یا اُسکی طرف سے ادا کرے یہ مبسوط مین ہی
اور اگر مقدار اجرت مین موجر وکفیل ومستاجر نے اختلاف کیا مثلاً کفیل نے کہا کہ ایک درہم ہی اور موجر نے کہا کہ دو درم
ہین اور مستاجر نے کہا کہ نصف درہم ہی تو مستاجر کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہ زیادتی سے منکر ہی ولیکن کفیل سے ایک
درم کا مواخذہ کیا جائیگا اور کفیل اپنے اصیل مستاجر سے فقط نصف درم واپس لے سکتا ہی۔ اور اگر سبھون نے اپنے
اپنے عادل گواہ قائم کیے تو موجر کے گواہ مقبول ہونگے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر طالب نے گواہ عادل پیش کیے تو اسکو
اختیار ہی کہ پھر کفیل یا مستاجر جس سے چاہے مواخذہ کرے یہ وجیز کردری مین ہی۔ اور اگر اجرت مین کوئی معین چیز
مثلاً کوئی معین کپڑا قرار دیا یا اجرت اُسکی کسی شخص نے کفالت کی تو جائز ہی۔ اور اگر وہ کپڑا مستاجر کے پاس تلف ہو گیا تو
کفیل بری ہو گیا اور مستاجر پر اجر المثل دینے کا حکم کیا جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی خیاط کو کپڑا سینے کے واسطے مقرر کیا
اور شرط کر لی کہ خود ہی سیئے اور کسی شخص نے اُسکی کفالت کی پس اگر نفس خیاط کے سپرد کرنے کی کفالت کی تو صحیح ہی
اور اگر اُسی کی سلائی کی کفالت کی تو صحیح نہین ہی اور اگر مستاجر نے درزی پر اُسی کے سینے کی شرط نہ لگائی اور کسی شخص
نے سلائی کی کفالت کی تو صحیح ہی۔ پھر واضح ہو کہ خیاطت کے مسئلہ مین جبکہ سلائی کی کفالت صحیح نہو اور کفیل نے خود
سی کر مستاجر کے سپرد کیا تو اُس سے اپنے کام کا اجر المثل لے لیگا اور جس صورت مین سلائی کی کفالت صحیح ہو اور کفیل
نے خود سی کر مستاجر کو دیا تو مکفول عنہ یعنی درزی سے اپنے کام کا اجر المثل جا ہے جسقدر ہو لے لیگا بشرطیکہ یہ کفالت
درزی کی اجازت سے ہو یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی شخص سے کچھ اونٹ غیر معین کسی شہر معلوم تک کچھ بار معلوم لادنے کے
واسطے کرایہ کیے اور ایک شخص نے مستاجر سے باربرداری کی کفالت کر لی تو کفالت صحیح ہی اور اگر اونٹ معین
اسطور سے کرایہ لیے اور کسی شخص نے باربرداری کی کفالت کر لی تو صحیح نہین ہی یہ مبسوط مین ہی۔ امام ابو حنیفہ رح سے

فرمایا کہ اگر مستاجر نے کرایہ پیشگی ادا کر دیا اور ایک شخص نے کفالت کر لی کہ اگر اجارہ ٹوٹ جائیگا تو مین تیرے کرایہ کا کفیل ہون تو کفالت جائز ہے یہ محیط مین ہے

پچیسوان باب دونون گواہون مین اور موجر و مستاجر مین اختلاف واقع ہونے کے بیان مین۔ اور اسمین دو فصلین ہین

فصل اول بدل یا مبدل مین موجر و مستاجر کے درمیان یا دونون گواہون کے درمیان اختلاف واقع ہونے کے بیان مین۔ اگر دونون نے مدت اجارہ گذرنے کے بعد جو چیز اجارہ لی تھی مدت اجارہ کے اندر سپرد کرنے مین اختلاف کیا تو قسم سے مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ عادل پیش کیے تو موجر کے گواہ مقبول ہونگے اور اگر دونون نے اس امر پر اتفاق کیا کہ یہ چیز موجر نے اول مدت یا اول مسافت مین سپرد کر دی تھی لیکن عذر عارض ہو جانے مین اختلاف کیا مثلاً مستاجر نے کہا کہ مرض یا غصب یا غلام کا بھاگ جانا وغیرہ ایسا کوئی عذر پیدا ہو گیا کہ جس سے مین انتفاع حاصل نہین کر سکا اور موجر نے اُس سے انکار کیا پس اگر خصومت کے وقت یہ سبب موجود ہو تو قطعی قسم کے ساتھ مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اگر اُسوقت یہ سبب موجود نہو تو موجر کا قول قبول ہوگا مگر ساتھ ہی موجر اُسکے علم پر قسم لیجاویگی۔ اور اگر کوئی عذر پیدا ہو جانے مین دونون نے اتفاق کیا مگر اسمین اختلاف کیا کہ کتنے دنون تک یہ عذر مانع قائم رہا ہے تو مستاجر کا قول قبول ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر قبضہ سے پہلے مقدار اجرت مین اختلاف کیا یا مدت اجارہ مین اختلاف کیا تو دونون سے قسم لیکر اجارہ فسخ کر دیا جائیگا یہ تہذیب مین ہے۔ اور اگر مدت اجارہ گذرنے مین اختلاف کیا تو مستاجر کا قول قبول ہوگا یہ قنیہ مین ہے۔ اجارہ کے دونون گواہون نے اجارہ کی اجرت مسمی مین اختلاف کیا اور مدعی خواہ موجر ہے یا مستاجر ہے اور ایک گواہ نے موافق مدعی کے گواہی دی اور دوسرے نے اجرت اُس سے کم یا زیادہ ہونے کی گواہی دی تو گواہی قبول نہو گی۔ اور ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا کہ یہ حکم منفعت کامل حاصل کرنے سے پہلے ہے کیونکہ اس صورت مین عقد اجارہ کے حکم دینے کی ضرورت ہے اور جب دونون نے گواہی بدل مین اختلاف کیا تو قاضی ایسے حکم کا قابو نہ پاویگا۔ اور اگر منفعت کامل حاصل کرنے کے بعد ایسا واقع ہوا تو اُسوقت مال کا حکم کرنے کی ضرورت ہے پس اسمین اختلاف ہونا چاہیے کہ امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک گواہی مین کمتر مال کی ڈگری کیجاویگی جیسا کہ قرضہ کے دعوی مین ہوتا ہے کہ اگر مدعی نے دس درہم کا دعوی کیا اور ایک گواہ نے اُسکے موافق گواہی دی اور دوسرے نے پانچ درہم کی گواہی دی تو پانچ درہم کی ڈگری ہوگی قال الشیخ رضی اللہ عنہ میرے نزدیک اصح یہ ہے کہ یہان بالاجماع گواہی مقبول نہوگی کیونکہ عقد معاوضہ مین اجرت بدل ہوتی ہے جیسے بیع مین ثمن ہوتا ہے تو ضرور ہے کہ دونون گواہون مین سے ایک کی تکذیب کی ہے پس اُسکی گواہی قبول نہو گی۔ اور اگر دونون کے پاس گواہ نہون اور اجارہ واقع ہونے پر دونون نے اتفاق کیا اور استیفاء منفعت سے پہلے اجرت مین اختلاف کیا تو باہم قسم کھا کر اجارہ فسخ کر دین اسی طرح اگر چوپایہ سواری کے لیے کرایہ لیا اور مستاجر نے کہا کہ کوفہ سے بغداد تک پانچ درہم مین ٹھہرا ہے اور چوپایہ کے مالک نے کہا کہ کوفہ سے صراۃ تک جو بغداد و کوفہ کے بیچ مین ہے دس درہم کو ٹھہرا ہے تو بھی دونون سے قسم لیجاویگی اور بعد قسم کھانے کے اگر دونون مین سے کسی نے اپنے گواہ قائم کیے تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو چوپایہ کے مالک کے گواہ کرایہ کی زیادتی پر قبول ہونگے اور مستاجر کے گواہ زیادتی

زیادتی مسافت پر قبول ہونگے اور یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور پہلے امام اعظم رح فرماتے تھے کہ بغداد تک ساڑھے بارہ درم پر ڈگری ہوگی اور اگر دونوں نے جگہ و مقام میں اتفاق کیا مگر جنس اجرت میں اختلاف کیا تو چوپایہ کے مالک کے گواہ مقبول ہونگے اور اگر اُسکو بغداد تک سوار ہو کے گیا اور کہا کہ تو نے مجھے یہ چوپایہ عاریت دیا ہے اور اُسکے مالک نے کہا کہ میں نے تجھے ڈیڑھ درم میں کرایہ دیا ہے تو مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اُس پر ضمان یا اجرت واجب نہ ہوگی۔ اور اگر موجر نے گواہ قائم کیے پس ایک گواہ نے ایک درم کرایہ کی گواہی دی اور دوسرے نے ڈیڑھ درم کی گواہی دی تو ایک درم کی ڈگری کیجاویگی یہ مبسوط میں ہے۔ رنگریز نے انکار کیا اور کہا کہ مجھے اس شخص نے کوئی کپڑا نہیں دیا ہے پھر دو گواہ قائم ہوئے ایک نے گواہی دی کہ اُسنے سرخ رنگنے کے واسطے دیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اُسنے زرد رنگنے کے واسطے دیا ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر زید نے عمرو پر دعوی کیا کہ اُسنے مجھے معین دو ٹٹو بغداد تک دس درم میں کرایہ دیے ہیں اور اس دعوی پر گواہ قائم کیے اور عمرو نے گواہ دیے کہ عمرو نے ان دونوں ٹٹوؤں میں سے ایک ٹٹو معین دس درم میں بغداد تک کے واسطے کرایہ دیا ہے تو امام اعظم رح پہلے فرماتے تھے کہ دونوں ٹٹوؤں کے پندرہ درم پر بغداد تک اجارہ دینے کا حکم دیا جائیگا بشرطیکہ دونوں کا اجر المثل یکساں ہو پھر اس قول سے رجوع کیا اور کہا کہ دونوں ٹٹوؤں کے دس درم پر بغداد تک اجارہ دینے کی ڈگری کیجاویگی اور یہی امام ابو یوسف و امام محمد رح کا قول ہے۔ اور یہ جو مذکور ہوا اسوقت ہے کہ دونوں نے جنس اجرت میں اتفاق کیا ہو اور اگر اختلاف کیا مثلاً ٹٹو کے مالک نے کہا کہ میں نے ان دونوں میں سے ایک ٹٹو ایک دینار میں بغداد تک تجھے کرایہ پر دیا ہے اور اُسپر گواہ قائم کیے اور مستاجر نے کہا کہ تو نے دونوں ٹٹو دس درم میں بغداد تک کے واسطے اجارہ دیے ہیں تو یوں ڈگری کیجاویگی کہ اُسنے دونوں ٹٹو ایک دینار اور پانچ درم میں بغداد تک اجارہ دیے بشرطیکہ دونوں کا اجر المثل یکساں ہو یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دو ٹٹو کرایہ کیے یعنی ایک ٹٹو معین مقام حیرہ تک اور دوسرا معین مقام قادسیہ تک کرایہ لیا پھر دونوں کو قادسیہ کی طرف آگے بڑھا لیگیا یعنی حیرہ سے آگے بڑھ گیا پھر ایک ٹٹو مر گیا اور موجر و مستاجر نے اختلاف کیا اور موجر نے کہا کہ جو ٹٹو مر گیا ہے اُسکو فقط حیرہ تک کے واسطے تو نے کرایہ لیا تھا پھر جب تو آگے لیگیا تو تو نے مخالفت کی اور تو ضامن ہوا اور مستاجر نے کہا کہ جو ٹٹو مر گیا ہے اُسکو میں نے قادسیہ تک کے واسطے اجارہ لیا تو موجر کا قول قبول ہوگا اور مستاجر اُسکی قیمت کی ضمان ادا کرے یہ غیاثیہ میں ہے۔ اور اگر مستاجر نے اجارہ کا دعوی کیا یعنی اُسنے مجھے اجارہ دیا ہے اور ٹٹو کے مالک نے انکار کیا پھر ایک گواہ نے یوں گواہی دی کہ مستاجر نے بغداد تک خود سوار ہو جانے کے واسطے دس درم میں کرایہ لیا ہے اور دوسرے گواہ نے یہ گواہی دی کہ اُسنے بغداد تک خود سوار ہونے اور یہ اسباب لادنے کے واسطے اجارہ لیا ہے اور مستاجر اسی امر کا مدعی ہے جو دوسرے گواہ نے گواہی دی ہے تو گواہی جائز نہیں ہے اسی طرح اگر دونوں گواہوں نے بوجھ میں اختلاف کیا ایک نے ایک قسم کا بوجھ بتلایا اور دوسرے نے دوسری قسم کے بوجھ کی گواہی دی تو بھی گواہی قبول نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص کشتی پر بصرہ سے آمل تک سوار ہوا پھر مالک کشتی نے کہا کہ میں نے تجھے آمل تک پانچ درم کرایہ پر سوار کیا ہے اور سوار ہونے والے نے ملاح سے کہا کہ تو نے مجھے دس درم پر اسواسطے اجیر مقرر کیا تھا کہ میں آمل تک سکان کشتی کو تھام کر کھیتا چلا چلوں تو دونوں میں سے ہر ایک سے دوسرے کے دعوی پر قسم لیجاویگی اور دونوں میں سے کسی کو اولیت نہیں ہے کہ اُسکے واسطے پہلے قسم لیجاوے پس قاضی کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں سے جس سے چاہے قسم لینا شروع کرے اور اگر دونوں کے نام قرعہ ڈالے تو بہتر ہے پس اگر دونوں نے قسم کھالی تو کسی کا دوسرے پر

کچھ کرایہ واجب نہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو سوار ہونیوالے کے گواہ قبول ہونگے اور اُسکے نام مالک کشتی پر دس درم اجرت کی ڈگری کردیجاویگی اور کشتی والے کے نام سوار پر کچھ ڈگری نہوگی کیونکہ جب دونون نے گواہ قائم کیے تو ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا دونون امر واقع ہوے پھر کشتی والے نے جو سوار ہونیوالے کے ساتھ سوار کرنیکا اجارہ کیا ہو وہ باطل ہوجائیگا کیونکہ ملاح کے واسطے تو خود ہی بلا کرایہ سوار ہونا ضرور ہی - ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تجھے ترمذ سے بلخ تک دس درم کرایہ پر اپنے خچر پر سوار کیا ہی اور مدعا علیہ نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے مجھے اسواسطے مزدور مقرر کیا کہ مین بلخ مین فلان شخص کو بحفاظت پہونچا دون اور پانچ درم اجرت ٹھہرائے ہین تو بھی ہر ایک سے دوسرے کے دعوی پر قسم لیجائیگی پس اگر دونون نے قسم کھالی تو کسی پر کچھ واجب نہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو خچر کے مالک کے گواہ مقبول ہونگے کیونکہ مستاجر پر خچر کی حفاظت واجب ہی پس اجارہ حفاظت کے واسطے باطل ہوگیا یہ ظہیریہ مین ہی - مستاجر نے کہا کہ مین نے قادسیہ تک کے واسطے ایک درم مین کرایہ لیا اور موجر نے کسی اور موضع کا نام لیا حالانکہ مستاجر اُسپر قادسیہ تک سوار ہوا ہی تو اسصورت مین مستاجر پر کچھ کرایہ واجب نہوگا کیونکہ اُسنے عقد اجارہ کی مخالفت کی ہی یہ سراجیہ مین ہی - اور اگر موجر نے کہا کہ مین نے تجھے اس موضع تک اپنا ٹٹو کرایہ پر دیا ہی اور سوار نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے مجھے عاریت دیا ہی اور اس موضع سے آگے بڑھا لیگیا اور ٹٹو مرگیا تو ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی - اگر کوئی شخص کسی شخص کا ٹٹو حیرہ تک سوار ہوکر لیگیا اور ٹٹو کے مالک نے کہا کہ مین نے جبانہ تک تجھے ایک درم مین کرایہ دیا تھا اور تو اُسکو آگے لیگیا اور جو شخص سوار ہوکر لے گیا ہی اُسنے کہا کہ تو نے مجھے عاریت دیا تھا اور اُسپر قسم کھالی تو کرایہ سے بری ہوجائیگا پھر اگر ٹٹو کے مالک نے گواہ قایم کیے کہ مین نے اسکو حیرہ تک ایک درم مین کرایہ پر دیا تھا تو قبول نکیے جاوینگے اور اگر ٹٹو کے مالک نے دعوی کیا کہ مین نے اسکو صالحین تک ڈیڑھ درم مین کرایہ پر دیا ہی اور ایک گواہ نے اُسکے حق مین یون ہی گواہی دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اُسنے صالحین تک ایک درم مین کرایہ پر دیا ہی تو مستاجر پر ایک درم کی ڈگری کردی جاویگی بشرطیکہ مستاجر سوار ہوا ہو یہ مبسوط مین ہی - اور اگر ٹٹو کے مالک نے دو گواہ قائم کیے اور اُنمین سے ایک گواہ نے اُسکے حق مین ڈیڑھ درم کی گواہی دی تو مستاجر پر ایک درم کی ڈگری ہوگی - اور اگر موجر نے دو درم پر اجارہ دینے کا دعوی کیا پھر ایک گواہ نے ایک درم پر اجارہ دینے کی اور دو گواہون نے دو درم پر اجارہ دینے کی گواہی دی تو امام اعظم رح کے نزدیک مقبول نہونگے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - ایک شخص نے ایک سال کے واسطے ایک مکان کرایہ لیا پھر مستاجر نے دعوی کیا کہ مین نے گیارہ مہینے تک ایک درم مین کرایہ لیا اور ایک مہینہ تک نو درم مین یعنی بارہ مہینہ تک اس تفصیل سے کرایہ پر لیا ہی اور موجر نے دعوی کیا کہ مین نے ایکسال تک دس درم مین کرایہ پر دیا ہی اور ہر ایک نے اپنے دعوے پر گواہ قایم کیے تو امام ابو یوسف سے روایت ہی کہ موجر کے گواہون پر ڈگری کیجائیگی - اور اگر ان وجوہ مین مدت اجارہ گذر جانے یا جس مقام تک کے واسطے ٹٹو وغیرہ کرایہ لیا ہی وہان پہونچ جانے کے بعد اختلاف کیا تو قسم سے مستاجر کا قول قبول ہوگا اور دونون سے ہر ایک کے دعوے پر قسم نلیجاویگی یہ بالاجماع سب کے نزدیک ہی - اور اگر تھوڑی مدت گذرنے پر یا تھوڑی مسافت طی کرنے کے بعد دونون نے اجرت مین اختلاف کیا تو ہر ایک سے دوسرے کے دعوی پر قسم لیجاویگی اور جسوقت دونون نے قسم کھالی اُسوقت باقی مدت کا اجارہ فسخ کردیا جائیگا اور گذشتہ مدت یا مسافت کے حصہ اجرت مین مستاجر کا

قول قبول ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے - اور بھی امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ ایک مستاجر نے گواہ قائم کیے کہ میں نے یہ
مکان اس شخص سے دو مہینہ کے واسطے دس درم پر کرایہ لیا ہے اور مالک مکان نے گواہ دیے کہ میں نے اسکو
ایک مہینہ کے واسطے دس درم پر اجارہ دیا ہے تو میں کرایہ کی بابت مالک مکان کے گواہ قبول کرونگا اور مکان کو
ایک مہینہ کے واسطے دس درم پر قرار دونگا اور دوسرے مہینے میں مستاجر پر پانچ درم کرایہ قرار دونگا یہ محیط میں ہے - اور
جامع الفتاوی میں لکھا ہے کہ اگر موجر نے کہا کہ میں نے اس مہینہ تک تجھے یہ مکان دس درم پر کرایہ دیا ہے اور مستاجر
نے کہا کہ میں نے اس مہینہ اور دوسرے مہینہ تک پانچ درم میں کرایہ لیا ہے تو پہلے مہینہ میں دس درم واجب ہونگے
اور دوسرے مہینہ میں ڈھائی درم واجب ہونگے یہ تاتارخانیہ میں ہے - ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ میں نے
اپنا یہ بیت نو درم پر تین مہینہ کے واسطے بحساب تین درم ماہواری کے کرایہ پر دیا ہے اور مستاجر نے گواہ دیے کہ مستاجر
نے چھ مہینے کے واسطے بحساب ایک درم ماہواری کے کرایہ پر لیا ہے تو مستاجر پر تین مہینے کے واسطے نو درم واجب
ہونگے اور پھر تین مہینہ تک تین درم واجب ہونگے یہ محیط سرخسی میں ہے - ہشام رحمہ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو یوسف
سے دریافت کیا کہ ایک شخص کے قبضہ میں ایک مکان ہے کہ اسمیں وہ شخص ایک مہینہ تک رہا ہے پھر دو شخصوں میں سے
ہر ایک نے یہ گواہ قائم کیے کہ یہ میرا مکان ہے میں نے اس قابض کو دس درم پر اسی مہینے کے واسطے کرایہ دیا ہے اور
قابض ان دونوں کے دعوی سے منکر ہے تو امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ وہ مکان دونوں مدعیوں میں نصفا نصف تقسیم ہوگا
اور استحسانا ہر ایک کو پانچ پانچ درم ملینگے اور قیاس کی دلیل سے ہر ایک کو دس درم ملنے چاہیے ہیں یہ محیط میں ہے - نوادر
ہشام میں امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ ایک شخص نے درزی کو ایک کپڑا دیا پھر مالک نے کہا کہ میں نے تجھے
ایک درم اجرت پر کپڑا دیا ہے اور درزی نے کہا کہ تو نے کچھ اجرت بیان نہیں کی ہے تو کپڑے کے مالک کا قول قبول ہوگا
اور اگر کپڑے کے مالک نے کہا کہ میں نے کچھ اجرت نہیں ٹھہرائی تھی اور تو نے بطور احسان کے یہ کپڑا سی لیا تھا
اور درزی نے کہا کہ تو نے اجرت ٹھہرائی تھی تو کپڑے کے مالک سے قسم لیجاویگی اور درزی کو اجر المثل ملیگا یہ ذخیرہ میں
ہے کتاب الاصل میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے رنگریز کو سرخ رنگنے کے واسطے کپڑا دیا اور اس نے عصفر سے جس قدر سرخ
مستاجر نے بیان کر دیا تھا سرخ رنگ دیا پھر دونوں نے اجرت میں اختلاف کیا رنگریز نے کہا کہ میں نے ایک درم
پر کام کیا ہے اور کپڑے کے مالک نے کہا کہ دو دانگ پر کام کیا ہے - پس اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو رنگریز کے
گواہ مقبول ہونگے - اور اگر دونوں نے گواہ قائم نہ کیے تو میں دیکھونگا کہ عصفر سے کپڑے کی قیمت میں کس قدر زیادتی
ہوگئی پس اگر ایک درم یا زیادہ کی ہوگئی ہے تو پہلے رنگریز سے قسم لیجاویگی واللہ میں نے دو دانگ میں نہیں رنگا
ہے پھر اسکو ایک درم دلا دونگا اور اس سے زیادہ نہ کیا جائیگا - اور اگر عصفر سے صرف دو دانگ یا اس سے کم زیادتی
ہوئی ہے تو رنگریز کو دو دانگ دلا دونگا مگر پہلے کپڑے کے مالک سے قسم لونگا کہ واللہ میں نے فقط دو دانگ پر اس سے
رنگایا ہے اور دو دانگ سے کمی نہ کیجائیگی - اور اگر عصفر سے نصف درم کی زیادتی ہوگئی تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ پہلے
رنگریز سے قسم لیکر کہ واللہ میں نے دو دانگ پر نہیں رنگا ہے پھر اسکو نصف درم دلا دونگا اور جہانتک ایسا ہو کہ اتنی
کچھ قیمت ہوتی ہے اسمیں بھی یہی حکم ہے یہ بدائع میں ہے - اور اگر سیاہ رنگنے کے واسطے دیا ہو تو قسم سے کپڑے
کے مالک کا قول قبول ہوگا - اور اگر کپڑے کے مالک نے کہا کہ تو نے مجھے بلا اجرت رنگ کر دیا ہے تو اسی کا قول

قبول ہوگا اسی طرح جو کپڑا ایسے رنگ سے رنگا جاوے کہ جس سے قیمت گھٹ جاتی ہو اس میں بھی یہی حکم ہے اور جو رنگ ایسے ہیں کہ قیمت بڑھا دیتے ہیں انہیں اگر مالک نے کہا کہ تو نے بلا اجرت رنگ دیا ہے اور رنگریز نے کہا کہ ایک درم کے عوض رنگا ہے تو ہر ایک سے دوسرے کے دعوی پر قسم لیجائیگی اور یہ باہمی قسم اس وجہ سے نہیں ہے کہ دونوں نے عقد اجارہ کے بدل میں یعنی اجرت میں اختلاف کیا ہو بلکہ دونوں پر قسم یوں آتی کہ رنگریز نے مالک پر ایک درم کا دعوی کیا اور مالک منکر ہے اس واسطے مالک پر قسم عائد ہوتی اور مالک دعوی کرتا ہے کہ رنگریز نے رنگ کچھ ہبہ کیا اور چونکہ اسکی ملک کی چیز سے جو متصل ہو گیا اس سے اس میں ملکیت پوری ہوگئی اور رنگریز نے اس سے انکار کیا اس واسطے اسپر بھی قسم عائد ہوئی پس دونوں پر قسم عاید ہوئی۔ پھر کپڑے کا مالک رنگ کے عوض اس مقدار کو دیگا جسقدر اسکے کپڑے میں بوجہ رنگ کے قیمت زیادہ ہو گئی ہو مگر ایک درم سے زیادہ نہ کیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر دونوں نے اصل اجرت میں اختلاف کیا اور مالک نے کہا کہ تو نے مفت بلا اجرت یہ کپڑا گندی کر دیا ہے اور گندی گر نے کہا کہ نہیں بلکہ اجرت پر میں نے کام کیا ہے پس اگر دونوں نے کام سے فارغ ہونے سے پہلے ایسا اختلاف کیا تو دونوں سے باہم قسم لیجائیگی اور پہلے مستاجر سے شروع کیا جائیگا اور اگر کام سے فارغ ہونے کے بعد ایسا اختلاف کیا تو کپڑے کے مالک کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر دونوں نے اتفاق کیا کہ مالک نے گندی گر کو اپنا کپڑا دیا مگر اجرت بیان نہیں کی تو اسکا حکم کتاب میں مذکور نہیں ہے اور فقیہ ابو اللیث نے عیون المسائل میں لکھا ہے کہ امام محمد کے قول میں اور مشائخ نے قول بیان کر دیے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر گندی گر نے اسی کام کے واسطے کوئی دوکان کرایہ لی ہو تو اجرت واجب ہوگی ورنہ نہیں اور اسی قول پر فتوی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر گندی گر اور مالک ثوب نے مقدار اجرت میں اختلاف کیا پس اگر اسنے کام شروع نہ کیا ہو تو دونوں سے باہم قسم لیجاویگی اور عقد اجارہ رد کر دیا جائیگا اور اگر کام سے فارغ ہو گیا ہو تو کپڑے کے مالک کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر کچھ کام کیا ہو تو جسقدر کام کیا اسمیں قسم سے کپڑے کے مالک کا قول قبول ہوگا اور باقی میں بعض کو کل پر قیاس کر کے یہ حکم دیا جائیگا کہ باہم قسم کھاویں یہ محیط میں ہے اور اگر اجرت کی جنس میں کہ درم ہیں یا دینار ہیں یا صفت میں کہ جید ہیں یا ردی ہیں اختلاف کیا پس اگر کام شروع کرنے سے پہلے اختلاف کیا تو باہم قسم لیجاویگی اور اگر اجرت مال عین ہو پس اگر اسکی جنس یا مقدار میں اختلاف کیا تو دونوں سے قسم لیجاویگی اور اگر اسکی صفت میں اختلاف کیا تو باہم قسم نہ لیجاویگی بلکہ مستاجر کا قول قبول ہوگا بخلاف اسکے اگر اجرت مال دین ہو تو یہ حکم نہیں ہے۔ اور اگر دونوں نے مقدار منفعت میں اختلاف کیا اور یہ اختلاف منفعت حاصل کرنے سے پہلے ہوا تو مثل مال عین کی بیع کے اسمیں بھی دونوں سے قسم لیجائیگی پھر بعد اسکے اگر اجرت میں اختلاف ہو تو پہلے مستاجر سے قسم لینا شروع کیا جائیگا اور اگر منفعت میں اختلاف ہو تو پہلے موجر سے قسم لینی شروع کیجائیگی اور دونوں میں سے جو شخص قسم سے نکول کریگا اسی پر دوسرے کا دعوی ثابت و لازم ہو جائیگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے پس اگر اجرت میں اختلاف ہو تو موجر کے گواہ قبول ہونگے اور اگر منفعت میں اختلاف ہو تو مستاجر کے گواہ قبول ہونگے۔ اور اگر موجر نے اجرت میں زیادتی کا دعوی کیا اور مستاجر نے منفعت مستحقہ میں زیادتی کا دعوی کیا تو باہم قسم لینے میں وہی صورت ہے جو ہم نے بیان کی اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو ہر ایک کے گواہ اسکے دعوے پر قبول ہونگے مثلاً اگر موجر نے دس درم ماہواری کا دعوی کیا اور مستاجر نے دو مہینہ تک پانچ درم میں اجارہ لینے کا دعوی کیا تو دو مہینے میں دس درم کرایہ کی ڈگری کیجائے

اور اگر دونون مین سے کسی کے پاس گواہ نہون اور مستاجر کچھ منفعت حاصل کر چکا ہو تو مدت گذشتہ مین منفعت حاصل شدہ کی
اجرت کی بابت مستاجر کا قول قسم کے ساتھ قبول ہوگا اور باقی کی بابت دونون سے قسم لیکر عقد فسخ کر دیا جاوے گا اور
اگر نوع اجرت مین اس طرح اختلاف کیا کہ ایک نے درم کا اور دوسرے نے دینار کا دعوی کیا تو باہمی قسم اور نکول
اور کسی ایک شخص کے گواہ قایم کرنے مین وہی حکم ہو جو ہمنے بیان کر دیا۔ اور اگر دونون نے گواہ قایم کیے تو موجر کے
گواہ قبول ہونگے اور اگر باوجود اسکے مدت یا مسافت مین بھی اختلاف کیا مثلاً موجر نے کہا کہ مین نے تجھے قصر نعمان تک
ایک دینار مین کرایہ دیا ہو اور مستاجر نے کہا کہ نہین بلکہ کوفہ تک دس درم مین اجارہ لیا ہو اور دونون نے گواہ قایم
کیے تو کوفہ تک ایک دینار اور پانچ درم مین کرایہ ہونے کا حکم دیا جائیگا یہ محیط مین ہو۔ اور اگر دونون نے دو جنس مین
اختلاف کیا اور موجر نے کہا کہ مین نے تجھے یہ ٹٹو قصر نعمان تک ایک دینار مین کرایہ دیا ہو اور مستاجر نے کہا کہ نہین بلکہ کوفہ
تک دس درم مین دیا ہو تو دونون سے باہم قسم لیجاویگی اور دونون مین سے جسنے نکول کیا اسی پر دوسرے کا دعوے
ثابت و لازم ہوگا اور جسنے گواہ قایم کیے اسکے گواہ قبول ہونگے اور اگر دونون نے گواہ قایم کیے تو کوفہ تک ایک
دینار و پانچ درم مین اجارہ ہونے کا حکم دیا جاوے گا بشرطیکہ قصر نعمان ٹھیک بیچ مین کوفہ و بغداد کے واقع ہو پس قصر نعمان
تک بعوض ایک دینار کے موجر کے گواہون پر اور قصر نعمان سے کوفہ تک پانچ درم مین مستاجر کے گواہون پر حکم دیا جائیگا
یہ فتاوای قاضیخان مین ہو۔ اور اگر دونون نے اجرت و مدت دونون مین یا اجرت و مسافت دونون مین اختلاف کیا
اور موجر نے کہا کہ مین نے قصر نعمان تک دس درم مین دیا ہو اور مستاجر نے کہا کہ نہین بلکہ کوفہ تک پانچ درم مین دیا ہو تو
دونون سے باہم قسم لیجائیگی اور جب دونون نے قسم کھالی تو عقد فسخ کر دیا جائیگا اور اگر دونون مین سے کسی نے
گواہ قایم کیے تو مقبول ہونگے اور اگر دونون نے گواہ قایم کیے تو دونون فریق گواہون پر ڈگری ہوگی پس اجرت کی
زیادتی مین موجر کے گواہون پر اور مدت یا مسافت کی زیادتی مین مستاجر کے گواہون پر حکم ہوگا اور دونون
مین سے جسنے پیشتر دعوی کیا اسی کے واسطے دوسرے سے پہلے قسم لینی شروع کیجاویگی یہ خزانۃ المفتین مین ہو امام
ابو یوسف نے فرمایا کہ ایک شخص نے جوتی ٹانکنے والے کو ٹانکنے کے واسطے جوتی دی اسنے کہا کہ تو نے مجھے دو درم پر
ٹانکنے کے واسطے دی ہو اور مستاجر نے کہا کہ ایک درم پر دی ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر موچی بدون ضرر پہونچانے کے اسکا
پیوند جدا کر سکتا ہو تو اسی کا قول قبول ہوگا اور اپنا پیوند جدا کر لے۔ اور اگر بدون ضرر کے نہین جدا کر سکتا ہو تو جسقدر
اسنے زیادتی کر دی ہو اسکی اجرت دیجائیگی یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اور اگر کپڑے کے مالک و درزی نے باہم اختلاف کیا کپڑے
کے مالک نے کہا کہ مین نے تجھے قبا سینے کا حکم دیا تھا اگر تو نے قمیص قطع کر کے سی دی ہو۔ اور درزی نے کہا کہ نہین
بلکہ تو نے قمیص سینے کا حکم کیا تھا تو قسم سے کپڑے کے مالک کا قول قبول ہوگا اور اسکو اختیار ہوگا کہ چاہے قمیص لیکر درزی
کو اجر المثل دیدے یا درزی سے اپنے ثابت کپڑے کی قیمت لے لے یہ ظہیریہ مین ہو۔ اور شیخ علاء الدین اسبیجابی نے
شرح کافی مین فرمایا کہ اگر اس صورت مین دونون نے گواہ قایم کیے تو درزی کے گواہ قبول ہونگے یہ غایۃ البیان مین
ہو۔ اگر رنگریز اور کپڑے کے مالک نے اختلاف کیا مالک نے کہا کہ مین نے عصفر سے رنگنے کا حکم دیا ہو اور رنگریز نے
کہا کہ نہین بلکہ زعفران سے رنگنے کا حکم کیا ہو تو بالاجماع کپڑے کے مالک کا قول قبول ہوگا یہ بدائع مین ہو۔ ایک شخص
نے ایک قفیز عصفر سے رنگنے کے واسطے کپڑا دیا پھر رنگریز نے کہا کہ مین نے ایک قفیز سے رنگ دیا ہو اور مالک نے

کہا کہ چوتھائی قفیز سے رنگا ہی تو دوسرے رنگریزون کو دکھایا جائیگا اگر انھون نے کہا کہ ایسا رنگ چوتھائی قفیز سے ہوسکتا ہی تو کپڑے کے مالک کا قول قبول ہوگا اور رنگریز کے گواہ قبول ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اجارات کتاب الاصل مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے حجام کو اپنا دانت اکھاڑنے کا حکم دیا اُسنے اُکھاڑ دیا پھر دونون نے اختلاف کیا مستاجر نے کہا کہ مین نے اس دانت کے سوائے دوسرا دانت اکھاڑنے کا حکم دیا تھا اور حجام نے کہا کہ اسی دانت کے اکھاڑنے کا حکم کیا تھا تو مستاجر کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر حجام نے وہی دانت اکھاڑا جسکے اکھاڑنے کا حکم کیا تھا مگر اُسکے ساتھ متصل دوسرا دانت تھا کہ وہ بھی اکھڑ آیا تو ضامن نہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر جراح کو حکم دیا کہ میرے بدن سے کچھ جدا کردے یا پھوڑا چیر دے پھر دونون نے اختلاف کیا تو قسم سے مستاجر کا قول قبول ہوگا کیونکہ حکم اُسی کی طرف سے پایا گیا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ قال رضی اللہ عنہ کسی نداف کو ایک کپڑا دیا کہ اُسپر روئی دھنکر چڑھا دے اور حکم دیا کہ اپنی طرف سے جسقدر جی چاہے بڑھا دے پھر نداف نے بیس سیر روئی دھنکر چڑھا کر دیدی پھر کپڑے کے مالک نے کہا کہ مین نے تجھے پندرہ سیر روئی دی تھی اور کہا تھا کہ اپنے پاس سے ڈال دینا اور تو نے فقط پانچ سیر روئی بڑھائی اور نداف نے کہا کہ تو نے مجھے دس سیر دی تھی اور کہا تھا کہ دس سیر اپنے پاس سے ڈال دے اور مین نے دس سیر بڑھا دی تو قول نداف کا قبول ہی اور قبا کے مالک پر واجب ہی کہ دس سیر روئی اُسکو دیدے۔ اور بھی اگر باہم یہ مین اختلاف کیا اور قبا کے مالک نے کہا کہ مین نے تجھے پندرہ سیر روئی دیکر حکم دیا تھا کہ پندرہ سیر اپنے پاس سے بڑھا دے اور نداف نے کہا کہ تو نے مجھے دس سیر دیکر دس سیر بڑھانے کا حکم کیا تھا اُسی کے موافق مین نے بڑھا دی ہی تو قبا کے مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے اُسکی تصدیق کرکے دس سیر روئی دیدے یا اپنے کپڑے کی قیمت اور دس سیر روئی کے مثل روئی لے لے اور وہ کپڑا نداف کا ہو جائیگا یہ محیط مین ہی۔ ایک درزی کو کپڑا دیا کہ اُسکی دُہری روئی دار قبا سی کر لاوے اور اُسکو استر روئی دیدی اور اُسنے سی کر پھر کر تیار کردی اور دونون نے کام واجرت پر اتفاق کیا مگر کپڑے کے مالک نے یہ کہا کہ یہ استر میرا نہین ہی تو قسم سے درزی کا قول قبول ہوگا یعنے قسم کھاوے کہ یہ استر اُسی کا ہی پس اگر اُسنے قسم کھالی تو وہ استر کپڑے کے مالک کو لازم ہوگا اور اُسکو جائز ہوگا کہ اُسکو لیکر پہنے یہ کبری مین ہی۔ اگر کسی دھوبی کو کپڑا دیا کہ اُسکو ایک درم مین کندی کردے پھر دھوبی نے اُسکو ایک کپڑا دیا اور کہا کہ یہ تیرا کپڑا ہی اور کپڑے کے مالک نے کہا کہ یہ میرا کپڑا نہین ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک دھوبی کا قول قبول ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور دھوبی کو مزدوری ملیگی یہ خلاصہ مین ہی اسی طرح اگر دھوبی نے دعوی کیا کہ مین نے وہ کپڑا مالک کو واپس کردیا ہی تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہی کیونکہ انکے نزدیک دھوبی اسصورت مین امین ہی اور اسی طرح ہر اجیر مشترک انکے نزدیک امین ہوتا ہی اور امام ہی کے قول پر فتوے ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر کپڑے کے مالک نے کہا کہ یہ کپڑا میرا ہی مین نے اُسپر کندی کرنے کا تجھے حکم نہین دیا تھا اور جو کپڑا تجھے کندی کے واسطے دیا ہی وہ اسکے سوا دوسرا کپڑا ہی تو اسصورت مین مالک اس کپڑے کو لیلیگا اور اُسپر کچھ اجرت واجب نہوگی۔ اور اگر درزی کے ساتھ سینے وقطع کرنے کے کام مین ایسا اختلاف واقع ہو تو مالک اُس کپڑے کو نہین لے سکتا ہی مگر درزی اُسکی قیمت کی ضمان دیگا اور یہ کپڑا اُسی کے پاس اُسی کی ملک مین چھوڑنا پڑیگا اور یہ اختیار دھوبی کے مسئلہ مین دھوبی کو حاصل نہین ہوا اور اگر دھوبی سے ایسا اختلاف نہوا بلکہ یون ہوا کہ دھوبی نے آکر کہا کہ مین نے تیرا کپڑا دھو کر کندی کردیا اور تجھپر اجرت واجب ہوئی اور کپڑے کے مالک نے

کہا کہ تونے کچھ نہیں کیا بلکہ میں نے تیرے پاس یا تیرے گھر میں یا میرے اس غلام نے تیرے پاس یا تیرے گھر میں اُسے کندی کی ہی تو کپڑے کے مالک کی تصدیق نہوگی اور دھوبی کا قول قبول ہوگا- اسی طرح اس کام کے مشابہ جسقدر کام ہیں اگر کام کرنے والے کے پاس وہ چیز موجود تھی اور دونوں نے اختلاف کیا تو سب میں یہی حکم ہی- اور اگر دونوں اُس چیز پر قابض نہوں یا مالک اُسپر قابض ہو تو مالک کا قول قبول ہوگا پھر اگر دھوبی نے مالک سے قسم لینے کی درخواست کی تو میں اُس سے اسطرح قسم لونگا کہ واللہ اسکو اس دھوبی نے نہیں دھویا ہی مگر یون قسم لونگا کہ واللہ مجھپر اسکے اس کپڑے کی دھولائی کے اسقدر درام واجب نہیں ہین یہ خلاصہ میں ہی- اور اگر دھوبی نے اسکو کوئی کپڑا دیا اور کہا کہ یہ کپڑا تیرا ہی اُسنے لے لیا حالانکہ شکر ہی اور یقین کی کہ یہ میرے کپڑے کا عوض ہی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اسکو جائز نہیں ہی کہ اسکو پہنے یا فروخت کرے و لیکن اگر اُسنے دھوبی سے کہا کہ مین اُسکو اپنے کپڑے کے عوض لیتا ہون اور دھوبی نے کہا کہ ہان اچھا تو جائز ہی یہ فتاوے قاضی خان میں ہی- فتاوے سے منقول ہی کہ کپڑون کے مالک نے اپنا ایلچی اپنے چارون کپڑے لینے کے واسطے دھوبی کے پاس بھیجا پھر جب وہ لیکر آیا تو تین ہی کپڑے نکلے اور دھوبی نے کہا کہ مین نے چارون کپڑے اسکو دیدیے ہین اور ایلچی نے کہا کہ مجھے یون ہی دیدیے تھے گن کر نہین دیدیے تھے تو اسصورت مین کپڑون کے مالک سے دریافت کیا جائیگا پس اگر اُسنے دونون مین سے کسی شخص کی تصدیق کی تو وہی خصومت سے بری ہو جائیگا اور جسکی اُسنے تکذیب کی اگر اُسنے قسم کھالی تو بری ہو گیا اور اگر قسم سے انکار کیا تو اُسکے ذمہ دعوی لازم ہوگا- پس اگر مالک نے دھوبی کی تصدیق کی تو چوتھے کپڑے کی اجرت واجب ہوگی اور اگر اسکی تکذیب کی اور دھوبی نے قسم کھالی تو کپڑے کے مالک پر دھوبی کے لیے اجرت کی قسم عاید ہوگی پس اگر قسم کھالی تو چوتھے کپڑے کے حصہ اجرت کی خصومت سے بری ہو جائیگا یہ حاوی میں ہی-

متفرقات فتاوے دیناری میں ہی کہ گازرے را جامہ و سیم داد کہ قصارت آن کنی ہم در دو روز و بعد دو روزی نکرد و داشت چندانکہ ہلاک شد یعنی ایک دھوبی کو کپڑا اور اُسکی دھولائی کے واسطے مزدوری دی اور کہا کہ دو روز مین اُسکو دھو کر دیدے سو اُسنے نہ دھویا اور ڈال رکھا یہانتک کہ تلف ہو گیا قال رضی اللہ عنہ یعنی شیخ نے فرمایا کہ دھوبی ضامن ہوگا- اور اگر دونون نے اختلاف کیا اور کپڑے کے مالک نے کہا کہ بدان شرط دادہ ام کہ در دو روز تمام کنی یعنی مین نے اس شرط سے دیا تھا کہ دو روز مین دھو کر تمام کر دے اور یہ مدت گذر گئی پھر کپڑا تلف ہو گیا پس تجھپر ضمان واجب ہوگی اور دھوبی نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے مجھے مطلقاً دھونے کے واسطے دیا تھا کوئی مدت معین نہیں کی تھی اور ایسا اختلاف ایک مرتبہ واقع ہوا تھا جسپر فتوے طلب کیا گیا تھا اور ایسی صورت مین دھوبی کا قول قبول ہونا چاہیے کیونکہ وہی شرط منکر ہی- پھر اگر مستاجر نے دھوبی سے یہ شرط ٹھہرائی کہ ایک یا دو روز مین مثلاً کام سے فراغت کرے اور اُسنے مدت مقررہ مین پورا کام نہ کیا بلکہ چند روز بعد دھو کر دیا پس آیا اجرت واجب ہوگی یا نہیں اور یہ واقعہ بھی پیش آیا تھا جسپر فتوی طلب کیا گیا تھا پس ایسی صورت مین اجرت واجب نہونی چاہیے اس دلیل سے کہ بعد تلف ہونے کے اُسپر ضمان لازم آتی ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی- اگر کسی حمال کو کچھ اسباب دیا کہ اس موضع سے اٹھا کر پہنچا دے پھر دونون نے اختلاف کیا اور اسباب کے مالک نے کہا کہ یہ میرا اسباب نہیں ہی اور حمال نے کہا کہ یہی تیرا اسباب ہی تو قسم کے ساتھ حمال کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہ امین ہی اور مستاجر پر اجرت واجب نہوگی کیونکہ اُسنے استیفاء منافع کا اقرار نہین کیا ہی لیکن اگر حمال کی تصدیق کرکے اسکو لے لے تو واجب ہوگی- اسی طرح اگر اسکو گیہون اٹھانے کے واسطے حمال مقرر کیا اور حمال نے

پہونچاکر کہاکہ یہ بعینہ تیرے گیہون ہین - اور گیہون کے مالک نے کہاکہ میرے گیہون اس سے کھرے تھے تو قیاساً مالک کا قول مقبول ہوگا اور اجرت باطل ہوگی مگر استحساناً یہ ہو کہ حمال کا قول قبول ہوگا اور وہ اپنی اجرت لیگا - اور اگر ایسا اختلاف صفت مین نہین بلکہ دو نوع مختلف مین ہو مثلاً حمال نے جو لاکر ڈالے اور مالک نے کہاکہ گیہون تھے تو اجرت واجب نہوگی تاوقتیکہ مالک اُسکے قول کی تصدیق نکرے یہ محیط سرخسی مین ہی - ایک شخص نے اسباب کی گٹھریان ایک حمال کو دین کہ فلان شہر مین پہونچاکر فلان دلال کے سپرد کردے اُسنے پہونچاکر سپرد کرکے وزن کردین پھر دلال نے حمال سے کہاکہ گٹھریون کا بوجھ جو بارنامہ یا بارنامچہ مین لکھا ہی اُس سے کم نکلا اور مین بقدر کمی کے تجھے اجرت نہ دونگا پھر اسکے بعد دونون نے اختلاف کیا اور دلال نے کہاکہ مین نے تجھے پورا کرایہ ادا کردیا ہی اور حمال نے کہاکہ نہین ادا کردیا ہی تو حمال کا قول قبول ہوگا اور ان دونون مین سے کسی کو دوسرے سے کچھ خصومت کرنے کا استحقاق نہین ہی بلکہ یہ خصومت فقط حمال اور مالک کے درمیان ہوگی یہ خلاصہ مین ہی - عیون مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے ملاح کو چند کر گیہون اسواسطے دئیے کہ فی کر دو درم اجرت پر مثلاً فلان جگہ پہونچادے پھر جب اُسنے مقام مشروط پر پہونچائے تو مالک نے کہاکہ میرا اناج گھٹ گیا حالانکہ اُسنے ملاح کو ناپ کر دیا تھا اور ملاح نے کہاکہ کم نہین ہوا ہی تو مالک کا قول قبول ہوگا اور مالک سے کہا جائیگا کہ اُسکو ناپ دے تاکہ فی کر جو اجرت ٹھہری ہی اُسکے حساب سے ملاح اپنی اجرت لے لے - اور اگر اُسنے ملاح سے نقصان کی ضمان طلب کی اور اجرت پہلے دیچکا تھا تو ملاح کا قول قبول ہوگا کہ اناج پورا ہی اور مالک سے کہا جائیگا کہ اسکو ناپ دے تاکہ جسقدر تیرا اناج کم ہوا ہی اُسکی ضمان لے لے - صاحب کتاب لکھتا ہی کہ اس مقام پر امام محمد نے فرمایا کہ مالک سے کہا جائیگا کہ ناپ دے تاکہ جسقدر اناج کم ہوا ہی اُسکی ضمان لے اور اس کلام سے دو احتمال پیدا ہوتے ہین ایک یہ کہ امام محمد رح کی مراد یہ ہی کہ ناپ دے تاکہ بقدر نقصان کے اپنے کرایہ مین سے جو ادا کردیا ہی واپس لے اور دوسرا یہ کہ اناج ہی مین سے جسقدر کم ہوگیا ہی اُس قدر واپس لے جیساکہ ظاہر لفظ سے مفہوم ہی پس اگر پہلا احتمال مراد ہو تو یہ حکم سب ائمہ کے نزدیک بالاتفاق ہی اور اگر دوسرا احتمال مراد ہو تو امام اعظم کے نزدیک مالک کو ملاح سے اناج کی ضمان لینے کا اختیار نہین ہی مگر در صورتیکہ اُسنے کوئی خیانت یا تقصیر کی ہو تو البتہ ضمان لے سکتا ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ مضمرات مین ہی

دوسری فصل اُجرت مین عیب پائے جانے مین موجر اور مستاجر کے اختلاف کے بیان مین - اگر موجر نے اجرت مین عیب پاکر مستاجر کو واپس کرنی چاہی پس اگر اجرت مال دین یعنی درم یا دینار ہون یا سواے دراہم و دینار کے کوئی کیلی یا وزنی چیز اپنے ذمہ ٹھہرائی ہو یا مال عین ہو جیسے معین کپڑا یا معین گیہون ہون پس اگر مستاجر نے موجر کے قول کی تصدیق کی تو موجر کو ہر حال مین واپس کردینے کا اختیار ہی خواہ اجرت مال دین ہو یا عین ہو - اور اگر مستاجر نے اسکے قول کی تکذیب کی اور کہاکہ مین نے تجھے ایسی اجرت یعنی عیب دار نہین دی ہی پس اگر اجرت مال دین ہو پس اگر موجر نے قبضہ کرنے کے وقت کھری اجرت پر قبضہ کرنے یا استیفاء حق کا اقرار نکیا ہو فقط مثلاً دراہم وصول پانے کا اقرار کیا ہو تو قیاساً مستاجر کا قول قبول ہونا چاہئے اور استحساناً قسم کے ساتھ موجر کا قول قبول ہوگا اور اگر موجر نے وقت قبضہ کے کھرے دراہم پر یا اپنی اجرت پر قبضہ کرنے یا استیفاء حق کا اقرار کیا ہو تو موجر کے قول کی تصدیق نکیجاویگی اور نہ اُسکے گواہ مقبول ہونگے یہ محیط مین ہی اور اگر کسی مکان کے کرایہ مین کوئی معین کپڑا دیا اور موجر نے قبضہ کرلیا پھر عیب کی وجہ سے اسکو واپس کرنے لایا اور مستاجر نے کہاکہ یہ میرا کپڑا نہین ہی تو مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اگر موجر نے عیب ہونے پر گواہ قایم کیے تو واپس کرسکتا ہی

خواہ عیب تھوڑا ہو یا بہت ہو پھر اُسکے رد کرنے سے عقد اجارہ فسخ ہو جائیگا کیونکہ عقد سے جسکا استحقاق حاصل تھا اُسکا قبضہ جاتا رہا پس مستاجر سے سکونت کی قیمت یعنی مکان کا اجر المثل لے لیگا اور اگر اس کوٹھے میں کوئی ایسا عیب پیدا ہو گیا کہ جسکی وجہ سے واپس نہیں کر سکتا ہے تو مکان کے اجر المثل کے حساب سے لابد حصہ عیب کے واپس لیگا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک بنیے نے ایک شخص سے ایک بیت کرایہ لیا اور مدت تک اُسمین خرید و فروخت کرتا رہا پھر اُسکو چھوڑا اور جو کچھ اُسمین برتن وغیرہ تھے اسکی بابت اختلاف کیا اور مالک بیت نے کہا کہ جس دن تو نے مجھ سے کرایہ پر لیا ہے اسوقت یہ سب میرے مکان میں موجود تھے اور بنیے نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے خود رکھے ہیں تو قیاساً مالک بیت کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اور استحساناً مستاجر کا قول مقبول ہے اور یہی حکم طحان وغیرہ باقی پیشہ وروں میں ہے کہ اگر انھوں نے ایسی چیز میں اختلاف کیا جسکو عادت و رواج کے موافق مستاجر خود لا کر رکھتا ہے یا تیار کرتا ہے اور موجر نہیں کرتا ہے تو اسمین قیاس اور استحسان دو طرح سے حکم ہوگا۔ اور اس جنس کے مسائل میں حاصل یہ ہے کہ جو چیز ایسی ہو کہ جسکو عادت کے موافق مستاجر اپنی ضرورت کے واسطے تیار کرتا ہے اُسکی بابت مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اگر مالک مکان و مستاجر نے سوائے اُن چیزوں کے جو ہمنے بیان کر دی ہیں عمارت مکان میں اختلاف کیا یا دروازہ کی نسبت یا کسی لکڑی کی نسبت جو چھت میں ڈلوائی ہے اختلاف کیا اور موجر نے کہا کہ جسوقت میں نے تجھے مکان دیا ہے اُسوقت یہ چیز اُسمین موجود تھی اور مستاجر نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے بنوائی ہے تو قسم کے ساتھ مالک مکان کا قول قبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور صحن وغیرہ مکان کی بچھی ہوئی اینٹین پختہ اور غلق اور پرنالہ کی بابت اگر اختلاف ہو تو تو ظاہر یہ ہے کہ ایسی چیزیں مالک مکان بنواتا ہے۔ اور اگر مکان کے اندر کچی اور پکی اینٹین ڈھیر ہوں یا گچ یا دھنیاں یا کواڑ رکھے ہوں تو وہ مستاجر کی قرار دیجاوینگی اور اگر دونوں نے اپنے اپنے گواہ قایم کیے تو جن صورتوں میں ہمنے مستاجر کا قول قبول کرنے کا حکم دیا ہے اُن صورتوں میں گواہ موجر کے قبول ہونگے۔ اور اگر مکان میں پانی کا کنواں جگت بنا ہوا ہو یا پچہ پختہ سند لایا ہوا ہو اور مستاجر نے کہا کہ میں نے اسکو تیار کرایا ہے اور میں اسکو اُکھاڑ لونگا تو موجر کا قول قبول ہوگا اسی طرح اگر عمارت مکان میں گچ یا ستھرہ یا لکڑی لگی ہوئی ہو یا اوٹے ہوں تو بھی یہی حکم ہے اور اوٹوں سے مراد یہ ہے کہ عمارت مکان میں اوٹے بنے ہوئے ہوں اور اگر عمارت سے علیحدہ رکھے ہوں جیسے سیڑھی تو اُسمین مستاجر کا قول قبول ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مالک مکان نے اقرار کیا کہ مستاجر نے اسمین گچ کرائی یا اُسمین پختہ اینٹوں کا فرش کرایا یا اُسمین دروازہ یا غلق لگایا ہے تو مستاجر کو اُسکے اُکھاڑ لینے کا اختیار ہوگا اور اگر اُکھاڑنے سے مالک مکان کو ضرر پہونچتا ہو تو خصومت کے روز جو کچھ ان چیزوں کی قیمت ہو وہ قیمت مالک مکان پر مستاجر کو دینی واجب ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر تنور و چولھے میں اختلاف کیا کہ کس نے بنایا ہے تو مستاجر کا قول قبول ہوگا کیونکہ ظاہراً اُسی نے اپنی ضرورت سے بنایا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر مکان میں شہد کی مکھی کے چھتے یا کبوتر ہوں تو یہ سب مستاجر کو ملینگے جیسے رکھا ہوا اسباب اسکو ملتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ **قال المترجم** شہد کی مکھی کے چھتے میں بنا بر عرف کے کہ لوگ لا کر مکان میں رکھتے ہیں تاکہ مکھیاں شہد جمع کریں یہ حکم ہے اور عرف ہندوستان میں ایسا نہیں کرتے ہیں واللہ تعالی اعلم بالحکم۔ اور اگر مستاجر مکان میں سے چلا گیا پھر جو چیزیں مکان میں ہیں انکی نسبت اختلاف ہوا تو جو چیزیں مکان سے مرکب ہیں جیسے دروازہ اور دربند اور چبوترہ وغیرہ اُنمین مالک مکان کا قول مقبول ہوگا اور

چیزین ہین مالک ہین جیسے فرش اور برتن اور رکھی ہوئی لکڑیان وغیرہ انمین مستاجر کا قول قبول ہوگا یہ غیاثیہ مین ہی ولیکن اگر دروازہ کا ایک کواڑ چڑھا ہوا ہی اور دوسرا رکھا ہو یا دھنی کی نسبت اگر یہ معلوم ہو کہ یہ چھت مین سے گر پڑی ہی تو موجر ہی کا قول قبول ہوگا اُسی کو ملیگی اور تنور مین عرف کا اعتبار کیا جائیگا - اور اگر مکان مین سے کوئی بیت منہدم ہو گیا اور اُس افتادہ مین اختلاف کیا پس اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ یہ اُسی بیت منہدمہ کا ہی جو اس مکان سے تھا تو مالک مکان کا قول قبول ہوگا - ورنہ اگر یہ بات معلوم نہوئی ہو اور مستاجر نے کہا کہ میرا ہی تو اسی کا قول قبول ہوگا - اور اگر مالک مکان نے مستاجر کو حکم دیا ہو کہ مکان مین یہ بیت اس شرط سے بنوا دے کہ کرایہ مین سے اسکا خرچہ محسوب کر لینا پھر دونون نے اتفاق کیا کہ اسی طور پر بنوایا گیا ہی مگر خرچہ مین اختلاف کیا یعنی کسقدر خرچ ہوا ہی تو قول مالک مکان کا اور گواہ مستاجر کے قبول ہونگے اسی طرح اگر مالک مکان نے کہا کہ تو نے بنوایا نہین یا میری بلا اجازت بنوایا ہی تو بھی یہی حکم ہی یہ مبسوط مین ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ مالک مکان کا قول قبول ہونا (قبول قول مالک ۱۲) ایسی صورت مین جب ہی کہ اشکال و اشتباہ پیش آوے کہ اس صناعت کے داناکاریگرون کے خرچہ مین مختلف ہون بعضے کہتے ہین کہ ایسی عمارت کی بنوائی مین اسی قدر خرچہ پڑتا ہی جسقدر مالک مکان بیان کرتا ہی اور بعضے کہتے ہون کہ نہین بلکہ اسقدر پڑتا ہی جسقدر مستاجر کہتا ہی حتی کہ ان دونون کے قول مین سے کسی کے قول کی تصدیق ثالث کی طرف سے نہین ہو سکتی ہی تو ایسے وقت مین دعوی و انکار کا اعتبار کیا جائیگا پس مستاجر دعوی کرتا ہی کہ بہت کچھ مین نے ادا کر دیا اور مالک مکان منکر ہی اسواسطے اُسی کا قول قبول ہوگا اور اگر ایسا اشکال پیش نہ آوے بلکہ اس صناعت کے داناکار باتفاق بیان کرین کہ ایسی عمارت مین اسقدر خرچ ہوتا ہی جسقدر موجر یا مستاجر بیان کرتا ہی تو جسکے قول پر اتفاق ہوا اسکا قول قبول ہوگا یہ محیط مین ہی - اور اگر مکان کے دروازہ کے دو کواڑون مین سے ایک گرا پڑا ہو اور دوسرا دروازہ معلق ہو اور گرے ہوے مین اختلاف کیا تو مالک مکان کا قول قبول ہوگا بشرطیکہ یہ شناخت ہو جاوے کہ یہ گرا ہوا لگے ہوے کے جوڑ کا ہی اور اگر منقول ہو تو اسمین مستاجر کا قول قبول ہوگا - اور اگر کسی بیت کی چھت مین نقشی دھنیان پڑی ہوئی انمین سے کوئی دھنی گر پڑی اور مکان مین پڑی رہی اور مالک مکان نے کہا کہ یہ دھنی اسی چھت کی ہی اور مستاجر نے اختلاف کرکے کہا کہ نہین بلکہ میری ہی اور یہ ظاہر ہوا کہ اس دھنی کی تصویرین اور چھت کی دھنیون کی تصویرین یکسان و موافق ہین تو قسم کے ساتھ مالک مکان کا قول قبول ہوگا اگرچہ دھنی منقولہ ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اگر ایک بڑے مکان مین سے ایک منزل کرایہ پر لی اور ایک درم ماہواری کرایہ ٹھہرا حالانکہ اُس مکان مین کوئی رہتا تھا پھر مالک مکان مستاجر کو مکان مین لایا اور مستاجر اور منزل کے درمیان تخلیہ کر کے قبضہ کرا دیا اور کہا کہ اسمین رہا کر پھر جب دوسرا مہینہ شروع ہوا تو مالک منزل نے مستاجر سے کرایہ طلب کیا پس مستاجر نے کہا کہ مین اُس منزل مین رہا نہین ہون مجھے اس منزل مین رہنے سے فلان شخص نے جو مکان مین رہتا ہی یا غاصب نے روکا اور مانع ہوا حالانکہ مستاجر کے پاس کوئی گواہ نہین ہی اور وہ ساکن اس امر کا مقر ہی یا منکر ہی تو ساکن کے قول پر التفات نہوگا پس اختلاف فقط موجر و مستاجر مین رہگیا پس اگر وقت نزاع کے مستاجر اسمین رہتا ہو تو مالک مکان کا قول قبول ہوگا اور مستاجر پر کرایہ واجب ہوگا اور اگر اسوقت مستاجر کے سوا دوسرا شخص ساکن ہو تو مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اسپر کرایہ واجب نہوگا ایک شخص نے ایک درم ماہواری پر ایک مکان کرایہ لیا پھر جب مہینہ شروع ہوا تو موجر نے کرایہ طلب کیا پس مستاجر نے کہا کہ تو نے تو مجھے عاریت دیا تھا یا بلا کرایہ مجھے بسایا تھا اور مالک مکان اُس سے منکر ہی اور دونون کے پاس گواہ نہین ہین تو قسم کے ساتھ رہنے والے کا قول

قبول ہوگا اور اگر دونون کے پاس گواہ ہون اور قایم کیے تو مالک مکان کے گواہ مقبول ہونگے۔ اسی طرح اگر ساکن نے کہا کہ یہ مکان تو میرا ہی تیرا اسمین کچھ حق نہین ہی تو قسم کے ساتھ ساکن کا قول قبول ہوگا اور اگر ساکن نے کہا کہ یہ مکان فلان شخص کا ہی اُسنے مجھے اُسکی پرداخت کے واسطے وکیل کیا ہی تو ساکن کا قول قبول ہوگا اور مدعی کے مقابل مین خصم قرار دیا جائیگا۔ اور اگر مستاجر نے کہا کہ تو نے مجھے یہ مکان ہبہ کر دیا ہی پس کچھ کرایہ تجھے نہین چاہیے اور موجر نے کہا کہ نہین بلکہ مین نے تجھے کرایہ پر دیا ہی تو اجرت کے بارہ مین مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قایم کیے تو موہوب لہ کے گواہ مقبول ہونگے۔ اور یہ اسوقت ہی کہ ساکن نے کبھی اصل کرایہ کا اقرار نہ کیا ہو اور اگر اُسنے اصل کرایہ دینے کا اقرار کیا ہو پھر ہبہ یا عاریت کا دعوی کیا ہو تو اُسکی تصدیق نہ کیجاویگی اور اسپر کرایہ واجب ہوگا لیکن اگر گواہ قایم کرے تو ایسا نہوگا۔ اور مستاجر کو خیار رویت حاصل ہوتا ہی بشرطیکہ اُسنے کبھی دیکھا نہو پس اگر دونون نے اختلاف کیا اور مالک نے کہا کہ تو نے اُسکو دیکھا ہی اور مستاجر نے کہا کہ مین نے نہین دیکھا تھا تو اُسی کا قول قبول ہوگا پھر جب اُسنے نہ دیکھنے کی قسم کھالی تو واپس کر دیگا لیکن اگر گواہ قایم ہون کہ اُسنے دیکھا تھا تو واپس نہین کر سکتا ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک مہینہ کے واسطے ایک مکان کرایہ لیا پھر مستاجر نے دعوی کیا کہ موجر نے بعد اجارہ کے میرے ہاتھ یہ مکان فروخت کر دیا ہی اور موجر نے انکار کیا پھر اسکے بعد مدت گذر گئی تو مشائخ نے فرمایا کہ مدت گذشتہ کا اجارہ لازم ہوگا کیونکہ دونون نے اجارہ واقع ہونے پر اتفاق کیا ہی اور بیع ثابت نہین ہوئی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے شخص سے ایک منزل اس شرط سے اجارہ لی کہ اُسکا کرایہ یہ ہی کہ مستاجر جبتک اس مکان مین رہے تب تک اُسکے اور اُسکے عیال کا خرچہ اُٹھاوے اور کفالت کرے تو اجارہ فاسد ہی اور اگر مستاجر نے سکونت کی تو مثل اور اجارات فاسدہ کے اُسپر اجر المثل واجب ہوگا۔ اور اگر مستاجر نے کہا کہ مین نے تیرے عیال کو نفقہ دیا ہی اور موجر نے کہا کہ نہین دیا ہی تو موجر کا قول قبول ہوگا اور مستاجر کے گواہ مقبول ہونگے۔ اور اگر دس درم پر ایک مہینہ کے واسطے ایک مکان کرایہ لیا اور اسمین ایک یا دو روز رہا پھر یہ مکان بدل کر دوسرے مکان مین چلا گیا تو موجر کو پورے مہینہ کا کرایہ طلب کرنے کا اختیار ہوگا پھر اگر مستاجر نے کہا کہ مین نے ایک روز ہی کے واسطے کرایہ پر لیا تھا تو اسی کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قایم کیے تو موجر کے گواہ مقبول ہونگے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر کوئی مکان ایک مہینہ کے واسطے ایک درم مین کرایہ لیا اور اسمین دو مہینہ تک رہا تو اُسپر پہلے مہینے کا کرایہ واجب ہوگا دوسرے مہینے کا واجب نہوگا اور اگر دوسرے مہینے مین اسکی سکونت کی وجہ سے کچھ گر گیا تو اُسکا ضامن ہوگا اور اگر پہلے مہینہ کی سکونت کی وجہ سے کچھ منہدم ہوا ہو تو اُسکا ضامن نہوگا۔ اور اگر منہدم ہونے مین دونون نے اختلاف کیا اور مستاجر نے کہا کہ ماہ اول کی سکونت سے منہدم ہوا ہی اور موجر نے کہا کہ نہین بلکہ دوسرے مہینے تیری سکونت سے ہوا ہی اور تجھپر ضمان واجب ہی تو قسم کے ساتھ مستاجر کا قول قبول ہوگا اور مالک مکان کے گواہ مقبول ہونگے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر پہلے مہینے پر صرف ایک یا دو دن زیادہ ہوئے ہون اور مستاجر نے کہا کہ پہلے مہینے مین منہدم ہوا ہی تو اسی کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہ غاصب ہوگیا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ ایک شخص نے کوئی دار یا بیت ایک مہینہ تک رہنے کے واسطے کرایہ لیا اور مالک مکان نے اسکو کنجی دیدی پھر جب مہینہ گذر گیا تو مالک نے کرایہ طلب کیا اور مستاجر نے کہا کہ مین اس مکان کو کھول نہین سکا اور موجر نے کہا کہ تو اُسکے کھولنے پر قادر ہوا اور تو نے اسمین سکونت کی ہی اور دونون کے پاس گواہ نہین ہین تو جو کنجی اُسکو دی ہی اُسکو دیکھا جائیگا کہ کیا حال ہی پس اگر وہ کنجی غلق کے مناسب ہی

اور اُس سے دروازہ کھل سکتا ہو تو مالک مکان کا قول قبول ہوگا اور مستاجر کے اُس قول کی کہ یہ کھول نہ سکا تصدیق نہ کیجاویگی اور اگر وہ کنجی غلق کے مناسب نہو اور اُس سے دروازہ کھل نہ سکتا ہو تو مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اسی پر فتوی ہی اور اگر دونوں نے گواہ قایم کیے تو مالک مکان کے گواہ مقبول ہونگے اگرچہ وہ کنجی ایسی ہو کہ غلق کے مناسب نہین ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی - ایک شخص نے ایکسال کے واسطے مکان کرایہ دیا پھر جب سال گذر گیا تو مستاجر سے مکان لیکر اس مین جھاڑو دیکر خود رہنا شروع کیا اور مستاجر نے کہا کہ اسمین میرے درم تھے کہ تو نے جھاڑ کر پھینکدیے پس اگر مالک مکان نے اسکے قول کی تصدیق کی تو ضامن ہوگا اور اگر انکار کیا تو قسم سے مالک کا قول قبول ہوگا یہ کبرے مین ہی - اگر کسی شخص نے کچھ مدت معلومہ کے واسطے کسی سے حمام کرایہ لیا پھر حمام کی دیگون کی نسبت اختلاف کیا کہ یہ مستاجر کی ہین یا مالک حمام کی ہین تو مالک حمام کا قول قبول ہوگا اور اگر اجارہ کی مدت گذرنے پر حمام کے اندر بہت سی راکھ وگوبر نظر آیا اور مالک حمام نے کہا کہ گوبر میرا ہی اور مستاجر نے کہا کہ میرا ہی مین اُسکو اُٹھوا لونگا پس اگر یہ معلوم نہو کہ یہ گوبر حمام کرایہ دینے سے پیشتر مالک حمام کے پاس تھا تو مستاجر کا قول قبول ہوگا - اور راکھ کی نسبت یہ حکم ہی کہ اگر یہ راکھ مستاجر کے فعل سے جمع ہوئی ہی اور وہ مقر ہی تو اُسپر اسکا اُٹھوانا واجب ہوگا اور اگر اُسنے انکار کیا کہ میرے فعل سے نہین جمع ہوئی ہی تو اسی کا قول قبول ہوگا یہ محیط مین ہی - اور اگر کسی عورت نے کوئی زیور معلوم صبح سے رات تک پہننے کے واسطے اجارہ لیا تو جائز ہی اور اگر اُسنے اس روز یہ زیور کسی دوسری عورت کو پہنایا تو ضامن ہوگی اور اُسپر کچھ اجرت واجب نہوگی اور اگر دونوں نے اختلاف کیا اور زیور کے مالک نے کہا کہ تو نے خود پہنا ہی اور عورت نے کہا کہ مین نے غیر کو پہنایا ہی تو ذکر فرمایا کہ زیور کے مالک کا قول قبول ہوگا اور اُسکے معنے یہ ہین کہ دونوں نے اجرت مین اختلاف کیا اور مالک نے کہا کہ تو نے خود پہنا ہی پس تجھپر کرایہ واجب ہی اور عورت نے کہا کہ مین نے غیر کو پہنایا ہی تجھپر کرایہ واجب نہین ہی اور مشایخ نے فرمایا کہ جو حکم مکان کا ذکر فرمایا اُسی کے قیاس پر حکم ہونا چاہیے یعنے فی الحال دیکھنا چاہیے کہ اگر جھگڑے کے وقت عورت کے قبضہ مین موجود ہو تو زیور کے مالک کا قول قبول ہوگا اور اگر غیر کے پاس موجود ہو تو عورت کی بات مقبول ہوگی اور اگر زیور تلف ہوگیا تو زیور کے مالک کو اختیار ہوگا کہ عورت کی بات کی تصدیق کرکے اُس سے ضمان لے اور اجرت نہ لیگی چنانچہ اگر غیر کو پہنانا بالمعاینہ ثابت ہو تو یہی حکم ہی - اور اگر مالک نے اُسکی تکذیب کی تو عورت کو ضمان سے بری کردیا پھر مالک کا قول قبول ہوگا - اگر ٹٹو کے مالک اور مستاجر مین سواری لینے سے پہلے اختلاف ہوا اور مستاجر نے کہا کہ تو نے مجھے کوفہ سے بغداد تک دس درم مین کرایہ دیا ہی اور مالک نے کہا کہ مین نے کوفہ سے قصر ابن ہبیرہ تک جو ٹھیک بیچ مین واقع ہی دس درم پر کرایہ دیا ہی پس اگر دونوں سے کسی کے گواہ نہون تو باہمی قسم لینے کے بعد دونون آدمی عقد پھیر دین اور اگر دونوں مین سے کسی نے گواہ قایم کیے تو اُسپر حکم دیا جائیگا اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیے تو امام اعظم رح پہلے فرماتے تھے کہ بغداد تک پندرہ درم پر کرایہ ہونے کا حکم دیا جائیگا پھر اس قول سے رجوع کیا اور فرمایا کہ بغداد تک دس درم پر حکم کیا جائیگا اور یہی امام ابو یوسف اور امام محمد رح کا قول ہی یہ محیط مین ہی - اگر کسی شخص نے کسی موضع معلوم تک کوئی ٹٹو کرایہ لیا اور بیان نہ کیا کہ اسپر کیا لادیگا پھر اگر دونوں نے جھگڑا کیا تو اجارہ رد کردیا جائیگا اور اگر مستاجر اُسپر کوئی چیز لادلیگیا یا خود سوار ہوگیا تو استحسانًا اُسپر وہ کرایہ جو ٹھہرا ہی واجب ہوگا اسی طرح اگر کوئی غلام اجارہ لیا اور وہ کام بیان نہ کیا کہ جسکے واسطے اجارہ لیتا ہی تو بھی یہی حکم ہی یہ مبسوط مین ہی - اگر کسی شخص نے ایک ٹٹو کرایہ لیا اور موجر نے بدون زین ولگام کے اسکو دیا اور کہا کہ مین نے عریان ننگی پیٹھ تجھے اجارہ

دیا ہو زین یا لگام کے ساتھ نہیں دیا ہو اور مستاجر نے کہا کہ مین نے تجھ سے مع زین و لگام کرایہ پر لیا ہو تو ٹٹو کے مالک کا
قول قبول ہوگا یہ محیط مین ہی - اگر معین تین ٹٹو بغداد سے کوفہ تک اجارہ سے لیے تو جائز ہی اور جب اجارہ جائز ٹھہرا پس
موجر نے بعد تینون ٹٹو کسی دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کیے یا ہبہ یا صدقہ یا اجارہ یا عاریت یا ودیعت دیئے پھر مستاجر آیا اور
اُسنے وہ جانور کسی دوسرے شخص کے ہاتھ مین پائے اور اپنے اجارہ کے گواہ پیش کرنے چاہے پس آیا قبول ہونگے یا نہین
تو اُسکی دو صورتین ہین یا تو موجر موجود ہوگا یا غائب ہوگا پس اگر وہ حاضر ہو تو مستاجر کے گواہ قبول ہونگے اگرچہ موجر اقرار کرتا ہو
کہ مین نے اسکو اجارہ پر دیے ہین اور جب گواہ مقبول ہوئے اور موجر نے وہ جانور کسی کے ہاتھ فروخت کر دیے ہین پس اگر کسی
عذر کی وجہ سے مثلاً اسپر ایسا قرضہ تھا کہ اُسکی وجہ سے مقید ہوتا تھا اُسنے فروخت کر کے قرضہ ادا کیا تو مستاجر کو ان جانورون کے
لینے کی کوئی راہ نہین ہی اور اگر اُسنے بلا عذر فروخت کیے ہین تو مستاجر مستحق ہی جانور اسکو دلائے جاوینگے یہان تک کہ اُسکے
اجارہ کی میعاد منقضی ہو جاوے اور اگر اُسنے کسی کو اجارہ پر یا صدقہ مین یا ہبہ دیے ہون تو مستاجر ان جانورون کا مستحق
ہی یہان تک کہ اجارہ سے اپنی منفعت تمام حاصل کر لے پھر بعد اُسکے یہ تصرفات جائز ہونگے اور ان تصرفات کے حق مین یہی
حکم ہی جو بلا عذر فروخت کرنے کا حکم ہی یہ سب اُس صورت مین ہو کہ جب موجر موجود حاضر ہو اور اگر غائب ہو پس اگر جانورون
کا قابض مشتری یا متصدق علیہ یا موہوب لہ ہو تو مستاجر کے گواہ مقبول ہونگے کیونکہ ایسا قابض مقبوضہ مین اپنی ملک کا دعوی
کرتا ہی پس جو شخص مقبوضہ مین کسی حق کا دعوی کریگا اُسکے مقابل خصم قرار دیا جائیگا پھر بعد سماعت کے اگر موجر نے جانورون کو کسی
عذر کی وجہ سے فروخت کیا ہو تو مستاجر کو جانور نہیں مل سکتے ہین اور اگر بلا عذر فروخت کیے یا ہبہ یا صدقہ مین دیے ہون تو
مستاجر اپنی منفعت اجارہ حاصل کرنے تک اُنکا زیادہ حقدار ہی - اور اگر جانورون کا قابض کوئی مستاجر یا مستعیر یا مستودع ہو
اور مستاجر مدعی نے اُسکے قول کی تصدیق کی تو اُسپر مستاجر مدعی کے گواہون کی سماعت نہوگی پھر کتاب مین فرمایا کہ مستاجر اپنی منفعت
اجارہ حاصل کرنے تک اُن جانورون کا مستحق ہی اور یہ نہ فرمایا کہ پہلا مستاجر یا دوسرا مستاجر مستحق ہی اور اس صورت مین واجب
یہ ہی کہ دوسرا مستاجر مستحق ہو بخلاف اُس صورت کے کہ جب موجر خود حاضر ہو جیسا کہ مذکور ہوا اور واضح ہو کہ شیخ الاسلام خواہرزادہ
نے یہ مسئلہ اسی طور سے بیان کیا ہی اور اسمین دوسرے مستاجر کو پہلے مستاجر کا خصم و مدعا علیہ نہین ٹھہرایا یعنی اُسکے مقابلہ
مین گواہون کی سماعت نہ کی مگر شیخ الاسلام احمد زاہد طواویسی اور فخر الاسلام علی بزدوی نے ذکر کیا کہ پہلے مستاجر کے گواہ دوسرے
مستاجر قابض کے مقابلہ مین مقبول ہونگے اور دوسرے کو خصم قرار دیا اور دونون نے مستاجر مین اور مستعیر و مستودع مین فرق
کیا یعنی بمواجہہ مستعیر و مستودع کے بعد تصدیق مستاجر مدعی کے مالک کے گواہ قبول نہونگے یہ ذخیرہ مین ہی - اگر کوئی ٹٹو کرایہ لیا
اور موجر نے کہا کہ ایک غلام اجارہ کر لے کہ تیری اور ٹٹو کی تبعیت کریگا اور کرایہ مین سے اسکا اور ٹٹو کا نفقہ دیدینا تو یہ جائز ہی
پھر اگر اُسنے غلام کو اُسکا نفقہ اور ٹٹو کا نفقہ دیا اور اُسکے پاس سے چوری گیا پس اگر ٹٹو کے مالک نے اسکی تصدیق کی و اقرار
کیا تو مستاجر بری ہوگیا اور اگر دونون نے غلام کرایہ لینے کے حکم یا غلام کو نفقہ دیدینے کے حکم دیدینے مین اختلاف کیا تو ٹٹو کے
مالک کا قول قبول ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی - مستاجر پر لازم ہوگا کہ غلام کو اجارہ پر لینے کے گواہ سنا دے - اور اگر مستاجر کو اُسنے
غلام اجارہ لینے کے واسطے وکیل کیا اور اسکے بعد اُسنے گواہ قایم کیے کہ مین نے غلام اجارہ پر لے لیا اور غلام نے اقرار کیا کہ مین نے
مستاجر سے نفقہ وصول کیا تھا ولیکن میرے پاس سے ضائع یا چوری ہوگیا اور موجر نے انکار کیا تو غلام کا قول قبول ہوگا
کیونکہ جب غلام کا اجارہ پر لینا ثابت ہوگیا تو وہ غلام موجر کی طرف سے بقدر نفقہ کے کرایہ وصول کرنے کا وکیل ہوگیا اور جو شخص قرضہ

وصول کرنے کا وکیل ہوا اگر اُسنے کہا کہ مین نے قرضہ وصول کر لیا مگر میرے پاس تلف ہو گیا تو اُسی کا قول قبول ہوتا ہی پس
ایسا ہی یہان ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر ٹٹو کے مالک نے اقرار کیا کہ مین نے مستاجر کو حکم دیا تھا کہ غلام کو نفقہ دیدے
مگر اُسنے نہین دیا ہی اور غلام نے اقرار کیا کہ اسنے دیا ہی تو غلام کا قول قبول ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر کوئی ٹٹو آمد ورفت
کے واسطے یعنی اودی جوائی کرایہ کیا اور ٹٹو والا راستہ مین مر گیا تو اجارہ نہ ٹوٹیگا پس اگر اُسنے کوئی شخص اجارہ پر رکھ لیا
تاکہ ٹٹو کی پرداخت کرے تو جائز ہی اور اسکا کرایہ مستاجر پر واجب ہوگا اور جو کچھ اسنے دیا ہی اسکو میت کے وارثون سے
واپس نہین لے سکتا ہی۔ اور اگر مستاجر اور میت کے وارثون مین اختلاف ہوا اور وارثون نے کہا کہ ہمارے باپ نے
تجکو یہ ٹٹو اس شرط سے کرایہ دیا تھا کہ اس ٹٹو کا خرچ سب تجھپر پڑے اور مستاجر نے اُس سے انکار کیا تو مستاجر کا قول قبول
ہوگا اور اگر دونون فریق نے گواہ قایم کیے تو وارثون کے گواہ قبول ہونگے۔ اور اگر ایک شخص نے دو شخصون سے بغداد
تک جانے اور آنے کے واسطے ایک ٹٹو کرایہ لیا پھر دونون مین سے ایک نے کہا کہ ہمنے تجھے یہ ٹٹو دس درم مین کرایہ
دیا ہی اور دوسرے نے کہا کہ پندرہ درم مین پس اگر معقود علیہ یعنی سواری حاصل کرنے سے پہلے دونون نے اختلاف
کیا اور سب مین کسی کے پاس گواہ نہین ہین اور مستاجر ان دونون کی تکذیب کرتا ہی اور پانچ درم پر اجارہ کا دعوے
کرتا ہی تو دونون مین سے ہر ایک کے حصہ مین باہمی قسم لیا دیگی اور اگر سب نے باہم قسم کھالی تو قاضی پورے ٹٹو کا اجارہ
فسخ کر دیگا جیسا کہ مال عین کی بیع مین حکم ہی اور اگر مستاجر نے دونون مین سے کسی کی تصدیق کی مثلاً دس درم پر اجارہ
ہونے کا اقرار کیا تو جسکی تصدیق کی ہی اُسکے حصہ مین باہمی قسم واجب نہین ہی اور دوسرے شخص کے حصہ مین جو پندرہ
درم پر اجارہ کا دعوی کرتا ہی باہم قسم ہوگی پھر اگر دونون نے قسم کھالی اور ایک موجر یا دونون نے قاضی سے فسخ کی
درخواست کی تو بالاجماع حصہ مخالف کا عقد قاضی فسخ کر دیگا اور حصہ موافق کا اجارہ پانچ درم پر باقی رہیگا چنانچہ دونون
مین سے ایک کے مرجانے کی صورت مین ہوتا ہی۔ اور اگر معقود علیہ مین منفعت حاصل کرنے کے بعد ایسا اختلاف ہوا تو قسم کے ساتھ مستاجر
کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر دونون موجرون نے اپنے اپنے دعوے کے گواہ قایم کیے تو ہر ایک کے واسطے اسکے نصف دعوی کی
ڈگری ہوگی پس پندرہ کے مدعی کے لیے ساڑھے سات درم کی اور دس کے مدعی کے واسطے پانچ درم کی ڈگری ہوگی یہ
سب اُس صورت مین ہی کہ بدل مین یعنی اجرت مین اختلاف کیا ہو اور اگر مقدار معقود علیہ یعنی مقدار سیر مین اختلاف کیا مثلاً ایک
موجر نے کہا کہ ہمنے تجھے مدائن تک کے لیے کرایہ پر دیا ہی اور دوسرے نے بغداد تک کہا اور مقدار کرایہ پر سب نے اتفاق کیا
پس اگر سوار ہو جانے سے پہلے ایسا اختلاف کیا ہو و مستاجر نے دونون کی تکذیب کی اور جہان تک دونون اقرار کرتے ہین
اُس سے بھی زیادہ دور تک کے مقام تک کرایہ لینے کا دعوی کیا تو ہر ایک کے حصہ مین باہمی قسم واجب ہوگی پس اگر سب نے
قسم کھالی اور قاضی سے فسخ کی درخواست کی تو قاضی پورے ٹٹو کا اجارہ فسخ کر دیگا۔ اور اگر مستاجر دونون مین سے کسی
کی تصدیق کیا ہو تو جسکی تصدیق کرتا ہی اُسکے حصہ مین باہمی قسم واجب نہوگی فقط دوسرے کے حصہ مین واجب ہوگی پھر اگر
دونون نے قسم کھالی تو اُسکے حصہ کا عقد فسخ ہوگا اور موافق کے حصہ کا عقد باقی رہیگا اور بالاجماع اسکے حصہ کا اجارہ جائز
رہیگا اور یہ اُس وقت ہی کہ سواری لینے سے پہلے دونون نے باہم اختلاف کیا ہو اور اگر موجرون کی مسافت تک سوار ہو جانے کے
بعد اختلاف کیا ہو تو قسم کے ساتھ مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اگر سب نے اپنے اپنے گواہ قایم کیے حالانکہ مستاجر دونون
کی مقدار مسافت سے زیادہ دور تک مسافت کا دعوی کرتا ہی تو مستاجر کے گواہ قبول ہونگے یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے ۹۱۰

شق محمل کرایہ لی اور حمال نے کہا کہ تو نے عیدان محمل مراد لی ہیں یعنی تیری غرض محمل سے عیدان محمل تھی اور مستاجر نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے اونٹ مراد لیا ہی پس اگر کرایہ اس لائق ہو کہ جس سے عیدان محمل کرایہ لیجاتی ہیں تو حمال کا قول قبول ہوگا اور اگر کرایہ اس لائق ہو کہ جس سے اونٹ کرایہ کیے جاتے ہیں تو مستاجر کا قول قبول ہوگا کیونکہ محمل کا اطلاق جسطرح عیدان پر ہوتا ہی ایسے ہی اونٹ پر ہوتا ہی پس اس لفظ کے بولنے سے مراد مجہول ہی پس ضرور ہوا کہ کرایہ کے انداز سے اس لفظ کی مراد ظاہر کیجاوے یہ محیط سرخسی میں ہی - ایک شخص نے ایک غلام اسواسطے اجارہ لیا کہ اُسکا خط بغداد کو لیجاوے پھر مستاجر و اجیر میں اختلاف واقع ہوا پس اگر کام پورا کرنے میں اختلاف ہوا اور منکر دونوں میں سے مرسل یعنی بھیجنے والا ہی تو اسی کا قول قبول ہوگا چنانچہ بائع اگر مبیع سپرد کر دینے کا مدعی ہوا اور مشتری منکر ہی تو مشتری کا قول قبول ہوتا ہی - اور اگر دونوں نے اجرت ادا کرنے میں اختلاف کیا تو غلام کا قول قبول ہوگا یہ محیط میں ہی - ایک شخص نے ایک غلام اسواسطے اجارہ لیا کہ اُسکا خط بغداد کو پہونچا دے پھر غلام نے کہا کہ میں خط لیگیا اور جسکے پاس خط بھیجا ہی اُسنے کہا کہ میرے پاس تو خط نہیں لایا ہی تو غلام پر اپنے دعوی کے گواہ لانے واجب ہیں کیونکہ وہ معقود علیہ پورا کر دینے کا مدعی ہی پس اگر اُسنے گواہ قایم کیے کہ غلام نے مکتوب الیہ کو خط دیدیا ہی تو جو امر گواہوں سے ثابت ہوا وہ مثل خصم کے خود اقرار سے ثابت ہونے کے ہی اور غلام کی اجرت مرسل پر واجب ہوگی مرسل الیہ یعنی جسکے پاس بھیجا ہی اُسپر واجب نہوگی - اور اگر مرسل الیہ نے دعوی کیا کہ میں نے غلام کو اسکی اجرت کے دس درم دیدیئے ہیں تو اُسپر ادا کر دینے کے گواہ لانے واجب ہیں چنانچہ اگر خود مرسل نے اجرت ادا کرنے کا دعوی کیا ہو تو بھی یہی حکم ہی - اور اگر غلام نے گواہ پیش کیے کہ یہ غلام خط لیکر بغداد میں آیا اور مکتوب الیہ نہیں ملا تو غلام کی اجرت مرسل پر واجب ہوگی یہ مبسوط میں ہی - ایک شخص نے دوسرے سے ایک سواری کا چوپایہ کرایہ لیا اور یہ بیان نہ کیا کہ چوپایہ آیا خچر ہی یا گدھا ہی پھر موجر ایک گدھا سپرد کرنے کو لایا اُسوقت دونوں نے اختلاف کیا اور مستاجر نے کہا کہ میں نے تجھسے یہ خچر پانچ درم پر کرایہ لیا ہی اور موجر نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ گدھا پانچ درم میں لیا ہی - پس اگر سواری لینے سے پہلے ایسا اختلاف ہوا اور دونوں کے پاس گواہ نہیں ہیں تو دونوں باہم قسم کھاوینگے - اور اگر بعد سواری کے اختلاف کیا اور کسی نے گواہ قایم نہ کیے تو مستاجر کا قول قبول ہوگا - اور اگر دونوں نے گواہ قایم کیے اور اختلاف معقود علیہ یعنی منفعت میں واقع ہوا ہی پس اگر سواری لینے سے پہلے اختلاف کیا تو موجر کے گواہ قبول ہونگے یہ محیط میں ہی - اور اگر کوفہ سے فارس تک کوئی ٹٹو کرایہ لیا اور ملک فارس میں سے کوئی شہر خاص بیان کر دیا تو اجارہ جائز ہی پھر اجارہ تمام ہونے پر دونوں نے اختلاف کیا مستاجر نے کہا کہ میں تجھے مثلاً فارسی درم دونگا کیونکہ اجرت فارس میں پہونچکر واجب ہوئی ہی حالانکہ فارس کے درم کم ہوتے ہیں اور موجر نے کہا کہ نہیں بلکہ تجھپر کوفہ کے درم واجب ہیں کیونکہ عقد کوفہ میں ہوا ہی حالانکہ کوفہ کا درم وہاں سے بڑھتی ہوتا ہی تو مستاجر پر اس جگہ کے درم واجب ہونگے جہاں اجارہ ٹھہرا ہی اور جہاں کرایہ واجب الادا ہوا ہی وہاں کے درم واجب نہونگے یہ ذخیرہ میں ہی - ایک شخص نے کسی مزدور سے کاؤں میں کام لیا اور یہ کام بطور اجارہ فاسد کے لیا پھر دونوں نے شہر میں آکر اجرت مثل کا جھگڑا کیا حالانکہ اپنے کام کا اجر المثل باعتبار مقام کے مختلف ہی تو جس مقام پر اجارہ لیکر کام لیا ہی وہاں کے حساب سے اجر المثل واجب ہوگا یہ قنیہ میں ہی - اگر کسی شخص نے حیرہ تک جو ایک مقام کا نام ہی ایک جانور کرایہ لیا اور جانور کے مالک نے کہا کہ یہ جانور لے اور اُسپر سوار ہو جا پھر جب وہ شخص حیرہ سے لوٹ آیا تو دونوں نے اختلاف کیا اور مستاجر نے کہا کہ میں اسکو حیرہ تک نہیں لے گیا پس مجھپر کچھ کرایہ واجب نہوا اور جانور کے مالک نے کہا

کو نہین بلکہ تو اُسکو حیرہ تک لیگیا ہی اور میرا کرایہ تجھپر واجب ہی پس اگر مستاجر کا سفر کے واسطے نکلنا اور حیرہ کیطرف متوجہ ہونا معلوم نہو تو مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اگر نکلکر حیرہ کیطرف جانا معلوم ہو تو موجر کا قول قبول ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر صبح سے رات تک کے واسطے ایک چوپایہ سواری کا کرایہ لیا اور موجر نے اسکو اُسکے نقصان پر دکھا دیا اور کہا کہ جب تیرا جی چاہے تب سوار ہوجانا پھر جب رات ہوئی تو دونون نے کرایہ اور سواری مین جھگڑا کیا پس اگر موجر نے مستاجر کو وہ جانور دیدیا ہو تو مستاجر پر کرایہ واجب ہوگا اور اگر نہ دیا ہو تو واجب نہوگا اور موجر پر واجب ہوگا کہ اس امر کے گواہ لاوے کہ مستاجر اُسپر سوار ہوا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ ایک شخص نے کوئی غلام اپنے ساتھ سلائی کا کام کرنے کے واسطے کسی قدر ماہواری اجرت معلومہ پر کرایہ کیا پھر درزی نے اجارہ لینے سے انکار کیا اور دعوی کیا کہ یہ غلام میرا ہی اور غلام کے مالک نے اجارہ دینے پر گواہ قایم کیے اور اس مقدمہ مین دونون نے ایک مہینہ تک قاضی کے پاس آمدرفت رکھی پھر مالک کے گواہون کی عدالت ثابت ہوئی اور درزی نے انکار اجارہ سے پہلے اور بعد بھی غلام سے کام لیا ہی تو اُسپر تمام مدت کا کرایہ واجب ہوگا اور اگر وہ غلام حالت انکار مین سلائی کا کام لینے مین مرگیا تو مستاجر پر کچھ ضمان واجب نہوگی فقط اسپر کرایہ واجب ہوگا۔ اسی طرح اگر مستاجر نے کہا کہ یہ غلام اُسی مدعی کا غلام ہی مگر مین نے اسکو از روی غصب کے لے لیا ہی یعنی اجارہ پر نہین لیا ہی اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر کسی شخص نے پنچکی اجارہ پر لی پھر اُسکا ایک پتھر اور چکر ٹوٹ گیا تو یہ عذر ہی اور اُسکو اجارہ فسخ کردینے کا اختیار ہی اسی طرح اگر بیت منہدم ہوگیا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر دونون نے اختلاف کیا تو وہ صورتین ہین یا تو مدت انکسار مین اختلاف کیا یا اصل انکسار مین اختلاف کیا اور ان دونون صورتون مین ایسا ہی حکم ہی جیسا کہ پانی منقطع ہونے کی مدت مین یا اصل پانی منقطع ہونے مین اختلاف کرنے کا حکم مذکور ہوچکا ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ بغداد تک ایک اونٹ کرایہ لیا پھر دونون نے خروج کے وقت مین اختلاف کیا تو اصل خروج مین مستاجر کا قول قبول ہوگا ایسا ہی راہ کی تعیین مین بشرطیکہ دونون راہین یکسان ہون اور اگر کوئی راہ دشوار ہو تو اُسکا بیان ہوجانا ضرور ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ دو آدمیون نے بغداد سے کوفہ تک اجرت معلومہ پر ایک ٹٹو کرایہ لیا پھر جب کوفہ مین پہونچے تو دونون نے قاضی کے پاس نالش کی اور ایک نے دعوی کیا کہ ہمنے فلان شخص سے کوفہ تک آمدورفت کے واسطے کرایہ لیا ہی اور دوسرے نے کہا کہ پہنچنے تک آمدورفت کے واسطے اُس سے کرایہ لیا ہی اور دونون مین سے کسی کے پاس گواہ نہین ہین تو قاضی حکم دیگا کہ یہ ٹٹو فلان غایب کی ملک ہی اور اس حکم کے ضمن مین اجارہ واقع ہونے کا حکم نہ دیگا اور ہر ایک کو دونون مین سے مالعنت کردیگا کہ جہان تک کے واسطے کرایہ کرنے کا مدعی ہی وہان نہ جاوے اور اگر دونون نے ایک شی کا دعوی کیا تو قاضی دونون کو اُنکے اتفاق پر چھوڑ دیگا یعنی جسپر متفق ہوے ہین اُسی پر رہین اور اگر دونون نے کرایہ کے دعوے پر اپنے اپنے گواہ قایم کیے اور دونون فریق گواہون کی عدالت ثابت ہوئی تو قاضی اُس ٹٹو کو دونون کے قبضہ مین چھوڑ دیگا اور دونون مین سے کسی کو یہ حکم نہ دیگا کہ جس مقام تک کرایہ لینے کا مدعی ہی وہان جاوے اور موافق اپنی رائے کے دونون کو حکم کریگا کہ اس ٹٹو کو نفقہ دین بشرطیکہ قاضی کو امید ہو کہ اسکا مالک آجاویگا اور اگر اُسکے آنے کی امید نہو تو اسکو نفقہ دینے کا حکم نہ دیگا بلکہ دونون کو اُسکے فروخت کرنے کا حکم کریگا اور جب بحکم قاضی دونون نے اُسکو فروخت کیا تو اسکا ثمن دونون کے پاس رہنے دیگا اور اگر دونون نے قاضی کے حکم سے اُس ٹٹو کو کچھ کھلایا ہو اور قاضی کے نزدیک ثابت ہوگیا تو قاضی انکو ثمن مین سے اسقدر دیدیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی اور اگر دونون نے درخواست کی کہ جو کرایہ ہمنے ٹٹو کے مالک کو دیا ہی وہ ہمکو دیا جاوے تو نہ دیا جائیگا کیونکہ ہمین قضاءً

[illegible]

[illegible]

علی الغائب لازم آتی ہے ولیکن اُسکے دام اُن دونون کے پاس موقوف رہینگے یہان تک کہ دونون گواہ قائم کرین کہ ٹٹو کا مالک مرگیا - اور قاضی کو یہ بھی اختیار ہے کہ اُن دونون کی نالش کی سماعت نہ کرے اور نہ اُنکو نفقہ دینے اور فروخت کرنے کا حکم دے کیونکہ اسمین ایک طرح سے قضا علی الغائب ہے اور ایک وجہ سے اسمین غائب کے مال کی حفاظت ہے اسی وجہ سے قاضی مختار ہے کہ جس طرف چاہے توجہ کرے یہ کافی مین ہے - اور اگر دو شخصون نے بغداد سے کوفہ تک آمد و رفت کے واسطے کرایہ لیا اور کوفہ مین پہونچ کر ایک شخص کے حق مین یہ مصلحت ظاہر ہوئی کہ بغداد کو واپس نہ جاوے اور فسخ اجارہ کے واسطے یہ قضیہ پیش کیا پس اگر فسخ اجارہ کے واسطے قاضی کے پاس مرافعہ کیا اور دونون نے اتفاق کیا اور ایک نے دوسرے کی تصدیق کی اور دونون نے گواہ قائم نہ کیے تو قاضی اسمین کچھ تعرض نہ کریگا اور اگر باوجود اتفاق کے گواہ قائم کیے تو قاضی اجارہ فسخ نہ کریگا کیونکہ اسمین قضا علی الغائب لازم آتی ہے ولیکن اگر بنظر خیر و حفاظت غائب کے چاہے تو نصف حصہ جسکو ایک شخص چھوڑتا ہے اُسکے شریک کو دیدے اور کتاب مین فرمایا کہ قاضی چاہے تو جو شخص واپس جانا چاہتا ہے اُسکے ہاتھ تمام ٹٹو کرایہ دیدے اور معنی اسکے یہی ہین کہ آدھا اُسکے پاس کرایہ پر ہے وہ رہنے دے اور یہ آدھا جسکو ایک نے چھوڑا ہے وہ بھی اسی کو دیدے یا اگر قاضی چاہے تو کسی دوسرے کو کرایہ پر دیدے پس دونون اُسپر سوار ہوجاوین باری سے سوار ہون جس طرح دونون پہلے کرتے تھے - اور کتاب مین یہ ذکر فرمایا کہ اگر قاضی نے کوئی کرایہ لینے والا نہ پایا تو آیا اس شخص کے پاس ودیعت رکھدے جو بغداد کو جانا چاہتا ہے اور دوسری جگہ کتاب مین لکھا ہے کہ قاضی کو چاہیے تو ایسا کرے کہ نصف اُسکے پاس کرایہ پر رہیگا اور نصف ودیعت رہیگا پس ایک روز سوار ہوگا اور دوسرے روز اُتر کر چلیگا - اور یہ حکم جو مذکور ہوا صاحبین رح کے موافق ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک کسی دوسرے کو نصف کا اجارہ دینا جائز نہین ہے کیونکہ اسمین عدم انقسام ہے یہ محیط مین ہے - نوادر ابن سماعہ و ہشام مین امام محمد رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو ایک مکان کچھ دراہم معلومہ پر کرایہ دیا اور پھر ایک شخص نے گواہ پیش کرکے اپنا استحقاق ثابت کرکے اس مکان کی اپنے نام ڈگری کرائی اور کہا کہ مین نے یہ مکان اس موجر کو دیا تھا تاکہ اجرت پر دیدے پس اجرت میری ہوگی اور موجر نے کہا کہ مین نے اس شخص سے غصب کرلیا تھا اور خود ہی کرایہ پر دیا ہے پس اجرت میری ہے تو مالک مکان کا قول قبول ہوگا اور وہ اجرت لے لیگا - اور اگر موجر نے اپنے غصب کرلینے کے دعوی کے گواہ پیش کیے تو مقبول ہونگے - اور اگر اس امر کے گواہ پیش کیے کہ مستحق نے اقرار کیا ہے کہ مدعی نے اسکو غصب کرلیا ہے تو گواہ مقبول ہونگے اور اجرت اسی کو دلائی جاویگی - اور اگر موجر نے زمین مین کوئی عمارت تیار کرکے پھر مع عمارت کرایہ پر دیدی اور زمین کے مالک نے کہا کہ مین نے تجھے حکم دیا تھا کہ عمارت بنوا کر کرایہ پر دیدے اور موجر نے کہا کہ مین نے غصب کرکے اپنی عمارت بنوا کر کرایہ پر دیدی ہے تو فرمایا کہ تمام اجرت خالی بلا عمارت زمین کی قیمت و عمارت پر تقسیم کرکے جو حصہ مقابل زمین کے پڑتے مین پڑے وہ مالک زمین کو ملیگا اور جو عمارت کے حصہ مین آوے وہ موجر کو ملیگا یہ ذخیرہ مین ہے شیخ ابوبکر نے فرمایا کہ ایک شخص نے ایک سواری کا جانور کرایہ لیا اور سفر کو لے گیا پھر ایک شخص نے آکر دعوی کیا کہ یہ جانور میرا ہے اور مستاجر کے قول کی تصدیق نہ کی کہ میں مستاجر ہون[1] اور اسپر اپنا استحقاق ثابت کیا اور جانور لے لیا پس آیا مشتری کو یہ اختیار ہوگا کہ جس سے اُسنے خریدا ہے اُس بائع سے اپنے دام واپس لے یا نہین تو بعض نے فرمایا کہ نہین - اور اگر چوپایہ کے مدعی نے قابض پر کسی فعل کا دعوی کیا مثلاً یون کہا کہ یہ جانور میری ملک ہے تو نے مجھ سے غصب کرلیا ہے تو

[1] مستاجر نے بلکہ کہا کہ تو غاصب ہے کرایہ پر لینے والا نہین ہے اور قول قابض سے مراد یہی مستاجر ہے جس نے اپنے موجر سے کرایہ پر لیکر قبضہ کیا ہے ۱۲

تو مستاجر اُسکا خصم قرار پاویگا اور اُسکے مقابلہ مین مدعی کے گواہون کی سماعت ہوگی اور بعد اثبات کے موجر کو اختیار ہوگا کہ اپنے بائع سے اپنے دام واپس لے - اور اگر ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ مین نے یہ دار جو تیرے قبضہ مین ہے فلان شخص سے فلان تاریخ یعنی تیرے اجارہ لینے سے پہلے اجارہ لیا ہے پس آیا قابض مکان اُسکا خصم قرار پاویگا یعنی مدعی اپنا اجارہ لینا قابض کے مقابلہ مین ثابت کر سکتا ہے اور اُسکے گواہون کی سماعت ہوگی پس اسکی دو صورتین ہین اگر مدعی نے قابض پر قابض کے کسی فعل کا دعوی کیا مثلاً یون کہا کہ مین نے یہ مکان فلان شخص سے اجارہ لیکر قبضہ کر لیا تھا پھر تو نے مجھ سے ناحق غصب کر لیا تو مدعی کے گواہون کی بمقابلہ قابض کے سماعت ہوگی اور اگر یون کہا کہ مین نے فلان شخص سے تیرے اجارہ لینے سے پہلے اجارہ پر لیا ہے اور اُسنے تجھے سپرد کر دیا اور قابض پر کسی فعل قابض کا دعوی نہ کیا تو گواہون کی سماعت نہوگی یہ محیط مین ہے - مستاجر نے اگر دعوی کیا کہ مین نے جسوقت زمین اجارہ لی ہے اسوقت فارغ اور خالی تھی اور موجر نے دعوے کیا کہ نہین بلکہ اجارہ لینے کے وقت مشغول تھی اور اُس مین کھیتی تھی تو فی الحال کا اعتبار کیا جائیگا پس اگر اسوقت کھیتی موجود ہو تو موجر کا قول قبول ہوگا اور اگر اسوقت موجود نہو تو مستاجر کا قول قبول ہوگا اور یہی مختار ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے - اگر دلال نے کسی شخص کی زمین فروخت کی اور مالک زمین نے کہا کہ تو نے بلا اجرت فروخت کر دی ہے اور دلال نے کہا کہ مین نے اجرت پر یہ کام کیا ہے پس اگر یہ دلال اس کام مین مشہور ہو کہ لوگون کا مال اجرت پر فروخت کیا کرتا ہے تو مالک زمین کے قول کی تصدیق نہوگی اور اسکو اجر المثل دینا پڑیگا یہ جواہر اخلاطی مین ہے - اگر چرواہے نے کہا کہ مین نے گاے بکری وغیرہ جو جانور چرائی پر تھا اُسکے مرجانے کا خوف کر کے اُسکو ذبح کر دیا ہے اور مالک نے انکار کیا تو اُسی کا قول قبول ہوگا اور چرواہے پر گواہ لانا چاہیے ہین یہ وجیز کردری مین ہے - نوازل صاحب المحیط مین ہے کہ چرواہے اور مالک مین اختلاف ہوا چرواہے نے کہا کہ مین نے بکری کو مردگی کی حالت مین ذبح کر ڈالا ہے اور مالک نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے زندگی کی حالت مین ذبح کیا ہے تو چرواہے کا قول قبول ہوگا اور صدر النوازل مین لکھا ہے کہ اگر اجنبی نے ایسا کہا کہ مین نے مردگی کی حالت مین تیری بکری کو ذبح کر ڈالا ہے پس آیا مثل چرواہے کے ہوگا فرمایا کہ قسم سے اُسی کا قول قبول ہونا چاہیے اور ایسا ہی بعضے فقہا نے فرمایا ہے کیونکہ اصل ضمان مین شک ہے بخلاف اسکے اگر کہا کہ مین نے تیری بکری تیری اجازت سے ذبح کی ہے اور مالک نے اجازت سے انکار کیا تو مالک کا قول قبول ہوگا اور اگر چرواہے نے کہا کہ مین نے بکری کو اس وجہ سے ذبح کیا کہ وہ بیمار تھی اور مالک نے کہا کہ اسکو کچھ مرض نہ تھا تو مالک کا قول قبول ہوگا اور چرواہا ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہے - ایک شخص نے موجر کو تمام اجرت دیدی پھر دو مہینہ بعد مر گیا اور وارثون نے دس مہینے کی اجرت کا دعوی کیا اور مطالبہ کیا اور موجر نے کہا کہ مین نے اتنی اجرت دو ہی مہینہ کے واسطے لی تھی اور باقی دس مہینے تک اسکو رہنا مباح کر دیا تھا اور وارثون نے کہا کہ تو نے تمام سال کے واسطے کرایہ پر دیا تھا تو موجر کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہ اجرت کا مالک ہے اور وارث لوگ اسکی ملک باطل کرنا چاہتے ہین

کذا فی القنیہ

چھبیسوان باب سواری کے جانورون کو سواری کے واسطے کرایہ لینے کے بیان مین - سواری کے جانورون کو سواری ولادنے کے واسطے کرایہ لینا جائز ہے - اور اگر سواری کو مطلق چھوڑا کسی شخص کی خصوصیت

بیان نہیں کی تو جسکو چاہے سوار کرے یہ ہدایہ میں ہے- اور اگر خود سوار ہوا یا کسی ایک شخص کو سوار کیا تو اسکو دوسرے کے سوار کرنے کا اختیار نہوگا یہ کافی میں ہے- اور اگر سواری لینے میں کوئی شخص خاص ہو گیا پھر مستاجر یا دوسرا شخص سوائے مخصوص کے سوار ہوا اور جانور مر گیا تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا یہ جوہرہ نیرہ میں ہے- اور اگر اس شرط سے کرایہ لیا کہ فلان شخص کو سوار کریگا پھر اسکے سوائے دوسرے شخص کو سوار کیا اور جانور مر گیا تو ضامن ہوگا یہ کافی میں ہے- اگر کسی شخص سے چند اونٹ بغیر تعیین جنکی تعداد بیان کر دی ہے کوفہ سے مکہ معظمہ تک کرایہ لیے تو اجارہ جائز ہے اور شیخ الاسلام خواہرزادہ نے شرح میں ذکر فرمایا کہ اس مسئلہ میں یہ غرض نہیں ہے کہ لفظاً اجارہ میں غیر معین اونٹ قرار پائے ہیں کیونکہ غیر معین اونٹوں کا کرایہ لینا جائز نہیں ہے اسلیے کہ معقود علیہ یعنی جس چیز پر عقد واقع ہوا ہے مجہول ہے بلکہ یہ غرض ہے کہ مستاجر نے کہا کہ مجھے مکہ معظمہ تک سواری پر پہنچا دے اور موجر نے اسکو قبول کیا اور اس صورت میں معقود علیہ یہ ہے کہ مکہ معظمہ تک موجر اسکو پہنچا دے اور یہ امر معلوم ہے مجہول نہیں ہے بلکہ آلۂ عمل معقود علیہ ہے اور آلات کا مجہول ہونا موجب فساد اجارہ نہیں ہوتا ہے جیسا کہ درزی و دھوبی وغیرہ کے مسائل میں ہے- اور صدر الشہید نے فرمایا کہ ہم اُسکے جواز کا فتوے دیتے ہیں جیسا کہ کتاب میں مذکور ہے اور اُسکی تفسیر وہی ہے جو ہم نے بیان کر دی ہے اور اسطرح معقود علیہ ایک شی معتاد ہوگی اور اگر ایسا نہو تو جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہے- اگر کسی مقام معلوم تک کے واسطے کوئی سواری کا جانور مادہ کرایہ لیا پھر جب کچھ دور چلا تو وہ جانور تھک گیا اور چلنے سے ضعیف ہو گئی پس اگر مستاجر نے معین کرکے اسکو کرایہ لیا ہو تو مستاجر کو اختیار ہوگا کہ چاہے اجارہ فسخ کرے یا انتظار کرے یہان تک کہ اسمین طاقت آجاوے اور یہ اختیار نہیں ہے کہ موجر سے دوسرے جانور کا مطالبہ کرے اور اگر اُسنے صرف اس مقام تک پہونچا دینے کا اجارہ قرار دیا ہو کوئی جانور معین کرایہ نہ لیا ہو تو اسکے ضعیف ہو جانے کے وقت مستاجر کو اختیار ہوگا کہ موجر سے دوسرے جانور کا مطالبہ کرے یہ خزانۃ المفتین میں ہے- جامع الفتاوی میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے ایک چوپایہ سواری کا کسی مقام معلوم تک کے لیے کرایہ کیا اور اسکو اس مقام تک لیگیا مگر اُس سے کام لیا تو اُسپر اجرت واجب ہوگی اور اگر اسکو اس مقام تک لیگیا تو اجرت واجب ہوگی خواہ سوار ہوا ہو یا نہوا ہو- اور یہ حکم اس صورت کا ہے کہ جب جانور کو جہان سے کرایہ کیا ہے وہان سے مقام معلوم تک لے گیا ہو اور اگر وہین ٹھہر کر انتظار کرتا رہا پس اگر اسکو روک کر ایسا انتظار کیا جیسا کہ قافلہ روانہ ہونے کا انتظار کیا جاتا ہے تو اُس مقام تک جانے کا کرایہ اُسپر واجب ہوگا خواہ سوار ہوا ہو یا نہوا ہو اور اگر قافلہ کے نکلنے میں جسقدر انتظار کیا جاتا ہے اُس سے زیادہ انتظار کرتا رہا تو اُسپر اسقدر روکنے سے ضمان واجب ہوگی یعنی اگر جانور مر جاوے تو ضامن ہوگا اور جب ضمان لازم آگئی تو پھر روانہ ہو جانے سے ضمان مرتفع نہو گی اور جب ضمان مرتفع نہوئی تو اجرت واجب نہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے- ایک شخص نے ایک روز کے واسطے ایک جانور سواری کا کرایہ پر لیا اور اس دن پھر اُس سے نفع اُٹھایا پھر اُس رات میں اُسکو باندھ رکھا حالانکہ اسکا پیٹ ورم کر گیا اور وہ بیمار ہو گیا تھا اور کسی گھر میں چھوڑ دیا جہان تھا حالانکہ یہ گھر مستاجر کے سوائے کسی دوسرے شخص کا ہے پس وہ جانور مر گیا تو ضامن ہوگا یہ جواہر الفتاوی میں ہے- اگر کرایہ پر دینے والے نے کرایہ کا جانور مستاجر کو دیدیا تو اُسپر یہ واجب نہیں ہے کہ جانور کے ساتھ اپنا شاگرد یا غلام بھی روانہ کرے اور امام محمد رح سے روایت ہے کہ یہ بھی واجب ہے یہ ذخیرہ میں ہے- قال المترجم المشیر نے ہذا الی العرف فاخذ بروایۃ محمد رحمہ اللہ لاعرف فی دیارنا فافہم- اور ذخیرہ میں لکھا ہے کہ بار برداری کے واسطے ایک معین جانور کرایہ لیا پھر موجر نے اسکے سوائے دوسرے جانور پر بوجھ لاد کر پہونچا دیا تو اجرت کا مستحق نہوگا اور اس

فصل مین آسکے مستاجر پر احسان کیا یہ تاتارخانیہ مین ہے اگر ہرات سے عقبی تک کرایہ کیا حالانکہ عقبی دو قبیلہ شہر کوفہ مین ہین اور کوئی تفصیل نہ بیان کی کہ کون قبیلہ مراد ہے یا نسا تک کرایہ کیا اور نسا مین دو محلے ہین انمین نسا ظاہرہ یا باطنہ کی تفصیل نہ کی تو اجارہ فاسد ہو اور مستاجر پر اجر المثل واجب ہوگا اسی طرح اگر بخارا سے سہلہ تک کرایہ لیا اور سہلہ توت یا سہلہ امیر کی تفصیل نہ کی یا خوسب تک اور خوسب دو گانون ہین انمین سے کوئی گانون خاص بیان نہ کیا تو بھی یہی حکم ہے واضح ہو کہ سہلہ ریگستان ہے اور سہلہ امیر ورسیا سمرقند کو کہتے ہین کذا فی الظہیریہ ۔ خوارزم سے کچھ ٹٹو بخارا تک کرایہ لیے اور بیس دینار کرایہ ٹھہرے مگر نقد دینار کی تعیین نہ کی تو نقد خوارزم معتبر ہوگا اور وہین کا وزن معتبر ہوگا کیونکہ وہین عقد قرار پایا ہے یہ قنیہ مین ہے ۔ ایک شخص نے ایک ٹٹو چار درم پر کسی مقام معلوم تک جانے کے واسطے اس شرط سے کرایہ لیا کہ آج واپس آویگا پھر چند روز تک واپس نہ آیا یعنے ٹٹو نہ لایا تو اسپر فقط دو درم واجب ہونگے کیونکہ آج کے واپس آنے مین عقد کے خلاف کیا یعنے ضامن ہو گیا ہے یہ وجیز کردری مین ہے ۔ ایک شخص نے کہ تک ایک اونٹ کرایہ لیا تو مقصد فقط پہونچانے پر قرار دیا جائیگا اور آمد ورفت دونون پر نہوگا اور اگر عاریت لیا ہو تو آمد ورفت دونون پر عاریت ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے ۔ فتاوائے آہو مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے ایک جانور سو من گیہون لادنے کے واسطے کرایہ لیا پھر وہ جانور بیمار ہو گیا اور سوا سے پچاس من گیہون کے زیادہ لادنے کی طاقت نہ رہی پس مستاجر نے اسپر پچاس ہی من گیہون لادے پس آیا بقدر کمی کے موجب سے کرایہ واپس لے سکتا ہے تو قاضی بدیع الدین نے فتوی دیا کہ واپس نہین لے سکتا ہے کیونکہ مستاجر اسی پر راضی ہو گیا ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے ۔ اور اگر کسی شخص نے دو چوپایہ ایک بغداد تک دوسرا حلوان تک کرایہ لیا پس اگر بغداد تک اور حلوان تک کے واسطے دونون جانور علٰحدہ معین ہون تو عقد جائز ہے اور اگر غیر معین ہون تو جائز نہین ہے اور جسقدر اسنے سواری لی ہے اسکا اجر المثل دینا پڑیگا اور ضمان واجب نہوگی بسبب اسکے کہ عقد فاسد کو جائز پر قیاس کیا ہے یہ مبسوط مین ہے ۔ اور اگر دو ٹٹو ایک ہی صفقہ مین کرایہ لیے اور جسقدر اسنے باربرداری وغیرہ کا کام لیا ہے اسکے حساب سے اجرت مقررہ دونون کے اجر المثل پر تقسیم کرکے لیجاویگی اسی طرح اگر دو غلام سلائی وغیرہ کے واسطے ایک صفقہ مین اجارہ لیے تو بھی یہی حکم ہے یہ غیاثیہ مین ہے اگر حاجیوں لوگون نے ایک اونٹ اس شرط سے کرایہ لیا کہ ہم مین سے جو مریض ہو جاوے یا تھک جاوے اسکو سوار کرلینگے تو یہ فاسد ہے اور اگر عقبہ الاجیر کی شرط لگائی تو جائز ہے اور عقبہ الاجیر کی شرط سے یہان یہ مراد ہے کہ یون شرط ٹھہرائی کہ ایک سوار ہو کر کچھ فرسخ تک چلے پھر دوسرا سوار ہو وہ بھی کچھ دور چلا کر اتر پڑے پھر تیسرا سوار ہو علی ہذا القیاس کذا فی الخلاصہ قلت و تقدم تفسیرہا مفصلا ۔ اگر کسی شخص نے ایک چوپایہ جبانہ تک یا مصلا سے جنازہ تک کرایہ لیا تو جائز نہین ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ جبانہ تک کرایہ لینا ایسے شہر کے لوگون کے واسطے نہین جائز ہے کہ جہان دو جبانہ ہون ایک قریب ہو دوسرا بعید ہو چنانچہ امام محمد رح کے شہرون مین ایسا ہی تھا پس معلوم نہین ہوتا تھا کہ کس جبانہ تک کرایہ لیا ہے اور اگر ایک ہی جبانہ ہو تو جائز ہے اور اس جبانہ کی اول حد تک اجارہ واقع ہوگا اور جنازہ مین بھی یہی جائز نہوگا کیونکہ وہ بازار دو محلے ہون کہ معلوم نہو کہ کس محلے تک کرایہ لیا ہے اور اگر ایک ہی محلے ہو یا ہو جو معلوم ہو کہ فلان محلے تک کرایہ لیا ہے تو جائز ہے یہ ذخیرہ مین ہے ۔ اگر کوئی ٹٹو اس غرض سے کرایہ لیا کہ اسپر سوار ہو کر فلان شخص جو سفر کو جاتا ہے اسکی مشایعت کرے یعنی اسکو پہونچانے جاوے یا فلان شخص جو سفر سے

آتا ہو اُس سے ملاقات کرے تو نہین جائز ولیکن اگر مقام بیان کرے کہ کس مقام تک مشایعت کے واسطے یا ملاقات کے واسطے جاویگا تو جائز ہو یہ ظہیریہ مین ہو- اگر دس درم ماہواری پر کوئی ٹٹو اس شرط سے کرایہ لیا کہ رات یا دن مین جس وقت کچھ ضرورت ہوگی اُسپر سوار ہونگا پس اگر کوفہ مین کوئی جانب معلوم بیان کردی تو جائز ہو اور اگر کوئی مقام معلوم بیان نہ کیا تو جائز نہین ہو یہ محیط مین ہو- اگر بغداد وغیرہ سے کسی شخص نے کوفہ تک کوئی ٹٹو کرایہ لیا تو موجر پر واجب ہو کہ کوفہ مین پہونچکر مستاجر کو مستاجر کے گھر تک پہونچا دے یہ حکم استحسانا ہو اور قیاسا یہ امر اُسپر واجب نہین ہو اسی طرح اگر اپنا اسباب لادنے کے واسطے کرایہ لیا تو بھی یہی حکم ہو اور اگر مستاجر نے نواح کوفہ مین پہونچکر کسی کنارہ شہر کے اپنا اسباب اُتار دیا اور کہا کہ یہی میرا مقام ہو پھر معلوم ہوا کہ اُسنے خطا کی اور چوک گیا اور چاہا کہ دوبارہ اپنے گھر تک لادکر لیجاوے تو ایسا نہین کرسکتا ہو- اسی طرح اگر کوفہ سے جانب حیرہ روانہ ہونے کے لیے آمد و رفت کے واسطے کوئی ٹٹو کرایہ لیا پس اگر کسی مقام سے واپس آوے تو اُسکو چاہیے کہ مستاجر کو اُسکے گھر تک کوفہ مین پہونچادے چنانچہ اگر کوفہ سے خاص حیرہ تک کے واسطے کرایہ لیا ہو تو بھی واپس آنے کے وقت یہی حکم ہو- اور اگر کوفہ مین سرا سے ایک ٹٹو کنا تک جانے کے واسطے اور واپس آنے کے واسطے کرایہ کیا اور چاہا کہ واپس ہوکر اپنے مکان پر اُترے تو یہ اختیار نہین ہو بلکہ جہان سے کرایہ لیا ہو وہین واپس ہوکر اُتر سکتا ہو یہ مبسوط مین ہو- اور منتقے مین لکھا ہو کہ اگر کوفہ سے بصرہ تک بیس روز مین پہونچانے کی شرط سے کوئی ٹٹو کرایہ لیا اور موجر نے اُسکو پچیس روز مین پہونچایا تو اُس حساب سے اُجرت کم کردیجاویگی اور یہ حکم امام محمد و امام ابو یوسف کے قول پر درست ہوتا ہو اور امام اعظم رح کے قول پر اجارہ فاسد ہونا چاہیے یہ خلاصہ مین ہو- اگر کوفہ سے بغداد تک اس شرط سے ٹٹو کرایہ لیا کہ اگر دو روز مین بغداد پہونچادے تو دس درم اجرت ہو ورنہ ایک درم ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک پہلا تسمیہ یعنے دس درم جائز ہو اور دوسرا تسمیہ فاسد ہو اور صاحبین کے نزدیک دونون تسمیہ صحیح ہین یہ مبسوط مین ہو- اگر کسی شخص نے کوفہ سے مکہ معظمہ تک حج کے لیے آمد و رفت پر ایک ٹٹو کرایہ لیا تو مستاجر کو اختیار ہو کہ یوم الترویہ و یوم عرفہ و یوم النحر و تین روز ایام تشریق مین اُسپر سوار ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہو- اگر ایک ٹٹو کو دو آدمیون نے کرایہ لیا پھر ایک آدمی راستہ مین مرگیا تو موجر پر جبر کیا جائیگا کہ جو شخص زندہ ہو اور سوار ہوکر روانہ ہونا چاہتا ہو اُسکو آدھے کرایہ پر آدھا ٹٹو کرایہ دیکر سوار کرکے پہونچادے- اور موجر کو اختیار ہوگا کہ جو شخص مرگیا ہو اُسکے مثل دوسرا شخص سوار کرے قالت اور کتاب مین ٹٹو کے بجاے اونٹ فرض کیا ہو اور ٹٹو مین سواری کی تفصیل ہو کہ اگر دونون نوبت سوار ہوتے ہون تو نصف ٹٹو کرایہ دینے کے یہی معنی ہونگے کہ مستاجر اپنی نوبت پر سوار ہوگا اور بلا نوبت ٹٹو خالی چلیگا بخلاف اونٹ کے کہ ہمیشہ اپنی جگہ پر سوار رہیگا فافہم- اور اگر کچھ لوگون نے کوئی کشتی کرا لی تاکہ سوار ہون پھر ان مین بعض مرگئے تو باقیون کو بعوض انکے حصہ اُجرت کے سوار کرے اور موجر کو اختیار ہوگا کہ جو شخص مرا ہو اُسکے مثل یا زیادہ دوسرا شخص سوار کرلے مگر زیادتی مین جب ہی تک زیادتی کا اعتبار ہوگا کہ جب تک دوسرون کی والگی مین جو شرط ٹھہری ہو اُنکو موافق شرط کے ضرر نہ پہونچے- پس اگر انمین سے ایک شخص نے کہا کہ یہان ٹھہرین پس اگر اُسنے کسی جنگل مین ٹھہرنے کو کہا تو قبول نہ کیا جائیگا اور اُسپر جبر کیا جائیگا کہ یہان سے جو آبادی قریب تر ہو وہان تک چلکر ٹھہرے یہ غیاثیہ مین ہو- ایک شخص نے کوفہ سے آمد و رفت کے واسطے مکہ معظمہ تک ایک اونٹ کرایہ لیا پھر جب وہ شخص حج کے مناسک و افعال ادا کرچکا تو مرگیا تو اُسپر اُسکے حساب سے اُجرت واجب ہوگی کیونکہ باقی کا عقد اُسکے مرنے کی وجہ سے باطل ہوگیا پس باقی کی اجرت

١ [illegible]

٢ [illegible]

٣ [illegible]

بھی ساقط ہو گئی او جسقدر اُسنے منفعت حاصل کی ہے اُسکی اُجرت تہائی میں واجب ہو گی پھر اسکا حساب بیان کیا اور فرمایا کہ
دس حصوں میں سے ساڑھے پانچ حصے واجب ہونگے اور ساڑھے چار حصے باطل ہو جاوینگے اور یہ عجیب مسئلہ ہے و شمس الائمہ
سرخسی نے اس حساب کی تخریج یوں بیان فرمائی کہ کوفہ سے مکہ معظمہ تک ستائیس مرحلے ہیں یہ جانے کے ہوئے اور اسی قدر
آنے کے ہوئے اور افعال حج کا ادا کرنا چھ روز میں ہو گا کہ یوم الترویہ کو منی کی طرف جائیگا اور یوم عرفہ میں عرفات کو جائیگا
اور یوم النحر میں طواف زیارت کے واسطے مکہ کو واپس آویگا اور پھر تین روز رمی جمار کے واسطے چاہیے ہیں کل چھ روز ہوئے
اور ہر روز ایک مرحلہ شمار کیا گیا اور ان سب کا مجموعہ ساٹھ مرحلے ہوئے اور انکے دس حصے کیے گئے تو ہر چھ مرحلہ ایک دہائی
ہوئی پھر جب وہ شخص ادا سے مناسک کے بعد مر گیا تو تینتیس مرحلے کے بعد مرا یعنی ستائیس مکہ تک جانے کے اور چھ ادا
مناسک کے کہ مجموعہ تینتیس ہوئے اور یہ تینتیس باعتبار دہائی کے دس حصوں میں سے ساڑھے پانچ حصے ہوئے - اور
شمس الائمہ رح نے فرمایا کہ یہ اوقات مدینہ سے ہو کر گذرنا بھی شرط ہوا ہے پس اگر یہ بھی شرط ہو تو تین مرحلے اور زیادہ کیے
جاوینگے کیونکہ کوفہ سے مکہ معظمہ تک کا فاصلہ مدینہ منورہ ہو کر تیس مرحلے ہیں پس اگر مدینہ ہو کر گذرنا جاتے وقت شرط
کیا ہو تو مجموعہ تریسٹھ مرحلے رکھے جاوینگے اور انمیں سے چھتیس جزو اسپر زیادہ ہونگے یعنے تیس جانے کے اور چھ مرحلے
ادا سے مناسک کے کل چھتیس ہوئے اور اگر آتے وقت مدینہ ہو کر آنا شرط کیا ہو تو اسپر تریسٹھ جزوں میں سے
تینتیس جزو واجب ہونگے یعنے جانے کے ستائیس اور ادا سے مناسک کے چھ کل تینتیس ہوئے - اور اگر جانا و آنا
دونوں مدینہ ہو کر شرط قرار پایا تو مجموعہ چھیاسٹھ مرحلے ہوئے اور مستاجر پر چھتیس جزو اجرت کے واجب ہونگے کیونکہ
جانے کے چھتیس مرحلے ہوئے یعنی تیس مرحلے راہ کے اور چھ مرحلے ادا سے مناسک کے کل چھتیس ہوئے پس حاصل
دہائی کے حساب سے یوں ہوا کہ کرایہ کے گیارہ جزوں میں سے چھ جزو اسپر واجب ہونگے اور مرحلوں پر کرایہ تقسیم کرنے
میں سہولت یا اشکال کا اعتبار نہ کیا گیا کیونکہ اسکا ضبط ممکن نہیں ہے اور یہ ایسا مسئلہ ہے کہ جو شخص علم فقہ میں تفقہ ہوتا ہے اس سے
امتحانا دریافت کیا جاتا ہے یہ قول میرے والد رحمہ اللہ کے استاد امام ظہیر الدین مرغینانی رح سے منقول فرماتے تھے یہ ظہیریہ
میں ہے - اگر مستاجر نے لدے ہوئے بوجھ پر کچھ یا قبہ رکھنا چاہا تو اس کام کا متعارف نہ ہو گا اور متعارف نہیں ہے کہ جس جنس کا
بوجھ ٹھہرا ہے اسی کی جنس کا بوجھ دوسرا اتنا وزن سے زیادہ لادے اور اگر اسی قدر یا اس سے کم لادے تو جائز ہے
اور اگر یہ چاہا کہ جو اونٹ ٹھہرا ہے اسی کے مثل دوسرا بدلے تو جائز ہے اور اگر بار گیر یعنے محمل ٹوٹ گئی اور مستاجر
نے کسی اونٹ پر جسپر بوجھ وغیرہ اسباب لادا جاتا ہے سوار ہوا تو پوری اجرت واجب ہو گی اور اگر شتربان بھاگ گیا اور
مستاجر نے حاکم کے حکم سے یا جسکو حاکم نے مقرر کیا اُسکے حکم سے چوپایہ کو نفقہ دیا تو جسقدر نفقہ دیگا وہ موجر سے واپس لیگا
اور نفقہ دینے میں بدون گواہ پیش کرنے کے نزدیک مستاجر کے قول کی تصدیق نہ ہو گی یہ غیاثیہ میں ہے - ایک شخص نے
ایک سواری کا جانور اس شرط سے کرایہ لیا کہ فلانے شخص کے ساتھ اسکی متابعت کے واسطے یعنی اسکو پہونچانے کو فلانا
مقام تک سوار ہو کر جاوے گا پس کہا کہ اجارہ جائز ہو گیا پھر دوسرے روز اسکو دوپہر تک باندھ رکھا پھر اس شخص کی اتباع
میں آیا کہ نکلے پس ظہر کے وقت مستاجر نے چوپایہ واپس کیا تو کرایہ کچھ واجب نہ ہو گا اور ضمان واجب ہونے کی بابت
یہ حکم ہے کہ اگر مستاجر نے اس سفر کرنے والے کے انتظار میں اسقدر روکا ہے جسقدر راہ لوگ انتظار میں روکتے ہیں تو ضامن
نہو گا اور اگر اس سے زیادہ روکا ہے تو ضامن ہو گا یہ ذخیرہ میں ہے - اگر ایک شخص نے لادنے کے واسطے کوئی

یعنی چاہو مرے تو قیمت دینی پڑیگی ۱۲

جانور کرایہ لیا تو اسکو اختیار ہے کہ بجاے بار کے سوار ہو جاوے اور اگر سواری کے واسطے کرایہ لیا تو باربرداری کا اختیار نہیں ہے اور اگر اس صورت مین بوجھ لادا تو اجرت کا استحقاق نہوگا یعنے مضمون ہو گیا اور بقالی مین لکھا ہے کہ اگر باربرداری کے واسطے کوئی جانور کرایہ لیا اور اسپر کسی شخص کو سوار کیا تو ضامن نہ ہوگا یہ محیط مین ہے - ایک شخص نے بغداد تک ایک جانور اس شرط سے کرایہ لیا کہ جب بغداد سے واپس ہوگا تب اجرت دیگا تو جانور کے مالک کو تاوقتیکہ مستاجر بغداد سے واپس نہ آوے کرایہ طلب کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اس حکم مین اشکال ہے اسواسطے کہ بغداد سے اسکی واپسی کا وقت معلوم نہیں ہے - پھر اگر میعاد مجہول ہوا اور مستاجر بغداد مین مرگیا تو اسوقت موجر کو اختیار ہوگا کہ مستاجر کے وہان تک جانے کا کرایہ مستاجر کے ترکہ مین سے وصول کرے یہ ظہیریہ مین ہے -

ستائیسوان باب اجارہ مین خلاف کرنے اور ضائع و تلف وغیرہ ہونے سے ضمان لازم آنے کے مسائل کے بیان مین

- ایک شخص نے شہر سے کسی مقام معلوم تک جانے کے واسطے کوئی جانور کرایہ لیا پھر اسپر شہر مین سوار ہوا اور وہان نہ گیا تو ضامن ہوگا اور اگر کپڑے کے اجارہ مین اسطرح خلاف کیا ہو تو ضامن نہوگا یہ سراجیہ مین ہے - ایک شخص نے شہر مین ایک روز سوار ہونے کے واسطے ایک جانور کرایہ لیا پھر اسکو لیکر یعنے سوار ہو کر باہر چلا گیا مگر اسی روز اسکو شہر مین واپس لایا تو ضمان سے بری ہو جائیگا یہ امام محمد رح سے مروی ہے کذا فی التاتارخانیہ - ایک چوپایہ اس غرض سے کرایہ لیا کہ اسپر کسیقدر جو باندازہ معلوم یعنے بہ پیمانہ معلوم لادے پھر اسی قدر گیہون یعنی اسیقدر پیمانہ گیہون اسپر لادے تو اسپر در صورت چوپایہ کے ہلاک ہو جانے کے چوپایہ کی قیمت واجب ہوگی اور اسپر کچھ اجرت واجب نہوگی یہ سب ائمہ کے نزدیک بالاجماع ہے کیونکہ جسقدر پیمانہ جو ہون اسی قدر پیمانہ اگر گیہون لیے جاوین تو بہ نسبت جو کے گران ہونگے کیونکہ گیہون مین بہ نسبت جو کے زیادہ اندماج ہوتا ہے پس گویا اُسنے پتھر یا لوہا بجاے جو کے لادا اور ظاہر ہے کہ اسصورت ضامن ہوگا پس گیہون مین بھی ضامن ہوگا بخلاف اسکے اگر اسواسطے کرایہ لیا کہ اسپر دس قفیز جو لادے پھر اسپر گیارہ قفیز جو لاد لایا تو اس صورت مین اسکی قیمت کے گیارہ حصے کرکے ایک حصہ قیمت کا ضامن ہوگا بشرطیکہ چوپایہ مین گیارہ قفیز جو اٹھانے کی طاقت ہو اور فقط گیارھوین حصہ کا ضامن اس وجہ سے ہوگا کہ جو چیز اُسنے زیادہ لادی ہے وہ اسی جنس سے ہے جسکے لادنے کے واسطے کرایہ لیا تھا - اور اگر گیارہ قفیز گیہون لادنے کے واسطے کرایہ لیا پھر اسپر گیارہ قفیز جو لادے تو استحساناً ضامن نہوگا - اور اگر تول کے حساب سے گیہون لادنے کے واسطے کرایہ لیا پھر اُسی تول سے اسپر اسی قدر جو لاد لایا تو ضامن نہوگا بشرطیکہ جس جگہ چوپایہ کی پیٹھ پر بوجھ لادا جاتا ہے اتنی جگہ سے یہ بوجھ بڑھ نہ گیا ہو یعنے موضع حمل سے زیادہ بے جگہ نہ لادا ہووے - اور اگر جو لادنے کے واسطے کرایہ لیا پھر تول سے اسیقدر گیہون لادے تو ضامن ہوگا - اور اصل اس باب مین یہ ہے کہ جو چیز بیان کردی گئی ہے اسکو لاد کر دیکھا جاوے اور جو چیز مستاجر نے از راہ مخالفت جانور کی پیٹھ پر لادی ہے اسکو لاد کر دیکھا جاوے حالانکہ وزن مین دونون یکسان ہون پس اگر وہ چیز جسکو مستاجر نے لادا ہے جانور کی پیٹھ پر بہ نسبت مقرر شدہ چیز کے کم جگہ گھیرتی ہو تو ضامن ہوگا کیونکہ اس صورت مین جو چیز مستاجر نے لادی ہے وہ بہ نسبت مقرر شدہ کے جانور کے حق مین زیادہ مضر ہوگی چنانچہ اگر عقد مین گیہون یا جو لادنا قرار پایا اور مستاجر نے بجاے اسکے پتھر یا لوہا لادا حالانکہ وزن مین اسی قدر لادا ہے تو ضامن ہوگا اور اگر وہ چیز جو مستاجر نے لادی ہے بہ نسبت مقرر شدہ کے زیادہ جگہ گھیرتی ہو اور وزن مین

دونون برابر ہون تو ضامن نہوگا کیونکہ یہ چیز بنسبت مقرر شدہ کے چوپایہ کے حق مین آسان ہوگی ہیں لیسے بخلاف سے ضامن نہوگا ولیکن اگر اُس چیز کا لادنا لادنے کی جگہ سے تجاوز کرگیا تو ضامن ہوگا چنانچہ اگر گیہون لادنا اجارہ مین ٹھہرا اور مستاجر نے بجاے اسکے لکڑیان اینڈھن کی یا بھوسہ یا روئی اُسی قدر وزن مین لادی اسطرح کہ لادنے کی جگہ سے تجاوز کیا تو ضامن ہوگا اور اسی پر فتوی ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر بیانہ معلوم سے جو لادنے کے واسطے کوئی جانور کرایہ لیا پھر اُسپر اسکے نصف کے برابر گیہون لادے تو امام سرخسی نے فرمایا کہ ضامن ہوگا اور امام خواہرزادہ نے فرمایا کہ استحساناً ضامن نہوگا اور صدر الشہید نے کتاب الاصل کی شرح مسائل العاریۃ مین فرمایا کہ یہی اصح ہے یہ خلاصہ مین ہے۔ اگر جو لادنے کے واسطے کوئی جانور کرایہ لیا پھر اسکی پیٹھ پر ایک طرف گون مین گیہون لادے اور دوسری طرف جو لادے اور جانور مرگیا تو ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ نصف ضمان اور نصف اجرت اُسپر واجب ہوگی یہ ینابیع مین ہے۔ اگر بجاے نرملی کپڑون کے چادرین موٹی اور طیلسان گندہ لادلایا تو ضامن ہوگا یہ غیاثیہ مین ہے۔ اگر بوجھ لادنے کے واسطے کوئی اونٹ کرایہ لیا پھر اُسپر اشیاے خانہ داری و اثاثہ لادا تو ضامن ہوگا اور اگر بجاے بوجھ کے اُسپر کسی شخص کو سوار کردیا تو ضامن نہوگا کیونکہ یہ ہلکا ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ ایک شخص نے اپنے سوار ہونے کے واسطے ایک جانور کرایہ کیا پھر اُسپر کسی دوسرے شخص کو سوار کیا پھر اسکو اُتارکر خود سوار ہوا تو ضمان سے بری نہو جائیگا اور اگر کوئی جانور کسی مقام معلوم تک کے واسطے کرایہ لیا اور اسکو اُس مقام تک لیگیا حالانکہ نہ اُسپر سوار ہوا نہ اُسپر بوجھ لادا تو اجرت واجب ہوگی اور اگر جانور مین کوئی عذر ایسا ظاہر ہوا کہ جسکے باعث سے سوار نہو سکا اور نہ بوجھ لادسکا تو اجرت واجب نہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر کوئی زین ایک مہینہ تک کسکر سوار ہونے کے واسطے اجارہ لی پھر کسی دوسرے شخص کو دیدی وہ کسکر سوار ہوتا رہا تو ضامن ہوگا اور اجرت واجب نہوگی اور اگر کوئی اکاف (یعنے پالان خر) اس غرض سے کرایہ لیا کہ ایک مہینہ تک اُسپر گیہون لادکرلادے تو جائز ہے خواہ اُسنے اپنے گیہون لادے ہون یا دوسرے کے گیہون ہون اور جوال کا بھی یہی حکم ہے یعنے خواہ اپنے گیہون اُسمین بھرے یا دوسرے کے گیہون بھرنے کے واسطے دیدے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر کسی نے اپنا بوجھ لادنے کے واسطے اجارہ لیا پھر اُسپر غیر کا بوجھ لادا تو ضامن نہوگا۔ اور اگر کوئی محمل اپنی سواری کے واسطے کرایہ لی تو اُسکو اختیار نہین ہے کہ دوسرے کو سوار کرے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ دو شخصون نے ایک لادو جانور اس شرط سے کرایہ لیا کہ ایک کا دو تہائی اور دوسرے کا ایک تہائی ہے پس پہلے شخص نے اُسپر سات من لادا اور دوسرے نے دس من لادا تو شخص اپنے بوجھ کے سترہ حصون مین سے چار حصہ کا اور ایک تہائی حصہ کا ضامن ہوگا کیونکہ اُسکو صرف پانچ حصے کامل و دو تہائی حصے کی اجازت ہے یہ غیاثیہ مین ہے۔ اگر ایک جانور دس من گیہون لادنے کے واسطے کرایہ لیا پھر اُسپر گیارہ من گیہون لادے اور وہ جانور مقام مشروط پر پہونچکر تھکے کر مرگیا تو مستاجر پوری اجرت اور گیارہ حصہ قیمت جانور مین سے ایک حصہ کی ضمان واجب ہوگی اور اس سے زیادہ مستاجر سے کچھ نہین لے سکتا ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ اس مسئلہ کی تاویل دو طور سے ہے ایک یہ ہے کہ جسقدر بوجھ مستاجر نے زیادہ کردیا ہے اسکے اُٹھانے کی طاقت جانور کو حاصل تھی اور زیادتی بوجھ پر بھی چل سکتا تھا تب یہ حکم ہے اور اگر زیادہ بوجھ کی طاقت نہ تھی تو یہ قیاس ایک مسئلہ کے جو آئندہ آتا ہے یہ حکم ہوگا کہ پوری قیمت ڈانڈ دے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اُسنے گیارہ من گیہون ایکبارگی لادے ہون تب یہ حکم ہے اور اگر اُسنے دس من ایک دفعہ لادے ہون پھر ایک من لادے ہون اور جانور تھک کر

مرگیا تو پوری قیمت کا ضامن ہوگا۔ اور یہ اسوقت ہی کہ جب اُٹھنے گیا دھوان من اُسی جگہ لادا ہو جہان جانور کی پیٹھ پر دس من لدے ہوئے ہین۔ اور اگر اِس جگہ نہ لادا بلکہ فتراک ذخیرہ مین ایک من لٹکا دیا تو بقیاس مسئلہ آئندہ کے جو انشاء اللہ تعالی بیان ہوگا یہ حکم ہی کہ بقدر زیادتی کے ضامن ہوگا کذا فی المحیط اور اصح ہو کہ یہ مسئلہ جو مذکور ہوا اسمین اور دوسرے مسئلہ مین فرق ہی یعنی ایک بیل دس من پیسنے کے واسطے اجارہ لیکر گیارہ من گیہون پیسے اور جانور مرگیا یا ایک جریب زمین ہل چلانے کے واسطے کرایہ لیا اور ڈیڑھ جریب زمین مین ہل چلایا اور جانور تھک کر مرگیا تو پوری قیمت کا ضامن ہوگا پیران دونون مین یہ فرق ہی کہ پسائی کا کام رفتہ رفتہ ہوتا ہی پس جب پسائی دس من پہونچی تو عقد اجارہ تمام ہوگیا پھر اسکے بعد کام لینے سے ہرطرح ضامن ہوگا پس پوری قیمت دینی پڑیگی بخلاف لدائی کے کہ لدائی ایک ہی مرتبہ ہوتی ہی پس جب اُسنے زیادہ بوجھ لاد دیا اور اسمین سے تھوڑے بوجھ کی اسکو بحکم عقد اجازت بھی ہی پس ہرطرح ضامن نہوا بلکہ بقدر زیادتی کے ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ (قال الامام) اگر ابو حنیفہ رح ایک شخص نے دس من گیہون لادنے کے واسطے ایک جانور کرایہ لیا اور اُسپر بیس من لادے پس اگر وہ جانور مرنے سے بچ گیا تو مستاجر پر پوری اجرت واجب ہوگی۔ اور اگر مقام مشروط پر پہونچکر مرگیا تو پوری اجرت اور آدھی قیمت ڈانڈ واجب ہوگی مگر امام ابو یوسف کے نزدیک پوری قیمت کا ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص نے دس من گیہون لادنے کے واسطے کرایہ لیا پھر اسپر پندرہ من گیہون لاد لیگیا اور صحیح سالم اسکو واپس لایا مگر مالک کو واپس کرنے سے پہلے وہ جانور مرگیا پس اگر مستاجر کو معلوم تھا کہ اسقدر بوجھ لادنے کی طاقت اس جانور مین ہی تو پوری اجرت اور ایک تہائی قیمت ڈانڈ واجب ہوگی اور اگر معلوم تھا کہ نہین طاقت رکھتا ہی تو پوری قیمت کا ضامن ہوگا اور کچھ اجرت واجب نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر مستاجر نے جانور کے مالک کو حکم دیا کہ اُسپر بوجھ لاددے اُسنے لاد دیا حالانکہ جانتا ہی کہ اس بوجھ مین قرار داد سے زیادتی ہی یا نہین جانتا ہی تو مستاجر ضامن نہوگا اور یہ ایک حیلہ ہی یہ غیاثیہ مین لکھا ہی۔ اور اگر دس من گیہون لادنے کیواسطے کرایہ لیا پھر بیس من کی گون بھر کر موجر کو حکم دیا کہ جانور پر لاد دے اُسنے لاد دیا تو مستاجر ضامن نہوگا اور اگر دونون نے ملکر ایک ساتھ لادا ہو تو مستاجر چوتھائی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر بیس من اُٹھے دو گونون مین بھرا اور ہرایک نے ایک ایک گون لادی یا پہلے مستاجر نے دس من کی گون لادی پھر موجر نے دوسری گون لادی تو بالکل مستاجر ضامن نہوگا اور اگر پہلے موجر نے بحکم مستاجر ایک گون لادی پھر مستاجر نے دوسری گون لادی تو نصف قیمت کا ضامن ہوگا یہ ذخیرہ کبری مین ہی۔ اگر کسی مقام معلوم تک سوار ہونے کے واسطے ایک جانور کرایہ لیا پھر خود سوار ہوا اور اپنے ساتھ بوجھ لاد لیا پس اگر جانور ہلاک ہوجاوے تو بقدر زیادتی کے ضامن ہوگا یہ حکم کتاب مین صریح مذکور ہی اور اُسکی تفسیر یہ ہی کہ دانا کار لوگون کے پاس جاکر دریافت کیا جاویگا کہ یہ بوجھ جو اس شخص نے زیادہ لاد لیا ہی سواری سے گرانی مین کسقدر زیادہ ہی اسی حساب سے ضمان لیا جاویگی اور یہ حکم اس صورت مین ہی کہ جب اُسنے سواری کی جگہ بوجھ نہ رکھا ہو بلکہ سواری کی جگہ خود سوار ہوا ہو اور بوجھ دوسری جگہ مثلاً کسی طرف لٹکا لیا ہو اور اگر سواری کی جگہ بوجھ لاد کر اُسپر سوار ہوگیا ہو تو پوری قیمت کا ضامن ہوگا یہ فتاوی صغری مین ہی۔ اگر سوار ہونے کے واسطے کوئی جانور کرایہ لیا پھر خود سوار ہوا اور اپنے ساتھ کسی غیر کو سوار کر لیا پس اگر جانور بچ گیا تو پوری اجرت واجب ہوگی اور ضامن نہوگا اور اگر ایسی سواری سے جانور مرگیا حالانکہ اُسنے مقام مشروط تک پہونچا دیا ہی تو مستاجر پر اجرت کامل واجب ہوگی اور نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور ضمان وصول کرنے مین مالک کو

اختیار ہوگا چاہے مستاجر سے وصول کرے یا اس غیر سے وصول کرے خواہ یہ غیر مستاجر کا مستاجر ہو یعنی اُس نے مستاجر سے اجارہ لیا ہو یا مستعیر ہو پس اگر مالک نے اپنے مستاجر سے ضمان لی تو مستاجر اس ضمان کو اس غیر سے کسی صورت میں واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر مالک نے اس غیر سے ضمان وصول کر لی پس اگر یہ غیر مستاجر ہو تو اپنے موجر سے مال ضمان واپس لیگا اور اگر مستعیر ہو تو واپس نہیں لے سکتا ہے اور واضح ہو کہ یہ شخص غیر خواہ ہلکا ہو یا بھاری ہو کچھ فرق نہ کیا جائیگا ہر صورت میں ضمان واجب ہوگی۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ آدھی قیمت کی ضمان صرف اُسی صورت میں ہے کہ جب وہ جانور دونوں کا بوجھ اٹھا سکتا ہو اور اگر دونوں سواروں کا بوجھ نہ اٹھا سکتا ہو تو مستاجر پوری قیمت کا ضامن ہوگا۔ پھر واضح ہو کہ امام محمد رح نے اس مسئلہ میں مطلقاً نصف قیمت کے ضامن ہونے کا حکم دیا اور جامع صغیر میں ذکر کیا ہے کہ اگر ایک شخص نے قادسیہ تک ایک جانور سواری کے واسطے کرایہ لیا اور اپنی ردیف میں ایک غیر شخص کو سوار کر لیا اور جانور تھک کر مر گیا تو بقدر زیادتی کے ضامن ہوگا اور یہی جامع صغیر میں اس مسئلہ قادسیہ والے کے ذکر کرنے کے دورکے بعد بیان کیا کہ انداز و گمان کا اعتبار کیا جائیگا اور قدوری میں لکھا ہے کہ مستاجر نصف قیمت کا ضامن ہوگا خواہ دوسرا شخص ہلکا ہو یا بھاری ہو اور امام ظہیر الاسلام علی بزدوی نے فرمایا کہ حاصل یہ ہے کہ انداز و گمان معتبر ہے اور اگر انداز و گمان میں اشتباہ رہے تو عدد کا اعتبار کیا جائیگا۔ اور اگر مستاجر نے اپنے ساتھ کسی ایسے نابالغ کو سوار کر لیا جو جانور سے سواری نہیں لے سکتا ہے اور نہ اُسکو تھام سکتا ہے تو جسقدر بوجھ زیادہ ہو گیا اُسکے حساب سے ضامن ہوگا۔ مگر واضح ہو کہ جب اُس نے اپنے ساتھ ایسی چیز کو لاد دیا جو بوجھ یا بوجھ کے حکم میں ہے تو بقدر زیادتی کے ضامن ہونا اُسی صورت میں ہے کہ جب بوجھ کے رکھنے کی جگہ کے سوائے دوسری جگہ سوار ہوا ہو اور اگر موضع حمل پر سوار ہو تو پوری قیمت کا ضامن ہوگا پس اس مسئلہ پر قیاس کر کے ہم کہتے ہیں کہ اگر سواری کے واسطے ایک جانور کرایہ لیا پھر اُسپر خود سوار ہوا اور اپنے کندھے پر دوسرے شخص کو سوار کر لیا اور جانور مر گیا تو پوری قیمت کا ضامن ہوگا۔ اور یہ اختلاف یعنی بقدر زیادتی کے یا پوری قیمت کے ضامن ہونے کا اختلاف اُس صورت میں ہے کہ جب وہ جانور اسقدر طاقت رکھتا ہو کہ مستاجر مع بوجھ کے اُسپر سوار ہو جاوے اور اگر یہ طاقت نہ رکھتا ہو تو سب صورتوں میں پوری قیمت کا ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر سواری کے واسطے کوئی جانور کرایہ لیا پھر کرایہ لینے کے وقت جسقدر کپڑے پہنے ہوئے تھا اُس سے زیادہ کپڑے پہنکر سوار ہوا پس اگر یہ زیادتی ایسی ہے جیسے لوگ سوار ہونے میں پہنا کرتے ہیں یعنی لوگوں کے رواج سے خلاف نہیں ہے تو ضامن نہوگا اور اگر اس سے بھی زیادہ پہن لیے ہوں تو بقدر زیادتی کے ضامن ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک جانور سواری کے لیے کرایہ کیا اور جب اپنے گھر تک لایا تو اُسکو گھر میں اس غرض سے ہانک لے گیا کہ جو زائد لباس پہنے ہوئے ہے اُسکو اُتار دے پس وہ جانور گھر سے نکل کر بھاگا اور مستاجر اُسکے پیچھے دوڑا مگر اُس تک نہ پہونچ سکا تو ضامن نہوگا کیونکہ اُس نے حفاظت ترک نہیں کی یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ اگر شہر میں دس روز سواری لینے کے واسطے ایک جانور کرایہ لیا اور اُسکو باندھ رکھا اور بالکل سوار نہوا تو اُسپر کرایہ واجب ہوگا اور کچھ ضامن نہوگا اور اگر دس روز سے زیادہ اُسکو باندھ رکھا ہو تو زیادہ دنوں کا کرایہ واجب نہوگا اور اگر جانور کو نفقہ دیا ہو تو اُس نے احسان کیا یعنی جو کچھ خرچ کیا ہے اُسکو مالک سے نہیں لے سکتا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ امام محمد رح نے کتاب الاصل میں لکھا ہے کہ ایک جانور اس غرض سے کرایہ لیا کہ

دلہن کو اسکے شوہر کے گھر پہونچایا جاوے یعنی شب زفاف مین سوار کرکے شوہر کے گھر پہونچایا جاوے پس اگر
عروس معین ہو اور جہان پہونچانا منظور ہے وہ جگہ بھی معین کردی تو اجارہ جائز ہی اور اگر عروس غیر معین ہو تو اجارہ
فاسد ہی اور اگر مستاجر نے ایسے اجارہ مین کسی دلہن کو سوار کرکے پہونچادیا تو استحساناً عقد اجارہ منقلب بجائز ہو جائیگا
اور مستاجر پر کرایہ واجب ہوگا جو دونون کے درمیان قرار پایا ہی۔ اور اگر دلہن والون نے وہ جانور باندھ رکھا یہانتک
کہ صبح ہوگئی پس آیا اجرت واجب ہوگی یا نہین تو حکم یہ ہی کہ اگر شہر مین کسی عروس معین کے سوار کرنے کے واسطے کرایہ
لیا ہو تو اجرت واجب ہوگی اور اگر خارج شہر مین کسی عروس معین کی سواری کے لیے کرایہ لیا ہو تو اجرت واجب نہوگی اور
آیا ایسے باندھ رکھنے سے ضامن ہوگا یا نہین تو حکم یہ ہی کہ اگر خارج شہر مین سواری کے واسطے کرایہ کیا ہی تو ضامن
ہوگا اور اگر شہر مین سواری کے واسطے اجارہ لیا ہی تو ضامن نہوگا۔ اور اگر دلہن والون نے عروس غیر معین کے
زفاف کے واسطے کرایہ پر لیا ہو تو جس وقت اسکو باندھ رکھا اجرت واجب ہوئی خواہ شہر مین سواری کے واسطے اجارہ
پر لیا ہو یا باہر شہر کے۔ اور اگر عروس معین کی سواری کے واسطے کرایہ لیا پھر اسکے سوا کسی دوسری دلہن کو سوار
کیا تو ضامن ہوجاویگا اور کرایہ واجب نہوگا خواہ جانور بچ گیا ہو یا مرگیا ہو اور اگر عروس غیر معین کی سواری کے واسطے
اجارہ لیا ہو تو ضامن نہوگا یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے ایک انسان کو سوار کرنے کے واسطے جانور کرایہ لیا پھر اسپر
ایک موٹی بھاری عورت سوار کرائی تو ضامن نہوگا کیونکہ انسان مین عورت بھی داخل ہی اور اگر وہ عورت ایسی موٹی بھاری
ہو کہ جانور اسکا بوجھ نہین اٹھا سکتا ہی مگر مستاجر نے خواہ مخواہ سوار کیا تو ضامن ہوگا کیونکہ یہ سواری نہین ہے بلکہ
جانور کو دیدہ و دانستہ ضایع کرنا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر اپنی سواری کے واسطے کوئی جانور کرایہ لیا اور اسپر ایک
نابالغ لڑکے کو جو جم سکتا ہی یعنے جانور کی گرفت کرسکتا ہی سوار کیا تو تمام قیمت کا ضامن ہوگا اسی طرح اگر نہ جم سکتا ہو
تو بھی یہی حکم ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ اگر کسی عورت کے سوار کرنے کے واسطے ایک جانور کرایہ لیا پھر اس عورت کے بچہ ہوا
اور بچہ کو بھی ساتھ سوار کیا تو بقدر بچہ کی زیادتی کے ضامن ہوگا اسیطرح اگر کرایہ کی اونٹنی نے بچہ دیا اور بچہ کو عورت
کے ساتھ بٹھا دیا تو بھی بقدر بچہ کے ضامن ہوگا اگرچہ وہ بچہ مالک جانور کی ملک ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر کوئی گدھا مع
زین کرایہ لیا پھر اسپر ایسی زین ڈالی جیسی ان گدھون پر نہین ڈالی جاتی ہی یعنے بھاری زین تھی تو باتفاق روایات بقدر
زیادتی کے ضامن ہوگا اور اگر دوسری زین بہ نسبت پہلی زین کے ہلکی یا برابر ہو تو ضامن نہوگا۔ اسیطرح اگر گدھے کو مع پالان
کرایہ لیا اور پالان دور کرکے دوسرا پالان اس سے ہلکا یا برابر ڈالا تو ضامن نہوگا اور اگر بھاری ڈالا تو بقدر زیادتی کے
ضامن ہوگا۔ اور اگر کوئی گدھا مع پالان کے سواری کے واسطے کرایہ لیا پھر پالان کو دور کرکے اسپر زین رکھی تو ضامن
نہوگا۔ اور اگر گدھا مع زین کے سواری کے واسطے کرایہ لیا پھر زین دور کرکے پالان ڈالکر سوار ہوا تو ضامن
ہوگا ایسا ہی جامع صغیر مین مذکور ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور امام ابو یوسف و امام محمد رح
نے فرمایا کہ بقدر زیادتی کے ضامن ہوگا اور جو حکم جامع صغیر مین مذکور ہی وہی اصح ہی اور اسکی وجہ یہ ہی کہ مستاجر نے کل مین
صورت و معنی مین خلاف کیا ہی یعنے مستاجر نے صورۃً و معنیً کل مین مخالفت کی ہی پس کل کا ضامن ہوگا۔ اور یہ خلافی حکم اس
صورت مین ہی کہ جب ایسے گدھے پر ایسا پالان ڈالا جاتا ہو اور اگر وہ جانور ایسا ہو کہ اسپر بالکل پالان نہین ڈالا جاتا ہی
یا ایسا پالان نہین ڈالا جاتا ہی تو بالاجماع پوری قیمت کا ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر ننگا گدھا یعنی ننگی پیٹھ گدھا کرایہ لیا

اور اسپر زین کسکر سوار ہوا تو ضامن ہوگا اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اگر ننگی پیٹھ ایک مقام سے ایسے مقام تک کرایہ لیا کہ جہانتک بدون زین کے سوار ہو جانا ممکن نہیں ہے مثلاً ایک شہر سے دوسرے شہر تک کرایہ لیا تو زین کسنے سے ضامن نہوگا اسیطرح اگر شہر ہی مین سوار ہونے کے واسطے کرایہ لیا مگر مستاجر ایسا شخص ہے کہ شہر مین ننگی پیٹھ جانور پر سوار نہیں ہوتا ہے تو بھی ضامن نہوگا اور زین کسنا ایسی صورت مین مستاجر کے واسطے دلالۃً ثابت ہوگا۔ اور اگر مستاجر ایسا شخص ہو کہ شہر مین ننگی پیٹھ جانور پر سوار ہوا ہے تو اسکے واسطے یہ اجازت دلالۃً ثابت نہوگی اور وہ ضامن ہوگا۔ پھر جب ضمان مقرر ہو گی پس آیا پوری قیمت کا ضامن ہوگا یا بقدر زیادتی کے ضامن ہوگا تو اسکا حکم کتاب الاصل مین نہین لکھا ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ پوری قیمت کا ضامن ہوگا اور یہی صحیح ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر بدون لگام کے کوئی جانور کرایہ لیا پھر لگام دیدی یا لگام دی ہوئی تھی اسکو اتار کر دوسری لگام ویسی ہی چڑھائی اور سوار ہو گیا تو ضامن نہوگا اور اگر وہ جانور بغیر لگام کے چلتا ہو اور ایسی لگام دی جیسی اس جانور کے نہین چڑھائی جاتی ہے تو ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتیین مین ہے۔ اگر جانور کی لگام سختی سے اپنی طرف کھینچی یا اسکو مارا کہ وہ مر گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک ضامن ہوگا اور اسی پر فتوی ہے یہ جوہرہ نیرہ مین ہے۔ اور شیخ اسمعیل زاہد رح نے فرمایا کہ اگر سواری کے واسطے کوئی جانور کرایہ لیا پھر اسکو مارا کہ وہ مر گیا پس اگر مالک کی اجازت سے اسکو مارا اور مار کی چوٹ ایسی جگہ پہونچی جہان مارنے کی عادت ہے تو بالاجماع ضامن نہوگا اور اگر غیر عادت کی جگہ پہونچی یعنی وہان مارنے کی عادت نہین ہے تو بالاجماع ضامن ہوگا لیکن اگر خاص اس غیر معتاد جگہ پر مارنے کی اجازت حاصل ہو تو ضامن نہوگا یہ مضمرات مین ہے۔ اور اگر جانور کے چلانے مین سختی کی یعنی غیر معتاد رفتار سے ہانکا تو ضامن ہوگا یہ بالاجماع ہے کذا فی الغیاثیہ۔ اگر کوفہ تک جانے کے واسطے کوئی جانور کرایہ لیا اور اسکو کوفہ کے آگے لیگیا مگر اسقدر بڑھ گیا کہ لوگ ایسی زیادتی سے چشم پوشی نہین کرتے ہین خواہ اس بڑھانے مین سوار ہوا ہو یا نہوا پھر اسکو کوفہ مین واپس لایا تو مستاجر پر کوفہ تک کا کرایہ واجب ہوگا اور جانور اسکے پاس ضمان مین رہیگا تاوقتیکہ مالک کو واپس نہ کرے چنانچہ اگر کوفہ کے راستہ مین مر جاوے تو اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور کرایہ مین سے کچھ نہ دیگا اور یہ دوسرا قول امام اعظم رح کا اور یہی قول صاحبین کا ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اگر اجارہ کی چیز مستاجر کے پاس تلف ہوئی اور پھر کسی شخص نے مستاجر کے قبضہ پر اپنا استحقاق ثابت کر کے مستاجر سے ضمان لے لی تو مستاجر اس مال ضمان کو اپنے موجر سے واپس لیگا یہ ینابیع مین ہے۔ جامع الفتاوے مین لکھا ہے کہ اگر دس قفیز گیہون لادنے کے واسطے ایک جانور کرایہ لیا پھر اسکو بیس قفیز گیہون لادنے کے لیے دوسرے شخص کو کرایہ پر دیدیا اور دوسرے کی باربرداری مین وہ جانور تلف ہو گیا تو مالک کو دونون مین ہر ایک سے ضمان لینے کا اختیار ہوگا پس اگر اسنے دوسرے سے ضمان لی تو وہ پہلے مستاجر سے یہ مال ضمان واپس لیگا اور اگر اسنے پہلے مستاجر سے ضمان لی تو پہلا مستاجر اس مال کو دوسرے سے واپس نہین لے سکتا ہے کیونکہ اسی نے دوسرے کو دھوکا دیا تھا۔ اور اگر ایک شخص نے شہر ایران تک جانے کے واسطے کرایہ لیا اور بیچ راستہ مین وہ جانور مر گیا حالانکہ جسقدر راستہ باقی رہ گیا ہے وہ بہ نسبت طے کیے ہوئے کے سخت و دشوار ہے تو کرایہ کی تقسیم مین آسانی و سختی کا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ کبھی آسانی کی وجہ سے ایک کوس کا ایک درہم کرایہ ہوتا ہے اور کبھی سختی کی وجہ سے ایک کوس کا دو درہم کرایہ ہوتا ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے۔ اگر کسی مقام معلوم تک سوار ہو کر آمد و رفت کے واسطے ایک جانور چارہ دینے کی شرط سے

ف یعنی پیچھے کو گرانے والا یعنی جرات نہین کرتا ہو ۱۲

کرایہ لیا حتی کہ اجارہ فاسد قرار پایا پھر وہان تک جاکر واپس ہوا اور اپنی ردیف مین ایک شخص کو سوار کر لیا تو جانے کا پورا اجرالمثل واجب ہوگا اور واپسی کا آدھا اجرالمثل واجب ہوگا کیونکہ واپسی کے وقت وہ شخص نصف کا غاصب ہو گیا اور نصف کا اجارہ فاسد تھا اور اگر اس صورت مین جانور مر جاوے تو نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر اسنے موافق شرط کے اجارہ دیا تو جو اجرت اُسپر واجب ہوئی ہو اُسمین محسوب کیا جائیگا یہ غیاثیہ مین ہو۔ اگر ایک مقام معین تک سوار ہونے کیواسطے ایک جانور کرایہ لیا پھر اسکو کسی دوسرے مقام تک سوار ہو کر لے گیا تو درصورت مر جانے کے ضامن ہوگا اگرچہ دوسرا مقام بہ نسبت مقام معین کے نزدیک ہو یہ بدائع مین ہو۔ اور اگر ایک مقام معین تک سوار ہو جانے کیواسطے ایک جانور کرایہ لیا اور اسکو کسی دوسرے مقام تک سوار ہو کر لیگیا تو کچھ اجرت واجب نہوگی خواہ جانور صحیح سالم رہا ہو یا مر گیا ہو۔ اور ایسی جنس کے مسائل مین اصل یہ ٹھہری ہو کہ معقود علیہ یعنی منفعت کا حاصل کر لینا مستاجر کے ذمہ موجب اجرت ہوتا ہو بشرطیکہ معقود علیہ حاصل کرنے پر مستاجر قادر ہو اور اگر قادر نہو تو موجب نہین ہو۔ آیا تو نہین دیکھتا ہو کہ اگر ایک شخص نے کوئی خاص کپڑا پہننے کیواسطے کرایہ پر لیا اور اُسی مستاجر نے اپنے موجر سے کوئی دوسرا کپڑا غصب کر کے لے لیا پھر مستاجر نے جو کپڑا کرایہ لیا تھا اُسکے سوائے غصب کیا ہوا کپڑا پہنا پس اگر کرایہ والا کپڑا مستاجر کے گھر مین موجود ہو تو اُسپر کرایہ واجب ہوگا اور اگر مثلاً اُسکو مستاجر سے کسی شخص نے چھین لیا ہو اور مستاجر اُس سے نفع حاصل نہ کر سکتا ہو تو مستاجر کے ذمہ بالکل کرایہ واجب نہوگا یہ ذخیرہ مین ہو۔ اگر کچھ بار معین کسی مقام معلوم تک خاص راستہ سے لیجانے کیواسطے کوئی جانور کرایہ کیا یا کوئی گدھا اس غرض سے کرایہ کیا کہ اسباب ضروری لاد کر خاص راستہ سے فلان مقام تک جاوے اور جب روانہ ہوا تب ایسا راستہ اختیار کیا کہ جسمین لوگون کی آمدورفت ہو مگر وہ راستہ خاص جو قرار پایا ہو اُس سے روانہ نہوا پھر جانور مر گیا یا اسباب تلف ہوگیا تو ضمان لازم نہ آویگی اور اگر مقام مقصود تک پہونچ گیا تو اجرت واجب ہوگی کیونکہ جب دونون راستے یکسان ہین کوئی تفاوت نہین تو معین کرنا بیفائدہ ہو حتی کہ اگر اُسنے ایسا راستہ اختیار کیا جس سے لوگون کی آمدورفت نہین ہو یا خوفناک ہو تو اسصورت مین ضامن ہوگا کیونکہ اسصورت مین جو راستہ معین کیا ہو اُسکے متعین کرنے مین فائدہ ہو۔ اور اگر دریا کی راہ سے روانہ ہوا ہو تو اس صورت مین ضامن ہوگا کیونکہ اکثر خوف تلف ہوتا ہو اور اگر اس صورت مین منزل مقصود پر صحیح سالم پہونچ گیا تو کرایہ واجب ہوگا اور مخالفت کرنے کا اعتبار نہ کیا جائیگا کیونکہ مقصود حاصل ہونے پر مخالفت کا کچھ اعتبار نہین ہو اور مال بضاعت مین بھی ایسا ہی حکم ہو۔ یہ تمرتاشی مین لکھا ہو۔ اگر کسی شخص نے ایک خچر اس غرض سے کرایہ کیا کہ اُسپر اسباب لاد کر مدینہ منورہ تک جاوے اور لاد کر مدینہ منورہ کو روانہ ہوا پھر راہ مین پیشاب یا پیخانہ کی غرض سے پیچھے رہ گیا یا کسی شخص سے باتین کرنے لگا اور خچر آگے چلا گیا اور ضائع ہوگیا پس اگر اسکی آنکھ سے غائب نہین ہوا تو ضامن نہوگا اور اگر اُسکی نظر سے غائب ہوا ہو تو ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ زید نے گانون سے شہر جانے کے واسطے ایک جانور کرایہ لیا اور جانور کے مالک نے عمرو کو زید کے ساتھ کیا راستہ مین عمرو کسی کام مین مشغول ہوگیا اور زید تنہا جانور کو لیکر چلا گیا اور جانور اُسکے پاس ضائع ہوگیا تو عمرو ضامن نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ اور امام ابو یوسف رح وامام محمد رح نے فرمایا کہ کسی شخص نے خاص مقام تک سوار ہو جانے کے واسطے ایک جانور کرایہ لیا پھر جب کچھ دور گیا تو دعوی کیا کہ یہ جانور میرا ہو اور کرایہ لینے سے انکار کیا اور جانور کا مالک اجارہ کا مدعی ہو پس اگر مستاجر کی سواری کی وجہ سے جانور مر گیا تو ضامن نہوگا اور

اگر سواری لینے سے پہلے مرگیا تو ضامن ہوگا اور اگر ایسا واقعہ ہوا کہ مسافت طے ہوجانے کے بعد مستاجر اُس جانور کو مالک کو واپس کرنے کے واسطے لایا اور وہ تلف ہوگیا تو ضامن ہوگا اور شیخ قدوری رح نے فرمایا ہو کہ مستاجر پر امام ابو یوسف کے نزدیک انکار سے پہلے کی اجرت واجب ہوگی اور انکار کے بعد کی اجرت اُسکے ذمہ سے ساقط ہوجاویگی اور امام محمد رح کے نزدیک پوری اجرت واجب ہوگی یہ کبریٰ مین ہو۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر کرایہ کا جانور یا غلام اپنے مستاجر کے پاس بدون تعدی[عه] یا مخالفت یا جنایت کرنے کے بعد مرگیا تو اسپر ضمان لازم نہ آویگی اور اجارہ اُسیوقت سے باطل ہوجائیگا کیونکہ معقود علیہ معدوم ہوگیا یہ شرح طحاوی مین ہو۔ اگر ایک شخص نے کوئی جانور اس غرض سے کرایہ لیا کہ اُسپر اناج لادکر شہر کو لیجاوے پھر واپسی کے وقت اُس جانور پر دو قفیز نمک مالک کی بلا اجازت لاد لیا اور جانور مرگیا تو ضامن ہوگا یہ ملتقط مین ہو نوازل مین لکھا ہو کہ ایک شخص نے دوسرے کو ایک اونٹ دیا اور حکم کیا کہ اسکو کرایہ پر دیدے اور اسکے کرایہ سے میرے واسطے کوئی چیز خریدے پھر وہ اونٹ اُسکے پاس اندھا ہوگیا اُسنے فروخت کردیا اور اسکے دام وصول کرلیے وہ دام راستہ مین اُسکے پاس تلف ہوگئے تو فقیہ ابو جعفر رح نے فرمایا کہ اگر اُسنے اونٹ ایسے مقام مین فروخت کیا جہان کسی حاکم کے پاس جو اسکو فروخت کی اجازت دے نہین پہونچ سکتا تھا تو اُسپر اونٹ کی یا اُسکے دامون کی ضمان لازم نہ آویگی اور اگر ایسے مقام مین تھا کہ اسکو رکھ سکتا تھا یا ویسا ہی اندھا اونٹ مالک کو واپس کرسکتا تھا تو وہ شخص اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا۔ یہ خلاصہ مین ہو۔ اور شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے زید کو اپنا جانور اس غرض سے کرایہ دیا کہ زید اسپر کوئی شی معلوم لادکر کسی مقام معلوم کو لیجاوے اور خود جانور کے ساتھ نہ گیا ولیکن خالد کو مزدور کیا کہ اُسکے ساتھ جاوے اور جانور کو واپس لاوے اور خالد سے کہدیا کہ قافلہ کے ساتھ واپس آوے پھر جب زید مقام مقصود پر پہونچ گیا اور قافلہ واپس ہوا تو خالد قافلہ کے ساتھ نہ آیا بلکہ پیچھے رہا اور اس جانور کو چند روز تک اپنے ذاتی کام مین رکھا پھر دوسرے قافلہ کے ساتھ اسکو واپس لے چلا اور راستہ مین ڈانکا پڑا اور یہ جانور بھی لوٹ لیا گیا پس آیا خالد ضامن ہوگا یا نہین تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہان ضامن ہوگا کیونکہ خالد مزدور ہی اور اُسنے جانور کو اپنے کام مین رکھنے سے مالک کی مخالفت کی اسلیے ضامن ہوگا اسواسطے کہ امام اعظم رح کے نزدیک دوسرے قول کے موافق جب اجیر مخالفت کرتا ہو پھر اگرچہ موافقت کی طرف عود کرتا ہو تب بھی ضمان سے بری نہین ہوتا ہو اور یہی قول امام ابو یوسف و امام محمد رح کا ہو۔ اور اگر اجیر یعنے خالد نے جانور کو اپنے کام مین نہ رکھا ہو تو ضامن نہوگا اگرچہ پہلے قافلے کے ساتھ واپس نہ لاوے کیونکہ مالک نے اُس سے یہ کہا تھا کہ قافلہ کے ساتھ واپس لاوے اور یہ نہین کہا تھا کہ اسی قافلہ کے ساتھ لاوے پس اُسکے حکم کا اجرا علی الاطلاق واجب ہوا اور اُسکے موافق اجیر اسکو ایک قافلہ کے ساتھ واپس لاتا تھا پس ضامن نہوگا یہ فتاوے نسفی مین ہو۔ زید نے ایک جانور کرایہ لیا کہ صبح سے رات تک فلان موضع سے گیہون لادکر اپنے مکان کو لاویگا اور زید نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ اس موضع سے گیہون جانور پر لادکر اپنے گھر لاتا تھا اور پھر اس موضع تک جانے کے وقت جانور پر خود سوار ہوکر جاتا تھا پھر جانور مرگیا تو زید اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر ایسی عادت لوگون مین جاری نہو تو ضامن ہوگا اور اگر لوگون کی عادت ہو کہ اس موضع تک خالی جانے کے وقت سوار ہوکر جاتے ہون تو ضامن

[عه] یعنی مستاجر نے [illegible] سرکشی [illegible] نہ کی [illegible] ۱۲ منہ

نہوگا اور فقیہ ابو اللیث کے نزدیک یہی حکم مختار ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - زید نے ایک گدھا ایک درم مین کرایہ لیا کہ بیس کھیپ کھاد مٹی اُسپر لادکر اپنی زمین مین ڈالیگا اور اسکی زمین مین کچی اینٹین پڑی ہین جب کوئی کھیپ کھاد کی ڈال کر لوٹتا ہی تب ایک کھیپ اینٹی اینٹین لادلاتا ہی پس اگر وہ گدھا واپسی کی حالت مین ہلاک ہو جاوے تو زید اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور کچھ اجرت نہ دینی ہوگی اور اگر صحیح سالم بچ جاوے تو زید پر پوری اجرت واجب ہوگی یہ وجیز کردری مین ہی - ایک گدھا زید نے کرایہ لیا کہ اسپر اسقدر بوجھ لادلیجاویگا پھر جسقدر بیان کیا تھا اسپر کچھ بوجھ بڑھا کر لاد لیگیا اور جہان کا وعدہ ٹھہرا تھا وہانتک پہونچایا اور گدھا صحیح و سالم واپس لاکر مالک کو واپس دینے سے پہلے وہ گدھا ضائع ہوگیا تو جسقدر بوجھ اُسنے زیادہ کردیا تھا اُسکی اندازسے گدھے کی قیمت کا ضامن ہوگا - یہ کبریٰ مین ہی - شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ زید نے کسی قدر اجرت معلوم پر کھاد اُٹھانے کے واسطے ایک گدھا اجارہ لیا حالانکہ وہ گدھا کمزور تھا اور زید نے کہا کہ یہ گدھا بوجھ نہین اُٹھا سکتا ہی اور موجر نے کہا کہ نہین بلکہ اُٹھا سکتا ہی اور تو اُسپر اتنا بوجھ لادنا جتنا ایسے گدھون پر لادے ہین اور یہ کہکر اسکو بھیجا پھر اسکے پاؤن مین کوئی آفت پہونچی تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مستاجر ضامن نہوگا یہ فتاوے نسفی مین ہی - اور منتقی مین لکھا ہی کہ زید نے دس درم پر ایک مہینہ تک سلائی کا کام لینے کے واسطے ایک غلام اجارہ لیا پھر اسکو اُسی اجرت مین کچی اینٹین ڈھالنے کے کام مین لگایا اور غلام اس کام مین تھک کر مرگیا تو زید ضامن ہوگا اور اگر اس کام مین ہلاک نہین ہوا تھا کہ زید نے اسکو اس کام سے چھوڑا کر سلائی کے کام مین لگایا اور وہ تھک کر مرگیا تو زید ضامن نہوگا اور یہ مسئلہ چوپایہ کے مسئلہ کے مشابہ نہین ہی کہ ایک چوپایہ کسی مقام معلوم تک سوار ہو جانے کے واسطے کرایہ لیا اور پھر اُس مقام سے تجاوز کر گیا - اور اسکا حکم مذکور ہو چکا ہی یہ ذخیرہ مین ہی - فتاوے ابو اللیث مین لکھا ہی کہ ایک شخص ایک جانور بیطار کے پاس لایا اور کہا کہ اسکو دیکھ کہ اُسکو کیا بیماری ہی اُسنے دیکھکر کہا کہ اسکے کان کے نیچے بیماری ہی کہ جسکو موش کہتے ہین پس مالک نے حکم دیا کہ اس مواد کو نکال دے اُسنے موافق حکم کے مواد نکالا اور چوپایہ مرگیا تو بیطار پر ضمان لازم نہ آویگی کیونکہ اُسنے مالک کی اجازت سے یہ کام کیا ہی یہ محیط مین ہی - ایک صراف نے زید کے کچھ درم کسی قدر اجرت لیکر پرکھنے کا اجارہ لیا اور ان درمون مین زیوف یا ستوق درم نکلے تو زید کو صراف کچھ ضمان نہ دیگا کیونکہ اُسنے زید کا کچھ حق تلف نہین کیا ہان کام تھوڑا دیا یعنی بعض درم پرکھے ہین پس اسی حساب سے اجرت واپس دیگا حتی کہ اگر کل درم زیوف پائے جاوین تو کل اجرت واپس کریگا اور نصف زیوف ہون تو نصف اجرت واپس دیگا اور زید ان زیوف کو جس شخص نے دیئے ہین اُسکو واپس کریگا اور اگر دینے والے نے انکار کیا اور کہا کہ یہ وہ درم نہین ہین جو تو نے مجھ سے لیے ہین تو قسم کے ساتھ زید کا قول قبول ہوگا کیونکہ زید انکے سوائے دوسرے درم لینے سے منکر ہی مگر یہ حکم اسوقت ہی کہ جب لیتے وقت زید نے اسطرح اقرار نہ کیا ہو کہ مین نے اپنا حق پورا پایا کھرے درم وصول پائے - اور اگر زید نے اسطرح اقرار کردیا ہو پھر زیوف ہونے کی وجہ سے بعض درم واپس کرنے چاہے اور دینے والے نے اپنے درم ہونے سے انکار کیا تو زید کا قول قبول نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ زید نے ایک کاتب کسی قدر اجرت پر اسواسطے مقرر کیا کہ میرے واسطے ایک مصحف مجید لکھکر نقطہ لگا دے اور ہر دس آیت الگ کرکے وہان نقطون سے نشان کردے پس کاتب نے بعض نقطون اور بعض دس آیتون کے نشان مین خطا کی

تو فقیہ ابو جعفر نے فرمایا کہ اگر ہر ورق میں اُسنے ایسی ہی خطا کی ہی تو زید کو اختیار ہوگا کہ چاہے اُس سے یہ مصحف لیکر اسکو اجر المثل دیدے مگر جو اجرت قرار پائی تھی اُس سے اجر المثل زیادہ نہ دیا جائیگا یا یہ مصحف اسکو واپس کردے اور اپنی اجرت اگر دیدی ہی تو واپس کر لے اور اگر بعضے ورقوں میں اقرار کے موافق کام کیا اور بعض میں خطا کی ہو تو جسقدر اوراق میں موافق اقرار کے کام دیا ہی انکا حصہ اُجرت مقررہ اجرت میں سے دیوے اور جنمیں خلاف کیا انکی اجرت اجر المثل کے حساب سے دیوے یہ حاوی میں ہی۔ اگر زید نے ایک رنگریز کو حکم دیا کہ زعفران یا مجیٹھ سے میرا کپڑا رنگ دے اُسنے دوسری جنس سے رنگا تو زید کو اختیار ہوگا کہ چاہے یہ کپڑا رنگریز کے پاس چھوڑ دے اور اپنے سپید کپڑے کی قیمت اُس سے لے لے یا یہ کپڑا لیکر اسکو اجر المثل دیدے مگر جو کچھ دونوں میں قرار پایا ہی اُس سے اجر المثل کی مقدار زیادہ نہوگی۔ اور اگر رنگریز نے اسی جنس کا رنگ دیا ہو جیسا کہ زید نے حکم دیا ہی ولیکن وصف میں خلاف حکم عمل میں لایا یعنے مثلاً زید نے چوتھائی قفیز زعفران سے رنگنے کا حکم دیا تھا اور رنگریز نے ایک قفیز سے رنگا اور زید نے بھی ایک قفیز سے رنگی ہوئی ہونے کا اقرار کیا تو زید کو اختیار ہوگا کہ چاہے یہ کپڑا رنگریز کے پاس چھوڑ دے اور اُس سے اپنے سپید کپڑے کی قیمت لے لے یا یہ کپڑا لے لے اور جو کچھ اُسنے رنگ میں زیادہ کیا ہی اُسکی قیمت ادا کرے اور جو اجرت قرار پائی ہی وہ اُجرت ادا کرے یہ ظہیریہ اور فتاوے قاضی خان میں ہی۔ اگر زید نے اپنی انگوٹھی مہر کن کو دی کہ اُسکے نگینہ پر میرا نام نقش کردے اُسنے عمداً یا خطا سے غیر شخص کا نام نقش کر دیا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے نقاش سے اپنی انگوٹھی کی قیمت ڈانڈ لے یا انگوٹھی لیکر اسکو اجر المثل دیدے مگر اجر المثل اجرت مقررہ سے زیادہ نہ دیا جائیگا اسی طرح اگر کسی نجار یعنے بڑھئی کو دروازہ دیا کہ اسپر ایسے نقش کردے اُسنے دوسری طرح کے نقش کھود دے تو بھی مالک کو ایسا ہی اختیار حاصل ہوگا اور اگر کاریگر نے اسکے حکم کے موافق کام کیا مگر کچھ خلاف کیا تو ایسے خلاف کا اعتبار نہیں ہی یہ غیاثیہ میں ہی اگر کسی شخص کو حکم دیا کہ میرے بیت کو سرخ رنگ دے اُسنے سبز رنگا تو امام رح نے فرمایا کہ سبز رنگ کرنے سے جو زیادتی ہوئی وہ مالک ادا کرے اور رنگ کرنے والے کو کچھ اجرت نہ ملیگی مگر بیت میں جسقدر اُسنے رنگ بھرا ہی اُسکی قیمت کا مستحق ہوگا یہ بدائع میں ہی اور اگر کسی رنگ بھرنے والے کو حکم دیا کہ میرے دروازے یا دیوار میں سرخ رنگ بھر دے اُسنے سبز رنگ سے نقش بھر دیے تو مالک کو اختیار ہی چاہے اُس سے قیمت کی ضمان لے یا وہ چیز لیکر جسقدر رنگ اُسنے دیا ہی اُسکی قیمت دیدے مگر نقاش کو کچھ اجرت نہ ملیگی۔ اور اگر کسی نجار کو حکم دیا کہ میرے بیت کی چھت بلند کردے یعنی لکڑی کی چھت درست کر کے قائم کردے اُسنے درست کر کے اپنے موقع سے قائم کر دی پھر بدون فعل نجار کے وہ چھت گر پڑی تو نجار کو اجرت ملیگی اور اسپر ضمان لازم نہ آویگی اور اگر قائم کرنے سے اسکے فعل سے گر پڑی یعنی جب اُسنے قائم کیا تو کوئی ایسا فعل اُس سے صادر ہوا کہ چھت گر پڑی اور دھنیاں شکست ہوگئیں تو ضمان لازم نہ آویگی مگر اجرت نہ ملیگی یہ غیاثیہ میں ہی۔ ایک شخص نے گیہوں کی زراعت کرنے کے واسطے زمین کا اجارہ لیا پھر اُسمیں رطبہ بو یا تو جسقدر زمین کو نقصان پہونچا ہی اُسکی ضمان ادا کرے اور اُسپر کچھ اجرت واجب نہوگی یہ جامع صغیر میں ہی۔ اور اگر درزی کو حکم دیا کہ اس کپڑے کی قمیص قطع کردے اُسنے قبا قطع کر دی یا حکم دیا کہ اسکو رومی سلائی سی دے اُسنے فارسی سلائی سے سیا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے اپنے کپڑے کی قیمت لیکر کپڑا درزی کے پاس چھوڑ دے یا کپڑا لیکر اسکو اجر المثل دیدے مگر جو اجرت ٹھہری ہی اُس سے زیادہ اجر المثل نہ دیا جائیگا اور اگر اُسنے سراویل سی دی تو مالک کا حق منقطع ہوکر

ضمان لینا متعین ہوگیا اور صحیح یہ ہو کہ مالک کو اس صورت میں بھی خیار مذکور حاصل ہوگا کیونکہ درزی نے در حصل سلائی میں اُسکے حکم کی موافقت کی ہو یہ غیاثیہ میں ہو۔ ہشام نے امام محمد رح سے روایت کی ہو کہ ایک شخص نے دوسرے کو تانبا یا پیتل وغیرہ کوئی چیز ایک طشت ڈھالنے کے واسطے دی اور طشت کا وصف بیان کردیا اُسنے ایک کوزہ ڈھال دیا تو امام نے فرمایا کہ مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے اُس سے اپنی چیز کے مثل ضمان لے اور وہ کوزہ کاریگر کا ہوجائیگا یا کوزہ لیکر اجر المثل ادا کرے جو مقدار مقررہ سے زائد نہوگا یہ بدائع میں ہو۔ اگر کسی جولاہے کو کچھ سوت دیا کہ اُسکا ستا چوڑا کپڑا بن دے اُسنے اُس سے زیادہ یا کم کرکے بنا تو مالک کو اختیار ہوگا کیونکہ اُسکی شرط کا اعتبار کیا جاویگا پس چاہے تو کپڑا چھوڑکر اپنے سوت کے مثل جولاہے سے ضمان لے اور سوت کی مقدار میں قسم سے کہ کسقدر تھا جولاہے کا قول قبول ہوگا یا کپڑا لیکر اُسکو اجرت دے مگر یہ اجرت مقررہ دیگا زیادتی کرنیکی صورت میں ہو اور بمقابلہ زیادتی کے کچھ اجرت نہ دیگا کیونکہ اُسنے بلا حکم اُسنے زیادتی سے بنا ہو اور صورت کمی کرنے کے جو کچھ اُسنے بن کر تیار کیا ہو اُسکا اجر المثل دیا جائیگا مگر جو اجرت ٹھہری ہو اُسکے حصہ سے زیادہ نہ دیا جائیگا اور اس کلام کے معنی یہ ہیں کہ مثلاً مالک نے ستا چوڑا بننے کا حکم دیا تھا اور اسکا طول بیان نہیں کیا تھا مثلاً ضرب ١٨ ہوسے اور جولاہے نے مثلاً کمی کرکے ستا چوڑا بن دیا اور اسکا کشر ١٢ ہوسے تو جو تہائی کی کمی ہوئی پس بمقدار مقررہ سے ایک جو تہائی کم کردیا جائیگا پھر جو کچھ اجر المثل واجب ہوگا وہ دیکھکر دیا جائیگا کہ اجرت مقررہ کے تین جو تہائی حصہ سے زائد نہو اور اگر دونوں نے مالک کی مقدار حکم میں اختلاف کیا یعنی اُسنے کسی طرح جیسا حکم دیا ہو ستا چوڑا یا ستا تیا مثلاً تو اس اختلاف میں مالک کا قول قبول ہوگا پس اگر اُسنے شرط میں مخالفت کی ہو تو مالک کو اختیار حاصل ہوگا یہ غیاثیہ میں ہو۔ ایک شخص نے ریشمی سوت جولاہے کو کپڑا بننے کے واسطے دیا اُسنے ریشمی سوت تھوڑا سا نکال کر بجائے اُسکے روئی کا سوت داخل کردیا اور کپڑا بن دیا اور مالک کو جولاہے کی یہ حرکت معلوم ہوئی تو یہ کپڑا جولاہے کا ہوا اور مالک کو اختیار ہو کہ جولاہے سے اپنے ریشمی سوت کے مثل طلب کرے کیونکہ جب جولاہے نے اسکا سوت دوسرے کے سوت کے ساتھ اسطرح ملا دیا کہ جدا کرنا ممکن نہیں ہو یا محنت و مشقت سے ممکن ہو تو جولاہہ غاصب ٹھہرا پس اس شخص کے ریشمی سوت کی ضمان دی اور جو کپڑا بنا ہو وہ اُسکا ہوجائیگا یہ خزانۃ المفتین میں ہو۔ ایک شخص نے جولاہے کو دو قسم کا سوت دیکر حکم دیا کہ ایک سے باریک اور دوسرے سے موٹا کپڑا بن دے اُسنے دونوں کو ملاکر دونوں سے ایک قسم کا کپڑا بن دیا تو بنا ہوا کپڑا جولاہے کا ہوگا اور مالک کو اسکے سوت کے مثل ضمان دے یہ وجیز کردری میں ہو۔ ایک شخص نے جولاہے کو دو قسم کا سوت دیا ایک باریک اور دوسرا موٹا تھا اور حکم دیا کہ باریک کا شششدی اور موٹے کا پنج صدی بن دے اُسنے دونوں کو ملاکر کپڑا بن دیا تو مخالفت کرنے کی وجہ سے وہ کپڑا جولاہہ کا ہوگیا اور جولاہہ اُسکے مثل سوت ڈانڈ دیوے یہ خلاصہ میں ہو۔ نوازل میں لکھا ہو کہ شیخ ابوبکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک کاشتکار سے مالک زمین نے یوں کہا کہ یہ گیہوں اور یہ اخروٹ تر ہیں انکو میدان میں لیجاکر خشک ہونے کے واسطے ڈالدے تاکہ خراب نہو جاویں اُسنے سستی سے پڑے رہنے دیے یہانتک کہ خراب ہوگئے تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر کاشتکار نے مالک زمین کا حکم قبول کیا اور پھر اُسکے حکم کے موافق کام نہ کیا تو اخروٹ کا ضامن ہوگا گیہوں کی قیمت کا ضامن ہوگا اور بگڑے ہوئے کاشتکار کے ہوجاوینگے اور فقیہ نے فرمایا کہ اگر اُسکے مثل تازہ دستیاب نہوں تو کاشتکار پر قیمت واجب ہوگی اور اگر اُسکے مثل دستیاب ہوسکتے ہیں تو پھر اُسکے مثل

دینا واجب ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر کسی درزی کے پاس کپڑا لایا اور کہا کہ اسکو دیکھ اگر میری قمیص کے واسطے پورا کافی ہو تو اسکو قطع کر کے ایک درہم پر سی دے اُسنے کہا کہ ہان پھر قطع کرنے کے بعد کہا کہ تیری قمیص کے واسطے کافی نہین ہی تو درزی اُس کپڑے کی قیمت کا ضامن ہوگا۔ اور اگر مالک نے کہا کہ اسکو دیکھ کہ میری قمیص کیواسطے کافی ہو جائیگا اُسنے کہا کہ ہان پس مالک نے حکم دیا کہ اسکو قطع کر دے پھر جو دیکھا تو وہ کافی نہین ہوتا ہی تو ایسی صورت مین درزی ضامن نہوگا یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور اگر درزی سے کہا کہ اسکو دیکھ کہ آیا یہ کپڑا میری قمیص کیواسطے کافی ہی اُسنے کہا کہ ہان پھر مالک نے کہا کہ پس اسکو قطع کر دے یا کہا کہ اب اسکو قطع کر دے پھر جب قطع کیا تو کافی نہ نکلا پس اس مسئلہ کا ذکر کسی کتاب مین نہین ہی اور فقیہ ابو بکر بلخی سے منقول ہی کہ انھون نے فرمایا کہ درزی ضامن نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر درزی کو ایک کپڑا دیا اور کہا کہ اسکو اسطرح قطع کر دے کہ پیش کلی اور آستین مین پانچ بالشت لگے اور چوڑان اسقدر ہو پھر درزی اُسکو اس سے ناقص کر لایا تو فرمایا کہ اگر ایک اُنگل یا اسکے مثل کمی ہو تو کچھ نہین ہی اور اگر اس سے زیادہ تر ناقص ہو تو ضامن ہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ ایک شخص نے کرایہ کا گدھا دروازہ پر چھوڑ دیا اور خود گدھے کی لکڑی لینے مکان مین گیا اتنی مدت مین وہ گدھا ضائع ہو گیا پس اگر مکان کے اندر جانے مین مستاجر کی آنکھ سے پوشیدہ نہین ہوا تو ضامن نہوگا اور اگر پوشیدہ ہو گیا پس اگر ایسا مقام ہو کہ وہان ایسی غفلت کرنا ضائع کر دینے مین شمار نہین ہی جیسے کہ کوچہ غیر نافذہ و گاؤن وغیرہ تو ضامن نہوگا۔ اور اگر ضائع کر دینے مین شمار ہو تو ضامن ہوگا اور واضح ہو کہ باندھا گھر یا مسجد مین کوئی کسی چیز کے لینے کے واسطے جانا یا بدون پائخانہ ہوسکے جانا دونون یکسان ہین کہ بموجب مذہب مختار کے دونون صورتون مین ضامن ہوگا اسکو امام سرخسی نے ذکر کیا ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ ایک شخص نے ایک گدھا کرایہ لیا اور اُسکے پاس دوسرا گدھا بھی ہی اُسنے ان دونون پر بوجھ لادا اور تھوڑا راستہ قطع کیا تھا کہ اُسکا ذاتی گدھا مر گیا وہ شخص اسکی پرداخت مین مشغول ہوا اتنے مین کرایہ کا گدھا چلا گیا اور ضائع ہو گیا پس اگر ایسی صورت ہو کہ اگر وہ شخص کرایہ والے گدھے کے پیچھے جاتا ہی تو اُسکا گدھا یا اسباب ضائع ہوا جاتا ہی تو ضامن نہوگا اور اگر ایسا نہو تو ضامن ہوگا بدین دلیل کہ اگر کوئی گائے چراگاہ سے بھاگ گئی اور چرواہے نے بخوف باقیون کے ضائع ہو جانے کے اسکا پیچھا نہ کیا اور وہ تلف ہو گئی تو ضامن نہین ہوتا ہی اور مین کہتا ہون کہ ذخیرہ کی کتاب الاجارات مین یون لکھا ہی کہ اگر مستاجر کے پاس دو گدھے ہون اور وہ ایک گدھے کے لادنے مین مشغول ہو گیا یہان تک کہ دوسرا ضائع ہو گیا پس اگر اُسکی نظر سے غائب ہو گیا تو ضامن ہوگا اور اس مسئلہ کی بنا پر مسئلہ سابقہ مین بھی اگر اُسکی نظر سے پوشیدہ ہو کر تلف ہو جاوے تو ضامن ہونا چاہیے پس فتوی دینے کے وقت سوچ سمجھکر فتوی دینا چاہیے یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ فتاوی الاصل مین ہی کہ ایک شخص نے ایک گدھا کرایہ لیا اور وہ راستہ مین گم ہو گیا اُسنے چھوڑ دیا اور نہ ڈھونڈھا یہان تک کہ ضائع ہو گیا تو فرمایا کہ اگر باوجود اسکی نگہبانی کے گدھا اسطرح بھاگ گیا کہ اُسکو شعور نہوا اور جب معلوم ہوا تب اُسنے ڈھونڈھا اور نہ پایا تو ضامن نہوگا اسی طرح اگر اُسکے ڈھونڈھ پانے سے مایوس تھا اُسنے نہ ڈھونڈھا تو یہی حکم ہی اور اگر مستاجر نے اُس موضع کے آس پاس جہان سے گم ہوا ہی تلاش کیا اور نہ پایا تو ضامن نہوگا اور اگر گدھا چلا گیا حالانکہ مستاجر اُسکو دیکھتا رہا اور نہ روکا تو ضامن ہوگا اور مراد یہ ہی کہ اپنی نظر سے غائب ہونے دیا

اور اس مسئلہ کی بنا پر اگر مستاجر گدھے کو روٹی والے کی دُکان پر لایا اور گدھا چھوڑ کر روٹی خریدنے میں مشغول ہوا اور گدھا ضائع ہوگیا پس اگر گدھا اسکی نظر سے غائب ہوکر ضائع ہوا تو ضامن ہوگا اور اگر اسکی نظر سے غائب نہیں ہوا ہے تو ضامن نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کرایہ کا گدھا کسی کوچہ نافذہ میں مضبوط باندھا حالانکہ مستاجر کا گھر اس کوچہ میں یا اسکے قریب نہیں ہے پس اگر اپنے سوار ہونے کے واسطے کرایہ لیا ہے اور وہ ضائع ہوگیا تو ضامن ہوگا اور اگر مطلقاً کرایہ پر لیا کسی سوار ہونے والے کو بیان نہیں کیا ہے اور اس مقام پر چند لوگ ایسے خواب میں ہیں جو نہ مستاجر کے عیال میں ہیں اور نہ اسکے گردہ کے لوگ ہیں پس اگر لوگوں کی حفاظت میں سپرد نہیں کیا تو در صورت ضائع ہوجانے کے ضامن ہوگا اور اگر انکی حفاظت میں سپرد کیا اور انھوں نے قبول کیا یا بعض نے قبول کیا اور وہ مقام ایسا ہو کہ وہاں جانور کے نگہبان کا سو رہنا غالباً جانور کے ضائع کردینے میں شمار نہیں ہے تو ضامن نہوگا اور اگر وہ مقام ایسا ہے کہ جہاں جانور کے نگہبان کے سو رہنے کو جانور کا ضائع کردینا شمار کیا جاتا ہے تو یہ شخص ضامن ہوگا اسلیئے ان لوگوں کی حفاظت میں سپرد نہیں کیا ہے تو خود ضامن ہوگا اور اگر انکی حفاظت میں سپرد کیا اور انھوں نے حفاظت کرنا قبول کیا تو جنھے حفاظت کرنا قبول کیا ہے وہ شخص ضامن ہوگا مستاجر پر ضمان لازم نہ آویگی یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک خچر کرایہ لیا اور اسکی حفاظت کے واسطے ایک شخص کو مزدور مقرر کیا پھر وہ جانور مزدور کے پاس تلف ہوگیا پس اگر مستاجر نے اپنی سواری کے واسطے کرایہ لیا ہو تو ضامن ہوگا اور اگر سوار کی تعیین نہ کی ہو تو ضامن نہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک خچر کرایہ لیا اور فجر کی نماز پڑھنے کی غرض سے اسکو کھڑا کردیا اور وہ گدھا چلا گیا یا اسکو کوئی اُچکا آدمی لیگیا پس اگر مستاجر نے خچر کو جاتے ہوئے یا اُچکے کو خچر لیجاتے ہوئے دیکھا اور نماز کو توڑ کر نہ گیا تو ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر راستہ میں نماز میں مشغول ہوگیا اور گدھا اسکے سامنے ہے پھر وہ ضائع ہوگیا پس اگر اسطرح ضائع ہوا کہ اسکی نظر سے غائب ہوا اور اسنے نماز توڑ کر اسکا پیچھا نہ کیا تو ضامن ہوگا اور اگر اسکی نظر سے بدون غائب ہونے کے ضائع ہوگیا تو ضامن نہوگا۔ یہ فتاوےٰ عتابیہ میں ہے شیخ ابوبکر رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص زید نے مثلاً عمرو کو حکم دیا کہ ایک گدھا کرایہ کرکے فلاں مقام کو لیجاوے اور کام پورا ہو پر زید اسکی اُجرت ادا کریگا پھر عمرو نے ایسا ہی کیا اور راستے میں عمرو نے اُس گدھے کو رباط میں داخل کیا اور وہاں چوروں نے ہجوم کیا اور غالب ہوکر گدھے کو لیگئے تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر وہ رباط مستاجر کی گذرگاہ پر واقع ہو تو ضامن نہوگا اور اگر وہ کام سے فارغ ہوچکا ہے تو کرایہ اُسپر واجب ہوگا یہ حاوی میں ہے۔ ایک شخص نے زید کو اجارہ پر مقرر کیا اور اسکو اپنا گدھا اور پچاس دینار اسواسطے دیئے کہ فلاں موضع سے کوئی چیز تجارت کی اسکے واسطے خریدے اسنے اس موضع میں جاکر خریدی پھر کسی ظالم نے قافلہ کے تمام گدھے چھین لیے پھر بعضے لوگ اُس ظالم کے پیچھے پیچھے فریاد کرتے ہوئے گئے اور یہ اجیر اور بعضے لوگ نہ گئے پھر جو لوگ پیچھے پیچھے گئے تھے انمیں بعض نے اپنے گدھے واپس پائے اور جو لوگ نہیں گئے تھے انکو نہ ملے پس اگر ایسا ہو کہ جو لوگ پیچھے پیچھے گئے تھے نہ جانے والوں کو ملامت کرتے ہوں تو یہ اجیر ضامن ہوگا اور اگر وہ سے ملامت نہ کرتے ہوں کہ بڑی مشقت اُٹھا کر دستیاب ہوئے ہیں تو اجیر ضامن نہوگا۔ اور اگر مستاجر نے کرایہ کے گدھے پر اسباب لادا اور گدھے والا ساتھ تھا پھر راستہ میں ڈاکو لوگ قافلہ کی طرف دوڑے

اور گدھے والے نے گدھے پر سے اسباب پھینک دیا اور اپنا گدھا لیکر چلا گیا اور ڈاکو لوگون نے اسباب لوٹ لیا پس اگر ایسا ہو کہ یہ معلوم ہو کہ اگر وہ نہ بھاگتا تو ڈاکو لوگ اسباب کو مع گدھے کے لے لیتے تو ضامن نہوگا اور اگر گدھے والے کو مع اسباب بھاگ جانا ممکن تھا پھر بھی وہ اسباب چھوڑ کر بھاگا تو ضامن ہوگا یہ وجیز کردری مین ہے - ایک شخص نے ایک گدھا کسی موضع معلوم تک جانے کے واسطے کرایہ لیا پھر اسکو خبر دیگئی کہ اس راستہ مین چور لگتے ہین مگر اُسنے التفات نہ کیا اور اُسی راہ سے گیا اور چورون نے گدھا چھین لیا اور لیگئے تو شیخ ابوبکر فقیہ نے فرمایا کہ اگر باوجود اس خبر کے بھی لوگ اپنے جانور و اسباب اس راہ سے لیجاتے ہون تو مستاجر ضامن نہوگا ورنہ ضامن ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے - چند بھٹیارون مین سے ہر ایک نے اپنا اپنا گدھا ایک شخص کو کرایہ دیا پھر سب بھٹیارون نے ایک بھٹیارے کو حکم دیا کہ تو اس شخص کے ساتھ جا کر ان گدھون کی پرداخت کیا کر وہ بھٹیارا مستاجر کے ساتھ گیا پھر مستاجر نے اُس بھٹیارے سے کہا کہ تو سب گدھون کو لیے ہوئے یہان کھڑا رہ تاکہ مین ایک گدھے کو لیجاؤن اور بورے لے لیے اور ایک گدھے کو لیگیا تو اس بھٹیارے پر کچھ ضمان لازم نہ ہوگی اگر اُسنے مستاجر سے لینے کی قدرت نہ پائی کیونکہ اُن لوگون نے اس بھٹیارے کو ایسے جانورون کی پرداخت کے واسطے حکم دیا جو غیر شخص کے قبضہ مین ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے - ایک شخص نے زید سے ایک گدھا بخارا تک جانے کے واسطے کرایہ لیا پھر وہ گدھا راہ مین تھک گیا اور گدھے کا مالک بخارا مین ہے پس مستاجر نے ایک شخص کو حکم دیا کہ اپنے چارہ مین سے ہر روز اس گدھے کو بقدر چارہ دیا کر اور کچھ اجرت ٹھہرا دی یہانتک کہ گدھے کا مالک آپہونچے پس اس شخص نے وہ گدھا لے لیا اور چند روز تک اُسکو چارہ دیتا رہا بعدہ وہ گدھا اُسکے پاس مرگیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر مستاجر نے اپنی سواری کے واسطے کرایہ لیا ہو تو ضامن ہوگا اور اگر مطلقاً کرایہ لیا سواری کو بیان نہین کیا ہے تو ضامن نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے - اگر زید نے اپنا گھوڑا عمرو کو دیا کہ میرے گاؤن مین لیجا کر میرے بیٹے کو پہونچا دے عمرو اسکو لیچلا اور ایک منزل تک ساتھ لیجا کر گھوڑا ایک رباط مین چھوڑ دیا اور خود اپنی راہ چلا گیا پھر اُس گاؤن کا ایک شخص بکر آیا اور اُس رباط مین اُسکا گذر ہوا اُسنے گھوڑے کو پہچان کر ایک شخص خالد نام کو مزدور مقرر کیا کہ یہ گھوڑا اُس گاؤن مین لیجاوے خالد اسکو بحکم بکر لیچلا اور وہ گھوڑا راہ مین مرگیا پس اسکی ضمان کس شخص پر واجب ہوگی تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسمین کچھ شبہ نہین ہے کہ عمرو ضرور ضامن ہوگا کیونکہ اُسنے گھوڑے کو چھوڑ دیا ہے - اور بکر جسنے خالد کو مزدور کرکے گھوڑا روانہ کیا ہے اسکی دو حالتین ہین اگر اُسنے گھوڑے کو نہین پکڑا ہے تو ضامن نہوگا - اور اگر اُسنے گھوڑے کو پکڑ کر خالد کو دیا ہے تو اسکی دو حالتین ہین اگر اُسنے اس امر کے گواہ کرلیے کہ مین گھوڑا اسواسطے پکڑتا ہون کہ اُسکے مالک کو پہونچا دون اور جو شخص مزدور کیا ہے وہ اسکے اہل و عیال مین سے بھی ہو تو بکر ضامن نہوگا اور اگر بکر نے گواہ نہ کرلیے یا گواہ کرلیے مگر خالد اُسکے عیال مین سے نہین ہے تو ضامن ہوگا - اور خالد ہر حال مین ضامن ہوگا - صاحب کتاب فرماتے ہین کہ جو حکم خالد مزدور کے حق مین ہے اسمین یہ اشکال ہے کہ جب بکر نے اس امر کے گواہ ٹھہرا لیے کہ مین یہ گھوڑا اسواسطے پکڑ کر روانہ کرتا ہون کہ مالک کو پہونچا دون اور جو اجیر مقرر کیا ہے وہ بکر کے عیال مین سے ہے تو خالد کیونکر ضامن ہوگا - اور اگر بکر نے وہ گھوڑا اسی رباط مین مالک کے

سکے بھتیجے کو سپرد کر دیا تو ضمان بسبب سپردگی نہوگا اور اگر اجیر سے ضمان لیگئی تو اجیر یہ مال ضمان اپنے مستاجر سے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ بعض فتاوے میں لکھا ہے کہ کرایہ کا گدھا راہ میں بیٹھ گیا اور مستاجر اسکو چھوڑ کر چلا گیا اور گدھے کا مالک ساتھ نہ تھا پھر چور اس گدھے کو پکڑ لیگئے تو مستاجر پر ضمان لازم نہ آویگی- اسی طرح اگر گدھے کا مالک ساتھ ہو مگر مستاجر ساتھ نہو اور سبب گدھا بیٹھ گیا تو گدھے کا مالک اسکو مع اسباب لدا ہوا چھوڑ کر چلا گیا اور چور پکڑ لیگئے تو گدھے والے پر ضمان لازم نہ آویگی مگر مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ جب گدھے کے مالک کو اسباب دوسرے گدھے پر لادنا ممکن نہووے اور اگر یہ ممکن ہو کہ اسباب اتار کر دوسرے گدھے پر لادلاوے مگر اُسنے نہ لادا اور چھوڑ کر چلا آیا تو ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے- ایک شخص نے ایک گدھا کرایہ لیا اور اپنے گدھے کے ساتھ اُسکو شہر میں لیگیا وہاں سرکاری پیادے نے اُسکا ذاتی گدھا زبردستی پکڑ لیا اُسنے کرایہ والا گدھا چھوڑ دیا اور اپنے گدھے کے چھڑانے میں مشغول ہوا اور کرایہ والا گدھا ضائع ہو گیا تو ضامن نہوگا بشرطیکہ اس پیادے کو نہ پہچانتا ہو اور شیخ قاضی خان نے فرمایا کہ مطلقاً ضامن نہوگا خواہ پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو اور قاضی بدیع الدین نے فرمایا کہ ضامن ہوگا یہ قنیہ میں ہے- ایک شخص نے کھنڈل میں سے مٹی اُٹھوانے اور نقل کرانے کے واسطے ایک گدھا کرایہ لیا اور مٹی ڈھلوانی شروع کی پھر وہ کھنڈل جو کچھ بنا ہوا باقی تھا سب گر گیا اور گدھا اُس صدمہ سے مر گیا پس اگر مستاجر کے کسی فعل سے منہدم ہوا تو مستاجر گدھے کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر مستاجر کے فعل سے نہیں گرا بلکہ وہ ڈھلا ہوا تھا مگر مستاجر کو معلوم نہ تھا اور وہ گر گیا تو ضامن نہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے- ایک شخص نے جلانے کے واسطے کانٹے و خس و لکڑیاں لادلانے کے لیے ایک گدھا کرایہ لیا پھر ایک تنگ راستہ پر گذرا جہاں نہر جاری تھی اور وہاں گدھے کو مارا اور وہ مع بوجھ کے نہر میں گر پڑا اور مستاجر نے جلدی سے اسکے بوجھ کی رسیاں کاٹنی شروع کیں مگر وہ گدھا مر گیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر وہ مقام ایسا تنگ ہو کہ اُس سے بوجھ سمیت گدھے نہیں گذرتے ہیں تو مستاجر ضامن ہوگا اور اگر ایسا راستہ ہو کہ اگرچہ تنگ ہے مگر بوجھ سمیت اُس راہ میں گدھے چلتے ہیں اور پار اُتر جاتے ہیں پس اگر مستاجر نے ایسی سختی سے مارا کہ چوٹ کھا کر چوٹ کے صدمہ سے گدھا تڑپ کر نہر میں جا گرا تو ضامن ہوگا اور اگر بدون اسکے سختی کرنے اور چوٹ کے گر گیا تو ضامن نہوگا یہ ظہیریہ میں ہے- ایک شخص نے ایک باغ سے جلانے کی لکڑیاں لادلانے کے واسطے ایک گدھا کرایہ لیا اور اسپر جلانے کی لکڑیاں لادلاتا تھا اور جیسا گٹھا ایسے گدھوں پر لادا جاتا ہے ویسا ہی لادتا تھا پھر ایک دفعہ اُس گدھے نے دیوار سے ٹکر کھائی اور ایک نہر میں جا پڑا اور مر گیا پس اگر مستاجر نے اسکے ہانکنے میں سختی نہیں کی بلکہ جیسا لوگ ایسے گدھے کو ایسے راستہ میں ہانکتے ہیں اسی طرح اس راہ میں ہانکا تو ضامن نہوگا اور اگر اسکے برخلاف عمل میں لایا ہو تو ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے- اور اگر مستاجر کسی گدھے پر لکڑیاں لادکر شہر کو روانہ ہوا اور گدھا تنگ راہ میں کسی دیوار سے ٹکر کھا کر نہر میں گر کر مر گیا پس اگر غالباً لکڑی کا گٹھا اس راہ سے صحیح سالم گذرتا نظر آتا ہو تو ضامن نہوگا اور اگر کمتر صحیح سالم گذرتا معلوم ہو تو ضامن ہوگا- اسی طرح اگر کسی تنگ پل سے ہوکر گذرا اور یہ معاملہ واقع ہوا تو بھی یہی حکم ہے یہ غیاثیہ میں ہے- ایک شخص نے کرایہ کے گدھے پر قبضہ کر کے اپنے باغ میں مع اسکی کملی کے چھوڑ دیا- پھر اسکے اوپر کی کملی چوری گئی اور گدھے

بدن میں سردی اثر کر گئی اور بیمار ہو گیا اور مالک کے پاس مر گیا پس اگر وہ باغ حصین ہو یعنی اُسکی دیوار یا دیوار کی
اسقدر بلند ہو کہ راہگیر کی نظر باغ کے اندر نہ پڑتی ہو اور باغ کا دروازہ بھی ہو اور اگر ان میں سے کوئی بات
نہ پائی گئی تو حصین نہوگا اور گدھے کو اگر کملی موجود ہوتی تو جاڑہ اثر نہ کرتا تو ایسی صورت میں مستاجر کملی اور
گدھے کا ضامن نہوگا اور اگر باغ میں اسقدر سردی ہو کہ باوجود کملی کے بھی گدھے کو سردی اثر کر جاتی تو مستاجر
گدھے کی قیمت کا ضامن ہوگا اور کملی کی قیمت کا ضامن نہوگا اور اگر وہ باغ حصین نہو اور باوجود کملی کے
گدھے کو جاڑا اثر کرتا ہو تو ایسی صورت میں مالک کو واپس دینے کے وقت گدھے کی قیمت کا ضامن نہوگا مگر کملی
کی قیمت کا ضامن ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے۔ کرایہ کا گدھا کسی شخص نے غصب کر لیا اور بعد معلوم ہونے کے
مستاجر اُس سے لے سکتا تھا مگر مستاجر نے نہ لیا یہاں تک کہ ضائع ہو گیا تو مستاجر ضامن نہوگا یہ قنیہ میں ہے۔
تین آدمیوں کے درمیان ایک زمین کی کھیتی مشترک تھی انہوں نے کھیتی کاٹی پھر تینوں میں سے ایک شخص نے
جا کر کھیتی اُٹھانے کے واسطے ایک گدھا کرایہ کرکے اُس پر قبضہ کر لیا اور اپنے شریک کو دیا تا کہ کٹی ہوئی کھیتی
کو لاد کر کھلیان میں پہونچا دے اور شریک کے پاس وہ گدھا تلف ہو گیا اور اُن لوگوں میں یہ عادت
جاری تھی کہ انمیں سے ایک شخص کوئی گدھا یا بیل کرایہ کرکے خود یہ کام لیتا تھا یا اپنے شریک کو اس کام کیواسطے
دیتا تھا تو ایسی حالت میں مستاجر ضامن نہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک شخص نے ایک ترازو کپان کرایہ لی
اور اُسکے عمود میں عیب تھا اور مستاجر کو معلوم نہ تھا اُسنے ترازو سے وزن کیا اور عمود ٹوٹ گیا پس اگر باوجود اس
عیب کے ایسے ترازو سے اتنا بوجھ تولا جاتا ہو تو ضامن نہوگا ورنہ ضامن ہوگا اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ موجر نے
مستاجر کو آگاہ نہ کیا ہو اور اگر اس عیب سے آگاہ کر دیا ہو تو اُسکی اجازت یہی ہوگی کہ اسیقدر بوجھ بدون عیب کے
تولا جاتا ہے اُسی قدر بوجھ اُس سے تولے پس اگر اسقدر بوجھ وزن کیا تو ضمان لازم نہ آویگی یہ وجیز کردری میں ہے
اور شیخ فخر الدین نے فرمایا کہ اسی پر فتوی دیا گیا ہے کذا فی الکبری۔ اور مجمع الفتاوی میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے ایک بیل
کرایہ کو لی پھر جب کرایہ کی مدت گذر گئی تب مالک کو واپس کرنے کے واسطے لیچلا اور وہ راہ میں تلف ہو گئی تو ضامن
نہوگا اور اگر واپس نہ کیا تو ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک دیگ کرایہ لی اور فارغ ہونے کے بعد
اُسکو گدھے پر لاد کر اُسکے مالک کو واپس کرنے کے واسطے لیچلا اور راہ میں گدھے کا پاؤں پھسلا اور دیگ گر کر ٹوٹ گئی
تو ضامن نہوگا بشرطیکہ گدھا اُسکے اٹھانے کی طاقت رکھتا ہو اور اگر طاقت نہ رکھتا ہو گا تو ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین
میں ہے۔ ایک شخص نے پکانے کے واسطے ایک دیگ کرایہ لی اور پکانے کے بعد اُسکو اُٹھا کر باہر لایا تا کہ دوکان پر لیجاوے
اور اُسکا پاؤں پھسلا اور دیگ گر کر ٹوٹ گئی تو ضامن ہوگا جیسے کہ حمال کے پھسلنے کی صورت میں حکم ہے اور بعض مشائخ
نے فرمایا کہ ضامن نہونا چاہیے جیسے کہ وہ شخص نہیں ہوتا ہے جسنے ایک کپڑا پہننے کے واسطے کرایہ لیا اور وہ کپڑا اُسکے
پہننے سے پھٹ گیا اور بعض نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے۔ اسی طرح پیالہ کے مسئلہ میں اگر حالت انتقال میں مستاجر کے ہاتھ
سے گر کر ٹوٹ گیا تو ضامن نہوگا یہ قنیہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک کلہاڑی کرایہ لی اور اپنے اجیر کو دیدی تا کہ لکڑیاں
چیر دے اجیر اُسکو لیگیا اور معلوم نہیں کہ کہاں لے گیا پس اگر اُسنے پہلے اجیر مقرر کر لیا تھا تو ضامن نہوگا کیونکہ اُسنے
اسی واسطے کرایہ لی تھی کہ اُسکو دیدے اور اگر اسکے برعکس واقع ہو تو ضامن ہوگا مگر مذہب مختار یہ ہے کہ مطلقہ ضامن نہوگا

کذا فی الخلاصہ - اور اصح مذہب یہ ہی کہ اگر اُسنے پہلے کلہاڑی کو ایسے کام کے واسطے اجارہ لیا کہ جسمین لوگ یکسان استعمال کرتے ہین باہم تفاوت نہین ہوتا ہی تو ضامن نہوگا ولیکن اگر اس صورت مین وہ اجیر جو مشہور ہو تو ضامن ہوگا اور اگر ایسے کام کے واسطے اجارہ لیا کہ جسمین لوگون کا استعمال متفاوت ہی پس اگر خود بذاتہ کام کرنیکے واسطے اجارہ لی ہو تو دوسرے کو دے دینے کی وجہ سے ضامن ہوگا اور اگر اُسنے کلہاڑی اجارہ لی اور یہ بیان نہ کیا کہ کون شخص اس سے کام کریگا اور خود کام کرنے سے پہلے اجیر کو دیدی تو ضامن نہوگا اور اگر پہلے خود کام کیا پھر اجیر کو دیدی تو ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی - قصاب نے اپنے کام کی کلہاڑی کرایہ لی اُس سے سرکاری پیادون نے ٹیکس کے عوض چھین لی اور قصاب نے درم دیکر اُسکو نہ چھوڑایا یہانتک کہ ضائع ہوگئی تو ضامن نہوگا یہ قنیہ مین ہی ایک شخص نے ایک بیلچہ کرایہ لیکر راستہ مین رکھدیا اور منھ پھیر کر اپنے اجیر کو پکارنے لگا پھر اُس جگہ سے چلنے نہین کی پھر دیکھا کہ بیلچہ کوئی اُٹھا لیگیا ہی تو فرمایا کہ اگر اُسکا منھ پھیرنا زمانہ دراز تک نہین ہوا کہ اسکے سبب سے ضائع کر دینے والا قرار دیا جاوے تو ضامن نہوگا اور اگر موجر اُسکے قول کی تکذیب کرے تو اس باب مین اُسی کا قول قسم سے مقبول ہوگا اور اگر دیر تک اُسنے منھ پھیرا ہو تو ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی - اگر بیلچہ کرایہ لیا اور اُسکو مٹی مین ڈال دیا اور اُس سے اعراض کیے رہا اور وہ چوری گیا پس اگر دیر تک اعراض کیا تو ضامن ہوگا اور اگر دیر تک اعراض نہین کیا تو ضامن نہوگا یہ ملتقط مین ہی - ایک دلال نے اسباب کے مالک کے حکم سے اسباب فروخت کرکے اُسکے دام بحکم مالک اپنے پاس رکھے اور وہ دام چوری گئے تو بالاجماع اُسپر ضمان لازم نہ آویگی یہ محیط سرخسی مین ہی - حمال اگر بوجھ اُٹھا لایا اور مالک نے کہا کہ اسکو اپنے پاس رہنے دے تو اُسپر ضمان لازم نہین ہی اگر تلف ہو جاوے اور دھوبی ودرزی وغیرہ جنکو اپنی اُجرت وصول کرنیکے واسطے روک رکھنے کا حق حاصل ہی اگر مالک کے حکم سے کام کرنیکے بعد چیز کو اپنے پاس رکھا اور وہ تلف ہو گئی پس اگر اجرت وصول کر چکا ہی تو اُسکا یہی حکم ہی جو ہمنے بیان کیا اور اگر نہین وصول کر چکا ہی تو اسمین مشہور اختلاف ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - اگر فصاد یا بیطار نے نشتر دیا اور جو جگہ عادت کے موافق نشتر کے واسطے مقرر ہی اُس سے تجاوز نہ کیا تو جو کچھ بوجہ نشتر کے تلف ہو وے اُسکی ضمان اُسپر لازم نہ آویگی اور اگر عادت کے موافق جو جگہ ہی اُس سے تجاوز کرے تو ضامن ہوگا - اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب بیطار کا نشتر لگانا چوپایہ کے مالک کے حکم سے ہوا اور اگر اُسکی بلا اجازت ہو تو ضامن ہوگا خواہ معتاد جگہ سے تجاوز کرے یا نہ کرے یہ سراج الوہاج مین ہی - اگر پچھنے لگانے والے نے پچھنے لگائے یا ختنہ کرنے والے نے ختنہ کیا اور وہ شخص اُس صدمہ سے مرگیا تو ضمان لازم نہ آویگی بخلاف دھوبی کے مسئلہ کے - اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ جو جگہ اس کام کی ہی وہان سے تجاوز نکیا ہو اور اگر تجاوز کیا اور اُسنے حشفہ یعنی ذکر کا سر کاٹ ڈالا تو نوادر مین لکھا ہی کہ اگر وہ شخص اس زخم سے مرگیا تو قتل نفس کی آدھی دیت لازم آویگی اور اگر اچھا ہو گیا تو پوری دیت واجب ہوگی اور دیات شرح الطحاوی مین لکھا ہی کہ اگر ختان نے پورا حشفہ کاٹ ڈالا تو اُسپر قصاص لازم آویگا اور اگر تھوڑا حشفہ کاٹ ڈالا تو قصاص لازم نہ آویگا اور یہ بیان نہ فرمایا کہ کیا واجب ہوگا اور فتاوی صغری کی کتاب الدیات مین لکھا ہی کہ دو شخص عادل کے حکم پر جو کچھ مقرر کرین عمل کیا جاویگا یہ خلاصہ مین ہی - اگر کسی شخص کو ہاتھ یا اُنگلی کاٹنے یا دانت اُکھاڑنے کے واسطے اجرت پر مقرر کیا تو جائز ہوا اور اگر مستاجر مر گیا

تو اجیر ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر طعام ولیمہ تیار کرنے کے واسطے کوئی باورچی مقرر کیا اُسنے کھانا جلادیا یا کچا رکھا تو ضامن ہوگا۔ اور اگر باورچی نے کچھ خراب نہ کیا لیکن مالک مکان نے پانی کی ایک کھال خریدی اور اونٹ والے سے کہا کہ مکان کے اندر اونٹ لیجا کر کھال خالی کردے اُسنے اونٹ کو ہانکا اور اونٹ دیگون پر گر پڑا اور دیگین ٹوٹ گئین اور کھانا خراب ہوگیا تو اونٹ والے اور باورچی دونون پر کچھ ضمان لازم نہ آویگی۔ اسی طرح اگر مالک مکان کے نابالغ غلام یا لڑکے پر وہ اونٹ گر پڑا اور لڑکا کچل کر مرگیا تو بھی اونٹ والا ضامن نہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر چکی کا گلا کھل گیا اور گیہون ضائع ہوگئے تو پیسنے والا ضامن ہوگا یہ سراجیہ میں ہے۔

اٹھائیسوان باب۔ اجیر خاص و اجیر مشترک کے بیان مین۔ اسمین دو فصلین ہین۔

فصل اول اجیر خاص و اجیر مشترک کے درمیان فرق اور دونون کے احکام کے بیان مین۔

واضح ہو کہ اجیر خاص و مشترک کے درمیان فرق بیان کرنے مین مشائخ کی عبارات مختلف ہین بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اجیر مشترک اسکو کہتے ہین کہ جو کام سپرد کرنے سے اجرت کا مستحق ہوتا ہے اپنی جان کام کرنے کے لیے سپرد کرنے سے مستحق نہین ہوتا ہے اور اجیر خاص وہ ہے کہ جو اپنی جان کام کرنے کے لیے سپرد کرنے اور مدت گذر جانے سے اجرت کا مستحق ہوتا ہے اور اجرت کے استحقاق کے واسطے کام تیار ہونا اُسکے حق مین شرط نہین ہے۔ اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اجیر مشترک وہ شخص ہے جو ہر ایک کا کام تیار کرنے کے واسطے لیتا ہے اور اجیر خاص وہ ہے جو ایک ہی شخص سے لیتا ہے۔ اور واضح ہو کہ کام کردینے سے اجرت کا مستحق ہونا پہلی تعریف کے موافق جب ہی معلوم ہوگا کہ عقد اجارہ کام پر واقع ہو مثلاً ایک درزی کو اجیر مقرر کیا کہ میرا یہ کپڑا ایک درم پر سی دے یعنی سی دے یہ کپڑا ایک درم پر یا دھوبی کو مقرر کیا کہ دھو دے یہ کپڑا ایک درم پر۔ اور اپنے نفس کو کام کے واسطے سپرد کرنے اور مدت گذر جانے سے اجرت کا مستحق ہونا جب ہی معلوم ہوگا کہ عقد اجارہ مدت پر واقع ہو مثلاً کسی شخص کو ایک مہینہ کے لیے اجارہ لیا تاکہ میری خدمت کیا کرے۔ قال المترجم وقوع اجارہ کام یا مدت پر بنا بر اختلاف عبارات ہے اور فصیح عبارات اُردو مین ہمیشہ فعل یا مدت و محل و اجرت سے واقع ہوتا ہے پس زبان اُردو مین وقوع بدون تصریح مشکل ہے ہان زبان عربی مین آسان ہے وقد مرمنا الکلام مفصلا فی بعض المواضع فتذکر۔ اور عقد اجارہ کا کام پر واقع ہونا بشرطیکہ کام معلوم ہو بدون بیان مدت کے صحیح ہے مگر عقد اجارہ کا مدت پر واقع ہونا بدون نوع عمل بیان کرنے کے نہین صحیح ہے۔ اور اگر کسی شخص نے کام و مدت دونون کو عقد اجارہ مین بیان کیا مگر پہلے کام کا ذکر کیا مثلاً معدود بکریان چرانے کے واسطے ایک مہینے کے لیے کسی کو ایک درم پر اجیر مقرر کیا تو یہ اجیر اجیر مشترک قرار دیا جائیگا ولیکن اگر آخر کلام مین اجیر خاص کا حکم صریح بیان کردے تو اجیر خاص ہوجائیگا مثلاً یون بیان کردے کہ بشرطیکہ تو میری بکریون کے ساتھ دوسرے کی بکریان نہ چراوے۔ اور اگر اُسنے پہلے مدت بیان کردی مثلاً ایک مہینے کے واسطے بکریان معدود چرانے کے لیے کسی کو ایک درم پر اجیر مقرر کیا تو یہ اجیر خاص قرار دیا جائیگا ولیکن اگر آخر کلام مین اجیر مشترک کا حکم صریح بیان کردیا مثلاً یون کہا کہ تجھکو اختیار ہے اگر تیرا جی چاہے تو دوسرے کی بکریان بھی میری بکریون کے ساتھ چراتا کذا فی الذخیرہ اور اوجہ عبارت یہ ہے کہ یون کہا جاوے کہ اجیر مشترک وہ ہے کہ جسکا اجارہ کسی عمل معلوم پر بیان عمل واقع ہو اور اجیر خاص اُسکو کہتے ہین کہ جسکا عقد اُسکے

منافع پر واقع ہو اور منافع اُسکے کسی طرح معلوم نہون مگر صرف مدت یا مسافت کے بیان کرنے سے یہ تبیین مین مذکور ہی - اجیر خاص کا حکم یہ ہی کہ ایسا اجیر بالاجماع امین ہوتا ہی حتے کہ جو کچھ اُسکے کام سے تلف ہو اُسکی ضمان اُسپر واجب نہین ہوتی ہی ولیکن اگر کام مین مخالفت کرے تو ضمان ہوگی اور مخالفت کی یہ صورت ہی کہ مستاجر نے اسکو کسی کام کا حکم دیا اُسنے سوائے اُسکے دوسرا کام کیا تو اس صورت مین اس مخالفت سے جو نتیجہ پیدا ہو اُسکا ضامن ہوگا یہ شرح طحاوی مین ہی - اور اجیر مشترک کا حکم یہ ہی کہ بدون اُسکے فعل کے جو کچھ اُسکے پاس تلف ہو تو امام اعظم کے نزدیک اجیر مشترک اُسکا ضامن نہوگا اور یہی قول امام زفر وحسن بن زیاد کا ہی اور یہ قول قیاس ہی خواہ ایسے سبب سے تلف ہو کہ جس سے احتراز ممکن ہی جیسے غصب وسرقہ وغیرہ یا ایسے سبب سے جس سے احتراز ناممکن ہی جیسے اکثر آگ لگ گئی یا ایسا ہی ڈاکہ پڑا وغیر ذلک اور امام ابو یوسف وامام محمد رح کے نزدیک اگر ایسے امر سے تلف ہو جس سے احتراز ممکن ہی تو ضامن ہوگا اور اگر ایسے سبب سے تلف ہو جس سے احتراز ناممکن ہی تو ضامن نہوگا کذا فی المحیط اور بعضے مشائخ نے فتوی دیا کہ باہم دونون یعنے اجیر ومستاجر صلح کرلین تاکہ دونون قولون پر عمل ہوجاوے اور شیخ امام ظہیر الدین مرغینانی رحمہ اللہ امام اعظم کے قول پر فتوے دیتے تھے اور کتاب عدہ کے مصنف نے فرمایا کہ مین نے ایک روز امام ہمام ظہیر الدین رح سے دریافت کیا کہ مشائخ مین سے جن لوگون نے صلح کرلینے کا فتوے دیا ہی اگر اس صورت مین خصم نے صلح کرنے سے انکار کیا تو کیا اسپر صلح کے واسطے جبر کیا جائیگا فرمایا کہ پہلے مین بھی صلح کرنے کا فتوے دیا کرتا تھا پھر مین نے اسی وجہ سے اس فتوے سے رجوع کرلیا اور قاضی امام فخر الدین بھی امام اعظم کے قول پر فتوے دیتے تھے یہ فصول عمادیہ مین ہی - اور کتاب الابانۃ مین لکھا ہی کہ فقیہ ابو اللیث نے اس مسئلہ مین امام اعظم کا قول اختیار کیا ہی اور مین بھی اسی قول پر فتوے دیتا ہون کذا فی التاتارخانیہ اور اس زمانہ مین لوگون کے حالات ونیات بدل جانے سے صاحبین رح کے قول پر فتوے دیا جائیگا اور اس ذریعہ سے لوگون کے مالون کی حفاظت ہوسکتی ہی یہ تبیین مین لکھا ہی - پھر واضح ہو کہ موافق مذکورۂ بالا کے صاحبین رح کے نزدیک ضمانت کا لزوم فقط ایسی صورت مین ہی کہ اجیر مشترک کو جو چیز اجارہ پر دی ہی اُسنے اس چیز مین کوئی کام بنایا ہو اور اگر کوئی کام اسمین نہ بنایا ہو مثلاً غلاف بنانے کے واسطے ایک مصحف مجید دیا یا تلوار دی یا دستہ بنانے کے واسطے چھری دی پھر انمین سے کوئی چیز جاتی رہی تو بالاجماع ضامن نہ ہوگا یہ سراج الوہاج مین ہی - اور منتقی مین امام ابو یوسف سے روایت ہی کہ اگر کسی شخص کو باجرت نقطہ لگانے کے واسطے قرآن مجید دیا اور اُسکا غلاف اجیر کے پاس ضائع ہوگیا تو ضامن نہوگا اسی طرح اگر کسی شخص کو رومال مین لپیٹ کر رفو کرنے کے واسطے کوئی کپڑا دیا پھر اُسکا رومال ضائع ہوگیا تو ضامن نہوگا اسی طرح اگر کسی شخص کو ترازو (کانٹا ۱۲) اس غرض سے دی کہ اسکے پلہ درست کردے اور وہ ترازو جس خانہ (لکڑی کا خانہ ۱۲) مین رکھی تھی وہ ضائع ہوگیا تو بھی ضامن نہوگا یہ محیط مین ہی - وخلاصہ وخانیہ مین ہی کہ اگر مستاجر نے عقد اجارہ مین اجیر سے ضمان لینے کی شرط ٹھہرا لی پس اگر ایسے سبب سے تلف شدہ کی ضمان کی شرط لگائی جس سے احتراز ناممکن ہی جیسے موت وغیرہ تو بالاتفاق عقد اجارہ فاسد ہی اور اگر ایسے سبب سے تلف شدہ ضمان کی شرط لگائی جس سبب سے احتراز ممکن ہی جیسے سرقہ وغیرہ تو امام اعظم کے نزدیک اسمین بھی یہی حکم ہی مگر صاحبین کے نزدیک عقد وشرط صحیح ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - پھر واضح ہو کہ جب صاحبین کے مذہب کے موافق اجیر مشترک (یعنی فاسد ہی ۱۲) پر ضمان واجب ہوئی

پس اگر کام بنانے سے پہلے وہ چیز تلف ہوئی ہو تو مستاجر بدون تیار ہوئی چیز کے حساب سے اُسکی قیمت ڈانڈ لیگا اور اجیر کو کچھ اجرت نہ ملیگی اور اگر کام تیار ہو جانے کے بعد وہ چیز تلف ہوئی ہو تو مالک کو اختیار ہو گا کہ چاہے اجیر سے بنی ہوئی چیز کی قیمت کے حساب سے لیکر اسکو مزدوری دیدے اور وہ مزدوری ضمان سے وضع کر دے یا بے بنی ہوئی چیز کے حساب سے چیز سے ضمان لے اور مستاجر پر کچھ اجرت واجب نہوگی یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور اجیر مشترک کے پاس جو چیز اجارہ کی اُسکے فعل سے تلف ہوئی مثلاً دھوبی کے دھونے مین کپڑا پھٹ گیا یا اُسنے کشتی چھت پر پھیلا دیا اور وہ جل گیا یا حمال پھسل پڑا تو ہمارے علمائے ثلثہ کے نزدیک اجیر ضامن ہو گا کذا فی المحیط۔ خواہ اُسنے شرط عقد سے مخالفت کی ہو یا نہ کی ہو یہ ینابیع مین ہے۔ پھر واضح ہو کہ جو کچھ اجیر مشترک کے ہاتھ سے نقصان ہوا اُسکی ضمان اجیر کے ذمہ فقط ایسی صورت مین واجب ہوگی کہ جب محل عمل یعنی جس چیز مین کام بنانا قرار پایا ہے اجیر کو سپرد ہوا اور ایسی طرح سپرد ہو کہ اگر مشتری کو فرض کیا جاوے تو ضمان عقد لازم لاوے اور شی مضمونہ ایسی چیزون مین سے ہو کہ جسکی ضمان بوجہ عقد کے لازم آتی ہے اور اجیر کی دست مین اُسکا دفع کرنا بھی ہو یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ پھر جس صورت مین موافق مذہب علمائے ثلثہ کے اجیر مشترک پر اُسکے ہاتھ کے نقصان کی وجہ سے ضمان لازم آئی تو مستاجر کو اختیار ہے چاہے اپنی چیز کی قیمت کی ضمان بے بنی ہوئی کے حساب سے لے لے اور اسکو اجرت نہ دینی ہوگی یا بنی ہوئی چیز کی قیمت کے حساب سے ڈانڈ لے لیگا اجیر کو اُسکا اجر المثل دینا پڑیگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور تجرید مین لکھا ہے کہ اگر چراغ سے اجیر کا گھر جلگیا تو مستاجر کی چیز کا ضامن ہو گا[1] یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر کسی شخص نے زید کو اپنے کپڑے کے سینے یا دھونے کے واسطے اجیر مقرر کیا اُسنے کپڑے کو اپنے قبضہ مین لیا مگر بدون اُسکے کسی فعل یا تعدی کے کپڑا اُسکے پاس تلف ہو گیا تو اسپر ضمان لازم نہین ہے یہ شرح طحاوی مین ہے۔ واضح ہو کہ جو شخص مثل دھوبی و درزی کے اجیر مشترک ہو اگر کام تیار کرے تو اجارہ کی چیز بعد تیار ہونے کے مالک کو واپس کرے اور واپسی کا خرچہ بذمہ اجیر مشترک ہے کپڑے کے مالک پر نہین ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر اجیر مشترک گائے و بکری وغیرہ کا چرواہا ہو کہ عام لوگون کے جانور چراتا ہو تو جو جانور اُسکے خلاف عادت ہانکنے یا خلاف عادت مارنے سے تلف ہوا اُسکی قیمت کا ضامن ہو گا اور اگر اجیر ان جانورون کو پانی پلانے لیگیا وہان پل پر جانورون کا اژدحام ہو گیا اور بعضون نے بعضون کو بسبب کشمکش کے ڈھکیلا اور سب دریا مین گر کر ہلاک ہو گئے تو لوگون کو اسکی قیمت ڈانڈا دا کرے یہ ینابیع مین ہے۔ زید نے عمرو کو کوئی چیز کام بنانے کے واسطے اجیر مشترک[2] کے طور پر دی اور وہ عمرو کے پاس تلف ہو گئی پھر خالد نے عمرو پر اپنا استحقاق ثابت کیا اور عمرو سے اُس چیز کی قیمت کی ضمان وصول کر لی تو عمرو اس مال ضمان کو زید سے نہین لے سکتا ہے جیسا کہ عاریت مین حکم ہے یہ قنیہ مین ہے۔ اگر اجیر مشترک نے جانورون کو ہانکا اور بعض نے بعض کو سینگون سے مار ڈالا یا پیرون سے روند ڈالا تو ضامن ہو گا اور اگر اجیر خاص ہو تو ضامن نہوگا اور اگر نر جانور مادہ جانور پر کودا اور اس باعث سے تلف ہوا تو ضامن[3] نہوگا یہ سراجیہ مین ہے۔ اور جو شخص کاروان سرائے کی حفاظت کے واسطے مزدور مقرر ہوا ہے اگر سرائے سے کوئی شی چوری جاوے تو اجیر ضامن نہوگا کیونکہ اجیر فقط دروازہ کا نگہبان ہے اور مال اپنے اپنے مالکون کی حفاظت مین ہے اسیطرح اگر رات مین مال چوری گیا تو چوکیدار ضامن نہوگا یہ ملتقط مین ہے ناصری مین لکھا ہے کہ کاشتکار نے گائے چرنے کو چھوڑ دی وہ چوری گئی تو ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضیخان و تاتارخانیہ

[1] یعنی بسبب سقوط ضمان نہین ہوگا ۱۲
[2] یعنی اجیر مشترک ۱۲

ین ہی۔ امام محمد رح نے جامع صغیر مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے دریاے فرات کے کنارہ سے ایک مٹکا اٹھا کر
فلان مقام معلوم تک پہونچانے کیواسطے ایک حمال مقرر کیا راہ مین حمال گر گیا مٹکا ٹوٹ گیا تو علماء ثلثہ کے نزدیک مستاجر
کو اختیار ہی کہ چاہے اجیر سے وہ قیمت ڈانڈ وصول کرے جو فرات کے کنارے اُسکی قیمت ہی یعنی جہان سے لایا ہی
وہان جس قیمت کو ملتا ہی وہ قیمت لے لے اور کچھ اجرت نہ دینی ہوگی یا جہان ٹوٹا ہی وہان کی قیمت لے لے اور حساب کرکے
یہان تک کی جو اجرت نکلے وہ اجرت دیدے اور یہ حکم اسوقت ہی کہ راہ مین مٹکا ٹوٹ جاوے۔ اور اگر مقام معلوم تک
پہونچکر اُسکا پانون پھسلا یا سر سے چھوٹ پڑا اور ٹوٹ گیا تو حمال کو پوری اجرت ملیگی اور اسپر ضمان لازم نہ آویگی اور یہ
روایت قاضی صاعد نیشاپوری سے اسطرح جیسا ہمنے بیان کیا ہی منقول ہی اور یہ نقل امام محمد رح کے دوسرے قول کے
موافق ہی ولیکن پہلے قول کے موافق یہ حکم ہی کہ اجیر پر ضمان لازم آویگی اور یہی امام ابو یوسف کا قول ہی۔ اور یہ اختلاف
ایسی صورت مین ہی کہ جب یہ جنایت اُسکے فعل سے لازم آئی ہو۔ اور اگر اُسکے فعل سے لازم نہ آوے پس اگر ایسے
سبب سے یہ نقصان لازم آیا جس سے تحرز ممکن نہین ہی تو بالاجماع اُسپر ضمان واجب نہوگی اور اسکو پوری اجرت ملیگی اور
اگر ایسے سبب سے نقصان ہو جس سے احتراز ممکن تھا تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہی اور صاحبین کے
نزدیک ضمان واجب ہوگی اور درصورت اُسکے فعل سے تلف ہونے کے مالک کو ضمان لینے کا اختیار بروجہ سابق ہی
یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر حمال کے سر پر سے اسباب چوری گیا پس اگر اسباب کا مالک ساتھ ہو تو بالاجماع حمال پر ضمان
نہین آتی ہی اگرچہ صاحبین کے نزدیک اجیر مشترک ضامن ہوا کرتا ہی۔ اور اگر مالک ساتھ نہو تو صاحبین کے نزدیک
ضامن ہوگا۔ اسیطرح جس رسّی سے بھٹیارا محمل کو باندھتا ہی اگر بھٹیارے کے ہانکنے سے وہ رسّی ٹوٹ جاوے تو وہ ضامن
ہی اور اگر جانور کے ہانکنے مین نہ ٹوٹی دوسری طرح ٹوٹی مثلاً جانور کھڑا ہوا تھا اتنے مین ہوا کا جھونکا آیا اُسنے بوجھ کو ٹھہرایا یہ
پھسلا یا اور جانور بھڑکا اور رسی ٹوٹ گئی تو اُسپر ضمان نہین ہی یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اگر اُسنے مالک اسباب کی
رسی سے بوجھ لادا اور رسی ٹوٹ گئی تو ضامن نہوگا یہ غیاثیہ مین ہی۔ ایک حمال ٹھہرایا کہ گھی کی مشک اُٹھا کر پہونچاوے
پس مالک اور حمال دونون نے ملکر اس غرض سے اُٹھایا کہ حمال کے سر پر رکھدے اور وہ اُٹھانے مین پھٹ گئی
تو حمال ضامن نہوگا اور منتقی مین لکھا ہی کہ اگر حمال نے راستہ مین مشک اُتار کر رکھدی پھر اُٹھانی چاہی اور مالک سے
اٹھوانے مین مدد مانگی اور دونون نے ملکر اسکو اُٹھایا اور وہ پھٹ گئی تو حمال ضامن ہوگا کیونکہ مشک گھی کی حمال کی
ضمانت مین آچکی تھی۔ اور اگر مالک کے مکان مین پہونچکر حمال و مالک نے ملکر اسکو اُتارنا چاہا اور دونون کے ہاتھ سے
چھوٹ کر زمین پر گرکر ناقص ہوگئی تو حمال ضامن ہوگا اور قیاس چاہتا ہی کہ حمال نصف قیمت کا ضامن ہو اور اسی کو تقیہ
اور بہت سے مشائخ نے اختیار کیا ہی یہ وجیز کردری مین لکھا ہی۔ اور اگر زید نے حمال سے کہا کہ اسکا کرایہ آدھا درم
اور اُسکا کرایہ ایک درم دونگا نہین جو بوجھ تو چاہے اُٹھا کر لیچل اُسنے دونون کو ایکبارگی اُٹھا لیا تو اسکو دونون کا نصف
کرایہ ملیگا اور اگر تلف ہون تو دونون کا ضامن ہوگا اور اگر اُسنے ایک بوجھ پہلے اُٹھایا ہو تو دوسرے کے اُٹھانے
مین متطوع یعنی صفت احسان کرنے والا شمار ہوگا اور اگر تلف ہوجاوے تو ضامن ہوگا کیونکہ اُسنے بلا اجازت
اُٹھا لیا ہی۔ اور اگر کسی شخص کو مردار کی کھال اُٹھانے کے واسطے اجیر مقرر کیا اُسنے اسکی دباغت کردی اور وہ تلف
ہوگئی یا تلف کردی تو اسکو اجرت نہ ملیگی اور نہ اُسپر ضمانت واجب ہوگی کیونکہ وہ مال نہین ہی۔ اور اگر عمرو کو اسواسطے

مزدور کیا کہ یہ درم اُٹھا کر فلان شخص کو پہونچا دے اُسنے بیچ راہ مین اُسکو خرچ کر ڈالا اور اسکے مثل فلان شخص کو ادا
کر دیے تو عمرو کو کرایہ نہ ملیگا کیونکہ ضمان ادا کرنے سے عمرو اُن درموں کا خود مالک ہو گیا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر
کچھ بوجھ اُٹھانے کے واسطے دو حمال مقرر کیے انمین سے ایک نے تمام بوجھ اُٹھا کر پہونچا دیا پس اگر دونون حمالون
مین عقد شرکت ہو تو پوری اجرت واجب ہوگی اور وہ دونون مین مشترک ہوگی اور اگر دونون مین عقد شرکت نہو
تو ایک کو نصف اجرت ملیگی اور باقی نصف کے اُٹھانے مین وہ حمال مفت احسان کرنے والا شمار ہوگا اور اگر حمال
نے مقام مشروط تک پہونچا دیا پھر مالک نے کہا کہ اسکو اپنے پاس رکھ اُسنے رکھا اور وہ ضائع ہو گیا تو ضامن نہوگا اور
اجرت کامل واجب ہوگی۔ اور اگر حمال نے جس وقت مالک نے مانگا ہے اپنی مزدوری کیواسطے روک لیا ہو تو ضائع ہونے
سے ضامن ہوگا۔ اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ حمال کو تاوقتیکہ بوجھ سر سے اُتار کر نہ رکھے مزدوری طلب کرنے کا
اختیار نہیں ہے اور اگر مستاجر کے گھر پہونچا یا اور گھر مین لے آیا وہان لغزش کھائی اور بوجھ گر کر ناقص ہو گیا یا سر سے اُتارنے
مین گر کر تلف ہوا تو ضامن ہوگا اور اگر کسی دوسرے شخص نے اسکو توڑ ڈالا تو حمال ضامن نہوگا اور ایسا کرایہ واجب
ہوگا یہ غیاثیہ مین ہے۔ فتاوے ابو اللیث مین لکھا ہے کہ اگر حمال نے بوجھ کو میدان مین اُتارا اور باوجودیکہ اسکو وہان
منتقل کر سکتا تھا مگر نکیا یہان تک کہ چوری یا پانی برسنے سے اسباب تلف ہو گیا تو حمال ضامن ہوگا اور مراد یہ ہے کہ جب
چوری یا مینھ کا غالب احتمال ہو کذا فی الفصول العمادیہ۔ ایک شخص نے باردان اُٹھانے کے واسطے ایک مزدور مقرر
کیا کہ فلان مقام تک پہونچا دے راہ مین وہ باردان خود ہی پھٹ گیا اور جو کچھ اسمین تھا باہر نکل پڑا تو شیخ ابوبکر نے
فرمایا کہ مثل ایسے حمال کے جسکی رسی ٹوٹ جاوے اور وہ ضامن ہوتا ہے یہ بھی ضامن ہوگا۔ اور فقیہ ابو اللیث نے
فرمایا کہ امام اعظم کے قول کے قیاس پر ضامن نہوگا شیخ فخر الدین نے فرمایا کہ اسی پر فتوی ہے اور اسی کو ہم اختیار
کرتے ہین یہ کبرے مین ہے۔ منتقی مین لکھا ہے کہ اگر حمال اُسکو اپنی گردن پر اُٹھائے ہو اور اُسنے لغزش کھائی اور جو
اسمین تھا وہ بہہ گیا حالانکہ مالک اُسکے ساتھ ہے تو حمال ضامن ہے اور اگر لوگون نے حمال پر ازدحام کیا یہان تک
کہ کشاکش مین وہ ظرف ٹوٹ گیا تو بالاجماع حمال ضامن نہوگا اور اگر خود ہی حمال نے ازدحام کیا یعنے ہجوم مین گھس گیا
یہان تک کہ ظرف ٹوٹ گیا تو ضامن ہوگا اور مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے ٹوٹنے کے وقت کی قیمت کی ضمان
لے مگر اسمین بقدر اُسکی اجرت کے جہان تک لایا ہے حساب کرکے وضع کر دے یا جہان سے لادا ہے وہان کی
قیمت لے لے اور اس صورت مین کچھ اجرت نہ دینی پڑیگی یہ خلاصہ مین ہے۔ ایک بھاڑے والا ایک گانون
سے دوشاب لادکر شہر مین لاتا تھا پھر وہ راہ مین اُترکر مشک بھری ہوئی رکھدی اور سو رہا اور کتے نے آکر مشک
پھاڑ ڈالی اور وہ دوشاب ضائع ہو گیا پس اگر بیٹھے بیٹھے سو گیا ہو تو ضامن نہوگا یہ قنیہ مین ہے۔ یتیمیہ مین لکھا ہے کہ شیخ ابو حامد
رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ترکمان کو اسواسطے مزدور مقرر کیا کہ یہ دوشاب مرو سے بلخ تک پہونچا دے
اُسنے منظور کیا پھر جب بیچ راہ مین پہونچا تو وہان ایک پل نظر آیا اور اسمین پتھر پڑا ہوا تھا پھر جب اُس پل سے عبور
کا قصد کیا تو اونٹ کا پانون رپٹا اور اسکے گرنے سے دوشاب تلف ہو گیا حالانکہ اُس پل سے باوجود اس پتھر کے
لوگ آمد و رفت رکھتے تھے پس آیا یہ ترکمان ضامن ہوگا یا نہین تو شیخ ابو حامد نے فرمایا کہ جو ترکمان اونٹ چلاتا تھا
اسپر ضمان واجب ہے اور یہی مسئلہ شیخ یوسف بن احمد سے دریافت کیا گیا انھون نے بھی یہی جواب دیا

یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر جانور بھڑک کر بھاگا اور اسباب اسکے اوپر سے گر کر تلف ہوا تو بھاڑے والا ضامن نہوگا اور
اگر مالک اسباب کے ہانکنے یا ناتھ پکڑ کر چلانے سے جانور پھسل پڑا تو بھاڑے والا ضامن نہوگا اسی طرح اگر بھاڑے والے
اور مالک دونوں کے ہانکنے سے ایسا ہوا ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اسباب کا مالک جانور پر سوار ہوا اور اُسکا اسباب
دوسرے جانور پر لدا ہوا اور مالک اُسکے ساتھ چلتا ہو تو بھاڑے والا ضامن نہوگا اور یہ امام ابو یوسف کے نزدیک ہے اور
اگر جانور پر اسباب لادا اور مالک اسباب اسی جانور پر سوار ہوا اور جانور کی لغزش سے اسباب تلف ہوا تو بھاڑے والا
ضامن نہوگا اور اگر سوار نہوا بلکہ اُسکے ساتھ پاؤں پیدل چلتا ہو تو امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک بھاڑا ضامن ہوگا
یہ غیاثیہ میں ہے اور اگر اسباب بسبب حرارت آفتاب یا برودت باران کے خراب ہوگیا تو امام کے نزدیک بھاڑا ضامن ہوگا
اور صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا اسی طرح اگر جانور کی پیٹھ پر سے مال چوری گیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اُسکی پیٹھ پر کوئی
غلام سوار ہوا اور جانور کے مالک نے جانور ہانکا اور جانور لغزش کھا کر گر پڑا اور غلام مر گیا تو جانور کا مالک غلام کا ضامن
نہوگا کیونکہ غلام اُسکی ضمان و قبضہ میں نہیں ہے بلکہ خود اپنے قابو میں ہے بخلاف اسباب کے اور اگر غلام ایسا بچہ ہو کہ خود
ٹھیک نہیں بیٹھ سکتا ہے تو ضامن ہوگا جیسا کہ کپڑے یا جانور کی تلف میں کہ اگر اُسکے ہانکنے سے تلف ہو تو ضامن ہوتا ہے
کذا فی الوجیز للکردری اور صحیح حکم اس صورت میں یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں یعنی غلام بالغ ہو یا ایسا بچہ ہو کچھ فرق نہیں
ہے اور عقد اجارہ میں مثل مرد آزاد کے غلام کا بھی ضامن نہوگا یہ تمرتاشی میں لکھا ہے۔ قلت اور صریح امام اعظم سے
روایت ہے کہ امام اعظم نے فرمایا کہ کرایہ کے جانور پر اسباب کے ساتھ مالک اسباب کا کوئی غلام نابالغ سوار ہوا اور جانور
کو اسکی سواری کی شرط سے کرایہ لیا ہو پھر جانور نے لغزش کھائی اور غلام مع اسباب کے گر کر ضائع ہوا تو جانور کا مالک غلام کا ضامن
نہوگا اور اسباب کا ضامن ہوگا اگرچہ غلام کی ہلاکت بھاڑا دینے کے فعل سے ہوئی ہے۔ پھر واضح ہو کہ اسباب کا ضامن بھی
جب ہی ہوگا کہ غلام ایسا نادان ہو کہ اس سے اسباب کی حفاظت نہو سکتی ہو ورنہ اگر غلام اسباب کی حفاظت کرنے کے
لائق ہو تو جانور کا مالک اسباب کا بھی ضامن نہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے زید کو مقرر کیا کہ اپنے جانور پر یہ شیرہ انگور
فلان مقام تک کرایہ پر پہونچا دے اُسنے پہونچا دیا اور جب اُتارنے کا قصد کیا تو ایک طرف کی گون گرا دی اور دوسری طرف
کی گون پھینک دی مگر پھینکنے سے اسکی مشک جسمیں شیرہ [illegible] پس اگر [illegible]
کا ضامن ہوگا یہ حاوی میں ہے۔ فتاویٰ فضلی میں لکھا ہے کہ [illegible] فلان مقام تک [illegible]
اور شرط کرلی کہ رات میں روانہ ہو اور ایسے اور زید خود بھی ساتھ [illegible] جانور ضائع ہوگیا پس اگر [illegible]
جانور کی حفاظت چھوڑ دینے سے خود ضائع کر دیا تو بلا خلاف ضامن ہوگا اور اگر ایسا نہیں ہوا بلکہ جانور خود ضائع ہوا تو
عمرو پر الزام نہیں ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک ضامن نہوگا بخلاف قول صاحبین کے کہ انکے نزدیک ضامن ہوگا کیونکہ امام
یہ کہتا کہ بلا خلاف ضامن نہوتا درحالیکہ زید اُسکے ساتھ چلتا [illegible]
اس مقام پر بالاجماع ضامن ہونے کی روایت صریح مذکور ہے [illegible] اگر [illegible] ہوا کے
یا پہاڑ کی ٹکر سے جو کچھ غرق ہوگیا ملاح اُسکا ضامن نہوگا اور اگر ملاح کے کھینچنے یا [illegible] غرق ہوا تو ضامن
اور اگر کشتی ٹوٹ کر غرق ہوگئی پس اگر ملاح کا قصور ہے کہ اُسکے فعل سے ایسا ہوا تو ضامن ہوگا ورنہ نہیں [illegible] اور اگر مالک
یا اُسکا وکیل کشتی میں موجود ہو تو ملاح فقط تعدی کی صورت میں ضامن ہوگا [illegible]

اُسکے قبضہ مین ہی ملاح کے پاس مضمون نہین ہی اور اگر دو کشتیان ہون کہ ایک مین خود سوار ہو اور اسباب دوسری مین ہو تو بھی ملاح سوائے تعدی کی صورت کے ضامن نہوگا چنانچہ دو جانورون کی صورت مین سفر خشکی مین یہی حکم ہی اسیطرح اگر مالک اسباب فریضہ نماز یا کسی دوسری ضرورت سے باہر آیا مگر اسباب اسکی نظر سے غائب نہین ہوا تو بھی ملاح بدون تعدی کرنے کے کسی صورت مین ضامن نہوگا - اور اگر کشتی کسی مقام تک پہونچ گئی پھر اُسکو ہوا کے جھونکے یا موج کے تھپیڑے نے لوٹا دیا یا خشکی مین جانور راہ مین سے لوٹ پڑا پس اگر مالک اسباب کشتی مین یا جانور پر ہو اور ہوا تو اجرت واجب ہوگی اور جانور والے سے لوٹا لیجانے کا مطالبہ نہ کریگا ولیکن اگر کشتی کو ہوا کا جھونکا کسی ایسی جگہہ بہا لیجاوے جہان مالک اسباب اپنے اسباب پر قبضہ نہین کر سکتا ہی تو ملاح بلا اجرت لوٹا لیجانے پر مجبور کیا جائیگا اور اگر مالک اسباب یا اُسکا وکیل اُس اسباب کے ساتھ موجود نہووے تو پہلی ہی اجرت پر لوٹا لیجانے کے واسطے ملاح مجبور کیا جائیگا یہ غیاثیہ مین ہی - اور اگر ملاح نے بضرورت کچھ آگ کشتی مین رکھ لی اور اسکے باعث سے کشتی جل گئی تو ملاح اسباب کا ضامن نہوگا اگرچہ مالک اسباب کشتی مین موجود نہو یہ تمرتاشی مین لکھا ہی - ایک کشتی مین کچھ عیب تھا اُسکو ایک شخص نے کرایہ لیا کہ یہ اسباب اُسپر لاد کر پہونچا دے پھر ملاح نے اُس کشتی مین دوسرے شخص کا کچھ اسباب بھی بدون پہلے مستاجر کی رضامندی کے داخل کر دیا حالانکہ کشتی اسقدر بوجھ کو بخوبی اُٹھا سکتی تھی مگر حالیکہ کشتی غرق ہوگئی اور مستاجر کشتی کے ساتھ موجود ہی تو ملاح ضامن نہوگا یہ قنیہ مین ہی - شیخ علی بن احمد رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک کشتی آدمیون اور اسباب سے خوب بھری ہوئی ہی زمین سے لگی ہوئی ہی کہ اُسکے غرق ہو جانے کا سبب خوف ہی پھر بعضے آدمی اُسمین سے نکلے اور دوسری کشتی کرایہ کر لی اسمین کچھ لوگ سوار ہوئے اور کچھ اسباب نکال کر لاد دیا اور کئی بار ایسا کیا یہان تک کہ پہلی کشتی ہلکی ہوگئی اور چل نکلی اور اجرت مین کسی قدر دینارون پر سب نے اتفاق کیا پس آیا یہ اجرت اُنھین لوگون پر پڑیگی جنھون نے عقد اجارہ کیا ہی یا سب آدمیون اور اسباب پر پڑیگی اور جو کچھ ان لوگون نے کیا اُسپر اسباب والے راضی تھے تو فرمایا کہ اجرت اُنھین لوگون پر واجب ہوگی جنھون نے عقد اجارہ قرار دیا ہی اور باہم موافقت کرنا بہتر ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - منتقی مین لکھا ہی کہ اگر بہت سی کشتیان ہون اور اسباب کا مالک یا اُسکا وکیل کسی ایک کشتی مین موجود ہو تو جس کشتی مین مالک اسباب یا اسکا وکیل ہی اگر اُسمین سے کچھ جاتا رہے تو ملاح اسکا ضامن نہوگا اور ماسوائے اسکے ضامن ہوگا اور فرمایا کہ یہ سب امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک ہی اور اُسی مقام پر فرمایا کہ جب کشتیان بہت ہون تو ایسی صورت مین امام ابو یوسف رح کا دوسرا قول بھی ہی یعنے اگر بہت کشتیان اسطرح چلتی ہون کہ سب ساتھ ہی روانہ ہوتی ہون اور ساتھ ہی لنگر کرتی ہون تو ملاح پر کسی کشتی کے اسباب جانے سے ضمان لازم نہ آویگی اگرچہ باہم کشتیان آگے پیچھے چلتی ہون اسی طرح حمال کا حال ہی کہ اگر اُسپر اسباب لدا ہوا اور مالک اسباب اونٹ پر سوار جاتا ہو تو حمال ضامن نہوگا یہ محیط مین ہی - ایک ملاح نے لوگون کے اسباب سے کشتی بھر کر رات مین کنارے باندھ دی پھر اُسمین سوراخ ظاہر ہوئے جنکی راہ سے پانی بھر گیا اور کشتی غرق ہوگئی اور اسباب سب تلف ہوگیا تو ملاح ضامن نہوگا بشرطیکہ عادت کے موافق اسطرح کشتی چھوڑ دیجاتی ہو اور اگر مالک اسباب نے ملاح سے کہا کہ یہان اس کنارے کشتی کو باندھ دے اُسنے وہان لنگر نہ کیا چلا گیا یہان تک کہ موج سے غرق ہوگئی تو ملاح ضامن ہوگا بشرطیکہ جب مالک نے کہا تھا اُس حالت مین کشتیون کے

باندھ دیئے جانے کا دستور ہو یہ قنیہ میں ہے- ایک جولاہا اپنے خسر کے ساتھ ایک مکان میں رہا کرتا تھا پھر ایک مکان کرایہ لیکر مع اسباب وہاں اُٹھ گیا اور سوت وہیں چھوڑ دیا وہ ضائع ہو گیا پس اگر سوت کو جہاں تھا وہاں سے دوسرے مکان میں نہیں لیگیا اور نہ اپنے خسر کو ودیعت دیا تو ضامن نہو گا یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک ہر حال میں ضامن ہو گا یہ فتاوی کبرے میں ہے- نوازل میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے کپڑا بننے کے واسطے دوسرے کو سوت دیدیا اُسنے دوسرے جولاہہ کو بننے کے واسطے دیدیا اُسکے ہاتھ سے چوری گیا پس اگر دوسرا جولاہہ پہلے کا اجیر ہو وے تو دونوں میں سے کوئی ضامن نہو گا اور اگر دوسرا جولاہہ اجنبی ہو تو پہلا جولاہہ ضامن ہو گا اور دوسرا ضامن نہو گا اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک پہلی صورت میں مطلقاً ضامن ہو گا اور اجنبی ہونے کی صورت میں مالک کو اختیار ہے چاہے پہلے سے ضمان لے یا دوسرے سے ضمان لے یہ خلاصہ میں ہے اور جامع الفتاوی میں لکھا ہے کہ سونار وغیرہ نے اگر دوسرے کو ڈھالنے کے واسطے دیدیا تو ایسی صورت میں بھی یہی حکم ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے- ایک شخص نے زید کا سوت کپڑا بننے کے واسطے لیا اور اپنے اُستاد کے گھر میں رکھ دیا وہاں سے غائب ہو گیا تو ضامن ہو گا یہ جواہر الفتاوی میں ہے- ایک جولاہہ نے جہاں کپڑا بنتا تھا یعنی کارگاہ میں سوت چھوڑ دیا وہاں سے چوری گیا پس اگر کارگاہ کا گھر محفوظ حصین ہو کہ اسمیں اس قسم کے اسباب رکھے جاتے ہوں تو جولاہہ ضامن نہو گا اور اگر اُسمیں اس قسم کے اسباب نہ رکھے جاتے ہوں پس اگر سوت کے مالک اس گھر میں رکھنے سے راضی ہوں تو بھی ضامن نہو گا اور اگر راضی نہوں تو ضامن ہو گا- اور جولاہے پر کارگاہ میں رات کو رہنا واجب نہیں ہے بلکہ اگر اُسنے قفل بند کر دیا اور رات میں وہاں سے چلا گیا تو ضامن نہیں ہے اور اگر کارگاہ میں سے ایک دو مرتبہ چوری ہو گئی ہو تو دو ایک مرتبہ چوری ہونے سے وہ مکان محفوظ و حصین ہونے سے خارج نہیں ہو سکتا ہے یعنی اگر حصین کے معنی پائے جاتے ہوں تو ایک دو مرتبہ چوری ہونے سے یہ نہ کہا جائیگا کہ حصین نہیں ہے لیکن اگر بہت مرتبہ چوری ہو جاوے تو حصین نہ رہیگا یہ خلاصہ میں ہے- ایک جولاہے نے ایسے زمانہ میں کہ چوروں کا ہر طرف غل تھا اور غلبہ تھا کپڑے کو کارگاہ میں چھوڑ کر دروازہ بند کر کے راہ میں دوسری جگہ جا کر سویا اور کپڑا چوری گیا پس اگر ایسے وقت میں ایسے مکان میں کپڑا اسطرح چھوڑ دیا جاتا ہو تو جولاہہ ضامن نہو گا ورنہ ضامن ہو گا- یہ خزانۃ المفتیین میں ہے- ایک جولاہے نے کپڑا بنکر اپنے مکان میں رکھ لیا مالک کو واپس نہ کیا اور چوری گیا تو آیا جولاہہ ضامن ہو گا یا نہیں پس جو امام فقہ یہ فرماتے ہیں کہ واپسی کی مشقت و خرچہ اجیر مشترک کے ذمہ ہوتا ہے انکے قول کے موافق اگر جولاہہ واپس کر سکتا تھا اور واپس نہ کیا تو ضامن ہو گا اور جو امام فقہ یہ فرماتے ہیں کہ مالک کے ذمہ ہے اُنکے قول کے موافق ضامن نہو گا یہ فصول عمادیہ میں ہے- ایک جولاہہ نے کپڑا بنکر باہر نکالا اور مالک سے کہا کہ میں کپڑا تیار کر کے لاتا ہوں آکر لیجا اُسنے جواب دیا کہ آج تیرے پاس رہیگا میں کل کے روز آکر لیجاؤنگا رات کو چوری گیا تو جولاہہ ضامن نہو گا کیونکہ مالک کے اس کہنے سے کہ آج تیرے پاس رہیگا وہ جولاہہ مستودع ہو گیا- اور اگر مالک نے یوں نہ کہا ہو کہ آج تیرے پاس رہے اور کام تمام ہو جانے کے بعد چوری گیا تو بعض نے فرمایا کہ اگر جولاہے سے واپس کرنا ممکن تھا اور اُسنے واپس نہ کیا تو ضامن ہو گا مگر چاہیے یہ ہے کہ اگر اُسنے بعوض اجرت کے روک رکھا ہو تو ضامن نہووے کیونکہ اس صورت میں اُسپر واپس کرنا واجب نہیں ہے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے

ایک شخص نے ایک جولاہہ کو کچھ کپڑا ایسا کہ کچھ اُس میں سے بنا ہوا تھا اور کچھ بغیر بنا ہوا تھا دیا یہ کپڑا جولاہے کے پاس سے چوری گیا تو نوازل میں لکھا ہے کہ جس امام کے نزدیک اجیر مشترک ہر ایسی چیز کا ضامن ہوتا ہے جو اُسکے پاس سے بدون اُسکے فعل کے تلف ہوئی ہو تو اُسکے قول پر جولاہہ تمام کپڑے کا ضامن ہوگا کیونکہ بنا ہوا اور بے بنا ہوا بسبب اتصال کے ایک چیز کے حکم میں ہو اور باقی کا بنا جانا بنے ہوئے کی قیمت بڑھاتا ہے پس جولاہہ تمام کپڑے کے حق میں اجیر مشترک ہو گیا پس کل کپڑے کا ضامن ہوگا اور یہ چند مسائل ہیں کہ جن میں امام ابو یوسف و امام محمد رحمہ کے قول پر مشائخ نے فتوی دیا ہے ایک تو یہی مسئلہ ہے جو مذکور ہوا ہے اور ایک یہ ہے کہ ایک شخص نے درزی کو کپڑا دیا تاکہ اُس سے ایک قمیص تیار کر کے دیدی اور ایک ٹکڑا بچ رہا تھا وہ چوری گیا تو مشائخ نے فرمایا کہ درزی ضامن ہوگا اور ایک یہ ہے کہ ایک شخص نے موزہ دوز کو چمڑا دیا اُس نے موزہ تیار کر کے دیدیا اور کچھ چمڑا بچ رہا تھا وہ چوری گیا تو مشائخ نے فرمایا کہ موزہ دوز ضامن ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اگر جولاہے کو ایسا کپڑا دیا جس میں سے کچھ بنا ہوا اور کچھ بغیر بنا ہوا ہو تاکہ جولاہہ باقی کو بن دیوے وہ چوری گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک کچھ ضامن نہ ہوگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک بے بنے ہوئے کا ضامن ہوگا بنے ہوئے کا ضامن نہ ہوگا کیونکہ بنا ہوا اسکے پاس ودیعت ہے اور امام محمد رح کے نزدیک اسکا بھی ضامن ہوگا یہ غیاثیہ میں ہے۔ جولاہے کو سوت دیکر شرط کر لی کہ دو روز میں بن دے اُس نے بن دیا اُسکے کپڑا تلف ہو گیا تو موافق مذہب مختار شیخ الاسلام اور جندی کے ضامن ہوگا اور اگر دھوبی کو دیا تو یہی صورت ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کو سلائی کے کام کے واسطے ایک مہینہ تک مقرر کیا تو یہ شخص اجیر خاص ہے پھر اگر عمرو کو اس مہینے میں کسی رنگریز نے خاص کپڑا سینے کے واسطے ایک درم کے اجیر مقرر کیا تو یہ بھی جائز ہوا اور عمرو کی ماہواری تنخواہ میں سے اس روز کی اجرت یعنی ایک درم وضع کر لیا جائیگا یہ غیاثیہ میں ہے۔ درزی کپڑا لیکر مالک کے پاس لایا مالک نے اُسکے ہاتھ سے کھینچا اُسکے کھینچنے سے پھٹ گیا تو درزی ضامن نہوگا۔ اور اگر دونوں کی کھینچا کھینچی میں پھٹا ہو تو درزی نصف نقصان خرق کا ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ شیخ ابو القاسم رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک دھوبی نے دوکان میں لکڑی پر کپڑا رکھکر اپنی بہن کے لڑکے کو حفاظت کے واسطے بٹھلا دیا اور کسی اُچکے نے وہ کپڑا اچک لیا پس شیخ نے فرمایا کہ اگر یہ بیت مستقل اس طرح ہو کہ داخل ہونے والے کی آنکھ سے کپڑے کا مقام پوشیدہ ہوتا ہو پس اگر اس لڑکے کو اسکی ماں یا باپ نے دھوبی کے ساتھ کر دیا ہو یا مولے نے اسکے والدین کے انتقال کے وقت اپنے ساتھ کر لیا ہو تو دھوبی ضامن ہوگا اور اگر لڑکا ایسی جگہ ہو کہ باوجود اس جگہ ہونے کے اسکو اُچکا پس اگر وہ لڑکا موافق مذکورہ بالا کے دھوبی کے ساتھ ہو تو دونوں میں سے کسی پر ضمان لازم نہ آویگی اور اگر اس طور سے اُسکے عیال میں نہو تو دھوبی ضامن ہوگا یہ حاوی میں ہے۔ ایک دھوبی نے لوگوں کے کپڑے اپنے اجیر کو دیے کہ گھاٹ پر حفاظت سے دھوپ دیکر پھیلا دے آوے وہاں اجیر سو گیا اور جب اٹھا تب پانچ کپڑے اُسمیں سے ضائع ہوئے تھے اور یہ معلوم نہ ہوا کہ کیونکر ضائع ہوئے اور کب ضائع ہوئے تو فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر یہ معلوم نہو کہ اسکی خواب کی حالت میں گم ہو گئے ہیں تو ضمان دھوبی پر واجب ہوگی اجیر پر لازم نہوگی۔ اور اگر یہ معلوم ہو کہ اجیر کی خواب کی حالت میں گم ہوئے ہیں تو اجیر ضامن ہے کہ اُس نے حفاظت واجبہ کو ترک کیا اور کپڑے کے مالک کو اختیار ہے کہ چاہے دونوں صورتوں میں دھوبی سے ضمان لیوے اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ دھوبی سے ضمان لینے کا

جو فقیہ ابو جعفر نے فرمایا یہ اسوجہ سے ہی کہ فقیہ ابو جعفر اجیر مشترک کے مسئلہ مین صاحبین رحمہما اللہ کا قول اختیار کرتے تھے ورنہ امام اعظم رح کے قول کے موافق دھوبی ضامن نہوگا اور ہم اسی کو لیتے ہیں ہمارے استاد رح نے فرمایا کہ اسی پر فتوی ہی کذا فی الکبری۔ دو دھوبی شرکت مین لوگون کا کپڑا لیا کرتے تھے پس ایک دھوبی کام چھوڑ کر دوسرے کو کپڑے دیکر چلا گیا اور اسمین سے کچھ ضائع ہوگیا تو دوسرے کو دینے سے درصورت ضائع ہونے کے ضامن نہوگا کیونکہ وہ دونون شریک تھے تو ایک کا لینا مثل دوسرے کے لینے کے ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک دھوبی نے دھولائی کا کپڑا بعوض اپنے قرضہ کے ایک شخص کے پاس رہن کیا پھر چھوڑا لایا حالانکہ مرتہن کے پاس کپڑے مین کچھ نجاست لگ گئی تھی پھر جب کپڑے کے مالک نے اسکو دیکھا تو دھوبی سے کہا کہ اسکو پاک کردے اسنے انکار کیا اور باہم دونون مین جھگڑا ہوا اسنے کپڑا دھوبی کے پاس چھوڑ دیا اور وہ دھوبی کے پاس تلف ہوگیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر نجاست سے کپڑے کی قیمت مین کچھ نقصان نہین آیا تو دھوبی پر کچھ واجب نہین ہی اور اگر قیمت مین نقصان آیا ہو تو بقدر نقصان کے دھوبی ضامن ہوگا اور کپڑا اسکے پاس امانت مین تلف ہوا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ ایک شخص نے ریختہ کپڑا دھوبی کو دیا اسنے خم پر چڑھا دیا وہ جلگیا اور دھوبی کو اسکا حال معلوم نہ ہوا تو دھوبی ضامن ہوگا کیونکہ اسکے فعل سے تلف ہوا ہی اور نادانستگی عذر نہین ہوسکتی ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ ایک دھوبی نے دھولائی کا کپڑا خشک کیا اور دھونی دی وہ جل گیا تو ضامن ہوگا اسی طرح اگر اسکو نچوڑا اور وہ پھٹ گیا تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر دھوبی کے اجیر نے ایسا کیا مگر اسنے عمداً بگاڑ ڈالنے کا قصد نہین کیا تو اجیر ضامن نہ ہوگا بلکہ استاد یعنی دھوبی ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ امام محمد رح سے روایت ہی کہ اگر دھوبی اپنی دوکان مین چراغ لیگیا اور اس سے کوئی کپڑا جلگیا اگر دھوبی کا قصور فعلی نہین ہی یعنی اسکے فعل سے نہین جلا تو دھوبی ضامن ہوگا کیونکہ فی الجملہ اس سے احتراز ممکن تھا ہاں ایسی صورت مین ضامن نہین ہوتا ہی کہ جب ایسی آگ لگجاوے جسکا بجھانا ممکن نہو اور یہ صاحبین کے قول کے موافق ہی اور امام اعظم کے نزدیک جو چیز اسکے فعل کے تلف ہوا اسکا ضامن نہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ دھوبی کے شاگرد یا اجیر خاص نے اگر دھوبی کے حکم سے دوکان مین چراغ روشن کرنے کے لیے آگ پہونچائی اور اسمین سے کوئی شرارہ اڑکر دھولائی کے کپڑون مین لگ گیا یا چراغ کا تیل کسی دھولائی کے کپڑے کو لگ گیا تو اجیر ضامن نہوگا کیونکہ اسنے دھوبی کے حکم سے آگ وہان پہونچائی ہی بلکہ دھوبی ضامن ہوگا اور اجیر کا فعل مثل دھوبی کے فعل کے قرار دیا جائیگا اور ظاہر ہی کہ دھوبی کے خود فعل سے دھوبی ضامن ہوتا ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اجیر مشترک کے شاگرد کے ہاتھ سے اگر چراغ گر گیا اور اس سے دھولائی کے کپڑون مین سے کوئی کپڑا جلگیا تو اسکی ضمان اجیر مشترک پر لازم ہوگی اور اگر دھولائی کا کپڑا نہو وے تو اجیر ضامن ہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ دھوبی نے دوکان کا چراغ گل کر دیا اور لوٹ وہین چھوڑ دی اسمین کچھ شرارہ رہگیا تھا وہ کسی شخص کے کپڑے پر گر پڑا اور کپڑا جلا دیا تو دھوبی ضامن نہوگا اور اسی پر فتوی ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ اور تجرید مین لکھا ہی کہ دھوبی وغیرہ تمام کاریگرون کے شاگردون یا اجیر پر ضمان لازم نہین آتی ہی مگر وہی جسمین عدوان ثابت ہو ہان استاد یعنی کاریگر سے ضمان لیجاویگی اور وہ مال ضمان اپنے شاگرد یا اجیر سے واپس نہین لے سکتا ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ دھوبی کے اجیر نے اگر اسکی دوکان مین کوئی کپڑا روندا پس اگر ایسا کپڑا ہو جو روندا جاتا ہی یعنی بچھونا ہو سکتا ہی تو ضامن نہوگا اور اگر ایسا نہو مثلاً باریک کپڑا ہو تو ضامن ہوگا خواہ دھولائی

کے کپڑون مین سے ہو یا انکے سوا ہو یہ صغری مین ہے - اگر اجیر مشترک سے شرط ٹھہرالی کہ اگر تلف ہو جائیگا تو تو ضامن ہے تو بعض نے کہا کہ بالاجماع ضامن ہوگا مگر فتوے دیا گیا ہے کہ ایسی شرط کا کچھ اثر نہین ہے شرط کرنا اور نہ کرنا دونون برابر ہین یہ وجیز کردری مین ہے - اگر استاد کے گھر مین اُسکی اجازت سے کوئی چیز اُٹھا لایا اور وہ کسی کپڑے پر گر پڑی وہ پھٹ گیا پس اگر دھولائی کے کپڑون مین سے ہو تو استاد ضامن ہوگا تلمیذ ضامن نہوگا اور اگر دھولائی مین سے نہو تو اجیر ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہے - اگر اجیر اپنے استاد کی خدمت مین کوئی شئ اُٹھا لایا اور وہ گر کر خراب ہو گئی تو ضامن نہوگا اور اگر استاد کے پاس کسی ودیعت کی چیز پر گری اور اسکو خراب کر دیا تو اُسکا ضامن ہوگا اسی طرح اگر اُسنے لغزش کھائی اور ودیعت کی چیز پر گری تو بھی یہی حکم ہے اور اگر بچھانے کے واسطے کوئی فرش مستعار لیا ہو یا تکیہ ہو اسپر ایسا معاملہ واقع ہونے سے مالک مکان یا اجیر دونون مین سے کسی پر ضمان لازم نہین آتی ہے یہ مبسوط مین ہے - اور عادت کے موافق دھوبی کے کندی کرنے سے جو کچھ تلف ہو یا نامہ مین چونہ سے یا دھوپ دینے سے کچھ جل جاوے تو دھوبی اُسکا ضامن ہے اور مالک کو اختیار ہے کہ چاہے دھوبی سے تیار کپڑے کے حساب سے قیمت لیکر اسکو اجرت دیدے یا بے بنے ہوے کپڑے کی قیمت ڈانڈ لے لے اور کچھ اجرت نہ دیوے - اور اگر مالک سے دھوبی نے کہا کہ یہ کپڑا کوٹنے وکندی کرنے کو برداشت نہین کر سکتا ہے یا کسی شخص نے شیشہ گر سے کہا کہ شیشہ تراش دے اُسنے کہا کہ تراشنے مین ایسا شیشہ کم سالم بچتا ہے اُسنے کہا کہ اگر پھٹ گیا یا ٹوٹ گیا تو تجھپر کچھ الزام نہین ہے پس دھوبی نے کندی کی یا شیشہ گر نے تراش دیا پھر کپڑا پھٹ گیا یا شیشہ ٹوٹ گیا پس اگر غالباً ایسی چیز صحیح سالم نہین رہتی ہے تو مالک اُس سے ضمان نہین لے سکتا ہے کیونکہ وہ راضی ہو چکا ہے اور اگر ایسا اوقات صحیح سالم رہتی ہو تو ضمان لے سکتا ہے یہ غیاثیہ مین ہے - اگر کندی کرنے والے نے دھوبی کے اجیر کے ہاتھ سے کندی کرنے کے وقت کندی پلٹ کر کسی دوسرے کپڑے پر جا پڑی اور وہ پھٹ گیا پس اگر اس لکڑی پر جسپر کندی کیجاتی ہے چوٹ پڑنے سے پہلے لوٹ کر کسی کپڑے پر جا پڑی اور وہ کپڑا دھولائی کے کپڑون مین سے ہے تو اُسپر ضمان لازم نہین ہے مگر دھوبی پر ضمان واجب ہوگی اور اگر وہ کپڑا دھولائی کے کپڑون مین سے نہین ہے تو اجیر ضامن ہوگا - اور اگر اُس لکڑی پر جسپر کندی کیجاتی ہے چوٹ پڑنے کے بعد لوٹ کر کسی کپڑے پر جا پڑی ہو تو ظاہر الروایت مین بلا تفصیل لکھا ہے کہ اجیر ضامن نہوگا کوئی تفصیل بیان نہین ہے کہ دھولائی کا کپڑا خراب ہوا یا دوسرا کپڑا خراب ہوا اور فقیہ ابوبکر بلخی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ انھون نے فرمایا کہ جو تفصیل ابتداءً منقلب ہو جانے مین مذکور ہے وہی اس صورت مین بھی ہونی چاہیے کذا فی الذخیرہ اور ولوالجیہ مین لکھا ہے کہ اگر کندی اُسکے ہاتھ سے لوٹ کر چھوٹی اور کسی شخص پر جا پڑی اور اسکو قتل کیا تو اُسکی ضمان اجیر پر ہوگی دھوبی پر نہوگی یوں ہی کتاب مین لکھا ہے اور شیخ معروف بخواہر زادہ نے یہ صورت پہلی وجہ مین بیان فرمائی ہے یعنے جبکہ لکڑی پر چوٹ پڑنے سے پہلے چھوٹ کر کہین جا پڑی ہو اور دوسری صورت مین یعنے جبکہ کندی کی چوٹ اُس لکڑی پر جسپر کندی کیجاتی ہے واقع ہونے کے بعد کندی نے چھوٹ کر کسی شخص کو قتل کیا ہو تو لکھا کہ بعض کے قول کے موافق یہی حکم ہے ولیکن ظاہر الروایۃ کے موافق ضامن نہوگا - تاکید واضح ہو کہ یہ تفصیل ٹھیک نہین ہے صحیح وہی ہے جو پہلے مذکور ہوا ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے - اگر کندی گری کی چیزون مین سے کوئی چیز جسپر کندی کیجاتی ہے یا جس سے کندی کیجاتی ہے شاگرد کے ہاتھ سے ٹوٹ گئی تو ضامن نہ ہوگا - اور اگر

ایسی چیز ہو جس سے کندی کیجاتی ہو یا جسپر کیجاتی ہو تو شاگرد ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ وفتاوی قاضیخان مین ہی۔ اگر
کسی شخص نے چند لوگون کو اپنے گھر مین بلایا یا وہ لوگ اُسکے فرش پر چلے آئے وہ پھٹ گیا یا تکیہ دیکر بیٹھے جس سے
وہ پھٹ گیا یا مہمان تلوار ڈالے ہوئے تھا جب بیٹھا تو اُس تلوار سے بچھونا یا تکیہ پھٹ گیا تو اُسپر ضمان واجب نہین ہی
اور اگر صاحب خانہ کا کوئی برتن پیرون کے نیچے چور کر دیا یا ایسے کپڑے کو روندا جسکے مثل روندا نہین جاتا ہی اور بچھایا نہین
جاتا ہی تو ضامن ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر دھوبی نے کپڑے خشک کرنے کیواسطے ایک رسّی پر لٹکا دیے اور راستہ سے
کوئی شخص بوجھ لادے ہوئے جانور لیکر گذرا اور اسطرح ہانکا کہ کپڑون پر صدمہ پہونچایا اور وہ پھٹ گئے تو امام اعظم رح
کے نزدیک دھوبی ضامن نہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا اور جو شخص جانور ہانکتا ہی وہ اس نقصان کا
ضامن ہی کذا فی الذخیرہ۔ اگر دھوبی نے کپڑے کے مالک سے درخواست کی کہ میرے ساتھ کندی کرنے مین مدد کرے
اور دونون نے کندی کی چوٹ لگائی اور کپڑا پھٹ گیا اور یہ معلوم نہین ہوتا کہ کس کی چوٹ سے پھٹ گیا ہی تو امام
ابو یوسف رح کے نزدیک نصف کا ضامن ہوگا اور یہی صحیح ہی کذا فی الغیاثیہ اور قاضی فخر الدین نے فرمایا کہ فتوی اسپر ہی
کہ وہ نصف کا ضامن نہوگا یہ کبری مین ہی۔ اور واضح ہو کہ مالک کے مدد کرنے کی صورت مین اگر کپڑا نہ پھٹا تو آیا اجرت مین
بھی بقدر مالک کے کام کے کم کر دیا جائیگا پس صاحب محیط نے کتاب الفوائد مین لکھا ہی کہ کم کیا جائیگا۔ اسی طرح اگر
درزی کے پاس آکر مالک نے درزی کے قبضہ مین کچھ کپڑا ملکر سلایا یا جولاہہ کے پاس جاکر کچھ مدد کرکے بنایا تو بھی بقدر
کام کے حصہ اجرت ساقط کر دیا جائیگا اور یہی صحیح ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ اگر دھوبی نے درحالیکہ مالک لے اپنا کپڑا لے لینا
چاہتا تھا بغرض اپنی مزدوری وصول کرنے کے کپڑا تھام لیا اور مالک نے اسکو کھینچا اور وہ پھٹ گیا تو دھوبی پر نصف
نقصان خرق کی ضمان واجب ہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ دو شریک دھوبیون مین سے ایک شخص کے ہاتھ سے کچھ نقصان
ہوا تو اسکی ضمان دونون دھوبیون پر لازم ہوگی یعنے مالک کو اختیار ہوگا کہ دونون مین سے جس سے چاہے اپنے کپڑے کی
پوری قیمت ڈانڈ بھرے یہ خزانۃ المفتیین مین ہی۔ ایک دھوبی نے کسی باعث سے کپڑے کی ضمان داخل کر دی پھر وہ کپڑا
ظاہر ہوا تو شیخ ابو نصیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دھوبی اسکا مالک نہوگا یہ حاوی مین ہی۔ کتاب العدۃ کے ابواب الاجارات مین
مذکور ہی کہ ایک شخص نے دھوبی کو ایک کپڑا دیا اور شرط لگائی کہ اسکو دھووے اور ہاتھ سے نہ رکھتا جبتک کہ تو اس کام سے
فارغ نہو جاوے یا یہ شرط لگائی کہ آج یا کل مین دھو کر دیدے اُسنے ایسا نہ کیا اور مالک نے بارہا اُس سے مطالبہ کیا
اُسنے نہ دیا یہان تک کہ چوری گیا تو ضامن نہوگا۔ اور ائمہ بخارا سے فتوی طلب کیا گیا کہ ایک دھوبی سے شرط لگائی کہ آج
دھو کر دیدے اُسنے نہ دیا پھر دوسرے روز کپڑا تلف ہوگیا پس آیا ضامن ہوگا فرمایا کہ ہان ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہی
زید نے اپنا کپڑا درزی یا دھوبی کو دیا اور خالد کو وکیل کیا کہ اسکو وصول کرے جب اُسنے طلب کیا تو درزی یا دھوبی نے
وکیل کو دوسرا کپڑا دیدیا تو زید کو یہ کپڑا لے لینا لازم نہوگا اور خالد وکیل بھی ضامن نہوگا اگر وکیل کے پاس تلف ہو جاوے
اور زید کو اختیار ہی کہ اپنے کپڑے کیواسطے اجیر مشترک کا دامنگیر ہو اور یہ حکم اسوقت ہی کہ جو کپڑا اجیر مشترک نے دیا ہی وہ
اجیر مشترک کا ہووے اور اگر دوسرے شخص مثلاً عمرو کا ہووے تو عمرو کو اختیار ہی کہ درصورت تلف ہونے کے چاہے
اجیر سے ضمان لے یا وکیل سے۔ پس اگر اُسنے اجیر سے ضمان لی تو اجیر مال ضمان کو خالد سے وصول نہین کر سکتا ہی
اور اگر اُسنے وکیل سے ضمان لی تو وکیل نے جسقدر ڈانڈ بھرا ہی اسکو اجیر مشترک سے وصول کریگا کیونکہ اُس نے

اسکو دھوکا دیا تھا یہ ذخیرہ میں نوازل سے ہی - دھوبی نے اگر مالک کے سوا دوسرے شخص کا کپڑا دیا اُسنے اس گمان سے
کہ میرا ہی قبضہ کر لیا تو اس صورت تلف ہونے کے ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہی - اگر دھوبی نے مالک کے سوا دوسرے کا
نقصان خطا سے حوالہ کیا اُسنے لیکر قطع کرکے سلوالیا تو اصل مالک کو اختیار ہی کہ دونوں میں سے جس سے چاہے ضمان لے پس
اگر اسنے قطع کرانے والے سے ضمان لی تو مال ضمان کسی سے نہیں لے سکتا ہی اور اگر دھوبی سے ضمان لی تو دھوبی
ڈانٹا کا مال اُس قطع کرنے والے سے وصول کریگا اور ہوا اپنا کپڑا دھوبی سے وصول کرے - اسی طرح اگر دھوبی نے
اپنا ذاتی کپڑا کسی شخص کو کپڑوں میں ملا کر دیدیا اور معلوم نہ ہوا اور اس شخص نے قطع کرالیا تو شخص دھوبی کو اسکی
قیمت کی ضمان ادا کرے - اسی طرح ہر مستودع جو مودع کو اپنی ذاتی چیز یا اس گمان کہ یہ چیز مودع کی ہی ودیعت کے
ساتھ دیدے تو اسکا یہی حکم ہی - اور اگر دھوبی نے کہا کہ یہ تیرا کپڑا ہی تو اسکے قول کی تصدیق ہوگی کیونکہ وہ امین ہی اور
یہی حکم ہر اجیر مشترک میں ہی - ہاں اب یہ رہا کہ اسکو نفع اٹھانا روا ہی یا نہیں ہی پس اگر اپنے کپڑے کے عوض لیا ہی
تو روا ہی ورنہ نہیں اور نہ اُسپر اجرت واجب ہوگی اگر اُسنے انکار کیا ہو کہ میرا کپڑا نہیں ہی - اسی طرح اگر دھوبی وغیرہ
نے کہا کہ میں نے تیرا کپڑا تجھے دیدیا ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک اسکے قول کی تصدیق کیجائیگی اور صاحبین کے نزدیک
بدون حجت وگواہ کے تصدیق نہوگی یہ غیاثیہ میں ہی - قلت حسب الیقین فی زماننا القول بقولهما رح صیانۃ لاموال المسلمین
فافهم - اگر مالک کے حکم سے دھوبی نے کپڑا روک رکھا اور وہ تلف ہوگیا پس اگر اجرت نہیں لے چکا ہی تو امام اعظم کے
نزدیک ضامن نہوگا بخلاف قول صاحبین رح کے اور اگر پا چکا ہی پھر تلف ہوا تو بالاجماع امانت میں تلف ہوا - اور امام
اعظم رح سے ایک روایت میں آیا ہی کہ دھوبی کو روک رکھنے کا اختیار نہیں ہی اور اگر اُسنے روک رکھا اور تلف ہوا
تو ضامن ہوگا یہ خزانۃ الفتاوی میں ہی - ایک شخص نے اپنے شاگرد پیشہ کے ہاتھ ایک کپڑا دھوبی کے پاس دھونے کو
روانہ کیا پھر دھوبی سے کہدیا کہ جب تو اسکو درست کرچکے تو میرے شاگرد پیشہ کو نہ دینا پھر جب دھوبی درست کرچکا
تو اُسنے شاگرد کو دیدیا اور شاگرد اُسکو لیکر بھاگ گیا پس آیا دھوبی ضامن ہوگا تو فرمایا کہ اگر شاگرد نے کپڑا دیتے
کے وقت یہ نہیں کہا کہ یہ کپڑا فلاں شخص کا ہی اُسنے میرے ہاتھ تیرے پاس بھیجا ہی تو ضامن نہوگا اور اگر یہ کہا ہو پس
اگر دھوبی نے اُسکے قول کی تصدیق کی ہو تو ضامن ہوگا ورنہ ضامن نہوگا یہ محیط میں ہی - صاحب المحیط نے
اجارات میں لکھا ہی کہ ایک شخص نے دھوبی کو اپنا کپڑا دیا پھر اُسکے پاس پہنچ آیا اُسنے کہا کہ میں نے تیرا کپڑا
ایک شخص کو اُسکے کپڑے کے دھوکے میں دیدیا تو دھوبی ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہی - ہمارے زمانہ میں ایک
واقعہ پیش آیا اور اسکی یہ صورت ہوئی کہ رات کے وقت چند چور ایک دھوبی کے دروازہ پر آئے اور سب کے سب
کسی گوشہ میں چھپ رہے مگر ایک چور اُسکے دروازہ پر گیا اور آواز دی کہ میں دیہات کا رہنے والا ہوں اس وقت
بہت پیاسا ہوں ایک ذرا سا پانی مجھے پلا دے اُسنے ترس کھا کر دروازہ کھول دیا اور پانی لایا اور چور اُسکی
چوکھٹ پر بیٹھکر پانی پینے لگا اتنے میں سب چور آگئے اور اُسکے مکان میں گھس پڑے اور دھوبی کو مع اُسکے
عیال کے گرفتار کر لیا اور تمام لوگوں کے کپڑے جو اُسکے یہاں تھے باندھ لیگئے پس آیا دھوبی اس صورت میں
ضامن ہی یا نہیں تو ائمہ نے بالاتفاق فتوے دیا کہ یہ سرقہ غالب نہیں ہی اور ضمان لازم ہوگی اور اس مسئلہ کو
دوسرے مسئلہ پر قیاس کیا وہ یہ ہی جو شرح قدوری میں بیان کیا ہی یعنی اگر چراغ کی آگ سے دھوبی کی

دوکان جل گئی تو یہ حرق غالب نہیں ہی اسوجہ سے کہ اگر ابتدا سے اسکا علم ہو تو احتراز ممکن ہی اور حرق غالب ہوتا ہی
کہ باوجود ابتدا سے علم کے اُسکا انسداد ممکن نہو پس سرقہ غالب وہ کہ اگر ابتدا سے علم ہو تو اسکا تدارک ممکن نہو
اور یہ سرقہ جو واقع ہوا غالب نہیں ہی کیونکہ اگر ابتدا سے علم ہو تو انسداد ممکن ہی کہ دروازہ نہ کھولے یہ ذخیرہ میں
ہی۔ خانیہ میں لکھا ہی کہ اگر دھوبی سے یہ شرط لگائی کہ اسطرح دھووے کہ پھٹنے نہ پاوے تو یہ شرط صحیح ہی اسلیے
کہ یہ دھوبی کے امکان میں ہی یہ تاتارخانیہ میں ہی۔ دھوبی نے اگر دھولائی کے کپڑوں میں سے کوئی کپڑا پہنا پھر
اسکو اتار دیا پھر اُسکے بعد ضائع ہوا تو ضامن نہوگا۔ اسی طور سے موزہ دوز نے اگر موزہ منتقل کرنے کو واسطے لیا
اور پہن لیا تو جب تک پہنے رہا تب تک ضامن ہی پھر اگر اُتار دیا پھر ضائع ہوا تو ضامن نہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہی
اگر ایک شخص حمام میں گیا اور اپنے کپڑے حمام والے کو سپرد کر دیے اور اسکو اجارہ پر مقرر کیا کہ اُسکی حفاظت
کرے اور شرط کر لی کہ اگر تلف ہوے تو تو ضامن ہوگا تو فقیہ ابو بکر بلخی فرماتے تھے کہ حمامی بالاجماع ضامن ہوگا
اور فرماتے تھے کہ امام اعظم رح کے نزدیک اجیر مشترک صرف ایسی صورت میں ضامن نہیں ہوتا ہی کہ جب اُس سے
درصورت تلف ہونے کے ضمان کی شرط نہ لگا دے اور اگر شرط لگا دے تو ضامن ہوگا۔ اور فقیہ ابو جعفر رح ضمان
کی شرط لگانا اور نہ لگانا برابر جانتے تھے اور فرماتے تھے کہ ضمان لازم نہ ہوگی اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ ہم اسی کو
لیتے ہیں اور ہم یہی فتوے دیتے ہیں یہ ذخیرہ میں ہی۔ ایک شخص حمام میں گیا اور اپنے کپڑے حفاظت کے واسطے
حمام والے کو سپرد کر دیے وہ ضائع ہو گئے تو بالاجماع ضامن نہوگا کیونکہ حمامی مستودع تھا اسواسطے کہ پوری اجرت
حمام سے انتفاع کے مقابلہ میں تھی ولیکن اگر شرط کر لی کہ اجرت بمقابلہ حفاظت کے ہی تو یہ حکم نہیں ہی اور اگر کہا
کہ کپڑوں کی حفاظت اور حمام سے نفع اُٹھانے کے مقابلہ میں اجرت ہی تو اسوقت میں حکم اختلافی ہوگا اور اگر ایسے
شخص کو دیا جو اجرت پر حفاظت کرتا ہی جیسے ثیابی تو حکم میں اختلاف ہی کذا فی الصغری۔ ایک شخص حمام میں گیا اور
حمامی سے پوچھا کہ اپنے کپڑے کہاں رکھوں اُسنے کسی مقام کا اشارہ کیا اُسنے وہاں رکھ دیے اور حمام میں گھس گیا
اور حمام سے ایک شخص دوسرا نکلا وہ اُن کپڑوں کو اُٹھا لیگیا اور حمامی نے منع نہ کیا اور گمان کیا کہ یہ اسی کے کپڑے
ہیں تو حمام والا ضامن ہوگا یہ قول شیخ محمد بن سلمہ و ابو نصر الدبوسی کا ہی اور شیخ ابو القاسم فرماتے تھے کہ ضامن نہوگا
اور قول اول اصح ہی یہ محیط میں ہی۔ حمام کا ثیابی سو گیا اور کپڑے چوری گئے اگر بیٹھے بیٹھے سو گیا ہو تو ضامن نہوگا اور اگر کروٹ
سے یا چت سو یا ہو تو ضامن ہوگا [illegible]
اگر حمام میں سے باہر چلا آیا اور کوئی کپڑا ضائع ہوا پس اگر ثیابی نے اسکو [illegible]
ہوگا اور اگر نائی یا حمامی یا اپنے عیال میں سے کسی کے سپرد کیا ہو تو ضامن نہوگا یہ خلاصہ میں ہی۔ اگر کسی شخص نے
حمامی کے سامنے کپڑے اُتارے اور اُسکے پاس چھوڑ کر حمام میں چلا گیا اور زبان سے کچھ نہ کہا پھر حمام سے نکلا تو
نہ پائے پس اگر حمامی کے پاس کوئی ثیابی نہو تو حمامی ویسا ضامن ہوگا جیسا کہ مستودع ضامن ہوتا ہی کیونکہ اُسکے سامنے
رکھدینا استحفاظ ہی ایسا ہی محمد بن سلمہ نے فرمایا ہی اور شیخ الاسلام خواہرزادہ نے فرمایا کہ اسی پر فتوی دیا جاوے
کذا فی الفتاوی العتابیہ اور اگر حمامی کے یہاں ثیابی ہو مگر اسوقت حاضر نہ تھا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر حاضر ہو تو
حمامی ضامن نہوگا یہ ذخیرہ میں ہی۔ اور اگر ایک شخص نے اپنے کپڑے ایک شخص کے پاس رکھدیے کہ

کہ جو وہاں بیٹھا ہوا تھا اسنے نہ قبول کیے اور نہ انکار کیا کہ میرے پاس مت رکھو تو درصورت تلف ہو جانے کے وہ شخص ضامن ہوگا کیونکہ عرفاً یہ معاملہ استحفاظ ہے یہ حاوی میں ہے ایک عورت زنانہ حمام میں نہانے گئی اور اپنے کپڑے جس مقام پر برہنہ ہوتے ہیں اُتار کر داخل ہوئی اور حمامیہ یعنی جو عورت حمام کی مالک تھی وہ ان کپڑوں کو دیکھ رہی تھی پھر وہ حمامیہ عورت کے پیچھے پیچھے حمام میں اسواسطے پانی لینے گئی کہ اپنی دختر کے بچہ کو نہلا دے اور اسکی بیٹی اور بچہ حمام کی دہلیز پر تھی کہ وہاں سے اپنی ماں کو دیکھتی تھی پھر اس عورت کے کپڑے گم ہو گئے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر عورت کے کپڑے حمامیہ و اسکی بیٹی دونوں کی آنکھ سے غائب ہو گئے ہوں تو حمامیہ ضامن ہوگی ورنہ نہیں

فتاوی قاضیخان میں ہے زید حمام سے نکلا اور ثیابی سے کہا کہ میرے کپڑوں میں تھیلی میں درم تھے وہ ضائع ہو گئے پس اگر ثیابی نے اقرار نہیں کیا ہے تو اسپر ضمان نہیں اور اگر اقرار کیا پس اگر انکو اسطرح چھوڑ گیا ہے کہ ضائع ہو جاوے تو ضامن ہوگا اور اگر اُسنے تضییع نہیں کی تو اسکا حکم جیسے دھوبی کے مسئلہ میں ذکر فرمایا ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے

امام محمد رح نے کتاب الاصل میں فرمایا کہ چرواہا اگر اجیر خاص ہو اور بکریوں میں سے کوئی بکری مر گئی تھی کہ ضامن نہوا تو اجرت میں سے اُسکے حساب سے کچھ کم نہ کیا جائیگا مگر موجر کو یہ اختیار ہوگا کہ بجائے اُسکے دوسری بکریاں چرانے کے واسطے اسکو سپرد کرے اور اگر ان بکریوں میں سے چرانے یا پانی پلانے میں کچھ بکریاں مر گئیں تو اجیر خاص ضامن نہوگا یہ سبب اجیر خاص ہونے کی صورت میں ہے اور اگر اجیر مشترک ہو تو جسقدر بکریاں مر جاویں بالاجماع انکا ضامن نہوگا اور یہ حکم اسوقت ہے کہ بکریوں کا مرنا دونوں کی باہمی تصدیق یا گواہی سے ثابت ہو اور اگر اختلاف ہوا کہ چرواہے نے مرنے کا دعوی کیا اور مالک نے انکار کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک چرواہے کا قول قبول ہوگا اور صاحبین کے نزدیک بکریوں کے مالک کا قول مقبول ہوگا۔ اور اگر چرواہا بکریوں کو چراگاہ کی طرف لیچلا اور راہ میں کوئی بکری مر گئی مگر اُسکے ہانکنے میں نہیں مری بلکہ اور وجہ سے مثلاً پہاڑ پر چڑھی یا کسی بلند مقام پر چڑھ کر وہاں سے گر کر مر گئی تو امام اعظم رح کے نزدیک اجیر پر ضمان نہوگی اور صاحبین کے نزدیک ضمان لازم ہوگی اسی طرح اگر کسی نہر پر انکو پانی پلانے لے گیا اور کوئی بکری ڈوب گئی تو بھی یہی اختلافی حکم ہے۔ اسی طرح اگر انمیں سے بھیڑیا لے گیا یا چور لے گیا تو بھی اختلاف ہے اور اگر اُسکے ہانکنے سے مری مثلاً اُسنے تیز ہانکا اور لغزش کھا کر اسکا پاؤں ٹوٹ گیا یا گر پڑی اور گردن ٹوٹ گئی تو تینوں اماموں کے نزدیک بالاتفاق چرواہا ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر بھیڑیے نے کوئی بکری کھا لی حالانکہ چرواہا وہیں تھا پس اگر ایک سے زیادہ کئی بھیڑیے ہوں تو ضامن نہوگا کیونکہ یہ مثل سرقہ غالبہ کے ہے اور اگر ایک بھیڑیا ہو تو ضامن ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے۔ اگر گائے کے چرواہے نے گاؤں کو ہانکا اور انھوں نے ہانکنے میں باہم ایک دوسرے کے سینگ مارے اور بعض نے بعض کو مار ڈالا پس اگر اجیر کسی شخص کا اجیر خاص ہو تو ضامن نہوگا اور اگر چند لوگوں کا چرواہا یا اجیر مشترک ہو تو ضامن ہوگا اسی طرح اگر چرواہا ایک شخص کا اجیر خاص ہو مگر گائیں چند لوگوں کی ہوں تو بھی یہی ہوگا کہ جو اُسکے ہانکنے میں تلف ہوئی اُسکا ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اگر چرواہے نے اگر کسی بکری کو مارا اور اُسکی آنکھ پھوٹ گئی یا پاؤں ٹوٹ گیا یا اُسکے جسم سے کچھ تلف ہو گیا تو ضامن ہوگا اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ امام اعظم رح کے قول پر ہے اور صاحبین کے قول کے قیاس پر اگر بکری کو دستور معتاد پر عادت کے موافق مارا ہے تو ضامن نہونا چاہیے۔ اور بعض نے کہا کہ چاہیے کہ یہ لحاظ کیا جاوے کہ ایسی چیز سے

مارے جس سے بکریوں کو مارتے ہیں اور یہ بالاجماع ہے کذا فی الظہیریہ پس اگر بکری کو لاٹھی سے مارا تو سب کے نزدیک ضامن ہوگا۔ اور واضح ہو کہ چرواہے کو اختیار ہے کہ خود چراوے یا اُسکا شاگرد یا اجیر یا اہل عیال میں سے کوئی چراوے اور اگر چرواہے نے سوائے اُن لوگوں کے کسی غیر کو حفاظت کے واسطے دیدیں تو در صورت ضائع ہونے کے ضامن ہوگا یہ غیاثیہ میں ہے۔ اور چرواہے کو اختیار ہے کہ بکریاں اپنے غلام یا اجیر یا بالغ بیٹے کے ہاتھ جو اسکے عیال میں ہے روانہ کرے پس اگر وہ ایسی میں راہ میں کوئی بکری مرگئی پس اگر چرواہا اجیر مشترک ہو تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک ہر حال میں اُسپر ضمان واجب نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک اگر ایسی وجہ سے تلف ہوئی کہ جس سے احتراز ممکن تھا تو ضامن ہوگا چنانچہ اگر خود واپس لاتا اور ایسے سبب سے تلف ہو جاتی تو ضامن ہوتا۔ اور اگر چرواہا اجیر خاص ہو تو ہر حال میں اُسپر ضمان نہیں ہے چنانچہ اگر خود واپس لاتا اور اُسکے ہاتھ میں تلف ہوتی تو ضامن نہوتا اور امام زاہد شیخ احمد طواویسی نے فرمایا کہ اجیر مشترک کو یہ بھی اختیار ہے کہ ایسے شخص کے ہاتھ واپس کرے جو اُسکے عیال میں نہیں ہے اور اجیر خاص کو یہ اختیار نہیں ہے اور حاکم عبدی نے دونوں کو یکساں قرار دیا اور فرمایا کہ دونوں کو یہ اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ مشترک چرواہے نے اگر سب کی بکریاں باہم خلط کردیں پس اگر جدا کرنے پر قادر ہے مثلاً ہر ایک کی بکریاں پہچانتا ہے تو اُسپر ضمان لازم نہ ہوگی اور ہر ایک کی بکریوں کی تعیین کے بارہ میں اُسی کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر جدا کرنا ممکن نہیں ہے مثلاً کہتا ہے کہ میں ہر ایک کی بکریاں نہیں پہچانتا ہوں تو بکریوں کی قیمت کا ضامن ہوگا اور مقدار قیمت میں چرواہے کا قول قبول ہوگا اور بکریوں کی قیمت وہ معتبر رکھی جاویگی جو خلط ملط کرنے کے روز تھی اور یہ حکم بر اصل امام اعظم کچھ مشکل نہیں ہے اور صاحبین کے قول کے موافق مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور بعض نے کہا کہ خلط ملط کرنے کے روز کی قیمت صاحبین کے نزدیک بھی لیجاویگی اور یہی صحیح ہے۔ اور اگر بعض لوگوں نے دعوی کیا کہ یہ چند بکریاں ہماری ہیں تو چرواہے سے قسم لیجاویگی کہ یہ بکریاں اسکی نہیں ہیں کیونکہ چرواہے پر ایسے امر کا دعوی کیا گیا ہے کہ اگر اُسکا اقرار کرے تو اُسکے ذمہ لازم ہوجاوے پس جب اُسنے انکار کیا تو قسم لیجاویگی پس اگر اُسنے قسم کھالی تو بری ہوگیا اور اگر نکول کیا تو مدعی کو اُنکی قیمت ادا کرے یہ ذخیرہ میں ہے۔ شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بکریاں ایک شخص کے گلہ میں خلط کردیں اور ایک مدت تک مخلوط رہیں اور بکریوں کے مالک نے گمان کیا کہ وہ شخص بلا اجرت حفاظت کرتا ہے تو شیخ رح نے فرمایا کہ اگر وہ شخص اجرت پر حفاظت کرنے میں مشہور ہو تو اُسی کا قول قبول ہوگا اور بکریوں والے پر اُسکی حفاظت کرنے کی اجرت واجب ہوگی یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اگر چرواہے کو خوف ہوا کہ یہ بکری مرجاویگی اُسنے ذبح کردی تو استحساناً بعض مشائخ نے فرمایا کہ ضامن نہوگا بشرطیکہ اسکی زندگی سے ناامید ہو اور اگر اُسکی زندگی کی امید ہو تو ضامن ہوگا صدر الشہید نے اپنے واقعات کے باب اول شرکت میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے شخص کی بکری جسکی زندگی کی امید نہیں ہے ذبح کردی تو ضامن ہوگا اور چرواہا ضامن نہوگا پس اجنبی اور چرواہے میں فرق کیا اور فقیہ ابو اللیث نے دونوں کو یکساں کردیا اور کہا کہ جسطرح چرواہا ضامن نہیں ہوتا ہے اُسی طرح اجنبی بھی ضامن نہ ہوگا اور یہی صحیح ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دیکھا کہ زید کی بکری گر پڑی اور اُسکے مرجانے کا خوف ہوا اُسنے ذبح کر ڈالی تو استحساناً ضامن نہوگا اور فتوے کے واسطے یہ مختار ہے کہ ضامن ہوگا اور اگر چرواہے و مالک میں اختلاف ہوا

مالک نے کہا کہ تو نے اسکی زندگی کی حالت مین ذبح کیا ہی اور چرواہے نے کہا کہ نہین بلکہ مردگی کی حالت مین ذبح کیا ہی تو چرواہے کا قول قبول ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی اگر مالک نے کہا کہ اسکو ذبح کر ڈال بشرطیکہ اسکے پیٹ مین بچہ نہو تو چرواہے نے کہا کہ یقیناً جانتا ہون کہ اُسکے پیٹ مین بچہ نہین ہی پھر جب ذبح کیا تو بچہ نکلا تو چرواہا ضامن ہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ اگر کوئی گاے بیمار ہوئی اور چرواہے کو اُسکے مرنے کا خوف ہوا پس اسنے ذبح کر دی تو ضامن نہوگا اور اگر نہ ذبح کی یہانتک کہ مر گئی تو بھی ضامن نہوگا یہ سراجیہ مین ہی۔ اور اگر بکریون کے مالک نے چاہا کہ اسقدر بکریان بڑھا دے جنکو چرواہا سنبھال سکتا ہی تو اسکو یہ اختیار ہی۔ اور اگر بکریون کے مالک نے آدھی بکریان فروخت کر دین پس اگر چرواہے کو ایک ماہ کے واسطے اس شرط سے مقرر کیا ہو کہ میری بکریون کی چرواہی کرے تو اسکی اجرت مقررہ کچھ کم نہین کر سکتا ہی اور اگر ایک مہینہ تک خاص ان بکریون کے چرانے کے واسطے مقرر کیا ہو تو قیاساً اسکو ان بکریون مین زیادہ کرنے کا اختیار نہین ہی ولیکن استحساناً فرمایا کہ جسقدر سنبھال سکتا ہو اتنی بڑھا دے ولیکن سواے اس کام کے کسی دوسرے کام کی تکلیف نہین دے سکتا ہی۔ اور فرمایا کہ اگر بکریون کے بچے پیدا ہون تو بکریون کے ساتھ بچون کا چرانا چرواہے پر واجب ہوگا یہی حکم قیاساً و استحساناً دونون طرح ہی اور اگر ایسا اجیر ایک مہینہ کے واسطے اجیر نہین کیا بلکہ کچھ معدود بکریان اس شرط سے اسکو دین کہ ایک درم ماہواری پر چرا دے تو مستاجر کو ایک بکری کا بھی زیادہ کرنے کا اختیار نہین ہی اور اگر کچھ بکریان انھین سے فروخت کر دین تو اجرت مین سے اُسی حساب سے کمی کر دیجاویگی اور اگر بچے پیدا ہوے تو بکریون کے ساتھ انکا چرانا اجیر پر واجب نہوگا اگر بوقت تقرر کے یہ شرط کر دے کہ بکریون کے بچے بھی اور بکریون کے ساتھ چرا دے تو قیاساً فاسد ہی اور استحساناً جائز فرمایا ہی اور سب صورتون مین بکریون کے مانند اونٹ و گاے و گھوڑے و گدھے و خچرون کا بھی حکم ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور چرواہے کو یہ اختیار نہین ہی کہ بدون مالک کی اجازت کے کسی جانور مادہ پر نر چڑھا دے اور گابھن کرا دے اور اگر اسنے ایسا کیا اور کچھ نقصان ہوا تو ضامن ہوگا اور اگر چرواہے نے ایسا نہ کیا بلکہ گلہ مین سے کوئی نر خود ہی کسی مادہ پر چڑھ گیا اور وہ مادہ مر گئی تو چرواہا ضامن نہوگا اور یہ حکم بالاجماع ہی بشرطیکہ چرواہا اجیر خاص ہو اور اگر اجیر مشترک ہو تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہی مگر صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا۔ اور اگر گلہ مین سے کوئی جانور وحشت کھا کر بھاگ گیا اور چرواہے نے بدین خیال کہ باقی جانور ضائع نہو جاوین اس وحشی کا پیچھا نہ کیا تو اسکو گنجایش ہی اور اُس بھگوڑے کی ضمان لازم نہ آویگی اور یہ بالاجماع ہی بشرطیکہ اجیر خاص ہو اور امام اعظم رح کے نزدیک اگر اجیر مشترک ہو تو بھی یہی حکم ہی اگرچہ اسنے بھگوڑے کا پیچھا کرنا اور اُسکی حفاظت کرنی چھوڑ دی اور مرد امین ترک حفاظت سے ضامن ہوا کرتا ہی پر یہان ضامن نہونا اسوجہ سے ہی کہ مرد امین ترک حفاظت سے ایسی صورت مین ضامن ہوتا ہی کہ بلا عذر ترک حفاظت کرے اور یہان عذر موجود ہی کہ باقی ضائع نہو جاوین اور صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا اسلیے کہ جس سے احتراز ممکن تھا ایسی صورت مین ترک حفاظت ثابت ہوئی۔ اور مین نے کتاب کے بعض نسخ مین یون لکھا دیکھا کہ جو جانور وحشت سے بھاگ گیا اُسکا ضامن نہوگا بشرطیکہ اسکو ایسا شخص بھی دستیاب نہوا ہو جو بھگوڑے کا پیچھا کرے یا پہونچکر اُسکے مالک کو اس معاملہ کی خبر کرے۔ اور اگر اُسنے کسی شخص کو اجرت پر مقرر کیا کہ اس بھگوڑے کو پکڑلاوے

[illegible]

تو اُسنے احسان کیا یعنے یہ اجرت مالک پر ادا کرنی واجب نہوگی۔ اور اگر گلے سے بکریان کئی فرقہ ہوگئیں اور سب کی اتباع پر قادر نہوا اُسنے ایک فرقہ کا پیچھا کیا اور باقیون کی حفاظت چھوڑ دی تو اُسکو گنجایش ہی اور اُسپر ضمان لازم نہ آویگی کیونکہ اُسنے بعض کا پیچھا کرنا بعذر ترک کیا ہی مگر صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا کیونکہ یہ ایسا عذر ہی کہ جس سے فی الجملہ احتراز ممکن ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر اُسنے بھگوڑے جانور کے پکڑ لانے کے واسطے کسی شخص کو با اجرت مقرر کیا تو اُسنے مفت احسان کیا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک شخص نے چرواہا مقرر کیا اور چراگاہ کا مقام خاص نہ کیا پس اگر اجیر مشترک ہی اور اُسنے کسی مقام پر جہان اسکا جی چاہا گلہ چرایا اور کوئی جانور ڈوب کر یا درندہ کے گزند وغیرہ سے ہلاک ہوگیا اور مالک نے کہا کہ مین نے تیرے ذمہ یہ شرط کر دی تھی کہ میری بکریان اس مقام کے سوائے دوسرے مقام پر چرانا اور چرواہے نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے اسی مقام کو بیان کیا تھا تو بالاجماع مالک کا قول قبول ہوگا اور چرواہے کے گواہ قبول ہونگے اور اگر چرواہا اجیر خاص ہو تو ایسے اختلاف کی صورت مین مالک کا قول قبول ہوگا اور اگر چرواہے نے گواہ سنائے تو بالاجماع اسپر ضمان لازم نہ آویگی یہ فتاوی عتابیہ مین ہی۔ اگر مالک نے کسی خاص مقام پر چرانے کا حکم دیا اور چرواہے نے اُس سے مخالفت کی اور کوئی جانور مر گیا تو چرواہا ضامن ہوگا اور اسکو کچھ اجرت نہ ملیگی اور اگر بکریان صحیح سالم بچ رہین تو قیاساً اسکو کچھ اجرت نہ ملیگی مگر استحساناً اجرت واجب ہوگی یہ محیط مین ہی۔ شیخ نجم الائمہ حلیمی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنے گھوڑے چرواہے کو سپرد کیے کہ مدت معلومہ تک انکی حفاظت کرے اور چرواہے کو چرانے و حفاظت کرنے کی اجرت دیدی پھر چرواہا کسی اپنے کام مین مشغول ہوگیا اور گھوڑے چھوڑ دیے اور وہ ضائع ہوگئے پس آیا ضامن ہوگا فرمایا کہ اگر ایسا اشتغال گھوڑے کے چرواہون مین متعارف ہو تو ضامن نہوگا ورنہ ضامن ہوگا یہ قنیہ مین ہی۔ دو قلی ماویان کے چرواہے نے اگر کمند پھینکی اور گھوڑی کی گردن مین جا پڑی اور اُسنے کھینچی اور وہ مر گئی تو ضامن ہوگا۔ اور اگر مالک کی اجازت سے ایسا کیا تو ضامن نہوگا ایسا ہی کتاب الاصل مین مذکور ہی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت مین ہی کہ چرواہا اجیر خاص ہو اور اگر اجیر مشترک ہو تو ضامن ہوگا اور عامہ مشائخ کا یہ مذہب ہی کہ ہر صورت مین اجیر پر ضمان نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی اور ولوالجیہ مین لکھا ہی کہ یہی صحیح ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر چرواہے سے شرط ٹھہرائی کہ جو جانور تیرے فعل سے تلف ہوگا اُسکا تو ضامن ہوگا تو جائز ہی اور اس سے عقد اجارہ فاسد نہوگا اور اگر بعد عقد کے یہ شرط لگائی تو شرط صحیح نہ ہوئی اور عقد فاسد نہ ہوا یہی صحیح ہی اور یہی فتوے کے واسطے مختار ہی یہ فتاوی عتابیہ مین ہی۔ اور اگر لوگون نے چرواہے سے یہ شرط ٹھہرائی کہ جو جانور انمین سے مر جائیگا اسکا تو ضامن ہوگا پس اگر عقد اجارہ مین ایسی شرط لگائی ہو تو عقد فاسد ہوگا یہی صحیح و فتوے کے واسطے مختار ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ اگر چرواہا اجیر مشترک ہو کہ پہاڑون مین بکریان چراتا ہو اور مالک نے شرط ٹھہرائی کہ جو مر جاوے اُسکی جسمی نشانی لاکر دکھاوے ورنہ ضامن ہوگا تو ایسی شرط معتبر نہین ہی پھر امام اعظم رح کے نزدیک چرواہے کا قول قبول ہوگا اگرچہ جسمی نشانی نہ لاوے اور صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا اگرچہ جسمی نشانی لاوے لیکن اگر مر جانے پر گواہ قائم کرے تو بری ہوگا۔ اور ان بکریون مین سے جب تک کہ مالک موجود نہو تب تک مصدق کی سماعت

نہ کیجاویگی کہ چرواہے سے صدقہ لیوے اور اگر مصدق نے چرواہے سے زکوۃ لے لی تو چرواہا ضامن نہوگا یہ مبسوط میں ہو۔ اگر بکریوں کے مالک نے چرواہے سے کہا کہ میں نے تجھے سو بکریاں دی تھیں اُسنے کہا کہ نہیں بلکہ نوے بکریاں تھیں تو چرواہے کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو مالک کے گواہ مقبول ہونگے اور چرواہے کو یہ اختیار نہیں ہو کہ بکریوں کا دودھ بچے پلادے یا کھاوے۔ کذا فی المحیط اور تجنیس خواہرزادہ میں لکھا ہو اور فروخت نہیں کرسکتا ہو اور اگر اُسنے ایسا کیا تو ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہو اگر چرواہا اجیر خاص ہو تو اُسکو اختیار نہیں ہو کہ کسی غیر کی بکریاں اجرت پر چراوے اور اگر چرانے پر اُسنے غیر شخص کی نوکری کر لی اور چند مہینے گذر گئے اور پہلے شخص کو معلوم نہ ہوا تو اُسکی اجرت دونوں میں سے ہر ایک پر پوری پوری واجب ہوگی اور سب حلال ہوگی اُسمیں سے کچھ صدقہ نہ کرے ولیکن چرواہا گنہگار ہوگا یہ ذخیرہ میں ہو۔ اور نوادر میں لکھا ہو کہ بخلاف اسکے اگر کسی شخص کو ایک روز کیلیے کھیت کاٹنے یا خدمت کے واسطے مقرر کیا اُسنے پہر دو پہر کام کیا پھر کسی دوسرے کی خدمت کی تو پوری اجرت کا مستحق نہ ہوگا اور گنہگار ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہو۔ اور فرمایا کہ اگر اجیر نے مہینہ میں ایک روز یا دو روز معطل بیکار چھوڑ دیے یا بیمار ہوگیا تو اجرت میں سے اُسی حساب سے وضع کر لیا جائیگا یہ ذخیرہ میں ہو۔ اگر چرواہے سے شرط لگائی کہ اسقدر جبن ومسکہ میرا ہو اور باقی سب تیرا ہو تو یہ سب شرطیں فاسد ہیں اور چرواہے نے جو کچھ اُسمیں سے لیا ہو اُسکا وہ ضامن ہوگا اور چرواہے کو اجر المثل ملیگا یہ مبسوط میں ہو۔ اگر چرواہے نے زید کی بکریاں خالد کے قبضہ میں دیدیں اُسنے سب مار ڈالیں اور چرواہے نے اسکا اقرار کیا تو زید کو اختیار ہو کہ چرواہے سے ضمان لے اور خالد سے ضمان نہیں لے سکتا ہو اگر خالد نے یہ اقرار نہ کیا ہو کہ جو بکریاں میرے قبضہ میں آئی تھیں وہ زید کی ملک تھیں اور نہ زید اس امر کے گواہ قائم کرسکتا ہو۔ اور اگر زید نے گواہ قائم کیے کہ جو بکریاں فی الحال مقبوضہ خالد ہیں وہ میری ملک ہیں یا خالد نے خود اس امر کا اقرار کیا تو زید کو اختیار ہو کہ اگر خالد کے پاس وہ بکریاں بعینہ موجود ہوں تو واپس لے لے اور اگر مستہلک ہوں تو مالک کو خیار ہوگا کہ چاہے چرواہے سے اسکی ضمان لے یا خالد سے یہ محیط میں ہو۔ اگر چرواہے نے خالد کو دیتے وقت یہ اقرار کیا ہو کہ یہ خالد کی ہیں تو پھر چرواہے کا قول خالد کے حق میں مقبول نہوگا۔ یہ فصول عمادیہ میں ہو۔ ایک گانوں والوں نے ایک چرواہا مقرر کیا کہ انکی گائیں گھر سے چراتا تھا اور اُن لوگوں کے چراگاہ مقرر تھے جنمیں گھنے بنیادار درخت تھے کہ جنکی وجہ سے چرواہا ہر ایک گائے بیل پر نظر نہیں رکھ سکتا تھا اور ایک گائے ضائع ہوگئی تو چرواہا ضامن نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہو۔ جو شخص حفاظت کے واسطے اجیر مقرر ہوا ہو وہ حفاظت چھوڑ دینے سے ضامن ہوگا اور ترک حفاظت اسطور سے ہوتی ہو کہ ضائع ہوجانے تک اسکی نظر سے چیز غائب رہی ہو یہ غیاثیہ میں ہو۔ عین الائمہ کرابیسی اور شیخ ابو حامد نے فرمایا کہ اگر چرواہے نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ بیل کہاں چلا گیا تو ہمارے زمانہ میں یہ تضییع کا اقرار ہو یعنے خود ضائع کر دینے کا اقرار ہو یہ قنیہ میں ہو۔ جامع الاصغر میں ہو کہ شیخ ابو یوسف رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک گڈریا چراگاہ میں چرانے لیجاتا اور واپسی پر ہر گائے اُسکے مالک کے کوچہ میں چھوڑ دیتا اور مالک کے سپرد نہیں کرتا تھا اور بکریاں چرانے والا بھی ایسا ہی کرتا تھا۔ پس اگر گائے یا بکری مالک کے گھر پہونچنے سے پہلے ضائع ہوجاوے

توکیا وہ ضامن ہوگا تو شیخ نے فرمایا کہ ضمان لازم نہیں ہے اور شیخ بکر بن محمد رح نے فرمایا کہ اگر ایسا فعل اسکی طرف سے مخالفت مین شمار ہو تو ضامن ہوگا یہ حاوی مین ہے۔ گوڑ یا بیٹے گا سے بیل چرانے والے نے کہا کہ مین نے یہ گائے اس گاؤن مین داخل کر دی تھی حالانکہ اُسکے مالک نے اُسکو گاؤن مین نہ پایا پھر چند روز بعد پایا مگر مرگئی تھی پس اگر اس گاؤن کے لوگ اتنے ہی پر راضی تھے کہ چرواہا گاؤن مین داخل کر دے ہر ایک کے مکان پر نہ پہونچا دے تو چرواہے کا قول قبول ہوگا کہ مین نے یہ گائے گاؤن مین پہونچا دی تھی پس اگر اُسنے اس قول پر قسم کھانے سے انکار کیا تو ضامن ہوگا ورنہ ضامن نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر چرواہے نے ہر ہون کو اس جگہ پہونچا دیا جہان رات کو رہتے ہیں یعنی لکڑیون اور بانسون سے گھیر کر ایک حاطہ سا بنا لیتے ہین اسمین رہتے ہین۔ پھر وہان سے کوئی جانور نکل گیا اور ضائع ہوا تو بھی یہی حکم ہے۔ لیکن اگر شرط ٹھہر گئی ہو کہ ہر ایک کا بیل اُسکے مالک کو پہونچا دے تو ضامن ہوگا۔ یہ وجیز کردری مین ہے۔ منتقی مین لکھا ہے کہ اگر ہر ہے چرانے والے نے لوگون سے یہ شرط کر لی کہ جب مین ہر ہون کو گاؤن کے فلان مقام تک پہونچا دون تو مین بری ہون تو شرط جائز ہے اور یہان تک پہونچانے سے وہ بری ہوگا پھر اگر کسی شخص کا بیل مرگیا اور اُسنے بجائے اُسکے دوسرا بیل وہین پہونچا دیا جہان سب ہر ہے جمع رہتے ہین اور چرواہا انکو لیگیا تو یہ بیل بھی بحسب شرط سابق سے اُسکے پاس رہیگا یعنی اگر اُسنے گاؤن کے اُس مقام تک پہونچا دیا تو بری ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور لوگون کو اُسکے ساتھ مشارطت نہین چاہیے۔ اور اگر کسی شخص نے اپنا بیل یا گائے وہان بھیجدی اور اُسنے جو شرط چرواہے اور اہل قریہ کے درمیان ہے نہین سنی ہے تو جب تک چرواہا اُسکا جانور اُسکو واپس نہ کرے بری نہوگا اور اگر اُسنے شرط سنی ہے تو استحساناً شرط جائز ہے اور قاضی فخر الدین نے فرمایا کہ جو منتقی مین مذکور ہے اسپر فتوی ہے یہ کبری مین ہے۔ ایک عورت نے ایک شخص کے ہاتھ اپنا بیل ایک چرواہے کے پاس بھیجدیا پھر چرواہے کے پاس وہ ایلچی آیا اور کہا کہ یہ بیل میرا ہے اور لیگیا پھر وہ بیل مرگیا پس اگر عورت نے گواہ قائم کیے تو چرواہے سے ضمان لے سکتی ہے اور چرواہا اُس ایلچی سے نہین لے سکتا ہے بشرطیکہ چرواہے نے باوجود اس علم کے کہ یہ بیل عورت کا ہے ایلچی کو دیدیا ہو اور اگر یہ نہین جانتا تھا تو ایلچی سے واپس لیگا یعنی مال ضمان یہ محیط مین ہے۔ فوائد صاحب المحیط مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے اپنا بیل ایک شخص کے ہاتھ ایک چرواہے کے پاس بھیجا اُسنے لاکر چرواہے سے کہا کہ فلان شخص نے یہ بیل تیرے پاس بھیجا ہے اُسنے جواب دیا کہ تو اسکو لیجا مین نہین لیتا ہون وہ لیگیا اور بیل مرگیا تو چرواہا ضامن ہوگا کیونکہ جب ایلچی نے چرواہے کے پاس پہونچایا تو رسالت تمام ہوگئی پس چرواہا امین قرار پایا اور مستودع کو یہ اختیار نہین ہے کہ اجنبی کے پاس ودیعت رکھے یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ ایک گاؤن کے لوگون نے اپنے گدھے ایک چرواہے کو دیے مگر اُنمین کہا کہ ہم اس چرواہے کو پہچانتے نہین ہین یہ کہکر ایک آدمی اُسکے ساتھ گیا راہ مین چرواہا نے اُس آدمی سے کہا کہ تو ان گدھون کے ساتھ رہ تاکہ مین یہ گدھا لیجا کر اسپر یہ چیز لاد لاؤن یہ کہکر وہ گدھا لیگیا لیکن معلوم نہین کہان چلا گیا تو وہ شخص جو ساتھ گیا تھا ضامن نہوگا یہ غیاثیہ مین ہے۔ ہر ہے چرانے والا باقورہ مین سے غائب ہوگیا اور باقورہ ایک شخص کی کھیتی مین گھس پڑا اور کھیتی خراب کر دی تو لقار ضامن نہوگا ہان اگر لقار نے باقورہ کو کسی شخص کی کھیتی مین ڈال دیا یا گاؤن سے باہر ہانک کر ساتھ لیچلا تھا کہ گلہ کسی شخص کی کھیتی مین جا پڑا یا اُسکے ہانکنے مین کسی شخص کا مال تلف کر دیا تو لقار ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتاوی مین ہے۔ گلہ مین سے ایک بکری ایک

برتن بیچنے والے کی دوکان مین گھس پڑی اور چرواہا دوکان پر اُسکو ہانکنے گیا اور ہانکنے مین گھڑے برتن پھوٹ گئے تو چرواہا ضامن ہوگا کیونکہ اُسکے ہانکنے مین ٹوٹے ہین یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ ایک گاؤن کے لوگ اپنے چارپایے نوبت بنوبت چراتے ہین پھر ایک شخص کی نوبت مین ایک بیل کھو گیا تو شیخ ابراہیم بن یوسف نے فرمایا کہ جو شخص اجیر مشترک کو ضامن کہتا ہو اُسکے موافق یہ شخص ضامن ہوگا اور یہی صحیح ہے کیونکہ اس امر پر فتوی ہے کہ جو شئے اجیر مشترک کی حرکت سے ضائع ہو اُسکا ضامن ہوتا ہے اسکے سوائے ضامن نہین ہوتا ہے یہ کبریٰ مین ہے قلت لقلیل بار۔ شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک گاؤن کے لوگون نے باہم اتفاق کر لیا کہ ہر روز ایک آدمی ہم مین سے چوپایہ گلہ کی حفاظت کیا کرے پھر ایک روز ایک شخص کی باری تھی اُسنے زید کو گلہ کی حفاظت کے واسطے اجیر مقرر کر لیا اجیر گلہ کو جنگل مین لایا اور اپنے گھر مین کھانا کھانے کے واسطے گھس گیا اُنہین سے کچھ جانور ضائع ہوئے تو کون ضامن ہوگا شیخ نے فرمایا کہ اگر اجیر کے غائب ہونے کی حالت مین ضائع ہوئے تو اجیر ضامن ہے کیونکہ اُسنے نگہبانی چھوڑ دی اور اگر اُسکے واپس آنے کے بعد ضائع ہوئے تو ضامن نہوگا کیونکہ واپس آنے سے اُسنے مخالفت سے وفاق کی طرف رجوع کر لیا ہے پس ضمان سے نکل گیا اور جس شخص کی باری تھی وہ کسی حال مین ضامن نہوگا یہ فتاوی نسفی مین ہے اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب ہر ایک نے اپنی ذاتی حفاظت کی شرط نہ کر لی ہو اور اگر یہ شرط کر لی ہو کہ خود حفاظت کرے تو دوسرے کو دینے سے ضامن ہوگا۔ اور اجیر مشترک اس مسئلہ مین جبھی ضامن ہوگا کہ گلہ کے ساتھ اپنے عیال مین سے کسی کو نہ چھوڑ جاوے اور اگر کسی کو عیال مین محافظ چھوڑا ہو تو وہ کبھی کسی حال مین ضامن نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک چرواہا اجرت پر چرایا کرتا تھا اُسنے گلہ ایک شخص کے پاس حفاظت کے واسطے چھوڑ دیا اور خود گاؤن مین اس غرض سے گیا کہ جو جانور پیچھے چھوٹ گئے ہین اُنکو ہانک لاوے یا کسی حاجت ذاتی کیواسطے گیا اُسنے مین جو جانور باہر تھے اُنہین سے بعضے تلف ہوئے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر محافظ اُسکے عیال مین سے ہو تو ضامن ہوگا ورنہ ضامن نہ ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ بقار نے اگر گائے بیل کا گلہ کسی اجنبی کے پاس حفاظت کے واسطے چھوڑ دیا تو کیا ضامن ہوگا فرمایا کہ تھوڑی دیر تک جیسے پیشاب کرنے لگا یا کھانا کھانے لگا یا وضو کرنے لگا اتنی دیر تک چھوڑ دیا تو ضامن نہ ہوگا کیونکہ اسقدر معفو ہے یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ بقار نے گلہ کو ایک لڑکے کی حفاظت پر چھوڑ دیا اور پانی پلانے کے وقت ایک گائے کسی آفت کی وجہ سے تلف ہو گئی پس اگر لڑکے سے حفاظت ہو سکتی تھی تو ضامن نہوگا اور اگر نہین ہو سکتی تھی تو گویا اُسنے بلا محافظ چھوڑا پس ضامن ہوگا یہ جواہر الفتاوی مین ہے۔ گائے بیل کا گلہ ایک پل پر گذرا اور ایک بیل کا پاؤن ایک سوراخ مین جا پڑا اور ٹوٹ گیا یا کوئی گائے پانی مین گر کر غرق ہو گئی اور تلف ہو گئی تو بقار ضامن ہوگا اگرچہ اُسکے ہانکنے سے ایسا نہین ہوا بشرطیکہ اُس سے حفاظت ممکن ہو یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک بقار نے گلہ دوسرے شخص کی حفاظت مین چھوڑ دیا اور ایک گائے تلف ہو گئی کہ اسکو ایک بھیڑیا کھا گیا تو ضامن نہوگا بشرطیکہ اپنے عیال مین سے کسی کے ہاتھ حفاظت پر چھوڑ دیا ہو ایک بقار نے گلہ کو یونہی ضائع چھوڑ دیا اور خود گھر کو چلا گیا اور وہان سے اپنی جورو کو حفاظت کیواسطے بھیج دیا اُسنے شام تک حفاظت کی پھر معلوم ہوا کہ ایک گائے نہین ہے اور یہ نہین معلوم کہ کس وقت غائب ہو گئی تو بقار ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر بازار کی حفاظت کے واسطے ایک چوکیدار اجارہ لیا اور بازاریون

چوکیدار کی اجرت حسب حصہ وصول کر لی تو آیا چوکیدار کے حق میں یہ چوکیداری کا مال حلال ہے پس اگر اُنکے رئیس نے چوکیدار کو اجارہ پر مقرر کیا ہو تو اُسکا عقد اجارہ سب کے حق میں نافذ ہوگا اگرچہ مکروہ جانتے ہوں یہ ظہیریہ میں ہے۔

فصل ثانی۔ متفرقات کے بیان میں۔ نوازل میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے صیقل گر کو اپنی تلوار مع نیام صیقل کرنے کے واسطے دیدی اور وہ چوری گئی تو نیام کا ضامن نہوگا یہ محیط میں ہے۔ میرے دادا شیخ الاسلام برہان الدین کے فوائد میں ہے کہ مصحف مجید ایک وراق کو جلد سازی کے واسطے دیا اُسنے ساتھ لیکر سفر کیا اور چوروں نے اُسکو چھین لیا پس آیا ضامن ہوگا فرمایا کہ ہاں اور میرے چچا نظام الدین نے فرمایا کہ میں نے ظاہر فقہ پر اعتماد کر کے کہ جب مستودع مال ودیعت کو لیکر سفر کرتا ہے تو ضامن نہیں ہوتا ہے یہ حکم دیا کہ ضامن نہ ہوگا اور یہ نہ کہا جاوے کہ یہ مستودع تو باجرت مستودع ہے پس ضامن ہوگا کیونکہ یہ اجرت بمقابلہ حفاظت نہیں ہے ولیکن شیخ نے اپنے فتاوی کی طرف اشارہ کیا کہ ضامن ہونا واجب ہے کیونکہ جب ودیعت بلا اجرت ہوتی ہے تو اسوجہ سے ضامن نہیں ہوتا ہے کہ اس صورت میں کوئی عقد نہیں ٹھہرا ہوتا ہے کہ جس سے حفاظت کے واسطے کوئی جگہ متعین ہو جاوے اور جو ودیعت باجرت ہوتی ہے اسمیں حفاظت کی جگہ متعین ہو جاتی ہے اور اس مسئلہ میں اُسنے حفاظت کے واسطے صریح حکم نہیں دیا مگر اجارہ کی ضمن میں ضمناً حکم کیا ہے اور اجارہ میں مکان عقد معتبر ہوگا پس جو اُسکے ضمن میں ہو اسمیں بھی یہی ہوگا اسواسطے ضامن ہونا چاہیے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک شخص نے سونار کو سونا دیا کہ اسکا منسوج کنگن تیار کر دے اسکو منسوج کام بنانا نہیں آتا تھا اسواسطے اُسنے سونا گلا بڑھا کر دوسرے کو بنانے کے واسطے دیدیا اُسکے پاس سے چوری گیا پس اگر دوسرا کاریگر پہلے کاریگر کا تلمیذ یا اجیر نہ تھا اور مالک کے حکم سے بھی پہلے نے اُسکو نہیں دیا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں سے جس سے چاہے تاوان لے اور یہ صاحبین کے نزدیک ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک فقط پہلا ضامن ہوگا اور اگر دوسرے نے بیان کیا کہ کام بنانے کے بعد اُسکے پاس سے چوری گیا ہے تو ضامن نہوگا مگر کام کرنے تک اسکا قیمۃ ضمان ہے یہ کبرے میں ہے۔ اگر دھوبی و درزی و جولاہہ وغیرہ اجیر مشترک ہو تو کام بنا کر واپس کرنا اجیر کے ذمہ ہے بخلاف اسکے اگر غلام یا چوپایہ وغیرہ کسی شخص سے اجرت پر لیا اور مستاجر کام سے فارغ ہوا تو واپس لینا غلام یا چوپایہ کے مالک کے ذمہ ہے یہ محیط میں ہے۔ حمامی یا حمام بان اجیر مشترک ہوتا ہے حتے کہ اگر حمام سے کوئی چیز ضائع ہو جاوے تو صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا اور یہ اسوقت ہے کہ حجرہ کی خارج سے ضائع ہو اور اگر داخل حجرہ سے ضائع ہو مثلاً چور نے سیندھ لگا کر چورا لیا تو اصح قول کے موافق ضامن نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ نخاسی اجیر مشترک ہوتا ہے کہ اگر باندی یا غلام بدون اُسکے فعل کے اُسکے پاس سے ضائع ہو جاوے تو امام اعظم رح کے نزدیک ضامن نہ ہوگا اسی طرح دلال بھی اجیر مشترک ہوتا ہے چنانچہ اگر دلال نے کسی شخص کو دکھلانے کے واسطے دوکاندار کا کپڑا دیدیا تاکہ خریدے وہ شخص کپڑا لیکر بھاگ گیا اور دلال نے اسکو نہ پایا تو ضامن نہ ہوگا۔ اور اگر دلال کے ہاتھ میں ایک کپڑا تھا اُس سے ایک شخص نے کہا کہ یہ کپڑا میرا ہے چوری گیا تھا اور دلال نے یہ سنتے ہی دوکاندار کو جس سے لیا تھا حوالہ کر دیا تو دلال ضمان سے بری ہو گیا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے رنگریز کو کچھ ابریشم دیا کہ اسکو مثلاً ایک درم میں ایسا رنگ دے پھر رنگریز سے کہا کہ میرا ابریشم نہ رنگنا بلکہ مجھے واپس کر دے اُسنے واپس نہ کیا پھر وہ تلف ہو گیا تو رنگریز ضامن ہوگا

یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ کحال نے اگر کسی شخص کی آنکھ میں دوا ڈالی اور اُسکی بینائی جاتی رہی تو ضامن ہوگا جیسے ختان ضامن نہیں ہوتا ہے ولیکن اگر کحال نے غلط کام کیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر عمداً اُسنے غلط کیا ہے تو ضامن ہے پس اگر دو شخصوں نے یہ کہا کہ اسکو اس کام کی لیاقت نہیں ہے اور یہ نقصان اُسی کی بدلیاقتی سے واقع ہوا اور دو آدمیوں نے کہا کہ اسکو لیاقت ہے تو کحال ضامن نہ ہوگا اور اگر کحال کی طرف ایک شخص ہوا اور اُسکے مخالف دو شخص ہوں تو ضامن ہوگا۔ اور جنایات مجموع النوازل میں لکھا ہے کہ اگر ایک شخص نے کحال سے یہ شرط لگائی کہ دوا کرے بدین شرط کہ بینائی جاتی نہ رہے پھر بینائی جاتی رہی تو ضامن نہوگا۔ یہ خلاصہ میں ہے۔

انتیسواں باب اجارہ میں وکیل مقرر کرنے کے بیان میں۔ اگر ایک شخص نے زید کو وکیل کیا کہ فلاں مکان میں اتنے کرایہ پر میرے واسطے اجارہ سے اُسنے ایسا ہی کیا تو مالک مکان کرایہ کا مطالبہ وکیل سے کریگا اور وکیل موکل سے طالب ہوگا۔ اور وکیل کو اختیار ہے کہ اپنے موکل سے اجرت طلب کرے اگرچہ ہنوز مالک مکان نے وکیل سے مطالبہ نہ کیا ہو اور اگر مالک مکان نے وکیل کو کرایہ ہبہ کر دیا تو صحیح ہے اور وکیل کو اختیار ہے کہ موکل سے کرایہ کا مطالبہ کرے۔ یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اجارہ فاسد میں وکیل ضامن نہ ہوگا اور اجر المثل مستاجر کے ذمہ واجب ہوگا۔ اور اگر اجارہ طویلہ ہو تو فسخ اجارہ کے وقت وکیل سے مال اجارہ کا مطالبہ کیا جائیگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اجارہ کے وکیل نے اگر کرایہ والا مکان مستاجر سے خود کرایہ لیا تو نہیں جائز ہے کیونکہ اس صورت میں وہ شخص موجر و مستاجر دونوں ہو جاتا ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ علمار نے پہلے ایسا فتوے دیا تھا پھر منقول ہے کہ انھوں نے اس سے رجوع کر کے جواز کا فتوے دیا یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ موکل نے اگر موجر سے اجارہ فسخ کیا تو فسخ ہو جائیگا اور آیا موکل کو وکیل سے مال اجارہ واپس لینے کا اختیار ہے یا نہیں تو قاضی امام بدیع الدین نے فرمایا کہ نہیں ہے کیونکہ یہ فسخ اسکے حق میں ظاہر نہیں ہوا اور یتیمہ میں لکھا ہے کہ شیخ علی بن احمد رح سے دریافت کیا گیا کہ زید نے عمرو کی زمین خالد کو کرایہ پر دی اور عمرو نے سُنکر کہا کہ میں اس عقد کی اجازت نہیں دیتا ہوں پھر چند روز بعد کہا کہ میں نے اجازت دیدی تو آیا جائز ہے یا نہیں فرمایا کہ اگر اُسنے رد کر دیا تو پھر اجازت نہیں دے سکتا ہے شیخ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ سوال کا جواب نہیں ہوا اور جواب یہ ہے کہ ہمارے نزدیک یہ قول عقد کا رد کر دینا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر ایک شخص اسواسطے وکیل تھا کہ فلاں گھر دس درم پر کرایہ لے اُسنے پندرہ درم پر کرایہ لیکر موکل کو دیدیا اور کہا کہ میں نے فقط دس درم پر کرایہ لیا ہے تو موکل پر کرایہ واجب نہوگا اور وکیل پر مالک کا کرایہ واجب ہوگا اور یہ مسئلہ اس امر کی دلیل ہے کہ تعاطی سے اجارہ منعقد نہیں ہوتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

تیسواں باب اجارہ طویلہ مرسومہ بخارا کے بیان میں۔ اجارہ طویلہ جسکا بخارا کے لوگوں میں معمول ہے یوں ہے کہ وہ لوگ اپنا گھر یا زمین مثلاً پیہم تیس برس کے واسطے اجارہ دیتے ہیں مگر ہر آخر سال میں سے تین روز کا استثنا کر لیتے ہیں اور انتیس سال میں ہر سال کا کرایہ کچھ قلیل رکھتے ہیں اور باقی سب کرایہ اخیر سال اجارہ کے مقابلہ میں قرار دیتے ہیں۔ اور مشائخ نے اسکے جواز میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ امام اعظم رح کے نزدیک نہیں جائز ہے کیونکہ یہ ایک اجارہ ہے کہ جسمیں تین روز سے زیادہ شرط خیار ہے کہ جس سے اجارہ فاسد ہوتا ہے۔ اور بعضوں نے کہا کہ یہ بالاتفاق جائز ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ یہ استثنا درحقیقت شرط خیار نہیں ہے بلکہ ہر سال کے آخر میں ان ایام کو اجارہ سے مستثنیٰ

کر لیا ہی کہ ان ایام مین حکم اجارہ ثابت نہین اور نہ یہ اجارہ مین داخل ہین یہ محیط سرخسی مین ہی - پھر جن مشائخ نے اُسکے جواز کا فتوے دیا ہی اُنمین اختلاف ہی کہ یہ اجارہ ایک ہی عقد شمار ہوگا یا عقود مختلفہ شمار ہونگے بعضون نے کہا کہ عقود مختلفہ شمار ہونگے تاکہ ایک ہی عقد مین مدت خیار کا تین روز سے بڑھ جانا لازم نہ آوے کہ جس سے امام اعظم رح کے نزدیک عقد فاسد ہوتا ہی اور بعضون نے کہا کہ ہم اُسکو ایک ہی عقد شمار کرینگے کیونکہ اگر عقود مختلفہ شمار کرین تو سوا ایک عقد اول کے باقی عقود مضافہ ہونگے اور اجارہ مضافہ مین تعجیل و بالشرط مالک اجارہ کا مالک نہین ہوتا ہی حالانکہ غرض ایسے اجارہ سے فی الحال ملکیت اجرت ہی کذا فی المحیط اور اس خلاف کا ثمرہ ایسی صورت مین ظاہر ہوگا کہ مثلاً ایک یتیم کا مکان تین برس کیواسطے اجارہ دیا تو پہلے دو دوسرے برس کی اجرت اُسکے اجر المثل سے کم ہوگی اور اگر یتیم کیواسطے اجارہ لیا تو تیسرے برس کی اجرت اُسکے اجر المثل سے بڑھجاویگی پس تیسرے سال مین اجارہ فاسد ہوگا پس جسکے نزدیک یہ عقد ایک ہی ہی اُسکے نزدیک گذشتہ سال کا اجارہ بھی فاسد ہوا اور جسکے نزدیک عقود مختلفہ ہین اُسکے نزدیک فساد متعدی نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور امام صدر الشہید نے فرمایا کہ میرے نزدیک صحیح یہ ہی کہ تعجیل بالشرط تعجیل اجرت کے مالک ہونے کے حق مین تو یہ عقد مثل عقد واحد کے شمار کیا جاوے اور باقی احکام مین مثل عقود مختلفہ کے شمار ہوگا - اور نابالغ کے مکان کے اجارہ دینے مین یہ حیلہ ہی کہ تمام مال اجارہ مقابلہ اخیر سال کے قرار دیا جاوے اور پہلے سالون کا کرایہ اجر المثل کے برابر یا اس سے زیادہ قرار دیا جاوے پھر نابالغ کا باپ مستاجر کو سالہاے متقدمہ کا کرایہ معاف کر دے اور معاف کر دینا امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک سوا قول امام ابو یوسف کے صحیح ہی اور اگر یہی منظور ہو کہ اسقدر اختلاف سے بھی بچ جاوے تو کسی حاکم سے حکم لے لے پس اتفاقاً جائز ہو جائیگا - اور اگر باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کے واسطے کوئی مکان یا زمین اجارہ لی اور مال اجارہ مثلاً ہزار درم ہین اور اُس مکان کا اجر المثل سو درم سالانہ ہی تو پہلے برس تک اول کے دس برس کے مقابلہ مین کچھ تھوڑا سا مال قرار دے پھر پچھلے دس برس کے مقابلہ مین ہزار درم کچھ کم قرار دے تو اجارہ جائز و مقصود حاصل ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی - اور اگر ہزار درم دس برس کے اجر المثل سے اسقدر زائد ہو کہ لوگ اسقدر خسارہ نہین اُٹھاتے ہین تو یہ اجارہ جائز نہوگا - اور واضح ہو کہ اجارہ طویلہ جسطرح عقار و اراضی مین جائز ہی ایسے چوپایون و مملوکون وغیرہ ہر شی مین کہ جس سے باوجود بقاء عین شی کے انتفاع ممکن ہی جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - اور فتاوی فضلی مین لکھا ہی کہ ملک نابالغ کا اجارہ طویلہ ناجائز ہی یہ خلاصہ مین ہی - امام محمد رح نے کتاب الشروط مین فرمایا کہ دو شخصون نے زید کو دس برس کے واسطے مکان اجارہ دیا اور زید کو یہ خوف ہوا کہ مجھے نکال باہر نکرین سو اُسنے وثاقت کر لینی چاہی تو حیلہ یہ ہی کہ پہلے مہینون کا ایک درم ماہواری کرایہ مقرر کرے اور اخیر مہینہ بعوض باقی کرایہ کے قرار دے پس جب اخیر مہینہ پر سب کرایہ ہوگا تو اُسکو مکان سے باہر نہ کرینگے اور اسی مسئلہ سے اہل بخارا نے اجارہ طویلہ مرسوم بخارا نکالا ہی کہ اگلے برسون کا کرایہ بہت تھوڑا مقرر کرتے ہین اور باقی سب کرایہ اخیر سال کے مقابلہ مین قرار دیتے ہین یہ محیط مین ہی - ولو الجیہ مین لکھا ہی کہ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ مین نے تجھے دس برس کے واسطے یہ مکان کرایہ دیا سواے تین روز کے آخر ہر سال سے کہ وہ مستثنی ہین تو یہ جائز ہی اور اگر اُسنے یون کہا کہ اس شرط سے کہ مجھے آخر ہر سال مین تین روز تک خیار ہی تو یہ امام اعظم رح کے نزدیک جائز نہین جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - اجارہ طویلہ مین اگر امام فسخ ہر سال کے آخر مین قرار دیلے اور اجارہ بیچ مہینہ مین واقع ہوا ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک سال کا اعتبار دنون پر ہوگا اور

صاحبین کے نزدیک پہلا اور پچھلا مہینہ دنوں سے شمار ہوگا اور باقی بیچ کے مہینہ چاند سے لیے جاوینگے۔ اور اگر موافق امام اعظم رح کے سال کا اعتبار دنوں سے لیا اور دونوں میں سے کوئی آخر سال کو نہیں جانتا ہو تو حیلہ یہ ہو کہ موجر اجارہ کی چیز سال تمام ہونے سے پہلے بدون مستاجر کی اجازت کے فروخت کر دے تاکہ جب ایام فسخ آویں تو فسخ ہو جاوے اور دوسرا حیلہ یہ ہو کہ فسخ مضاف کر دے کہ وقت فسخ کے فسخ ہو جاوے۔ اور بعض مشائخ نے اس حرج و دقت کے دفعیہ کے واسطے صاحبین کے قول پر فتوے دیا ہو یہ خلاصہ میں ہی۔ ایک شخص نے مزارعت پر اپنی زمین دوسرے کو اس شرط سے دی کہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہوں پھر زمین کے مالک نے کسی دوسرے شخص کو زمین اجارہ طویلہ پر دیدی اور کاشتکار کی رضامندی سے ایسا نہیں کیا تو جائز نہیں ہو کیونکہ مزارعت میں جب بیج کاشتکار کی طرف سے ہوتا ہو تو کاشتکار زمین کا مستاجر ہو جاتا ہو پس ایسا ہوا کہ گویا اُسنے ایک کو اجارہ دی پھر دوسرے کو اجارہ پر دیدی پس دوسرا اجارہ جائز نہوگا اور اگر کاشتکار راضی ہو گیا تو پہلا اجارہ فسخ اور یہ دوسرا اجارہ نافذ ہو جاویگا بخلاف اسکے اگر کسی کو اجارہ دی پھر دوسرے کو اجارہ دی پھر پہلا شخص راضی ہوا تو اجارہ ثانیہ پہلے مستاجر پر نافذ ہوگا بشرطیکہ اول کے قبضہ کے بعد ایسا ہوا اور اس مقام پر اجارہ کاشتکار کے حق میں نافذ نہوگا کیونکہ مزارعت مع اجارہ ہونے میں المقصود مختلف ہو جاتا ہو پس دوسرا اجارہ پہلے شخص پر نافذ نہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہو۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھے اپنا گھر باجارہ طویلہ اتنی اجرت پر دیدے اُسنے کہا کہ میں نے اجارہ دیدیا پھر مالک مکان نے کاتب سے کہا کہ اجارہ نامہ لکھدے اُسنے موافق رسم کے لکھدیا اور سوائے اسکے دونوں کے درمیان کوئی امر دیگر واقع نہیں ہوا اور مستاجر نے مال اجارہ موجر کو دیدیا تو اس حرکت سے دونوں کے درمیان اجارہ منعقد نہوگا اور گھر میں رہنے سے مستاجر پر مال اجارہ واجب نہوگا اگرچہ وہ مکان کرایہ پر چلانے کے واسطے رکھا گیا ہو یہ خزانۃ المفتین میں ہو۔ اگر کسی شخص نے کسی وقف کو متولی سے باجارہ طویلہ اجارہ لیا پس اگر وقف کرنے والے نے یہ شرط کر دی تھی کہ ایک سال سے زیادہ اجارہ دیا جاوے تو اسکی شرط لامحالہ جائز ہو اور اگر اُسنے یہ شرط کر دی ہو کہ ایک سال سے زیادہ نہ دیا جاوے تو بھی اسکی شرط کی مراعات واجب ہوگی اور ایک سال سے زیادہ اجارہ جائز ہونے کا حکم نہ دیا جائیگا لیکن اگر ایک سال سے زیادہ اجارہ دینے میں فقیروں کا نفع متصور ہو تو ایسی صورت میں ایک سال سے زیادہ اجارہ پر دے سکتا ہو یہ تاتارخانیہ میں ہو۔ اگر وقف کرنے والے نے کوئی شرط نہ لگائی ہو تو ایک جماعت مشائخ سے منقول ہو کہ ایک سال سے زیادہ اجارہ جائز نہیں ہو اور فقیہ ابوجعفر نے فرمایا کہ میرے نزدیک تین سال تک جائز اور اس سے زیادہ نہیں جائز ہو اور صدر الشہید حسام الدین رح فرماتے تھے کہ زمین وقف کے اجارہ میں تین سال تک جواز کا فتوے دیتا ہوں لیکن اگر کوئی مصلحت عدم جواز کی ہو تو عدم جواز کا فتوی دونگا اور سوا زمین کے ایک سال سے زیادہ میں عدم جواز کا فتوے ہو لیکن اگر کوئی مصلحت جواز کی ہو تو جائز ہوگا اور یہ امر باختلاف زمانہ و موضع کے مختلف ہوگا۔ اگر وقف کو ایسے طور پر اجارہ دیا کہ جائز ہو پھر اسکی اجرت ارزان ہو گئی تو اجارہ فسخ ہوگا اور اگر اُسکا اجر المثل بڑھگیا حالانکہ کچھ مدت گذر چکی ہو تو فتاوے اہل سمرقند میں مذکور ہو کہ عقد فسخ نہوگا اور شرح طحاوی میں مذکور ہو کہ عقد فسخ ہوگا اور از سر نو زیادتی کے موافق عقد قرار دیا جائیگا اور گذشتہ کا کرایہ وقت فسخ تک اُسی حساب سے واجب ہوگا جو قرار پایا ہو۔ اور اگر زمین کی ایسی حالت ہو کہ اسکا اجارہ فسخ نہوسکتا ہو جیسے کہ

اسمین کھیتی موجود ہوا ور ہنوز کاٹنے کے لایق نہین ہی تو جسوقت اجر المثل بڑھا ہی تب تک مقررہ کے حساب سے
واجب ہوگا اور جب سے بڑھا ہی تب سے آخر سال تک اجر المثل کے حساب سے دینا ہوگا۔ اور اجرت کا زیادہ
ہونا اسطور سے معلوم ہوتا ہو کہ جب سب کے نزدیک بڑھا ہوا ہو یعنے کسی خاص زمین کے زیادہ ہونے سے
زیادت کا حکم نہ دیا جائیگا یہ سب طحاوی نے کتاب المزارعہ مین ذکر کیا ہی ولیکن املاک مین یون لکھا ہی کہ عقد فسخ
نہوگا خواہ اجر المثل ارزان ہوجاوے یا گران ہوجاوے اسمین سب روایات متفق ہین یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص
نے ایسی حویلی جو اسکے باپ نے اپنی اولاد کے واسطے نسلاً بعد نسل موبد وقف کردی تھی کسی شخص کو کرایہ پر دیدی
اور اجارہ طویلہ قرار پایا اور موجر کے حکم سے مستاجر نے اسکی عمارت مین روپیہ لگایا پس اگر موجر کو وہان کوئی
ولایت حاصل نہو یعنے مثلاً متولی وقف نہو تو غاصب قرار دیا جائیگا اور مستاجر پر اسکا کرایہ مقررہ واجب ہوگا کہ اسکو
لیکر صدقہ کردے اور مستاجر نے جو کچھ عمارت مین صرف کیا ہی اسکو نہ موجر سے لے سکتا ہی اور نہ کسی اور سے لے سکتا ہی
کیونکہ ظاہر ہوا کہ اسنے صفت احسان کی راہ سے خرچ کیا ہی۔ اور اگر موجر متولی وقف ہو تو مستاجر پر اجر مقررہ واجب ہوگا
بشرطیکہ اجر المثل کے برابر یا زیادہ ہو اور مستاجر نے جو کچھ عمارت مین لگایا ہی وہ حویلی کے کرایہ مین سے وضع کریگا
یہ جواہر الفتاوی مین ہی۔ ایک شخص نے زمین وقف باجارہ طویلہ مثلاً تیس برس تک ایک شخص کو اجارہ دی اور
دونون نے اقرار کیا کہ ہم نے مسلمانون مین سے ایک شخص کے واسطے یہ عقد قرار دیا ہی اور ایک حاکم نے اسکی
صحت کا حکم دیدیا پس جب کسی حاکم نے باوجود طول مدت کے اسکی صحت کا حکم دیدیا تو اجارہ صحیح ہی اور جبکہ دونون
نے اقرار کیا کہ یہ عقد ایک شخص غیر معین کے واسطے واقع ہوا ہی تو دونون مین سے کسی کے مرنے سے عقد فسخ نہوگا اور
مال اجارہ اسکے واسطے حلال ہوگا ایسا ہی مذکور ہی اور یہی صحیح ہی اور اسمین کچھ اختلاف نہین ہی یہ جواہر الفتاوی سے
نکلتا ہی۔ اگر زید نے عمرو کو کوئی گھر یا زمین بالقطع مدت تعمیرہ مثلاً ایکسال کے واسطے اجارہ دی پھر زید نے اسکو
خالد کو بالقطع اجارہ طویلہ برسم معہود دیدیا تو مدت تعمیرہ کی اجارہ کے اندر اجارہ طویلہ بلا شبہہ ناجائز ہی اور اس مدت
کے بعد اسمین یہ حکم ہی کہ جس شخص نے اجارہ طویلہ برسم معہود کو عقد واحد قرار دیا ہی اسکے نزدیک ناجائز ہی اور جسنے
عقود متفرقہ قرار دیا ہی اسکے نزدیک جائز ہی یہ محیط مین ہی۔ زید نے انگور کا باغ اجارہ طویلہ پر لیکر قبضہ کرلیا اور عمرو
کو بالقطع ہشت ماہی تک بعوض معلوم اجارہ دیا پھر عمرو نے اسکو دیکھا تو درخت بسبب سردی کے سوختہ پائے اور
زید کو نہ پایا کہ اسکو واپس کردے یہانتک کہ فسخ کے دن قریب آئے اور زید بھی آگیا اسنے اجارہ فسخ کرکے مال
بالقطع طلب کیا اور عمرو نے انکار کیا اور یہی علت پیش کی کہ درخت سوختہ تھے تو عمرو کے قول کی سماعت کیجاویگی
اور مال بالقطع اسکے ذمہ سے ساقط ہوجائیگا بشرطیکہ اسنے باغ مین اسطرح عمل نہ کیا ہو کہ جس سے رضامندی
ثابت ہوتی ہو۔ اور اگر بوقت دیکھنے کے زید موجود ہوا اور باوجود امکان واپسی کے عمرو نے اسکو واپس نہ دیا
تو مال مقطع ساقط نہ ہوگا اور علی ہذا القیاس اگر کسی شخص نے اپنا گھر اجارہ دیا اور مستاجر نے عیب دار پاکر واپس کرنا
چاہا پس اگر واپس نہ کرسکا مثلاً موجر غائب تھا تو جسوقت موجر حاضر ہوا اسوقت واپس کرسکتا ہی اور اجرت واجب
نہوگی بشرطیکہ مستاجر نے مکان مین کوئی ایسا عمل نہ کیا ہو جو رضامندی پر دلیل ہو یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے باجارہ
طویلہ کوئی چیز اجارہ دیکر وہ چیز فروخت کردی پھر خیار کی مدت آئی پس آیا بیع نافذ ہوجائیگی تو اسمین دو روایتین ہین اور صحیح یہ ہی

قولہ بالقطع ... یعنی ... سالانہ ... مدت تعمیرہ ... اجارہ طویلہ ... [illegible] ... ۱۲

کہ نافذ ہو جائیگی اور یہ ایسا ہے کہ مثلاً کوئی چیز باجارۂ مضافہ دی پھر وقت اضافت سے پہلے فروخت کر دی کہ اسمین بھی یہی حکم ہے مگر شیخ امام ظہیر الدین مرغینانی فرماتے تھے کہ میرے نزدیک بیع نافذ ہوگی اور ظاہر الروایت کے موافق بیع نافذ ہو جائیگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ زید نے ایک گھر باجارہ طویلہ پانچ دینار مین کرایہ دیا اور کرایہ وصول کر کے گھر مستاجر کے قبضہ مین دیدیا پھر مستاجر کی بلا رضامندی پانچ دینار مین اسکو فروخت کیا اور دام وصول کر لیے پھر مر گیا اور سوا اسکے اس گھر کے اسکا کچھ مال نہین ہے تو مستاجر اسکا زیادہ حقدار ہے اور اسکو اختیار ہے کہ اپنے کرایہ وصول کرنے تک مکان اپنے قبضہ مین روک لے کیونکہ موت کی وجہ سے اجارہ باطل ہوا بیع باطل نہین ہوئی پس وہ گھر مشتری کی ملک باقی رہا و لیکن مشتری کو اختیار حاصل ہوگا کہ چاہے اجرت ادا کر کے مکان پر قبضہ کر لے یا بیع چھوڑ دے اور اگر مکان کی بیع جائز ہوئی اور کرایہ کے مال مین دس روپیہ ہین اور دام پانچ روپیہ ہین تو بھی مستاجر کو باقی پانچ روپیہ کے واسطے روک رکھنے کا استحقاق حاصل ہے اور قاضی بدیع الدین نے فرمایا کہ اسکو یہ اختیار حاصل نہین ہے یہ قنیہ مین ہے۔ زید نے عمرو کو باجارۂ طویلہ ایک مکان کرایہ دیا اور سو دینار اجرت ٹھہرے حالانکہ مکان کی قیمت پچاس دینار ہین پھر زید مر گیا اور اجارہ فسخ ہو گیا اور سوا اس مکان کے اسنے کوئی مال نہین چھوڑا پھر زید کے وارث نے عمرو کو بعوض ان دیناروں کے جو زید پر آتے ہین یہ مکان باجارہ طویلہ کرایہ دیدیا پھر وارث اور مستاجر کے درمیان یہ اجارہ فسخ ہو گیا تو عمرو وارث سے سو دینار نہین لے سکتا ہے و لیکن ترکہ مین اگر زید نے یہ مکان پچاس دینار قیمت کا چھوڑا تھا تو بقدر پچاس دینار کے مطالبہ کر سکتا ہے نہ سو دینار کا یہ ذخیرہ مین ہے۔ فتاوے صغری مین ہے کہ اگر ایک شخص نے زید کو ایک مکان باجارہ طویلہ کرایہ دیا پھر دوسرے کو باجارہ طویلہ کرایہ دیا تو جائز نہین ہے اور بعد فسخ اول کے منقلب ہو کر جائز ہو جائیگا۔ اور اس حکم مین اشکال ہے اور اس مسئلہ مین دو روایتین ہوتی چاہئے ہین کیونکہ اجارہ طویلہ مین بعض معقود علیہ مضاف ہوتا ہے اور جو اجارہ مضاف ہو اسمین وقت مضاف الیہ آنے سے پہلے اجارہ فسخ ہونے کی صحت مین دو روایتین ہین اور یہ اجارہ پہلے اجارہ کے فسخ کی دلیل ہے جیسے بیع مین ہوتا ہے پس واجب ہے کہ اس مسئلہ مین دو روایتین ہون یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے باجارہ طویلہ ایک مکان کرایہ لیا پھر موجر نے برضامندی مستاجر اسکی عمارت گرا کر از سر نو بنوا دی تو بسبب بقاے اصل کے اجارہ باقی رہیگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور جسنے باجارہ طویلہ اجارہ لیا ہے اگر اسنے دوسرے کو اجارہ دیا تو اجارہ ثانیہ مین ایام مستثنے کو کہ مثلاً دسوین و گیارھوین و بارھوین فلان مہینے کی ہے بیان کرے اور صریح استثنا کرے تاکہ عقد ثانی مین ایام داخلہ وغیر داخلہ مین تمیز ہو جاوے ایسا ہی حاکم شہید سمرقندی نے کتاب الشروط مین بیان فرمایا ہے اور یہ حکم اسوقت ہے کہ اجارہ ثانیہ کے واسطے علیحدہ یادداشت تحریر کرے اور اگر پہلی یادداشت کی پشت پر فقط یون لکھدے کہ اس یادداشت کے ایام مستثنی کے سوا اسے۔ تو عقد ثانی کے جواز کے واسطے کافی ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے کوئی چیز باجارہ طویلہ صحیحہ بعوض دیناروں کے کرایہ لی اور وہ دینار بعد بیان وصف کے ذمہ کر لیے پھر بجاے دیناروں کے درم دیے پھر دونون نے عقد اجارہ فسخ کیا تو موجر سے دیناروں کا مطالبہ ہوگا نہ درمون کا۔ اور اگر عقد فاسد ہوا اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو موجر سے درمون کا مطالبہ ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر

ع

اجارہ مضافہ وہ اجارہ ہے جسکی نسبت زمانہ آئندہ کے طرف ہو مثلاً رجب [illegible] فروخت سے پہلے فروخت کر دی ۱۲

اجارہ طویلہ کے اندر زمین یا باغ انگور مین موجر نے پودے لگانے چاہے تو مستاجر کو منع کرنے کا اختیار ہی کیونکہ موجر کو ملک الید والتصرف حاصل نہین ہی اور اگر موجر نے درخت کٹائے یا شاخین چھٹوائین تو منع نہین کرسکتا ہی کیونکہ اسکا اعتبار بیع کا ہی کہ حق ثمن مین ظاہر ہی نہ حق شجر مین اور اگر مستاجر نے انھین سے جلانے کی لکڑیان جمع کین تو نہین جمع کرسکتا ہی حالانکہ انکی بیع مین ہی یہ وجیز کردری مین ہی - ایک شخص نے زمین باجارہ طویلہ لی اور درخت خریدے تاکہ استیجار صحیح ہو پھر درختون مین پھل آئے پھر دونون نے عقد فسخ کرلیا تو تمام پھل مستاجر کی ملک ہین اور اگر درخت قطع کردیا پھر فسخ کیا تو پھل موجر کے ہونگے اور اگر مستاجر نے انکو تلف کردیا تو اسپر انکی قیمت واجب ہوگی کیونکہ جواز اجارہ کے واسطے یہ بیع ضروری ہی پس احکام بیع قطع کے اسپر جاری نہ ہونگے اور اگر مدت اجارہ کے اندر موجر نے درخت تلف کردیے تو صحیح یہ ہی کہ موجر پر ضمان واجب نہوگی مگر مستاجر کو خیار حاصل ہوگا کہ چاہے فسخ کردے کیونکہ یہ عیب پیدا ہوگیا ہی اور اگر مدت اجارہ کے اندر مستاجر نے قطع کردیے تو شیخ برہان الدین صاحب المحیط وقاضی خان وقاضی بدیع الدین نے فرمایا کہ نقصان کا ضامن نہوگا ولیکن موجر کو خیار حاصل ہوگا یہ قنیہ مین ہی - ایک شخص نے باغ انگور باجارہ طویلہ کرایہ لیا اور بطور معاملت کے موجر کو دیا پس اگر اجارہ طویلہ بطریق درختون کی بیع کے ہو یعنے درخت بیع کرلیے ہون تو معاملت جائز ہی اور اگر اجارہ بطور معاملت کے ہو تو مالک کو معاملت پر دینا نہین جائز ہی یہ وجیز کردری مین ہی اگر کسی شخص نے ایسا باغ انگور اجارہ لیا جسکو نہین دیکھا ہی اور مالک باغ نے درخت پہلے سے بیع کردیے تھے کہ اجارہ صحیح ہوا تو مستاجر کو باغ کا خیار رویت حاصل ہوگا اور اگر مستاجر نے باغ مین مالکانہ کوئی تصرف کیا تو خیار رویت ساقط ہوجائیگا - اور اگر اُسنے انگور کے پھل اُس باغ مین سے کھائے تو اُس سے خیار رویت باطل نہین ہوتا ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اگر اجارہ طویلہ مین موجر مرگیا حالانکہ موجر کے ذمہ بہت سے قرضہ واجب الادا ہین تو مستاجر اجارہ کے ثمن کا استحقاق مستاجر کو سب قرضخواہون سے زیادہ حاصل ہی یعنے پہلے وہ شئ فروخت ہوکر اسکے دامون سے مستاجر کا کرایہ دیا جائیگا پھر دوسرے قرضخواہون کو ملیگا جیسے شئ مرہونہ مین مرتہن باقی قرضخواہون سے ثمن رہن کا زیادہ مستحق ہوتا ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اجارہ طویلہ اگر کسی وجہ سے فاسد ہو تو مستاجر پر اجر المثل واجب ہوگا مگر مقدار مقررہ مسمیہ سے زیادہ نہ دیا جائیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی اگر اجارہ طویلہ مین مستاجر نے اجرت موجر کو ہبہ کردی اور ہنوز اجارہ فسخ نہین ہوا ہی تو صحیح نہین ہی کیونکہ تعجیل کی شرط کی وجہ سے تمام اجرت موجر کی ملک ہوگی پس باوجود ملک موجر کے اُسکی مملوک چیز کو مستاجر نے اُسے ہبہ کیا اسواسطے صحیح نہین ہی یہ صغری مین ہی - ایک شخص نے ایک کشتی بنانے والے کو مزدور مقرر کیا کہ بعوض اجرت پر بارہ بالشت کی کشتی اس لکڑی کی تیار کردے اور کشتی ساز نے کہا کہ تیری لکڑی اس کام کے لائق نہین ہی مگر تو مجھے اجازت دے کہ مین اسمین ایک بالشت کم یا زیادہ کردون اُسنے زیادہ کردینے کا حکم دیا اور کشتی ساز نے تیرہ بالشت کی کشتی بنائی تو زیادتی کے مقابلہ مین اجرت کا مستحق ہوگا یہ قنیہ مین ہی - اجارہ طویلہ کے مستاجر نے اگر کسی دوسرے کو اجارہ کی چیز اجرت پر دیدی یا مزارعت پر باین شرط دیدی کہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہون پھر مستاجر اول نے اپنے موجر سے عقد فسخ کرلیا پس کیا اجارہ ثانیہ بھی فسخ ہوجائیگا تو اسمین

مشائخ نے اختلاف کیا ہی اور صحیح یہ ہی کہ اجارہ ثانیہ خواہ اجارہ ہو یا مزارعت مشروط وہ بھی فسخ ہو جائیگی خواہ ہر دو اجارہ کے ایام فسخ ایک ہی قرار پائے ہون یا مختلف ہون مثلاً ایام خیار پہلے اجارہ مین تین روز آخر سال مین انکھون سے اور دوسرے اجارہ مین بھی ایسے ہی ہون یا اسکے برخلاف ہون یہ فتاوے قاضی خان مین ہی

اکتیسوان باب کوئی کام کاریگر سے بنوائے یا کسی کام کے ٹھیکہ کے بیان مین۔ استصناع استحسانا جائز ہی یعنے سونار وغیرہ سے مثلاً کوئی شی بنوائی اور اجارہ کر لیا تو جائز ہی کیونکہ ہر زمانہ مین بلا انکار لوگون کا تعامل و تعارف چلا آیا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور استصناع کے یہ معنی ہین کہ مال عین و عمل دونون کاریگر کی طرف سے ہون یعنے مثلاً سونا اور اسکا کنگن بنانا دونون سونار کی طرف سے ہون اور اگر مال عین مثلاً سونا بنوانے والے نے اپنے پاس سے دیا سونار کاریگر نے فقط لگایا تو یہ اجارہ ہوگا استصناع نہ ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور تجنیس مین شیخ الاسلام خواہرزادہ مین مذکور ہی کہ استصناع کی یہ صورت ہی کہ کوئی چیز خرید کرے اور بائع سے درخواست کرے کہ اس چیز مین یہ کام بنا دے مثلاً چمڑا خرید کرے اور بائع کو حکم دے کہ اسکے موزے بنا دے اور موزون کا انداز ساخت بیان کرے تو یہ صنعت ناجائز ہی اور ہر ایسی چیز مین جسکی استصناع کی عادت جاری ہی یہی حکم ہی جیسے پیتل و تانبے و لکڑی کے برتن و دیگین وغیرہ و ٹوپیان وغیرہ مگر انکا انداز و ساخت بیان کر دے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور استصناع بھی بیع ہی یہی اصح ہی اور جسنے چیز بنوائی ہی اسکو ہر وقت دیکھنے کے لینے و لینے کا اختیار ہوگا اور کاریگر کو اختیار نہین ہی یہی امام ابو یوسف کا پہلا قول ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ خلاصہ مین ہی پھر اگر بنوانے والے نے چیز پسند کر لی تو اسکو واپس کرنے کا اختیار نہین ہی اور کاریگر کو اختیار ہی کہ بنوانے والے کی پسند سے پہلے اسکو فروخت کر دے کذا فی التہذیب۔ اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر زید نے کسی جولاہے سے روئی کا کپڑا بنوایا اور اسکا طول و عرض و جنس و رقعہ بیان کر دیا اور سوت جولاہے کی طرف سے ٹھہرا جسے کہ استصناع قرار پایا تو قیاساً یہ جائز ہی لیکن امام محمد رح نے استحساناً حکم دیا کہ نہین جائز ہی اور اگر صورت مین کوئی میعاد مقرر کر دی تو بیع سلم ہو جائیگی اور یہ مسئلہ کتاب الاجارات مین بدون ذکر اختلاف مذکور ہی اور شرح شیخ الاسلام کتاب البیوع مین ہی کہ جن چیزون مین لوگون کے درمیان استصناع کی عادت جاری ہی اگر انمین مدت مقرر ہو جاوے تو امام اعظم رح کے نزدیک بیع سلم ہو جاتی ہی اور صاحبین کے نزدیک نہین ہوتی ہی اور جن چیزون مین ایسا معمول نہین ہی انمین مدت لگانے سے بالاجماع سلم ہو جاتی ہی۔ اور قدوری مین ہی کہ اگر استصناع مین میعاد مقرر کی تو وہ بمنزلہ سلم کے ہی کہ اسمین مجلس عقد مین بدل پر قبضہ ہو جانا ضرور ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک دونون مین کسی کو خیار نہ رہیگا اور صاحبین نے فرمایا کہ سلم نہین ہی اور جن چیزون مین لوگون کا تعامل ہی اور جنمین نہین ہی اسکی کوئی تفصیل مذکور نہین ہی اور کتاب الاجارات مین بلا ذکر خلاف بیان کرنا اس قول کا موید ہی جو شیخ الاسلام نے شرح کتاب البیوع مین فرمایا کہ جن چیزون مین استصناع کا معاملہ لوگون مین عادۃ جاری نہین ہی انمین میعاد لگانے سے بالاجماع سلم ہو جاتی ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔

ایک شخص نے دوسرے کو دو سیر ابریشم دیا اور کہا کہ دو سیر اپنے پاس سے اسمین ملا کر کپڑا تیار کر دے اور اپنی بنائی لیکر جو بڑھے وہ دونون مین نصفا نصف نفع سے تقسیم ہو پس اگر جولاہے نے خلاف نہ کیا اور ویسا ہی کیا

ف۔ مزارعت فاسد و بلغی مزارعت مین مزارعت اجارہ مین خیار نسخہ کی صحتی پر مدار نہ

علیحدہ بنا تو ابریشم والے سے اپنی بنائی لیگا اور باقی سب ثمن ابریشم والے کو ملیگا اور اگر اُسنے خلط کر کے سب بُن دیا تو سب دونون مین موافق شرط کے نصفانصف مشترک ہوگا اور اجر المثل واجب نہ ہوگا کیونکہ اُسنے محل مشترک مین کام کیا ہی یہ جواہر الفتاوی مین ہی۔ ایک شخص نے ایک جولاہہ کو کچھ سوت دیا کہ اُسکو بُن دے اور کہا کہ اُسمین ایک رطل اپنے پاس سے بڑھا دے اور کہدیا کہ اپنے سوت مین سے مجھے اس شرط سے قرض دے کہ مین اُسکے مثل تجھے دیدونگا اور حکم دیا کہ اس صفت کا کپڑا اسقدر اجرت معلومہ پر بُن دے تو یہ استحسانًا جائز ہی خواہ قرض لینا عقد اجارہ مین مشروط ہو یا نہو اور اگر کہا کہ ایک رطل میرے واسطے اس شرط سے بڑھا دے کہ تیرے سوت کے مثل مین تجھے دیدونگا تو جائز ہی اور یہ قرض قرار دیا جائیگا اور اگر کہا کہ میرے واسطے سوت اُسمین بڑھا دے اور یہ کہکر خاموش رہا تو بھی جائز ہی اور یہ قرض ہوگا۔ پھر اگر قرض لینا عقد اجارہ مین مشروط نہو تو اجارہ قیاسًا و استحسانًا جائز ہی اور اگر مشروط ہو تو مسئلہ مین حکم قیاس و استحسان ہی چنانچہ استحسان بیان کر دیا جائیگا یعنی جائز ہی۔ پھر اگر جولاہہ اور مالک مین اختلاف ہوا حالانکہ جولاہہ کام سے فارغ ہو چکا ہی پس مالک نے کہا کہ تو نے اُسمین کچھ نہین بڑھایا ہی اور جولاہہ نے کہا کہ مین نے اُسمین بڑھا دیا ہی اور حال یہ ہی کہ وہ کپڑا موجود نہین ہی مثلًا اُسکے مالک نے وزن معلوم کرنے سے پہلے اسکو فروخت کر دیا ہی تو علمی قسم سے مالک کا قول قبول ہوگا کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ جولاہہ نے میرے واسطے سوت بڑھا دیا ہی اور جولاہہ پر واجب ہی کہ اپنے گواہ لاوے پھر اگر کپڑے کے مالک نے قسم سے انکار کیا تو جو کچھ جولاہے نے دعوی کیا ہی وہ ثابت ہو جائیگا اور ربع الثوب بھی لازم ہوگا اور اگر کپڑے کے مالک نے قسم کھالی تو جولاہہ کے دعوی سے بری ہو گیا اور اگر وہ کپڑا بعینہ موجود ہو تو عنقریب اس صورت کا حکم بیان ہوگا انشاء اللہ تعالی۔ اور اگر کپڑے کے مالک نے جولاہہ سے یون کہا کہ اپنے سوت مین سے ایک رطل بڑھا دے اس شرط سے کہ مین تیرے سوت کے دام اور بنوائی مین اسقدر درم دونگا تو قیاسًا یہ جائز نہین ہی مگر استحسانًا جائز ہی اور جب بصورت استحسانًا جائز ٹھہری پس اگر کام سے فارغ ہونے کے بعد دونون نے اختلاف کیا اور مالک نے کہا کہ تو نے اُسمین کچھ نہین بڑھایا ہی اور جولاہہ نے کہا کہ جسقدر تو نے بڑھانے کا حکم کیا تھا مین نے وہ بھی بڑھا دیا ہی پس اگر وہ کپڑا موجود نہ رہا ہو تو مذکور ہی کہ کپڑے کے مالک سے اُسکے علم پر قسم لیکر اُسی کا قول قبول ہوگا پس اگر اُسنے قسم سے انکار کیا تو جولاہے کا دعوی یعنی اسکے حکم کے موافق بڑھا دینا ثابت ہو جائیگا اور جو اُسنے مقرر کیا وہ سب جولاہے کو ملیگا اُسمین سے کچھ تو بمقابلہ سوت کے دام کے اور کچھ بمقابلہ کام کی مزدوری کے ہوگا اور اگر قسم کھالی تو بڑھانا ثابت نہ ہوگا اور امام محمد رحمہ نے ذکر فرمایا کہ جو مقدار اُسنے بیان کی ہی اُسمین سے سوت کے دام منع کر کے باقی دام بنائی مین اسکو دیے جاوینگے۔ اور اُسکے پہچاننے کا یہ طریقہ ہی کہ جو مقدار اجرت بمقابلہ کام و زیادتی کے بیان کی ہی اسکو اجر مثل عمل و سوت کی قیمت جسکو مالک نے قبول کیا ہی تقسیم کرین کہ مثل عمل اسی مقدار مین جو اُسنے حکم دیا تھا۔ اسواسطے کہ جولاہہ نے مقدار مسمی کو بمقابلہ سوت و ڈیڑھ سیر سوت بنے کے قبول کیا ہی اسواسطے کہ ایک سیر سوت اسکو مستاجر نے دیا اور نصف سیر اُس سے خریدا ہی پس اُسکی قیمت کم کر دیجائیگی اور جو کچھ کام کے برتے مین پڑے وہ بنائی اُسکے ذمہ لازم ہوگی چنانچہ اگر مقدار مسمی تین درم ہون کہ بمقابلہ سوت و کام کے ٹھہرے ہون اور سوت کی قیمت ایک درم ہو اور اجر المثل اس کام کا جسکے تیار کرنے کا حکم دیا ہی دو درم ہون تو تین مین سے ایک درم کم کر دیا جائیگا جو سوت کی قیمت ہی پھر جو کچھ بچے یعنی دو درم وہ معمول و غیر معمول پر تقسیم ہوگا یعنی ڈیڑھ سیر

[illegible]

مقابلہ مین اُسنے قبول کیا اور ثابت یہ ہوا کہ اُسنے ایک سیر سوت بُنا ہی تو باقی ان دونون پر تقسیم ہوگا پس زیادتی یعنے مقدار غیر معمول کا حصہ اجرت کم کردیا جائیگا اور معمول سے غیر معمول زیادت کا حصہ کیونکر معلوم کیا جاوے اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعضون نے کہا کہ باعتبار وزن کے معلوم کرلیا جاوے مثلاً اگر دیا ہوا سوت ایک سیر ہوا اور زیادتی آدھ سیر کی ہو تو باقی یعنے سوت کے دام نکالنے کے بعد مسمی مین سے جو باقی رہا یعنے دو درم وہ ان دونون پر تین حصہ ہوکر دو حصہ بمقابلہ معمول کے اور ایک حصہ بمقابلہ غیر معمول کے قرار دیکر دو درم مین سے اُسکی ایک تہائی کم کیجائیگی اور بعضون نے فرمایا کہ کام کی سختی و آسانی باعتبار کپڑے کی چھوٹائی بڑائی کے معتبر ہوگی اور بعضون نے کہا کہ جو موجود ہی اُس سے ساقط کی مقدار باعتبار کام کی سہولیت و سختی کے بسبب کپڑے کی چھوٹائی و بڑائی کے معلوم کیجاویگی اور یہ اسوجہ سے کہ کبھی کپڑے کی بڑائی کی وجہ سے جولاہہ پر کام آسان ہوتا ہی اور بسبب چھوٹائی کے دشوار ہوجاتا ہی کیونکہ جب چھوٹا ہوگا تو وصل و کام دقیق کا بار بار محتاج ہوگا اور جب بڑا ہوگا تو ایک ہی بار اُسکی ضرورت ہوگی اور یہ تفاوت اس کام کے کاریگرون مین معتبر ہی کہ چھوٹائی مین زیادہ اجرت پڑتی ہی اور بڑائی مین کم پس اسکا اعتبار کرنا ضرور رہا اور جب ان دونون کا اعتبار ضرور ہوا تو جو کچھ مقدار مسمی سے بچ رہا ہی یعنے دو درم وہ ڈیڑھ سیر کے کام اور ایک سیر کے کام کے اجر المثل پر تقسیم ہوگا پس اگر ڈیڑھ سیر کا اجر المثل ڈھائی درم ہون اور ایک سیر کا دو درم ہون تو بمقابلہ زیادتی کے نصف درم پڑا پس دو درم مین سے نصف درم کم کردیا جائیگا یہی غیر معمول کا حصہ اجرت ہی ولیکن اگر طول و قصیر مین ایک یا دو ہاتھ کا فرق ہو تو اجرت کی زیادتی و نقصان کے بارہ مین اتنے فرق کا کچھ اعتبار نہین ہی — پھر آیا اجر المثل واجب ہوگا یا مسمی واجب ہوگا پس بعض مشائخ کے قول پر جو حصہ اجرت مقدار مسمی مین سے پڑتا ہی اُس سے اجر المثل زیادہ نہ دیا جائیگا اور بعضون کے قول پر اگر مستاجر عیب پر راضی ہوا تو مسمی واجب ہوگا اور اگر راضی نہ ہوا ہو تو اجر المثل واجب ہوگا کہ حصہ مسمی سے زیادہ نہ کیا جائیگا جیسا کہ بعض مسائل متقدمہ مین بیان کیا ہی - اور امام محمد رح نے اس مسئلہ مین اجرت کو مطلقاً بیان فرمایا مسمی کا لفظ نہین کہا ہی تو مثل مسئلہ اولی کے اُسکی تخریج واجب ہی - اور اگر کپڑا بعینہ موجود ہو پس اگر اس سوت کی مقدار جو مالک نے دیا ہی معلوم ہوئی ہو تو سب صورتون مین وہی حکم ہوگا جو در صورت موجود نہ ہونے کے اول سے آخر تک بیان ہوا ہی مگر فرق ایک صورت مین ہی کہ اگر مالک نے قسم کھالی اور زیادتی ثابت نہ ہوئی تو مالک کو اختیار ہوگا کہ جولاہہ کے پاس وہ کپڑا چھوڑ دے اور اپنے سوت کے مثل سوت اُس سے ڈانڈ بھرلے - اور اگر در صورت کپڑا موجود ہونے کے اس سوت کی مقدار جو مالک نے دیا ہی معلوم ہوتی ہو پس اگر باہمی تصدیق کی کہ وہ ایک سیر تھا تو کپڑے کا وزن کیا جائیگا اور دونون سے کسی کے قول پر التفات نہ کیا جائیگا پس اگر تول مین ایک سیر نکلا تو زیادتی کرنا بالیقین ثابت نہ ہوا پس مالک کا قول بلا قسم معتبر ہوگا اور اگر تول مین دو سیر نکلا تو جولاہے کا قول قبول ہوگا بشرطیکہ مالک یہ دعوی نہ کرے کہ یہ زیادتی آئے یعنے مانڈی کی وجہ سے ہوا اور اگر اُسنے یہ دعوی کیا تو جو لوگ اس فن کے مبصر ہین انکو دکھایا جائیگا پس اگر اُنھون نے کہا کہ مانڈی سے کبھی اسقدر بڑھجاتا ہی تو قسم کے ساتھ مالک کا قول قبول ہوگا اور اگر اُنھون نے کہا کہ مانڈی سے اسقدر نہین بڑھتا ہی تو ظاہر حال جولاہہ کا شاہد ہی پس قسم کے ساتھ اُسی کا قول قبول ہوگا یہ محیط مین ہی - اور اگر کسی شخص کو تل دیے کہ اسکی بھوسی اور رب منفسخ کردے اور تجھکو ایک درم دونگا تو یہ فاسد ہی اور اگر تاجرون کے نزدیک تفسخ کی مقدار

لہ یعنی ٹکا اور کمی وغیرہ ۱۲

معلوم ہو تو جائز ہے بخلاف اسکے اگر رنگریز کو کپڑا دیا کہ رنگ دے تو جائز ہے اگرچہ عصفر کی مقدار بیان نہ کرے یہ محیط سرخسی
مین ہے اگر لوہار کو کوئی چیز معلوم بنانے کے واسطے لوہا دیا اور اجرت ٹھہرادی پھر لوہار اُسکو موافق حکم کے بنا لایا تو مالک کو
خیار نہوگا بلکہ قبول کرنے پر مجبور کیا جائیگا اور اگر لوہار نے حکم سے مخالفت کر کے کچھ تفاوت کیا پس اگر من حیث الجنس
تفاوت کیا مثلاً بسولا بنانے کے واسطے حکم کیا اور لوہار نے بیلچہ بنادیا تو بیلچہ لوہار کا اور لوہار اُسکے لوہے کے مثل
لوہا ضمان دے اور لوہے کے مالک کو کچھ اختیار نہوگا اور اگر من حیث الوصف خلاف کیا مثلاً بسولا نجارون کے
کام کا بنانے کے لیے حکم کیا اُسنے لکڑی چیرنے کی کلھاڑی بنائی تو مالک کو اختیار ہے کہ چاہے اپنے لوہے کے مثل
لوہا ضمان لے اور کلھاڑی لوہار کے پاس چھوڑ دے اور کچھ اجرت نہ دے یا کلھاڑی لیکر اُسکو مزدوری دیدے اور
یہی حکم ہر صانع مین ہے کہ اگر کوئی چیز معین بنانے کے واسطے اسکو مقرر کیا مثلاً موزہ دوز کو چمڑا دیدیا کہ اُسکے موزے بناوے
اور اُسنے مخالفت کی تو بنابر مخالفت کے اسی طور سے حکم ہوگا کذا فی خزانۃ المفتین بتشریح شیخ رحمہ اللہ سے دریافت
کیا گیا کہ ایک شخص نے زین ساز کو بعض چیزین زین کے کام کی اپنے پاس سے دیکر کہا کہ ان چیزون سے اور جو
چیزین اور چاہیے ہون اپنے پاس سے ملا کر زین تیار کردے اور شرط کرتا ہون کہ تجھے تیرے کام کی مزدوری
اور جو چیزین تونے لگائین انکی قیمت دیدونگا اور زین ساز نے ایسا ہی کیا اور ایک جماعت نے کہا کہ اسکے کام کی مزدوری
مع قیمت اشیاء تیس درم ہین وہ شخص راضی ہوگیا اور دونون اہل معاملہ اتنے پر متفق ہوئے پس اس شخص نے پانچ درم
زین ساز کو ادا کردیے پھر بادشاہی بعض سپاہی و ترک زبردستی زین چھین لے گئے اور اسکو اسطرح چھپا دیا کہ اسپر
قابو نہین چل سکتا ہے پس کیا اس شخص کو اختیار ہے کہ زین ساز سے زین کی قیمت کی ضمان لیوے تو شیخ رحمہ اللہ نے
فرمایا کہ اُسکو اختیار ہے کہ جو کچھ اُسنے دیا ہے وہ پھیر لیوے کیونکہ کام اُسکے سپرد نہین ہوا اور بعضی چیزین اسکے سپرد ہوئی
ہین اور فرمایا کہ باوجود اسکے جب زین بنانے سے فارغ ہوا اور بعض آلات بعض سے متصل ہوگئے اور دونون
کا اتفاق و باہمی رضامندی ہوگئی کہ اس کام پر یہ مال دیوے تو فرمایا کہ مثل ابتدائی بیع کے ہے پس جائز ہے یہ فتاوی
نسفی مین ہے۔ اگر ایک شخص زید نے چمڑا موزہ دوز کو جوڑا موزہ کسی قدر اجرت معلومہ پر تیار کرنے کے واسطے
دیا اور مقدار و صفت بیان کردی اس شرط سے کہ موزہ دوز اسمین نعل لگادیگا اور اپنے ہی پاس سے استر دیگا
اور نعل و استر کا وصف بیان کردیا تو قیاساً جائز نہین اور استحساناً جائز ہے اور قیاساً ایسا ہے کہ گویا ایک درزی
کو جبہ سینے کے واسطے کپڑا دیا باین شرط کہ اپنے پاس سے استر دیکر بھروا دے اور کچھ اجرت معلوم ٹھہرالی تو یہ
نہین جائز ہے اور امام محمد رح نے جبہ کا مسئلہ کتاب الاصل مین یون ہی ذکر فرمایا ہے جیسا ہمنے بیان کیا اور منتقے مین لکھا
ہے کہ امام محمد رح نے ذکر فرمایا کہ ایک شخص نے درزی کو ابرہ دیکر کہا کہ اسمین اپنے پاس سے استر دیکر میرے لیے
تیار کردے تو یہ جائز ہے اور استحساناً قیاس اس صورت مسئلہ پر کیا ہے کہ ایک شخص نے ایک موزہ خریدا اور بائع سے
کہا کہ اپنے پاس سے اسمین نعل لگادے اور یہ جائز ہے پس اس مسئلہ مین دو روایتین ہوگئین ایک مین جائز
اور دوسری مین ناجائز ہے اور اگر استر اپنے پاس سے دیکر کہا کہ اسمین ابرہ اپنے پاس سے دیکر تیار کردے
تو یہ باتفاق الروایات فاسد ہے۔ پھر امام محمد رح نے اس تصرف کو جائز رکھا اگرچہ چمڑے کے مالک نے نعل و استر
کو نہ دیکھا ہو مگر یہ نعل و استر اس موزے کے لائق ہو۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے موزہ دوز سے کہا کہ چار قطع چمڑے سے

میرے موزون پر لگا کر بعوض اتنی اجرت کے مکعب کر دے حالانکہ اُسنے چمڑے کے ٹکڑے نہین دیکھے ہین تو یہ بھی استحساناً
جائز ہی - اسی طرح پھٹے ہوئے موزے پر پیوند لگانا بھی جائز ہی اگرچہ اس شخص نے پیوند دیکھے نہون مگر نوادر ابن سماعہ
مین نعل اور مکعب کے قطعات اور پیوند کے ٹکڑے دکھلانا عقد اجارہ جائز ہونے کے واسطے شرط گردانا ہی پس اس
مسئلہ مین دو روایتین ہو گئین یعنے ایک روایت مین بدون دکھلانے کے عقد جائز ہی اور دوسری مین نہین جائز ہی
اور جب یہ اجارہ استحساناً جائز ہوا اور موزہ دوز نے کام تیار کیا پس اگر اُسکا کام اچھا اور قریب قریب اس شخص
کے بیان کے ہو کہ اسمین کچھ فساد نہو تو چمڑے کے مالک پر جبر کیا جائیگا کہ اسکو قبول کرے اور اُسکو خیار حاصل نہوگا کہ
چاہے لیوے یا نہ لیوے پس خواہ مخواہ قبول کر لینے کے واسطے قریب قریب حکم کے تیار ہونا معتبر رکھا ہی ہر طرح حقیقۃً
موافق حکم کے ہونا شرط نہین کیا اور چمڑے کے مالک کو خیار رویت حاصل نہ ہوگا نہ کام مین اور نہ نعلون مین اور یہ حکم
اسوقت ہی کہ قریب قریب حکم کے اچھا کام ہوا اور اگر اُسنے بگاڑ دیا مثلاً کسی صفت مین خلاف کیا تو ذکر فرمایا ہی کہ
چمڑے کے مالک کو خیار ہوگا کہ چاہے موزہ اُسی کے پاس چھوڑ کر اُس سے اپنے چمڑے کی قیمت لے لے یا موزہ لیکر اُسکی
اجرت دیدے پس اگر اُسنے موزہ چھوڑ کر چمڑے کی قیمت لے لی تو کچھ اجرت نہ دیگا اور اگر موزہ لیکر اجرت دی
تو پہلے اُسکو فقط موزہ سینے کی اجرت مثل دیگا پھر نعل سے جو اسمین زیادتی ہو گئی ہی اُسکی قیمت دیگا - اور نعل سے جو
زیادتی ہو گئی ہی اُسکی شناخت کا یہ طریقہ ہی کہ ایکبار موزہ کو بلا نعل سلا ہوا اُنکی اسلئے کہ اُسکی قیمت کیا ہی پھر اُسکو مع نعل
انکوائے پس اگر غیر منعل کی قیمت دس درم ہون اور منعل کی قیمت بارہ درم ہون تو معلوم ہو گیا کہ نعل سے دو درم
کی زیادتی ہوئی پھر دیکھا جائیگا کہ فقط موزہ کی سلائی کیا ہی پس اگر تین درم مثلاً ہون تو اُسکے ساتھ یہ زیادتی نعل کی
یعنے دو درم ملا کر پانچ درم رکھے جاوینگے پھر اجرت مسمی سے اُسکا مقابلہ کیا جاویگا پس اگر یہ پانچ درم اجرت مسمی
کے برابر یا کم ہون تو موزہ دوز کو یہی دیے جاوینگے اور اگر اجرت مسمی اُن سے کم ہو مثلاً چار ہی درم ہون تو پانچ درم
مین سے ایک درم کم کر کے چار درم اُسکو دیے جاوینگے - اور جب یون اعتبار کیا گیا کہ نعل سے اسمین از روی قیمت
کیا زیادتی ہوئی تو نعل دوزی کی اجرت مثل کا کچھ اعتبار نہ کیا جائیگا اور اس مسئلہ اور دوسرے مسئلہ مین جو بیان کیا گیا
ہی فرق کیا ہی اور وہ مسئلہ یہ ہی کہ اگر کسی شخص نے سلا ہوا موزہ ایک موزہ دوز کو اپنے پاس سے نعل لگانے کے واسطے
دیا اور اجرت معلوم ٹھہرا دی حتی کہ بسبب تعامل کے استحساناً اجارہ جائز ہوا اُسنے ایسا نعل لگایا کہ وہ خراب ہی اُس
موزہ کے لائق نہین ہی اور موزہ بگڑ گیا اور مثل مسئلہ مذکورہ بالا کے اس صورت مین بھی مالک کو خیار حاصل ہوا اور
مالک نے موزہ لے لینا اختیار کیا تو مالک اُسکو اُسکے کام کا اجر المثل اور رحبہ نعل کی قیمت غیر دوختہ عطا کریگا مگر
مقدار مسمی سے دونون دامون مین زیادہ نہ دیگا اور مسئلہ مذکورہ مین اجر المثل کے ساتھ نعل سے جو زیادتی ہوئی
اُسکی قیمت دینے کا حکم کیا اور نا دوختہ نعل و استر کی قیمت دینے کا حکم نہ کیا حالانکہ دونون جگہ موزہ دوز کا کام وعین
مال مالک کے موزہ کے ساتھ متصل ہی مگر ایک جگہ تو یون کہا کہ نعل سے جو زیادتی ہوئی اُسکی قیمت دے اور دوسری
جگہ فرمایا کہ نادوختہ نعل کی قیمت دے اور ہمارے مشائخ مین سے بعض نے فرمایا کہ دونون مسئلون مین جو ہر
مسئلہ مین مذکور ہی فرق ہی اور مسئلہ مذکورہ مین اگر اس مسئلہ کے موافق مالک نے چاہا کہ موزہ دوز کو موزہ و
نعل و استر کی سلائی کا اجر المثل دیکر نعل و استر کی قیمت نادوختہ کے حساب سے دیدے تو جائز ہی اور بعضے

مشائخ نے فرمایا کہ مسئلہ مذکورہ مین نعل واستر سے جو زیادتی ہوئی اسکی قیمت دینی ممکن ہے اور اس مسئلہ مین فعل سے
جو زیادتی ہوئی اسکی قیمت کا واجب کرنا ممکن نہین ہے۔ پھر امام محمدرح نے دونون مسئلون مین فرمایا کہ مقدار مسمی سے
اجرالمثل زیادہ نہ دیا جائیگا اسمین بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اس سے یہ مراد ہے کہ علے الخصوص بمقابلہ کام کے جو مقدار
مسمی ہے اس سے اجرالمثل زیادہ نہ دیا جائیگا ولیکن جو بمقابلہ نعل کے خاص ہے وہ خواہ کسی قدر ہو سب دینا واجب ہوگا
اور بعض نے فرمایا کہ نعل وعمل دونون کے مقابلہ مین مقدار مسمی سے زیادہ اجرالمثل نہ دیا جائیگا یہ محیط مین ہے۔
اسی طرح اگر کسی ٹوپی بنانے والے کو ایک ٹکڑا دیا کہ اسکی ٹوپی اپنے پاس سے استر لگا کر تیار کردے تو اسکا بھی یہی
حکم ہے جو ہمنے بیان کر دیا ہے پھر اگر غیر جید بنا کر لایا تو اسکو خیار نہ ہوگا ولیکن اگر شرط کر دی ہو کہ جید ہی
بنا دے تو اس صورت مین خیار حاصل ہوگا یہ غیاثیہ مین ہے۔ اگر ایک شخص نے موزہ دوز سے دو موزے
سلوائے اور کچھ چیز اپنے پاس سے نہین دی وہ بنا لایا اور مستصنع نے کہا کہ اسمین ویسا چمڑا نہین ہے جیسا مین نے
بیان کیا اور نہ ویسی سلائی اور نہ مقدار ہے اور موزہ دوز نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے مجھے ایسے ہی بنانے کا حکم دیا تھا
اور موزہ دوز نے چاہا کہ اس شخص سے قسم لے تو اسکو یہ اختیار نہین ہے بخلاف رنگریز کے اگر اسنے کپڑے کے مالک
سے کہا کہ تو نے ایسا ہی رنگنے کا حکم دیا تھا اور قسم لینی چاہی تو اسکو اختیار ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر کسی موزہ دوز
کو چمڑا دیکر کہا کہ اسکے موزے قطع کر کے سی دے اور چار درم مزدوری دونگا اسنے کسی دوسرے شخص کو
دو درم پر سینے کے واسطے دیدیے پس اگر اسکو اپنے پاس سے دام ادا کیے یا خود کچھ کام کر دیا ہو تو یہ زیادتی
اسکے حق مین حلال ہے ورنہ اسکو صدقہ کر دے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر ایک شخص نے موزہ دوز سے کہا کہ
اپنے پاس سے اس موزہ مین نعل لگا دے اور اجرت ٹھہرا دی اسنے ایسے نعل جیسے ایسے موزون مین لگائے
جاتے ہین لگائے تو مالک کو لینے پڑینگے اگرچہ بہت عمدہ نہون اور مالک کو نہ لینے کا اختیار نہوگا۔ اور اگر جید
نعل لگانے کی شرط کر لی ہو اور موزہ دوز ایسے نعل لگا لایا کہ جنکا جید کہہ سکتے ہین تو مالک اسکے قبول کرنے پر
مجبور کیا جاویگا اور اسکو نہ لینے کا اختیار نہ ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر موزہ دوز سے شرط کر لی کہ جید نعل
لگا دے اسنے غیر جید لگائی تو مالک کو اختیار ہے چاہے اپنے موزے کی قیمت لے لے یا موزے لیکر اسکے کام کی
مزدوری بحساب اجرالمثل اور جو زیادتی ہوئی ہے اسکی قیمت دیدے مگر مقدار مسمی سے زیادہ نہ دی جاویگی یہ
بدائع مین ہے۔ موزہ دوز نے زید کے کہنے کے موافق سب طرح موزہ تیار کر دیا اسمین باہم اتفاق ہے مگر اجرت
مین اختلاف کیا کہ موزہ دوز نے کہا کہ تو نے مجھے ایک درم دینے کو کہا تھا اور مالک نے کہا کہ دو دانگ دینے
ٹھہرائے تھے اور دونون نے گواہ قایم کیے تو موزہ دوز کے گواہ مقبول ہونگے اور یہ مذکور نہین ہے کہ اگر کسی نے
گواہ قایم نہ کیے تو کیا حکم ہے اور واجب اس صورت مین یہ ہے کہ نا دوختہ موزہ کی قیمت کے موافق حکم ہو اور جسکے
قول کی شاہد نعل کی قیمت ہو اسی کا قول قبول ہو جیسا کہ رنگریزی کی صورت مین ہوتا ہے پس اگر نعل کی قیمت
ایک درم ہو جیسا کہ موزہ دوز مدعی ہے تو قسم سے اسی کا قول قبول ہوگا اور اگر نعل کی قیمت دو دانگ ہو جیسا کہ
مالک مدعی ہے تو قسم کے ساتھ اسی کا قول قبول ہوگا اور باہم قسم نہ لیجاویگی۔ اور اگر نعل کی قیمت دونون مین
سے کسی کے قول کی شاہد نہ ہو مثلاً نصف درم ہو تو ہر ایک سے دوسرے کے دعوی پر قسم لیجاویگی۔ یہ سب

مستصنع وہ ہے جسنے چیز بنوائی ہو

اس صورت میں ہو کہ اجرت کی مقدار میں اختلاف ہو۔ اور اگر نفس اجرت میں اختلاف کیا اور مالک نے کہا کہ تو نے مجھے
بلا اجرت سی دیا ہے اور موزہ دوز نے کہا کہ میں نے تجھے باجرت بنا دیا ہے تو دونوں میں سے ہر ایک سے دوسرے
کے دعویٰ پر قسم لیجاویگی پس اگر دونوں نے قسم کھا لی اور دونوں میں سے کسی کا دعویٰ ثابت نہ ہوا تو موزہ دوز کو نعل
سے جو زیادتی ہو گئی ہے اسکی قیمت مالک نعل ادا کریگا۔ اور فرمایا کہ اگر اسنے پورا موزہ اپنے پاس سے بنایا ہو
یہانتک کہ یہ عقد استصناع قرار پایا پھر قبضہ سے پہلے مقدار اجرت میں اختلاف کیا تو موزہ دوز کا قول قبول ہوگا اور
دونوں سے باہم قسم نہ لیجاویگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ زید نے نجار سے کہا کہ میرے واسطے ایک بیت تیار کر دے اور
جب تو فارغ ہوگا تو جو کچھ اندازے والے اندازہ کرینگے وہ میں تجھے دونگا اور دونوں اسپر راضی ہوئے اور
نجار نے تیار کیا اور باتفاق دونوں کے ایک شخص نے اندازہ کیا مگر نجار نے اس سے انکار کیا تو اسکو اجر المثل
ملیگا اور شیخ ابو حامد عمیر الوبری نے فرمایا کہ وہ شخص بمنزلہ مقوم کے ہے بمنزلہ حکم کے نہیں جو اسنے اندازہ کیا ہے وہ
نجار پر لازم نہ ہوگا یہ قنیہ میں ہے۔ ایک شخص نے دس درم چاندی سونار کو دی اور کہا کہ اسمیں دو درم اپنے پاس
سے بڑھا کر کنگن بنا دے اور وہ دو درم مجھپر قرض رہینگے اور تیری اجرت ایک درم ہے اور سونار اسکو تیار
کرکے لایا اور کہا کہ میں نے اسمیں دو درم چاندی بڑھا دی اور مالک نے کہا کہ تو نے اسمیں کچھ نہیں بڑھایا ہے تو
ہر ایک سے دوسرے کے دعویٰ پر قسم لیجاویگی پس اگر دونوں نے قسم کھا لی تو سونار کو اختیار دیا جائیگا کہ چاہے
کنگن اسکو دیکر پانچ دانگ درم دس درم کی اجرت لے لے یا دس درم چاندی واپس کرکے کنگن اپنے پاس رکھے
اور دونوں سے قسم لینا اسواسطے ہے کہ سونار اس شخص پر دو درم قرض کا دعویٰ کرتا ہے اور وہ شخص منکر ہے اور وہ
شخص سونار پر کنگن کے استحقاق کا بدون کسی عوض کے دعویٰ کرتا ہے اور سونار منکر ہے پس دونوں میں سے ہر ایک
سے قسم لیجاویگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ زید نے ایک شخص کو جو سونا چڑھاتا ہے ایک مصحف دیا کہ اسپر
اپنے پاس سے سونا چڑھا دے اور سونا چڑھانے والے نے زید کو خود دس آیتیں و پانچ آیتیں اور شروع آیات
و اوائل سورتہ دکھلا دیا اور زید نے قبول کیا کہ باجرت معلوم اسی طور سے سونا چڑھا دے تو صحیح نہیں ہے کیونکہ اسکا سونا
کی مقدار مجہول ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اگر کوئی کپڑا اس شرط سے خریدا کہ بائع اسکو سی دیوے اور دس درم ٹھہرائے تو فاسد
ہے اور اگر کسی دھوبی کے پاس شستہ لایا اور چاہا کہ بقدر اجرت کے اسکی مالک دے تو یہ جائز ہے اور اگر دھوبی سے کہا کہ اپنے
پاس سے نشاستہ لگا دے اور دھوبی نے نشاستہ لگا دیا اور وہ راضی ہو گیا پھر ناتمام دیا تو استحسانًا جائز ہے یہ مبسوط میں ہے
اگر رنگریز کو ایک کپڑا دیا کہ اسکو اپنے پاس سے عصفر سے رنگ دے اس نے موافق کہنے کے عصفر سے رنگا مگر صفت میں
اختلاف کیا کہ جس سے کپڑے میں کچھ عیب آ گیا پس بہت گہرا رنگ کر دیا یا اسقدر رنگ کیا جس سے کپڑا عیب دار ہو گیا تو مالک
کو اختیار ہوگا کہ چاہے کپڑا اسکے پاس چھوڑ کر سپید کپڑے کی قیمت ضمان لے یا کپڑا لیکر اسکو اسکے کام کا اجر المثل
دیدے مگر مقدار مسمی سے اجر المثل زائد نہ دیا جائیگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر درزی سے ٹھہرایا کہ قمیص کی استر
اپنے پاس سے ڈالدے تو یہ فاسد ہے کہ اسمیں عرف جاری نہیں ہے۔ اسی طرح اگر معمار سے ٹھہرایا کہ پختہ اینٹ اور چونا
کچھ اپنے پاس سے لگا دے تو بھی یہی حکم ہے اور جو شے اس جنس سے غیر معین کاریگر کے ذمہ شرط کرے تو عقد فاسد ہے اور
اگر کاریگر نے کام تیار کیا تو وہ شے اسکے مالک کو دیجاویگی اور کاریگر کو اسکے کام کی اجرت مثل ملیگی اور جو زیادہ کیا ہے

[illegible]

اُسکی قیمت ملیگی یہ مبسوط میں ہے

بتیسواں باب - متفرقات میں - اگر زید نے خالد سے کہا کہ میں نے تجھکو اپنا یہ گھر ایک روز اسقدر اجرت پر دیا اور باقی تمام سال تک مفت دیا اور خالد نے اسمیں سکونت اختیار کی تو خالد پر ایک روز کا اجر المثل واجب ہوگا اور باقی سال بھر کا کچھ کرایہ واجب نہوگا یہ ذخیرہ و فتاوے قاضی خان میں ہے - ایک شخص نے کام کے واسطے بیلچہ کرایہ لیا اور موجر نے کہا کہ میں کرایہ نہیں چاہتا ہوں بلکہ تو بیلچہ کا قبضہ لکڑی کا بنوا دے پھر اُجرت کا مطالبہ کیا لیکن (قال ان کان لما طلب لہ قیمتہ) تو اجر المثل واجب ہوگا ورنہ نہیں یہ وجیز کردری میں ہے - ایک شخص نے کسی محلہ میں ایک مکان مدت معلومہ تک کے لیے کرایہ لیا پھر محلہ میں کوئی نائبہ آئی کہ جس سے لوگ بھاگ گئے اور آفت کے خوف سے مستاجر بھی اس مکان سے منتفع نہو سکا تو مشائخ نے فرمایا کہ کرایہ واجب نہوگا اور [illegible] رحمہ اللہ بھی یہی فتوی دیتے تھے یہ ظہیریہ میں ہے - درزی اگر سلائی سے فارغ ہوا اور اپنے بیٹے کے ہاتھ اُسنے کپڑا اسکے مالک کے پاس بھیجا حالانکہ اُسکا بیٹا بالغ نہ تھا پھر کسی اُچکے نے راہ میں اُسکے ہاتھ سے کپڑا اُچک لیا پس اگر وہ لڑکا عاقل ضابطہ ہو کہ کپڑے کی حفاظت کر سکتا ہو تو درزی ضامن نہ ہوگا اور اگر ضابطہ نہو اور حفاظت نہ کر سکتا ہو تو ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے - ایک درزی کو ایک کپڑا دیا کہ اسکا جبہ یا قبا تیار کر دے اور کچھ اُجرت اُس سے نہیں ٹھہرائی پھر جب درزی نے کام تیار کر دیا تو مالک نے اسکو اُجرت مثل سے زیادہ دام دیے تو فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ زیادتی اُسکے لیے بالاجماع جائز ہے اور اسی پر فتوی دیا جاوے یہ کبری میں ہے - اگر حمال سے کہا کہ یہ چیز میرے گھر پہونچا دے یا درزی سے کہا کہ اسکو سی دے پس اگر درزی یا حمال مشہور ہو کہ ہر ایک اپنا کام باجرت کرتا ہو تو اُجرت واجب ہوگی ورنہ نہیں یہ محیط میں ہے - ایک شخص نے درزی سے کہا کہ اسکو اُجرت پر سی دے اُسنے کہا کہ میں اُجرت نہیں چاہتا ہوں تو اُجرت کا مستحق نہ ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے - اگر کسی درزی کو کپڑا دیا کہ اسکو سی دے اُسنے سی دیا اور اُجرت کچھ نہیں ٹھہری ہے یعنے اُجرت کی شرط نہیں ہوئی ہے تو اسکو اُجرت ملیگی ولیکن اگر درزی نے کہا ہو کہ میں تجھ سے اُجرت نہیں چاہتا ہوں تو مستحق نہوگا یہ سراجیہ میں ہے - ایک شخص زید نے خالد کو کچھ درم یا دینار قرض دیے اور چاہا کہ خالد کے مکان میں بلا اُجرت رہا کرے تو چاہیے کہ خالد کا مکان کچھ مدت معلومہ کے واسطے بشرط اُجرت معجلہ کرایہ لے یعنے اُجرت فی الحال دیدینا ٹھہرا لے پھر اُس اُجرت کے عوض خالد کے ہاتھ کوئی ہلکی سی چیز فروخت کر دے تاکہ اُجرت کا معاوضہ ہو جاوے یہ خزانۃ المفتین میں ہے - قرض خواہ نے اپنے قرضدار سے کہا کہ اس زمین کو بطور مزارعت کے کر دے اُسنے کر دی تو اسکو اجر المثل ملیگا یہ قنیہ میں ہے - زید نے خالد سے کچھ درم قرض لیے اور اپنا گدھا خالد کو دیا کہ اسکو اپنے کام میں لاوے اور خالد ہی کے پاس رہے یہاں تک کہ اسکا قرضہ ادا کر دے پس خالد نے اسکو چراگاہ چرنے کے واسطے بھیجا وہاں بھیڑیے نے اسکو پھاڑ ڈالا تو خالد اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے - اگر زید نے خالد سے کچھ درم قرض لیے اور کہا کہ میری اس دوکان میں رہا کر پس اگر میں تجھے تیرے درم واپس نہ دوں تو دوکان کے کرایہ کا مطالبہ نہ کرونگا اور اُجرت تجھکو ہبہ ہوگی پس خالد نے اسکو درم دیدیے اور دوکان میں مدت تک رہا تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر اُجرت چھوڑ دینا اُسنے مال لینے کے ساتھ ہی بیان کیا ہو تو خالد پر اُجرت واجب ہوگی یعنے اجر المثل واجب ہوگا اور اگر اُجرت

چھوڑ دینے کا ذکر قرض لینے سے پہلے یا اسکے بعد کیا ہو تو خالد پر کچھ اُجرت واجب نہ ہوگی اور دوکان اسکے پاس عاریت
قرار دیجاویگی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں اجر المثل واجب ہوگا کذا فی المضمرات
اور امام فخر الدین نے فرمایا کہ اسی پر فتویٰ ہے یہ کبریٰ میں لکھا ہے۔ زید نے خالد کو کچھ درم قرض دیئے پھر زید نے
خالد کو ترازو کا بانٹ دو درم ماہواری پر کرایہ دیا تو شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ اگر ترازو کے بانٹ کی کچھ قیمت نہو اور
نہ عادت کے موافق ترازو کا بانٹ کرایہ لیا جاتا ہو تو مستاجر کے ذمہ کچھ کرایہ واجب نہ ہوگا یہ فتاوے قاضی خان
میں ہے اگر قرض دینے والے کو کسی قیمتی مال کی نگاہبانی کے واسطے اجرت پر مقرر کیا اور مال کی قیمت اجارہ سے
زائد ہے جیسے چھوری یا انگشتی یا چمچہ وغیرہ اور ماہواری کچھ کرایہ ٹھہرالیا تو اسمیں ائمہ متاخرین نے اختلاف کیا ہے
پس بعض نے فرمایا کہ بلا کراہت جائز ہے اور انہیں میں سے امام محمد بن سلمہ اور امام حسام الدین علیابادی صاحب
کامل و ابو الفتح محمد بن علی اور صاحب ہدایہ ہیں اور اسکے جائز ہونے پر بڑے بڑے اماموں کا قول ہے۔ اور اگر
قرض دینے والے نے وہ شی قبالہ قرض میں داخل کرکے دونوں کی ایک ساتھ حفاظت کی تو اُجرت واجب ہوگی
اور فتوے میں یہ ہے کہ اگر مال عین کو قبالہ کے ساتھ حفاظت سے رکھا تو اُسکو کچھ اجرت نہ ملیگی کیونکہ قرض دینے والا
قبالہ کو اپنے واسطے نگاہ رکھتا ہے کسی غیر شخص کے واسطے اُسکی حفاظت نہیں کرتا ہے اور غیر چیز یہاں اُسکی تبعیت
میں حفاظت سے رہی۔ اور میں نے استاد رحمہ اللہ کا فتویٰ اس مسئلہ میں بنا بر اسی روایت کے دیکھا ہے یعنی
اجرت واجب نہ ہوگی یہ وجیز کردری میں ہے۔ اور اگر قرض لینے والے نے قرض دہندہ کو قبالہ دیکر اُسکی حفاظت
کے واسطے اجیر مقرر کیا تو جائز نہیں ہے کیونکہ قبالہ کی حفاظت قرض خواہ کے حق کے پکے ثابت رہنے کے واسطے
ہے۔ اور اگر چھوری مثلاً تلف ہوگئی اور سال کے بعد دونوں نے اختلاف کیا اور قرض دہندہ نے کہا کہ سال کے
بعد تلف ہوئی ہے اور قرض دار نے کہا کہ ایک سال سے تلف ہوگئی ہے تو مستاجر مستقرض کا قول قبول ہوگا اسلیے
کہ وہی کرایہ کی زیادتی سے منکر ہے۔ اور اگر اجیر نے وہ چھوری اپنی عورت کو یا ایسے شخص کو جو عیال میں ہے حفاظت
کے واسطے دیدی تو کرایہ واجب ہوگا اور اگر کسی اجنبی کو دیدی تو کچھ کرایہ واجب نہوگا اور اگر اس شرط سے
اجیر مقرر کیا کہ خواہ خود حفاظت کرے یا جسکو چاہے حفاظت کے واسطے دیدے تو شرط جائز ہے اور دوسرا وکیل
بالحفظ ہوگا اور اگر مستاجر نے اجیر کو اجازت دیدی کہ اس چھوری کو اپنے کام میں لاوے اور وہ اپنے کام میں
لایا تو جبتک اپنے کام میں لایا ہے اس زمانہ تک کا کرایہ کچھ واجب نہوگا یہ قنیہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے
سے پانچ سو دینار قرض لیے اور اسقدر کی دستاویز اقراری لکھدی اور قرض دینے والے کو موافق معہود کے
کسی قدر ماہواری پر اجیر مقرر کیا اور یہ سب کام مستقرض نے وصول کرنے سے پہلے کیے پھر مقرض نے اسکو فقط
ساڑھے چار سو دینار دیے اور اسپر کئی مہینے گذر گئے اور مقرض ان سب باتوں کا مقر ہے تو جو اجرت ٹھہری ہے
وہ پوری پوری واجب ہوگی انمیں سے بقدر حصہ پچاس دینار کے جو نہیں دیے ہیں کمی نہ کیجاویگی بخلاف
اسکے اگر قرض لینے والے نے کچھ مال قرض ادا کردیا اور اسکے بعد کچھ مدت گذر گئی تو پھر قرض دینے والے کو
اس مدت کی جو کچھ مال ادا کرنے کے بعد گذری ہے پورے کرایہ کے مطالبہ کا اختیار نہوگا۔ مستقرض و مقرض
دونوں نے دستاویز لکھنے والے کی دوکان پر بیٹھکر کسی مال عین کی حفاظت کے واسطے کسی قدر ماہواری پر اجارہ

مرسومہ قرار دیا اور مستقرض نے کاتب سے قرض کی دستاویز مع بدل اجارہ کے تحریر کرنے کو کہا اور مقرض نے وہ مال عین کاتب کے سامنے مستقرض سے اپنے قبضہ میں لینے کے بعد کاتب کی حفاظت میں اس غرض سے چھوڑ دیا کہ اُسکی ماہیت و وصف دستاویز میں اچھی طرح لکھدے اور اسپر چھ مہینے گذر گئے اور کاتب نے چند ماہ تک دستاویز نہ لکھی حالانکہ وہ مال عین اُسکے پاس رہا پس آیا اس مدت کی حفاظت کا کرایہ واجب ہوگا یا نہیں تو بعضے اماموں نے فرمایا کہ واجب ہوگا کیونکہ اجیر یعنے مقرض کے ذمہ مطلقاً حفاظت کی شرط تھی پس اُسکو اختیار ہے کہ جسپر اُسکو اعتماد ہو اُسکے ہاتھ میں حفاظت سے رکھے اور اس صورت میں اُسنے اس کاتب پر اعتماد کیا ہے کہ اُسکے پاس چھوڑ دی اور کیونکر ایسا نہوگا حالانکہ مستاجر کو خود معلوم ہے اور وہ راضی ہے مقرض نے مال عین جسکی حفاظت کے واسطے خود اجیر مقرر ہوا تھا ایسے شخص کو دیدیا جو اُسکے عیال میں نہیں ہے اور اسکو حفاظت کرنے کا حکم کیا اُسنے ایک زمانہ تک حفاظت کی تو مستقرض مستاجر پر اس مدت کی اجرت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے دو شخصوں نے ایک شخص سے قرض لیکر اسکو مال عین کی حفاظت کے واسطے اجیر مقرر کیا پھر دونوں مستاجروں میں سے ایک نے انتقال کیا تو اُسکے حصہ کا اجارہ باطل ہوا اور زندہ کے حصہ کا باقی رہا یہ وجیز کردری میں ہے اگر مستقرض نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ مقرض کو چھوری کی حفاظت کے واسطے ماہواری پر اجیر مقرر کرے اور یہ نہ کہا کہ اسقدر ماہواری پر اجیر کرے اُسنے ایک درم ماہواری پر مقرر کیا تو یہ عقد حق موکل میں نافذ ہوگا تاوقتیکہ اجرت معین نہ کرے یا تعمیم کے ساتھ حکم کرے کہ جس اجرت پر چاہے مقرر کردے - اور اگر اُسکو ایک سال تک اپنی چھوری کی حفاظت کے واسطے بیس دینار ماہواری پر مقرر کیا تو مدت گذرنے سے پہلے اسکو فسخ کا اختیار نہیں ہے اگرچہ اسکو ضرر لاحق ہوا مگر ایسا کہ اُسکے مقابلہ میں حفاظت کی منفعت موجود ہے جیسے درزی یا دھوبی یا پیسنے والے کا اجارہ پر مقرر کرنا بخلاف کاتب کے اجیر مقرر کرنے کے کہ درصورت اُس شخص کے حاضر ہوجانے کے جسکے پاس خط بھیجنا چاہتا تھا یعنے مکتوب الیہ کے حاضر ہوجانے کے فسخ کا اختیار ہے - اور اگر اسکو کچھ درم ماہواری پر چھوری کی حفاظت کے واسطے اجیر مقرر کیا تو جس روز چاند ہو اُس روز مقرض کے سامنے یعنے حضور میں فسخ کا اختیار ہے - اور اگر اُسنے دو یا تین شخصوں کو چھوری کی حفاظت کے واسطے اجیر مقرر کیا اور ایک شخص نے اُسکی حفاظت کی تو مستاجر پر پورا کرایہ واجب ہوگا بشرطیکہ اس کام کے قبول کرنے میں یہ لوگ باہم شریک ہوں ورنہ فقط اُس شخص کے حصہ کی مزدوری واجب ہوگی جیسا کہ اس دوسرے مسئلہ میں حکم ہے کہ اگر دو شخصوں کو اپنے گھر ایک لکڑی اُٹھا لیجانے کے واسطے ایک درم پر مزدور مقرر کیا پھر ایک شخص اُٹھا کر لایا تو اسمیں بھی اسی تفصیل سے حکم ہے یہ قنیہ میں ہے - قال رضی اللہ عنہ اجارہ میں غبن فاحش دہ یازدہ کا ہوتا ہے یہ جواہر الفتاوی میں ہے - اگر وصی یا متولی نے صغیر یا وقف کے لیے قرض لیا اور اجارہ مرسومہ کا عقد ٹھہرایا پس آیا اُسکا التزام مال وقف یا مال صغیر کی جانب متعدی ہوگا تو بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اگر قرض لینے کی ضرورت ہووے تو متعدی ہوگا چنانچہ اگر کچھ مال کسی ظالم کو مال وقف یا مال صغیر میں سے اس غرض سے دیا کہ تمام مال وقف یا مال صغیر اس ظالم کے پنجہ سے چھوٹ رہے تو اس صورت میں بسبب ضرورت کے یہ مال جو دیا ہے مال وقف یا مال صغیر میں محسوب ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے - زید نے عمرو کو کچھ مال دیا اور حکم کیا کہ یہ مال خالد کو بطور قرض دیدے اور اجارہ مرسومہ

[illegible]

کا عقد ٹھہراوے پس وکیل یعنے عمرو نے وہ مال خالد کو دیا اُسنے عمرو کو کسی مال عین کی حفاظت کے واسطے جو دیا
ہی کچھ درم ماہواری پر اجیر مقرر کیا پھر عمرو نے انتقال کیا تو اجارہ فسخ نہ ہوگا کیونکہ جسکے واسطے عقد اجارہ تھا
یعنے زید موکل وہ باقی ہی اور یہ اسواسطے کہ درحقیقت زید نے عقد اجارہ کے واسطے عمرو کو وکیل کیا اور اجارہ
کی توکیل یہان قبول عمل کی توکیل ہی یعنے حفاظت قبول کرنے کی اور قبول اعمال کے واسطے وکیل مقرر کرنا
صحیح ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اگر زید نے عمرو کو وکیل کیا کہ خالد سے قرض لے اور اجارہ مرسومہ کا عقد
ٹھہرا لے بشرطیکہ موکل ہر عہدہ سے جو لازم آوے خارج ہی اُسنے ایسا ہی کیا تو اجرت اور استقراض وکیل
کے ذمہ قرار دیا جائیگا یہ وجیز کردری مین ہی۔ زید نے عمرو سے ایک مکان سو دینار پر کرایہ لیا اور ہنوز اُسمین
سکونت اختیار نہین کی تھی کہ مالک مکان نے اسکو حکم کیا کہ دس درم خالد کو کرایہ مین سے اس شرط سے دیدے
کہ عمرو کا خالد پر قرضہ ہی پھر دونون مین اجارہ ٹوٹ گیا مثلاً ایک مرگیا تو مستاجر کو مستقرض سے لینے کی کوئی
راہ نہین ہی۔ پھر اگر زید نے خالد کو جیسا کرایہ واجب تھا اُس سے کھوٹے درم دیے ہون تو عمرو سے ویسے
ہی درم لے سکتا ہی جیسے اُسکو دیے ہین۔ اور اگر اُسنے کرایہ مکان سے کھرے درم دیے ہون تو عمرو سے
فقط اس قسم کے درم واپس لے سکتا ہی جیسے درم دینے کا اُسنے حکم کیا ہی مگر عمرو کو خالد سے اُن درمون کے
لینے کا اختیار ہی جیسے اُسنے مستاجر سے وصول کیے ہین یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر موجر کا مستاجر پر کچھ مال قرض
یا اُسکے مثل کسی وجہ سے واجب ہوا اور مستاجر نے موجر سے کہا کہ جو مین نے کرایہ دیا ہی اسمین سے
یہ مال محسوب کرلے یا فارسی مین کہا کہ (فرو دار از مال اجارہ) اُسنے کہا کہ (فرو رفتم) یعنے مین نے
محسوب کیا تو بقدر اس مال کے اجارہ فسخ ہوجائیگا یہ محیط مین ہی۔ اگر موجر کے مستاجر پر دینار قرض ہون
اور کرایہ مین درم دیے ہون اور دونون نے اسطور سے تقاص کرلیا یعنے بدلا کردیا تو اگرچہ جنس
مختلف ہی مگر بسبب باہمی رضامندی کے جائز ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ ایک شخص نے ایسی زمین جو کسی مسجد
کے واسطے وقف ہی اجارہ پر لی اور اسکو آباد کیا اور اسمین زراعت کی اور اسکو مال اجارہ سے زیادہ
مال حاصل ہوا پس اگر اجارہ کا مال مقررہ وقت عقد کے اُس زمین کے اجر المثل کے برابر ہو تو اس شخص کو زیادتی
حلال ہی یہ جواہر الفتاوے مین ہی۔ ایک قرضدار اپنے قرض خواہ کے پاس مال لایا تاکہ اجارہ معہودہ فسخ کرے
اور مقرض نے روپوشی اختیار کی یا کفالت بالنفس اس شرط سے کی کہ اگر کل کے روز اسکو تجھ سے نہ ملادے تو تجھ ہزار درم
واجب ہونگے پس اسکو لایا اور مکفول لہ روپوش ہوگیا یا یون قسم کھائی کہ اگر آج ہزار درم نہ ادا کیے تو اُسکی عورت
کو طلاق ہی پس لایا اور قرضخواہ روپوش ہوگیا تو اگر قاضی کو اُسکی سرکشی وضرر رسانی کا قصد معلوم ہوا تو اُسکی طرف سے
ایک وکیل مقرر کرکے مال اُسکے سپرد کرادے اور اجارہ فسخ ہوجائیگا اور کفیل بالمال نہ رہیگا اور نہ اُسکی عورت کو طلاق ہوگی
اور اگر اُسکا یہ قصد معلوم نہو تو وکیل مقرر نہ کریگا اور اگر باوجود اسکے قاضی نے غائب کی طرف سے وکیل مقرر کرکے اُسکو
مال دلوا دیا تو احکام مذکورہ ثابت ہوجاوینگے اور حکم قضا نافذ ہوجائیگا کیونکہ یہ صورت مجتہد فیہ ہی یہ وجیز کردری مین ہی
ایک شخص کی دوکان کے سامنے شارع عام مین کچھ میدان ہی اُسنے ایک درم ماہواری پر ایک میوہ فروش کو
اجارہ دیدیا تو جو کچھ اجرت وصول کریگا وہ اُسی شخص کو ملیگی کیونکہ وہ شخص غاصب ہی اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ ۵۱

یہ حکم اسوقت ہی کہ وہان کوئی عمارت یا دوکان ہو کیونکہ اس سے غاصب قرار پائیگا اور بدون اسکے غاصب نہوگا اور میرے نزدیک پہلا ہی حکم صحیح ہی یہ محیط مین ہی - شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مستاجر نے زمین اجارہ مین کوئی عمارت بنائی یا درخت لگائے پھر مدت اجارہ منقضی ہوگئی پس آیا ان چیزون کے دور کردینے کے واسطے مستاجر کو حکم کیا جائیگا فرمایا کہ اسکے دور کرنے کے واسطے اسکو حکم دیا جائیگا خواہ انکی قیمت قلیل ہو یا کثیر ہو بشرطیکہ مالک زمین ان چیزون کو بقیمت نہ لیوے پھر دریافت کیا گیا کہ اگر اسنے باجازت مالک ایسا فعل کیا ہو فرمایا کہ اگرچہ اسنے اجازت دیدی ہو - اور کتاب الشرب مین ذکر فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنی زمین مین کسی شخص کی آمد و رفت پر راضی ہو یا اسکا پانی اپنی زمین مین ہوکر بہنے کی اجازت دیدی اور مطلقاً یہ اجازت دیدی پھر اسکی راے مین آیا کہ اس سے ممانعت کردے تو ممانعت کر سکتا ہی کیونکہ یہ اجازت کوئی امر لازمی نہین ہی یہ فتاوی نسفی مین ہی - نوادر ابن سماعہ مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے دوسرے سے دس درم کرایہ مین ایک زمین اس شرط سے لی کہ دس جریب ہی پھر زمین کھیتی بوئی پھر اسکو پندرہ جریب پایا یا ساتھ ہی جریب پایا تو فرمایا کہ اسکو وہی کرایہ ملیگا جو قرار پایا ہی اور اگر وقت عقد کے یہ کہا ہو کہ دس جریب فی جریب ایک درم کرایہ مین تو اس صورت مین ہر جریب حساب ایک درم کے محسوب کیا جائیگی یہ محیط مین ہی - زید نے کچھ زمین ایک بڑے گاؤن مین سے جسکے حصے متفرق ہین عمرو کو کرایہ پر دی اور اسکی کاریز کا پانی کم ہوگیا اور زمین ایک زائد خرچ کی ضرورت ہوئی اور ارباب کاریز سے نفقہ طلب کیا پس اس کرایہ والی زمین کا خرچ مستاجر پر ہوگا یا موجر پر تو فرمایا کہ موجر پر اپنی ملک و زمین مین خرچ واجب نہوگا اور مستاجر پر بھی اسکی غیر ملک و موجر کی زمین کے واسطے خرچ لازم نہ ہوگا - اور اگر وہ گاؤن تنہا منفرد ہوا اور زید نے عمرو کو کرایہ پر دیدیا اور اسکی کاریز کا پانی کم ہوگیا اور عمرو نے زید سے کاریز کا خرچ طلب کیا کہ اسکو صاف و درست کرکے پانی کی آمد بڑھادے تو زید پر خواہ مخواہ خرچ دینا لازم نہین ہی مگر ہان نقصان پر لحاظ کیا جائیگا پس اگر نقصان کثیر ہو کہ کسی قدر زمین سے جسپر اجارہ واقع ہوچکا ہی بالکل پانی منقطع ہوگیا تو جسقدر زمین سے پانی منقطع ہوا ہی اسکا اجارہ موافق اس روایت کے جسپر امام قدوری نے اعتماد کیا ہی فسخ ہوجاویگا اور اس روایت مین یہ مذکور ہی کہ جس زمین سے پانی منقطع ہوا اسکا اجارہ فسخ ہوجاتا ہی اور باقی زمین مین مستاجر کو خیار حاصل ہوگا چاہے بعوض اسکے حصہ اجرت کے اجارہ پر رہنے دے یا فسخ کردے - اور اگر نقصان قلیل ہو کہ پانی سب زمین مین پہونچتا ہو مگر سیراب نہ کرتا ہو اور کافی نہو اور اس سے ضرر فاحش لاحق ہوا تو مستاجر کو خیار ہوگا کہ چاہے اجارہ فسخ کرکے زمین واپس کردے یا اجارہ سابقہ کو بعوض اجرت مسمی کے تمام کرے - اور یہ جواب اس مسئلہ مین وہ ہی کہ ہمارے پیشوا استاد شیخ الاسلام قاضی ابو المعالی نور اللہ ضریحہ نے ارشاد فرمایا ہی اور اسکو انکی تصنیف کردی ہی اور کتاب مین ذکر نہین کیا - اور اگر گاؤن اجارہ دیا اور اسکی کاریز کا پانی شبانہ روز مین بیس جریب کو سیراب کرتا ہی پھر کم ہوکر بیس سے دس ہوگیا تو دس جریب کا اجارہ فسخ ہوجائیگا یعنی نصف کا اور صاحبین کے قول کے موافق باقی مین اسکو خیار حاصل ہوگا ایسا ہی مذکور ہی اور یہی صحیح ہی - ایک شخص زید نے ایک زمین جو کسی مسجد کی ضرورت کے واسطے وقف تھی اسکے متولی سے کچھ دنون معلوم یا ایک سال کے واسطے اجارہ لی پھر زید نے وہ زمین عمرو کو مزارعت بالمناصفہ یعنی آدھے کی بٹائی پر اس شرط سے دیدی کہ بیج زید کی طرف سے ہین

پھر جب کھیتی کاٹی تو اہل مسجد نے کہا کہ جس شخص نے تجھے زمین اجارہ دی تھی وہ متولی نہ تھا اور اجارہ صحیح نہیں ہوا اور گانون کے رواج کے موافق تہائی غلہ مسجد کے واسطے ہم لینگے اور جبرًا اُس سے لے لیا پھر اگر مستاجر نے موجر کے متولی ہونے کے گواہ قایم کیے تو جو کچھ اہل مسجد نے وصول کر لیا ہے وہ واپس لیکر باقی غلہ کے ساتھ اپنے اور کاشتکار کے درمیان موافق شرط کے تقسیم کریگا اور اسپر اجرت مسمی واجب ہوگی اور اگر اُس سے اس قسم کے گواہ قایم نہو سکے کہ موجر متولی تھا تو اسپر اجر المثل واجب ہوگا اور جو اہل مسجد نے وصول کر لیا ہے اُسکو واپس لیگا اور کاشتکار کے ساتھ شرط کے موافق باہم تقسیم کر لیگا یہ جواہر الفتاوی میں ہے شرف الائمہ مکی اور قاضی عبد الجبار نے فرمایا کہ ایک شخص نے زمین وقف اجارہ لی اور اُسمین عمارت بنائی اور درخت لگائے پھر اجارہ کی مدت گذر گئی تو مستاجر کو اختیار ہے کہ اسکو اجر المثل پر تھامے رہے بشرطیکہ اسمین کچھ ضرر نہو پھر دونوں سے دریافت کیا گیا کہ اگر موقوف علیہ سواے [illegible] کے اکھاڑ ڈالنے کے کسی بات پر راضی نہوا آیا یہ اختیار ہے تو دونوں نے فرمایا کہ نہیں یہ قنیہ میں ہے۔ ایک گانون میں کچھ زمین فی سبیل اللہ ہے کہ اُسکو گانون والوں نے چند سال معلومہ کے واسطے اجارہ لیا پس اگر اُنھیں گانون کے حق میں کوئی مصلحت ہو تو اس زمین میں اُنکا تصرف جائز ہے یہ جواہر الفتاوی میں ہے۔ اور مکہ معظمہ کی زمین کا اجارہ لینا مکروہ ہے کیونکہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے زمین مکہ کا کرایہ کھایا اُسنے گویا سود کھایا یہ کافی کی کتاب الکراہیۃ والاستحسان میں ہے۔ زید نے عمرو سے جو زمین اجارہ لی وہ اسکی ملک سے زائد تھی حالانکہ صرف عمرو کی ملک کی زمین غیر مشترک اجارہ لی تھی پس اگر زائد زمین کا مالک راضی نہوا اور اُسنے عقد فسخ کیا تو اُسکے حق کا اجارہ فسخ ہو جائیگا۔ اور اگر مالک نے کچھ تعرض نہ کیا اگر موجر یعنے عمرو نے حاکم کے پاس اس امر کا اقرار کر دیا تو مستاجر کو بقدر زیادت کے عقد فسخ کرنے کا اختیار ہے۔ اور اگر موجر نے یہ اقرار نہ کیا اور نہ مالک نے کچھ دعوی کیا اور نہ مستاجر سے انتفاع حاصل کرنے میں کچھ تعرض ومزاحمت کی تو مستاجر کو بمقدار زائد کے اجارہ فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے اگرچہ اُسکو معلوم ہو کہ یہ زمین دوسرے کی ملک ہے سلطانی وکیل نے اگر کوئی گانون کسی شخص کو شرعی اجارہ پر اجارہ دیا اور مستاجر نے اسمین کھیتی بوئی پھر کسی شخص نے اجارہ میں بڑھا دیا اور وکیل نے دوسرے کو اجارہ دیدیا تو اس گانون کا غلہ واناج وغیرہ خریدنا جائز نہیں ہے اسلیے کہ یہ سب پہلے مستاجر کی ملک ہے یہ جواہر الفتاوے میں ہے۔ تہائی بٹائی کے کاشتکار نے کئی مرتبہ زمین گوڑی پھر فالیز لگانے کیواسطے مالک زمین کو اجارہ پر دیدی تو عقد سابقہ کی وجہ سے اسکو تہائی اجرت ملیگی اگرچہ فقط گوڑنے سے کسی چیز کا مستحق نہ تھا یہ قنیہ میں ہے۔ امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ ایک شخص زید نے عمرو کو اپنا غلام اجارہ دیکر سپرد کر دیا پھر بلا عذر اُسکو فروخت کر کے مشتری کے سپرد کر دیا اور وہ مشتری کے پاس مر گیا تو مستاجر کو مشتری سے اُسکی قیمت کی ضمان لینے کا اختیار نہیں ہے پس مستاجر اس حکم میں راہن کے مثل نہیں ہے اُسکے برخلاف ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ زید نے عمرو سے ایک مکان بعوض اپنے غلام کے ایکسال کے واسطے اجارہ لیا اور اسمین سکونت اختیار کی پھر اُس سے غلام کا اجارہ توڑ لیا تو غلام واپس لے اور اس مکان کا اجر المثل عمرو کو دیدے۔ اگر کرایہ کا مکان زید نے کرایہ دار سے غصب کر لیا پھر چھوڑ دیا پھر مستاجر نے چاہا کہ باقی مدت کے واسطے اُسپر قبضہ نہ کرے یا موجر نے چاہا کہ قبضہ نہ دیوے تو مستاجر ایسا انکار نہیں کر سکتا ہے اور نہ موجر کو

ایسا اختیار ہے۔ اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب سال کے اندر اجارہ لینے کے واسطے کوئی وقت مرغوب نہو کہ اسوقت مین اُس مکان کے اجارہ لینے کی کسی وجہ سے خواہش ہوتا کہ جو وقت خواہش کا تھا وہ نکلگیا اور اسوقت مستاجر کو وہ مکان نہ ملا تو ایسی صورت مین باقی سال کے واسطے مستاجر کو خیار دیا جائیگا کہ چاہے قبول کرے یا نہ کرے۔ اصل مین لکھا ہے کہ اگر دو اونٹ کسی غلام معین یا غیر معین کے عوض مکہ تک کرایہ لیے پس اگر غلام معین ہو تو اجارہ جائز ہے اور اگر غیر معین ہے تو فاسد ہے پھر اگر غلام معین ہوا اور اجارہ جائز ٹھہرا اور مستاجر نے اونٹون سے اپنا نفع حاصل کر لیا پھر موجر کو غلام سپرد کرنے سے پہلے وہ غلام مستاجر کے پاس مرگیا تو مستاجر پر اجر المثل واجب ہوگا۔ اور اگر غلام غیر معین ہوا اور اجارہ فاسد ہو تو دو صورت انتفاع حاصل کر لینے کے مستاجر پر اجر المثل واجب ہوگا خواہ غلام مرجاوے یا نہ مرجاوے یہ محیط مین ہے۔ اگر غلام کے مشتری نے قبضہ کرنے سے پہلے بائع کو اسواسطے اجارہ لیا کہ غلام کو روٹی پکانا یا سینا سکھلا دے اور ایک درم ایک مہینہ کی اجرت ٹھہرائی تو یہ اجارہ جائز ہے اور اگر اُسنے کام سکھلا دیا تو اسکو اجرت ملیگی اور اگر مہینہ کے اندر یا اسکے بعد بائع کے پاس وہ غلام مرگیا تو بائع کا مال گیا اور اسطور پر اجارہ کرنے سے مشتری کا قبضہ ثابت نہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی کپڑا خریدا اور اُسکے دھونے یا سینے کے واسطے بائع کو اجارہ پر مقرر کیا تو جائز ہے اور اگر کپڑا تلف ہوا پس اگر قطع کرنے یا دھونے مین برباد ہوا تو مشتری قابض ہوگیا اور مشتری کا مال تلف ہوا ورنہ بائع کا مال گیا۔ اور اگر مشتری نے بائع کو بیع کی حفاظت کے واسطے کسی قدر اجرت پر مقرر کیا تو اجارہ باطل ہے کیونکہ جب تک مشتری کے سپرد کرے تب تک اُسکی حفاظت بائع کے ذمہ خود لازم ہے یہ قنیہ مین ہے۔ زید نے عمرو کا گھر جو کرایہ پر چلانے کے واسطے تھا خالد کے پاس رہن کیا اور مرتہن نے اسمین سکونت اختیار کی تو اسپر کچھ واجب نہوگا کیونکہ خالد کرایہ کا التزام کرکے اسمین نہین رہا ہے چنانچہ اگر خود مالک نے رہن کیا اور مرتہن نے اسمین سکونت اختیار کی تو بھی کرایہ واجب نہین ہوتا ہے یہ قنیہ مین ہے۔ راہن نے مرتہن کو حفاظت رہن کے واسطے اجارہ لیا تو نہین جائز ہے اور اگر مستودع[1] کو حفظ ودیعت کے واسطے اجارہ لیا تو جائز ہے یہ سراجیہ مین ہے۔ شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ زید نے ایک مکان ماہواری پر کرایہ لیا اور خود باہر چلا گیا مگر اپنی جورو و اسباب اسمین چھوڑ گیا پھر موجر نے چاہا کہ اس عورت کو نکال دے اور اجارہ فسخ کردے تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ موجر ایسا نہین کرسکتا ہے تا وقتیکہ مستاجر نہو اور صورت فسخ کی یہ ہے کہ درمیان مہینہ مین کسی دوسرے کو اجارہ دیدے پھر جب یہ مہینہ پورا ہو جائیگا تو پہلے کا اجارہ ٹوٹ جائیگا اور مکان دوسرے شخص کے اجارہ مین آجاویگا پھر اُس عورت کو نکال دے اور اُس سے کہے کہ یہ مکان خالی کرکے دوسرے کرایہ دار کے سپرد کرے یہ حاوی مین ہے۔ ایک شخص نے ایک وارثین سے کوئی حویلی کسی قدر دراہم معلومہ پر کرایہ لی پھر مستاجر نے اپنی عورت کو طلاق دیدی اور خود شہر سے چلا گیا پس آیا مالک کو عورت کے نکال دینے کی کوئی راہ ہے فرمایا کہ نہین اور جبتک چاند نہ آوے عورت کو حویلی مین سے نہین نکال سکتا ہے پھر جب چاند نکلا حالانکہ اُسکا شوہر اُسوقت تک غائب ہے پس آیا مالک مکان کو اختیار ہے کہ عورت کو نکال دے اور اجارہ فسخ کردے تو واجب ہے کہ اس مسئلہ مین اختلاف ہوئے امام اعظم و امام محمد رح کے قول پر نہین اختیار ہے اور امام ابو یوسف کے قول پر

[1] مستودع جسکے پاس ودیعت رکھی ہے ۱۲

اختیار ہو یہ محیط مین ہو- اگر کوئی حویلی ایک درم ماہواری پر اس شرط سے کرایہ لی کہ خود اُسمین رہیگا دوسرے کو نہ بساویگا پھر اُسنے ایک یا دو عورت سے نکاح کیا تو اُسکو اختیار ہو کہ اُن دونون کو اُسمین بساوے اور مالک مکان انکار نہین کرسکتا ہو اور یہ مسئلہ ماقل ہو تاویل یہ ہو اس حویلی مین چہ بچہ یا وضو[له] کا کنوان نہ ہووے یہ ذخیرہ مین ہو زید نے ایک عورت سے جو کرایہ کے مکان مین رہتی ہو نکاح کیا اور سال بھر اُسکے ساتھ اُس مکان مین رہا اور عورت نے زید کو خبر دی تھی کہ میرے پاس یہ مکان کرایہ پر ہو یا نہین خبر کی تھی پھر مکان والے نے کرایہ طلب کیا تو یہ کرایہ عورت پر واجب ہوگا مرد پر واجب نہ ہوگا- اور اگر زید نے اُس عورت سے کہدیا ہو کہ مجھپر تیرے نفقہ کے ساتھ مکان کا اسقدر کرایہ بھی ہو اور مالک مکان کو اُسکی ضمان دیدی تو یہ کرایہ مرد ہی پر رہا- اور اگر عورت کے ساتھ فقط اس کرایہ دینے کے گواہ کرویے مگر مالک مکان کو ضمان نہ دی پھر اُس عورت کو کرایہ نہ دیا تو اُسکو اختیار ہو یہ مبسوط مین ہو- ایک عورت اپنی بہن کے گھر مین بغیر اُسکی رضامندی کے دو برس تک رہی اور اُسکی بہن اُس سے کرایہ مکان کا تقاضا کیا کرتی تھی تو عورت پر اجر المثل واجب ہوگا یہ قنیہ مین ہو- کتاب الاصل مین فرمایا کہ دو شخصون نے ایک شخص کی دوکان کرایہ لی اور ایک درم ماہواری کرایہ ٹھہرایا اور دونون نے باہم یہ شرط قرار دی کہ ہم مین سے ایک شخص اُس سرے پر رہے اور ایک شخص اگلی طرف رہے اور یہ شرط اصل اجارہ مین نہین ٹھہرائی فرمایا کہ اجارہ جائز ہو اور دونون مین سے ہر ایک کو اختیار ہو کہ اس شرط سے پھر جاوے- پھر کتاب مین مذکور ہو کہ اگر دونون نے عقد اجارہ مین ایسی شرط نہین لگائی تو اجارہ فاسد نہوگا اور یہ مذکور نہین ہو کہ اگر اصل اجارہ مین یہ شرط لگائی تو آیا اجارہ فاسد ہوگا یا نہین اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ کہنے والا یہ کہسکتا ہو کہ اجارہ فاسد ہو جائیگا اور کہنے والا یہ بھی کہسکتا ہو کہ اجارہ فاسد نہوگا یہ ذخیرہ مین ہو- ایک حویلی دو شخصون مین جنمین سے ایک حاضر دوسرا غائب ہو پہلے مشترک تھی پھر تقسیم ہوگئی تو جو شخص حاضر ہو اُسکو فقط اپنے حصہ مین سکونت کا اختیار ہو سب حویلی مین نہین رہسکتا ہو اور قاضی کو اختیار ہو کہ اگر اُسکے خراب ہو جانے اور گر جانے کا خوف ہو تو سب کو کرایہ پر دیدے اور اسکی اجرت اپنے پاس امانت رکھے- اور اگر تقسیم نہ ہوئی ہو تو شریک حاضر بقدر اپنے حصہ کے مسکن بناسکتا ہو اور امام محمد رح سے روایت ہو کہ اگر گر جانے و خراب ہو جانے کا خوف ہو تو سب مین سکونت اختیار کرسکتا ہو یہ وجیز کردری مین ہو- ایک مکان جو کرایہ پر چلانے کے واسطے رکھا گیا ہو وہ تین شخصون کو میراث مین پہونچا انمین سے ایک بدون باقی دونون کی اجازت کے اُسمین رہا تو اُسپر کچھ کرایہ واجب نہ ہوگا یہ قنیہ مین ہو- ایک شخص نے کاروان سرائے کا ایک حجرہ کچھ مدت معلومہ کے واسطے کرایہ لیکر اُسمین اپنا اسباب رکھکر مقفل کردیا اور خود کہین چلا گیا پھر کاروان سرائے کا متولی آیا اور اُسنے بلا کنجی وہ قفل کھول کر اُسمین سے اسباب نکال کر دس روز تک کسی دوسری جگہ رکھا پھر اُٹھا کر اُسی حجرہ مین رکھکر قفل دیدیا اور اسی طور سے مدت گذر گئی تو جسوقت سے اسباب باہر نکالا اسوقت سے کچھ کرایہ واجب نہ ہوگا یہ خلاصہ مین ہو- یتیمہ مین لکھا ہو کہ شیخ ابوذر سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک مکان کرایہ لیا اُسمین سے مدت تک ایک غاصب جسکا نکال دینا ممکن نتھا رہا کیا تو فرمایا کہ جتنی مدت تک غصب رہا ہو اُسکا کرایہ واجب نہوگا اور مین نے شیخ ابوالفضل کرمانی سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے پیتل غصب کرکے ایک قمقمہ بنانے والے کو کچھ اجرت پر قمقمہ بنانے کے لیے دیا اور وہ شخص کاریگر یہ جانتا ہو کہ یہ شخص غاصب ہو پس آیا اسکی اجرت اس شخص پر

[له] یعنی جسمین وضو کا پانی جمع ہوکر باہر جاسکے جیسے نشیب و حوض وغیرہ ۱۲

واجب ہوگی فرمایا کہ ہاں پھر مین نے دریافت کیا کہ ایک شخص نے پیتل غصب کرکے اسکا قمقمہ بنوایا پھر مالک آیا تو اس قمقمہ کو لے سکتا ہی فرمایا کہ نہین لے سکتا ہی پھر مین نے کہا کہ اگر چاندی کا پتھر جو کان سے نکلا ہی کسی نے غصب کرکے اسکے کنگن بنوائے اور مالک آیا تو فرمایا کہ امام اعظم رح کے نزدیک مفت لے سکتا ہی- اور شیخ علی بن احمد رح سے دریافت کیا گیا کہ زید کی دوکان ہی اور وہ دوکان عمرو کے قبضہ مین ہی پھر چند لوگون نے زید سے کہا کہ یہ دوکان ہمکو کرایہ پر دیدے اُسنے کہا کہ مین تمکو کرایہ پر نہین دے سکتا ہون کہ آج اسمین میرا حق نہین ہی کیونکہ مین نے اس قابض کو کرایہ پر دیدی ہی اور اجارہ کی مدت مین کچھ روز باقی رہگئے ہین پھر اُن لوگون نے بہت خوشامد کی اور کہا کہ ہمکو کرایہ پر دیدے ہم قابض کو اسمین سے نکال دینگے اُسنے اُن لوگون کو کرایہ پر دیدی پس آیا اُسکا یہ اقرار کہ مدت مین سے کچھ روز رہے ہین صحیح ہی اور بعد اس اقرار کے اُن لوگون کو اجارہ دینا صحیح ہی تو شیخ نے فرمایا کہ جتنے دن پہلے اجارہ مین سے باقی رہے ہین اُتنے دنون تک نہین صحیح ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی- غاصب نے مکان غصب ایک شخص کو کرایہ دیکر اُسکا کرایہ مالک کو دیدیا تو اُسکو لینا حلال ہی کیونکہ اجرت لے لینا اجارہ پر دیدینا ہی قال الشیخ رضی اللہ عنہ پس اجرت کا لے لینا بلا تفصیل اجارہ قرار دیا اور امام قدوری نے فرمایا کہ اگر منفعت حاصل کرنے سے پہلے مالک نے اجازت دیدی ہو تو اجرت مالک کی ہوگی اور اگر بعد کو اجازت دی تو عاقد کی ہوگی یہ قنیہ مین ہی- ایک شخص مکان وقف مین خود مع اپنے اہل و اولاد و خدام کے رہا تو اُسپر اجر المثل واجب ہوگا- اور اگر ایسا مکان جو کرایہ پر چلنے کے واسطے یتیم کا ہی یا کسی یتیم کے واسطے وقف ہی غصب کیا اور کچھ مدت معلومہ کے واسطے کسی قدر اجرت مقررہ پر اجارہ دیدیا اور مستاجر امین رہا تو اجر مسمی اسپر واجب ہوگا اجر المثل واجب نہوگا پھر دریافت کیا گیا کہ آیا مالک کو غاصب پر کچھ دینا لازم آتا ہی تو شیخ نے لکھ بھیجا کہ نہین ولیکن جو کچھ اُسنے وصول کیا ہی وہ سب مالک کو واپس کردے کہ یہ اولی ہی پھر دریافت کیا گیا کہ جو اجرت مقرر ہوئی ہی وہ مالک کی ہی یا عاقد کی فرمایا کہ عاقد کی ہی مگر اُسکے حق مین حلال نہین ہی بلکہ مالک کو دیدے کہ یہ اولی ہی اور امام ابو یوسف سے مروی ہی کہ اسکو صدقہ کردے یہ قنیہ مین ہی- ایک مشاطہ کو عروس کی آراستگی و تزئین کے واسطے مقرر کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اسکو اجرت حلال نہین ہی ولیکن اگر بطور ہدیہ کے بلا شرط و تقاضا دیدیوے تو لے سکتا ہی اور بعض نے فرمایا کہ اجارہ جائز ہونا چاہیے بشرطیکہ موقت ہو یعنے وقت مقرر ہو یا کام معلوم ہو اور اُسنے مورتین و تماثیل عروس کے چہرہ پر نہ بنائی ہون تو اجرت اسکو حلال ہوگی اسواسطے کہ عروس کا آراستہ کرنا مباح ہی یہ ظہیریہ مین ہی- کبریٰ مین لکھا ہی کہ ایک شہر کے لوگون کو عمال کا خرچہ دینا بہت گران معلوم ہوا انھون نے ایک شخص کو کچھ اجرت معلومہ پر اجیر مقرر کیا کہ سلطان کے شہر مین جاکر سلطان کے روبرو اس امر کی فریاد کرے تاکہ سلطان اس ظلم مین تخفیف کردے کہ ہر غنی و فقیر سے اجرت لیجاتی ہی تو اس مقام پر مذکور ہی کہ اگر ایسی حالت ظاہر ہو کہ یہ شخص سلطان کے شہر مین جاکر ایک یا دو روز مین اصلاح کام سے فارغ ہوجائیگا تو اجارہ جائز ہی اور اگر حالت سے یہ معلوم ہو کہ اس کام کی اصلاح مین کچھ مدت گذریگی تو بدون وقت مقرر کرنے کے اجارہ جائز نہوگا پس اگر کوئی وقت مقرر کیا تو اجارہ جائز ہوا اور کل اجرت اسکو ملیگی اور اگر وقت مقرر نہ کیا یونہی بھیجدیا تو اسکو اجر المثل ملیگا اور یہ اجرت اُن سب لوگون پر بقدر ہر ایک کے کام و نفع کے تقسیم ہوگی یعنے اُسکے جانے سے جسکا جسقدر نفع ہوا اُسی قدر اجرت دیوے اور قاضی فخر الدین نے فرمایا کہ یہ حکم ایک طرح کی توسیع و استحسان ہی ورنہ حکم کتاب کے موافق یہ اجارہ بدون میعاد

مقرر کرنے کے جائز نہین ہی اور اسی پر فتوی دیا جاوے ایسا ہی امام سرخسی نے ادب القاضی کے باب الرشوۃ مین ذکر کیا ہی کہ وقت مقرر کرنا ضرور ہی اگرچہ صلاح کار کی مدت ایک یا دو روز ہون یہ مضمرات مین ہی۔ ایک پانی کا چشمہ ایک گانون والون کا ہی انہین سے بعضے گانون والون نے ایک شخص کو اسواسطے مزدور کیا کہ پہاڑ کو کاٹ کے پتھرون کو توڑ کے چشمہ صاف کردے تاکہ پانی بڑھجاوے تو یہ زیادتی سب گانون والون کا حق ہوگا اسی طرح اگر اس چشمہ کے حریم مین کوئی دوسرا چشمہ کھودا یا اسی چشمہ کو چوڑا کردیا یا اُسکا نچاؤ زیادہ کرادیا کہ جس سے پانی زیادہ آنے لگا تو سب گانون والون کا استحقاق ہی فقط مستاجر ہی کا نہین ہی اور اگر بعض گانون والون نے اس چشمہ کے حریم کو چھوڑکر دوسری جگہ کوئی چشمہ کھودنکالا تو اُسکا پانی فقط مستاجر کا ہوگا کذا فی الصغری اور اجرت فقط مستاجر پر واجب ہوگی یہ حاوی مین ہی۔ اور اسکو یہ اختیار نہین ہی کہ یہ زیادتی گانون والون کی نہر مین جاری کرے ولیکن انکی سب کی رضامندی سے جاری کرسکتا ہی اور اگر راضی نہ ہون تو جو زمین مردہ پڑی ہی یا اپنی ذاتی زمین مین دوسری نہر کھودیگا یہ صغری مین ہی۔ زید نے عمرو سے ایک بیلچہ دس روز کے واسطے کسی قدر روزانہ اجرت پر کرایہ لیا پھر زید نے وہ بیلچہ ان دنون مین سے پانچ روز تک عمرو کے پاس ودیعت رکھا تو زید پر پورے دس روز کا کرایہ واجب ہوگا کیونکہ مستودع کا قبضہ بعینہ مودع کا قبضہ شمار ہوتا ہی اور اگر یہ بات ودیعت کے مالک کو عاریۃ دیا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو مدت عاریت کے کرایہ واجب ہونے مین دو روایتین ہین یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص نے معمار کو ایک دیوار بنانے کے لیے جسکا مقام دکھلادیا اور اُسکا طول و عرض واونچائی سب بیان کردی مزدور مقرر کیا اور یہ شرط قرار دی کہ ہر ہزار اینٹ بعوض ہسقدر اجرت کے اور اسقدر بہ گچ بعوض اُس اجرت کے تیار کرے پھر مزدور نے نیو وغیرہ بنائی تھی کہ اتنے مین مرگیا اور ہزار اینٹین مع گچ کے جسقدر قرار پایا تھا داخل کرچکا تھا تو جو اجرت ٹھہری تھی وہ بٹے ہوے حصہ دیوار اور بنے حصہ پر تقسیم ہو کر جو تیار ہوئی ہی اُسکے پرتے مین جو اجرت آئی ہو اُسقدر دیدیجاویگی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے ایک مکان کرایہ لیا اور اُسمین ایک دیوار ایسی مٹی سے بنوائی جو اُس مکان مین پڑی ہوئی تھی مگر بلا اجازت مالک یہ کام کیا پھر جب اس مکان کو چھوڑا تو دیوار توڑنے کا قصد کیا پس اگر اُسنے مکان کی مٹی سے کچی اینٹین بنواکر دیوار بنوائی ہو تو اُسکو اختیار ہی کہ توڑدے اور اُسپر واجب ہوگا کہ مالک مکان کو مٹی کی قیمت دیدے اور اگر اُسنے مٹی مین پانی دیکر بنوائی ہی تو نہین توڑسکتا ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ محیط مین شمس الائمہ اوزجندی سے منقول ہی کہ ایک شخص نے مزدور سے کہا کہ یہ کھنڈل میرا درست کردے تجھے دس درم دونگا اُسنے بنانا شروع کیا اس حالت مین کھنڈل مین سے کچھ اور عمارت گرگئی اُسنے سب درست کیا تو مزدور کو سواے دس درم کے زیادہ نہ ملینگے یہ قنیہ مین ہی۔ جامع الفتاوی مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے زید کو ایک منارہ جسکا طول پچاس گز اور عرض دس گز ہی بنانے کے واسطے مزدور مقرر کیا اور اُسنے تھوڑا سا بنایا تھا کہ وہ گرگیا تو اُسکے حساب سے اجرت واجب ہوگی۔ اور اگر ایک شخص کو دس گز کا کنوان کھودنے کے واسطے مزدور مقرر کیا اُسنے پانچ گز کھود کر کہا کہ اب مجھ سے باقی نہین کھدتا ہی حالانکہ اسکو کوئی عذر پیش نہین آیا تو فرمایا کہ مین باقی کھودنے کے واسطے اسکو قید کرونگا۔ اور اگر کسی شخص کو کچھ مال دیا کہ ہسقدر اجرت پر فلان شہر مین جاکر فلان شخص کو پہونچادے

پھر ایلچی سے اگر کہا کہ مین نے دیدیا اور مرسل نے انکار کیا تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ ضامن ہوگا اور امام محمد رح نے
فرمایا کہ ضامن نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی- امام محمد رح نے فرمایا کہ زید نے عمرو کی زمین غصب کرکے خالد ایک شخص
معین کو اجارہ دیدی اور زید کو معلوم نہوا یہان تک کہ سال مین سے کچھ دن گذر گئے پھر بعد معلوم ہونے کے اُسنے
عقد اجارہ کی اجازت دیدی تو گذشتہ کا کرایہ غاصب کا اور باقی ایام اجارہ کا کرایہ وقت اجازت سے مالک کا
ہوگا اور اگر مالک نے اجازت نہ دی یہان تک کہ تمام مدت اجارہ کی گذر گئی تو سب کرایہ غاصب کا ہوگا یہ حاوی
مین ہی- قدوری مین لکھا ہی کہ اگر ایک شخص نے دو مکان کرایہ لیئے پھر ایک مکان منہدم ہوگیا یا اسکو کسی نے
غصب کر لیا یا ایسی ہی کوئی وجہ واقع ہوئی تو مستاجر کو اختیار ہی کہ دوسرے کو چھوڑ دے یہ محیط مین ہی- دو
شخصون نے ایک شے معین کا دعوے کیا ایک نے اجارہ کا دعوی کیا اور دوسرے نے خرید کا دعوی کیا اور مدعاعلیہ
نے اجارہ کا اقرار کردیا اور مدعی خرید نے اُس سے خرید نے پر قسم لینی چاہی تو قسم لے سکتا ہی- اور اگر دونون نے
اجارہ کا دعوی کیا اور مدعاعلیہ نے ایک کے واسطے اجارہ دینے کا اقرار کیا اور دوسرے نے اُس سے قسم طلب کی تو
قسم نہین لے سکتا ہی یہ صغری مین ہی- شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے امام کی سکونت کے
واسطے ایک مکان وقف کیا پس آیا اسکو اختیار ہی کہ کسی کو کرایہ پر دیدے فرمایا کہ نہین اختیار ہی اور میرے
والد رح سے بھی دریافت کیا گیا انھون نے بھی یہی جواب دیا یہ تاتارخانیہ مین ہی- اگر عمرو نے زید کو ایک غلام دیا
کہ تیرا جی چاہے بعوض ہزار درم خرید کے اسکو اپنے قبضہ مین کر لے یا اسقدر کرایہ پر ایک سال تک اجارہ مین
لے لے زید نے قبضہ کر لیا اور بعد کام لینے کے اُسکے پاس مر گیا تو اجارہ مین قرار دیا جائیگا پس اگر زید نے کہا کہ
مین نے خرید کے طور پر قبضہ کیا تھا پس اگر اسکی قیمت مثل اجرت کے یا زیادہ ہو تو اُسکا قول قبول ہوگا اور
اگر اجرت زیادہ ہو تو قبول نہوگا- اور اگر اُسنے کام نہ لیا ہو اور وہ مر گیا تو اُسپر کچھ واجب نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ مین
ہی- اگر کوئی چیز خریدی اور قبضہ سے پہلے کسی شخص کو اجارہ پر دیدی تو جائز نہین ہی جیسے فروخت کرنا ناجائز ہی
اور یہ حکم مال منقول[1] مین ہی- اور اگر غیر منقول[2] از قسم عقار ہو تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ اسمین ویسا ہی اختلاف
ہی جیسا اسکی بیع مین ہی- اور بعض نے فرمایا کہ اجارہ بالاجماع نہین جائز ہی یہ محیط مین ہی- دوکان مین ایسا عیب
پیدا ہوگیا کہ کام کے لائق نہ رہی اور مالک نے آدھی درست کرادی اور آدھی درست نہ کرائی یہان تک کہ سال
پورا ہوگیا تو اُسپر پوری دوکان کا کرایہ واجب ہوگا تاوقتیکہ عیب کی وجہ سے دوکان واپس نہ کرے یعنے چاہیے کہ
عیب کی وجہ سے اجارہ فسخ کردے تاکہ کرایہ واجب نہو اور یہ اختیار نہین ہی کہ آدھی واپس کرے اور آدھی
واپس نہ کرے یہ قنیہ مین ہی- زید نے عمرو کو ایک گوسالہ دیا کہ اسکی پرورش کرے جب بڑا ہو جاوے تب اسکو فروخت
کرے جو دام بڑھتی ملین گے وہ ہم دونون مین مشترک ہونگے تو وہ گوسالہ اپنے مالک کا رہیگا اور عمرو کو فقط
اسکی حفاظت کی اجرت ملیگی- دوکان کا کرایہ دار مفلس ہوکر کہین روپوش ہوگیا تو اسکے اقرباؤن کو یہ اختیار
نہین ہی کہ دوکان اُسکے مالک کو واپس کرکے اجارہ فسخ کردین- اور اگر عقد اجارہ باقی رہا اور مستاجر غائب رہا
یہان تک کہ اجارہ کی مدت گذر گئی پس اگر مستاجر اور اسکے اسباب کے تصرف و تعلق مین ہو تو تمامی اجرت واجب ہوگی
یہ جواہر الفتاوی مین ہی- زید نے عمرو کو مزدور مقرر کیا کہ یہ لٹھا معین کر بینہ سے بخارا تک ٹھیل پر لاد کر پہونچادے

[1] منقول وہ مال جو ایک جگہ سے دوسری جگہ [illegible]
[2] غیر منقول [illegible] جیسے زمین مکان وغیرہ ۱۲

وہ پانی پر لادا یا تو بعض نے فرمایا کہ اسکو اجر المثل ملیگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ زید نے خالد سے کچھ اونٹ اس شرط سے کرایہ پر ٹھہرائے کہ ہر اونٹ پر سو رطل بوجھ لادیگا پھر حمال اپنے اونٹ لایا اور زید نے اسکو حکم کیا کہ یہ گٹھر لادے اور خالد کو خبردار کر چکا تھا کہ ہر گٹھر سو رطل سے زیادہ نہین ہے پس جہان تک لانا ٹھہرا تھا وہان تک لایا اور حال یہ گذرا کہ راہ مین بعضے اونٹ ہلاک ہو گئے تو زید پر ضمان لازم نہو گی۔ اور اگر دو شخصون نے زید سے ایک مہینہ کے واسطے ایک مکان کرایہ لیا پھر مہینہ کے بعد خالد کی طرف سے گواہی دی کہ یہ مکان خالد کا ہے تو گواہی قبول ہو گی۔ زید نے ایک پیسنے والے کو مقرر کیا کہ ایک درم پر پیسے اُسنے پیسکر گوندھ کر روٹی پکا کر کھالی تو زید کو اختیار ہے کہ چاہے اُس سے آٹے کی ضمان لے مگر پیسنے والے کو اجرت دیوے یا گیہون اس سے ضمان لے اور اس صورت مین اُسپر کچھ اجرت واجب نہو گی۔ دو شخصون نے ایک چیز کرایہ لی اور ایک نے دوسرے کو دیدی کہ اسکو حفاظت سے رکھے تو دینے والے پر کچھ ضمان لازم نہ آویگی بشرطیکہ وہ چیز قابل تقسیم نہو یہ ظہیریہ مین ہے۔ زید نے خالد کا اناج اس شرط سے مزدوری پر لیا کہ اس مقام سے فلان مقام تک بارہ درم کرایہ پر آج ہی پہونچا دونگا پھر اُسنے دیر مین پہونچایا تو جسقدر اجرت قرار پائی ہے وہ خالد کے ذمہ واجب نہ ہو گی بلکہ اجر المثل واجب ہوگا اور چاہیے کہ یہ حکم امام اعظم رحمہ کے قول پر ہووے ورنہ صاحبین رحمہ کے نزدیک یہ اجارہ جائز ہے پس اجر مسمی واجب ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ فتاوے آہو مین لکھا ہے کہ قاضی بدیع الدین رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ اجارہ والے باغ مین کانٹے ہین پس آیا مستاجر کو اختیار ہے کہ پھلون کی طرح انکو لے لے فرمایا کہ ہان یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ادیب و ختنہ کرنے والے کی اجرت لڑکے کے مال مین واجب ہوتی ہے بشرطیکہ کچھ مال ہو ورنہ اُسکے باپ پر واجب ہو گی اور قابلہ کی اجرت جورو خصم مین سے جو اسکو بلا دے اُسپر واجب ہو گی اور شوہر پر قابلہ با اجارہ مقرر کرنے کے واسطے جبر نہ کیا جاویگا۔ اور قاضی کے قیدخانہ کے داروغہ کی اجرت قیدی پر لازم نہو گی اور ظہیر ترتاشی نے فرمایا کہ بعض نے فرمایا کہ ہمارے زمانہ مین داروغہ محبس کی اجرت قرضخواہ پر واجب ہونی چاہیے کیونکہ اُسی کے واسطے کام کرتا ہے یہ قنیہ مین ہے۔ قاضی بدیع الدین رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ مالک زمین نے اپنے بیج سے یا زمین کے پیداوار بیج سے اُسی زمین مین فالیز لگائی پس آیا مستاجر کو اختیار ہے کہ جو کچھ اس زمین مین پیدا ہوا اسمین سے حصہ لیوے فرمایا کہ نہین۔ اور اگر اسنے حصہ لے لیا تو مالک کو اختیار ہے کہ اُس سے واپس لے لے اگر بعینہ قایم ہو یا اُسکی قیمت لے لے اگر تلف ہو گیا ہو یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ زید نے ایک شخص کو مزدور کیا کہ اس مقام سے فلان مقام تک یہ بوجھ اتنے کرایہ پر لیجلے پھر جب وہ آدھا راستہ چلا تو حمال کی راے مین آیا کہ کسی دوسرے کام کو جاوے اُسنے بوجھ مستاجر کے پاس وہین چھوڑ دیا اور اپنا نصف کرایہ طلب کیا تو فرمایا کہ اُسکو یہ اختیار ہے بشرطیکہ باقی آدھا راستہ سختی و آسانی مین طے کیے ہوے راستہ کے مثل ہو ایسا ہی فتاوے مین مذکور ہے اور ہمنے وصل الاستصناع مین ذکر کر دیا ہے کہ کرایہ تقسیم کرنے مین مرحلون کا اعتبار ہے سختی و آسانی کا اعتبار نہین ہے پس فتوے دینے کے وقت خوب تامل کرنا چاہیے یہ محیط مین ہے۔ مجمع النوازل مین لکھا ہے کہ شیخ الاسلام اوزجندی رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ زید نے ایک شخص کو مزدور مقرر کیا کہ رات مین مطمورہ مین آگ روشن کرے اُسنے ایسا ہی کیا اور کچھ رات رہے سو گیا پس مطمورہ اور جو کچھ اسمین تھا سب جل گیا پس آیا اجیر ضامن ہوگا فرمایا کہ نہین پھر دریافت کیا گیا کہ اگر مزدور نے دوبارہ بدون حکم زید کے روشن

کی ہو یا ضامن ہوگا فرمایا کہ ہاں یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ زید نے عمرو کو دس من تانا دیا اور چالیس درم پر بنوا دور کیا اگر کوٹ
دے پس بعد کوٹنے کے وہ نو من رہگیا پس آیا دس من کی اجرت واجب ہوگی یا نو من کی فرمایا کہ زید پر چالیس درم
واجب ہونگے جیسی کہ اُسنے شرط کی ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ مجموع النوازل میں ہے کہ ایک شخص بازار میں فروخت کرتا تھا
اُسنے کسی بازاری سے اپنے مال فروخت کرانے پر استعانت طلب کی اُسنے مدد کی پھر اجرت مانگی تو اس باب میں
اہل بازار کی عادت کا اعتبار ہے اگر اُنکی عادت یہ ہو کہ باجرت مدد کرتے ہوں تو اجرت مثل واجب ہوگی ورنہ نہیں اجرت
ہوگی اور دلالوں نے جو مقدار اشیا پر باہمی وضعات مقرر کر رکھی ہے یہ محض ظلم و سرکشی ہے اسلئے سوائے اجر المثل کے کچھ
حلال نہیں ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کو مقرر کیا کہ اس میدان میں میرے واسطے دو بیت علیحدہ علیحدہ چھت
کے یا ایک ہی چھت کے تیار کردے اور اُسکا طول و عرض وغیرہ جو ضرور ہے بیان کردیا تو فتاویٰ ابو اللیث میں لکھا
ہے کہ یہ جائز نہیں ہے۔ مگر جائز ہونا چاہیے بشرطیکہ متاجر کے اسباب سے تیار ہو کیونکہ اسطرح تعامل جاری ہے یہ محیط میں
ہے۔ زید نے اپنا مکان عمرو کو ایک درم ماہواری کرایہ پر دیا پھر خالد کے ہاتھ فروخت کردیا اور خالد کرایہ عمرو سے
وصول کرتا رہا اور اسطرح ایک زمانہ گذر گیا اور خالد نے زید سے وعدہ کیا تھا کہ جب تو میرے دام واپس کردیگا
تو میں تجھے مکان واپس کردونگا اور جو کرایہ میں نے وصول کیا ہوگا وہ محسوب کردونگا پھر بائع درم لیکر آیا اور چاہا
کہ کرایہ کے درم محسوب کرے تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب مشتری نے کرایہ دار سے کرایہ طلب کیا تو یہ بمنزلہ اجارہ
کے ہوا اور اجارہ مشتری کی طرف سے از سر نو قائم ہو گیا پس جو کچھ مشتری نے کرایہ لیا ہے وہ سب مشتری کا ہوا اور بائع
کا اسمیں کچھ نہیں ہے نہ تھوڑا نہ بہت اور یہ جو مشتری نے وعدہ کر لیا ہے کہ وضع کردونگا یہ محض وعدہ ہے اگر اُسنے پورا
نہ کیا تو اسپر حکما کچھ لازم نہیں آتا ہے۔ اور اگر بیع میں یہ شرط ٹھہری ہو وے تو بیع فاسد ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے
شمس الائمہ اوزجندی رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک بیمار باندی ایک طبیب کو دی کہ اپنے پاس
سے اسکا علاج کردے پھر صحت کے باعث سے جو کچھ اسکی قیمت بڑھجاویگی وہ زیادتی سب تیری ہے اُسنے ایسا ہی
کیا اور باندی اچھی ہوگئی تو طبیب کا حق مالک پر یہ ہے کہ اُسکے کام کا اجر المثل دے اور دواؤں کے دام و
خوراک کا خرچہ دے اور اُسکے سوائے اُسکا کچھ حق نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے بیمار باندی ایک طبیب
کو دی کہ اسکا معالجہ کردے اگر اچھی ہوجائیگی تو بسبب صحت کے جو اسکی قیمت بڑھجاویگی وہ ہم دونوں میں مشترک ہوگی
اُسنے علاج کیا اور وہ اچھی ہوگئی تو طبیب کو اجر المثل و خوراک و دواؤں کا خرچہ اور کپڑے کا خرچہ دینا واجب ہے
اور اجر المثل وصول کرنے کے واسطے باندی کو نہیں روک سکتا ہے یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔ ایک معلم نے لڑکوں سے
چٹائی و بوریہ وغیرہ مکتب کے کام کی چیزوں کی قیمت طلب کی وہ لوگ کچھ درم لائے اور معلم نے اپنے ذاتی
درموں میں ملائے یا کچھ اُنمیں سے اپنی ذاتی ضرورت میں صرف کیے یا چٹائی خریدی پھر چند روز انکے استعمال
کے بعد اپنے گھر میں اُٹھا کر ڈال لیں تو اسکو یہ اختیار حاصل ہے یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے۔ نابالغ لڑکے نے
اگر معلم کو کھانے کی کوئی چیز دی تو اصح قول کے موافق معلم کو اسکا کھانا حلال ہے یہ جیز کردری میں ہے شیخ کرخی
نے فرمایا کہ ہمارے سب اصحاب کے نزدیک معلم اور اپنے استاد نے جسکے پاس کوئی صنعت سکھلانے کو لڑکا سپرد
کیا جاتا ہے اگر بدون باپ یا وصی کی اجازت کے مارا اور وہ مر گیا تو دونوں ضامن ہونگے اور اگر باپ یا وصی کی اجازت سے

مارا تو ضامن نہونگے مگر یہ حکم اسوقت ہی کہ عادت کے موافق اسکو مارا ہووے کہ ایسی مار معلم مارتے ہین اور اگر ایسا نہو بلکہ خلاف عادت مارا ہووے تو ہر حال مین ضامن ہونگے یہ جوہرہ نیرہ مین ہی۔ نوازل مین لکھا ہی کہ شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کے پاس ایک نابالغ لڑکا اجیر ہی پس اگر اُسنے کوئی بیہودہ حرکت دیکھی تو کیا اُسکو مارے تاکہ ادب سیکھے فرمایا کہ نہین ولیکن اگر اُسکے باپ نے اجازت دیدی ہو تو ایسا کرسکتا ہی اور خلف بن ایوب سے مذکور ہی کہ اُنھون نے اپنا لڑکا بازار مین کسی کے پاس سپرد کیا اُسنے لڑکے کی کوئی بیہودہ حرکت دیکھی اور خلف سے شکایت کی اور کہا کہ اسکی تادیب کرون فرمایا کہ ہان پھر فرمایا کہ اسکو تادیب کرنے کا اختیار ہی اور حسن بن زیاد نے فرمایا کہ تادیب نہین کرسکتا ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے اپنا غلام یا بیٹا کسی جولاہہ کو دیا اور جولاہے کو اجیر مقرر کیا کہ اس لڑکے کو بُنا سکھلاوے اور جولاہہ نے چاہا کہ دوسرے جولاہے کے سپرد کرے تاکہ وہ اسکو سکھلاوے تو بعضون نے کہا کہ اسکو یہ اختیار ہی اور بعض نے فرمایا کہ نہین اختیار ہی اور یہی صحیح ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص نے کہا کہ مجھے ایک دستاویز نویس کی ضرورت ہی اس سے کسی اور شخص نے کہا کہ مجھے تو کچھ دے کہ مجھے دستاویز نویس ملتا ہی اُسنے دیدی مگر اس شخص نے خود ہی دستاویز لکھدی تو اسکو یہ اجرت لینا حلال نہین ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اور دستاویز نویس کے حق مین بعض نے فرمایا کہ اگر اُسنے زمین کے قبالہ کی سب حدود مین یا بعض مین غلطی کی پس اگر اسکو درست نہ کردیا تو اسکو کچھ اجرت نہ ملیگی اور اگر درست کردیا تو لکھوانے والے کو خیار ہوگا اگر پسند کرے تو کاتب کو اجر المثل دیدے یہ محیط مین ہی۔ ایک کاتب کو حکم دیا اُسنے بیعنامہ لکھا مگر علماء نے فتوی دیا کہ بیع صحیح نہین ہوئی تو لکھوانے والے پر کچھ نہین واجب ہوگا یہ قنیہ مین ہی مفتی کو فتوی لکھنے پر اجرت بقدر جواب لینا جائز ہی خواہ اس شہر مین دوسرا مفتی ہو یا نہو اسواسطے کہ جواب لکھنا اُسکے ذمہ واجب نہین ہی کیونکہ واجب یا تو زبان سے کہنا یا لکھدینا ہی اور بعضون نے یون بیان فرمایا کہ اگر حکم یا اور اجرت طلب کی تاکہ اپنی گواہی تحریر کرے تو جائز ہی اور یہی حال مفتی کا ہی بشرطیکہ اُس شہر مین دوسرا مفتی موجود ہو یہ فتاوی الغرائب مین ہی۔ اور سجلات و محاضر و وثائق لکھنے پر قاضی کو اجرت لینا جائز ہی اور اسی قدر اجرت لیگا جسقدر دوسرے کے واسطے لینا خود تجویز کرے یہ ملتقط مین ہی۔ اور شیخ الاسلام ابو الحسن السغدی رحمہ اللہ سے کاتبون کی مقدار اجرت دریافت کی گئی تو فرمایا کہ اگر ہزار درم مال کا وثیقہ یعنے وثاقت نامہ تحریر کرے تو اُسکی اجرت پانچ درم ہی اور اگر دو ہزار تک پہونچ جاوے تو دس درم ہین ایسے ہی دس ہزار درم تک یہی حکم چلا جاویگا کہ دس ہزار مین پچاس درم واجب ہونگے پھر اگر دس ہزار سے زیادہ ہووے تو ہر ہزار مین ایک درم پچاس پر بڑھایا جائیگا۔ اور اگر ہزار سے کم کا وثاقت نامہ ہو پس اگر اُسکو وہی مشقت پیش آوے جو ہزار کے وثاقت نامہ مین ہی تو اسمین پانچ درم اور اگر اس سے دوچند مشقت ہو تو دس درم اور اگر اس سے نصف مشقت ہو تو ڈھائی درم الحاصل زیادت و نقصان مشقت کے اعتبار سے کمی و بیشی معتبر ہوگی اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ ایسا ہی امام اجل استاد سید ابو شجاع بلخی نے ہمسے بیان فرمایا ہی اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ شاید یہ امام اعظم یا بعض اصحاب متقدمین رح سے مروی ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور کاتب قاضی اور قسام قاضی کی اجرت کا یہ حکم ہی کہ اگر قاضی کی راے مین آیا کہ یہ اجرت خصوم کے ذمہ ڈالی جاوے تو ایسا کرے اور اگر قاضی نے بیت المال سے دینا تجویز کیا حالانکہ بیت المال مین

گنجائش ہی تو ایسا کرے اور جس صحیفہ مین مدعی کا دعوے اور گواہون کی گواہی تحریر کرتا ہی اسکی اجرت کو اگر قاضی
نے مدعی سے لینا تجویز کیا تو مدعی سے لے سکتا ہی ورنہ بیت المال مین سے لیوے - اور بعض مشایخ سے دریافت
کیا گیا کہ سجل کی اجرت کس شخص پر ہی فرمایا کہ مدعی پر - اور شیخ برہان الدین نے فرمایا کہ مدعا علیہ پر ہی - اور امام
فخر الدین قاضی خان نے فرمایا کہ جو شخص کاتب کو اجیر کرے اسیپر ہی اور اگر کسی نے کاتب کو اجیر نہ کیا تو جو شخص سجل
لے اسیپر واجب ہی - اور پیادون کی اجرت سوار لوگون پر واجب ہوگی جنکے واسطے کام کرین یعنی مدعیون پر
واجب ہوگی و لیکن شہر مین کام کرنے پر نصف درم سے ایک درم تک اور اگر دیہات مین بھیجے گئے تو ہر فرسخ
کے واسطے تین درم یا چار درم سے زیادہ نہین لے سکتے ہین - اور بعض نے فرمایا کہ شخص کی اجرت بیت المال
پر واجب ہوگی اور بعض نے کہا کہ متمرد پر واجب ہوگی جیسے چور کا حکم ہی کہ اگر اسکا ہاتھ کاٹا گیا تو جلاد کی اجرت اور تیل
کے دام جس سے اسکا ہاتھ تلا جاویگا چور پر واجب ہی کیونکہ وہی اسکا باعث ہوا ہی - اور اگر قاضی نے مدعا علیہ کے
ساتھ کوئی شخص بروقت ملازمت کے طور پر مال برآمد کرنے کے واسطے مقرر کیا جسکو موکل کہتے ہین تو اسکا خرچہ
مدعا علیہ پر واجب ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ مدعی پر واجب ہوگا اور یہی اصح ہی - اور جو شخص گواہون کا تزکیہ
کرے اسکی اجرت مدعی پر واجب ہی ایسے ہی جو شخص تعدیل کے واسطے بھیجا جاوے اسکا بھی یہی حکم ہی - اور مین نے
بعض مقام پر لکھا دیکھا ہی کہ قاضی نے اگر کوئی شخص مدعا علیہ کے پاس نشان دہی اور آگاہی کے واسطے
مدعی کے ساتھ بھیجا اور وہ نشان مدعا علیہ کے سامنے پیش ہوا اور اسنے انکار کیا اور مدعی نے اس امر کے
گواہ کرلیے جنھون نے قاضی کے سامنے اثبات کیا تو قاضی اسکے پاس دوبارہ جو پیادہ روانہ کریگا اسکی
اجرت مدعا علیہ پر واجب ہوگی اور پہلے مدعی پر کچھ واجب نہوگا پس حاصل یہ ہی کہ ابتدا مین چپراسی کی
اجرت مدعی پر ہوگی پھر اگر مدعا علیہ کے انکار کی وجہ سے دوبارہ ضرورت ہوئی تو مدعا علیہ پر واجب ہوگی
اور یہ حکم استحسانا معلوم ہوتا ہی کہ مدعا علیہ کی تنبیہ کے واسطے از راہ استحسان کی طرف میلان کیا ہی ورنہ قیاسا
مثل ابتدائی حالت کے آخر مین بھی مدعی پر واجب ہونا چاہیے کیونکہ دونون حالتون مین اسی کا نفع ہی -
اور جو شخص صاحب المجلس والجلواز کہلاتا ہی کہ جسکو قاضی نے اسواسطے مقرر کیا ہی کہ لوگون کو قاضی کے
سامنے ادب کے ساتھ اٹھاتا بٹھاتا ہی اور بے ادبی کرنے سے جھڑکتا ہی تو وہ شخص مدعی سے کچھ لے لیگا یہ
فتاوی الغرائب مین ہی - اور قسام کی اجرت عدد رؤس کے موافق ہر بالغ و نابالغ پر یکسان ہی اور شیخ ظہیر الدین
مرغینانی اور شرف الائمہ مکی نے فرمایا کہ قاضی نے اگر بذات خود ترکہ تقسیم کیا تو اسکو کچھ اجرت نہ ملیگی اگرچہ بیت المال
سے جو اسکا روزینہ ہو وہ کافی نہو اور محیط و شرح ادب القاضی مین لکھا ہی کہ قاضی کو اجرت ملیگی جبکہ بیت المال کا
روزینہ اسکے واسطے کافی نہو و لیکن مستحب یہ ہی کہ نہ لیوے اور ہمارے استاد رحمہ نے فرمایا کہ امام ظہیر الدین
و شرف الائمہ کا قول اس زمانہ کے لحاظ سے حسن ہی کہ قاضیون کی نیت فاسد ہوگئی ہی اگر انکے واسطے یہ حکم
دیا جاوے کہ لے لیوین تو کبھی وہ لوگ اجر المثل پر قناعت نہ کرینگے یہ قنیہ مین ہی - زید نے کھیتی کے کام مین دو
مزدور خالد و عمرو مقرر کیے اور ہر ایک کو دو دو بیل معین کرکے دیدیے کہ وہ زراعت کا کام کرتے تھین
پھر دونون مین سے ایک نے اپنے دو بیل معین چھوڑ کے دوسرے کے بیلون سے کام لیا اور بیل مرگیا تو

اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور آیا دیدینے والا بھی ضامن ہوگا تو بعض نے فرمایا کہ ضامن ہوگا اور یہی صحیح ہے اور یہی ظاہر الروایت کا حکم ہے اور اسی پر شمس الائمہ سرخسی فتوی دیتے تھے۔ اور مجموع النوازل میں لکھا ہے کہ زید نے عمرو کے پاس اناج کی کچھ گٹھریاں ودیعت رکھیں اور عمرو نے گونوں کو خالی کر کے اسمیں اپنا اناج بھر دیا پھر زید نے اس سے اپنی گٹھریاں طلب کیں تاکہ ملک کو لیجاوے اُسنے اپنے ذاتی اناج کی گٹھریاں اسکو دیدیں اور اگاہ نہ کیا وہ انکو لاد کر ملک میں لایا تو مستودع کو اختیار ہے کہ اس سے اپنا اناج لے لیوے اور اسپر کچھ کرایہ واجب ہوگا یہ محیط میں ہے۔ وقف کے متولی یا یتیم کے وصی نے اگر مال وقف یا مال یتیم کو اجر المثل سے کم اجرت پر جو اسقدر کم ہے کہ ایسے خسارہ کو لوگ برداشت نہیں کرتے ہیں اجارہ دیدیا تو شیخ امام اجل محمد بن الفضل رح نے فرمایا کہ ہمارے بعض علماء کے نزدیک اجر المثل واجب ہوگا خواہ کسی قدر ہو اور اسی پر فتوی ہے۔ وصی نے اگر یتیم کے مال میں سے بارگاہ قاضی میں کسی مقدمہ میں جو یتیم پر دائر تھا یا یتیم نے دائر کیا تھا کچھ خرچ کیا تو شیخ امام ابو الفضل رح نے فرمایا کہ جسقدر مال وصی نے بطور اجارہ کے دیا ہے اسمیں سے بقدر اجر المثل کے ضامن نہوگا اور جو اُسنے بطور رشوت کے دیا ہے اُسکا ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور جو شخص وقف یا یتیم کے مکان میں اپنے اہل و عیال ذوا لعیال دن سمیت رہا تو اجر المثل اس شخص پر جسکے توابع ہیں واجب ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک مریض نے اپنا مکان اجر المثل سے کم پر کرایہ دیا تو اجارہ اسکے تمام مال سے وارد دیا جاویگا فقط تہائی سے معتبر ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک دکان جو فقیروں پر وقف تھی کرایہ لی اور چاہا کہ اسپر ایک غرفہ اپنے مال سے اپنے نفع کے واسطے بناوے مگر دکان کے کرایہ میں اجرت مقررہ سے زیادہ کچھ نہ بڑھاوے تو اسکو غرفہ بنانے کی اجازت نہ دیجاویگی ولیکن اگر اجرت بڑھاوے تو صرف اسقدر عمارت بنانے کی اجازت دیجاویگی کہ جس سے قدیمی عمارت کو ضرر نہ پہونچے۔ اور اگر ایسا ہو کہ یہ دکان اکثر اوقات خالی رہتی ہو اور اس مستاجر نے فقط اپنی غرفہ کی خواہش سے اسکو کرایہ لیا ہو تو بدون کرایہ کے زیادہ کرنے کے اسکو غرفہ بنانے کی اجازت دیجاویگی یہ محیط میں ہے۔ مسجد کے اوقاف میں سے زید نے ایک وقفی حجرہ اجارہ لیا اور اسمیں کلہاڑی سے لکڑیاں چیرنی شروع کیں حالانکہ پڑوسی لوگ اس سے راضی نہیں ہیں مگر متولی راضی ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اس فعل سے مثل کندی کرنیوالوں و لوہاروں کے فعل کے کھلا ضرر حجرہ کو پہونچتا ہو اور متولی کو کوئی دوسرا شخص جو اسی کرایہ پر حجرہ کو لے لے ملتا ہو تو متولی پر واجب ہے کہ اسکو اس فعل سے منع کرے اور اگر باز نہ رہے تو حجرہ سے نکال دے یعنی مجبور کرے کہ نکلجاوے اور اگر متولی کو کوئی ایسا شخص نہ ملے جو اتنے کرایہ پر حجرہ کو لے لے تو متولی کو اختیار ہے کہ حجرہ اُسکے قبضہ میں چھوڑ دے ولیکن اگر اُس سے عمارت وقف کے گرجانے کا خوف ہو تو ایسا نہ کرے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ جامع الفتاوی میں ہے کہ اگر ایک شخص نے دس درم ماہواری پر ایک گدھا کرایہ کیا اور اسکو مع اپنے زین کے بیس درم ماہواری پر کرایہ دیدیا تو حصہ زین کا کرایہ اسکو حلال ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک شخص نے سو تھان تازہ چھوہارے دوسرے شہر میں پہونچانے کی غرض سے جانور کرایہ کیا اور راستہ میں چھوہارے خشک ہو کر پچاس من رہ گئے پس اگر مستاجر نے جانور کو کرایہ کیا ہے تو اجرت میں سے کچھ کم نہ ہوگا اور اگر سو من چھوہارے کے پہونچانے کا اجارہ لیا ہے تو بقدر نقصان کے اجرت میں سے کمی کردیجاویگی یہ جواہر الفتاوی میں ہے۔ ایک شخص زید نے پانچ خروار تیل عمرو کو صابون بنانے کے واسطے دیا اور کہا کہ صابون پکانے کا قلیہ[1] اور دیگر ضروریات اپنے

[1] قلیہ ایک نمک ہے جس سے صابون بنتا ہے۔ ... (margin note)

پاس سے لگا وے اس شرط سے کہ سو درم دونگا عمرو نے ایسا ہی کیا تو صابون زید کو ملیگا اور عمرو کا اجر المثل اور جو چیزین اُسنے صرف کی ہین اُنکی قیمت زید پر واجب ہوگی یہ خلاصہ مین ہی - اگر ایک شخص نے کسی کار معلوم کے واسطے ایک مہینہ تک کوئی غلام اجارہ لیا پھر ایک روز اُس سے کہا کہ یہ خط فلان مقام پر پہونچا دے اور تجکو دو درم دونگا تو اسکو دونون اجرتین نہ ملینگی ولیکن دوسرا اجارہ گویا اتنی مدت تک جتنے مین یہ کام کریگا پہلے اجارہ کا فاسخ یعنے توڑنے والا ہی اور اس مدت کے دو درم غلام کو ملینگے پھر جب خط پہونچا کر واپس آیا پہلا اجارہ عود کریگا اور جتنے روز تک خط پہونچانے مین پہلے اجارہ کا کام نہین کیا اُتنے دنون کی اجرت وضع ہوجائیگی یہ تاتارخانیہ مین ہی - زید نے ایک چکی گھر اجارہ لیا اور خالد کو اجارہ پر دیدیا پھر اُسمین سے کچھ منہدم ہوگیا پس زید نے خالد سے کہا کہ اپنے خرچ سے اسکی تعمیر کرا دے اُسنے خرچ کرکے بنوایا پس آیا زید سے واپس لے سکتا ہی یا نہین تو یہ حکم ہی کہ اگر خالد کو معلوم تھا کہ زید مستاجر ہی مالک نہین ہی تو زید سے کچھ نہین لے سکتا ہی اور اگر اُسنے یہ گمان کیا تھا کہ مالک ہی تو اسمین دو روایتین ہین ایک روایت مین جبتک واپس لینے کی شرط نہ لگائی ہو تب تک واپس نہین لے سکتا ہی اور دیگر روایت مین بدون شرط کے واپس لے سکتا ہی یہ محیط مین ہی شیخ ابو القاسم رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک احاطہ مین زید کا حجرہ اور خالد کا اصطبل ہی اور ربیا اوقات خالد دروازہ بند کردیتا ہی اور زید نے اسکو منع کرنا چاہا پس آیا منع کرسکتا ہو فرمایا کہ خالد کو اختیار ہی کہ جسوقت اس محلہ کے لوگ اپنے اپنے دروازے بند کرتے ہین اسوقت بند کردے یہ تاتارخانیہ مین ہی - ایک شخص نے ایک مقام دباغت کا کام کرنے کے واسطے اجارہ لیا اور پڑوسی انکو اُس سے منع کرتے ہین فرمایا کہ یہ عام ضرر ہی اسکو باز رکھین یہ جواہر الفتاوی مین ہی - تین آدمی کسی کام مین اجیر ہوے اور سب باہمی شریک تھے کہ ایک بیمار ہوگیا اور دونون باقیون نے کام پورا کیا تو سب کو برابر اجرت تقسیم ہوگی اور بیمار کے کام پورا کرنے مین دونون متطوع شمار ہونگے یہ سراجیہ مین ہی - ایک شخص نے دوسرے کو چکی اجارہ دی اور اسی موجر نے اسی مستاجر کے پاس گیہون بھیجے کہ انکا آٹا پیس دے اُسنے ایسا ہی کیا تو اجرت واجب نہ ہوگی اور اگر یون کہا ہو کہ اسی چکی مین پیس دے تو اجرت واجب ہوگی کذا فی التاتارخانیہ زید کا کچھ کرایہ ایام گذشتہ کا اپنے مستاجر عمرو سے بابت اپنی دوکان کے واجب الوصول تھا اور زید نے تقاضا کیا مگر عمرو دینے مین درنگ کرتا تھا پس زید نے قاضی کے سامنے مرافعہ کیا قاضی نے دوکان پر مہر لگادی پس جتنے دنون اُسپر مہر رہی اُسکا کرایہ واجب ہوگا یا نہین تو حکم یہ ہی کہ واجب نہوگا کیونکہ عمرو قاضی کی مہر کو نہین توڑ سکتا ہی پس انتفاع حاصل کرنے سے باز رکھا گیا اسلیے کرایہ بھی ساقط ہوگا وفیہ نظر اور اس حکم مین اعتراض ہی اور صحیح یہ حکم ہی کہ کرایہ واجب ہوگا ایک جولاہے نے کوچ کرایہ لی اور روزانہ کچھ اجرت ٹھہری اور یہ جولاہہ وقف کے کرگہ مین کام کرتا تھا اور چونکہ کرایہ نہین دیا تھا اس جہت سے متولی وقف اس کوچ کو گرو لیگیا اور چند روز اُسکے پاس رہی تو اسقدر دنون کا کرایہ واجب ہوگا یا نہین تو جواب یہ ہی کہ اگر جولاہہ کو متولی کے ساتھ مقابلہ کرنے اور چھین لینے کی طاقت تھی تو واجب ہوگا ورنہ نہین وفیہ نظر اور اسمین اعتراض ہی صحیح حکم یہ ہی کہ واجب ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی زید نے زراعت کے واسطے کوئی زمین اجارہ لی اور کھیتی بوئی پھر کسی آفت سے وہ کھیتی جڑ سے اسطرح سے

نابود ہوگئی تو ایام گذشتہ کا کرایہ واجب ہوگا اور آفت کے بعد باقی مدت کا کرایہ واجب ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ زید نے زمین عمرو کو اجارہ دی پھر خالد کے ہاتھ فروخت کر دی اور خالد نے ثمن عمرو کو بوجہ مال اجارہ کے دیدیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر زید حاضر ہو تو خالد متطوع شمار ہوگا اور اگر حاضر نہیں ہے تو متطوع نہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ غاصب نے اگر غصب کا غلام یا گھر کسی کو کرایہ پر دیدیا اور مغصوب منہ نے جسکی چیز غصب کی ہے یہ کہا کہ میں نے تجھے اجارہ دینے کے واسطے حکم کیا تھا غاصب نے کہا کہ نہیں حکم کیا تھا تو مغصوب منہ کا قول قبول ہوگا اور اگر غاصب نے اجارہ دیا پھر مدت گذرنے پر مغصوب منہ نے دعوی کیا کہ میں نے انقضاے مدت سے پہلے اجارہ کی اجازت دیدی تھی تو بدون گواہوں کے اسکا قول قبول نہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر کوئی مکان غصب کیا پھر اسکو اجارہ دیا پھر مالک سے خرید لیا تو اجارہ سابقہ باقی رہیگا اور اگر از سر نو تجدید کر لی تو افضل ہے غاصب نے اگر کسی کو غصب کی چیز اجارہ دیدی پھر مستاجر نے وہ چیز غاصب کو اجارہ دی اور اجرت لے لی تو غاصب کو اختیار ہے کہ اس سے اجرت واپس لیوے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ بھاگے ہوئے غلام کو اگر کسی شخص نے پکڑ کر زید کو اجارہ دیا تو اسکی اجرت عاقد کو ملیگی مگر صدقہ کر دے اور اگر عاقد نے اجرت مع غلام اُسکے مالک کے سپرد کی اور کہا کہ یہ تیرے غلام کی اجرت ہے تو استحساناً یہ مولی کو حلال ہے مگر قیاساً یہ حکم نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے کچھ درخت خرید کر قطع کرائے اور کوئی زمین اجارہ لی تاکہ یہ درخت اسمیں ڈالدے بعد خشک ہونے کے کام آوین اور جو زمین کرایہ لی ہے اُسکا راستہ عمرو کی زمین میں ہو کر جاتا ہے پس درختوں کے خریدار نے چاہا کہ یہ درخت لدوا کر اُسی راہ سے اجارہ والی زمین میں لیجا وے اور عمرو نے ممانعت کرنی چاہی تو عمرو کو ممانعت کا اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے زید سے کوئی غلام یا اسباب خرید کر کچھ مدت معلومہ کے واسطے بعد قبضہ کے بائع یعنی زید کو کسی قدر اجرت معلومہ پر اجارہ دیا پھر وہ غلام یا اسباب کسی مستحق نے باثبات استحقاق لے لیا پس آیا مشتری کو ایام گذشتہ کے کرایہ کے مطالبہ کا اختیار ہے تو بعض نے فرمایا کہ مطالبہ نہیں کرنا چاہیے کذا فی الذخیرہ

کتاب المکاتب

اور اس کتاب میں نو باب ہیں

باب اول کتابت کی تفسیر و رکن و شروط و احکام کے بیان میں

کتابت کی تفسیر شرعی یوں بیان فرمائی ہے کہ ہو تحریر الملوک یداً فی الحال و رقبۃ فی المآل کذا فی التبیین یعنی مملوک کو خواہ باندی ہو یا غلام فی الحال اپنی قبضہ سے اور فی المآل مملوکیت سے آزاد کر دینے کو کتابت کہتے ہیں۔ اور کتابت کا رکن یہ ہے کہ مولی کی طرف سے ایجاب ہو اور مکاتب کی طرف سے قبول ہو اور ایجاب ایسے الفاظ سے جو مکاتبت پر دلالت کرتے ہیں جیسے مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ میں نے تجھے اسقدر درموں پر مکاتب کیا خواہ اس قول کے ساتھ کوئی تعلیق ہو اسطرح کہ اگر تو مجھے ادا کر دیگا تو تو آزاد ہے یا کوئی تعلیق نہو۔ اسی طرح اگر اپنے غلام سے کہا کہ تو ہزار درم پر یوں آزاد ہے کہ ماہواری اسقدر قسط وار مجھے سب ادا کر دے اُسنے قبول کیا۔ یا یوں کہا کہ جب تو نے مجھے

ہزار درم پورے ماہواری اسقدر کرکے ادا کردے تو تو آزاد ہے اُسنے قبول کیا یا کہا کہ مین نے تجھپر ہزار درم رکھے کہ انکو تھوڑا تھوڑا کر کے اسقدر ماہواری سے ادا کردے اور جب تو نے ادا کر دیے تو تو آزاد ہے اور اگر عاجز رہا تو مملوک رہا اُسنے قبول کیا - یا اور اُسی معنی کے الفاظ بیان کیے تو سب کتابت ہین کیونکہ عقود مین اعتبار معانی کا ہوتا ہے نہ الفاظ کا - اور قبول کی یہ صورت ہے کہ مکاتب کہے کہ مین نے قبول کیا یا مین راضی ہوا یا ایسے ہی الفاظ بیان کرے - پھر جب ایجاب و قبول پایا گیا تو کتابت کا رکن تمام ہو گیا - پھر رکن کی حاجت ایسے مملوکون مین ہے جسکے حق مین حکم عقد مقصوداً ثابت ہو نہ ایسے مملوکون مین جسمین تبعاً ثابت ہو جیسے وہ لڑکا جو حالت کتابت مین باندی سے پیدا ہوا یا اپنے والدین یا بیٹے کو خرید کیا تو انمین حاجت نہین ہے یہ بدائع مین ہے - اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ جب ادا کر دیے مجھے تو نے ہزار درہم ماہواری سو درم کر کے تو تو آزاد ہے تو روایت ابی حفص کے موافق یہ مکاتبت نہین ہے اسواسطے کہ ایک ہی بار ادا کرنے کا اعتبار ہے اور یہی اصح ہے یہ تبیین مین ہے واضح ہو کہ کتابت کے شرائط چند قسم ہین بعضی شرطین مولے کی طرف راجع ہین اور بعضی مکاتب کی طرف اور بعضی بدل کتابت کی جانب اور بعضی نفس رکن کی جانب راجع ہین - پھر بعضے شرائط انعقاد ہین اور بعضی شرط نفاذ اور بعضی شرط صحت ہین - اب ہر ایک کا بیان یون ہے کہ جو شرطین مولی کی طرف راجع ہین ازانجملہ عقل چاہیے اور یہ انعقاد کی شرط ہے پس جو لڑکا لا یعقل ہو یا شخص مجنون ہو اُسکا مکاتب کرنا نہین صحیح ہے - ازانجملہ بلوغ شرط ہے اور یہ نفاذ کی شرط ہے پس جو لڑکا نابالغ کہ سمجھدار ہے اُسکا عقد کتابت نافذ نہوگا اگرچہ وہ لڑکا آزاد ہو اور اپنے ولی یا وصی کی طرف سے اُسکو تجارت کرنے کی اجازت حاصل ہو ازانجملہ ملک و ولایت شرط ہے اور یہ بھی شرط نفاذ ہے پس اگر کسی فضولی نے مکاتب کیا یعنی اجنبی شخص نے زید کا غلام ہزار درم پر مکاتب کر دیا تو یہ عقد نافذ نہوگا کیونکہ فضولی کو نہ ملک حاصل ہے نہ ولایت اور اگر وکیل نے ایسا کیا تو عقد نافذ ہوگا کیونکہ وہ مولی کا نائب ہے اسیطرح باپ وصی کی طرف سے بھی استحساناً یہی حکم ہے - ازانجملہ رضامندی شرط ہے اور یہ شرائط صحت مین سے ہے پس اگر زید سے زبردستی اُسکا غلام مکاتب کرایا گیا یا اُسنے مسخرہ پن یا خطا سے مکاتب کیا تو صحیح نہین ہے اور واضح ہو کہ حریت یعنے مولی کا آزاد ہونا جواز مکاتبت کے واسطے شرط نہین ہے پس مکاتب کا مکاتب کرنا جائز ہے اور ایسے ہی اسلام بھی شرط نہین ہے پس ذمی کا اپنے غلام کافر کو مکاتب کرنا جائز ہے یا ذمی نے کسی مسلمان غلام کو خرید کر کے مکاتب کر دیا تو بھی جائز ہے - اور مرتد نے اگر اپنے مملوک کو مکاتب کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک موقوف رہیگا یعنے اگر وہ مرتد حالت ارتداد پر قتل کیا گیا یا مر گیا یا دار الحرب مین جا ملا تو عقد باطل ہو گیا اور اگر مسلمان ہو گیا تو نافذ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک اُسکا عقد کتابت نافذ ہوتا ہے - اور جو شرطین مکاتب کی طرف راجع ہین ازانجملہ یہ ہے کہ مکاتب عاقل ہو اور یہ انعقاد کی شرط ہے - اور جو بدل کتابت کی طرف راجع ہین ازانجملہ یہ ہے کہ بدل کتابت مال ہو اور یہ انعقاد کی شرط ہے پس خون یا مردار پر مکاتبت منعقد نہ ہوگی حتے کہ اگر ادا کر دے تو آزاد نہوگا ولیکن اگر مولی نے یون شرط لگائی کہ اگر تو مجھے یہ مردار ادا کر دے تو تو آزاد ہے اُسنے لا کر دیدی تو بسبب[۱۵] شرط کے آزاد ہو جائیگا اور مولی اُس سے اُسکی قیمت نہین لے سکتا ہے - ازانجملہ مال متقوم ہو اور یہ شرائط صحت مین سے ہے پس اگر مسلمان نے اپنے مسلمان یا ذمی غلام کو شراب یا سور پر مکاتب کیا یا کسی ذمی نے اپنے مسلمان غلام کو شراب یا سور پر مکاتب کیا تو

[۱۵] قولہ بسبب شرط کے یعنی یہ اعتاق معلق بالشرط ہوا جیسے کسی نے کہا کہ اگر ... تو آزاد ہے ... عقد کتابت ... نہین ہوا ۱۲ منہ

صحیح نہیں ہوا اور اگر غلام نے یہ مال ادا کر دیا تو آزاد ہو جائیگا مگر اُس پر اپنی ذات کی قیمت ادا کرنی واجب ہوگی - اگر ذمی نے اپنے غلام کافر کو شراب یا سور پر مکاتب کیا تو جائز ہے - اور اگر ذمی کا کوئی غلام کافر ہو اور اُسنے اس غلام کو شراب پر مکاتب کیا پھر دونوں میں سے کوئی مسلمان ہو گیا تو کتابت پوری اور غلام پر شراب کی قیمت واجب ہوگی از انجملہ یہ ہے کہ بدل کتابت کی نوع و مقدار معلوم ہووے خواہ صفت معلوم ہو یا نہو اور یہ انعقاد کی شرط ہے پس اگر بدل کتابت کی نوع یا مقدار مجہول ہوگی تو کتابت منعقد نہوگی اور اگر نوع و مقدار معلوم ہو اور صفت مجہول ہو تو کتابت جائز ہوگی - اور اصل اس مقام پر یہ ہے کہ جب بدل کتابت کا مجہول ہونا حد سے تجاوز کرے تو کتابت جائز نہ ہوگی ورنہ جائز ہوگی - از انجملہ یہ ہے کہ بدل کتابت مولی کی ملک نہو اور یہ شرط انعقاد ہے پس اگر اموال مولی میں سے کسی مال عین پر مکاتب کیا تو جائز نہیں ہے اسی طرح اگر وقت عقد کے کچھ کمائی غلام کے پاس موجود ہو اس پر کتابت قرار دی تو بھی جائز نہیں ہے اور بدل کتابت کا دین ہونا جواز کتابت کی شرط ہے - اور جو شروط نفس رکن کی طرف راجع ہیں پس شرائط صحت میں سے ایک یہ ہے کہ شرط فاسد سے خالی ہو اور شرط فاسد وہ ہے کہ جو مقتضاے عقد کے مخالف اور نفس عقد میں داخل ہو اور اگر وہ شرط مقتضاے عقد کے مخالف نہو تو شرط و عقد دونوں جائز ہونگے اور اگر مقتضاے عقد کے مخالف ہوگی مگر نفس عقد میں داخل نہوگی تو شرط باطل ہو جائیگی اور عقد صحیح رہیگا یہ بدائع میں ہے - اور کتابت کا حکم یہ ہے کہ غلام آزادانہ تصرف کہ جس سے بسبب مملوکیت کے اُسکو ممانعت تھی اس ممانعت سے بری ہو جاتا ہے اور فی الحال اُسکو اپنے امور میں دست قدرت حاصل ہوتا ہے حتے کہ جو کچھ اُسنے کمایا وہ بالخصوص غلام کا ہوگا اور اگر مولی نے اُسکے ساتھ خواہ اُس پر یا اُسکے مال پر کوئی جنایت کی تو مولے پر ضمان واجب ہوگی اور وقت ادا کر دینے کے حقیقۃً آزادی ثابت ہوگی اور مولی کو اُس عقد کے ذریعہ سے بدل کتابت کے مطالبہ کی ولایت حاصل ہوتی ہے اور وقت ادا کر دینے کے حقیقۃً بدل کا مالک ہو جاتا ہے یہ تبیین میں ہے - کتابت اگر فی الحال ادا کر دینے پر قرار پاوے تو کتابت عقد سے فارغ ہوتے ہی مولی کو بدل کتابت کے مطالبہ کا اختیار ہوگا اور اگر میعاد قرار پائی ہو کہ قسط کر کے ادا کرے تو جب وقت قسط کی میعاد آوے اُسی وقت مطالبہ کریگا یہ محیط میں ہے - مکاتب کی کمائی کا مولی مالک نہیں ہوتا ہے اور نہ اُس سے خدمت لے سکتا ہے اور نہ اُسکا صدقہ فطر مولی پر واجب ہوتا ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے - اور اگر مولے نے مکاتبہ باندی کے ساتھ وطی کی تو عقر واجب ہوگا یہ ہدایہ میں ہے - کذا شمس الائمہ سرخسی نے لکھا ہے کہ اگر مولی نے عمداً مکاتب کو قتل کیا تو قصاص واجب نہوگا اور اگر مکاتب نے مولی کو قتل کیا تو قصاص واجب ہوگا یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے - اور نکاح اور حدود میں مکاتبہ باندی کے احکام مثل مملوکہ باندی کے ہیں یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور کتابت مستحب ہے اگر اپنے غلام کے حق میں جسکے حال سے بہتری معلوم ہو یعنی معلوم کرے کہ یہ غلام امین ہے اور تجارت کے کام میں ہوشیار ہے اور کمائی کر سکتا ہے اور بدل کتابت فی الحال ہو یا میعادی ہو قسط وار ہو یا یکمشت اور یہ سب ہمارے مذہب میں ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے - اور بعضوں نے فرمایا کہ بہتری سے یہ مراد ہے کہ اُسکے حال سے معلوم کرے کہ آزادی کے بعد مسلمانوں کو ضرر نہ پہونچاویگا اور اگر یہ معلوم ہو کہ ضرر پہونچاویگا تو افضل یہ ہے کہ اسکو مکاتب نہ کرے اور اگر کر دیا تو جائز ہے یہ تبیین میں ہے - اور غلام و باندی اور صغیر و کبیر میں کچھ فرق نہیں ہے جبکہ اسکو خرید و فروخت کی عقل ہو یہ کافی میں ہے - اور جو چیزیں نکاح میں

مہر ہو سکتی ہین وہ کتابت کا عوض ہو سکتی ہین یہ فتاوے قاضی خان مین ہے - اور بدون تمام مال کتابت ادا کرنے کے آزاد نہو گا اور جب سب ادا کر دیا تو آزاد ہو گیا اگرچہ مولے نے یون نہ کہا ہو کہ جب تو تمام بدل کتابت ادا کر دیگا تو تو آزاد ہو جائیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے - اور غلام کے ذمہ سے بدل کتابت مین سے کچھ کم کر دینا اور چھوڑ دینا خواہ مخواہ واجب نہین ہے بلکہ مندوب ہے یہ عینی شرح ہدایہ مین ہے - اور اگر بدل کتابت کے عوض ایسی کوئی شے رہن کر لی جس سے بدل ادا ہو سکتا ہے یعنے بدل کتابت کی ادائی اُس سے ہو سکتی ہے اور وہ چیز مالک کے پاس تلف ہو گئی تو غلام آزاد ہو جائیگا یہ مبسوط مین ہے واضح ہو کہ کتابت دو طرح پر ہوتی ہے ایک تو یہ ہے کہ اسکے نفس کو مکاتب کرے مال کو کتابت مین داخل نہ کرے - دوسرے یہ کہ جان و مال دونون کو مکاتب کرے اور دونون صورتین جائز ہین اور پہلی صورت کی یہ مثال ہے کہ مین نے تجھے ہزار درم پر مکاتب کیا پس اس صورت مین جو مال اس سے پہلے کی کمائی کا غلام کے پاس ہے وہ سب مولی کا ہو گا اور اسکے بعد جو کچھ کماتے وہ سب غلام کا ہو گا مگر جب اُسنے اس کمائی سے بدل کتابت ادا کر دیا تو جو باقی رہا وہ سب غلام کے سپرد ہو گا - اور دوسری صورت کی مثال یہ ہے کہ مین نے تیری جان و مال کو ہزار درم پر مکاتب کیا تو جو کچھ اسوقت مکاتب کے پاس موجود ہے اور جو آیندہ کما دے سب اُسی کا ہو گا خواہ اسکا مال جو فی الحال موجود ہے وہ بدل کتابت سے کم ہو یا زیادہ ہو اور مولی کو اس مال سے سوائے بدل کتابت کے کچھ نہ ملیگا اور غلام کا مال وہ ہے جو اُسنے تجارت سے کمایا یا اُسکو کسی نے ہبہ کیا یا صدقہ دیا - اور اگر دونون نے غلام کے مال مین اختلاف کیا یعنی مولی نے اپنا حق بیان کیا اور غلام نے اپنا تو مکاتب کا قول قبول ہو گا - مگر جنایات کے عوض جو ارش دستیاب ہو یا عقر لے تو دونون مولی کی ملک ہونگے یہ مضمرات مین ہے - اور کتابت مین شرط خیار جائز ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے - **المتصلات** اگر مکاتب نے ہزار درم کتابت ادا کر دیئے پھر مولے کے پاس سے یہ درم استحقاق مین لے لیے گئے تو مکاتب آزاد ہو گیا اور مولی بجائے اُنکے ہزار درم مکاتب سے لے لیگا یہ مبسوط مین ہے - اگر زید نے اپنے مجنون یا صغیر غلام کو مکاتب کیا تو عقد منعقد نہو گا اور اگر اُسکی طرف سے بدل عقد کتابت عمرو نے زید کو ادا کر دیا اور زید نے قبول کیا تو آزاد نہو گا اور عمرو مختار ہے کہ اپنا بدل کتابت زید سے واپس کرے کیونکہ اُسنے آزادی کے عوض دیا اور آزادی حاصل نہ ہوئی - اور اگر نابالغ کی طرف سے عمرو نے ایجاب کتابت کو قبول کیا اور مولی بھی راضی ہوا تو بھی عقد کتابت منعقد نہو گا - اور آیا یہ ہو سکتا ہے کہ یہ ایجاب و قبول اجنبی کا موقوف ہے کہ جب غلام بالغ ہو تو اجازت دیوے پس امام قدوری نے فرمایا کہ نہین موقوف ہو گا اور یہی صحیح ہے کیونکہ اجنبی کے عقد کا اجازت پر موقوف ہونا اُسوقت ہوتا ہے کہ جب اُسکا اجازت دینے والا وقت عقد کے موجود ہو اور یہان موجود نہین ہے کیونکہ نابالغ اہل اجازت سے نہین ہے بخلاف اسکے اگر غلام بالغ ہو مگر غائب ہو اور عمرو نے اُسکی طرف سے کتابت کو قبول کر لیا اور زید راضی ہوا تو غلام کی اجازت پر موقوف ہو گا - اور صورت مذکورہ بالا مین اگر عمرو نے نابالغ غلام کی طرف سے قبول کر کے مولی کو بدل کتابت ادا کر دیا تو اصل مین مذکور ہے کہ استحساناً آزاد ہو جائیگا اور جسنے قبول کیا یعنے عمرو کو اپنا مال واپس لینے کا اختیار نہین ہے - اور یہ حکم اسوقت ہے کہ اُسنے کل بدل ادا کر دیا ہو اور اگر اُسنے کچھ ادا کیا ہو تو قیاساً و استحساناً واپس لے سکتا ہے و لیکن اگر اسی عرصہ مین غلام نے بالغ ہو کر اجازت دیدی تو پھر

نہین واپس کرسکتا ہی یہ بدائع مین ہی

دوسرا باب کتابت فاسدہ کے بیان مین - کتابت فاسدہ مین مولی کو اختیار ہی کہ بلا رضامندی غلام کے اُسکو رقیق کردے اور کتابت کو فسخ کردے - اور کتابت صحیحہ مین بدون غلام کی رضامندی کے فسخ نہین کرسکتا ہی اور غلام کو اختیار ہی کہ کتابت فاسدہ اور جائزہ دونون مین بدون مالک کی رضامندی کے فسخ کردے یہ شرح طحاوی مین ہی - اور ولوالجیہ مین لکھا ہی کہ کتابت فاسدہ مین جو چیز مولی کو اُسکی زندگی مین اداکرنے سے آزاد ہوتا تھا اگر اُسکی موت کے بعد وارثون کو اداکرے تو آزاد ہو جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی - اگر کسی شخص غیر کے مال عین پر خواہ از قسم کیلی ہو یا وزنی یا عروض مین سے ہو اپنے غلام کو مکاتب کیا تو اس مین دو روایتین ہین اور اظہر روایت یہ ہی کہ عقد فاسد ہو یہ فتاوے قاضیخان مین ہی اگر زید نے اپنے غلام کو ہزار درم اور ایک سال تک خدمت کرنے یا کسی مملوک پر مکاتب کیا تو جائز ہی اور اگر ایک ہزار درم و ہمیشہ خدمت کرنے پر مکاتب کیا تو فاسد ہی اور غلام اپنی قیمت اداکرنے پر آزاد ہو جائیگا خدمت نہ لیجاویگی - پھر اگر وہ ہزار درم دیکر آزاد ہوا اور یہی اُسکی مقدار قیمت ہی تو مولے کو اُس سے مواخذہ کرنے کی کوئی راہ نہین ہی اور اگر مقدار قیمت اُس سے زائد ہو تو بقدر زیادتی کے اُس سے لے لیگا یہ محیط سرخسی مین ہی - کتابت فاسدہ مین جو چیز بدل قرار پائی ہی اگر قیمت اسی جنس سے ہو پس اگر مقررہ سے کم ہو تو بدل کم نہ کیا جائیگا اور اگر قیمت زائد ہو تو بدل مقررہ مین زیادتی کردیجاویگی یہ شرح وقایہ مین ہی - اگر گیہون یا جو پر مکاتب کیا اور مقدار معلوم بیان کردی پس اگر صفت بھی مثل جید یا وسط یا ردی بیان کردی تو اُسی صفت پر عقد قرار دیا جائیگا اور اگر کوئی صفت بیان نکی ہو تو درمیانی قسم قرار دیجاویگی یہ محیط مین ہی - اگر زید نے اپنے غلام کو ایسے مال معین پر جو غلام کے قبضہ مین ہی اور اُسکی کمائی کا ہی اسطور سے کہ مثلاً زید نے اُسکو تجارت کی اجازت دی تھی اُسنے یہ مال کمایا ہی مکاتب کیا تو اسمین دو روایتین ہین ایک روایت مین جائز ہی کیونکہ اُسنے ایسے بدل معلوم پر مکاتب کیا جسکے سپرد کرنے پر غلام قادر ہی اور ایک روایت مین جائز نہین ہی کیونکہ اُسنے اپنے مال پر مکاتب کیا اور اگر اُسنے چند درمون پر جو غلام کے ہاتھ مین تھے مکاتب کیا تو بالاتفاق الروایات جائز ہی کیونکہ معاوضات مین دراہم متعین نہین ہوتے ہین یہ تبیین مین ہی - اگر بدل کتابت غلام نے دیا اور وہ عقد مین متعین نہ تھا کہ خاص یہی چیز اداکرے بلکہ از قبیل درم و دینار تھا اور وہ بعد اثبات استحقاق کے مولی سے لے لیا گیا تو غلام پر اُسکے مثل واجب ہوگا اور اگر مال عین کوئی اسباب یا حیوان معین تھا تو امام ابو یوسف کے نزدیک مولی اُس سے اُسکی قیمت لیگا مثل نہ لیگا یہ تاتارخانیہ مین تجرید سے منقول ہی - اگر زید نے اپنا غلام ایک باندی پر مکاتب کیا اور غلام نے دیدی اور زید نے اس سے وطی کی اور اُس سے ایک بچہ پیدا ہوا پھر اس باندی پر استحقاق ثابت ہوا تو فرمایا کہ مستحق وہ باندی زید سے لیگا اور اُسکا عقر اور بچہ کی قیمت لے لیگا پھر زید مکاتب سے بچہ کی قیمت واپس لے سکتا ہی عقر نہین لے سکتا ہی یہ مبسوط مین ہی - اگر زید نے اپنا غلام ایک کپڑے یا چوپایہ یا حیوان یا دار پر مکاتب کیا تو کتابت منعقد نہ ہوگی حتے کہ اداکرنے سے غلام آزاد نہ ہوگا کیونکہ کپڑے و دار و حیوان کی نوع مجہول ہی اور اگر ہروی کپڑے یا غلام یا باندی یا گھوڑے پر مکاتب کیا تو جائز ہی اور ہر چیز مین سے درمیانی قرار دیا جائیگا اور اگر

یعنی کسی دوسرے شخص کا مملوک غلام یا باندی وغیرہ ۱۲

ان صورتون مین غلام درمیانی چیز کی قیمت لایا تو مولے پر جبر کیا جائیگا کہ اسکو قبول کرے یہ بدائع مین ہے - اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک درمیانی وہ ہے کہ جسکی قیمت چالیس درم ہون اور صاحبین رحمہ کے نزدیک ارزانی و گرانی نرخ پر ہے اور درمیانی چیز کی قیمت لگانے مین غلام مکاتب کی قیمت پر نظر نہ کی جاویگی کذا فی الذخیرہ اور کافی کے باب المہر مین لکھا ہے کہ صاحبین ہی کا قول صحیح ہے انتہے - اگر کسی نے اپنے غلام کو اُسکی قیمت پر مکاتب کیا تو کتابت فاسد ہے پھر اگر اُسنے اپنی قیمت ادا کر دی تو آزاد ہو جائیگا اور سوا اسکے اُسپر کچھ واجب نہوگا پھر واضح ہو کہ قیمت کا اندازہ یعنی یہ قیمت ہے جو اُسنے ادا کی ہے دونون کی باہمی تصدیق سے ثابت ہوگی اور اگر دونون نے اختلاف کیا تو قیمت آنکنے والون کے قول پر لحاظ کیا جائیگا پس اگر دو شخص ایک قیمت پر متفق ہوے تو وہی قیمت قرار دی جاویگی اور اگر اختلاف ہوا ایک نے مثلاً ہزار درم اندازے اور دوسرے نے ایک ہزار دس درم اندازے تو جب تک بڑھی ہوئی انتہا سے قیمت نہ ادا کرے تب تک آزاد نہوگا یہ سراج الوہاج مین ہے - اگر کہا کہ مین نے تجھے مکاتب کیا اور مال عوض سے سکوت کیا تو ہمارے علماء ثلثہ کے نزدیک کتابت اصلا منعقد نہوگی یہ محیط مین ہے - اور اگر اُسنے ایک خادم سپید رنگ پر مکاتب کیا پھر اُسنے اس عوض سے دو خادم ابیض یا دو حبشی سیاہ پر ہاتھون ہاتھ صلح کر لی تو جائز ہے یہ مبسوط مین ہے - اگر کسی نے اپنے غلام کو موتی یا یاقوت پر مکاتب کیا تو انعقاد نہوگا اور اگر اپنے حکم پر کہ جو مین کہدون یا اُسکے حکم پر کہ جسقدر تو کہدے مکاتب کیا تو انعقاد نہوگا کیونکہ نوع و مقدار مجہول ہونے سے بھی بیان زیادہ جہالت ہے یہ بدائع مین ہے - اگر زید نے ایک غلام یا باندی پر اپنا غلام مکاتب کیا اور مکاتب نے یہ خادم دیدیا اور آزاد ہو گیا پھر زید نے خادم مین کھلا ہوا عیب پایا تو مکاتب کو واپس کرکے ایک خادم اُسکے مثل لے لے یہ مبسوط مین ہے - اگر زید نے اپنی باندی کو اس شرط سے ہزار درم پر مکاتب کیا کہ جو بچہ تو جنے وہ میرا ہے یا یہ کہ بعد آزادی کے میری خدمت کرے تو کتابت فاسد ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے - اگر زید نے اپنے غلام کو ایک مکان پر جسکا نام لے لیا اور اُسکا وصف بیان کر دیا یا کسی زمین پر اسی طور سے مکاتب کیا تو جائز نہین ہے کیونکہ مکان یا زمین کسی عقد مین بطور دین کے ذمہ ثابت نہین ہوتے ہین سو اگر اُسنے معین نہ کیا ہو تو مجہول چیز پر عقد ہوگا اور اگر معین کیا تو ایسی چیز ذمہ رکھی جو ذمہ دین نہین ہوتی ہے یہ مبسوط مین ہے - اگر باندی کو ہزار درم پر مکاتب کیا اس شرط سے کہ جب تک وہ مکاتب رہیگی اُس سے وطی کریگا یا ایکبار اُس سے وطی کریگا تو کتابت فاسد ہے پھر اگر اُسنے ہزار درم دیدیے تو عامۂ علماء کے نزدیک آزاد ہو جائیگی پھر جب وہ آزاد ہو گئی تو اُسکی قیمت دیکھی جاویگی اگر اُسکی قیمت ہزار درم ہون تو نہ مولے کا اُسپر کچھ چاہیے اور نہ اُسکا مولے پر کچھ چاہیے ہے اور اگر قیمت اسکی زائد ہو تو جسقدر ہزار سے زائد ہے اُسقدر مولے اس سے لے لیگا - اور اگر ہزار سے کم ہو تو ہمارے اصحاب ثلثہ نے فرمایا کہ باندی مکاتبہ بقدر کمی کے اپنے مولے سے واپس نہین لے سکتی ہے یہ بدائع مین ہے - اگر مولے نے اُس سے وطی کی پھر اُسنے بدل کتابت ادا کر دیا تو مولے پر اُسکا عُقر ادا کرنا واجب ہوگا - اور اگر زید نے اپنی حاملہ باندی کو مکاتب کیا تو جو اُسکے پیٹ مین ہے وہ بھی کتابت مین داخل ہوا خواہ صریح ذکر کرے یا نہ کرے اور اگر اُسکے پیٹ کا بچہ مستثنی کیا تو کتابت جائز نہوگی یہ مبسوط مین ہے - اگر اپنے غلام کو درہم پر مکاتب کیا تو یہ فاسد ہے ولیکن اگر اُسنے تین درم دیدیے تو آزاد ہو جائیگا اور اُسپر اپنی قیمت ادا کرنی واجب ہوگی کذا فی السراجیہ قال المترجم یہ حکم زبان عربیت سے متعلق ہے اگر یون کہا کہ تجھے مکاتب کیا علی دراہم تو کم سے کم جمع تین درم ہین پس علی اصل الامام الاعظم تین درم متیقن ہونگے اور زبان اردو کے موافق چاہیے کہ دو درم ادا کرنے پر بھی یہی

حکم ہو کیونکہ کسر جمع ہو گئی۔ اگر باندی کو ہزار درم پر اس شرط سے مکاتب کیا کہ یہ ہزار درم قسطوار ادا کرے بشرطیکہ اگر ایک قسط بھی ٹل گئی تو علاوہ قسط کے اسیقدر درم واجب ہونگے تو کتابت فاسد ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ہزار درم پر قسطوار کرکے ادا کرنے پر مکاتب کیا اور شرط لگائی کہ اگر کسی قسط سے عاجز ہوا تو ہزار درم پر مکاتب ہو جائیگا تو یہ کتابت فاسد ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ دوسری کتابت فاسد ہو گی پہلی کتابت امام اعظم رح کے نزدیک فاسد نہو گی اور صاحبین کے نزدیک دونوں جائز ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے۔ نوازل میں ہے کہ اگر زید نے اپنے دو غلاموں کو ایک ہی کتابت میں مکاتب کیا اور ہزار درم بدل ٹھہرائے اور شرط کی کہ مالک کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس سے چاہے مواخذہ کریگا پھر زید نے ایک کو وہ مال کتابت ہبہ کیا تو دونوں آزاد ہو جاوینگے۔ اور اگر اُس غلام نے ہبہ قبول نہ کیا تو ہزار درم کتابت کے دونوں پر قرضہ قرار پاوینگے جیسے کہ سابق میں تھے اور وہ دونوں آزاد ہو جاوینگے اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے۔ اگر زید نے اپنی باندی کو ہزار درم پر بوعدۂ عطا یا کھیتی کٹنے یا روندے جانے وغیرہ وعدہ پر جسکی میعاد معلوم نہیں ہے مکاتب کیا تو استحساناً جائز ہے پس اگر عطا میں تاخیر واقع ہوئی تو بدل کتابت دینا اُسی وقت واجب ہوگا جسوقت عطیہ نکالا جاتا تھا اور باندی کو اختیار ہے کہ اُس سے پہلے مال ادا کرکے آزاد ہو جاوے یہ مبسوط میں ہے اور اگر غلام کو ہزار درم پر مکاتب کیا اور یہی اسکی قیمت ہے اس شرط سے کہ اگر غلام اسقدر درم ادا کرکے آزاد ہو گیا تو اسپر دوسرے ہزار درم واجب الادا ہونگے تو جائز ہے اور یوں ہی رکھا جائیگا جیسا کہ اُسنے کہا ہے یعنی جسوقت ہزار درم دیدیے تو آزاد ہو جائیگا اور بعد آزادی کے اُسپر دوسرے ہزار درم واجب ہونگے یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر اپنی باندی سے کہا کہ میں نے تجھے ان ہزار درم پر مکاتب کیا حالانکہ یہ ہزار درم اُس باندی کے نہیں غیر شخص کے ہیں تو مکاتبت جائز ہے اور جب باندی نے ان ہزار درم کے سواے دوسرے ہزار درم اپنے مالک کے ادا کر دیے تو آزاد ہو جائیگی اسی طرح اگر باندی نے کہا کہ مجھے ہزار درم پر مکاتب کردے اس شرط سے کہ میں یہ ہزار درم فلان شخص کے مال سے تجھے دونگی تو عقد کتابت جائز ہے اور یہ شرط لغو ہے اور اگر باندی کو مکاتب کیا اور عقد کتابت میں اپنے یا اُسکے لیے خیار کی شرط لگائی تو جائز ہے پھر اگر اُسکے کوئی بچہ پیدا ہوا پھر صاحب خیار نے اپنا خیار ساقط کر دیا تو بچہ بھی اس باندی کے ساتھ مکاتب ہوگا۔ اور اگر خیار ساقط کرنے سے پہلے وہ شخص جسکو خیار تھا خواہ مولی یا باندی نے انتقال کیا تو صاحب خیار کے مرنے سے مثل بیع کے خیار ساقط ہو جائیگا اور بچہ اُس مال کے واسطے جو باندی پر واجب ہوا سعی کریگا اور اگر اپنا خیار ساقط کرنے سے پہلے مولی نے نصف باندی آزاد کر دی تو یہ امر اسکی طرف سے عقد کتابت کا فسخ ہے جیسا کہ سب باندی آزاد کرنے میں یہی حکم ہے۔ اور جب کتابت فسخ ہوئی تو امام اعظم رح کے نزدیک باندی نصف قیمت کے واسطے سعی کریگی۔ اسی طرح اگر مالک نے اُسکے بچہ کو آزاد کر دیا تو یہ بھی عقد کتابت کا فسخ ہے اور اگر خیار باندی کا ہو وے تو بچہ مولی کے آزاد کرنے سے آزاد ہو جائیگا اور باندی کے ذمہ سے بدل کتابت میں کچھ مال بھی بسبب بچہ کے آزاد ہو جانے کے کم نہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے تین روز کی شرط خیار کے ساتھ اپنی باندی کو مکاتب کیا اور باندی کے بچہ پیدا ہوا اور مولی نے اس بچہ کو فروخت کر دیا یا ہبہ کرکے سپرد کیا یا آزاد کر دیا تو اسکے تصرفات سب جائز اور کتابت باطل ہو گئی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک

حربی نے دارالحرب مین اپنے غلام کو مکاتب کیا پھر دونون مسلمان ہوگئے یا دونون ذمی ہوگئے تو یہ امر کتابت جائز رکھا جائیگا اور اگر دونون امان لیکر آئے حالانکہ بحالہ غلام اسکے قبضہ مین ہی اُسنے کتابت مین یہان نالش کی تو قاضی اُسکو باطل کر دیگا چنانچہ دارالحرب کے عتق و تدبیر کو باطل کر دیتا ہی جبکہ وہ امان لیکر آتے ہین- اور اگر حربی غلام کو مکاتب کیا پھر غلام مسلمان ہوکر دارالاسلام مین آگیا تو آزاد ہوگیا اور کتابت باطل ہوگئی- ایک مسلمان تاجر نے دارالحرب مین اپنے غلام کو مکاتب یا آزاد یا مدبر کیا تو استحسانًا جائز ہی اسی طرح اگر غلام کافر ہو کہ اُسکو دارالاسلام مین خریدا ہو تو بھی یہی حکم ہی اور اگر غلام کافر ہو کہ اُسکو دارالحرب مین خریدا ہو اور مکاتب کیا اُسنے بدل کتابت ادا کر دیا اور آزاد ہوگیا پھر مسلمان ہوگیا تو استحسانًا اسکو مسلمان پر جائز رکھونگا یہ مبسوط مین ہی- اگر کسی شخص نے اپنے ایسے غلام کو جو سینا یا رنگنا جانتا ہی بعوض ایسے ہی غلام کے جو یہ کام جانتا ہو مکاتب کیا تو قیاس چاہتا ہی کہ یہ عقد صحیح نہو اور استحسانًا صحیح ہی یہ محیط مین ہی- اگر اپنی باندی کو بطور کتابت فاسدہ کے مکاتب کیا اور اسکے بچہ پیدا ہوا پھر اُسنے مال کتابت ادا کیا تو اُسکا بچہ اُسکے ساتھ آزاد ہو جائیگا اور اگر ادا کرنے سے پہلے مرگئی تو اُسکے بچہ پر کچھ سعایت لازم نہین آتی ہی اور اگر اُسکی مان کے مال کتابت کے واسطے اُس سے سعی کرائی اور اُسنے سعایت کرکے ادا کر دیا تو قیاسًا یہ غلام آزاد نہو گا اور استحسانًا یہ لڑکا مع اسکی مان کے حالت زندگی پر اعتبار کرکے آزاد ہو جاوینگے یہ مبسوط مین ہی- اور اگر اپنے غلام کو ہزار درم پر اس شرط سے مکاتب کیا کہ مکاتب یہ مال میرے قرضخواہ کو ادا کر دے تو کتابت جائز ہی- اسی طرح اگر اس شرط سے مکاتب کیا کہ مکاتب یہ مال اپنے مولی کی طرف سے فلان شخص کو ضمان دے تو بھی کتابت جائز ہی اور فرمایا کہ ضمان بھی جائز ہی اور یہ استحسان ہی یہ ذخیرہ مین ہی- ایک شخص نے اپنی باندی کو مکاتب کیا حالانکہ اُس باندی پر قرضہ ہی پھر اُسکے بچہ پیدا ہوا اور اُسنے کتابت کا مال ادا کر دیا پھر قرضخواہ لوگ حاضر ہوئے تو اُنکو اختیار ہی کہ کتابت کا مال مالک سے واپس لین اور اس سے باندی کی قیمت کی ضمان لین اور جو قرضہ رہ جاوے اُسکو خواہ باندی سے وصول کرین یا بچہ سے ولیکن بچہ سے اُسکی قیمت سے زیادہ نہین لے سکتے ہین اور یہ بھی قرضخواہون کو اختیار ہی کہ چاہین اپنا قرضہ سب باندی سے وصول کرین- اور اُنکو یہ اختیار نہین ہی کہ مولی سے بچہ کی قیمت کی ضمان لین- اور اگر وہ باندی ادا سے کتابت کے بعد مرگئی تو بچہ پر بچہ کی قیمت اور مال قرض مین سے جو کم ہو وہ واجب ہوگا یہ مبسوط مین ہی- اور اگر غلام کو اس شرط سے مکاتب کیا کہ شہر سے باہر نہ چلا جاوے تو شرط باطل اور کتابت جائز ہی یہ محیط سرخسی مین ہی- ایک شخص نے زید کو اپنے غلام آزاد کرنے کا وکیل کیا اُسنے مکاتب کر دیا تو صحیح نہین ہی یہ جواہر الفتاوی مین ہی- ایک شخص نے دو تاجر غلامون کو جنپر قرض تھا ایک ہی کتابت مین مکاتب کیا پھر دونون مین سے ایک غائب ہوگیا پھر قرضخواہون نے قرض لینا چاہا تو اُنکو یہ اختیار نہین ہی کہ جو غلام حاضر ہی اُسکو کتابت فسخ کرکے رقیق بنا دین لیکن اُس قرضہ کے واسطے جو اسپر آتا ہی سعی کراوینگے اور جو اُسنے مال کتابت ادا کیا ہی قرضخواہ اُسکے لینے کے مستحق ہین یعنی مولی سے لے لینگے مگر یہ اختیار اُنکو نہین ہی کہ مولی سے دونون کی قیمت کی ضمان لین یہ مبسوط مین ہی- اور بھی مبسوط کے باب کتابۃ المرتد مین لکھا ہی کہ اگر کسی مرتد نے اپنے غلام کو مکاتب کیا پھر خود دارالحرب والون مین

جا ملا پھر مسلمان ہو کر واپس آیا پس اگر غلام نے قاضی کے پاس مرافعہ کیا ہو اور قاضی نے اسکو رقیق کر دیا ہو تو کتابت باطل ہو گئی ورنہ غلام اپنے عقد کتابت پر رہیگا انتہیٰ اور یہی مبسوط کے باب مالا یجوز من الکتابۃ مین ہی کہ اگر کسی نے اپنی باندی کو مردار پر مکاتب کیا اور اسکے ایک بچہ پیدا ہوا پھر مالک نے باندی کو آزاد کر دیا تو اسکے ساتھ اسکا بچہ آزاد نہوگا بخلاف اسکے اگر ہزار درم پر کتابت فاسدہ کے طور پر مکاتب کیا اور اسکے بچہ پیدا ہوا پھر مالک نے باندی کو آزاد کر دیا تو اسکے ساتھ اسکا بچہ آزاد ہو جائیگا انتہیٰ قلت ان العقد فی الوجہ الاول باطل و فی الثانی فاسد و ہو الفرق بینہما۔

تیسرا باب جو افعال مکاتب کر سکتا ہی اور جو نہین کر سکتا ہی اُنکے بیان مین جن تبرعات کی عادت جاری ہی اُنکے سوائے باقی تبرعات سے منع کیا جائیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور مکاتب کے واسطے خرید و فروخت و سفر جائز ہی کذا فی الکافی اور اسکو اختیار ہی کہ قلیل و کثیر ثمن پر فروخت کرے اور جس جنس پر چاہے فروخت کرے اور نقد و اُدھار فروخت کرے یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور صاحبین کے نزدیک قلیل ثمن پر فروخت کر سکتا ہی مگر صرف اسی قدر کمی ہو کہ لوگ برداشت کر لیتے ہین اور ہر جنس سے نہین فروخت کر سکتا ہی درم و دینار سے فروخت کر سکتا ہی اور نقد فروخت کر سکتا ہی اُدھار نہین فروخت کر سکتا ہی اور مکاتب کو اختیار ہی کہ اپنے مولیٰ کے ساتھ خرید و فروخت کرے ولیکن یہ نہین جائز ہی کہ جو چیز اُسنے اپنے مولیٰ سے خریدی ہی اُسکو کسی کے ہاتھ مرابحہ سے فروخت کرے ولیکن اگر واقعی حال بیان کر دے تو جائز ہی اور یہی حکم مولیٰ کے حق مین ہی یعنی مولیٰ نے جو چیز اُس سے خریدی اُسکو بدون واقعی بیان کے کسی کے ہاتھ مرابحہ سے نہین فروخت کر سکتا ہی اور یہ نہین جائز ہی کہ مولیٰ اسکے ہاتھ ایک درم مین دو درم فروخت کرے کیونکہ عقد کتابت سے وہ غلام اپنی کمائی کا خود حقدار ہو گیا پس مثل اجنبی کے ہو گیا اسی طرح مولیٰ کو بھی اسطور سے فروخت کرنا و خرید کرنا نہین جائز ہی۔ اور جائز ہی کہ جو چیز اُسنے فروخت کی اور اُسمین عیب کا دعوے کیا گیا تو اُسکے ثمن مین سے گھٹا دے یا جو اُسنے خریدی ہی اُسکے دام بڑھا دے مگر یہ اختیار نہین ہی کہ جو اُسنے فروخت کی اُسکے دامون مین سے بلا عیب کچھ گھٹا دے اور اگر اُسنے ایسا کیا تو جائز نہوگا اور اُسکو اختیار ہی کہ جو چیز اُسنے خریدی ہی اُسکو بسبب عیب کے واپس کر دے خواہ کسی اجنبی سے خریدی ہو یا مولیٰ سے خریدی ہو یہ بدائع مین ہی۔ اور مکاتب نے اگر اپنے اوپر قرضہ کا اقرار کیا یا قرضہ وصول پانیکا اقرار کیا تو جائز ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ اگر مکاتب کو اہل حرب قید کر لے گئے اور اُسنے قرضہ لیا تو یہ قرضہ حکماً ایسا ہی ہی کہ اُسنے دار الاسلام مین لیا۔ اور اگر مکاتب مرتد ہو گیا حالانکہ اسپر قرضہ ہی اور حالت ردت مین اُسنے قرضہ لیا جو اسکے اقرار ہی سے ثابت ہی پھر حالت ردت پر مقتول ہوا تو یہ بمنزلہ مرض کے قرضہ کے قرار دیا جائیگا حتیٰ کہ اُسکی کمائی سے پہلے حالت اسلام کا قرضہ دیا جائیگا پھر باقی مین سے حالت ردت کا قرضہ یہ امام اعظم و امام محمد رح کا قول ہی پھر بعد ادائے قرض و مال کتابت کے جو کچھ باقی رہیگا وہ اُسکے مسلمان وارثون کو دیا جائیگا۔ اور اگر اسکے بیٹے نے جو حالت کتابت مین پیدا ہوا تھا سعی کر کے مال کتابت ادا کر دیا اور آزاد ہو گیا پھر اُسکے باپ کے قرضخواہ حاضر ہوے تو اُنکو یہ اختیار نہین ہی کہ مولیٰ نے جو کچھ لیا ہی اُسکو واپس لیوین ولیکن اُسکے بیٹے سے اپنے قرضہ کا مطالبہ کرینگے اور دامنگیر ہونگے یہ مبسوط مین ہی۔ اور مولیٰ کو یہ اختیار نہین ہی کہ مکاتب کی باندی سے نکاح کرے اور اگر مکاتب نے اپنے

مولیٰ کی جورو کو خریدا تو مولیٰ کا نکاح باقی رہیگا یہ کافی مین ہے- اور اگر مکاتب نے کچھ رہن کیا یا رہن رکھا یا اجارہ دیا یا اجارہ لیا تو یہ جائز ہے یہ ذخیرہ مین ہے- اور مکاتب کو یہ جائز نہین ہے کہ اپنے لڑکے یا لڑکی کو بیاہ دے مگر اپنی باندی یا غلام کو بیاہ دے سکتا ہے یہ بدائع مین ہے- اور اپنے غلام کو نہین بیاہ سکتا ہے اور نہ اسکے واسطے وکیل کر سکتا ہے پھر اگر خود آزاد ہوا اور اجازت دیدی تو نکاح سابق جائز نہو جائیگا کیونکہ اجازت ایک عقد باطل کے ساتھ لاحق ہوئی ہے اور اگر بعد آزادی کے اُسنے کہا کہ مین نے اس وکالت کی اجازت دیدی تو یہ ابتدائی توکیل ہوگی یہ کافی مین ہے اور اگر مکاتب نے اپنی باندی کو اپنے غلام سے بیاہ دیا تو موافق ظاہر الروایۃ کے ناجائز ہے کذا فی العتابی شرح الہدایہ- مکاتبہ نے اگر مالک کی اجازت سے اپنا نکاح کسی مرد سے کیا پھر آزاد ہوئی تو اسکو خیار عتق حاصل ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے- اور اگر اُسنے بدون مولیٰ کی اجازت کے نکاح کر لیا اور دونون مین تفریق نہوئی یہان تک کہ وہ آزاد ہو گئی تو نکاح جائز اور باندی کو خیار حاصل نہوگا یہ مبسوط مین ہے- امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ مکاتب نے اگر اپنی کمائی سے کوئی غلام مکاتب کیا تو استحساناً جائز ہے اسکو ہمارے علما نے لیا ہے پھر جب مکاتب کا مکاتب کرنا جائز ٹھہرا پس اگر مکاتب ثانی نے مال ادا کر دیا تو آزاد ہو جائیگا اور اسکی آزادی کے وقت دیکھا جائیگا کہ پہلا مکاتب آزاد ہے یا مکاتب ہے پس اگر مکاتب ہو تو دوسرے مکاتب آزاد شدہ کی ولا مکاتب اول کے مولیٰ کے لیے ثابت ہوگی اور اگر آزاد ہو گیا ہو تو ولا اُسی کے واسطے ہوگی اُسکے مولیٰ کے واسطے نہوگی- پھر جس صورت مین دوسرے مکاتب کی ولا پہلے مکاتب کے مولیٰ کے لیے ثابت ہوئی ہے پھر اگر پہلے مکاتب نے مال ادا کر دیا اور آزاد ہو گیا تو دوسرے کی ولا جو مالک کو مل چکی ہے متحول ہو کر پہلے مکاتب آزاد شدہ کو نہ ملے گی- اور اگر پہلا مکاتب ادا سے کتابت سے عاجز ہو کر رقیق کر دیا گیا اور ہنوز دوسرے نے مال ادا نہین کیا ہے تو وہ اپنی کتابت پر باقی رہیگا اور در صورت مکاتب باقی رہنے کے درحقیقت وہ اصل مولے کا مملوک ہوگا حتی کہ اگر اصل مالک نے اُسکو آزاد کر دیا تو حقیقۃً عتق نافذ ہو جائیگا- اور اگر مکاتب اول عاجز نہوا مگر ادا سے کتابت سے پہلے مر گیا اور ہنوز دوسرے نے کتابت کا مال نہین دیا ہے تو اُسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ اگر پہلے نے انتقال کیا اور سوا سے اُس مال کے جو مکاتب ثانی پر کتابت کا مال چھوڑا ہے اور بہت سا مال چھوڑا جس سے اُسکا بدل کتابت ادا ہو سکتا ہے تو اس صورت مین اسکا عقد کتابت فسخ نہوگا اور اسکے ترکہ مین سے اُسکا بدل کتابت ادا کر کے اُسکی آزادی کا حکم اُسکی زندگی کے آخر جزو مین ثابت کیا جائیگا اور جو باقی رہا وہ اسکے آزاد وارثون کو حسب فرائض تقسیم ہوگا بشرطیکہ آزاد وارث موجود ہون ورنہ اسکے مولیٰ کو ملیگا اور جو اُسنے مکاتب ثانی پر چھوڑا ہے وہ اسی طرح رہیگا یہان تک کہ وہ اپنا بدل کتابت ادا کر دے کہ وہ اسکے وارثان آزاد کو ملیگا اور جب دوسرا آزاد ہو گیا تو اسکی ولا پہلے مکاتب کو ملے گی حتی کہ اسکی اولاد کے مذکر لوگ اُسکے وارث ہونگے اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر پہلا مکاتب مر گیا اور اُسنے کچھ مال سوا سے اُس مال کے جو مکاتب ثانی پر چھوڑا ہے نہ چھوڑا تو لامحالہ یا تو دوسرے مکاتب کا بدل کتابت پہلے مکاتب سے کم ہوگا اور اس صورت مین پہلے کی کتابت فسخ ہوگی اور وہ غلام قرار دیا جائیگا اور دوسرا مکاتب اپنے عقد کتابت پر رہیگا مگر مال کتابت مولا سے اول کو دیکر آزاد

ہوگا یا دوسرے کا مال کتابت پہلے کے برابر ہوگا یا اُس سے زیادہ ہوگا اور ایسی صورت مین یا تو دوسرے مکاتب کے ادا کرنے کا وقت پہلے کے مرنے کے وقت پر آگیا ہو تو پہلے مکاتب کا عقد کتابت فسخ نہوگا پس دوسرا مکاتب اپنے بدل کتابت مین سے بقدر کتابت اول کے ادا کردیگا اور اسکی حریت کا حکم فی الحال دیا جائیگا اور پہلے کی حریت کا حکم اُسکی زندگی کے آخر جزو مین ثابت کیا جائیگا اور دوسرے کی مکاتبت مین سے جو مال باقی رہا وہ پہلے مکاتب کے وارثون کو بشرط آزادی دیا جائیگا اور دوسرے مکاتب کی ولاء پہلے کے وارثون کو ملے گی مولی کو نہ ملے گی اور اگر دوسرے مکاتب کی کتابت ادا کرنے کا وقت پہلے مکاتب کی موت کے وقت نہین آیا پس اگر مولے نے قاضی سے اُسکی کتابت فسخ کردینے کی درخواست نہ کی یہان تک کہ دوسرے مکاتب کے ادا کرنیکا وقت آگیا تو اسکا حکم وہی ہے جو پہلے کی موت کے وقت دوسرے کے ادا کرنے کا وقت آجانے کی صورت مین مذکور ہوا ہے اور اگر مولے نے پہلے کی کتابت فسخ کرنے کی درخواست کی تو قاضی اُسکی کتابت فسخ کردیگا کذا فی المحیط۔ اور اگر دونون مکاتبون نے ایک ساتھ مال کتابت ادا کیا تو دونون کی ولاء اصل مولی کو ملے گی یہ بدائع مین ہے۔ نوادر ابن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت ہے کہ ایک مکاتب نے اپنے غلام کو مکاتب کیا پھر پہلا مکاتب مرگیا اور اسقدر مال چھوڑ گیا کہ جس سے مال کتابت ادا ہوسکتا ہے مگر یہ مال لوگون پر قرضہ ہے نقد موجود نہین ہے پھر ہنوز قرضہ برآمد نہوا تھا کہ دوسرے مکاتب نے مال کتابت ادا کردیا تو وہ آزاد ہوگیا اور اُسکی ولاء اصل مولی کو ملے گی پھر اگر اسکے بعد قرضہ وصول ہو کر پہلے مکاتب کا مال ادا کیا گیا تو دوسرے کی ولاء پہلے مکاتب کی طرف متحول نہوگی اور ولاء و میراث مین جس روز مال کتابت ادا کیا جاتا ہے اُسی روز کا اعتبار ہوتا ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک مکاتب نے اپنا غلام مکاتب کیا پھر پہلا مکاتب ایک آزاد بیٹا چھوڑ کر مرگیا اور کچھ مال نہ چھوڑا سواے اسکے کہ جو دوسرے مکاتب پر مال کتابت ہے پھر دوسرا مکاتب بھی ایسا بیٹا جو حالت کتابت مین پیدا ہوا ہے چھوڑ کر مرگیا تو اس لڑکے پر واجب ہے کہ جو مال اسکے باپ پر آتا ہے اسکے واسطے سعی کرے اور اصل مولی کو پہلے مکاتب کی طرف سے ادا کرے اور جو بچے وہ پہلے مکاتب کے بیٹے کو اپنے باپ کی طرف سے میراث ملیگا اور دوسرے مکاتب کے بیٹے کی ولاء پہلے مکاتب کے بیٹے کو ملے گی۔ ایک مکاتب نے اپنی جورو کو خریدا اور اسوقت تک اُسکی مکاتب سے کوئی اولاد نہ تھی پھر اس عورت کو مکاتب کردیا تو یہ جائز ہے اور جو بچہ بعد کتابت کے پیدا ہو وہ اسکے ساتھ کتابت مین شامل ہوگا کیونکہ بچہ اُسکا جزو ہے پھر اگر غلام مکاتب اسقدر مال کہ جس سے مال کتابت ادا ہوجاوے چھوڑ کر مرگیا تو یہ باندی مکاتبہ مع اولاد کے آزاد ہوجاویگی اور جو مال باقی بچے گا وہ اُسکی اولاد کو میراث ملیگا۔ اور اگر اُسنے کتابت ادا کردینے کے واسطے کافی مال نہین چھوڑا تو عورت اور اُسکے بچے کو خیار ہے کہ چاہین اس قدر مال کے واسطے جو غلام کی کتابت مین باقی ہے سعی کرکے حاصل کرین اور مولے کو دیدین تا کہ غلام کے آزاد ہونے سے خود آزاد ہوجاوین یا جو مال باندی کے ذمہ باقی ہے اُسکی تحصیل کے واسطے سعی کرین اور جو ان مین سے کم ہو اُسکے واسطے سعی کرینگے۔ اور اگر مکاتب نے اپنی جورو کو مکاتب کیا اور ہنوز اُس سے کوئی اولاد نہ تھی پھر بعد کتابت کے اسکے بچہ ہوا پھر باندی مرگئی اور اسقدر نہ چھوڑا کہ مال کتابت ادا ہوجاوے تو لڑکے کو اختیار ہوگا کہ چاہے اسقدر مال کے واسطے جو اسکی ماں کے ذمہ باقی تھا سعی کرکے ادا کردے تا کہ

اسکی آزادی سے آزاد ہو جاوے یا اپنے نفس کو عاجز قرار دے تو اُسکا وہی حال ہوگا جو اسکے باپ کا ہو یہ مبسوط میں ہی- اور مکاتب کو یہ اختیار نہیں ہو کہ اپنی اولاد یا والدین کو مکاتب کرے اور اصل یہ ہو کہ جس شخص کے فروخت کر دینے کا اُسکو اختیار نہیں ہو اُسکے مکاتب کرنیکا بھی اختیار نہیں ہو ولیکن ام ولد کو مکاتب کر سکتا ہو یہ بدائع میں ہو- ایک مکاتب نے اپنی باندی کو مکاتب کیا پھر اُس سے وطی کی اور اس سے حمل رہا پس اگر چاہے تو کتابت کو باقی رکھے اور مکاتب سے اپنا عقر لے یا اپنے تئین عاجز کر دے تو بمنزلہ اسکی ام ولد کے ہو جاویگی کہ اُسکو فروخت نہیں کر سکتا ہی چنانچہ اگر اپنی کسی باندی کو ام ولد بناوے تو بھی یہی حکم ہی- اور اگر وہ باندی مال کتابت ادا کرنے سے عاجز ہوئی اور اُسکو غلام کے مولی نے آزاد کیا تو جائز نہیں ہو چنانچہ اگر مکاتب کی کمائی کی کوئی باندی مولی نے آزاد کی تو آزادی جائز نہیں ہوتی ہو بخلاف اسکے کہ اگر باندی کے بچہ کو جو مکاتب کے نطفہ سے ہو آزاد کیا تو جائز ہو کیونکہ اولاد مکاتب کی کتابت میں داخل ہو پس اُسکی آزادی کے ساتھ آزاد ہوگا پس مولی کا مملوک ہوا ولیکن باندی اُس غلام مکاتب کی ام ولد ہو کہ اس سے وطی کر سکتا ہو اور خدمت لے سکتا ہو پس مولی کی مملوکہ نہوئی اور اگر باندی مکاتبہ کا بچہ مر گیا تو بھی مکاتب کو اپنی مکاتبہ باندی ام ولد کو فروخت کر دینے کا اختیار نہوگا- قال المترجم عفا اللہ عنہ یہ حکم اس بنا پر ہو کہ آدمی کو یہ اختیار نہیں ہو کہ ام ولد کو بیچ کرے کیونکہ باجماع صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین ایسی بیع باطل ہو اگرچہ جواز کے قائل بنا بر اینکہ اجماع متاخر سے اختلاف متقدم رفع نہیں ہوتا اس میں کلام کرتے ہیں والاول المختار المحققین رحمہ اللہ واللہ تعالی اعلم بالصواب- ایک مکاتب نے اپنی باندی کو مکاتب کیا پھر مولی نے اسکو ام ولد بنایا تو مولی پر واجب ہوگا کہ باندی کو اُسکا عقر ادا کرے اور بچہ اپنی ماں کے ساتھ بمنزلہ ماں کے مکاتب ہوگا پھر اگر وہ باندی ادائے کتابت سے عاجز ہوئی تو مولی اُس بچہ کو استحساناً بقیمت لے لیگا اور باندی مکاتب کی مملوک رہیگی بمنزلہ مدبرہ کے قرار دیجائیگی- اور اگر مکاتب نے خود ہی اُس باندی سے وطی کی پھر مر گیا اور کچھ مال نہ چھوڑا پس اگر وطی سے اُسکے بچہ نہیں پیدا ہوا تو اپنی کتابت پر باقی رہیگی اور اگر بچہ پیدا ہوا تو اُسکو اختیار دیا جائیگا کہ چاہے اپنی مکاتبت کو توڑ دے اور خود اور اسکا بچہ پہلے غلام کی کتابت کے واسطے سعی کرے یا اپنی مکاتبت کو پورا کرے اور اگر غلام نے اسقدر مال چھوڑا جس سے اُسکا مال کتابت بخوبی ادا ہو سکتا ہو تو اسکی مکاتبت کا مال ادا کر کے اُسکے اور اُسکے بیٹے کی آزادی کا حکم دیا جائیگا اور باندی کی کتابت باطل ہو جاویگی- اور اگر مکاتبہ باندی عاجز ہوئی اور مولی بچہ کے نسب کا مدعی ہو اور مکاتب اول مر چکا ہو تو بچہ آزاد ہوگا اور مولی پر اسکی قیمت واجب ہوگی- اور اگر بچہ کی قیمت سے مکاتب اول کا مال کتابت پورا ادا ہو سکتا ہو تو مکاتب کی آزادی کا بھی حکم دیا جائیگا پس یہ باندی عاجزہ مکاتب اول کے وارثوں کی مملوکہ ہوگی بشرطیکہ سوائے مولی کے اُسکا کوئی وارث ہو اور اگر نہوگا تو ولا کی وجہ سے مولی کو ملیگی اور مولی کی ام ولد قرار پائیگی یہ مبسوط میں ہو- اگر مکاتب نے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی تو جائز ہو پھر اگر غلام نے کچھ ادھار لیا تو اُسکے ذمہ لازم ہوگا پھر اگر قرضخواہوں نے اُس غلام کو طلب کیا تو غلام قرضہ کے عوض فروخت کیا جائیگا ولیکن اگر مولی نے اُسکی قیمت دیدی تو فروخت نہ کیا جائیگا- اور پھر اگر مکاتب نے اُسکا قرضہ ادا کیا کہ جس سے وہ فروخت نہ کیا گیا تو کہا جائیگا کہ جو قرضہ مکاتب نے ادا کیا ہو اگر وہ اُسکی قیمت کے برابر ہو تو بلا شبہہ اماموں کے نزدیک جائز ہو اور اگر وہ قرضہ اُسکی قیمت سے زیادہ ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر صرف اس قدر زیادتی ہو کہ

لوگ اپنے اندازہ میں اتنا خسارہ برداشت کر لیتے ہیں تو بھی بلاخلاف جائز ہے اور اگر اسقدر زیادتی ہو کہ لوگ اندازہ میں اتنا خسارہ گوارا نہیں کرتے ہیں تو کتاب الاصل میں اشارہ فرمایا کہ جائز ہے پس بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ جو کتاب الاصل میں ہے سب کے نزدیک بالاجماع ہے اور بعض نے کہا کہ یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک نہیں جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے- اور مکاتب کے واسطے یہ جائز نہیں ہے کہ صدقہ دے مگر تھوڑی سی چیز دیسکتا ہے حتی کہ ایک درم کسی فقیر کو نہیں دے سکتا ہے اور نہ اسکو ایک کپڑا پہنا سکتا ہے- اسی طرح یہ جائز نہیں ہے کہ مکاتب ہدیہ بھیجے مگر ہاں تھوڑی سی کھانے کی چیز بھیج سکتا ہے اور مکاتب کو اختیار ہے کہ دعوت طعام میں بلاوے اور اجارہ اور اعارہ اور ایداع کا اختیار رکھتا ہے یہ بدائع میں ہے- اور قرض نہیں دے سکتا ہے اور اگر قرض دیدیا تو مستقرض کو اسکا کھانا حلال نہیں ہے ولیکن اگر قرض مضمون ہے یعنی ضمان مستقرض پر لازم آوے تو جائز ہے اور مستقرض اس میں تصرف کرسکتا ہے یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے- اور مکاتب کی وصیت یعنی وصی ہونا جائز نہیں ہے اور نہ مال یا نفس کی کفالت جائز ہے خواہ باجازت مولی ہو یا بلا اجازت ہو اور اگر مکاتب خریدنے کے واسطے وکیل ہوا تو جائز ہے اگرچہ بائع کی ضمان اسپر لازم آوے کیونکہ وکالت ضروریات تجارت میں سے ہے اور اگر مکاتب نے مال ادا کردیا اور آزاد ہوگیا تو کفالت اسکے ذمہ لازم ہوگی یہ بدائع میں ہے- اور اگر ایسا ہو کہ جس وقت مکاتب نے کفالت کی ہے اُس وقت نابالغ ہو تو اسکے واسطے اخذ نہوگا اگرچہ آزاد ہو جاوے یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے- اور اگر مکاتب نے اپنے مولے کی طرف سے کفالت کرلی تو جائز ہے اور آیا حوالہ جائز ہے یا نہیں تو اسکی دو صورتیں ہیں کہ اگر مکاتب پر کسی شخص کا قرض ہو اور قرضخواہ پر کسی دوسرے کا قرض ہو پس مکاتب کے قرضخواہ نے اپنے قرضخواہ کو مکاتب پر حوالہ کردیا تو یہ جائز ہے اور اگر ایسا ہو کہ زید پر عمرو کا قرض ہو اور عمرو نے زید کو اس مکاتب پر حوالہ کیا اور مکاتب نے قبول کیا حالانکہ مکاتب پر عمرو کا کچھ قرض نہیں ہے تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ یہ تبرع ہے یہ بدائع میں ہے- اگر اسنے کچھ مال فروخت کیا پھر اقالہ کرلیا تو جائز ہے اور مکاتب کو اختیار ہے کہ مضاربت پر مال دیوے اور مولے سے مضاربت پر لیوے اور اپنے نفس کو اجارہ پر دیوے اور مال بضاعت لیوے اور دیوے اگرچہ شخص غیر کی امانت ہے یہ ذخیرہ میں ہے- مکاتب کو اختیار ہے کہ اپنے غلام مملوک کو مکاتب کرے اور یہ استحسان ہے پھر اگر بعد کتابت کے آزاد کیا تو جائز نافذ نہیں ہے جیسا کہ قبل کتابت کے ناجائز تھا اسی طرح اگر نصف مال کتابت یا کل مال اپنے مکاتب کو ہبہ کیا تو بھی ناجائز ہے یہ مبسوط میں ہے- اگر مکاتب نے بعوض مال کے اپنا غلام آزاد کیا یا نصف غلام کو غلام ہی کے ہاتھ کسی قدر مال پر فروخت کیا تو جائز نہیں ہے یہ شرح جامع صغیر مصنفہ قاضی خان میں ہے- اور مکاتب کے واسطے کسی آزاد سے شرکت مفاوضہ کرنا جائز نہیں ہے ہاں اگر آزاد سے شرکت عنان اختیار کرے تو جائز ہے پھر اسکے بعد اگر مکاتب عاجز ہوا تو دونوں کی شرکت منقطع ہو جاویگی- اور فرمایا کہ جو چیز مولی نے خریدی اُس میں مکاتب کو شفعہ کا استحقاق ہوتا ہے اور ایسے ہی جو مکاتب نے خریدی اُس میں مولی کو استحقاق شفعہ ہوتا ہے اور اگر شرکت عنان کے بعد مکاتب آزاد ہوا تو شرکت بحالہا باقی رہیگی- اور اگر کسی غیر کے ساتھ شرکت مفاوضہ کی خواہ باجازت مالک یا بلا اجازت پھر اسکے بعد آزاد ہوگیا تو یہ شرکت صحیح نہوجاویگی- اور اگر مکاتب نے کوئی مکان اس شرط سے خریدا کہ مکاتب کو تین روز تک خیار ہے پھر عاجز ہو کر رقیق کردیا گیا تو اسکا خیار

باطل

منقطع ہوگیا اور اگر بائع نے خیار اپنے واسطے شرط کیا ہو تو وہ مکاتب کے عاجز ہونے کے بعد بھی اپنے خیار پر رہیگا
جیسا کہ اُسکے مرنے کے بعد اپنے خیار پر رہتا ہے - اور اگر مشتری مکاتب نے اپنے واسطے خیار کی شرط ٹھہرائی
اور اُسکے پہلو میں کوئی دوسرا مکان فروخت ہوا تو اُسکو یہ اختیار ہے کہ شفعہ میں یہ مکان لے لے اور شفعہ میں لینا
خیار ساقط کر دینا قرار دیا جائیگا اور اگر مکاتب نے شفعہ میں وہ مکان نہ لیا یہان تک کہ مشتری نے بائع کو
واپس کیا تو دوسرے مکان میں ان دونون میں سے کسی کو شفعہ نہیں پہونچتا ہے یہ مبسوط میں ہے - چوتھا باب
مکاتب کے اپنے قریب یا زوجہ وغیرہ کے خرید لینے کے بیان میں ہے - اگر مکاتب نے اپنے باپ یا بیٹے کو
خریدا تو اُسکی کتابت میں داخل ہو جائیگا اور اُسکی آزادی پر آزاد اور اُسکے رقیق ہونے پر رقیق ہوگا اور مکاتب اسکو
فروخت نہیں کر سکتا ہے - اسی طرح جس نسبی اولاد یا قرابت دار کا مالک ہو اُسکا یہی حکم ہے جیسے دادا دادی یا
پوتا پوتی وغیرہ یہ اصل کی روایت ہے اور اگر مکاتب نے انکو خرید لیا تو بسبب عیب کے واپس نہیں کر سکتا
ہے اور نہ نقصان عیب لے سکتا ہے ولیکن اگر عاجز ہوا تو اُسکو واپس کرنے کا استحقاق حاصل ہوگا اور اگر مولی
نے مکاتب کو فروخت کیا یا مکاتب مرگیا تو واپس کرنے کا استحقاق مولی کو حاصل ہوگا کذا فی المضمرات - اور اگر
مکاتب نے اسقدر مال نہ چھوڑا جس سے مال کتابت ادا ہو جاوے اور ایک بیٹا چھوڑا جو کتابت میں پیدا ہوا ہے تو یہ لڑکا
اپنے باپ کی کتابت کے مال کے لیے سعی کریگا اور جس طرح قسط وار ٹھہرا ہے ہے ادا کریگا اور جب اُسنے ادا کر دیا
تو ہم اُسکے باپ کے آزاد ہونے کا قبل موت کے حکم دینگے اور یہ لڑکا بھی آزاد ہوگا اور اگر حالت کتابت میں خرید ہوا
لڑکا چھوڑا تو اُس سے کہا جائیگا کہ تیرا جی چاہے تو مال کتابت فی الحال ادا کر دے یا رقیق کیا جائیگا اور یہ امام اعظم رح
کے نزدیک ہے کذا فی الہدایہ - اور مکاتب کے والدین مکاتب کے مرتے ہی رقیق کر دیے جاوینگے اور بدل کتابت
فی الحال یا میعاد ٹھہرا کر ادا نہ کرینگے یہ تبیین میں ہے - اگر مکاتبہ باندی کے حالت کتابت میں اولاد ہوئی اور پھر باندی
نے اپنا دوسرا بچہ خریدا پھر مرگئی تو حالت کتابت کی اولاد قسط وار مال کتابت کے واسطے سعایت کریگی اور جو مال خریدے
ہوئے بچے نے کمایا ہو اُسکو حالت کتابت کی اولاد اُس سے لیکر اپنی مان کی کتابت ادا کرینگے اور جو باقی رہا وہ دونون کو
برابر تقسیم ہوگا اور کتابت والون کو اختیار ہے کہ خریدے ہوئے کو بحکم قاضی اجارہ پر دیدین یہ تاتارخانیہ میں ولوالجیہ
سے منقول ہے - اگر مکاتب نے اپنی دختر خریدی حالانکہ وہ اُسکے مولی کی جورو ہے تو مولی کا نکاح فاسد ہوگیا اور اگر اُسکی کوئی
قرابت دار ہو تو آزاد ہو جاویگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے - اور اگر مکاتب اپنے مولی کے باپ یا بیٹے کا مالک ہوا تو وہ
آزاد نہو جائیگا کیونکہ مولی نے اگر مکاتب کا غلام آزاد کیا تو عتق نافذ نہیں ہوتا ہے اس سے ہم کو معلوم ہوا کہ مولی
انکا مالک نہیں ہوتا ہے اس واسطے مولی کی طرف سے آزاد نہونگے اور نہ مکاتب کو اُن کی بیع ممنوع ہے یہ مبسوط میں
ہے - اور اگر مولی نے مکاتبہ باندی کے ایسے بچہ کو جو حالت کتابت میں پیدا ہوا یا خریدا ہوا ہے آزاد کیا تو استحسانًا
اسکا عتق نافذ ہوگا کیونکہ وہ مکاتبہ کا جزو ہے اور مکاتبہ کا رقبہ ہر طرح مولی کا مملوک ہے چنانچہ آزاد کرنے سے آزاد
ہو جاتی ہے پس ایسے ہی اُسکی اولاد کا حکم ہے بخلاف اسکی کمائی ہوئے غلام وغیرہ کے کہ وہ مملوک مولی نہیں ہوتا
ہے یہ ذخیرہ میں ہے - اور اگر مکاتب نے سوائے والدین واپنی اولاد کے بھائی یا بہن یا کسی ذی رحم محرم کو مثل
چچا و پھوپھی وغیرہ کے خرید کیا تو استحسانًا اُس کے ساتھ مکاتب نہو جاوینگے اور مکاتب انکو فروخت

کر سکتا ہی یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور اگر اُسنے اپنے چچا کے بیٹے کو خریدا تو بالاجماع اُسکے ساتھ مکاتب نہ ہو جائیگا یہ ذخیرہ مین ہی- مگر واضح ہو کہ مکاتب نے جسوقت مال کتابت ادا کیا اگر اُسوقت یہ لوگ قرابتی اسکی ملک مین موجود ہون تو بلا سعایت اُسکی طرف سے آزاد ہو جاوینگے یہ تاتارخانیہ مین ینابیع سے منقول ہی- اگر مکاتب نے ایسی جورو خریدی جس سے مکاتب کی کوئی اولاد نہین ہوئی ہی تو اُسکو فروخت کر سکتا ہی اور اگر اُس سے کوئی اولاد ہوئی ہی پس اگر مع اولاد اسکا مالک ہوا تو بالاجماع اُسکو فروخت نہین کر سکتا ہی اور اگر بدون اولاد کے مالک ہوا تو اختلاف ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک نہین فروخت کر سکتا ہی کذا فی المحیط اور یہی صحیح ہی یہ مضمرات مین ہی اگر مکاتب نے اپنی جورو کو خریدا اور اُسکے ساتھ مکاتب سے اسکی اولاد ہی تو اولاد مکاتب کی کتابت مین داخل ہو جاویگی اور جورو اپنی اولاد کی کتابت مین داخل ہو جاویگی پھر اگر مکاتب مرگیا تو دونون پر سعایت لازم نہ آویگی لیکن اگر ان دونون نے جو مال مکاتب پر وقت موت کے واجب الادا تھا ادا کر دیا تو آزاد ہو جاوینگے یہ تاتارخانیہ مین ہی نوادر بشر مین امام ابو یوسف سے روایت ہی کہ ایک مکاتب نے اپنی جورو کو خریدا اور بعد خریدنے کے اُس سے وطی کی اور اُسکے بچہ پیدا ہوا پھر مکاتب مرگیا اور اسقدر نہ چھوڑا کہ جس سے اسکا مال کتابت ادا ہو تو یہ بچہ اپنی مان کے مہر کے واسطے جو باپ پر قرض ہی سعی کریگا اور جو بچہ حالت کتابت مین پیدا ہوا ہی وہ اپنے باپ کے سب قرضون کے واسطے سعی کریگا یہ محیط مین ہی- مکاتب نے اپنی زوجہ کو خریدا تو اُس سے وطی کرنا حلال ہی پھر اگر اُسکے بچہ ہوا تو بچہ اپنے باپ کی کتابت مین تبعاً داخل ہوا اور اسکی تبعیت مین اُسکی مان اسکی کتابت مین داخل ہوگی پھر اگر مکاتب مرگیا اور اسقدر مال نہ چھوڑا کہ ادائے کتابت کے واسطے کافی ہو تو وہ عورت دو مہینے و پانچ روز عدت وفات مین بیٹھیگی اور بیٹا بجاے باپ کے قائم ہوکر قسطوار کتابت کے واسطے سعی کریگا اور مان و بیٹے دونون ادا کرنے سے آزاد ہو جاوینگے اور وہ عورت تین حیض عدت مین رہیگی اور اگر اس عرصہ مین پہلی عدت مین سے کچھ باقی رہا ہو تو دونون عدتون مین تداخل ہو جائیگا اور پہلی عدت مین بالخصوص استبراء کریگی اور اگر ادائے کتابت کے لائق مال چھوڑ گیا تو بدل کتابت ادا کیا جائیگا اور مکاتب کی زندگی کے آخر جزو مین سب کی آزادی کا حکم دیا جائیگا اور عورت کا نکاح فاسد ہونا ظاہر ہوگا اور اُسپر دو عدتین واجب ہونگی ایک عدت نکاح کے دو حیض واجب ہونگے کیونکہ باندی ہونے کی حالت مین آخر جزو زندگی مین فرقت واقع ہوئی اور دوسری عدت استیلاد کی جو بسبب موت مولے کے تین حیض واجب ہوے اور دونون عدتین متداخل ہو جاوینگی اور اگر مکاتب سے اولاد نہین ہوئی تو باندی اسکی عورت باقی رہیگی آزاد نہوگی- ایک مکاتب نے اپنی جورو کو جو باندی ہی دو طلاق دین پھر اُسکا مالک ہوا تو اُسکے حق مین حلال نہوگی تاوقتیکہ دوسرے شوہر سے نکاح نکرے کیونکہ باندی کی طلاق کامل دو طلاق ہین یہ کافی مین ہی- اور اگر باندی سے مکاتب کی حالت ملک مین جو بچہ پیدا ہوا تھا وہ مکاتب کی زندگی مین مرگیا پھر مکاتب مرا پس اگر باندی نے بدل کتابت اسکے مرنے کے وقت کا ادا کیا تو آزاد ہو جاویگی ورنہ رقیق کردی جاویگی اور بدل کتابت کے واسطے فروخت کی جاویگی اور باندی پر سعایت واجب نہین ہی یہ مضمرات مین ہی- مکاتبہ نے اگر اپنے شوہر کو خریدا تو اُسکا نکاح باطل نہوگا اور مکاتب کو اختیار ہی کہ اسی نکاح پر اُس سے وطی کرے کیونکہ وہ باندی مکاتبہ درحقیقت اُسکی ذات کی مالک نہین ہوئی

لہ [illegible] ۱۲

عینی شرح ہدایہ میں ہے۔ مکاتب ذمی نے ایک مسلمان باندی خریدی پس اگر اسکو ام ولد بنایا تو اپنے حال پر رہیگی اور اگر مکاتب ادا کرکے آزاد ہوگیا تو باندی کی ملک اسکو پوری حاصل ہوگئی اور باندی اسکی ام ولد ہوجاویگی پس سعی کرکے اپنی قیمت ادا کریگی اور اگر مکاتب عاجز ہوکر پھر رقیق قرار دیا گیا تو مکاتب کے مولے پر جبر کیا جائیگا کہ باندی کو فروخت کردے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک مکاتب نے ایک باندی خریدکر ایک حیض سے اسکا استبراء کرالیا پھر آزاد ہوا تو مکاتب آزاد شدہ کو اسی قدر حیض پر اسکے ساتھ وطی کرنی جائز ہے اور اگر عاجز ہوکر مکاتب مع باندی کے رقیق کیے گئے تو مولی پر باندی کا استبراء واجب ہے اور اگر مکاتب نے اپنی بیٹی یا ماں کو خرید کیا تو بعد عاجز ہونے کے مولی پر استبراء ان دونوں کا واجب نہیں ہے اور قبل عجز کے جو حیض مکاتب کے پاس ان دونوں کو آگیا ہے وہی کافی شمار ہوگا۔ اور اگر اپنی بہن کو خریدا پھر مکاتب عاجز ہوا تو مولی پر استبراء واجب ہے یہ امام اعظم رح کا قول ہے کیونکہ بہن مکاتب کے ساتھ مکاتبہ نہیں ہوتی ہے بخلاف ماں و دختر کے کہ عاجز ہونے کے بعد مولے پر استبراء واجب نہیں ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر کسی نے نصف غلام مکاتب کیا پھر مولی نے مکاتب سے کوئی چیز خریدی تو آدھی چیز کی خرید جائز ہوگی۔ اور اگر ایسے مکاتب نے مولے سے کوئی غلام خریدا تو استحسانًا پورے غلام کی خریداری جائز ہے جیسے غیر شخص سے جائز ہے اور قیاسًا فقط آدھے غلام کی خریداری جائز ہے اور ہم قیاسی حکم کو اختیار کرتے ہیں کذا فی المبسوط

پانچواں باب مولی سے مکاتبہ باندی کے بچہ ہونے اور مولی کا اپنی ام ولد و مدبر کو مکاتب کرنے اور اس کی مکاتبت اور تدبیر اور مولی و اجنبی کے واسطے مکاتب کے اقرار قرض و مکاتبت مریض کے بیان میں۔ ایک مکاتبہ اپنے مولے سے بچہ جنی تو وہ اسکی ام ولد ہوگی خواہ اپنی کتابت پوری کرے یا عاجز ہوجاوے اور اسکے بچہ کا نسب دعوت نسب سے ثابت ہوگا مگر باندی مکاتبہ کی تصدیق کی ضرورت نہوگی کیونکہ وہ اپنی ذات سے مولی کی مملوک ہے اور اگر اسنے کتابت پوری کردی تو اپنا عقر مولے سے لیگی اور اگر مولی مرگیا تو ام ولد ہونے کی وجہ سے وہ آزاد ہوجاویگی اور مال کتابت اسکے ذمہ سے ساقط ہوجاویگا اور اگر وہ باندی مرگئی اور کتابت ادا کرنے کے لائق مال چھوڑا تو اسکی کتابت ادا کردی جاویگی اور جو باقی رہا وہ اسکے بچہ کو میراث ملیگا کیونکہ اسکی زندگی کے آخر جزو میں اسکی آزادی ثابت ہوئی ہے۔ اور اگر اسنے ادائے کتابت کے واسطے کافی مال نچھوڑا ہو تو اس بچہ پر سعایت لازم نہیں آتی ہے کیونکہ یہ بچہ خود آزاد ہے اور اگر پھر اس باندی سے دوسرا بچہ ہوا تو بدون دعوت نسب کے مولی سے اسکا نسب ثابت نہوگا کیونکہ مولی پر اس سے وطی کرنا حرام ہے اور ام ولد کے بچہ کا نسب بلا دعوت کے جبھی ثابت ہوتا ہے کہ جب مولی پر اسکے ساتھ وطی کرنا حلال ہو اور اگر حرام ہو تو ثابت ولازم نہیں ہوتا ہے حتی کہ اگر مکاتبہ ام ولد عاجز ہوگئی اور اسکے بعد اتنی مدت کے اندر کہ جسمیں نطفہ قرار پاکر بچہ پیدا ہوسکتا ہو اسکے کوئی بچہ پیدا ہوا تو اسکا نسب بلا دعوت ثابت ہوگا لیکن اگر مولی نے صریح نفی کی اور انکار کیا کہ میرا نطفہ نہیں ہے تو جیسے اور ام ولد باندیوں کے بچہ میں ایسی صورت میں نسب ثابت نہیں ہوتا ویسے ہی اس میں بھی ثابت نہوگا۔ اور اگر مولے نے دوسرے بچہ کے نسب کا دعوی نہ کیا اور ام ولد بغیر وفا مرگئی تو یہ بچہ اسکے بدل کتابت کے واسطے سعی کریگا کیونکہ اپنی ماں کی تبعیت میں یہ بھی مکاتب ہے اور اگر اسکے بعد مولی بھی مرگیا تو یہ بچہ آزاد

ہو جائیگا اور اُسکے ذمہ سے سعایت ساقط ہو جائیگی یہ تبیین میں ہے۔ اگر مکاتبہ کے مولیٰ سے اولاد ہوئی پھر مولے نے اقرار کر دیا کہ یہ باندی فلاں شخص کی مملوک ہے تو اُسکے اقرار کی تصدیق نہوگی اگرچہ باندی اُسکے قول کی تصدیق کرے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مولیٰ نے اپنی ام ولد کو مکاتب کیا تو جائز ہے پھر اگر مولے مر گیا تو وہ بسبب ام ولد ہونے کے آزاد ہو جاویگی اور بدل کتابت اُسکے ذمہ سے ساقط ہوگا اور اولاد اور کمائی سب اسکو دیدی جاویگی۔ اور اگر مولے کے مرنے سے پہلے اُسنے بدل کتابت ادا کر دیا تو کتابت سے آزاد ہو جاویگی یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر ام ولد کو مکاتب کیا اور کتابت سے چھ مہینے سے زیادہ دن بعد اُسکے لڑکا پیدا ہوا اور قبل اقرار نسب کے مولے نے انتقال کیا تو مولیٰ کے ساتھ نسب لازم نہوگا۔ اور اگر کتابت سے چھ مہینے سے کم مدت میں بچہ ہوا تو مولیٰ کے نسب سے ثابت النسب ہوگا کیونکہ ہم یقیناً جانتے ہیں کہ قبل کتابت کے یہ نطفہ قرار پایا ہے اور وہ آزاد ہوگا اور اُسکی ماں بھی بسبب مرجانے مولے کے آزاد ہوگی اور اگر مولے زندہ رہا اور اُسنے نسب کا دعوے کیا تو وہ بچہ اُسکا بیٹا قرار پاویگا اگرچہ کتابت سے دو برس سے زیادہ دنوں بعد پیدا ہوا ہو۔ اور اگر باندی نے اپنی مکاتبت کی حالت میں کوئی جنایت کی تو اُسکے واسطے سعی کریگی اور اگر اُسپر کسی شخص نے ظلم و جرم کیا تو اُسکا جرمانہ مکاتبہ کو ملیگا۔ اور اگر مر گئی اور ایسا بچہ چھوڑا جو حالت کتابت میں مولیٰ کے سواے دوسرے شخص سے پیدا ہوا ہے تو وہ لڑکا اس مال کے واسطے جو اُسکی ماں پر واجب ہے سعی کرے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک نصرانی نے اپنی ام ولد کو مکاتب کیا اُسنے کچھ بدل کتابت ادا کیا پھر مسلمان ہو گئی پھر عاجز ہو گئی اور قاضی نے اُسکو رقیق کر دیا اور اُسپر قیمت ادا کرنے کا حکم کیا گیا اس باعث سے کہ بسبب ام ولد ہونے کے اُسپر بیع کی ڈگری نہیں ہو سکتی ہے تو اس قیمت میں سے جو کچھ مولیٰ نے اس سے لے لیا ہے وہ محسوب نہ کیا جائیگا اسی طرح اگر اُسنے مسلمان ہونے کے بعد کچھ ادا کیا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر اپنی ام ولد یا باندی کو ہزار درم پر اس شرط سے مکاتب کیا کہ میں ایک اوسط درجہ کا مملوک واپس دونگا تو امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک کتابت باطل ہے۔ اگر نصرانی کی ام ولد مسلمان ہو گئی اور اُسنے قیمت سے زیادہ پر اسکو مکاتب کیا تو جائز ہے پھر اگر ام ولد نے اپنے تئیں عاجز کیا اور رقیق کی گئی تو اپنی قیمت کے واسطے سعی کریگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر کسی نے اپنی مدبرہ باندی کو مکاتب کیا تو جائز ہے کیونکہ مثل ام ولد کے وہ بھی اسکی مالک میں ہے۔ اور اگر مولیٰ مر گیا اور کچھ مال سواے اُسکے نہ چھوڑا تو اُسکو خیار دیا جائیگا کہ چاہے اپنی دو تہائی قیمت کے واسطے سعی کرے یا تمام کتابت کے واسطے اور یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر مولیٰ نے انتقال کیا اور یہ مدبرہ اُسکے تہائی ترکہ سے برآمد ہوتی ہو تو آزاد ہو جاویگی اور بالاجماع اُسکے ذمہ سے سعایت ساقط ہوگی یہ مضمرات میں ہے۔ اگر اپنی مدبرہ کو مکاتب کیا اور اُسکے بچہ پیدا ہوا پھر مر گئی تو جو کچھ اُسپر واجب ہے اُسکی ادا کے واسطے بچہ سعی کریگا اور اگر دو لڑکے اُسکے موجود ہیں اور ایک نے اپنی ماں کا تمام مال کتابت ادا کر دیا تو دوسرے سے کچھ نہیں لے سکتا ہے۔ اسی طرح اگر دو مدبروں کو ایک ہی کتابت میں مکاتب کیا اور دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کا کفیل ہے پھر دونوں مر گئے اور ایک نے ایک لڑکا چھوڑا جو حالت کتابت میں اسکی باندی سے پیدا ہوا ہے تو اس لڑکے پر واجب ہوگا کہ سعی کرکے تمام مال کتابت ادا کرے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنی مکاتبہ باندی کو مدبرہ کر دیا تو صحیح ہے اور باندی کو ۱۵۰

خیار ہوگا کہ چاہے کتابت پوری کردے یا اپنے تئین عاجز کرکے مدبرہ ہوجاوے - پس اگر اُسنے کتابت تمام کرنا اختیار کیا اور مولے مرگیا اور سواے اس باندی کے اُسکا کچھہ مال نہین ہی تو باندی کو اختیار ہوگا کہ چاہے دو تہائی مال کتابت مین سعی کرے یا دو تہائی قیمت مین اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور صاحبین نے فرمایا کہ ان دونون مین سے جو کم ہوگا اُسکے ادا کرنے مین سعی کریگی اور اس صورت مین خلاف فقط خیار مین ہی یعنے امام کے نزدیک اُسکو یہ خیار ہی اور صاحبین کے نزدیک نہین ہی مگر مقدار مین اتفاق ہی یعنے تہائی مال کتابت یا تہائی قیمت اس مین اتفاق ہی کذا فی الہدایہ مع الزیادة - اور نوازل مین ہی کہ شیخ ابوبکر سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنا غلام مملوک اپنے تین روز کے خیار پر مکاتب کیا پھر اُسکو مدبر کردیا تو آیا مدبر کرنا کتابت کا نقض ہی فرمایا کہ کتابت کا نقض ہونا ضرور نہین ہی کیونکہ انسان اپنے مکاتب کو مدبر کرتا ہی اور مدبر کو مکاتب کرتا ہی سواے اُسنے کوئی ایسا فعل نہین کیا جو کتابت کا مانع ہو یہ تاتارخانیہ مین ہی - اگر دو غلامون کو ایک ہی کتابت مین مکاتب کیا اور ہزار درم کتابت کے ٹھہرے اور ہر ایک دونون مین سے دوسرے کا کفیل ہی پھر مولے نے ایک کو مدبر کردیا پھر مولی نے انتقال کیا اور بہت مال چھوڑا تو تہائی ترکہ کے حساب سے مدبر آزاد ہوجائیگا اور مکاتبت مین سے اُسکا حصہ مال اُسکے ذمہ سے ساقط ہوجائیگا کیونکہ اُسکے ادا کرنے کی ضرورت اُسکو نہ رہی چنانچہ اگر زندگی مین مولی اُسکو آزاد کرتا تو یہی حکم تھا اور دوسرے غلام کے حصہ کے واسطے وارثون کو اختیار ہی کہ دونون مین سے جس سے چاہین مواخذہ کرین پھر اگر مدبر نے اسقدر حصہ ادا کیا تو دوسرے مکاتب سے واپس لیگا چنانچہ اگر اپنے آزاد ہونے سے پہلے ادا کردیتا تو بھی یہی حکم تھا - اور اگر ان دونون کے سواے مولی نے اور کچھہ مال نہ چھوڑا تو تہائی ترکہ کے حساب سے مدبر کا حصہ آزاد ہوگا اور جو کچھہ اُسپر باقی رہا اُسکو سعی کرکے ادا کریگا پس اگر ہر ایک کی قیمت تین سو درم ہون اور دونون کی کتابت ہزار درم ہی تو مکاتبت مین سے جو حصہ مدبر پر واجب ہوتا ہی وہ باطل ہوا اور اُسکی قیمت تین سو درم معتبر ہی کیونکہ یہی اقل ہی اور مولے کے حق کے واسطے یہی متیقن ہی پس دریافت ہوا کہ مولے نے جو مال چھوڑا وہ یہ ہی کہ تین سو درم قیمت کا مدبر اور پانچ سو درم دوسرے غلام کا حصہ کتابت یہ سب آٹھہ سو درم ہوے اور اُسکی تہائی دو سو چھیاسٹھہ و دو تہائی درم ہوئی یہ تو مدبر مین سے بسبب تدبیر کے آزاد ہوا اور باقی یعنے تینتیس درم ایک تہائی درم کے واسطے سعی کریگا پھر مدبر اسقدر مال کا جو مکاتب پر ہی بسبب اُسکی کفالت کے مواخذہ کیا جاسکتا ہی اور جو مدبر پر باقی رہا ہی اُسکے واسطے مکاتب سے مواخذہ نہین ہوسکتا کیونکہ مدبر کتابت سے نکل گیا اور اب اُسپر مال تدبیر کے بقیہ کے واسطے سعی واجب ہی اور ظاہر ہی کہ مکاتب نے اسکی کفالت نہین کی تھی - اور اگر دونون کی قیمت دو ہزار درم یعنی ہر ایک کی ہزار درم ہو اور مال کتابت ہزار درم ہون اور مدبر نے یہ اختیار کیا کہ مال کتابت کے واسطے سعی کریگا تو اُسکو یہ اختیار ہی کیونکہ ہوسکتا ہی کہ یہ امر اُسکے حق مین نافع ہو مثلاً بدل کتابت قسطوار آہستہ آہستہ ادا کرنا ٹھہرا ہووے پس اس صورت مین اُسکے ذمہ سے اُسکا ایک تہائی مال کتابت اسوجہ سے ساقط ہوگا کہ وہ مدبر تھا اور مولی کی وصیت اُسکے حق مین صرف اُسی قدر مال کی صحیح ہوگی جسقدر مولے کا حق رہا ہی یعنی تہائی مال سے وصیت جاری ہوگی اسی واسطے تہائی مال کتابت ساقط ہوگا اور دو تہائی مال کتابت دونون پر رہیگا

جو وارثون کا حق ہی کہ اُسکے واسطے دونون مین سے جسکو چاہین گرفتار کرین پھر اگر مدبر نے سب ادا کر دیا تو دوسرے سے اس مقدار کی تین چوتھائی یعنے بقدر اسکے حصہ کے واپس لیگا اور یہ پانچسو درم ہوے اور اگر مکاتب نے سب دیدیا تو مدبر سے اسکی چوتھائی یعنے مابقی جو اُسکے ذمہ واجب تھا واپس لیگا یہ مبسوط مین ہی۔ ایک مکاتبہ باندی ایک لڑکی جنی اور پھر لڑکی کے لڑکی پیدا ہوئی پھر مولے نے بیچ والی کو آزاد کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک نواسی بھی آزاد ہوجاویگی اور صاحبین کے نزدیک اخیر والی یعنے نواسی آزاد نہوگی یہ کافی مین ہی۔ مکاتبہ باندی کے ایک لڑکی پیدا ہوئی اور وہ بالغ ہوکر مرتد ہوکر دارالحرب مین چلی گئی پھر گرفتار ہوئی تو مکاتبہ کے ساتھ نہ رکھی جاویگی اور نہ حصہ ہوگا بلکہ قید کی جاویگی تاکہ توبہ کرے یا قید مین مرے چنانچہ اگر اسکی مان ایسا کرتی تو بھی یہی حکم تھا پھر اگر اُسکی مان مرگئی اور اسقدر مال نہ چھوڑا جس سے مال کتابت ادا ہوسکے تو قاضی اس مرتدہ کو قید سے نکال کر جو کچھ اُسکی مان پر تھا اُسکے واسطے سعی کرائیگا۔ مکاتبہ باندی کے لڑکا پیدا ہوا پھر اُس لڑکے نے اپنی مان کو قتل کیا تو اُسکا مقتول ہونا بمنزلہ موت کے ہی کہ بوجہ قتل کے لڑکے پر کچھ واجب نہوگا۔ اور اگر اُس باندی نے کسی انسان کو قتل کیا پھر ہنوز اُسپر حکم قاضی جاری نہین ہوا تھا کہ وہ مرگئی تو اُسکا بیٹا اُسکے جرمانہ اور کتابت دونون کے واسطے سعی کریگا۔ پھر اگر لڑکا عاجز ہوگیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر قاضی نے ولی مقتول کے واسطے لڑکے پر قیمت کی ڈگری کردی ہی تو یہ لڑکے پر بمنزلہ قرض کے قرار دیا جائیگا اور اُسکے واسطے وہ لڑکا فروخت کیا جائیگا اور اگر قاضی نے ولی مقتول کے واسطے کچھ حکم نہین دیا ہی تو عاجز ہو جانے پر جرم کا جرمانہ باطل ہو جائیگا چنانچہ اگر قاضی کے حکم دینے سے پہلے اُس کی مان اپنی زندگی مین عاجز ہوجاتی پھر مرجاتی تو بھی اسکے حق مین یہی حکم تھا یہ مبسوط مین ہی۔ ایک مریض نے ہزار درم پر قسطوار ادا کرنے کی شرط سے اپنے غلام کو مکاتب کیا اور اسکی قیمت ہزار درم ہی اور اُس مریض کے تہائی مال سے غلام نہین نکلتا ہی تو اُسکے مرنے کے بعد غلام کو اختیار دیا جائیگا کہ چاہے تہائی سے زائد جو کچھ قیمت مین سے رہا اُسکو فے الحال بتعجیل ادا کردے یا عاجز ہونا چاہے کہ رقیق کیا جاوے یہ محیط مین ہی۔ اگر مریض نے دو ہزار درم پر اپنے غلام کو ایک سال مین ادا کرنے کے وعدہ پر مکاتب کیا اور اُسکی قیمت ایک ہزار ہی پھر مرا اور سوا اسکے مریض کا کچھ مال نہین ہی اور وارثون نے زائد کی اجازت نہ دی تو وہ غلام دو ہزار کی دو تہائی فے الحال ادا کرے اور باقی اپنی میعاد پر رہیگا یا رقیق کردیا جائیگا یہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ ہزار کی دو تہائی فے الحال ادا کرے اور باقی اپنی میعاد پر دے۔ اور اگر ہزار درم پر ایک سال کے ادا کرنے کے وعدہ پر مکاتب کیا اور قیمت اُسکی دو ہزار درم ہین اور وارثون نے اجازت نہ دی تو دو تہائی قیمت فی الحال ادا کرے یا رقیق کردیا جائیگا اور یہ بالاجماع ہی یہ نہایہ مین ہی۔ اور اگر اپنی صحت مین ہزار درم پر مکاتب کیا اور اُسکی قیمت پانچ سو درم ہین پھر اپنے مرض مین اسکو آزاد کردیا پھر مرگیا اور کچھ وصول نہین پایا تھا تو غلام اپنی دو تہائی قیمت کے واسطے سعی کریگا۔ اسی طرح اگر غلام کو جو اُسپر مال کتابت آتا تھا سب اپنے مرض مین اسکو ہبہ کردیا تو وہ آزاد ہوگا اور اپنی دو تہائی قیمت کے واسطے سعی کریگا اور امام اعظم رح کے نزدیک اگر اپنی صحت مین اسکو مکاتب کیا پھر مرض مین آزاد کیا تو غلام کو اختیار ہوگا کہ چاہے اپنی دو تہائی قیمت کے واسطے سعی کرے یا جو کچھ مال کتابت اسپر واجب ہی اُسکی دو تہائی کے واسطے

[illegible]

سعی کرے اور اگر مولے نے سب اُس سے وصول کر لیا مگر پانچ سو درم نہیں وصول پائے ہیں پھر اپنے مرض میں آزاد کیا تو غلام اپنی دو تہائی قیمت کے واسطے سعی کریگا اور جو کچھ اُسنے اس سے پہلے ادا کیا ہو وہ محسوب نہ کیا جائیگا اور یہ صاحبین رح کا قول ہو اور اسی طرح امام اعظم رح کے نزدیک بھی اگر اُسنے کتابت فسخ کر کے دو تہائی قیمت کے واسطے سعی کرنا اختیار کیا تو یہی حکم ہو اور اگر غلام نے سب ادا کیا مگر سو درم رہ گئے پھر مرض میں اسکو آزاد کیا یا باقی اسکو ہبہ کیا تو سو درم کی دو تہائی کے واسطے سعی کریگا یہ مبسوط میں ہو — اگر زید نے اپنے مرض الموت میں ہزار درم پر اپنے غلام کو مکاتب کیا اور اُسکی قیمت بھی ہزار درم ہیں اور سوائے اُسکے مریض کا کچھ مال نہیں ہو پھر اپنے مرض میں زید نے ہزار درم کا جو اُسکے پاس تھے یہ اقرار کیا کہ یہ درم اسی مکاتب کے ہیں کہ بعد کتابت کے اُسنے میرے پاس ودیعت رکھے ہیں اور یہ درم بدل کتابت کی جنس سے ہیں پھر مرگیا تو تہائی مال سے اسکا اقرار جائز ہوگا اور مراد یہ ہو کہ جب عقد کتابت حالت مرض میں واقع ہو تو ایسا ہوگا اور اگر کتابت حالت صحت میں واقع ہوا اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو تمام مال سے اسکا اقرار معتبر ہوگا — اور اگر بدل کتابت سے کھرے ہزار درم کا اقرار کیا اور کتابت حالت صحت میں واقع ہوئی ہو تو تمام مال سے اسکا اقرار معتبر ہوگا — پھر اگر مکاتب نے کہا کہ میں کھرے درم واپس کر کے جس قسم کے تیرے حق میں چاہیے ہیں ویسے دیدونگا تو یہ اختیار اُسکو نہوگا — اور اگر مریض نے ہزار درم مقبوضہ قرضہ کی نسبت یہ اقرار کیا کہ یہ میرے مکاتب کی ودیعت ہیں اور بدل کتابت کے درم مقرر قرار پائے ہیں تو اُسکا اقرار صحیح نہوگا بشرطیکہ اُسپر حالت صحت کا قرضہ ہو وے اور یہ ہزار درم قرضخواہان صحت کو تقسیم ہونگے اور مکاتب سے جو کچھ اُسپر آتا ہو اُسکا مواخذہ کیا جائیگا یہ محیط میں ہو — اگر مریض نے مرض میں اپنے غلام کو مکاتب کیا اور سوائے اسکے اسکا کچھ مال نہیں ہو اور وارثوں نے اُسکی زندگی میں کتابت کی اجازت دیدی تو اُن لوگوں کو اختیار ہو کہ اسکے مرنے کے بعد اجازت سے انکار کریں جیسے باقی وصیتوں میں اختیار ہوتا ہو یہ مبسوط میں ہو — امام محمد رح نے جامع میں فرمایا کہ ایک مکاتب نے اپنی صحت میں اپنے مولے کے واسطے ہزار درم کا اقرار کیا اور مولی اسکو ہزار درم پر مکاتب کر چکا تھا اور مکاتب نے اپنی صحت میں ایک شخص اجنبی کے لیے ہزار درم کا بھی اقرار کیا پھر مکاتب بیمار ہوا اور اُسکے پاس ہزار درم موجود تھے سو اُسنے مولی کو کتابت میں دیدیے پھر اس مرض میں مر گیا اور سوائے اُن ہزار درم کے اور کچھ نہ چھوڑا تو مولے اور اجنبی کے درمیان تین حصے ہو کر تقسیم ہونگے اس میں سے دو حصے مولے کو اور ایک حصہ اجنبی کو ملیگا — اور اگر مکاتب نے یہ ہزار درم موجودہ اپنے مولے کو حالت صحت کے اقراری قرضہ میں دیے پھر مرگیا تو ان درموں کا اجنبی ہی حقدار ہو اور مولے کا قرضہ و کتابت باطل ہو جائیگا اسی طرح اگر غلام نے قرضہ میں نہ دیے یوں ہی چھوڑ کر مرگیا تو بھی اجنبی کو ملینگے — اور اگر مکاتب نے کوئی بیٹا جو حالت کتابت میں پیدا ہوا ہو چھوڑا تو یہ ہزار درم اجنبی کو ملینگے مگر مولے اپنے قرضہ و کتابت کے واسطے اس لڑکے کا دامنگیر ہوگا کیونکہ وہ اپنے باپ کے قائم مقام ہو — اور اگر مکاتب نے اپنی زندگی میں یہ ہزار درم مولی کو قرضہ اقراری میں دیکے پھر مرگیا اور حالت کتابت کی پیدائش کا لڑکا چھوڑا تو بھی اجنبی ان ہزار درم متروکہ کا مستحق ہو اور مولے اپنا قرضہ و کتابت اُسکے لڑکے سے لیگا اور اگر اُسکے لڑکے نے قرضہ و کتابت جو باپ پر واجب الادا تھا ادا کر دیا تو بھی جو حکم اجنبی کے واسطے ہزار درم دینے کا ہو چکا ہو وہ منقوض نہوگا یہ محیط میں ہو — اگر زید نے

اپنے غلام کو اسقدر مال پر مکاتب کیا کہ جتنے پر ایسے غلام مکاتب ہوتے ہیں پھر اقرار کیا کہ میں نے مال کتابت وصول پایا پس اگر اُسپر اسقدر قرضہ ہو کہ اسکے تمام مال کو محیط ہو تو اُسکے اقرار کی کچھ تصدیق نہ کیجاویگی ولیکن غلام آزاد ہو جائیگا اور مال کتابت کا مواخذہ اُس سے کیا جائیگا چنانچہ اگر اُسکو آزاد کردے تو بھی یہی حکم ہوتا ہے - اور اگر اُسپر قرضہ نہو اور یہ غلام اُسکے تہائی مال سے نکلتا ہو تو آزاد ہو جائیگا اور اُسپر کچھ واجب نہوگا - اور اگر اس غلام کے سوائے اُسکا کچھ مال نہو تو غلام پر واجب ہوگا کہ وارثوں کو اپنے مال کتابت کی دو تہائی کمائی کرکے ادا کرے ولیکن اگر اسکی قیمت کم ہو تو دو تہائی قیمت کمائی کرے - اسی طرح اگر اُسنے صحت میں اقرار کیا کہ اپنی صحت میں میں نے اسکو مکاتب کیا پھر اپنے مرض میں اقرار کیا کہ میں نے مال کتابت سب وصول پایا ہے تو اُسکی تصدیق کی جاویگی بخلاف اُسکے اگر اپنے مرض میں مکاتب کیا ہو تو تصدیق نہوگی یہ مبسوط میں ہے - ایک مکاتب کا اپنے مولے پر حالت صحت کا قرضہ ہے پھر اپنے مرض میں اقرار کیا کہ میں نے اپنا قرضہ جو مولے پر تھا وصول پایا اور غلام پر حالت صحت کے قرضے ہیں پھر مر گیا اور کچھ مال نہ چھوڑا تو اُسکے مرض کے اقرار کی تصدیق نہ کی جاویگی - ایک شخص نے ہزار درم پر صحت میں اپنے غلام کو مکاتب کیا پھر مکاتب نے حالت مرض میں ایک شخص اجنبی کے واسطے ہزار درم کا اقرار کیا پھر مکاتب مر گیا اور سوائے ہزار درم کے کچھ مال نہ چھوڑا تو ان ہزار درم کا اجنبی مستحق ہے مولے مستحق نہیں ہے اگرچہ مولے کا قرضہ حالت صحت کا ہے اور اجنبی کا حالت مرض کا ہے بخلاف اسکے کہ اگر صحت کا قرضہ بھی کسی اجنبی کا ہووے تو اس صورت میں حالت صحت کا قرضہ ادا کرنا مقدم ہوگا یہ محیط میں ہے - اگر ایک مکاتب نے اپنی موت کے وقت یہ اقرار کیا کہ میں نے اپنے فلان غلام کو مکاتب کیا تھا (قرضہ مرض سے ۱۲) اور اس سے مال کتابت وصول پایا تو اقرار نہیں جائز ہے - اسیطرح اگر حالت مرض میں غلام کو اُس کی قیمت سے کم پر مکاتب کیا تو جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے - ایک شخص نے اپنے غلام کو ہزار درم پر مکاتب کیا اور مولے نے اُسکو ہزار درم قرض دیے اور اُس حالت میں مکاتب صحیح تھا پھر مکاتب مر گیا اور ہزار درم ترکہ چھوڑا اور اُس مکاتب کی اولاد آزاد عورت سے موجود ہے تو قاضی ان ہزار درم کو کتابت میں ہونیکے واسطے حکم دیگا اور مولی کو اختیار نہیں ہے کہ اسکو قرضہ میں قرار دے - اور اگر اسکی اولاد کسی آزاد باندی سے جو دوسرے شخص کی آزاد کردہ ہے موجود ہو تو باپ اولاد کی ولا اپنے مولے کی طرف سمیٹ لاویگا اور اگر مکاتب نے ہزار سے زیادہ مال چھوڑا تو مولے کتابت سے زیادہ ایک ہزار تک اپنے قرضہ میں سے لیگا پھر اگر قرض سے بھی کچھ فاضل رہا تو وارثوں کو ملیگا یہ محیط میں لکھا ہے -

چھٹا باب اجنبی کا کسی غلام کی طرف سے عقد کتابت قرار دینے کے بیان میں - زید نے عمرو سے کہا کہ اپنے فلان غلام کو ہزار درم پر اس شرط سے مکاتب کر دے کہ اگر میں نے ہزار درم ادا کر دیے تو غلام آزاد ہے عمرو نے اسی شرط سے مکاتب کیا اور زید نے قبول کیا پھر ہزار درم ادا کیے تو بدون غلام کے قبول کرنے و اجازت دینے کے شرط پائی جانے کے باعث سے غلام آزاد ہو جائیگا - اور اگر غلام کو خبر پہونچی اور اُسنے قبول کیا تو مکاتب ہو جائیگا اور اگر غلام نے کہا کہ میں نہیں قبول کرتا ہوں پھر زید نے مال ادا کیا تو جائز نہیں ہے کیونکہ عقد کتابت اُسکے رد کرنے سے رد ہو گیا اور اگر زید ضامن ہوا تو اُسپر کچھ لازم نہ آویگا اور اگر زید نے یہ نہ کہا کہ اس شرط سے کہ اگر میں ادا کردوں تو غلام آزاد ہے مگر ادا کردیے تو قیاساً غلام آزاد نہوگا و استحساناً آزاد ہوگا اور جب زید بدل کتابت ادا کر چکا تو غلام سے بعد آزادی کے

واپس نہین لے سکتا ہی کیونکہ اُسنے احسان کی راہ سے ایسا کیا ہی یہ تبیین مین ہی - اور آیا اجنبی کو مولے سے واپس
لینے کا اختیار ہی یا نہین سو اگر بحکم ضمان دیا ہی تو واپس لے سکتا ہی اور اسکی صورت یہ ہی کہ یون کہے کہ اپنے
غلام کو ہزار درم پر مکاتب کردے اس شرط سے کہ مین ضامن ہون[لہ] تو اس صورت مین واپس لیگا کیونکہ اُسکی
ضمان باطل ہی اسوجہ سے کہ اُسنے غیر واجب کی ضمان کرلی ہی - اور اگر اُسنے بغیر ضمان ادا کیا تو واپس نہین لے سکتا
ہی کیونکہ وہ متبرع ہی - اور اگر اُسنے تھوڑا ادا کیا تو واپس لے سکتا ہی خواہ بضمان ادا کیا ہو یا بغیر ضمان - ولیکن اگر کچھ
مال غلام کی اجازت کے بعد ادا کیا تو واپس نہین لے سکتا ہی کیونکہ اس صورت مین ایک اور بات حاصل ہوگئی
وہ یہ ہی کہ کسی قدر مال کتابت سے غلام بری الذمہ ہوگیا - اور یہ حکم اُس وقت ہی کہ غلام کی اجازت سے پہلے
مولے سے واپس لینے کا قصد کیا ہو اور اگر غلام کی اجازت کے بعد ایسا قصد کیا پس اگر بحکم ضمان دیا ہی تو واپس
لے سکتا ہی اور اگر بغیر ضمان دیا ہی تو نہین خواہ سب ادا کیا ہو یا تھوڑا یہ عینی شرح ہدایہ مین ہی - اگر مرد آزاد
نے زید کے غلام کی طرف سے کتابت قبول کرکے اُسکے ذمہ ڈالی اس شرط سے کہ مین اُسکی طرف سے کتابت
کا ضامن ہون تو جائز نہین ہی کیونکہ آزاد مرد کے قبول کرنے سے بدل کتابت غلام پر واجب نہین ہوا اور نہ یہ
ممکن ہی کہ آزاد کے قبول کرنے سے ابتداءً بدل کتابت آزاد پر واجب کیا جاوے اسی طرح اگر یہ غلام اس مرد آزاد
کا بیٹا ہو خواہ بالغ ہو یا نابالغ تو بھی باپ کو یہ ولایت نہین حاصل ہی کہ بیٹے کے ذمہ مال لازم کرے بلکہ باپ اجنبی
اس امر مین یکسان ہین - اسی طرح اگر باپ غلام و اُسکا بیٹا نابالغ دونون ایک شخص کے مملوک ہون اور باپ
نے بیٹے کے ذمہ کتابت لازم کی تو بھی جائز نہین ہی ولیکن اگر دونون صورتون مین باپ نے بیٹے کی طرف
سے مال ادا کردیا تو وہ استحساناً آزاد ہوجائیگا یہ مبسوط مین ہی - اگر غلام حاضر و غائب دونون کو مکاتب کیا اور
حاضر نے عقد کتابت قبول کیا تو استحساناً دونون کی طرف سے صحیح ہی اور جس نے دونون مین سے ادا کیا
اُس کے ادا کرنے سے دونون آزاد ہوجاوینگے اور مولے اُس کے قبول کرنے پر مجبور کیا جائیگا اور
جس نے ادا کیا وہ دوسرے سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہی - اور اگر مولے نے حاضر کو بدل کتابت ہبہ
کردیا تو دونون آزاد ہوجاوینگے اور اگر غائب کو ہبہ کیا تو آزاد نہونگے کیونکہ اُسپر کچھ واجب نہ تھا پس
ہبہ صحیح نہین ہوا - اور اگر غلام غائب نے عقد قبول کیا تو لغو ہی اور عقد کتابت حاضر کو لازم ہوگا جیسا کہ غائب
کے عدم قبول کی صورت مین حکم تھا اور مولے کو غائب سے کچھ بدل کے مواخذہ کا اختیار نہین ہی کیونکہ اُسنے کسی چیز
کا التزام اپنے ذمہ نہین لیا ہی بلکہ عقد کتابت مین وہ بالتبع داخل ہی جیسے مکاتب کے بچہ کا حکم ہی - اور اگر مولے نے
غلام غائب کو آزاد کیا تو آزاد ہوجائیگا اور حصۂ مکاتبت اُسکے ذمہ سے ساقط ہوجائیگا اور جب اُسکا حصۂ مکاتبت
باطل ہوا تو حاضر جب تک اپنا حصۂ مکاتبت نہ ادا کرلے آزاد نہوگا - اور اگر مولے نے حاضر کو آزاد کیا تو آزاد ہوجائیگا
اور اُسکا حصۂ کتابت باطل ہوجائیگا اور غائب اپنا حصۂ کتابت فی الحال ادا کرے ورنہ رقیق کردیا جائیگا یہ کافی
مین ہی - اور اگر غائب مرگیا تو حاضر کے ذمہ سے کچھ کم نہوگا اور اگر حاضر مرگیا تو مولے کو غائب سے کچھ بدل کے
مطالبہ کا اختیار نہوگا ولیکن اگر غائب نے کہا کہ مین سب بدل کتابت ادا کیے دیتا ہون اور سب دینے کو لایا
اور مولے نے کہا کہ مین نہین لیتا ہون تو قیاساً اس کو نہ لینے کا اختیار ہی اور استحساناً انکار نہین کرسکتا ہی

لہ یعنی بغیر اُسکے کہ غلام اس سے درخواست کرے ضامن ہونا
ع یعنی اُسکا ہبہ کرنا جو اس پر واجب نہین ہی ۱۲

اور غائب کے ادا کر دینے کے بعد دونون آزاد ہو جاوینگے ولیکن غائب کے واسطے ادا کرنے کی میعاد ثابت نہوگی۔
اور اگر دونون زندہ ہون اور مولے نے غائب کو فروخت کرنا چاہا تو استحساناً ایسا نہین کر سکتا ہی یہ مبسوط مین
ہی۔ اگر زید نے اپنی باندی اور اُسکے دو نابالغ لڑکون کو مکاتب کیا تو صحیح ہی اور جسنے مال ادا کیا وہ دوسرون سے
واپس نہین لے سکتا ہی اور یہ استحسان ہی اور جسنے مال کتابت دیا تو مولے پر جبر کیا جائیگا کہ اُسکو قبول کرے
اور عقد کتابت قبول کرنے یا رد کرنے مین اولاد کا اعتبار نہین ہی اور اگر اُسنے باندی کو آزاد کر دیا تو اولاد پر بقدر اُنکے
حصہ کے بدل کتابت باقی رہیگا کہ اُسکو فے الحال ادا کرین مگر مولے باندی سے بدل کا مطالبہ کریگا نہ اولاد سے
اور اگر مولے نے اولاد کو آزاد کر دیا تو باندی کے ذمہ سے اولاد کی کتابت کا حصہ ساقط ہوا اور اُسکا حصہ اُسکے
ذمہ موافق قسط قرارداد کے باقی رہا۔ اور اگر ان لوگون نے کچھ مال کمایا تو مولے اُس مین سے کچھ نہین لے سکتا
ہی اور نہ اُن کو فروخت کر سکتا ہی اور اگر اولاد کو قرضہ معاف کر دیا یا ہبہ کیا تو نہین صحیح ہی اور اگر باندی کو معاف یا ہبہ کیا
تو صحیح ہی اور باندی کے ساتھ اُسکی اولاد بھی آزاد ہو جاویگی یہ تبیین مین ہی۔ اگر ایک غلام کو اُسکی جان و اُسکی اولاد
صغار مکاتب کر دی ہو تو جائز ہی پس اگر اولاد کے بالغ ہونے کے بعد باپ پہلے مکاتب عاجز ہوا اور رقیق کر دیا گیا
تو اُس سے اولاد بھی رقیق ہو جاویگی اور اگر اولاد نے بالغ ہو کر کہا کہ ہم مال کتابت کے واسطے سعی کرینگے تو اُنکے
قول پر التفات نہ کیا جائیگا۔ اسی طرح اگر باپ کے عاجز ہونے کے وقت اولاد بالغ ہون تو بھی یہی حکم ہی۔ اگر باپ
مرگیا اور کچھ مال نہ چھوڑا تو اُسکی اولاد قسط مقررہ کے حساب سے مکاتبت ادا کرنے مین سعی کریگی اور اگر وقت
موت کے ایسی نابالغ ہو کہ سعی نہین کر سکتی ہی تو سب رقیق کر دیے جاوینگے اور اگر سعی کر سکتے ہون اور
بعض نے سعی کرکے مال ادا کر دیا تو دوسرون سے کچھ نہین لے سکتا ہی اور اگر اُسکے بعد باپ کا کچھ مال ظاہر
ہوا تو سب وارثون کو میراث مین تقسیم ہوگا اور جس لڑکے نے مال ادا کیا ہی وہ اس مین سے بقدر کتابت کے
نہین لے سکتا ہی۔ اور مولے کو اختیار ہی کہ اولاد مین سے جس سے چاہے تمام مال کتابت کا مواخذہ کرے
اسوجہ سے نہین کہ یہ مال اُسکے ذمہ قرضہ ہی بلکہ اس اعتبار سے کہ اولاد مین سے ہر ایک باپ کے قائم مقام
ہی اور یہ امر باپ کے حقوق مین سے ہی اُسکا اُس مین قبول کرنا مثل باپ کے حق اولاد مین صحیح ہی پس مولی
کو اختیار ہی کہ ہر ایک کو جو اس رتبہ پر ہی تمام مال کے واسطے گرفتار کرے اور ہر ایک کا یہ اعتبار ہوگا کہ گویا اُسکے
ساتھ کوئی اور نہین ہی اسی واسطے اگر کوئی ان مین سے مرجاوے تو باقیون کے ذمہ سے اُسکے حصہ کے موافق مال
کتابت کم نہوگا جیسا کہ ابتدا سے اگر معدوم ہوتا تو یہی حکم تھا۔ اور اگر مولے نے اُس مین سے کسی کو آزاد کیا
تو باقیون کے ذمہ سے بقدر قیمت آزاد شدہ کے مال ساقط ہوگا۔ اور اگر ان مین سے کوئی باندی ہو کہ جسکو
مولے نے ام ولد بنایا تو وہ اپنا عقر مولے سے لیگی اور ویسے ہی مکاتبہ باقی رہیگی اور اپنے نفس کو کتابت سے
عاجز نہین کر سکتی ہی اسوجہ سے کہ اسکے اور بھائی بہن عقد کتابت مین ہین آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر وہ لوگ مال ادا
کرین تو یہ بھی آزاد ہو جاویگی۔ اور اگر ایسا ہو کہ جسوقت غلام کو مکاتب کیا ہی اُسوقت اُسکی اولاد بالغ ہو اور بدون
اُنکے حکم کے مکاتب کیا اور نا اُنکو عقد کتابت مین داخل کیا اور غلام نے بدل ادا کر دیا تو وہ لوگ بھی آزاد ہو جاوینگے
اور مکاتب اُنسے کچھ نہین لے سکتا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر کسی شخص کے دودھ پیتے ہوے غلام کی طرف سے

ایجاب کتابت کیا اور دوسرے اجنبی نے قبول کیا اور مولے راضی ہوا تو یہ عقد جائز نہین ہی اور اگر باوجود عدم جواز کے اجنبی نے مال کتابت دیدیا تو وہ غلام آزاد ہوجاویگا یہ حکم استحسانا ہی کذا فی محیط السرخسی ۔ دو شخصون مین سے ہرایک کا ایک غلام ہی اور دونون نے دونون غلامون کو ہزار درم پر ایک ہی عقد مین مکاتب کیا کہ اگر دونون ادا کرین تو دونون آزاد اور اگر عاجز ہوجاوین تو دونون رقیق ہونگے فرمایا کہ ہرایک غلام بعوض اپنے حصۂ کتابت کے مکاتب ہوگا کہ اگر اسقدر اپنے مولے کو ادا کردے تو آزاد ہوجائیگا یہ مبسوط مین ہی ۔

ساتوان باب غلام مشترک کے مکاتب کرنے کے بیان مین ۔ ایک غلام زید و عمرو کے درمیان مشترک ہی عمرو نے زید کو اجازت دی کہ اپنا حصہ مکاتب کرکے ہزار درم وصول کرلے اسنے مکاتب کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک کتابت صرف اسی کے حصہ مین نافذ ہوگی کیونکہ کتابت امامؒ کے نزدیک متجزی ہوتی ہی اور عمرو کو فسخ کا اختیار نہوگا پس اگر غلام نے ہزار درم دیدیے تو صرف زید کا حصہ آزاد ہوا اور وہ عمرو کو کچھ ضمان نہ دیگا کیونکہ عمرو کی اجازت سے لیا ہوا ہی ولیکن غلام اُس کے حصہ کے واسطے سعی کریگا ۔ اور اگر غلام نے ہزار درم یا کچھ کم ادا کیے تو عمرو کو اختیار نہین ہی کہ اُس مین سے نصف لے لے کیونکہ جب اسنے زید کو یہ اجازت دی کہ بدل وصول کرلے تو گویا مکاتب کو اجازت دی کہ اسکو ادا کردے اور ادا کرنے کی اجازت یہ مکاتب پر احسان ہی کہ کمائی مین جو میرا حق ہی وہ ازراہ احسان معاف کیا اور یہ احسان بعد زید کے قبضہ کرنے کے تمام ہوگیا پس جو کچھ زید نے لیا ہی سب اسکے قبضہ مین دیا جائے گا لیکن اگر عمرو نے ادا کردینے سے پہلے غلام کو منع کردیا تو ممانعت صحیح ہی کیونکہ ہنوز یہ احسان تمام نہین ہوا ۔ اور اگر عمرو نے حالت مرض مین اجازت دی اور غلام نے بعد کتابت کے جو کمایا وہ ادا کیا تو عمرو کے تمام مال سے یہ اجازت و احسان صحیح رکھا جائے گا ۔ اور اگر قبل کتابت کے کمایا ہو اور عمرو نے مرض مین کتابت اور وصول کی اجازت دی تو تہائی مال سے یہ احسان نافذ رکھا جائیگا ۔ اور صاحبین کے نزدیک کتابت متجزی نہین ہوتی ہی پس حصۂ زید کی کتابت کی اجازت دینا زید کو کل غلام کی کتابت کی اجازت ہی پس جب زید نے اسکو مکاتب کیا تو دونون کا مکاتب ہوگیا اور بدل کتابت دونون کو برابر تقسیم ہوگا اور اگر زید نے کچھ وصول کیا تو دونون کو برابر تقسیم ہو کر ملے گا خواہ عاجز ہونے سے پہلے ہو یا بعد ہو ۔ اور اگر عمرو کی بلا اجازت زید نے مکاتب کیا تو بالاتفاق عمرو کو فسخ کتابت کا استحقاق حاصل ہی اور اگر اُسنے فسخ نہ کیا یہان تک کہ غلام نے بدل کتابت ادا کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک زید کا حصہ آزاد ہوجاویگا اور عمرو کو اختیار ہوگا کہ جو کچھ زید نے بدل کتابت وصول کیا اُس مین سے آدھا لے لے کیونکہ درحقیقت یہ مال ایک غلام مشترک کی کمائی ہی پھر دیکھا جائے گا کہ اگر زید نے پورا غلام ہزار درم پر مکاتب کیا ہی تو جس قدر شریک نے زید سے لے لیا اُس کو مکاتب سے واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر صرف اپنا حصہ نصف مکاتب کیا ہی تو جس قدر شریک نے لے لیا ہی اُس قدر غلام سے واپس لیگا ۔ اور صاحبین کے نزدیک اگر مکاتب نے بدل کتابت ادا کیا تو کل آزاد ہوجاویگا پھر زید اپنے شریک کو مکاتب کی نصف قیمت ڈانڈ بھریگا بشرطیکہ خوشحال ہو اور اگر تنگدست ہوگا تو غلام نصف قیمت کے واسطے سعی کریگا چنانچہ اگر ایک شریک نے غلام مشترک کو بلا عوض آزاد کیا تو بھی یہی حکم ہوتا ہی

اور عمرو کو یہ بھی اختیار ہو کہ جو کچھ کمائی غلام کے پاس مال کتابت ادا کرنیکے بعد رہے اُس مین سے نصف
لیلے اور اگر دونون مین سے زید نے کل غلام یا اپنا حصہ ہزار درم پر مکاتب کیا پھر عمرو نے کل یا اپنا حصہ
سو دینار پر مکاتب کیا تو وہ غلام دونون کا مکاتب ہو گیا اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک اسوجہ سے صحیح ہوا کہ امام کے
نزدیک کتابت متجزی ہوتی ہی پس ہر ایک کا عقد کتابت اُسکے حصہ مین نافذ ہوا اور صاحبین کے نزدیک اسوجہ سے
صحیح ہی کہ پہلے شخص زید نے جب اپنا حصہ مکاتب کیا تو عمرو کو فسخ کا اختیار تھا پھر جب عمرو نے اُسکو مکاتب کیا تو
اپنی نصف کی کتابت اولی فسخ کر دی اور دونون مین سے جسنے اپنے حصہ کی بدل کتابت مین سے کچھ وصول کیا
اُس مین دوسرا شریک اسکا شریک نہین ہو سکتا ہی اور ہر ایک کے حصۂ عتق کا تعلق تمام اس بدل کے ساتھ ہوگا
جو اُسکے حصہ کے مقابل مقرر ہوا ہی پھر اگر اُسنے دونون کو بدل کتابت معًا ادا کیا تو بالاتفاق اُسکی ولا دونون کو ملیگی اور
اگر کسی کو پہلے ادا کیا تو ایسا ہو گیا کہ غلام دو شخصون کا مکاتب تھا کہ اُسکو ایک نے آزاد کر دیا پس اُسکا نصف امام
اعظم رح کے نزدیک آزاد ہو جائیگا اور دوسرے کا نصف ویسا ہی کتابت مین باقی رہیگا اور ضمان یا سعایت لازم
نہ آویگی ولیکن اگر مکاتب عاجز ہو جاوے تو جسنے بدل وصول پایا ہی وہ شریک کو اُسکے حصہ کی ضمان دیگا بشرطیکہ
خوشحال ہو ورنہ مکاتب اُسکے حصہ کے واسطے سعی کریگا یہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہی اور امام محمد رح کے
نزدیک خوشحالی کی صورت مین جسنے بدل وصول پایا ہی وہ شریک کے حصہ کی قیمت اور اُسکی بدل کتابت مین سے
جو کم ہو وہ ضمان دیگا اور صورت تنگدست ہونیکے غلام بھی جو مقدار ان دونون مین سے کم ہوگی اُسکو سعی
کرکے ادا کریگا یہ کافی مین ہی اگر دو شخصون نے اپنے غلام کو ایک ہی کتابت مین مکاتب کیا اُسنے ایک کا
حصۂ کتابت ادا کیا تو اُسکا حصہ آزاد نہو گا جب تک کہ پوری مکاتبت دونون کو ادا نہ کرے اور اگر ایک نے اُسکو
آزاد کیا تو جائز ہی اسی طرح اگر اپنا حصۂ مکاتبت اسکو ہبہ کیا یا بری کیا تو آزاد ہو گیا اسی طرح اگر شریک نے
وصول کرنے والے کو جو اُسنے وصول کیا ہی اپنی رضامندی سے سپرد کیا یا شریک کی اجازت سے وصول کرنے
والے نے وصول کیا ہو تو بھی نصف غلام آزاد ہو گیا پھر مکاتب کو بعد ایک شریک کے آزاد کرنے کے اختیار
ہو جاتا ہے اپنے تئین عاجز کر دے پس امام اعظم رح کے نزدیک اس صورت مین شریک کو اختیار ہوگا کہ آدھے
کی قیمت کے واسطے سعی کرائے یا ضمان لے یا آزاد کرے بشرطیکہ شریک اسکا خوشحال ہو اور اگر تنگدست
ہو تو چاہے آزاد کرے یا سعی کرائے اور امام ابو یوسف کے نزدیک شریک نصف قیمت کی ضمان دیگا
اگر خوشحال ہی یا غلام نصف قیمت کے واسطے سعی کریگا اگر تنگدست ہو جیسا کہ امام ابو یوسف کا مذہب غلام
مشترک مین ہو وہی یہان بھی ہی اور امام محمد رح کے نزدیک نصف قیمت و باقی کتابت مین سے جو کم ہو شریک اُسکا
ضامن ہوگا یا غلام اُسکے واسطے سعی کریگا اگر شریک تنگدست ہی اور اگر غلام نے مکاتبت پوری کرنی چاہی پھر
بہت سا مال چھوڑ کر مر گیا تو جس ہی نے آزاد نہین کیا ہی وہ اس مال سے اپنی مکاتبت وصول کر لیگا جیسا
کہ حالت زندگی مین اُس سے مطالبہ کرتا تھا پھر جو باقی رہا وہ اُسکے وارثون کے درمیان تقسیم ہوگا اور اگر
دو شخصون نے اپنے مشترک دو غلامون کو ایک ہی کتابت مین مکاتب کیا پس اگر دونون نے ادا کیا تو
آزاد ہو جاوینگے اور اگر عاجز ہوگئے تو رقیق کیے جاوینگے اور اس صورت مین دونون مین سے

ہر ایک دونون کا مشترک مکاتب ہوتا ہی اور بدل کتابت اُسی قدر ہوتا ہی جو اُسکے حصہ مین آوے اور اُسکی شناخت اسطرح ہو کہ مال کتابت دونون کی قیمت پر تقسیم کیا جاوے جو ہر ایک کے حصہ مین آوے وہی اسکا حصۂ کتابت ہی پس اگر اُسنے اسقدر حصۂ کتابت دونون کو ادا کیا تو آزاد ہو جائیگا بخلاف اسکے اگر دونون غلام ایک ہی شخص کے ہون تو یہ حکم نہین ہی یہ مبسوط مین ہی۔ دو شخصون نے مشترک غلام کو ایک ہزار پر مکاتب کیا پس ایک شخص نے چھ سو درم وصول کیے اور دوسرے نے چار سو درم سے بری کیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ مکاتب آزاد ہو جائیگا اور جو کچھ قابض نے وصول پایا وہ اُسکے اور بری کنندہ کے درمیان چھ حصون مین تقسیم ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ ایک غلام دو شخصون مین مشترک ہی ایک شخص بیمار ہوا اور دوسرے نے باجازت مریض اسکو مکاتب کیا تو جائز ہی اور وارث مریض بعد موت کے کتابت فسخ نہین کر سکتا ہی اسی طرح اگر اسکو وصول کرنے کی اجازت دی اور اُسنے کچھ بدل کتابت وصول کیا تو وارث کو بعد موت مریض کے یہ اختیار نہین ہی کہ اُس سے کچھ لیوے یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک باندی مشترکہ کو دونون نے مکاتب کیا پھر ایک نے اُس سے وطی کی اور بچہ پیدا ہوا اور اُسنے نسب کا دعوی کیا پھر دوسرے نے وطی کی اور بچہ ہوا اور اُسنے نسب کا دعوی کیا پھر وہ مکاتبہ عاجز ہوئی تو یہ باندی پہلے شخص کی ام ولد ہوگی اور چونکہ اُسنے مشترک باندی سے وطی کی ہی اس لیے نصف قیمت و نصف عقر کا ضامن ہوگا اور دوسرا شخص پہلے کو پورا عقر اور بچہ کی قیمت ڈانڈ دیگا اور بچہ اُسکا بیٹا قرار دیا جائیگا اور دونون مین سے جس نے مکاتبہ کو اسکا عقر دیدیا تو جائز ہی اور جب وہ باندی عاجز ہو گئی تو یہی عقر اپنے مولے کو دے دیگی اور یہ سب امام اعظم رح کا قول ہی۔ اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ یہ باندی پہلے شخص کی ام ولد ہوگی اور دوسرے کی وطی جائز نہین ہی کیونکہ جب پہلے شخص نے بچہ کا دعوے کیا تو پوری باندی اُس کی ام ولد ہوئی کیونکہ ام ولد ہونے مین بالاجماع تکمیل واجب ہی جہان تک ممکن ہو اور یہان فسخ کتابت کر کے تکمیل ممکن ہی کیونکہ کتابت قابل فسخ ہی پس جہان تک ضرر نہ پہونچے وہان تک کتابت فسخ ہوگی اور ماسوا مین باقی رہیگی جہان تک ممکن ہو پس جب پوری باندی اس کی ام ولد ہو گئی تو دوسرے کا نسب بچہ سے ثابت نہوگا اور نہ قیمت دے کر اس کی طرف سے آزاد ہوگا مگر ہان اس قدر ہوگا کہ شبہہ کے سبب سے دوسرے شخص کو حد نہ ماری جاوے گی اور پورا عقر واجب ہوگا اور جب کتابت باقی نہ رہی اور پوری باندی پہلے شخص کی مکاتبہ ہو گئی تو بعض نے فرمایا کہ باندی پر نصف بدل کتابت واجب ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ کل بدل واجب ہوگا کذا فے الہدایہ۔ اور یہی جمہور مشائخ کا مذہب ہی کذا فے الکافی۔ اور پہلا شخص اپنے شریک کو امام ابو یوسف کے قیاس قول پر باندی کی نصف قیمت مکاتبہ ہونے کے حساب سے دیگا خواہ خوشحال ہو یا تنگدست ہو اور امام محمد رح کے قول کے موافق نصف قیمت و نصف بدل مین سے جو کم ہو وہ دیگا۔ اور اگر دوسرے نے اس سے وطی نہین کی بلکہ اُس کو مدبر کر دیا پھر وہ عاجز ہو گئی تو مدبر کرنا باطل ہو گیا اور وہ پہلے شخص کی ام ولد ہوگی اور وہ اپنے شریک کو اُس کا نصف عقر اور نصف قیمت دیگا اور بچہ پہلے شخص کا بیٹا ہوگا اور یہ بالاجماع ہی یہ ہدایہ مین ہی۔ ایک باندی دو شخصون کے درمیان مشترک مکاتبہ ہی اُس نے ایک لڑکی جنی اور اس لڑکی سے ایک شریک نے وطی کی اور اُس کے بچہ پیدا ہوا تو فرمایا کہ بچہ کا نسب اس شخص سے ثابت ہوگا و لیکن اس کی مان اپنے حال پر رہیگی کہ اُس کو یہ اختیار نہوگا کہ اپنے تئین

کتابت سے نکال کر اُس شخص کی ام ولد بنا وے اور اُس شخص پر واجب ہوگا کہ اُسکا عقر ادا کرے اور یہ عقر اسکی مان کو ملیگا جیسے کہ اسکی کمائی مکاتبہ کو ملتی تھی اور یہ لڑکی اپنی مان کی تابع ہوگی یعنے کتابت مین اسکی تابع ہوگی پھر اگر مکاتبہ عاجز ہوگئی تو یہ باندی یعنے اُسکی بیٹی البتہ اس شخص کی ام ولد ہو جائیگی جس سے اولاد جنی ہی کیونکہ اسکے حصہ شریک مین ام ولد ہونے کا وصف ظاہر ہونے کا مانع جو کچھ تھا وہ اسکی مان کے عاجز ہونے سے مرتفع ہوگیا اور ام ولد اُسی وقت سے شمار ہوگی جب سے حاملہ ہوئی تھی اسی واسطے یہ حکم ہی کہ اپنے شریک کو وہ نصف قیمت ڈانڈ بھرے جو نطفہ قرار پانے کے وقت اسکی قیمت تھی — اور اگر مکاتبہ عاجز نہوئی بلکہ یہ صورت واقع ہوئی کہ مکاتبہ کی بیٹی کے شریک سے حاملہ ہو جانے کے بعد اس حاملہ کو دوسرے شریک نے آزاد کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک آزاد ہو جاویگی کیونکہ جب تک اسکی کتابت باقی ہی تب تک بیٹی کا حصہ شریک کی ملک ہی پس اُسکا عتق نافذ ہو جائیگا اور باندی پر سعایت لازم نہ آویگی اور اُسکا بچہ بھی آزاد ہوگا اور اسپر سعایت واجب نہوگی یہ بھی امام اعظم رح کا قول ہی اور مکاتبہ باندی اپنے حال پر رہیگی یعنے اگر مال کتابت ادا کر دیا تو آزاد ہو جائیگی ورنہ عاجز ہونے کی صورت مین مشترک باندی قرار پاوے گی — ایک باندی مشترکہ کو دونون نے مکاتب کیا اور اُسکے بچہ پیدا ہوا اور ایک مالک نے بچہ کو آزاد کر دیا تو اس شریک کا حصہ جس قدر اُس بچہ مین ہی وہ آزاد ہو جائے گا اور بچہ اپنے حال پر رہیگا تاآنکہ اُس کی مان یا تو عاجز ہو جاوے یا آزاد ہو جاوے پھر اگر آزاد ہوئی تو اسی کے ساتھ آزاد ہو جائے گا اور اگر عاجز ہوگئی تو تابع ہو جانا جاتا رہا اور یہ بچہ خود مستقل ہوگیا اور حال یہ گذرا کہ اس مشترک کو دونون مالکون مین سے ایک نے آزاد کیا ہی پس اسکا حکم وہی ہی جو ایسے غلام مشترک کا حکم مذکور ہوا ہی جس کو ایک مالک آزاد کر دے یعنی دوسرے شریک کو خیار ہی کہ خواہ ضمان لے یا سعی کرلے یا آزاد کرے) پس اگر شریک نے ضمان لینا اختیار کیا تو جسوقت اُسنے آزاد کیا ہی اُس وقت کی قیمت کے حساب سے ضمان دیگا نہ یہ کہ اسکی مان کے عاجز قرار دیے جانے کے وقت کی قیمت کے حساب سے ضمان لیوے — دو شخصون کی مشترک مکاتبہ کے لڑکی ہوئی اور دونون نے لڑکی سے وطی کی اور وہ حاملہ ہوکر دونون سے بچہ جنی پھر دونون مرگئے تو یہ لڑکی آزاد ہوگئی کیونکہ یہ دونون کی ام ولد تھی پس دونون کے مرجانے سے آزاد ہوئی چنانچہ اگر دونون اسکو آزاد کر دیتے تو بھی یہی حکم تھا اور مکاتبہ باندی یعنے لڑکی کی مان وہ دونون کی کتابت مین رہی — اور اگر خود مکاتبہ ان دونون سے بچہ جنتی پھر دونون مرجاتے تو یہ مکاتبہ بوجہ استیلاد کے یعنے ام ولد ہونے کے آزاد ہو جاتی اور اُسکا بچہ بھی آزاد ہو جاتا — اور اگر حاملہ ہوکر پھر اسکے بعد دونون سے بچہ جنی تو پہلا بچہ مملوک ہوگا یہ مبسوط مین ہی — دو شخصون کے مشترک (یعنے دختر مذکورہ ۱۲) مکاتب کو دونون مین سے ایک نے آزاد کر دیا تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ دوسرے شریک کو اُس سے ضمان لینے کا اختیار نہین ہی خوشحال ہو یا تنگدست ہو کیونکہ دوسرے شریک کا حصہ بحالہ کتابت مین باقی ہی اس واسطے کہ امام اعظم رح کے نزدیک عتق متجزی ہوتا ہی پھر اگر غلام نے مال کتابت ادا کر دیا تو آزاد ہو جائیگا اور اُسکی ولاء دونون مین مشترک ہوگی اور اگر عاجز ہوگیا تو ایسا ہوگیا کہ دو شخصون مین ایک غلام مشترک تھا کہ اُسکو ایک نے آزاد کر دیا — اور صاحبین کے نزدیک غلام آزاد ہو جائیگا اور پوری ولاء اُسی آزاد کرنے والے کو ملے گی — اور اگر دونون مین سے کسی نے اسکو آزاد نہ کیا بلکہ ایک نے اسکو مدبر کر دیا تو اسکا حصہ مدبر ہو جاوے گا اور بحالہ کتابت پر رہیگا

کیونکہ کتابت اور تدبیر مین منافات نہین ہی۔ پھر اگر سب مال کتابت ادا کردیا تو آزاد ہوجاویگا اور اُسکی ولاء دونون کو ثابت
ہوگی۔ اور اگر عاجز ہوگیا تو ایسا ہوگیا کہ ایک مشترک غلام کو دو مالکون مین سے ایک نے مدبر کردیا تو اس کا حصہ مدبر
ہوجاوے گا اور شریک کو پانچ طرح کا اختیار حاصل ہوگا بشرطیکہ مدبر کنندہ خوشحال ہو اور اگر تنگدست ہو تو چار طرح
کا خیار حاصل ہوگا اور یہ امام اعظم رح کا قول ہی۔ اور اگر یہ صورت نہوئی بلکہ یہ صورت تھی کہ بجاے غلام کے ایک
باندی تھی اور اُس کے بچہ پیدا ہوا اور دونون مین سے ایک نے نسب کا دعوے کیا تو بچہ کا نسب اُس
سے ثابت ہوگا اور اُس کا حصۂ کنیز اُس کی ام ولد ہوگا پھر مکاتبہ کو خیار ہوگا کہ چاہے عقد کتابت پورا کرے
یا اپنے تئین عاجز کردے اور پوری باندی اس کی ام ولد ہوجاوے گی۔ پھر اگر باندی نے کتابت پوری کرنے
کا قصد کیا تو وطی کنندہ سے اپنا عقر لے کر اُس سے ادائے معاوضۂ کتابت مین مدد پاوے گی اور اگر اُس نے
اپنے آپکو عاجز کردیا اور رقیق کردی گئی تو وہ باندی وطی کنندہ کی ام ولد ہوگی اور اپنے شریک کو نصف قیمت بحساب مکاتبہ ہونے
کے ضمان دیگا اور نصف عقر دیگا اور بچہ کی قیمت مین سے کچھ نہ دیگا اور یہ امام اعظم رح کا قول ہی یہ مبلغ
مین ہی۔ ایک شخص نے ایک باندی مکاتب کردی پھر دو لڑکے چھوڑ کر مرگیا ان مین سے ایک لڑکے نے اُس کو
ام ولد بنایا تو وہ باندی مختار ہوگی چاہے اپنے تئین عاجز کردے تو وطی کرنے والے کی ام ولد ہوجاے گی
اور وہ شخص اپنے شریک کو اُسکی نصف قیمت و نصف عقر ضمان دیگا اور اگر چاہے تو اپنی کتابت پوری کر
اور وطی کنندہ سے اپنا عقر وصول کرلے۔ اور اگر دو شخصون نے اپنی مشترک باندی کو ایک ہی کتابت مین مکاتب
کیا پھر دونون مین سے ایک شخص مرتد ہوگیا پھر باندی نے مال کتابت دونون کو ادا کردیا پھر وہ مرتد حالت ردت
مین قتل کیا گیا تو فرمایا کہ مکاتبہ آزاد نہوگی اور امام اعظم رح کے نزدیک مرتد کو ادا کرنا کچھ نہین ہی اور وارث لوگ
شریک سے جس قدر اُس نے لیا ہی اُس کا نصف وصول کرلین گے چنانچہ اگر فقط اُس نے اپنا حصہ وصول
کیا ہوتا تو بھی یہی حکم تھا اور اسی واسطے شریک کا حصہ بھی آزاد نہین ہوگا پھر باقی نصف کے واسطے اس مکاتبہ
سے سعی کراوین گے پس اگر عاجز ہوگئی تو رقیق کردی جاویگی اور اسکا حکم بمنزلہ ایسی مکاتبہ کے ہوگیا کہ جسنے
آدھا بدل کتابت اپنے دو مولاؤن کو ادا کیا پھر عاجز ہوگئی۔ اور اگر مرتد نے اُسکو حالت ردت مین مکاتب کیا
تو بدل کتابت پر اُسکا قبضہ کرنا جائز نہین ہی۔ پھر اگر مرتد دار الحرب مین جا ملا اور مکاتبہ نے تمام بدل کتابت
دوسرے شریک کو ادا کیا تو آزاد نہوگی۔ اور اگر اُسنے دوسرے شریک اور مرتد کے وارثون کو ادا کیا تو آزاد ہوجاویگی
بشرطیکہ مرتد کے دار الحرب مین جاملنے کا حکم قاضی نے دیدیا ہو اور یہ حکم مثل اس صورت کے ہی کہ وہ شخص مرگیا
اور مکاتبہ نے زندہ شریک اور مردہ کے وارثون کو بدل کتابت ادا کیا یعنے اس صورت مین بھی آزاد ہوجاتی ہی۔ اور
اگر دونون مین سے ایک شریک کے مرتد ہوجانے کے بعد مکاتبہ عاجز ہوگئی اور دونون نے اس کو رقیق کردیا
پھر وہ مرتد اپنی حالت ردت مین قتل کیا گیا تو یہ باندی اپنے عقد کتابت پر رہے گی اور اگر دونون شریک ایک
ساتھ مرتد ہوگئے پھر مکاتبہ عاجز ہوگئی اور دونون نے اسکو رقیق کردیا پھر اگر دونون مسلمان ہوگئے تو وہ باندی
دونون کی مملوک مشترک ہوگی اور اگر دونون حالت ردت مین مقتول ہوے تو وہ باندی اپنی کتابت پر رہیگی۔
اگر دو شخصون کی مشترک مکاتبہ باندی ہو پھر اُس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی پھر ایک شریک نے لڑکی سے وطی کی

اور اُسکے پیٹ رہا اور دوسرے نے اُسکی ماں سے وطی کی اور پیٹ رہا اور دونوں نے عاجز ہونا اختیار کیا تو دونوں کو یہ اختیار حاصل ہی اور اس سے مراد یہ ہی کہ ماں کو یہ اختیار ہی کہ اپنے تئین عاجز قرار دے کیونکہ اسکو دو جہت سے حریت حاصل ہوتی ہی اور اولاد کو اس خیار مین سے کچھہ حاصل نہین ہی۔ اور اگر ماں نے یہ اختیار کیا کہ کتابت پوری کرے تو دونوں اپنے اپنے وطی کرنے والے سے اپنا اپنا عقر لے لینگی اور بیٹی کا عقر اُسکی ماں کو بمنزلہ بیٹی کی کمائی کے ملیگا اور اگر ماں نے عاجز ہونا اختیار کیا تو ہر ایک اپنے وطی کرنے والے کی ام ولد ہوگی اور وہ شخص اپنے شریک کو اُسکا نصف عقر ادا کریگا۔ امام ابو یوسف وامام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ایک شریک نے مشترک غلام مین سے اپنا حصہ بدون اجازت شریک کے مکاتب کیا تو شریک کو اختیار ہوگا کہ اسکو رد کر دے مگر بدون حکم قاضی نہین رد کر سکتا ہی ولیکن اگر غلام اور اُس کا مکاتب کرنے والا دونوں رد کتابت پر راضی ہوں تو رد کر سکتا ہی اور یہی امام اعظم رح کا قول ہی کذا فی المبسوط۔

آٹھوان باب۔ مکاتب کے عاجز ہونے اور مکاتب اور مولے کے مرجانے کے بیان مین اور مولے وغیرہ کے مکاتب کو قتل کرنے یا مکاتب کے مولی وغیرہ کو قتل کرنے کے بیان مین۔ اگر مکاتب کوئی قسط ادا کرنے سے عاجز ہوا تو حاکم اُسکے احوال پر غور فرمائیگا کہ اگر اُسکا کچھہ قرضہ وصول ہو جانے والا ہو یا کہین سے مال اُسکے پاس آنے والا ہو تو حاکم اس غلام کے عاجز ہو جانے کا حکم نہ کریگا اور دو تین روز تک انتظار کریگا اور یہی مدت عذر کے دفعیہ کے واسطے قرار پائی ہی پس اس مدت سے زیادہ انتظار نہین کر سکتا ہی۔ اور اگر کوئی امید نہو اور مولی نے درخواست کی کہ اسکی کتابت فسخ کر دی جاوے تو حاکم اُسکی کتابت فسخ کر کے عاجز قرار دیگا یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک ہی کذا فی الہدایہ اور یہی صحیح ہی یہ مضمرات مین لکھا ہی۔ اور اگر مکاتب نے کوئی قسط وقت پر ادا نہ کی اور اُسکے مولے نے غلام کی رضامندی سے سوائے سلطان کے دوسرے کے پاس پیش کیا اُسنے عقد رد کر دیا تو یہ جائز ہی اور اگر غلام کی رضامندی نہو تو فسخ کے واسطے قاضی کا حکم ہونا ضرور ہی یہ کافی مین ہی۔ اور اقالہ سے کتابت فسخ ہو جاتی ہی اسی طرح بدون مولے کی رضامندی کے صرف غلام کے فسخ کرنے سے فسخ ہو جاتی ہی مثلاً غلام کہے کہ مین نے کتابت فسخ کر دی یا مثل اسکے تو فسخ ہوگی خواہ کتابت صحیح ہو یا فاسد ہو اور مولے بدون غلام کی رضامندی کے فسخ کا مختار نہین ہی۔ اور موت سے فسخ ہوتی ہی یا نہین سو واضح ہو کہ مولے کے مرنے سے بالاجماع فسخ نہین ہوتی ہی کیونکہ اگر غلام کی کمائی موجود ہو تو مولے کے وارثوں کو دے کر آزاد ہو جاویگا اور اگر موجود نہوگی تو کمائی کر کے ادا کر کے آزاد ہو جاویگا۔ اور اگر کمائی کر کے ادا کرنے سے عاجز ہوگا تو رقیق کر دیا جاویگا چنانچہ مولے کی زندگی مین بھی یہی حکم تھا۔ اور اگر مولے کے انتقال کے بعد مکاتب نے کل مال کتابت یا باقی مال کتابت وارثوں کو ادا کیا اور آزاد ہو گیا تو اسکی ولاء مولی کے عصبات مین سے جو مذکر ہین اُنکو ملیگی۔ اور اگر مولے کے مرنے کے بعد مکاتب عاجز ہو کر رقیق کر دیا گیا پھر وارثوں نے اسکو از سر نو مکاتب کیا اور مکاتب انکو مال کتابت دیکر آزاد ہو گیا تو اسکی ولاء ان وارثوں کو بقدر حصہ میراث کے ملیگی۔ رہا مکاتب کے مرجانیکا حکم سو دیکھا جائیگا کہ اگر مکاتب نے اسقدر مال چھوڑا کہ جس سے مال کتابت ادا ہو سکتا ہی تو ہمارے نزدیک کتابت فسخ نہوگی اور اگر اسقدر مال نہین چھوڑا ہی تو بالاجماع فسخ ہو جاویگی۔ رہا مولی کے مرتد ہو جانے کا حکم سو یہ ہی کہ مولے کے مرتد

ہونے سے کتابت فسخ نہیں ہوتی ہے مثلاً کسی مسلمان نے اپنے غلام کو مکاتب کیا پھر مولے مرتد ہو گیا تو کتابت فسخ نہ ہوگی اس واسطے کہ درحقیقت اگر مولے مرجاوے تو کتابت فسخ نہیں ہوتی ہے تو حکماً مرجانے سے یعنی مرتد ہو جانے سے بدرجہ اولیٰ فسخ نہ ہوگی یہ بدائع میں ہے — اور اگر مکاتب ایسے حال سے مرا کہ نہ ادائے کتابت کے واسطے کافی مال چھوڑا اور نہ کوئی اولاد چھوڑی تو ایسی حالت میں عقد کتابت کے باقی رہنے میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور شیخ ابوبکر اسکاف رحمہ نے فرمایا کہ کتابت فسخ ہو جاوے گی حتیٰ کہ اگر کسی شخص غیر نے احسان کی راہ سے مکاتب کی طرف سے مال کتابت ادا کرنا چاہا تو قبول نہ کیا جائیگا اور فقیہ ابو اللیث رحمہ نے فرمایا کہ جب تک مکاتب کے عاجز ہونے کا حکم قاضی کی طرف سے جاری نہ ہو تب تک کتابت فسخ نہ ہوگی اور ایسا حکم ہونے سے پہلے اگر کسی شخص نے احساناً اسکی طرف سے مال کتابت ادا کیا تو قبول کیا جائیگا اور جائز ہے اور یہ حکم دیا جائے گا کہ اپنی زندگی کے اجزا میں سے آخر جزو میں آزاد ہو کر مرا یہ تبیین میں ہے — اگر مکاتب مر گیا اور آزاد عورت سے اپنا ایک لڑکا چھوڑا اور بقدر ادائے کتابت کے قرضہ اپنا چھوڑا اور لڑکے نے کوئی جنایت کی اور اس کی دیت کی ڈگری اس کی ماں کی مددگار برادری پر ہو گئی تو یہ ڈگری مکاتب کے عاجز ہونے کا حکم نہ ہوگا اور اگر ماں کے موالی اور باپ کے موالی نے اس کی ولاء میں جھگڑا کیا اور ماں کے موالی کے نام اس کی ولاء کی ڈگری ہو گئی تو یہ حکم البتہ مکاتب کے عجز کا حکم قرار دیا جائیگا یہ ہدایہ میں لکھا ہے — اگر کوئی مکاتب ادائے کتابت کے واسطے مال کافی چھوڑ کر مر گیا اور اس پر قرض بھی ہے اور اس نے کچھ وصیتیں کی ہیں مثلاً کسی اپنے مملوک کو مدبر وغیرہ کیا ہے اور اس نے ایک آزاد لڑکا چھوڑا اور ایک لڑکا حالت کتابت میں اس کی باندی سے پیدا ہوا ہے تو ایسے مکاتب کے ترکہ میں سے پہلے غیروں کا قرضہ ادا کیا جائے گا پھر اگر مولے کا کچھ قرض ہو تو وہ قرض دیا جائے گا پھر اگر مال باقی رہے تو مال کتابت ادا کیا جائے گا پس اگر یہ سب ادا ہو جاوے تو اسکے آزاد مرنے کا حکم دیا جائیگا اور جو کچھ مال پھر بھی باقی رہے وہ اس کی اولاد میں میراث تقسیم ہوگا اور جو کچھ مکاتب نے وصیتیں کی تھیں وہ باطل ہو جاویں گی کیونکہ یہ وصایا احسانات ہیں — اگر مکاتب مر گیا اور ہزار درم ترکہ چھوڑا اور مولے کے اس پر ہزار درم قرض ہے اور بدل کتابت آتا ہے تو استحساناً بدل کتابت پہلے ادا کیا جائیگا اور قیاساً پہلے قرضہ ادا کیا جائیگا اور اگر اس نے کچھ مال نہ چھوڑا مگر کسی شخص پر اپنا قرضہ چھوڑا پھر ایسے لڑکے سے جو حالت کتابت میں پیدا ہوا ہے مال کتابت کے واسطے سعی کرائی گئی اور مکاتب کے ذمہ سوائے اس قرضہ کے کوئی قرضہ نہیں ہے اور لڑکا سعی کر کے ادا کرنے سے عاجز ہوا اور جو کچھ مکاتب کا قرضہ غیر شخص پر آتا ہے اسکے وصول ہونے سے بھی مایوسی ہے تو وہ پھر رقیق کر دیا جائیگا یہ مبسوط میں ہے — اگر مکاتب مر گیا حالانکہ اس پر قرضہ ہے اور جنایت ہے اور بدل کتابت ہے اور ایسی عورت کا مہر ہے جس سے اس نے بدون اجازت مولے کے نکاح کیا تھا تو پہلے قرضہ ادا کیا جاوے پھر جنایت کے مقابلہ میں جو دیت واجب ہو وہ ادا کی جاوے پھر بدل کتابت ادا کیا جاوے پھر مہر دیا جاوے یعنی جو سبب سے اقوی ہے وہ پہلے دیا جاوے پھر اسی لحاظ سے ہر ایک ادا کیا جاوے اسی طرح اگر اس نے مال نہ چھوڑا ہو بلکہ ایسی اولاد چھوڑی جو حالت کتابت میں پیدا ہوئی ہے تو جس طریقہ سے ہم نے بیان کیا کہ بصورت مال چھوڑنے کے اقوی کے لحاظ سے ادا کرنا شروع کیا جاوے اسی طرح یہ اولاد ہر حق کو اقوی کے لحاظ سے سعی کرکے

پہلے ادا کرے کیونکہ ایسی اولاد جو مال ادا کرے وہ مثل مال کے ہے جس سے حق ادا ہوتا ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے- ایک مکاتب نے اپنے لڑکے کو خریدا پھر مرگیا اور ادائے کتابت کے واسطے وافی مال چھوڑا تو کتابت ادا کرکے باقی مال اسکے بیٹے کو میراث ملیگا اسی طرح اگر وہ غلام اور اسکا بیٹا دونون ایک ہی عقد کتابت مین مکاتب ہوئے تو ایسی صورت مین اسکا بیٹا وارث ہوگا- اور اگر مکاتب مرگیا اور اُسنے مال چھوڑا اور ایک لڑکا چھوڑا جو اسکے ساتھ مکاتب کیا گیا تھا یا حالت کتابت مین پیدا ہوا تھا اور ایک وصی چھوڑا تو وصی اُس مال سے بدل کتابت ادا کرے اور قاضی کی طرف سے یہ حکم ہوگا کہ وہ غلام مکاتب اپنی زندگی کے آخر جزو مین آزاد ہو کر مرا ہے اور اُسکی اولاد وارث ہوگی- اور وصی کو عروض کے فروخت کا اختیار ہے مگر عقار و درم و دینار فروخت نہین کرسکتا ہے اور اگر بدل کتابت ادا کرنے سے پہلے آزاد لڑکا مرگیا تو اس آزاد اولاد سے جو اولاد ہو وہ وارث نہوگی یہ کافی مین ہے- اور اگر از قسم صدقات کچھ مال مکاتب نے مولے کو ادا کیا پھر پورا بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز ہوکر رقیق ہوگیا تو یہ صدقات مولے کو حلال ہین اور اگر مولے کو ادا کرنے سے پہلے عاجز ہوگیا تو امام محمد رح کے نزدیک یہ صدقات مولے کو حلال ہین اور امام ابو یوسف کے نزدیک حلال نہین ہین مگر صحیح روایت یہ ہے کہ بالاجماع حلال ہین یہ تبیین مین ہے- ایک غلام نے خطا جنایت کی یعنے کسی کو قتل کیا پھر اسکے مالک نے اسکو مکاتب کردیا حالانکہ مالک کو اس جنایت کی خبر نہین ہے پھر وہ غلام عاجز ہوا تو مولے اولیاء مقتول کو غلام دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے- اسی طرح اگر کسی مکاتب نے جنایت کی اور ہنوز اُسکے حق مین کچھ حکم قاضی جاری نہین ہوا تھا کہ وہ عاجز ہوگیا تو بھی یہی حکم ہے کہ مولے اس غلام کو دیدے یا اسکا فدیہ دے- اور اگر حالت کتابت مین قبل عاجز ہونے کے مکاتب پر دیت کی ڈگری ہوگئی پھر عاجز ہوگیا تو یہ مال اُسپر قرضہ قرار دیا جائیگا اور غلام اسکے واسطے فروخت کیا جائیگا اور یہ امام اعظم و امام محمد رح کا قول ہے اور یہی دوسرا قول امام ابو یوسف کا ہے یہ جامع صغیر مین ہے- اور اگر ایک مکاتب نے قتل عمد سے جسکا اُسنے خود اقرار کرلیا تھا صلح کرلی مگر مال صلح ادا کرنے سے پہلے عاجز ہوکر رقیق کردیا گیا تو حق مولے مین یہ صلح فاسد ہوگی اور امام اعظم رح کے نزدیک فی الحال غلام اُسکے مواخذہ مین گرفتار نہین ہوسکتا ہے ہان بعد آزاد ہونے کے بدل صلح کا اس سے مواخذہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فی الحال مواخذہ ہوگا- اور اگر کسی مکاتب نے اقرار کیا کہ مین نے اس آزاد عورت یا باندی یا لڑکی کے ساتھ اپنی اُنگلی سے افتضاض کیا یعنی اُسکی پیشاب گاہ اور دبر کو چیر کر ایک کردیا تو امام اعظم کے نزدیک یہ جرم کا اقرار ہے جب تک مکاتب ہے تب تک اُس سے مواخذہ کیا جائیگا پھر جب عاجز ہوگیا تو اُس سے مواخذہ نہ کیا جائیگا- ایک مسلمان آدمی مرتد ہوگیا نعوذ باللہ منہ اور اُسکا ایک غلام تھا اُسکو اُسکے بیٹے نے مکاتب کردیا پھر مرتد قتل کیا گیا تو عقد کتابت باطل ہوگا- ایک مکاتب مرتد ہوکر دار الحرب مین جا ملا تو اُسکے بارہ مین توقف کیا جائیگا پس اگر مرگیا تو اُسکے مال سے بدل کتابت ادا کرکے باقی اُسکے وارثون مین تقسیم کیا جائیگا اور اگر مسلمان ہوکر واپس آیا تو اُسکا مال اُسکے سپرد کیا جائیگا یہ کافی مین لکھا ہے- اور اگر مکاتب کے غلام نے کسی شخص کو خطا سے قتل کیا تو مکاتب کو حکم دیا جائیگا کہ اس غلام کو دیدے یا اسکا فدیہ دیت مین دے اور اگر اسکے غلام نے کسی شخص کو عمدًا قتل کرڈالا تو جیسا آزاد آدمی کو اپنی ملک مین اختیار ہوتا ہے ویسا ہی مکاتب

کو اختیار ہی کہ اولیاء مقتول سے کسی قدر مال پر صلح کر لے تاکہ اُسکا غلام اُسکے پاس سالم بچ رہے اور مکاتب سے کچھ مؤاخذہ اس فعل کی بابت نہوگا اگرچہ پھر وہ عاجز ہو جاوے — اور اگر اُسکی باندی نے خطا سے کوئی جنایت کی اور مکاتب نے اُس باندی کو فروخت کیا یا اُسکے ساتھ وطی کی اور اُس سے اولاد ہوئی حالانکہ مکاتب اُس کی جنایت سے آگاہ تھا تو مکاتب کے یہ افعال یون قرار دیے جاوینگے کہ اُس نے باندی کا فدیہ دینا اختیار کیا اور اُسپر فدیہ واجب ہوگا اور اگر مکاتب کو اُس کے کسی غلام نے عمداً قتل کیا تو غلام کا اپنے مالک کو عمداً قتل کرنا مثل غیر شخص کے عمداً قتل کرنے کے قرار دیا جائیگا یعنے اُسپر قصاص واجب ہوگا جیسا کہ آزاد آدمی کو اُس کے غلام کے قتل کرنے کی صورت مین غلام سے قصاص لیا جاتا ہی — واضح ہو کہ اگر مکاتب عمداً مقتول ہوا تو اُس کی تین صورتین ہین کہ اگر اُسنے ادائے کتابت کے واسطے وافی مال نہ چھوڑا تو اُسکا قصاص لینا اُسکے مولے کا حق واجب ہی اور اگر ادائے کتابت کے واسطے وافی مال چھوڑا اور سوائے مولی کے اُسکا کوئی دوسرا وارث بھی ہی تو قاتل پر قصاص واجب نہوگا کیونکہ اشتباہ ہی کہ مستوفی قصاص کون شخص ہی اسی طرح اگر دونون نے اتفاق کیا تو بھی اُن کو استیفاء قصاص کا اختیار نہوگا — اور اگر سوائے مولے کے اُسکا کوئی وارث نہو تو امام اعظم و امام ابو یوسف رح کے قول کے موافق قاتل پر مولے کا قصاص واجب ہوگا یہ مبسوط مین ہی — اور اگر مکاتب نے اپنے مولے پر یا مولے کے کسی مملوک شخص پر کوئی جنایت کی تو یہ جنایت معتبر ہوگی اور ایسا ہی اگر مولی نے اپنے مکاتب یا اُسکے مملوک شخص پر کوئی جنایت کی تو بھی اُسکا اعتبار کیا جائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی — اور اگر مکاتب کے غلام نے کچھ مال تلف کر دیا تو یہ مال اُسکی گردن پر قرضہ رہیگا کہ اُسکی وجہ سے فروخت کیا جائیگا اور اگر اُسکے غلام نے کوئی جنایت کی پھر مکاتب آزاد ہو گیا تو مکاتب کو بعد آزادی کے وہی اختیار باقی رہیگا جو اس صورت مین ہوتا ہی یعنے یہ غلام دیدے یا اُسکا فدیہ دے اور اگر مکاتب عاجز ہو کر رقیق ہو گیا تو یہ اختیار اُسکے مولے کو حاصل ہو جائیگا — اور اگر کوئی غلام اور اُسکی جورو دونون ایک ہی کتابت مین مکاتب ہون پھر اُس کی جورو کے بچہ پیدا ہوا اور اس کو مولے نے مار ڈالا حالانکہ اُس بچہ کی قیمت مال کتابت سے زیادہ تھی تو مولے پر واجب ہوگا کہ یہ قیمت تین برس مین ادا کرے اور اگر مال کتابت ادا کرنے کا وقت درمیان مین آگیا تو مکاتبون سے مقاصہ کر کے عوض کر لے پھر مولے پر واجب ہوگا کہ بڑھتی قیمت بچہ کی مان کو ادا کرے اور مان نے بچہ کے باپ کی طرف سے جو ادا کیا ہی اُسکو واپس لے سکتی ہی اور اگر ادائے کتابت کا وقت درمیان مین نہ آیا تو مولے اُس بچہ کی قیمت اُسکی مان کو ادا کرے — اور اگر وہ بچہ بھی ان دونون کے ساتھ مکاتب ہو اور مولے نے اُسکو قتل کر ڈالا پھر قیمت ادا کرنے کا وقت آگیا تو اس قیمت مین سے بقدر کتابت کے بدلا کر لے خواہ ادائے کتابت کا وقت آگیا ہو یا نہ آیا ہو پھر مولی بڑھتی قیمت اور مان و باپ اپنا حصۂ کتابت کا مال اُس لڑکے کے وارثون کو ادا کرین پھر یہ سب مال اُس لڑکے کے وارثون مین اللہ تعالے کے فرائض کے موافق تقسیم ہوگا اور اُسکے مان و باپ بھی اس مین سے اپنا حصۂ میراث پاوینگے — اور اگر مکاتب نے خطا سے کوئی جرم قتل کیا تو اُسکی قیمت اور جرمانہ مین سے جو کم ہو اُسکے واسطے سعی کر کے ادا کرنے کا حکم کیا جائیگا پھر اگر ایک مرتبہ

ایسے حکم ہو جانے کے بعد اُسنے دوسرا جرم کیا تو دوبارہ بھی یہ حکم ہوگا کہ اُسکی قیمت اور جرمانہ مین سے جو کم ہو اُسکو
سعی کرکے ادا کرے اور اگر پہلے مرتبہ کے جرم کی بابت حکم ہونے سے پہلے اُسنے دوسرا جرم کیا تو ہمارے
نزدیک فقط ایک ہی قیمت اُسپر ادا کرنی واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ اگر مکاتب نے شارع عام پر ایک کنوان
کھودا اور اُس مین کوئی شخص گر کر مر گیا تو جو قیمت مکاتب کی کنوان کھودنے کے روز تھی وہ قیمت سعی کرکے ادا کرے
پھر اگر اُس مین کوئی دوسرا شخص گر کر مر گیا تو مکاتب پر ایک قیمت سے زیادہ ادا کرنے کا حکم نہوگا خواہ حاکم نے پہلے جرم
کی بابت حکم کر دیا ہو یا نہ کیا ہو یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر مکاتب کے مکان وغیرہ کی جھکی ہوئی دیوار جسپر گواہ ہو چکے ہون
کسی شخص پر گر گئی اور وہ مر گیا تو مکاتب پر واجب ہوگا کہ سعی کرکے اپنی قیمت ادا کرے۔ اور اگر مکاتب کے
گھر مین کوئی شخص مقتول پایا گیا ہو تو جس روز وہ شخص مقتول پایا گیا ہو اُس روز جو کچھ مکاتب کی قیمت اندازہ کی جاوے
وہ قیمت مکاتب کو ادا کرنی واجب ہوگی ولیکن اگر مکاتب کی قیمت مقدار دیت سے زائد ہو تو ایسی صورت مین
دیت سے دس درم کم کر دیے جاوینگے۔ اور اگر مکاتب نے کوئی جرم کیا پھر وہ اپنے کتابت سے عاجز ہو کر رقیق ہو گیا تو
دیکھا جاوے کہ اگر عاجز ہونے سے پہلے اُسکے واسطے یہ حکم ہو چکا ہے کہ سعی کرکے جرمانہ ادا کرے تو یہ جرمانہ اسکی گردن
پر قرضہ ہوگا کہ اسکی بابت فروخت کیا جائیگا اور اگر ایسا حکم نہین ہوا ہے تو اُسکے مولے کو اختیار ہوگا کہ چاہے غلام کو دیدے
یا اُسکا فدیہ دیدے اور اگر مکاتب پر کسی شخص نے جنایت کی تو اُس شخص پر مملوک کی دیت واجب ہوگی۔ اور اگر مکاتب نے
عمداً کسی شخص کو قتل کیا تو اُسپر قصاص واجب ہوگا۔ اور اگر کسی شخص نے مکاتب کے فرزند یا غلام کو قتل کیا تو قاتل
پر قصاص نہین آتا ہے بلکہ قیمت واجب ہوگی کیونکہ ایجاب قصاص متعذر ہے اور یہ مال مکاتب کے واسطے اسکی کمائی ہو
کے مثل قرار دیا جائیگا اور اگر اُسنے قاتل کو عفو کیا تو عفو باطل ہے۔ اور اگر مولے نے اپنے مکاتب کو خطا سے
یا عمداً قتل کیا تو قصاص نہین آتا ہے۔ اور مکاتب کا اقرار جب تک مکاتب ہے تب تک جائز ہے اور جب عاجز ہو کر
رقیق ہو گیا تو اقراری مال اُس کے سر سے دور ہو جائیگا خواہ اس اقرار پر حکم قاضی ہو چکا ہو یا نہوا ہو اور یہ امام
اعظم رح کا قول ہے اور کتاب الجنایات مین مذکور ہے کہ امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک جس اقرار پر حاکم
کا حکم ہو چکا ہے فی الحال اُسکا مواخذہ کیا جائیگا۔ اور جس قدر مال مکاتب نے عاجز ہونے سے پہلے ادا کیا ہے
وہ بالاجماع واپس نہین لیا جائیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر مکاتب کے ذمہ حدود خالصہ یا غیر خالصہ کا جرم ثابت
ہو تو مکاتب اس جرم مین ماخوذ ہوگا جیسے زنا یا چوری و شراب خواری و تہمت وغیرہ اسواسطے کہ جب غلام
ان جرمون کے سبب سے ماخوذ ہوتا ہے تو مکاتب بدرجہ اولے ماخوذ ہوگا۔ اور اگر مکاتب نے اپنے مولے کی چیز
چرائی تو اُس کا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا اسی طرح مولے کے فرزند یا جورو یا مولے کے کسی ذی رحم محرم کی چیز چرانے
سے بھی اسکا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا۔ اور اسی طرح اگر ان لوگون مین سے کسی شخص نے مکاتب کی چیز چرائی تو ان مین
سے بھی کسی کا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا۔ اور اگر کسی اجنبی شخص نے مکاتب کی چیز چرائی تو مکاتب کی نالش پر اُسکا ہاتھ
کاٹا جائیگا یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر مکاتب نے زید کی چیز چرائی پھر عاجز ہو کر رقیق ہو گیا اور اسی زید نے
اُسکو اُسکے مالک سے خرید لیا تو اُسکا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا۔ اور اگر مکاتب نے عمرو کی چیز چرائی حالانکہ عمرو کا اُسپر
قرضہ آتا ہے تو اسکا ہاتھ کاٹا جائیگا۔ اور اگر مکاتب عاجز ہو کر رقیق ہو گیا اور عمرو نے جسکا قرض آتا ہے اُسنے اپنا ۱۰

قرضہ طلب کیا اور قاضی نے حکم دیا کہ اسکے قرضہ کے واسطے یہ غلام فروخت کیا جاوے حالانکہ مولی نے اس کے فدیہ دینے سے انکار کیا تو قیاساً اسکا ہاتھ کاٹا جائیگا اور اگر زید کے ایک مکاتب نے زید کے دوسرے مکاتب کی چیز چرائی تو اسکا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا جیسا کہ زید کے چرانے میں حکم تھا۔ اسی طرح اگر مکاتب نے ایسے مشترک غلام کی چیز جو مکاتب کے مولے اور کسی دوسرے کے درمیان مشترک تھا اور مکاتب کے مولے نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تھا چرائی تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر مکاتب نے اپنے مولے کے مضارب کے پاس سے مضاربت کے مال میں سے چرایا تو اسکا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا اسی طرح اگر مکاتب نے کسی شخص کا مال چرایا حالانکہ مکاتب کے مولے کا اس شخص پر اسی قدر قرضہ ہے جس قدر مکاتب نے چرایا ہے تو بھی مکاتب کا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا۔ یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مکاتب کا مولے مرگیا تو مکاتب سے کہا جائیگا کہ کتابت کا مال قسطوار اپنے مولے کے وارثوں کو ادا کرے پھر اگر ان لوگوں نے مکاتب کو آزاد کر دیا تو آزاد ہو جائیگا اور اسکے سر سے مال کتابت ساقط ہو جائیگا اور اگر ایک وارث نے آزاد کیا تو اسکا عتق نافذ نہوگا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر مکاتب ایک آزاد فرزند چھوڑ کر مرگیا پھر ایک شخص کچھ ودیعت لایا اور کہا کہ یہ ودیعت مکاتب کی ہے تو اس میں سے مال کتابت ادا کیا جائیگا پھر واضح ہو کہ اس شخص نے مکاتب کے واسطے ودیعت کا اقرار کیا یہ اقرار اس شخص کے حق میں صحیح ہے مگر مکاتب کی ولا اپنی طرف کھینچ لے جانے کے حق میں اسکے قول کی تصدیق نہوگی اور شیخ نے فرمایا کہ آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر مولے نے خود یوں اقرار کیا کہ میرے پاس یہ مال مکاتب کی ودیعت ہے یا مال کتابت کے قدر کچھ مکاتب کا قرضہ آتا ہے یا میں نے اپنی کتابت کو مکاتب کی زندگی میں بھر پایا تو کیا اس صورت میں بھی کچھ ولا اپنی طرف لے جانے کے واسطے مولے کے کلام کی تصدیق ہوتی ہے یعنی نہیں ہوتی ہے پس ایسا ہی غیر شخص کا حال ہے۔ اور اسی سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ اگر مکاتب کے مرجانے کے بعد کسی شخص نے اسکی طرف سے قرضہ ادا کیا اور براہ احسان ادا کیا تو مکاتب کے آزاد کرنے کا حکم نہ دیا جائیگا اور اگر مکاتب نے کوئی ام ولد چھوڑی اور اسکے ساتھ کوئی بچہ نہیں ہے تو مال کتابت کے واسطے فروخت کی جاوے گی۔ اور اگر اسکے ساتھ بچہ ہو تو جس میعاد پر کتابت ادا کرنا قرار پایا ہے اس میعاد تک سعی کر کے ادا کریگی خواہ اسکا بچہ نابالغ ہو یا بالغ ہو۔ اور اگر مکاتب نے کچھ مال بھی چھوڑا تو وہ سے کتابت میعاد مقررہ تک نہ لی جاویگی بلکہ اسکے ادا کرنے کا وقت سے فی الحال ہو جائیگا۔ اور یہ امام اعظم رح کا قول ہے۔ اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ ام ولد کے ساتھ بچہ ہونے کی حالت میں جو حکم ہے وہی سب طرح نہونے کی حالت میں بھی ہے کہ میعاد مقررہ تک سعی کر کے ادا کریگی۔ اور اگر حالت کتابت کے پیدا ہوئے دو فرزند چھوڑ کر مکاتب مرگیا حالانکہ اسپر کچھ قرضہ اور مال کتابت باقی ہے تو دونوں فرزند اس سب مال کے واسطے سعی کرینگے اور دونوں میں سے جسنے جو کچھ ادا کیا وہ دوسرے سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور دونوں میں سے جسکو مولے نے آزاد کیا وہ آزاد ہو جائیگا چنانچہ مکاتب کی زندگی میں بھی یہی حکم تھا۔ اور دوسرے پیدا شدہ ہوگا کہ تمام مال کتابت جو باپ پر باقی ہے سعی کر کے ادا کرے اور قرضخواہوں کو اختیار ہوگا کہ اپنے قرضہ کے واسطے دونوں میں سے جسکو چاہیں گرفتار کریں اور جو لڑکا جو کچھ ادا کرے وہ دوسرے بھائی سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے دو غلام ایک ہی کتابت میں مکاتب کیے پھر ایک غلام عاجز ہوا اور مولی نے خود ہی یا قاضی کے سامنے پیش کر کے اسکو رقیق کر لیا حالانکہ قاضی کو یہ بات نہیں معلوم ہے کہ اسی کتابت میں

دوسرا غلام بھی اسکے ساتھ مکاتب ہی تو یہ تردید یعنے رقیق کرلینا صحیح نہین ہی اور اگر ایک مکاتب حالت عجز مین مرگیا تو عقد کتابت فسخ نہوگا - اور اگر یہ غلام جو بسبب عاجز ہونے کے رقیق کیا گیا ہی کہین غائب ہوگیا اور دوسرا آیا اور اُس سے مولے نے ایک قسط یا دو قسطون کے واسطے سعی کرائی اور وہ عاجز ہوا اور مولے نے چاہا کہ اسکو رقیق کردے یا قاضی کے حکم سے رقیق کراوے تو یہ نہین کرسکتا ہی - اور اگر دو شخصون نے ایک غلام کو ایک ہی کتابت مین مکاتب کیا پھر ایک مولے غائب ہوگیا اور دوسرا مولے مکاتب کو قاضی کے سامنے لایا کہ اسکو رقیق کردے حالانکہ وہ عاجز ہوا تھا تو قاضی اُسکو رقیق نہ کریگا تا وقتیکہ دونون مولے ایک ساتھ جمع نہون اور یہ حکم بخلاف اس صورت کے ہی کہ دو شخصون مین سے ہر ایک کا علیحدہ ایک ایک غلام ہی اور دونون نے دونون کو ایک ہی کتابت مین مکاتب کیا پھر ایک غلام عاجز ہوگیا تو اُسکے مولے کو فسخ کتابت کا اختیار ہی اگرچہ دوسرے مکاتب کا مولے غائب ہو یہ محیط مین ہی - اور اگر ایک ہی شخص مولے ہو مگر چند وارث چھوڑکر مرگیا اور بعض وارثون نے اُسکو بحکم قاضی رقیق کردیا تو صحیح ہی لیکن اگر بدون حکم قاضی کے اسکو رقیق کیا تو صحیح نہین ہی یہ مبسوط مین ہی - اور اگر مکاتب ہی حالت کتابت کے پیدا ہوے دو فرزند چھوڑکر مرگیا تو ایک فرزند کی غیبت مین مولے کو دوسرے کے رقیق کردینے کا اختیار نہین ہی یہ محیط مین ہی - اور اگر مکاتب نے اپنے مولے یا غیر شخص سے کوئی غلام خریدا اور اُس مین عیب پایا تو اُسکو اختیار ہی کہ اپنے بائع کو واپس کردے اور اگر مکاتب عاجز ہوگیا حالانکہ اُسنے کسی غیر شخص سے وہ غلام خریدا ہی اور مولے نے اس مین عیب پایا تو بسبب عیب کے مولے کو واپس کرنے کا اختیار ہی - اگر مکاتب نے کوئی غلام خرید کر اپنے مولے کے ہاتھ فروخت کیا پھر عاجز ہوگیا اور مولے نے اُس مین کوئی عیب پایا تو اپنے غلام کو واپس نہین کرسکتا ہی اور نہ اپنے غلام کے بائع کو واپس دے سکتا ہی اسی طرح اگر بعد عاجز ہونے کے مکاتب مرگیا پھر مولے نے اُس مین عیب پایا تو بھی واپس نہین کرسکتا ہی یہ مبسوط مین ہی - اگر کوئی مکاتب ادائے کتابت کے واسطے کافی مال چھوڑکر مرگیا پھر اسکو کسی شخص نے قذف کیا تو اُسکے قاذف کو حد ماری جائیگی - مکاتب نے اگر اپنے مولے کی بیٹی سے نکاح کیا پھر مولے مرگیا تو نکاح فاسد نہوگا پس اگر مکاتب اسکے بعد مرگیا اور ادائے کتابت کے لائق مال کافی چھوڑا تو نکاح باطل نہوگا اور اگر اسقدر نہ چھوڑا تو باطل ہوجائیگا پس اگر ایسی صورت اُس لڑکی کے ساتھ دخول کرنے سے پہلے واقع ہوئی تو عدت واجب نہوگی اور نہ مہر واجب ہوگا اور اگر دخول کے بعد واقع ہوئی تو تین حیض کی عدت اور مہر واجب ہوگا اگرچہ اس لڑکی کے ساتھ دوسرا وارث موجود ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اگر مکاتب کا غلام مرگیا تو اُسپر جنازہ کی نماز پڑھانے کا مکاتب زیادہ حقدار ہی لیکن اگر مکاتب کے ساتھ مکاتب کا مولے موجود ہو تو مکاتب کو چاہیے کہ اپنے مولی کو نماز کیواسطے امام کرے یہ مبسوط مین لکھا ہی

نوان باب متفرقات مین

مکاتب اپنے مولی کے قرضہ کتابت کے واسطے قید نہوگا اور ماسوائے قرضہ کتابت کے دوسرے قرضہ کے واسطے مقید ہونے مین دو قول ہین یہ سراجیہ مین ہی - تتمہ مین لکھا ہی کہ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک غلام خریدا پھر اپنے بائع سے کہا کہ تو اسکو بعوض دینار پر مکاتب کرچکا تھا اُسنے انکار کیا پس آیا یہ غلام مشتری کی طرف سے مکاتب ہوجائیگا یا نہین تو فرمایا کہ نہین یہ تاتارخانیہ مین ہی - ایک کافر غلام ایک مسلمان اور ایک ذمی کے درمیان مشترک تھا پھر ذمی نے اپنا حصہ اپنے شریک کی اجازت سے

شراب کے معاوضہ پر مکاتب کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ کتابت جائز ہی اور امام ابو یوسف وامام محمد رح کے نزدیک جائز نہین ہی اور نصرانی نے جو چیز اُس سے لی ہی یعنے شراب اُسکی ضمان مسلمان کو نہ دیگا خواہ مسلمان کی اجازت سے اُسنے مکاتب کیا ہو یا بلا اجازت مکاتب کیا ہو اور اگر دونون نے اسکو شراب پر ایک ہی کتابت مین مکاتب کیا تو دونون مین سے کسی کے حصہ کی کتابت صحیح نہین ہی- اور اگر غلام نے دونون کو شراب ادا کردی تو آزاد ہو جاویگا کیونکہ شرط پائی گئی اور اُسپر واجب ہوگا کہ ذمی کو اسکے حصہ کی نصف شراب اور مسلمان کو اپنی ذات کی نصف قیمت ادا کرے- اور اگر دو ذمیون نے اپنے غلام کو شراب پر مکاتب کیا پھر ایک مسلمان ہوگیا تو دونون کو اسکے مسلمان ہونے کے روز کی شراب کی قیمت چاہیے ہوگی پھر اگر ایک نے اپنا حصہ قیمت وصول کیا تو حصہ مقبوضہ دونون مین مشترک ہوگا جیسا کہ مسلمان ہونے سے پہلے دونون مین سے کسی کے اپنا حصہ شراب وصول کرنے کی صورت مین حکم تھا یہ مبسوط مین ہی- ایک شخص نے اپنا فقط نصف غلام مکاتب کیا تو فقط نصف غلام مکاتب ہو جائیگا پھر اگر غلام نے شہر سے باہر جانا چاہا تو اسکو منع نہین کرسکتا ہی اور اگر چاہا کہ ایک روز اُس سے خدمت لے اور ایک روز اُسکو خالی چھوڑ دے تو قیاساً اُسکو اختیار ہی اور استحساناً یہ حکم ہی کہ اُس سے کچھ تعرض نہین کرسکتا ہی یہان تک کہ وہ مال ادا کرے یا عاجز ہو جاوے یہ خزانۃ المفتین مین لکھا ہی- ایک شخص نے آدھی باندی مکاتب کردی پھر اُس باندی نے قرضہ لیا تو تمام قرضہ کے واسطے سعی کریگی پھر اگر وہ ادائے کتابت سے عاجز ہو کر رقیق ہوگئی تو تمام قرضہ اُسکی تمام گردن پر رکھا جائیگا یعنی فقط نصف باندی اس قرضہ کے استحقاق مین ماخوذ نہوگی بلکہ کل باندی ماخوذ ہوگی اور فروخت کی جاویگی اسی طرح اگر دو شخصون مین ایک باندی مشترک ہو اور ایک شریک نے دوسرے کی اجازت سے اُسکو مکاتب کیا پھر اُسنے قرضہ لیا پھر عاجز ہوگئی تو یہ قرضہ اُسکی پوری گردن پر ہوگا کہ اُسکی وجہ سے فروخت کی جاویگی یہ مبسوط مین ہی- نوادر ابراہیم مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ زید نے عمرو کا غلام بدون حکم عمرو کے ہزار درم پر مکاتب کیا پھر پانچ سو درم اُس مین سے کم کردیے پھر عمرو کو خبر پہونچی اور اُسنے اجازت دیدی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اُسکی کتابت پانچ سو درم پر ہوگی اور اگر زید نے اُسکو یہ ہزار درم ہبہ کیے ہون پھر مولے کو خبر پہونچی اور اُسنے اجازت دیدی ہو تو ہبہ باطل ہی اور ہزار درم پر کتابت صحیح رہیگی یہ محیط مین ہی- اگر زید نے اپنی باندی کو اس شرط سے مکاتب کیا کہ مجھے تین روز تک اختیار ہی پھر وہ باندی اس مدت خیار مین بچہ جنی اور مرگئی تو امام اعظم وامام ابو یوسف کے نزدیک اُسکا خیار وعقد کتابت باقی رہیگا اور اُسکو اجازت دینے کا اختیار ہوگا اور اگر اُسنے اجازت دیدی تو اُسکا بیٹا اپنی مان کے اقساط کتابت ادا کرنے مین سعی کریگا اور جب سب ادا کردے تو یہ حکم ہوگا کہ اُسکی مان اپنی زندگی کے آخر جزو مین آزاد ہوکر مری ہی اور اسکا یہ بچہ آزاد ہوگیا ہی اور یہ حکم استحسان ہی کذا فی الکافی- اگر اپنے غلام کو اُسکی ذات و اُسکی نابالغ اولاد پر باداے کتابت آزاد ہونے پر اس شرط سے مکاتب کیا کہ تین روز مجھے اختیار ہی پھر بعضی اولاد مرگئی پھر مولے نے کتابت کی اجازت دیدی تو بدل مین سے کچھ کم نہوگا- اسی طرح اگر اپنے دو غلامون کو ایک ہی کتابت مین مکاتب کیا اس شرط سے کہ مجھے اختیار ہی پھر مدت خیار مین ایک غلام مرگیا پھر اُسنے عقد کتابت کی اجازت دیدی تو جائز ہی اور بدل کتابت مین سے کچھ کم نہوگا- اور اگر اپنی باندی کو باندی کی شرط خیار پر مکاتب کیا پھر اُسکے بچہ پیدا ہوا اور مولے نے اُسکے بچہ کو آزاد کردیا تو وہ باندی اپنے خیار پر باقی رہیگی اور اگر اُسنے اجازت

خریدی تو عقد کتابت نافذ ہوگا ولیکن بدل کتابت مین سے کچھ کم نہوگا اور اگر اس صورت مین خیار مولے کا ہو اور اُسنے باندی کو آزاد کردیا تو اُسکے ساتھ بچہ آزاد نہوگا بخلاف اسکے اگر خیار باندی کا ہو اور مولے نے باندی کو آزاد کردیا تو اسکے ساتھ اُسکا بچہ آزاد ہوجاویگا یہ محیط مین ہے۔ دو غلام ایک ہی کتابت مین مکاتب کیے گئے اُن دونون نے ایک باندی خریدی اُسکے بچہ پیدا ہوا اور دونون نے ایک ساتھ اُسکے نسب کا دعوے کیا پھر دونون ادا کتابت کے لائق کافی مال چھوڑ کر ایک ساتھ مر گئے یا آگے پیچھے مرے اور دونون کا مال کتابت ادا کیا گیا تو وہ لڑکا دونون کا وارث ہوگا اور اگر دونون کا عقد کتابت متفرق ہوا اور ایک ساتھ[لہ] مال کتابت ادا کیا گیا تو دونون مین سے کسی کا وارث نہوگا۔ ایک مجہول النسب نے اپنا غلام مکاتب کیا اور مکاتب نے ایک باندی خریدکر اُسکو مکاتب کیا پھر مجہول النسب نے اپنی ذات پر اقرار کیا کہ مین اس باندی مکاتبہ کا مکاتب مملوک ہون اور اُس مکاتبہ نے اسکے قول کی تصدیق کی تو اسکا اقرار صحیح ہے اور یہ مجہول النسب مع اپنے مکاتب کے اُس مکاتبہ کی ملک ہوا اور اُن دونون کی کتابت باقی رہی اور ہر ایک کا آزاد ہونا اپنے مولے کو مال کتابت ادا کرنے پر رہا پس اگر دونون نے ایک ساتھ ادا کیا یا دونون کا وقت ادا ایک ساتھ آیا اور بدلا واقع ہوا تو دونون آزاد ہوجاوینگے اور کسی کو دوسرے کی ولا نملے گی اور اگر کسی نے پہلے ادا کیا تو اسکو دوسرے کی ولا ملے گی اور اُسپر دوسرے کی ولا کا حق نہوگا اور اگر دونون ساتھ ہی عاجز ہوگئے تو وہ مکاتبہ باندی آزاد ہوکر دونون کی مالک ہوگی اور اگر کوئی پہلے عاجز ہوا تو دوسرا آزاد ہوکر دونون کا مالک ہوگا یہ کافی مین ہے۔ اگر ایک شخص اپنے مکاتب سے مال کتابت بغیر وصول کیے چھوڑ کر مر گیا اور اسکے وارثون مین مرد و عورت موجود ہین پھر اُسکا مکاتب ادائے کتابت کے لائق مال کافی چھوڑ کر مر گیا تو اس مال سے پہلے اُسکی کتابت ادا کی جاویگی اور باقی اُسکے تمام وارثون کے درمیان تقسیم ہوگا پھر جو مال بعد ادائے کتابت کے باقی رہا وہ مولے کے فقط ذکور وارثون مین تقسیم ہوگا بشرطیکہ سوائے وارثان مولے کے مکاتب کا کوئی وارث موجود نہو۔ اسی طرح اگر مکاتب پہلے نہین مرا بلکہ ان وارثان مولے کو مال کتابت ادا کرکے مرا یا انھون نے مکاتب کو کتابت کا مال ہبہ کردیا یا اُسکو آزاد کردیا پھر مکاتب مر گیا تو ایسی صورت مین بھی اسکی میراث وارثان مولی مین سے فقط ذکورون کو ملیگی یہ مبسوط مین لکھا ہے۔ زید کے مکاتب کی باندی کے بچہ ہوا اور یہ باندی مکاتب کی ملک مین حاملہ ہوئی ہے اور زید نے اُسکے بچہ کے نسب کا دعوی کیا اور مکاتب نے اُسکی تصدیق کی تو نسب ثابت ہوگا چنانچہ کسی اجنبی کی باندی کے بچہ کا اس طرح دعوے کرنے اور اجنبی کی تصدیق کرنے مین یہی حکم تھا اور مولے پر باندی کا عقر اور بچہ کی قیمت واجب ہوگی پس وہ بچہ بقیمت آزاد اور مولے سے ثابت النسب ہوگا مگر اُسکی ماں مولے کی ام ولد نہو جاویگی اور اگر مکاتب نے مولے کی تکذیب کی تو نسب ثابت نہوگا اور اگر مولے کبھی اُسکا مالک ہوگیا تو نسب ثابت ہوجائیگا کیونکہ موجب موجود اور مانع یعنی حق مکاتب معدوم ہوگیا اور مولے کو اُس سے نکاح کرنا جائز نہین ہے۔ قال المترجم وہہنا ادراج عبارۃ فی النسخۃ قال وقد ادرجناہا کما وجدناہا۔ اور اگر مکاتب نے اپنے مولے کی جورو کو خرید کیا تو اسکا نکاح باقی رہا فہذا یقتضی تاویلا ولکن لم تخالف الاصل ففی الابتداء بمثل ذلک فکذلک فی الانتہاء الا ان یوافقہ فافہم اور اگر مکاتب کے مالک ہونے سے چھ مہینے سے کم مین بچہ پیدا ہوا پس اگر مکاتب نے دعوے مولے کی تصدیق کی ۲۰

[لہ] قولہ ایکساتھ ورنہ جسنے کتابت پہلے ادا کی ہو دوسرا اسکا بیٹا ولاء وارث ہوجائیگا ۱۲ م

تو نسب ثابت ہوگا مگر بچہ آزاد نہوگا اور نہ عقر واجب ہوگا - ایسے ہی اگر مکاتب نے کوئی غلام خریدا اور مولے نے
اسکے نسب کا دعوی کیا اور مکاتب نے اسکی تصدیق کی تو نسب ثابت مگر آزاد نہوگا۔ مکاتب کی مکاتبہ باندی کے
بچہ پیدا ہوا اور اُسکے مولی نے اُس باندی کے حمل کا بعد مکاتبہ ہونے کے دعوی کیا پس اگر اُس مکاتبہ نے مولے
کی تصدیق کی تو بچہ کا نسب مولی سے ثابت ہوگا اور اس امر پر محمول کیا جائیگا کہ بحکم نکاح فاسد اُس سے بچہ
پیدا ہوا ہی اور قبل مکاتبہ کے عاجز ہونے کے بچہ آزاد نہوگا اور بعد عاجز ہونے کے جو قیمت عاجز ہونے کے
روز تھی اُس قیمت پر آزاد ہوگا خواہ مکاتب مولے کے دعوی کی تصدیق کرے یا تکذیب کرے - اور اگر مکاتبہ
وقت کتابت سے چھ مہینے سے کم میں بچہ جنی اور مکاتب کے مولی نے دعوی کیا اور مکاتبہ نے تصدیق کی
تو روز پیدایش کی قیمت پر آزاد ہوگا اور اُسکا عقر مکاتب کو ملے گا اور اگر مکاتبہ نے مولی کی تکذیب کی تو نسب ثابت
نہوگا اگرچہ مکاتب تصدیق کرے ولیکن اگر بچہ نے بعد بلوغ کے مولی کی تصدیق کی یا باوجود تصدیق مکاتب کے
وہ باندی مکاتبہ ادائے کتابت سے عاجز ہوگئی تو نسب ثابت ہوگا - ایک مکاتب نے اپنی باندی کو مکاتب
کیا اور خود مال ادا کرکے آزاد ہو گیا پھر اُسکی مکاتبہ وقت کتابت سے چھ مہینے سے کم میں بچہ جنی اور مولی نے
اُسکا دعوی کیا اور مکاتب نے تصدیق کی تو نسب ثابت ہوگا اور روز ولادت کی قیمت پر بچہ آزاد ہوگا اور
اگر چھ مہینے سے زیادہ میں جنی تو بچہ آزاد نہوگا کیونکہ غرور نہیں پایا جاتا ہی ولیکن اگر وہ مکاتبہ عاجز ہو جاوے
تو اس صورت میں بقیمت وہ بچہ آزاد ہوگا - اور اگر وقت کتابت سے چھ مہینے سے زیادہ میں مکاتبہ بچہ
جنی اور چھ مہینے سے کم میں مکاتب آزاد ہوا تو اُسکا حکم وہی ہے جو مکاتب کے آزاد ہونے سے پہلے بچہ پیدا ہونے
کا حکم تھا اور اگر مکاتبہ کے آزاد ہونے سے چھ مہینے یا زیادہ میں بچہ پیدا ہوا اور مولے نے زعم کیا کہ بعد آزادی
کے وطی واقع ہونے سے یہ بچہ پیدا ہوا ہی تو اسکا نسب ثابت نہوگا اگرچہ مکاتب اُسکے قول کی تصدیق کرے اور
مولی اُسکا زانی قرار دیا جائیگا کیونکہ حق الملک موجود نہیں ہی اور نہ تاویل ہو سکتی ہی پس مثل اجنبی کے ہو گیا
اور اگر مولی نے اقرار کیا کہ میں نے اس مکاتبہ سے بعد آزادی مکاتب کے نکاح کیا ہی پس اگر مکاتبہ نے
اسکی تصدیق کی تو نسب ثابت ہوگا اور بچہ آزاد نہوگا کیونکہ نکاح میں شبہ ہی - اور وہ بچہ اپنی ماں کی تبعیت میں مکاتب
ہوگا پھر اگر اسکی ماں عاجز ہوگئی تو دونوں رقیق قرار دیے جاوینگے - اور اگر مکاتبہ نے مولی کی تکذیب کی تو
ثابت نہوگا لیکن اگر وہ مکاتبہ عاجز ہوئی حالانکہ مکاتب تصدیق کرتا ہی تو نسب ثابت ہوگا مگر بچہ آزاد نہوگا
اور اگر مولی نے زعم کیا کہ مکاتب کے آزاد ہونے سے پہلے باندی سے وطی واقع ہونے سے بچہ پیدا ہوا ہی پس
اگر دونوں نے اسکی تصدیق کی تو بچہ کا نسب ثابت ہوگا اور بچہ آزاد نہوگا اور اگر مکاتبہ عاجز ہوگئی
تو مولے اس بچہ کو بقیمت آزاد کرکے لے لیگا اور اگر اُس مکاتبہ نے مال ادا کیا تو خود مع بچہ کے آزاد
ہو جاویگی - اسی طرح اگر مکاتبہ نے تصدیق اور مکاتب آزاد نے تکذیب کی تو نسب ثابت اور بچہ رقیق
ہوگا اگرچہ وہ مکاتبہ عاجز ہو جاوے - اگر مکاتب آزاد نے مولی کی تصدیق کی کہ مکاتبہ کے ساتھ اسکی وطی
میرے آزاد ہونے سے پہلے واقع ہوئی ہی مگر مکاتبہ نے تکذیب کی تو نسب ثابت نہ ہوگا مگر مکاتبہ کے عاجز
ہو جانے کے بعد ثابت ہو جائیگا اور اُسکے عاجز ہونے کے دن کی قیمت پر آزاد ہوگا اور وہ مکاتبہ

مکاتب کی باندی ہوجاویگی - مکاتبہ کی مکاتبہ ایک باندی کی مالک ہوئی اور اس باندی سے بچہ ہوا اور
مکاتب کے مولے نے اسکے نسب کا دعوی کیا اور مکاتبہ نے تصدیق کی تو نسب ثابت ہوگا اور بچہ آزاد نہوگا پھر
اگر مکاتبہ عاجز ہوگئی درصورتیکہ اس مکاتبہ کی باندی وقت ملک سے چھ مہینے میں بچہ جنی ہو تو وہ بچہ عاجز ہونے کے
روز کی قیمت پر آزاد ہوگا اور اگر چھ مہینے سے کم میں جنی ہو تو آزاد نہوگا - اور اگر مکاتب اپنی مکاتبہ کے عاجز ہونے
سے پہلے آزاد ہوگیا یا وفاء کتابت کے لائق کافی مال چھوڑ کر مر گیا اور کتابت ادا کردی گئی پھر اسکی مکاتبہ
عاجز ہوئی تو اس صورت مین وہی حکم ہے جو ہمنے درصورت عدم آزادی مکاتب کے ذکر کیا ہے - اور اگر وہ باندی
مکاتبہ کی ملک مین آنے سے چھ مہینے سے زیادہ مین جنی تو بچہ آزاد ہوگا ورنہ آزاد نہوگا - اور اگر مکاتبہ سے پہلے
مکاتب عاجز ہوگیا یا حالت عجز مین مر گیا یعنے ادا سے کتابت کے لائق مال نہ چھوڑا تو مولے کا دعوی نسب مثل
اپنی باندی کے بچے کے دعوے نسب کے ہے اور اسکا حکم گذر چکا ہے کذا فی الکافی - ایک مکاتب و ایک آزاد
کے درمیان ایک باندی مشترک تھی اُسکے بچہ ہوا اور مکاتب نے نسب کا دعوی کیا تو وہ بچہ اسکا فرزند اور
باندی اسکی ام ولد قرار دیجاویگی اور اسکا نصف عقر دیگا اور نصف قیمت آزاد کو ضمان دیگا - اور یہ قیمت
اس روز کی قیمت کے حساب سے دیگا جس دن وہ باندی مشترکہ مکاتب سے حاملہ ہوئی ہے - اور بچہ کی قیمت کچھ
نہین دیگا پھر اگر بعد ضمان دینے کے وہ مکاتب عاجز ہوگیا تو یہ باندی اور اسکا بچہ دونون مولے کے مملوک
ہوجاوینگے - اور اگر آزاد سے کچھ صورت نہ واقع ہوئی اور نہ ضمان دی یہان تک کہ مکاتب عاجز ہوگیا تو
آدھی باندی اور آدھا بچہ اُسکے آزاد شریک کا ہوگا اگر اسپر آدھا عقر واجب ہوگا - اور اگر آزاد و مکاتب کے درمیان
مکاتبہ باندی ہو اور مکاتب نے اُسکے بچہ کے نسب کا دعوی کیا تو جائز ہے اور وہ مکاتبہ مختار ہوگی کہ چاہے
عقد کتابت پورا کردے اور مکاتب سے اپنے ساتھ وطی کرنے کا عقر لے لے یا اپنے تئین عاجز کرے اور
مکاتب اپنے شریک آزاد کو اسکی نصف قیمت و نصف عقر دیگا - اور اگر دونون نے اُسکے نسب کا دعوے
کیا تو اس آزاد کا دعوی صحیح رکھا جائیگا - پھر اگر باندی مکاتبہ نے اختیار کیا کہ عقد کتابت پورا کرے پھر وہ آزاد مر گیا
تو اُسکے ذمہ سے آدھا بدل کتابت یعنے آزاد کا حصہ ساقط ہوگا اور باقی نصف یعنے حصہ مکاتب اور نصف قیمت
مین سے جو کم ہو اسکو سعی کرکے ادا کریگی اور یہ امام محمد رح کا قول ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک آدھی قیمت
کے واسطے سعی کریگی - اور اگر اُسنے عاجز ہونا اختیار کیا پس اگر آزاد تنگدست ہو تو اپنی نصف قیمت کے واسطے
سعی کرے اور اگر خوشحال ہو تو اسکی نصف قیمت مکاتب کو ضمان دیگا پھر جسقدر اُسنے ضمان دیا وہ اس باندی
سے واپس نہین لے سکتا ہے - اور اگر مکاتب نے اس سے پہلے وطی کی اور اس سے بچہ پیدا ہوا پھر آزاد نے اس
سے وطی کی اور اس سے بچہ پیدا ہوا پھر دونون نے ایک ساتھ دونون بچون کا دعوی کیا اور سوا ان
دونون کے قول کے اور کچھ معلوم نہین ہوتا ہے تو ہر ایک کو اسکا بچہ بلا قیمت دیا جاوے اور پھر ایک شخص اس
مکاتبہ کو اسکا عقر ادا کرے اور اُسکو اختیار ہے چاہے عاجز ہو جاوے یا کتابت پوری کرے پھر اگر اُسنے عاجز
ہونا اختیار کیا تو خاصۃً آزاد کی ام ولد قرار دیجاویگی اور وہ آزاد مکاتب کو اسکی نصف قیمت ادا کرے اور
مکاتب کا بچہ مکاتب سے ثابت النسب ہوگا مگر مکاتب پر واجب ہوگا کہ آزاد کو اس بچہ کی نصف قیمت

ف قولہ بمنزلہ یعنی ماں ام ولد ہوگی جیسے وہ آزاد ہوگی تو بچہ بھی آزاد ہوگا اور اسکو ایک حق آزادی حاصل ہو چکا ہے ۱۲ اگر ایک روز یعنی کسی زمانہ میں ایک ساعت بھی مالک ہوا ۱۲

ویدے آور اگر وہ مکاتبہ عاجز ہوئی اور اسکے ساتھ مکاتب بھی عاجز ہوا تو مکاتب والا بچہ مکاتب کے مولی اور اُس آزاد کے درمیان مشترک رقیق ہوگا - اور اگر مکاتب نے آزاد کی وطی کے بعد وطی کی تو وہ باندی مکاتبہ آزاد کی ام ولد ہوگی اور مکاتب والا بچہ بمنزلہ اپنی ماں کے ہوگا کہ اسکا نسب مکاتب سے ثابت نہوگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ میرے نزدیک استحسانًا یہ حکم ہوگا کہ اُسکا نسب مکاتب سے ثابت اور وہ آزاد کے نزدیک بمنزلہ اپنی ماں کے ہوگا یہ مبسوط میں ہے - اگر مکاتب نے اپنے بیٹے کی باندی سے وطی کی اور اسکا بیٹا آزاد ہے یا علیحدہ کتابت سے مکاتب ہے تو بدون بیٹے کی تصدیق کے مکاتب کا نسب اسکی باندی کے بچہ سے ثابت نہوگا - پھر اگر مکاتب آزاد ہو کر کبھی ایک روز بھی اُس باندی و بچہ کا مالک ہوا تو یہ لڑکا اُس سے ثابت النسب ہو جائیگا اور باندی اُسکی ام ولد ہو جاویگی - اور اگر حالت کتابت میں مکاتب کے کوئی بیٹا ہوا یا مکاتب نے اُسکو خرید کیا پھر اس بیٹے کی باندی سے بچہ ہوا اور مکاتب نے اسکے نسب کا دعوی کیا تو دعوی صحیح ہے اور وہ باندی مکاتب کی ام ولد ہوگی اور مکاتب اُسکے مہر و قیمت کا ضامن نہوگا بخلاف باپ کے یہ ثبوت النسب میں ہے - اور جو حمل پیٹ میں ہو اسکا مکاتب کرنا صحیح و جائز نہیں ہے اگرچہ ماں اُسکی طرف سے قبول کرے اسی طرح اگر کوئی آزاد متولی ہو کہ اُسکی طرف سے عقد کتابت قبول کرے و ضامن ہو تو بھی جائز نہیں ہے - ولیکن اگر مولی نے یوں کہا کہ اے آزاد اگر تو مجھے ہزار درم ادا کردے تو یہ جو پیٹ میں ہے آزاد ہے اُسنے ادا کردیا تو وہ آزاد ہو جاویگا بشرطیکہ چھ مہینے سے کم میں وضع حمل ہو تاکہ وقت تعلیق کے اسکے پیٹ میں ہونے کا یقین ہو پھر صاحب مال اپنا مال پھیر لیگا - اگر مکاتب نے کچھ ہبہ یا صدقہ کیا تو باطل ہے پھر اگر ادا کر کے آزاد ہو گیا تو ہبہ و صدقہ جسکو دیا تھا اُس سے واپس کیا جائے گا اور اگر موہوب لہ یا متصدق علیہ نے تلف کر دیا تو وہ اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ اُسنے ایسا مال تلف کیا جسمین اُسکا کچھ حق نہ تھا پس حالت کتابت میں مکاتب اُس سے وصول کرسکتا ہے اور بعد آزادی کے بھی مکاتب وصول کریگا اور اگر عاجز ہو گیا تو مولی بطریق اولے اُس سے وصول کرے کیونکہ مکاتب کی کمائی خالص مولے کی ہوگی یہ مبسوط میں ہے - امام محمد رح نے زیادات میں ذکر فرمایا ہے کہ دو مکاتبوں میں ایک باندی مشترک کے بچہ ہوا اور دونوں نے اسکے نسب کا دعوے کیا تو دونوں سے اسکا نسب ثابت ہوگا اور بچہ دونوں کے ساتھ مکاتب ہوگا - اور انکی کتابت میں داخل ہوگا اور باندی بمنزلہ ام ولد کے ہوگی کہ اسکی بیع مثل آزاد کی ام ولد کے ممتنع ہوگی پھر اگر ایک نے اپنا بدل کتابت ادا کر دیا تو شرط پائی جانے سے وہ آزاد ہو جائیگا اور اسکے ساتھ اسکی تبعیت میں اسکا حصہ فرزند بھی آزاد ہوگا اور باقی دوسرے کا حصہ فرزند اسکے ساتھ مکاتب باقی رہیگا یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور فرزند کی بابت ضمان نہوگی مگر امام ابو یوسف و امام محمد رح کے قیاس کے موافق اگر ایک مکاتب نے اپنا بدل ادا کردیا تو اُسکے ساتھ اسکا حصہ فرزند اور باقی حصہ فرزند بھی آزاد ہو جاویگا اور بچہ کی بابت ضمان نہ دیگا اور نہ بچہ پر سعایت واجب ہوگی اور کل باندی اس آزاد شدہ کی ام ولد ہو جاویگی اور اُسپر واجب ہوگا کہ دوسرے مکاتب کو اسکے حصہ کی قیمت ادا کرے خواہ خوشحال ہو یا تنگدست ہو - اور اگر ایسا ہو کہ ایک مکاتب نے بدل کتابت ادا کرنے کے بعد دوسرا عاجز ہو جاوے تو امام اعظم رح کے نزدیک آزاد شدہ کا حصہ فرزند اُسکی قیمت میں آزاد ہوگا اور تمام باندی آزاد شدہ کی ام ولد ہوگی اور آزاد شدہ پر واجب ہوگا

کہ عاجز شدہ کے مولے کو باندی کی نصف قیمت ادا کرے خواہ تنگدست ہو یا خوشحال ہو اور اُسپر بچہ کی بابت کچھ ضمان لازم نہ آویگی ولیکن وہ بچہ عاجز شدہ کے مولے کو نصف قیمت سعی کرکے ادا کریگا - اور اگر ایسا ہوا کہ ایک مکاتب کے بدل کتابت ادا کرنے کے بعد دوسرے مکاتب نے بھی اپنا بدل ادا کردیا اور آزاد ہوگیا تو یہ صورت امام محمد رح نے ذکر نہیں فرمائی اور امام اعظم رح کے قول کے موافق یہ حکم ہے کہ وہ بچہ دونون مکاتبون کی تبعیت مین آزاد ہوگا اور صاحبین کے قول کے موافق ایک کے ادا کرنے کے وقت تمام بچہ اُسکے ساتھ آزاد ہوجائیگا بسبب اسکے کہ اعتاق متجزی نہین ہوتا ہے اور ضمان یا سعایت لازم نہ آویگی اور تمام باندی ایکی ام ولد ہوجاویگی اور پھر دوسرے کے ادا کرنے کے بعد یہ حکم متغیر نہوگا - اور اگر دونون نے کچھ ادا نکیا یہانتک کہ ایک عاجز ہوگیا تو صاحبین کے نزدیک جو مکاتب عاجز نہین ہوا ہے اُسکے ساتھ وہ بچہ مکاتب رہیگا اور دونون کا فرزند رہیگا جیساکہ سابق مین تھا اور جو مکاتب عاجز نہین ہوا ہے وہ عاجز شدہ کے مولے کو بچہ کی نصف قیمت دیگا خواہ تنگدست ہو یا خوشحال ہو اور اس صورت مین امام محمد رح نے اسکی مان یعنے باندی کا کچھ حکم ذکر نہین فرمایا اور صاحبین کے قول کے موافق چاہیے کہ جو عاجز نہین ہوا ہے اسکی ام ولد ہوجاوے اور امام اعظم رح کے قول پر چاہیے کہ جو عاجز نہین ہوا ہے اُسکے ساتھ آدھا بچہ مکاتب رہے اور آدھا مکاتب عاجز شدہ کے مولے کا رقیق مملوک ہوجاوے اب رہا حکم باندی کا سو ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ امام اعظم رح کے قول پر جو عاجز نہین ہوا ہے پوری باندی اسکی ام ولد ہوجاویگی اور علی رازی و کرخی نے ذکر فرمایا کہ امام اعظم رح کے قول پر واجب ہے کہ آدھی باندی مکاتب غیر عاجز کی ام ولد اور آدھی مکاتب عاجز شدہ کے مولے کی مملوکہ رقیقہ ہوجاوے - اور اگر دونون مین سے نہ کسی نے ادا کیا اور نہ عاجز ہوا لیکن ایک مکاتب ادائے کتابت سے زائد وافی مال چھوڑکر مرگیا تو اُسکا مولے اُسکے ترکہ مین سے اپنا بدل کتابت وصول کریگا اور قاضی یہ حکم دیگا کہ یہ مکاتب اپنی زندگی کے آخر جزو مین آزاد ہوکر مرا ہے پھر امام اعظم رح کے نزدیک آدھا فرزند اپنے باپ کی تبعیت مین آزاد ہوگا اور باقی آدھا دوسرے باپ کی تبعیت مین مکاتب رہیگا پھر اگر دوسرے نے مال ادا کردیا تو پورا فرزند آزاد ہوجاویگا اور پہلے باپ کا وارث نہوگا یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے - اور اگر دوسرے نے ادا نکیا بلکہ عاجز ہوگیا تو یہ فرزند اپنی نصف قیمت سعایت کرکے عاجز شدہ کے مولے کو دیگا اور بعد دینے کے اسکی آزادی کا حکم دیا جائیگا - اب رہی باندی سو اسکی نسبت یہ حکم ہے کہ نصف باندی اُس مکاتب کی جسنے ادائے کتابت کے لائق مال وافی چھوڑا ہے ام ولد ہوجاویگی یعنی اسکی حالت حیات و حریت مین اسکی ام ولد ہوگی یعنی آخر جزو اجزائے حیات مین ایسا ہوگا پس اسکے آزاد مرنے سے نصف باندی ام ولد بھی آزاد ہوجاویگی چنانچہ ام ولد مرد آزاد مین یہی حکم ہے - رہا دوسرے مکاتب کا حصہ سو اسکا حصہ کنیز رقیق نہ رکھا جائیگا بلکہ وہ باندی مکاتب زندہ کو اپنی نصف قیمت سعی کرکے ادا کرے پھر تمام باندی آزاد ہونے کا حکم ہوگا اور یہ سب قیاس قول امام اعظم رح ہے - اور بر قیاس قول امام ابو یوسف و امام محمد رح یہ حکم ہے کہ جب ہم نے یہ حکم دیا کہ مکاتب میت اپنی حیات کے آخر جزو مین آزاد ہوکر مرا ہے تو ہم یہ حکم دینگے کہ پورا فرزند آزاد ہوگیا مگر ہان جب دوسرا مکاتب ادا نکرسکے اور عاجز ہوجاوے تب البتہ یہ بچہ اپنی نصف قیمت سعایت کرکے عاجز شدہ کے مولے کو ادا کریگا اور ۱۱

لہ یعنی پہلے آزاد شدہ کا وارث نہوگا کیونکہ وہ ابھی تک رقیت کا داغ رکھتا تھا اور ثبوت سے میراث مین بھی نہین

یہ فرزند مکاتب میت کے مال سے کچھ میراث نہ پائیگا یہ محیط مین ہی۔ زید وعمرو کے درمیان ایک باندی مشترک
ہی اسکو زید نے تجارت کی اجازت دی اور اُسنے کچھ قرض لیا پھر عمرو نے اپنا حصہ باجازت زید مکاتب کردیا اور
قرضخواہون نے اس کتابت کی اجازت سے انکار کیا تو قرضخواہون کو ایسا اختیار ہی اور اگر راضی ہوجاوین
تو عقد کتابت جائز ہی اور اگر قرضخواہ حاضر نہوے یہان تک کہ عمرو نے مال کتابت وصول کر لیا تو اسکا حصہ
بسبب وجود شرط کے آزاد ہوجاویگا اور قرضخواہ لوگ عمرو سے آدھا اس مال کا جو اُسنے وصول کیا ہی لے لینگے
کیونکہ عمرو نے باندی کی کمائی سے لیا ہی اور اُسمین سے نصف کمائی زید کی ہی اور وہ انکے قرضہ مین پھنسی ہوئی
ہی پھر عمرو یہ مال جو اُسنے قرضخواہون کو دیا ہی اُس مکاتبہ سے واپس لیگا۔ ایک باندی جسکو
تجارت کی اجازت ہی اُسپر قرضہ ہی اور اُسکے بچہ پیدا ہوا اور مولے نے اُس فرزند کو مکاتب کردیا تو
قرضخواہون کو عقد کتابت رد کردینے کا اختیار ہی بشرطیکہ باندی ادای قرض کے لائق مال نہ رکھتی ہو اور اگر
باندی کی اتنی مالیت ہو کہ اُس سے قرضہ ادا ہوسکتا ہی تو کتابت جائز ہوگی۔ اور اگر مولے نے اس فرزند کو آزاد
کردیا تو قرضخواہ مولے سے اُسکی قیمت کی ضمان لے سکتے ہین بشرطیکہ فقط باندی کی قیمت ادا ے قرض کے واسطے
کافی نہو پھر اگر مولے تنگدست ہووے تو قرضخواہ لوگ اُس فرزند سے اُسکی قیمت اور باقی قرض مین سے جو کم ہو
اُسکے واسطے سعی کرا سکتے ہین۔ اگر ایک شخص نے باندی کو مکاتب کیا اور اسپر قرضہ ہی اور اسکے بچہ پیدا ہوا
اور وہ بڑا ہوا اور اُسنے خرید و فروخت کی اور اسکے ذمہ قرضہ ہوگیا پھر پہلے قرضخواہون نے اگر کتابت رد کردی
تو کتابت رد ہوجائیگی کیونکہ انکا حق باندی کی مالیت مین ثابت ہی اور باندی اپنے قرضہ مین فروخت کیجاویگی
اور فرزند خاصةً اپنے قرضخواہون کے قرضہ مین فروخت ہوگا اپنی مان کے قرضہ مین فروخت نہوگا اسی طرح اگر
اُسنے باندی کو مکاتب نہ کیا بلکہ فرزند کو تجارت کی اجازت دی تو بھی یہی حکم ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر ایک شخص
نے اپنے دو غلام نابالغ کو ایک ہی کتابت مین مکاتب کیا اور دونون اسکو سمجھتے ہین تو دونون اس
باب مین بمنزلہ بالغون کے قرار پاوینگے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر زید نے اپنے دو غلامون کو ایک ہی کتابت
مین ہزار درم پر مکاتب کیا اور ہر ایک دوسرے کا کفیل ہی بایں شرط کہ اگر دونون نے ادا کردیا تو دونون آزاد
اور اگر دونون عاجز ہوے تو دونون رقیق کیے جاوینگے تو یہ عقد استحساناً جائز ہی پھر اگر ایک نے
پورے ہزار درم دیدیے تو دونون آزاد ہوجاوینگے پھر جسنے ادا کیا ہی وہ دوسرے سے بقدر دوسرے
کے حصہ کے اُس سے واپس لیگا حتے کہ اگر دونون کی قیمت مساوی ہو تو نصف مال دوسرے سے واپس
لیگا اسی طرح اگر ایک نے کچھ مال ادا کیا تو دوسرے سے اسکا نصف لے سکتا ہی خواہ یہ قلیل ہو یا کثیر ہو اور مولی
کو اختیار ہی کہ تمام مال کے واسطے دونون مین سے جسکو چاہے گرفتار کرے اور اگر ایک مرگیا تو دوسرے
کے ذمہ سے کچھ مال ساقط نہوگا اور اگر اُسنے تنہا ادا کردیا تو دونون کی آزادی کا حکم دیا جائیگا۔ اور
اگر مولی نے ایک کو آزاد کردیا تو اُسکا حصہ ساقط ہوجاویگا۔ اور اگر دو باندیون کو مکاتب کیا اور ایک کے بچہ پیدا
ہوا اور اُس بچہ کو مولے نے آزاد کردیا تو دونون باندیون کے ذمہ سے کچھ مال ساقط نہوگا اور اس مسئلہ کی تین صورتین
ہین ایک تو یہی ہی جو ہمنے بیان کردی ہی اور دوسری یہ ہی کہ دونون کو ہزار درم پر ایک ہی کتابت مین مکاتب کیا

سلہ یعنی باندی کی قیمت ضمان کرکے ۱۲
جو باقی رہے ۱۲
سلہ اسکو یعنی سعایت کے معنی ۱۲

اور اس سے زیادہ کوئی شرط نہیں ٹھہرائی پس اس صورت میں اگر ایک نے اپنا حصہ مال ادا کیا تو آزاد ہو جاویگی
اور تیسری یہ صورت ہے کہ مولے نے باوجود کتابت کے یہ بھی کہا کہ اگر دونوں ادا کریں تو دونوں آزاد اور اگر
دونوں عاجز ہوں تو دونوں رقیق کر دیجاوینگی مگر یہ ذکر نہ کیا کہ ہر ایک دوسرے کی کفیل ہے پس اس صورت میں جبتک
کل مال مولے کو نہ پہونچ جاوے تب تک کوئی آزاد نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے - اگر مولے نے اقرار کیا کہ میں نے
مکاتب سے تمام بدل کتابت بھر پایا ہے تو مکاتب اور اسکی اولاد آزاد ہو جاویگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے اگر ایک
شخص نے اپنے غلام اور اسکی جورو کو ایک ہی کتابت میں مکاتب کر دیا اور دونوں میں سے ہر ایک دوسرے
کا کفیل ہے پھر اسکے بچہ پیدا ہوا اور وہ قتل کیا گیا تو اسکی قیمت ماں کو ملیگی نہ باپ کو اور اگر مولے نے اسکو قتل کیا تو
اسپر قیمت واجب ہوگی اور مال کتابت میں محسوب ہو جاویگی بشرطیکہ ادائے کتابت کا وقت آگیا ہو یا نہ آیا ہو لیکن
وہ باندی یعنی ماں راضی ہوگئی ہو پھر وہ باندی اپنے خاوند مکاتب سے وقت ادائے کتابت بمقدار اسکے حصہ کے واپس
لیگی - اور اگر فرزند کی قیمت میں مال کتابت سے زیادتی ہو تو یہ زیادتی اور جو کچھ فرزند نے ذاتی مال چھوڑا ہو
سب اسکی ماں کو ملیگا باپ کو نہ ملیگا اسی طرح اگر باندی کے لڑکی پیدا ہوئی اور بالغ ہو کر ایک لڑکی جنی اور یہ
لڑکی قتل کی گئی تو اسکی قیمت اسکی نانی کو ملیگی اسکی کتابت میں داخل ہوگی اور اگر نانی مر گئی اور دونوں بیٹی و
نواسی اور شوہر باقی رہا تو بیٹی و نواسی پر وہی سعایت جو نانی پر واجب تھی واجب ہوگی اور اگر بیٹی یا نواسی نے
ادا کیا تو دوسری سے کچھ واپس نہیں لے سکتی ہے ولیکن نانی کے شوہر سے بقدر اسکے حصہ کے واپس لیگی
جیسے اسکی نانی اپنی زندگی میں درصورت ادائے بدل کتابت کے واپس لے سکتی تھی پھر یہ حصہ اسی کو ملیگا جسنے
ادا کیا ہے دوسری کو نہ ملیگا یہ مبسوط میں ہے - اور اگر مولے نے مکاتب کو آزاد کر دیا تو آزاد ہوگا اور مال کتابت
اسکے سر سے ساقط ہوگا اسی طرح اگر اسکو مال کتابت سے بری کیا یا ہبہ کر دیا تو آزاد ہو جائیگا خواہ اسنے
قبول کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ خزانۃ المفتین میں ہے - پھر اگر مکاتب نے کہا کہ میں نہیں قبول کرتا ہوں تو مال کتابت عود
کریگا مگر مکاتب آزاد رہیگا اسواسطے کہ قرضہ کا ہبہ رد کرنے سے رد ہو جاتا ہے مگر عتق جب ثابت ہو جاوے تو فسخ
کا احتمال نہیں رکھتا ہے یہ فتاوے قاضیخان میں ہے - اور اگر غلام کو ہزار درم پر دو برس بعد کسی وقت فلاں
پر ادا کرنے کی شرط پر مکاتب کیا اور مکاتب نے قبل وقت کے ادا کرنا چاہا تو مولے پر جبر کیا جاوے گا کہ اسکو
قبول کرے - اور اگر اس شرط سے مکاتب کیا کہ میری خدمت کرے اور کچھ مدت مقررہ کی تو جائز نہیں
ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے - اور اگر ایک مہینہ خدمت کرنے پر مکاتب کیا تو استحساناً جائز ہے اور قیاساً جائز نہیں
ہے اسی طرح اگر اسطور سے مکاتب کیا کہ میرے واسطے ایک کنواں کھودے اور کنوئیں کا طول و عرض و مقام
بتلا دیا یا میرے واسطے ایک مکان تیار کر دے اور اسکی اینٹیں اور گچ اور جو چیزیں اسکی عمارت میں چاہیے
ہیں دکھلا دے تو اسکا حکم بھی وہی ہے جو مہینے خدمت کی صورت میں بیان کیا اور اگر اس شرط سے مکاتب کیا
کہ ایک شخص کی ایک مہینہ تک خدمت کر دے تو قیاساً جائز ہے یہ مبسوط میں ہے - امام اعظم رح کے نزدیک کتابت متجزی
ہوتی ہے پس اگر نصف غلام مکاتب کیا تو جائز ہے اسکی آدھی کمائی مولے کی اور آدھی خود اسکی ہوگی یہ سراجیہ میں
ہے - اور اگر آدھی باندی مکاتب کی اور اسکے بچہ پیدا ہوا کر کمائی کے لائق ہوا تو وہ بمنزلہ اپنی ماں کے ہوگا کہ اسکی

[illegible]

آدھی کمائی مولے کی اور آدھی کمائی اسکی ماں کی ہوگی پھر اگر اسکی ماں نے مال کتابت ادا کر دیا تو آدھی آزاد ہوجاویگی اور اسکے ساتھ آدھا فرزند بھی آزاد ہوجائیگا اور پھر ایک اپنی آدھی قیمت سعی کرکے مولے کو ادا کریگا پھر اسکے بعد جو کچھ وہ فرزند کماوے وہ خود اسی کا ہوگا نہ اسکی ماں کا اور نہ مولے کا۔ اور اگر اسکی ماں نے کچھ ادا نہ کیا یہانتک کہ مرگئی تو اسکا فرزند مال کتابت کے واسطے سعی کریگا پس اگر سعی کرکے ادا کیا تو حکم دیا جائیگا کہ اسکی ماں آخر جزو حیات میں نصف آزاد ہوکر مری اور نصف فرزند بھی آزاد ہی جیسا کہ ماں کی زندگی میں ادا کرنے کا حکم تھا پھر اسکے بعد وہ فرزند اپنی نصف قیمت کے واسطے سعی کریگا اپنی ماں کی نصف قیمت کے واسطے سعایت نکریگا اور اگر غلام کو قسطوار مال معین اوا کرنے پر مکاتب کیا پھر اس سے اسطور پر صلح کی کہ اس سے تھوڑا مال دیدے اور باقی ساقط کیا تو جائز ہی اور اگر مقدار صلح پر قبضہ کرنے سے پہلے دونوں جدا ہوگئے تو صلح فاسد نہوگی کیونکہ یہ افتراق از دین بدین نہیں ہی اور اگر کسی چیز عرض وغیرہ پر بمیعاد ادا کرنے پر صلح کی تو جائز نہیں ہی کیونکہ افتراق از دین بدین لازم آتا ہی۔ اور اگر ہزار درم قسطوار ادا کرنے پر اس شرط سے مکاتب کیا کہ ہر قسط کے ساتھ مجھے ایک کپڑا دیوے جسکی جنس بیان کردی یا ہر قسط کے ساتھ مجھے دس درم دیوے تو یہ بھی جائز ہی یہ مبسوط میں ہی۔ اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو مکاتب کیا پھر مکاتب و مولے میں اختلاف ہوا مثلاً مکاتب نے کہا کہ تو نے مجھے ہزار درم پر مکاتب کیا اور مولے نے کہا کہ میں نے دو ہزار درم پر تجھے مکاتب کیا ہی یا جنس مال میں اختلاف کیا مثلاً درم و دینار میں تو امام اعظم رح پہلے فرماتے تھے کہ دونوں سے باہم قسم لیجاویگی اور یہی صاحبین کا قول ہی پھر امام نے اس سے رجوع کیا اور فرمایا کہ قسم سے غلام مکاتب کا قول مقبول ہوگا اور مولے پر گواہ پیش کرنے واجب ہیں پس اگر قاضی نے قسم سے غلام کا قول قبول کرکے اسکے ذمہ ہزار درم لازم کیے پھر مولے نے اس امر کے گواہ دیے کہ اسنے دو ہزار پر مکاتب کیا ہی تو مکاتب کے ذمہ دو ہزار درم لازم ہونگے کیونکہ گواہ قایم ہونے پر قسم کا کچھ اعتبار نہیں ہی اور اگر مولے نے گواہ قایم نکیے یہانتک کہ غلام ہزار درم دیکر بحکم قاضی آزاد ہوگیا پھر مولے نے دو ہزار درم پر مکاتب کرنے کے گواہ پیش کیے تو قیاساً جبتک دو ہزار پورے نہ ادا کرے تب تک آزاد نہوگا اور استحساناً وہ آزاد ہی اسپر ایک ہزار درم واجب الادا ہونگے۔ اور اگر ایک شخص نے غلام مکاتب کیا پھر معقود علیہ میں اختلاف ہوا کہ مکاتب نے کہا کہ تو نے مجھے میری جان و مال کو ہزار درم پر مکاتب کیا اور مولے نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے تجھے فقط تیری جان کو نہ مال کو ہزار درم پر مکاتب کیا ہی تو بالاجماع مولے کا قول مقبول ہوگا اور یہاں بالاجماع دونوں سے باہم قسم نہ لیجاویگی۔ اور اگر دونوں نے گواہ قایم کیے تو مکاتب کے گواہ مقبول ہونگے اور اگر مولے نے کہا کہ میں نے تجھے مکاتب کیا اور جس دن مکاتب کیا اسدن یہ مال تیرے پاس موجود تھا اور یہ مال میرا ہی اور مکاتب نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ مال میں نے بعد کتابت کے پایا ہی تو مکاتب کا قول قبول ہوگا اور مولی پر گواہ لانا واجب نہیں پھر اگر دونوں نے گواہ دیے تو مولے کے گواہ قبول ہونگے اور اگر اصل اقرار میعاد میں یا مقدار میعاد میں اختلاف کیا تو مولے کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر اصل میعاد اور مقدار میعاد میں اتفاق کیا مگر قسط میں اختلاف ہوا تو غلام کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر غلام نے دعوے کیا کہ مجھے اتنے ہزار درم پر

له یعنی ساتھ لیجائیگی

مکاتب کیا اور ماہواری سو درم ٹھہرائے ہین اور مولے نے کہا کہ نہین ماہواری دو سو درم ٹھہرائے ہین
تو مولے کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر مولے و مکاتبہ مین بچہ کی بابت اختلاف ہوا اور مکاتبہ نے کہا کہ مین بعد
مکاتبہ ہونے کے یہ بچہ جنی ہون اور مولے نے کہا کہ قبل مکاتبہ ہونے کے تو یہ بچہ جنی ہو پس اگر وہ بچہ مولے
کے قبضہ مین ہو تو مولے کا قول اور اگر مکاتبہ کے قبضہ مین ہو اور یہ معلوم نہو کہ کب جنی ہو تو مکاتبہ کا قول
قبول ہوگا دونون صورتون مین قبضہ کا اعتبار کرکے حکم ہوگا اور امام محمد رح نے کتاب الاصل مین یہ صورت
ذکر نہین فرمائی کہ اگر دونون کے قبضہ مین ہو تو کیا حکم ہو اور بشر رح نے امام ابو یوسف سے روایت کی ہو کہ مولی
کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قایم کیے تو مکاتبہ کے گواہ مقبول ہونگے یہ ذخیرہ مین ہو۔ اور اگر
دونون مین سے ایک نے عقد کتابت مین فساد واقع ہونے کا دعوی کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو منکر کا
قول قبول ہوگا کیونکہ عقد پر انکا اتفاق کرنا صحت عقد کے اسباب پر اتفاق ہو اور اگر دونون نے
گواہ دیے تو مدعی فساد کے گواہ مقبول ہونگے۔ اور اگر ذمی نے اپنے مسلمان غلام کو مکاتب کیا پھر مقدار
بدل مین اختلاف کیا اور ذمی نے نصرانی گواہ پیش کیے تو نا مقبول ہونگے۔ ایک حربی امان لیکر دار الاسلام
مین آیا اور ذمی غلام خرید کر مکاتب کیا پھر مقدار کتابت مین اختلاف کیا اور حربی نے اپنے ساتھ کے حربی لوگ
جو امان لیکر آئے تھے گواہ دیے تو غلام ذمی پر انکی گواہی مقبول نہ ہوگی یہ مبسوط مین ہو۔ اگر مکاتب کے
کوئی فرزند اسکی باندی سے پیدا ہوا تو مکاتب کے ساتھ مکاتب ہوگا اور اسکی کمائی مکاتب کی ہوگی اسیطرح
اگر مکاتبہ کے بچہ پیدا ہوا تو اُسکی کتابت مین داخل ہوگا اور اگر یہ بچہ قتل کیا گیا تو اسکی قیمت ماں کو ملیگی باپ کو
نہ ملیگی بخلاف اسکے اگر ماں و باپ نے قبول کتابت اپنی ذات سے اور اپنی اولاد نابالغ سے کیا پھر بچہ مقتول ہوا
تو اُسکی قیمت دونون مین مشترک ہوگی فقط ماں کو نہ ملیگی یہ تبیین مین ہو۔ ایک مکاتب نے اپنے مولے کی اجازت
سے ایک عورت سے جو اپنے تئین آزاد قرار دیتی ہو نکاح کیا اور اُس سے اولاد ہوئی پھر وہ عورت مملوکہ ثابت
ہو کر اسکے مستحق کے پاس گئی تو اس عورت کی اولاد سب مملوک ہونگی کہ انکو بقیمت نہین لے سکتا ہو اور ایسا ہی
غلام ماذون بھی ہو اور یہ امام اعظم و امام ابو یوسف کا قول ہو یہ جامع صغیر مین ہو۔ اگر مکاتب نے ایک عورت سے
اس شرط سے نکاح کیا کہ وہ آزاد ہو پھر ظاہر ہوا کہ باندی ہو اُسکو اُسکے مولی نے نکاح کی اجازت نہین دی
ہو تو نکاح فاسد ہوگا اور بعد آزاد ہونے کے اُس سے عقر کا مواخذہ کیا جائیگا لیکن اگر باکرہ ہو اور مکاتب نے
اُسکی فرج و دُبر کو چیر کر ملا دیا تو فی الحال ماخوذ ہوگا کیونکہ یہ جرم کی ضمان ہو یہ سراج الوہاج مین ہو۔ اگر مکاتب
نے کسی باکرہ سے جماع کیا کہ اسکا سوراخ فرج و دُبر ایک ہوگیا تو اُسپر حد واجب ہوگی کیونکہ محض زنا پایا گیا اور
مکاتب احکام شریعت بجالانے پر مامور ہو اور اگر اُسمین کچھ شبہہ پیدا ہوگیا اور اس باکرہ نے اسکی مطاوعت
بھی نہین کی تو مکاتب پر مہر واجب ہوگا و لیکن اگر باکرہ نے مطاوعت کی ہو تو وہ خود ہی اپنے حق کی تاخیر
کرنے پر راضی ہوئی پس آزاد ہو جانے تک تاخیر کیجاویگی اور مطاوعت نہ کرنے کی صورت مین اپنے حق کی
تاخیر پر راضی نہ شمار کیجاویگی پس مکاتب کے ذمہ عقر فی الحال لازم ہوگا جیسے اسکے ساتھ کچھ جرم کرنے کی
صورت مین فی الحال جرمانہ کے واسطے ماخوذ ہوتا ہو اور اگر مکاتب نے کہا کہ مین نے تیرے ساتھ نکاح کیا ہو

۱؎ مستامن یعنی ...
۲؎ اس سے ...
۳؎ ...

اُسنے تصدیق کی تو مکاتب پر فقط مہر واجب ہوگا گر جب آزاد ہوجاوے کیونکہ عورت نے اپنی ناخیر حق پر اقرار ثابت کیا کذا فی المبسوط۔

کتاب الولاء

شرع مین ولاء ایسی قرابت کو کہتے ہین جو بسبب عتق یا موالات کے حاصل ہو کذا فی غایۃ البیان اور ولاء کی دو قسمین ہین ایک ولاء عتاقہ اور اسکو ولاء نعمہ کہتے ہین دوسری ولاء موالاۃ کذا فی الہدایہ اور اس مین تین باب ہین

باب اول۔ ولاء عتاقہ کے احکام ہین اور اس مین دو فصلین ہین

فصل اول اسکے سبب و شرائط و صفت و حکم ہین۔

اُسکے ثبوت کا سبب عتق ہے کذا فی البدائع اور یہی صحیح ہے کذا فی المحیط۔ خواہ یہ عتق اسکے فعل سے حاصل ہو جیسے آزاد کر دینا یا شرعاً جو اسکے قائم مقام ہے جیسے قرابت دار کا خریدنا اور ہبہ و صدقہ و وصیت مین قبول کرنا یا بدون اسکے فعل کے حاصل ہوا ہو مثلاً اپنی قرابت دار کا وارث ہوا اور خواہ اسکو لوجہ اللہ تعم آزاد کیا ہو یا لوجہ الشیطان آزاد کیا ہو اور خواہ اسکو خیرات آزاد کیا ہو یا اُسپر شرعاً واجب ہوا ہو کہ بردہ آزاد کرے مثلاً کفارہ قتل و ظہار و ایلاء و نذر و قسم مین آزاد کیا اور خواہ بغیر بدل آزاد کیا ہو یا بعوض مال کے آزاد کیا ہو اور خواہ اعتاق منجز ہو یا معلق بشرط ہو یا مضاف بوقت ہو اور خواہ اعتاق صریح ہو یا جو قائم مقام صریح کے ہے یا کنایہ ہو جو قائم مقام کنایہ کے ہے اور یہ عتق تدبیر یا استیلاد سے حاصل ہو وہ بھی ایسا ہی ہے اور خواہ معتق یعنے آزاد شدہ مذکر ہو یا مونث ہو کیونکہ اعتاق دونون مین پایا جاتا ہے اور خواہ آزاد کنندہ اور آزاد شدہ دونون مسلمان ہون یا دونون کافر ہون یا ایک مسلمان و دوسرا کافر ہو کذا فی البدائع۔ اگر مولے نے کسی شخص کو حکم دیا کہ میرا غلام میری زندگی مین یا بعد میری وفات کے آزاد کردے تو اسکی ولاء حکم دہندہ یعنی مولی کو ملیگی۔ اور اگر کسی شخص سے کہا کہ اپنا غلام میری طرف سے ہزار درم پر آزاد کردے اور اُسنے آزاد کر دیا تو اس کی ولاء اس حکم دہندہ کو ملیگی کیونکہ استحساناً عتق اُسی کی طرف سے واقع ہوا اور اگر یون کہا کہ اپنا غلام میری طرف سے آزاد کردے اور عوض ذکر نہ کیا اور اُسنے آزاد کیا تو امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک اُس کی ولاء مامور یعنے غلام کے مولے کو ملیگی اور اگر کہا کہ اپنا غلام آزاد کردے اُسنے آزاد کر دیا تو اُسکی ولاء اسکے مولے کو ملیگی اُس حکم دہندہ کو نہ ملیگی۔ اور اگر کہا کہ اپنے غلام کو ہزار درم پر آزاد کردے اور یہ نہ کہا کہ میری طرف سے آزاد کردے تو یہ عتق غلام کے قبول پر موقوف رہیگا بشرطیکہ قبول کی اہلیت رکھتا ہو پس اگر اُسنے اپنے آگاہ ہونے کی مجلس مین قبول کیا تو آزاد ہوجائیگا اور اُسکے ذمہ مال لازم ہوگا۔ اور اگر مسلمان نے کسی ذمی کو یا ذمی نے مسلمان کو آزاد کیا تو آزاد شدہ کی ولاء دونون صورتون مین آزاد کنندہ کو ملیگی لیکن اتنی بات ہے کہ اسکا وارث نہ ہوگا کیونکہ وارث ہونے کی شرط یعنے اتحاد ملت معدوم ہے حتے کہ اگر ذمی معتق کی موت سے پہلے مسلمان ہوجاوے پھر معتق مرجاوے تو اُسکا وارث ہوگا اسی طرح اگر اُس ذمی کے جسنے غلام مسلم کو آزاد کیا ہے مسلمان عصبات ہون مثلاً اُسکا چچا مسلمان ہو یا چچا زاد بھائی مسلمان ہو تو وہ ایسی ولاء ہوگا اور ذمی اُس صورت مین

بمنزلہ میت کے قرار دیا جائیگا اور اگر اُسکے عصبات مین کوئی مسلمان نہو تو اُسکے معتق کا مال بیت المال مین داخل کیا جائیگا - اور اگر ایک مسلمان و ذمی کے درمیان ایک مسلمان غلام مشترک ہوا اور دونون نے اسکو آزاد کر دیا پھر وہ غلام آزاد مر گیا تو اسکی آدھی ولاء مسلمان کو ملیگی اور آدھی ولاء اُس ذمی کے مسلمان عصبات مین سے اقرب عصبہ کو ملیگی بشرطیکہ اسکے عصبات مین سے کوئی مسلمان ہو اور اگر کوئی مسلمان نہو تو بیت المال مین داخل کر دیجاویگی - ولاء عتاقہ کے شرائط مین سے بعضے ولاء العتاقہ اور ولاء ولد العتاقہ دونون کو شامل ہین اور بعضے ولاء ولد العتاقہ کے ساتھ مخصوص ہین پس جو شرط دونون کو بالعموم شامل ہی وہ یہ ہی کہ غلام آزاد شدہ یا اسکی اولاد کا کوئی عصبہ نسبی نہو اور اگر عصبہ نسبی موجود ہوگا تو آزاد کنندہ وارث نہوگا اور جو شرایط ولاء ولد العتاقہ کے ساتھ مخصوص ہین ان مین سے ایک یہ ہی کہ اسکی مان آزاد کردہ شدہ ہو پس اگر مملوکہ ہوگی تو اس فرزند پر کسی شخص کی ولاء جب تک مان اسکی مملوکہ ہی نہین پہونچتی ہی خواہ باپ آزاد ہو یا مملوک ہو - اور ایک یہ ہی کہ اسکی مان اصلی آزاد نہو اور اگر اصلی آزاد ہوگی تو اسکی اولاد پر کسی کی ولاء کا استحقاق نہوگا اگرچہ اسکی اولاد کا باپ آزاد شدہ ہو - اور اگر اسکی مان اور باپ دونون آزاد شدہ ہون تو اولاد اپنی مان کے تابع ہوگی یعنے اولاد کی ولاء مان کے موسے کو ملیگی - اور ایک یہ ہی کہ اولاد کا باپ عربی نہ ہو پس اگر باپ عربی ہوگا اور مان کسی قوم کی باندی آزاد شدہ ہوگی تو اولاد اپنے باپ کی تابع ہوگی اور اُس پر کسی شخص کی ولاء نہ پہونچیگی - اور ایک یہ ہی کہ اسکے باپ کا موسے عربی نہو اور اگر ہوگا تو اُسپر کسی شخص کی ولاء نہ پہونچیگی کیونکہ اُسکا حکم عربی کا حکم ہی اور ایک یہ ہی کہ اولاد آزاد شدہ نہو اور اگر ہوگی تو اسکی ولاء نہ باپ کے موسے کو ملیگی اور نہ مان کے موسے کو ملیگی بلکہ جسنے اسکو آزاد کیا ہی اُسی کو ملیگی - اس ولاء کی صفات مین سے ایک یہ ہی کہ جب ایسی ولاء ثابت ہو اور اسکے شرایط موجود ہون تو اس ولاء سے میراث پانا بطور تعصیب کے ہوتا ہی اور آزاد کنندہ اپنے آزاد شدہ کے آخری عصبات مین شمار کیا جاتا ہی اور ذوی الارحام و اصحاب فرائض پر باقی مال کے لینے مین مقدم ہوتا ہی یعنے اصحاب فرائض سے جو مال باقی رہا وہ درصورت عدم عصبات آزاد شدہ کے اسی کو ملتا ہی حتی کہ آزاد شدہ کا کوئی وارث ہی نہو یا ذوی الارحام موجود ہون تو کل ولاء اس آزاد کنندہ کو ملیگی اور اگر اسکے وارثون مین اصحاب فرائض موجود ہون تو پہلے اصحاب فرائض کا حصہ دیا جائیگا پھر اگر کچھ باقی بچا تو اس معتق کو ملیگا ورنہ کچھ نہ ملیگا اور یہ نہ ہوگا کہ بچا ہوا مال پھر اصحاب فرائض کو دیدیا جاوے اگر اصحاب فرائض ایسے لوگ ہون کہ باقی مال اُنپر رد کیا جا سکتا ہو اور یہ عامہ علماء کا قول ہی - اور ایک یہ ہی کہ یہ ولاء آزاد کنندہ سے میراث نہین ملتی ہی اور نہ اسکی راہ بطور میراث کے رکھی گئی ہی صرف اس ولاء کا استحقاق عصبات معتق کو حاصل ہوتا ہی اور ان عصبات مین سے بھی جو مذکر ہین وہی ولاء پاتے ہین مونث نہین پاتے ہین اور نہ اصحاب فرائض کو ملتی ہی - اور ایک یہ ہی کہ یہ ولاء لازمی ہوتی ہی حتے کہ آزاد کنندہ اسکے باطل کر دینے پر قادر نہین ہی پس اگر کسی شخص نے اپنے غلام کو سائبہ آزاد کیا یعنے آزاد کیا اور شرط لگا لی کہ یہ سائبہ آزاد ہی یعنے اُسپر کسی کی ولاء نہین ہی تو یہ شرط باطل ہی اور اسکی ولاء اس معتق کو ملیگی یہ عامہ علماء کے نزدیک ہی - اور اس ولاء کے احکام مین سے ایک یہ ہی کہ معتق یعنے آزاد کنندہ اپنی آزاد کردہ کے

ف قولہ ولاء العتاقہ یعنی جس کو آزاد کیا ہو [illegible] اور ولاء ولد العتاقہ یعنی [illegible] آزاد شدہ [illegible] کی اولاد [illegible] ۱۲

ف قولہ نسبی [illegible] آزاد کنندہ [illegible] وارثون مین [illegible] عصبہ [illegible] ذوی الارحام [illegible] عصبات [illegible] وارث ہوگا [illegible] ۱۲

مال کا اور اُسکی اولاد کے مال کا وارث ہوتا ہے بشرطیکہ شروط میراث متحقق ہوں اور ایک یہ ہے کہ نصرت و حفظ میں قصور پائے جانے سے معتق اسکا عاقلہ و مددگار شمار ہوتا ہے اور ایک یہ ہے کہ معتق کو ولایت نکاح حاصل ہوتی ہے کیونکہ یہ آخر عصبات میں سے ہو یہ بدائع میں ہے

فصل ثانی مستحقین ولاء اور اُسکے ملحقات کے بیان میں - اگر مسلمان نے ایک غلام کافر کو مکاتب کیا پھر اس مکاتب نے ایک مسلمان باندی کو مکاتب کیا پھر کافر کتابت ادا کر کے آزاد ہو گیا تو اُسکی ولاء اُس کے مولے کو ملیگی اگرچہ مکاتب کافر تھا ولیکن مولے وارث نہوگا اور نہ آزاد شدہ کا عاقل جنایت ہوگا پھر اگر باندی مسلمان کتابت ادا کر کے آزاد ہوئی تو اسکی ولاء اسکے مولے کافر کو ملیگی پھر اگر مری تو اسکی میراث مسلمان مولے کو جسنے کافر کو آزاد کیا ہے ملیگی اور اگر اُسنے کوئی جنایت کی تو اس باندی کی جنایت کا عاقلہ وہی ہوگا جو مسلمان مولے کا عاقلہ ہے یعنی مسلمان مولی کی مددگار برادری اسکی عاقلہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے بنی تغلب کے ایک نصرانی نے اپنے مسلمان غلام کو آزاد کر دیا پھر غلام مر گیا تو غلام کی میراث اسکے آزاد کنندہ کے عصبات میں سے اقرب عصبہ کو ملیگی بشرطیکہ وہ مسلمان ہو اور اسکا عاقلہ اسکے معتق کا قبیلہ ہوگا اگرچہ معتق کافر ہے یہ محیط میں ہے ایک شخص نے اپنے غلام کو مکاتب کیا اور ہزار درم سے الحال بدل کتابت ادا کرنے سے پہلے غلام نے اپنی باندی کو دو ہزار درم پر مکاتب کیا پھر اپنے مولے کو ان دو ہزار درم کے وصول کرنے کا وکیل کیا اور کہا کہ اس میں سے ایک ہزار درم اپنے مکاتب کے مال میں جو غلام پر چاہیے ہے لے لو ےاور مولے نے ایسا ہی کیا تو باندی کی ولاء مولے کو ملیگی چنانچہ اگر مکاتب کے آزاد ہونے سے پہلے خود باندی مال کتابت ادا کر کے آزاد ہو جاتی تو اسکی ولاء مولا سے مکاتب کو ملتی - اگر غلام ماذون نے باجازت مولے کے ایک غلام مکاتب کیا پھر مولی نے غلام ماذون کو آزاد کر دیا پھر وہ مکاتب کتابت ادا کر کے آزاد ہو گیا تو اسکی ولاء مولے کو ملیگی ماذون آزاد شدہ کو نہ ملیگی اور یہ حکم بخلاف مکاتب کے مکاتب کے ہے کہ اگر پہلے مکاتب کے مال ادا کر کے آزاد ہو جانے کے بعد دوسرے مکاتب نے مال ادا کیا تو اسکی ولاء پہلے مکاتب کو ملیگی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسرا مکاتب پہلے مکاتب کی طرف سے مکاتب ہوا ہے اعتبار کہ مکاتب اول کو اپنی کمائی میں حق الملک حاصل ہے اور جب اُسنے مال اپنا ادا کر دیا اور آزاد ہو گیا تو یہ ملک حقیقتاً ثابت ہو گئی - نابالغ کو یہ اختیار ہے کہ اپنے باپ یا وصی کی اجازت سے اپنے غلام کو مکاتب کر دے اور یہ اختیار نہیں ہے کہ مال لیکے عوض اُسکو آزاد کر دے اور جب اُسکے مکاتب نے مال کتابت لڑکے کو ادا کیا تو اسکی ولاء لڑکے کو ملیگی کیونکہ اُسی کی ملک میں آزاد ہوا ہے یہ مبسوط میں ہے - ایک شخص نے اپنے مردہ باپ کے واسطے ایک غلام آزاد کیا تو اسکا ثواب اُسکے باپ کی روح کو اور ولاء بیٹے کو ملیگی یہ سراجیہ میں ہے - ایک حربی مستامن ایک مسلمان غلام خرید کر دار الحرب میں لے گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک وہ آزاد ہو اور امام کے نزدیک اُسکی ولاء اُسکے خریدنے والے حربی کو نہ ملیگی اور امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک اگر حربی نے اسکو آزاد کیا تو اسکی ولاء حربی کو ملیگی یہ مبسوط میں ہے - اگر ایک حربی نے دار الحرب میں اپنے غلام حربی کو آزاد کیا تو اس سے یہ غلام آزاد اسکا آزاد شدہ نہ ہو جائیگا اور نہ یہ حربی اسکا مولی ہوگا حتے کہ اگر دونوں مسلمان ہو کر دار الاسلام میں آئے

تو اسکی ولاء حربی کو نہ ملیگی اور یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کا قول ہے اسواسطے کہ طرفین کے نزدیک حربی بکلام اعتاق آزاد نہین کرتا ہے بلکہ بطریق تخلیہ آزاد کرتا ہے اور جو آزادی بطریق تخلیہ ثابت ہو اس سے ولاء واجب نہین ہوتی ہے - اور اگر مسلمان نے اپنا غلام مسلمان یا ذمی دار الحرب مین آزاد کیا تو اسکی ولاء مسلمان مولے کو ملیگی کیونکہ مسلمان مولے کا اعتاق بالاجماع جائز ہے اور اگر اپنے غلام حربی کو دار الحرب مین آزاد کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک مسلمان اسکا مولے نہوگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک اسکا مولے ہو جائیگا حتے کہ اگر وہ غلام دار الحرب مین مسلمان ہو کر مولے کے ساتھ حالت اسلام مین دار الاسلام مین آیا تو امام اعظم رح کے نزدیک مولے کو اسکی ولاء نہ ملیگی اور غلام آزاد کو اختیار ہے کہ جسکے ساتھ چاہے موالاۃ کرے اور امام ابو یوسف کے نزدیک مولے کو اسکی ولاء ملیگی اور مولے اسکا وارث ہوگا درحالیکہ دونون حالت اسلام مین نکلکر دار الاسلام مین آئے ہون - اگر غلام آزاد شدہ مقید ہوا تو اسکی ولاء اس شخص کو ملیگی جسنے قید کیا ہے یہ بالاتفاق ہے اور اس حکم سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ اگر کوئی حربی امان لیکر دار الاسلام مین آیا اور اسنے ایک غلام خرید کرکے آزاد کر دیا پھر دار الحرب کو لوٹ گیا اور وہان سے مقید ہو کر آیا اور اسکو اسکے آزاد کردہ غلام نے خرید کر آزاد کر دیا تو ہر ایک دونون مین سے دوسرے کا مولی ہوگا حتی کہ دونون مین سے جو آزاد شدہ پہلے مر گیا اور نسبی عصبات مین سے کوئی نچھوڑا تو وارث کے اسباب و شرط پائی جانے کی وجہ سے دوسرا اسکا وارث ہوگا اسی طرح اگر ذمی نے اپنے غلام ذمی کو آزاد کیا پھر وہ مسلمان ہو گیا پھر اسکا آزاد کرنے والا ذمی عہد توڑکر دار الحرب کو بھاگ گیا اور وہان سے قید ہو کر آیا اور مسلمان ہو گیا پھر اسکو اسی کے آزاد کردہ غلام نے خرید کر آزاد کر دیا تو ہر ایک دونون مین سے دوسرے کا مولے ہوگا - اسی طرح اگر عورت نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا پھر عورت مرتد ہو کر دار الحرب مین بھاگ گئی پھر قید ہوئی پھر اسکے غلام آزادہ کردہ شدہ نے خرید کرکے اسکو آزاد کر دیا تو ہر ایک عورت و غلام سے دوسری کے مولے ہونگے یہ بدائع مین ہے - ایک شخص مرتد ہو کر دار الحرب مین چلا گیا پھر اسکا ایک آزاد کردہ غلام جسکو اسنے اپنے مرتد ہونے سے پہلے آزاد کیا تھا مر گیا اور اس مرتد کے وارثون مین سے مذکر لوگ سوا سے مونث کے اسکے وارث ہوئے پھر یہ شخص مرتد دوبارہ دار الاسلام مین لوٹ آیا تو جو کچھ اپنا ذاتی مال اپنے وارثون کے پاس پاوے وہ لیوے اور جسقدر اپنے آزاد کردہ شدہ کا مال انکے پاس پاوے وہ نہین لے سکتا ہے اسی طرح اگر وقت انتقال غلام آزادہ شدہ کے دار الاسلام مین موجود ہو تو بھی یہی حکم ہے قبیلہ بنی اسد کی ایک عورت نے اپنی حالت ردت مین یا اس سے پہلے اپنے ایک غلام کو آزاد کیا پھر دار الحرب مین چلی گئی پھر قید ہو کر آئی اور اسکو ہمدان کے ایک شخص نے خرید کرکے آزاد کر دیا تو اس غلام کی عاقلہ بنو اسد ہونگے یہ امام ابو یوسف کا پہلا قول تھا اور عورت اسکی وارث ہوگی بشرطیکہ اسکا کوئی وارث نہو پھر بعدہ یہ رح یعنی امام ابو یوسف نے اس سے رجوع کیا اور کہا کہ اسکی عاقلہ ہمدان ہونگے اور یہی امام محمد رح کا قول ہے - ذمی نے ایک غلام کو آزاد کیا پھر آزاد غلام مسلمان ہو گیا پھر ذمی نے اپنا عہد توڑ دیا اور دار الحرب مین چلا گیا تو غلام آزاد کو یہ اختیار نہین ہے کہ کسی اور سے موالات کرے کیونکہ اسکے آزاد کنندہ کے واسطے اسکی ولاء ثابت ہے اگرچہ وہ حربی ہو گیا کیونکہ اسکا حربی ہو جانا مثل اسکے مر جانے کے ہے - اور اگر اسنے کوئی جنایت کی تو بیت المال اسکی

ف قولہ بطریق تخلیہ یعنی حربی اپنے غلام کو آزاد نہین کرتا بلکہ اسکو اپنی ملک سے نکال دیتا ہے ... ۱۲

عاقلہ ہوگا اور یہ جنایت خاصۃً اسی کے مال پر رہیگی کیونکہ ولاء اُسکی ایک شخص کی طرف منسوب ہی اور بیت المال ایسے شخص کی عاقلہ ہوتا ہی جسکا مسلمانون میں سے کوئی برادری والا اور وارث نہو یہ مبسوط میں ہی۔ اگر زید کے غلام نے عمرو کی باندی سے نکاح کیا پھر عمرو نے باندی کو آزاد کردیا اور وہ زید کے غلام سے حاملہ تھی تو باندی آزاد اور اُسکے ساتھ اُسکا حمل بھی آزاد ہو جاویگا اور اُسکے حمل کی ولاء عمرو کو ملیگی کہ اُس سے کبھی منتقل نہوگی اسی طرح اگر چھ مہینے سے کم میں بچہ جنی یا دو بچہ جنی کہ ایک چھ مہینے سے کم میں ہوا کیونکہ اس صورت میں دونون بچے جوڑیا ہونگے کہ انکا علوق ساتھ ہی ہوا ہی پس اس صورت میں بھی وہی حکم ہی جو مذکور ہوا اور اگر وہ باندی آزادی سے چھ مہینے سے زیادہ کے بعد بچہ جنی تو اسکی ولاء بھی عمرو کو ملیگی لیکن اگر باپ آزاد کیا گیا تو باپ اپنے بیٹے کی ولاء اپنی طرف کھینچ لیجائیگا اور ماں کے موالی یعنی عمرو سے منتقل ہو جاویگی بخلاف اسکے اگر موت یا طلاق سے عدت میں بیٹھی ہوئی باندی آزاد کی گئی پھر دو برس سے کم میں اُسکے بچہ پیدا ہوا تو یہ بچہ ماں کے مولاؤں کی طرف لولاء منسوب ہوگا یعنی اُسکی ولاء ماں کے موالی کو ملیگی اگرچہ باپ آزاد کیا جاوے کیونکہ یہ متعذر ہی کہ بعد موت و طلاق بائن کے اُسکے نطفہ کا قرار پانا منسوب کیا جاوے کیونکہ وطی حرام ہی یا طلاق رجعی کے بعد منسوب ہو کہ شک سے مراجع ہوا جاتا ہی پس لامحالہ بحالت نکاح اُسکا علوق قرار دیا گیا پس وہ لڑکا وقت اعتاق کے موجود ہوگا پس بالقصد آزاد کیا گیا کذا فی الہدایہ اور اصل اس باب میں یہ ہی کہ جب آزادی بالقصد ثابت ہو تو ولاء منتقل نہوگی اور جب بطریق تبعیت ثابت ہو تو منتقل ہو جاویگی یہ کافی میں ہی۔ ایک عورت نے ایک غلام خریدکے اسکو آزاد کردیا پھر اُس غلام آزاد نے ایک غلام خریدا پھر اُس دوسرے غلام نے کسی قوم کی آزاد باندی سے نکاح کیا اور اُس سے اولاد پیدا ہوئی تو اس اولاد کی ولاء انکی ماں کے موالی کو ملیگی پھر اگر غلام آزاد نے اپنے اس غلام کو آزاد کردیا تو بعد آزادی کے یہ غلام اپنی اولاد کی ولاء اپنی طرف کھینچ لاویگا پھر اسکا آزاد کرنے والا یعنی غلام آزاد اپنی طرف کھینچ لیجائیگا پھر اس سے اسکی آزاد کرنے والی عورت اپنی طرف کھینچ لیگی پس باپ تو اپنی اولاد کی ولاء اپنی طرف کھینچتا ہی اور آیا دادا بھی اپنے پوتون کی ولاء اپنی طرف کھینچ سکتا ہی یا نہیں سو ظاہر الروایہ کے موافق نہیں کھینچ سکتا ہی خواہ باپ زندہ ہو یا مرگیا ہو۔ اس مسئلہ کی صورت یہ ہی کہ کلو نامے ایک غلام نے ایک قوم کی آزاد کی ہوئی باندی چنبیلی نامی کے ساتھ نکاح کیا اور اُس سے خیرو ایک لڑکا پیدا ہوا اور کلو کا باپ بدھو زندہ موجود ہی پھر اسکے بعد بدھو آزاد ہوگیا اور کلو ویسا ہی غلام باقی رہا پھر کلو مرگیا پھر خیرو مرگیا اور کوئی وارث نہ چھوڑا تو اسکی میراث اسکی ماں چنبیلی کے موالی کو ملیگی اور اگر اُسنے کوئی جنایت کی ہو تو ہمارے علماء ثلثہ کے نزدیک اسکی عاقلہ ماں کے موالی ہونگے اور دادا اپنے پوتے کی ولاء اپنے موالی کی طرف نہیں لیجا سکتا ہی یہ ذخیرہ میں ہی۔ اگر غلام نے ایک آزاد عورت سے نکاح کیا اور اُس سے اولاد ہوئی تو اسکی اولاد کی ولاء ماں کے موالی کی طرف منسوب ہوگی خواہ ماں معتقہ ہو یا موالیہ ہو پھر جب باپ آزاد کیا جاوے تو اپنی اولاد کی ولاء اپنی طرف کھینچ لاویگا یہ مبسوط میں ہی۔ ایک عورت آزاد نے ایک غلام سے نکاح کیا اور اُس سے اولاد ہوئی اور اولاد میں سے کسی نے جنایت کی تو اسکی عاقلہ ماں کے موالی ہونگے پھر اگر باپ آزاد کیا گیا

یعنی [illegible] نطفہ ٹھہرا ہی کیونکہ وطی حرام ہی ۱۲

تو اپنی اولاد کی ولاء اپنی طرف کھینچ لاویگا پھر کیا ان کے موالی نے جو کچھ عاقلہ ہو کر دیا ہی وہ باپ کے موالی سے واپس لے سکتے ہیں یا نہیں تو فرمایا کہ نہیں واپس لے سکتے ہیں یہ جامع صغیر میں ہی - ایک آزاد عجمی نے ایک آزاد باندی سے نکاح کیا اور اس عجمی کو کسی نے آزاد نہیں کیا ہی پھر اُس سے اولاد ہوئی تو انکی ولاء ماں کے موالی کو ملیگی اسی طرح اگر باپ نے کسی شخص سے موالاۃ کر لی ہو تو بھی یہی حکم ہی اور یہ امام اعظم و امام محمد رح کا قول ہی کذا فی الکافی اور اگر دونوں جورو و مرد آزاد شدہ ہوں یا باپ آزاد شدہ و ماں باندی یا باپ عربی اور ماں آزاد شدہ ہو تو بالاجماع اولاد اپنے باپ کی تابع ہوگی اسی طرح اگر دونوں عربی یا دونوں عجمی یا ایک عربی و دوسرا عجمی ہو تو بھی یہی حکم ہی یہ تبیین میں لکھا ہی - ایک نبطی کافر نے کسی قوم کی آزاد شدہ باندی سے نکاح کیا پھر نبطی نے مسلمان ہو کر کسی شخص سے موالاۃ پیدا کی اور اُس سے عقد موالات کر لیا پھر باندی سے اولاد ہوئی تو امام اعظم و امام محمد رح نے فرمایا کہ انکی ولاء ماں کے موالی کو ملیگی - اسی طرح اگر باپ نے کسی سے موالاۃ نہ کی تو امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک انکے موالی ماں کی قوم ہوگی یہ جامع صغیر میں ہی - اگر مولی نے باپ اور بیٹا چھوڑا پھر اُسکا آزاد کیا ہوا غلام مر گیا تو اُسکی میراث خاصۃً مولے کے بیٹے کو ملیگی یہ امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک ہی اور یہی پہلا قول امام ابو یوسف کا ہی اسی طرح اگر بھائی اور دادا ہو تو دادا کو ملیگی بھائی کو نہ ملیگی یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اسواسطے کہ امام کے نزدیک عصوبت میں دادا اقرب ہی اسی طرح آزاد کنندہ عورت کی بیٹی کو اُسکے آزاد شدہ کی ولاء ملیگی اور وہی وارث ہوگا بھائی اس عورت کا وارث نہوگا اور اگر آزاد شدہ نے کوئی جنایت کی تو اُسکی عاقلہ بھائی ہی کذا فی الکافی - ایک شخص نے ایک باندی آزاد کر دی پھر دونوں غرق ہو گئے اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہی کہ کون شخص پہلے غرق ہوا ہی تو مولے کو اُسکی میراث میں سے کچھ نہ ملیگا ولیکن اُسکی میراث مولے کے اقرب عصبہ کو ملیگی بشرطیکہ اُسکا (باندی ۱۲) کوئی وارث موجود نہو یہ مبسوط میں ہی - اگر زید نے اپنا غلام آزاد کیا پھر زید دو بیٹے چھوڑ کر مر گیا پھر ایک بیٹا اپنا فرزند چھوڑ کر مر گیا پھر اسکا غلام آزاد مرا تو اُسکی ولاء زید کے صلبی بیٹے کو ملیگی کیونکہ زید کا وہی اقرب عصبہ نسبی ہی اور اصل اس باب میں یہ ہی کہ اعتبار اُس عصبہ کا ہی جو آزاد شدہ کی موت کے روز موجود ہو نہ اُس عصبہ کا جو آزاد کنندہ کی موت کے روز موجود ہو جیسے کہ بدایع میں ہی - اور اگر دونوں بیٹے مر گئے اور ایک نے ایک بیٹا اور دوسرے نے دو بیٹے چھوڑے پھر غلام آزاد مرا تو اُسکی میراث ان سب میں تقسیم ہوگی کیونکہ آزاد شدہ کی ولاء بعد موت زید کے میراث نہیں ہوئی کہ اُسکے دونوں بیٹوں کے درمیان نصفا نصف تقسیم ہو جاتی بلکہ وہ بحالہ باقی تھی پھر جب غلام آزاد مرا تو زید کے اقرب عصبہ اسکے وارث ہونے چاہئے ہیں اور یہ تینوں پوتے زید کے ساتھ یکساں قرب رکھتے ہیں پس سب وارث ہونگے یہ محیط میں ہی - عورتوں کے واسطے کوئی ولاء نہیں ہی لیکن انکے آزاد کردہ کی ولاء یا انکے آزاد کردہ نے جسکو آزاد کیا اُسکی ولاء یا انکے مکاتب کی ولاء یا انکے مکاتب نے جسکو مکاتب کیا اُسکی ولاء یا انکے مدبر کی ولاء یا انکے مدبر نے جسکو مدبر کیا اُسکی ولاء یا اسکا آزاد کیا ہوا اگر کسی شخص کی ولاء اپنی طرف کھینچ لاوے یا انکے آزاد کیے ہوئے کا آزاد کیا ہوا کسی کی ولاء اپنی طرف کھینچ لاوے تو یہ سب ولاء البتہ عورتوں کو ملتی ہیں - پس آزاد کردہ کی ولاء کی مثال یہ ہی کہ ہندہ نے سالم اپنے غلام کو آزاد کیا

پھر خیرو زندہ رہی اور کلو لاوارث مر گیا تو کلو کی میراث ولائی ہندہ کو ملیگی اور اگر کلو آزاد اپنے غلام خیرو کو آزاد کرکے مر گیا پھر خیرو بھی مر گیا اور ہندہ موجود ہی تو خیرو کی ولاء بھی ہندہ کو ملیگی - اور مکاتب کی ولاء کی مثال یہ ہی کہ ہندہ نے اپنے غلام کلو سے کہا کہ مین نے تجھے ہزار درم پر مکاتب کیا اُسنے قبول کیا پس اگر یہ غلام ہزار درم دیکر آزاد ہو جاوے تو اُسکی ولاء ہندہ کو ملیگی اور اگر اس مکاتب نے اپنے غلام خیرو کو مکاتب کیا تو بعد آزادی کے خیرو کی ولاء بھی ہندہ کو ملیگی بشرطیکہ کلو زندہ نہو - اور مدبر کی ولاء کی مثال یہ ہی کہ ہندہ نے اپنے غلام کلو کو مدبر کیا یعنی یون کہا کہ تو میرے پیچھے آزاد ہی یا میری موت کے بعد یا جب مین مر جاؤن یا اسکے مثل کوئی لفظ کہا پھر نعوذ باللہ یہ عورت مرتد ہو گئی اور دار الحرب مین بھاگ گئی اور قاضی نے اُسکے دار الحرب مین پہونچ جانے کا حکم دیدیا اور اُسکا غلام مدبر آزاد ہو گیا پھر ہندہ دار الاسلام مین واپس آئی پھر مدبر مر گیا تو کلو مدبر کی ولاء ہندہ کو ملیگی اور اگر کلو نے بعد آزاد ہونے کے ایک خیرو غلام خرید کرکے مدبر کر دیا پھر مر گیا پھر ہندہ اپنے مدبر کی موت سے پہلے یا بعد دار الاسلام مین واپس آئی پھر خیرو مر گیا تو اُسکی ولاء بھی ہندہ کو ملیگی - اور آزاد شدہ کی ولاء کھینچ لانے کی مثال یہ ہی کہ ہندہ نے اپنے غلام کلو کو عمرو کی آزاد کی ہوئی باندی سے بیاہ دیا اور اُس سے لڑکا پیدا ہوا تو لڑکے کا نسب کلو سے ثابت ہوگا اور اپنی مان کی تبعیت مین بچہ آزاد ہوگا اور اُسکی ولاء مان کے موالی کو ملیگی کہ وہی اُسکی طرف سے عاقلہ اور وارث ہونگے پھر اگر ہندہ نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا تو اولاد کی ولاء اپنی طرف کھینچ لاویگا اور اُس سے ہندہ کو ملیگی حتی کہ اگر کلو مر گیا پھر اُسکا بیٹا مر گیا اور ہندہ باقی رہی تو اُسکی میراث ہندہ کو ملیگی اور عمرو سے منتقل ہو جاویگی - اور اگر ہندہ نے ایک غلام آزاد کیا پھر شوہر و بیٹا اور بیٹی چھوڑ کر مر گئی پھر غلام مر گیا تو اُسکی ولاء خاصۃً بیٹے کو ملیگی خواہ ہندہ نے کچھ مال لیکر غلام آزاد کیا ہو یا بلا مال آزاد کیا ہو یہ مبسوط مین ہی - اور عورت کے آزاد کردہ کے آزاد کیے ہوے کی ولاء کھینچ لانے کی مثال یہ ہی کہ ہندہ نے ایک غلام کلو آزاد کیا پھر کلو نے ایک غلام خیرو خرید کرکے اُسکو عمرو کی آزاد شدہ باندی سے بیاہ دیا اور اُسکے بچہ پیدا ہوا تو اُسکی ولاء باندی کے موالی کو ملیگی پھر اگر کلو نے اپنے خیرو غلام کو آزاد کر دیا تو خیرو اپنی اولاد کی ولاء اپنی طرف کھینچ لائیگا پھر خیرو سے کلو کو اور کلو سے ہندہ کو ملیگی یہ عینی شرح ہدایہ مین ہی - اگر ایک مان باپ کی سگی دو بہنون نے اپنے باپ کو خریدا پھر باپ مر گیا اور کوئی عصبہ نہ چھوڑا تو بیٹیون کو دو تہائی بحسب فرائض نسبی ملیگا اور باقی بھی انہین کو ملیگا اسمین کچھ اختلاف نہین ہی اور اگر ایک ہی بہن نے باپ کو خریدا پھر باپ مر گیا اور کوئی عصبہ نہ چھوڑا فقط یہی دو بیٹیان چھوڑین تو دونون کو دو تہائی بہ قرابت نسبی ملیگا اور باقی ایک تہائی بسبب ولاء کے خاصۃً اُسی کو ملیگا جسنے باپ کو خریدا ہی اور اگر دونون بہنون نے اپنے باپ کو خریدا اور ایک نے باپ کے ساتھ علاتی بھائی یعنی فقط باپ کی طرف سے جو بھائی ہی اُسکو خریدا پھر باپ مر گیا تو یہ مال دونون بیٹیون اور بھائیون کے درمیان چار حصے ہو کر تقسیم ہوگا اور بیٹے کو دو بیٹیون کے برابر حصہ ملیگا کیونکہ باپ آزاد مرا اور ایک آزاد بیٹا اور دو آزاد بیٹیان چھوڑین تو ان لوگون کو میراث باعتبار قرابت کے ملیگی اور اس مین ولاء کا کچھ اعتبار نہوگا پھر اگر اسکے بعد بیٹا مر گیا تو اُسکی دونون بہنون کو بقرابت نسبی دو تہائی ملیگا اور باقی ایک تہائی مین سے آدھا خاصۃً اسکو ملیگا جسنے بھائی کو باپ کے ساتھ خریدا ہی کیونکہ اسکو بھائی کی آدھی ولاء چاہیے کہ بھائی اپنے باپ کے ساتھ اُسی کے خریدنے سے

آزاد ہوا ہی پس جو باقی رہا وہ دونون کو برابر تقسیم ہوگا کیونکہ دونون اپنے باپ کی ولاء مین مشترک ہین پس باپ کا حصہ دونون مین مشترک مساوی رہا اور یہ حصہ تمام مال کا چھٹا حصہ ہی اور مسئلہ کی تخریج بارہ سے ہوگی اُسمین سے دونون بہنون کو دو تہائی یعنے ہر ایک کو چار سہام ملینگے اور باقی کا آدھا یعنی دو سہم خاص اسکو ملینگے جسنے بھائی کو باپ کے ساتھ خریدا ہی اور یہ حصہ ولاء ہی اور باقی دونون کو مساوی تقسیم ہوگا پس جسنے بھائی کو بھی خریدا تھا اسکو سات سہام ملے اور دوسری کو پانچ سہام ملے کذا فی البدائع اور اگر دونون بیٹیون کے خریدنے اور آزاد ہوجانے کے بعد باپ نے ایک غلام آزاد کیا پھر باپ مرگیا پھر باپ کا آزاد کیا ہوا غلام مرگیا اور دونون بیٹیون مین سے جنھون نے باپ کو خریدا تھا ایک بیٹی باقی رہی تو سب میراث اسی بیٹی کو ملیگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر بنی ہمدان کی عورت نے بنی اسد کے ایک شخص سے نکاح کیا اور ایک لڑکا پیدا ہوا پھر عورت نے ایک غلام آزاد کیا تو اُسکی ولاء اسی عورت کو ملیگی اور اُسکا لڑکا اپنے باپ کا جو بنی اسد مین سے ہی تابع ہوگا پھر اگر عورت مرگئی پھر اُسکا آزاد غلام مرا تو اُسکی میراث اُسکی بیٹی اسدی کو ملیگی اور اگر غلام آزاد شدہ نے کوئی جنایت کی تو اُسکی عاقلہ بنی ہمدان ہونگے پس میراث تو بنی اسد کو پہونچتی ہی اور جنایت کے مددگار یعنی مادری بنی ہمدان ہوتے ہین یہ شرح طحاوی مین ہی۔ اگر آزاد کی ہوئی باندی یا غلام مرگیا اور اپنے مولی کے عصبہ کا عصبہ چھوڑا تو عصبہ کا عصبہ اُسکا وارث نہوگا بخلاف قاتل کے عصبہ کے کہ وہ وارث ہوتا ہی اگر ایک عورت نے اپنا غلام کلو آزاد کیا پھر مرگئی اور ایک بیٹا عبد اللہ اور اپنا شوہر جو اس لڑکے کا باپ ہی یعنی عبد الرحمن چھوڑا پھر کلو مرگیا تو کلو کی میراث عبد اللہ کو ملیگی کہ یہی عورت کا عصبہ ہی اور اگر عبد اللہ مرگیا اور باپ جو عورت کا شوہر ہی چھوڑا پھر کلو مرگیا تو عورت کے شوہر کو کلو کی میراث نہ ملیگی اور یہ شوہر اپنے بیٹے کا عصبہ ہی اور بیٹا عورت کا عصبہ ہی پس یہ شوہر عورت کے عصبہ کا عصبہ ہوا اگر با این ہمہ وارث نہوگا۔ اگر زید نے ایک غلام آزاد کیا جسکا نام کلو ہی پھر کلو نے خیرو غلام آزاد کیا پھر خیرو نے بدھو غلام آزاد کیا پھر بدھو مرگیا اور زید کا عصبہ چھوڑا تو یہ عصبہ اُسکا وارث ہوگا اگرچہ بظاہر یہ صورت عصبہ کے عصبہ کے وارث ہونے کی ہی ولیکن بالمعنی ایسا نہین ہی کیونکہ زید نے اس بدھو کی ولاء کو اپنی طرف کھینچا پس اُسکا عصبہ وارث ہوگا کیونکہ یہی عصبہ قائم مقام زید کے ہی اور اسی سبب سے وارث نہین ہوگا کہ یہ آزاد کنندہ کے عصبہ کا عصبہ ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر زید مرگیا اور کچھ مال چھوڑا اور اُسکا کوئی وارث موجود ظاہر نہین ہی پھر عمرو نے دعوی کیا کہ مین اوّل زید کا وارث ہون اور عمرو کے لیے دو گواہون نے گواہی دی کہ میت یعنی زید اُسکا مولی ہی اور یہ شخص اُسکا وارث ہی تو قاضی فقط اس گواہی پر فیصلہ نہ کریگا جبتک کہ مولی کے معنی دریافت نکرے کیونکہ مولی لفظ مشترک ہی کہ آزاد شدہ غلام کو بھی کہتے ہین اور آزاد کنندہ کو بھی مولی بولتے ہین اسی طرح اگر یون گواہی دی کہ وہ اُسکا مولی العتاقہ ہی تو بھی دریافت کریگا کیونکہ مولی العتاقہ جسطرح اعلی کو شامل ہی اسی طرح اسفل کو بھی شامل ہی حالانکہ اعلی وارث ہوتا ہی اسفل نہین وارث ہوتا ہی اور اگر گواہون نے یون گواہی دی کہ اس مدعی نے اس میت کو آزاد کیا تھا درحالیکہ اسکا مالک تھا اور اب یہ اسکا وارث ہی اور اسکے سوا ہم اُسکا کوئی وارث نہین جانتے ہین تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور اس مدعی کے نام اُسکے میراث کی ڈگری ہوگی۔ اور اگر گواہون نے یون بیان کیا کہ میت کا اقرار تھا کہ مین اس مدعی کی ملک ہون اور اس مدعی نے اُسکو آزاد کیا۔

سلہ قولہ وارث یعنے بظاہر یہ سمجھتے ہین آیا ہی کہ عصبہ کا عصبہ وارث

توبھی قاضی انکی گواہی قبول کرنکے مدعی کے نام اُسکی میراث کی ڈگری کریگا - اور اگر دو گواہون نے یون گواہی دی کہ اس مدعی کے باپ نے اس میت کے باپ کو آزاد کیا درحالیکہ اُسکا مالک تھا پھر آزاد کنندہ مرگیا اور اپنا یہ بیٹا مدعی چھوڑا پھر وہ آزاد کردہ شدہ مرا اور اُسنے اپنا بیٹا چھوڑا اور یہ بیٹا بھی بجواب مراہی اور یہ بیٹا آزاد عورت سے پیدا ہوا تھا تو قاضی اس گواہی پر مدعی کے نام میراث کی ڈگری کریگا اور اگر یہ بیٹا کسی شخص کی باندی سے پیدا ہوا ہو اور یہ اسکو باندی کے مولیٰ نے آزاد کر دیا ہو تو اسکی میراث باندی کے مولیٰ کو ملیگی - اور اگر گواہون نے بطور مذکور گواہی دی ولیکن یہ بھی کہا کہ ہمنے اس مدعی کے باپ کو نہین پایا یعنے ہم اسکے وقت مین نہ تھے ولیکن ہم نے معلوم کیا ہے کہ اسکے باپ نے میت کے باپ کو آزاد کیا ہے تو قاضی ایسی گواہی قبول نہ کریگا کیونکہ یہ گواہی ولاء کے باب مین سنی سنائی ہے اور ولاء کے مقدمہ مین سنی سنائی گواہی امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک مقبول نہین ہوتی ہے اور اگر زید مرگیا اور عمرو نے اُسکی میراث کا دعوے کیا اور دو گواہ پیش کیے جنھون نے یہ گواہی دی کہ اس مدعی نے زید کی ماں کو آزاد کیا اور اس باندی سے اُسکے بعد خالد کے غلام سے یہ زید پیدا ہوا اور اسکا باپ بحالت مملوکیت مین یعنے غلام مرا ہے اور زید مرگیا اور ہم اس میت کا کوئی وارث سوائے اسکی ماں کے آزاد کرنے والے کے نہین جانتے ہین تو قاضی ایسی گواہی قبول کرکے عمرو کے نام میراث کی ڈگری کریگا پھر اگر خالد آیا اور اُسنے دو گواہ پیش کیے جنھون نے یہ گواہی دی کہ مین نے زید کے انتقال سے پہلے زید کے باپ کو اپنی ملک کی حالت مین آزاد کر دیا ہے اور ہم زید کا کوئی وارث سوائے خالد کے نہین جانتے ہین تو قاضی زید کی ولاء کی ڈگری خالد کے نام کر دیگا اور خالد زید کے باپ کو بعد آزادی ماں کے آزاد کرنے کے سبب سے اسکے بیٹے کی ولاء اپنی طرف کھینچ لا دیگا اور یہ ظاہر ہوگا کہ قاضی نے پہلے جو کچھ فیصلہ کیا تھا اسمین خطا واقع ہوئی یعنے زید کی ماں کے مولیٰ کے نام میراث کی ڈگری خطا تھی یہ محیط مین ہے - اگر زید و عمرو نے خالد میت کی ولاء عتق کا دعوے کرکے ہر ایک نے اپنے دعوے پر گواہ دیے تو دونون کے نام اسکی میراث کی ڈگری ہوگی اور اگر دونون کے دعوے مین عتق کا وقت بیان ہوا ہے تو جسنے آزادی کا وقت سابق بیان کیا اُسکے نام ڈگری ہوگی کیونکہ اُسنے آزادی ایسے وقت ثابت کی کہ اسوقت دوسرا مدعی اُسکا منازع نہین ہے اور اگر ایسی صورت ولاء موالاۃ مین واقع ہو تو آخر وقت کے مدعی کے نام ڈگری ہوگی کیونکہ ولاء موالات ٹوٹ سکتی ہے پس دوسرے کے ساتھ موالات کر لینا پہلے شخص کے موالات کا نقض ہوگا ولیکن اگر پچھلے وقت کے مدعی کے گواہون نے یہ گواہی دی کہ پہلے وقت کے مدعی نے اس میت کی طرف سے عقل ادا کیا ہے یعنے جرم کے عوض دیت دی ہے تو ایسی صورت مین پہلے وقت کے مدعی کی ڈگری ہوگی کیونکہ موالات اب محتمل نقض نہین رہی پس ولاء العتاقہ کے مشابہ ہوگئی - اور اگر ایک مدعی نے گواہ دیے کہ اسنے اُسکو اپنی حالت ملک مین آزاد کیا اور ہم اسکے سوائے اسکا کوئی وارث نہین جانتے ہین اور قاضی نے مدعی کے نام میراث و ولاء کی ڈگری کر دی پھر دوسرے شخص نے ایسے ہی دعوے کے گواہ پیش کیے تو یہ گواہ قبول نہ ہونگے ولیکن اگر گواہ یون گواہی دین کہ دوسرے مدعی نے پہلے سے قبل اسکے آزاد کرنے کے خرید کرکے اپنی ملک مین آزاد کر دیا تو البتہ پہلے کے نام کی ڈگری باطل ہو جاویگی یہ بدائع مین ہے - زید مرگیا اور عمرو نے دعوے کیا کہ میرے باپ خالد نے زید کو اپنی ملک مین آزاد کیا تھا اور میرے باپ کا اور اس میت کا کوئی وارث

سوائے میرے نہیں ہے اور اپنے بھائی کے دو بیٹے اس امر کے گواہ لایا تو فرمایا کہ دونوں کی گواہی جائز نہیں ہے کیونکہ دونوں اپنے دادا کے واسطے گواہی دیتے ہیں یہ مبسوط میں ہے - زید مر گیا اور عمرو کے قبضہ میں اپنا بہت سا مال چھوڑا پھر خالد نے آکر دعوے کیا کہ میں نے زید کو اپنی ملک میں آزاد کیا تھا اور میرے سوائے اُسکا کوئی وارث نہیں ہے اور اسپر گواہ قائم کیے اور عمرو نے بھی اسی دعوے پر گواہ دیے تو دونوں میں نصفا نصف مال کی ڈگری ہو جاویگی کیونکہ ہر ایک دونوں میں سے بذریعہ اپنے گواہوں کے اپنی ولا ثابت کرتا ہے اسلیے کہ یہی امر اس دعوے سے مقصود ہے اور مال کا استحقاق سو وہ اس ثبوت پر مبنی ہے اور ولا ایسی چیز نہیں ہے کہ اُسپر قبضہ وارد ہو پس یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ ایک مدعی قابض قرار دیا جاوے اور دوسرا خارج کیا جاوے بلکہ دونوں خارج قرار دیے جاوینگے پس مال کی ڈگری دونوں کے نام نصفا نصف ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے - اگر زید دو لڑکے اور لڑکیاں چھوڑ کر مر گیا اور عمرو نے دعوے کیا کہ میرے باپ خالد نے اس میت کو آزاد کیا ہے اور وہ اسکا مالک تھا اور میت کے دونوں بیٹوں نے اسکی گواہی دی اور بکر نے دعوے کیا کہ میرے باپ نے اسکو آزاد کیا تھا درحالیکہ وہ اُسکا مالک تھا اور میت کی دختر اس دعوی کی مقر ہوئی تو عمرو کے نام ولا کی ڈگری ہوگی اور اگر بکر کے واسطے ایک لڑکے اور دو لڑکیوں نے گواہی دی تو دونوں کے نام نصفا نصف ولا کی ڈگری ہوگی - اگر ایک آزاد شدہ نے ایک شخص عربی پر دعوے کیا کہ میں اسکا مولی ہوں اور اُسنے میرے باپ کو آزاد کیا ہے اور مدعی اپنے باپ کے دو بیٹے یعنی اپنے دو بھائی لایا جنہوں نے اس امر کے گواہ دیے اور وہ شخص عربی منکر ہے تو اسکے دونوں بھائیوں کی گواہی مقبول نہ ہوگی کیونکہ وہ دونوں اپنے باپ اور اپنے واسطے گواہی دیتے ہیں کیونکہ اسمیں دونوں کا نفع ہے اسلیے کہ جب انکے باپ کی ولا اس شخص عربی سے ثابت ہوگی تو انکی ولا بھی اس شخص عربی سے ثابت ہوگی - اور اگر دو اجنبیوں نے ایسی گواہی دی تو مقبول ہوگی - اور اگر اسی صورت میں مولی نے ولا کا دعوی کیا اور اس مولی نے انکار کیا اور اسکے دو بھائیوں نے گواہی دی تو انکی گواہی مقبول ہوگی - اگر ایک شخص مر گیا اور ایک شخص نے اسکا مال لے لیا اور دعوے کیا کہ میں ہی اسکا وارث ہوں میرے سوائے کوئی اسکا وارث نہیں ہے تو فرمایا کہ میں اسکے قبضہ سے مال نہیں نکالونگا اور نہ بیت المال میں رکھونگا یہ محیط میں ہے - اگر ایک مسلمان نے دو گواہ مسلمان پیش کیے کہ میں نے اس میت کو اپنی ملک میں آزاد کیا ہے اور یہ مسلمان مرا ہے میرے سوائے اسکا کوئی وارث نہیں ہے اور ایک ذمی نے دو مسلمان گواہ پیش کیے کہ میں نے اسکو آزاد کیا ہے درحالیکہ میں اسکا مالک تھا اور یہ کافر مرا ہے میرے سوائے اسکا کوئی وارث نہیں ہے تو مسلمان مدعی کو آدھی میراث ملیگی اور باقی آدھی میراث ذمی کے اقرب عصبات میں جو مسلمان ہو اسکو ملیگی اور اگر کوئی عصبہ مسلمان نہوگا تو میں اسکو بیت المال میں داخل کرونگا اور اگر ذمی کے گواہ نصرانی ہونگے تو انکی گواہی مسلمان پر ناجائز ہوگی اور میت کی ولا اور تمام میراث کی ڈگری مسلمان مدعی کے نام ہوگی یہ مبسوط میں ہے - اور اگر طرفین کے گواہ ذمی لوگ ہوں تو میت کی ولا و میراث کی ڈگری مسلمان مدعی کے نام ہوگی اور میت کے مسلمان مرنے کا حکم دیا جائیگا - اور اگر مسلمان و ذمی نے ایک زندہ آدمی کی ولا میں جھگڑا کیا اور ہر ایک نے دعوے کیا کہ میں نے اسکو اپنی ملک میں آزاد کیا ہے اور تاریخ عتق بیان کی اور ایک شخص کی تاریخ عتق دوسرے سے سابق ہے اور ہر ایک نے اس دعوے پر مسلمان گواہ قائم کیے تو جسکی تاریخ سابق ہے اسکے نام کی ڈگری ہوگی اور اگر ذمی کے گواہ ذمی لوگ ہوں اور شخص آزاد شدہ کافر ہو تو مسلمان کے

گواہون پر مسلمان کے نام کی ڈگری ہوگی اگرچہ ذمی سابق التاریخ ہو یہ محیط مین ہے - ایک ذمی کے قبضہ مین ایک غلام ہے اُسنے غلام کو آزاد کر دیا پھر ایک مسلمان نے دو مسلمان گواہ پیش کیے کہ یہ میرا غلام ہے اور ذمی نے دو گواہ مسلمان پیش کیے کہ مین نے اسکو درحالت اپنی ملک کے آزاد کر دیا ہے تو مین اُسکے عتق کو نافذ کرونگا اور اُسکی ولا ذمی کو ملیگی چنانچہ دونون مدعیون کے مسلمان ہونے کی صورت مین بھی یہی حکم ہے اور اگر ذمی کے گواہ کافر ہون تو مسلمان کے نام ڈگری کرونگا - اور اگر مسلمان نے دو گواہ مسلمان اس امر کے پیش کیے کہ یہ میرا غلام ہے کہ مین نے اسکو مدبر کر دیا ہے یا باندی کی صورت مین دعوے کرکے گواہ دیے کہ میری باندی ہے مین نے اسکو ام ولد بنایا ہے اور ذمی نے دو مسلمان گواہ اپنی ملک و آزاد کرنے کے قائم کیے تو ذمی کے گواہون پر اُسکے نام ڈگری ہوگی - اگر کسی ذمی کے پاس ایک باندی ہو کہ ذمی سے اُسکے ایک لڑکا پیدا ہوا اُسپر ایک شخص نے دعوے کیا کہ یہ میری باندی ہے مجھ سے اس ذمی نے غصب کر لی ہے اور اس دعوے پر گواہ قائم کیے اور قابض یعنی ذمی نے اس امر کے گواہ دیے کہ یہ میری باندی ہے اور میری ملک مین اس سے بچہ پیدا ہوا ہے تو مین باندی اور اسکے بچہ کی ڈگری مدعی کے نام کرونگا - اسیطرح اگر مدعی نے یون دعوے کیا کہ یہ میری باندی ہے مین نے اسکو اس قابض کو اجارہ پر یا عاریۃً دی یا ہبہ کرکے سپرد کر دی تھی تو بھی یہی حکم ہوگا - اور اگر مدعی نے اس امر کے گواہ دیے کہ یہ میری باندی ہے میری ملک مین بچہ جنی ہے تو قابض کے نام ڈگری کرونگا - اسیطرح اگر قابض نے دعوے کیا کہ یہ میری باندی ہے مین نے اسکو آزاد کر دیا ہے اور مدعی نے اس امر کے گواہ دیے کہ میری باندی ہے میری ملک مین پیدا ہوئی ہے تو آزاد کنندہ کے گواہ مقبول ہونگے کیونکہ اُسنے باندی کی حریت ثابت ہوتی ہے اور یہ جائز نہین ہے کہ حریت پر گواہ قائم ہونے کے بعد پھر اس سے سبب ملک کے وطی کیجاوے - اور اگر دونون مین سے ہر ایک کے گواہون نے باوجود اس گواہی کے یہ بھی گواہی دی کہ دوسرے نے اسکو غصب کر لیا ہے تو بھی آزاد کنندہ کے گواہ مقبول ہونگے اور وہی باندی کی ولا کا مستحق ہوگا یہ مبسوط مین ہے - زید نے عمرو سے ایک غلام خریدا پھر زید نے گواہی دی کہ عمرو نے قبل بیع کرنے کے اسکو آزاد کر دیا ہے تو غلام آزاد ہوگا اور اُسکی ولا موقوف رہیگی درصورتیکہ بائع اس سے منکر ہو پھر اگر اسکے بعد عمرو نے زید کے قول کی تصدیق کی تو ولا اُسکے واسطے لازم ہوگی اور زید کو ثمن واپس کر دیگا اسیطرح اگر عمرو کے مرنے کے بعد اُسکے وارثون نے زید کے قول کی تصدیق کی تو بھی یہی حکم ہے اور یہ حکم استحسان ہے - اور اگر مشتری نے یہ اقرار کیا کہ بائع اسکو مدبر کر چکا تھا تو یہ موقوف رہیگا پھر اگر اسکے بعد بائع مر گیا تو غلام آزاد ہو جاویگا پس اگر بائع کے وارثون نے مشتری کے قول کی تصدیق کی تو انکی تصدیق دربارۂ لزوم ولاء اور ردثمن کے استحساناً معتبر ہوگی - ایک غلام دو شخصون کے درمیان مشترک ہے اور ہر ایک نے دونون مین سے دوسرے پر اسکے آزاد کر دینے کی گواہی دی تو وہ غلام سعایت کرنے پر مملوکیت سے آزادی کی طرف نکل آویگا اور دونون کے واسطے سعی کریگا خواہ دونون خوشحال ہون یا تنگدست ہون یا ایک خوشحال ہو اور دوسرا تنگدست ہو اور اُسکی ولا دونون مین مشترک ہوگی اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ کا قول ہے اور صاحبین رح کے قول کے موافق وہ غلام آزاد ہوگا اور اُسکی ولا دونون مین موقوف رہیگی - ایک باندی دو شخصون مین مشترک ہے اور دونون مین سے ہر ایک نے یہ اقرار کیا کہ یہ باندی دوسرے سے بچہ جنی ہے حالانکہ دوسرا اس سے منکر ہے تو وہ باندی ام ولد موقوفہ رہیگی اگرچہ دونون مین سے

کوئی مرگیا تو آزاد ہوجاویگی اور اُسکی ولاء موقوف رہیگی اور اسمین کچھ اختلاف نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ زید کی ایک باندی ہی اور معروف ہی کہ یہ اسکی باندی ہی اُس باندی کے عمرو سے ایک بچہ ہوا پس زید نے کہا کہ مین نے یہ باندی تیرے ہاتھ ہزار درم مین فروخت کردی تھی اور عمرو نے کہا کہ نہین بلکہ تونے میرے ساتھ اُسکا نکاح کردیا تھا تو بچہ آزاد ہوگا اور اُسکی ولاء موقوف رہیگی اسواسطے کہ زید اسکی ولاء کو اپنی ذات سے دور کرتا ہی اور کہتا ہی کہ وہ اصلی آزاد ہی کہ اپنے باپ کی ملک مین اسکا نطفہ قرار پایا ہی اور باندی بمنزلہ ام ولد کے موقوف رہیگی اور دونون مین سے کوئی شخص اُس سے وطی نہین کرسکتا ہی اور نہ اُس سے خدمت لے سکتا ہی اور نہ اُسکو مزدوری پر دے سکتا ہی اور اُسکی ولاء موقوف رہیگی کیونکہ دونون مین سے ہرایک اسکو اپنی ذات سے دور کرتا ہی اور زید اس باندی کا عقر عمرو سے بجاے ثمن کے لے لیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر زید نے اقرار کیا کہ میرے باپ خالد نے اپنے غلام کو حالت مرض یا صحت مین آزاد کردیا ہی اور اُسکا وارث سواے میرے کوئی نہین ہی تو قیاساً اسکی ولاء موقوف رہیگی اور زید کی اپنے باپ پر اس اقرار کی تصدیق نہ کیجاویگی مگر استحساناً اسکی ولاء زید کو ملیگی موقوف نہ رہیگی۔ اور امام محمد رح نے کتاب الولاء مین یہ نہین ذکر فرمایا کہ آیا خالد کی مددگار برادری اس غلام کی طرف سے عاقلہ ہوگی یعنے اسکے جرم کی دیت ادا کریگی یا نہین اور مشائخ نے اسکے جواب مین تفصیل فرمائی ہی اور فرمایا ہی کہ اگر زید اور اسکے باپ کا عصبہ ایک ہی ہون مثلاً زید اور اُسکے باپ کو ایک ہی شخص نے آزاد کیا ہو اور دونون کی قوم ایک ہی قبیلہ ہو تو زید کے باپ کی برادری اسکی عاقلہ ہوگی اور اگر دونون کے عصبات جدا جدا ہون مثلاً باپ کو ایک شخص نے اور بیٹے کو دوسرے شخص نے آزاد کیا ہو تو اس غلام کی عاقلہ مددگار برادری نہوگی اور حقیقی اسکی موقوف رہیگی۔ اور یہ حکم اس صورت مین ہی کہ جب اس مقر یعنے زید کے ساتھ دوسرا وارث نہو اور اگر دوسرا وارث موجود ہو اور اُسنے زید کے اقرار کی تکذیب کی تو اُسکو اختیار ہوگا کہ بقدر اپنے حصہ کے غلام سے سعی کراوے پھر امام اعظم رح کے نزدیک اس وارث کے حصہ کی ولاء جسنے سعی کرائی ہی اُسکو ملیگی اور باقی آدھے حصہ کی ولاء میت کو ملیگی جیسا کہ اگر سب اسی مقر کا ہوتا اور وہ اقرار کرتا کہ میرے باپ نے اُسکو آزاد کیا ہی تو یہی حکم تھا اگر صاحبین رح کے نزدیک نصف حصہ میت اور نصف حصہ وارث مستسعی کی ولاء موقوف رہیگی۔ اور جہان جہان ولاء موقوف ہونے کا حکم ہی وہان اگر آزاد شدہ مرجاوے تو اُسکی میراث بیت المال مین داخل کیجاویگی مگر اسکی عاقلہ خود وہی ہوگا بیت المال اُسکی طرف سے عاقلہ نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر تین لڑکیون نے اپنے باپ کو خریدا پھر ایک لڑکی مرگئی اور اُسنے اپنی مان کا موے چھوڑا پھر باپ مرگیا تو دونون بیٹیون کو باپ کا دو تہائی مال بحسب فرائض ملیگا اور ایک تہائی باقی مین سے دو تہائی بحسب ولاء ملیگا اور جو لڑکی مرگئی ہی اسکے لیے ایک تہائی کا تہائی زیادہ باپ کی طرف عود کریگا اسمین سے ایک تہائی کی تہائی کا دو تہائی ان دونون بیٹیون کو ملیگا اور تہائی کی تہائی کا ایک تہائی انکی مان کے موے کو ملیگا پس ایسے حصے تقسیم کرنے کے حساب لگانے کے واسطے ایسے عدد کی ضرورت ہی جسکی تہائی کا تہائی تین ہو اور کم سے کم ایسا عدد ستائیس ہی پس ستائیس ۲۷ حصے کرکے اسمین سے چھبیس حصے دونون بیٹیون کو اور ایک حصہ دختر متوفی کی مان کے موے کو ملیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی

دوسرا باب ولاء موالاۃ کے بیان مین - اور اسمین دو فصلین ہین فصل اول اسکے ثبوت کے سبب و شرائط وحکم و صفت سبب و صفت حکم کے بیان مین - واضح ہو کہ ولاء موالات کے ثبوت کا سبب ایجاب و قبول ہی اور اسکی صورت یہ ہی کہ جو شخص کسی شخص کے ہاتھ پر مسلمان ہوا وہ اسی شخص سے یا کسی دوسرے سے یہ کہے کہ انت مولائی یعنے تو میرا مولے ہی کہ جب مین مر جاؤن تو میرا وارث ہی اور اگر کوئی جنایت کرون تو تو میری طرف سے عقل ادا کرے پس دوسرا شخص کہے کہ مین نے قبول کیا یا یون کہے کہ والیتک یعنے مین نے تیرے ساتھ موالات کی اور دوسرا کہے کہ مین نے قبول کیا خواہ یہ الفاظ اسی شخص سے کہے جسکے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہی یا کسی دوسرے شخص سے کہے اور یہ عامہ علماء کا قول ہی حتے کہ اگر زید ایک شخص عمرو کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور خالد سے موالات کی تو زید خالد ہی کا مولے ہوگا یہ عامہ علماء کے نزدیک ہی اور یہی صحیح ہی - ولاء موالات کے شرائط مین سے ایک یہ ہی کہ دونون کی طرف سے عقد موالات واقع ہوا ہو رہا بلوغ سو بالغ ہونا ایجاب کرنیوالے کی طرف سے شرط ہی پس نابالغ کی طرف سے ایجاب منعقد نہوگا اگرچہ نابالغ عاقل ہو پس اگر نابالغ لڑکے نے جو عاقل ہی مسلمان ہو کر کسی شخص سے موالات کا ایجاب کیا تو جائز نہین ہی اگرچہ اسکا کافر باپ اجازت دیدے کیونکہ کافر باپ کو اپنے مسلمان بیٹے پر کچھ بھی استحقاق ولایت نہین ہی پس اسکی اجازت و عدم اجازت دونون یکسان ہین اسیواسطے باقی عقود مثل بیع وغیرہ کے کافر باپ کی اجازت سے جائز نہین ہوسکتے ہین اور رہا بالغ ہونا قبول والے کی طرف سے سو اس عقد کے نفاذ کی شرط ہی مثلاً کسی بالغ نے اگر نابالغ کے ساتھ موالات کی اور نابالغ نے اسکو قبول کیا تو انعقاد ہو جائیگا مگر نافذ نہوگا بلکہ نابالغ کے باپ یا وصی کی اجازت پر موقوف رہیگا پس اگر باپ یا وصی نے اجازت دیدی تو جائز ہو جائیگا اسیطرح اگر کسی شخص نے ایک غلام سے موالات کی اور غلام نے قبول کیا تو یہی غلام کے مولے کی اجازت پر موقوف ہی اگر مولے نے اجازت دیدی تو عقد جائز ہوگا مگر فرق یہ ہی کہ غلام کی صورت مین اگر مولے نے اجازت دیدی تو عقد ولاء غلام کے مولے کے ساتھ منعقد ہوگا اور نابالغ کی صورت مین اگر اسکے باپ یا وصی نے اجازت دی تو عقد موالات نابالغ کے ساتھ منعقد ہوگا - اور اگر کسی شخص نے مکاتب سے موالات کی تو جائز ہی اور یہ ولاء مکاتب کے مولے کے ساتھ ہوگی کیونکہ مکاتب کا قبول کرنا صحیح ہی مگر ولاء اسکے مولے کے ساتھ ہوگی کیونکہ یہ مکاتب ولاء کی اہلیت نہین رکھتا ہی - (ومنہا ان یکون للعاقد وارث وہو ان لا یکون من وارث یقوم به فان کان لم یصح العقد) اور اگر عاقد کا زوج یا زوجہ ہو تو عقد صحیح ہی اور ان دونون کا حصہ دیکر باقی مولے کو ملیگا - اور ایک یہ ہی کہ عاقد اہل عرب سے نہو حتی کہ اگر کسی عربی نے کسی غیر قبیلہ کے آدمی سے موالات کی تو موالات نہ ہوگی و لیکن اسی گروہ کی طرف منسوب ہوگا اور وہ لوگ اسکے عاقلہ قرار پاوینگے اسی طرح اگر کسی عورت عربیہ نے غیر قبیلہ کے آدمی سے موالات کی تو یہی حکم ہی - اور ایک یہ ہی کہ عاقد اہل عرب کے موالی مین سے نہو کیونکہ اہل عرب کا مولے انھین مین سے قرار دیا جاتا ہی پس اسکا حکم بھی وہی ہی جو اہل عرب کا حکم ہی یہ بدائع مین ہی - اور ایک یہ شرط ہی کہ وہ شخص عاقد آزاد کردہ شدہ نہو یعنے دوسرے نے اسکو آزاد نہ کیا ہو ورنہ آزاد کنندہ اسکا مولے و وارث ہوگا - اور ایک یہ ہی کہ کسی شخص نے عاقد کی طرف سے پہلے عقل ادا نہ کیا ہو ورنہ وہی مولے رہیگا اور ایک یہ شرط ہی کہ عقد مین میراث و دیت جرم ادا کرنا شرط کرین یہ سراج الوہاج مین ہی - اور اگر دونون نے

میراث کی شرط کی تو یون ہی رکھا جائیگا اور ہر ایک دونون مین سے دوسرے کا وارث ہوگا اور یہ شرط
نہین ہی کہ عاقد نے جس سے عقد کیا ہی اُسکے ہاتھ پر مسلمان بھی ہوا ہو - اب رہا یہ امر کہ عاقد مجہول النسب ہو سو یہ
امر عقد کے صحیح ہونے کی شرط ہی یہ کافی مین ہی - اب رہا یہ کہ عاقد کا مسلمان ہونا سو اسلام اس عقد کیواسطے شرط
نہین ہی پس ایک ذمی کا دوسرے ذمی سے یا مسلمان سے یا مسلمان کا ذمی سے موالات کرنا صحیح ہی اسیطرح
مذکر ہونا بھی شرط نہین ہی پس عورت کا مرد سے یا مرد کا عورت سے موالات کرنا صحیح ہی اسیطرح دارالاسلام
بھی شرط نہین ہی پس اگر حربی نے مسلمان ہوکر دار الحرب یا دار الاسلام مین کسی مسلمان سے موالات کرلی تو
موالات صحیح ہی یہ بدائع مین ہی - اور اس عقد کا حکم یہ ہی کہ اگر عاقد مرگیا تو دوسرے کو جسکے واسطے میراث
شرط کردی تھی میراث ملیگی اور اگر اُسنے کوئی جرم کیا تو یہ شخص اسکی طرف سے دیت دیگا اور اس عقد مین
اسکی وہ نابالغ اولاد جو بعد عقد کے پیدا ہوئی ہی داخل ہوگی یہ تبیین مین ہی - اور اس عقد کی صفت یہ ہی کہ یہ عقد
جائز غیر لازم ہوتا ہی یعنے لزوم نہین ہوجاتا ہی - اور حکم کی صفت یہ ہی کہ جو ولاء اس عقد کے ذریعہ سے ثابت ہوتی ہی
وہ بذریعہ بیع یا ہبہ یا وصیت یا صدقہ کے منتقل تملیک نہین ہوتی ہی یعنے حق ولاء کو کوئی شخص فروخت کرکے دوسرے
کو نہین دے سکتا ہی کیونکہ یہ مال نہین ہی حتے کہ اگر زید نے ولاء موالات یا ولاء عتاقہ کو بعوض ایک غلام کے عمرو
کے ہاتھ فروخت کرکے غلام پر قبضہ کرلیا اور آزاد کیا تو عتق باطل ہوگا - اور اگر مولے اسفل نے اپنی ولاء
دوسرے کے ہاتھ فروخت یا اُسکو ہبہ کردی تو بیع یا ہبہ کچھ نہوگا ولیکن اس سے پہلے کی ولاء کا نقض اور اس
دوسرے کے ساتھ ولاء ثابت ہوگی یہ بدائع مین ہی - اور اگر زید نے عمرو سے موالات کی تو مولے
یعنی زید کو اختیار ہی کہ عمرو کی ولاء چھوڑ کر ڈالے کے ساتھ موالات کرے تا وقتیکہ عمرو نے زید کی طرف سے عقل
یعنے جرمانہ دیت ادا نہ کیا ہو اسواسطے کہ یہ عقد لازمی نہین ہوتا ہی جیسے وصیت مگر نقض عقد عمرو کی حضوری مین
ہوگا - اسیطرح اعلی کو اختیار ہی کہ اسفل کی ولاء سے برائت کرے مگر اسفل کا حضور ضرور ہی اور اگر اسفل نے
کسی دوسرے شخص سے موالات کرلی تو پہلے عقد کا نقض ہوجاویگا اگرچہ پہلا مولاے اعلے حاضر نہو اور اگر
پہلے مولاے اعلی نے اسکی طرف سے جرمانہ دیت ادا کیا ہو تو اسفل کو یہ اختیار نہین ہی کہ دوسرے کے ساتھ موالات
کرکے اپنی ولاء اول سے منتقل کرے اسیطرح اُسکے بیٹے کو بھی یہ اختیار نہین ہی کہ جب مولے اعلے نے اسکے باپ
کی طرف سے دیت ادا کی ہو پھر اُسکی ولاء سے اپنی ولاء کو منتقل کرے اسیطرح اگر مولے اسفل کے بیٹے کیطرف
سے دیت ادا کی ہو تو باپ و بیٹے دونون مین سے کسی کو اختیار نہوگا کہ اُس سے اپنی ولاء منتقل کرین کیونکہ
حکم ولاء مین باپ و بیٹے دونون بمنزلہ ایک شخص کے ہین یہ کافی مین لکھا ہی۔

فصل دوم مستحقین ولاء اور اسکے ملحقات کے بیان مین - اگر زید نے عمرو کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر عمرو کے
ساتھ موالات کی پھر زید کے ایک لڑکا ایسی عورت سے پیدا ہوا جو خالد کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر اُس سے موالات
کر چکی تھی تو لڑکے کی ولاء باپ کے موالی یعنے عمرو کو ملیگی اسیطرح اگر یہ عورت حالت حمل مین خالد کے ہاتھ پر
مسلمان ہوئی ہو اور اُس سے عقد موالات کرلیا ہو پھر لڑکا پیدا ہوا تو بھی یہی حکم ہی کہ لڑکے کی ولاء لڑکے کے باپ کے
ولی کو ملیگی اور یہ حکم بخلاف ولاء العتاقہ کے ہی کہ درصورت ولاء عتاقہ کے اگر وہ عورت آزاد ہوئی پھر اسکے

بعد بچہ جنی تو بچہ کی ولاء ماں کے موسے کو ملیگی — اور اگر زید و اُسکی عورت سے اولاد ہوئی اور وہ اولاد نا بالغ موجود ہی پھر زید نے عمرو کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر اُس سے موالات کر لی پھر زید کی جورو نے خالد کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر اس سے موالات کر لی تو اولاد کی ولاء بالاجماع باپ کے موسے کو ملیگی - اگر ذمیون مین سے ایک عورت نے جسکے پاس اُسکا ایک نابالغ بچہ ہی کسی شخص کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر اُس سے موالات کر لی تو امام اعظم رح کے نزدیک اسکی ولاء اور اسکے بچہ کی ولاء اس موسے کو ملیگی اور صاحبین کے نزدیک عورت کی ولاء موسے کو ملیگی اور اسکے بچہ کی ولاء نہ ملیگی یہ ذخیرہ مین ہی - اگر زید نے خالد کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر اُس سے موالات کر لی اور زید کے بالغ بیٹے نے عمرو کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر عمرو سے موالات کر لی تو ہر ایک کی ولاء اسکے موسے کو ملیگی اور اگر بیٹا فقط مسلمان ہوگیا تو اُسکی ولاء موقوف رہیگی اور باپ کے موسے کو نہ ملیگی اور باپ نے جو عقد موالات اپنے واسطے کیا ہی وہ بیٹے پر جاری نہ ہوگا یہ محیط مین ہی - ایک شخص ذمی مسلمان ہوگیا اور کسی سے اُسنے موالات نہین کی پھر اسکے ہاتھ پر کوئی کافر مسلمان ہوا تو یہ اُسکا موسے ہوگا اور اگر ایک ذمی ایک حربی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تو حربی اُسکا موسے نہ ہوگا اگرچہ اسکے بعد وہ حربی مسلمان ہوجاوے یہ مبسوط مین ہی - ایک حربی امان لیکر دار الاسلام مین آیا اور یہان ایک شخص زید کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر اُس سے موالات کر لی پھر اسکا باپ امان لیکر آیا اور خالد کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر اُس سے موالات کر لی تو ہر ایک کی ولاء اسکے موسے کو جس سے موالات کی ہی ملیگی اور یہ نہوگا کہ باپ اپنے بیٹے کی ولاء اپنی طرف کھینچ لاوے - اور اگر ایک حربی امان لیکر دار الاسلام مین آیا اور زید کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر اُس سے موالات کر لی پھر اُس حربی کا باپ قید ہوکر دار الاسلام مین آیا اور یہان آزاد کیا گیا تو وہ اپنے بیٹے کی ولاء اپنی طرف کھینچ لاویگا حتے کہ بیٹے کی ولاء باپ کے آزاد کنندہ کو ملیگی - اور اگر کسی حربی نے دار الحرب مین مسلمان کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر وہین یا دار الاسلام مین اُسکے ساتھ موالات کر لی تو جائز ہی پھر اسکا بیٹا قید ہوکر آیا اور آزاد کیا گیا تو وہ اپنے باپ کی ولاء اپنی طرف نہین کھینچ سکتا ہی اور اگر اُسکا باپ قید ہوکر آیا اور آزاد کیا گیا تو اپنے بیٹے کی ولاء اپنی طرف کھینچ لاویگا - اور اگر ایک ذمی نے اپنا غلام آزاد کیا پھر ذمی عہد توڑکر دار الحرب مین بھاگ گیا پھر گرفتار ہوکر آیا اور ایک شخص کا غلام بنا اور اسکے آزاد کردہ غلام نے چاہا کہ مین کسی شخص سے موالات کر لون تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی پھر اگر اسکا موسے کبھی آزاد ہوجائیگا تو اپنے آزاد کردہ کا وارث ہوگا اگر وہ مرجاوے اور اگر اُسنے بعد اسکے کوئی جنایت کی تو اُسکا جرمانہ خود ہی ادا کریگا اُسکا موسے اُسکی طرف سے نہ ادا کریگا ایسا ہی عامہ روایات مین مذکور ہی اور بعض روایات مین آیا کہ موسے اُسکا وارث ہوگا اور اُسکی جنایت کی دیت دیگا اور یہی صحیح ہی یہ محیط مین ہی - اور اگر عرب کے کسی نصرانی نے اپنے قبیلہ کے سوائے کسی دوسرے قبیلہ کے آدمی کے ہاتھ پر مسلمان ہوکر اسکے ساتھ موالات کر لی تو اسکا موسے ہوگا ولیکن اپنے گروہ کی طرف منسوب ہوگا اور وہی لوگ اسکے عاقلہ و وارث ہونگے اور یہی حکم عورت کا ہی یہ مبسوط مین ہی - اگر ایک کافر نے حالت کفر مین ایک مسلمان سے موالات کر لی پھر مسلمان ہوکر ایک شخص سے جسکے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہی موالات کر لی تو اُسکی ولاء اُسی کو ملیگی جسکے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہی اُسکو نہ ملیگی جسکے ساتھ قبل اسلام کے موالات کی تھی یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہی — تیسرا باب — متفرقات مین — اگر زید نے اقرار کیا کہ مین عمرو بن خالد کا فوق یا تحت مین سے مولی العتاقہ ہون اور

عمرو بن خالد نے تصدیق کی تو عمرو بن خالد اُسکا مولے ہوجائیگا کہ اُسکا وارث ہوگا اور اُسکی طرف سے عاقلہ ہوگا اسیطرح اگر زید نے اقرار کیا کہ عمرو بن خالد کا مولی الموالات ہوں اور عمرو نے اسکی تصدیق کی تو زید اُسکے مولی الموالات میں سے ہوگا اور اگر زید کی بالغ اولاد ہوں اور اُنھوں نے زید کے اقرار کی تکذیب کی اور کہا کہ ہمارا باپ بکر بن شعیب کا مولے ہو تو زید کے اقرار کی تصدیق اُسکی ذات کے واسطے ہوگی اور اولاد بالغ کے اقرار کی تصدیق اُنکی ذات کے واسطے ہوگی کیونکہ اولاد جب بالغ ہو تو باپ کو اُنکی طرف سے عقد ولاء کا اختیار نہیں ہوتا ہو پس اُنکے حق میں ولاء کا اقرار بھی نہیں کرسکتا ہو اور اسی سے یہ فرق ثابت ہوا کہ اگر اولاد نابالغ ہو تو باپ کو اُنکی طرف سے عقد ولاء کا اختیار ہو پس ولاء کے اقرار کا بھی اختیار رہے اور اگر ایک شخص کی جورو نے جس سے اولاد موجود ہو اقرار کیا کہ میں عمرو کی آزاد کی ہوئی ہوں اور اُس شخص نے اقرار کیا کہ میں خالد کا آزاد کیا ہوا ہوں اور عمرو نے جورو کی اور خالد نے شوہر کی تصدیق کی تو ہر ایک جورو و شوہر اپنے اپنے اقرار پر مصدق ہوگا اور اولاد کی ولاء باپ کے موالے کو ملیگی یہ ذخیرہ میں ہو — اگر ایک عورت آزاد شدہ معروف ہو اور اُسکا شوہر بھی کسی کا آزاد کردہ ہو اُس عورت کے بچہ پیدا ہوا پھر عورت نے کہا کہ میں اپنی آزادی سے پانچ مہینہ کے بعد بچہ جنی ہوں اور اُسکی ولاء میرے موالے کو ملنا چاہیے اور شوہر نے کہا کہ تو آزادی سے چھ مہینے پہلے جنی ہو اور اُسکی ولاء میرے موالے کو ملیگی تو شوہر کے قول کی تصدیق کیجائیگی یہ محیط میں ہو — اگر ایک عورت نے کسی شخص سے موالات کی اور اُسکے ایک بچہ پیدا ہوا کہ جسکا باپ معلوم نہیں تو اُس عورت کی ولاء میں داخل ہوگا اسیطرح اگر ایک عورت نے اقرار کیا کہ میں عمرو کی مولاۃ ہوں اور اُسکے پاس بچہ ہو جسکا باپ معلوم نہیں تو اُس عورت کا اقرار اُسکے و بچہ دونوں کے حق میں صحیح ہو اور دونوں عمرو کے موالاۃ میں سے ہوجاوینگے اور یہ حکم امام اعظم رح کے نزدیک ہو اور صاحبین نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں اولاد کی ولاء ماں کے موالے کے واسطے ثابت ہوگی یہ کافی میں ہو اگر عرب کا ایک شخص ہو جسکی عورت معروفۃ النسب نہیں ہو اُس سے عربی اولاد ہوئی پھر عورت نے دعوے کیا کہ میں عمرو کی آزاد کردہ ہوں اور عمرو نے اسکی تصدیق کی تو عورت کے قول کی تصدیق اُسی کے حق میں ہوگی اور اولاد کے حق میں نہوگی اور اگر عمرو نے آزاد کرنے میں اُسکی تکذیب کی اور کہا کہ یہ میری باندی ہو میں نے اسکو آزاد نہیں کیا ہو تو یہ عورت اسی کی باندی ہوجاویگی کیونکہ اُسنے اپنی ذات پر رقیت کا اقرار کیا پھر جب اُسکا دعوے کیا تو اسکے اقرار کی تصدیق ہوگی اور اُسکے دعوے کی تصدیق نہ کیجائیگی اور جو لڑکا وقت اقرار کے پیٹ میں موجود ہو اسکے حق میں بھی تصدیق نہوگی اور جو اولاد اسکے بعد پیدا ہو اُسکے حق میں امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُسکے اقرار کی تصدیق ہوگی یعنے وہ اولاد رقیق پیدا ہوگی اور امام محمد رح کے نزدیک نہ ہوگی حتے کہ اولاد آزاد پیدا ہوگی یہ ذخیرہ میں ہو — اگر ایک غلام نے اقرار کیا کہ میں زید و عمرو کا غلام آزاد کردہ ہوں کہ دونوں نے مجھے آزاد کیا ہو پس زید نے اقرار کی تصدیق کی اگر عمرو نے تکذیب کی تو یہ غلام بمنزلہ ایسے غلام کے ہو جسکا آدھا جو دو شخصوں میں مشترک ہو اور ایک نے اسکو آزاد کردیا ہو — اور اگر غلام نے کہا کہ میں زید کا آزاد کردہ غلام ہوں پھر کہا کہ میں عمرو کا آزاد کردہ غلام ہوں اور زید و عمرو دونوں نے اُسکا دعوے کیا تو وہ زید کا آزاد کردہ غلام قرار دیا جائیگا — اور اگر غلام نے کہا کہ مجھے زید و عمرو نے آزاد کیا ہو اور دونوں میں سے ہر ایک نے ۱۱

یہ دعوی کیا کہ فقط مین نے اسکو آزاد کیا ہی تو غلام پر کچھ نہین لازم آئیگا پھر اگر اسکے بعد غلام نے دونون مین سے
کسی خاص کے واسطے اقرار کیا یا دونون کے سواے کسی غیر کے واسطے اقرار کیا تو مقر لہ کا آزاد غلام قرار
دیا جائیگا اور ہمارے بعض مشایخ نے فرمایا کہ یہ حکم جو کتاب مین مذکور ہی کہ اگر غلام نے اسکے بعد کسی شخص غیر کے
واسطے اقرار کیا تو اسکا مولے ہو جائیگا یہ حکم صاحبین رحمہ کے قول کے موافق ہونا چاہیے اور امام اعظم رحمہ کے قول پر یہ
حکم ہی کہ اسکا اقرار جائز نہین ہی اور بعضے مشایخ نے فرمایا کہ یہ بالاجماع سب کا قول ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص
نے اقرار کیا کہ مین فلان عورت کا آزاد کردہ ہون اور عورت نے کہا کہ مین نے تجھے آزاد نہین کیا بلکہ تو میرے ہاتھ
پر مسلمان ہوا ہی اور تو نے مجھ سے موالات کر لی ہی تو وہ شخص اسکا مولی الموالات ہوگا پھر اگر اس شخص نے یہ چاہا کہ مین
اس عورت کی ولاءت اپنی ولاء دوسرے شخص کی طرف منتقل کرون تو امام اعظم رحمہ کے قیاس کے موافق ایسا نہین
کر سکتا ہی اور صاحبین رحمہ کے قیاس کے موافق کر سکتا ہی اور اگر اسنے یہ اقرار کیا کہ مین اسکے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور
اس سے موالات کر لی ہی اور عورت نے کہا کہ مین نے تجھے آزاد کیا ہی تو وہ شخص اسکا مولی الموالات قرار پائیگا اور
اسکو اختیار ہی کہ عورت کی موالات سے دوسری کی طرف ولاء منتقل کرے۔ اور اگر ایک شخص نے اقرار کیا کہ مین زید کا
آزاد کردہ ہون اسنے مجھے آزاد کیا ہی اور زید نے انکار کیا اور کہا کہ مین نے تجھے آزاد نہین کیا ہی اور نہ مین تجھے پہچانتا ہون
پھر اس مقر نے عمرو کے واسطے اقرار کیا کہ اسنے مجھے آزاد کیا ہی تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک اسکا اقرار صحیح نہین
ہی اور عمرو کا مولے نہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہی اور اسکا مولے ہو جائیگا بشرطیکہ عمرو اسکی تصدیق کرے
اگر زید نے ایک میت کے فرزند پر بعد موت کے دعوے کیا کہ مین نے تیرے باپ کو آزاد کیا ہی اور فرزند نے اسکی
تصدیق کی تو اسکی ولاء زید کے واسطے ثابت ہوگی اور اگر میت کی اولاد بالغ موجود ہون اور بعضی اولاد نے اسکی
تصدیق کی تو جنھون نے تصدیق کی ہی وہی زید کے موالی ہونگے اور اگر دو شخصون نے یعنی زید و عمرو نے دعوے
کیا اور بعضی اولاد نے زید کی اور بعضی نے عمرو کی تصدیق کی تو جس فریق نے جسکی تصدیق کی اسکے موالے ہونگے یہ محیط
مین ہی۔ اگر غلام نے زید پر دعوے کیا کہ مین اسکا غلام تھا اسنے مجھے آزاد کر دیا ہی اور زید نے کہا کہ مین نے تجھے آزاد
نہین کیا ہی تو جیسا میرا غلام تھا ویسا ہی ہی تو مولے کا قول قبول ہوگا پھر اگر غلام نے زید سے قسم لینی چاہی تو لے سکتا ہی
اور اگر ایسا ہو یعنی زید نے کہا کہ تو اصلی آزاد ہی کبھی میرا غلام نہ تھا اور نہ مین نے تجھے آزاد کیا ہی اور قسم لینی چاہی
تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک قسم نہ لیجاویگی کیونکہ اختلاف یہان ولاء مین واقع ہوا نہ عتق مین کہ عتق مین دونون کا اتفاق ہی
اور ولاء مین امام کے نزدیک استحلاف نہین ہوتا ہی۔ اسیطرح اگر زید نے آزاد میت کے وارث پر جو ایک
بیٹی یا مال چھوڑا ہی دعوے کیا کہ مین نے میت کو آزاد کیا اور مجھے ولاء سے نصف میراث چاہیے اور بیٹی نے کہا
کہ میرا باپ آزاد اصلی تھا تو دختر سے ولاء پر قسم نہین لیجائیگی مگر مال پر قسم یون لیجاویگی کہ واللہ مین نہین جانتی ہون کہ
میرے باپ کی میراث مین اس مدعی کا کچھ حق ہی۔ اور اسی باب مین ولاء موالات مثل ولاء العتاقہ کے ہی کہ امام اعظم
رحمہ کے نزدیک ولاء موالات پر قسم نہ لیجاویگی اور صاحبین نے اسمین بھی اختلاف کیا ہی اور اگر دختر نے بعد انکار
کے پھر مالک کے دعوے کا اقرار کیا تو یہ شخص مدعی اس میت کا مولے قرار پائیگا اور دختر کے انکار سے
ولاء کا نقض نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر ایک شخص نے موالی مین سے ایک عربی پر دعوے کیا کہ وہ میرا مولی ہی

اُسنے مجھے آزاد کیا حالانکہ یہ جھوٹا ہے پھر مدعی کی راے میں یوں آیا کہ اپنے کسی دوسرے پر ایسا دعوے کیا اور اُس سے قسم طلب کی تو امام اعظم رح کے نزدیک اُس سے قسم نہ لیجائیگی اور صاحبین کے نزدیک لیجاویگی تو توقف کیا جائیگا پس اگر شخص عادل سے جو غائب تھا اگر اُس مدعی کے دعوے کی تصدیق کی تو مدعی کی ولا دوسرے مدعا علیہ سے ثابت نہوگی اور اگر تکذیب کی تو دوسرے سے ثابت ہو جاویگی کذا فی المحیط

کتاب الاکراہ

قال المترجم اکراہ میں چار لفظ کا استعمال ہے ایک مُکرِہ بصیغہ اسم فاعل یعنی اکراہ کرنے والا اس لفظ کو مترجم استعمال کرتا ہے اور اسکی معنی ظاہر ہیں دوسرا مُکرَہ بصیغہ اسم مفعول یعنی جس شخص کو با اکراہ مجبور کیا اور بجائے اسکے مترجم لفظ مجبور کردہ استعمال کرتا ہے اور تیسرا مُکرَہ علیہ یعنی جس کام پر قولاً یا فعلاً مجبور کیا چوتھا مُکرَہ بہ یعنی جس وعید سے ڈرایا کہ تیرے ساتھ یہ کرونگا اگر تو ایسا نہ کریگا اور ان دونوں لفظوں کی تفسیر اسی مثال کر کے ہیں یاد رکھنا چاہیے اور اسمیں چار باب ہیں باب اول اکراہ کی تفسیر شرعی و انواع و شروط و حکم اور بعض مسائل کے بیان میں ہے اکراہ کی تفسیر شرعی یہ ہے کہ اکراہ ایسے فعل کا نام ہے جسکو آدمی غیر کے واسطے بلا اسکی رضامندی کے کرتا ہے کذا فی الکافی اور اکراہ کی دو اصل نوع دو قسم ہیں ایک اکراہ ملجی دوسرا اکراہ غیر ملجی پس اکراہ ملجی اسکو کہتے ہیں کہ جس شخص کو کسی کام کرنے پر یوں دھمکاوے کہ اگر نہ کریگا تو تیری جان ہلاک کردونگا یا کوئی عضو تلف کردونگا اور جو اکراہ غیر ملجی ہے وہ یہ ہے کہ قید کرونگا یا بیڑی ڈالونگا اور شرط اکراہ کی امام اعظم رح کے نزدیک یہ ہے کہ اکراہ بادشاہ وقت کی طرف سے ہو اور صاحبین کے نزدیک جو امر سلطان کی طرف سے پہونچتا ہے اگر وہ کسی غیر کی طرف سے پہونچتا نظر آوے تو یہ بھی اکراہ شرعی صحیح ہوگا کذا فی النہایہ اور یہی قول پر فتوے ہے اور اکراہ بہ یعنی اکراہ کرنے والا اُس شخص کی نظر میں جسکو مجبور کرتا ہے غالب ہو تو اکراہ جاتا رہا اور سلطانوں کی طرف سے اتفاق کیا ہے … کہ اکراہ ہوتا ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ اگر مامور یہ جانتا ہو کہ اگر میں یہ کام جسکا حکم دیا ہے نہ کرونگا تو بادشاہ میرے ساتھ خوفناک امر کریگا تو سلطان کا حکم ہی اکراہ ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں لکھا ہے اور فتاوے آہو میں مذکور ہے کہ شمس الائمہ حلوانی نے بیان کیا کہ سوائے سلطان کے دوسرے کی طرف سے اکراہ بالاجماع اسی وقت متحقق ہوگا کہ جب یہ شخص دوسرے سے استغاثہ نہیں لے سکتا ہے اور اگر لے سکتا ہو تو اختلاف ہے امام اعظم رح کے نزدیک متحقق ہوگا اور صاحبین کے نزدیک متحقق ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے اکراہ میں چند معانی کا اعتبار ہے ایک مکرہ میں دوسرے جسکو مجبور کیا ہے تیسرے جس امر پر مجبور کیا چوتھے جس بات سے ڈرایا ہے پس مکرہ میں یہ معتبر ہے کہ جس امر سے ڈرایا ہے وہ امر اسکے اختیار میں ہو کہ اسکا ایقاع کرسکتا ہو اور اگر ایسا نہوگا کہ جس بات سے ڈرایا ہو اسکے کرنے پر قادر نہ ہو تو ایسے شخص کا اکراہ اکراہ نہیں ہذیان ہے اور جس شخص کو ڈرایا ہے اور مجبور کیا ہو اُس میں یہ اعتبار ہے کہ مکرہ کی طرف سے وہ شخص اپنی جان پر خوفناک ہو کہ جس امر سے ڈراتا ہے اسکو جلدی واقع کریگا کیونکہ وہ شخص بالطبع پہلے اسکے مجبور نہیں ہوگا اور جس امر سے ڈراتا ہو اسمیں یہ معتبر ہے کہ اس سے جان تلف ہو یا کوئی عضو تلف ہو جاوے یا ایسے امر سے ڈراوے جس سے یہ شخص راضی

نہیں ہے اور جس کام پر اکراہ کیا ہے اسمیں یہ معتبر ہے کہ قبل اکراہ کے وہ کام اس شخص سے ممتنع ہو خواہ اُسی کے حق کی وجہ سے یا دوسرے آدمی کے حق کی وجہ سے یا شرعی حق کی وجہ سے اور ان احوال کے اختلاف کی وجہ سے حکم مختلف ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ رہا حکم اکراہ کا یعنی رخصت یا اباحت وغیرہ سو اکراہ کی شرط پائی جانے پر ثابت ہوگا اور اصل یہ ہے کہ مکرہ کے سب تصرفات قولی ہمارے نزدیک منعقد ہوتے ہیں ولیکن انمیں تصرفات میں سے جو تصرفات محتمل فسخ ہیں جیسے بیع و اجارہ وغیرہ وہ فسخ ہو جاوینگے اور جو فسخ نہیں ہو سکتے ہیں جیسے طلاق و عتاق و نکاح و تدبیر و استیلاد و نذر سو یہ تصرفات لازم رہینگے یہ کافی میں ہے جیسے تلف نفس یا عضو پر ڈر اگر کسی فعل کرنے پر اکراہ کیا تو وہ فعل مجبور کردہ سے منتقل کیا جائیگا مگر اُن صورتوں میں منتقل کیا جائیگا کہ جنمیں مجبور کردہ شخص مکرہ کا آلہ ہو سکتا ہے پس ایسا ہو جائیگا کہ گویا خود ہی مکرہ نے یہ فعل کیا ہے اور اسکی مثال یہ ہے کہ مثلاً زید کو دھمکایا کہ تجھے قتل کر دونگا یا تیرا ہاتھ کاٹ ڈالونگا اگر تو نے عمرو کو قتل نہ کیا یا اُسکا مال تلف نہ کیا اور اگر تلف نفس یا عضو پر ڈر اگر کسی قول کہنے پر مجبور کیا پس اگر وہ قول ایسا ہو کہ جسکا جد و ہزل یکساں ہے اور اُسکا ثبوت متعلق بقبول نہ ہو جیسے طلاق و عتاق تو ایسے اکراہ کا حکم یہ ہے کہ حق اتلاف میں مجبور کردہ شخص مکرہ کا آلہ قرار دیا جائیگا اور اتلاف اُس سے منتقل ہو کر مکرہ پر پڑیگا کیونکہ مجبور کردہ حق اتلاف میں مکرہ کا آلہ ہو سکتا ہے مگر حق تلفظ میں جس میں مجبور کردہ شخص مکرہ کا آلہ نہیں ہو سکتا ہے وہ مجبور کردہ ہی سے اختیار کیا جائیگا اور اگر ایسا قول ہو کہ جسکا جد و ہزل یکساں نہ ہو جیسے بیع و اجارہ و اقرار تو ایسے اکراہ کا حکم یہ ہے کہ یہ قول فاسد قرار دیا جائیگا اسی طرح اگر ایسا قول ہو جسکا جد و ہزل یکساں ہے مگر اُسکا ثبوت متعلق بقبول نہیں ہے تو ایسے اکراہ کا حکم بھی اس قول کا فساد ہے کہ مجبور کردہ کی ردت سے اُسکی عورت بائن نہ ہوگی پس ردت ایسی چیز ہے کہ اُسکا جد و ہزل یکساں ہے مگر ثبوت ردت متعلق بہ اعتقاد ہے پس اگر ایک شخص نے دوسرے کو مجبور کیا کہ کفر کرے اُسنے کفر قبول کر لیا کا اقرار کیا تو کافر نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر مکرہ نے قید و بند سے ڈرا کر کسی فعل پر مجبور کیا تو اُسکا کچھ حکم نہیں ہے اور یوں قرار دیا جائیگا کہ اس شخص نے بلا اکراہ خود ہی اس فعل کو کیا ہے اور اگر قید و بند سے ڈرا کر کسی قول پر مجبور کیا پس اگر ایسا قول ہے جسکا جد و ہزل یکساں نہیں ہے تو اُسکا حکم یہ ہے کہ یہ قول فاسد ہے اور اگر ایسا قول ہو جسکا جد و ہزل یکساں ہے تو اُسکا کچھ حکم نہیں ہے اور یوں قرار دیا جائیگا کہ مجبور کردہ نے خود اپنے اختیار سے یہ لفظ کہا ہے یہ نہایہ میں ہے۔ پس اگر کسی شخص کو قتل کیا یا عضو یا قید و بند سے ڈرا کر خرید یا فروخت یا اقرار یا اجارہ پر مجبور کیا تو مجبور کردہ کو اختیار ہوگا چاہے بیع کو تمام کر دے یا فسخ کر دے بخلاف اسکے اگر ایک روز کی قید یا بند یا ایک کوڑا مارنے پر ڈرایا تو یہ اکراہ نہیں ہے لیکن اگر یہ شخص مجبور کردہ صاحب منصب ہو کہ اُسکے حال سے معلوم ہو کہ یہ شخص اپنے قول سے متاثر ہوگا تو یہ شخص مجبور کردہ قرار دیا جائیگا اور قید کی وہ مقدار جو اکراہ ہو سکتی ہے اسقدر ہے کہ جس سے غم لاحق ہو اور ضرب سے اسقدر ہے کہ جس سے درد شدید حاصل ہو اور اسکی کوئی ایسی حد مقرر نہیں ہے کہ جس سے کم و زیادہ نہ ہو سکے بلکہ یہ امام وقت کی رائے پر موقوف ہے اسواسطے کہ یہ باختلاف احوال مردم مختلف ہوتا ہے کہ بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں جو بدون ضرب شدید و قید مدید کے در دمند نہیں ہوسکتے ہیں اور بعضے شرافت و صاحب منصب ہوتے ہیں کہ ادنی توہین سے مثل ایک کوڑے یا گوشمالی سے متاثر ہو سکتے ہیں خصوصاً جبکہ یہ حرکت

اسکے ساتھ مجمع عام مین یا سلطان کے روبرو کیا وے تو ایسے لوگون کے حق مین اکراہ صرف اسیقدر سے ثابت ہو گا یہ تبیین مین ہے - اگر زید نے عمرو کو بیع کر کے سپرد کر دینے پر مجبور کیا تو یہ بیع مکرہ ہوگی اور اگر اُسنے فقط بیع پر مجبور کیا اور عمرو نے بیع کر کے بخوشی سپرد کیا تو یہ بیع مکرہ نہین ہے پس ثابت ہوا کہ بیع پر اکراہ کرنے سے سپرد کر دینے پر اکراہ نہین ہوتا ہے پس سپرد کرنا برضا مندی ہوا اور اس سے یہ حکم ہو گا کہ اُسنے بیع کی اجازت دیدی اور سراجیہ ہم نے کہا ہے کہ جو شخص یون دعوے کرے کہ مین بیع کرنے پر مجبور کیا گیا تھا اور اب چاہتا ہون کہ مبیع مشتری سے واپس ملے تو اس دعوے کی سماعت نہ ہوگی تاوقتیکہ یون دعوے نکرے کہ مین بیع کر کے سپرد کر دینے پر مجبور کیا گیا تھا - اور جب اکراہ بیع کر کے سپرد کر دینے پر واقع ہو حتی کہ بیع مکرہ ہو جاوے اور مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا تو بملک فاسد اسکا مالک ہوگا اور مشتری کے تصرفات اسمین نافذ ہونگے اور بعد تصرف کے اگر مجبور کردہ نے اُسکی واپسی کی درخواست کی پس اگر ایسا تصرف ہو جو بعد وقوع کے محتمل نقض ہو تو مجبور کردہ کو اختیار ہے کہ اسکا تصرف توڑ کر اپنا مال مبیع کو جہان پاوے واپس لیوے اور اگر ایسا تصرف ہو جو بعد وقوع کے محتمل نقض نہین ہے جیسے عتق و تدبیر وغیرہ تو مجبور کردہ اسکو نہین توڑ سکتا ہے مگر اُسکو قیمت کی ضمان لینے کا اختیار ہے پس چاہے مکرہ سے مشتری کے سپرد کرنیکے روز کی قیمت لے یا مشتری سے ہمیشہ ڈانڈ لے پس اگر اُسنے مشتری سے ضمان لینا اختیار کیا تو چاہے مشتری کے قبضہ کرنیکے روز کی قیمت لے یا جس روز اُسنے آزاد کیا ہے اُس روز کی قیمت لے یہ ذخیرہ مین ہے - اگر زید نے عمرو کو بیع پر مجبور کیا اور عمرو نے ثمن پر بطوع خود قبضہ کیا تو یہ اجازت ہے کیونکہ ثمن پر بطوع خود قبضہ کرنا رضا مندی کی دلیل ہے اور یہ شرح طحاوی بخلاف اسکے اگر ہبہ پر اکراہ کیا سپرد کرنے پر اکراہ نکیا اور مجبور کردہ نے سپرد کیا تو یہ اجازت نہین ہے اگرچہ بطوع خود سپرد کیا ہے اور اگر مجبور کردہ نے باکراہ اسکو قبول کیا تو یہ بیع کی اجازت نہین ہے اور اُسپر واجب ہوگا کہ ثمن واپس کرے اگر اسکے پاس موجود ہو کیونکہ بسبب اکراہ کے عقد فاسد ہے اور اگر تلف ہو گیا ہو تو اس سے کچھ نہین لے سکتا ہے اور اگر مشتری کے ہاتھ مین بیع تلف ہو گئی حالانکہ مشتری مجبور کردہ نہ تھا مگر بائع مجبور کردہ تھا تو مشتری اُسکی قیمت بائع کو ڈانڈ دے اور بائع کو اختیار ہے کہ مکرہ سے ضمان لے پس اگر مکرہ سے ضمان لی تو مکرہ مشتری سے قیمت واپس لیگا اور اگر مشتری سے ضمان لی تو مشتری کی ملک مبیع مین ثابت ہو گی اور مکرہ سے مشتری کچھ نہین لے سکتا ہے اور اگر مشتری نے دوسرے کے ہاتھ اسکو فروخت کر دیا اور دوسرے نے تیسرے کے ہاتھ علی ہذا القیاس اسی طرح ہاتھون ہاتھ چند بار فروخت ہوئی تو سب بیع مشتری اول کے ضمان دینے سے نافذ ہو جاوینگی اور بائع اول کو اختیار ہے کہ جس مشتری سے چاہے ضمان لے اور جو مشتری ان مشتریون مین سے ضمان ادا کریگا وہ مالک ہو جاویگا اور جتنی بیوع اسکے بعد واقع ہوئی ہین وہ سب جائز ہو جاوینگی مگر ما قبل کی بیوع باطل ہو گی بخلاف اسکے اگر مجبور کردہ نے ان بیوع مین سے کسی بیع کی اجازت دی تو سب بیوع ما قبل و ما بعد کی جائز ہو جاوینگی اور ثمن کو مشتری اول سے وصول کریگا یہ تبیین مین ہے - اگر بائع مجبور کردہ ہو مشتری مجبور کردہ نہو پس مشتری نے بعد قبضہ کے کہا کہ مین نے بیع توڑ دی تو اُسکا توڑنا صحیح نہین ہے اور اگر قبل قبضہ کے نقض کیا تو صحیح ہے اور اگر مشتری مجبور کردہ ہو بائع نہو تو قبل قبضہ کے دونون مین سے ہر ایک کو نقض بیع کا اختیار ہے مگر بعد قبضہ کے فقط مشتری کو فسخ کا اختیار رہوگا نہ بائع کو یہ فتاوے قاضی خان مین ہے - اگر مشتری مجبور کردہ ہو نہ بائع

پھر مبیع مشتری کے پاس تلف ہوئی پس اگر بلا تعدی تلف ہوئی تو امانت کا مال گیا یہ خزانۃ المفتین میں ہے - اگر سلطان نے زید کو کسی چیز کے خریدنے و قبضہ کرکے ثمن دینے پر مجبور کیا اور بائع مجبور کردہ نہیں ہے پھر مشتری مجبور نے بعد خریدنے و قبضہ کرنے کے اُسکو آزاد کردیا یا مدبر بنایا یا باندی تھی اُس سے وطی کی یا شہوت سے بوسہ لیا تو خرید نافذ ہو جاویگی - اور اگر مشتری نے خریدا اور ہنوز قبضہ نہیں کیا کہ بائع نے اُسکو آزاد کیا تو عتق نافذ و بیع باطل ہو جاویگی اور اگر مشتری نے قبل قبضہ کے اُسکو آزاد کیا تو استحساناً عتق نافذ ہوگا اور اگر قبل قبضہ کے دونوں نے معاً اُسکو آزاد کیا تو بائع کا آزاد کرنا نافذ ہوگا یہ محیط میں ہے - اور اگر بائع مجبور کردہ ہو مشتری نہ ہو اور مشتری نے قبل قبضہ کے اُسکو آزاد کردیا تو اُسکا عتق باطل ہے اور اگر مشتری کے آزاد کرنیکے وقت بائع نے اجازت دیدی تو بیع جائز ہو جاویگی کیونکہ ابھی تک معقود علیہ پر عقد کا حکم ہو سکتا ہے اور یہ عتق جو مشتری سے واقع ہوا جائز نہیں - اور اگر دونوں نے اسکو آزاد کیا تو بائع کا اعتاق جائز ہے کیونکہ اسکی ملک پر واقع ہوا ہے اور اس سے بیع ٹوٹ گئی اور اگر مشتری نے قبضہ کرلیا پھر دونوں نے اسکو آزاد کیا تو غلام مشتری کی طرف سے آزاد ہوا - اور اگر بائع و مشتری دونوں مجبور کردہ ہوں کہ عقد کرکے بیع و ثمن پر باہمی قبضہ کریں اور دونوں کو ایسا ہی کرنا پڑا پھر ایک نے بعد اسکے کہا کہ میں نے بیع کی اجازت دیدی تو اُسکی جانب سے بیع جائز ہو جاویگی اور دوسرا اپنے حال پر رہیگا - پھر اگر دونوں نے بلا اکراہ اجازت دیدی تو بیع جائز ہے اور اگر دونوں نے اجازت نہ دی یہانتک کہ مشتری نے غلام آزاد کردیا تو عتق جائز ہے پھر اگر اسکے بعد دوسرے نے اجازت دی تو اُسکی اجازت پر التفات نہ کیا جائیگا کیونکہ تیسرے پر ضمان قیمت متقرر ہو چکی ہے اور محل عقد ابتداءً معدوم ہو گیا اور اگر دونوں نے باہمی قبضہ نہ کیا یہانتک کہ ایک نے بلا اکراہ بیع کی اجازت دیدی تو بیع بحالہ فاسد رہیگی کیونکہ ایک کی طرف سے اکراہ پایا جانا فساد بیع کے واسطے کافی ہے - اور اگر معاً دونوں نے اسکو آزاد کیا حالانکہ ایک نے بیع کی اجازت دیدی ہے پس اگر وہ غلام مقبوض نہ ہو تو بائع کا اعتاق جائز ہے اور مشتری کا باطل ہے اور اگر ایک نے آزاد کیا پھر دوسرے نے آزاد کیا پس اگر بائع نے بیع کی اجازت دیدی ہو اور مشتری نے بائع سے پہلے آزاد کیا تو یہ فعل دونوں کی طرف سے بیع کی اجازت متحقق کریگا اور ثمن بائع کا مشتری پر واجب ہوگا اور عتق مشتری کیطرف سے نافذ ہوگا کیونکہ اسکی ملک سابق ہو چکی ہے اور اگر بائع نے پہلے آزاد کیا تو اُسنے اعتاق سے بیع توڑ دی اور اُسکی طرف سے عتق نافذ ہو گیا پھر دونوں میں سے کسی کی اجازت نفاذ بیع کیواسطے کارآمد نہ ہوگی اور نہ مشتری کا اعتاق اُسکے بعد نافذ ہو سکتا ہے اور اگر مشتری نے اولاً بیع کی اجازت دی ہو اور بائع نے اجازت نہ دی ہو تو بائع کا اعتاق نافذ ہوگا اور اُس سے بیع ٹوٹ جاویگی خواہ مشتری نے پہلے آزاد کیا ہو یا اسکے بعد آزاد کیا ہو کیونکہ مشتری کی اجازت کے بعد بھی وہ غلام بائع کی ملک میں باقی ہے پس بائع کا اعتاق اُسکی ملک پر واقع ہوا اسواسطے نافذ ہوگا اور بیع ٹوٹ جاویگی یہ مبسوط میں ہے - اگر زید کو اپنی باندی فروخت کردینے پر مجبور کیا اور کسی مشتری کا نام نہ لیا اُسنے باندی کسی شخص کے ہاتھ فروخت کردی تو یہ فاسد ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے - اگر زید کو ظالموں نے گرفتار کیا کہ مال ادا کرے اور اُسپر ادا کے مال کے واسطے اکراہ کیا اور یہ ذکر نہ کیا کہ اپنی باندی کو اس مال کے عوض فروخت کرکے ادا کرے مگر زید نے

اپنی باندی اسلیے فروخت کی کہ یہ مال ادا کرے تو بیع جائز ہوگی کیونکہ اُسنے بطوع خود باندی فروخت کی ہی اسلیے کہ ادا
مال کا تحقق بطریق استقراض یا استیہاب ہو سکتا ہی کچھ باندی کی فروخت پر موقوف نہین ہی اور یہ ظالمون کی عادت ہی کہ جب
کسی شخص سے مصادرہ چاہتے ہین تو اسکو ادا ے مال پر مجبور کرتے ہین اور یہ نہین کہتے ہین کہ اپنی ملک کی کوئی
چیز فروخت کرے سے کہ جب اُسنے وہ چیز فروخت کردی تو بیع اُسکی نافذ ہوجاتی ہی تو ایسی بلا مین مبتلا ہونے
کے وقت حیلہ یہ ہی کہ ظالم سے کہے کہ مین کہان سے ادا کرون میرے پاس مال نہین ہی پھر جب ظالم اُس سے کہے کہ
اپنی باندی فروخت کرکے ادا کر تو اب وہ شخص باندی فروخت کرنے پر مجبور قرار دیا جائیگا پس بیع نافذ نہ ہوگی
یہ محیط مین ہی ۔ ایک شخص دس ہزار درم پر ایک باندی خریدنے پر مجبور کیا گیا حالانکہ باندی کی قیمت ہزار درم ہین
اُسنے دس ہزار سے زیادہ کو خریدی یا ایک شخص دس ہزار درم کی قیمت کی باندی کو ہزار درم پر فروخت کرنے
پر مجبور کیا گیا اُسنے ہزار سے کم پر فروخت کی تو ہمارے علماء کے قول پر استحساناً بیع جائز ہی ۔ اور اگر ہزار درم
پر ایک باندی فروخت کرنے پر مجبور کیا گیا اُسنے بعوض دینارون کے جنکی قیمت ہزار درم ہی فروخت کی تو ہمارے
علماء کے قول پر بیع فاسد ہی اور اگر ہزار درم پر باندی فروخت کرنے پر مجبور کیا گیا اُسنے بعوض کسی اسباب
یا حیوان کے جسکی قیمت ہزار درم ہی فروخت کی یا ہزار درم کے اقرار پر مجبور کیا گیا اُسنے سو دینار کا جسکی قیمت
ہزار درم ہی اقرار کیا تو ہمارے علماء کے قول پر یہ بیع و اقرار نافذ ہوگا اور اگر ہزار درم پر فروخت کرنے پر مجبور کیا گیا
اُسنے دو ہزار درم کو فروخت کی تو کل بیع جائز ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی ۔ اور اگر بیع پر مجبور کیا گیا اور مجبور
نے مبیع ہبہ کردی تو جائز ہی اسیطرح اگر ہزار درم حق کا اقرار کرنے پر مجبور کیا گیا اُسنے ہزار درم ہبہ کردیے
تو بھی جائز ہی یہ محیط مین ہی ۔ اگر ایک شخص تلف نفس یا عضو کی دھمکی سے مجبور کیا گیا کہ اُسنے غلام ہزار درم قیمت
کا دس ہزار درم کو خریدا اور ثمن دیدینے اور غلام پر قبضہ کرلینے پر بھی مجبور کیا گیا اور مشتری نے سابق
مین قسم کھائی تھی کہ جس غلام کا مین آیندہ مالک ہون وہ آزاد ہی یا خاص اُسی غلام کی نسبت قسم کھائی تھی تو یہ غلام
آزاد ہوجائیگا اور مکرہ سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی ۔ اور اگر زید اپنے ذی رحم محرم کو
قیمت سے زیادہ پر خریدنے اور اُسپر قبضہ کرنے پر مجبور کیا گیا اور زید نے خرید کر قبضہ کیا تو آزاد ہوجاویگا
اور قیمت دینی لازم آویگی اور جو کچھ اُسنے دیا ہی وہ مکرہ سے واپس لیگا اور اسیطرح اگر ایسی باندی خریدنے
پر جو زید سے بنکاح بچہ جنی ہی اور اسکے قبضہ کرنے پر مجبور کیا گیا یا ایسی باندی خریدنے پر مجبور کیا گیا جسکی نسبت
اُسنے یون قسم کھائی تھی کہ اگر مین اسکا مالک ہون اور قابض ہون تو یہ مدبرہ ہی تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط مین ہی ۔
اگر سلطان نے زید کو تلف یا قید کی دھمکی سے اسپر مجبور کیا کہ میری متاع اس شخص کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت
کرے حالانکہ مشتری خرید پر مجبور نہین کیا گیا اور شخص مجبور نے مشتری کے ہاتھ متاع فروخت کی تو بیع
جائز ہی اور عہدہ اُسکا سلطان پر ہوگا نہ بائع پر اور اگر اسکے بعد مشتری سے بائع نے ثمن طلب کیا تو بیع کا
عہدہ اُسی مشتری کی طرف راجع ہوگا اور اگر سلطان نے اس بات پر مجبور کیا کہ میرے واسطے فلان شخص کا
اسباب ہزار درم مین خریدے اور زید نے خرید کیا تو خرید جائز ہی اور کل اسباب سلطان کا ہوگا اور مشتری
پر کچھ عہدہ نہین ہی حتے کہ مشتری سے ثمن سپرد کرنے کا مطالبہ نہ کیا جائیگا اور اگر پھر مشتری نے بائع سے مبیع

سپرد کرنے کا مطالبہ کیا تو عہدہ زید کے ذمہ رجوع ہوگا اور اُس سے ثمن ادا کرنے کا مطالبہ کیا جائیگا یہ ذخیرہ میں ہے۔
اگر زید مجبور کیا گیا کہ اپنا آدھا گھر غیر مقسوم عمرو کو ہبہ کر دے یا اُس سے مقسوم وغیر مقسوم کچھ بیان نہ کیا اور مجبور
کیا گیا کہ سپرد بھی کر دے پس زید نے تمام گھر ہبہ کر کے سپرد کر دیا تو یہ جائز ہے کیونکہ اُسنے ایسا ہبہ کیا جسپر وہ مجبور
نہیں کیا گیا تھا اور اگر اپنے آدھے گھر مقسوم کی بیع پر مجبور کیا گیا اور اُسنے تمام گھر بیع کیا تو ہمارے نزدیک استحساناً
بیع جائز نہیں ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر زید کو مجبور کیا کہ عمرو کے ہاتھ بطور بیع فاسد کے فروخت کرے
اور زید نے بطور بیع صحیح کے فروخت کیا تو بیع جائز ہے اور اگر بطور بیع جائز کے فروخت کرنے پر اور سپرد کرنے
پر بھی مجبور کیا گیا اور اُسنے بطور بیع فاسد کے فروخت کر کے دیدی اور مبیع مشتری کے پاس تلف ہو گئی تو بائع
کو اختیار ہے کہ چاہے مکرہ سے ضمان لے یا مشتری سے کذا فی المبسوط۔ اگر اسکو بیع فاسد پر اکراہ کیا اسنے بیع کی
تو جائز ہے۔ اور برعکس میں اسکو اختیار ہے کہ مکرہ سے مبیع کی قیمت کی ضمان لے اور وہ مشتری سے مال ضمان واپس
لیگا اور اگر مکرہ نے زید کو نصف دار مقسوم یا کسی بیت کے ہبہ پر مجبور کیا اُسنے کل مکان ہبہ یا فروخت کیا تو جائز
نہیں ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔ اگر زید کو مکرہ نے عمرو کو مکان ہبہ کر دینے پر مجبور کیا اُسنے عمرو کو صدقہ میں دیدیا یا صدقہ
دینے پر مجبور کیا تھا اُسنے ہبہ کر دیا اور عمرو اُسکا ذو رحم محرم ہے یا اجنبی ہے تو یہ جائز ہے کیونکہ ہبہ اور ہے اور صدقہ اور ہے
اور اگر مکرہ نے ہبہ کر کے سپرد کر دینے پر مجبور کیا اور مجبور نے بعوض ہبہ کر کے باہمی قبضہ کر لیا تو جائز ہے اور اگر مکرہ
نے بعوض ہبہ کرنے پر مجبور کیا اور مجبور نے بعوض فروخت کر دیا اور باہمی قبضہ کر لیا تو باطل ہے اسی طرح اگر بیع
اور قبضہ باہمی پر مجبور کیا اور مجبور نے بعوض ہبہ کر کے باہمی قبضہ کر لیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مکرہ نے ہبہ و قبضہ
دیدینے پر مجبور کیا اور مجبور نے ایسا ہی کیا پھر موہوب لہ نے اُسکو کچھ عوض دیا اُسنے قبول کیا تو یہ اجازت قرار
پائیگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر مکرہ نے ہبہ کر دینے پر مجبور کیا اور مجبور نے اُسکو نحلہ یا عمری میں دیا تو
یہ باطل ہے خواہ موہوب لہ اُسکا ذو رحم محرم ہو یا اجنبی ہو یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مکرہ نے خالد کو اس امر
پر مجبور کیا کہ اپنی باندی زید کو ہبہ کرے اُسنے زید و عمرو دو شخصوں کو ہبہ کر دی تو حصہ عمرو کا ہبہ جائز اور حصہ
زید کا باطل ہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر اس مسئلہ میں بجائے باندی کے ہزار درم ہوں تو سب
اماموں کے نزدیک بالاتفاق کل ہبہ باطل ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر مکرہ نے زید کو مجبور کیا کہ عمرو کو ہبہ
کرے اور قبضہ دلا دینے پر مجبور نہیں کیا پس زید نے ہبہ کر کے وہ چیز عمرو کو دیدی اور کہا کہ میں نے تجھے
ہبہ کیا تو اسکو لے لے اور عمرو نے وہ چیز لے لی اور اسکے پاس تلف ہو گئی تو زید کو اختیار ہوگا کہ چاہے مکرہ
سے قیمت کی ضمان لے یا عمرو سے ضمان لے یہ مبسوط میں ہے۔

دوسرا باب اُن امور کے بیان میں جنکا کرنا شخص مجبور کردہ شدہ کو حلال ہے اور جنکا نہیں حلال ہے۔ اس باب
کے مسائل چار قسم پر ہیں اول وہ کہ جنکا کرنا واجب ہے کہ کرنے سے اور ترک کرنے سے گنہگار رہوگا دوم وہ کہ جنکے
نہ کرنے سے ثواب ہوگا حالانکہ اگر کرے تو گنہگار نہو مگر ترک کرنا واجب ہے سوم وہ کہ جنکے نہ کرنے سے ثواب
پائیگا اور کرنے سے گنہگار رہوگا چہارم وہ کہ جنکا کرنا و نہ کرنا دونوں یکساں ہیں یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔
سلطان نے اگر ایک شخص کو گرفتار کیا اور کہا کہ یا تو یہ شراب پیے یا یہ مردار کھاوے یا یہ سور کا گوشت کھاوے

ورنہ مین تجھے قتل کرونگا تو اس شخص کو اُسکا پینا وکھانا جائز ہی بلکہ اگر اُسکا غالب گمان یہ ہو کہ درصورت نہ کھانے کے مقتول ہوگا تو کھانا اُسپر فرض ہی پس اگر اُسنے نہ کھایا اور سلطان نے اسکو قتل کیا تو ظاہر الروایہ کے موافق گنہگار ہوگا اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ گنہگار اور خودکشی کے جرم مین ماخوذ ہوگا لیکن اگر یہ نجانتا ہو کہ بوقت ضرورت یہ چیزین مباح ہو جاتی ہین اور حرام سمجھکر اُسنے نہ کھائین اور مقتول ہوا تو امید ہی کہ اُسکے حق مین گنجائش ہو اور اگر مباح ہوجانے کو جانکر اُسنے نہ کھائین تو ماخوذ ہوگا ایسا ہی محمد رح نے فرمایا ہی اور اگر اُس شخص کے غالب گمان مین یہ امر ہی کہ سلطان مجھسے دل‌لگی کرتا ہی اور قتل کرنے پر دھمکاتا ہی مگر نہ کھانے کی صورت مین قتل نہ کریگا تو اُسکو کھانا حلال نہین ہی اور اس باب مین اسکی راے حکم ہی۔ اسی طرح اگر ظالمون نے اُسکے عضو کے تلف کرنے پر دھمکایا مثلاً ہاتھ وغیرہ کاٹ ڈالنے پر ڈرایا اسی طرح اگر سو کوڑے وغیرہ مارنے پر دھمکایا کہ جس سے جان یا کسی عضو کے تلف ہو جانے کا خوف ہی تو بھی مثل قتل کے اسکا حکم ہی اور امام محمد رح نے اُسکی کوئی مقدار مقرر نہین کی بلکہ ضرب کی مقدار مجبور کردہ کی راے پر تفویض کی ہی اور یہی صحیح ہی اور فرمایا کہ اگر ایک یا دو کوڑے مارنے پر دھمکایا تو اُسکو ان حرام چیزون کا کھانا مباح نہین ہی لیکن اگر ظالمون نے یون ڈرایا کہ ایک یا دو کوڑے آنکھون پر یا آلہ تناسل وفوطون پر مارینگے تو گنجائش ہی اور اگر اسکو حبس دوام یا بند دائمی پر دھمکایا تو اُسکو کھانا مباح نہین ہی بشرطیکہ اس قید وبند مین کھانا یا پانی بند نہ کیا جاوے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اگر شخص مجبور کردہ صاحب عیش وعشرت ہو کہ جسپر یہ قید وبند شاق گذرے اسطرح کہ اُسکے دل مین یہ سماوے کہ درصورت عدم تناول کے مین قید وبند مین مرجاؤنگا یا میرا کوئی عضو جاتا رہیگا تو اسکو کھالینا مباح ہی اور اسیطرح اگر کسی مکان تاریک مین قید کرنے پر دھمکایا جسکے اندر دیر تک رہنے سے بینائی جاتی رہنے کا خوف ہی تو بھی اُسکو کھالینا مباح ہی۔ اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ امام محمد رح نے اسطرح کا حکم فقط اپنے زمانہ کی قید دیکھکر فرمایا ہی اور اب اس زمانہ مین جو صورت قید کی موجود ہی اُس سے کھالینا مباح ہوتا ہی اور اگر ظالمون نے کہا کہ ہم تجھے بھوکا رکھینگے ورنہ تو ان چیزون کو تناول کر تو اُسکو تناول کرنا مباح نہین ہی تاوقتیکہ بھوک سے یہ نوبت نہ پہونچے جس سے خوف تلف ہو یعنی مین ہی۔ اور اگر اس شرط پر مجبور کیا گیا کہ اللہ تعالے کے ساتھ کفر کرے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا کہے اور دھمکایا گیا کہ درصورت نہ کہنے کے قتل کیا جائیگا یا عضو قطع کیا جائیگا تو کلمہ کفر اظہار کرنے مین اسکو رخصت دیگئی ہی پس اگر اُسنے کلمہ کفر اظہار کیا حالانکہ اُسکا دل ایمان سے مطمئن ہی تو گنہگار نہ ہوگا اور اگر اُسنے صبر کیا یہانتک کہ مقتول ہوا تو اسکو ثواب عظیم ملیگا اور اگر قید وبند یا ضرب سے دھمکایا گیا کہ کلمہ کفر کہے یا سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کرے تو یہ درحقیقت اکراہ نہین ہی جبتک کہ ایسے امر سے نہ دھمکایا جاوے جس سے تلف نفس یا عضو کا خوف ہی اور اگر کسی مسلمان کے مال تلف کرنے کے واسطے ایسے امر سے اکراہ کیا گیا جس سے تلف نفس یا عضو کا خوف ہی تو اسکو رخصت ہی اور اگر اُسنے مکرہ کا کہنا نہ مانا اور صبر کیا یہانتک کہ مقتول ہوا تو شہید ہوگا اور ثواب عظیم پائیگا اور اگر فقط قید وبند سے دھمکایا گیا تو اسکو مال مسلم کے تلف کردینے کی گنجایش نہین ہی اور صاحب مال کو اختیار رہی کہ مکرہ سے ضمان لے یہ کافی مین ہی۔ اور اگر تلف نفس یا عضو پر ڈرایا گیا کہ زید کا مال لے لے یا عمرو کا تو کچھ ڈر نہین ہی کہ دونون مین سے ایک کا مال لے لے پھر اگر دونون مین سے کسکا مال لینا اولے ہی تو اس

مسئلہ کی آٹھ صورتیں ہیں[91] اول یہ کہ دونوں شخص تونگری میں یکساں ہوں مگر یہاں دو صورتیں ہیں کہ اگر دونوں مال مقدار میں بھی برابر ہوں تو اُسکو اختیار ہے کہ دونوں میں سے کسی کا مال لے لے اور اُسکی ضمان مکرہ پر آئیگی اور اگر اُسنے زیادہ مقدار کے مال کو تلف کیا تو ضامن ہوگا اور مکرہ کی طرف رجوع نہیں کر سکتا ہے - اور دوم یہ کہ دونوں میں سے ایک بنسبت دوسرے کے تونگر ہو اور یہاں بھی دو صورتیں ہیں کہ اگر دونوں مال مقدار میں برابر ہوں تو جو شخص زیادہ تونگر ہے اُسکا مال تلف کرے اسی طرح اگر ایک مال زیادہ ہو تو بھی زیادہ تونگر کا مال تلف کرے سوم یہ کہ دونوں فقیر ہوں اور فقر میں برابر ہوں پس اگر دونوں مال مقدار میں برابر ہوں تو اسکو اختیار ہے کہ جسکا مال چاہے تلف کر دے اور اگر ایک مال کم ہو تو کم کو تلف کرے اور اگر[92] دونوں میں سے ایک زیادہ فقیر ہو تو اسکا مال نہ لیوے ہر حال میں[93] دوسرے کا مال تلف کرے یہ محیط میں ہے - اگر چور نے زید کو مجبور کیا کہ اپنا مال عمرو کو دے اور عمرو کو مجبور کیا کہ اس سے لیکر قبضہ کرے اور مجھے دیدے اور اکراہ بوعید تلف نفس یا عضو کیا اور اسکے پاس وہ مال تلف ہوگیا تو ضمان اُس شخص پر لازم آویگی جسنے دونوں پر اکراہ کیا ہے نہ قابض پر اسی طرح اگر چور نے قابض کو قبضہ کرکے چور کو دینے پر مجبور کیا اور وہ مال قابض کے پاس چور کو دینے سے پہلے تلف ہوگیا تو بھی قابض پر ضمان لازم نہ آویگی بشرطیکہ یوں قسم کھا جاوے کہ واللہ میں نے اسواسطے قبضہ بطوع خود نہیں کیا کہ اسکو لیکر رکھ لوں اور واللہ نہیں قبضہ کیا میں نے اسکو دینے کے واسطے مگر مجبوری یہ مبسوط میں ہے - اگر زید کو مجبور کیا کہ عمرو کو ہبہ کر دے اور عمرو کو مجبور کیا کہ قبول کرے اور قبضہ کر لے اور دونوں کو بوعید تلف مجبور کیا پس اگر قابض نے کہا کہ میں نے اسطور پر قبضہ کیا تھا کہ میرے پاس مثل ودیعت کے رہے تو اُسی کا قول قبول ہوگا اور اگر کہا کہ میں نے ہبہ کے طور پر قبضہ کیا تھا کہ میرے سپرد ہو جاوے تو رب المال کو اختیار ہے کہ چاہے قابض سے ضمان لے یا مکرہ سے پس اگر مکرہ سے ضمان لی تو وہ قابض سے تاوان کے موہوب لہ سے واپس لیگا یہ [94] مبسوط میں ہے - اگر ایک چور نے ایک شخص کو قید سے ڈرا کر اس امر پر مجبور کیا کہ یہ مال عمرو کے پاس ودیعت رکھے اور اُسنے رکھدیا اور وہ مستودع کے پاس تلف ہوگیا حالانکہ مستودع مجبور نہیں کیا گیا تھا تو مستودع یا مکرہ کچھ تاوان نہ دیگا اور اگر بوعید تلف ڈرا کر اس کام پر مجبور کیا ہو تو رب المال کو اختیار ہوگا کہ چاہے مستودع اور چاہے مکرہ سے تاوان لے اور دونوں میں سے جسنے تاوان دیا وہ دوسرے سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے - اور اگر زید کو اُسکے غلام فروخت کرنے اور عمرو کو خریدنے پر اور دونوں کو باہمی قبضہ کرنے پر باکراہ مجبور کیا پھر مشتری کے پاس غلام تلف ہوگیا پھر خصومت پیش آئی تو مکرہ سے غلام کا تاوان بائع کو اور ثمن کی ضمان مشتری کو دلائی جاویگی کیونکہ دونوں میں سے ہر ایک اس مکرہ کی طرف سے اپنا مال دوسرے کو دینے پر مجبور ہوا ہے پھر اگر دونوں میں سے ایک نے دوسرے سے تاوان لینا چاہا تو ہر ایک سے اُسکے مقبوضہ کا حال کہ کس وجہ سے قبضہ کیا تھا دریافت کیا جائیگا پس اگر اُسنے کہا کہ میں نے بوجہ اُس بیع کے جسپر مجبور کیا گیا تھا قبضہ کیا تاکہ یہ شے میری ہو جاوے اور دونوں نے یہی کہا تو بیع جائز ہے اور مکرہ پر اس اکراہ کی ضمان نہ آویگی اور اگر یوں کہا کہ میں نے مجبوری قبضہ کیا تھا تاکہ جسکی چیز ہے اُسکو واپس کر دوں اور جو میں نے دیا ہے اُسکو واپس لوں اور ہر ایک نے دوسرے کے واسطے یوں قسم کھالی تو دونوں میں سے کسی کی ضمان دوسرے پر نہ آویگی اور اگر ایک نے قسم کھالی مگر دوسرے نے نہ کھائی

توجسنے قسم کھا لی اسپر تاوان نہیں ہی اور جسنے نہیں کھائی وہ مقبوضہ کی ضمان دیگا پس اگر قسم سے انکار کرنے والا وہی ہو جسنے غلام پر قبضہ کیا ہی تو بائع اپنے غلام کی قیمت جس سے چاہے ڈاندے خواہ مشتری سے یا مکرہ سے پس اگر مکرہ سے لی تو وہ مشتری سے واپس لیگا اور اگر مشتری سے لی تو وہ مکرہ سے کچھ نہیں لے سکتا ہی اور بائع سے ثمن بھی نہیں واپس لے سکتا ہی - اور اگر مشتری قسم کھا گیا اور بائع نے انکار کیا تو غلام کی نسبت مشتری سے ضمان نہ لیجا دیگی اور ثمن کی ضمان چاہے بائع سے لے یا مکرہ سے پس اگر بائع سے لی تو وہ مکرہ سے کچھ نہیں لے سکتا ہی اور اگر مکرہ سے لی تو وہ بائع سے واپس لیگا یہ مبسوط میں ہی - اگر زید کسی شخص کے قتل کرنے پر مجبور کیا گیا تو زید کو اسکے قتل کرنے کی رخصت نہیں ہی اور اس فعل پر اقدام نہیں کر سکتا ہی بلکہ صبر کرے یہانتک کہ خود قتل ہو جاوے اور اگر زید نے اُسکو قتل کیا تو گنہگار رہیگا اور اُسکا قصاص مجبور کردہ پر عائد ہوگا اگر قتل عمدا ہی یہ امام اعظم و امام محمد رح کا قول ہی یہ کافی میں ہی - اور اگر مامور مختلط العقل یا نابالغ ہو تو قصاص مکرہ پر واجب ہوگا یہ عینی شرح ہدایہ میں ہی - اور اگر کوئی شخص صرف قید و بند سے ڈرا کر اس امر پر مجبور کیا گیا کہ زید مسلم کو قتل کرے اسنے ایسا ہی کیا تو یہ اکراہ تام نہیں ہی اور قاتل پر بالاتفاق اُسکا قصاص واجب ہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہی - اگر سلطان نے ایک شخص کو قتل پر ڈرایا کہ اپنا ہاتھ قطع کرے تو اُسکو گنجایش ہی کہ ہاتھ قطع کر دے پھر اگر مکرہ نے اس مسئلہ میں خصومت کی تو مکرہ پر قصاص واجب ہوگا - اور اگر اس امر پر اکراہ کیا کہ اپنے تئیں قتل کرے تو نہیں قتل کر سکتا ہی اور اگر اپنے تئیں قتل کیا تو مکرہ پر کچھ واجب نہیں ہوگا یہ محیط میں ہی - اگر سلطان نے کسی شخص سے کہا کہ اپنے تئیں اس آگ میں ڈالدے ورنہ تجھے قتل کر دونگا تو دیکھنا چاہیے کہ اگر ایسی آگ ہے کہ کبھی بچ جاتا ہی اور کبھی نہیں بچتا ہی تو اُسکو آگ میں گر پڑنے کی گنجایش ہی پھر اگر اُسنے آگ میں ڈالا اور مر گیا تو حکم دینے والے مکرہ پر امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک قصاص واجب ہوگا اور اگر آگ ایسی ہو کہ جس سے بچنا ممکن نہیں ہی ولیکن اُس شخص کو اپنے تئیں آگ میں ڈالنے میں بہ نسبت اور عذاب کے تھوڑی راحت ہی تو اسکو اختیار ہی کہ اپنے تئیں آگ میں ڈالدے پس بعض نے کہا کہ یہ امام ابو یوسف کا قول ہی پس اگر اُسنے اپنے تئیں آگ میں ڈالا اور مر گیا تو امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک مکرہ پر قصاص واجب ہوگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک مکرہ کے مال پر دیت واجب ہوگی قصاص نہوگا اور ایسی میت کو غسل دیا جاویگا اور اگر اس آگ میں ڈالنے سے جس سے نجات نہ ہوگی کچھ راحت بھی نہو تو اسکو آگ میں گرنے کا اختیار نہیں ہی اور اگر اُسنے آگ میں جان ڈالدی اور مر گیا تو اُسکا خون ہدر ہوگا یہ بالاتفاق ہی یہ فتاوے قاضی خان میں ہی اگر سلطان نے ایک شخص سے کہا کہ اپنے تئیں اس پانی میں ڈالدے ورنہ تجھے قتل کرونگا پس اگر وہ شخص جانتا ہی کہ میں پانی سے زندہ نہ بچونگا تو اُسکو ایسا کرنے کی گنجایش نہیں ہی اور اگر ایسا کیا تو اُسکا خون ہدر ہوگا اور اگر اسمیں کچھ راحت ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک ایسا کر سکتا ہی اور صاحبین کے نزدیک نہیں کر سکتا ہی پس اگر اُسنے ایسا کیا اور مر گیا تو اُسکی دیت امام اعظم رح کے نزدیک مکرہ کی مددگار برادری پر واجب ہوگی جیسا کہ خود مکرہ کے گرا دینے کی صورت میں یہی حکم تھا اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ اُسکی دیت مکرہ کے مال سے دلائی جاویگی اور قصاص عائد نہوگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ مکرہ پر قصاص واجب ہوگا اور امام ابو یوسف سے ایک روایت میں مثل قول امام محمد رح کے مروی ہی یہ فتاوے قاضی خان میں ہی - اور اگر مکرہ

نے کہا کہ تو خود اپنا ہاتھ قطع کر دے ورنہ مین قطع کر دونگا تو اسکو اپنے ہاتھ کے خود کاٹنے کی گنجایش نہین ہی اور اگر خود کاٹا تو ہدر ہوجاویگا اور اگر مکرہ نے کہا کہ تو اپنے تئین تلوار سے قتل کر دے ورنہ مین تجھے تلوار سے قتل کر دونگا یا کوڑون سے مارکر مار ڈالونگا یا ایسا ہی کوئی عذاب جو بہ نسبت اُسکے خود قتل کرنے کے سخت تر ہو بیان کیا تو اُسکو خودکشی کی گنجایش ہی اور جب اُسنے مکرہ کے اکراہ سے اپنے تئین تلوار سے قتل کیا تو مکرہ پر قصاص واجب ہوگا یہ محیط مین ہی - اگر سلطان نے ایک شخص سے کہا کہ تو اپنے تئین پہاڑ کی چوٹی سے نیچے گرا دے ورنہ مین تجھے قتل کر دونگا پس اگر اسکو گرا دینے مین کچھ راحت نہو تو اسکو خود گرا دینے کی گنجایش نہین ہی اور اگر اُسنے خود گرادیا اور مرگیا تو اُسکا خون ہدر ہوگا اور اگر اسمین کچھ راحت ہو تو امام اعظم رح کے قیاس پر اسکو گرا دینے کی گنجایش ہی پس اگر اُسنے گرا دیا اور مرگیا تو امام اعظم رح کے قول پر اسکی دیت مکرہ کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور صاحبین کے نزدیک اسکو یہ گنجایش نہین ہی اور اگر اُسنے گرا دیا تو مکرہ پر قصاص واجب ہوگا اور یہ مسئلہ قتل بالمثقل کے مسئلہ کی فرع ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک ایسا کرنا موجب قصاص نہین ہوتا اور صاحبین کے نزدیک ہوتا ہی اور مامور کا فعل مثل فعل حکم دہندہ کے قرار دیا جاتا ہی اور اگر حکم دہندہ نے اُسکو گرا دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک دیت واجب ہوگی قصاص واجب ہوگا اور صاحبین کے نزدیک قصاص واجب ہوگا اور امام ابو یوسف سے ایک روایت مین آیا ہی کہ مکرہ کے مال سے دیت دلائی جاویگی - اور اگر ایسا ہو کہ اس فعل سے اسکو ہلاکت کا خوف ہو اور کچھ نجات کی بھی امید ہو اور اُسنے اپنے تئین گرا دیا تو حکم دہندہ کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی یہ حکم بالاتفاق ہی کیونکہ یہ مثل خطا سے قتل کرنے کے ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اگر سلطان نے زید سے کہا کہ عمرو کا ہاتھ کاٹ دے ورنہ مین تجھے قتل کر دونگا تو اسکو عمرو کے ہاتھ کاٹنے کی گنجایش ہی اور جب اُسنے قطع کیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک قصاص مکرہ پر عائد ہوگا یہ محیط مین ہی - اور اگر بوجہ تلف اس امر کے واسطے ڈرایا کہ تو اللہ تعالے کے ساتھ کفر کر یا اس شخص مسلمان کو قتل کر تو اُسکو گنجایش ہی کہ اللہ تعالے کے ساتھ کلمہ کفر زبان سے ادا کرے لیکن اُسکا دل ایمان سے مطمئن ہو اور یہ گنجایش نہین ہی کہ فلان شخص مسلم کو قتل کرے اور اگر اُسنے صبر کیا یہانتک کہ خود قتل ہوا تو اسکو ثواب عظیم حاصل ہوگا اور اگر اُسنے کفر سے انکار کرکے فلان شخص کو قتل کیا تو قیاساً اسکے عوض قتل کیا جاوے اور استحساناً قتل نہ کیا جائیگا بشرطیکہ یہ جانتا ہو کہ اس صورت مین اسکو کفر کرنے کی گنجایش ہی ولیکن یہ واجب ہوگا کہ اسکے مال سے تین سال مین دیت مقتول ادا کیجاوے اور اگر یہ جانتا ہو کہ اس صورت مین اسکو کفر روا ہی اور باوجود اسکے اُسنے مسلمان کو قتل کیا تو امام محمد رح نے کتاب الاصل مین یہ صورت ذکر نہین فرمائی اور ہمارے اکثر مشائخ کا یہ مذہب ہی کہ اس صورت مین قصاص واجب ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی - اگر زید مجبور کیا جاوے کہ تو اس مردار گوشت وغیرہ کو کھالے یا اس مرد مسلمان کو قتل کر تو اسکو چاہیے کہ مردار کو کھاوے مسلمان کو قتل نہ کرے اور اگر اُسنے مردار نہ کھایا یہانتک کہ مقتول ہوا تو گنہگار ہوگا بشرطیکہ جانتا ہو کہ ضرورت کے وقت مردار کھانا مباح ہی - اور اگر اُسنے مردار نہ کھایا بلکہ مسلمان کو قتل کیا تو اسپر قصاص واجب ہوگا اور امام محمد رح نے مردار کے مسئلہ مین وجوب قصاص کے واسطے یہ شرط نہین لگائی کہ اسکو یہ معلوم نہ ہو کہ مردار کھانے کی گنجایش تھی اور عامہ مشائخ نے مسئلہ مردار مین فرمایا کہ اُسپر قصاص واجب ہوگا ہر حال مین خواہ جانتا ہو

کہ مردار کھانا مباح تھا یا نجاتا تھا ہو یہ محیط میں ہے – اور اگر اس امر پر مجبور کیا گیا کہ مسلمان کو قتل کرے یا زنا کرے تو اُسکو کسی فعل کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ ضرورت کے وقت قتل مسلم و زنا دونوں میں سے کوئی مباح نہیں ہو جاتا ہے پس اگر اُسنے زنا کیا تو قیاساً اُسپر حد جاری ہوگی اور استحساناً جاری نہ ہوگی مگر اُسپر واجب ہوگا کہ اُس عورت کا مہر ادا کرے اور اگر اُسنے مسلمان کو قتل کیا تو مکرہ قتل کیا جائیگا اور اگر ان مسائل میں اکراہ بوعید قید و بند یا دانڈ منٹ و گُسنے پر ہو تو یہ اکراہ نہیں ہے پس اگر اُسنے مسلمان کو قتل کیا تو مکرہ کو چھوڑ کر قاتل سے قصاص لیا جائیگا اور مکرہ کو تعزیر دیجاوے گی – اور اگر ایک شخص مجبور کیا گیا کہ فلان مسلم کو قتل کرے یا شخص غیر کا مال تلف کر دے تو اُسکو چاہیے کہ مال غیر کو لے لے اور تلف نہ کرے خواہ یہ مال دیت سے کم ہو یا زیادہ ہو کیونکہ مال غیر کا تلف کرنا رخصت ہے مباح نہیں ہے اور اگر اُسنے مسلمان کو قتل کیا اور مال غیر تلف نہ کیا تو قاتل قصاصاً قتل کیا جائیگا کیونکہ مال غیر تلف کرنا رخصت تھا اور قتل مسلم رخصت نہ تھا اور اگر اُسنے مال غیر کو تلف کر دیا تو مکرہ سے تاوان لیا جائیگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے – اور اگر مجبور کردہ نے ان دونوں سے انکار کیا یہانتک کہ قتل کیا گیا تو یہ افضل ہے – اور اگر بوعید قتل ایک شخص مجبور کیا گیا کہ اپنے اس غلام کو قتل کرے یا اپنا یہ مال تلف کر دے اُسنے کچھ نہ کیا یہانتک کہ خود مقتول ہوا تو اسکو گنجائش ہے اور اگر اپنا مال تلف کر دیا اور غلام قتل نہ کیا تو بہتر ہے اور مال کی ضمان مکرہ پر واجب ہوگی اور اگر اُسنے غلام قتل کیا مال تلف نہ کیا تو گنہگار ہوگا اور جسنے مجبور کیا ہے اُسپر قصاص یا تاوان لازم نہ آویگا کیونکہ یہ قتل بطوع خود ہے کیونکہ مجبور کردہ تلف مال سے خلاصی پاتا تھا اور تلف مال شرعاً مباح ہے یہ محیط میں ہے – اگر ایک شخص بوعید قتل مجبور کیا گیا کہ اپنے ان دونوں غلاموں میں سے ایک کو قتل کرے اور انہیں سے ایک دوسرے سے کم قیمت ہے اُسنے ایک کو عمداً قتل کیا تو اسکو یہ قصاص مکرہ کو قتل کرانے کا اختیار ہے یہ مبسوط میں ہے – اور اگر مجبور کیا کہ ان دو شخصوں میں سے ایک کو عمداً قتل کرے تو مکرہ پر قصاص واجب ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے – اور اگر ایک شخص کو مجبور کیا کہ اپنے ان دونوں غلاموں میں سے ایک کو سو کوڑے مارے اُسنے ایک شخص کے ساتھ ایسا کیا اور وہ مر گیا تو مکرہ دونوں غلاموں کی قیمتوں سے کم قیمت کا ضامن ہوگا اگرچہ جو غلام باقی رہا ہے وہی کم قیمت ہو یہ مبسوط میں ہے – اور اگر ایک شخص کو مجبور کیا کہ یہ مال تلف کرے یا غلام کو سو کوڑے مارے تو مال تلف کر دینے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور اُسکی ضمان مکرہ پر واجب ہوگی خواہ یہ مال و غلام مجبور کردہ کا ہو یا غیر کا ہو اور اگر اُسنے غلام کو مارا اور وہ مر گیا تو مکرہ پر تاوان قیمت واجب نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے – اگر بوعید قتل اسکو اس بات پر اکراہ کیا کہ اپنا یہ غلام قتل کرے یا یہ غلام قتل کرے اس مجبور کو یا اُسکا بیٹا قتل کرے یا کہا کہ قتل کر اپنا یہ دوسرا غلام یا میں تیرا باپ قتل کر دونگا تو اُسکو گنجائش نہیں کہ اپنا وہ غلام قتل کرے جسکے قتل پر اکراہ کیا اور اگر اُسنے اپنا غلام قتل کیا تو مکرہ پر سوا ادب دیے جانے کے کچھ واجب نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے اسیطرح اگر ظالموں نے مجبور کیا کہ اس شخص کا مال تلف کر دے یا یہ شخص تجھے قتل کرے اُسنے مال تلف کر دیا تو ضامن ہوگا اور مکرہ سے نہیں لے سکتا ہے و لیکن اس تلف کرنے میں گنہگار نہ ہوگا اور اگر اُسنے مال تلف نہ کیا یہانتک کہ اُس شخص نے اسکو قتل کیا تو اُسپر انشاء اللہ تعالیٰ کچھ گناہ نہ ہوگا و لیکن اگر مال بہت قلیل ہو تو میں اچھا نہیں جانتا ہوں کہ اسکو تلف نہ کرے یہ ظہیریہ میں ہے – اور اگر ایک شخص مجبور کیا گیا کہ تو یہ شراب پی لے یا یہ

مردار کھا ورنہ تیرے اس فرزند کو یا تیرے باپ کو قتل کرینگے تو اسکو شراب پینا یا مردار کھانا روا نہیں ہے کیونکہ کوئی
ضرورت مبیح پیش نہیں آئی اور اگر کہا کہ ہم تیرے بیٹے یا تیرے باپ کو قتل کرینگے ورنہ تو اپنے اس غلام کو ہزار درم
مین فروخت کر دے اُسنے فروخت کیا تو بیع جائز ہی قیاساً ولیکن استحساناً فرمایا کہ بیع باطل ہی اسیطرح ہر ذی رحم محرم
کے قتل کی تہدید کرنے مین یہی حکم ہی اور اگر یون کہا گیا کہ ہم تجھے قید خانہ مین قید کرینگے ورنہ تو اپنا یہ غلام اس شخص کے
ہاتھ ہزار درم مین فروخت کر دے اُسنے فروخت کیا تو قیاساً بیع جائز ہی اور یہی حکم ہر ذی رحم محرم مین بھی ہی اور استحساناً
یہ سب صورتین اکراہ ہین اور ان تصرفات مین سے کوئی تصرف نافذ نہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر بوعید قتل ایک شخص
مجبور کیا گیا کہ اپنے غلام کو قتل کرے یا اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالے تو اسکو اس فعل کی گنجائش نہین ہی اور اگر کیا تو گنہگار
ہوگا اور مکرہ قتل کی صورت مین مقتول کا وارث ہوگا اور قطع کی صورت مین نصف قیمت کا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین
ہی۔ اور اگر ایک شخص مجبور کیا گیا کہ زید کا ہاتھ تیز دھار دار چیز سے قطع کرے اُسنے قطع کیا پھر اُسنے بلا اکراہ اُسکا
پانون بھی کاٹ ڈالا اور وہ مرگیا تو قاطع اور مکرہ دونون پر قصاص واجب ہوگا کیونکہ وہ دونو فعلون سے مرا ہی
ایک فعل تو مکرہ کی طرف سے منتقل ہوا اور دوسرا قاطع کے ذمہ رہا پس دونون اُسکے قاتل ہوگئے اور امام
ابو یوسف کے نزدیک دونون پر دونون کے مال سے دیت لازم ہوگی یہ تبیین مین ہی۔ اگر ایک شخص کو مجبور کیا
کہ روغن کی مشک بہادے تو مکرہ پر ضمان لازم آویگی یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ اگر ایک شخص مجبور کیا گیا کہ زید کا ہاتھ
کاٹ ڈالے اور زید نے کہا کہ مین نے تجھے ہاتھ کاٹنے کی اجازت دیدی تو کاٹ دے حالانکہ زید مجبور کردہ نہین ہی تو
اُس شخص کو کاٹنا روا نہین ہی اور اگر کاٹا تو گنہگار رہیگا اور قاطع یا مکرہ کسی پر ضمان لازم نہ آویگی اور اگر قتل کرنے پر
مجبور کیا گیا اور مجبور کردہ کو اُس شخص نے قتل کی اجازت دیدی اور مجبور کردہ نے قتل کیا تو گنہگار ہوگا مگر اُسپر
دیت لازم نہ آویگی اُسکی دیت مکرہ کے مال پر واجب ہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر خلیفہ وقت نے کسی نواح مین
کوئی عامل بھیجا اُسنے ایک شخص سے کہا کہ تو اس مرد کو قتل کر ورنہ مین تجھے قتل کر دونگا تو مامور مجبور کو قتل نہ کرنا چاہیے
اور باوجود اسکے اگر مامور نے اُسکو قتل کیا تو قصاص مکرہ پر واجب ہوگا مگر یہ شخص مامور گنہگار و فاسق ہوگا اور
اُسکی گواہی رد کر دیجاویگی اور اُسکا قتل مباح ہوگا اور مکرہ میراث سے محروم ہوگا نہ مامور مجبور یہ خزانۃ المفتین
مین ہی اور اگر عامل نے اُس سے کہا کہ تو اس مرد کا ہاتھ کاٹ دے ورنہ مین تجھے قتل کر دونگا تو اُسکو ایسا کرنا
نہ چاہیے اسیطرح اگر ایک اُنگلی یا اسکے مثل قطع کرنے کو کہا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر خلیفہ کی رائے مین یہ آیا کہ مامور
مجبور کو تعزیر دے اور قید کرے تو اُسکو اختیار ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر عامل نے اس شخص کو ایک کوڑا مارنے
کا حکم کیا یا حکم دیا کہ اس مرد کی ڈاڑھی و سر مونڈے یا قید کرے اور در صورت نہ کرنے کے اس مامور کو قتل سے ڈرایا
تو مجھے امید ہی کہ اگر اسکی فرمانبرداری کرے تو گنہگار نہوگا اور ترک مین بھی گنہگار نہوگا اور اسیپر اسنے مطلق
کیا کہ شیخ رح کو اس باب مین کوئی صریح حکم نہین ملا اور بدرالعباد مین ہی اسطرح رخصت کا فتوے دینا جائز
نہین ہی اسواسطے امید کے ساتھ بیان کیا اور اگر مکرہ نے مامور کو ایک کوڑا مارنے یا قید و بند یا سر و ڈاڑھی
مونڈنے پر ڈرایا ہو تو مامور کو گنجائش نہین ہی کہ اس مرد پر کسی طرح ظلم کرے خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو اور اگر
زید کو بوعید تلف قتل ڈرایا کہ مسلمان پر افترا پردازی کرے تو مجھے امید ہی کہ اسکو اس فعل کی گنجائش ہی یہ محیط مین

میں ہے۔ اگر زید کو بوعید تلف ڈرایا کہ فلان شخص کا مال لیکر مجھے دیدے تو مجھے امید ہے کہ اسکو لیکر دیدینا روا ہے اور
تاوان مکرہ پر واجب ہوگا۔ اور یہ فعل مامور کو اُسوقت تک روا ہے جبتک کہ مکرہ کے پاس حاضر ہو اور اگر مکرہ
نے اُسکو بھیجا تاکہ ایسا کرے اور مامور کو خوف ہوا کہ اگر میں نے ایسا نہ کیا تو درصورت قابو پانے کے مجھے قتل کریگا
یا جس طور سے مجھے ڈرایا ہے وہی فعل کریگا تو مامور کو اُسکی فرمانبرداری پر اقدام حلال نہیں ہے لیکن اگر مکرہ کا ایلچی
اُسکے ساتھ ہو کہ اگر یہ شخص ایسا نہ کرے تو میرے پاس واپس لانا تو البتہ اقدام کرسکتا ہے اور اگر اُسنے نہ کیا یہانتک کہ
مکرہ نے اُسکو قتل کیا تو انشاء اللہ تعالے اسکو گنجایش ہے اور اگر مکرہ نے اُسکو قید و بند سے ڈرایا ہو تو مامور
کو ایسے فعل کا اقدام حلال نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر طلاق یا عتاق پر ایک شخص مجبور کیا گیا تو طلاق و عتق
واقع ہو جائیگا اور غلام کی قیمت مکرہ سے واپس لیگا خواہ خوشحال ہو یا تنگدست ہو اور غلام پر سعایت لازم
نہ آویگی اور مکرہ اُس غلام سے تاوان کا مال واپس نہیں لے سکتا ہے اسیطرح آدھا مہر مکرہ سے لیگا اگر
یہ طلاق باکراہ قبل دخول کے واقع ہوئی ہو اور مقدار مہر عقد نکاح میں بیان کردی گئی ہو اور اگر مسمی نہ ہو تو جو کچھ اُسپر
متعہ واجب ہوا ہے لیگا اور اگر مجبور نے مسئلہ عتق میں یون کہا کہ میرے دل میں زمانہ گذشتہ کی آزادی کی خبر
دینا بطور کاذب گذرا تھا اور میری یہی مراد تھی تو اُسکی تصدیق نہ کیجاویگی اور حکم قضا میں غلام آزاد ہو جاویگا
اور درصورت سچ ہونے کے فیما بینہ و بین اللہ تعالے آزاد نہ ہوگا اور مکرہ اسکو کچھ تاوان نہ دیگا اور اگر یون
کہا کہ میرے دل میں یہ خطرہ گذرا تھا مگر میں نے اپنے کلام سے یہ مراد نہیں لی بلکہ میری مراد یہی تھی کہ فی الحال
حریت حاصل ہو یا میں نے کچھ ارادہ نہیں کیا یا میرے دل میں کچھ خطرہ نہیں گذرا تو اس صورت میں قضاءً و دیانۃً
دونوں طرح آزاد ہو جاویگا اور اُسکی قیمت مکرہ سے تاوان لیگا اور طلاق میں بھی اسی تفصیل سے حکم ہے
یہ تبیین میں ہے۔ اگر مکرہ نے مالک غلام سے کہا کہ تیرے دل میں زمانہ ماضی کے عتق کا اخبار بطور کاذب
گذرا اور تیرا یہی ارادہ تھا تو نے آیندہ عتق کا ارادہ نہیں کیا پس تجھے مجھ سے ضمان لینا نہیں پہونچتا ہے اور مکرہ نے
کہا کہ نہیں بلکہ میں نے از سرنو عتق مراد لیا ہے اور میں تجھ سے ضمان لے سکتا ہوں تو مالک غلام کا قول قبول ہوگا اور
مکرہ کو اختیار ہے کہ اُس سے اُسکے دعوے پر قسم لے اور اسیطرح طلاق میں اگر مکرہ نے شوہر سے کہا کہ تو نے
اخبار بطور کاذب زمانہ ماضی کا مراد کیا ہے نہ یہ کہ طلاق ایجاد ہو جاوے اور شوہر نے کہا کہ نہیں بلکہ یہی مراد تھی
کہ ایجاد ہو جاوے تو قسم سے شوہر کا قول قبول ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر زید اس امر پر مجبور کیا گیا کہ اپنی عورت کا
طلاق یا اپنے غلام کا عتق اپنی عورت یا غلام کے ہاتھ میں دیدے یا کسی غیر کے ہاتھ میں دیدے پس جسکے اختیار
میں دیا تھا اُسنے طلاق دیدی اور آزاد کردیا تو طلاق و عتاق واقع ہو جاویگی اور مجبور کردہ مکرہ سے طلاق
قبل الدخول میں نصف مہر اور عتاق میں غلام کی قیمت تاوان لیگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ امام محمد رح نے
فرمایا کہ اگر لص غالب نے زید کو بوعید تلف اس امر پر مجبور کیا کہ اپنی عورت کو ایک طلاق دیدے حالانکہ زید
نے اسکے ساتھ دخول نہیں کیا تھا اسنے تین طلاق دیکر نصف مہر اُسکو بھر دیا تو یہ نصف مہر مکرہ سے واپس نہیں
لے سکتا ہے اور اگر اسکو تین طلاق پر مجبور کیا جاوے تو یہ ایک طلاق کا اکراہ ہوتا ہے اور اگر نصف غلام آزاد کرنے
پر بوعید تلف مجبور کیا گیا اُسنے کل غلام آزاد کردیا تو بالاتفاق سب غلام آزاد ہو جاویگا اور امام اعظم رح کے نزدیک

مجبور کردہ مکرہ سے کچھ تاوان نہیں لے سکتا ہی اور صاحبین کے نزدیک غلام کی قیمت کا تاوان لے سکتا ہی خواہ وہ خوشحال ہو یا تنگدست اور اگر کل غلام آزاد کرنے پر مجبور کیا گیا اور اُسنے نصف آزاد کیا تو یہ صورت اور صورت اول صاحبین کے قیاس پر یکسان ہی کہ کل غلام آزاد ہو جاویگا اور مکرہ اُس شخص کو غلام کی قیمت تاوان دیگا خواہ خوشحال ہو یا تنگدست ہو مگر امام اعظم رح کے نزدیک نصف غلام آزاد اور نصف رقیق رہیگا اور جسقدر مکرہ کی وجہ سے آزاد ہوا ہی یعنی نصف اُسکی ضمان مکرہ کو دینی ہوگی اور باقی نصف جو مکرہ کے عدم اکراہ سے نہین آزاد ہوا ہی اسکا یہ حکم ہی کہ اگر مکرہ خوشحال ہو تو اسکا تاوان بھی ادا کریگا ورنہ تنگدست ہونے کی صورت مین نہین ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک مریض نے اپنی عورت کو بوعید تلف اس امر پر مجبور کیا کہ مجھسے ایک طلاق بائن کی درخواست کرے اُسنے درخواست کی اور مریض نے ایک طلاق بائن دیدی اور ہنوز وہ عدت مین تھی کہ مریض مرگیا تو عورت اُسکی وارث ہوگی اور اگر دو طلاق بائن کی درخواست کی اور مریض نے دیدی پھر اُسکی عدت مین مرگیا تو عورت وارث نہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر زید نے اپنی جورو کی ایک طلاق عمرو کے اختیار مین دیدی کہ چاہے ایک طلاق دے اور پھر زید مجبور کیا گیا کہ اُسکو دوسری طلاق کا حکم دے حالانکہ وہ عورت زید کی مدخولہ نہین ہی پس عمرو نے دو طلاق دین تو مکرہ کا ضامن نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اسیطرح اگر اُسنے وہی طلاق جسکا اختیار زید نے بلا اکراہ دیا تھا دیدی تو بھی یہی حکم ہی کذا فی المبسوط اور اگر عمرو نے وہ طلاق جسکے واسطے زید مجبور کیا گیا دیدی تو مکرہ نصف مہر کا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ پھر صورت اولی کی دلیل مین فرماتے ہین کہ کیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر زید نے اپنی جورو سے جو مدخولہ نہین ہی یون کہا کہ تو طالق ہی جب تو چاہے پھر اسکے بعد یا اُس سے پہلے زید مجبور کیا گیا کہ اپنی جورو سے یون کہے کہ تو طالق ہی جب تو چاہے پس زید نے ایسا کہا اور عورت نے اپنے تئین دونون طلاق دیدین تو شوہر اُسکو نصف مہر تاوان دیگا اور مکرہ سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر عورت ہی صاحب قدرت و سلطنت ہوا ور اُسنے اپنے شوہر کو مجبور کیا کہ مین تیری جان یا عضو تلف کرونگی اگر تو نے مجھے طلاق نہ دی اُسنے مجبور ہو کر ایسا کیا تو زید پر کچھ مہر واجب نہ ہوگا اور اگر اُسنے صرف قید پر ڈرایا ہو تو ایسی صورت مین نصف مہر لے لیگی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر عورت اس امر پر مجبور کی گئی کہ اپنے شوہر سے ایک طلاق ہزار درم پر قبول کرے اُسنے قبول کی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور عورت کے ذمہ مال لازم نہ ہوگا پھر اگر عورت نے اسکے بعد اُس طلاق کی جسکے واسطے بعوض ہزار درم کے مجبور کی گئی ہی اجازت دیدی تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکی اجازت صحیح ہی اور مال اُسکے ذمہ لازم ہوگا اور طلاق بائن واقع ہوگی اور امام محمد رح کے نزدیک طلاق رجعی ہوگی اور اجازت باطل اور امام ابو یوسف سے دو روایتین ہین ایک روایت مثل قول امام محمد رح کے اور ایک مثل امام ابو حنیفہ کے ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اصح روایت یہ ہی کہ قول امام ابو یوسف مثل قول امام اعظم ہو اور اگر بجاے طلاق کے خلع بعوض ہزار درم ہو تو طلاق بائن واقع ہوگی اور عورت پر کچھ مال واجب نہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر شوہر مجبور کیا گیا کہ اپنی عورت کو بعوض ہزار درم کے طلاق دے اور عورت مجبور کی گئی کہ قبول کرے پس دونون نے ایسا کیا تو طلاق بلا مال واقع ہوگی اسیطرح اگر قصاص سے صلح اور بمال عتق مین ایسا واقع ہو تو بھی یہی حکم ہی ولیکن عتق مین مولی کو اختیار ہوگا کہ مکرہ سے اپنے غلام کی قیمت تاوان لے بشرطیکہ مکرہ نے بوعید قتل اُسکو مجبور کیا ہو اور اگر قید سے ڈرایا ہو تو کچھ تاوان نہین

لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے ۔ ایک باندی جو آزاد کی گئی وہ قبل دخول کے مجبور کی گئی کہ اپنے نفس کو اختیار کرے یعنے شوہر مملوک سے فرقت کرے تو شوہر پر اُسکا یا اُسکے مولی کا کچھ مہر واجب نہوگا اور مکرہ ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے ۔ اگر زید بوعید تلف مجبور کیا گیا کہ اپنی عورت کو بعوض ہزار درم کے ایک طلاق دیدے اُسنے تین طلاق ہر طلاق بعوض ہزار درم کے دی اور عورت نے یہ سب قبول کرلین تو تین طلاق واقع ہونگی اور شوہر کے عورت پر تین ہزار درم واجب ہونگے اور عورت کا نصف مہر شوہر پر واجب ہوگا اسوجہ سے کہ قبل دخول کے فرقت واقع ہوئی ہے اور سبب فرقت ایسا نہیں ہے کہ عورت کی طرف منسوب ہو اور مکرہ سے اس صورت میں کچھ تاوان نہیں لے سکتا ہے اگرچہ نصف مہر تین ہزار درم سے زائد ہو کیونکہ طلاق میں جسقدر مرد نے اپنی طرف سے زائد کیا وہی اُسپر نصف مہر ثابت ہونے کے واسطے کافی ہے اور اگر شوہر مجبور کیا گیا کہ اپنی جورو کو ایک طلاق بعوض ہزار درم کے دیدے اُسنے ایسا کیا اور عورت نے قبول کیا تو عورت پر مہر کے ہزار درم واجب ہونگے پھر دیکھا جائیگا کہ نصف مہر کسقدر ہے پس اگر زائد ہو تو شوہر نصف مہر زیادتی کے عورت کو ادا کریگا اور اسیقدر مکرہ سے واپس لیگا بشرطیکہ مکرہ نے اُسکو بوعید تلف مجبور کیا ہو اور یہ امام محمد و امام ابو یوسف کا قول ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک شوہر کے ذمہ عورت کا کچھ مال واجب نہوگا اور شوہر کے ہزار درم عورت پر واجب ہونگے یہ مبسوط میں ہے ۔ اگر زید مجبور کیا گیا کہ اپنے غلام کو سو درم پر آزاد کرے اور غلام نے قبول کیا حالانکہ غلام کی قیمت ہزار درم ہیں اور غلام مجبور کردہ نہیں ہے تو سو درم پر عتق جائز ہے پھر مولیٰ کو اختیار ہوگا کہ چاہے مکرہ سے غلام کی پوری قیمت تاوان لے پھر مکرہ غلام سے سو درم واپس لیگا یا غلام سے سو درم لیکر باقی نو سو درم مکرہ سے تاوان لے ۔ اور اگر مکرہ نے زید کو مجبور کیا کہ اپنے غلام کو دو ہزار درم پر بوعدہ ایکسال کے آزاد کردے حالانکہ غلام کی قیمت ایکہزار درم ہیں تو مولیٰ کو اختیار ہے چاہے مکرہ سے اپنے غلام کی قیمت تاوان لے یا برس گذرنے پر غلام سے دو ہزار درم کا مطالبہ کرے کیونکہ اُسنے یہ امر بطوع خود اپنے ذمہ لازم کرلیا پس اگر مولیٰ نے مکرہ سے ضمان لینی اختیار کی تو مکرہ بجائے مولیٰ ہوگیا یعنے سال گذرنے پر مکرہ غلام سے دو ہزار درم لیگا پس جب اُسنے دو ہزار درم وصول کیے تو اسمین سے ایک ہزار درم جو اُسنے ادا کیے ہیں لیکر باقی سب صدقہ کردیگا کیونکہ یہ ہزار درم اسکو خبیث طور پر حاصل ہوئے ہیں اور اگر مولیٰ نے غلام سے مطالبہ کرنا اختیار کیا تو پھر اسکا کچھ حق مکرہ کی طرف نہیں ہوسکتا ہے ۔ اور اگر دو ہزار درم قسطوار ادا کرنے قرار پائے ہوں اور ایک قسط کا وقت آنے پر مولیٰ نے غلام سے بلا اکراہ مطالبہ کیا تو اس فعل سے یہ ثابت ہوا کہ اُسنے غلام سے مطالبہ کرنا اختیار کیا ہے تو پھر اسکے بعد مکرہ سے کچھ تاوان نہیں لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے ۔ زید و عمرو کے درمیان ایک غلام مشترک تھا اُسکے آزاد کرنے کے واسطے زید مجبور کیا گیا یہانتک کہ زید نے اُسکو آزاد کردیا تو عتق جائز ہے پھر امام ابو یوسف و امام محمد رح کے قول پر عتق متجزی نہین ہوتا ہے پس پورا غلام آزاد ہو جاویگا اور اُسکی ولاء معتق کو ملیگی اور مکرہ پر اگر خوشحال ہے تو پوری قیمت کی ضمان لازم آویگی کہ دونوں میں نصفا نصف تقسیم ہوا اور اگر تنگدست ہے تو صرف زید کے حصہ کی ضمان لازم آویگی اور دوسرے شریک کے حصہ کے واسطے غلام سعی کریگا ۔ اور امام اعظم رح کے نزدیک یہ حکم ہے کہ مکرہ زید کے حصہ کا ضامن ہوگا خواہ خوشحال ہو یا تنگدست ہو اور عمرو کے حصہ کا اگر مکرہ خوشحال ہو تو عمرو کو تین طرح کا اختیار ہے چاہے اپنا حصہ آزاد کردے یا غلام سے سعی کرالے یا مکرہ سے ضمان لے پس

اگر اُسنے مکرہ سے ضمان لی تو مکرہ غلام کی طرف رجوع کریگا اور بقدر ضمان کے غلام سے سعی کرا کر لے لیگا اور اسکی ولا زید و مکرہ کے درمیان برابر تقسیم ہوگی اور اگر مکرہ تنگدست ہو تو عمرو کو یہ اختیار ہی کہ چاہے اپنا حصہ آزاد کرے یا غلام سے سعی کرائے اور اُسکی ولا اُسکے اور زید کے درمیان برابر تقسیم ہوگی یہ ظہیریہ میں ہی۔ اگر زید کے غلام نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور زید اسکے آزاد کرنے پر مجبور کیا گیا حالانکہ وہ جانتا تھا کہ اسنے یہ جنایت کی ہی تو مکرہ اُسکی قیمت تاوان دیگا جسکو مولے لیکر ولی جنایت کو دیدیگا اور اگر اکراہ بوعید قید و بند واقع ہوئی ہو تو مولی ولی مقتول کو اُسکی قیمت دیگا نہ دیت اور مکرہ اُسکو کچھ تاوان نہ دیگا یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اگر ایک شخص نے ایک شخص کو بوعید تلف اس امر پر مجبور کیا کہ اپنے غلام کو جو ہزار درم کا ہوتا ہی عمرو کی طرف سے ہزار درم پر آزاد کردے اُسنے ایسا ہی کیا اور عمرو نے بطوع خود قبول کیا تو غلام عمرو کی طرف سے آزاد ہو گیا پھر مالک غلام مختار ہی چاہے عمرو سے غلام کی قیمت لے یا مکرہ سے قیمت تاوان لے پھر مکرہ اسکو عمرو سے وصول کر لیگا اور ولا عمرو کے واسطے ثابت ہوگی اور اگر اُسنے عمرو سے ضمان لے لی تو وہ مکرہ کی طرف رجوع نہیں کر سکتا ہی اور اگر مکرہ نے اُسکو صرف بقید و بند ڈرایا ہو تو استحقاق قیمت صرف عمرو سے ہوگا نہ مکرہ سے یہ مبسوط میں ہی۔ اور اگر زید یعنے مالک غلام اور عمرو یعنے جسکی طرف سے آزاد کرنے پر مجبور کیا گیا ہی دونوں بوعید تلف مجبور کیے گیے تھے کہ دونوں نے ایسا کیا تو عمرو کی طرف سے غلام آزاد ہوگا اور ولا اُسی کے واسطے ثابت ہوگی اور زید کا مال تاوان خاصۃً مکرہ پر واجب ہوگا شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ یہ بمنزلہ ایسی صورت کے ہی کہ مکرہ نے ایک شخص زید کو مجبور کیا کہ اپنا غلام عمرو کے ہاتھ ہزار درم میں فروخت کرکے سپرد کرے اور عمرو کو مجبور کیا کہ اسکو خریدکر قبضہ کرکے آزاد کرے اور اکراہ بوعید تلف واقع ہوئی پس دونوں نے ایسا کیا تو اُسکا تاوان خاصۃً مکرہ پر لازم آتا ہی پس ایسا ہی مسئلہ سابقہ میں ہی۔ اور اگر دونوں کو بوعید قید مجبور کیا ہو اور دونوں نے ایسا کیا تو عمرو اسکی قیمت زید کو تاوان دیگا اور اس صورت میں مکرہ پر ضمان نہیں آتی ہی اور اگر زید کو بوعید قید اور عمرو کو بوعید تلف مجبور کیا تو غلام عمرو کی طرف سے آزاد ہوگا پھر عمرو اپنے مکرہ سے قیمت غلام تاوان لیگا یہ ظہیریہ میں ہی۔ اور اگر غلام کو مجبور کیا کہ مال کے عوض عتق قبول کرے تو غلام پر کچھ لازم نہ آئیگا بلکہ مکرہ ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اگر لص غالب نے ایک شخص سے کہا کہ میں تجھے قتل کرونگا ورنہ تو اپنے غلام کو آزاد کر یا اپنی اس عورت کو طلاق (چور ۱۲) دیدے دونوں میں جو تجھے پسند ہو کر پس مجبور کردہ نے ناچار ایک فعل کیا اور عورت سے دخول نہیں کیا تھا تو جو فعل اُسنے کیا وہ نافذ ہوگا اور نصف مہر اور غلام کی قیمت میں سے جو مقدار کم ہو اسقدر مکرہ تاوان دیگا اور اگر مجبور کردہ نے اپنی عورت سے دخول کر لیا تو مکرہ کچھ ضمان نہ دیگا یہ مبسوط میں ہی۔ اور تجرید میں لکھا ہی کہ اگر عورت غیر مدخولہ ہو اور اکراہ بقید و بند واقع ہوا ہو اور مجبور نے ایک فعل کیا تو مکرہ اُسکو کچھ تاوان نہ دیگا یہ تاتارخانیہ میں ہی۔ اگر زید اس امر پر مجبور کیا گیا کہ یوں کہے کہ جس مملوک کا میں زمانہ آئندہ میں مالک ہوں وہ آزاد ہی اُسنے مجبوری کہا پھر ایک غلام کا مالک ہوا تو وہ آزاد ہو جاویگا اور مکرہ سے کچھ نہیں لے سکتا ہی اور اگر ایسی صورت میں وہ شخص کسی غلام کا وارث ہوا تو وہ آزاد ہو جاویگا مگر مکرہ سے استحساناً غلام کی قیمت تاوان لیگا اور اگر ایک شخص مجبور کیا گیا کہ غلام سے

یون کہے کہ اگر تو چاہے تو آزاد ہے یا اگر تو گھر مین داخل ہو تو آزاد ہے پھر غلام نے چاہا یا گھر مین داخل ہوا تو آزاد ہو جائیگا اور مالک مکرہ سے غلام کی قیمت تاوان لیگا اور اگر زید کو اس امر پر مجبور کیا کہ اپنے غلام کا عتق اپنے فعل پر معلق کرے حالانکہ یہ فعل ایسا ہے کہ اسکا کرنا ضرور ہے جیسے نماز فرائض وغیرہ یا ایسا فعل ہے کہ اسکے نہ کرنے مین جان کا خوف ہے جیسے کھانا پینا وغیرہ پس مکرہ نے مجبوری اسکا کہنا کیا اور یہ فعل کیا تو غلام آزاد اور مکرہ سے اسکی قیمت تاوان لیگا اور اگر ایسے فعل پر معلق کرنے پر مجبور کیا جسکے نہ کرنے کی کوئی راہ نکل سکتی ہے جیسے تقاضا سے قرض وغیرہ تو اس صورت مین مکرہ سے تاوان نہین لے سکتا ہے اور یہ اکراہ بمنزلہ اکراہ بوعید قید و بند ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اگر زید کو بوعید تلف اس بات پر مجبور کیا کہ مجھے اپنے غلام آزاد کرنے کی اجازت دیدے اور زید نے مجبوری اجازت دی اور مکرہ نے آزاد کر دیا تو غلام آزاد ہو جاویگا اور اسکی ولاء زید کو ملیگی اور مکرہ اسکی قیمت تاوان دیگا نہ اس اعتبار سے کہ اسنے آزاد کیا ہے بلکہ اسوجہ سے کہ اسنے زید کو عتق کی اجازت دینے پر مجبور کیا اسی سے اگر فقط بوعید قید و بند ڈرایا ہو اور زید نے اجازت دیدی ہو تو کچھ بھی تاوان نہ دیگا یہ مبسوط مین ہے۔ امام محمد رح نے کتاب الاصل مین ذکر فرمایا کہ اگر ایک شخص کو بوعید قتل یا قید و بند یا ضرب شدید اس امر پر مجبور کیا کہ اس عورت سے دس ہزار درم پر نکاح کرے حالانکہ اسکا مہر مثل ہزار درم تھا تو نکاح جائز ہوگا اور عورت کو دس ہزار درم سے فقط مہر مثل ہزار درم ملینگے اور باقی جو زیادہ ہے وہ باطل ہوگا یہ ہی شرح ہدایہ مین ہے۔ اور اسی مسئلہ مین شوہر مکرہ سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے پھر اس مسئلہ مین اگر یہ صورت ہو کہ عورت ہی مجبور کی گئی یہانتک کہ شوہر نے اسکو ہزار درم پر اپنے نکاح مین لیا حالانکہ مہر مثل اسکا دس ہزار درم ہے اور اسکو اسکے والیون نے باکراہ بیاہ دیا ہے تو نکاح جائز ہے اور مکرہ پر تاوان واجب نہین آتا ہے پھر آیا عورت و والیون کو ایسے نکاح پر اعتراض کا حق ہے یا نہین سو اگر وہ شوہر عورت کا کفو ہو اور عورت مہر مسمی پر راضی ہوگئی ہو تو فقط امام اعظم رح کے نزدیک والیون کو حق اعتراض حاصل ہے اور صاحبین کے نزدیک بالکل اعتراض کا حق نہین ہے۔ اور اگر ابتداءً عورت نے کسی اپنے کفو کے ساتھ خود ہی مہر مثل سے کمتر پر نکاح کر لیا تو بھی مسئلہ مین ایسا ہی اختلاف ہے اور اگر شوہر غیر کفو ہو تو بالاتفاق والیون کو حق اعتراض حاصل ہے یہ حکم اس صورت مین ہے کہ عورت مہر مسمی پر راضی ہوگئی ہو اور شوہر نے اسکے ساتھ دخول نکیا ہو۔ اور اگر مہر مسمی پر راضی نہوئی ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر شوہر اسکا کفو ہے تو عورت کو اس نکاح پر حق اعتراض ہوگا بسبب اسکے کہ مہر ناقص ہے اور یہ حکم بالاتفاق ہے پھر جب یہ مقدمہ قاضی کے سامنے پیش کیا جاوے تو اسکے شوہر کو قاضی اختیار دیگا کہ یا تو اسکا مہر پورا کر دے ورنہ ہم دونون مین فرقت کر دونگا پس اگر اسنے پورا کر دیا تو نکاح نافذ ہوگا اور اگر انکار کیا تو تفریق کر دیجائیگی اور اسکو کچھ مہر نہ دلایا جائیگا۔ اور اگر شوہر اسکا کفو نہو تو عورت اور اولیا ہر دونون کو حق اعتراض ہوگا یہ امام اعظم رح کا مذہب ہے کیونکہ کفو ہونا معدوم اور مہر ناقص ہے اور صاحبین کے نزدیک عورت کو ان دونون وجہون سے البتہ حق اعتراض ہے مگر اولیاء کو صرف عدم کفو کی وجہ سے حق اعتراض ہے اور کوئی وجہ اعتراض کی انکو حاصل نہین ہے اور یہ سب اس صورت مین ہے کہ شوہر نے اسکے ساتھ دخول نہ کیا ہو۔ اور اگر اسکے ساتھ دخول کیا حالانکہ وہ عورت مجبور کی گئی ہے پس اگر شوہر اسکا کفو ہو تو کسی کو اس نکاح پر اعتراض کا استحقاق نہین ہے اور کفو نہ ہو تو اولیاء

اور عورت دونوں کو بسبب عدم کفو ہونے کے حق اعتراض حاصل ہے اور اگر اُسکے ساتھ دخول کیا حالانکہ وہ طائعتی یعنے مجبور کردہ نہ تھی تو وہ مہر مسمی پر دلالۃً راضی ہو گئی پس ایسا ہو گا کہ گویا صریحاً راضی ہوئی اور اگر وہ عورت صریحاً راضی ہوئی تو امام اعظم رح کے نزدیک اولیاء کو حق اعتراض حاصل ہے - اور اگر شوہر کفو نہ ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک اولیاء کو عدم کفو ہونے اور نقصان مہر ہونے دونوں صورتوں سے حق اعتراض ہے اور صاحبین کے نزدیک فقط کفو نہونے کی وجہ سے حق اعتراض ہے یہ اُس بیان کا خلاصہ ہے جو شیخ الاسلام خواہرزادہ نے ذکر فرمایا ہے یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے - اور اگر زید اس امر پر مجبور کیا گیا کہ عمرو کو اپنی عورت کے طلاق دینے کیواسطے جسکے ساتھ اُسنے دخول نہیں کیا ہے یا اپنے غلام کے عتق کے واسطے وکیل کرے اُسنے وکیل کیا تو توکیل استحساناً جائز ہے اور قیاس سے باوجود اکراہ کے وکالت صحیح نہونی چاہیے پھر استحساناً یہ حکم ہے کہ زید اپنے مکرہ سے نصف مہر اور غلام کی قیمت لے لیگا اور قیاساً نہیں لے سکتا ہے اور استحسان کی وجہ یہ ہے کہ مکرہ کی غرض مالک کی ملک کا زوال ہے جبکہ وکیل مباشر فعل ہوا اور زوال ہے اُسکا مقصد تھا سو یہ سے ضامن ہو گا اور وکیل پر ضمان نہیں آتی ہے کیونکہ اُسکی طرف سے اکراہ نہیں پایا گیا کذا فی الکافی اور اگر اکراہ بوعید قید و بند ہو تو مکرہ پر بھی ضمان نہ آویگی یہ ذخیرہ میں ہے - اگر زید کو بوعید قتل اس امر پر مجبور کیا کہ عمرو کو اپنا غلام ہزار درم میں فروخت کرنے پر وکیل کرے اور مجبور کیا کہ اُسکو غلام فروخت کے واسطے دیدے اُسنے دیا پھر عمرو نے غلام بیچکر دام وصول کر لیے اور غلام مشتری کو دیدیا پھر غلام مشتری کے پاس مر گیا اور وکیل اور مشتری دونوں طائع ہیں یعنے مجبور کردہ نہیں ہیں تو غلام کا مالک مختار ہے چاہے مکرہ سے غلام کی قیمت تاوان لے یا وکیل سے ضمان لے یا مشتری سے ڈانڈ لے پس اگر اُسنے مشتری سے ڈانڈ لیا تو مشتری کسی سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اس لفظ کے معنی یہ ہیں کہ ضمان کی قیمت میں سے کچھ نہیں لے سکتا ہے مگر مشتری وکیل سے ثمن واپس لیگا اور اگر اُسنے وکیل سے ضمان لینا اختیار کیا تو وکیل مشتری سے قیمت لیگا مکرہ سے ثمن نہیں لے سکتا ہے پھر دونوں بقدر مساوات کے باہم بدلا کر کے جو بڑھتی ہوگی وہ دیدینگے اور اگر اُسنے مکرہ سے تاوان لیا تو مکرہ کو اختیار ہے کہ بقدر تاوان خواہ مشتری سے وصول کر لے یا وکیل سے - اور اگر اکراہ بوعید قید و بند ہو تو مکرہ پر کچھ ضامن نہو گا پھر جب مکرہ درمیان سے نکل گیا تو پھر مذکور ہے کہ مولے کو اختیار ہے چاہے وکیل سے غلام کی قیمت ڈانڈ لے اور وکیل بقدر ضمان مشتری سے لیگا اور قیمت و ثمن میں دونوں باہم بدلا کر کے بڑھتی کچھ دیگا اور چاہے مشتری سے ضمان لے اور مشتری کسی سے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے - اور اگر مولے اور وکیل دونوں باکراہ قتل مجبور کیے گئے ہوں تو مولے کو اختیار ہے چاہے مشتری سے غلام کی قیمت کی ضمان لے یا مکرہ سے بسبب اسکے کہ اُسنے بوعید تلف اکراہ کر کے اسکو سپرد کرنے پر مجبور کیا ہے پھر مکرہ بقدر تاوان مشتری سے لے لیگا اور یہاں وکیل پر ضمان نہیں آتی ہے اور اگر مولے و وکیل و مشتری سب بوعید قتل مجبور کیے گئے ہوں تو تاوان خاصۃً مکرہ پر آویگا کیونکہ اتلاف اُسی کی طرف منسوب ہوا اور مکرہ ان میں سے کسی سے کچھ نہیں لے سکتا ہے کیونکہ یہ سب لوگ مثل آلہ کے ہو گئے ہیں - اور اگر ان سب کو بوعید قید و بند مجبور کیا ہو تو مکرہ پر تاوان نہیں آتا ہے اور مولے کو اختیار ہے کہ مشتری سے غلام کی قیمت کی ضمان لے اور اگر وکیل سے تاوان لیا تو وکیل مشتری سے لے لیگا اور اگر مشتری سے ضمان لینا اختیار کیا

تو وہی ذاتی خصوصیت ہی نہ وکیل کیونکہ وکیل بوعید قید بیع و تسلیم پر مجبور کیا گیا تھا اور اس سے اُسکا التزام اُسکے عقد منتفی ہوگیا - اور اگر موکل کو بوعید قتل اور وکیل و مشتری کو بوعید قید مجبور کیا تو موکل کو اختیار ہے کہ قیمت کی ضمان انہیں سے جس سے چاہے لے لے پس اگر مشتری سے تاوان لیا تو مشتری مال ضمان کسی سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر وکیل سے ضمان لی تو وہ مشتری سے واپس لے سکتا ہے مکرہ سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر مکرہ سے تاوان لیا تو وہ مشتری سے بقدر قیمت ضمان واپس لیگا وکیل سے کچھ نہیں لے سکتا ہے - اور اگر موکل و وکیل بوعید قتل مجبور کیے گئے اور مشتری باکراہ قید مجبور کیا گیا تو وکیل پر ضمان نہ آویگی اور موکل کو اختیار ہے چاہے مکرہ سے قیمت کی ضمان لے اور مکرہ بقدر ضمان مشتری سے واپس لیگا یا چاہے مشتری سے تاوان لے یہ مبسوط میں ہے - اور اگر موکل اور وکیل بوعید قید مجبور کیے گئے اور مشتری بوعید قتل مجبور کیا گیا تو فقط وکیل ضامن ہوگا یہ اُسوقت ہے کہ مشتری بوعید قتل فقط خریدنے پر مجبور کیا گیا ہو نہ قبضہ پر تو ضامن ہوگا اسواسطے کہ اُسکا قبضہ کر لینا مکرہ کی طرف منسوب نہ ہوگا اور اگر مشتری خریدنے و قبضہ دونوں پر مجبور کیا گیا ہو تو موکل کو اختیار ہے کہ مکرہ سے ضمان لے اور اگر مالک و مشتری دونوں بوعید قتل مجبور کیے گئے ہوں اور وکیل بقید تو مالک کو اختیار ہے کہ چاہے وکیل سے ضمان لے اور وکیل مال ضمان کسی سے واپس نہیں لے سکتا ہے یا چاہے مکرہ سے ضمان لے اور وہ وکیل سے نہیں لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے - اگر بوعید قتل زید کو اس امر پر مجبور کیا کہ عمرو کو وکیل کرے تاکہ اُسکا غلام اُس شخص خالد کو ہبہ کر دے اور زید نے وکیل کیا اور عمرو وکیل نے قبضہ کر کے خالد کو دیدیا وہ خالد کے پاس مر گیا اور عمرو و خالد دونوں مجبور کردہ نہیں ہیں تو زید کو اختیار ہے کہ ان سب میں سے جس سے چاہے قیمت ضمان لے پس اگر خالد سے ضمان لی تو وہ بقدر ضمان کسی شخص سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر وکیل سے ضمان لی تو وہ موہوب لہٗ یعنی خالد سے واپس لیگا اور اگر مکرہ سے ضمان لی تو مکرہ مال ضمان چاہے موہوب لہٗ سے واپس لے یا وکیل سے واپس لے اور وکیل پھر موہوب لہٗ سے واپس لے اور اگر اکراہ بوعید قید ہو تو مکرہ ضامن نہ ہوگا اور موکل کو اختیار ہوگا کہ چاہے وکیل سے ضمان لے یا موہوب لہٗ سے پس اگر وکیل سے ضمان لی تو وہ موہوب لہٗ سے واپس لیگا یہ مبسوط میں ہے - اگر کسی شخص کو باکراہ مجبور کیا کہ میرا مال فروخت کرے یا میرے مال سے خرید کرے اور مجبور نے بائع سے سپرد کرنے کا مطالبہ کیا تو وکالت صحیح ہے اور عہدہ اُسی کے ذمہ عائد ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے - اور نذر میں اکراہ عمل نہیں کرتا ہے یعنے اُسمیں اکراہ کا اثر ثابت نہیں کیا جاتا ہے حتے کہ اگر بوعید تلف ایک شخص کو مجبور کیا کہ اپنے اوپر صدقہ یا روزہ یا حج یا ایسی چیز جو باعث تقرب الی اللہ ہوتی ہے واجب کرے اور اُسنے اپنے اوپر نذر کر لی تو اُسکے ذمہ لازم ہوجاویگی اسیطرح اگر ان کاموں وغیرہ میں سے کسی کام کرنے پر قسم کھلائی تو بھی یہی حکم ہے کیونکہ نذر ایسی چیز ہے کہ فسخ نہیں ہو سکتی ہے اور جس چیز میں بعد وقوع کے فسخ موثر نہیں ہوتا ہے اسمیں اکراہ بھی موثر نہیں ہوتا ہے اور اگر مجبور کو ان امور میں کچھ صرف وغیرہ پیش آیا تو اُسکو مکرہ سے نہیں لے سکتا ہے اسی طرح اگر اس امر پر مجبور کیا کہ اپنی عورت سے ظہار کرے تو ظہار ہوجائیگا اُسکو اپنی عورت سے قربت روا نہیں ہے تاوقتیکہ کفارہ ظہار ادا نہ کرے اور یہی رجعت کا حکم ہے اور ایسے ہی فی اور خلع شوہر کی طرف سے طلاق ہے یا قسم پس اگر اُسکا

اکراہ موثر نہوگا اور اگر شوہر خلع پر مجبور کیا جاوے اور اسکی عورت مجبور نہ کیجاوے تو عورت کے ذمہ بدل خلع لازم ہوگا یہ کافی مین ہی۔ اگر زید مجبور کیا گیا کہ اپنی عورت مدخولہ سے ہزار درم پر خلع کرے حالانکہ اُسکا مہر چار ہزار درم ہی اور عورت خلع کرانے پر مجبور نہین کی گئی ہی تو ہزار درم پر خلع جائز ہوگا اور شوہر مکرہ سے کچھ نہین لے سکتا ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ایک شخص پر کفارۂ ظہار واجب ہوا اور سلطان نے اسکو مجبور کیا کہ غلام آزاد کرے اُسنے آزاد کیا تو اسکی دو صورتین ہین کہ اگر سلطان نے غلام غیر معین آزاد کرنے پر مجبور کیا تو مکرہ پر ضمان نہین ہی کیونکہ اُسنے ایسی چیز پر اکراہ کیا جو اسپر واجب تھی اور اگر اسکو غلام معین آزاد کرنے پر مجبور کیا تو شمس الائمہ سرخسی نے مطلقًا اپنی شرح مین بلا تفصیل یہ حکم ذکر کیا ہو کہ مکرہ پر غلام کی قیمت واجب ہوگی اور مظاہر کا کفارۂ ظہار ادا نہوگا کیونکہ یہ اعتاق فی المعنی اعتاق بعوض ہی اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے اپنی شرح مین تفصیل ذکر فرمائی کہ اگر یہ غلام جسکے آزاد کرنے پر مجبور کیا گیا ہی غلامون مین سے نہایت خسیس و نہایت کم قیمت ہو کہ اُس سے زیادہ خسیس و کم قیمت دوسرا نہو تو مکرہ پر تاوان نہ آویگا اور اگر دوسرا کوئی غلام اس سے زیادہ خسیس و کم قیمت ہو تو مکرہ اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور مجبور کردہ کا کفارۂ ظہار ادا نہوگا پس اگر مجبور نے یون کہا کہ مین مکرہ کو ضمان قیمت سے بری کرتا ہون تاکہ کفارۂ ظہار میرا ادا ہو جاوے تو کفارہ ادا نہوگا جیسے اگر ایک شخص نے مال پر اپنا غلام بسبب وجوب کفارہ کے آزاد کیا پھر اسکو مال سے بری کر دیا تو کفارہ ادا نہین ہوتا ہی اور اگر مظاہر نے وقت آزاد کرنے کے یون کہا کہ مین اسکو کفارۂ ظہار ادا ہونے کے واسطے آزاد کرتا ہون دفع اکراہ کی وجہ سے آزاد نہین کرتا ہون تو کفارہ ادا ہو جائیگا اور مکرہ پر تاوان واجب نہ ہوگا مگر عورت کو شرعی گنجائش نہین ہی کہ مرد کو اپنے ساتھ قربت کرنے کا قابو دے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر مجبور کردہ نے کہا کہ جب طور سے مکرہ نے مجھے میرے کفارۂ ظہار سے آزاد کرنے کا حکم دیا تھا وہی مین نے ارادہ کیا یعنی یہی نیت کی اور سوا اسکے اور کچھ میری نیت مین خیال نہین آیا تو کفارۂ ظہار ادا نہوگا اور قیمت مکرہ پر واجب ہوگی اور اگر مجبور کردہ کو بوعید قید وبند مجبور کیا ہو تو کفارۂ ظہار ادا ہو جائیگا اور مکرہ سے کچھ ضمان نہین لے سکتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر زید کو بوعید تلف عضو اس امر پر مجبور کیا کہ اپنی عورت سے ایلا کرے تو یہ شخص مولی ہو جائیگا پھر اگر عورت کو چار مہینہ تک چھوڑ دیا اُس سے قربت نہ کی اور عورت بائنہ ہو گئی اور مدخولہ نہ تھی تو شوہر پر نصف مہر واجب ہوگا اور اسکو مکرہ سے واپس نہین لے سکتا ہی کیونکہ اس شخص کو قابو رہتا کہ مدت کے اندر عورت سے قربت کرے اور جب اُسنے خود نہ کی تو گویا نصف مہر دینے پر خود ہی راضی ہوا اور اگر عورت سے قربت کی تو اُسپر کفارہ واجب ہوگا اور جو خرچ کفارہ مین پڑے اسکو مکرہ سے نہین لے سکتا ہی اسیطرح اگر اس امر پر مجبور کیا کہ یون کہے کہ اگر مین اپنی عورت سے قربت کرون تو میرا غلام آزاد ہی پھر اگر قربت کی تو غلام آزاد ہو جاویگا اور مکرہ سے ضمان نہین لے سکتا ہی کیونکہ اُسنے اکراہ کے موافق عمل نہین کیا اور اگر عورت سے قربت نہ کی اور قبل دخول کے بسبب ایلا کے وہ عورت بائنہ ہو گئی تو نصف مہر تاوان دیگا اور مکرہ سے کچھ نہین لے سکتا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر وہ مملوک جسکے آزاد ہو جانے پر قسم کھائی ہی مدبر یا ام ولد ہو اور مجبور کردہ نے اپنی عورت سے قربت کی تو مکرہ کچھ ضامن نہوگا اور اگر قربت نہ کی یہانتک کہ مدت گذر گئی اور وہ عورت مدخولہ نہ تھی تو شوہر نصف مہر کا ضامن ہوگا

چار مہینہ ۱۲

اور اسکو مکرہ سے واپس لیگا اور درصورت آزادی کے جسکے آزاد ہونے پر حلف واقع ہوئی ہے اُسکی قیمت اور نصف مہر مین سے جو کم ہو اسقدر مکرہ سے لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے - اور اگر یہ بات کہنے پر مجبور کیا گیا کہ اگر مین اپنی عورت سے قربت کرون تو میرا مال مسکینون پر صدقہ ہے پس چار مہینہ تک اُس سے قربت نہ کی یہانتک کہ وہ بائنہ ہوگئی حالانکہ مدخولہ نہ تھی یا چار مہینہ کے اندر اس سے قربت کر لی اور مال اُسکو صدقہ کرنا لازم آیا تو مکرہ سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہے اور یہ صورت فی المعنی نظیر اُس صورت کی ہے کہ نذر کرنے پر مجبور کیا کہ یون نذر کرے کہ اگر عورت سے قربت کرون تو تمام میرا مال مسکینون پر صدقہ ہے یہ مبسوط مین ہے - اور اگر زید کو کفارہ قسم ادا کرنے پر جسکو وہ توڑ چکا ہے مجبور کیا اور اسکے معنی یہ ہین کہ مطلقاً کفارہ قسم ادا کرنے پر مجبور کیا قسم کے کفارات مین سے کسی نوع کو معین نہ کیا پس مجبور کردہ نے کسی نوع کا کفارہ اُن کفارات مین سے جو اللہ تعالی نے کفارہ قسم مین فرض کیے ہین ادا کیا تو جائز ہے اور مکرہ ضامن نہوگا اور اگر مجبور کردہ کو کفارہ قسم مین کسی معین یا غیر معین غلام کے آزاد کرنے پر مجبور کیا پس اگر خسیس تر غلام کی قیمت اُسیقدر ہو جو کم سے کم صدقہ اور لباس مین صرف ہوتا ہے تو جائز ہے اور مکرہ ضامن نہوگا اور اگر خسیس تر غلام کی قیمت کم سے کم خرچ طعام و لباس سے زیادہ پڑتی ہو تو مکرہ غلام کی قیمت کا ضامن ہوگا اور مجبور کردہ کا کفارہ قسم ادا نہ ہوگا - اور اگر اس صورت مین اکراہ بوعید حبس واقع ہوا تو مکرہ پر ضمان نہ آویگی اور غلام آزاد کرنے سے کفارہ قسم ادا ہو جائیگا - اور اگر طعام صدقہ کرنے پر بوعید قتل مجبور کیا پس اگر وہ اناج جسکے صدقہ کرنے پر مجبور کیا ہے بہ نسبت لباس یا بردہ کے کہ یہ بھی کفارہ قسم مین جائز ہین قیمت مین کم ہو تو مکرہ ضامن نہوگا اور مجبور کردہ کا کفارہ ادا ہو جاویگا اور اگر لباس و بردہ مین سے کم سے کم جس سے کفارہ قسم ادا ہو جاوے اس سے قیمت مین زیادہ ہو تو مکرہ ضامن ہوگا اور کفارہ ادا نہوگا پس اگر مجبور کردہ اُس شخص پر جسنے وقت اکراہ مکرہ کے مجبور کردہ سے وہ اناج لیا ہے قادر ہو تو اُس سے واپس لیوے اور اگر اس صورت مین اکراہ بوعید قید و بند واقع ہو تو مکرہ پر ضمان نہین آتی ہے ولیکن مجبور کردہ اُس شخص سے جسنے اُس سے لیا ہے واپس لے سکتا ہے کیونکہ مجبور کردہ قید و بند کے ساتھ اُسکے دینے پر راضی نہ تھا اور اگر اسکے بعد مجبور کردہ نے اجازت دیدی پس اگر مال وقت اجازت کے قائم ہو تو اُسکی اجازت کارآمد ہوگی اور اگر تلف ہو گیا ہو تو کارآمد نہوگی یہ مبسوط مین ہے - فرمایا کہ جو چیز بحق اللہ تعالی اسپر واجب ہے جیسے بدنہ یا ہدی یا حج یا صدقہ اور مکرہ نے اُسکو مجبور کیا کہ اسکو ادا کرے اور مجبور نے ادا کیا حالانکہ مکرہ نے اسکو بعینہ کسی چیز کے ادا کا حکم نہین کیا تو مکرہ پر ضمان واجب نہ ہوگی اور جو مجبور نے ادا کیا وہ ادا ہو جائیگا اور اگر مجبور نے کوئی شی معین اپنے اوپر واجب کی مثلاً صدقہ مساکین اور مکرہ نے اُسکو بوعید قید یا قتل مجبور کیا کہ صدقہ کرے تو جو کچھ مجبور نے کیا وہ جائز ہے اور مکرہ سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر ایک شخص نے کہا کہ مین اللہ تعالی کے واسطے نذر کرتا ہون کہ ایک ہدی بیت اللہ تعالی مین بھیجونگا پھر مکرہ نے بوعید قتل مجبور کیا کہ بعیر یا بدنہ بھیجے کہ قربانی کر کے صدقہ کیا جاوے اُسنے ایسا ہی کیا تو مکرہ اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور مجبور کردہ کی نذر ادا نہوگی - اور اگر مکرہ نے اُسکو کم سے کم قیمت وغیرہ کی ہدی بھیجنے پر مجبور کیا تو مکرہ ضامن نہوگا کیونکہ مکرہ نے اُس چیز پر جو اسپر شرعاً واجب تھی کچھ زیادتی نہین کی اور اگر کہا کہ مین اللہ تعالی کے واسطے ایک بردہ آزاد کرونگا اور مکرہ نے اُسکو کسی خاص غلام کے آزاد کرنے پر مجبور ۱۲

[illegible]

کیا اور قتل سے ڈرایا اُسنے آزاد کیا تو مکرہ اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اسکی نذر ادا نہ ہوگی اور اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ جس غلام کے آزاد کرنے پر مکرہ نے مجبور کیا ہی وہ کم سے کم ہی یعنے جس سے نذر ادا ہو سکتی ہی انہین سے قیمت مین کمتر ہی تو مکرہ ضامن نہوگا اور اُسکی نذر ادا ہو جاویگی کیونکہ ہم یقیناً جانتے ہین کہ اسقدر اُسپر واجب تھا - اور اگر یون نذر کی کہ مین اللہ تعالے کے واسطے ایک ہروی یا مروی کپڑا خاص معین صدقہ کرونگا اور مکرہ نے اسکو کسی کپڑے کے صدقہ پر مجبور کیا اور اُسنے صدقہ کیا تو جو کپڑا صدقہ کیا ہی اُسکو دیکھنا چاہیے کہ اگر اس جنس مین قیمت وغیرہ مین کم سے کم ہو تو نذر ادا ہو جاویگی اور مکرہ ضامن نہوگا اور اگر اُس سے کم قیمت مین دوسرا کپڑا موجود ہو تو دونون قیمتون کا فرق دیکھا جاوے پس جسقدر فرق ہی اسی قدر مکرہ ضامن ہوگا اور کم سے کم مقدار جو ادا ہوئی ہی وہ اسکی ادای نذر کے واسطے کافی ہوگی - اور اگر یون کہا کہ مین اللہ تعالے کے واسطے دس قفیز گیہون مسکینون پر صدقہ کرنا نذر کرتا ہون پھر مکرہ نے اُسکو اس امر پر مجبور کیا کہ پانچ قفیز کھرے گیہون جو دس قفیز ردی گیہون کے برابر ہین صدقہ کرے اور قتل سے ڈرایا تو مکرہ اسکے مثل گیہون کا ضامن ہوگا کیونکہ جسقدر اُسنے ادا کیا ہی اُس سے تمام نذر ادا نہوگی کیونکہ جو مال ایسے ہین کہ جنمین ربوٰ جاری ہوتا ہی انمین بالمقابلہ صفت کا اعتبار نہین ہی اور پانچ قفیز جید گیہون سے تجویز ممکن نہین ہی کیونکہ اسمین نذر کرنے والے کا ضرر ہی اور نذر کرنے والے کو اختیار ہی کہ ردی دس قفیز گیہون صدقہ کر دیوے - اور اگر ایک شخص کے پاس پچیس بنت مخاض ہون اور اُسپر ایک سال گذر گیا اور زکوٰۃ مین ایک بنت مخاض وسط واجب ہوئی مگر مکرہ نے اسکو جید بنت مخاض صدقہ دینے پر بوعید قتل مجبور کیا تو وسط یعنے درمیانی بنت مخاض سے جسقدر جید یعنے اعلی بنت مخاض کی قیمت زائد ہو اسقدر مکرہ تاوان دیگا کیونکہ اُسی قدر زیادتی دلوانے مین اُسنے ظلم کیا ہی اور بقدر وسط کے اُس شخص سے صدقہ ادا ہو گیا پس بقدر وسط کے مکرہ ضامن نہوگا اور بنت مخاض مین یہ حکم اسواسطے ہی کہ یہ اموال ربوٰ مین سے نہین ہی پس کل واجب سے بعض کا مقابلہ کرنا روا ہی یہ مبسوط مین ہی - اگر زید بوعید قتل ہندہ سے زنا کرنے پر مجبور کیا گیا اور اُسنے زنا کیا تو امام اعظم رح کا اول قول یہ تھا کہ زید پر حد ماری جاویگی پھر رجوع کیا اور فرمایا کہ حد نہین جاری ہوگی اور یہی صاحبین کا قول ہی اور زید پر مہر واجب ہوگا خواہ ہندہ زنا کرانے پر مجبور کی گئی ہو یا طائعہ ہو اور مال تاوان مکرہ سے نہین لے سکتا ہی کیونکہ زنا کا نفع زانی کو حاصل ہوا ہی اور ایسا ہو گیا کہ جیسے ایک شخص کو اُسی کے کھانا کھانے کیواسطے مجبور کیا کہ اس صورت مین اگر وہ شخص بھوکا تھا تو مکرہ ضامن نہوگا اور اگر آسودہ تھا تو مکرہ سے کھانے کی قیمت لے لیگا - اور عورت جسکو زنا پر مجبور کیا وے تو اُسپر حد جاری نہین ہوتی ہی اور اگر مرد نے زنا پر اقدام کیا تو گنہگار ہوگا کیونکہ زنا بڑے گناہون مین سے ہی اور عورت اگر زنا پر مجبور کیجاوے تو آیا گنہگار ہوتی ہی یا نہین سو شیخ الاسلام نے اپنی شرح کے باب الاکراہ علی الزنا مین بیان کیا ہی کہ اگر عورت اسطور پر مجبور کی گئی کہ اپنے اوپر زنا کرنے کا قابو دے اور اُسنے قابو دیا تو گنہگار ہوگی اور اگر [illegible] مگر اس سے زنا کیا گیا تو وہ گنہگار نہوگی اور کتاب الاکراہ مین ذکر کیا کہ اگر عورت زنا پر مجبور کی گئی اور اُسنے اپنے اوپر زنا کرنے کا قابو دیا تو (اُسپر گناہ نہین ہی) اور یہ سب اسصورت مین ہی کہ اکراہ بوعید تلف عضو واقع ہوا اور اگر اکراہ بوعید قید و ضرب ہو تو مرد پر بالاتفاق حد جاری ہوگی الخ

٩ [illegible]

عورت ہو اُسپر حد نہین جاری ہوگی مگر وہ گنہگار ہوگی اور اگر اکراہ بوعید قتل کی صورت مین مرد نے زنا سے انکار کیا یہانتک کہ مقتول ہوا تو اُسکو ثواب حاصل ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر حربی نے ایک مسلمان سے یون کہا کہ اگر تو مجھے یہ باندی اس غرض سے دیدے کہ مین اس سے زنا کرون تو مین مسلمان قیدیون مین سے جو میرے پاس ہین ایک قیدی چھوڑ دون تو اس مسلمان کو یہ روا نہین ہے کہ باندی اُسکو دیدے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر ایک شخص مرتد ہونے پر مجبور کیا گیا تو اُسکی عورت اُس سے بائنہ نہ ہوگی اور اگر عورت نے دعوے کیا کہ مین تجھ سے بائنہ ہو گئی ہون اور مرد نے کہا کہ مین نے کلمۂ کفر صرف زبان سے اظہار کیا حالانکہ دل میرا ایمان کے ساتھ مطمئن تھا تو استحساناً مرد کا قول قبول ہوگا کیونکہ شوہر فرقت سے انکار کرتا ہے اور اگر اُس شخص نے جسکو کلمۂ کفر کہنے پر مجبور کیا تھا یون کہا کہ کفرت باللہ کہتے مین میرے دل مین یہ خیال تھا کہ مین زمانہ گذشتہ کی جھوٹی خبر بیان کرتا ہون حالانکہ مین نے کبھی اللہ تعالے کے ساتھ کفر نہین کیا ہے تو حکم قضا مین اسکی عورت بائنہ ہو جاوے گی اور فیما بینہ وبین اللہ تعالے بائن نہوگی اور اگر ایک شخص نے بطوع خود زمانہ گذشتہ مین اپنے کفر کا اقرار کیا پھر کہا کہ میری مراد یہ تھی کہ دروغ کہتا ہون تو قاضی اُسکے قول کی تصدیق نہ کریگا اور اگر سچ کہتا ہے تو فیما بینہ وبین اللہ تعالے اُسکی تصدیق ہوگی۔ اور اگر کہا کہ میرے دل مین زمانہ گذشتہ کے اخبار کا خیال آیا مگر مین نے خبر مراد نہین لی بلکہ انشاء مراد لی جیسا کہ مجھ سے کرہ نے چاہا تھا تو اس صورت مین اس شخص نے حقیقۃً کفر کا اقرار کیا تو فیما بینہ وبین اللہ تعالے وحکم قضا دونون طرح اُسکی عورت بائن ہو جاوے گی۔ اور اگر کہا کہ میرے دل مین کچھ خطرہ نہین آیا مگر مین نے اللہ تعالے کے ساتھ آیندہ کفر کا اقرار کیا حالانکہ میرا دل ایمان سے مطمئن تھا تو اُسکی عورت بائن نہوگی۔ اور اسی طرح اگر زید کو صلیب کے واسطے نماز پڑھنے یا سجدہ کرنے پر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بد کہنے پر مجبور کیا اور مجبور نے ایسا کیا اور کہا کہ مین نے اللہ تعالیٰ کیواسطے نماز مراد لی تھی یا کسی دوسرے شخص کو بد کہنا مراد لیا تھا اور یہی میری نیت تھی تو اُسکی سنکوحہ حکم قاضی مین بائن ہوگی اور فیما بینہ وبین اللہ تعالے بائن نہوگی اور اگر اسکے دل مین اللہ تعالے کیواسطے نماز کا اور سوائے حضرت رسول صلعم کے دوسرے کے بد کہنے کا خیال تھا پھر اُسنے صلیب کے واسطے سجدہ کیا یا نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بد کہا تو قضاءً ودیانۃً اُسکی عورت بائن ہوگی اور اگر اُسکے دل مین کچھ خیال نہ گذرا اور اُسنے صلیب کے واسطے نماز پڑھی یا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بد کہا حالانکہ اُسکا دل ایمان سے مطمئن ہے تو اُسکی منکوحہ قضاءً ودیانۃً کسی طرح بائن نہوگی بشرطیکہ اُسکے دل مین کچھ خطرہ نہ آیا ہو اور اُسنے مکرہ علیہ کو کہا اور اُسکو دفع نہ کر سکا کذا فی الکافی۔ اگر ایک شخص اسلام پر مجبور کیے جانے سے مسلمان ہوا تو اُسکے اسلام کا حکم دیا جائیگا اور اگر اسلام پر مجبور کیا گیا اور مسلمان ہوا پھر اسلام سے پھر گیا تو قتل نہ کیا جائیگا کذا فی التبیین اور کافی ہذا اگر ایک شخص سے کہا گیا کہ اگر تو نے نماز پڑھی تو مین تجھے قتل کرونگا اُسنے وقت چلے جانے کا خوف کر کے اُٹھکر نماز پڑھی حالانکہ جانتا ہے کہ مجھے اسوقت نماز ترک کرنے کی شرعاً گنجایش ہے پھر سبب نماز پڑھنے کے مقتول ہوا تو وہ شخص ایسا کرنے مین اپنا قاتل اور گنہگار نہوگا کیونکہ اُسنے عزیمت کو اختیار کیا ہے اسیطرح صوم رمضان کی نسبت اگر ایک شخص مقیم سے کہا گیا کہ اگر تو روزہ افطار نہ کریگا تو ہم تجھے قتل کرینگے اُسنے افطار سے انکار کیا یہانتک کہ قتل کیا گیا حالانکہ جانتا ہے کہ مجھے افطار کی گنجایش ہے تو اُسکو

ثواب پائیگا کہ اُسنے عزیمت کو اختیار کیا ہی اور اگر اُسنے افطار کر لیا تو رخصت ہی گنہگار نہ ہوگا ولیکن اگر ایسا مریض ہو کہ نہ کھانے پینے سے اُسکی جان کا خوف ہو اور اُسنے افطار نہ کیا حالانکہ جانتا ہی کہ مجھے افطار کی گنجائش ہی تو وہ گنہگار ہوگا اسی طرح اگر رمضان میں مسافر ہوا اور اُس سے کہا گیا کہ تو افطار کر ورنہ ہم تجھے قتل کرینگے اُسنے افطار سے انکار کیا اور قتل کیا گیا تو گنہگار ہوگا یہ مبسوط میں ہی ۔ ابن شجاع رحمہ اللہ سے مروی ہی کہ انھوں نے فرمایا کہ اگر اہل حرب نے کسی نبی کو گرفتار کر کے اُس سے کہا کہ اگر تو یوں کہے کہ میں نبی نہیں ہوں تو ہم تجھے چھوڑ دیوینگے اور اگر تو نے اپنے تئیں نبی کہا تو ہم تجھے قتل کرینگے تو اُسکو روا نہیں ہی کہ اپنے تئیں سوا اسکے نبی اللہ و رسول اللہ کے اور کچھ کہے اور اگر سوائے نبی کے کسی غیر شخص سے یوں کہا کہ اگر تو یوں کہے کہ یہ شخص نبی نہیں ہی تو ہم تیرے نبی کو چھوڑ دیتے ہیں اور اگر تو نے کہا کہ یہ نبی ہی تو ہم تیرے نبی کو قتل کرینگے تو اُسکو اختیار ہی کہ یوں کہدے کہ یہ نبی نہیں ہی تاکہ نبی سے قتل دور ہو یہ فتاوے قاضی خان میں ہی ۔ اور اگر کسی محرم سے کہا گیا کہ تو اس شکار کو قتل کر ورنہ ہم تجھے قتل کرینگے اُسنے انکار کیا اور خود قتل کیا گیا تو انشاء اللہ تعالے ثواب پاویگا اور اگر اُسنے شکار کو قتل کیا تو قیاساً اسپر کچھ عائد نہ ہوگا اور نہ اُسپر جسنے اُسکو مجبور کیا ہی مگر استحساناً قاتل پر کفارہ واجب ہوگا اور مکرہ پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر مجبور کردہ اور مجبور کنندہ دونوں محرم ہوں تو دونوں میں سے ہر ایک پر کفارہ واجب ہوگا اور اگر محرم کو فقط قید سے ڈرایا ہو حالانکہ دونوں محرم ہیں تو قیاساً فقط قاتل پر کفارہ واجب ہوگا نہ مکرہ پر کیونکہ قتل صید ایک فعل ہی اور اکراہ بقید کا افعال میں کچھ اثر نہیں ہوتا ہی اور استحساناً دونوں میں سے ہر ایک پر جرمانہ واجب ہوگا ۔ اور اگر دونوں حلال ہوں کہ حرم میں موجود ہوں اور ایک نے دوسرے کو بوعید قتل اس امر پر مجبور کیا کہ صید کو قتل کرے تو مکرہ پر کفارہ واجب ہوگا اور اگر بوعید قید مجبور کیا تو فقط مجبور پر کفارہ واجب ہوگا بمنزلہ ضمان مال کے و بمنزلہ کفارہ قتل آدمی کی خطا سے یہ مبسوط میں ہی ۔ اگر زید مجبور کیا گیا کہ رمضان میں دن میں اپنی عورت سے جماع کرے یا کھانے یا پیئے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو اسپر کفارہ واجب نہ ہوگا اور قضا واجب ہوگی یہ فتاوے قاضی خان میں ہی ۔ اور اگر بوعید قتل زنا کرنے پر مجبور کیا گیا تو اُسکو کرنا روا نہیں ہی اور اگر اُسنے کیا اور محرم تھا تو احرام فاسد ہو جاویگا اور اسی پر کفارہ واجب ہوگا نہ اُسپر جسنے مجبور کیا ہی اور اگر بوعید قتل ایک عورت محرمہ زنا کرنے پر مجبور کی گئی تو اسکو روا ہی کہ اپنے اوپر زنا کا قابو دیدے اور اُسکا احرام فاسد ہو جاویگا اور اسی پر کفارہ واجب ہوگا نہ مکرہ پر ۔ اور اگر عورت نے نہ مانا یہاں تک کہ قتل کی گئی تو اُسکو گنجائش ہی پھر ان مقامات میں جہاں ہم نے مجبور کردہ پر کفارہ واجب کیا ہی اُس کفارہ کو مجبور کردہ مکرہ سے نہیں لے سکتا ہی اور اگر لے لیا تو اُسپر کردہ کے نام کی ڈگری بقدر کفارہ کیجاویگی اور یہ روا نہیں ہی کہ بقدر اُسنے مجبور کے ذمہ ڈالا ہی اُس سے زیادہ مجبور اُس سے لے لے یہ مبسوط میں ہی ۔ فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ اگر سلطان نے وصی یتیم کو بوعید قتل یا اتلاف عضو ڈرایا کہ مجھے یتیم کا مال دیدے اُسنے دیدیا تو ضامن نہوگا اور اگر بوعید قید و بند ڈرایا ہو تو وصی ضامن ہوگا اور اگر خود اُسکے مال چھین لینے سے ڈرایا ہو کہ اگر یتیم کا مال نہ دیدیا تو تیرا مال لے لونگا پس اگر وصی جانتا ہی کہ کچھ لے لیگا اور کچھ بقدر کفایت چھوڑ دیگا تو اُسکو روا نہیں ہی کہ یتیم کا مال دیدے اور اگر دیدیا تو اُسکے مثل تاوان دیگا اور اگر خوف ہوا کہ میرا سب مال لے لیگا تو وصی معذور ہوگا اور اگر اُسنے یتیم کا مال دیدیا

تو ضامن نہ ہوگا اور اگر سلطان نے یتیم کا مال خود لے لیا تو وصی پر سب صورتون مین سے کسی طرح ضمان نہین آتی ہی یہ ینابیع مین ہی۔ اور اگر ایک شخص سے کہا گیا کہ ہمین اپنا مال بتلا کہ کہان ہی اور ہمارے ساتھ چل ورنہ ہم تجھے قتل کرینگے اُسنے ایسا نہ کیا یہان تک کہ قتل کیا گیا تو گنہگار نہ ہوگا اور اگر اُسنے راہ بتائی یہان تک کہ انھون نے مال لے لیا تو ظالم لوگ ضامن ہونگے یہ مبسوط مین ہی۔

تیسرا باب۔ عقود تلجیہ کے مسائل کے بیان مین۔ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ مین چاہتا ہون کہ اپنا یہ غلام ایک بات کے خوف سے تیرے ہاتھ بطور تلجیہ کے فروخت کرون اور عمرو نے کہا کہ اچھا اور اس گفتگو پر چند لوگ شاہد تھے پھر دونون بازار مین آئے اور باہم خرید و فروخت چند گواہون کے سامنے کر لی پھر اس بیع کے بعد اگر دونون نے ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ ہم نے اس قرارداد پر جو پہلے ہوا ہے تلجیہ کے طور پر بیع ٹھہرائی ہی تو بلا خلاف یہ بیع فاسد ہی اور اگر دونون نے ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ ہم نے وقوع بیع سے پہلے قرارداد تلجیہ سے اعراض کر کے پھر بیع قرار دی ہی تو بلا خلاف بیع جائز ہی اور اگر دونون نے تلجیہ کی گفتگو واقع ہونے پر ایک دوسرے کی تصدیق کی مگر ایک نے دعوے کیا کہ اسی قرارداد تلجیہ پر بیع واقع ہوئی اور عمرو نے دعوے کیا کہ اس قرارداد تلجیہ سے اعراض کر کے بطور صحیح بیع واقع ہوئی تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ بیع جائز ہی اور جو شخص تلجیہ سے اعراض کرنے کا مدعی ہی اُسی کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہ جواز عقد کا مدعی ہی اور صاحبین نے فرمایا کہ بیع فاسد ہی اور جو شخص قرارداد تلجیہ پر وقوع بیع کا مدعی ہی اُسی کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہ ایسے امر کا مدعی ہی جو دونون کے اتفاق سے ثابت ہی اور علی ہذا اگر دونون نے تلجیہ کی گفتگو پر اتفاق کیا پھر دونون نے کہا کہ وقت وقوع بیع کے ہمارے دل مین کچھ خیال نہین تھا تو امام اعظم رح کے نزدیک بیع جائز اور صاحبین کے نزدیک فاسد ہی اور اگر ایک نے تلجیہ کے قرارداد کا دعوے کیا اور دوسرے نے اس قرارداد سے انکار کیا تو قرارداد سے منکر کا قول قبول ہوگا پھر اگر قرارداد کے مدعی نے تلجیہ کی قرارداد پر گواہ پیش کیے اور کہا کہ ہم نے اسی قرارداد پر اس بیع کو قائم کیا ہی پس اگر دوسرے نے اس بنا پر وقوع بیع کی تصدیق کی تو بیع فاسد ہی اور اگر کہا کہ ہم نے اس قرارداد سے اعراض کر کے بیع قائم کی ہی تو مسئلہ مین اختلاف ہوگا امام اعظم رح کے نزدیک جائز اور صاحبین کے نزدیک بیع فاسد ہوگی۔ اور اگر دونون نے اتفاق کیا کہ بیع ہم دونون کی تلجیہ واقع ہوئی پھر ایک نے اجازت دیدی تو جائز نہین تاوقتیکہ دونون اجازت نہ دین اور اگر بیع بطور تلجیہ واقع ہونے پر دونون نے اتفاق کیا اور بنا بریں مشتری نے بائع سے غلام لیکر قبضہ کر کے آزاد کر دیا تو عتق باطل ہی اور دونون مسئلون مین بائع کو خیار ثابت ہوگا۔ اور اگر دونون نے یہ قرارداد کیا کہ دونون یہ خبر دینگے کہ کل کے روز ہم نے یہ غلام ہزار درم کو باہم خرید و فروخت کیا ہی حالانکہ دونون کے درمیان بیع واقع نہین ہوئی پھر اسکا اقرار کیا تو یہ بیع نہین ہی اور اگر ایک نے دعوے کیا کہ یہ اقرار ہزل ہی اور دوسرے نے دعوے کیا کہ جد ہی تو مدعی جد کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہ جواز کا دعوے کرتا ہی اور دوسرے پر لازم ہی کہ گواہ پیش کرے اور اگر دونون نے کہا کہ جسنے اس بیع کی جھوٹی خبر دی ہی اجازت دیدی تو جائز نہوگی۔ یہ سب اس صورت مین ہی کہ نفس بیع مین تلجیہ واقع ہوا اور اگر بدل بیع مین تلجیہ واقع ہو مثلاً پوشیدہ یون قرارداد کی کہ ثمن ایک ہزار درم

ہرگز نہ علانیہ دو ہزار درم پر فروخت کرینگے ایک ہزار درم لوگون کو سنانے کو بڑھا وینگے پھر اگر دونون نے اتفاق کیا
کہ ہم نے اعراض کرکے بیع قرار دی ہی تو دو ہزار درم پر بیع جائز ہوگی اور اگر اسی قرار داد پر وقوع بیع پر اتفاق کیا
تو صاحبین کے نزدیک ایک ہزار درم پر بیع جائز ہی اور ایک روایت امام اعظم رح سے بھی یہی ہی اور دوسری
روایت مین امام اعظم رح کے نزدیک بیع فاسد ہی ایسا ہی شمس الائمہ سرخسی نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہی اور اگر
دونون نے اتفاق کیا کہ وقت بیع کے ہمارے دل مین کچھ خیال نہ تھا تو صاحبین کے نزدیک ایک ہزار درم پر
بیع واقع ہوگی اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ امام اعظم رح سے بھی ایک روایت مین یون ہی آیا ہی اور دوسری
روایت مین یون ہی کہ بیع دو ہزار درم پر واقع ہوگی اور یہی روایت کتاب الاقرار مین مذکور ہی اور شمس الائمہ
نے کہا کہ یہی روایت اصح ہی اور شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین یہ تفصیل ذکر نہین فرمائی اور اگر پوشیدہ یون قرار
داد کی کہ ثمن سو دینار ہین اور علانیہ دس ہزار درم پر بیع قرار دی تو دس ہزار درم پر بیع واقع ہوگی اور یہ استحسان
ہی اور قیاساً جائز نہ ہونی چاہیے - اور اگر دونون نے پوشیدہ کسی ثمن پر بیع قرار دی پھر علانیہ دوسرے ثمن پر قرار
دی پس اگر ثمن علانیہ جنس ثمن سر سے ہو مگر فرق یہ ہو کہ سر یہ ثمن سے زائد ہو مثلاً خفیہ ہزار درم پر بیع کی پھر
علانیہ دو ہزار درم پر قرار دی پس اگر اس امر کے گواہ کر لیے کہ علانیہ بیع ہزل و سمعہ ہی تو عقد وہی ہوگا جو پوشیدہ
قرار دیا ہی اور اگر اس امر کے گواہ نہ کیے تو عقد یہی عقد علانیہ ہوگا اسی طرح اگر علانیہ دوسری جنس کے ثمن پر
بیع قرار دی تو بھی حکم اسی تفصیل سے ہی کہ اگر علانیہ عقد کے ہزل و سمعہ ہونے پر گواہ کر لیے تو عقد سر صحیح
ہی ورنہ عقد علانیہ صحیح ہی - اور اگر پوشیدہ دونون نے یہ کہا کہ ہم چاہتے ہین کہ علانیہ بیع تلجیہ ظاہر کرین حالانکہ
یہ تلجیہ دیا طل ہوگا اور اس امر پر اتفاق کیا پھر علانیہ ایک نے کہا کہ ہم نے خفیہ یون قرار داد کی تھی اور اب
میری رائے مین آیا کہ اسکو بیع صحیح کر دون اور دوسرا شخص حاضر تھا اور اسکو سنتا تھا اُسنے کچھ نہ کہا پھر دونون کے
دونون نے باہم بیع کی تو بیع جائز ہی اور اگر دوسرے نے نہ سنا اور بیع قرار دی تو بیع فاسد ہی اگر چہ مشتری
غلام پر قبضہ کر کے اسکو آزاد کر دے پس اگر یہ قول بائع نے کہا ہو تو عتق جائز ہی اور بائع پر واجب ہوگا
کہ ثمن واپس کرے اور اگر مشتری نے کہا تو عتق باطل ہی یہ محیط مین ہی - اگر زید نے ہندہ سے کہا کہ مین تیرے
ساتھ بطور ہزل نکاح کرونگا ہندہ نے کہا کہ بہت اچھا اور ہندہ کے ولی نے دونون کے ساتھ اتفاق کیا پھر
زید نے نکاح کیا تو یہ نکاح حکم قضا مین بھی اور دیانۃً بینہ وبین اللہ تعالےٰ بھی جائز ہی - اور اگر زید نے ہندہ
اور اسکے ولی سے یا فقط ولی سے کہا کہ مین ہندہ سے ہزار درم پر نکاح کرنا چاہتا ہون اور سنانے کو دو ہزار
پر علانیہ نکاح ہوگا حالانکہ مہر ہزار درم ہی - پس ولی نے کہا کہ اچھا مین ایسا کرونگا پس زید نے ہندہ سے
علانیہ دو ہزار پر نکاح کیا تو نکاح جائز اور مہر ہزار درم ہوگا بشرطیکہ دونون اس قول پر جو انھون نے
خفیہ قرار دیا ہی اتفاق کرین یا گواہ قائم ہون - اور اگر کہا کہ سو دینار مہر ہی ولیکن سنانے کو دس ہزار درم
قرار دینگے اور اسپر گواہ کر لیے پھر ہندہ سے دس ہزار درم پر علانیہ نکاح کیا تو یہ نکاح ہندہ کے مہر مثل پر
جائز ہوگا اسی طرح اگر پوشیدہ سو دینار مہر قرار دیا اور نام مہر مین اُسکا کچھ مہر معین نہ کیا تو بھی اسکو مہر المثل
ملیگا اور اگر وقت عقد کے یون بیان کیا کہ ہم نے اعتقاد مہر پوشیدہ کیا جسپر ہم راضی ہو چکے ہین تو یہ نکاح سو

دینار پر جائز ہی یہ مبسوط میں ہی - اگر پوشیدہ ہزار درم پر عقد نکاح قرار دیا پھر علانیہ دو ہزار درم پر عقد نکاح قرار دیا
پس اگر اس امر کے گواہ کر لیے کہ ظاہر میں جو مہر قرار دیتے ہیں یہ ہزل ہی اور سنانے کو ہی تو مہر وہی ہوگا جو پوشیدہ قرار
دیا ہی اور اگر اس امر کے گواہ نہ کیے کہ جو ظاہر کرتے ہیں وہ سنانے کو ہزل ہی تو جو مہر علانیہ ٹھہرایا ہی وہی مہر قرار دیا
جائیگا اسیطرح اگر ظاہر میں خلاف جنس اول مہر قرار دیا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر ایک نے علانیہ کا دعوی کیا کہ اسپر
گواہ قائم کیے اور دوسرے نے پوشیدہ کا دعوی کر کے گواہ قائم کیے تو علانیہ گواہوں کی سماعت ہو گی و لیکن اگر
گواہوں نے یون گواہی دی کہ اُنھون نے یون کہا تھا کہ سنانے کو ہم ظاہر مہر پر ظاہر میں گواہ کر لینگے تو اس صورت
مین پوشیدہ دعوی کے گواہوں کی سماعت کرونگا اور ظاہر کے گواہوں کو باطل کرونگا - اور اگر بطریق ہزل کے
اپنی عورت کو یا اپنے غلام کو مال پر طلاق دیا یا آزاد کیا اور عورت یا غلام نے قبول کیا یا دونون نے پوشیدہ یہ قرار
داد کی کہ جو ہم ظاہر کرین وہ ہزل ہی تو طلاق واقع ہوگی اور مال عورت پر واجب ہوگا ایسا ہی امام محمد رح نے کتاب
مین ذکر فرمایا ہی اور یہ تفصیل ذکر نہین فرمائی کہ ہزل آیا شوہر یا مولی کی طرف سے تھا یا عورت و غلام کی طرف سے
یا دونون طرف سے تھا پس اگر ہزل شوہر یا مولی کی طرف سے ہو تو دو صورت عورت یا غلام کے قبول کرنے کے
بلاشک عورت و غلام پر مال واجب ہوگا اور اگر عورت و غلام کی طرف سے ہو یا دونون طرف سے ہو تو مسئلہ مین
اختلاف واجب ہی یعنی امام اعظم رح کے قول پر جبتک عورت و غلام کی طرف سے اجازت نہ پائی جاوے تبتک مال
واجب نہ ہونا چاہیے اور صاحبین کے قول پر مال واجب ہوگا اور شرط ہزل صحیح نہو گی ایسا ہی فقیہ ابو جعفر ہندوانی
رح نے ذکر فرمایا ہی یہ محیط مین ہی - اگر عورت کو طلاق دی یا غلام کو آزاد کیا یا قتل عمد سے صلح کسی قدر مال پر خفیہ قرار دی
پھر طلاق یا اعتاق یا صلح دوبارہ کسیقدر مال پر ظاہر مین قرار دی پس اگر مال ثانی جنس اول سے ہو مگر فرق یہ ہو کہ مال
ثانی زیادہ ہو پس اگر اس امر کے گواہ کر لیے کہ جو مال علانیہ بیان کرتے ہین یہ ریا و سمعہ ہی تو مال بدل وہی ہوگا جو پوشیدہ
قرار دیا ہی اور اگر اس امر پر گواہ نہ کر لیے تو امام اعظم رح کے نزدیک بدل وہی ہی جو خفیہ ٹھہرایا ہی اور صاحبین کے قول پر
مشایخ نے اختلاف کیا ہی بعضون نے کہا کہ بدل وہی ہوگا جو پوشیدہ ٹھہرایا ہی اور بعضون نے کہا کہ بدل وہی ہی
جو علانیہ قرار دیا ہی اور جو کچھ بدل اول سے ثانی مین زیادہ ہی وہ اُسپر زیادتی کر دیجاویگی اور یہ اس اختلاف کا
حاصل یہ ٹھہرتا ہی کہ بدل طلاق و عتاق و صلح قتل عمد مین زیادتی صحیح ہی یا نہین سو بعض مشایخ کے نزدیک نہین
صحیح ہی اور یہی اصح ہی - اور اگر بدل ثانی خلاف جنس اول ہو تو بھی یہی حکم ہی کہ اگر علانیہ بدل کے ریا و سمعہ ہونے پر
گواہ کر لیے تو بدل وہی ہوگا جو پوشیدہ قرار دیا ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی اگر عورت و مرد نے پوشیدہ قرارداد کر لی
کہ مہر دینار ہین اور علانیہ اس طور سے نکاح کیا کہ عورت کا کچھ مہر نہین ہی تو عورت کا مہر اُن دیناروں سے
ہوگا جسپر خفیہ قرارداد کر لی ہی اور اگر ظاہر مین اسطور سے نکاح کیا کہ عورت کا مہر دینا نہیں ہی یا علانیہ نکاح کیا اور مہر سے
سکوت کیا تو دونون صورتون مین مہر المثل پر انعقاد نکاح ہوگا یہ محیط مین ہی - اگر اپنی عورت سے کہا کہ تجھے ہزار درم پر طلاق
دونگا و لیکن لوگون کے سنانے کو سو دینار کہونگا پھر اسکو سو دینار پر طلاق دیدی تو سو دینار پر طلاق واقع ہوگی اگرچہ
دونون نے یہ قرارداد کر لی ہو کہ ہم دینار کا بیان لوگون کے سنانے کیواسطے کرینگے یہ تاتارخانیہ مین ہی

باب چہارم متفرقات کے بیان مین - اگر زید کو بوعید تلف یا قید و بند اس امر پر مجبور کیا کہ اقرار کرے اُسنے

[illegible]

اقرار کیا تو اقرار صحیح نہیں ہی اور اگر ایک روز کی قید و بند یا ایک کوڑا مارنے پر زید اسکے ہزار درم کے اقرار پر مجبور کیا
اور زید نے اقرار کیا کہ مجھپر اسکے ہزار درم ہین تو جائز ہی اور اگر اسکے دل مین یہ خیال گذرا کہ اسقدر قید و بند باعث
غم ہی تو اقرار باطل ہوگا۔ اور یہ حکم جو ذکر ہوا ہی اس صورت مین ہی کہ وہ شخص دریائی لوگون مین سے ہو اور اگر
اشراف لوگون مین سے ہو کہ اسکو شرح مین ایک کوڑا لگنے سے عار ہو یا ایک روز کی قید و بند یا مجلس سلطان مین
کوتمالی اسکے حق مین عار ہو تو ایسا شخص مجبور کردہ شمار ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر زید کو ہزار درم کے اقرار
پر مجبور کیا اُسنے سو دینار کا جسکی قیمت ہزار درم ہی اقرار کیا تو اقرار نافذ ہوگا اور اگر زید کو عمرو کے واسطے ہزار درم
کے اقرار پر مجبور کیا اور زید نے پانچسو درم کا اقرار کیا تو استحساناً صحیح نہین ہی اور زید کے ذمہ مال لازم ہوگا
اور اگر زید نے ہزار سے زیادہ ڈیڑھ ہزار درم یا دو ہزار درم کا اقرار کیا تو ہزار سے جسقدر زیادہ ہی وہ زید
کے ذمہ لازم ہوگا اور جسقدر مال پر مجبور کیا گیا تھا وہ لازم نہ ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر زید کو
عمرو کے واسطے ہزار درم کے اقرار پر مجبور کیا اور زید نے سوا سے درم کے کسی کیلی یا وزنی چیز کا عمرو کے واسطے
اقرار کیا تو یہ اقرار بلا تفصیل صحیح ہی اور اگر عمرو کے واسطے ہزار درم کے اقرار پر مجبور کیا اُسنے عمرو و خالد غائب
کے واسطے ہزار کا اقرار کیا تو امام ابو یوسف و امام اعظم رح کے نزدیک سب اقرار باطل ہی خواہ زید نے خالد کے
شریک ہونے کا اقرار کیا ہو یا نہ کیا ہو اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر خالد نے اسکے اقرار کی تصدیق کی تو سب اقرار
باطل ہوگیا اور اگر یون کہا کہ میرا زید پر اس مال کا نصف چاہئے ہی اور میرے اور عمرو کے درمیان کچھ شرکت
نہین ہی تو خالد کے واسطے نصف مال کا اقرار جائز ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور فرمایا کہ اگر زید بوعید تلف یا غیر تلف
اس امر پر مجبور کیا گیا کہ گذشتہ عتق یا طلاق یا نکاح کا اقرار کرے حالانکہ وہ کہتا ہی کہ مین نے کبھی ایسا نہین کیا ہی
تو اقرار باطل ہی اور غلام آزاد نہ ہوگا غلام رہیگا جیسا تھا اور عورت اسکی جورو رہیگی جیسی تھی اور اس حکم مین اکراہ
بوعید قتل و اکراہ بوعید قید و بند یکسان ہی اسی طرح اقرار رجعت یا رجعت ایلا و عفو از قتل عمد کا بھی یہی حکم ہی
اسی طرح اپنے غلام کی نسبت یہ اقرار کرانا کہ میرا بیٹا ہی یا باندی کی نسبت کہ یہ میری ام ولد ہی یہی حکم رکھتا ہی یہ مبسوط
مین ہی۔ اور تجرید مین لکھا ہی کہ اگر ضرب و قید سے ڈرا کر اس امر پر مجبور کیا گیا کہ اپنے اوپر کسی حد یا قصاص کا اقرار
کرے تو یہ باطل ہی اور اگر اسکو چھوڑ دیا اور پھر اسکے بعد پکڑ لایا اور از سر نو اپنے اوپر حد یا قصاص کا اقرار کیا تو
ماخوذ ہوگا اور اگر اسکو چھوڑا مگر یہ کہا کہ ہم تجھے اقرار پر ماخوذ نہین کرتے ہین تیرا جی چاہے اقرار کر دے یا چاہے
نہ اقرار کر حالانکہ مجبور کردہ اسکے ہاتھ مین بحالہ گرفتار ہی تو اقرار جائز نہ ہوگا اور اگر اسکو چھوڑ دیا اور ہنوز مکرہ کی نظر
سے پوشیدہ نہ ہوا تھا کہ ایک شخص کو گرفتار کرکے واپس لانے کو بھیجا اُسنے گرفتار ہو کر بدون ڈرانے کے ابتدا از
اقرار کر دیا تو یہ کچھ نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر زید کو مجبور کیا کہ اپنے اوپر حد یا قصاص کا اقرار کرے اُسنے
اقرار کیا تو اسپر کچھ لازم نہ آویگا اور اگر اسکے اسی اقرار پر اسپر حد یا قصاص جاری کیا گیا حالانکہ زید اس بات
مین جسکا اقرار کیا ہی مشہور ہی ولیکن اسپر کوئی گواہی نہین ہی تو استحساناً مکرہ سے قصاص نہ لیا جائیگا مگر اسکے مال سے
سبب ضمان دلائی جاویگی اور اگر مشہور نہ ہو تو قصاص کی صورت مین مکرہ سے قصاص لیا جائیگا اور مال کی صورت
مین مکرہ سے مال تاوان لیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر زید مجبور کیا گیا کہ غصب یا اتلاف و دیعت کا اقرار کرے

اُسنے اقرار کیا تو صحیح نہین ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی ۔ اور اگر زید کو اس امر پر مجبور کیا کہ یون اقرار کرے کہ مین نے مانہ ماضی مین مسلمان ہوگیا ہون تو اقرار باطل ہی اور اگر بوعید تلف یا غیر تلف اس اقرار پر مجبور کیا کہ میرا عمرو کیطرف کچھ حق قصاص نہین ہی اور نہ میرے پاس اسکے گواہ ہین تو یہ اقرار باطل ہی اور بعد اسکے اگر زید نے دعوے کیا اور عمرو پر اپنے حق قصاص ہونے کے گواہ پیش کیے تو اسکے نام عمرو پر قصاص کی ڈگری کیجاویگی کیونکہ جو اُسنے سابق مین نسبت قصاص کے اقرار کیا ہی وہ باطل ہی پس اُسکا وجود و عدم یکسان ہی اسی طرح اگر زید کو مجبور کیا کہ یون اقرار کرے کہ مین نے اس عورت سے نکاح نہین کیا ہی اور نہ میرے پاس عورت پر اس امر کے گواہ ہین یا یون اقرار کرے کہ یہ شخص میرا غلام نہین ہی اور اصلی آزاد ہی تو ایسا اقرار باطل ہی کیونکہ اکراہ اس امر کی دلیل ہی کہ جو کچھ اقرار کرتا ہی وہ جھوٹ ہی پس اگر اسکے بعد زید اس عورت سے نکاح کر لے یا غلام کی رقیت پر گواہ قائم کرے تو وہ اقرار باکراہ مانع قبول نہ ہوگا یہ مبسوط مین ہی ۔ اور اگر زید کو اس امر پر مجبور کیا کہ کفیل بالنفس یا بالمال کو کفالت سے خارج کر دے تو یہ صحیح نہین ہی اور اگر شفیع کو مجبور کیا کہ طلب شفعہ سے خاموش رہے تو اسکا شفعہ باطل نہ ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی ۔ اور اگر شفیع نے شفعہ طلب کیا پھر اسکو مجبور کیا کہ شفعہ سپرد کر دے تو اسکا سپرد کرنا باطل ہی ۔ اور اگر ایسا ہوا کہ جسوقت شفیع کو معلوم ہوا اُسنے شفعہ طلب کرنا چاہا اور مکرہ نے اسکو مجبور کیا کہ ایک روز یا زیادہ شفعہ طلب کرنے سے خاموش رہے تو اسکا حق شفعہ باقی رہیگا پس بروقت رہائی کے اگر اُسنے شفعہ طلب کیا تو خیر ورنہ شفعہ باطل ہوجائیگا یہ ظہیریہ مین ہی ۔ ایک عورت نے اپنے شوہر پر زنا کی تہمت لگانے کا جسکو قذف کہتے ہین دعوے کیا اور شوہر نے انکار کیا اور شوہر پر گواہ قائم ہوے کہ اُسنے تہمت لگائی ہی اور گواہون کی پوشیدہ و ظاہر دونون طرح تعدیل ہوگئی اور قاضی نے شوہر کو حکم دیا کہ عورت کے ساتھ لعان کرے اُسنے لعان کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ مین نے تہمت نہین لگائی ہی اور ان گواہون نے مجھپر جھوٹی گواہی دی ہی تو قاضی اُسکو لعان کرانے پر مجبور کریگا اور قید کریگا یہانتک کہ لعان کرے پس اگر قاضی نے اسکو قید کیا یہان تک کہ اُسنے مجبور ہوکر لعان کیا یا قید سے ڈرایا حتی کہ اُسنے لعان کیا اور کہا کہ مین اللہ کو گواہ کرتا ہون کہ جو کچھ مین نے اسکو تہمت لگائی ہی یعنی زنا کی اسمین مین سچا ہون اور عورت نے بھی لعان کر لیا اور قاضی نے دونون مین تفریق کرا دی پھر یہ ظاہر ہوا کہ یہ گواہ لوگ غلام ہین یا حد قذف مین محدود ہو چکے ہین یا اور کسی وجہ سے انکی گواہی باطل ہوگئی تو قاضی اُس لعان کو جو دونون کے درمیان واقع ہوا اور فرقت کو باطل کر کے عورت کو اُسکے شوہر کے پاس واپس کر دیگا اور اگر قاضی نے اسکو لعان کے واسطے قید نہ کیا ہو اور نہ قید سے ڈرایا ہو بلکہ فقط یہ کہا ہو کہ گواہون نے تجھپر قذف کی گواہی دی اور مین نے تجھپر لعان کرنے کا حکم جاری کر دیا ہی پس تو لعان کر اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا پس شوہر نے لعان کیا اور عورت نے بھی لعان کیا جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہی اور قاضی نے تفریق کر دی پھر معلوم ہوا کہ گواہ لوگ غلام ہین اور گواہی باطل ہوگئی تو قاضی اُس لعان کو جو عورت و شوہر کے درمیان واقع ہوا ہی پورا کریگا اور تفریق کو باقی رکھیگا اور عورت کو بائنہ قرار دیگا یہ مبسوط مین ہی ۔ اور خزانہ مین لکھا ہی کہ اگر قاتل کو قتل عمد سے مال پر صلح کرنے پر مجبور کیا اُسنے مجبوری قبول کیا تو مال اُسکے ذمہ لازم نہ ہوگا اور قصاص باطل ہوجائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی ۔ اگر قصاص سے عفو کرنے پر مجبور کیا اُسنے عفو کیا تو عفو جائز ہی اور ولی قصاص کو مکرہ

کچھ ضمان نہ دیگا اور اگر زید کو اُسکے قرضدار کے بری کر دینے پر مجبور کیا اُسنے بری کیا تو ابرا باطل ہے یہ محیط میں ہے اور اگر ہندہ کا ولی اس امر پر مجبور کیا گیا کہ عورت کو کسی قدر مہر پر جسمین غبن فاحش ہے نکاح کر دے پھر اکراہ دور ہو گیا اور بعد اُسکے ہندہ راضی ہو گئی مگر ولی اُسکا راضی نہوا تو امام اعظم رح کے نزدیک ولی کو اختیار ہے کہ تفریق کی درخواست کرے اور صاحبین نے فرمایا کہ نہین اختیار ہے یہ کافی مین ہے — اگر کسی شخص نے اپنی عورت کو بعوض تلف اس امر پر مجبور کیا کہ مہر سے کچھ مال پر صلح کرے یا شوہر کو بری کر دے تو یہ اکراہ ہے اور عورت کی صلح یا ابراء کچھ صحیح نہین ہے یہ امام ابو یوسف و امام محمد رح کا قول ہے اور اگر شوہر نے اپنی عورت کو مجبور کیا اور مجبور اسطرح کیا کہ اسکو طلاق سے ڈرایا کہا کہ تیرے اوپر دوسری عورت سے نکاح کر لاؤنگا یا کوئی باندی بٹھاؤنگا تو یہ اکراہ نہین ہے وہ عورت مجبور شمار نہ ہوگی — اور اگر کوئی عورت کسی صغیر بچہ کے دودھ پلانے پر مجبور کی گئی یا کوئی مرد اسکی امر پر کہ اپنی عورت سے اس صغیر بچہ کو دودھ پلوا دے مجبور کیا گیا اور ایسا واقع ہوا تو احکام رضاع سب ثابت ہو جاوینگے — اور اگر زید مجبور کیا گیا کہ یون قسم کھاوے کہ مین عمرو کے گھر نجاؤنگا تو قسم منعقد ہو جاویگی حتے کہ اگر عمرو کے گھر گیا تو حانث ہوگا اسیطرح اگر زید نے قسم کھائی ہے کہ مین عمرو کے گھر نجاؤنگا یا عمرو سے کلام نکرونگا اور اسکو مکرہ نے مجبور کیا کہ عمرو کے گھر جاوے یا اس سے کلام کرے یعنی جو شرط تھی اسکو خواہ نخواہ کرے تو بھی حانث ہوگا اور اگر زید نے ایک عورت سے نکاح کیا اور ہنوز اُسکے ساتھ دخول نہین کیا پھر دخول پر مجبور کیا گیا تو جو احکام دخول سے متعلق ہین یعنی مہر کا موکد ہونا اور وجوب عدت و اسکی بیٹی سے حرمت نکاح وغیرہ سب ثابت ہونگے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے — شیخ ابو بکر رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ اگر زید کے پاس عمرو کا مال ہو اور زید سے سلطان نے کہا اگر تو نے مجھے عمرو کا مال نہ دیا تو مین تجھے ایک مہینہ قید کرونگا یا ایک کوڑا مارونگا یا تجھے شہر بشہر پھراؤنگا تو زید کو دینا جائز نہین ہے اور اگر دیا تو ضامن ہوگا اور اگر سلطان نے کہا کہ تیرا ہاتھ کاٹ ڈالونگا یا پچاس کوڑے مارونگا تو دینا جائز ہے ضامن نہ ہوگا یہ ینابیع مین ہے — اور اگر مکرہ نے زید کو کھانا کھانے یا کپڑا پہننے پر مجبور کیا اور کپڑا پھٹ گیا تو مکرہ ضامن نہ ہوگا یہ تہذیب مین ہے — اور اگر ایک شوہر دار باندی جس سے شوہر نے دخول نہین کیا تھا آزاد کی گئی اور پوشیدہ تلف یا قید اس امر پر مجبور کی گئی کہ اُسی مجلس مین اپنے نفس کو اختیار کرے یعنی شوہر کی تبعیت چھوڑ کر فسخ نکاح کرے تو شوہر کے ذمہ سے سب مہر ساقط ہو جائیگا اور اُسپر مکرہ پر کچھ تاوان نہین ہے یہ ظہیریہ مین ہے اگر زید نے اپنے باپ کی جورو کو یعنی سوا اپنی ماں کے دوسری عورت کو مجبور کر کے اُسکے ساتھ زنا کیا اور اُس سے مراد اسکی یہ تھی کہ اپنے باپ کے حق مین فساد کرے حالانکہ ہنوز اُسکے باپ نے اس عورت سے دخول نہین کیا تھا تو اس عورت کا اپنے شوہر پر نصف مہر واجب ہوگا اور یہ نصف مہر زید کا باپ زید سے واپس لیگا اور اگر باپ نے اُسکے ساتھ دخول کر لیا ہو تو زید سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہے اور یہ جو فرمایا کہ مراد اسکی فساد تھی اُسکے معنی یہ ہین کہ اُسنے باپ کے ساتھ نکاح کو فاسد کرنا چاہا ورنہ زنا تو ہر حال مین فساد ہے یہ مبسوط مین ہے — اور اگر زید کو اس امر پر مجبور کیا کہ اپنا غلام عمرو کو ہبہ کرے اُسنے ہبہ کر کے سپرد کر دیا پھر عمرو کہین ایسا غائب ہو گیا کہ اسپر قابو نہین چل سکتا ہے تو زید کو اختیار ہے کہ مکرہ سے اپنے غلام کی قیمت واپس لے اور یہی حکم صدقہ پر اکراہ کرنے کی صورت مین ہے اسی طرح اگر غلام کے بیع کر دینے پر مجبور کیا اور مجبور نے بیع کر کے مشتری کو سپرد

کیا اور مشتری ایسا غائب ہوا کہ اُسپر قابو نہیں چل سکتا ہو تو بھی مکرہ سے غلام کی قیمت واپس لے سکتا ہی یہ فتاوے قاضی خان میں ہی- اور اگر زید اس امر پر مجبور کیا گیا کہ عمرو کے واسطے مال کا اقرار کرے اُسنے اقرار کیا اور عمرو نے اُس سے وہ مال لے لیا پھر کہیں ایسا غائب ہوا کہ اُسپر قابو نہیں چل سکتا ہی یا مفلس مرگیا تو زید کو اختیار ہی کہ اپنا مال مکرہ سے واپس لے یہ تاتارخانیہ میں ہی- اور اگر زید اپنے غلام کو مدبر کرنے پر مجبور کیا گیا اُسنے مدبر کیا تو تدبیر صحیح ہی اور مدبر کرنے سے جو نقصان آیا وہ مکرہ سے فی الحال واپس لیگا اور اگر مولے مرگیا تو مدبر آزاد ہو جائیگا اور اُسکے وارث بھی مکرہ سے غلام کی دو تہائی قیمت مدبر ہونے کے حساب سے لینگے- اور اگر زید مجبور کیا گیا کہ اپنا مال عمرو کے پاس ودیعت رکھے اور عمرو ودیعت لینے پر مجبور کیا گیا تو ایداع جائز ہی اور عمرو کے پاس یہ مال امانت ہوگا اور اگر قابض اس امر پر مجبور کیا گیا کہ قبضہ کرکے مکرہ کو دیدے پس قابض نے قبضہ کیا اور ہنوز مکرہ کو نہ دیا تھا کہ اُسکے پاس ضائع ہوگیا پس اگر قابض نے کہا کہ میں نے اسواسطے قبضہ کیا تھا کہ قبضہ کرکے موافق حکم مکرہ کے مکرہ کو دیدون تو قابض بھی ضامن ہونے میں داخل ہوگا اور اگر کہا کہ میں نے اسواسطے قبضہ کیا تھا کہ مالک کو واپس دون تو مال اُسکے پاس امانت ہوگا اور وہ ضامن نہ ہوگا اور اس باب میں قول اُسی کا لیا جائیگا اور اسیطرح ہبہ میں بھی موہوب لہ قابض کا قول قبول ہوگا یعنے اگر زید کو ہبہ کرنے اور عمرو کو قبول و قبضہ کرنے پر مجبور کیا اور عمرو کے پاس وہ ہبہ تلف ہوگیا تو عمرو کا قول قبول ہوگا کہ میں نے مالک کو واپس دینے کے واسطے قبضہ کیا تھا یہ فتاوے قاضی خان میں ہی- اگر زید کا غلام زید سے بعوض مال کے مدبر ہونا قبول کرنے پر مجبور کیا گیا اُسنے ایسا ہی کیا تو یہ غلام مکرہ کا مدبر ہوگا اور مکرہ اُسکی قیمت زید کو ادا کریگا یہ تاتارخانیہ میں ہی- واضح ہو کہ اگر مکرہ کوئی لڑکا نابالغ یا معتوہ ہو تو ان دونوں کا حکم حق اکراہ میں مثل بالغ عاقل کے ہی اور اگر مکرہ کوئی غلام یا معتوہ ہو مگر اُسکو تسلط حاصل ہو اور اُسنے قتل پر اکراہ کیا تو قاتل بھی مکرہ شمار ہوگا یعنے وہ شخص جسنے اُسکے اکراہ پر قتل کیا ہی پس دیت اسی مکرہ کی مددگار برادری پر تین برس کے اندر ادا کرنی واجب ہوگی- اور اگر بعوض ہبہ قبول کرنے پر اکراہ کیا تو مکرہ سے تاوان نہیں لے سکتا ہی اسیطرح اگر بعوض مساوی ہبہ کرنا قبول کرنے پر مجبور کیا گیا اور اُسنے ہبہ کیا اور عوض پر قبضہ کرلیا تو مکرہ سے کچھ نہیں لے سکتا ہی یہ فتاوے قاضی خان میں ہی- اگر زید اپنے کسی مورث کے قتل کرنے پر بوعید قتل مجبور کیا گیا اور زید نے قتل کیا تو قاتل میراث سے محروم نہ ہوگا اور اسکو اختیار ہوگا کہ مکرہ کو قصاص مورث میں قتل کراوے یہ امام اعظم و امام محمد رحمہ کا قول ہی یہ تاتارخانیہ میں ہی- اگر بوعید قید زید کو ڈرایا کہ اپنا مال عمرو کو ہبہ کرے اور سپرد کرے اور عمرو کو بوعید قید اُسکے قبول کرنے اور قبضہ کرنے پر مجبور کیا اور وہ مال پھر تلف ہوگیا تو قابض ضامن ہوگا اور اگر قابض کو اس صورت میں بوعید تلف مجبور کیا ہو تو قابض ضامن نہ ہوگا اور نہ مکرہ تاوان دیگا- اور اگر واہب کو بوعید تلف اور موہوب لہ کو بوعید قید مجبور کیا ہو تو مالک کو اختیار ہی چاہے قابض سے تاوان لے یا مکرہ سے ضمان لے پھر اگر مکرہ سے تاوان لیا تو وہ موہوب لہ سے واپس لیگا یہ مبسوط میں ہی- اور اگر زید نے ایک عورت سے نکاح کرکے اُسکے ساتھ دخول کرلیا پھر اُسکی طلاق پر مجبور کیا گیا اور طلاق دی تو مہر زید پر واجب ہوگا اور مکرہ سے واپس نہیں لے سکتا ہی- پس اگر نکاح مہر مثل سے زیادہ پر ہو تو زیادتی اُسکے ذمہ لازم نہ ہوگی یہ خلاصے قاضی خان میں ہی- اگر زید نے کہا کہ اگر میں اس دار میں جاؤں تو میرا غلام آزاد ہی پھر مکرہ نے زید کو

اس دار مین جانے پر بوعید تلف مجبور کیا اور زید خود چلا گیا تو غلام آزاد ہو جاویگا بخلاف اسکے اگر زید کو اُٹھا کر اُس مکان مین داخل کر دیا ہو تو ایسا نہین ہے لیکن اگر زید نے یون قسم کھائی کہ اگر مین اس مکان مین کسی طور سے جاؤن تو میرا غلام آزاد ہے اور مکرہ نے اسکو اُٹھا کر مکان مین کر دیا زید اپنی ذات سے کچھ اختیار نہین رکھتا ہے تو شرط پائی جانے سے غلام آزاد ہو جاویگا اور دونون صورتون مین مکرہ ضامن نہ ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور عورت اگر نکاح پر مجبور کی گئی اور اُسنے ایسا ہی کیا تو نکاح صحیح ہے اور مکرہ سے کچھ تاوان نہین لے سکتی ہے اسیطرح اگر زید اپنے غلام کے مثل قیمت پر فروخت کرنے پر مجبور کیا گیا اور زید نے بیچا تو مکرہ سے تاوان نہین لے سکتا ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اگر زید مجبور کیا گیا یہان تک کہ اُسنے کہا کہ اگر مین اس اپنی منکوحہ سے قربت کرون تو اسکو تین طلاق ہین اور ہنوز اُس سے دخول نہین کیا ہے پھر قربت کی تو مطلقہ ہو جاویگی اور زید پر اُسکا مہر واجب ہوگا اور مکرہ سے کچھ تاوان نہین لے سکتا ہے اور اگر اُس سے قربت نہ کی یہان تک کہ چار مہینہ گذر رہنے سے بائن ہو گئی تو زید پر نصف مہر واجب ہوگا اور اسکو مکرہ سے واپس نہین لے سکتا ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر کہا کہ اگر مین کسی عورت سے نکاح کرون تو وہ مطلقہ ہے پھر مجبور کیا گیا کہ اس عورت سے مہر مثل پر نکاح کرے تو نکاح جائز ہے اور مطلقہ ہو جاویگی اور اُسپر نصف مہر واجب ہوگا اور مکرہ سے واپس نہین لے سکتا ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر خوارج متاولین مین سے کچھ لوگ کسی ملک پر قابض ہوے اور اُنکا حکم اُسمین جاری ہوا پھر اُنھون نے ایک شخص کو کسی امر پر مجبور کیا یا مشرک لوگون نے ایک شخص کو کسی امر پر مجبور کیا تو یہ صورت حکم مین مجبور کردہ کے حق مین ہر امر مین جسپر مجبور کو اقدام روا ہے یا نہین روا ہے مثل اکراہ لصوص کے ہے مگر اُن سب چیزون مین جن سے لصوص پر قصاص آتا ہے یا ضمان مال لازم آتی ہے سو خوارج متاولین یا اہل حرب پر کچھ لازم نہ آئیگا جیسا کہ اگر اُنھون نے اتلاف اپنے ہاتھون سے کیا تو یہی حکم ہے کذا فی المبسوط

کتاب الحجر

اسمین تین باب ہین

باب اول حجر کی تفسیر و اسباب و مسائل متفق علیہا کے بیان مین

حجر کی تفسیر شرعی یہ ہے کہ کسی شخص خاص کو تصرف قولی سے زبانی منع کرنا اور وہ شخص مخصوص وہ ہے جو مستحق حجر ہو خواہ کسی سبب سے مستحق ہوا ہو۔ امام قدوری نے فرمایا کہ حجر کے اسباب موجبہ مین صغر و جنون و رق ہے اور اسپر اجماع ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ قاضی کسی آزاد عاقل بالغ کو مجبور نہ کرے مگر اُس شخص کو مجبور کرے جسکا ضرر عوام کو پہونچتا ہو اور وہ تین گروہ ہین ایک طبیب جاہل کہ لوگون کو مضر اور مہلک دوائین پلاتا ہے حالانکہ اسکے نزدیک وہ دوا شفا ہوتی ہے اور دوسرے مفتی ماجن یعنی وہ شخص جو لوگون کو حیلہ سکھلاتا ہے یا جہالت سے فتوے دیتا ہے اور تیسرے مکاری مفلس اور صاحبین کے نزدیک ان تینون کے سوا اور بھی تین سبب موجب حجر ہین یعنی قرض و

سفہ و غفلت کذا فی فتاوے قاضی خان اور مکاری مفلس وہ ہی کہ لوگون سے اونٹ کرایہ پر دینے کا معاملہ کرے
حالانکہ اسکے پاس نہ اونٹ ہی اور نہ کوئی سواری ہی کہ اسپر سوار کر دے اور نہ مال ہی کہ خرید کر دے مگر لوگ
اُسپر اعتماد کر کے اُسکو کرایہ پیشگی دیتے ہین اور وہ اپنی ضرورت مین صرف کرتا ہی پھر جب روانگی کا وقت آتا ہی
تو اپنے تئین اُن لوگون سے چھپا دیتا ہی پس اس حیلہ سازی سے مسلمانون کا مال کھا جاتا ہی اور اکثر اُسکی اس
حرکت سے وہ لوگ حج یا جہاد مین جانے سے باز رہتے ہین یہ ذخیرہ مین ہی۔ پس نابالغ کا تصرف بدون ولی
کی اجازت کے ناجائز ہی اور غلام کا تصرف مالک کی بلا اجازت جائز نہین ہی یہ مالک کے حقوق کی رعایت
ہی تاکہ اسکے مملوک کے منافع بیکار نہو جاوین اور مملوک کی گردن قرضہ مین محبوس ہو جاوے کیونکہ اُسکی گردن
مالک کی مملوک ہی لیکن اگر مولے نے خود ہی اجازت دیدی ہی تو جائز ہی کہ وہ خود اپنے حقوق کے ضائع ہونے
پر راضی ہو گیا کذا فی الکافی۔ اور مجنون مغلوب العقل کا تصرف اصلاً نہین جائز ہی اگرچہ اسکا ولی اجازت
دیدے اور اگر مجنون کو کبھی جنون اور کبھی افاقہ رہتا ہو تو حالت افاقہ مین مثل عاقل کے ہی اور معتوہ مثل
نابالغ عاقل کے ہی حق تصرفات اور شرح تلخیص مین اسکے مثل ہی اور معتوہ کی تفسیر مین اختلاف کثیر ہی
اور سب تفاسیر مین بہتر یہ ہی کہ معتوہ وہ ہی جو قلیل الفہم مختلط الکلام فاسد التدبیر ہو کہ نہ مارے اور نہ گالی دے
جیسا مجنون کیا کرتا ہی یہ تبیین مین ہی۔ اور ماذون شرح طحاوی مین ہی کہ نابالغ کو تجارت کیواسطے باپ و دادا
اور ان دونون کے وصی اور قاضی اور قاضی کے وصی کی اجازت جائز ہی یا صغیر کے غلام کو اگر یہ لوگ اجازت
دین تو جائز ہی اور ماں یا بھائی یا چچا یا ماموں کی اجازت جائز نہین ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ جو نابالغ بیع و
شرا کو نہین سمجھتا ہی اگر اُسنے خرید و فروخت کی اور ولی نے اجازت دی تو صحیح نہین ہی اور اگر خرید و فروخت کو
سمجھتا ہو یعنی یہ جانتا ہی کہ فروخت کر دینے سے ملکیت جاتی رہتی ہی اور خرید سے آجاتی ہی اور یہ بھی جانتا ہو کہ
خسارہ و پہچانتا ہی اور یہ مقصود تر ہی اگر ایسے نابالغ نے کچھ تصرف کیا اور ولی نے مصلحت سمجھکر اجازت دی تو جائز
ہی اور اگر ایسے نابالغ کو تصرف کی اجازت دیدی تو اُسکا تصرف نافذ ہوگا خواہ اُسمین نقصان ہو یا نہو اور اگر
قاضی نے نابالغ کو تصرف کی اجازت دیدی اور باپ انکار کرتا ہو تو تصرف صحیح ہوگا اور اگر نابالغ عاقل نے
تصرف کیا پھر ولی نے اسکو تصرف کی اجازت دیدی پھر نابالغ نے اس تصرف کو جیسا کہ کیا تو نافذ
ہو جاوے گا یہ سراجیہ مین ہی۔ اور اسباب ثلثہ یعنی صغر و جنون و رق اُن اقوال مین جو نفع و نقصان کے درمیان
دائر ہین جیسے خرید و فروخت وغیرہ موجب حجر ہوتے ہین مگر ایسے اقوال مین نہین جو محض نفع دار ہین نابالغ مثل
بالغ کے ہی اسی وجہ سے نابالغ کی طرف سے قبول ہبہ یا اسلام اگر متحقق ہو تو صحیح ہی ولی کی اجازت کی ضرورت
نہین ہی اور ایسے ہی غلام و معتوہ کا حال ہی اور جنمین محض ضرر ہی جیسے طلاق و عتاق وغیرہ تو حق صغیر و مجنون
مین موجب عدم اصلی ہین حق غلام مین نہین۔ اور واضح ہو کہ یہ اسباب ثلثہ موجب حجر و افعال نہین ہین حتی کہ اگر ایک
لڑکے بچے نے کسی شخص کا شیشہ توڑ دیا تو فی الحال اُسپر تاوان واجب ہوگا اسی طرح اگر غلام و مجنون نے
کچھ تلف کیا تو دونون پر فی الحال ضمان لازم آویگی اور اگر یہ فعل ایسا ہو کہ جس سے حکم ایسا متعلق ہوتا ہی جو
شبہہ سے دور کر دیا جاتا ہی جیسے حدود و قصاص وغیرہ تو ایسے فعل مین عدم قصد نابالغ و مجنون کے حق مین

شبہہ قرار دیا جائیگا تاکہ دونون پر زنا و سرقہ و شراب خواری و قطع طریق و قتل مین حدود و قصاص جاری نہ ہونگے یہ عینی شرح ہدایہ مین ہے۔ اور غلام کا اقرار اسکے حق مین نافذ ہوگا پس اگر اُسنے مال کا اقرار کیا تو بعد عتق کے ماخوذ ہوگا کیونکہ فی الحال وہ عاجز ہے اور مثل تنگدست کے اسکا حکم ہوگیا اور اگر اُسنے حدود و قصاص و طلاق کا اقرار کیا تو فی الحال لازم ہوگا یہ اختیار مین ہے۔

باب دوم حجر للفساد کے بیان مین اور اسمین دو فصلین ہین فصل اول مسائل مختلف کے بیان مین ۔ حُر عاقل بالغ کا مجور کرنا بسبب سفاہت یا قرضہ یا فسق یا غفلت کے امام اعظم رح کے نزدیک نہین جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک فسق کے سوا سب مین جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک بھی حجر صرف اُن تصرفات مین جائز ہے جو ہزل و اکراہ سے صحیح نہین ہوتے ہین جیسے بیع و اجارہ و ہبہ و صدقہ جو محتمل فسخ ہین اور جو ایسا تصرف ہے کہ محتمل فسخ نہین ہے جیسے طلاق و عتاق و نکاح تو اسمین بالاجماع حجر نہین جائز ہے اسی طرح جو اسباب موجب عقوبت ہین جیسے حدود و قصاص اُنکا بھی یہی حکم ہے اور سفہ اُس کام کو کہتے ہین جو موجب شریع کے خلاف و باتباع ہوا و ہوس ہو اور سفیہ وہ شخص ہے کہ جسکی عادت مین تبذیر و اسراف ہو نفقات مین یا اپنے تصرفات اُس سے سرزد ہوں کہ انکی کچھ غرض نہو یا ایسی غرض ہو کہ اُسکو عقلا و اہل دیانت غرض شمار نکرین جیسے گانیوالو ن اور رنڈیون کو دینا اور گران قیمت سے آزان کے کبوتر خریدنا اور تجارات مین ایسے بیموقع نقصان اُٹھانا کہ اسمین کچھ بھلائی نہ کی جاوے یہ کافی مین ہے۔ اور تبذیر مال کا بیجا برے کامون مین ہوتا ہے مثلاً شراب خوارون و فساق کو اپنے مکان مین جمع کیا اور انکے شراب و کباب و کھانے پینے مین مال خرچ کیا اور انکے واسطے انعام و اکرام داد و دہش کا دروازہ کھول دیا ایسے ہی نیک کامون مین بھی ہوتا ہے جیسے اپنا تمام مال عمارت مسجد مین خرچ کردیا یا ایسے ہی اور نیک کام مین تو صاحبین کے نزدیک قاضی ایسے شخص کو بھی مجور کردیگا یہ ذخیرہ مین ہے پھر صاحبین کا اتفاق ہے کہ حجر بسبب قرضہ کے بدون حکم قاضی ثابت نہین ہوتا ہے اور جو حجر بسبب فساد و سفہ ہو اسمین اختلاف ہے امام ابو یوسف کے نزدیک وہ بھی بدون حکم قاضی ثابت نہین ہوتا ہے اور امام محمد رح کے نزدیک فقط سفہ سے ثابت ہوجاتا ہے حکم قاضی پر موقوف نہین ہے اور جو شخص بسبب سفاہت کے مجور ہے اگر اُسنے کوئی غلام آزاد کیا تو غلام پر سعایت واجب ہوگی اور مال ادا کریگا اور جو کچھ ادا کریگا وہ بعد زوال حجر کے مولے سے نہین لے سکتا ہے اور جیسے افلاس کا حکم جاری ہوا ہے اگر اُسنے کوئی غلام اپنے قرضہ مین آزاد کیا اور غلام نے سعی کرکے مال ادا کیا تو یہ غلام بعد زوال حجر کے وہ مال جو اُسنے سعایت سے ادا کیا ہے اپنے مولے سے لے لیگا اور جو شخص مجور بالدین ہو اگر اُسنے اقرار کیا تو حالت حجر کے موجودہ مال مین زوال حجر کے بعد نافذ ہوگا اور جو مال حالت حجر کے اندر پیدا ہوا ہو اسمین بھی اقرار سابق نافذ ہوگا اور جو شخص مجور بالسفہ ہو اُسکا اقرار سابق حالت حجر کے مال موجود مین بعد زوال حجر کے نافذ نہ ہوگا اور نہ حالت حجر کے اندر جو مال پیدا ہوا ہے اسمین نافذ ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک قاضی نے کسی خانہ بر انداز کو جو مستحق حجر ہے مجور کیا پھر دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا اُسنے حجر کو توڑکر اُسکو خود مختار کردیا اور اجازت دیدی کہ جو تصرف چاہے کرے تو دوسرے قاضی کا مطلق العنان کرنا جائز ہے کیونکہ یہ قضا بوجود مقضی لہ و مقضی علیہ نہین ہے پس دوسرے کا حکم قضا نافذ ہوگا پھر اسکے بعد تیسرے قاضی کو اختیار نہین ہے کہ پہلے

قاضی کا حکم حجر نافذ کرے یہ فتاوے قاضی خان میں ہی - پھر اسکے بعد اگر تیسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہوا تو وہ قاضی ثانی کا حکم نافذ کریگا کیونکہ اُسینے صورت مجتہد فیہ میں حکم دیا ہی پس بالاجماع اُسکا حکم نافذ ہوگا اور یہ اسوقت ہی کہ دوسرے قاضی نے اسکے تصرف کو نافذ کیا ہوا ور اگر باطل کیا ہو اور پھر تیسرے قاضی کے سامنے مرافعہ ہوا اُسنے اجازت دیدی پھر چوتھے کے پاس پیش ہوا تو چوتھا قاضی دوسرے کا حکم یعنی ابطال تصرفات و حجر کو نافذ کریگا پس اسکے بعد تیسرے قاضی کا حکم یعنے اجازت دینا باطل ہو جائیگا یہ محیط میں ہی - اور اگر مجور کے کچھ تبعات اُس قاضی کے سامنے جسنے اُسکو مجور کیا ہی قبل اجازت قاضی ثانی کے پیش ہوے اُسنے باطل کر کے حجر کو برقرار رکھا پھر دوسرے قاضی کے سامنے مقدمہ پیش ہوا تو دوسرا قاضی پہلے قاضی کے حکم حجر کو نافذ کریگا پس اگر دوسرے نے حکم اول کو نافذ نہ کیا بلکہ مجور کے فعل کی اجازت دیدی پھر تیسرے قاضی کے سامنے مقدمہ پیش ہوا تو تیسرا قاضی پہلے قاضی کے حکم حجر کو نافذ کریگا اور دوسرے قاضی نے جو حجر توڑ دیا ہی اُسکو رد کردیگا کیونکہ پہلے قاضی نے وقت مرافعہ کے جو حکم دیا ہی وہ بوجود مقضی لہ و مقضی علیہ ہی پس یہ قضا نافذ ہوگی اور دوسرے قاضی کا ابطال حجر نافذ نہوگا - اور شیخ ابوبکر بلخی سے دریافت کیا گیا کہ ایک مجور نے اپنی زمین اپنے اوپر وقف کی تو فرمایا کہ وقف صحیح نہیں ہی لیکن اگر قاضی اجازت دیدے تو صحیح ہی اور شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ اسکا وقف صحیح نہیں ہی اگرچہ قاضی اجازت دیدے پس ان دونوں نے حر بالغ پر حجر کو موافق مذہب امام ابو یوسف و امام محمد رح کے جائز رکھا ہی اور یہی فتوی دیا ہی یہ فتاوی قاضی خان میں ہی - اور اگر کوئی سفیہ خانہ برانداز بعد مجور ہونے کے مصلح اور اچھی روش پر ہوگیا تو کیا اُسکا حجر بدون قضاء قاضی کے زائل ہو جاویگا یا نہیں تو مسئلہ میں اختلاف ہی امام ابو یوسف کے نزدیک بدون حکم قاضی کے زائل نہوگا حتیٰ کہ اُسکے تصرفات قبل حکم و اجازت قاضی کے نافذ نہ ہونگے اور امام محمد رح کے نزدیک یہ ہی کہ جسطرح اُسکا حجر بسبب سفاہت کے بدون حکم قاضی ثابت ہوا تھا اسی طرح اچھی چال پر ہو جانے سے بلا حکم قاضی زائل بھی ہو جاویگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک چونکہ حجر بسبب سفاہت کے بدون حکم قاضی ثابت نہیں ہوتا ہی اسی واسطے بسبب مصلح ہونے کے بدون حکم قاضی زائل بھی نہیں ہوتا ہی یہ محیط میں ہی - اگر کوئی یتیم بالغ ہوا اور وہ راہ راست پر ہی اور اُسکا مال وصی یا ولی کے پاس ہی تو وہ اُسکا مال اسکو دیدے اور اگر بالغ ہو کر راہ راست پر نہو تو نہ دیوے یہاں تک کہ پچیس برس کا ہو جاوے اور جب پچیس برس کا ہو جاوے تو دیدے اُسکو اختیار ہی کہ اپنے مال میں جو تصرف چاہے کرے مگر یہ امام اعظم رح کا مذہب ہی اور صاحبین کے نزدیک نہ دیوے اگرچہ ستر یا نوّے برس کا ہو جاوے تاوقتیکہ اُس سے راست روی ظاہر نہو ہرگز نہ دیوے اور اگر کوئی یتیم حالت بلوغ تک سفیہ رہا اور سفیہ ہی بالغ ہوا تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکے تصرفات نافذ ہونگے کیونکہ امام اعظم رح کے نزدیک حر بالغ پر حجر جائز نہیں ہی اور صاحبین کے نزدیک جب قاضی نے اُسکو مجور کیا تو اسکے تصرفات نافذ نہونگے لیکن قاضی اسکے تصرفات میں سے جو کچھ چاہے اور مجور کے حق میں بہتر جانے نافذ کرے مثلاً اُسنے فروخت کرنے میں نفع اُٹھایا اور ثمن اسکے پاس موجود ہی یا خرید میں نفع اُٹھایا تو قاضی نافذ کر سکتا ہی اور اگر کوئی یتیم راست روی پر بالغ ہوا اور اپنے مال سے تجارت کی اور قرضخواہوں کا اقرار کیا اور ہبہ اور صدقہ کیا یا اور ایسے ہی تصرفات کیے پھر خانہ برانداز اور مفسد مال ہو گیا اور ایسا ہو گیا کہ ایسا مستحق حجر ہوتا ہی تو جو تصرفات اس سے قبل مفسد ہونے کے سرزد

ہوئے ہین وہ سب نافذ ہونگے اور جو بعد مفسد ہونے کے سرزد ہوئے ہین وہ باطل ہونگے یہ امام محمد رح کا مذہب ہی حتے کہ اگر قاضی کے سامنے مرافعہ ہوا تو جو تصرفات اُسنے قبل فساد کیے ہین وہ نافذ کریگا اور جو بعد فساد برانداز ہونے کے کیے ہین اُنکو باطل کر دیگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک صرف مفسد ہو جانے سے جبتک قاضی حکم نکرے اور مجور نکرے وہ شخص مجور نہ ہوگا پس اگر قاضی کے سامنے مرافعہ ہوا تو جو تصرفات اُسنے قبل مجور ہونے کے کیے ہین سب نافذ کریگا اور بعد مرافعہ کے اسکو مجور کر دیگا اور سفاہت کا حجر امام ابو یوسف کے نزدیک مثل قرضہ کے حجر کے ہی یعنے بدون حکم قاضی مجور نہین ہوتا ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - امام محمد رح نے فرمایا کہ مجور بمنزلہ نابالغ کے ہی مگر چار باتون مین ویسا نہین ہی - اول یہ کہ مال یتیم مین وصی کا تصرف جائز ہی مال مجور مین نہین جائز ہی اور دوم یہ کہ مجور کا اعتاق و تدبیر و تطلیق و نکاح جائز ہی اور لڑکے کا نہین جائز ہی اور اگر مجور نے اپنی بیٹی یا بہن نابالغہ کا نکاح کر دیا تو جائز نہین ہی - اور سوم یہ کہ مجور نے اگر کچھ وصیت کی تو تہائی مال سے اُسکی وصیت جائز ہوگی اور لڑکے کی وصیت نہین جائز ہی اور چہارم یہ کہ اگر مجور کی باندی کے بچہ ہوا اور مجور نے اسکے نسب کا دعوے کیا تو نسب ثابت ہوگا اور اگر نابالغ نے دعوے کیا تو ثابت نہ ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی - اگر کوئی یتیم بالغ ہوا مگر سفیہ راست روی نہ آئی تو امام ابو یوسف کے نزدیک جبتک اُسکو قاضی مجور نہ کرے تبتک مجور نہ ہوگا اور اُسکے تصرفات نافذ ہوتے رہینگے اور امام محمد رح کے نزدیک بدون قاضی کے مجور کرنے کے مجور ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور حجر کی صحت کے واسطے اُس شخص کا حاضر ہونا جسکو مجور کیا ہی شرط نہین ہی بلکہ حجر صحیح ہوگا خواہ وہ شخص حاضر ہو یا غائب ہو مگر فرق اسقدر ہی کہ غائب کو جبتک یہ خبر نہ پہونچے کہ قاضی نے مجھے مجور کیا ہی تبتک مجور نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور اگر قاضی کے مجور کرنے سے پہلے اُسنے فروخت کیا تو امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہی اور امام محمد رح کے نزدیک نہین جائز ہی کذا فی الکافی اور فرمایا کہ اگر مستحق حجر نے کچھ خریدا یا فروخت کیا تو ہم بیان کر چکے ہین کہ یہ تصرف اُسکا نافذ نہ ہوگا پھر اگر قاضی کے پاس مرافعہ ہوا تو ضرور ہی کہ یا یہ بیع رغبت ہوگی اور اُسمین مجور کے حق مین منفعت ہوگی یا نہ ہوگی پس اگر بیع رغبت ہو اور ہنوز مجور نے ثمن پر قبضہ نہ کیا ہو تو قاضی اس بیع کو جائز رکھیگا مگر قاضی کو چاہیے کہ مشتری کو منع کر دے کہ مجور کو ثمن نہ دیوے پس اگر قاضی نے بیع کی اجازت دی اور مشتری کو منع کر دیا کہ مجور کو ثمن نہ دے پھر مشتری نے اسکو دیدیا اور وہ مجور کے پاس تلف ہوا تو مشتری ثمن سے بری نہ ہوگا اور دوبارہ ثمن اسکو دینے پر مجبور کیا جائیگا اور مشتری کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ بیع توڑ دے اور نہ اُسکو خیار حاصل ہوگا اور اگر قاضی نے مطلقاً بیع کی اجازت دیدی اور مشتری کو منع نہ کیا کہ مجور کو ثمن نہ دے اور مشتری نے دیدیا تو جائز ہی اور مشتری ثمن سے بری ہو جائیگا اور اگر قاضی نے مطلقاً بیع کی اجازت دیدی پھر اسکے بعد کہا کہ مین مشتری کو منع کرتا ہون کہ مجور کو ثمن نہ دیوے تو یہ ممانعت باطل ہی حتے کہ اگر مشتری نے اُسکو دام دیدیے تو جائز اور بری ہو جائیگا اور اگر مشتری کو اسوقت خبر پہونچیگی کہ قاضی نے مجھے منع کیا ہی تو مشتری کو جائز نہین ہی کہ مجور کو ثمن دیدے اور صرف ایک شخص کی خبر سے مشتری کے حق مین ممانعت کا حکم ثابت ہو جائیگا خواہ یہ شخص مخبر عادل ہو یا نہ ہو مگر یہ صاحبین کا مذہب ہی اور امام اعظم رح کے قول پر جبتک دو شخص خبر نہ دین یا ایک شخص عادل مخبر نہ ہو تبتک مشتری کے حق

میں مخالفت کا حکم ثابت نہ ہوگا - اور اگر مستحق حجر نے ثمن وصول کر لیا ہو اور وہ اسکے پاس موجود ہو اور قاضی کی راے
میں یہ عقد بیع محجور کے حق میں بہتر ہو تو قاضی اس بیع کی اجازت دیکر تمام کر دیگا اور یہ حکم مثل تصرف نابالغ کے
ہے کہ جیسا نابالغ کے وصی کو خبر ہو جاوے تو وہ بھی ایسا ہی کریگا پھر قاضی اس مستحق حجر سے وہ ثمن لیکر اپنی حفاظت
میں رکھیگا یہانتک کہ اسکی راست روی ظاہر ہو جیسا کہ اسکے باقی تمام اموال کی نسبت حکم ہے - اور یہ سب
اس صورت میں ہے کہ یہ بیع مفید ہو اور اگر مفید برغبت نہ ہو مثلاً بیع میں محاباۃ واقع ہوئی ہو تو قاضی اس عقد کو جائز
نہ رکھیگا بلکہ باطل کر دیگا پس اگر محجور نے ثمن وصول نہ کیا ہو تو مشتری ثمن سے بری ہو گیا اور مبیع اسکے پاس
سے واپس لیجاوے اور اگر محجور نے ثمن وصول کر لیا ہو اور بعینہ قائم ہو تو مشتری کو واپس دیا جائیگا اور اگر محجور کے
ثمن وصول کرنے کے بعد اسکے پاس تلف ہوا تو قاضی اس عقد کو جائز نہ رکھیگا بلکہ رد کر دیگا اور محجور اپنے مشتری
کو کچھ ضمان نہ دیگا اور اگر محجور نے ثمن تلف کر دیا ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر بیع میں محاباۃ واقع ہوئی ہے تو قاضی اس
عقد کو باطل کر دیگا پھر دیکھا جائیگا کہ اگر ضروری کام میں ثمن تلف کیا ہے مثلاً اپنے نفقہ میں خرچ کیا یا حج ادا کیا یا
اپنے مال کی زکوۃ ادا کی تو قاضی مشتری و دہندہ کو محجور کے مال سے اسکے مثل دیدیگا اور اسمیں کچھ تفاوت نہیں
ہے کہ خواہ اپنے مال سے صرف کیا ہو یا مال غیر سے پھر اپنے مال سے غیر کو اسکے مثل دیدیا ہو - اور اگر بیع مفید برغبت
ہو تو قاضی اس بیع کو جائز رکھیگا - اور اگر محجور نے غیر ضروری چیزوں میں ثمن تلف کیا ہو جیسے غنا وغیرہ میں جو
بدکام ہیں اُڑا دیا ہو تو بلاشک قاضی اس بیع کو باطل کر دیگا خواہ بیع برغبت ہو یا بمحاباۃ پھر امام ابو یوسف کے
نزدیک محجور اسکے مثل مشتری کو تاوان دیگا اور امام محمد رح کے نزدیک نہ دیگا یہ محیط میں ہے - اور اگر زید پہلے
صالح تھا پھر مفسد ہو گیا اور قاضی نے اسکو محجور کر دیا اور عمرو نے زید سے پہلے کوئی چیز خریدی تھی پھر محجور و مشتری
نے باہم اختلاف کیا پس عمرو نے کہا کہ میں نے تجھ سے یہ چیز حالت صلاح میں خریدی تھی اور زید نے کہا کہ حالت
حجر میں خریدی تھی تو محجور کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے تو عمرو کے
گواہ قبول ہونگے اور اگر قاضی نے زید کا حجر توڑ دیا اور مطلق العنان کر دیا اور عمرو نے کہا کہ میں نے تجھ سے
بعد مطلق العنان ہونے کے خریدی ہے اور محجور نے کہا کہ حالت حجر میں خریدی ہے تو مشتری کا قول قبول ہوگا یہ
ظہیریہ میں ہے - اور اگر ایک لڑکا بالغ ہوا حالانکہ وہ اپنے مال کی اصلاح کرتا ہے اور راست روی پر ہے پھر
اسکے وصی یا قاضی نے اسکو اسکا مال دیدیا اور اسنے اپنے غلاموں میں سے کوئی غلام فروخت کیا اور ہنوز غلام نہ
دیا اور نہ ثمن پر قبضہ کیا تھا کہ مفسد اور مستحق حجر ہو گیا پھر مشتری نے اسکو ثمن دیدیا تو امام محمد رح کے نزدیک یہ
باطل ہے اور مشتری ثمن سے بری نہ ہوگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک بری ہو جائیگا یہ محیط میں ہے - اور اگر
زید عمرو کے غلام فروخت کرتا ہے حالانکہ مرد صالح ہے اور زید نے اسکا غلام فروخت کیا پھر بائع مفسد مستحق حجر
ہو گیا پھر اسکے بعد ثمن وصول کیا تو مشتری بری نہ ہوگا لیکن اگر زید نے یہ ثمن عمرو کو پہونچا دیا تو مشتری بری ہو جائیگا
اور اگر نہ پہونچایا یہانتک کہ بائع کے پاس تلف ہو گیا تو مشتری کا مال گیا اور بائع ضامن نہ ہوگا اسی طرح اگر
نابالغ کو اسکے ولی نے تجارت کی اجازت دیدی اور اسنے ایک غلام فروخت کیا پھر ولی نے اسکو محجور کر دیا
اور ہنوز اسنے ثمن وصول نہیں کیا تھا پھر مشتری نے اسکو ثمن دیا تو بری نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے - اور اگر

زید نے عمرو کو اپنے غلام فروخت کرنے کا حکم کیا حالانکہ عمرو مفسد ہی مصلح نہین ہی مستحق حجر ہی اُسنے فروخت کر کے ثمن پر قبضہ کیا اور عمرو اسکے مفسد ہونے کو جانتا ہی یا نہین جانتا ہی تو اُسکا فروخت کرنا اور ثمن پر قبضہ کرنا جائز ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر قاضی نے کسی سفیہ کو مجحور کیا پھر اُسکو اُسکے مال سے کوئی چیز خرید یا فروخت کرنے کی اجازت دی اُسنے کیا تو جائز ہی اور قاضی کا اجازت دینا اُسکے حق مین حجر سے نکالنا شمار ہوگا ولیکن اگر اُسنے ہبہ یا صدقہ کیا تو جائز نہین ہی اور اگر قاضی نے اُسکو کسی چیز خاص کی خرید یا فروخت کی اجازت دی تو یہ اجازت اُسکے حق مین حجر سے نکالنا شمار نہوگی اور اگر اسکو خاصۃً گیہون خریدنے کی اجازت دی تو یہ اجازت اُسکے حق مین حجر سے نکالنا شمار ہوگی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر ایک یتیم جب بالغ ہوا تب مفسد بالغ ہوا اور قاضی نے اسکو محجور کیا یا نہ کیا اور اُسنے اپنے وصی سے اپنا مال مانگا اور وصی نے دیدیا وہ اسکے پاس تلف ہوا یا اُسنے تلف کیا تو وصی ضامن ہوگا اسی طرح اگر وصی نے اُسکے پاس ودیعت رکھا ہو تو بھی یہی حکم ہی یہ مبسوط مین ہی۔ قال المترجم ینبغی ان یکون ہذا علی قول محمد رح فانہ لایتاتی علی قول ابی یوسف قبل حجر القاضی علیہ ولا علی قول ابی حنیفۃ حیث لم یجوز الاعظم الحجر علی الحر البالغ کما مر فتامل۔ اگر کوئی نابالغ جب بالغ ہوا تو مفسد غیر مصلح بالغ ہوا اور قاضی نے اسکو محجور کیا یا نہ کیا مگر اجازت دی کہ اپنے مال سے خرید و فروخت کرے تو اجازت صحیح ہی حتیٰ کہ اگر اُسنے خرید یا فروخت کی اور ثمن پر قبضہ کیا تو بلا خلاف جائز ہی بخلاف باپ و وصی کے کہ اگر ان دونون مین سے کسی نے اجازت دی ہو تو صحیح نہین ہی اور اگر ایسے بالغ شدہ نے ہبہ یا صدقہ کیا تو جائز نہین ہی ولیکن اگر غلام آزاد کیا تو جائز ہی مگر غلام اپنی قیمت کے واسطے سعی کریگا جیسا کہ قبل اجازت کے حکم تھا۔ اور اگر اُسنے خرید و فروخت اسقدر ثمن پر کی جسمین لوگ خسارہ اُٹھا کر سکتے ہین مگر اسقدر خسارہ برداشت کر لیتے ہین تو جائز ہی اور اگر اسقدر خسارہ ہو کہ لوگ برداشت نہین کرتے ہین تو جائز نہین ہی اور اگر کسی خاص غلام کی خرید یا فروخت کے واسطے اجازت دی ہو تو جائز ہی مگر یہ اجازت تمام چیزون کے واسطے کافی نہ ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اُسنے اپنے غلام کو مدبر کیا تو جائز ہی پھر اگر مرگیا اور اُس سے کوئی طریقہ رشد کا نہ پایا گیا تو وہ غلام اپنی قیمت کے واسطے بجاے مدبر ہونے کے سعی کریگا کذا فی التبیین اور اگر اسکی باندی کے بچہ پیدا ہوا اور اُسنے نسب کا دعوے کیا تو صحیح ہی اور نسب ثابت ہوگا اور بچہ بلا سعایت آزاد ہوگا اور اسکی ماں اسکے مرنے کے بعد بلا سعایت آزاد ہوجاویگی اور یہ حکم اسوقت ہی کہ بچہ کا علوق اُسکی ملک مین ہوا ہو اور اگر اسکی ملک مین نہ ہوا ہو اور اُسنے نسب کا دعوے کیا تو نسب ثابت ہوگا ولیکن اُسکا بچہ سعایت کر کے قیمت ادا کر کے آزاد ہوگا اور اسکی ماں اسکے مرنے پر سعایت کر کے آزاد ہوگی اور اگر اُس باندی کا کوئی بچہ معلوم نہ ہوتا ہو اور اُسنے دعوے کیا کہ یہ میری ام ولد ہی تو بمنزلہ ام ولد کے قرار دیجائیگی کہ اسکو فروخت نہین کر سکتا ہی اور اگر آزاد ہوئی تو تمام قیمت کے واسطے سعی کریگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اُسکا کوئی غلام ہو کہ اُسکی ملک مین نہ پیدا ہوا ہو اور اُسنے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہی حالانکہ ایسا شخص اس مدعی سے پیدا ہو سکتا ہی تو وہ اُسکا بیٹا قرار دیا جائیگا اور آزاد ہوجائیگا اور اپنی تمام قیمت کے واسطے سعی کریگا یہ مبسوط مین ہی۔ فرمایا کہ اگر ایسا شخص ہو کہ اُس سے کوئی راہ ہدایت کی پائی نہین جاتی ہی اور اُسنے اپنے باپ کو خرید اور مشہور ہی کہ یہ اُسکا باپ ہی اور قبضہ کیا تو خرید جائز ہی اور وہ اُسکی طرف سے آزاد ہوجائیگا پھر مذکور ہی کہ مشتری

اپنے بائع کو اُسکی قیمت کی ضمان نہ دیگا بلکہ وہی غلام اپنی قیمت سعایت کرکے ادا کریگا اور اگر اپنے بیٹے کو خریدا
اور معروف ہی کہ یہ اُسکا بیٹا ہی اور قبضہ کرلیا تو خرید فاسد ہی مگر وقت قبضہ کے وہ بیٹا آزاد ہوجاویگا پھر
اپنی قیمت سعی کرکے بائع کو ادا کریگا اور بائع مال مشتری مین سے کچھ نہین لے سکتا ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر
مجحور کو اُسکا معروف بیٹا یا کوئی غلام ہبہ کیا گیا اور اُسنے دعوے کیا کہ یہ غلام میرا بیٹا ہی تو وہ آزاد ہوجاویگا اور
اُسکو اپنی قیمت کی سعایت لازم ہوگی جیسا کہ خود آزاد کرنے کی صورت مین حکم تھا اور اگر کسی عورت سے
نکاح کیا تو نکاح صحیح ہی اور دیکھا جائیگا کہ اُسکا مہر المثل کیا ہی اور جو اُسنے مہر مقرر کیا ہی وہ کیا ہی پس جو مقدار
دونون مین سے کم ہو وہ اسکے ذمہ لازم ہوگی اور مقدار مسمی مین سے جسقدر مہر مثل سے زیادہ ہی کم کیا جائیگا اور
اگر اُسکو قبل دخول کے طلاق دی تو اُسکے مال سے نصف مہر واجب ہوگا کیونکہ تسمیہ مقدار مہر المثل مین
اور تنصیف مہر مقررہ کی طلاق قبل دخول کے دینا حکم مفی یعنی ثابت بالنص[۱۲] ہی اسی طرح اگر چار عورتون
سے نکاح کیا یا ہر روز ایک عورت سے نکاح کیا اور طلاق دی تو بھی یہی حکم ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور عورت
مجحورہ مثل مرد مجحور کے ہی پس اگر عورت مجحورہ نے اپنا نکاح اپنے کفوءین سے مردسے کیا تو جائز ہی یہ فتاوی
قاضی خان مین ہی۔ اور اگر کوئی عورت بسبب اپنا مال برباد کرنے کے مجحورہ[۱۲] بالغ ہوئی اور اُسنے کسی مرد
سے اپنے مہر مثل پر یا کم یا زیادہ پر نکاح کیا اور اُسکا کوئی ولی نہین ہی پھر قاضی کے پاس اُسکا مرافعہ
ہوا پس اگر مرد نے اُسکے ساتھ دخول نکیا ہو حالانکہ اُسکا کفو ہو اور عورت نے اُسکے ساتھ مہر مثل یا زیادہ
پر یا ایسی کمی پر جیسے لوگ برداشت کرلیتے ہین نکاح کیا ہو تو نکاح جائز ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم جو کتاب
مین مذکور ہی امام اعظم رح اور آخر قول امام ابویوسف کا ہی اور بعضون نے فرمایا کہ یہ بالاتفاق سب کا
قول ہی اور یہی ظاہر ہی پس اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ امام محمد رح نے امام اعظم و امام ابویوسف کے قول کیطرف
کہ نکاح بدون ولی کے جائز ہی رجوع کیا ہی۔ اور اگر اُس عورت نے اپنے کفو سے مہر مثل سے اسقدر
کم پر کہ جیسی کمی لوگ برداشت نہین کرتے ہین نکاح کیا ہو تو نکاح جائز ہی مگر شوہر سے کہا جائیگا کہ تیرا جی چاہے
تو تو اُسکا مہر مثل پورا کردے ورنہ انکار کر پس اگر اُسنے انکار کیا تو قاضی دونون مین تفریق کردیگا اور
ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم امام اعظم رح کے قول پر ہی کہ اُنکے نزدیک یہ اصول ہی کہ اگر عورت
نے مہر مثل سے اسقدر کمی پر جو لوگ برداشت نہین کرتے ہین نکاح کیا تو اولیا کو حق اعتراض حاصل ہوگا اور
شوہر کو اختیار دیا جائیگا کہ یا تو اُسکا مہر مثل پورا کردے ورنہ انکار کرے کہ قاضی دونون مین تفریق کردے
اور صاحبین کے نزدیک کمی مہر اس طرح بھی عورت کی طرف سے صحیح ہی اور اولیا کو حق اعتراض نہین پہونچتا
ہی اور بعض مشائخ نے کہا کہ نہین بلکہ یہ صاحبین کے قول پر ہی۔ اور اگر شوہر نے فسخ کرنا اختیار کیا تو اُسپر مہر
کچھ قلیل یا کثیر لازم نہ ہوگا اگرچہ تفریق شوہر کی طرف سے پیدا ہوئی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر اس عورت نے غیر کفو
سے مہر مثل پر نکاح کیا تو قاضی کو دونون مین تفریق کا اختیار ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اس عورت سفیہ نے شوہر
سے کسی قدر مال پر خلع کیا تو جائز ہی اور اُسپر مال واجب نہ ہوگا نہ فی الحال اور نہ ثانی الحال پھر اگر طلاق ایسے
الفاظ سے واقع ہوئی ہو جو باب طلاق مین صریح ہین تو یہ طلاق بائن نہین بلکہ رجعی ہوگی کہ مرد کو اُس سے

[illegible]

رجعت کا اختیار ہوگا اگر اُسکے ساتھ دخول کرچکا ہی اور اگر بلفظ خلع طلاق دیا تو بائن واقع ہوگی اور یہ حکم بخلاف امۃ بالغہ مصلحہ کے ہی کہ اگر ایسی باندی نے اپنے شوہر سے خلع کیا تو طلاق بائن واقع ہوگی خواہ بلفظ صریح ہو یا بلفظ خلع ہو کیونکہ عوض اگرفی الحال واجب نہ ہوا تو ثانی الحال واجب ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر ایسی باندی نے باجازت مولے خلع کیا ہو تو مال فی الحال واجب ہوگا اور اگر بلا اجازت مولے ہو تو اُسپر بعد عتق کے ادا سے مال واجب ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور سفیہ کی زکوۃ سفیہ کے مال سے نکال کر اسکے بیٹے و زوجہ اور اُسکے ذوی الارحام پر جنکا نفقہ اُسپر واجب ہی خرچ کریگا اور اصل اس باب مین یہ ہی کہ جو مال سفیہ پر بایجاب اللہ تعالی واجب ہوا جیسے حج و زکوۃ یا حق العباد واجب ہوا تو اسمین سفیہ اور مصلح دونون یکسان ہین کیونکہ سفیہ بھی مخاطب بخطاب تکلیفی ہی مگر قاضی بقدر زکوۃ کے سفیہ کو دیدیگا تاکہ زکوۃ کے مصارف مین خرچ کرے لیکن اسکے ساتھ ایک شخص امین روانہ کریگا تاکہ اور کسی مصرف مین سوا مصرف زکوۃ کے خرچ نہ کرے یہ عینی شرح ہدایہ مین ہی۔ اور اگر اُسنے قاضی سے کچھ مال طلب کیا تاکہ اپنے اہل قرابت کو جنکا نفقہ اُسپر واجب ہی بطور صلہ رحم کے دیوے تو قاضی اُسکی درخواست منظور کریگا مگر مال اُسکے ہاتھ مین نہ دیگا بلکہ خود اُسکے ذی رحم محرم کو دیدیگا اور اس باب مین قاضی اُسکا قول قبول نہ کریگا بلکہ جبتک گواہ اسکی قرابت پر اور قرابتی کی تنگدستی پر قائم نہ ہون تبتک ایسا نہ کریگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور فرمایا کہ سفیہ مرد کے قول کی اقرار بالنسب مین تصدیق نہ ہوگی مگر چار صورتون مین ایک باپ دوسرا بیٹا تیسری زوجہ چوتھا مولے العتاقہ اور انکے ماسوا مین تصدیق نہ ہوگی اور اگر عورت سفیہ ہو تو تین صورتون مین بیٹا و شوہر و مولے العتاقہ اور والد کے اقرار نسب کی تصدیق نہ ہوگی پھر اگر ان لوگون کے حق مین اُسکے اقرار کی تصدیق ہوئی اور ماسوا انکے اور لوگ بھی گواہون سے ثابت ہوے تو انکا نفقہ بھی سفیہ کے مال سے واجب ہوگا اور اگر اور لوگ گواہون سے ثابت نہ ہوے بلکہ فقط سفیہ نے اقرار کیا تو نفقہ واجب نہ ہوگا ایسے ہی اگر سفیہ نے اپنی عورت کے گذشتہ ایام کے نفقہ واجبہ کا اپنے اوپر اقرار کیا تو بدون گواہون کے اُسکی تصدیق نہ ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر سفیہ نے اللہ تعالے کی قسم کھائی یا ہدی یا صدقہ نذر مانا یا اپنی عورت سے ظہار کیا تو اُسکے ذمہ مال لازم نہ ہوگا بلکہ اپنی قسم و ظہار کا کفارہ روزہ رکھکر ادا کرے یہ کافی مین ہی اور اگر اپنی عورت سے ظہار کیا اور کفارہ مین غلام آزاد کیا تو یہ غلام اُسکے کفارہ ظہار کی ادا کے واسطے کافی نہ ہوگا بلکہ غلام اپنی قیمت سعی کرکے ادا کریگا اور سفیہ پر واجب ہوگا کہ پیاپے دو مہینہ تک روزے رکھے اور اگر اُسنے کسی کو خطا سے قتل کیا تو دیت اُسکی مددگار برادری پر واجب ہوگی اسی طرح لاٹھی سے اگر کسی کو قتل کیا تو دیت اُسکی مددگار برادری پر بطور تغلیظ واجب ہوگی پھر وہ بردہ آزاد کرکے کفارہ نہین ادا کرسکتا ہی بلکہ پیاپے دو مہینہ تک روزے رکھے اور اگر کفارہ مین غلام آزاد کیا تو مثل ظہار کے کفارہ ادا نہ ہوگا اور غلام پر واجب ہوگا کہ سعی کرکے اپنی قیمت ادا کرے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر سفیہ نے ایک مہینہ تک روزے رکھے پھر مصلح ہوگیا تو پھر اسکے کفارہ سے سوا عتق کے اور کچھ روا نہین ہی جیسا کہ تنگدست کے غنی ہو جانے مین حکم ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر سفیہ نے حج الاسلام کا قصد کیا تو منع نہ کیا جائیگا مگر قاضی حج کا خرچہ اسکو نہ دیگا اس خوف سے کہ راہ مین اسراف کے ساتھ خرچ نہ کرے بلکہ کسی شخص حاجی ثقہ کو دیدیگا کہ بطور معروف راہ مین اُسپر

خرچ کرے اور اگر ایک عمرہ کا قصد کیا تو استحساناً منع نہ کیا جائیگا اور قیاساً منع کیا جائیگا اور قیران سے منع نہ کیا جائیگا اور نہ مطلق بدنہ سے منع کیا جائیگا یہ تبیین میں ہی - پس قارن پر جو لازم ہی اور ہمارے نزدیک اسکو بکری کی قیمت کافی ہی لیکن بدنہ افضل ہی یہ مبسوط میں ہی - اور اگر اُسنے اپنے احرام میں کوئی جنایت کی تو دیکھنا چاہیے کہ اگر ایسی جنایت ہی جسمین کفارہ روزہ سے روا ہوتا ہی جیسے قتل صید اور بعذر حلق سر وغیرہ تو اسکو مال سے کفارہ دینے کی قدرت نہوگی بلکہ روزے رکھکر ادا کرے اور اگر ایسی جنایت ہو جسمین روزہ سے کفارہ ادا نہین ہوتا ہی جیسے بلا عذر و ضرورت سر منڈانا اور خوشبو لگانا اور واجبات کا ترک کرنا تو اُسپر دم یعنے قربانی واجب ہوگی مگر مجبور کو فی الحال قربانی کرنے کا قابو نہ دیا جائیگا بلکہ تاخیر کیجاویگی یہانتک کہ اتفاق ہو جاوے وہ بمنزلہ ایسے فقیر کے جو مال نہین رکھتا ہی یا غلام ماذون کے ہوگا درحالیکہ اُسنے احرام میں جرم کیا ہو یہ تبیین میں ہی - اور اگر وقوف عرفہ کے بعد اُسنے اپنی عورت سے جماع کیا تو اُسپر بدنہ واجب ہوگا اور تاخیر دیجاویگی یہانتک کہ مصلح ہو جاوے اور اگر وقوف عرفہ سے پہلے جماع کیا تو اپنے احرام کے اتمام کے نفقہ سے اور سال آیندہ میں قضا کے واسطے عود کرنے کے نفقہ سے منع نہ کیا جائیگا مگر کفارہ سے ممنوع کیا جائیگا اور عمرہ اس حکم مین مثل حج کے ہی یعنی حق مجور میں - اور اگر اس مجور نے سواے طواف زیارت کے سب حج اسلام ادا کیا اور اپنے اہل کی طرف لوٹ آیا اور طواف صدر ادا نہ کیا تو طواف کے واسطے واپس جانے کے نفقہ کی اجازت دیجاویگی اور واپسی میں وہی افعال ادا کرے جو اُسنے ابتداے حج میں ادا کیے ہین اگرچہ شخص متولی نفقہ ہو اور اسکو حکم دیا جائیگا کہ واپسی مین اسکو نفقہ نہ دیوے بلکہ یہ شخص مجور اسکے سامنے طواف ادا کریگا اور اگر حالت جنابت مین طواف کر کے اپنے اہل کیطرف واپس آیا تو اُسکے طواف کے واسطے نفقہ واپسی کی اجازت دیجاویگی مگر اسپر طواف زیارت کے لیے ایک بدنہ اور طواف صدر کے لیے ایک بکری واجب ہوگی کہ مصلح ہو جانے کے بعد دونوں ادا کرے اور اگر حج میں وہ محصور ہوا تو منفق متولی کو چاہیے کہ ایک ہدی بھیجے کہ اس سے وہ حلال ہو جاوے یہ مبسوط میں ہی - اور اگر حج تطوع یا عمرہ تطوع کا احرام باندھا تو قاضی اسکو نفقہ بقدر کفایہ دیدیگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہی - اور اگر اس مجور نے حج تطوع کا احرام باندھا تو اسکی قضا کے واسطے نفقہ سفر اسکو نہ دیا جائیگا مگر جسقدر نفقہ اُسکو اسکے گھر مین کفایت کرے وہ مقرر کیا جائیگا اور سواے اُسکے جو کچھ سفر مین زیادہ نفقہ وسواری کی ضرورت ہوتی ہی وہ بڑھایا نجائیگا پھر اُس سے کہا جائیگا کہ تیرا جی چاہے تو پیدل حج کو جا اگرچہ یہ مجور بہت خوشحال کثیر المال ہو اور قاضی اُسکو اُسکے گھر مین فراخی کے ساتھ نفقہ دیتا ہو اور جو دیتا ہی اُسمین نفقہ مین خرچ کرنے کے بعد کچھ بچتا ہو پس اُسنے کہا کہ مین اُس مین سے کرایہ کرونگا اور اپنے خرچ مین بطور معروف خرچ کرونگا تو اسکو اجازت دیجاویگی بدون اسکے کہ اسکے ہاتھ مین خرچہ دیا جاوے بلکہ ایک شخص ثقہ کو دیا جائیگا کہ جیسا یہ چاہتا ہی یعنے بطور معروف اُسپر خرچ کرے - اور اگر مجور پیدل چلنے پر قادر نہ ہوا اور احرام میں پڑا رہا اور بہت دن گذر گئے یہانتک کہ اسکو احرام مین ایسی کچھ ضرورت پیش آئی کہ جس سے اُسکے حق مین مرض وغیرہ کا خوف ہو تو ایسی حالت میں یعنی بوقت ضرورت کچھ ڈر نہین ہی کہ اُسکے مال سے اُسکو اسقدر دیا جاوے کہ اپنا احرام تمام کر کے احرام سے خارج ہو کر واپس آوے اسی طرح اگر احرام تطوع مین محصور ہوا

تو اُسکی طرف سے ہدی ارسال نہ ہوگی ہان اگر چاہے کہ بیرے نفقہ مین سے قدر ہدیہ کہ بکنکی جا سکے تو ہوسکتا ہو اور
جب اُسنے ایسا چاہا تو منع نہین کیا جائیگا اور اگر اُسکے نفقہ مین سے قدر ہدیہ کے بچنے کی گنجایش نہ ہو تو یون ہی احرام
مین چھوڑ دیا جائیگا یہانتک کہ ویسی ہی ضرورت پیش آوے جو ہمنے بیان کر دی یعنی یہ کہ ضرورت البتہ
اُسکے مال سے بقدر ہدیہ کے روانہ کیجائیگی تاکہ وہ اپنے احرام سے باہر ہو اور ایسے اسباب مین صرف اس
بات کا لحاظ کیا جائیگا کہ اُسکی اور اُسکے مال کی اصلاح ہو یہ مبسوط مین ہی ۔ اگر مجور نے کچھ وصیتین کین پس اگر یہ
وصیتین اہل خیر و صلاح کی وصیتون کے موافق ہون جیسے حج یا مساکین کو دینے وغیرہ کی جن سے تقرب الی اللہ
ہوتا ہی تو استحساناً جائز ہی اور اُسکے تہائی مال سے نافذ ہوگا اور اگر اُسکی وصیت اہل خیر و صلاح کی وصیت کے مخالف
ہو تو اُسکا نفاذ واجب نہین ہی یہ فتاوے قاضیخان مین ہی ۔ اور منتقی مین ہی کہ اگر وصی نے وارث کو وقت بلوغ
کے اُسکا مال دیدیا حالانکہ وہ سفیہ مستحق حجر بالغ ہوا ہی تو دینا جائز ہی اور وصی ضمان سے بری ہوگا یہ محیط مین ہی قال
المترجم الظاہر انہ علی قول الشیخین رحمہما اللہ تعالی لما عند الاعظم فلانہ لا یری الحجر فیما نحن فیہ مطلقاً و اما عند ابی یوسف
فلانہ لا حجر عندہ قبل القضاء و ینبغی ان یکون فیہ خلاف محمد رح واللہ اعلم ۔ اب رہا بیان حجر بسبب فسق کے سو واضح
ہو کہ ہمارے نزدیک فاسق مجور نہین کیا جاتا ہی جبکہ وہ اپنے مال کا مصلح ہو اور فسق اصلی اور طاری دونون برابر
ہین اور رہا حجر بسبب غفلت کے اور غافل وہ ہی کہ مفسد مال نہ ہو ولیکن بسبب غفلت کے اور سلیم القلب
ہونے کے نافع تصرفات کو نہ سمجھے اور تجارات مین نقصان اُٹھا دے اور باز نہ رہے تو صاحبین کے
نزدیک قاضی ایسے غافل کو مجور کریگا یہ کافی مین ہی ۔ اور اگر نابالغ مجور نے کچھ مال اپنی عورت کے مہر
ادا کرنے کے واسطے قرض لیا تو صحیح ہی پھر اگر اُسنے عورت کو نہ دیا اور اپنی بعض ضرورتون مین خرچ
کر دیا تو ماخوذ نہ ہوگا نہ اب اور نہ بعد بلوغ کے اور غلام مجور نے اگر مال قرض لیا اور تلف کر دیا تو فی
الحال اُسمین ماخوذ نہ ہوگا اور نہ بعد عتق کے ماخوذ ہوگا اور اگر کسی شخص نے غلام مجور کو مال ودیعت دیا اُسنے
اقرار کیا کہ مین نے تلف کر دیا ہی تو تصدیق نہ کیا جائیگا اور اگر اُسکے بعد مصلح ہو گیا تو اُس سے اُسکے اقرار
کا حال دریافت کیا جائیگا پس اگر اُسنے کہا کہ مین نے جو اقرار کیا تھا وہ حق تھا تو فی الحال اُس سے مواخذہ کیا
جائیگا اور اگر کہا کہ باطل تھا تو ماخوذ نہ ہوگا یہ فتاوے قاضیخان مین ہی ۔ اور اگر سفیہ مجور کو کسی شخص نے
مال ودیعت دیا اُسنے اقرار کیا کہ مین نے تلف کر دیا تو اُسکے اقرار کی تصدیق نہ ہوگی پھر اگر اُسکے بعد
صالح ہو گیا تو اُسکے اقرار کا حال دریافت کیا جائیگا پس اگر اُسنے اقرار کیا کہ مین نے حالت فساد مین
تلف کیا ہی تو کچھ ضامن نہ ہوگا امام اعظم رح کے قول مین اگرچہ امام رحمہ اللہ کے نزدیک سفیہ مجور نہوتا ہو اور
یہ امام محمد رح کا قول ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک ضامن ہوگا اور اگر یہ اقرار کیا کہ مین نے
حالت صلاح مین تلف کیا ہی تو ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی ۔ اور اگر مجور نے کچھ مال قرض لیا اور اپنی ذات
پر خرچ کیا اور جسقدر ایسے لوگون کا نفقہ ہوتا ہی اُسی حساب سے خرچ کیا اور قاضی نے اس مدت تک
اُسکو نفقہ نہین دیا تھا تو یہ قرضہ اُسکے مال سے ادا کر دیگا اور اگر اُسنے باسراف خرچ کیا ہو تو قاضی مقرض کو اُسمین
سے بقدر نفقہ معروف کے یعنی جسقدر ایسے لوگون کا خرچہ ہوتا ہی اسقدر دیدیگا اور زیادتی باطل کر دیگا کذا

فی المبسوط وفی بعض النسخ الذخیرہ - اور اگر زید نے ایسے محجور کو مال ودیعت دیا اور محجور نے گواہوں کے سامنے اسکو تلف کر دیا تو ضامن نہوگا نہ فی الحال اور نہ مصلح ہو جانے کے بعد یہ قیاس قول امام اعظمؒ ہی اگر امام اعظم کے مذہب میں یہ ہو کہ سفیہ محجور ہوتا ہی - اور امام محمد رحمۃ کا یہی قول ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک ضامن ہوگا اور جو حکم یہان مذکور ہوئی نابالغ محجور میں ہی کہ اگر نابالغ کے پاس مال ودیعت ہو اور اسنے گواہوں کے سامنے تلف کر دیا تو امام اعظم وامام محمد رحمۃ کے نزدیک غیر ضامن اور امام ابو یوسف کے نزدیک ضامن ہوگا اور یہ حکم اسوقت ہی کہ مال ودیعت سوائے غلام و باندی کے ہو اور اگر غلام و باندی ہو اور محجور نے اسکو خطا سے قتل کیا تو بالاتفاق سب کے نزدیک اسکی قیمت محجور کی مددگار برادری پر واجب ہوگی یہ محیط میں ہی - اور اگر محجور نے ایسا اقرار کیا تو جبتک محجور رہے تب تک وہ ماخوذ نہ ہوگا پھر اگر صالح ہو گیا تو حالت اصلاح میں اس سے اسکے اقرار کا حال دریافت کیا جائیگا پس بعد اقرار کے جسدن سے اسپر حکم ہوا اسدن سے تین برس کے اندر اسکی قیمت اسکے مال سے لیجاویگی یہ مبسوط میں ہی - اور اگر محجور نے کسی دوسرے شخص زید کا مال بدون اسکی اجازت کے لیکر تلف کر دینے کا اقرار کیا اور زید نے تصدیق کی اور قاضی کے پاس لایا اور محجور نے یہان بھی اقرار کیا تو قاضی محجور کے قول کی تصدیق نہ کریگا پھر اسکے بعد اگر صالح ہو گیا تو اس اقرار پر ماخوذ نہوگا مگر اس سے دریافت کیا جائیگا پس اگر اسنے اقرار کیا کہ مین نے تلف کر دیا ہی اور سچا اقرار کیا تھا تو ماخوذ ہوگا اور مال اقراری اسکے مال مین قرضہ قرار دیا جائیگا اور اگر تلف کر دینا ثابت نہ ہوا اور اقرار مین مبطل ہو تو ماخوذ نہ ہوگا اور واجب ہی کہ نابالغ بھی محجور کے حکم مین ہو یعنی اگر نابالغ نے زید کا مال بلا اجازت تلف کرنے کا اقرار کیا پھر بالغ ہوا اور کہا کہ جو مین نے اقرار کیا ہی وہ حق تھا تو ماخوذ ہوگا اور اگر کہا کہ حق نہ تھا تو ماخوذ نہ ہوگا اور اگر رب المال نے کہا کہ تو اپنے اقرار مین محق یعنے حق پر تھا اور محجور نے کہا کہ مبطل یعنی ناحق پر تھا تو محجور کا قول قبول ہوگا اور رب المال کو چاہیے کہ گواہ پیش کرے کہ اسنے حالت سفہ مین تلف کیا ہی - اور جب محجور نے کہا کہ مین اپنے اقرار مین مبطل تھا اور رب المال نے محق ہونے کا دعوے کیا تو اسی کا قول قبول ہوگا اسیطرح اگر محجور صبی نے بالغ ہوکر کہا کہ تو نے مجھے اس زمانہ مین قرض دیا تھا جبکہ مین نابالغ محجور تھا یا ودیعت دیا تھا اور مین نے تلف کر دیا اور صاحب مال نے کہا کہ نہین بلکہ مین نے تجھے قرض یا ودیعت دیا تھا درحالیکہ تو ماذون و بالغ تھا تو رب المال کا قول قبول ہوگا اور لڑکے پر واجب ہی کہ اپنے دعوے پر گواہ قائم کرے یہ محیط مین ہی - اور اگر زید نے محجور کو قرض دیا یا ودیعت دی پھر وہ مصلح ہو گیا پھر صاحب المال سے کہا کہ تجھے تو نے حالت فساد مین قرض دیا تھا یا ودیعت دی تھی اور مین نے اسکو خرچ کر دیا اور صاحب المال نے کہا کہ تیری صلاحیت کی حالت مین دیا ہی تو صاحب مال کا قول قبول ہوگا اور محجور ضامن ہوگا یہ فتاوےٰ قاضی خان مین ہے - اگر صاحب مال نے کہا کہ مین نے تجھے حالت حجر مین قرض یا ودیعت دی تھی مگر تو نے حالت صلاح مین اسکو تلف کر دیا ہی اور تجھے تاوان چاہیے اور محجور نے کہا کہ نہین بلکہ حالت فساد مین تلف کیا ہی اور تاوان نہین چاہیے ہی تو محجور کا قول قبول ہوگا اور رب المال پر گواہ لانے واجب ہین کہ صالح ہونے کے بعد اسکے پاس وہ مال قائم تھا یہ محیط مین ہی -

فصل دوم حد بلوغ کی پہچان کے بیان مین - لڑکا جب بالغ ہوتا ہی جب احتلام یا احبال یا انزال ہو اور لڑکی

قولہ رب المال الخ [illegible]

احتلام وحیض وحبل سے بالغہ معلوم ہوتی ہی کذا فی المختار اور جس سن تک پہونچنے سے لڑکے اور لڑکی کے بلوغ کا حکم دیا جاتا ہی وہ سن پندرہ سال کا ہی یہ صاحبین کا مذہب ہی اور یہی ایک روایت امام اعظم رح سے ہی اور اسی پر فتوی ہی اور مشہور روایت امام اعظم رح سے یہ ہی کہ اٹھارہ برس کا لڑکا بالغ اور سترہ برس کی لڑکی بالغ ہوتی ہی کذا فی الکافی اور احتلام وغیرہ سے بالغ ہونے کی ادنی مدت لڑکے کے حق مین بارہ برس اور لڑکی کے حق مین نو برس ہین اور اگر لڑکا بارہ برس سے کم اور لڑکی نو برس سے کم ہو اور بلوغ کا دعوے کیا تو بلوغ کا حکم نہ دیا جائیگا یہ معدن مین ہی اور اگر لڑکا اور لڑکی اپنے بلوغ کے مخبر ہوئے یعنی دونون نے اپنے بالغ ہونے کی خبر دی اور انکا ظاہر حال انکے قول کے خلاف و مکذب نہین ہی تو انکا قول قبول کیا جاویگا جیسے عورت کا قول حیض کے باب مین مقبول ہوتا ہی اور جب ہم نے ان دونون کا قول قبول کیا تو انکے احکام مثل احکام بالغین کے قرار پاوینگے یہ اقطع کی شرح قدوری مین ہی ۔ اور اگر لڑکی کو حیض آیا یا لڑکا محتلم ہوا یا ایسا ہونے مین تاخیر ہوئی یہان تک کہ لڑکا پورے سن بلوغ انیس برس تک اور لڑکی سترہ برس تک پہونچگئی اور دونون کے آثار سے نیک چلن ظاہر ہوے اور اپنے اپنے مال کی حفاظت کرنے مین دونون امتحان کرلیے گئے اور دینداری مین ثابت پاے گئے تو انکا مال انکو دیا جائیگا اور اگر انکے آثار سے نیک چلن ظاہر نہوا تو کچھ نہ دیا جائیگا اور صاحبین رح نے بھی ایسا ہی فرمایا ہی مگر اختلاف اسقدر رکھا کہ تاخیر علامات کی صورت مین انکے نزدیک بلوغ پندرہ برس کے سن مین ہی اور جب اس بلوغ پر پہونچ جانے سے یا حیض واحتلام پائے جانے سے بلوغ کا حکم دیا گیا اگر نیک چلن اور مصلح ہو تو اسکا مال اسکو دیا جائیگا اور اگر ایسی صفت نہ پائی جاوے بلکہ مفسد ہو تو اسکے وصی اور قاضی کو بالاجماع یہ اختیار ہی کہ اسکا مال اسکو نہ دیوے یہ محیط مین ہی ۔ اور جب لڑکا یا لڑکی مراہق ہوے اور یہ پہچان دشوار ہوئی کہ یہ بالغ ہین یا نہین ہین اور اُسنے کہا کہ مین بالغ ہون تو اُسکا قول قبول ہوگا اور اسکے احکام مثل بالغین کے قرار دیے جاوینگے یہ کافی مین ہی ۔ اور اگر لڑکا اپنی عورت سے صحبت ہوا حالانکہ ایسے سن تک پہونچ چکا ہی کہ اُسکے جماع سے عورت کا حاملہ ہونا متصور ہوسکتا ہی اور اُسکی عورت کے بچہ پیدا ہوا تو اُسکا نسب ثابت ہوگا اور اس شخص کے بالغ ہونے کا حکم دیا جائیگا اسلیے کہ ثبوت النسب مین ضرورت ظاہر ہی یہ ینابیع مین ہی ۔

تیسرا باب بسبب قرضہ کے حجر واقع ہونے کے بیان مین ۔ بسبب قرضہ کے مجبور ہونے کی صورت یہ ہی کہ ایک شخص پر اسقدر قرضہ ہوجاوے کہ اسکے تمام مال کو گھیر لیوے یا اُسکے مال سے زیادہ ہوجاوے اور قرضخواہون نے قاضی سے درخواست کی کہ اسکو مجبور کردیجیے تاکہ اپنا مال ہبہ یا صدقہ نہ کرے اور نہ کسی دوسرے قرضدار کے واسطے اقرار کردے تو صاحبین کے نزدیک قاضی اسکو مجبور کردیگا اور یہ حجر کارآمد ہوگا کہ پھر اسکے بعد اُسکا ہبہ کرنا یا صدقہ کرنا صحیح نہ ہوگا اور امام اعظم رح کے نزدیک قاضی اسکو مجبور نہ کریگا اور اُسکا حجر کارآمد نہ ہوگا حتی کہ اسکے ایسے تصرفات سب صحیح ہونگے یہ محیط مین ہی ۔ اور اگر مقروض مجبور نے کسی عورت سے نکاح کیا تو نکاح صحیح ہی پس اگر اسکے مہر مثل سے مہر زیادہ کیا تو بقدر مہر مثل کے اُس قرضخواہ کے حق مین ظاہر ہوگا جسکی وجہ سے مجبور ہوا ہی پس وہ قرضخواہ مہر مثل مین اپنا حصہ لے لیگا اور جسقدر مہر مثل سے زیادہ ہی وہ قرضخواہ کے حق مین ظاہر نہ ہوگا بلکہ اُس مال مین رکھا جائیگا جو اُسکے بعد وہ شخص مجبور پیدا کرے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی ۔ امام اعظم رح کے نزدیک

مدیون کا مال قاضی فروخت نہ کریگا خواہ عروض ہو یا عقار ہو ولیکن اُس قرضدار کو برابر قید رکھیگا یہانتک کہ وہ خود ہی اپنے قرضہ کے ادا کے واسطے اپنا مال فروخت کرے اور صاحبین نے فرمایا کہ اگر مدیون نے خود فروخت کرنے سے انکار کیا تو قاضی مال فروخت کرکے اُسکا ثمن قرضخواہون کے درمیان موافق حصہ کے تقسیم کریگا یہ کافی مین ہے۔ اور قاضی کو جائز نہین ہے کہ مدیون مال بدون اُسکی رضامندی کے فروخت کر دے مگر برضامندی جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک مطلقاً جائز ہے اور یہ قول صاحبین رحمہما اللہ کا مدیون حاضر مین سب مشائخ کے نزدیک بالاتفاق ہے مگر مدیون غائب مین مشائخ نے صاحبین کے قول پر اختلاف کیا ہے بعضون نے کہا کہ مدیون غائب کا مال قاضی اُسکے حق مین نفاذ بیع کے طور پر فروخت نہ کرے۔ اگر شوہر غائب ہوا اور عورت نے قاضی سے درخواست کی کہ اُسکا مال میرے نفقہ مین فروخت کر دے تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک قاضی فروخت نہ کریگا اور ایسا ہی صاحبین کا قول بعض مشائخ کے نزدیک ہے اور اگر غائب کا مال ایسی چیز ہو جسکے خراب ہو جانے کا خوف ہو تو بالاجماع فروخت کر دیگا اسی طرح اگر غائب کا مال کوئی غلام ہو اور قاضی کو خوف ہو کہ اسکے نفقہ کا خرچہ اُسکی تمام قیمت کو گھیر لے گا تو بالاجماع قاضی اُسکو فروخت کر دیگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک ایسا حجر اگرچہ مدیون محجور غائب ہو تو بھی جائز ہے مگر بعد حجر کے محجور کا علم شرط ہے حتی کہ بعد محجور ہونے کے قبل علم کے جو تصرف اُس سے سرزد ہو وہ صاحبین کے نزدیک صحیح ہوگا اور یہ حجر بہ قیاس حجر غلام ماذون ہے کہ اسمین بھی حجر کارآمد نہین ہوتا ہے جبتک غلام ماذون کو خبر نہ ہو اور ایسے ہی یہ حجر قبل قید اور بعد قید کے دونون طرح صحیح ہے اور جو تصرف ایسا ہو کہ قرضخواہون کا حق باطل کرتا ہو اسمین یہ حجر موثر ہوگا جیسے ہبہ و صدقہ وغیرہ اور رہی بیع سو اگر برابر قیمت پر بیع کی تو اپنے محجور کی ایسی بیع صحیح ہے اور اگر اُسنے نقصان سے بیع کی تو نہین صحیح ہے خواہ نقصان کم ہو یا زیادہ ہو اور مشتری کو اختیار دیا جائیگا کہ چاہے ثمن پورا کر دے یا فسخ کرے اور اگر اُسنے اپنا مال اپنے قرضخواہ کے ہاتھ فروخت کیا اور ثمن کو قرضہ مین بدلا کر دیا پس اگر قرضخواہ ایک ہی شخص ہو تو یہ جائز ہے اور اگر قرضخواہ دو شخص ہون تو مثل قیمت پر ایک کے ہاتھ بیچنا جائز ہے مگر بدلا کرنا جائز نہین ہے اسی طرح اگر اُسنے بعضے قرضخواہون کا قرضہ ادا کرنا چاہا تو اُسکو یہ اختیار نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر قاضی نے اُسکو بسبب قرضہ کے محجور کیا تو گواہ کر لے کہ یہ شخص اپنے مال کے تصرف سے محجور کیا گیا اور گواہ کر لینا صحت حجر کی شرط نہین ہے صرف اسواسطے احتیاج ہوئی کہ اس حجر کے ساتھ احکام متعلق ہوتے ہین اور اکثر انکار پیش آتا ہے بس اثبات کی ضرورت ہوتی ہے اسواسطے گواہ کرے تاکہ انکار سے امن ہو جاوے اور سبب حجر بیان کر دے کہ مین نے اس شخص کو فلان بن فلان کے قرضہ کے سبب سے محجور کیا ہے کیونکہ جو شخص حجر کو جائز رکھتا ہے اُسکے نزدیک اُسکے اسباب مختلف ہوتے ہین اور وہ اپنے سبب کے اختلاف سے فی نفسہ مختلف ہو جاتا ہے چنانچہ حجر بسبب سفاہت کے تمام اموال کے تصرف سے محجور کرتا ہے خواہ بالفعل موجود ہون یا آیندہ پیدا ہون اور حجر بسبب قرضہ کے صرف اموال موجودہ کو شامل ہے اور جو مال آیندہ کمائی وغیرہ سے پیدا ہو اُسمین یہ حجر موثر نہین ہوتا ہے اور محجور اُسکے حق مین محجور نہین ہوتا بلکہ اسمین اُسکا تصرف نافذ ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص پر قرضہ ہے کہ اُسکے اقرار سے یا گواہون سے قاضی کے نزدیک ثابت ہوا پھر مطلوب حکم ہونے سے پہلے غائب ہو گیا اور حاضری سے انکار کیا تو امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ قاضی اُسکی طرف سے ایک وکیل مقرر

کریگا اور اُس وکیل پر مال کی ڈگری کریگا بشرطیکہ خصم اس امر کی درخواست کرے اور اگر خصم نے مدعا علیہ کے مجبور
کرنے کی درخواست کی تو امام اعظمؒ و امام محمد رح کے نزدیک اُسپر حکم نہ دیگا اور غائب کو مجبور نہ کریگا جبتک حاضر ہووے
پھر جب حاضر ہو تو اسپر حکم جاری کریگا پھر امام محمد رح کے نزدیک اسکو مجبور کریگا کیونکہ حجر بعد حکم کے ہوگا نہ قبل حکم کے
یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہی - اور اگر خصم کا قرضہ درم ہون اور مال مدعا علیہ درم ہون تو قاضی اُسکی بلا اجازت
بالاجماع ڈگری کر دیگا اور اگر اُسکا قرضہ درم ہون اور مال دینار ہون یا اسکے برعکس ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک
قاضی مال مدعا علیہ کو خصم کے قرضہ میں استحساناً فروخت کریگا اور قیاساً یہ ہی کہ قاضی کو ایسی بیع الصرف کا اختیار نہین
ہی یہ کافی میں ہی اور عروض و عقار کو فروخت نہ کریگا اور صاحبین نے فرمایا کہ فروخت کر سکتا ہی اور اسی پر فتوی
ہی یہ خزانۃ المفتین میں ہی - اور قرضہ میں پہلے نقود فروخت کرے پھر عروض پھر عقار یعنی آسان سے پہلے شروع
کرے اور مقروض کے واسطے ایک دستہ کپڑا پہننے کا چھوڑ دے اور باقی فروخت کر دے اور بعض نے
کہا کہ دو دستہ (پورا جوڑا) چھوڑ دے کذا فی الہدایہ - اگر مقروض کے پاس پہننے کے کپڑے ایسے ہون کہ اُسنے گھٹ کر بھی
اپنا لباس رکھ سکتا ہی تو قاضی ایسے کپڑے فروخت کرکے اُسکے ثمن میں سے قرضہ ادا کرکے باقی سے اُسکے واسطے لباس
خرید دے اور علی ہذا القیاس اگر اُسکا مسکن ایسا ہو کہ اُس سے کم پر بھی بسر کر سکتا ہی تو قاضی اس مسکن کو فروخت
کرکے اُسکے ثمن میں سے قرضہ ادا کرکے باقی سے اُسکے واسطے دوسرا مسکن خرید دیگا اور اسی سے ہمارے مشائخ
نے یہ فرمایا ہی کہ قاضی اُسکی وہ چیز جسکا فی الحال محتاج نہین ہی فروخت کریگا حتی کہ اُسکا لباد گرمیون مین اور نطع
جاڑون مین فروخت کر دیگا اور جب قاضی یا امین قاضی نے موافق مذہب صاحبین کے مال مدیون اُسکے قرضہ
ادا کرنے کے واسطے فروخت کیا تو اس بیع کا عہدہ مطلوب کے ذمہ ہوگا قاضی اور اُسکے امین کے ذمہ نہوگا اور
مراد عہدہ سے یہ ہی کہ اگر مبیع استحقاق میں لے لیگئی تو مشتری اپنا ثمن مطلوب سے واپس لیگا نہ قاضی اور اسکے امین
سے کذا فی النہایہ - اور اگر اُسکے پاس لوہے کی انگشتی ہو تو فروخت کرکے مٹی کی خرید دیگا یہ عینی شرح ہدایہ میں
ہی ہشام نے اپنے نوادر میں لکھا ہی کہ مین نے امام محمد رح سے دریافت کیا کہ ایک شخص پر قرضہ ہو گیا اور اُسنے
روپوشی اختیار کی اور اپنے مال کے انکار سے خوف کیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر قرضخواہون نے میرے نزدیک
اپنا قرضہ ثابت کر دیا تو مین اسکو مجبور کر دونگا اور اگر ثابت نہ کیا تو مجبور نہ کرونگا اور اگر غائب ہو گیا اور کسی قاضی نے
اُسکا مال فروخت کر دیا تو اُسکی بیع بطور اسکے کہ غائب پر اس بیع کا انفاذ ہو جائز رکھونگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ
ولیکن میں اُسکے عہدہ پر اُسکا مال فروخت نہ کرونگا اور کہا کہ مین نے یہ مسئلہ بھی دریافت کیا کہ زید نے عمرو سے
کہا کہ تو اپنا مال اس مجبور کے ہاتھ فروخت کر دے اور مین اُسکے ثمن کا ضامن ہون اُسنے مال فروخت کیا تو امام محمد
رح نے مال بیچنے کا حال پوچھا مین نے عرض کی کہ اسکو مجبور نے اپنے قبضہ مین لیکر تلف کر دیا تو فرمایا کہ زید کچھ ضامن
نہوگا - اور اگر یون کہا کہ ایک سے سو درم تک جو کچھ تو فروخت کرے مین اُسکا ضامن ہون پس عمرو نے پچاس
درم کا کپڑا سو درم مین مجبور کے ہاتھ فروخت کیا اُسنے قبضہ کرکے تلف کیا تو فرمایا کہ زید اُس کپڑے کی قیمت کا
ضامن ہوگا یہ محیط میں ہی - اگر زید نے حالت حجر مین کسی کے واسطے کچھ اقرار کیا تو بعد ادا کے قرض
کے یہ اقرار اُسکے ذمہ واجب ہوگا اور یہ صاحبین کے قول کے موافق ہی اور یہ اسوجہ سے کہ جو مال موجود

ہی اُسکے ساتھ پہلے قرضخواہون کا حق متعلق ہوچکا ہی پس دوسرے کے واسطے اقرار کرنے کے ان لوگون کا حق باطل نہین کرسکتا ہی بخلاف اسکے اگر مجور نے اداے قرض سے پہلے کسی شخص کا مال لیکر تلف کردیا تو ایسا حکم نہین ہے بلکہ بلاخلاف یہ شخص پہلے قرضخواہون کے ساتھ برابر شمار کیا جائیگا یہ عینی شرح ہدایہ مین ہی ۔ اور اگر مجور کو بعد اداے قرض کے کچھ مال ملا تو اس مال مین اُسکا وہ اقرار نافذ ہوگا یہ ہدایہ مین ہی ۔ اگر دوسرے قرض کا سبب قاضی کے نزدیک کسی علت سے یا گواہون کی گواہی سے جنھون نے قرض لینے یا مثل قیمت پر خرید کرنے کی گواہی دی ثابت ہو تو ایسے قرضخواہون کے ساتھ وہ قرضخواہ جسکا قرضہ مجور ہونے سے پہلے کا ہی شریک ہوگا یہ محیط مین ہی ۔ اور خزانۃ المفتین مین لکھا ہی کہ اگر قاضی نے ایک شخص کو کسی قوم کے قرضہ کی وجہ سے جنکے قرضے مختلف ہون مجور کیا اور مجور نے بعض قرضخواہون کا قرضہ ادا کیا تو باقی قرضخواہ اس قرضخواہ قابض کے مقبوضہ مین شریک ہونگے پس قابض بقدر اپنے حصہ کے رکھیگا باقی ان قرضخواہون کو دیدیگا اور اگر مجور نے اپنے اوپر حد یا قصاص کا اقرار کیا تو اقرار صحیح ہی اسی طرح اگر غلام آزاد یا مدبر کیا تو عتق و تدبیر صحیح ہی اور حاصل یہ ہی کہ جو تصرف ایسا ہی کہ جسکا جد و ہزل یکسان ہوتا ہی وہ تصرف مجور کیطرف سے نافذ ہوگا اور جو ہزل کرنے والے سے نافذ نہین ہوتا ہی وہ مجور سے بھی نافذ نہ ہوگا مگر اس صورت مین نافذ ہوسکتا ہی کہ جب قاضی اجازت دیدے اور اگر مجور نے گواہون کے سامنے کسی شخص کا مال تلف کردیا تو اُسکے واسطے ضامن ہوگا اور صاحب ضمان اُس قرضخواہ کا جسکے واسطے مجور ہوا ہی مجور کے مال مین شریک ہوگا اور اگر مجور نے کوئی باندی گواہون کے سامنے اُسکی قیمت سے بڑھکر خریدی پس اگر وہ باندی فروخت کیگئی تو اُسکی قیمت کے قدر وہ قرضخواہ جسکے واسطے مجور ہوا ہی حصہ دار ہوگا اور جو قیمت سے زیادہ ہی وہ بائع کو اُس مال سے ملیگا جو مجور کے پاس بعد حجر کے پیدا ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہی ۔ اور مدیون مجور کا نفقہ اور اُسکی زوجہ اور نابالغ اولاد اور اُسکے ذوی الارحام کا نفقہ ہمارے نزدیک اُسکے مال سے دیا جائیگا اور اگر مفلس کا کچھ مال معلوم نہ ہوتا ہو اور قرضخواہون نے اُسکے قید کرنے کی درخواست کی حالانکہ وہ کہتا ہی کہ میرا کچھ مال نہین ہی تو حاکم اسکو ہر ایسے قرضہ کے واسطے جسکو اُسنے اپنے اوپر کسی عقد سے واجب کیا ہی قید کریگا جیسے مہر و کفالت وغیرہ اور اگر مدیون مفلس نے اس امر کے گواہ پیش کیے کہ میرے پاس کچھ مال نہین ہی تو رہا کردیا جائیگا کیونکہ فراخدستی حاصل ہونے تک مہلت دینا نص قرآنی سے ثابت ہی کذا فی الکافی ۔ اور اگر تنگدست پایا گیا تو واجب یہ ہی کہ فراخدستی تک اُسکو مہلت دیجاوے اور بعد قید کرنے کے اُسکے تنگدست ہونے کے گواہ بالاتفاق مقبول ہونگے پس گواہ قائم کرنے کے بعد قاضی اسکو رہا کردیگا اور اگر قید سے پہلے گواہ قائم ہون تو ایک روایت مین جبتک مقید نہو مقبول نہ ہونگے اور یہی عامہ مشائخ کا مذہب ہی اور یہی شمس الائمہ سرخسی نے شرح ادب القاضی مین اختیار کیا ہی اور یہی اصح ہی یہ عینی شرح ہدایہ مین ہی ۔ اور جب حاکم نے اسکو دو یا تین مہینہ قید کیا تو پوشیدہ اسکا حال دریافت کریگا پس اگر اُسکا کچھ مال دریافت نہوا تو رہا کردیگا یہ اقطع کی شرح قدوری مین ہی ۔ اور صحیح یہ ہی کہ قید مین اہل حرفہ کو اپنے حرفہ کا کام کرنے کا قابو نہ دیا جائیگا تاکہ اُسکا دل پریشان ہو اور قرضہ ادا کردے بخلاف اسکے اگر اُسکی کوئی باندی ہو اور قیدخانہ مین کوئی ایسی جگہ ہو جہان وطی کرسکتا ہی تو منع نہ کیا جائیگا یہ کافی مین ہی ۔ اور واقعات مین لکھا ہی کہ قیدی اگر قیدخانہ مین بیمار رہا اور وہان کوئی ایسا نہین ہی جو اُسکی تیمارداری کرسکے تو کفیل لیکر قیدخانہ سے

نکالا جائیگا اور خلاصہ مین لکھا ہی کہ یہ حکم اسوقت ہی کہ جب ایسی حالت مین اُسکے حق مین مرجانیکا خوف ہو اور اسی پر فتوی ہی اور اگر کفیل نہ پایا جاوے تو رہا نہ ہوگا اور اگر کسی شخص نے کفالت کی اور قاضی نے رہا کیا تو خصم کا حاضر ہونا اُسوقت شرط نہین ہی یہ عینی شرح ہدایہ مین ہی۔ اور اگر اُسنے اپنے یا اہل وعیال کے واسطے اناج خرید ا تو جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور جو شخص قرضہ کی وجہ سے مقید ہی اگر وہ اپنا روزینہ خریدنے مین اسراف کرتا ہو تو قاضی اُسکو منع کر دیگا اور اُسکے حق مین کفاف معروف مقرر کر دیگا اور ایسے ہی کپڑے مین درمیانی چال چلے اور اسکو درمیانی چال چلنے کا حکم کریگا مگر اُسپر اُسکے خورد ونوش ولباس مین تنگی نہ کریگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اور کفالۃ الاصل مین لکھا ہی کہ محبوس پیٹا نجائیگا اور نہ اُسکے بیڑیان ڈالی جاوینگی اور نہ طوق پہنایا جاویگا اور نہ ڈرایا جاویگا اور نہ مخوف کیا جاوے اور نہ ننگا کیا جاوے اور نہ مدعی حقدار کے سامنے اہانت کے واسطے کھڑا کیا جاوے اور نہ اجارہ پر دیا جاوے اور منتقی مین ہی کہ قرضدار قیدی کے بیڑیان ڈالی جاوین اور دن مین اگر بھاگ جانے کا خوف ہو تو منتقل کر دیا جاوے اور قرضدار قیدی جمعہ وعید وحج ونماز فرض ونماز جنازہ وعیادت مریض کے واسطے باہر نہ نکالا جائیگا اور وحشت ناک جگہہ قید کیا جائیگا اور اُسکے واسطے کوئی بچھونا وفرش نہ بچھایا جاوے اور اُسکے پاس کوئی ایسا شخص نہ جانے پائیگا جس سے اُسکی وحشت رفع ہو اُسکو امام سرخسی نے ذکر کیا ہی کذا فی الخلاصہ اور بعد اخراج کے امام اعظم رح کے نزدیک اُسکے اور اُسکے قرضخواہون کے درمیان کچھ روک نکیجاویگی مگر وہ لوگ اُسکو حالت ملازمت مین یعنی جب اُسکے ساتھ ساتھ رہین تو تصرفات وسفر سے منع نہین کر سکتے ہین اور نہ اُسکو ایک جگہہ بٹھلا سکتے ہین کیونکہ یہ تو قید ہی بلکہ جہان اُسکا جی چاہے جاوے اور یہ لوگ اُسکے ساتھ پھرتے رہینگے یہ تبیین مین ہی۔ اور جو کچھ اُسکی کمائی حوائج ضروریہ سے بڑہیگی وہ اپنے قرضخواہون کے درمیان حصہ رسد تقسیم کریگا اور وہ لوگ لے لینگے اور یہ اُسوقت ہی کہ اُسکی بڑہتی کمائی قرضخواہون سے بدون اُسکے اختیار کے لی ہو یا قاضی نے لیکر بدون اُسکے اختیار کے قرضخواہون کو تقسیم کی ہو اور اگر مدیون نے اپنی صحت مین اپنے اختیار سے قرضہ ادا کرنے مین کسی حقدار کو بمقابلہ دوسرون کے چھانٹ لیا تو اُسکو اختیار ہی اسکو فتاوے نسفی مین صریح بیان کیا ہی کہ یون فرمایا کہ اگر زید پر تین آدمیون کے ہزار درم اس تفصیل سے قرضہ ہون کہ بکر کے پانچ سو درم اور عمرو کے تین سو درم اور خالد کے دوسو درم ہون اور زید کے پاس کل مال پانچ سو درم ہین پس قرضخواہون نے جمع ہوکر زید کو مجلس قضا مین قید کرایا تو مال کیونکر تقسیم ہوگا فرمایا کہ اگر قرضدار حاضر ہو تو وہ انکا قرضہ خود ہی تقسیم کریگا اور اسکو اختیار ہوگا کہ ادا کرنے مین چاہے بعض کو بعض پر مقدم کرے یا بعض کو چھانٹ لے اور اگر مدیون غائب ہو اور قاضی کے نزدیک قرضے ثابت ہون تو قاضی تمام مال قرضخواہون کو حصہ رسد تقسیم کر دیگا یہ عینی شرح ہدایہ مین ہی۔ اور اگر مدیون نے اپنے افلاس کے گواہ دیے اور طالب نے اُسکی خوشحالی کے گواہ دیے تو طالب کے گواہ قبول ہونگے۔ اور جس سے فراخدستی ثابت ہو اُسکے بیان کی کچھ ضرورت نہین ہی اور افلاس کی گواہی مین مدعی کا حاضر ہونا شرط نہین ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور گواہون کو یون کہنا چاہیے کہ یہ شخص فقیر ہی ہم اسکا کچھ یا کوئی عرض عروض مین سے ایسا نہین جانتے ہین جس سے حالت فقر سے نکلے اور ابو القاسم صفار نے فرمایا کہ گواہون کو یون کہنا چاہیے کہ ہم گواہی دیتے ہین کہ یہ شخص مفلس معدم ہی ہم اسکا کوئی مال سوا اسکے تن کے کپڑون اور اسکے

لباس شب خوابی کے نہین جانتے ہین کذا فی العینی شرح الہدایہ اور اگر مدیون مفلس اپنے گھر مین کسی ضرورت سے گیا
تو ہدایہ مین مذکور ہی کہ اُسکے پیچھے نہ جاوے بلکہ اُسکے دروازے پر بیٹھا رہے یہان تک کہ وہ باہر آوے اور زیادات
مین فرمایا کہ جب مدیون نے اسکو اندر آنے کی اجازت نہ دی تو اُسکے دروازے پر بیٹھا رہے اور اُسکو اندر جانے
سے منع کرے تاکہ روپوش نہو جاوے یا دوسرے دروازے سے نہ نکلجاوے پس ساتھ ساتھ رہنے سے جو مقصود ہی
وہ فوت ہوجاوے اور نہایہ مین لکھا ہی کہ صاحب حق کو یہ اختیار نہین ہی کہ ملزوم مطلوب کو پہنچانہ یا کھانے کے واسطے
مکان کے اندر جانے سے منع کرے لیکن اگر اسکو غذا دیدی یا پہنچانہ پھرنے کے واسطے کوئی مقام مقرر کردیا تو اسوقت
البتہ اُسکو اختیار ہی کہ گھر مین اُسکو نجانے دے تاکہ ایسا نہ ہو کہ ملزوم بھاگ جاوے اور اسی نہایہ مین لکھا ہی کہ اگر مطلوب
ملزوم مثل سقائی وغیرہ کے کام کیا کرتا ہو تو طالب کو اس کام سے منع کرنے کا اختیار نہین ہی ولیکن اپنے نائب اور اجیر
و غلام کو اُسکے ساتھ ساتھ رکھ سکتا ہی لیکن اگر مطلوب کو اُسکا اور اُسکے عیال کا نفقہ دیا تو اس صورت مین اُسکو اس
کام سے منع کر سکتا ہی یہ تبیین مین ہی۔ اور واقعات مین لکھا ہی کہ ایک شخص پر دوسرے کے حق کی ڈگری ہوئی ڈگریدار
نے اپنے غلام کو قرضدار کے ساتھ ساتھ رہنے کا حکم دیا پس جسپر ڈگری ہوئی ہی اُسنے کہا کہ مین دعی کے ساتھ بیٹھ سکتا
ہون غلام کے ساتھ نہ بیٹھونگا تو اُسکو یہ اختیار ہی یہ عینی شرح ہدایہ مین ہی۔ اور اگر مطلوب نے قید ہونا اور طالب
نے ملازمت [١٥] اختیار کی تو طالب کو اختیار ہی ولیکن اگر قاضی کو معلوم ہوا کہ طالب اُسپر ساتھ ساتھ رہنے مین تعدی
کریگا مثلاً گھر مین جانے سے منع کریگا یا اُسکے ساتھ اندر چلا جائیگا تو ایسی صورت مین مطلوب سے ضرر دفع کرنے
کے واسطے اُسکو قید کریگا یہ کافی مین ہی۔ اور اگر کسی مرد کا عورت پر قرضہ ہو تو اُسکے ساتھ ساتھ نہین رہ سکتا ہی
کیونکہ اسمین اجنبیہ عورت کے ساتھ تنہائی ہوگی ولیکن قرضخواہ اسکے پاس ایک امین عورت اپنی طرف سے بھیجدیگا
جو اسکے ساتھ ساتھ رہے کذا فی الہدایہ۔ اگر زید مفلس ہوگیا اور اُسکے پاس عمرو کا کچھ مال معین ہی جسکو اُسنے
عمرو سے خریدا تھا تو عمرو باقی قرضخواہون کے ساتھ برابر کردیا جائیگا اُسکی صورت یہ ہی کہ زید نے عمرو سے
ایک خاص غلام خریدا اور قبضہ کرلیا اور ہنوز دام نہین دیے تھے کہ مفلس ہوگیا اور اُسکے پاس سوا اسکے اور
کچھ مال نہین ہی پس عمرو نے دعوے کیا کہ مین بہ نسبت دوسرون کے اس غلام کا مستحق ہون اور دوسرے
قرضخواہون نے [١٦] مساوات کا دعوی کیا تو یہ غلام فروخت کرکے اُسکے دام سب کو برابر حصہ رسد تقسیم ہونگے بشرطیکہ
سب قرضے ایسے ہون کہ اُنکے ادا کا وقت آگیا ہو اور اگر بعض کا وقت آیا ہو اور بعض کا نہ آیا ہو تو ان قرضخواہون
کو جنکے ادا کا وقت آیا ہی تقسیم کرکے دیدیا جائیگا پھر باقی قرضخواہ وقت آنے پر اُن لوگون سے جنھون نے وصول کیا ہی
بقدر اپنے حصہ رسد کے واپس لینگے اور اگر زید نے غلام پر قبضہ نہ کیا ہو یہان تک کہ مفلس ہوگیا تو عمرو باقی
قرضخواہون کے بہ نسبت غلام کا حقدار ہوگا یہ ینابیع مین ہی۔ ہشام نے امام محمد رح سے روایت کی کہ ایک مفسد
مجور نے اپنی نابالغ لڑکی یا بہن کو کسی کے ساتھ بیاہ دیا تو جائز نہین ہی۔ اور ہشام کہتے ہین کہ مین نے امام محمد رح
سے دریافت کیا کہ ایک شخص ایسا ہی کہ اُس سے راست روی کے آثار ظاہر نہ ہوئے اور ہنوز وہ محجور نہ کیا گیا
اور اُسکا مال اُسکے پاس ہی اُسنے فروخت کیا تو امام محمد رح نے مجھے خبر دی کہ امام ابو یوسف نے فرمایا ہی کہ بیع باطل
ہی اور ایسا ہی امام محمد رحمہ اللہ تعالے کا قول ہی یہ محیط مین لکھا ہی۔

کتاب الماذون

اور اسمین تیرہ باب ہین -

باب اول - اذن کی تفسیر شرعی و رکن و شروط و حکم کے بیان مین - قال المترجم اذن اجازت ماذون جسکو اجازت دیگئی اور یہ محجور کا مقابل ہی آذن بمد اول و کسر ثانی اجازت دینے والا اور مترجم اجازت دہندہ استعمال کرتا ہی - واضح ہو کہ شرعاً اذن کے معنے فک حجر و اسقاط حق ہین پس کسی زمانہ یا مکان یا کسی قسم کی تجارت کے ساتھ خاص نہین ہی کذا فی التبیین - اور رکن اسکا یہ ہی کہ مثلاً زید اپنے غلام سے کہے کہ مین نے تجھے تجارت کی اجازت دی کذا فی محیط السرخسی اور شرط اذن یہ ہی کہ غلام ایسا ہو کہ تصرف سمجھتا ہو اور سمجھکر اُسکا قصد کرتا ہو اور اجازت دہندہ مثل بیع و اجارہ وغیرہ تصرفات کا مالک ہو اور یہ شرط نہین ہی کہ ماذون کی گردن کا مالک ہو حتے کہ غلام ماذون و مکاتب و شریک مفاوض یا عنان یا باپ و دادا و قاضی و وصی کی اجازت جائز ہی اور اُسکا حکم وہی تفسیر شرعی ہی یہ تبیین مین ہی - اور اگر ایک روز یا ایک مہینہ کے واسطے اجازت دی تو جبتک منع نہ کرے تب تک برابر علی الاطلاق ماذون رہیگا اسی طرح اگر قاضی و وصی نے یتیم کے غلام کو اجازت دی یا نابالغ عاقل کو اجازت دی تو بھی یہی حکم ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اور ہمارے نزدیک اذن بالتصرف کبھی مخصوص نہین ہوتا ہی جب کسی غلام محجور کو اجازت دیجاوے اور اگر غلام ماذون کو اجازت دیجاوے تو مخصوص ہوتا ہی حتے کہ اگر مولے نے اپنے غلام کو ماذون کیا پھر اُسکو سو درم دیے کہ اسکے گیہون خریدے اُسنے آٹا خریدا تو اپنی ذات کے واسطے مشتری قرار دیا جائیگا امام محمد رح نے اسکو ماذون مین صریح بیان فرمایا ہی اور اُسکا ثمن غلام ماذون پر ہوگا کہ اپنے مال سے ادا کرے نہ مال مولی سے اور باوجود اسکے اگر اُسنے مال مولے سے ادا کیا تو مولے کو یہ اختیار نہین ہی کہ اُسکا دامنگیر ہو اگرچہ اُسنے مال مولے کو تلف کیا بلکہ مولے بائع کا دامنگیر ہو کر اُس سے وصول کریگا کذا فی الذخیرہ

باب دوم جو امور تجارت کے واسطے اجازت قرار پاتے ہین اور جو نہین قرار پاتے ہین اُنکے بیان مین - واضح ہو کہ اذن جسطرح بصراحت ثابت ہوتا ہی اسی طرح بدلالت بھی ثابت ہوتا ہی مثلاً زید نے اپنے غلام کو خرید و فروخت کرتے دیکھا اور خاموش ہو رہا تو یہ غلام ماذون ہو جاویگا خواہ یہ بیع مولے کے واسطے ہو یا غیر کے واسطے اُسکی اجازت سے ہو یا بلا اجازت ہو اور خواہ بیع صحیح ہو یا فاسد ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اگر زید نے اپنے غلام کو خرید و فروخت کرتے دیکھا اور خاموش ہو رہا منع نہ کیا تو یہ غلام ماذون ہو جاویگا اور یہ تصرف جسکو مولے نے مشاہدہ کیا ہی جائز نہ ہوگا مگر اُس صورت مین کہ مولے اپنے قول سے اُسکی اجازت دیدے خواہ یہ بیع مولے کے واسطے ہو یا غیر کے واسطے مگر بعد اسکے جو تصرف کرے اُسکے حق مین ماذون ہو جاویگا یہ سراج الوہاج مین ہی - اگر زید نے عمرو کے غلام کو کوئی متاع فروخت کے واسطے دی اور عمرو نے اُسکو فروخت کرتے دیکھکر منع نہ کیا تو عمرو کے سکوت سے غلام ماذون التجارۃ ہو جاویگا اور زید کے حکم سے متاع کی بیع جائز ہو گی پھر مشائخ نے اس بیع کے عہدہ مین اختلاف کیا ہی بعضون نے فرمایا کہ اس بیع کا عہدہ زید پر ہوگا اور بعضون نے کہا کہ غلام پر ہوگا یہ محیط مین ہی اور

اگر مولیٰ نے اسکو دیکھکر منع کیا ہو یا نہ دیکھا ہو تو اسکا عہدہ مالک مشتری پر ہوگا یہ مبسوط میں ہے - اگر زید نے عمرو کے غلام محجور کو غصب کر لیا اور عمرو کو گواہ نہ ملے کہ غلام واپس کر لے اور غاصب قسم کھا گیا پھر غلام نے تصرف کیا اور مولیٰ خاموش رہا پھر عمرو نے گواہ پیش کر کے غلام واپس پایا تو یہ غلام ماذون نہ ہوگا یہ مغنی میں ہے - اور اگر غلام نے زید کا مال غصب کر کے فروخت کیا حالانکہ غلام کا مولیٰ اسکو دیکھ رہا ہے اور منع نہیں کرتا ہے تو اس سے وہ غلام ماذون التجارۃ ہو جائیگا اور یہ بیع جائز نہوگی خواہ بحکم مولیٰ ہو یا بلا حکم مولیٰ ہو یہ مبسوط میں ہے - اگر زید نے اپنے درم و دینار سے کوئی چیز خریدتے ہوئے اپنے غلام کو دیکھا اور منع نہ کیا تو ماذون ہو جائیگا پس اگر ثمن مال مولیٰ سے ادا کیا تو مولیٰ کو واپس کر لینے کا اختیار ہے اور جب واپس کر لیا تو یہ بیع باطل نہوگی اور اگر مال مولیٰ کیلی یا وزنی چیز ہو اور مولیٰ نے واپس کر لی تو بیع باطل ہو جائیگی بشرطیکہ کیلی و موزون معین ہو اور اگر معین نہو اور مولیٰ نے واپس کر لی تو باطل نہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے - اور اگر اپنے غلام کو نکاح کرتے دیکھا یا باندی کو خود ہی نکاح کرتے دیکھا اور خاموش رہا تو صحیح یہ ہے کہ وہ ماذون نہوگا اور اگر مملوک کو اذن عام دیدیا اسکا تصرف تمام تجارات کے حق میں جائز ہے اور اسکی یہ صورت ہے کہ مملوک سے کہے کہ میں نے تجھے تجارت کی اجازت دیدی اور کسی نوع تجارت کے ساتھ مقید نہ کیا اسی طرح اگر تجارات کی اجازت بہ لفظ جمع بیان کی تو بھی یہی حکم ہے یہ کافی میں ہے - اور اگر ایک نوع تجارت کی اجازت دی نہ غیر کی تو جمیع تجارات کے واسطے ماذون ہوگا خواہ غیر اس نوع سے صریح منع کیا ہو یا سکوت کیا پس جمیع تجارات کے واسطے ماذون ہوگا یہ نہایہ میں ہے - اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ مجھے ہر مہینہ پانچ درم اپنی کمائی سے دیا کر تو یہ اسکے واسطے تمام تجارتوں کی اجازت ہے اسی طرح اگر اپنے غلام سے کہا کہ جب تو مجھے ہزار درم ادا کر دے پس تو آزاد ہے یا تو آزاد ہے تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر کہا کہ میں نے تجھپر ہر مہینہ دس درم یا ہر جمعہ پانچ درم مقرر کیے کہ تو مجھے ادا کیا کرے تو بھی تجارت کے واسطے ماذون ہو جائیگا یہ مغنی میں ہے - اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ کیدیگر یا درزی یا رنگریز کو کام کے واسطے بٹھال تو تمام تجارت کے واسطے ماذون ہو جائیگا اور اگر کہا کہ میں نے تجھے روٹی کی تجارت کے واسطے اجازت دی تو تمام تجارت کے واسطے ماذون ہو جائیگا اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ پہننے کے واسطے کپڑا خرید کر یا کھانے کے واسطے گوشت خرید کر یا ایسی ہی اور کسی چیز کو کہا تو استحساناً ماذون نہوگا اور یہ اذن استخدام شمار ہوگا نہ اذن تجارت اور فرق یہ ہے کہ اگر ایسے طور کی اجازت دی جس سے عقود مرۃ بعد اخریٰ متکرر ہوتے ہیں جسے کہ یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اسکی مراد نفع ہے تو یہ اجازت اذن شمار ہوگی اور اگر ایک ہی عقد کی اجازت دی جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نفع مقصود نہیں ہے تو اذن نہ ہوگا بلکہ عرف و عادت کے موافق استخدام قرار دیا جائیگا جسے کہ اگر یوں کہا کہ کپڑا خرید کر کے فروخت کر دے تو تجارت کے واسطے ماذون ہو جائیگا اور علیٰ ہذا اگر کہا کہ میرا یہ کپڑا فروخت کر کے اسکے ثمن سے یہ چیز خرید کر تو ماذون التجارۃ ہو جائیگا اور اسی اصل سے ہم نے کہا ہے کہ اگر زید نے اپنے غلام سے کہا کہ فلان شخص کے پاس جا اور اپنے تئیں لوگوں کو اجارہ پر فلان کام کے واسطے دے تو تجارت کے واسطے ماذون ہوگا کیونکہ جو شخص اس سے معاملہ کرے وہ متعین نہیں ہے پس اس حکم سے لوگوں سے معاملہ کرنا ثابت ہوا پس عقود مختلفہ کا حکم ثابت ہوا اور نوادر میں مسئلہ اجارہ تین طور پر قرار دیا گیا ہے ایک یہ صورت کہ غلام سے کہا کہ فلان شخص کو اپنے تئیں اجرت پر دے تاکہ تو اسکی خدمت کیا کرے اور اس صورت میں ماذون التجارۃ نہ ہوگا دوسری یہ صورت کہ اس سے کہا کہ اپنے تئیں اسکو

اجارہ پر دے تاکہ تو اُسکے واسطے تجارت کیا کرے اور اس صورت مین ماذون التجارۃ ہو جائیگا اور تیسری صورت یہ ہو کہ غلام سے فقط اسقدر کہا کہ اپنے تئین اسکو اجارہ پر دیدے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو اس صورت مین ماذون التجارۃ نہ ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور فتاوے عتابیہ مین ہو کہ اگر مولیٰ نے غلام کو کچھ مدت تک تجارت کرنے کے لیے اجارہ دیا تو یہ اذن ہی اور جو چیز مستاجر کے واسطے خریدنے مین غلام پر قرضہ آگیا اُسکو مستاجر سے واپس لیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر اپنے غلام کو ایک مشک کلان وگدھا دیا کہ میرے اور میرے عیال اور پڑوسیون کو بغیر ثمن پانی پلایا کرے تو یہ تجارت کی اجازت نہین ہی۔ اسی طرح اگر طحان نے اپنے غلام کو حمار دیا کہ اسپر لادکر گیہون لایا کرے تاکہ مین اُسکو پیسون تو یہ تجارت کی اجازت نہین ہی۔ اور اگر غلام کو مشک وگدھا دیا کہ اسپر بھر کر لاکر فروخت کیا کر تو یہ تجارت کی اجازت ہی اسی طرح اگر غلام کو گدھا دیکر کہا کہ لوگون سے پسائی کا اناج قبول کرکے اجرت پر اُسپر لادلایا کر تو یہ تجارت کی اجازت ہی اسیطرح اگر لوگون کا لفظ نہ کہا مگر کسی شخص کو معین نہ کیا تو بھی اجازت ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کہا کہ نقالین وخیاطین مین کام کیا کر یا نقالین وخیاطین کو اپنے تئین اجرت پر دیدے تو یہ غلام کو تجارت کی اجازت ہی اور اگر غلام کو کہا کہ میرے واسطے ایک درم کا کپڑا یا گوشت خرید لے تو یہ استحساناً تجارت کی اجازت نہین ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر کہا کہ کپڑا خرید کر کے میرے واسطے قمیص قطع کرا دے تو ماذون نہ ہوگا بلکہ بضرورت یہ استخدام قرار دیا جائیگا کذا فی المغنی اور اجارہ کی اجازت تجارت کی اجازت ہی اور تجارت کی اجازت اجارہ کی اجازت ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ اگر کسی شخص نے اپنے غلام کو کسی مکان کے کرایہ وصول کرنے کے واسطے حکم کیا یا لوگون پر اپنے قرضہ کے وصول کرنے کا حکم دیا یا ایسے معاملہ مین خصومت کے واسطے وکیل کیا تو یہ تجارت کی اجازت نہین ہی اسیطرح اگر اسکو اپنی کھیتی کی یا زمین کی پرداخت یا اپنی عمارت بنوانے کے مزدورون کی نگہبانی یا اپنے قرضدارون سے حساب کرنے یا لوگون سے اپنے قرضہ کے تقاضے اور اُنمین سے اپنی زمین کے خراج ادا کرنے یا اپنے اوپر جو قرضہ ہی اُسکے ادا کرنے کے واسطے مقرر کیا تو اُنمین سے کسی صورت سے غلام ماذون التجارۃ نہ ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ مین تجھے تجارت سے منع نہین کرتا ہون تو یہ اجازت ہی اسی طرح اگر اسکو لکڑیان لاکر فروخت کرنے کی اجازت دی تو بھی یہی حکم ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ اگر زید کے پاس ایک بڑا گانون ہو اور اُسنے اپنے غلام سے کہا کہ اسکی زمین اجارہ پر دے اور اناج خرید کر اُسمین زراعت کرا اور اُسکے پھل فروخت کرکے اُسکا خراج ادا کر تو غلام تمام تجارتون کے واسطے ماذون ہو جائیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو مال دیا اور حکم کیا کہ میرے واسطے اناج خرید ے تو یہ مسئلہ ماذون مین دو جگہ مذکور ہی ایک جگہ یہ حکم دیا ہی کہ غلام ماذون ہو جائیگا اور دوسری جگہ لکھا ہی کہ ماذون نہ ہوگا اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ ماذون ہونے کی صورت مین یہ تاویل ہی کہ اسکو مال کثیر دیا کہ جس سے ایک مرتبہ خرید آسان نہین ہی بلکہ چند مرتبہ کرکے خرید سکتا ہی پس اس صورت مین اُسنے عقود متفرقہ کی اجازت دی جس سے ماذون ہو گیا اور ماذون نہ ہونے کی تاویل یہ ہی کہ مال قلیل دیا جس سے ایک ہی مرتبہ خرید سکتا ہی پس ایک ہی عقد کی اجازت دی کہ جس سے ماذون نہ ہوا اور اس معنی کی جانب امام محمد رح نے کتاب مین اشارہ کیا ہی کہ صورت اذن مین صریح فرمایا کہ مال کثیر دیا کذا فی المغنی۔ اگر زید نے اپنے غلام کو مال دیا اور کہا کہ فلان شہر مین جاکر عمرو کو دے تاکہ وہ کپڑا خرید کر تجھے دیدے

تو اُسکو میرے پاس لاوین غلام نے ایسا کیا تو ماذون التجارۃ نہ ہوگا یہ مبسوط مین ہی اگر زید نے اپنے غلام کو زمین خالص دیکر حکم کیا کہ اناج خرید کر اُسمین زراعت کرے اور مزدور کرایہ کرکے اُنسے جداول تیار کرا وے تاکہ کھیتی کو پانی پہونچے اور زمین کا خراج ادا کردے تو یہ تجارت کی اجازت ہی اور امام اعظم رح نے فرمایا کہ اگر اپنے غلام سے کہا کہ میرا یہ کپڑا نفع و بڑھتی کے واسطے یا بطور نفع و بڑھتی کے فروخت کر تو یہ تجارت کی اجازت ہی بخلاف اسکے اگر یہ کہا کہ میرا یہ کپڑا عمرو کے ہاتھ فروخت کر اور یہ نہ کہا کہ بطور نفع کے فروخت کر تو یہ حکم نہین ہی یہ معنی مین ہی ۔۔ اور اگر کہا کہ مین نے تجھے آج ایک روز کے واسطے تجارت کی اجازت دی پھر آج کے دن گذرنے پر مین اپنی رائے دوڑاؤنگا تو یہ غلام ہمیشہ کے واسطے ماذون التجارۃ ہوجائیگا یہانتک کہ اسکو اہل بازار کے سامنے مجبور کرے اور اگر کہا کہ مین نے تجھے اس دوکان مین تجارت کی اجازت دی تو تمام مقامات مین تجارت کے واسطے ماذون ہوگا اسی طرح کسی روز یا کسی ساعت کی اجازت سے تمام ایام کے واسطے ماذون ہوگا تاوقتیکہ اُسکو اہل بازار کے سامنے مجبور نہ کرے اسی طرح اگر کہا کہ مین نے تجھے اس مہینہ مین تجارت کی اجازت دی پھر جب مہینہ گذر جاوے تو اُسکے بعد تو خرید و فروخت نہ کرنا تو یہ حجر باطل ہی کذا فی المبسوط ۔۔ اور اگر اپنے غلام آبق کو تجارت کی اجازت دی تو صحیح نہین ہی اگرچہ آبق کو معلوم ہوجاوے اور اگر آبق کو مع اُس شخص کے جسکے قبضہ مین ہی تجارت کی اجازت دی تو صحیح ہی اور اگر غلام مغصوبہ کو تجارت کی اجازت دی پس اگر غاصب مقر ہو یا مالک کے پاس گواہ ہون کہ جس سے یہ اسکو غاصب وغیرہ کے ہاتھ فروخت کرسکتا ہو تو اسکے واسطے اجازت دینے کا مالک ہوگا اور اگر غاصب منکر ہو اور اسکے پاس گواہ نہ ہون تو تجارت کی اجازت صحیح نہین ہی جیسا کہ اسکا فروخت کرنا صحیح نہین ہی یہ فتاوے صغری مین ہی ۔۔ اور اگر اپنے غلام کو مال کثیر دیکر کسی سمت کو کپڑا خریدنے کے واسطے روانہ کیا مگر اسکے فروخت سے منع کردیا تو یہ تجارت کی اجازت ہی یہ مبسوط مین ہی ۔۔ اگر دور سے اپنے غلام کو اجازت دی اور اُسنے نہ سنا تو ماذون نہ ہوگا یہ سراجیہ مین ہی ۔۔ اور اگر غلام فقط ایک شخص کا ہو اور اُسنے نصف غلام مکاتب کیا تو یہ جمیع غلام کو تجارت کی اجازت ہی پھر صاحبین کے نزدیک پورا غلام مکاتب ہوجائیگا اور امام اعظم رح کے نزدیک نصف مکاتب ہوگا اور جو مال کماوے اُسمین سے نصف اُسی کا ہوگا باعتبار اسکے کہ نصف مکاتب نہین ہی اور نصف مکاتب کا ہوگا باعتبار اسکے کہ نصف مکاتب ہی اور اُسکے ذمہ جو کچھ قرضہ لاحق ہو اُسکے ادا کے واسطے سعایت کریگا یہ مبسوط مین ہی ۔۔ اگر پورا غلام ایک شخص کا ہو اور اُسنے اہل بازار سے کہا کہ جب تم میرے اس غلام کو تجارت کرتے دیکھو (فسکت ولم ینہہ) تو ماذون التجارۃ نہ ہوگا پھر مولی نے اُسکو تجارت کرتے دیکھکر منع نہ کیا خاموش رہا تو ماذون التجارۃ ہوجائیگا کذا فی المغنی ومما یتصل بہذا الباب مسائل اور اس باب سے متصل چند مسائل مین واضح ہو کہ اذن کو زمانہ مستقبل کے کسی وقت کی طرف اضافت کرنا جائز ہی اور ایسے ہی تعلیق بالشرط جائز ہی مگر حجر کی تعلیق بالشرط جائز نہین ہی اور اُسکی اضافت زمانہ مستقبل کیطرف روا ہی یہ ذخیرہ مین ہی ۔ اگر اپنے غلام سے کہا کہ جب کل کا روز آوے تو تو ماذون التجارۃ ہی تو کل کے روز ماذون التجارۃ ہوجائیگا اور اگر غلام سے یہ کہا کہ جب کل کا روز آوے تو تو مجور ہی تو صحیح نہین ہی اور غلام مجور نہ ہوجائیگا ۔۔ اور غلام ماذون نہین ہوتا ہی تاوقتیکہ اُسکو علم نہ ہوجاوے حتی کہ اگر مولے نے کہا کہ مین نے اپنے

غلام کو تجارت کی اجازت دی حالانکہ غلام نہیں جانتا ہے تو مثل وکالت کے ماذون نہ ہوگا - اور اگر کہا کہ میرے غلام سے تم لوگ خرید و فروخت کرو کہ مین نے اُسکو تجارت کی اجازت دیدی ہے اُنھون نے خرید و فروخت کی حالانکہ غلام نہین جانتا ہے کہ مولی نے مجھے ماذون کیا ہے تو کتاب الماذون کی روایت پر ماذون ہو جائیگا اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ بلا خلاف اذون ہو جائیگا - اور غلام کا مجور کرنا بدون اُسکے علم کے صحیح نہین ہے اور مجور نہ ہوگا تا وقتیکہ اُسکو معلوم نہ ہو جاوے اور اگر بازار مین اُسکو مجور کیا حالانکہ اسکو نہین معلوم ہے پس اگر اُسکو دو مردون یا ایک مرد و دو عورتون عادل نے خبر دی یا ایک مرد اور ایک عورت عادل نے خبر دی تو بالاجماع مجور ہو جائیگا خواہ ماذون نے اس خبر کی تصدیق کی ہو یا تکذیب کی ہو یہ جوہرہ نیرہ مین ہے - اور اگر مولی نے اپنے غلام کے پاس ایلچی بھیجا یا خط لکھا اور اُسکے پاس ایلچی نے پیغام یا خط پہونچا دیا تو ماذون ہو جائیگا خواہ ایلچی کیسا ہی ہو - اور اگر کسی فضولی نے اپنی طرف سے اسکو خبر دی تو کتاب الکفالت مین مذکور ہے کہ اگر مخبر دو شخص عادل یا غیر عادل یا ایک مرد عادل ہو تو ماذون ہو جائیگا خواہ اُسنے خبر کی تصدیق کی ہو یا نہ کی ہو بشرطیکہ خبر کی صداقت ظاہر ہو جاوے اور ظاہر ہو جانے سے ہماری مراد یہ ہے کہ اسکے بعد مولی حاضر ہو کر اپنی اجازت دینے کا اقرار کرے اور اگر اُسنے اذن سے انکار کیا تو ماذون نہ ہوگا - اور اگر مخبر ایک مرد غیر عادل ہو پس اگر غلام نے مخبر کی تصدیق کی تو ماذون ہو جائیگا اور اگر تکذیب کی تو امام اعظم رح کے نزدیک ماذون نہ ہوگا اگرچہ خبر کی صداقت ظاہر ہو جاوے اور صاحبین کے نزدیک ماذون ہوگا اگر صداقت خبر ظاہر ہو جاوے اور صدر الشہید رح نے فتاوی صغری مین لکھا ہے کہ غلام ماذون ہو جائیگا خواہ مخبر کیسا ہی ہو کذا فی المغنی اور امام ابو حنیفہ رح نے حجر اور اذن مین فرق کیا ہے کہ امام محمد رح کے نزدیک ایک شخص کی خبر سے حجر ثابت نہین ہوتا ہے لیکن اگر یہ شخص عادل ہو یا دو مرد مخبر ہون تو ثابت ہوتا ہے اور ایک شخص فضولی کے کہنے سے ہر حال مین اذن ثابت ہوتا ہے اور شیخ امام خواہر زادہ نے شیخ فقیہ ابو بکر بلخی سے نقل کیا کہ اذن و حجر مین کچھ فرق نہین ہے کہ غلام جبھی ماذون ہوتا ہے کہ جب غلام کے نزدیک مخبر صادق ہو ایسے ہی حجر بھی فضولی کی خبر سے ثابت نہین ہوتا ہے مگر جبکہ فضولی غلام کے نزدیک صادق ہو اور فتوے اسی قول پر ہے کذا فی فتاوی قاضی خان -

تیسرا باب - اُن چیزون کے بیان مین جنکا غلام مالک ہوتا ہے اور جنکا مالک نہین ہوتا ہے - ماذون کو اختیار ہے کہ مثل قیمت پر خرید فروخت کرے یا اسقدر نقصان پر جو لوگ نہین برداشت کرتے مین یعنے نقصان فاحش ہو یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور نقصان قلیل پر بالاجماع جائز ہے اور نقصان فاحش پر صاحبین کے نزدیک نہین جائز ہے اور یہی حکم نابالغ لڑکے ماذون کا ہے اور اگر غلام ماذون نے اپنے مرض الموت مین بیع مین محاباۃ کی تو جمیع مال سے معتبر ہوگی بشرطیکہ اُسپر قرضہ نہ ہو اور اگر ہو تو باقی سب مین معتبر ہوگی اور اگر قرضہ اُسکے تمام مقبوضہ کو محیط ہو تو مشتری سے کہا جائیگا کہ تو چاہے تو تمام محاباۃ کو پورا کردے ورنہ ہم بیع رد کر دینگے یہ جوہرہ نیرہ مین ہے - اور ماذون کو بیع سلم و قبول سلم کا اختیار ہے کذا فی الکافی - اور غلام ماذون کو اختیار ہے کہ کسی دوسرے کو نقد و اُدھار خرید و فروخت کے واسطے وکیل کرے کذا فی المغنی - اگر غلام ماذون نے اپنے مدعی یا مدعا علیہ ہونے کی صورت مین کسی کو وکیل کیا تو مثل آزاد کے جائز ہے اسی طرح اگر وکیل یا اُسکا مولے یا بعض قرضخواہ یا اُسکا بیٹا یا مدعی کا بیٹا یا اُسکا مکاتب یا اُسکا

کوئی غلام ماذون ہو تو بھی جائز ہے کذا فی المبسوط اگر ماذون نے اپنے مولیٰ کو اجنبی کے ساتھ خصومت میں وکیل کیا تو جائز ہے خواہ غلام مدعی ہو یا مدعا علیہ ہو اور اس صورت اور دوسری صورت میں جو بیان کرتے ہیں فرق یہ ہے کہ اجنبی نے ماذون کے مولیٰ کو ماذون کے ساتھ خصومت میں وکیل کیا تو یہ توکیل صحیح نہیں ہے حتیٰ کہ اگر وکیل نے اپنے موکل کے اوپر کچھ اقرار کر دیا تو اقرار صحیح نہ ہوگا خواہ ماذون مدعی ہو یا مدعا علیہ ہو پس مولیٰ اپنے غلام کی طرف سے بمقابلہ اجنبی وکیل ہو سکتا ہے اور اجنبی کی طرف سے بمقابلہ اپنے غلام کے وکیل نہیں ہو سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ماذون کے وکیل نے ماذون پر قاضی کے سامنے کچھ اقرار کیا تو جائز ہے اگرچہ اسکا مولیٰ انکار کرے۔ اور اگر سوائے قاضی کے دوسرے کے سامنے اقرار کیا اور خصم اسکو قاضی کے پاس لایا اور دعوے کیا کہ اسنے دوسرے کے سامنے اقرار کیا ہے تو قاضی اس سے دریافت کریگا پس اگر وکیل نے اقرار کیا کہ میں نے غیر کے سامنے یہاں حاضر ہونے سے پہلے اقرار کیا ہے تو قاضی اسپر ڈگری کر دیگا اور اگر کہا کہ میں نے قبل اسکے کہ مجھے ماذون وکیل کرے اقرار کیا ہے اور خصم نے کہا کہ حالت وکالت میں اقرار کیا ہے تو قاضی اسپر ڈگری کر دیگا اور اگر خصم نے تصدیق کی کہ اسنے قبل وکالت کے اقرار کیا ہے تو قاضی اسکو وکالت سے خارج کر دیگا اور اسکے موکل پر بسبب اس اقرار کے کچھ ڈگری نہ کریگا اور اگر وکیل نے اقرار سے انکار کیا تو اس سے قسم نہ لیجاویگی اور اگر خصم نے قبل وکالت کے یا قاضی[1] کے وکالت سے نکال دینے کے بعد اقرار کرنے کے گواہ دیے تو اسکا اقرار موکل پر جائز نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر غلام ماذون نے کسی آزاد کو اپنی متاع فروخت کرنے کا وکیل کیا اسنے ایسے شخص کے ہاتھ جسکا ماذون پر قرضہ ہے متاع فروخت کی تو طرفین[2] کے نزدیک ثمن بدلا ہو جائیگا مگر امام ابو یوسف نے اسمیں اختلاف کیا ہے اور اگر دونوں پر قرضہ ہو تو بالاتفاق غلام کے قرضہ سے بدلا ہو جائیگا یہ مغنی میں ہے۔ ماذون نے اگر دوسرے کیطرف سے کسی چیز کے خریدنے کی وکالت قبول کی پس اگر ادھار خریدنے پر قبول کی تو قیاساً و استحساناً وکالت جائز نہیں ہے اور اگر نقد خریدنے پر قبول کی تو استحساناً جائز ہے اور اگر غیر کی طرف سے بیع کرنے پر وکالت قبول کی تو یہ قیاساً و استحساناً جائز ہے خواہ نقد فروخت کرنے پر یا ادھار فروخت کرنے پر ہو یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ماذون نے زید کی باندی اسکے حکم سے فروخت کی پھر قبل تسلیم کے زید نے اسکو قتل کیا تو بیع باطل ہو جاویگی اور اگر ماذون نے اسکو (باندی) قتل کیا تو ماذون کے مولیٰ سے کہا جائیگا کہ چاہے ماذون کو دیدے یا جنایت کا فدیہ دے چنانچہ قبل بیع کے اگر قتل کرتا تو یہی حکم تھا پھر اسکے مولے نے خواہ کوئی فعل دونوں میں اختیار کیا ہو مشتری کو خیار ہوگا کہ چاہے بیع توڑ دے یا جو باندی کے قائم مقام ہوا ہے اسکو لیکر ثمن ادا کر دے اور اگر ماذون کے مولے نے باندی کو قتل کیا اور ماذون پر قرضہ ہے یا نہیں ہے تو مولی کی مددگار برادری پر واجب ہوگا کہ باندی کی قیمت تین سال کے اندر ادا کریں اور مشتری چاہے بیع توڑ دے اور اسکی قیمت موکل کو ملیگی اور اگر چاہے ثمن ادا کرکے تین سال میں وکیل کے مولے کی مددگار برادری سے قیمت وصول کرے۔ اور اگر ماذون نے اپنی مقبوضہ چیزوں سے زید کے ہاتھ کوئی باندی بعوض باندی کے فروخت کی پھر ماذون نے قبل تسلیم کے اسکو قتل کر ڈالا تو عقد باطل ہو جائیگا کیونکہ غلام کو اپنی کمائی میں وہی اختیار تصرف حاصل ہے جو آزاد آدمی کو اپنی ملک میں حاصل ہوتا ہے پس مبیع اسکے پاس مضمون ہوگی مگر اس چیز کے عوض جسکے مقابل فروخت ہوئی تھی اور وہ چیز زید کے پاس موجود ہے پس ضمان کچھ اور

[1] یعنی قاضی نے اسکو وکالت سے خارج کر دیا
[2] یعنی امام ابو حنیفہ و محمد رحمہما اللہ

نہ دیتی ہوگی اور اس صورت مین خواہ غلام پر قرضہ ہو یا نہ ہو یکسان ہی اسی طرح اگر ماذون کے مولے نے اسکو قتل کیا در حالیکہ ماذون مقروض نہین ہی کیونکہ غلام اپنے مولے کا تابع ہی اُسکی کمائی مولے کی خالص ملک ہی اور اگر ماذون مقروض ہو تو مولے قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ اس حالت مین اُسکی کمائی قرضخواہون کی ہی یہ مبسوط مین ہی ۔ زید نے ایک غلام ماذون کو کوئی چیز مسمی بعوض ثمن مسمی کے خریدنے کے وکیل کیا اگر ثمن نہین دیا تو استحساناً جائز ہی اور اگر ثمن میعادی اُدھار کیا تو جو چیز ماذون وکیل نے خریدی وہ اُسی کی ہوگی نہ زید کی یہ فتاوےٰ قاضی خان مین ہی ۔ اور اگر مولی نے اپنے غلام ماذون کو ایک باندی دی جو اُسکی کمائی مین سے نہین تھی اور حکم کیا کہ اسکو فروخت کرے اُسنے فروخت کی اور ہنوز مشتری نے اُسپر قبضہ نہ کیا تھا کہ مولے نے اسکو قتل کیا تو بیع ٹوٹ جاوے گی اور اگر ماذون نے اسکو قتل کیا پس اگر مولے نے جنایت مین ماذون کو دینا اختیار کیا تو مشتری کو خیار ہوگا اور اگر فدیہ دینا اختیار کیا تو بیع ٹوٹ جاوےگی یہ محیط مین ہی ۔ اگر ماذون نے زید کی طرف سے ایک خاص غلام فروخت کرنے کی وکالت قبول کی اور فروخت کیا پھر ماذون کو مولے نے مجور کر دیا پھر مشتری نے غلام مبیع مین عیب پایا تو ماذون جو مجور ہو گیا ہی اُسکا خصم قرار دیا جائیگا پس اگر غلام مبیع بثبوت گواہان یا باانکار قسم یا باقرار عیب درحالیکہ عیب ایسا ہو کہ اُسکے مثل پیدا نہ ہو سکتا ہو ماذون مجور کو واپس دیا گیا تو ثمن کے واسطے وہی غلام مردود فروخت کیا جائیگا ایسا ہی کتاب مین مذکور ہی اور فرمایا کہ اگر مشتری نے ماذون ہونے کی حالت مین وکیل ماذون کو واپس کیا تو مشتری اُسی سے ادائے ثمن کا مطالبہ کریگا پھر ماذون اُس غلام مبیع مردود کو اپنے موکل کو واپس دیگا اور اُس سے ثمن واپس لیگا ۔ اور درصورتیکہ غلام مبیع فروخت کیا گیا اور اسمین سے مشتری کو ثمن ادا کیا گیا اور کم پڑا تو کیا غلام مجور فروخت کیا جائیگا تو یہ حکم ہی کہ دیکھا جاوے کہ اگر موکل تنگدست نہو بلکہ خوشحال ہو تو فروخت نہ کیا جائیگا بلکہ مجور سے کہا جائیگا کہ جسقدر دام کم ہوئے ہین وہ اپنے موکل سے لیکر مشتری کو دیدے اور اگر موکل تنگدست ہو تو مجور کو فروخت کر کے اُسکا ثمن مشتری اور اُسکے قرضخواہون کے درمیان حصہ رسد تقسیم کیا جائیگا پھر بھی اگر مشتری کے کچھ دام باقی رہے تو ماذون مجور کے موکل سے واپس لیگا اور اسی طرح مجور کے قرضخواہ بھی جسقدر مشتری نے مجور کی قیمت مین سے لیا ہی اسقدر موکل سے واپس لینگے یہ مغنی مین ہی ۔ اگر ماذون اور آزاد شخص کے درمیان ایک مشترک باندی ہو اور آزاد نے اسکو اُسکے فروخت کرنے کا حکم کیا اور غلام ماذون نے ہزار درم کو فروخت کی پھر اقرار کیا کہ میرے شریک نے تمام ثمن یا نصف ثمن مشتری سے وصول کر لیا ہی اور مشتری نے اُسکی تصدیق کی مگر شریک نے تکذیب کی تو غلام کا اقرار اس امر کے واسطے صحیح ہوگا کہ مشتری نصف ثمن سے بری ہوگا پھر غلام سے شریک کے دعوے پر قسم لیجاوےگی پس اگر قسم کھائی تو مشتری سے نصف ثمن لے لیگا کہ وہ دونون کے درمیان برابر تقسیم ہوگا اور اگر قسم سے نکول کیا تو شریک کو آدھا ثمن تاوان دیگا اور مشتری سے نصف ثمن لیگا کہ وہ اسی کو دیدیا جائیگا اور ان مین سے کسی صورت مین مشتری پر قسم نہین آتی ہی اور اگر شریک نے اقرار لیا ہو کہ ماذون نے تمام ثمن وصول پایا ہی اور مشتری نے تصدیق اور ماذون نے تکذیب کی ہو تو بھی مشتری نصف ثمن سے بری ہوگا اور مشتری پر قسم نہین آتی ہی اور شریک اپنے شریک ماذون سے قسم لیگا پس اگر نکول کیا تو نصف ثمن شریک کو دینا پڑیگا اور اگر قسم

کھالی تو شریک کے حصہ سے بری ہو جائیگا اور مشتری سے نصف ثمن وصول کریگا کہ اُس مین شریک آزاد اُسکا ساجھی نہین ہو سکتا ہی اور اگر شریک نے اقرار کیا کہ غلام نے نصف ثمن وصول کیا ہی تو مشتری چوتھائی ثمن سے بری ہو جائیگا پس مشتری پر ساڑھے سات سو درم باقی رہینگے پس جب اسقدر درم وصول ہوئے تو شریک کو اُسکی ایک تہائی اور ماذون کو دو تہائی ملیگی کیونکہ اسی قدر دونون مین سے ہر ایک کا حق بذمہ مشتری رہگیا تھا اور اگر شریک نے اقرار کیا کہ غلام ماذون نے مشتری کو ثمن سے بری کر دیا یا ہبہ کر دیا ہی تو یہ اقرار باطل ہی اور سب ثمن مشتری کے ذمہ رہیگا اگر غلام نے ایسا اقرار کیا اور شریک نے انکار کیا تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر اس مسئلہ مین شریک ہی ماذون کی اجازت سے متولی بیع ہوا پھر اقرار کیا کہ غلام نے تمام ثمن یا اپنا حصہ وصول کر لیا ہی تو اُسکا وہی حکم ہی جو درصورت ماذون کے متولی بیع ہونے اور شریک پر ایسا اقرار کرنے کے بیان ہوا ہی۔ اور اگر بائع نے غلام کی نسبت بری کرنے یا ہبہ کر دینے کا اقرار کیا تو باطل ہی جیسا کہ اگر ابرا یا ہبہ کو غلام سے معاینہ کیا ہو تو بھی ہبہ باطل ہوتا ہی اسی طرح اگر غلام نے اقرار کیا کہ بائع نے مشتری کو ثمن سے بری یا ہبہ کیا ہی تو بھی یہی حکم ہی مگر مشتری کا بائع پر ثمن سے بری کرنے کا دعوے باقی رہا پس بائع سے اُسپر قسم لیجائیگی پس اگر قسم کھالی تو تمام ثمن مشتری سے لیگا اور اگر نکول کیا تو مشتری تمام ثمن سے بری ہوگا اور امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک غلام کو بائع سے نصف ثمن کی ضمان لینے کا اختیار ہوگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ایسی صورت مین مشتری فقط بائع کے حصہ ثمن سے بری ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ ایک غلام ماذون و زید کے عمرو پر دو ہزار درم ہین پس زید نے ماذون کو اپنے حصہ کے درم وصول کرنے کا وکیل کیا تو وکالت جائز نہین ہی اور جسقدر وصول کریگا وہ دونون مین برابر تقسیم ہوگا اور اگر تلف ہوا تو دونون کا مال گیا اور اگر زید نے ماذون کے مولے کو اس کام کے واسطے وکیل کیا تو بھی یہی حکم ہی بشرطیکہ غلام مقروض نہ ہو اور اگر مقروض ہوگا تو جائز ہی یہ مغنی مین ہی۔ اگر ماذون و اسکے شریک زید کے ہزار درم عمرو پر قرضہ ہون اور عمرو منکر ہو گیا پس غلام و شریک نے غلام کے مولے کو اُسکی خصومت مین وکیل کیا اور غلام مقروض ہی یا نہین ہی پھر مولے نے قاضی کے سامنے یون اقرار کر دیا کہ دونون نے مال وصول پایا ہی تو اُسکا اقرار دونون کے حق مین جائز ہوگا اگرچہ دونون اُس سے انکار کرین۔ اور اگر شریک نے غلام پر یہ دعوی کیا کہ اُسنے اپنا حصہ وصول کیا ہی پس اگر غلام قرضدار نہ ہو تو شریک اُس سے اپنا نصف حصہ لیگا جسکے واسطے وہ غلام فروخت کیا جائیگا اور اگر غلام مقروض ہو تو شریک کو اُس سے یا اُسکے مولے سے لینے کی کوئی راہ نہین ہی جبتک کہ قرضہ ادا نہ کرے اور اگر غلام نے اپنا قرضہ ادا کیا اور کچھ مال بچا تو اجنبی اُسمین سے بقدر اپنے حصہ کے لے لیگا۔ اور اگر ایسا ہوا کہ مولے نے جو کچھ دونون کی نسبت اقرار کیا ہی اُسکی تصدیق کی مگر ماذون نے تکذیب کی خواہ ماذون مقروض ہی یا نہین ہی تو دونون مین سے کوئی شخص اپنے شریک سے کچھ نہین لے سکتا ہی اور اگر شریک نے فقط ماذون کو اپنے حصہ کی خصومت کیواسطے وکیل کیا اور ماذون نے قاضی کے سامنے یہ اقرار کیا کہ شریک کا عمرو کی جانب کچھ نہین ہی یا یہ اقرار کیا کہ اسنے عمرو سے اپنا حصہ وصول پایا ہی مگر شریک نے اُس سے انکار کیا تو عمرو حصہ شریک سے بری ہوگا مگر ماذون اپنا حصہ عمرو سے وصول کریگا کیونکہ اُسنے اپنے حصہ کی نسبت کچھ اقرار نہین کیا ہی پھر جب ماذون اسکو وصول کرے تو شریک

اُسمین ساجھی ہوجائیگا خواہ غلام مقروض ہو یا نہ ہو۔ اور اگر ماذون اور زید کے عمرو پر ہزار درم ہوں اور وہ مقر ہو مگر کہیں غائب ہوگیا پھر ماذون نے شریک پر دعوے کیا کہ اسنے اپنا حصہ وصول کیا ہے اور چاہا کہ اُس میں سے نصف تقسیم کرا لے اور زید نے انکار کیا اور ماذون کے مولے کو اس مقدمہ میں خصومت کے واسطے وکیل کیا خواہ غلام پر قرضہ ہے یا نہیں ہے یا ماذون کے بعضے قرضخواہوں کو وکیل کیا اور وکیل نے اقرار کردیا کہ زید نے عمرو سے اپنا حصہ بھر پایا ہے تو یہ اقرار باطل اور وہ وکیل نہیں ہوسکتا ہے۔ اور اگر زید نے ماذون پر دعوی کیا کہ اُسنے وصول پایا ہے اور ماذون نے اس مقدمہ میں اپنے مولے یا بعضے قرضخواہوں کو وکیل کیا اور وکیل نے ماذون کی نسبت وصول پانے کا اقرار کردیا تو وکیل کا اقرار اُسپر جائز ہے کیونکہ اس اقرار میں وکیل کی کچھ منفعت نہیں ہے بلکہ ضرر ہے اور جب یہ قرضدار حاضر ہوا اور اُسنے دعوے کیا کہ جسقدر وکیل نے کہا ہے وہ ماذون نے وصول پایا ہے تو اُسکی تصدیق نہ ہوگی اسی سبب سے غلام کو اختیار ہوگا کہ عمرو سے اپنا تمام قرضہ وصول کرے لیکن اگر غلام مقروض نہ ہو اور وکیل اُسکا مولے ہو تو مولے کے اقرار کی جو اُسنے اپنے ماذون کی نسبت کیا ہے تصدیق کیجائیگی (یعنے اس صورت میں ماذون عمرو سے نہیں لے سکتا ہے) کذا فی المبسوط ایک ماذون مقروض ہے اور قرضخواہ نے ماذون کے بیٹے یا باپ یا باپ کے غلام یا اُسکے مکاتب کو وکیل کیا اُسنے قرضہ وصول پانے کا اقرار کیا تو تصدیق کیجائیگی کذا فی المغنی۔ اگر زید و عمرو کے ماذون پر ہزار درم قرض ہوں اور غلام نے زید کی نسبت دعوے کیا کہ اسنے اپنا قرضہ وصول پایا ہے اور زید نے انکار کیا اور ماذون کے مولے کو اس مقدمہ میں اپنا وکیل کیا تو توکیل باطل ہے اور اگر مولے نے اقرار کیا تو اقرار باطل ہے خواہ غلام مقروض ہو یا نہ ہو اور اگر دوسرا قرضخواہ یعنی عمرو آیا اور جو کچھ ماذون کے مولے نے زید کی نسبت اقرار کیا تھا وہی دعوے کیا اور چاہا کہ اپنا حصہ نصف اُس سے واپس لے تو ایسا نہیں کرسکتا ہے اور اگر دونوں شریکوں میں سے کسی نے دوسرے کو غلام کے مقدمہ میں اپنا وکیل کیا اُسنے قاضی کے سامنے اپنے شریک کی نسبت اپنا حصہ وصول پانے کا اقرار کیا تو یہ اقرار اُسپر اور اُسکے شریک پر جائز ہوگا اور قرضہ میں سے پانچسو درم کم ہوجاوینگے پھر وکیل شریک نے جب باقی پانچ سو درم وصول کیے تو اُسکا شریک اُسمین آدھے کا ساجھی ہوجائیگا یہ مبسوط میں ہے۔ جاننا چاہیے کہ مولے اپنے غلام ماذون سے اجنبی کی طرف سے اُسکا قرضہ وصول کرنے کا وکیل نہیں ہوسکتا ہے حتی کہ اگر مولے نے اقرار کیا کہ اُسنے میرے ماذون غلام سے اپنا قرضہ وصول پایا ہے تو اقرار صحیح نہیں ہے اور غلام بری نہ ہوگا اسی طرح اگر مولے نے گواہوں کے سامنے قرضہ وصول کیا تو وصول صحیح نہیں ہے یعنے غلام اُس اجنبی کے قرضہ سے بری نہ ہوگا اور یہ حکم مولے کے حق میں ہے بخلاف غلام کے کہ اگر اسکو کسی اجنبی نے اُسکے مولی سے اپنا قرضہ وصول کرنے کا وکیل کیا اور غلام نے قبول کیا تو توکیل صحیح ہے کیونکہ وہ جو کچھ وصول کریگا اسمین اجنبی کی طرف سے عامل ہے اپنے واسطے کچھ نہیں کرتا ہے اور اپنی جان یا مال کی برأت نہیں کرتا ہے۔ پھر واضح ہو کہ جب غلام کا وکیل ہونا اس معاملہ میں صحیح ٹھہرا تو ہم کہتے ہیں کہ اگر مولے نے گواہوں کے سامنے اپنے ماذون وکیل کو اجنبی کا قرضہ ادا کیا تو مولے بری ہوجائیگا اسی طرح اگر غلام نے اقرار کیا کہ میں نے اپنے موکل کا قرضہ وصول کیا تھا مگر میرے پاس تلف ہوگیا تو اقرار صحیح ہے یعنے اُسکا مولے قرضہ سے بری ہوجائیگا مگر غلام سے وصول کرلینے اور تلف ہوجانے پر قسم لیجاویگی پس اگر قسم کھالی تو بری ہوگیا اور اگر نکول کیا تو یہ مال اُسکی گردن

[illegible]

پر پڑیگا جسکے واسطے فروخت ہوگا لیکن اگر مولے اُسکا فدیہ دیدے تو فروخت نہ ہوگا یہ محیط مین ہے۔ زید کے کلو و خیرو دو ماذون غلام ہین اُنمین سے ایک کلو پر عمرو کے ہزار درم قرض ہین اُسنے خیرو دوسرے کو اس مال کے وصول کرنے کا وکیل کیا تو جائز ہے اور اگر وکیل نے اُسکے وصول پانے کا اقرار کیا تو قسم سے اُسکے قول کی تصدیق ہوگی اسکی صورت وہی ہے جو مسئلہ سابقہ مین بیان ہو (اور اگر اُسنے قسم سے نکول کیا تو یہ مال اُسکی گردن پر لازم ہوگا یہ مغنی مین ہے۔ اگر زید نے اپنے دو غلام کلو و خیرو کو ماذون کیا اور ان دونون پر قرضہ ہوگیا اور کلو کے کسی قرضخواہ نے خیرو کو اپنا قرضہ وصول کرنے کا وکیل کیا اُسنے وصول پانے کا اقرار کردیا تو جائز ہے۔ اور اگر دوسرے کے بیٹے قرضخواہ ہوا ہے نے پہلے ماذون کو یا اُسکے مولے کو اپنا قرضہ وصول کرنیکا وکیل کیا تو وہ وکیل نہ ہوگا اور اُسکا قبضہ بیانہ نہ ہوگا۔ اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے اپنے قرضہ کے عوض کچھ رہن کیا اور اسکو دوسرے کے قبضہ مین رکھا پھر دونون مال مرہون تلف ہوگئے تو پہلے ماذون کا رہن اُسکے قرضہ کے معاوضہ مین تلف ہوگا اور دوسرے کا مال اُسکے مال کے عوض تلف ہوگا۔ اور اگر ماذون مقروض نے اپنے کسی قرضخواہ کو ایک شخص خالد پر حوالہ کردیا پس اگر ماذون کا خالد پر کچھ مال آتا تھا اُسکی وجہ سے حوالہ کیا ہے تو حوالہ باطل ہے اور اگر مال نہین آتا تھا تو حوالہ جائز ہے پھر اگر طالب نے اُسی ماذون محیل کو یا اُسکے مولے کو محتال علیہ سے یہ مال حوالہ وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا تو قبضہ نہین جائز ہے اور اگر مولے کے کسی دوسرے غلام یا مولے کے بیٹے یا اُس ماذون کے جسپر اصل مین قرضہ تھا کسی غلام کو وکیل کیا اور اُسنے اقرار کیا کہ مین نے محتال علیہ سے قرضہ وصول کیا ہے تو اقرار جائز ہے۔ اور اگر مولے پر قرضہ ہوا اور اُسنے خالد پر حوالہ کردیا پھر قرضخواہ نے مولے کے غلام کو خالد سے قرضہ وصول کرنے کا وکیل کیا اور اُسنے خالد سے وصول پانے کا اقرار کیا تو جائز ہے یہ مبسوط مین ہے۔ غلام مجور نے اگر خالد کی طرف سے خالد کے کسی مال معین فروخت کرنے کی وکالت قبول کی تو جائز ہے اور جب بیع کردی تو جائز ہوگی اور اُسکا ثمن خالد کو ملیگا مگر بیع کا عہدہ غلام کے ذمہ نہ ہوگا بلکہ خالد پر ہوگا پھر اگر مجور آزاد ہوگیا تو عہدہ بیع اُسکے ذمہ آجاویگا اور اگر غلام کے آزاد ہونے سے پہلے مشتری نے بیع مین کچھ عیب پایا تو اُسکے مقابلہ مین خصم اُسکا یہ غلام نہ ہوگا بلکہ مالک متاع یعنے خالد ہوگا پس اگر مشتری نے عیب کے گواہ پیش کیے تو بیع خالد کو واپس دیکر اُسی سے ثمن واپس لیگا اور گواہ نہ ہون تو خالد سے علمی قسم لیجاویگی کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ عمرو مجور دمی کے غلام نے اس بیع کو ایسے حال مین فروخت کیا کہ اسمین یہ عیب تھا پس اگر قسم کھا گیا تو دعوے سے بری ہوگا ورنہ وہ متاع اسکو واپس دیکر اس سے ثمن واپس لیا جائیگا۔ اور اگر مشتری نے متاع مین عیب لگایا و لیکن ہنوز گواہ پیش نکیے تھے کہ غلام آزاد ہوگیا تو مدعا علیہ یہی غلام آزاد قرار پائیگا کہ مشتری اُسی کے مقابلہ مین اپنے گواہ پیش کریگا اور اگر گواہ نہونگے تو اُسی غلام سے قسم لیگا۔ اور اگر مشتری نے غلام کے آزاد ہونے سے پہلے موکل پر گواہ پیش کیے مگر ہنوز قاضی نے ان گواہون پر مدعی کی ڈگری نہ کی تھی کہ وہ غلام آزاد ہوگیا تو قاضی اُسی گواہی سے اس غلام آزاد شدہ پر ڈگری کردیگا بعد عتق کے مشتری کو دوبارہ غلام پر گواہ پیش کرنے کی تکلیف نہ دیگا اسی طرح اگر قبل عتق کے مشتری موکل پر ایک ہی گواہ پیش کرچکا ہو تو مجور کے عتق کے بعد مشتری دوسرا گواہ اس غلام پر پیش کریگا اور قاضی پہلے گواہ کے اعادہ

سکے واسطے اُسکو کفالت نہ دیگا پھر ایسے حال مین اگر قاضی سے گواہ ہون پر بیع توڑ دی تو دیکھنا چاہیے کہ اگر مشتری نے خود
خالد سے ثمن وصول کیا ہو تو مشتری اُسی سے اپنا ثمن لے لیگا غلام آزاد شدہ سے کچھ مطالبہ نہ کریگا - اور اگر غلام نے خالد سے
وصول کر لیا ہو تو مشتری اُس سے واپس لیگا اور اگر ثمن غلام کے پاس تلف ہوا ہو اور مشتری نے اُس سے واپس لیا
تو غلام اپنے موکل سے پھر واپس لیگا یہ محیط مین ہے - اگر ماذون نے زید کے ہزار درم غصب کر لیے اور اُس سے عمرو نے
وصول کر لیے اور اُسکے پاس تلف ہو گئے پھر زید حاضر ہوا اور اُسنے یہ اختیار کیا کہ عمرو سے تاوان لے تو ماذون بری ہو جائیگا
پھر اگر ماذون یا اُسکے مولے کو عمرو سے اپنے تاوانی درم وصول کرنیکا وکیل کیا تو وکیل کا اقرار وصول جائز ہے اسی طرح اگر
مالک نے ماذون سے تاوان لینا اختیار کر کے عمرو کو وصول کرنیکا وکیل کیا تو بھی جائز ہے لیکن اگر ماذون کے مولی کو اُس سے
وصول کرنے کا وکیل کیا تو جائز نہین ہے اور اگر مولی نے اس صورت مین وصول پانیکا اقرار کیا تو باطل ہوگا - اور اگر مولے
نے غلام مقروض کو مدبر کیا اور قرضخواہون نے یہ اختیار کیا کہ مولی سے اُسکی قیمت تاوان لیوین پھر مدبر کو یہ تاوان مولی
سے وصول کرنیکا وکیل کیا تو یہ توکیل و اقرار وصول جائز نہین ہے - اسی طرح اگر مدبر سے دستگیر ہو کر وصول کرنا اختیار کیا اور
مولی کو اُس سے وصول کرنیکا وکیل کیا تو بھی جائز نہین ہے - پھر اگر مدبر کے قبضہ کے بعد مولی نے اُسکو آزاد کر دیا تو از سر نو اُسپر ضمان
عود نہ کریگی یعنی طالبون کو یہ استحقاق حاصل نہ ہوگا کہ اُسکو ضامن بنا دین اور اگر وکالت اولی مین اُسنے مدبر سے کچھ وصول کیا
تو یہ قبضہ قرضخواہون کے حق مین جائز نہوگا اور اگر بعد آزاد کرنے کے اُنھون نے وکیل کیا تو جائز ہے یہ مبسوط مین ہے - اور
ماذون کو رہن دینے اور رہن رکھنے کا اختیار ہے کذا فی الکافی - اگر ماذون نے اپنے قرضخواہون مین سے کسی کو اُسکا قرضہ ادا
کرنا یا قرضہ کے عوض رہن دینا چاہا تو دوسرے قرضخواہون کو روکنے کا اختیار ہے - اور اگر قرضخواہ ایک ہی شخص ہو اور ماذون
نے اُسکے قرضہ کے عوض رہن دیا اور دونون نے برضامندی مال مرہون مولی کے پاس رکھا یا اور اسکے پاس سے ضائع ہو گیا تو
غلام کا مال گیا اور قرضہ اُسپر بحالہ باقی رہیگا - اور اگر دونون نے مولے کے کسی دوسرے غلام یا مکاتب یا بیٹے کے ہاتھ مین رکھا
ہو اور مال رہن تلف ہو گیا تو بعوض قرضہ کے گیا اسی طرح اگر ماذون مقروض کے کسی غلام کے پاس رکھا ہو تو بھی یہی حکم ہے
اسی طرح اگر اُسکا تلف ہو جانا سوا اسکے غلام کے قول کے اور کسی طرح معلوم نہ ہو تو بھی یہی حکم ہوگا یہ مبسوط مین ہے - اور ماذون
کو اختیار ہے کہ زمین اجارہ پر دیوے یا لیوے یا مزارعت پر دیوے اور لیوے خواہ بیج اُسکی طرف سے ٹھہرے ہون یا کاشتکار
کی طرف سے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے - اور اُسکو اختیار ہے کہ گیہون خرید کر کے اُس مین زراعت کرے کذا
فی التبیین اور اُسکو یہ اختیار نہین ہے کہ گیہون دوسرے شخص کو اس غرض سے دیوے کہ یہ شخص اپنی زمین مین آدھی
کی بٹائی پر بووے کذا فی الذخیرہ - امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ ماذون کو کفالت بالنفس یا بالمال جائز نہین
ہے خواہ ماذون مقروض ہو یا نہ ہو اور اگر ماذون کے مولی نے اُسکو کفالت کی اجازت دیدی اور اُسنے کفالت کی تو
جائز ہے بشرطیکہ اُسپر قرضہ نہ ہو اور اگر قرضہ ہو تو نہین جائز ہے اور شمس الائمہ سرخسی فرماتے تھے کہ اگر ماذون نے
کفالت بالمال کو قبول کیا خواہ باجازت مولے ہو یا بلا اجازت ہو اور اُسپر قرضہ تھا تو بعد آزادی کے ماخوذ ہوگا
یہ ذخیرہ مین ہے - اگر ماذون نے اپنے مولی کی اجازت سے زید کے واسطے ضمانت کر لی اور کہا کہ اگر خالد مر گیا اور
تیرا حق ادا نہ کیا تو مین ضامن ہون حالانکہ اُس غلام پر بکر کے ہزار درم قرضہ ہین اور قرضہ ایسا ہے کہ حالہ ہے یعنی میعادی
نہین ہے پس قاضی نے اس غلام کو ہزار درم کو فروخت کیا تو یہ ہزار درم بکر کو دیکر اُس سے مضبوطی کر لیگا پھر

اگر خالد مر گیا اور زید کا حق ادا نہ کیا تو زید پہلے قرضخواہ بکر سے غلام کے ثمن میں سے بقدر حصہ مکفول بہ کے لے لیگا اور اگر ماذون نے مجہول یا معلوم کفالت بالنفس با جازت مولے قبول کی پھر مولی نے اسکو فروخت کیا تو جائز ہے اور مکفول لہ کو بیع توڑ دینے کا اختیار نہیں ہے مگر غلام کا جہان کہین مشتری کے قبضہ مین پاویگا دامنگیر ہو کر اسکو کفالت مین ماخوذ کریگا اور یہ ایک عیب ہے سو مشتری کو خیار حاصل ہوگا کہ چاہے بائع کو واپس کر دے اور اگر مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ زید کے عمرو پر جو ہزار درم آتے ہین اُسکی کفالت اس طور سے کرے کہ اگر عمرو بدون اس مال کے ادا کرنے کے مر گیا تو مین ضامن ہون پھر اگر مولے نے وہ غلام رب المال کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز ہے اور اُسکا ثمن مولے کو ملیگا اسکو اختیار ہے جو چاہے سو کرے پھر اگر عمرو مر گیا اور قرضہ ادا نہ کیا تو زید اپنا قرضہ بائع سے اُس غلام کے ثمن سے واپس لیگا پس اگر اُسکا قرضہ ثمن سے زیادہ ہو تو زیادتی باطل ہو جاویگی اور اگر زید نے اُسمین کوئی عیب پایا اگر مولے کو واپس کر کے اپنا ثمن واپس کر لیا ہو تو اس صورت مین وہ غلام اُسکے قرضہ کے عوض فروخت کیا جائیگا اور اگر ثمن بائع کے پاس تلف ہو گیا ہو اور مشتری نے عیب پایا تو اُسکو واپس کرنے کا اختیار ہے اور بائع سے کچھ نہین لے سکتا ہے مگر غلام اسکے ثمن کے واسطے فروخت کیا جائیگا پھر اگر ثمن سے کچھ زیادہ بکا تو زیادتی اپنے قرضہ مین سے لیگا یہ مغنی مین ہے۔ اور ماذون کو اختیار ہے کہ دوسرے سے شرکت عنان کرے مگر شرکت مفاوضہ نہین کر سکتا ہے اور اگر شرکت مفاوضہ کر لی تو وہ شرکت عنان ہو کر منعقد ہو گی نہ شرکت مفاوضہ یہ محیط مین ہے۔ پھر واضح ہو کہ شرکت عنان بھی جبھی صحیح ہے کہ جب دونون نے مطلقاً شرکت اختیار کی ہو نقد و اُدھار خریدنے کی قید نہ لگائی ہو اور اگر دو غلام ماذون التجارۃ نے اسطور سے شرکت عنان کر لی کہ باہم نقد و اُدھار خریدین تو اسمین سے اُدھار نہین جائز ہے اور نقد جائز ہے لیکن اگر دونون کے مولاؤن نے نقد و اُدھار خریدنے کی شرکت کی اجازت دیدی حالانکہ دونوں ماذون مقروض نہین ہین تو جائز ہے جیسا کہ اگر ہر ایک کے مولے نے اسکو کفالت کی یا اُدھار خریدنے کی وکالت قبول کرنے کی اجازت دیدی تو جائز ہوتی ہے یہ نہایہ مین ہے۔ اور اگر اسکو مولے نے شرکت مفاوضہ کی اجازت دی تو بھی مفاوضہ علی سبیل العموم تمام تجارات مین جائز نہ ہوگی اور جب بعد اجازت مولے کے بھی تمام تجارات مین جائز نہ ہوئی تو کیا علی سبیل الخصوص ایک بار جائز ہوگی سو امام محمد رح نے اس مسئلہ کو کتاب مین نہین لکھا ہے اور شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین لکھا کہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ جائز ہے اور کہنے والا یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ نہین جائز ہے یہ محیط مین ہے۔ اور ماذون کو یہ اختیار ہے کہ تجارت کی اجازت دیوے اور مکاتب کا اور شریک عنان کا ایسی چیزون مین جو دونون کی شرکت کی ہے یہی حکم ہے۔ اور ہمارے مشائخ نے ایک صورت مین اختلاف کیا ہے وہ یہ ہے کہ نوع خاص کے مضارب نے اگر اپنی مضاربت کے غلام کو تجارت کی اجازت دی تو یہ غلام آیا جمیع تجارت کے واسطے ماذون ہوگا یا اسی نوع خاص کے واسطے اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ میرے نزدیک اصح یہ ہے کہ جمیع تجارات کے واسطے ماذون ہوگا کذا فی الظہیریہ اور ماذون کو اختیار ہے کہ مال کو مضاربت کے واسطے دے اور لے اور بضاعت کے طور پر دے کذا فی المحیط۔ اور ماذون کو اختیار ہے کہ اپنی زمین مین زراعت کرے اور ودیعت دے اور ودیعت لیوے اور عاریت دے اور عاریت لے کذا فی الذخیرہ اور اسکو ہمارے نزدیک اختیار ہے کہ اپنے تئین جس کام کیواسطے چاہے اجارہ پر دیدے اور جو چیز اُسنے

کمائی ہو اُسکو بلا خلاف اجارہ پر دے سکتا ہی کذا فی المحیط - اور ماذون کو اختیار ہو کہ اپنی باندی کو دودھ پلائی پر اجارہ دے اور جو باندی ماذونہ ہو تو اُسکو اپنے تئین دودھ پلائی پر اجارہ دینے کا اختیار ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ اپنے تئین فروخت کرے یا رہن کرے کذا فی سراج الوہاج اور اپنے نکاح کرنے کا اختیار بھی نہین ہی مگر با جازت مولے جائز ہی اور اگر اُسنے کسی آزاد عورت سے خود نکاح کر لیا تو دونون مین تفریق کر دیجاویگی اور بسبب دخول کے جو کچھ مہر اُسکے ذمہ لازم آیا اُسکے واسطے بعد آزادی کے ماخوذ نہ ہوگا کذا فی المحیط - اور اپنے مملوکون کا نکاح نہین کرا سکتا ہی پس اگر اپنے غلام کا نکاح کر دیا تو بالاجماع نہین جائز ہی اور اگر باندی کا نکاح کر دیا تو بھی طرفین رحمہما اللہ کے نزدیک نہین جائز ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہی اور لڑکے ماذون و مضارب و شریک عنان کا بھی یہی حکم ہی یہ سراج الوہاج مین ہی - اور ماذون کو یہ اختیار نہین ہی کہ اپنے غلام کو مکاتب کرے اور اگر مکاتب کیا اور مولے نے اجازت دیدی تو جائز ہی بشرطیکہ ماذون مقروض نہ ہو پھر ماذون کو بدل وصول کرنے کی کوئی راہ نہین ہی بلکہ مولے کو استحقاق ہی اور اگر مکاتب نے ماذون کو دیا تو بری نہ ہوگا لیکن اگر ماذون کو مولے وصول کرنیکا وکیل کرے تو یہ جائز ہی اسی طرح اگر مولے کی اجازت کے بعد ماذون مقروض ہوگیا تو بھی یہی حکم ہی - اور اگر ماذون پر مال کثیر یا قلیل قرضہ ہو تو اُسکی مکاتبت[سله] باطل ہی اگرچہ مولے اجازت دیدے پس اگر مکاتبت رد نہ کی یہان تک کہ اُسکے مکاتب نے بدل ادا کیا پس اگر مولے نے اجازت نہین دی تھی تو مکاتب آزاد نہ ہوگا بلکہ ماذون کا رقیق کر دیا جائیگا اور اُسکے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا اور جو مال اُسنے مکاتبت مین لیا ہی وہ بھی قرضہ مین صرف کیا جائیگا - اور اگر مولی نے اجازت دیکر ماذون کو قبض البدل کا وکیل کیا ہو حالانکہ ماذون پر اسقدر قرضہ ہی کہ اسکی جان و مقبوضہ مال کو محیط ہی پھر اُسکے مکاتب نے مال کتابت ادا کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ صورت اور صورت اولے قیاساً یکسان ہین اور صاحبین کے نزدیک وہ آزاد[سله] ہو جائیگا اور مولے اُسکی قیمت قرضخواہون کو تاوان دیگا اور اسی طرح جو مال کتابت مولی نے وصول کیا ہی وہ بھی واپس لیکر قرضخواہون کو تقسیم کر دیا جائیگا اور اگر ماذون کا قرضہ اُسکی جان و مال کو محیط نہ ہو تو اُسکا مکاتب بالاجماع آزاد ہو جائیگا پھر قرضخواہون کو اسکی قیمت کی ضمان دیگا اور مال کتابت جو مولے و ماذون نے وصول کیا ہی وہ بھی قرضخواہ اپنے قرضہ مین لے لینگے یہ مبسوط مین ہی اور قرضخواہون کو اختیار ہی کہ تحقیق[سله] عتق سے پہلے عقد کتابت کو باطل کر دین اور اگر باطل نہ کرائی یہان تک کہ مکاتب ادا کر کے آزاد ہوگیا تو مولے اُسکی قیمت قرضخواہون کو تاوان دیگا یہ محیط مین ہی - اور اگر ماذون کے مکاتب نے بدل کتابت مولے کو مولے کی اجازت دینے سے پہلے ادا کیا تو آزاد نہ ہوگا اور جو کچھ مولے نے وصول کیا ہی وہ اُسی کو سپرد کر دیا جائیگا کیونکہ اُسکے غلام کی کمائی ہی یہ تبیین مین ہی - اور ماذون کو اختیار نہین ہی کہ اپنی کمائی کے غلام کو بعوض مال کے آزاد کرے اور اگر اُسنے باوجود عدم اختیار کے مال پر آزاد کیا اور مولی نے عتق کی اجازت دیدی پس اگر ماذون مقروض نہ ہوگا تو مولے کی اجازت کارآمد ہوگی اور بدل وصول کرنے کا استحقاق مولے کو ہی اور اگر اس غلام پر کچھ قرضہ چڑھ گیا ہوگا تو بدل عتق مین سے کچھ اُسکے قرضہ مین صرف نہ کیا جائیگا - اور اگر ماذون مقروض ہو پس اگر قرضہ اُسکے واسطے محیط ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک

مولے کی اجازت کارآمد ہوگی اور صاحبین کے نزدیک کارآمد ہوگی اور اگر قرضہ محیط نہ ہو تو بالاجماع اجازت کارآمد ہوگی اور مولے اسکی قیمت قرضخواہون کو تاوان دیگا اور قرضخواہون کو عوض عتق لینے کی کوئی راہ نہیں ہے یہ محیط مین ہے۔ اور ماذون کو درم یا کپڑا یا ایسی چیزون کے ہبہ یا صدقہ کرنے کا اختیار نہیں ہے اور جو چیز اسکو بلا شرط عوض ہبہ کی گئی اُسکا عوض نہیں دے سکتا ہے اور قرض نہیں دے سکتا ہے۔ اور اگر مولے نے اُسکے ان تبرعات کی اجازت دیدی پس اگر اسپر قرضہ نہیں ہے تو جیز کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر قرضہ ہو تو اُس مین سے کوئی تصرف جائز نہ ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور ماذون کو اختیار ہے کہ ایک پیسہ یا ایک گردہ روٹی یا درم سے کم چاندی صدقہ کرے اور درم سے کم چاندی صدقہ کرنے کے جواز پر کتاب المکاتب مین صریح حکم کیا ہے اور اصل مین لکھا ہے کہ اگر ماذون نے صدقہ کیا اور مال صدقہ سوائے گیہون کے کوئی ایسی چیز ہے جسکی قیمت درم یا زیادہ ہے تو جائز نہیں ہے یہ محیط مین ہے پھر ماذون کو آسان یعنی کم خرچ دعوت کرنیکا اختیار ہے اور یہ حکم استحسانا ہے اور اُسکو بڑی ضیافت کا اختیار نہیں ہے پھر آسان و چھوٹی دعوت اور بڑی دعوت کے درمیان حد فاصل ضرور ہے پس شیخ محمد بن سلمہ رح سے روایت ہے کہ بمقدار مال تجارت کے ہے پس اگر اسکا مال تجارت مثلاً دس ہزار درم ہون اور اُسنے دس درم خرچ کرکے ضیافت کی تو آسان و چھوٹی ہے اور اگر دس درم ہون اور اُسنے ایک دانگ ضیافت مین خرچ کیا تو عرفاً یہ صورت کثیر ہے یہ تقریر تو اُسکی دعوت کے باب مین ہوئی اور رہا کلام ہدیہ مین سو ہم کہتے ہین کہ ماذون کو ماکولات یعنے خورش کی چیزین ہبہ کرنے کا اختیار ہے اور انکے سوائے درم و دینار کے ہبہ کا اختیار نہین ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ ماکولات مین سے بھی اُسی قدر ہدیہ کرسکتا ہے جسقدر دعوت مین صرف کرنے کا اختیار ہے یہ محیط مین ہے۔ اور واضح ہو کہ غلام ماذون کی دعوت قبول کرنے اور اُسکے کپڑے یا چوپایہ کو عاریت لینے مین شرعاً کچھ ڈر نہین ہے کذا فی الخلاصہ۔ اور اگر ان چیزون مین سے جو عاریت لی ہین کوئی چیز مستعیر کے پاس تلف ہوگئی تو اُسپر ضمان لازم نہین آتی ہے خواہ ماذون مقروض ہو یا نہ ہو یہ مبسوط مین ہے۔ اور ماذون کا کپڑا پہنا مکروہ ہے یہ خلاصہ مین ہے۔ اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر مولے نے اپنے غلام محجور کو ایک روز کی خوراک دی تو اُسکو اختیار ہے کہ اس کھانے مین اپنے بعض رفیقون کی دعوت کرے یعنے شرعاً کچھ ڈر نہین ہے اور اگر ایک مہینہ کی خوراک دی تو حکم اُسکے خلاف ہے اور عورت کو شرعاً کچھ ڈر نہین ہے کہ اپنے شوہر کی بلا اطلاع اُسکے گھر مین سے مثل گردہ روٹی وغیرہ کے خفیف چیز صدقہ کردے کذا فی الکافی۔ قال رضی اللہ عنہ اور ہمارے عرف مین جو روپیہ و چاندی نقد مال صدقہ کرنے کے حق مین ماذونہ نہین ہوتی ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اگر ماذون نے کوئی باندی فروخت کرکے مشتری کو دیدی پھر ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے یا بعد تمام ثمن یا کچھ مشتری کو ہبہ کردیا یا مشتری کے ذمہ سے کم کردیا تو یہ باطل ہے اور اگر مشتری نے اُس باندی مین کچھ عیب لگایا اور ماذون نے قبضہ سے پہلے یا بعد کچھ ثمن ہبہ کردیا یا کم کردیا تو جائز ہے لیکن اگر تمام ثمن ہبہ کیا یا کم کیا تو جائز نہین ہے۔ اور اگر ماذون نے کوئی باندی خرید کرکے قبضہ کیا پھر بائع نے ثمن ماذون کو ہبہ کردیا تو جائز ہے اسی طرح اگر بائع نے اُسکے مولے کو ہبہ کیا اور اُسنے قبول کیا تو بھی یہی حکم ہے کہ یہ صورت بمنزلہ غلام کے ہبہ کرنے کے ہوگی خواہ غلام ہو یا نہ ہو اور اگر مولے نے اس صورت مین

یا غلام نے صورت اول مین قبول نہ کیا تو یہ باطل ہو جائیگا اور ثمن ماذون پر بحالہ باقی رہیگا اور اگر بائع نے غلام کو یا اُسکے مولی کو ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے ثمن ہبہ کیا پھر غلام نے باندی مین کچھ عیب پایا تو واپس نہین کرسکتا ہے یہ حکم استحساناً ہے اور اسی طرح جو ثمن غیر معین ہو اُسمین یہی حکم ہے اور اگر ثمن کوئی اسباب معین قرار دیا گیا ہو اور ماذون نے قبل قبضہ کے ایسا ثمن مشتری کو ہبہ کیا تو ہبہ جائز ہے اور اگر مشتری نے ہبہ قبول نہ کیا تو باطل ہے اور اگر ماذون کے قبضہ سے پہلے مشتری نے باندی ماذون کو ہبہ کردی اور ماذون نے قبول کیا تو جائز ہے خواہ غلام مقروض ہو یا نہو اور یہ فعل فسخ بیع قرار دیا جائیگا اور اگر اُسنے ماذون کے مولے کو ہبہ کردی پس اگر غلام مقروض نہ ہو تو یہ فسخ بیع بھی صحیح ہے اور اگر مقروض ہو اور مولے نے باندی موہوبہ کو قبول کیا اور قبضہ کرلیا تو یہ امر بیع کا نقض نہین ہے اور اگر باہمی قبضہ کے بعد عرض معین مشتری کو ہبہ کیا اور اُسنے قبول کیا تو ہبہ باطل ہے اور اگر مشتری نے باندی کو بعد باہمی قبضہ کے ماذون یا اُسکے مولے کو ہبہ کردی تو ہبہ بطریق ابتدائی احسان کے جائز ہے پھر اگر ماذون نے عرض معین مین کچھ عیب پایا اور وہ مقروض نہین ہے تو اسکو واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر مقروض ہو اور صورت یہ ہوئی کہ مشتری نے ماذون کو باندی ہبہ کی ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر صورت یہ ہوئی کہ مولی کو ہبہ کی ہے تو ماذون کو اختیار ہے کہ بوجہ عیب کے عوض معین اسکو واپس کرے اور جو کچھ قیمت قبضہ کے روز باندی کی تھی وہ مشتری سے تاوان لیوے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر زید نے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی اور ماذون نے اپنے مقبوضہ مال مین سے ایک باندی بعوض ایک غلام کے ایک شخص کے ہاتھ فروخت کرکے باہم قبضہ کرلیا پھر مشتری کے پاس باندی مین کوئی عیب آسمانی آفت سے یا فعل مشتری سے یا فعل اجنبی سے پیدا ہوگیا یا اُسکے بچہ پیدا ہوا یا مشتری نے اُس سے وطی کرلی حالانکہ وہ باکرہ تھی یا ثیبہ تھی یا کسی اجنبی نے اُس سے وطی کرلی پھر مشتری نے وہ باندی ماذون یا اُسکے مولی کو ہبہ کردی حالانکہ غلام مقروض ہے یا نہین ہے پھر ماذون نے غلام مین کچھ عیب پایا تو اسکو اختیار ہے کہ عیب کی وجہ سے مشتری کو واپس کرے یہ مغنی مین ہے۔ اگر ماذون نے زید سے ایک باندی بعوض ہزار درم و اپنے مقبوضہ ایک غلام کے جسکی قیمت ہزار درم ہے خریدی اور باہمی قبضہ کرلیا پھر زید نے وہ ہزار درم جنپر ماذون سے لیکر قبضہ کیا ہے اور اُسکا غلام دونون ماذون کو ہبہ کیے اور ماذون نے دونون پر قبضہ کرلیا پھر غلام ماذون نے اپنی خریدی ہوئی باندی کو بوجہ عیب کے واپس کرنا چاہا تو واپس نہین کرسکتا ہے اسی طرح اگر زید نے اُسکے مولے کو ہبہ کیا ہو درحالیکہ ماذون مقروض نہ ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ماذون مقروض ہو اور ہبہ اُسکے مولے کے واسطے واقع ہوا ہو تو ماذون کو عیب کی وجہ سے باندی واپس کرنے کا اختیار ہے اور واپس کرکے بائع سے اپنے ہزار درم اور غلام کی قیمت لیسکتا ہے پس اگر اُسنے واپس کرکے بائع سے یہ سب لے لیا پھر ماذون مقروض کو اُسکے قرضخواہون نے بری کیا یا قرضہ اُسکو ہبہ کیا یا مولی یا وارثان مولی کو ہبہ کیا تو ماذون نے جو کچھ بائع سے لیا ہے اُسمین سے کچھ واپس نہ کریگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر زید نے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی پھر اُس ماذون کا کسی شخص آزاد یا غلام یا مکاتب پر ثمن بیع یا مال غصب واجب ہوا اور ماذون نے اُسکو مہلت دیدی تو استحساناً اسکا مہلت دینا جائز ہے اور اگر ماذون نے اُس سے اسطور سے صلح کی کہ ایک تہائی بالفعل وصول کرے اور ایک تہائی کے واسطے مہلت دے اور ایک تہائی چھوڑ دے تو مہلت دینا جائز ہے اور چھوڑ دینا

باطل ہے اور اگر یہ مال جو واجب ہوا ہے اقراض ہو یعنی ماذون نے اسکو قرض دیا ہو پھر ماذون نے اسکو مہلت دی تو پھر اسکو اختیار ہوگا کہ مہلت سے رجوع کر کے فی الحال اس سے وصول کرے کذا فی المغنی اور اگر اسی طور پر راضی رہے تو بہتر ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی پھر اسکے اور ایک شخص زید کے عمرو پر ہزار درم واجب ہوئے یعنی دونوں قرضخواہ شریک ہیں پھر ماذون نے عمرو کو اپنے حصہ کی مہلت دی حالانکہ فی الحال واجب الادا تھا تو امام اعظم رح کے نزدیک تاخیر باطل ہے اور مال ویسا ہی فی الحال واجب الادا رہیگا اور دونوں قرضخواہوں میں اگر کوئی کچھ وصول کریگا تو وہ اسکے اور اسکے شریک کے درمیان مشترک ہوگا اور صاحبین کے نزدیک تاخیر جائز ہے اور تاخیر دہندہ کا ساتھی جسنے تاخیر نہیں دی ہے اگر اسنے کچھ وصول کیا تو خاص اسی کا ہوگا ماذون اسمین شرکت نہیں کر سکتا ہے تا وقتیکہ میعاد نہ آجاوے یہ مغنی میں ہے پھر جب میعاد پوری ہو گئی تو ماذون کو اختیار ہوگا چاہے اپنے شریک سے جو اسنے وصول کیا ہے اسکا آدھا لیوے پھر دونوں باقی مال قرضدار سے وصول کرینگے یا شریک کا وصول کیا ہوا اسکے پاس رہنے دے اور اپنا حصہ قرضدار سے وصول کرے۔ اور اگر ماذون نے میعاد پوری ہونے سے پہلے کچھ مال قرضدار سے وصول کیا تو اسکے شریک کو اختیار ہوگا کہ اسمین سے نصف تقسیم کرا لے۔ اسی طرح اگر تمام قرضہ میعادی ہو اور ایک شریک نے میعاد پوری ہونے سے پہلے کچھ وصول کیا تو دوسرے کو تقسیم کرا لینے کا اختیار ہے۔ اور اگر قرضہ فی الحال واجب الادا ہو پھر ماذون نے قرضدار کو ایک سال کی مہلت دیدی پھر شریک نے اپنا حصہ وصول کیا پھر سال گذرنے سے پہلے قرضدار نے خود ہی وہ میعاد مہلت جو ماذون نے برضامندی دیدی باطل کر دی تو میعاد باطل ہو جاویگی ولیکن صاحبین کے نزدیک تا وقتیکہ میعاد پوری نہ ہو جاوے ماذون کو اسقدر مال میں جو شریک نے وصول کیا ہے شرکت کا اختیار نہ ہوگا پھر جب میعاد گذر گئی تو اسکو اختیار ہوگا چاہے شریک کے مقبوضہ میں ساجھی ہو جاوے اور اگر میعاد نہ گذری ولیکن قرضدار مر گیا اور مال فی الحال واجب الادا ہو گیا تو ماذون اپنے شریک کے مقبوضہ میں شریک ہو جائیگا۔ اور اگر قرضدار نہیں مرا بلکہ دونوں نے میعاد توڑ دی پھر شریک نے اپنا حصہ وصول کیا تو ماذون کو اپنے شریک کے مقبوضہ میں ساجھا کرنے کا اختیار ہے اور اگر مال فی الحال واجب الادا ہو اور شریک نے اپنا حصہ وصول کیا پھر ماذون نے قرضدار کو اپنے حصہ کی مہلت دیدی خواہ شریک کے وصول کرنے کا حال جانتا ہو یا نہ جانتا ہو تو صاحبین کے نزدیک مہلت دینا جائز ہے اور جبتک میعاد نہ گذرے تب تک اسکو شریک کے مقبوضہ میں شرکت کی کوئی راہ نہیں ہے پھر جب میعاد گذر گئی تو اسکو شریک کے مقبوضہ میں نصف کی شرکت کا اختیار ہوگا اور اگر اداے مال کی ایک سال کی میعاد ہو اور شریک نے میعاد سے پہلے وصول کر لیا پھر غلام نے قرضدار کو ایک سال آئندہ کی بھی مہلت دیدی خواہ اسکو شریک کے وصول کرنے کا حال معلوم ہے یا نہیں تو صاحبین کے نزدیک اسکا مہلت دینا جائز ہے اور جبتک پورے دونوں برس نگذریں تب تک شریک کے مقبوضہ میں ساجھا نہیں کر سکتا ہے۔ اور اگر مال فی الحال واجب الادا ہو اور شریک نے اپنا حصہ وصول کیا اور ماذون نے یہ مال اسی کو سپرد کر دیا تو جائز ہے الا یہ کہ جو کچھ قرضدار پر ہے تو وہ ڈوب جاوے پس اگر ڈوب گیا تو شریک کے مقبوضہ میں شریک ہو جائیگا۔ اور اگر مال ایک سال کی میعادی ہو اور ماذون نے قرضدار

سے اپنے حصہ کے عوض ایک باندی خریدی تو شریک کو اختیار ہے کہ اپنے نصف حصہ کے واسطے ماذون کو ماخوذ کرے
درہم وصول کرے پس اگر شریک نے اپنے نصف حصہ کو ماذون سے درمون سے وصول کیا پھر ماذون نے
باندی میں عیب پایا اور بحکم قاضی اپنے بائع کو واپس کیا تو پھر مال قرض اپنی میعاد پر عود کریگا اور غلام اپنے
شریک سے جو کچھ اُسنے وصول کیا ہے واپس کر لیگا۔ اور اگر ماذون نے وہ باندی بلا حکم قاضی یا باقالہ واپس کی
ہو تو شریک سے جو کچھ اسکو دیا ہے واپس نہیں لے سکتا ہے اور ماذون و شریک کے پانچ سو درہم قرضدار پر میعاد
آنے پر واجب الادا ہونگے اور پانچ سو درہم غلام کے قرضدار پر فی الحال واجب ہونگے اسی طرح اگر ماذون
نے وہ باندی قرضدار سے پورے قرضہ ہزار درہم میں خریدی ہو تو بھی یہی حکم ہے مگر فرق اسقدر ہے کہ اس صورت
میں شریک اپنا حصہ پانچ سو درہم کامل ماذون سے لے لیگا پھر اگر بلا حکم قاضی یا باقالہ واپس کرنے کے
وقت بائع نے ماذون سے یہ شرط کر لی کہ اُسکا ثمن اپنی میعاد سابقہ پر واجب الادا ہووے تو اپنی میعاد پر
واجب الادا ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر ماذون نے ایک غلام اس شرط سے خریدا کہ مجھے تین روز تک خیار
ہے پھر مدت خیار کے اندر بائع نے اُسکو ثمن سے بری کر دیا پھر ماذون نے وہ غلام بحکم خیار اُسکو واپس کیا
تو امام اعظم رح کے نزدیک صحیح ہے کذا فی الکافی۔ اقالہ بیع میں ماذون کا حکم مثل آزاد کے ہے پس اگر ماذون
نے کوئی باندی خریدی اور وہ اسکے پاس بڑھ گئی یعنے اس میں کچھ زیادتی ہو گئی یہانتک کہ ثمن اُسکی قیمت
سے اسقدر گھٹ گیا جسقدر خسارہ لوگوں کی برداشت میں نہیں آتا ہے پھر ماذون نے اُسکی بیع کا اقالہ کر لیا تو
امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر ماذون نے
ہزار درہم کو ایک باندی خرید کر ثمن ادا کرنے سے پہلے اُسپر قبضہ کر لیا اور پھر بائع نے اسکو ثمن سے
بری کر دیا پھر باہم بیع کا اقالہ کیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک بیع کا اقالہ باطل ہے کذا فی الکافی اور
اگر اقالہ بیع سو دینار یا دوسری باندی یا دو ہزار درہم پر کیا تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک اقالہ باطل ہے اور
صاحبین کے نزدیک جائز ہے اور اگر ماذون نے باندی پر قبضہ نکیا یہانتک کہ بائع نے اُسکا ثمن اسکو ہبہ کر دیا پھر
دونوں نے اقالہ کیا تو بالاجماع اقالہ باطل ہے اسی طرح اگر ایسی حالت میں دوسرے دامون پر اقالہ کیا تو بھی یہی حکم ہے
اور اگر دونوں نے بیع کا اقالہ نکیا ولیکن قبضہ سے پہلے ماذون نے اُس میں عیب پایا اور راضی نہوا
یا باندی کو دیکھا نتھا پھر جب دیکھا تو راضی نہوا اور بیع توڑ دی حالانکہ بائع ثمن اسکو ہبہ کر چکا ہے تو بیع توڑنا
باطل ہے یہ مبسوط میں ہے۔ بانہ میں منتقی سے منقول ہے کہ ماذون نے اپنی تجارت میں سے ایک غلام فروخت
کیا پھر مولی نے اسکو مجور کر دیا پھر مشتری نے اُس غلام میں عیب پاکر واپس کرنا چاہا تو عیب کی وجہ سے
واپس کرنے میں خصم وہی غلام ماذون جو مجور ہو گیا ہے قرار دیا جائیگا پس اگر مجور نے عیب کا اقرار کر دیا تو
اُسپر کچھ لازم نہوگا اور اگر قسم سے انکار کیا اور قاضی نے اُسپر واپس کرنے کی ڈگری کر دی تو جائز ہے یہ
تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر ماذون نے کوئی چیز خریدی یا فروخت کی پھر مولی نے اُسکی بیع کا اقالہ کر دیا پس اگر
ماذون اُسوقت تک مقروض نہو تو جو کچھ اسکے مولی نے کیا ہے وہ ماذون پر جائز ہوگا اور اگر ماذون پر اسقدر
قرض ہو گیا پھر مولی نے وہ قرضہ ادا کر دیا یا قرضخواہوں نے غلام کو اپنے قرضہ سے بری کر دیا قبل اسکے کہ قاضی اقالہ

بیع کرلے تو جائز ہی اور اگر قاضی اقالہ کو فسخ کرچکا پھر قرضخواہون نے اپنے قرضہ سے اُسکو بری کیا تو فسخ کا حکم باقی رہیگا یعنے
اقالہ فسخ رہیگا اور اگر کوئی عرض بعوض ثمن کے فروخت کرکے باہمی قبضہ کرلیا پھر باہم اقالہ کیا حالانکہ عرض تو باقی ہی مگر ثمن تلف
ہوچکا ہی یا بعد اقالہ کے تلف ہوا تو اقالہ پورا ہوجائیگا اور اگر ثمن باقی ہو مگر عرض تلف ہوگیا ہو خواہ قبل اقالہ کے یا بعد اقالہ
کے تو اقالہ باطل ہی کذا فی المبسوط امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ غلام ماذون نے اپنی کمائی مین سے کوئی مال عین فروخت کیا
اور مشتری نے بعد قبضہ کے اُسمین عیب لگایا اور یہ عیب خواہ ایسا ہی جسکے مثل پیدا ہوسکتا ہی یا نہین پیدا ہوسکتا ہی اور
اُسنے ماذون سے مخاصمہ کیا اور ماذون نے بغیر حکم قاضی بلا قسم و بلا گواہ جو عیب پر شاہد ہون قبول کرلیا تو جائز ہی اور بیع
ٹوٹ جاویگی اور اگر قبول نہ کیا یہان تک کہ قاضی نے بگواہی گواہان یا بانکار قسم یا باقرار عیب واپس کرنے کا حکم دیدیا
تو جائز ہی یہ مغنی مین ہی۔ اور اگر ماذون نے ہزار درم کو ایک باندی فروخت کی اور باہمی قبضہ ہوگیا پھر مشتری نے اسکا ہاتھ
کاٹا یا اُس سے وطی کرلی یا بدون کسی کے فعل کے اُسکی آنکھ جاتی رہی پھر دونون نے بیع کا اقالہ کرلیا حالانکہ اُس سے ماذون
کو خبر نہ تھی تو اُسکو اختیار حاصل ہوگا چاہے لے لے یا مشتری کو واپس کردے اور اگر ہاتھ کاٹنے والا یا وطی کرنے والا کوئی
اجنبی ہو اور اُسپر ارش یا عقر واجب ہوا پھر دونون نے بیع کا اقالہ کرلیا حالانکہ غلام جانتا ہی یا نہین جانتا ہی تو امام اعظم
رح کے نزدیک اقالہ باطل ہی اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر غلام ماذون نے زید کے ہاتھ ایک باندی
فروخت کی اور زید نے اُسپر قبضہ کرلیا پھر اسمین عیب پاکر غلام کو لیجا کر قاضی کے پاس نالش کی اور گواہ دیے کہ یہ عیب
ماذون کے پاس تھا اور قاضی نے غلام کو وہ باندی واپس کرلینے کا حکم کیا اور ثمن لے لیا پھر غلام نے اسکے بعد اُس مین
ایک دوسرا عیب جو مشتری کے پاس تھا دیکھا جو غلام کو وقت واپسی کے معلوم نہ ہوا تھا اور نہ قاضی کو معلوم ہوا تھا تو ماذون
کو اختیار رہوگا چاہے فسخ کو توڑدے اور باندی مشتری کو واپس کرکے اُس سے سب ثمن سوائے بمقدار عیب کے جو ماذون
کے پاس کا ہی واپس کرلے اور اگر چاہے تو فسخ کو جائز رکھکر باندی اپنے پاس رکھے مگر جو عیب ماذون کے پاس تھا اسکے نقصان
مین کم یا زیادہ کچھ مشتری سے نہین لے سکتا ہی یہ مغنی مین ہی۔ اور اگر غلام نے اُسکو واپس نہ کیا یہان تک کہ اُسکے پاس
باندی مین دوسرا عیب پیدا ہوگیا تو واپس نہین کرسکتا ہی مگر ثمن مین سے اُس عیب کا نقصان جو مشتری کے پاس پیدا
ہوگیا ہی واپس لیگا جیسا کہ مشتری درصورت عیب قدیم پائے جانے اور اُسکے پاس دوسرا عیب پیدا ہوجانے کے
کرسکتا تھا پس مشتری کو اس صورت مین اختیار رہوگا کہ چاہے باندی کو مع اُس عیب کے جو غلام کے پاس پیدا ہوا ہی لے لے
پس اگر قبول کرلی اور ثمن دیدیا تو ماذون سے بقدر حصہ عیب قدیم کے جو ماذون کے پاس تھا ثمن مین سے واپس لیگا
مگر دوسرے عیب کا نقصان واپس نہین لے سکتا ہی اسی طرح اگر دوسرا عیب ماذون کی طرف سے کوئی جنایت
یا وطی ہو تو بھی یہی حکم ہی اور اگر اجنبی نے کوئی جنایت یا وطی کی ہو اور عقر یا ارش واجب ہوا ہو تو ماذون مشتری
سے نقصان عیب جو مشتری کے پاس پیدا ہوا ہی ثمن مین سے واپس لیگا اور اگر بعد فسخ کے بائع کے پاس
باندی مین زیادت منفصلہ پیدا ہوگئی تو مشتری اُسکو نہین لے سکتا ہی اور جسطرح یہ زیادت مشتری کے پاس بحق
شرعی مانع فسخ عقد ہوتی ہی اسی طرح بائع کے پاس بعد فسخ کے پیدا ہوجانے مین بھی یہی حکم ہی پس جب واپس
کرنا متعذر ہوا تو بائع کا حق یہ رہا کہ بقدر حصہ عیب کے واپس لے اور اگر مشتری نے ماذون کو پہلے بسبب عیب
کے باندی واپس کردی اور ماذون نے اُسپر قبضہ کیا پھر مشتری نے پایا کہ اُسکا ہاتھ قطع کیا گیا ہی یا اُس سے وطی

ف بحق شرعی میں یعنی فسخ عقد ہو ... ۱۲

کی گئی ہی اور اس عیب سے واپس نہ کیا یہان تک کہ اُسمین غلام کے پاس دوسرا عیب پیدا ہو گیا تو مشتری کو اختیار ہی چاہے باندی کو لیکر ماذون کو تمام ثمن دیکر پھر ثمن مین سے غلام سے بقدر حصہ عیب اول کے نقصان واپس لے اور اگر چاہے تو ماذون کو بقدر نقصان اُس عیب کے جو اسکے پاس پیدا ہو گیا ہی ثمن سے واپس دیسے اور مراد اس نقصان سے یہ ہی کہ بسبب جنایت کے پیدا ہوا یا بسبب وطی کے درصورت باکرہ ہونے کے پیدا ہوا کہ اُسکی مالیت مین بسبب وطی کے نقصان آگیا۔ اور اگر مشتری نے اُس سے وطی کی مگر وہ ثیبہ تھی کہ اُس مین وطی سے کچھ نقصان نہین آیا تو ماذون مشتری سے ثمن مین سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہی اور وہ باندی ماذون کے ذمہ لازم ہوگی اور اگر مشتری کے پاس کسی اجنبی نے اُسکا ہاتھ کاٹا یا اُس سے وطی کی اور عقر[۱] یا ارش واجب ہوا پھر قاضی نے ماذون کو بسبب اُس عیب کے جو ماذون کے پاس تھا ماذون کو واپس کر دی اور جو کچھ اجنبی نے مشتری کے پاس اُس سے کیا ہی وہ معلوم نہ ہوا پھر ماذون کے پاس باندی مین دوسرا عیب پیدا ہو گیا پھر ماذون کو وہ عیب جو مشتری کے پاس پیدا ہوا تھا معلوم ہوا تو باندی مشتری کو واپس دیگا ویکی اور ماذون اُسکے ساتھ اسقدر نقصان عیب بھی جو اُسکے پاس پیدا ہوا ہی کہ جس سے اُسکی قیمت مین نقصان آیا ہی واپس دیگا پھر ماذون مشتری سے ثمن واپس لیگا اگر اُسکو دے چکا ہو پھر مشتری ماذون سے عیب اول کا نقصان لے لیگا اور اگر وہ عیب جو غلام کے پاس پیدا ہوا ہی کسی اجنبی کے فعل سے ہوا ہو تو مشتری کو خیار ہوگا چاہے یہ نقصان ماذون سے لے لے اور ماذون اُس اجنبی سے پھر لیگا یا اجنبی سے لے اور اگر ماذون کے پاس اجنبی نے اُسکو قتل کیا تو حکم یکسان ہی اور مشتری ماذون سے باندی کی قیمت لے لیگا اور اجنبی سے لینے کی کوئی راہ نہین ہی پھر ماذون اُسکی قیمت اجنبی سے پھر لیگا بخلاف اسکے اگر جنایت تلف نفس سے کم واقع ہو کہ اُس صورت مین یہ حکم نہین ہی اور اگر ماذون نے وہ باندی بعد قبضہ مشتری کے فروخت کی تو بیع جائز ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر ماذون نے زید کے ہاتھ ایک باندی بعوض ایک باندی کے فروخت کی پھر دونون نے اقالہ کر لیا اور ہنوز قبضہ نہین کیا تھا کہ ہر ایک باندی کے ایک بچہ پیدا ہوا جسکی قیمت ایک ہزار درم ہی اور ہر ایک باندی کی قیمت بھی ہزار درم ہی تو ہر ایک اپنی باندی اور اُسکے بچہ کو لے لیگا اور اگر بعد اقالہ کے قبضہ نہ کیا یہان تک کہ دونون باندیان مرگئین تو ہر ایک اپنی باندی مقبوضہ کے بچہ کو مع اسکی مان کی نصف قیمت کے دوسرے کو دیدے اور اگر ہر ایک باندی کی قیمت پانچ سو درم ہون تو ہر ایک اُس بچہ کو جو دوسرے کے پاس ہی مع اُسکی مان کی تہائی قیمت کے لیوے اور اگر دونون بچہ مر گئے باندیان زندہ ہین تو ہر ایک اپنی اپنی باندی دوسرے سے لیوے اور اس سے زیادہ کچھ نہین لے سکتا ہی اور اگر دونون باندیان اور ایک بچہ مر گیا تو جسکے پاس زندہ بچہ موجود ہی وہ دوسرے کو دیدے اور دوسرے سے تہائی قیمت اُس باندی کی جو اُسکے پاس مر گئی ہی لے لے یہ مغنی مین ہی۔ اور اگر ماذون نے زید کے ہاتھ ایک باندی ہزار درم کو فروخت کر کے باہمی قبضہ کر لیا پھر باہم اقالہ کر لیا اور ہنوز ماذون نے باندی پر قبضہ نہ کیا تھا کہ عمرو نے اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا یا اُس سے وطی کی جس سے اُس مین نقصان آیا تو غلام کو خیار حاصل ہوگا پس اگر اُسنے باندی کا لینا اختیار کیا تو وطی کرنے والے یا جنایت کنندہ کا دامنگیر ہو کر عقر یا ارش وصول کر لیگا اور اگر اُسنے اقالہ توڑنا اختیار کیا تو عقر یا ارش مشتری کو ملیگا اور اگر چاہے

ہزار درم کے ثمن مین کوئی عوض معین ہو تو ماذون کو اختیار ہوگا چاہے مشتری سے باندی لیکر وطی کنندہ یا جنایت کنندہ سے عقر یا ارش وصول کرے یا مشتری سے اُسکے قبضہ کے روز کی باندی کی قیمت لیکر باندی اُسکے پاس رہنے دیوے اور اسکا عقر وارش مشتری کا ہوگا اسی طرح اگر جنایت کنندہ نے اُسکو قتل کیا تو بھی غلام کو اختیار ہوگا چاہے جنایت کنندہ کی مددگار برادری سے اُسکی قیمت بطور دیت کے لیوے یا مشتری سے فی الحال اُسکی قیمت لیوے پھر مشتری جنایت کنندہ کی مددگار برادری سے تین سال مین اُسکی قیمت وصول کریگا اسی طرح اگر بعد اقالہ کے وہ باندی مشتری کے پاس مر گئی تو بھی غلام کو اختیار ہے کہ مشتری سے اُسکی قیمت وصول کرے۔ اور اگر بعد اقالہ کے مشتری کے فعل سے باندی مین کچھ عیب پیدا ہوگیا تو ماذون کو اختیار ہوگا چاہے مشتری سے قبضہ کے روز کی قیمت لیوے یا باندی کو لیکر بقدر نقصان کے مشتری سے لیوے۔ اور اگر قبل اقالہ کے مشتری نے اُسمین کوئی عیب پیدا کر دیا پھر اقالہ کیا اور پھر غلام کو اُس عیب کی خبر ہوئی تو اختیار ہوگا کہ چاہے مشتری سے باندی کے قبضہ کے روز کی قیمت لے لے یا باندی کو یون ہی عیب دار لیوے اور اسکے سوا کچھ نہین ملیگا۔ اور اگر ماذون نے چاندی کی چھاگل جسکی قیمت سو درم ہے بعوض دس دینار کے فروخت کی اور باہمی قبضہ کے بعد اقالہ کیا اور قبل قبضہ کے دونون جدا ہوگئے تو اقالہ ٹوٹ جاویگا یہ مبسوط مین لکھا ہے۔

چوتھا باب ماذون پر قرضہ چڑھ جانے اور مولے کا ماذون مین بطور بیع یا تدبیر و اعتاق وغیرہ کے تصرف کرنے کے مسائل کے بیان مین۔ واضح ہو کہ قرضہ تین طرح ہے۔ ایک وہ قرضہ جو اُسکی گردن سے بالاتفاق متعلق ہوتا ہے اور وہ استہلاک یعنی مال تلف کر دینے کی وجہ سے ہوتا ہے دوسرا وہ قرضہ ہے جو بالاتفاق اُسکی گردن سے متعلق نہین ہوتا ہے اور وہ ہر قرضہ ہے جو ایسی چیز کے عوض واجب ہوا ہو جو تجارت کے معنی مین نہین ہے جیسے بلا اجازت مولے نکاح کرکے وطی کرنے سے مہر واجب ہوا اور تیسرا وہ قرضہ ہے جسکے گردن سے متعلق ہونے اور نہونے مین اختلاف ہے اور وہ ہر قرضہ ہے جو بسبب تجارت و اُسکے امثال کے واجب ہوا ہو جیسے خرید و فروخت و اجارہ و استیجارہ و ضمان مغصوب و ودیعت و امانت درحالیکہ اُس سے منکر ہو جاوے اور جیسے استحقاق ثابت ہونے کے بعد خریدی ہوئی باندی سے وطی کرنے کی وجہ سے عقر واجب ہوا کیونکہ یہ بھی خرید کی جانب سے مستند ہے پس اُسی کے ساتھ ملحق کر دیا گیا کذا فی الترجیح یہ معدن مین ہے۔ اگر زید نے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی اور غلام نے خرید و فروخت شروع کی اور بعد چندے اُسپر بہت سے قرضے ہوگئے اور قرضخواہ لوگ اُسکو قاضی کے پاس لائے حالانکہ اُسکا مولے حاضر ہے اور مولی سے اُسکے فروخت کی درخواست کی پس اگر غلام کے قبضہ مین بالفعل مال موجود ہو کہ اُسکے ادائے قرض کے واسطے کافی ہے تو اُسکا قرضہ اُسکی کمائی سے ادا کیا جائیگا اور غلام اُنکے قرضے مین فروخت نہ کیا جائیگا۔ اور اگر بالفعل اُسکے پاس موجود نہین ہے مگر اُسکا مال غائب ہے کہ اُسکی وصول آمد کی امید ہے یا اُسکا کسی شخص پر ایسا قرضہ ہے جو فی الحال واجب الادا ہے اور اُسکے نکل آنے کی امید ہے تو قاضی اُسکے فروخت مین تعجیل نہ کریگا بلکہ انتظار کریگا کہ مال برآمد ہو یا قرضہ وصول ہو جاوے اور اس انتظار کی کوئی مدت مقرر نہین فرمائی اور ہمارے مشائخ مین سے بعضون نے فرمایا کہ اسکی مدت قاضی کی رائے پر ہے پس اگر کچھ مدت گذری اور قاضی کی رائے مین انتظار کی میعاد گذر چکی تو غلام کو فروخت

کر دیگا اور اگر اُسکی رائے مین مدت نہین گذری بلکہ انتظار کی گنجایش معلوم ہوئی تو فروخت نہ کریگا اور فقیہ ابو بکر بلخی سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ انتظار کی مدت تین روز ہین پس اگر تین روز گذرنے پر اسکو مال غائب کے برآمد ہونے یا قرضہ کے وصول ہونے کی امید ہو تو انتظار کرے یہانتک کہ مال غائب برآمد ہو یا قرضہ وصول ہو اور اگر ایسا نہو یعنی تین روز کے گذرنے پر یہ امید نہ ہو تو فروخت کر دے پھر اگر دونون قولون کے موافق انتظار کی مدت گذر گئی اور مال غائب برآمد نہ ہوا اور قرضہ وصول نہ ہوا تو قاضی غلام مقروض کو اُسکے قرضہ مین فروخت کریگا۔ یہ سب اس صورت مین ہے کہ مولے حاضر ہو۔ اور اگر مولے غائب ہو تو جبتک مولے حاضر نہ ہو قاضی اُس غلام کو فروخت نہ کریگا پھر اگر مولے کے حاضر ہونے پر قاضی نے اُس غلام کو فروخت کیا تو ثمن لیکر دیکھیگا کہ اگر ثمن سے تمام قرضے ادا ہو سکتے ہون تو ہر ایک قرضخواہ کو اُسکا پورا حق ادا کریگا پھر اگر کچھ باقی رہا تو مولے کو دیدیگا اور اگر ثمن مین سے تمام قرضے ادا نہ ہو سکتے ہون تو ہر ایک قرضخواہ کو اُسکے حصہ رسد ثمن مین سے ادا کر دیگا پھر جو کچھ ہر ایک کا قرضہ رہگیا اُسکو غلام سے وصول کرنے کی کوئی راہ نہین ہے تاوقتیکہ وہ آزاد نہ ہو جاوے یہ ذخیرہ مین ہے۔ پھر اگر اُس غلام کو اُسی مولے نے خرید کیا جسکے مواجہہ مین قاضی نے قرضخواہون کے واسطے وہ غلام فروخت کیا ہے تو قرضخواہ لوگ اپنے باقی قرضے کے واسطے خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو اُسکے دامنگیر نہین ہو سکتے ہین اگرچہ وہ غلام اُسی کی ملک مین آگیا جسکی ملک مین اُس غلام پر قرضہ واجب ہوا تھا یہ مغنی مین ہے۔ اور اگر بعضے قرضے فی الحال واجب الادا ہون یعنی غیر میعادی ہون اور بعضے میعادی ہون تو قاضی غلام کو فروخت کرکے غیر میعادی قرضخواہون کو اُنکے حصہ کے موافق دیگا باقی میعادی قرضخواہون کا حصہ رکھ چھوڑیگا کہ بوقت میعاد آنے کے اُنکو ادا کر دیگا۔ اور یہ سب اُسوقت ہے کہ سب ظاہر ہون اور اگر بعضے ظاہر اور بعضے غیر ظاہر ہون ولیکن سبب وجوب ظاہر ہو گیا ہو چنانچہ غلام نے راہ مین کوئی کنوان کھودا اور اُسپر قرضہ ہے تو قاضی اُسکو فروخت کرکے قرضخواہ کو ثمن سے اُسکے قرضہ کے موافق دیدیگا اور اگر ثمن مثل قرضہ کے ہو یعنی دونون برابر ہون تو پورا اسکو دیدیگا پھر اسکے بعد اگر اُس کنوئین مین کوئی جانور گر کر مر گیا تو جانور کا مالک قرضخواہ سے لیگا پس بقدر قیمت جانور کے مالک کا اور بقدر قرضہ کے قرضخواہ کا ثمن مین حصہ لگایا جائیگا ہکذا فی التاتارخانیہ اور اگر بعضے قرضخواہون نے قاضی سے اُسکے فروخت کی درخواست کی حالانکہ دوسرے قرضخواہ غائب ہین اور قاضی نے حاضرین کے واسطے اُسکو فروخت کیا تو سب کے حق مین اُسکی بیع جائز ہے پھر حاضرین کو قاضی ثمن مین سے بقدر اُنکے حصہ کے دیدیگا اور غائبین کا حصہ رکھ چھوڑیگا۔ اور اگر غلام نے قبل فروخت کیے جانے کے یون کہا کہ مجھپر فلان غائب کا اسقدر مال ہے اور مولے نے اسکے قول کی تصدیق یا تکذیب کی مگر قرضخواہان حاضر نے کہا کہ فلان شخص کا اسپر تھوڑا یا بہت کچھ نہین ہے تو غلام کی اس بارہ مین تصدیق ہوگی پھر اگر فلان غائب نے حاضر ہو کر غلام کے قول کی تصدیق کی تو اپنا حق لے لیگا اور اگر تکذیب کی تو جسقدر قاضی نے اُسکے حق مین رکھ چھوڑا ہے وہ بھی حاضرین کو حصہ رسد تقسیم کر دیگا یہ مغنی مین ہے۔ اور اگر غلام نے بعد فروخت ہونے کے ایسا اقرار کیا اور مولے نے اسکے اقرار کی تصدیق کی تو قرضخواہون کے حق مین دونون کے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی اور تمام ثمن قرضخواہان معروفین کو دیدیا جائیگا پھر اگر فلان غائب

نے حاضر ہوکر اپنے حق کے گواہ پیش کیے تو جسقدر قرضخواہون نے ثمن وصول کیا ہی اُنسے بقدر اپنے حصہ کے لے لیگا اور اگر قاضی نے چاہا کہ قرضخواہان حاضر سے غائب کے آنے تک منضبوطی کے واسطے کوئی کفیل لیوے اور قرضخواہون نے اس سے انکار کیا تو وہ لوگ اس امر پر مجبور نہ کیے جاوینگے لیکن اگر اُنھون نے بخوشی خاطر کفیل دیدیا تو جائز ہی اور اگر غائب نے حاضر ہوکر گواہ دیے کہ قبل بیع کے غلام نے میرے قرضہ کا اقرار کیا ہی تو ایسا بھی جائز ہی پھر اگر قرضخواہون حاضر نے کفیل دیا ہو اور فلان غائب کا حق بگواہی گواہان ثابت ہوا تو اسکو اختیار ہوگا کہ چاہے قرضخواہون سے اپنا حصہ لے یا کفیل سے وصول کرلے پھر کفیل اُسی قدر مال قرضخواہون سے واپس لے لیگا یہ مبسوط مین ہی پھر واضح ہو کہ اگر قاضی یا اُسکے امین نے قرضخواہون کے واسطے غلام کو فروخت کیا تو عہدہ بیع اُسکے ذمہ نہ ہوگا یہانتک کہ اگر مشتری نے غلام مین عیب پایا تو قاضی یا اُسکے امین کو واپس نہین کرسکتا ہی ولیکن قاضی ایک وصی مقرر کریگا جسکو مشتری واپس کردیگا اسی طرح اگر مشتری سے قاضی یا اُسکے امین نے ثمن وصول کیا اور اُسکے پاس ضائع ہوگیا پھر وہ غلام مشتری کے پاس سے استحقاق ثابت کرکے لے لیا گیا تو مشتری اپنا ثمن قاضی یا اُسکے امین سے واپس نہین لے سکتا ہی بلکہ فقط قرضخواہون سے واپس لیگا پھر اگر وہ غلام اُسکے بعد آزاد ہوگیا تو قرضخواہ لوگ اُس سے اپنا قرضہ وصول کرینگے اور یہ تو ظاہر ہی مگر جو کچھ اُنھون نے ڈانڈ بھرا ہی وہ بھی واپس لینگے یا نہین تو اُسکا ذکر کسی کتاب مین نہین ہی اور ہمارے مشائخ نے اختلاف کیا ہی اور راضح یہ ہی کہ ہم تاوان غلام سے نہین لے سکتے ہین - اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے شرح کتاب الماذون مین ذکر کیا کہ قاضی نے اگر اپنے امین کو ماذون مدیون کے فروخت کے واسطے بدرخواست قرضخواہان حکم کیا پس اگر یون کہا کہ مین نے تجھے اس غلام کی فروخت کے واسطے امین مقرر کیا تو امین اس صورت مین بیع کا عہدہ دار نہوگا یعنے بیع کا عہدہ اُسکے ذمہ نہ ہوگا اور اگر فقط بیع کے واسطے کہا اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا اور صحیح یہ ہی کہ عہدہ بیع امین کے ذمہ لاحق نہ ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی - پھر جس صورت مین کہ مشتری نے وہ غلام بسبب عیب کے قاضی کے مقرر کیے ہوئے وصی کو واپس کیا تو قاضی اُسکو حکم کریگا کہ یہ غلام فروخت کرے اور اُسکا عیب ظاہر کردے پس اگر اُسنے فروخت کیا اور ثمن وصول کیا تو پہلے مشتری کا قرضہ ادا کیا جائیگا پھر دیکھا جائیگا کہ اگر دوسرا ثمن بہ نسبت پہلے ثمن کے کم ہو تو بقدر کمی کے قرضخواہ لوگ مشتری کو تاوان دینگے اور امین اس کمی کا تاوان نہ دیگا اور اگر دوسرا ثمن زیادہ ہو تو مشتری کو اُسکا حق ادا کرکے باقی قرضخواہون کو دیدیا جائیگا اگرچہ بعد بیع کے قرضخواہون کا حق غلام سے منقطع ہوگیا تھا یہ مغنی مین ہی - اور اگر وہ غلام امین کے پاس واپس آیا اور امین کے فروخت کرنے سے پہلے امین کے پاس مرگیا تو امین اُسکا ثمن قرضخواہون سے واپس لیکر مشتری کو دیدیگا یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر مولے نے غلام کی کمائی مین سے کچھ لے لیا پس اگر لینے کے وقت غلام قرضدار نہ تھا پھر اُسکے بعد قرضدار ہوگیا تو جو کچھ مولے نے لیا ہی اسکا واپس دینا مولے پر لازم نہین ہی اگرچہ وہ چیز بعینہ قائم ہو اور اگر تلف کردی ہو تو ضمان لازم نہین آتی ہی اور اگر اسوقت غلام قرضدار ہو تو جو کچھ مولے نے لیا ہی اُسکا واپس دینا مولی پر واجب ہی بشرطیکہ بعینہ قائم ہو اور اگر تلف کردی ہو تو ضمان لازم آویگی یہ مغنی مین ہی - اور اگر مولے نے اُس سے ہزار درم لیکر تلف کردیے اور اسوقت اُسپر پانچ سو درم قرضہ ہی

ف [illegible] نقصان اقول ایسی [illegible] ... [illegible] قرضہ [illegible] قاضی [illegible] ... [illegible] فافہم

پھر اسکے بعد اُسپر اسقدر قرضہ ہوگیا کہ غلام کی قیمت اور جو کچھ مولے نے لیا ہی سب کو محیط ہوگیا تو مولے پورے ہزار درم تاوان ادا کریگا اور وہ قرضخواہون کو دیدیے جاوینگے اور غلام بھی قرضے مین فروخت کیا جائیگا اور اگر غلام پر زیادہ قرضہ نہ ہوگیا ہو تو مولے فقط نصف کا ضامن ہوگا۔ اور اگر ماذون پر اسقدر قرضہ ہوگیا کہ اسکے تمام مال مقبوضہ اور اُسکی گردن کو محیط ہی پھر اسکے بعد مولے نے اُس سے دس درم ماہواری محصول لیا یہان تک کہ مال کثیر وصول کیا تو جو کچھ مولے نے وصول کیا وہ سب اُسکو دیا جاویگا اور یہ حکم استحسان ہی اسواسطے کہ مولے کے اس طور پر محصول لینے مین قرضخواہون کی منفعت ہی اسلیے کہ محصول وصول ہونے پر مولے کی طرف سے غلام ماذون باقی رہیگا اور اگر اُس سے ماہواری سو درم محصول لیا تو باطل ہی اور مولے پر واجب ہوگا کہ جو ایسے غلامون سے لیا جاتا ہی اُس سے جسقدر زیادہ لیا ہی وہ سب واپس دیوے یہ مبسوط مین ہی۔ اور تجارت کا قرضہ ہر اُس کمائی سے جو قرضہ سے پہلے یا اسکے بعد حاصل کی ہی اور ہر ہبہ وصدقہ سے جو اُسکو قرضہ سے پہلے یا بعد حاصل ہوا ہی متعلق ہوتا ہی یہ کافی مین ہی۔ اور اگر غلام ماذون نے پانچ سو درم قرضہ کا اقرار کیا پھر اسکو ہزار درم قیمت کا ایک غلام ملا اور اُسکو مولے نے لے لیا پھر اسکے بعد غلام پر اسقدر قرضہ ہوگیا کہ جو مولے نے لیا ہی اُسکی قیمت کو حاوی ہی تو مولی سے وہ غلام لیکر فروخت کرکے اُسکا ثمن سب قرضخواہون کو تقسیم کر دیا جائیگا اور اگر مولے نے پہلے قرضخواہ کا قرضہ ادا کر دیا تو غلام اُسکے سپرد کیا جائیگا کہ دوسرے قرضخواہون کے واسطے فروخت کیا جائیگا اور مولے کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ جسقدر اُسنے پہلے قرضخواہ کا قرضہ ادا کیا ہی اُسکے واسطے خصومت کرے اور اگر پہلے قرضخواہ کا قرضہ مولی نے ادا نہ کیا ہو بلکہ اُسنے ماذون کو معاف کر دیا ہو بعد ازانکہ غلام پر دوسرون کا قرضہ چڑھ گیا ہی تو وہ غلام جو مولی نے لیا ہی دوسرون کے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا اور اگر قرضخواہ اول نے غلام کو قبل دوسرون کا قرضدار ہونے کے اپنا قرضہ عفو کیا تو وہ غلام جو مولی نے لیا ہی مولی کو دیا جائیگا اور اگر معاف نہ کیا یہان تک کہ غلام دوسرون کا قرضدار ہوگیا پھر قرضخواہ اول نے کہا کہ میرا ماذون پر کچھ قرضہ نہین تھا اور ماذون نے جو کچھ میرے واسطے اقرار کیا وہ سب باطل تھا تو بھی مولے کو اُسکا غلام مقبوضہ دیا جائیگا اور دوسرے قرضخواہون کو اختیار نہ ہوگا کہ مولے سے اُسکی بابت کچھ لیوین بخلاف اسکے اگر قرضخواہ اول کا قرضہ ہو اور وہ معاف کردے تو قرضخواہون کو اختیار ہوگا کہ اسکو لیکر فروخت کرا دین اور اگر مولی نے قرضخواہ اول کے قرضہ کا اقرار کیا جیسا کہ غلام ماذون نے اقرار کیا ہی پھر قرضخواہ اول نے کہا کہ میرا کچھ نہین آتا ہی اور میرے واسطے جو کچھ اقرار کیا ہی وہ سب باطل ہی تو دوسرے قرضخواہون کو اختیار ہی کہ جو غلام مولی نے لیا ہی وہ لے لیوین تاکہ انکے قرضہ مین فروخت کیا جاوے یہ مبسوط مین ہی۔ اور غلام ماذون جسطرح قرضہ تجارت کے واسطے فروخت کیا جاتا ہی اسیطرح جو چیز جنس تجارت سے ہی اُسکے واسطے بھی فروخت کیا جائیگا امام اعظم و امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو تجارت کے واسطے اجازت دیدی تو جو کچھ حق اُسپر قرضہ تجارت کا یا غصب کا یا ودیعت کا جس سے انکار کیا ہی یا چوپایہ کی کونچین کاٹنے کی وجہ سے یا مضاربت یا بضاعت یا عاریت کی وجہ سے جس سے انکار کیا ہی یا کپڑے کی قیمت جسکو جلا دیا ہی یا مزدور کی مزدوری یا باندی کا مہر جسکو خریدا پھر اُسپر استحقاق ثابت ہوا اور ماذون نے اُس سے وطی

کی ہو یہ سب اُسپر لازم ہوگا کہ اسمین فی الحال ماخوذ ہوکر فروخت کیا جائیگا یہ محیط مین ہے - اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ چوپایہ کی کونچین کاٹنے یا کپڑا جلا دینے کی ضمان کا حکم جو کچھ ذکر کیا ہے یہ ایسی صورت پر محمول ہے کہ ماذون نے پہلے چوپایہ یا کپڑا غصب کرکے لے لیا پھر اُسکی کونچین کاٹ ڈالین یا جلا دیا ورنہ اگر قبضہ سے پہلے کونچین کاٹ ڈالین یا کپڑا جلا دیا تو امام ابو یوسف کے قول کے موافق فی الحال اُس سے مواخذہ ہونا چاہیے اور نہ فی الحال فروخت کیا جاوے اور امام محمد رح کے قول کے موافق فی الحال مواخذہ ہوکر فروخت کیا جائیگا یہ مغنی مین ہے - اور اگر ماذون نے کسی شخص سے کسی مقام معلوم تک کے واسطے ایک جانور مستعار لیا پھر اسکو دوسری جگہ لے گیا یہان تک کہ بمخالفت ضامن قرار پایا تو اُسکی ضمانت مین فروخت کیا جائیگا یہ ذخیرہ مین ہے - اگر ایک عورت سے نکاح کرکے اُسکے ساتھ دخول کیا پس اگر یہ نکاح باجازت مولی ہو تو دین مہر کے واسطے فروخت کیا جائیگا پھر قاضی کے فروخت کرنے کی صحت کے واسطے قرضخواہون اور مولے کا بیع کی اجازت دینا شرط ہے یہ مغنی مین ہے - اگر زید نے اپنی باندی کو تجارت کی اجازت دی اور اُسپر قرضہ چڑھ گیا پھر اُسکو کوئی چیز ہبہ یا صدقہ دیگئی یا اُسنے کچھ مال تجارت وغیرہ سے حاصل کیا تو اس سب مال کے حقدار مولی سے زیادہ اُسکے قرضخواہ ہین یعنی قرضخواہون کا قرضہ ادا کیا جائیگا یہ مبسوط مین ہے - اگر ایک شخص نے اپنی باندی کو تجارت کی اجازت دی پھر اُسکے بچہ پیدا ہوا تو کیا اس باندی کا قرضہ اسکی اولاد پر بھی ساری ہوگا تا کہ مثل مان کے اولاد فروخت کیجاوے یا نہین ساری ہوگا پس اُسکی دو صورتین ہین یا تو قبل قرضہ چڑھجانے کے بچہ جنی ہے پھر قرضدار ہوئی یا بعد قرضدار ہونے کے بچہ جنی ہیں اگر قرضدار ہوکر بچہ جنی ہو تو قرضہ اُسکے بچہ پر بھی ساری ہوگا کہ قرضہ مین اُسکے ساتھ اُسکا بچہ بھی فروخت کیا جائیگا لیکن اگر مولے دونون کی طرف سے فدیہ دیدے تو ایسا نہ ہوگا یہ مغنی مین ہے - اور اگر ماذونہ باندی مقروضہ بچہ جنی پھر بعد ولادت کے اُسپر دوسرے قرضخواہون کا قرضہ ہوگیا تو سب اگلے و پچھلے قرضخواہ اُس باندی کی مالیت و ثمن مین وقت فروخت کیے جانے کے شریک ہونگے مگر اُسکے بچہ کا ثمن خاصۃً پہلے قرضخواہون کو ملیگا اور اگر اُسکے دو بچہ ہوئے ایک قرضہ سے پہلے اور دوسرا قرضہ کے بعد تو قرضہ صرف دوسرے بچہ پر ساری ہوگا نہ اول پر کذا فی المبسوط - اور غلام کا قرضہ اُس مال سے متعلق نہین ہوتا ہے جو مولے نے اُسکو تجارت کے واسطے دیا ہے بخلاف اُس مال کے جو اُسکی کمائی کا اُسکے پاس ہو اگرچہ مولے نے اُس مال کی نسبت کہدے کہ یہ میرا مال تیرے پاس تجارت کے واسطے ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے - اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو گواہون کے سامنے کچھ مال دیکر تجارت کی اجازت دی اُسنے خرید و فروخت کی اور اُسپر قرضہ چڑھ گیا پھر وہ مر گیا اور اُسکے پاس مال ہے مگر اسمین سے مال بعینہ نہین پہچانا جاتا ہے تو جو کچھ اُسکے پاس ہے سب قرضخواہون کا ہے مولے کو اسمین سے کچھ نہ ملیگا ولیکن اگر مولے اُسمین سے کوئی شی بطور معین پہچانے تو لے لیگا اُسکو قرضخواہ نہ پاوینگے اسی طرح اگر خاص ایسی کوئی چیز معلوم ہو جو اُسنے مال مولی سے خریدی ہے یا اُسکے عوض مال مولے فروخت کیا ہے تو بھی یہی حکم ہے کذا فی المبسوط - اگر غلام نے اپنی حیات وصحت مین بعد مقروض ہوجانے کے اقرار کیا کہ یہ میرا مقبوضہ مال میرے مولی کا ہے جو اُسنے مجھے دیا تھا اور گواہون کے سامنے مال دینا ثابت و معلوم ہوا مگر گواہ لوگ مولے کا مال بعینہ نہین پہچانتے ہین تو غلام کا اقرار صحیح نہ ہوگا اور اگر کسی اجنبی کے واسطے ایسا اقرار کیا تو صحیح ہے اور اگر مولے نے اپنے گواہ پیش کیے کہ یہ مال وہی ہے جو مین نے

غلام کو دیا تھا یا قرضخواہون نے ایسا اقرار کیا تو وہ مال مولے کو ملیگا یہ مغنی مین ہے- اور اگر غلام پر فی الحال
واجب الادا قرضہ اور میعادی قرضہ ہو اور مولے نے اُسکے ثمن سے فی الحال والا قرضہ ادا کیا پھر میعاد آگئی
تو ان قرضخواہون کے قرضہ کا ضامن ہوگا اور پہلے قرضخواہون نے جو کچھ لیا ہے وہ انھین کے سپرد کیا جائیگا اور
اگر پہلے قرضخواہون کے واسطے فروخت نہ کیا تو دوسرون کے واسطے فروخت کریگا- اور اگر فی الحال والے
قرضخواہون نے قاضی سے غلام کی بیع کی درخواست کی تو فروخت کرکے انکو انکا حصہ دیکر باقی مولی کے پاس دیدیگا
یہانتک کہ میعاد آجاوے پس اگر میعاد آنے سے پہلے مولی کے پاس تلف ہوگیا تو مولی ضامن نہ ہوگا اور میعاد
والے قرضخواہ پہلے قرضخواہون کے مقبوضہ مین بقدر حصص شریک ہوجاوینگے- اور اگر مولے نے وہ مال خود تلف
کردیا یا اپنے قرضخواہ کو قرضہ مین دیا تو میعاد والے قرضخواہون کے واسطے ضامن ہوگا اور اگر مولی سے وصول نہوا بلکہ
ڈوب گیا تو دوسرے قرضخواہ پہلے والون کے مقبوضہ مین شریک ہوجاوینگے پھر دونون ملکر اُس قرضخواہ سے جسکو
مولی نے ادا کیا ہے واپس لینگے یہ تاتارخانیہ مین ہے- اور اگر قاضی نے قرضخواہ کے واسطے غلام نہین فروخت کیا بلکہ مولی
نے فی الحال والے قرضخواہون کے واسطے اُنکی رضامندی سے فروخت کیا تو بیع جائز ہے پھر اس ثمن مین سے نصف
ثمن فی الحال والے قرضخواہون کو دیگا اور نصف ثمن مولے کے سپرد کیا جائیگا پھر جب میعاد والون کا وقت آویگا
تو وہ لوگ مولی سے نصف قیمت لے سکتے ہین نصف ثمن لینے کی کوئی راہ نہین ہے اور اگر نصف قیمت مولے سے
وصول نہوئی ڈوب گئی تو جن قرضخواہون نے نصف ثمن وصول پایا ہے اُنسے یہ قرضخواہ کچھ نہین لے سکتے ہین اور
اگر مولی نے اُسکو بدون حکم قاضی و بدون رضا ے قرضخواہان فروخت کیا ہو تو بیع باطل ہے پس اگر اُن لوگون
نے اجازت دیدی یا مولی نے اُنکا قرضہ دیدیا یا ثمن ادا ے دین کے لیے کافی تھا وہ مولے نے انکو دیدیا
تو بیع نافذ ہوجاویگی یہ مبسوط مین ہے- اگر مولی نے بدون رضامندی قرضخواہون کے اپنے غلام ماذون قرضدار کو
فروخت کرکے مشتری کے سپرد کردیا پھر قرضخواہون نے حاضر ہوکر اپنے قرضہ کی وجہ سے غلام کا مطالبہ کرکے
بیع کو فسخ کرنا چاہا حالانکہ بائع و مشتری دونون حاضر ہین تو قرضخواہون کو فسخ بیع کا اختیار ہے اور ہمارے مشائخ
نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ قرضخواہون کو اپنا قرضہ وصول نہ ہوتا ہو اور اگر ثمن وصول ہوتا اور اُس سے قرضہ
پورا ادا ہوتا ہو تو فسخ بیع کا اختیار نہوگا پس اگر دونون عاقدین بائع و مشتری مین سے کوئی غائب ہو پس اگر مشتری
غائب ہو اور بائع بیع غلام کے حاضر ہو تو بالاجماع قرضخواہون کو بائع سے مخاصمہ کرنے اور فسخ کرنیکا اختیار نہین
ہے اور اگر فقط مشتری بیع غلام موجود ہو تو امام ابو حنیفہ و امام محمد رح نے فرمایا کہ مشتری کے ساتھ خصومت نہین کرسکتے
ہین یہ مغنی مین ہے- اور اگر قرضخواہون نے مشتری و غلام ماذون پر قابو نہ پایا فقط بائع پر قابو پایا اور اُس سے غلام کی
قیمت کی ضمان لینی چاہی تو اُنکو ایسا اختیار ہے پھر جب بائع سے یعنی مولی سے اُنھون نے ضمان لے لی تو ہر ایک
قرضخواہ اپنے پورے قرضہ کے حساب سے اُس قیمت مین شریک قرار دیا جائیگا اور باہم موافق حصہ رسد کے تقسیم
کرلینگے اور غلام کی بیع جائز ہوجاویگی اور ثمن مولے کو دیدیا جائیگا اور قرضخواہون کو پھر اُس غلام سے کچھ وصول
کرنے کی راہ نہوگی جبتک کہ آزاد نہوجاوے چنانچہ اگر غلام اُنکے قرضہ مین فروخت کیا جاتا تو بھی یہی حکم تھا اور اگر اُنھون
نے بیع کی اجازت دیدی تو ثمن اُنکا ہوجائیگا اور بائع قیمت سے بری ہوجائیگا پھر اگر قرضخواہون کو وصول ہونے

سے پہلے بائع کے پاس تلف ہوگیا تو قرضخواہون کا مال گیا اور بائع ضمان قیمت سے بری رہا پھر جب غلام آزاد ہو جاویگا تو ہر قرضخواہ اپنے تمام قرضہ کے واسطے اسکا دامنگیر ہو سکتا ہی اور اگر بائع کے پاس ثمن تلف ہو جانے کے بعد قرضخواہون نے بیع کی اجازت دیدی تو اجازت صحیح ہی اور یہ قرضخواہون کا مال گیا ایسا ہی ظاہر الروایہ مین مذکور ہی اور اگر بعضے قرضخواہان نے ضمان قیمت لینا اختیار کیا اور بعضون نے ثمن لینا پسند کیا تو انکو یہ اختیار حاصل ہی اور ایسا کرنے کا فائدہ یہ ہی کہ مثلاً قیمت اسکی بہ نسبت ثمن کے زیادہ ہو پس جنھون نے قیمت لینی اختیار کی ہی انکو باعتبار قیمت کے انکا حصہ ملیگا اور جنھون نے ثمن اختیار کیا ہی انکو ثمن کے حساب سے حصہ ملیگا چنانچہ اگر چار قرضخواہ ہون اور ایک نے ضمان قیمت پسند کی تو اسکو چوتھائی قیمت ملیگی اور باقیون کو جنھون نے ثمن لینا پسند کیا ہی انکو ثمن چوتھائی کی شرح ملیگا اور باقی چوتھائی ثمن مولے کو ملیگا اور پوری غلام کی بیع نافذ ہو جاویگی اور یہ حکم بخلاف ایسی صورت کے ہی کہ بائع و مشتری بیع غلام کے جو مشتری کے قبضہ مین ہی حاضر ہون اور اگر بعضے قرضخواہون نے بیع کی اجازت دی اور بعضون نے باطل کیا تو باطل کرنے کا حکم مقدم رکھا جائیگا اور غلام مین سے کسی حصہ کی بیع جائز نہوگی کذا فی المحیط - اور اگر قرضخواہون نے بائع و مشتری پر قابو پایا اور غلام مرگیا تو انکو اختیار ہی کہ بائع و مشتری مین سے جس شخص سے چاہین غلام کی قیمت تاوان لیوین پس اگر مشتری سے قیمت تاوان لی تو مشتری اپنا ثمن بائع سے واپس لیگا اور اگر بائع یعنی مولی سے ضمان لی تو بائع و مشتری کے درمیان بیع جائز ہو جائیگی اور واضح ہو کہ دونون مین سے جس شخص سے قرضخواہون نے تاوان لینا اختیار کیا اسکے بعد دوسرا ضمان سے ہمیشہ کے واسطے بری ہو جائیگا یعنے پھر کبھی دوسرا ضامن نہین قرار دیا جا سکتا ہی کذا فی المغنی - اور اگر قرضخواہون نے بائع یا مشتری سے تاوان قیمت لے لیا پھر غلام ظاہر ہوا اور قرضخواہون نے پایا کہ جس سے قیمت لی اسکو واپس دیکر غلام کو لے لیوین تو دیکھا جائیگا کہ اگر قرضخواہون نے اپنے زعم کے موافق تاوان لیا ہی یعنے دعوی کیا کہ غلام کی قیمت اسقدر ہی اور جسکو ضامن ٹھہرایا ہی اسنے انکار کیا پس قرضخواہون نے گواہ پیش کرکے اپنا دعوی ثابت کیا یا مدعا علیہ سے قسم لیکر اسکی نکول پر وہی قیمت لی جو دعوی کیا ہی تو ایسی صورت مین غلام کو نہین لے سکتے ہین اور اگر ضامن کے زعم کے موافق قیمت پائی ہی مثلاً ضامن نے کہا کہ یہ قیمت نہین ہی جو قرضخواہ دعوی کرتے ہین بلکہ قیمت اسکی اسقدر ہی اور قسم کھالی اور قرضخواہون کے پاس انکے دعوی کے گواہ نہین ہین پس انکو زعم ضامن کے موافق ملے تو اس صورت مین غلام کو لے سکتے ہین پھر واضح ہو کہ اگر قرضخواہون نے مولی سے قیمت لینا پسند کرکے اس سے قیمت وصول کرلی پھر غلام ظاہر ہوا اور مشتری نے اسمین عیب پاکر بحکم قاضی بائع مولی کو واپس کیا تو مولی اس عیب کی وجہ سے قرضخواہون کو یہ غلام واپس کرسکتا ہی یا نہین تو اسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ مولا بائع وقت بیع کے اس عیب سے آگاہ ہوا اور اس صورت مین اگر وہ عیب ایسا ہو کہ اسکے مثل پیدا نہین ہوسکتا ہی اور یہ ہوا ہی کہ بائع کو یہ گواہی گواہان یا بہ نکول بائع یا باقرار بائع واپس کیا گیا تو قرضخواہون کو واپس کرسکتا ہی اور اگر ایسا عیب ہو کہ اسکے مثل حادث ہوسکتا ہی اور یہ ہوا کہ بائع کو بہ گواہی گواہان یا بہ نکول بائع واپس کیا گیا تو قرضخواہون کو واپس دے سکتا ہی اور اگر بائع کے اقرار عیب کی وجہ سے واپس کیا گیا ہو تو قرضخواہون کو واپس نہین دے سکتا ہی لیکن اگر اس امر کے گواہ پیش کردیے کہ مشتری کے خرید نے سے

پہلے یہ عیب اس غلام مین موجود تھا یا اس امر پر قرضخواہون سے قسم طلب کرے اور وہ نکول کرین تو واپس دے سکتا ہے
اور دوسری وجہ یہ ہے کہ بائع کو مشتری کے ہاتھ فروخت کرنے کے وقت اس عیب سے آگاہی ہو اور اس وجہ مین دو صورتین
ہین کہ اگر قاضی نے اُسپر عیب دار غلام کی قیمت کی ڈگری کی ہو تو اُسکو اختیار نہ ہوگا کہ قرضخواہون کو غلام واپس کرے
اور اگر قاضی نے اُسپر بے عیب صحیح سالم غلام کی قیمت کی ڈگری کی ہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ قرضخواہون کو غلام واپس
کرے بشرطیکہ عیب ایسا ہو کہ اُسکے مثل حادث نہ ہو سکتا ہو یا حادث ہو سکتا ہو مگر بگواہی گواہان یا بہ نکول قسم قاضی
نے اُسکو واپس دیا ہو – اور اس مسئلہ کے یہ معنی ہین کہ قرضخواہون نے جب مولے سے قیمت لینے کا قصد کیا تب
مولی نے کہا کہ جسوقت مین نے مشتری کے ہاتھ یہ غلام فروخت کیا ہے تب اُس مین عیب موجود تھا اور قرضخواہون
نے اُسکے قول کی تصدیق کرکے اُس سے عیب دار غلام کی قیمت کی ضمان لی یا اُسکی تکذیب کرکے کہا کہ نہین بلکہ جسوقت
تو نے مشتری کے ہاتھ فروخت کیا تھا اُسوقت صحیح سالم تھا اور یہ عیب فقط مشتری کے پاس پیدا ہوا ہے اور ہمکو تجھ سے
صحیح سالم غلام کی قیمت کی ضمان لینے کا اختیار ہے اور اُس سے صحیح سالم غلام کی قیمت تاوان لی پس اُسکا حکم وہی ہے
جو ہمنے بیان کیا ہے – اور اگر قرضخواہون نے مولی سے قیمت حاصل کر لی پھر وہ غلام مشتری کے پاس ظاہر ہوا اور مشتری
اُسکے عیب قدیم سے واقف ہوا اور ہنوز اُسنے واپس نہ کیا تھا کہ اسمین دوسرا عیب مشتری کے پاس پیدا ہو گیا تو
مشتری اُسکو مولے کو واپس نہین دے سکتا ہے لیکن نقصان عیب قدیم واپس لے سکتا ہے اور اگر اُسنے نقصان
عیب مولی سے واپس لیا تو مولے کو اختیار نہ ہوگا کہ قرضخواہون سے بقدر نقصان عیب کے واپس لیوے
اور یہ مسئلہ اس کتاب مین بلا ذکر خلاف مذکور ہے اور ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ فقط امام اعظم رح کا قول ہے
اور امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک بقدر نقصان عیب کے قرضخواہون سے واپس لے سکتا ہے اور اس
کتاب کے بعضے نسخون مین یہ اختلاف صریح مذکور ہے یہ محیط مین ہے – اور اگر مولی نے ماذون کا کوئی غلام رقیق آزاد
کیا حالانکہ ماذون پر قرضہ ہے پس آیا یہ عتق نافذ ہوگا یا نہین تو اُسکی دو صورتین ہین یا تو ماذون پر قرضہ مستغرق ہوگا یا
غیر مستغرق ہوگا پس اگر غیر مستغرق ہو یعنی اُسکے تمام مال و جان کو محیط نہ ہو تو امام اعظم رح پہلے فرماتے تھے کہ عتق
نافذ نہ ہوگا پھر رجوع کیا اور فرمایا کہ نافذ ہوگا اور اگر قرضہ مستغرق ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک عتق مولی نافذ نہ ہوگا
اس صورت مین انکا ایک ہی قول ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ ہر حال مین اُسکا عتق نافذ ہوگا – اور یہ اختلاف جو امام اعظم
و صاحبین کے درمیان ہے یہ ایک دوسرے مسئلہ پر متفرع ہے اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ غلام پر قرضہ ہونا آیا غلام کی کمائی
مین مولے کی ملکیت واقع ہونے کا مانع ہے یا نہین سو امام اعظم رح کے نزدیک اگر قرضہ مستغرق ہو تو مانع ہے اور انکا
اس صورت مین یہی ایک قول ہے اور اگر غیر مستغرق ہو تو امام اعظم رح سے دو قول مروی ہین پہلا قول یہ ہے کہ مانع ہے
اور دوسرا یہ قول ہے کہ مانع نہین ہے اور صاحبین کے نزدیک مانع نہین ہے اگرچہ قرضہ مستغرق ہو لیکن مولے اسکی کمائی
مین تصرف کرنے سے منع کیا جائیگا – جب یہ ذہن نشین ہو گیا تو ہم کہتے ہین کہ اگر مولی نے غلام کی کمائی کا غلام
آزاد کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک ضامن نہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا خواہ تنگدست ہو یا خوشحال
ہو لیکن اگر مولے تنگدست ہو تو قرضخواہ کو غلام آزاد شدہ کا قیمت کے واسطے دامنگیر ہونے کا اختیار ہے پھر غلام
آزاد شدہ یہ قیمت اپنے آزاد کنندہ یعنی مولے سے واپس لے سکتا ہے بخلاف اسکے اگر ماذون نے خود آزاد

کیا اور ماذون کی تنگدستی مین آزاد شدہ نے قرضخواہون کے واسطے اپنی قیمت سعایت کرکے ادا کی تو یہ قیمت مولے سے واپس نہین لے سکتا ہی کذا فی المغنی - اور اگر مولی نے اپنے ماذون مدیون غلامون کو آزاد کیا تو امام اعظم کے نزدیک آزاد نہ ہونگے اور اس سے یہ مراد ہی کہ قرضخواہون کے حق مین آزاد نہ ہونگے اور انکو اختیار ہوگا کہ ان غلامون کو فروخت کراکے انکے ثمن سے اپنا قرضہ وصول کرین مگر مولی کے حق مین وہ لوگ بالاجماع آزاد ہو جاوینگے حتی کہ اگر قرضخواہون نے انکو اپنے قرضہ سے بری کیا یا مولی کے ہاتھ انکو فروخت کیا یا مولے نے انکا قرضہ ادا کر دیا تو وہ آزاد ہونگے اور صاحبین کے نزدیک مولے کا عتق نافذ ہوگا اور قرضخواہون کے واسطے مولے انکی قیمت کا ضامن ہوگا بشرطیکہ خوشحال ہو اور اگر تنگدست ہو تو یہ لوگ اپنی اپنی قیمت سعی کرکے قرضخواہون کو ادا کرینگے پھر مولے سے واپس لینگے یہ ینابیع مین ہی - اور اگر ماذون پر بہت قرضہ ہو گیا اور مولے نے اسکو آزاد کرکے جو کچھ اسکے پاس تھا وہ سب مال لیکر تلف کر دیا پھر قرضخواہون نے غلام کا دامنگیر ہونا پسند کرکے اس سے قرضہ وصول کر لیا تو غلام اس مال کی قیمت مین سے جو اس سے مولے نے لے لیا ہی بقدر اس قرضہ کے واپس لیگا اور اگر وہ مال بعینہ قائم ہو تو غلام دامنگیر ہو کر اسمین سے بقدر قرضہ کے جو اسنے ادا کیا ہی لے لیگا اور جسقدر بچ رہا وہ سب مولے کا ہوگا اور اسی طرح اگر قرضخواہون نے ماذون کو قرضہ معاف کر دیا اور ماذون کو کچھ ادا نہ کرنا پڑا تو یہ بھی سب مال مولے کا ہی غلام اسمین سے مولے سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہی - اسی طرح اگر ماذونہ باندی ہو اور اسکو آزاد کرکے اسکا مال اور فرزند اور ہاتھ کٹنے کا جرمانہ یعنی دیت مولی نے لے لی اور حال یہ ہی کہ قبل ولادت وجنایت کے اسپر قرضہ چڑھ گیا تھا پھر قرضخواہ لوگ حاضر ہوئے تو مولے اس امر پر مجبور کیا جائیگا کہ اسکا مال اسکو دیدے تاکہ اپنا قرضہ ادا کرے اور فرزند وجرمانہ واپس دینے پر مجبور نہ کیا جائیگا اگر اسکو آزاد نہین کیا ہی مگر باندی فروخت کیجاویگی اور اسکے ثمن اور ہاتھ کی دیت مین سے قرضہ ادا کیا جائیگا اور اگر مولے نے اسکو آزاد کیا ہو تو قرضخواہون کو اختیار ہوگا کہ مولی سے اسکی قیمت تاوان لیوین پھر اسکا بچہ بھی انکے قرضہ مین فروخت ہو سکتا ہی اور مولی سے جرمانہ یعنی دیت بھی وصول کر سکتے ہین پھر بھی اگر کچھ قرضہ باقی رہا تو ما بقی کے واسطے باندی آزاد شدہ کے دامنگیر ہونگے اور انکو یہ بھی اختیار ہی کہ مولے کو چھوڑ کر تمام قرضہ کے واسطے باندی کے دامنگیر ہون پس اگر انھون نے باندی سے دامنگیر ہو کر تمام قرضہ وصول کر لیا تو اس باندی کا بچہ اور ہاتھ کی دیت سب مولے کو سپرد رہیگی اور اسی کی ہو گی اور باندی کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ بچہ اور دیت مولی سے واپس لیوے جیسے کہ اسکو اپنی ذات کی قیمت واپس لینے کا اختیار نہ تھا مگر یہ اختیار ہوگا کہ مولی نے جو کچھ مال اس سے لے لیا ہی وہ واپس لیوے - اسی طرح اگر مولے نے وہ باندی قرضخواہون کے واسطے انکے قرضہ مین فروخت کر دی اور ثمن وصول کر لیا پھر مشتری نے وہ باندی آزاد کر دی تو قرضخواہون کو اختیار ہی چاہین ثمن لیکر باقی قرضہ کے واسطے باندی کے دامنگیر ہون یا تمام قرضہ کے واسطے باندی کے دامنگیر ہون پس اگر انھون نے اپنا تمام قرضہ باندی سے وصول کر لیا تو مولے کو اسکا ثمن جو اسنے وصول کر لیا ہی دیدیا جائیگا - اسی طرح اگر قرضخواہون کی اجازت سے مولی نے وہ باندی مکاتبہ کر دی تو بھی قرضخواہون کو اختیار ہی کہ جو کچھ مولی نے مال کتابت وصول کیا ہی سب لے لیوین اور جبتک وہ باندی مکاتبہ ہی تب تک انکو اپنے کچھ قرضہ کے واسطے رجوع کا اختیار نہین ہی پھر اگر مولی نے تمام مال کتابت وصول

پایا اور وہ باندی آزاد ہو گئی تو قرضخواہون کو اختیار ہے چاہین مولی سے تمام مال کتابت وصول کر کے مابقی قرضہ کے واسطے باندی کا پلو پکڑین یا باندی سے تمام قرضہ وصول کرین اور اگر انھون نے باندی سے تمام قرضہ وصول کیا تو مال کتابت جو مولے نے وصول کیا ہے سب مولے کو دیدیا جائیگا یہ مبسوط مین ہے۔ جامع الفتاوی مین لکھا ہے کہ ماذون پر چار ہزار درم قرض ہین اور اسکے پاس اسقدر اسباب موجود ہے جسکی قیمت تین ہزار درم ہین پھر مولی نے اسکا یہ مال تلف کر دیا اور غلام کو آزاد کر دیا تو قرضخواہون کو اختیار ہوگا چاہین آزاد شدہ سے اپنا قرضہ وصول کرین اور وہ اپنے مولی سے تین ہزار درم یعنے اسباب کی قیمت واپس لیگا یا مولی سے چار ہزار درم ضمان لین اور مولی اس آزاد شدہ سے کچھ نہین لے سکتا ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر مولے و قرضخواہون مین اختلاف ہوا کہ قرضخواہون نے مولی سے کہا کہ تو نے غلام کو آزاد کر دیا اور ہمارا تجھپر قیمت لینے کا استحقاق ہے اور مولی نے کہا کہ مین نے آزاد نہین کیا ہے تو مولے کا قول قبول ہوگا اور وہ غلام قرضخواہون کے واسطے فروخت کیا جائیگا اور قرضخواہون کا اقرار باعتاق غلام اس غلام کی بریت کو متضمن نہین ہے اور جب بریت نہ ہوئی اور انکا قرضہ انکے اقرار اعتاق کے بعد غلام پر رہا تو غلام انکے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا اور انکے قول کی طرف التفات نہ ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ غلام ماذون مدیون کو اگر اسکے مولی نے بلا اجازت قرضخواہان کے فروخت کیا اور مشتری نے قبل قبضہ کے اسکو آزاد کر دیا تو عتق موقوف رہیگا پھر اگر قرضخواہون نے بیع کی اجازت دیدی یا مولے نے انکا قرضہ ادا کر دیا یا انھون نے غلام کو قرضہ معاف کر دیا تو عتق مشتری نافذ ہوگا اور اگر قرضخواہون نے اجازت بیع سے یا مولے نے انکے قرضہ ادا کرنے سے انکار کیا تو عتق باطل ہوگا اور وہ غلام قرضخواہون کے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا اور اگر مشتری نے بعد قبضہ کے آزاد کیا تو عتق نافذ ہو جائیگا۔ اور جب بعد قبضہ کے مشتری کا آزاد کرنا نافذ ہوا تو اسکے بعد قرضخواہون کو اختیار ہوگا چاہین بیع کی اجازت دیکر ثمن لے لیوین یا بائع سے قیمت کی ضمان لین اور اگر قیمت غلام تاوان لی تو مولی کی بیع نافذ ہو جائیگی اور ثمن اسی کو ملیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مشتری نے اسکو آزاد نہ کیا بلکہ بیع یا ہبہ کر کے سپرد کیا پس اگر بیع اول بعض امور مذکورہ کے پائے جانے سے تمام ہو گئی یعنے قرضخواہون نے اجازت دیدی یا مولے نے قرضہ ادا کر دیا یا ثمن انکے قرضہ کے ادا کے واسطے کافی تھا وہ انھون نے لے لیا تو جو تصرف مشتری نے غلام مین کیا ہے وہ نافذ ہو جائیگا۔ اور اگر مولے نے اسکو فروخت نہ کیا بلکہ کسی شخص کو ہبہ کر کے سپرد کر دیا پھر قرضخواہون کو تاوان قیمت ادا کر دیا تو ہبہ نافذ ہوگا۔ پھر اگر مولی نے بحکم قاضی یا بلا حکم قاضی ہبہ سے رجوع کر لیا تو وہ غلام مولے کو دیا جائیگا اور موہوب لہ پر اسکی کچھ قیمت واجب نہ ہوگی اور نہ قرضخواہون کو غلام لینے کی کوئی راہ ہوگی۔ پھر اگر مولی نے اس غلام مین کوئی عیب پایا جس سے قیمت مین بہ نسبت اس قیمت کے جو اسنے ڈانڈ بھری ہے نقصان آتا ہے تو مولے کو اختیار ہوگا کہ قرضخواہون کو غلام دیکر اپنی قیمت واپس کر لے۔ اور اگر ہبہ سے رجوع کرنے کے بعد عیب پر واقف ہو نے سے پہلے مولی نے اسکو آزاد یا مدبر کر دیا یا اسمین کوئی عیب پیدا ہو گیا تو جسقدر غلام سالم کی قیمت اور عیبدار کی قیمت مین تفاوت ہے اسقدر نقصان واپس لے سکتا ہے مگر آزاد اور مدبر کرنے کی صورت کے سوا اور صورت مین قرضخواہون کو یہ بھی اختیار رہیگا کہ غلام کی قیمت مولے کو واپس کر کے غلام کو لیکر اپنے قرضہ مین فروخت کرین لیکن

اگر مولی یہ چاہے کہ قرضخواہون سے نقصان کا مطالبہ نہ کرے اور غلام کو یون ہی عیب دار لے لیوے تو کر سکتا ہے
اور اگر یہ صورت باندی مین جس سے شبہہ کے وجہ سے وطی کر لی گئی اور اُسکا عقر لازم آیا ہے واقع ہوئی ہو تو اس
زیادت متصلہ کے پیدا ہو جانے کی وجہ سے قرضخواہون کو اُسکے لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی - اور اگر مولے نے ماذون
کو فروخت کیا اور مشتری نے اسکو عیب دار کر دیا پھر قرضخواہون نے مولے سے قیمت ڈانڈ لی پھر مشتری نے
غلام مین ایسا عیب پایا جسکے مثل پیدا نہین ہو سکتا ہے اور اسمین دوسرا عیب پیدا ہو گیا اور مشتری نے بائع
سے قیمت نقصان عیب قدیم واپس لی تو بائع کو اختیار نہ ہوگا کہ قرضخواہون سے قیمت واپس لے مگر جو قیمت
ضمان مین دی ہے اُسمین سے بقدر حصہ عیب کے واپس لے سکتا ہے یہ مبسوط مین ہے - اگر غلام ماذون نے اپنے
مولی کے ہاتھ کوئی چیز اپنی کمائی کی چیزون مین سے بعوض مثل قیمت کے فروخت کر دی تو جائز ہے بشرطیکہ قرضدار
ہو اور اگر قرضدار نہ ہو تو جائز نہین ہے اور صورت جواز مین اگر ثمن وصول کرنے سے پہلے ماذون مدیون نے
مبیع اپنے مولے کے سپرد کر دی تو مولے کے ذمہ سے ثمن ساقط نہ ہوگا یہ وجیز میں ہے - اور اگر ماذون مدیون
نے کم قیمت پر اپنے مولے کے ہاتھ فروخت کی تو امام اعظم رح کے نزدیک نہین جائز ہے خواہ تھوڑا نقصان ہو یا
بہت ہو اور صاحبین کے نزدیک بیع جائز ہے خواہ نقصان قلیل ہو یا کثیر ہو مگر مولی کو یہ اختیار دیا جائیگا کہ یا تو اس
نقصان کو پورا کر دے یا بیع توڑ دے اور یہ جو ہمنے بیان کیا یہ بعضے مشائخ کا بیان ہے اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ
صحیح یہ ہے کہ امام اعظم کا قول صاحبین کے قول کے مثل ہے - اور اگر ماذون مدیون نے کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کی تو
امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہے خواہ مثل قیمت پر فروخت کی ہو یا بنقصان قلیل یا بنقصان کثیر فروخت کی ہو
اور اجنبی سے یہ نہ کہا جائیگا کہ ثمن کا نقصان اُسکی قیمت تک پورا کر دے - پس امام اعظم رح کے نزدیک اصل یہ ہے کہ
ماذون نے اگر اجنبی کے ساتھ معاملہ کیا تو نقصان قلیل و کثیر کا تحمل ہو سکتا ہے - اور امام ابو یوسف و امام محمد رح کے
نزدیک اگر اجنبی شخص کے ہاتھ برابر قیمت پر یا فقط اسقدر نقصان ہو کہ لوگ اُسکو اندازہ سے برداشت کر لیتے ہین
فروخت کیا تو جائز ہے اور ایسے نقصان کی صورت مین مشتری سے یہ نہ کہا جائیگا کہ ثمن کو پوری قیمت تک بڑھاوے
کذا فی المغنی - اگر غلام ماذون نے اپنے مقبوضہ مال تجارت سے مولے کے مرض الموت مین کوئی چیز خریدی
یا فروخت کی پھر مولی نے اس مرض مین انتقال کیا اور غلام نے اس خرید و فروخت مین محاباۃ کی تھی تو امام اعظم
رح کے نزدیک یہ بیع محاباۃ اگر ایسے نقصان کے ساتھ ہو کہ جسقدر لوگ اپنے اندازہ سے برداشت کر لیتے ہین
تو جائز ہے بشرطیکہ محاباۃ اسقدر نہ ہو کہ مولے کے تہائی مال سے تجاوز کر جاوے اور اگر مولے کے تہائی مال
سے تجاوز کیا تو مشتری کو خیار دیا جائیگا چاہے تہائی سے زائد جسقدر نقصان ہے وہ ادا کر دے یا بیع توڑ دے
اور رد کر دے بخلاف اسکے اگر مولے صحیح و تندرست ہو اور غلام ماذون نے محاباۃ کے ساتھ بیع کی اور ایسا نقصان
اُٹھایا کہ لوگ اپنے اندازہ مین برداشت کرتے ہین یا نہین کرتے ہین تو امام اعظم رح کے نزدیک ہر طرح بیع جائز ہے
خواہ محاباۃ کا نقصان تہائی مال مولے سے تجاوز کرے یا نہ کرے اور یہ سب امام اعظم رح کا قول ہے اور صاحبین
کے نزدیک اگر ماذون نے خرید و فروخت مین اسقدر محاباۃ کی کہ لوگ اندازہ مین ایسا خسارہ اٹھاتے ہین
تو جائز ہے اور مشتری کو بیع دیدی جاویگی بشرطیکہ مقدار نقصان مولے کے تہائی مال سے تجاوز نہ کرے اور اگر

تجاوز کرے تو مشتری مختار ہوگا چاہے پورا کر دے یا بیع توڑ دے جیسا کہ اگر مولی نے خود خرید و فروخت کی پھر اُس
مین ایسی محاباۃ کی ہوتی تو یہی حکم تھا۔ اور اگر ماذون نے اسقدر نقصان اُٹھایا اور محاباۃ کی کہ لوگ اپنے اندازہ میں اس کو
نہیں برداشت کرتے ہین تو صاحبین کے نزدیک بیع جائز نہو گی یہانتک کہ اگر مشتری نے کہا کہ مین مقدار
نقصان پورا کرتا ہون اور بیع نہ توڑونگا تو اُسکو یہ استحقاق نہین ہے یہ صاحبین کا قول ہے اور یہ سب جو ہم نے ذکر
کیا اُسوقت ہے کہ غلام پر قرضہ نہو اور اگر اُسپر اسقدر قرضہ ہو کہ اُسکے رقبہ اور مال مقبوضہ کو محیط ہو یا نہو اور اُسنے خرید
فروخت مین قلیل یا کثیر محاباۃ کی تو صاحبین کے نزدیک بالاتفاق وہی حکم ہے جو غلام کے مقروض نہونے کی صورت میں
ہم نے بیان کیا ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ماذون پر قرضہ نہو بلکہ مولے پر قرضہ ہو تو اسمین دو صورتین ہین ایک یہ کہ قرضہ
مولے کے تمام مال کو محیط ہو دوسری یہ کہ محیط نہو پس اگر مولے کے تمام مال کو محیط ہو اور ماذون نے خرید و فروخت
مین محاباۃ کی تو محاباۃ مشتری کو سپرد کیجاویگی خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو مگر قلیل محاباۃ کی صورت مین بالاجماع مشتری مختار
کیا جائیگا کہ چاہے اسقدر نقصان کو پورا کر دے یا بیع توڑ دے چنانچہ خود مولے کی خرید و فروخت مین یہی حکم ہے اور
اگر محاباۃ کثیر ہو تو مسئلہ مین اختلاف ہے کہ امام اعظم رح کے نزدیک مشتری کو اختیار دیا جائیگا اور صاحبین رح کے
نزدیک نہ دیا جائیگا بلکہ یعنی بیع باطل ہوگی۔ اور اگر قرضہ تمام مال مولے کو محیط نہ ہو تو ماذون کی بیع جائز ہوگی خواہ
محاباۃ قلیل ہو یا کثیر ہو اور بیع مشتری کے سپرد کیجائیگی بشرطیکہ بعد ادائے قرضہ کے باقی مال مولے کی تہائی سے
زائد محاباۃ نہو اور اگر بعد قرضہ کے تہائی مال مولے سے محاباۃ تجاوز کرے تو مشتری مختار کیا جائیگا اور ماذون
کی بیع مثل مولے کے خود بیع کرنے کے قرار دیجائیگی اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک
اگر محابات قلیل ہو تو خرید و فروخت جائز ہے اور محابات مشتری کے سپرد کیجائیگی بشرطیکہ بعد قرضہ کے باقی مال مولی
کی تہائی سے محابات تجاوز نہ کرے اور اگر تہائی سے تجاوز کرے تو محابات مشتری کے سپرد نہ کیجاویگی مگر مشتری کو اختیار دیا
جائیگا اور اگر محابات کثیر ہو تو صاحبین کے نزدیک مشتری کو اختیار نہ دیا جائیگا۔ اور اگر مولے پر اسقدر قرضہ ہو
کہ غلام کے رقبہ اور اُسکے پاس کے مقبوضہ مال کو محیط ہو اور غلام پر اسقدر قرضہ ہو کہ اُسکے رقبہ اور اُسکے
پاس کے مقبوضہ مال کو محیط ہو تو محابات مشتری کے سپرد نہ کیجائیگی خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو مگر قلیل محابات کی صورت
مین مشتری کو اختیار دیا جائیگا یہ بالاجماع ہے اور اگر کثیر ہو تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہے کہ مشتری مختار کیا جائیگا
اور صاحبین کے نزدیک مختار نہین کیا جائیگا۔ اور یہ سب جو ہمنے ذکر کیا ہے اُسوقت ہے کہ ماذون نے اجنبی کے واسطے
محابات کی ہو اور اگر مولے کے بعض وارثون کے ساتھ معاملہ مین ایسی محابات کی ہو اور مولے اسی مرض مین مرگیا
تو امام اعظم رح کے نزدیک بیع باطل ہوگی اور وارث کو اختیار نہ دیا جائیگا اور صاحبین کے نزدیک بیع جائز ہوگی
اور وارث کو اختیار دیا جائیگا کہ چاہے بیع توڑ دے یا پوری قیمت تک ثمن پورا کر دے اور محابات مین سے
کچھ بھی وارث کو سپرد نہ کیا جائیگا اگرچہ مولے کے تہائی مال مین سے برآمد ہوتی ہو لیکن اگر باقی وارث لوگ اجازت
دیدین تو ہو سکتا ہے اور یہی حکم ہوگا خواہ مولے پر قرضہ ہو یا نہو یا غلام پر قرضہ ہو یا نہو یہ مغنی مین لکھا ہے۔ اور اگر مولی
نے ماذون کے ہاتھ کوئی چیز اُسکے مثل قیمت پر فروخت کی یا مثل سے کم پر فروخت کی تو جائز ہے پھر اگر ثمن وصول
کرنے سے پہلے بیع اُسکے سپرد کر دی تو ثمن باطل ہو جاویگا اور جب ثمن باطل ہوا تو ایسا ہو گیا کہ گویا اُسنے

بغیر ثمن فروخت کر دی پس بیع جائز نہ ہوگی اور بطلان ثمن سے یہ مراد ہے کہ تسلیم ثمن و اسکا مطالبہ باطل ہوگا اور مولی کو اختیار ہے کہ بیع کو واپس کر لے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ اور اگر مولے نے مبیع کو استیفائے ثمن کے واسطے روک لیا تو جائز ہے جیسے اپنے مکاتب کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے کذا فی الکافی۔ اور اگر ثمن میں کوئی اسباب ٹھہرا ہو تو مولی کو اختیار ہوگا کہ جو اسباب غلام سے خریدا ہے اُسکا مطالبہ کرے یہ مغنی میں ہے اور اگر مولے نے اپنی متاع اپنے ماذون کے ہاتھ فروخت کی اور اُسکی قیمت سے زیادہ داموں پر خواہ زیادتی قلیل ہو یا کثیر ہو فروخت کی تو زیادتی مولے کے سپرد نہ کیجاویگی اور مولے کو اختیار ہوگا کہ چاہے بیع توڑ دے یا قیمت میں سے زیادتی کو کم کر دے یہ کافی میں ہے اگر ایک غلام ماذون قرضدار ہو اور اُسکے ہاتھ اُسکے مولی نے اپنے مقبوضہ مال سے ایک کپڑا فروخت کیا تو اس کپڑے میں مولے کا غلام پر ثمن بعوض قرضہ کے رہیگا کہ کپڑا فروخت ہو کر اُسکے ثمن میں سے مولی اپنا قرضہ وصول کر لیگا پھر باقی قرضخواہوں کا حصہ ہوگا اور اگر اُسمیں نقصان رہا تو بقدر نقصان کے قرضہ باطل ہو جائیگا یہ تاتارخانیہ میں ابانہ سے منقول ہے۔ اور اگر ماذون پر دو شریکوں کا قرضہ ہو بعض قرضہ فی الحال واجب الادا ہو اور بعض میعادی ہو اور مولے نے وہ غلام ایک شریک کو ہبہ کر کے سپرد کر دیا تو دوسرے شریک کو ہبہ توڑ دینے کا اختیار ہے اور اگر اُسنے توڑ دیا تو غلام فروخت کیا جائیگا اور اُسکے ثمن سے یہ شریک جسنے ہبہ توڑا ہے اپنا قرضہ سب وصول کر لیگا اور جو باقی رہا وہ مولے کا ہوگا اور موہوب لہ کا شریک یا مولے و غلام پر کچھ حق نہ ہوگا۔ اور اگر مولے نے وہ غلام ایک شریک کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا حالانکہ قیمت اُسکی دو ہزار درم تھی اور دوسرے شریک نے بیع توڑ دی خواہ قبضہ سے پہلے یا بعد تو وہ غلام دونوں کے واسطے فروخت کیا جائیگا اور دونوں اُسکے ثمن کو باہم تقسیم کر لینگے اور مشتری کا کچھ قرضہ باطل نہ ہوگا۔ اور اگر ماذون پر میعادی قرضہ ہو اور مولے نے ماذون کو قرضخواہ کے ہاتھ کمی قیمت یا زیادتی پر فروخت کیا تو ثمن کا مولے مستحق ہے یہانتک کہ ادا کے قرض کی میعاد آجاوے تب وہ ثمن مولے اُسکے قرضخواہ کے سپرد کریگا اور اگر مولے کے پاس وہ ثمن تلف ہو گیا تو قرضخواہ کو مولے سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے۔ اور اگر اس غلام ماذون پر کسی دوسرے کا بھی قرضہ مثل قرضہ مشتری کے ہو اور اُسکی میعاد آگئی تو اُسکے واسطے مولے نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور اُسکے سپرد کریگا اور وہ قیمت اُسی کی ہوگی اُسمیں مشتری ساجھی نہیں ہو سکتا ہے خواہ مشتری قرضہ میں شریک ہو یا نہ ہو اور اگر اس قیمت میں جو اُسنے وصول کی ہے شریک ساجھی ہو گیا تو اُسکے سپرد نہ کیجائیگی بلکہ مولی اُس سے لے لیگا پھر دوسرا شریک جسنے نہیں خریدا ہے اگر چاہے مولے سے لے لیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور مولی کو ماذون مقروض کے فروخت کا اختیار نہیں ہے لیکن اگر قرضخواہ اُسکو فروخت کی اجازت دیں یا مولی اُنکا قرضہ ادا کر دے یا قاضی خود اُسکی بیع کا حکم کرے تو بیع جائز ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر ماذون پر میعادی قرضہ ہو اور مولی نے اُسکو میعاد سے پہلے فروخت کیا تو بیع جائز ہے کیونکہ قرضہ میعادی مولی کو بیچنے سے مانع نہیں ہوتا ہے پھر جب میعاد آجاوے تو قرضخواہ کو بیع توڑنے کا اختیار نہ ہوگا ولیکن مولی سے قیمت کی ضمان لے سکتا ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر مولے نے غلام ماذون کو جسپر بہت قرضے ہیں آزاد کیا تو اعتاق جائز ہے اور قرضخواہوں کو مولی اُسکی قیمت ڈانڈ دیگا پس اگر قیمت اور قرض برابر ہیں تو ادا ہو گیا اور اگر قیمت کم ہو تو باقی قرض کے واسطے ماذون بعد آزادی کے ماخوذ ہوگا یعنی قرضخواہ

ف [illegible]

اُس سے طلب کرینگے اور اگر قیمت سے قرضہ کم ہو تو فقط بقدر قرضہ کے مولے ضامن ہوگا یہ کافی مین ہے۔ اور اگر ماذون
پر قرضہ نہ ہو بلکہ اُسنے آزاد یا غلام کو خطا سے قتل کیا ہو اور مولی نے اُسکو آزاد کردیا پس اگر مولے کو اس جنایت
کا حال معلوم تھا تو اس فعل سے اُسنے یہ اختیار کیا کہ مین فدیہ دونگا پس اگر مقتول کوئی آزاد ہو تو اُسکی دیت ادا کریگا
اور اگر مملوک ہو تو اُسکی قیمت ادا کریگا لیکن اگر قیمت دس ہزار درم سے زائد ہو تو اُسمین سے دس درم کم کردیے
جاوینگے اور اگر اُسکو اس جنایت کا حال معلوم نہ تھا تو اس غلام کی قیمت تاوان دیگا لیکن اگر قیمت دس ہزار درم تک
پہونچ جاوے تو اُسمین سے دس درم کم کردیے جاوینگے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر اُسپر قرضہ محیط ہو اور جنایات بھی
محیط ہون یعنی اُسکے رقبہ کو محیط ہون اور مولے نے اُسکو آزاد کردیا حالانکہ وہ جانتا تھا تو قرضخواہون کو اُسکی پوری
قیمت ڈانڈ دیگا اور والیان جنایت کو بھی پوری قیمت ڈانڈ دیگا لیکن اگر دس ہزار درم سے زائد ہو تو دس درم کم
کیے جاوینگے یہ تہذیب مین ہے۔ اور اگر مولے نے مدبر یا ام ولد کو تجارت کی اجازت دیدی اور دونون مین سے ہر ایک
پر قرضہ چڑھ گیا پھر مولے نے اسکو آزاد کردیا تو مولے پر ضمان دین یا مدبر وام ولد کی ضمان قیمت لازم نہ آوگی کذا
فی الکافی۔ اور اگر ماذون پر اسقدر قرضہ ہو کہ اُسکے رقبہ و مال مقبوضہ کو محیط ہو اور اس حالت مین مولے نے اُسکی
مقبوضہ باندی آزاد کردی پھر قرضخواہون کو قرضہ ادا کردیا یا قرضخواہون نے ماذون کو قرضہ سے بری کردیا یا بعض
قرضخواہون نے معاف کیا یہانتک کہ ایسا ہوگیا کہ اُسکی قیمت سے باقی قرضہ ادا ہوسکتا ہے اور جو اُسکے پاس مال
ہے وہ قرضہ سے بڑھتی رہا تو مولے کا باندی آزاد کرنا جائز ہے۔ اور اگر مولے نے ماذون کی باندی آزاد کردی
حالانکہ قبل عتق سے ماذون پر قرضہ محیط ہے پھر مولے نے اسکے بعد اس باندی سے وطی کی اور اُس سے
ایک بچہ پیدا ہوا اور مولے نے اُسکے نسب کا دعوے کیا تو اُسکی دعوت جائز ہے اور مولے اُسکی قیمت کا
ضامن ہوگا کہ قرضخواہون کو تاوان ادا کریگا پھر باندی آزاد ہوجائیگی کیونکہ قرضخواہون کا حق اس سے ساقط ہوگیا
اور وہ ام ولد ہوئی اور مولے پر واجب ہوگا کہ باندی کو اُسکا عقر ادا کرے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر مولے
نے اپنے ماذون مدیون کو مدبر کیا تو تدبیر جائز ہے اور قرضخواہون کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اُسکی تدبیر کو توڑدین اور
جب تدبیر نہین توڑ سکتے ہین تو اُنکو خیار ہوگا کہ چاہین مولے سے قیمت غلام تاوان لین یا غلام سے اپنے قرضہ
کے واسطے سعایت کرادین اور ان دونون باتون مین سے جس بات کو اختیار کرلیا پھر دوسری بات کا اُنکو استحقاق
نہ رہیگا باطل ہوجائیگا۔ پس اگر مولے سے قیمت کی ضمان حاصل کی تو جبتک غلام آزاد نہ ہو تب تک غلام سے
مطالبہ وغیرہ کی کوئی راہ اُنکو حاصل نہ ہوگی اور وہ غلام بحالہ ماذون باقی رہیگا اور اگر غلام سے سعی کرانا اختیار کیا
تو اُسکی سعایت سے تمام و کمال اپنا قرضہ وصول کرلینگے پھر غلام بحالہ ماذون باقی رہیگا۔ پھر جب ماذون رہا اور
اُسنے اسکے بعد خرید و فروخت کی اور اُسپر بہت قرضہ چڑھ گیا تو ان قرضخواہون کو بھی اختیار ہوگا کہ غلام کو ماخوذ
کرکے اس سے اپنے قرضے کے واسطے سعی کرادین مگر ان لوگون کو مولے سے مواخذہ و مطالبہ قیمت کا کچھ
اختیار نہ ہوگا ہان غلام سے سعایت کرا سکتے ہین بخلاف پہلے قرضخواہون کے جنکا قرضہ مدبر کرنے سے پہلے غلام
پر عائد ہوچکا ہے کہ اُنکے واسطے مولے اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا۔ پس اگر دوسرے قرضخواہون نے غلام سے
سعایت کرائی اور مال سعایت سے اپنا قرضہ وصول کیا تو پہلے قرضخواہون کو جنھون نے مولے سے مدبر کی

[illegible]

قیمت ضمان مین وصول کر لی ہو اس سعایت مین سے تھوڑا یا بہت کچھ استحقاق نہ ہوگا اور جو کچھ مال سعایت باقی رہیگا وہ ہو سے کو ملیگا پہلے قرضخواہون کو جنھون نے قیمت تاوان لی ہو تھوڑا یا بہت کچھ نہ ملیگا۔ اور اگر وہ مدبر قتل کیا گیا یہان تک کہ اُسکی قیمت قاتل کے ذمہ واجب ہوئی تو اس قیمت مین سے پہلے قرضخواہون کو جنھون نے مولی سے ضمان قیمت حاصل کر لی ہو کچھ نہ ملیگا بلکہ دوسرے قرضخواہ اس قیمت مین سے اپنا قرضہ وصول کرینگے یہ مغنی مین ہے۔ اور اگر غلام ماذون پر تین ہزار درم تین شخصون کے قرض ہون اور ماذون کی قیمت ایک ہزار درم ہو پھر مولے نے اُسکو مدبر کر دیا پس بعض قرضخواہون نے مولے سے قیمت لینا اختیار کیا اور بعض نے غلام سے سعایت کرانا پسند کیا تو اُنکو ایسا اختیار ہوگا پس اگر دو قرضخواہون نے ضمان قیمت اختیار کی تو مولی سے دو تہائی قیمت لے سکتے ہین اور ایک تہائی قیمت مولی کو مسلم رہیگی پھر جسنے سعایت غلام پسند کی ہو اگر دوسرے دونون قرضخواہون کی قیمت وصول کرنے سے پہلے اُسنے اپنا حصہ سعایت غلام سے لے لیا تو اُسکے مقبوضہ مین دونون کو مشارکت کا اختیار نہ ہوگا اور اگر سعایت سے وصول کرنا اختیار کرنے والے نے مولی سے اپنا حصہ ضمان لینا چاہا یا دوسرے دونون قرضخواہون کی مقبوضہ قیمت مین شرکت چاہی تو اسکو بھی ایسا اختیار نہ ہوگا اور اسی طرح باقی دونون قرضخواہون کو بھی بعد ضمان قیمت اختیار کرنے کے ایسا اختیار نہ ہوگا یعنے سعایت سے وصول کرنا اختیار کرنے والے سے مشارکت یا سعایت غلام سے وصول کرنا اختیار نہین کر سکتے ہین اور اگر دونون نے مولی سے ضمان قیمت لینا اختیار کرنے کے بعد یہ چاہا کہ مدبر کو اپنے قرضہ مین فروخت کرین تو ایسا نہین کر سکتے ہین اگرچہ مولی اُنکو یہ استحقاق دیدے۔ پھر اسکے بعد اگر مدبر نے خرید فروخت کی اور اُسپر کئی شخصون کا قرضہ چڑھ گیا تو مدبر کی سب کمائی پہلے قرضخواہ کے جسنے سعایت سے وصول کرنا اختیار کیا ہو اور پچھلے قرضخواہون کے درمیان مشترک ہوگی اور ان سب قرضخواہون مین سے کسی کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اور دون کے سوا اسے خود کچھ وصول کرے اور اگر پہلے قرضخواہ نے جسنے سعایت سے وصول کرنا اختیار کیا ہو مدبر کی کمائی مین سے پچھلے قرضخواہون کے قرضہ چڑھنے سے پہلے کچھ لے لیا تو یہ اُسی کو دیا جائیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر قرضخواہ اُس سے واقف ہوئے کہ مولی نے اپنے ماذون مقروض کو مکاتب کر دیا ہو یہان تک کہ مکاتب نے سب بدل کتابت ادا کر دیا اور آزاد ہوگیا تو مولے پر اُسکی قیمت واجب ہوگی جیسے کہ فی الحال آزاد کرنے مین واجب ہوتی تھی پھر اسکے بعد قرضخواہون کو یہ اختیار رہیگا کہ چاہین مولے سے غلام کی قیمت تاوان لین اور جو کچھ اُسنے مکاتب سے لیا ہو وہ لیکر اپنے درمیان حصہ رسد تقسیم کر لینگے اور اگر کچھ قرضہ باقی رہا تو فی الحال مکاتب آزاد شدہ سے باقی قرضہ کے واسطے مطالبہ کرینگے یا اگر چاہین تو اپنے پورے قرضہ کیواسطے غلام سے مواخذہ کرین۔ پس اگر اُنھون نے غلام سے مواخذہ کرکے اپنا تمام قرضہ وصول کیا تو مولی کو غلام کی قیمت اور مال کتابت بھی سپرد رہیگا اور غلام کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اُسمین سے تھوڑا یا بہت اپنے مولے سے واپس لے یہ مغنی مین ہے۔ اور اگر غلام نے کچھ مال کتابت ادا کیا اور کچھ باقی رہا کہ اتنے مین قرضخواہ آگر موجود ہوئے یعنے اُنکو آگاہی ہوئی تو اُنکو اختیار ہوگا کہ چاہین کتابت کو باطل کرین اور وہ غلام اُنکے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا اور اگر اُنھون نے کتابت باطل نہ کی بلکہ اجازت دیدی تو کتابت جائز ہے اور جو کچھ مال مولے نے اجازت کتابت سے پہلے وصول کیا ہو اور جو کچھ باقی رہا سب قرضخواہون مین حصہ رسد تقسیم ہوگا۔ اور اگر وہ مال کتابت جو مولی نے

قبل اجازت کے وصول کیا ہی اُسکے پاس تلف ہو گیا پھر قرضخواہوں نے اجازت دیدی تو کتابت جائز ہی اور مولی اُس مال مقبوضہ کتابت کا ضامن نہ ہوگا۔ اور اگر بعض نے کتابت کی اجازت دی اور بعض نے اجازت نہ دی تو جبتک سب قرضخواہ اجازت نہ دین تبتک کتابت جائز نہ ہوگی۔ اور اگر اُنھون نے کتابت توڑ دینے کا قصد کیا اور ابتک نہین ہوسکے نے اُنکا قرضہ یا خود غلام نے ادا کر دیا تو پھر اسکے بعد اُنکو کتابت باطل کرنے کا اختیار نہ ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ماذون کا قرضہ میعادی ہو تو مولی کو اُس سے خدمت لینے کا اختیار ہی اور اگر فی الحال واجب الادا ہو تو قرضخواہون کو اُس سے ممانعت کرنے کا اختیار ہی اسی طرح اگر مولے نے ماذون کو سفر مین ساتھ لیجانے کا قصد کیا تو درصورت میعادی قرضہ ہونے کے قرضخواہون کو ممانعت کا اختیار نہ ہوگا اور اگر فی الحال واجب الادا ہو تو منع کر سکتے ہین اسی طرح مولی اسکو رہن کر سکتا ہی اور اجارہ دے سکتا ہی بشرطیکہ قرضہ میعادی ہو پھر اگر مدت اجارہ گذرنے سے پہلے قرضہ کی میعاد آگئی تو یہ عذر نہ ہوگا اور قرضخواہ لوگ اجارہ توڑ سکتے ہین اگر رہن راہن کی طرف سے لازم ہوگا اور میعاد آجانے پر قرضخواہون کو رہن کے توڑنیکا اختیار نہ ہوگا جیسے کہ اُنکو اُس بیع کے توڑنے کا اختیار نہین ہوتا ہی جو مولے کیطرف سے نافذ ہو گئی لیکن مولی سے اُسکی قیمت کی ضمان لے سکتے ہین پھر اگر ایسا ہوا کہ جب قرضخواہون نے اُس سے ضمان لینے کا قصد کیا تب اُسنے فک رہن کر کے قرضخواہون کے سپرد کر دیا تو ضمان سے بری ہو جائیگا اور اگر قاضی نے اُسپر ضمان قیمت کی ڈگری کر دی اُسکے بعد اُسنے فک رہن کیا تو اُسپر قیمت واجب ہو گی اور غلام اُسی کا ہوگا اور قرضخواہ لوگون کو غلام لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی۔ اور اگر مولے نے فک رہن سے انکار کیا اور قرضخواہون کے نام غلام کی ڈگری ہوئی کہ اسکو اپنے قرضہ مین فروخت کرین تو اُنکو ایسا اختیار رہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ غلام ماذون قرضدار کو اُسکے مولی نے ایک شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور اسکو قرضہ سے آگاہ کیا تو قرضخواہون کو بیع رد کر دینے کا اختیار ہوگا اور اُسکی تاویل یہ ہی کہ یہ حکم اسوقت ہی کہ قرضخواہ اُسکے ثمن کو وصول نہ پاسکتے ہون اور اگر وصول پاسکتے ہون اور بیع مین محابات نہ ہو تو اُنکو رد بیع کا اختیار نہ ہوگا مگر صحیح یہ ہی کہ اگر ثمن اُنکے قرضہ کے ادا کے واسطے کافی نہو تو اُنکو بیع رد کرنے کا اختیار ہوگا یہ جامع صغیر مین ہی۔ اور اگر اپنے قرضدار غلام کو فروخت کیا اور مشتری نے اُسپر قبضہ کر لیا پھر بائع غائب ہو گیا تو مشتری قرضخواہون کا خصم نہ ٹھہرایا جائیگا بشرطیکہ قرضہ سے انکار کرے یہ امام اعظم و امام محمد رح کا قول ہی اور اگر مشتری نے اُنکے قرضہ کی تصدیق کی تو بالاجماع قرضخواہون کو رد بیع کا اختیار رہوگا اور اگر بائع حاضر اور مشتری غائب ہو تو بالاجماع قرضخواہون اور بائع مین خصومت نہ ہوگی تاوقتیکہ مشتری حاضر نہو لیکن قرضخواہون کو بائع سے ضمان قیمت لینے کا اختیار رہوگا اور جب ضمان قیمت لے لی تو بیع جائز ہو گی اور ثمن بائع کا ہوگا اور اگر اُنھون نے اجازت بیع دیدی تو ثمن لے سکتے ہین یہ تبیین مین ہی۔ اور اگر ماذون پر قرضہ نہو اور مولے نے اُسکو حکم دیا کہ زید کی طرف سے ہزار درم کی کفالت کرے پس ماذون نے مکفول لہ سے کہا کہ اگر زید تجکو تیرے ہزار درم جو اُسپر آتے ہین نہ دیگا تو یہ مال مجھپر ہی تو ضمان جائز ہی اور اسی طرح اگر یون کہا کہ اگر زید مر گیا اور جو کچھ تیرا مال اُسپر آتا ہی تجھے ادا نہ کیا تو وہ مجھپر ہوگا تو یہ بھی اُسکے قول کے موافق جائز ہی پھر اگر مولے نے اس ماذون کو اپنی ملک سے بطریق بیع یا ہبہ کے نکال دیا پھر مکفول عنہ یعنی زید قبل ادا سے حق مکفول لہ کے مر گیا تو مکفول لہ کو اختیار رہوگا کہ مولے سے ماذون کی قیمت

اور قرضہ سے جو مقدار کم ہو ضمان لے اور مولی کی بیع دوبارہ باطل ہوگا اسی طرح اگر ضمان درک کے واسطے ضامن ہونے
کا حکم کیا تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر مولے نے ایک مکان فروخت کیا اور ماذون کو حکم دیا کہ مشتری کے واسطے ضمان
درک کا ضامن ہو جاوے پھر مولے نے وہ ماذون فروخت کر دیا پھر وہ مکان استحقاق میں لے لیا گیا تو مشتری
کو اختیار ہوگا کہ مولے سے ماذون کی قیمت اور ثمن میں سے جو کم ہو اُسکی ضمان لیوے باعتبار اسکے کہ اُسنے مشتری
کا محل حق معدوم کر دیا ہے۔ اور اگر مولے نے اُسکو اپنی ملک سے خارج نہ کیا یہانتک کہ ماذون پر اسقدر قرضہ
چڑھ گیا کہ اُسکے رقبہ کو محیط ہو گیا پھر مشتری کے ہاتھ سے وہ مکان استحقاق میں لے لیا گیا تو غلام کے ذمہ وہ مال جو
اُسکی گردن پر ہے مع مال ضمان سب لازم ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مولے نے ماذون کے ہاتھ اپنا کوئی گھر
فروخت کیا پس اگر غلام مقروض نہو تو یہ بیع نہ ہوگی اور اگر مقروض ہو تو بیع جائز ہے پس اگر اُسکا ثمن اُسکی قیمت
کے برابر یا کم ہو تو شفیع کو شفعہ پہونچتا ہے اور اگر زیادہ ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک بیع باطل ہوگی اور اسمیں شفعہ
کچھ نہ ہوگا اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ زیادت باطل ہوگی اور شفیع اُسکو شفعہ میں برابر پر لے لیگا
بشرطیکہ مولے اسقدر پر راضی ہو یہ بیان میں ہے۔ اور اگر ماذون نے کچھ خرید و فروخت کیا تو اسمیں مولی کا استحقاق
شفعہ نہوگا بشرطیکہ ماذون پر قرضہ نہ ہو اسی طرح اگر مولے نے خرید و فروخت کیا تو اسمیں ماذون کو استحقاق شفعہ
نہ ہوگا اگر ماذون قرضدار نہ ہو اور اگر قرضدار ہوگا تو دونوں میں سے ہر ایک کو سب صورتوں میں استحقاق
شفعہ حاصل ہوگا مگر ان ایک صورت میں اور وہ یہ ہے کہ اگر غلام نے ایک گھر اُسکی قیمت سے اسقدر کمی پر جو لوگ
اپنے اندازہ سے اُٹھاتے ہیں یا نہیں اُٹھاتے ہیں فروخت کیا تو مولے کو اسمیں شفعہ کا استحقاق نہ ہوگا اور اگر غلام
نے اپنے مولے کے ہاتھ ایک گھر فروخت کیا حالانکہ اُسپر قرضہ نہیں ہے اور ایک اجنبی اُسکا شفیع ہے تو اجنبی کو شفعہ
نہ ملیگا اور اگر اُسپر قرضہ ہو اور بیع اُسکے مثل قیمت یا زیادہ پر واقع ہوئی تو اجنبی کو شفعہ کا استحقاق ہوگا اور اگر
قیمت سے کم ثمن پر واقع ہوئی تو امام اعظم رح کے نزدیک شفیع کو شفعہ نہ ملیگا اور صاحبین کے نزدیک شفیع اُسکو
برابر قیمت پر لے سکتا ہے ورنہ چھوڑ دے پس اگر شفیع نے چھوڑ دیا تو مولے کو اختیار ہوگا کہ چاہے پوری قیمت
میں خرید لے یہ مبسوط میں ہے۔ مولے نے اگر اپنے ماذون کا نکاح کر دیا تو جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک غلام
ماذون التجارۃ نے ایک باندی خریدی اور وہ قرضدار نہیں ہے پس مولے نے اسی کے ساتھ باندی کا نکاح کر دیا
تو جائز ہے اور وہ باندی تجارت سے باہر ہو گئی کہ ماذون اُسکو فروخت نہیں کر سکتا ہے اور اسکے بعد اگر ماذون
پر قرضہ چڑھ گیا تو قرضخواہوں کے واسطے وہ باندی فروخت نہ کیجائیگی۔ اور اگر ماذون نے قرضداری کی حالت
میں باندی خریدی ہو اور مولے نے اُسی کے ساتھ نکاح کر دیا تو قرضہ کی وجہ سے نکاح جائز نہ ہوگا اور ماذون
کو اختیار ہوگا کہ اس باندی کو اور اس باندی سے جو بچہ ماذون کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے فروخت کرے اور اگر بعد
تزویج کے مولے نے اُسکا قرضہ ادا کر دیا تو جائز ہے جیسا کہ قرضہ نہ ہونے کی صورت میں جائز تھا پس یہ بھی بمنزلہ
اُسی کے ہے یہ مغنی میں ہے۔ اور اگر ماذون نے مولے کے حکم سے زید کی طرف سے ہزار درہم کی کفالت کر لی حالانکہ
اُسپر قرضہ نہیں ہے پھر مولے نے اسکو فروخت کیا تو مکفول لہ کو اُسکی بیع توڑ دینے کا اختیار ہوگا اور اگر بجائے
کفالت مال کے زید کی طرف سے کفالت بالنفس قبول کی ہو تو مکفول لہ کو بیع توڑنے کا اختیار نہ ہوگا ولیکن غلام

سے جب ان کہیں ہوگا کفالت کا مواخذہ کرسکتا ہی اور یہ امر غلام مین عیب شمار ہوگا اور مشتری کو خیار حاصل ہوگا کہ چاہے اس عیب کی وجہ سے واپس کردے اور اگر اس طور سے کفالت ہو کہ اگر مطلوب تجکو اس ... تیرا حق جو اُسپر ہی ادا نہ کرے تو مین اُسکے نفس کا کفیل ہوں تو ایسی کفالت کے عیب کی وجہ سے مشتری واپس نہین کرسکتا ہی تاوقتیکہ شرط کا وجود متحقق نہو پھر جب شرط پائی جانے سے غلام پر کفالت واجب ہوجاوے تو مشتری اسکو واپس کرسکیگا بشرطیکہ وقت خرید کے اسکو اُس عیب سے آگاہی نہ ہوئی ہو اور اگر اُسکو وقت خرید کے معلوم ہوگیا ہو تو پھر اس عیب کی وجہ سے کبھی واپس نہین کرسکتا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ مولے نے اگر قرضخواہوں کی اجازت سے ماذون کو فروخت کیا تو صحیح ہی اور قرضخواہوں کا حق ثمن کی طرف متحول ہوجائیگا اور مولے بمنزلہ وکیل کے ہوجائیگا حتے کہ اگر مشتری سے وصول نہوا اور ڈوب گیا تو یہ قرضخواہوں کا مال گیا اور اگر مولے نے وصول کیا اور اُسکے پاس تلف ہوگیا تو بھی قرضخواہوں کا مال گیا و لیکن قرضخواہوں کا قرضہ ساقط نہ ہوگا بلکہ جب غلام آزاد ہوجائیگا تو اُس سے مواخذہ کرینگے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر مولے نے اپنے غلام ماذون کو حکم دیا کہ اُسنے زید کیطرف سے عمرو کے واسطے ہزار درم کی کفالت اس طور سے کی کہ اگر زید بدون عمرو کا مال ہزار درم ادا کیے ہوئے مرگیا تو ماذون اس مال کا ضامن ہی تو یہ جائز ہی پھر اگر مولے نے عمرو کے ہاتھ یہ غلام ہزار درم کو یا کم کو فروخت کیا تو بیع جائز ہی اور ثمن اسکا مولے وصول کرکے جو چاہے کرے پھر اگر مکفول عنہ یعنی زید بدون ادا کیے مال عمرو کے مرگیا تو خریدار یعنی عمرو کو مولے سے ثمن واپس لینے کا اختیار رہوگا کہ اسکو اپنے ادا کیے قرض مین شمار کرلیگا اور اگر مولے کے پاس وہ ثمن تلف ہوگیا ہو تو مولے کچھ ضامن نہ ہوگا۔ اور اگر تھوڑا تلف ہوگیا ہو تو خریدار باقی کو اپنے ادا کیے قرض مین لے لیگا اور جو تلف ہوگیا وہ نابود شمار ہوگا اور اگر مولے کے پاس ثمن تلف ہوگیا پھر مشتری نے غلام مین کچھ عیب پاکر واپس کرنا چاہا تو واپس کرسکتا ہی اور مولے پر ثمن کی بابت اُسکا کچھ حق نہ ہوگا و لیکن وہ غلام اُسکے ثمن مین فروخت کیا جائیگا پس اُسکے ثمن سے اپنا ثمن جو اُسنے مولے کو دیا تھا وصول کرلیگا پھر اگر کچھ باقی رہا تو اُسکو اپنے پہلے قرضہ مین لے لیگا اور اگر دوسرا ثمن بہ نسبت اول کے کم ہو تو مولے پر اس کمی مین کچھ واجب نہ ہوگا کذا فی المبسوط

پانچواں باب جس سے ماذون مجور ہوجاتا ہی اور جس سے مجور نہین ہوتا ہی اُسکے اور رہا اقرار مجور سے متعلق ہی اُسکے بیان مین۔ جاننا چاہیے کہ حجر سے اذن باطل ہوجاتا ہی و لیکن یہ شرط ہی کہ حجر مثل اذن کے ہو حتے کہ اگر اذن عام ہو بایں طور کہ اسکو اہل بازار جانتے ہوں تو حجر جب کارآمد ہوگا کہ جب حجر بھی عام ہو یعنے اکثر اہل بازار اُس سے واقف ہوجاوین اور اگر اس سے کم ہو تو کارآمد نہ ہوگا بایں طور کہ ایک شخص یا دو شخصوں کے سامنے یا تین آدمیوں کے سامنے یا اپنے گھر مین مجور کیا خواہ غلام اُس سے واقف ہوجاوے یا واقف نہ ہو یہ حجر کارآمد نہ ہوگا۔ اور اگر اذن خاص ہو بایں طور کہ اسکی اہل بازار مین یہ خبر منتشر نہ ہوئی ہو مثلاً ایک یا دو یا تین شخصوں کے سامنے غلام کو ماذون کیا ہو تو اگر انھین لوگوں کے سامنے غلام کو مجور کیا اور غلام واقف ہوگیا تو یہ حجر کارآمد ہوگا یعنے غلام مجور ہوجائیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اذن فقط غلام کے سامنے ہو تو اسی کے سامنے اُسکو مجور کردینا کارآمد ہوگا **قال المترجم** اور حاضر و سامنے ہونے مین آگاہ ہونا کافی ہی علی ما اصطلح القوم رح۔ اور اگر غلام اُس سے واقف نہوا تو حجر

کار آمد نہ ہوگا۔ اور اگر غلام کو اجازت دیدی اور وہ آگاہ ہوگیا پھر اسکو مجور کیا اور وہ آگاہ نہ ہوا تو حجر کار آمد نہ ہوگا۔ اور اگر اسکو اذن دیا اور وہ آگاہ نہ ہوا پھر مجور کیا اور وہ آگاہ نہ ہوا تو حجر کار آمد ہوگا کذا فی الذخیرہ اور اگر ماذون کو اپنے گھر میں اکثر اہل بازار کے سامنے مجور کیا تو مجور ہو جائیگا یہ کافی میں ہے۔ قال المترجم حاصل یہ ہے کہ اذن و حجر میں باعتبار عموم و خصوص و علم ماذون و عدم علم کے عرفاً مقابلہ و مساوات ہونی چاہیے۔ اور اگر ماذون کسی شہر کو تجارت کے واسطے گیا پھر اکثر اہل بازار مولے کے مکان پر آئے اور اُنکے سامنے شہادت کے ساتھ مولے نے ماذون کو مجور کیا حالانکہ غلام اُس سے واقف نہیں ہے تو وہ مجور نہ ہوگا اور یہ امر اُسکے حق میں حجر نہ ہوگا اسی طرح اگر غلام اس شہر میں موجود ہو مگر وہ حجر سے واقف نہ ہوا تو یہ امر اُسکے حق میں حجر نہ ہوگا اور جو کچھ اُسنے قبل حجر سے واقف ہونے کے اپنے اہل بازار وغیرہ کے ساتھ تصرف کیا وہ سب نافذ ہوگا اور جب ایک یا دو روز کے بعد غلام اُس سے واقف ہوا تو واقف ہونے کے وقت سے وہ مجور قرار دیا جائیگا اور قبل وقوف کے جو خرید و فروخت اُس سے صادر ہوئی وہ سب جائز ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر ماذون کے مجور کرنے کے بعد غلام کے آگاہ ہونے سے پہلے مولی نے اُسکو خرید و فروخت کرتے دیکھا اور منع نہ کیا پھر غلام کو مجور ہونا معلوم ہوا تو استحساناً ماذون باقی رہیگا یہ مغنی میں ہے۔ اور مولی نے اگر ماذون کو فروخت کیا پس اگر اسپر قرضہ نہ ہو تو مجور ہو جائیگا خواہ اہل بازار واقف ہو جاویں یا نہ ہوں اور اگر اُسپر قرضہ ہو تو مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے مجور نہ ہوگا بخلاف صورت اول کے کہ اُسمیں نفس بیع سے مجور ہو جاتا ہے اور یہ اس صورت میں ہے کہ قرضہ فی الحال واجب الادا ہو اور اگر غلام کا قرضہ میعادی ہو تو مولی کو اُسکی بیع سے ممانعت نہ کیجائیگی یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر مولے نے ماذون کسی شخص کو ہبہ کر دیا اور موہوب لہ نے قبضہ کر لیا تو مجور ہو جائیگا پھر اگر ہبہ سے رجوع کیا تو اجازت عود نہ کریگی اور یہی حکم بیع کی صورت میں ہے کہ اگر مشتری نے ماذون میں کوئی عیب پاکر بحکم قاضی اُسکو واپس کیا تو اجازت عود نہ کریگی اگرچہ مولے کی قدیم ملک پھر عود کر آئی ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر مولے نے ماذون کو بطور بیع فاسد کے بعوض شراب یا سور کے فروخت کر کے مشتری کے سپرد کیا اُسنے مشتری کے قبضہ میں خرید و فروخت کی پھر بائع کو واپس دیا گیا تو وہ مجور رہیگا اسی طرح اگر اُسپر مشتری نے بائع کے حکم سے بائع کے حضور یا عدم حضور میں قبضہ کیا یا بائع کے حضور میں بغیر اُسکے حکم کے قبضہ کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر بعد افتراق کے بلا حکم بائع کے اُسپر قبضہ کیا تو مجور نہ ہوگا۔ اور اگر مردار یا خون کے عوض فروخت کیا ہو تو بسبب بطلان بیع کے ان سب صورتوں میں مجور نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر مولی نے بطور بیع صحیح کے تین روز کی اپنے خیار شرط پر فروخت کیا تو جبتک بیع نافذ ہو جاوے تب تک وہ غلام ماذون رہیگا کیونکہ مولی کی ملک سے خارج نہیں ہوا اور اگر مشتری کے واسطے خیار کی شرط ٹھہری ہو تو مجور ہو جائیگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر مولے نے اہل بازار کے حضور میں اپنے ماذون کو مجور کیا حالانکہ غلام غائب ہے اور مولے نے اُسکے پاس حجر سے آگاہ کرنے کے واسطے ایک ایلچی بھیجا اُسنے غلام کو آگاہ کر دیا تو غلام مجور ہو جائیگا خواہ وہ ایلچی آزاد ہو یا مملوک ہو خواہ عورت ہو یا مرد ہو خواہ عادل ہو یا فاسق ہو اسی طرح اگر اُسکو خط لکھکر بھیجا اور خط پہونچگیا تو مجور ہو جائیگا خواہ نامہ بر آزاد ہو یا مملوک ہو خواہ مرد ہو یا لڑکا یا عورت ہو خواہ عادل ہو یا فاسق ہو یہ مغنی میں ہے۔ اور اگر ماذون کو مجور ہو جانے کی خبر کسی ایسے شخص نے دی جسکو مولے نے نہیں بھیجا تھا تو

امام اعظم رح کے قیاس مین مجور نہوگا تا وقتیکہ اُسکو دو شخص خبر نہ دین یا ایک شخص عادل جسکو غلام پہچانتا ہو خبر نہ دے اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ جو شخص عورت یا مرد یا لڑکا اسکو یہ خبر دیدے تو مجور ہوجائیگا بعد از انکہ خبر سچی ہو کذا فی المبسوط اور قولہ بعد از انکہ خبر سچی ہو اس قول کے یہ معنی ہین کہ اسکے بعد مولے اگر اقرار کرے کہ مین نے مجور کیا ہی اور اگر اس نے انکار کیا تو مجور نہ ہوگا یہ محیط مین ہی - اور اگر ماذون پر جنون مطبقط طاری ہوگیا کہ جس سے افاقہ نہین ہوتا ہی تو مجور ہوجائیگا پھر اگر اسکے بعد اُسکو افاقہ ہوگیا تو اذن عود نہ کریگا یہ سراج الوہاج مین ہی - اور اگر جنون مطبق نہ ہو یعنی جنون سے مجنون ہوجاتا ہو پھر افاقہ ہوجاتا ہو تو مجور نہ ہوگا - پھر جنون مطبق کی حد مین اختلاف کیا ہی امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ایک مہینہ سے کم ہو تو جنون مطبق نہین ہی اور اگر ایک مہینہ یا زیادہ ہو تو مطبق ہی پھر اس قول سے رجوع کیا اور کہا کہ ایک سال سے کم مطبق نہین ہی اور ایک سال یا زیادہ تک مطبق ہی یہ مغنی مین ہی - اور تجنیس مین ہی کہ اگر ماذون مرتد ہوگیا تو امام اعظم رح کے نزدیک مجور ہوجائیگا اور صاحبین کے نزدیک نہ ہوگا پھر جب دار الحرب مین جا ملا تو وقت لحوق سے صاحبین کے نزدیک اور وقت ارتداد سے امام اعظم رح کے نزدیک مجور ہوگا اور اگر اُسپر بیہوشی طاری ہوئی یعنی بدون نشہ پیے ہوے اغما طاری ہوا تو مجور نہ ہوگا یہ سراج الوہاج مین ہی - اور اگر دار الحرب مین جا ملنے اور مشرکون کے ہاتھ گرفتار ہونے کے بعد قید ہو کر آیا تو اُسکا مولے اُسکا حقدار ہوگا اور جو قرضہ اُسپر تھا وہ بحالہ باقی رہیگا یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور صاحبین نے فرمایا کہ قرضہ باطل ہوجائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی - اور اگر ماذون بھاگ گیا تو ہمارے علماء ثلثہ کے نزدیک مجور ہوجائیگا پھر اگر اباق سے واپس آیا تو کیا اذن عود کریگا یا نہین سو اس صورت کو امام محمد رح نے کتاب مین ذکر نہین کیا اور مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہی اور صحیح یہ ہی کہ عود نہ کریگا یہ محیط مین ہی - اور اگر غلام نے حالت اباق مین خرید فروخت کی تو اسمین سے اُسپر کوئی عقد لازم نہ ہوگا پھر اگر غلام کے ساتھ معاملہ بیع کرنے والے نے یہ کہا کہ غلام بھاگا ہوا نہ تھا بلکہ مولی نے اُسکو بھیجا تھا اور مولے نے کہا کہ بھاگا ہوا تھا تو قول اُسی کا لیا جائیگا جسنے غلام سے بیع کا معاملہ کیا ہی اور مولے پر گواہ لانا واجب ہوگا کہ میرا غلام بھاگا ہوا تھا اور اُسنے حالت اباق مین اُسکے ساتھ خرید فروخت کا معاملہ کیا تھا - اور اگر دونون نے اپنے دعوے کے گواہ پیش کیے تو جسنے غلام سے معاملہ بیع کیا ہی اُسی کے گواہ مقبول ہونگے - اور اگر مولے اور معاملہ کرنے والے نے غلام کی اباق پر اتفاق کیا مگر معاملہ کرنیوالے نے یہ کہا کہ مین نے اباق سے پہلے اسکے ساتھ معاملہ کیا تھا اور مولے نے کہا کہ نہین بلکہ بعد اباق کے معاملہ کیا ہی تو بھی معاملہ کرنیوالے کا قول لیا جائیگا - اور اگر دونون نے گواہ پیش کیے تو بھی بائع کے گواہ مقبول ہونگے یہ مغنی مین ہی اگر غلام مدبر کو ماذون کیا ہو اور وہ بھاگ گیا تو مجور نہ ہوگا اور اگر غلام ماذون کو کسی شخص نے غصب کیا تو کتاب مین اُسکا حکم مذکور نہین ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ صحیح یہ ہی کہ مجور نہ ہوگا اور اگر ماذون کو حربی دشمن نے قید کرلیا تو دار الحرب مین محفوظ کرلینے سے پہلے مجور نہ ہوگا اور جب لیجا کر دار الحرب مین محفوظ کرلیا تو مجور ہوجائیگا پھر اگر اسکے بعد وہ غلام اُسکے مولے کے ہاتھ آیا تو ماذون نہ ہوجائیگا یعنے اذن عود نہ کریگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - غلام ماذون نے ایک غلام خرید کر اسکو تجارت کے واسطے اجازت دی حتی کہ اجازت صحیح ہوئی پھر مولی نے دونون مین سے ایک کو مجور کیا پس اگر دوسرے کو مجور کیا تو اُسکا مجور کرنا صحیح نہین ہی خواہ اول پر قرض ہو یا نہ ہوا اور اگر

ط جنون مطبق ... [illegible]

اول کو مجبور کیا تو مجبور ہوجائیگا پھر آیا دوسرا بھی مجبور ہوجائیگا یا نہیں سو اگر اول پر قرض ہو تو مجبور ہوجائیگا اور اگر اول پر قرض نہ ہو تو دوسرا مجبور نہ ہوجائیگا قال المترجم ہکذا فی النسخۃ الموجودۃ - اور اگر ان میں سے کوئی بات نہوئی بلکہ غلام اول مرگیا تو اُسکا حکم وہی ہے جو غلام اول کے مجبور کرنے میں مذکور ہوا ہے - اگر غلام اول نہیں مرا بلکہ مولے مرگیا تو دونوں غلام مجبور ہوجاوینگے خواہ غلام اول مقروض ہو یا نہ ہو یہ مغنی میں ہے - اور اگر اپنے مکاتب کے ماذون کو مولی نے مجبور کیا تو نہیں جائز ہے جیسے ماذون کے ماذون کو مجبور کرنا نہیں جائز ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے - اگر مکاتب نے اپنے غلام کو تجارت کے واسطے اجازت دی پھر خود عاجز ہوگیا خواہ اُسپر قرضہ ہے یا نہیں ہے تو اُسکا ماذون بھی مجبور ہوجائیگا اسی طرح اگر مکاتب ادائے کتابت کے لائق کافی مال یا غیر کافی مال یا کتابت کے اندر جنا ہوا لڑکا چھوڑ کر مرگیا تو بھی یہی حکم ہے پھر اگر فرزند مکاتب نے بعد موت مکاتب کے غلام کو تجارت کی اجازت دی تو اُسکی اجازت جائز ہوگی اسی طرح اگر آزاد مرگیا اور اُسپر قرضہ ہے اور اُسکا ایک غلام ہے کہ اسکو وارث نے تجارت کے واسطے اجازت دی تو اجازت باطل ہے پھر اگر وارث نے مال میت سے قرضہ ادا کر دیا تو بھی اُسکی اجازت نافذ ہوگی اور اگر وہ مال جو اُسنے میت کی طرف سے ادا کیا ہے اُسکو طالب نے معاف کر دیا بعد از انکہ وارث غلام کو تجارت کی اجازت دے چکا ہے تو اجازت نافذ ہوجائیگی - اور اگر میت پر قرضہ نہ ہو بلکہ غلام پر قرضہ ہو تو وارث کا تجارت کے واسطے غلام کو اجازت دینا جائز ہوگا - اسیطرح اگر مکاتب کے بیٹے نے اُس غلام کو جسکو اُسکے باپ نے بعد موت کے چھوڑا ہے اجازت دی پھر کسی شخص سے مال قرض لیکر کتابت ادا کی تو اُسکی اجازت صحیح نہ ہوگی اور اگر کسی شخص نے مکاتب کے بیٹے کو کچھ مال ہبہ کیا پھر اُسنے مال کتابت ادا کر دیا تو غلام کو اُسکا اجازت دینا صحیح ہوگا یہ مبسوط میں ہے - اور اگر وصی نے یتیم یا اُسکے غلام کو تجارت کی اجازت دی پھر خود مرگیا اور کسی دوسرے کو وصی مقرر کر گیا تو اُسکی موت سے یتیم و اُسکا غلام مجبور ہوجائیگا اور اگر قاضی نے اُسکو اجازت دی پھر قاضی معزول ہوگیا یا مرگیا تو یتیم و اُسکا غلام ماذون رہیگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے - اور فتاوے عتابیہ میں لکھا ہے کہ اگر باپ نے اپنے بیٹے کے غلام کو اذن تجارت دیا پھر باپ نے اُسکو خرید لیا یا اُسکا وارث ہوا تو اذن باطل ہوجائیگا اور نابالغ کے غلام کا اذن اُسکے بالغ ہونے سے باطل نہ ہوگا اور ایسے ہی اُسکے بالغ ہونے کے بعد باپ کے مرنے سے بھی باطل نہوگا اور اگر باپ نے نابالغ بیٹے کے غلام کو تصرف کرتے دیکھا اور خاموش رہا تو یہ اذن ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے - اور اگر مولے مرتد ہوگیا پھر غلام نے خرید فروخت کی پس اگر مولے قتل کیا گیا یا مرگیا یا دار الحرب میں جا ملا اور قاضی نے اُسکی لحاق کا حکم جاری کر دیا تو جو تصرف غلام نے اُسکے مرتد ہونے کے بعد کیا ہے سب باطل ہے اور اگر دار الحرب میں جا ملنے سے پہلے یا جا ملنے کے بعد حکم قاضی جاری ہونے سے پہلے مسلمان ہوکر واپس آیا تو امام اعظم رح کے [illegible] سب تصرفات جائز ہونگے اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ سب تصرفات جائز ہیں سوا اُس تصرف کے جو مولے کے دار الحرب میں جا ملنے کے بعد اُس سے صادر ہوا ہے وہ باطل ہوگا بشرطیکہ واپس نہ آیا ہو یہانتک کہ قاضی نے اُسکے لحاق کا حکم جاری کر دیا ہو اور اگر اس سے پہلے واپس آیا ہو تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے - اور اگر عورت مرتد ہوئی ہو تو اُسکا ماذون اُسکے اذن پر رہیگا اور اگر وہ عورت دار الحرب میں جا ملی اور قاضی نے اُسکے لحاق کا حکم دیدیا تو اُسکا ماذون مجبور ہوجائیگا اور اگر حکم قاضی سے پہلے واپس آئی تو ماذون اپنے

اذن پر رہیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے - اگر مضارب نے مال مضاربت کے کسی غلام کو تجارت کی اجازت دی تو یہ اجازت رب المال پر جائز ہوگی اور اگر رب المال نے اسکو مجبور کیا تو حجر باطل ہے یہ مبسوط مین ہے - اور اگر ماذونہ باندی اپنے مولے سے بچہ جنی تو مجبور ہو جائیگی اور اگر اسپر قرضہ چڑھ گیا ہو تو مولے اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر مولے کے سوائے کسی دوسرے سے بچہ جنی ہو تو مجبور نہ ہوگی پھر دیکھا جائیگا کہ اگر لڑکے کے دودھ چھوٹنے تک اسپر قرضہ نہین ہوا ہے تو لڑکا مولے کا ہوگا حتی کہ اگر اسکے بعد اسپر قرضہ ہوگیا تو قرضخواہون کو بچہ کی گردن مین کچھ حق نہ ہوگا - اور اگر ثبوت قرضہ کے بعد اسکے بچہ ہوا تو وہ بچہ بھی ان قرضخواہون کے واسطے جنکا حق قبل ولادت کے ثابت ہو چکا ہے فروخت ہوگا نہ انکے واسطے جنکا حق بعد ولادت کے ثابت ہوا کذا فی الجوہرۃ النیرۃ - ایک باندی کو اسکے مولے نے اجازت دی اور اسنے اپنی قیمت سے زیادہ قرض کر لیا پھر مولے نے اسکو مدبرہ کر دیا تو یہ باندی بحالہا ماذونہ رہیگی اور مولے قرضخواہون کے واسطے انکی قیمت کا ضامن ہوگا یہ جامع صغیر مین ہے - اور جب مولے نے ماذون کو مجبور کیا تو جو مال اسکے قبضہ مین ہے اسکی بابت اسکا اقرار امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہوگا اور اسکے یہ معنی ہین کہ اسنے اپنے مقبوضہ مال مین یہ اقرار کیا کہ یہ فلان شخص کی امانت ہے اور یہ فلان شخص کی غصب کی ہوئی ہے یا اپنے اوپر کچھ قرضہ کا اقرار کرے کہ اسکے مقبوضہ مین سے ادا کیا جاوے اور صاحبین نے فرمایا کہ اسکا اقرار صحیح نہین ہے اور بعد عتق کے اس سے مواخذہ کیا جائیگا اور جو کچھ اسکے پاس ہے وہ اسکے مولے کا ہوگا یہ کافی مین ہے - اور اگر کسی نے اپنے غلام ماذون کو جسکو تجارت کی اجازت دی تھی مجبور کر دیا پھر غلام نے اپنی ذات پر اقرار کیا تو اسکی دو صورتین ہین اگر اسکے ہاتھ مین زمانہ اجازت کی کمائی نہ ہو تو فی الحال کے واسطے اسکا اقرار صحیح نہ ہوگا یعنی فی الحال اس سے مواخذہ نہین ہو سکتا ہے خواہ اسپر زمانہ اجازت کا قرضہ ہو یا نہ ہو اور اس مسئلہ مین سب اماموں کا اتفاق ہے - اور اگر اسکے پاس زمانہ اجازت کی کمائی موجود ہو تو اسمین تین صورتین ہین ایک یہ کہ زمانہ اجازت کے قرضہ سے یہ سب مال فارغ ہو دوم یہ کہ سب مال اسی قرضہ مین مشغول ہو تیسری یہ کہ کچھ فارغ ہو اور کچھ اس قرضہ مین مشغول ہو پس اگر سب مال قرضہ اجازت مین مشغول ہو تو اسکا اقرار اس مال مین جو اسکے قبضہ مین موجود ہے صحیح نہین ہے حتی کہ بعد مجبور ہونے کے مقرلہ کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ قرضخواہون کے ساتھ زمانہ اجازت کی کمائی مین شرکت کرے بلکہ یہ سب مال قرضخواہون کو زمانہ اجازت کے قرضہ مین دیا جائیگا اور اگر بعض مال مشغول اور بعض فارغ ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک اسقدر مال جو قرضہ اجازت سے فارغ ہے اسکا اقرار صحیح ہوگا - اور یہ سب اس صورت مین ہے کہ وہ غلام اپنے اجازت دینے والے کی ملک مین باقی ہو اور اگر اجازت دہندہ کی ملک سے کسی وجہ سے مثل بیع و ہبہ وغیرہ کے خارج ہو گیا ہو پھر اسنے اقرار کیا تو بالاتفاق اسکا اقرار صحیح نہ ہوگا خواہ اسکے پاس کچھ کمائی موجود ہو یا نہو کذا فی المحیط اور اگر اسکے پاس اس قسم کا مال ہو کہ اسنے لکڑیان وغیرہ جنگل سے لاکر فروخت کی ہون یا اسکے مثل کسی محنت سے جمع کیا ہو پھر اسنے اس مال کی بابت دوسرے کے واسطے اقرار کیا تو بالاتفاق اسکے اقرار کی تصدیق نہ ہوگی یہ نہایہ مین ہے - اور اگر مولے نے ماذون کو مجبور کیا اور اسکے پاس ہزار درم تھے انکو مولے نے لے لیا پھر ماذون نے یہ اقرار کیا کہ یہ مال فلان شخص کا میرے پاس ودیعت تھا اور مولے نے اسکی تکذیب کی تو اقرار مین سچا نہ ٹھہرایا جائیگا پھر اگر آزاد کیا گیا تو اس اقرار کی وجہ

سے اُسکے ذمہ کچھ لاحق نہ ہوگا اور اگر غصب کا اقرار کیا ہو تو بعد عتق کے ماخوذ ہوگا - اور اگر مجور کیا گیا اور اُسکے پاس ہزار درم تھے اور اسپر ہزار درم قرضہ تھے پس اُسنے اقرار کیا کہ یہ ہزار درم فلان شخص کی ودیعت یا مضاربت یا قرض یا غصب کے میرے پاس ہین اور اُسکی تصدیق نہ کی گئی اور صاحب قرض نے یہ درم اپنے قرضہ مین لے لیے پھر غلام آزاد کیا گیا تو اُسپر ہزار درم قرضہ رہینگے کہ اُنکے واسطے ماخوذ ہوگا - اور اگر ماذون کو مجور کیا اور اُسکے پاس ہزار درم ہین اُسنے اپنے اوپر ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر اقرار کیا کہ یہ ہزار درم فلان شخص کے ودیعت ہین تو امام اعظم رح کے قیاس مین یہ ہزار درم صاحب قرضہ کے ہونگے اور جب صاحب قرض کو جسکے واسطے اقرار کیا ہے یہ درم دیدیے گئے پھر آزاد کیا گیا تو بعد آزادی کے صاحب ودیعت اُسکا دامنگیر ہوگا - اور اگر پہلے صاحب ودیعت کے واسطے اقرار کیا ہو تو یہ درم صاحب ودیعت کو دیے جاوینگے اور صاحب قرض اُس سے بعد آزادی کے اپنے قرض کے واسطے مواخذہ کریگا اور امام ابو یوسف و امام محمد رح کے قول پر اقرار ودیعت باطل ہوگا اور یہ ہزار درم مولے لے لیگا اور جب آزاد ہو جاوے تو صاحب ودیعت اُس سے مواخذہ نکریگا مگر جسکے واسطے قرضہ کا اقرار کیا ہے وہ بعد عتق کے قرضہ کے واسطے دامنگیر ہوگا - اور اگر متصل کلام مین یون اقرار کیا کہ فلان شخص کے مجھپر ہزار درم قرضہ ہین اور یہ ہزار درم فلان شخص کی ودیعت ہین تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ ہزار درم دونون مقرلہ مین نصفا نصف تقسیم ہونگے اور جب آزاد ہو جائیگا تو باقی کے واسطے دونون اُس سے مواخذہ کرینگے - اور اگر اس اقرار متصل مین پہلے ودیعت سے شروع کیا یعنے یہ ہزار درم فلان شخص کی ودیعت ہین اور مجھپر فلان شخص کے ہزار درم قرض ہین تو یہ ہزار درم صاحب ودیعت کو دیے جاوینگے اور اگر دونون نے دعوی کیا اور ماذون نے کہا کہ تم دونون سچے ہو تو یہ ہزار درم دونون مین برابر تقسیم ہونگے یہ مبسوط مین ہے - اگر اپنے غلام ماذون کو مجور کیا پھر اُسکو دوبارہ اجازت دی پس ماذون نے دوبارہ اذن کے زمانہ مین یہ اقرار کیا کہ مین نے بعد مجور ہونے کے یہ اقرار کیا کہ مین نے اس شخص سے ہزار درم زمانہ اذن اول مین غصب کر لیے یا قرض لیے تھے پس اگر مقرلہ نے اُسکی اس بات مین تصدیق کی تو غلام سے فی الحال اُسکا مواخذہ نہ کیا جائیگا بلکہ بعد آزادی کے مواخذہ کیا جائیگا - اور اگر مقرلہ نے اُسکی تکذیب کی اور یہ کہا کہ نہین تو نے دوبارہ اجازت پانے کے بعد ایسا اقرار کیا ہے تو قول اُسی مقرلہ کا لیا جائیگا اور فی الحال غلام سے مواخذہ کیا جائیگا اور یہ حکم بخلاف اُس صورت کے ہے کہ اگر ماذون نے یہ اقرار کیا کہ مین نے اس شخص سے حالت حجر مین ہزار درم غصب کر لیے ہین کہ اس صورت مین یہ حکم ہے کہ ماذون سے فی الحال مواخذہ کیا جائیگا خواہ مقرلہ اُسکی تکذیب کرے یا تصدیق کرے یہ مغنی مین ہے - اور اگر اپنے غلام کو مجور کیا اور اُسکے پاس ہزار درم ہین پھر اُسنے ایک شخص کے واسطے ہزار درم قرض یا معین ہزار درم ودیعت کا اقرار کیا پھر مال ضائع ہوگیا تو جبتک غلام آزاد نہ ہو تب تک اُسکے ذمہ کچھ لازم نہ ہوگا پھر جب آزاد ہوگیا تو قرضہ لازم ہوگا نہ ودیعت - اور اگر مجور کیا اور اُسکے پاس ہزار درم ہین اور اُسپر ہزار درم قرضہ ہے پھر اُسکو اجازت دوبارہ حاصل ہوئی پس اُسنے ایک دوسرے شخص کے واسطے ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا یا گواہون سے ثابت کیا گیا تو جو ہزار درم اُسکے پاس موجود ہین وہ پہلے قرضخواہ کو بالخصوص دیے جاوینگے اسی طرح اگر ماذون نے اقرار کیا کہ یہ قرضہ

یعنی تصدیق نہیں کی
اسکی تصدیق نہیں کی
یا ماخوذ ہونے مین

حالت اذن سابق کا ہو تو بھی یہی حکم ہو اور اسی طرح اگر یہ اقرار کیا کہ یہ مال فلان شخص کی ودیعت ہو کہ اسنے میرے پاس زمانہ اذن سابق مین ودیعت رکھا تھا تو بھی قرضخواہ اول اُسکا مستحق ہوگا اور صاحب ودیعت اپنے مال کو اُسکے رقبہ سے وصول کریگا اور صاحبین کے نزدیک یہ ہزار درم اسیکے مولے کے ہونگے اور قرضخواہ اپنا مال اُسکے رقبہ سے وصول کریگا پس غلام اُسکے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا لیکن اگر اُسکا مولی قرضہ ادا کردے تو فروخت نہ ہوگا۔ اور اگر غلام کو مجور کیا اور اُسکے پاس ہزار درم ہین اور اُسپر پانچسو درم قرضہ ہین پس بعد حجر کے اُسنے ہزار درم قرض کا اقرار کیا پھر اُسکو مولے نے دوبارہ ماذون کیا پس اُسنے اقرار کیا کہ یہ ہزار درم موجودہ میرے پاس اس شخص کی ودیعت ہین تو ودیعت ہونے پر اُسکے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی اور ان ہزار درم موجودہ مین سے پانچسو درم قرضخواہ اول کو دیے جاوین اور باقی پانچسو درم دوسرے قرضخواہ کو جسکے واسطے حجر کی حالت مین اقرار کیا تھا دیے جاوین اور پھر بھی اُسپر پانچسو درم قرضہ رہگیا سو اُسکے واسطے بعد آزادی کے ماخوذ ہوگا اور صاحب ودیعت اپنی پوری ودیعت کے واسطے دامنگیر ہوگا پس غلام اُسکے واسطے فروخت کیا جائیگا۔ لیکن اگر مولے اُسکو ادا کردے تو فروخت نہوگا۔ اور صاحبین کے نزدیک ہزار درم مین سے پانچسو درم قرضخواہ اول کو دیے جاوینگے اور باقی پانچسو درم مولی لے لیگا اور صاحب ودیعت اپنی ودیعت مین سے پانچسو درم کے واسطے دامنگیر ہوگا اور جو پانچسو درم مولے نے لیے ہین اسقدر ودیعت مین سے باطل ہوجاوینگے۔ اور اگر ہزار درم موجودہ مین سے غلام کے پاس پانچسو درم تلف ہوگئے تو باقی پانچسو درم قرضخواہ اول کو خاصۃً ملینگے اور صاحب ودیعت غلام کے رقبہ سے پانچسو درم وصول کریگا صرف اسیقدر اُسپر لازم ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر غلام کو اجازت دی پھر مجور کیا پھر اجازت دی پھر اُسنے اقرار کیا کہ مین نے زید سے زمانہ اذن اول مین ہزار درم قرض لیکر قبضہ کر لیا تھا یا یہ اقرار کیا کہ زید نے مجھے حالت اذن اول مین ودیعت دی تھی اور مین نے تلف کردی اور رب المال نے اُسکے قول کی تصدیق کی تو غلام فی الحال اُسکے واسطے ماخوذ ہوگا بخلاف اسکے اگر حالت حجر مین یہ اقرار کیا کہ مین نے حالت اذن مین قرض لیا تھا یا ودیعت تلف کردی تھی کہ اس صورت مین فی الحال اُس سے مواخذہ نہ کیا جائیگا یہ مغنی مین ہے۔ اور اگر غلام مجور رشیدہ نے کسی شخص کے ہزار درم تلف کردینے کا اقرار کیا تو جبتک آزاد نہ ہو تب تک اُس سے مواخذہ نہ کیا جائیگا اور بعد آزاد ہونے کے ماخوذ ہوگا اور اگر اُسکی طرف سے کسی شخص نے قبل اُسکی آزادی کے اس قرضہ کی کفالت کرلی تو کفیل فی الحال ماخوذ ہوگا اور اگر اُسکو صاحب قرض نے خرید کرکے آزاد کیا یا اپنے پاس رکھا تو غلام سے اُسکا قرضہ باطل ہوجائیگا ولیکن کفیل سے مواخذہ کرسکے جسقدر مال کی اُسنے ضمانت کی ہو اُس سے اور ثمن مین سے جو مقدار کم ہو وہ وصول کریگا۔ اور اگر خریدا نہو بلکہ مالک نے قرضخواہ کو غلام ہبہ کرکے سپرد کردیا ہو تو غلام سے قرضہ باطل ہوگا اور کفیل سے بھی باطل ہوگا پھر اگر مالک نے ہبہ سے رجوع کیا تو امام محمد رح کے قول پر قرضہ کبھی عود نہ کریگا اور امام ابو یوسف رح کے قول پر بعد رجوع کے قرضہ عود کریگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی پھر مجور کیا پھر اجازت دی اور اُسکے پاس ہزار درم ہین اور یہ معلوم ہو کہ یہ درم پہلے اذن کی کمائی ہین پس غلام نے اقرار کیا کہ یہ مال فلان شخص کی ودیعت ہے یا مین نے فلان شخص سے غصب کیا ہے اور مولے نے اُسکے قول کی تکذیب کی تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکا اقرار صحیح ہے اور صاحبین کے

نزدیک نہیں صحیح ہی یہ محیط میں ہی - اگر اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی پھر مجور کیا پھر اجازت دی اور اُسکے پاس ہزار درم ہیں کہ یہ معلوم ہی کہ یہ درم حالت اذن اول میں اُسکے پاس تھے پس اُسنے اقرار کیا کہ یہ درم فلان شخص کی ودیعت ہیں تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکے اقرار کی تصدیق ہوگی اسی طرح اگر یہ اقرار کیا کہ یہ درم فلان شخص سے مین نے حالت اذن اول مین غصب کیے تھے تو بھی تصدیق کیجائیگی یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور صاحبین کے نزدیک ان ہزار درم مین اُسکے قول کی تصدیق نہوگی بلکہ یہ مولے کے ہونگے اور مقرلہ اپنا اقراری مال اُسکے رقبہ سے وصول کریگا اور غلام فروخت کیا جائیگا - اسی طرح اگر غلام نے اس مال کی نسبت یہ اقرار اسوقت کیا کہ جب اُسپر دوسری اجازت کی حالت مین قرضہ چڑھ گیا ہی تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہ مال مقرلہ کو دیا جائیگا اور صاحبین کے نزدیک یہ مال مولے کا ہوگا یہ مبسوط مین ہی -

چھٹا باب غلام ماذون اور اُسکے مولے کے اقرار کے بیان مین - اگر غلام نے قرضہ کا اقرار کیا تو اُسکی دو صورتین ہین اگر اُسنے قرضہ تجارت کا اقرار کیا تو یہ اقرار حق مولے مین صحیح ہوگا یعنے غلام فی الحال ماخوذ ہوگا خواہ مولے اُسکی تصدیق کرے یا تکذیب کرے - اور اگر تجارت کے سوا کسی دوسری وجہ سے قرضہ کا اقرار کیا تو فی الحال ماخوذ نہوگا بلکہ بعد آزادی کے مواخذہ کیا جائیگا - کتاب الاصل مین امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ماذون غصب کا یا ودیعت کا جس سے انکار کر گیا تھا یا مضاربت یا بضاعت کا یا عاریت کا جس سے منکر ہوگیا تھا یا کسی چوپایہ کی کونچین کاٹنے کا یا کسی کپڑے کے جلا ڈالنے کا اقرار کیا یا کسی اجیر کو اجرت پر مقرر کرنے کا یا کسی باندی کے مہر کا جسکو خرید کر اُس سے وطی کی تھی پھر وہ استحقاق مین لیلی گئی اقرار کیا تو یہ سب ایسا قرضہ اُسکے ذمہ ہوگا جسکے واسطے فی الحال ماخوذ ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ کونچین کاٹنے اور کپڑا جلانے کا جو حکم مذکور ہی وہ ایسی صورت پر محمول ہی کہ جب اُسنے ان دونون چیزون پر قبضہ کرکے کونچین کاٹنے اور جلانے کا اقرار کیا ہو تاکہ قبضہ سے غاصب قرار پاوے اور وقت قبضہ سے ضمان واجب ہوجاوے اور اس حالت مین مال مضمون ہوگا ورنہ اگر قبضہ سے پہلے چوپایہ کی کونچین کاٹ ڈالین یا کپڑا جلا دیا ہو تو اُسکا اقرار صحیح نہوگا حتے کہ اُس سے مواخذہ نہوگا یہ محیط مین ہی - اور اگر اُسنے یہ اقرار کیا کہ مین نے آزاد عورت یا باندی کی فرج کو جلا دیا کہ دونون باکرہ ہین اپنی اُنگلی سے چیر دیا یہان تک کہ پیشاب اور پاخانہ کا ایک سوراخ ہوگیا تو طرفین کے نزدیک فی الحال اُسپر کچھ لازم نہوگا کیونکہ مولے کی تصدیق کرنے سے اور یہ جنایت کا اقرار ہی - اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ یہ اقرار مال ہی اور فی الحال ماخوذ ہوگا اور اگر اُسنے ایک باکرہ باندی غصب کر کے اُنگلی سے اُسکی فرج چیر کر پیشاب کے سوراخ سے ملا دی پس اگر باندی کے مولے نے قبل اُسکے اقرار کے اُس سے غصب کی وجہ سے ضمان لینی چاہی تو اُسکو اختیار ہوگا کیونکہ ضمان غصب وجوہ تجارت مین سے ہی اور اگر اقتصاص یعنے چیرنے کے جرم کی وجہ سے ضمان چاہی تو اُسکو اختیار نہوگا کیونکہ یہ جنایت ہی اُسکے اقرار سے ثابت نہوگی - اور اگر کوئی باکرہ باندی غصب کر کے لے گیا اور اُس سے وطی کی پس اگر باندی کے مولے نے غصب کی وجہ سے نقصان بکارت کی ضمان چاہی تو فی الحال ضمان لے سکتا ہی اور اگر وطی سے ضمان چاہی تو اُسپر فی الحال لازم نہوگی یہان تک کہ آزاد ہوجاوے یہ سراج الوہاج مین ہی - اگر ماذون نے اقرار کیا کہ مین نے اس شخص کی باندی باکرہ خرید کر اُس سے اقتضاض

کیا ہو تو مثل اور قرضخواہون کے اُسپر اُسکا عقر لازم ہوگا جبکہ وہ باندی استحقاق مین لے لیجاوے اور فی الحال ماخوذ ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اسی طرح اگر اُسنے باکرہ باندی غصب کرلی اور اُسکے پاس کسی شخص نے اُس باندی سے افتضاض کیا پھر بھاگ گیا تو باندی کے مولے کو اختیار ہوگا کہ اُسکے عقر کے واسطے ماذون کو گرفتار کراوے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر یون اقرار کیا کہ مین نے اس باکرہ سے بدون اجازت اپنے مولے کے نکاح کرکے افتضاض کیا ہے تو اُسپر کچھ لازم نہوگا اور اگر مولے نے نکاح فاسد اُسکے افتضاض کے اقرار کی تصدیق کی ہو تو پہلے قرضخواہون کا قرضہ ادا کیا جائیگا پھر اگر کچھ مال باقی رہا تو باندی کا مولے اُسکے عقر مین لے لیگا اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ یون چاہیے کہ باندی کا مولے قرضخواہون کے ساتھ شریک کیا جاوے خواہ مولے نے اُسکی تصدیق کی ہو یا تکذیب کی ہو یہ مغنی مین ہے۔ اور اگر ماذون نے اقرار کیا کہ مین نے اس سے نکاح سے وطی کی ہے اور مولے نے اجازت نکاح دینے سے انکار کیا تو فی الحال مہر کے واسطے ماخوذ نہوگا جبتک کہ آزاد نہو جاوے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ماذون نے اپنے مقبوضہ غلام کی نسبت یہ اقرار کیا کہ یہ شخص فلان بن فلان کا بیٹا ہے وہ میرے پاس ودیعت چھوڑ گیا ہے یا کہا کہ یہ آزاد ہے کبھی مملوک نہین ہوا ہے تو قول اُسی کا لیا جائیگا۔ اور اس جنس کے مسائل مین اصل یہ ٹھہری ہے کہ ماذون نے اگر اپنے مقبوضہ مملوک کیواسطے حریت طاریہ کا اقرار کیا یعنے حریت و آزادی طاری ہو گئی ہے تو اُسکا اقرار صحیح نہوگا اور اگر اصلی آزادی کا جو ظاہر ثابت ہے اقرار کیا تو صحیح ہوگا اور ماذون کے اقرار کو حریت طاریہ کا اقرار جبہی کہا جائیگا کہ جب مقر بہ مین مملوکیت کی نشانیان اور علامات ظاہر ہون اور یہ مثلاً اس طرح کہ ماذون نے یون اقرار کیا کہ یہ شخص مملوک و رقیق ہے اور مملوک نے اُسکے قول کی تصدیق کی بشرطیکہ مملوک اپنی ذات کو تعبیر کر سکتا ہو اور اگر نہین تعبیر کر سکتا ہے حتی کہ اُسکے مملوک ہونیکے بارہ مین ماذون ہی کا قول لازم القبول ٹھہرا پھر ماذون نے بعد اقرار رقیت کے اُسکی نسبت یہ اقرار کیا کہ یہ حر الاصل ہے تو اُسکا یہ اقرار حریت طاریہ کا اقرار قرار دیا جائیگا۔ پس صحیح نہوگا اور اگر اس شخص مین رقیت کے علامات و نشانات ظاہر نہون اور ماذون نے یون اقرار کیا کہ یہ حر الاصل ہے تو یہ حریت اصلی کا اقرار قرار دیا جائیگا نہ حریت طاریہ کا پس ماذون کا یہ اقرار صحیح ہوگا اور جس صورت مین اُسنے کہا کہ یہ فلان شخص کا بیٹا ہے اُسنے مجھے ودیعت دیا ہے اور اس شخص مین رقیت کے علامات ظاہر نہین ہین پس جب غلام نے کہا کہ یہ فلان بن فلان کا بیٹا ہے یا کہا کہ یہ حر الاصل ہے تو یہ حریت اصلی کا اقرار ہے پس صحیح ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ماذون نے زید سے ایک غلام خریدا حالانکہ غلام موجود و حاضر ہے اور ساکت ہے پھر اقرار کیا کہ یہ فلان شخص کا بیٹا ہے یا حر الاصل ہے کبھی مملوک نہین ہوا ہے تو ماذون کا اقرار صحیح نہوگا اور نہ اُسکی تصدیق ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر ماذون نے اپنی مقبوضہ چیزون مین سے کسی خاص چیز کی نسبت یہ اقرار کیا کہ یہ چیز فلان شخص کی ہے مین نے اُس سے غصب کرلی یا اُسنے مجھے ودیعت دی تھی حالانکہ ماذون پر بہت قرضہ ہے تو پہلے مقرلہ کو اُسکی اقراری چیز دیدی جاویگی یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر ماذون نے بہت سے قرضون کا اقرار کیا تو اُسکے قرضخواہ اُسکی مقبوضہ کمائی مین اور اُسکے ثمن مین جب فروخت کیا جاوے یکسان شریک ہونگے یہ نہوگا کہ سابق کا قرضخواہ پچھلے قرضخواہ پر مقدم ہو یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر ماذون نے کسی شخص سے

ایک غلام خریدا اور اسکو ثمن ادا کردیا خواہ اُسپر قرضہ ہو یا نہیں پھر اقرار کیا کہ میرے ہاتھ فروخت کرنے سے پہلے بائع نے اسکو آزاد کردیا تھا یا یہ اصلی آزاد ہے اور بائع نے اس سے انکار کیا تو وہ غلام بحالہ مملوک رہیگا اسی طرح اگر بائع کی طرف سے مدبر کرنے کا اقرار کیا یا باندی تھی کہ جسکی نسبت یہ اقرار کیا کہ بائع سے بچہ جنی ہے تو بھی یہی حکم ہے لیکن اگر بائع نے اُسکے اقرار کی تصدیق کی تو دونوں میں بیع ٹوٹ جاویگی اور ثمن اُس سے واپس لیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر ماذون نے اِنمیں سے کسی بات کا اقرار نہ کیا ولیکن یہ اقرار کیا کہ بائع نے میرے ہاتھ فروخت کرنے سے پہلے یہ غلام فلان شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہے اور فلان شخص نے اسکے اقرار کی تصدیق کی مگر بائع نے تکذیب کی تو ماذون اس اقرار میں بائع کے حق میں صادق قرار دیا جائیگا تاکہ بائع سے اپنا ثمن واپس کرے لیکن اپنے حق میں سچا شمار ہوگا اور اُسکو حکم دیا جائیگا کہ فلان شخص یعنی مقر لہ کو غلام دیدے اور اگر بائع نے ماذون کے اقرار کی تصدیق کی تو ماذون اُس سے اپنا ثمن واپس لیگا اسی طرح اگر ماذون نے اپنے دعوے پر جو بائع پر کیا ہے گواہ پیش کیے یا بائع سے اپنے دعوے پر قسم طلب کی اور اُسنے قسم سے نکول کیا تو بھی اپنا ثمن واپس لیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ماذون پر قرضہ ہو اور اُسنے اپنی مقبوضہ کسی چیز کی نسبت یہ اقرار کیا کہ یہ چیز مولے کی یا اُسکے بیٹے یا باپ یا اُسکے غلام تاجر مقروض یا غیر مقروض کی یا اُسکے مکاتب یا ام ولد کی ہے تو اُسکا اقرار اپنے مولے اور اُسکے مکاتب و ماذون و ام ولد کے واسطے باطل ہوگا مگر مولے کے بیٹے یا باپ کے واسطے جائز ہوگا اور اگر غلام پر قرضہ نہو تو اُسکا اقرار ان سب صورتوں میں جائز ہوگا پھر اگر اسکے بعد اُس غلام پر قرضہ ہوگیا تو اس اقرار کا حکم باطل نہ ہوگا۔ اور اگر ان لوگوں میں سے کسی کے قرضہ کا اقرار کیا پھر اسکے بعد اُسپر قرضہ چڑھ گیا تو مولے یا اسکی ام ولد و غلام غیر مقروض کو کچھ نہ ملیگا اور اُسکے غلام مقروض اور مکاتب اور باپ کے واسطے ایسے اقرار میں بعد قرضہ چڑھ جانے کے یہ حکم ہے کہ یہ لوگ قرضخواہوں کے ساتھ شریک ہوجاوینگے۔ اور اگر ماذون مقروض یا غیر مقروض نے اپنے فرزند آزاد یا باپ یا اپنی آزاد جورو کے واسطے یا اپنے فرزند آزاد کے مکاتب یا غلام مقروض یا غیر مقروض کے واسطے اقرار کیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ کے نزدیک ان لوگوں کے واسطے اُسکا اقرار باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے اور یہ لوگ اُسکی کمائی میں قرضخواہوں کے ساتھ شریک ہوجاوینگے۔ اور اگر ماذون مقروض نے اپنی باندی کو تجارت کی اجازت دی پھر باندی پر قرضہ چڑھ گیا اور ماذون نے کسی چیز کی نسبت اقرار کیا کہ یہ چیز اس ماذونہ کی میرے پاس ودیعت ہے تو اُسکی تصدیق کیجاویگی خواہ ماذون مقروض ہو یا نہ ہو پس وہ باندی بہ نسبت قرضخواہوں کے اس چیز کی مستحق ہوگی اسی طرح اگر ماذون نے اس باندی کے لیے قرضہ کا اقرار کیا تو بھی صحیح ہے مگر قرضہ کی صورت میں یہ باندی اُسکے قرضخواہوں کے ساتھ اُسکی کمائی میں شریک ہوگی۔ اور شق اول کے اقرار میں اُس چیز کی مستحق خاصۃً باندی ہوگی ماذون کے قرضخواہ نہ پاوینگے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر اُس ماذونہ باندی نے مقروض ہونے کی حالت میں اپنی کسی چیز معین یا قرضہ کا ماذون کیواسطے اقرار کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر قرضہ نہ ہو تو چیز معین کا اقرار جائز اور قرضہ کا اقرار ناجائز ہوگا۔ اور اگر باندی کے قرضخواہوں میں مولی کا مکاتب یا اُسکا غلام ہو اور ماذون پر قرضہ ہو تو ماذون کا اقرار اُس باندی کی نسبت جائز نہیں ہے اور اگر قرضہ نہ ہو تو ماذون کا اقرار

باندی کے قرضخواہون کے واسطے جائز ہوگا یہ مغنی مین ہے۔ اور اگر باندی کے بعضے قرضخواہون مین موسلے کا باپ یا بیٹا ہوا ور ماذون نے باندی کے واسطے ودیعت یا قرضہ کا اقرار کیا حالانکہ غلام مقروض ہے تو اقرار جائز ہوگا اور اگر باندی کے بعضے قرضخواہون مین سے ماذون کا باپ یا بیٹا ہوا ور ماذون خود قرضدار ہے یا نہین ہے تو امام اعظم رح کے قیاس پر اُسکا اقرار باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے۔ اسی طرح اگر باندی کے بعضے قرضخواہون مین سے ماذون کے باپ یا بیٹے کا مکاتب ہو تو بھی یہی اختلاف ہے اور اگر باندی کے بعضے قرضخواہون مین سے ماذون کا بھائی ہو تو باندی کے واسطے اُسکا اقرار جائز ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر قاضی سے قرضخواہان ماذون نے ماذون کی بیع کی درخواست کی پس قبل فروخت کیے جانے کے ماذون نے اقرار کیا کہ فلان غائب کا مجھپر اسقدر قرضہ ہے اور موسلے اور قرضخواہون نے اُسکی تصدیق یا تکذیب کی تو غلام کی اس اقرار مین تصدیق کیجائیگی اور غلام فروخت کرکے غائب کا حصہ رکھ لیا جاویگا اور اگر غلام نے اقرار نہ کیا یہانتک کہ قاضی نے اُسکو فروخت کر دیا پھر اسکے بعد اُسنے ایسا اقرار کیا تو تصدیق نہ کیجائیگی اور اگر موسلے نے اُسکے اقرار کی تصدیق کی پس اگر اُسپر دوسرا قرضہ ہو تو اقرار صحیح نہ ہوگا اور اگر دوسرا قرضہ نہ ہو تو صحیح ہوگا پھر اگر ہمارے اس مسئلہ کی صورت مین وہ غائب آیا اور اُسنے اپنے حق کے گواہ قائم کیے تو قرضخواہون کا دامنگیر ہوکر اپنا حصہ ثمن اُنسے لیگا ورنہ اُسکو کچھ نہ ملیگا یہ مغنی مین ہے۔ اور اگر ماذون پر بہت قرضہ ہون اور اُس نے ایک دوسرے قرض کا اقرار کیا تو یہ بھی اُسپر لازم ہوگا اور سب قرضخواہ باہم حصہ رسد تقسیم کر لینگے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر ماذون نے اپنے اوپر حالت حجر کے بہت سے قرضون کا اقرار کیا یعنی مین نے زید سے قرض لیا اور فلان کا مال غصب کیا اور فلان کی ودیعت تلف کر دی یا عاریت یا مضاربت تلف کر دی تو آیا فی الحال ماخوذ ہوگا۔ یہ تفصیل ہے کہ غصب مین فی الحال ماخوذ ہوگا خواہ مقرلہ حالت حجر مین اقرار غصب کی تصدیق کرے یا کہے کہ نہین بلکہ تو نے حالت اذن مین غصب کیا ہے بہرصورت ماخوذ ہوکر فروخت کیا جائیگا لیکن اگر موسلے اسکا فدیہ دیدے تو فروخت نہ ہوگا اور قرض یا ودیعت و عاریت و بضاعت مین اگر مقرلہ نے حالت حجر مین ایسا کرنے کی تصدیق کی کہ حالت حجر مین وہ مستودع و مستعیر ہوا تھا تو بقول ابو حنیفہ و محمد رح وہ فی الحال نہین بلکہ بعد آزادی کے ماخوذ ہوگا اور اگر مقرلہ نے اسکی تکذیب کی تو فی الحال ماخوذ ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اسی طرح اگر نابالغ یا معتوہ سمجھدار ماذون نے اس قسم کا اقرار کیا تو اسکا بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ماذون نے کفالت بالمال کا اقرار کیا تو صحیح نہین ہے یہ سراجیہ مین ہے غلام ماذون نے اگر ایسے آزاد کے واسطے اقرار کیا کہ اگر غلام کو آزاد فرض کرین تو غلام کی گواہی اسکے لیے مقبول نہ ہو جیسے جورو تو اسکا اقرار صحیح نہ ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور ایضاح مین ہے کہ اگر ماذون نے کسی غلام یا آزاد پر جنایت یا ایسے مہر کا جو بنکاح صحیح یا فاسد یا بطور وطی شبہہ کے اُسپر واجب ہوا ہے اقرار کیا تو اقرار باطل ہے جب تک آزاد نہ ہو ماخوذ نہوگا اور اگر ایسے امر کا اقرار کیا جس سے قصاص لازم آتا ہے تو صحیح ہے اور مقرلہ کو اس سے قصاص لینے کا اختیار ہوگا یہ نہایہ مین ہے۔ (ولو کان العبد صغیرا او کان صغیرا محجورا فاقروا بعد الاذن انہم قد اقروا نہ بذلک قبل الاذن کان القول قولہم کذا فی المبسوط) اور اگر ماذون نے

موسلے کے مرض الموت مین غصب یا بیع یا قرض یا ودیعت موجودہ بعینہا یا مستہلکہ یا مضاربت قائمہ بعینہا یا مستہلکہ وغیرہ اقسام تجارات کیوجہ سے اپنے اوپر قرضہ کا اقرار کیا تو اُسکی دو صورتین ہین کہ اگر موسلے پر قرضہ ہو جو اُسکی صحت مین واجب ہوا ہی اور وہ موسلے کے مال اور غلام کے رقبہ اور مال مقبوضہ کو محیط ہی تو غلام کا اقرار قرضہ اپنے اوپر موسلے کے مرض الموت مین درحالیکہ موسلے پر قرضہ صحت موجود ہی صحیح نہین ہی بشرطیکہ موسلے کے مال اور دونون کے رقبہ و مال مقبوضہ مین موسلے کے قرضہ سے زیادتی نہ ہو ۔ اور اگر موسلے پر ایسا قرضہ ہو جسکا اُسنے مرض الموت مین اقرار کیا ہی تو غلام کا اپنے اوپر قرضہ کا اقرار موسلے کے مرض الموت مین صحیح ہی ۔ اور اگر موسلے کے ترکہ اور رقبہ غلام و اُسکے مقبوضہ مال مین قرضہ موسلے سے زیادتی ہو تو غلام کا اقرار صحیح ہوگا اور پہلے موسلے کا قرضہ ادا کیا جائیگا اور جو کچھ باقی رہیگا وہ غلام کے قرضخواہون کو ملیگا ۔ اور اگر موسلے کا مال غائب ہو اور غلام اور اُسکا مقبوضہ اسباب فروخت کر کے موسلے کا قرضہ ادا کیا گیا پھر موسلے کا مال ہاتھ آیا حالانکہ موسلے کے قرضہ مین سے کچھ باقی قرضہ رہگیا ہی تو اس مال موسلے سے جو ہاتھ آیا ہی پہلے موسلے کا باقی قرضہ ادا کیا جائیگا پھر جو کچھ اسمین سے باقی رہا اسمین قاضی غور کر کے بقدر غلام کے ثمن اور اُسکے اسباب مقبوضہ کے ثمن کے نکالکر اس سے غلام کا قرضہ اُسکے قرضخواہون کو ادا کریگا یہ محیط مین ہی ۔ اور اگر غلام کا قرضہ اس سے بھی زیادہ ہو تو اُس مال مین سے بقدر غلام و اُسکے اسباب کے ثمن کے نکالنے کے بعد جو کچھ باقی رہا وہ وارثان موسلے کو میراث ملیگا اور اسمین سے غلام کے قرضخواہون کا کچھ حق نہ ہوگا کذافی المبسوط اور یہ سب اس صورت مین ہی کہ جب موسلے پر صحت کا قرضہ ہو اور غلام پر قرضہ نہ ہو مگر اُسنے موسلے کے مرض الموت مین اپنے اوپر قرضہ کا اقرار کیا ہو ۔ اور اگر دونون مین سے ہر ایک پر ایسا قرضہ ہو جو موسلے کی صحت مین واجب ہوا ہی اور غلام نے اپنے اوپر موسلے کے مرض الموت مین قرضہ کا اقرار کیا تو اس مسئلہ مین چند صورتین ہین ۔ ایک یہ کہ غلام کے رقبہ و اُسکے مقبوضہ مال مین غلام کے قرضہ سے جو موسلے کی صحت مین واجب ہوا ہی زیادتی ہو مگر قرضہ موسلے سے زیادتی نہ ہو اور اس صورت مین غلام کا اقرار صحیح نہ ہوگا اور غلام کے رقبہ و اُسکی کمائی سے پہلے غلام کا وہ قرضہ جو موسلے کی صحت مین واجب ہوا ہی ادا کیا جائیگا پھر جو کچھ زیادہ بچ رہا ہی اس سے موسلے کا قرضہ ادا کیا جائیگا ۔ اور دوسری صورت یہ ہی کہ غلام کے رقبہ و اُسکی کمائی مین غلام کے قرضہ اور موسلے کے قرضہ دونون کی نسبت جو دونون پر بحالت صحت موسلے مین واجب ہوا ہی زیادتی ہو تو اس صورت مین غلام کا اقرار اسقدر مال مین جو دونون کے قرضہ سے زائد ہی صحیح ہوگا پس پہلے موسلے کا قرضہ ادا کیا جائیگا پھر غلام کا وہ قرضہ جو موسلے کی حالت صحت مین واجب ہوا ہی ادا کیا جائیگا پھر جو کچھ باقی رہا وہ غلام کے اقراری قرضہ مین دیا جائیگا تیسری صورت یہ ہی کہ غلام کے مال و رقبہ مین بہ نسبت قرضہ غلام کے کچھ زیادتی نہ ہو تو اس صورت مین غلام کا اقرار صحیح نہ ہوگا ایسا ہی امام محمد رح نے اس مسئلہ کو کتاب مین ذکر کیا ہی ۔ اور اگر مولی پر قرضہ نہو مگر غلام پر ایسا قرضہ ہو جو موسلے کی صحت مین واجب ہوا ہی اور وہ غلام کے رقبہ و مال مقبوضہ کو محیط ہی پھر غلام نے موسلے کے مرض الموت مین قرض یا بیع یا غصب وغیرہ اقسام تجارات کے قرضہ کا اقرار کیا پھر موسلے اس مرض مین مرگیا تو غلام کا اقرار صحیح ہوگا اور قاضی اس غلام و اُسکے مقبوضہ مال کو فروخت کر کے سب ثمن

قولہ بعینہا یعنی ودیعت بعینہا موجود ہو [illegible] بعینہا قائم ہو [illegible] اور یہی مضاربت [illegible] لیکن اسکی ودیعت [illegible] کا [illegible] صورت [illegible]

قولہ اقرار کیا یعنی مرض الموت مین اقرار کیا

اُسکے سب قرضخواہون کو حصہ رسد تقسیم کر دیگا کسی کو کسی پر مقدم نہ کریگا - اسی طرح اگر مولی کے مرض الموت مین درحالیکہ مولے پر قرضہ نہین ہے اپنے مقبوضہ مین سے کسی خاص چیز کا کسی شخص کے واسطے اقرار کیا تو اقرار صحیح ہے اور مقرلہ کو پہلے وہ چیز دیدیجاویگی پس ظاہر ہوا کہ مولی کے مرض مین غلام جبھی مجور ہوتا ہے یعنے اقرار عین و دین سے جبھی مجور ہوتا ہے کہ جب مولی پر صحت کا قرضہ موجود ہو اور اگر مولی پر صحت کا قرضہ نہو تو مرض مولی مین ایسے اقرار سے مجور نہ ہوگا یہ محیط مین ہے - اور اگر مولے پر زمانہ صحت کا اسقدر قرضہ ہو کہ اُسکے مال اور اُسکے ماذون کے رقبہ و مقبوضہ مال کو محیط ہو پھر ماذون نے مولے کے مرض مین ایک شخص سے ہزار درم قرض لیے اور گواہون کے سامنے اُنپر قبضہ کیا یا کسی شخص سے کوئی چیز خریدی اور گواہون کے سامنے اُسپر قبضہ کیا پھر مولے مر گیا تو قاضی غلام کو اور اُسکے مقبوضہ مال کو فروخت کرکے اُس سے غلام کا قرضہ ادا کریگا پھر اگر کچھ باقی رہا تو وہ مولے کے قرضہ مین دیدیگا یہ مغنی مین ہے - اور اگر اپنے غلام کو جسکی قیمت ہزار درم ہے تجارت کی اجازت دی اور سواے اس غلام کے اُسکا کچھ مال نہین ہے پھر مولے مریض ہوا اور اپنے اوپر ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر غلام نے بھی اپنے اوپر ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر مولے مر گیا تو قاضی اُس غلام کو فروخت کرکے اُسکا ثمن دونون مقرلہ قرضخواہون کو برابر تقسیم کر دیگا اور اگر غلام نے پہلے اقرار کیا پھر مولے نے اپنے اوپر قرضہ کا اقرار کیا ہو اور دونون اقرار مولی کے مرض مین واقع ہوے پھر مولے مر گیا تو قاضی پہلے غلام کا قرضہ ادا کریگا پھر جو کچھ باقی رہا وہ مولے کے قرضخواہ کو دیگا یہ محیط مین ہے - اور اگر مولی نے پہلے ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر اُسی اقرار سے متصل یا منقطع کرکے دوسرے ہزار درم کا اقرار کیا پھر غلام نے ہزار درم قرض کا اپنے اوپر اقرار کیا پھر مولی مر گیا تو تینون قرضخواہ غلام کے ثمن مین برابر حصہ دار ہونگے اور تینون کو تین تہائی ثمن تقسیم کر دیا جائیگا اسی طرح اگر غلام نے ہزار درم کا اقرار کیا پھر اسی اقرار سے متصل یا منقطع کرکے دوسرے ہزار درم کا اقرار کیا تو اُسکے دونون قرضخواہ اقراری مولے کے قرضخواہ کے ساتھ برابر شریک کر دیے جاوینگے یہ مبسوط مین ہے - اور اگر مولی نے ہزار درم کا اقرار کیا پھر ہزار درم کا اقرار کیا پھر ہزار درم کا اقرار کیا اور سب اقرار اپنے مرض مین کیے پھر غلام نے اپنے اوپر ہزار درم کا اقرار کیا تو قاضی غلام کو فروخت کرکے اُسکا ثمن مولے کے قرضخواہون اور غلام کے قرضخواہ مین چار حصے کرکے تقسیم کر دیگا - اور اگر مولی نے اپنے مرض مین ہزار درم کا اقرار کیا پھر غلام نے اپنے اوپر ہزار درم کا اقرار کیا پھر مولی نے اپنے اوپر ہزار درم کا اقرار کیا پھر مولی مر گیا تو قاضی غلام کا ثمن دونون قرضخواہ مولی اور تیسرے قرضخواہ غلام کے درمیان تین حصے کرکے تقسیم کر دیگا یہ مغنی مین ہے - اگر غلام کی قیمت دو ہزار درم ہون پھر اُسنے مولی کے مرض مین ہزار درم قرض کا اقرار کیا پھر مولی نے ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر ماذون نے ہزار درم قیمت کا غلام ہزار درم مین خرید کر گواہون کے سامنے اُسپر قبضہ کر لیا اور وہ غلام ماذون کے پاس مر گیا پھر ماذون کا مولی مر گیا اور سواے غلام کے کچھ مال نہ چھوڑا اور وہ دو ہزار درم کو بیچا گیا تو ماذون کے قرضخواہ ثمن باہم تقسیم کر لینگے اور اُسکے مولی کے قرضخواہ کو کچھ نہ ملیگا - اور اگر غلام نے غلام نہ خریدا ہو بلکہ مولی نے اپنے مرض مین ہزار درم کا غلام خریدا ہو اور گواہون کے سامنے اُسپر قبضہ کیا اور وہ مولی کے پاس مر گیا پھر مولی اپنے اس مرض مین مر گیا اور باقی مسئلہ بحالہ رہا اور وہ ماذون دو ہزار درم کو فروخت کیا گیا تو پہلے بائع کا قرضہ ادا کیا جائیگا پھر جو کچھ باقی رہا وہ غلام کے

قرضخواہون مین تقسیم ہوگا اور اس مسئلہ مین خواہ اجازت مولی کی صحت مین واقع ہوئی یا مرض مین واقع ہوئی ہو کچھ حکم مین فرق نہین ہے یہ مبسوط مین ہے - اور اگر ماذون کی قیمت دو ہزار درم ہون پس اُسنے اپنے اوپر ہزار درم قرض کا اقرار کیا پھر مولے نے اپنے اوپر ہزار درم قرض کا اقرار کیا پھر مولی مرگیا تو قاضی غلام کو فروخت کردیگا اور غلام کے قرضخواہ کو ہزار درم دیدیگا پھر باقی ہزار درم مولی کے قرضخواہ کو دیدیگا - اور اگر غلام کا نرخ گھٹ گیا اور ڈیڑھ ہزار درم رہگیا اور قاضی نے غلام کو فروخت کیا تو ہزار درم غلام کے قرضخواہ کو دیدیگا اور باقی مولی کے قرضخواہ کو دیدیگا اور اگر اُسکا نرخ گھٹ کر ہزار درم رہگیا تو سب ثمن غلام کے قرضخواہ کو دیدیگا - اور اگر غلام نے ہزار درم قرض کا اقرار کیا پھر مولی نے غلام پر ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا اور غلام کی قیمت دونون اقرارون کے وقت دو ہزار درم ہے پھر اسکا نرخ گھٹ گیا پھر غلام فروخت کیا گیا تو اُسکا ثمن دونون قرضخواہون مین برابر تقسیم کیا جائیگا یہ محیط مین ہے - اور اگر غلام نے ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر مولی نے ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر غلام نے ہزار درم کا اقرار کیا اور غلام کی قیمت ہزار درم ہے پس وہ ہزار درم کو فروخت کیا گیا بعد ازانکہ مولی مرچکا ہے تو مولی کے قرضخواہ کو کچھ نہ ملیگا اور قرضخواہان غلام باہم حصہ رسد تقسیم کرینگے - اور اگر غلام نے جسکی قیمت دو ہزار درم ہے ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر مولے نے ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر غلام نے ہزار درم کا اقرار کیا پھر غلام دو ہزار درم کو فروخت کیا گیا تو تینون قرضخواہ برابر تین حصہ کرکے تقسیم کرلینگے - اور اگر قاضی نے اُسکو ڈیڑھ ہزار درم کو فروخت کیا تو قرضخواہون مین پانچ حصے ہوکر تقسیم ہوگا اُسمین سے ایک حصہ مولی کے قرضخواہ کو ملیگا اور اگر ایک ہزار کو فروخت ہوا تو مولے کے قرضخواہ کو کچھ نہ ملیگا یہ مغنی مین ہے - اور اگر پہلے غلام نے ایک ہزار درم کا اقرار کیا پھر مولے نے ایک ہزار درم کا اقرار کیا پھر ایک ہزار درم کا اقرار کیا اور دونون اقرار متصل واقع ہوے یا منفصل پھر غلام نے ایک ہزار درم کا اقرار کیا پھر مولی مرگیا اور غلام دو ہزار درم کو فروخت کیا گیا تو غلام کے دونون قرضخواہ اپنے پورے قرضے اور مولی کے قرضخواہ فقط ایک ہزار درم کے حساب سے شریک کیے جاوینگے اور اگر غلام ڈیڑھ ہزار کو فروخت ہوا تو قرضخواہان غلام پورے قرضے اور قرضخواہان مولی پانچ سو درم کے حساب سے شریک کیے جاوینگے پس اُسکا ثمن تمام قرضخواہون مین پانچ حصہ ہوکر تقسیم ہوگا جسمین سے غلام کے ہر قرضخواہ کو دو پانچوین حصے جسکے چھ سو درم ہوئے اور مولی کے قرضخواہ کو ایک پانچوان جسکے تین سو درم ہوے دیا جائیگا پس اگر اس حساب سے تقسیم کرلیا پھر مولی کا لوگون پر کچھ قرضہ ظاہر ہوا اور اسمین ایک ہزار یا دو ہزار اور پانچ سو درم برآمد ہوے تو اُسمین فقط مولی کے قرضخواہون کا حق ہوگا غلام کے قرضخواہون کا کچھ حق نہوگا اور وہ لوگ قرضخواہان غلام کے ساتھ اُسکے ثمن مین بقدر دو ہزار پانچ سو کے حصہ سے شریک نہین کیے گئے تھے اسی واسطے وہ لوگ اس سب کے جو برآمد ہوا ہے مستحق ہونگے اور اگر تین ہزار قرضہ برآمد ہوا تو قرضخواہان مولی اُسمین سے دو ہزار سات سو لے لینگے اور قرضخواہان غلام اُسمین سے تین سو درم لے لینگے - اور اگر دو ہزار چھ سو درم برآمد ہوے تو قرضخواہان مولے اُسمین سے دو ہزار ساڑھے پانچ سو درم لے لینگے اور باقی پچاس درم قرضخواہان غلام کو ملینگے - اور اگر غلام نے قرضہ اول کا اقرار نہ کیا ہو اور باقی مسئلہ یہی رہے تو مولے کے قرضخواہ تمام مولے کا قرضہ جو نکلا ہے لے لینگے یعنے دو ہزار چھ سو درم - پھر غلام فروخت کیا جائیگا پس اگر ہزار درم کو فروخت ہوا تو قرضخواہان مولے اُسمین سے اپنے باقی قرضے

اور قرضخواہان غلام اپنے پورے قرضہ کے حساب سے یعنی ہزار درم کے حساب سے شریک کیے جاوینگے پس ثمن کے سات حصہ ہوکر دو حصہ مولے کے قرضخواہون کو اور پانچ حصہ غلام کے قرضخواہون کو ملینگے یہ مبسوط مین ہے۔ امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی پھر اُسنے اپنے غلام پر قیمت غلام سے زیادہ قرضہ کا اقرار کیا اور اُسوقت تک غلام مقروض نہین ہے اور غلام نے اُسکے اس اقرار کی تکذیب کی تو تمام قرضہ اقراری اُسپر لازم ہوگا اور جبکہ مولے کا اقرار قرضہ غلام پر صحیح ہوا تو قرضخواہون کو اختیار رہوگا چاہین اپنے قرضہ کے واسطے غلام کو فروخت کرا وین یا اُس سے سعایت کرا وین اسیطرح اگر مولے نے اُسپر کفالت مال کا اقرار کیا یعنے مثلاً یون کہا کہ تو نے میری طرف سے فلان شخص کے واسطے اسقدر مال کی کفالت کی ہے اور غلام نے اُس سے انکار کیا تو یہ مال غلام پر لازم ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مولے نے غلام پر دس ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا اور غلام نے انکار کیا پھر غلام اس قرضہ مین فروخت کیا گیا اور ثمن قرضخواہون نے باہم تقسیم کر لیا تو مشتری کے پاس قرضخواہون کو غلام سے مواخذہ کرنے کی کوئی راہ نہوگی پھر اگر مشتری نے اُسکو آزاد کر دیا تو قرضخواہ لوگ اُس سے اُسکی قیمت وصول کرینگے۔ اور اگر مولی نے اُسکو فروخت نہ کیا بلکہ مدبر کر دیا تو قرضخواہون کو اختیار رہوگا کہ چاہین مولی سے اُسکی قیمت کی ضمان لین یا مدبر سے اپنے تمام قرضہ کے واسطے سعایت کرا وین پھر اگر مولی نے بعد مدبر کرنے کے اسکو آزاد کر دیا تو اس صورت مین اُس سے فقط اُسکی قیمت کا مواخذہ کرینگے۔ اور اگر ماذون نے پانچ ہزار درم سعایت سے ادا کیے تھے کہ اتنے مین مولی نے اُسکو آزاد کر دیا تو بھی قرضخواہ اُس سے اُسکی قیمت کا مواخذہ کرینگے[ف] اور جو اس سے زیادہ ہو وہ باطل ہوجائیگا۔ اور اگر اسکو مدبر کیا یہان تک کہ مولے مریض ہوگیا پس اُسکو آزاد کر دیا پھر مرگیا اور سوا اسکے اُسکا کچھ مال نہ تھا تو اُسپر اپنی قیمت کے واسطے سعی کرنی واجب ہوگی اور اسکو وارث نہین بلکہ قرضخواہ لے لینگے پھر اسکے بعد بھی قرضخواہ لوگ غلام کو ماخوذ کرکے بقدر اُسکی قیمت کے لے لینگے اور اُسمین سے وارثون کو اور قرضخواہان مولے کو کچھ نہ ملیگا۔ اور اگر اپنے مرض مین غلام پر قرضہ کا اقرار کیا اور باقی مسئلہ بحالہ رہا تو پہلی قیمت خاصۃً قرضخواہان مولی کو ملیگی پھر غلام اپنی قیمت کے واسطے سعی کرکے خاصۃً اپنے قرضخواہون کو ادا کریگا۔ اور اگر مولی نے اُسپر قرضہ کا اقرار نہ کیا بلکہ خطا سے کسی جنایت کا اقرار کیا تو مولے کو اختیار رہوگا چاہے اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے۔ اسی طرح اگر ماذون کی مقبوضہ باندی یا غلام کی نسبت قرضہ یا جنایت کا اقرار کیا تو ایسا ہی حکم ہے جیسے اُسنے اپنے ماذون پر ایسا اقرار کیا۔ پھر اگر اُن دونون کو اسکے بعد آزاد کر دیا تو یہ بھی بمنزلہ ماذون کے آزاد کرنے کے ہے یعنے وہی حکم ہوگا جو ماذون کے آزاد کرنے مین[ع] اس صورت مین مذکور ہوا ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر اپنے ماذون پر دس ہزار درم کا اقرار کیا اور اُسکی قیمت ایک ہزار درم ہے اور غلام نے تکذیب کی پھر مولے نے اُسکو آزاد کر دیا تو مولے قرضخواہون کے واسطے ضامن ہوگا مگر ضمان مین مولی صرف اُسکی قیمت یعنے ایک ہزار درم کا ضامن ہوگا اور اُس سے زیادہ ضامن نہوگا اگرچہ جسقدر قرضہ کا غلام پر اقرار کیا ہے وہ اُسکی قیمت سے زیادہ ہے پھر جب مولی نے ایک ہزار درم ضمانت دیدی تو کتاب مین مذکور ہے کہ قرضخواہ لوگ دوبارہ[ع] اُس سے ایک ہزار درم وصول کرینگے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر غلام نے بھی اسقدر قرضہ کا اقرار کیا تو اُسپر پورا قرضہ واجب ہوگا

ف یعنی سعایت ہونیکا حکم … پانچ ہزار سے اسکی قیمت … قرض کے بقدر وصول … اس سے زیادہ باطل ہوگا

ع … آزاد کیا …

ع یعنی … ایک ہزار درم …

چنانچہ اگر مولی سے یہ اقرار بالکل نہ پایا جاتا تو بھی یہی حکم تھا یہ مبسوط مین ہی - اور اگر ماذون نے مولی کے مرض الموت مین اپنی مقبوضہ چیزون مین سے کوئی چیز فروخت کی اور مولی کی صحت کا مولی یا غلام پر کچھ قرضہ نہین ہی اور غلام نے اقرار کیا کہ مین نے ثمن وصول پایا ہی مگر یہ امر سوائے اسکے اقرار کے اور طرح ثابت نہین ہی تو اُسکا اقرار صحیح ہوگا - اسی طرح اگر غلام پر قرضہ مستغرق یا غیر مستغرق موجود ہو تو بھی یہی حکم ہی - اور اگر مولی پر اسقدر قرضہ ہو جو غلام کے رقبہ و اسکے مقبوضہ مال کو محیط ہو تو غلام کا ثمن وصول پانیکا اقرار بالکل صحیح نہ ہوگا تاوقتیکہ گواہ قائم نہون بشرطیکہ قرضہ مولی قرضہ صحت ہو اور اگر مولی پر مرض کا قرضہ ہو تو غلام کا اقرار ثمن وصول پانیکا مشتری کے حق مین صحیح نہین ہی یہان تک کہ مشتری کو ثمن دینا پڑیگا مگر اسکے حق مین یہ اقرار صحیح ہوگا یہان تک کہ مشتری بھی اُسکے قرضخواہون کے ساتھ یکسان شریک کردیا جائیگا جیسا کہ اگر مولی نے ایسا اقرار کیا ہو تو یہ حکم ہی لیکن اگر استیفاء ثمن کے گواہ قائم ہون تو اقرار صحیح ہی اور ایسا نہ ہوگا جیسا کہ حق مولے مین صحیح ہوگا - اور اگر اس صورت مین غلام سے خریدنے والا موت کا کوئی وارث ہو اور غلام پر اسقدر قرضہ ہو کہ اُسکے رقبہ و تمام مقبوضہ کو محیط ہو اور مولے پر کچھ قرضہ نہین ہی تو موسے کے وارثون سے اُسکا ثمن وصول پانے کا اقرار جائز نہوگا اسی طرح اگر مولے پر بھی مع غلام کے قرضہ ہو تو بھی ثمن وصول پانے کا اقرار صحیح نہوگا یہ محیط مین ہی - اور اگر ماذون نے اپنے مرض الموت مین قرضہ یا ودیعت مین یا عاریت و مضاربت و اجارہ معین یا غصب معین وغیرہ تجارات کا اقرار کیا پھر اس مرض مین مرگیا تو اس سب کا اقرار صحیح ہی بشرطیکہ اُسپر صحت کا قرضہ نہو اور اگر صحت کا قرضہ ہوگا تو یہ اقرارات صحیح نہونگے مگر استقدر مال مین جو قرضہ صحت سے زائد ہو پس اُسکا مقبوضہ مال فروخت کرکے پہلے صحت کا قرضہ ادا کیا جائیگا - اور اگر وہ مال غصب جسکا اپنے مرض مین اقرار کیا ہی گواہون نے معائنہ کیا ہو یا عاریت و ودیعت وغیرہ کا معائنہ کیا ہو پس اگر گواہ لوگ وہ مال غصب یا ودیعت و عاریت کو بعینہ پہچانتے ہون تو مقرلہ اس مال کا مستحق ہوگا یعنی اسی کو دیا جائیگا اور اگر وہ لوگ مال غصب و عاریت و ودیعت کو بعینہ نہ پہچانتے ہون صرف اُنھون نے غصب کرنا و عاریت دینا و ودیعت دینا دیکھا ہو تو مقرلہ اُسکے صحت کا قرضخواہون کے ساتھ شریک کردیا جائیگا اسی طرح ہر قرضہ جو حالت مرض مین اُسپر گواہون کے سامنے ثابت ہو کر لازم آوے تو مرض کا قرضخواہ بھی صحت کے قرضخواہون کے ساتھ یکسان کردیا جائیگا یہ مغنی مین ہی - اور اگر اُسپر صحت کا قرضہ نہ ہو اور مرض مین اُسنے اپنے اوپر ہزار درم کا اقرار کیا اور یہ اقرار کیا کہ مین نے ہزار درم ثمن بیع کے جو اسکے مرض مین فلان مشتری پر واجب ہوے تھے وصول پائے ہین تو اسکے وصول پانے پر تصدیق نہ کیجاویگی ولیکن جو اسپر آتا ہی وہ اُسکے اور دوسرے قرضخواہ کے درمیان برابر تقسیم ہوگا - اور اگر ماذون بیمار ہوگیا اور اُسپر صحت کے قرضہ موجود ہین پس اُسنے بعض قرضخواہون کو ادا کیا بعض کو نہ دیا تو یہ جائز نہوگا یہ مبسوط مین ہی - اور اگر ماذون نے اپنے مرض مین ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر دوسرے شخص کے واسطے ہزار درم ودیعت کا اقرار کیا پھر مرگیا اور اسکے پاس سوائے اُس ہزار درم کے جسکی نسبت یہ اقرار کیا ہی کہ یہ بعینہ فلان شخص کی ودیعت ہی اور کچھ موجود نہین ہی تو یہ ہزار درم ودیعت کے صاحب ودیعت اور قرضخواہ کے درمیان برابر تقسیم ہونگے جیسے آزاد شخص کے اپنے اقرار مین حکم ہی - اور اگر ماذون مریض ہوا اور اُسپر صحت کا قرضہ ہی اور اُسکا کسی دوسرے

ف استیفاء ثمن کے گواہ قائم ہون [illegible]

شخص پر صحت کا قرضہ تھا اور اُسنے اقرار کیا کہ مین نے اپنا قرضہ وصول پایا ہے تو اُسکا اقرار صحیح ہو گا حتی کہ اُسکا قرضدار بری ہو جائیگا - اسی طرح اگر اُسنے اپنے اُس قرضہ کے وصول پانے کا اقرار کیا جو اُسکا حالت صحت مین واجب ہوا تھا اور اسپر مرض کا قرضہ موجود ہے تو بھی اقرار وصول صحیح ہو گا - اور یہ حکم تو حالت صحت کے قرضہ وصول پانے کا ہے اور اگر ایسے قرضہ کے وصول پانے کا اقرار کیا جو حالت مرض مین اُسکا دوسرے پر واجب ہوا تھا پس اگر اسپر صحت کا قرضہ موجود ہو تو اسکا اقرار وصول صحیح نہو گا نہ اُسکے قرضدار کی برات کیواسطے صحیح ہو گا اور نہ اُسکے حق مین یہ اقرار ہو جائیگا حتی کہ اُسکا اقرار ہی اُسکے قرضخواہون کے ساتھ یکسان نہو جائیگا اور اگر ماذون پر مرض کا قرضہ ہو تو اُسکا اقرار وصول صحیح نہو گا یعنے اُسکے قرضدار کی برات کے واسطے صحیح نہو گا مگر اُسکے حق مین صحیح ہو گا حتے کہ مقر لہ اُسکے قرضخواہون کے ساتھ یکسان کر دیا جائیگا جو کچھ اسپر آیا ہے اُسمین سے اسقدر حصہ جو اُسکے حصہ مین واقع ہو گا وہ اُسکے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا اور جو کچھ اسپر باقی رہیگا وہ ماذون کے قرضخواہون کو ادا کر دیگا یہ مغنی مین ہے - اور اگر ماذون مریض ہو پس اُسنے اقرار کیا کہ میرا جو قرضہ ہزار درم کا ثمن مبیع وغیرہ کا تیرے پر صحت مین واجب ہوا ہے وہ مین نے تجھ سے وصول پایا اور ماذون پر کچھ قرضہ نہین ہے اور سوائے اس مال قرض کے اُسکا کچھ اور مال نہین ہے پھر اُسکے بعد اُسنے اپنے اوپر ہزار درم قرض کا اقرار کیا پھر مر گیا تو ماذون کا اقرار وصول باطل ہو گا - اور اگر اُسنے قرضہ کا اقرار نہ کیا و لیکن گواہون کے سامنے اسپر قرضہ لاحق ہوا تو اُسکا اقرار وصول جائز ہو گا کیونکہ جو قرضہ گواہون کے معائنہ سے واجب ہوا وہ اقرار وصول کے وقت بمنزلہ قرض ظاہر کے شمار ہو گا اسواسطے کہ گواہون کی گواہی مین کچھ تہمت نہین ہے اسلیے اقرار وصول باطل ہو گا یہ مبسوط مین ہے - اور اگر مولی نے اپنے ماذون کی باندی فروخت کی اور ثمن مشتری پر ڈوب گیا پھر اُسنے اقرار کیا کہ مین نے اپنے مولے کو باندی فروخت کرنے کا حکم دیا تھا تو مولے اُسکی قیمت کا ضامن نہو گا اور اگر وہ انکار کر جاوے تو مولے ضامن ہو گا اور یہ حکم اسوقت ہے کہ باندی موجود ہو یا اُسکا حال معلوم نہ ہو اور اگر مر گئی ہو تو صحیح یہ ہے کہ اُسکی تصدیق نہ کیجاویگی اور اگر غلام نے اُسکی تکذیب کی تو مولے اُسکی قیمت کا ضامن ہو گا - پس اگر ماذون نے کہا کہ مین نے اُسکو حکم نہین دیا تھا مگر مین نے بیع کی اجازت دیدی پس اگر باندی موجود ہو تو جائز ہے اور مولے ضامن نہو گا ورنہ جائز نہین اور مولے ضامن ہو گا - اور اگر مولے نے اُسکو بیچ کر دیا پھر ماذون نے کہا کہ مین نے اُسکو بیع کا حکم دیا تھا تو قول قبول نہو گا اور مولے ضامن رہیگا اسی طرح اگر اُسنے قرضخواہون کے فروخت کرانے کے بعد ایسا اقرار کیا تو بھی اقرار صحیح نہو گا یہ مغنی مین ہے - اگر ماذون پر قرضہ کثیر ہو اور اُسنے اپنی ایک باندی اپنے مولے کے بیٹے یا باپ یا مکاتب یا غلام ماذون التجارت مقروض یا غیر مقروض کے ہاتھ باندی کی قیمت سے زیادہ داموں کو فروخت کر کے مشتری کو دیدی پھر اُس سے ثمن وصول پانے کا اقرار کیا تو ایسا اقرار جائز نہین ہے اگر مولے کے ماذون و مکاتب کے ہاتھ فروخت کرنے کی صورت مین جائز نہین ہے اور اگر ماذون کے وکیل نے ایسا امر کیا تو اسکا اقرار بمنزلہ اقرار ماذون کے ہے - اور اگر ماذون کا بیٹا آزاد ہو اور اُسنے اپنے بیٹا یا باپ یا مکاتب یا چور دیا اُسکے ماذون مقروض یا غیر مقروض کا مال لیکر تلف کر دیا پھر ماذون نے اقرار کیا کہ مین نے یہ مال اُس تلف کنندہ سے وصول پایا ہے تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اُسکے قول کی تصدیق نہو گی خواہ ماذون مقروض ہو یا نہ ہو

اور صاحبین کے نزدیک تصدیق کیجائیگی اور اگر تلف کرنے والا ماذون کا بھائی ہو تو اُس سے وصول پانے کا اقرار جائز ہوگا اور اُسکے اقرار وصول کے بعد اُسکے بھائی پر قسم عائد نہ ہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر ماذون نے اپنے مولی کو اپنی تجارت کا غلام فروخت کرنے کا حکم دیا اُسنے فروخت کیا پھر اُسنے اقرار کیا کہ ماذون نے مشتری سے ثمن وصول پایا ہی تو مولے سے اُسکے قول پر قسم لیجائیگی کہ سچ کہتا ہی یا جھوٹ پس اگر مولی نے قسم کھالی تو ضامن نہوگا اور اگر نکول کیا تو اپنے ماذون کے واسطے ثمن کا ضامن ہوگا یہ مغنی مین ہی۔ اور اگر زید نے اپنے غلام کو جسکی قیمت ہزار درم ہی تجارت کی اجازت دی اور اُسنے بعد اجازت کے ہزار درم قرض کر لیے پھر مولے نے اُسپر ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا حالانکہ وہ منکر ہی پھر مولی نے اُسکو آزاد کر دیا تو جس قرضخواہ نے غلام کو قرضہ دیا ہی اُسکو اختیار ہوگا چاہے مولے سے اُسکی قیمت کی ضمان لے یا غلام آزاد سے اپنا قرضہ وصول کرے پس اگر مولے نے اُسکو ضمان دیدی تو دوسرے قرضخواہ یعنے مقر لہ کا مولے یا غلام پر کچھ حق نہوگا اور اگر اُسنے غلام سے اپنا قرضہ لینا اختیار کیا تو دوسرے مقر لہ کو اختیار ہوگا کہ مولے سے غلام کی قیمت لے۔ اور اگر مولی نے غلام پر دو ہزار درم کا اقرار کیا ہو اور غلام پر اسکے سوا کوئی قرضہ نہین ہی اور غلام نے اقرار مولے سے انکار کیا پھر غلام پر اقراری یا بہ ثبوت گواہان ہزار درم لازم ہوے تو غلام فروخت کیا جائیگا اور ہر ایک قرضخواہ اُسکے ثمن مین بحساب اپنے پورے قرضہ کے شریک کیا جائیگا اور اگر اولا غلام نے اقرار کیا ہو تو پہلے اُسی کا اقراری قرضہ ادا کیا جائیگا اسی طرح اگر غلام دو ہزار کو فروخت ہوا مگر اسمین سے ایک ہزار وصول ہوے اور ایک ہزار ڈوب گئے تو بھی جسقدر وصول ہوا ہی وہ غلام کے مقر لہ قرضخواہ کو ملیگا۔ اور اگر غلام نے ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر مولے نے اُسپر ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر غلام نے ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا تو فروخت کیا جائیگا اور اُسکے ثمن مین سے وہ دونون قرضخواہ جنکے واسطے غلام نے اقرار کیا ہی حصہ رسد تقسیم کر لینگے پھر اگر ثمن مین سے کچھ باقی رہا تو اسکو ملیگا جسکے واسطے مولے نے اقرار کیا ہی۔ اور اگر غلام نے کچھ اقرار نہ کیا مگر مولے نے اُسپر ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر اُسپر دوسرے شخص کے ہزار درم قرضہ کا جدا اقرار کیا تو غلام فروخت کیا جائیگا اور اولا پہلے قرضخواہ کا قرضہ دیکر اگر کچھ باقی رہا تو دوسرے کو دیا جائیگا اور اگر جدا نہ کیا بلکہ متصل دونون اقرار کیے مثلا یون کہا کہ زید کے میرے اس غلام پر ہزار درم اور عمرو کے ہزار درم قرضہ ہین تو دونون قرضخواہ اُسکے ثمن مین حصہ رسد شریک ہوجاوینگے اور اگر غلام نے مولے کے اقراری دوسرے قرضخواہ کے قرضہ کی تصدیق کی خواہ کلام اقرار متصل ہو یا منقطع تو دونون اُسکے ثمن مین حصہ دار ہونگے اور اگر اول کی تصدیق کی تو پہلے اسکا قرضہ دیا جائیگا مگر یہ حکم اس صورت مین ہی کہ مولے کے دونون اقرار بکلام منقطع واقع ہوے ہون اور اگر بکلام متصل ہون تو دونون اُسکے ثمن مین حصہ دار ہونگے یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر اپنے غلام پر قرضہ کا اقرار کیا تو صحیح ہی اگرچہ غلام تکذیب کرے اور غلام پر قرضہ نہو یہان تک کہ قرضخواہون کو غلام کی قیمت سے وصول کرنے کا استحقاق ہوگا اور اگر غلام آزاد ہوگیا تو فقط کمتر مال کا اپنی قیمت و قرضہ سے ضامن ہوگا یعنے اگر قرضہ کم ہو تو اسکا اور اگر قیمت کم ہو تو اُسکا ضامن ہوگا یہ فتاوے صغری مین ہی۔ اور اگر ماذون کی قیمت ڈیڑھ ہزار درم ہون اور غلام نے ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر مولے نے اُسپر ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر ماذون نے ہزار درم کا اقرار کیا پھر غلام دو ہزار کو فروخت کیا گیا تو غلام کے دونون قرضخواہ مین سے

ہر ایک اپنے پورے قرضہ اور جسکے واسطے مولے نے اقرار کیا ہے پانچ سو درم کے حساب سے اُسکے ثمن میں شریک ہوگا پس تمام ثمن اُنکے درمیان پانچ حصہ ہوکر تقسیم ہوگا۔ اور اگر فروخت نہ کیا گیا بلکہ مولے نے اُسکو آزاد کر دیا اور اُسکی قیمت ڈیڑھ ہزار درم ہے تو مولی اُن قرضخواہون کے واسطے اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ قیمت بوجہ مالیت رقبہ ہے مثل ثمن بیع کے ہے پس اُنکے درمیان پانچ حصہ ہوکر تقسیم ہوگی اور غلام کے قرضخواہ کو دو پانچوین حصہ یعنی چھ سو درم ملینگے اور ہر ایک اپنے باقی چار سو درم کے واسطے غلام کا دامنگیر ہوگا اگر جسکے واسطے مولے نے اقرار کیا ہے وہ صرف دو سو درم کے واسطے دامنگیر ہوسکتا ہے اور قرضخواہون کو یہ بھی اختیار ہے کہ چاہین مولی کا پیچھا چھوڑ کر اپنے قرضہ ثابت کے واسطے غلام آزاد شدہ کے دامنگیر ہون پس اگر اُسکے دامنگیر ہوے تو اُسکے اقراری دونون قرضخواہ پورا قرضہ دو ہزار درم لے لینگے اور مولی کا اقراری قرضخواہ پانچ سو درم لیگا پھر مولے سے بھی پانچ سو درم لیگا۔ اور اگر غلام کی قیمت ایک ہزار درم ہو اور غلام نے ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر مولے نے اُسپر ہزار درم کا اقرار کیا پھر غلام کی قیمت بڑھ گئی یہان تک کہ دو ہزار درم ہو گئے پھر غلام نے ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر وہ ہزار درم کو فروخت کیا گیا تو تمام ثمن انھین دونون کو دیا جائیگا جنکے واسطے غلام نے اقرار کیا ہے اور اگر مولے نے اُسکو آزاد کیا تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر اُن دونون نے جنکے واسطے غلام نے اقرار کیا ہے غلام کا دامنگیر ہونا اختیار کیا اور مولے کو قیمت سے بری کر دیا تو اُس قرضخواہ کو جسکے واسطے مولی نے اقرار کیا ہے یہ اختیار رہیگا کہ مولے سے اپنا پورا قرضہ وصول کرے۔ اور اگر غلام کی قیمت ڈیڑھ ہزار درم ہو اور مولی نے اُسپر ایک ہزار درم کا اقرار کیا پھر دوسرے ہزار درم کا اقرار کیا اور دونون اقرار جدا جدا واقع ہوے پھر غلام ایک ہزار درم کو فروخت کیا تو یہ ثمن پہلے دونون قرضخواہون مین تین تہائی ہوکر تقسیم ہوگا پس تین سے پہلا بحساب ہزار درم کے اور دوسرا بحساب پانچ سو درم کے شریک کیا جائیگا اور اگر مولے نے اُسکو آزاد کیا درحالیکہ اُسکی قیمت ہزار درم تھی تو اُسکے ہزار درم قیمت کا ضامن ہوگا اور ہر دو قرضخواہ اول اس قیمت کو تین حصہ کرکے بقدر اپنے اپنے قرضہ ثابتہ کے باہم تقسیم کر لینگے پھر پانچ سو درم غلام سے بھی لیکر تین حصہ کرکے تقسیم کر لینگے اور اگر اُنھون نے اولاً غلام سے اپنا اختیار کیا تو بقدر اُسکی قیمت کے ہزار درم لے لینگے اور تین حصہ کرکے بقدر اپنے اپنے قرضہ ثابتہ کے باہم تقسیم کر لینگے پھر مولی سے بھی اُسکی پوری قیمت لے لینگے۔ اور اگر مولی نے غلام پر یہ دونون اقرار ایک ہی کلام متصل مین کیے ہون تو قرضخواہ غلام کے ثمن مین برابر شریک ہونگے اور اگر مولی نے اُسکو آزاد کر دیا تو مولی سے اُسکی قیمت تاوان لینگے پھر باقی قرضہ کے واسطے غلام کی طرف رجوع کرکے بقدر اُسکی قیمت کے لینگے اور جسقدر قرضہ اُس سے زیادہ رہگیا وہ ڈوب گیا اسکو کسی سے نہین لے سکتے ہین اور اگر غلام کی قیمت ہزار درم ہو اور مولی نے اُسپر ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر اسکے بعد ہزار درم کا اقرار کیا پھر غلام کی قیمت بڑھکر دو ہزار درم ہو گئی پھر اُسپر ہزار درم کا اقرار کیا پھر غلام دو ہزار کو فروخت ہوا تو یہ ثمن پہلے اور تیسرے کے درمیان نصفا نصف تقسیم ہوگا اور درمیانی کو اُسمین سے کچھ نہ ملیگا۔ اور اگر دو ہزار پانچ سو درم کو فروخت کیا گیا تو پہلا اور تیسرا اپنا اپنا قرضہ وصول کر لینگے اور باقی دوسرے کو ملیگا۔ اور اگر مولی نے اُسکو آزاد کر دیا اور اُسکی قیمت دو ہزار درم ہے تو اول و سوم اُس سے اپنی قیمت کی ضمان لینگے اور درمیان والے کو کچھ نہ ملیگا اور اگر آزاد کیا

حالانکہ اسکی قیمت دو ہزار پانچ سو درم تھی تو اول و سوم مولی سے دو ہزار درم لے لینگے اور باقی پانچ سو درم دوسرے کو ملینگے اسوجہ سے کہ مولی نے اُسکے قرضخواہ ہونے کا اقرار کیا ہے اور اُسکا ماذون پر کچھ حق نہوگا اور اگر کچھ قیمت مولی پر ڈوب گئی تو بمقدار خاصۂ دوسرے کے حصہ مین شمار ہوگی - اور اگر قیمت غلام ڈیڑھ ہزار درم ہو اور مولے نے اُسپر ہزار درم قرضہ کا پھر ہزار درم قرضہ کا پھر دو ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا پھر غلام تین ہزار کو فروخت ہوا تو اول اپنا پورا قرضہ ہزار درم وصول کرلیگا اور ایسے ہی دوسرا بھی اور باقی ہزار درم سو تیسرے کو ملینگے اور اگر ثمن مین سے فقط ہزار درم وصول ہوے اور باقی دو ہزار درم ڈوب گئے تو ہزار کے دو تہائی اول کو اور ایک تہائی دوسرے کو ملیگی پس جسقدر ثمن وصول ہو اُسمین سے بقدر اپنے اپنے قرضہ ثابتہ کے حصہ رسد تقسیم کرینگے پس جو برآمد ہوتا جاوے تو اُنمین تین تہائی تقسیم ہوگا یہان تک کہ اول اپنا قرضہ ہزار درم پورا کرلے پھر جو کچھ برآمد ہو وہ دوسرے کو ملیگا یہان تک کہ وہ بھی اپنا قرضہ پورا کرلے پھر اگر اُسکے پورا کر لینے کے بعد بھی کچھ برآمد ہوا تو تیسرے کو ملیگا اور اگر یہ سب اقرارات بکلام متصل واقع ہون تو جسقدر برآمد ہوتا جاوے وہ اُن سب مین بقدر ہر ایک کے قرضہ کے حصہ رسد تقسیم ہوگا اور جسقدر ڈوب جاوے وہ سب کے حصہ مین قرار دیا جائیگا بمنزلہ اس صورت کے کہ اقرار ان سب قرضخواہون کے واسطے ایک ہی کلام مین واقع ہو - اور اگر اقرار منقطع ہون پھر غلام نے اسکے بعد اپنے اوپر ہزار درم کا اقرار کیا پھر تین ہزار درم کو فروخت کیا گیا تو پہلا قرضخواہ اور وہ قرضخواہ جسکے واسطے غلام نے اقرار کیا ہے ہر ایک اپنا قرضہ پورا وصول کرلینگے پھر باقی ثمن مین سے دوسرا قرضخواہ مولی کا اقراری بھی اپنا قرضہ پورا لے لیگا اور تیسرے کو کچھ نہ ملیگا - اور اگر ثمن مین سے ایک ہزار ڈوب گئے اور دو ہزار برآمد ہوے تو اول وثانی و غلام کے اقراری قرضخواہ کے درمیان پانچ حصہ ہوکر تقسیم ہوگا جسمین سے مولے کے اول اقراری و غلام کے اقراری ہر ایک کو دو پانچوین اور دوسرے مولی کے اقراری کو ایک پانچوان حصہ ملیگا - اور اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی حالانکہ اُسکی قیمت ہزار درم ہے اُسنے خرید و فروخت کی یہان تک کہ اسکے پاس ہزار درم ہوگئے پھر غلام نے ہزار درم قرضہ کا اقرار کیا اور مولے نے اُسپر ہزار درم کا اقرار کیا تو ہزار درم جو اُسکے پاس ہین وہ دونون قرضخواہون مین نصفا نصف تقسیم ہونگے اور اگر مولی نے اُسپر دو ہزار درم کا معًا اقرار کیا تو غلام کا ثمن و مال دونون مین نصفا نصف تقسیم ہوگا اور اگر غلام کے پاس پانچ سو درم ہون اور غلام نے ہزار درم کا اقرار کیا اور مولی نے اسپر دو ہزار درم کا اقرار کیا پھر غلام نے ہزار درم کا اقرار کیا تو مولے کا اقراری غلام کے ثمن و کمائی مین فقط پانچ سو درم کا شریک کیا جائیگا - اور اگر مولی کا اقرار غلام کے پہلے قرضے کے اقرار سے پہلے واقع ہو تو غلام کا ثمن و مال سب قرضخواہون مین چار حصہ ہوکر تقسیم ہوگا جسمین سے مولی کے اقراری قرضخواہ کو دو حصہ اور غلام کے ہر ایک قرضخواہ اقراری کو ایک ایک حصہ ملیگا یہ مبسوط مین ہے -

ساتوان باب دو شخصون کے مشترک غلام مین غلام کو ایک یا دونون کی تجارت کی اجازت دینے کے بیان مین

قال المترجم اس باب مین مترجم اجازت دہندہ کو بلفظ مجیز اور غیر اجازت دہندہ کو بلفظ ساکت تعبیر کرتا ہے اصل یہ ہے کہ دو مولاؤن مین ایک غلام کو اجازت دینا اُسکے حصہ مین صحیح ہے دوسرے کے حصہ مین نہین صحیح ہے اور جب مجیز کے حصہ مین سوا اسکے ساکت کے حصہ کے اجازت صحیح ہوئی اور ساکت نے چاہا کہ اُسکے حصہ کی اجازت

فسخ کردے تو اسکو یہ اختیار نہ ہوگا پھر امام نے ذکر فرمایا کہ اُسکی سب خرید و فروخت جائز ہوگی ایسا ہی کتاب میں مذکور ہے۔ اور جب کل میں اُسکی خرید و فروخت جائز ہوئیں پھر اُسپر بہت قرضے ہو گئے اور اُسکے پاس کمائی موجود ہے پس اگر یہ قرضے اسی کمائی کی وجہ سے جو اُسکے پاس موجود ہے لاحق ہوئے ہوں باین طور کہ یہ تجارت کی کمائی ہو اور قرضہ بسبب تجارت کے لاحق ہوا ہو اور یہ بات معلوم ہو جاوے تو قیاساً یہ حکم ہے کہ قرضہ کے ادا کرنے میں کمائی میں سے مجیز کا حصہ صرف کیا جاوے اور ساکت کا نصف حصہ اسکو دیدیا جاوے مگر استحساناً یہ حکم ہے کہ کل کمائی مجیز و ساکت دونوں کا حصہ قرضخواہوں کو دیا جاوے۔ اور یہی قیاس و استحسان اس صورت میں بھی جاری ہے کہ جب پورا غلام مجور رہا ہو اور اُسنے خرید و فروخت کر کے تجارت سے مال کمایا اور وہ اُسکے پاس موجود ہے اور تجارت کی وجہ سے اُسپر قرضہ ہو گیا تو جس کمائی کی جہت سے اُسپر قرضہ ہو گیا ہے وہ استحساناً اُسکے ادائے قرضہ میں صرف کیجاوے اور قیاساً صرف نکیجاوے بلکہ پوری کمائی اُسکے مولی کو دیجاوے رہا قرضخواہوں کا مطالبہ سو وہ لوگ اُسکے آزاد ہو جانے تک انتظار کریں۔ اور اگر یہ کمائی اس سبب سے حاصل نہ ہوئی ہو جس وجہ سے قرضہ ہو گیا ہے تو ادائے قرض میں مجیز کا حصہ صرف کیا جائیگا نہ ساکت کا۔ اور اگر کمائی کا حال کچھ معلوم نہو کہ اسی جہت سے حاصل ہوئی ہے جس وجہ سے قرضہ ہو گیا ہے یا اُسکے سوا دوسرے سبب سے حاصل ہوئی ہے اور دونوں مولاؤں نے اختلاف کیا پس ساکت نے کہا کہ کمائی اس وجہ سے حاصل نہیں ہوئی ہے جس وجہ سے قرضہ ہوا ہے مثلاً یوں کہا کہ یہ بطور ہبہ کے حاصل ہوئی ہے نہ بطور تجارت کے اور یہ کمائی ہم دونوں میں نصفا نصف تقسیم ہونی چاہیے اور مجیز نے مع غلام کے یہ کہا کہ نہیں بلکہ اسی وجہ سے حاصل ہوئی ہے جو قرضہ کا سبب ہے یعنی کہا کہ تجارت سے حاصل ہوئی ہے وہی قرضہ کا سبب ہے اور سب کمائی ادائے قرضہ میں صرف ہونی چاہیے تو قیاساً مولائے ساکت کا قول قبول ہوگا مگر استحساناً غلام کا قول قبول ہوگا یہ مغنی میں ہے۔ اور اگر ماذون کے پاس اُسکے کسی دوست وغیرہ کا مال اسکی تجارت میں ہو پس ساکت نے کہا کہ میں اسمیں سے نصف لے لونگا تو اسکو یہ اختیار نہوگا ولیکن اسمیں سے تمام قرضخواہوں کو ادا کیا جائیگا پھر اگر کچھ باقی رہا تو دونوں مولاؤں میں سے ہر ایک اُس کا نصف حصہ لے لیگا اور اگر اُسکے مقبوضہ مال سے قرضہ زیادہ نکلا تو یہ زیادتی غلام کے رقبہ سے خاصۃً مجیز کے حصہ سے ادا کیجائیگی۔ اسی طرح اگر غلام نے غصب یا مال تلف کر دینے وغیرہ کا اقرار کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مال تلف کرنا گواہوں سے ثابت ہوتا ہے تو غلام کے پورے رقبہ سے وصول کیا جائیگا جیسے کہ ایک کی اجازت دینے سے پہلے غلام کے مال تلف کر دینے اور گواہی سے ثابت ہو جانے کی صورت میں حکم تھا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہو اور ایک نے اُسکو اجازت دی اور غلام نے خرید و فروخت کرنا شروع کیا اور ساکت نے اُسکو دیکھکر منع نہ کیا تو یہ امر اسکی طرف سے بھی تجارت کی اجازت ہو جائیگا۔ اور اگر مولائے ساکت اہل بازار کے پاس آیا اور کہا کہ غلام سے خرید و فروخت نہ کرنا اور اگر تم لوگ اُس سے ایسا معاملہ کروگے تو فقط میرے شریک کے حصہ میں پڑیگا پھر مولائے ساکت نے اُس غلام کو خرید فروخت کرتے دیکھکر منع نہ کیا تو قیاساً اُسکا حصہ بھی ماذون ہوگا مگر استحساناً ماذون نہ ہوگا اور یہ حکم استحسان اس صورت سے ہے کہ جب پورا غلام مجور ہو اور مولے نے اہل بازار کو اُسکے ساتھ خرید فروخت کرنے سے منع کر دیا پھر اسکو تجارت کرتے دیکھکر سکوت کیا

تو ماذون ہوجائیگا اگرچہ اس سکوت سے پہلے تجارت سے ممانعت کرچکا ہو یہ محیط میں ہے۔ اگر دو مولاؤں میں سے ایک نے اسکو تجارت کی اجازت دیدی اور دوسرا اہل بازار کے پاس آیا اور انکو اسکے ساتھ معاملہ خرید و فروخت سے منع کردیا پھر ساکت نے مجیز کا حصہ خرید لیا تو پورا غلام مجور رہوگیا پھر اگر مشتری نے اسکو خرید فروخت کرتے دیکھکر منع نہ کیا تو یہ تجارت کی اجازت ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر دونوں میں سے ایک نے اپنے شریک سے کہا کہ غلام کو اپنے حصہ میں یا کہا کہ میرے حصہ میں تجارت کی اجازت دیدے اسنے قبول کیا تو پورے غلام کو اجازت ہوجائیگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر غلام دو شخصوں میں مشترک ہو اور ایک نے دوسرے کو اجازت دی کہ تو میرا حصہ غلام مکاتب کردے تو دونوں کی طرف سے غلام کو تجارت کی اجازت ہوگی مگر کتابت فقط حصہ مکاتب کنندہ کے ساتھ مقصور ہوگی یہ امام اعظم رح کا قول ہے یہاں تک کہ اسکی آدھی کمائی اسکو ملیگی جسنے اسکو مکاتب نہیں کیا ہے اسی طرح اگر ایک نے دوسرے کو اپنا حصہ مکاتب کرنے کے واسطے وکیل کیا تو اسکے بعد غلام کی کمائی میں نصف مکاتب کنندہ کو اور نصف وکیل کو ملیگی۔ اور اگر دونوں میں سے ایک نے غلام کو اجازت دی اور اسپر قرضہ ہوگیا پھر اسنے شریک کا حصہ شریک سے خرید لیا پھر غلام نے اسکے بعد خرید فروخت کی اور مولے کو معلوم نہوا اور اسپر قرضہ ہوگیا تو پہلا اور دوسرا قرضہ دونوں پہلے نصف میں شمار ہونگے اور اگر مولے کو بعد خریدنے کے اسکی خرید فروخت کا حال معلوم ہو تو نصف خریدی ہوئی میں بھی یہ تجارت کی اجازت ہوگی پس پہلا قرضہ پہلے نصف میں اور دوسرا قرضہ پورے غلام میں قرار دیا جائیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر دو مولاؤں میں سے ایک نے غلام کو اجازت دی اور اسپر قرضہ ہوگیا تو مجیز سے کہا جائیگا کہ اسکا قرضہ ادا کردے ورنہ ہم غلام میں سے تیرا حصہ فروخت کردینگے یہ سراجیہ میں ہے۔ اور اگر ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہو اور ایک نے اسمیں سے اپنا حصہ مکاتب کردیا تو یہ فعل اسکی طرف سے اسکو تجارت کی اجازت ہے اور دوسرے کو اختیار ہوگا کہ کتابت کو باطل کردے اور اگر اسپر قرضہ ہوگیا پھر دوسرے نے کتابت کو باطل کیا تو یہ حصہ خاصۃً مکاتب کرنے والے کے حصہ میں قرار دیا جائیگا۔ اور اگر اسنے کتابت کو باطل نہ کیا یہاں تک کہ غلام کو خرید فروخت کرتے دیکھا اور اسکو منع نہ کیا تو اس سے اسکی طرف سے اجازت کتابت ثابت نہ ہوگی بلکہ اسکو کتابت باطل کرنے کا اختیار رہیگا مگر اس سے اسکی طرف سے تجارت کی اجازت ثابت ہوگی پس اگر اسنے کتابت کو باطل کردیا حالانکہ غلام مقروض ہوگیا ہے تو سب غلام قرضہ میں فروخت کیا جائیگا لیکن اگر اسکا مولی اسکا فدیہ دیدے تو ایسا نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ غلام کے دو مالک شریکوں نے اسکو تجارت کی اجازت دی اور ہر ایک نے اسکو سو درم قرضہ دیا اور ایک اجنبی نے بھی اسکو سو درم قرضہ دیا یعنی ہر ایک نے اسکے ہاتھ کوئی اسباب بعین سو درم کو ادھار فروخت کیا پھر وہ غلام سو درم کو فروخت کیا گیا یا سو درم چھوڑکر مرگیا تو اسمیں سے نصف اجنبی کو اور باقی نصف دونوں مولاؤں میں برابر تقسیم ہوگا یہ مغنی میں ہے۔ اور اگر اسکو فقط ایک ہی مولے نے سو درم قرض دیئے ہوں یعنی قرض معاملہ کیا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو غلام کے سو درم اسکے اور اجنبی کے درمیان تین حصہ ہوکر اسطرح تقسیم ہونگے کہ دو تہائی مولے کو اور ایک تہائی اجنبی کو ملیگی اور یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا ہے کہ اسکی چوتھائی مولے کو اور تین چوتھائی اجنبی کو ملیگی یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر دو شخص باہم

بطور مفاوضہ یا عنان کے شریک ہون اور دونون مین ایک مشترک غلام ہو کہ وہ اس مال شرکت مین سے نہ ہو پس ایک نے اُسکو مال شرکت سے سو درم کا اسباب قرض دیا اور کسی اجنبی نے بھی سو درم کا قرض دیا پھر غلام مرگیا اور سو درم چھوڑے یا سو درم کو فروخت کیا گیا تو اُسمین سے اجنبی کو دو تہائی اور دونون شریک کو ایک تہائی ملیگا۔ اور اگر دونون مین بطور عنان شرکت ہو اور یہ غلام مال شرکت سے ہو اور ایک نے سو درم کا مال شرکت سے اسباب قرض دیا اور اجنبی نے بھی سو درم کا قرضہ دیا تو سو درم کی دو تہائی مال اجنبی کو اور سو درم کی تہائی دونون شریکون کو نصفا نصف ملیگی۔ اور اگر غلام دونون مین مشترک ہو اور دونون نے یا ایک نے اُسکو سو درم کا قرضہ مال شرکت سے دیا اور اجنبی نے سو درم کا قرضہ دیا اور باقی مسئلہ بحالہا رہے تو سو درم سب اجنبی کو دیے جاوینگے اور اس صورت مین دونون مین سے کسی شریک کو کچھ نہ ملیگا یہ مبسوط مین ہے۔ جامع الفتاوے مین لکھا ہے کہ دو شخصون کے مشترک غلام ماذون پر ہزار درم کا قرضہ ہو گیا اور دونون مین سے ایک غائب ہو گیا پس قرضخواہ نے حاضر ہو کر گرفتار کر کے اُسکا حصہ سات سو درم کو فروخت کر کے اپنے قرضہ مین لے لیا پھر دوسرا حاضر ہوا اور اپنا حصہ پانچ سو درم کو فروخت کیا تو صاحب قرض کو تین سو درم دیدیگا کہ اُسکا قرضہ پورا ہو جاوے یعنی پورے قرضہ تک اسکو دیدیگا پھر دو سو باقی رہے وہ اُس حصہ دار کو جسکا حصہ سات سو کو فروخت کیا گیا تھا دیدیگا تاکہ دونون تاوان دینے مین برابر رہین یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر دو شخصون نے اپنے مشترک غلام کو تجارت کی اجازت دی پھر ایک نے اُسکو سو درم کا اسباب قرض دیا اور ایک اجنبی نے سو درم کا قرضہ دیا پھر جسنے قرضہ نہین دیا ہے وہ مولے غائب ہوا اور اجنبی حاضر رہا اور اُسنے قصد کیا کہ جس مولے نے اسکو قرضہ دیا ہے اُسکا حصہ فروخت کرا دے اور اپنا قرضہ وصول کرے تو فروخت کیا جائیگا پس اگر پچاس درم کو فروخت کیا جاوے تو سب اجنبی لے لیگا۔ اور اگر دوسرا مولے حاضر ہوا تو اُسکا حصہ اس اجنبی کے واسطے اور اُس مولے کے واسطے جسنے قرضہ دیا ہے فروخت کیا جائیگا اور دونون باہم نصفا نصف تقسیم کر لینگے۔ اور اگر قرضہ دینے والے مولی کے حصہ کا ثمن مشتری پر ڈوب گیا اور اس مولے کا حصہ جسنے قرضہ نہین دیا ہے پچاس درم یا کم یا زیادہ کو فروخت کیا گیا تو یہ ثمن دونون مین تین تہائی تقسیم ہوگا اُسمین سے دو حصہ اجنبی کو اور ایک حصہ قرضہ دینے والے مولی کو ملیگا پس اگر اُنھون نے اسطور سے بانٹ لیا پھر پہلے پچاس درم برآمد ہوئے تو سب اجنبی لے لیگا۔ اسی طرح اگر پچاس سے زیادہ ہوتے کہ سو کی دو تہائی سے بڑھ جاوے پس جسقدر زیادہ ہو وہ قرضہ دینے والے مولے کو ملیگی اور دونون مولاؤن مین سے کوئی دوسرے سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہے۔ اور اگر ایک غلام دو شخصون میں مشترک ہو اور دونون نے اسکو تجارت کی اجازت دی پھر ایک نے اسکو کسی دوسرے شخص کے سو درم اُسکے حکم سے قرضہ مین دیے اور سو درم کسی اجنبی نے اسکو قرضہ مین دیے پھر وہ غلام سو درم کو فروخت ہوا تو یہ سو درم اجنبی اور دونون مولاؤن کے درمیان تین حصہ ہو کر مساوی تقسیم ہونگے۔ اور اگر وہ مال جو ہر ایک مولی نے اسکو قرضہ مین دیا ہے وہ اس مولی اور اجنبی کے درمیان مشترک ہو کہ اجنبی نے اسکو قرضہ مین دیدینے کی اجازت دی ہو اور باقی مسئلہ یون ہی رہے تو یہ سو درم دس حصہ ہو کر تقسیم ہونگے کہ جنمین سے چار حصے فقط اجنبی کو ملینگے اور چار حصے اُن دونون اجنبیون کو ملینگے جو دو سو درم مین دونون مولاؤن کے شریک تھے

یعنی ہر ایک کو دو حصہ ملینگے اور ہر ایک مولے کو ایک ایک حصہ ملیگا - اور اگر ایک غلام دو سو درم قیمت کا دو شخصوں مین مشترک ہو اور اسکو اجنبی نے سو درم قرضہ دیے پھر قرضخواہ آیا اور اپنا قرضہ طلب کیا اور دونوں مولاؤن مین سے ایک غائب ہوا تو غائب کے حصہ مین کچھ ڈگری نہ ہوگی جبتک کہ حاضر نہو پس اگر حاضر کا حصہ سو درم کو فروخت ہوا تو سب قرضخواہ لے لیگا پھر جب غائب حاضر ہو تو جسکا حصہ فروخت ہوا ہے وہ پچاس درم کے واسطے اُسکے حصہ غلام مین مواخذہ کریگا پس یا تو وہ فروخت کیا جائیگا یا غائب اسقدر درم ادا کردیگا اسی طرح اگر غلام قتل کیا گیا اور حاضر نے اسکی قیمت مین نصف یعنے سو درم پالئے تو قرضخواہ سب لے سکتا ہے پھر جب غائب حاضر ہوکر اپنے حصہ کی قیمت وصول کرے تو جسکے حصہ سے قرضخواہ نے لیا ہے وہ شریک سے نصف قیمت لے لیگا یہ مبسوط مین ہے -

آٹھواں باب ماذون کے مجور ہونے کے بعد جو اختلافی خصومت ماذون و اسکے مولے کے درمیان غلام یا کسی غیر کے مقبوضہ مال مین واقع ہو اُسکے بیان مین - اگر غلام ماذون کے پاس مال ہو اور مولے نے کہا کہ یہ میرا مال ہے اور ماذون نے کہا کہ میری کمائی ہے پس اگر غلام مقروض ہو تو اسی کا قول قبول ہوگا اور اگر نہو تو مولی کا قول قبول ہوگا کذا فی الذخیرہ - اور اگر مال غلام و مولے دونون کے قبضہ مین ہو پس اگر وہ غلام مقروض ہو تو دونون کا قبضہ معتبر ہوکر دونون کے واسطے شرکت کی ڈگری ہوگی - اور اگر قرضہ نہو تو مولی کا قبضہ معتبر ہوکر اُسی کے نام ڈگری ہوگی - اور اگر یہ مال غلام و مولے و اجنبی سب کے قبضہ مین ہو اور ہر ایک دعوے کرتا ہو کہ میرا ہے پس اگر غلام مقروض نہو تو وہ مال مولی و اجنبی کے درمیان نصفا نصف تقسیم ہوگا اور اگر مقروض ہو تو تین تہائی تقسیم ہوگا یہ مغنی مین ہے - اور اگر ایک کپڑا ایک ماذون و ایک آزاد کے قبضہ مین ہو اور ہر ایک دعوی کرتا ہو کہ میرا ہے اور اگر کپڑا ایک کے قبضہ مین ہو اور دوسرا اُسکا کنارہ پکڑے ہوے ہے تو وہ دونون مین برابر تقسیم ہوگا - اور اگر ایک اسکو ازار کے طور پر یعنی لنگی باندھے ہوے ہو یا چادر کے طور پر اوڑھے ہوے ہو یا پہنے ہوے ہو اور دوسرا اسکو پکڑے ہوے ہو یا بجاے کپڑے کے چوپایہ ہو کہ ایک اُسپر سوار ہو اور دوسرا اُسکی لگام پکڑے ہوے ہو تو چیز سوار یا پہنے والے کو ملیگی - اور اگر ایک شخص سوار نہو مگر دوسرا اُسکو پکڑے ہوے ہو تو صرف تعلق سے یعنے پکڑے ہوے ہونے سے ترجیح کا مستحق نہوگا - اور اگر ایک سوار ہو اور دوسرا متعلق بھی نہو تو سوار مستحق ہوگا پس اگر ایسا امر ہو کہ جس سے وقت انفراد کے ایک مستحق ہو اور دوسرے کو وہ امر یا اُسکے مثل حاصل نہو تو پہلا مستحق ہوگا یعنے اسی کے نام ڈگری ہوگی یہ مبسوط مین ہے - اور اگر کسی غلام ماذون یا مکاتب یا آزاد نے اپنے تئین کسی درزی کو اُسکے ساتھ کام کرنے یا اُسکے واسطے خرید و فروخت کرنے کے لیے اجرت پر دیا پس اگر اجیر کے ہاتھ مین ایک کپڑا ہو اور اجیر نے کہا کہ یہ میرا ہے اور مستاجر نے کہا کہ یہ میرا ہے پس اگر یہ اجیر اپنے مستاجر کی دوکان یا گھر مین موجود ہو تو مستاجر کا قول قبول ہوگا اور اگر اجیر کسی گلی مین یا اپنے گھر مین ہو تو اجیر کا قول قبول ہوگا اور اگر اجیر یہ کپڑا پہنے ہوے ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو اجیر ہی کا قول قبول ہوگا خواہ مستاجر کے گھر مین ہو یا گلی مین - اور نقل ہے کہ شیخ امام جلیل ابوبکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اگر جھگڑے کی چیز کاریگری کے آلات مین سے ہو تو اجیر کا قول قبول ہوگا خواہ اجیر مستاجر کے گھر مین ہو یا کوچہ گلی مین ہو یہ مغنی مین ہے - اور اگر غلام مجور کو اُسکے مولے نے کسی کام کے واسطے اجرت پر دیدیا اور اُسکے پاس ایک کپڑا ہے پس مستاجر نے کہا کہ یہ میرا ہے اور مولی نے کہا کہ یہ میرا کپڑا اُسکے پاس ہے تو مستاجر کا قول

قبول ہوگا اگرچہ گلی مین ہو اور اس مسئلہ کے معنی یہ ہین کہ مولی نے اسکو سوائے خرید فروخت تجارتی کے اور کسی کام کے واسطے اجارہ دیا ہوتا کہ وہ غلام مجور رہے ورنہ اگر اسکو خرید فروخت تجارتی کے واسطے کسی کو اجارہ پر دیدے تو ماذون ہو جائیگا ایسا ہی شیخ الاسلام نے ذکر فرمایا ہی۔ اور اگر یہ غلام اس کپڑے کو پہنے ہوئے ہو تو مولے کا قول قبول ہوگا اور کپڑے کی صورت مین یہ حکم بخلاف چوپایہ سواری کے ہی کہ اگر غلام مجور جانور پر سوار ہو اور مستاجر و مولی مین اختلاف واقع ہو پس اس صورت مین مستاجر ہی کا قول قبول ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر غلام مجور مولے کے گھر مین موجود ہو اور اسکے پاس کپڑا ہو اور مستاجر و مولے مین اختلاف واقع ہو یعنی مستاجر نے کہا کہ میرا ہی اور مولی نے کہا کہ میرا ہی تو مولی کا ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر غلام تجارت کے واسطے ماذون ہو اور غلام کے پاس متاع ہو اور وہ مولے کے گھر مین ہو اور مولے نے کہا کہ یہ میری متاع ہی اور غلام ماذون نے کہا کہ میری ہی پس اگر یہ متاع غلام کی سوداگری کی ہو تو وہ غلام کی ہوگی یعنی جن چیزون کی غلام سوداگری کرتا ہی اُسی قسم کی چیز ہو۔ اور اگر غلام کی سوداگری نہو تو مولے کی ہوگی۔ اور امام محمد رح نے ایک صورت ذکر نہین فرمائی یعنے جبکہ وہ چیز دونون کی تجارت کی ہو اور فقیہ ابو بکر بلخی سے منقول ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ مولے کے واسطے حکم ہونا چاہیے۔ اور اگر ماذون کپڑا پہنے ہوئے ہو یا جانور پر سوار ہو اور ماذون و اُسکے مولے مین اس چیز کی ملک مین اختلاف ہوا تو غلام کے نام ڈگری ہوگی خواہ اُسکی تجارت کی قسم سے ہو یا نہو یہ محیط مین ہی۔ اور جامع مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے زید کے غلام کو کچھ ہبہ دیا پھر ہبہ سے رجوع کرنا چاہا پس غلام نے کہا کہ مین مجور ہون جب تک میرا مولے حاضر نہو تب تک تجھے ہبہ واپس لینے کا اختیار نہین ہی اور واہب نے کہا کہ نہین بلکہ تو ماذون ہی پس غلام نے اپنے مجور ہونے کے اقرار واہب کے گواہ دیے یعنے گواہون نے یہ گواہی دی کہ واہب نے اسکے مجور ہونے کا اقرار کیا ہی تو غلام کے گواہ مقبول ہونگے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ غلام نے اگر خرید فروخت کی اور وقت خرید فروخت کے یہ نہ کہا کہ مین ماذون ہون یا مجور ہون پھر اُسپر قرضے چڑھ گئے پھر کہا کہ مین مجور ہون میرے مولے نے مجھے اجازت نہین دی ہی اور قرضخواہون نے کہا کہ نہین بلکہ تو ماذون ہی تو استحساناً قرضخواہون کا قول قبول ہو کر غلام ماذون قرار دیا جائیگا اور جب وہ ماذون قرار پایا یا اُسنے خود ہی صریحاً ماذون ہونے کا اقرار کر دیا تو قیاساً اسکی کمائی قرضہ مین تا وقتیکہ مولے حاضر نہو فروخت نکیجاوے مگر استحساناً اُسکے ادائے قرضہ کے واسطے فروخت کیجائیگی۔ پھر اگر اُسکی کمائی فروخت کرکے ادائے قرض کے باوجود بھی کچھ قرضہ باقی رہگیا تو قیاساً و استحساناً جبتک مولے حاضر نہو خود غلام فروخت نہ کیا جائیگا۔ اور اگر قرضخواہون نے گواہ دیے کہ یہ غلام ماذون ہی اور غلام انکار کرتا ہی اور مولی غائب ہی تو اُنکے گواہ مقبول ہونگے یہان تک کہ اُنکے قرضہ مین غلام فروخت ہوگا۔ اور اگر غلام نے اجازت کا اقرار کیا اور قاضی نے اُسکی کمائی کا اسباب فروخت کرکے قرضخواہون کا قرضہ ادا کیا پھر مولی نے آکر اجازت سے انکار کیا تو قاضی قرضخواہون سے گواہ طلب کریگا کہ اُسکی اجازت کے گواہ پیش کرین پس اگر اُنھون نے گواہ پیش کیے تو جو کچھ گذرا سب جائز ہی ورنہ جسقدر غلام کی چیزون کا ثمن اُنھون نے وصول کیا ہے مولی کو واپس دینگے مگر قاضی نے جسقدر بیوع واقع ہوئی ہین وہ نہین ٹوٹ سکتی ہین اور یہ سب اُس صورت مین ہی

کہ غلام نے اپنے مجور ہونے کا دعوے کیا ہو۔ اور اگر بائع نے غلام کے مجور ہونے کا دعوے کیا اور کہا کہ مین اسکو
تسلیم نہین دونگا کیونکہ مجھے میرا حق جبتک کہ یہ آزاد نہ ہوگا وصول نہ ہوگا اور غلام نے کہا کہ مین ماذون ہون تو
اس باب مین غلام کا قول قبول ہوگا اور غلام پر قسم عاید نہو گی۔ اور بائع پر جبر کیا جائیگا کہ جو چیز تو نے
اُسکے ہاتھ فروخت کی ہے اسکو دیدے اور بائع اُس سے اپنا ثمن لے لیگا پھر اگر بائع نے کہا کہ مین اس امر کے
گواہ دیتا ہون کہ یہ مجور ہے تو قبول نہ ہونگے ایسا ہی کتاب مین مذکور ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ اس مسئلہ مین دو
روایتین ہین یعنی حکم مختلف دو روایتون کی راہ سے ہے یا از راہ قیاس و استحسان حکم مختلف ہے یہ مغنی مین ہے۔
اور اگر غلام نے قاضی کے سامنے اپنے مجور ہونے کا اقرار کیا کہ مین وقت بیع کے مجور تھا تو بیع کو قاضی رد کر دیگا
پھر اگر اسکے بعد مولی حاضر ہوا اور غلام کے قول کی تکذیب کی اور کہا کہ مین نے غلام کو خرید فروخت کی اجازت دی
تھی تو نقض بیع جو غلام و مشتری کے درمیان ہو چکا وہ جائز رہیگا پھر اسکے بعد اگر مولی نے اُسکی بیع کی اجازت
دی تو باطل ہوگی اور اگر قاضی نے غلام کے مجور ہونے کے اقرار پر بیع نہ توڑی یہانتک کہ مولی حاضر ہوا اور بیع
کی اجازت دی تو جائز ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر غلام ہی مشتری ہوا اور بائع نے کہا کہ مین تجھکو کچھ نہ دونگا کیونکہ تو
مجور ہے اور اُسنے کہا کہ مین ماذون ہون تو غلام کا قول قبول ہوگا پھر اگر بائع نے گواہ دیے کہ بعد خرید کے قاضی
کے پاس پیش ہونے سے پہلے غلام نے اپنے مجور ہونے کا اقرار کیا ہے تو گواہ قبول نہ ہونگے۔ اور اگر ایک شخص خرید
فروخت کرتا ہوا اور اُسپر قرضے چڑھ گئے اور اُسکا حال معلوم نہوا کہ یہ غلام ہے یا آزاد ہے پھر اسکے بعد کہا کہ مین فلان شخص
کا غلام ہون اور اُس شخص نے تصدیق کی اور کہا کہ میرا غلام ہے اور مجور ہے اور قرضخواہون نے کہا کہ یہ آزاد ہے تو
یہ غلام اپنے اقرار مین مصدق ہوگا حتی کہ فلان شخص کا غلام قرار دیا جائیگا مگر قرضخواہون کے حق مین مصدق نہوگا
کہ انکا قرضہ توقف مین پڑا رہے کہ بعد اُسکی آزادی کے وصول ہو ایسا نہوگا۔ پھر امام نے فرمایا کہ یہ غلام فروخت
کیا جائیگا اور قرضخواہ لوگ اسکے ثمن سے اپنا قرضہ وصول کرینگے یہ مغنی مین ہے۔ اور اگر کسی شخص پر غلام کا قرضہ بیع
یا اجارہ یا قرض یا استہلاک مال کی وجہ سے واجب ہوا یا اُسنے کسی کے پاس مال ودیعت رکھا تھا پھر مولے نے اسکو
مجور کر دیا تو ان سب مین خصم وہی غلام ہوگا پس اگر قرضدارون نے غلام کو یہ قرضہ ادا کر دیا تو ہر ایک بری
ہو جائیگا خواہ غلام مقروض ہو یا نہو۔ اور اگر مولے کو دیا پس اگر غلام مقروض نہو تو مشتری ثمن سے بری ہو جائیگا
اور اگر ہو تو ثمن سے بری نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر غلام بعد مجور ہونے کے مر گیا تو مولی کو اُسکے قرضدارون سے
بابت قرضہ کے خصومت کا استحقاق ہے خواہ غلام مقروض ہو یا نہو۔ اور آیا مولی کو اُسکے قرضہ وصول کرنیکا اختیار
ہے پس اگر غلام پر قرضہ نہو تو اُسکے قرضہ پر قبضہ کر سکتا ہے اور اگر قرضہ ہو تو قبضہ نہین کر سکتا ہے یون ہی یہ مسئلہ ماذون
الاصل مین مذکور ہے اور وکالت الاصل مین لکھا ہے کہ قبضہ کر سکتا ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اس مسئلہ مین دو
روایت مختلف نہین ہین بلکہ بات یہ ہے کہ جو حکم کتاب الماذون مین لکھا ہے وہ ایسی صورت مین ہے کہ مولی پر وثاقت
نہو یعنی ثقہ نہو مگر تقاضا کر سکتا ہو اور جو حکم کتاب الوکالت مین ہے وہ ایسی صورت پر محمول ہے کہ مولی ثقہ ہو۔ اور
اگر بعد مجور ہونے کے غلام نہین مرا لیکن مولی نے اسکو اپنی ملک سے نکال دیا تو اس قرضہ کے وصول مین مولے
خصم ہوگا مگر کیا قبضہ کر سکتا ہے یا نہین تو اسمین بھی وہی تفصیل ہے جو ہمنے ذکر کی ہے پھر اگر مشتری نے وہ غلام

ف استہلاک یعنی اپنے سبب سے کسی شخص کا مال تلف کر دینا

آزاد کردیا تو غلام ہی خصم قرار پاویگا یہ مغنی مین ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی پھر اُسنے ایک شخص کے ہاتھ ایک غلام فروخت کیا اور اُس شخص مشتری نے اُسپر قبضہ کرلیا اور ثمن اسکو دیدیا پھر مولے نے اسکو مجور کردیا پھر مشتری نے غلام مین عیب پایا تو خصم اس معاملہ مین وہی غلام مجور رہیگا پھر اگر مشتری نے غلام پر گواہ قائم کیے تو غلام خرید کردہ اسکو واپس کرسکتا ہے اور مشتری کو اختیار رہیگا کہ اپنے ثمن وصول کرنے تک مبیع کو روک رکھے اور اگر غلام مجور کے پاس مال نہو اور اُسپر قرضہ ہو تو پہلے واپس کیا ہوا غلام فروخت کرکے اُسکا ثمن مشتری کو دیا جائیگا پھر اگر اُسکے ثمن مین سے کچھ بچا تو مجور کے قرضخواہون کو دیا جائیگا اور اگر ثمن اُسکا قرضہ مشتری سے کم پڑا تو غلام مجور کے رقبہ مین یہ مشتری اُسکے قرضخواہون کے ساتھ شریک کردیا جائیگا پس ان سب کے واسطے مجور فروخت کیا جائیگا۔ اور اگر مشتری نے اپنے ثمن کے واسطے غلام کو نہ روکا بلکہ مجور کو دیدیا پھر اپنا ثمن طلب کرنے کے واسطے آیا تو مشتری قرضخواہون کے ساتھ غلام واپس کردہ اور غلام مجور کے رقبہ مین شریک کیا جائیگا اور اگر مشتری کے پاس گواہ نہون اور اُسنے مجور سے قسم طلب کی تو قاضی اس سے قطعی قسم لیگا کہ واللہ مین نے یہ غلام بحکم اس بیع کے اس مشتری کو سپرد کیا درحالیکہ اسمین یہ عیب نہ تھا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مجور نے عیب سے انکار نہ کیا بلکہ قاضی کے سامنے اقرار کردیا پس اگر وہ عیب ایسا ہو کہ ویسا عیب حادث نہین ہوتا ہے تو قاضی بیع اسکے بائع مجور کو واپس کردیگا اور اگر اُسکے مثل حادث ہوسکتا ہو تو قاضی مجور کے اقرار سے اُسکو واپس نہ دیگا کہ غلام مجور اپنے اقرار کے بعد مشتری کا خصم باقی نہ رہیگا پھر مشتری اُسکے مولے سے مخاصمہ کرکے مولے پر گواہ قائم کرکے اُسکو واپس دیگا یہ مغنی مین ہے۔ اور اگر مشتری کے پاس اسوقت مین گواہ نہون اور اُسنے مولے سے قسم لینی چاہی تو قاضی اُس سے علم پر قسم لیگا پس اگر مولے نے قسم سے نکول کیا یا عیب کا اقرار کردیا تو مولی کو وہ غلام واپس دیا جائیگا پھر اسکے بعد دیکھا جائیگا کہ یہ عیب اگر ایسا عیب ہے کہ حادث نہین ہوسکتا ہے تو مجور کے قرضخواہون کے حق مین یہ واپسی جائز ہے اور اگر ایسا عیب ہو کہ اُسکے مثل حادث ہوسکتا ہو اور مجور کے قرضخواہون اور مولی نے غلام کے اقرار عیب کی تکذیب کی ہو تو یہ واپسی سوائے قرضخواہون کے غلام و مولی کے حق مین صحیح ہوگی اور وہ غلام واپس شدہ فروخت کرکے اُسکا ثمن مشتری کو دیا جائیگا اور اگر دوسرا ثمن بہ نسبت ثمن سابق کے زیادہ ہوا تو جسقدر زیادہ ہو وہ قرضخواہون کو دیا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کم ہوا تو کمی مجور کے رقبہ مین پڑیگی پھر جب مجور فروخت کیا گیا تو پہلے اُسکے ثمن سے قرضخواہون کا قرضہ ادا کیا جائیگا پھر بعد ادائے قرض کے اگر کچھ باقی رہا تو وہ مشتری کو دیا جائیگا اور اگر کچھ نہ بچا تو مشتری کو کچھ نہ ملیگا۔ اور اگر مجور پر قرضہ نہو تو مشتری کا قرضہ اُس غلام واپس شدہ و مجور دونون کی گردن پر ہوگا کہ دونون اُسکے ثمن کے واسطے فروخت کیے جاسکتے ہین اور اگر فیصلہ مقدمہ مین مولی نے قسم کھالی ہو تو پھر غلام مبیع اُسکو واپس نہ دیا جائیگا مگر جبکہ غلام مجور آزاد ہوجاوے تب اُسکا غلام مبیع بوجہ اقرار عیب کے اُسکو واپس دیا جائیگا کذا فی المغنی۔

نوان باب غلام ماذون و مجور و نابالغ و معتوہ پر گواہی واقع ہونے کے بیان مین

واضح ہو کہ جو چیز از قسم تجارت ہو اُسمین ماذون خصم قرار دیا جائیگا اور اُسپر گواہی مقبول ہوگی اور مولی کا موجود ہونا معتبر نہین ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر دو گواہون نے ماذون پر گواہی دی کہ اسنے یہ چیز غصب کرلی یا یہ ودیعت

تلف کر دی یا منکر ہوگیا ہے یا یون گواہی دی کہ اسنے ایسے افعال کا اقرار کیا ہے یا اُسپر خرید یا فروخت یا اجارہ کی
گواہی دی حالانکہ غلام منکر ہے اور مولے غائب ہے تو ماذون پر ایسی گواہی مقبول ہوگی اور قاضی اُسپر ڈگری کر دیگا
اور اگر ایسی صورت مین بجاے ماذون کے غلام مجور ہو اور مولے کے غائب ہونے کی حالت مین دو گواہون نے
اسپر استہلاک مال یا غصب کی گواہی دی تو گواہی قبول ہوگی اور غلام مجور پر ڈگری ہوگی اور مشائخ نے اسکے معنے یہ بیان
فرمائے ہین کہ ایسے حکم کے واسطے گواہی قبول ہوگی جو متعلق بحق مولے ہو یعنے غلام فروخت نہ کیا جائیگا مگر ایسے حق
کے واسطے جو غلام ہی کی طرف راجع ہو قبول ہوگی ہین بعد عتق کے اُس سے مواخذہ کیا جائیگا اور جیسا کہ مولے کا
حاضر ہونا یہان شرط ہے ایسے ہی غلام کا حاضر ہونا بھی شرط ہے یہ مغنی مین ہے۔ اور اگر گواہون نے کسی غلام مجور پر غصب یا
اتلاف ودیعت کی گواہی دی پس اگر گواہون نے معائنہ کی گواہی دی اُس مجور کے ایسے فعل کے اقرار کی گواہی نہ
دی تو اسپر گواہی مقبول ہوگی مگر غصب کی ڈگری اسوقت ہوگی جب مولی حاضر ہو اور اتلاف ودیعت ومضاربت
کی ضمان کی ڈگری نہ ہوگی جبتک کہ آزاد نہو جاوے یہ امام اعظم وامام محمد رح کا قول ہے یہ فتاوی قاضی خان مین
ہے۔ اور اگر دونون گواہون نے یون گواہی دی کہ مجور نے ایسے فعل کا اقرار کیا ہے اور مولی حاضر ہے یا غائب ہے تو انمین
سے کسی کی ڈگری نہ ہوگی تاوقتیکہ غلام آزاد نہو جاوے پھر جسوقت آزاد ہوا اسوقت اُسپر وہ مال لازم ہوگا جسکی
گواہی دی تھی۔ اور گواہون نے اُسپر قتل عمد یا قذف محصن یا زنا یا شرب خمر کی گواہی دی حالانکہ غلام انکار
کرتا ہے تو امام اعظم وامام محمد رح کے نزدیک مولی کی غیبت مین ایسی گواہی قبول نہ ہوگی۔ اور اگر یون گواہی دی
کہ غلام نے ایسے افعال کا اقرار کیا ہے مگر مولی غائب ہے تو جن افعال مین اقرار سے رجوع کرنا کار آمد ہوتا ہے انمین
یہ گواہی مقبول نہ ہوگی اور جنمین اقرار سے رجوع کرنا کار آمد نہین ہے جیسے قصاص وحد القذف تو انمین یہ گواہی مقبول
ہوگی یہ مغنی مین ہے۔ اور جو نابالغ لڑکا کہ اُسکو اُسکے باپ یا باپ کے وصی نے تجارت کی اجازت دی وہ بمنزلہ
غلام ماذون کے ہے کہ اُسپر ضمان تجارت کی گواہی مقبول ہوگی اگرچہ اجازت دہندہ غائب ہو اور معتوہ ماذون
مین بھی یہی حکم ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر گواہون نے نابالغ ماذون یا معتوہ ماذون پر قتل عمد یا قذف یا شراب
خواری یا زنا کی گواہی دی پس قذف وشراب خواری وزنا مین انکی گواہی قبول نہوگی اگرچہ اجازت دہندہ حاضر
ہو اور قتل مین اگر اجازت دہندہ حاضر ہو تو گواہی قبول ہو کر اُسکی مددگار برادری پر ڈگری ہوگی اور اگر غائب
ہو تو گواہی قبول نہوگی۔ اور اگر گواہون نے یہ گواہی دی کہ اس ماذون غلام معتوہ یا ماذون لڑکے نے انمین سے
کسی فعل کا اقرار کیا ہے تو گواہی قبول نہوگی خواہ اجازت دہندہ حاضر ہو یا غائب ہو کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر گواہون
نے ماذون پر دس درم یا زیادہ کی چوری کی گواہی دی اور وہ منکر ہے پس اگر اسکا مولی حاضر ہو تو بالاتفاق سب
ائمہ کے نزدیک اسکا ہاتھ کاٹا جائیگا اور اگر غائب ہو تو مال مسروق کا ضامن ہوگا اور امام اعظم وامام محمد رح کے
نزدیک اُسکا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا کذا فی المغنی اور اگر دس درم سے کم کی چوری پر گواہی دی ہو تو گواہی قبول ہوگی خواہ
مولی حاضر ہو یا غائب ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر گواہون نے یون گواہی دی کہ اُسنے دس درم یا زیادہ
کی چوری کا اقرار کیا ہے اور ماذون انکار کرتا ہے۔ تو قاضی اُسپر اسقدر مال کی ضمان کی ڈگری کریگا ہاتھ نہ کاٹیگا اگرچہ
مولی حاضر ہو یہ مغنی مین ہے۔ اور اگر غلام مجور پر دس درم کی چوری کی گواہی دی حالانکہ وہ منکر ہے تو قاضی اُسپر ڈگری

نہ کریگا جبتک کہ اُسکا مولی حاضر نہو پھر مولی کے سامنے ہاتھ کاٹنے اور مال عین واپس کرنے کی ڈگری کریگا بشرطیکہ مال مسروق بعینہ قائم ہو اور تاوان کی ڈگری نہ کریگا اور اگر گواہون نے مجور کے دس درم یا زیادہ کی چوری کا اقرار کرنے پر گواہی دی تو قاضی ایسی گواہی قبول نکریگا اور اُسپر ہاتھ کاٹنے کی یا مال کی کچھ ڈگری نکریگا اگرچہ مولی حاضر ہو۔ اور مال کی ڈگری نہ کرنے سے یہ مراد ہی کہ حق مولی مین ڈگری نکریگا حتی کہ وہ اس مال کے واسطے فروخت نہ کیا جائیگا مگر بعد آزادی کے اس سے اس مال کا مواخذہ کیا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اور نابالغ ماذون ومعتوہ ماذون پر دس درم چوری کی گواہی مقبول ہوگی اگرچہ اجازت دہندہ غائب ہو۔ اور اگر ان دونون کے اقرار سرقہ پر گواہی دی ہو تو اصلا مقبول نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر مسلمان نے اپنے غلام کافر کو تجارت کی اجازت دی اُسنے شراب یا سور خرید سے تو جائز ہی خواہ اُسپر قرضہ ہو یا نہو۔ اور اگر مردار یا خون خریدا یا کسی کافر کے ساتھ ربو کا معاملہ کیا تو باطل ہے۔ اور اگر اسپر دو کافرون نے غصب یا ودیعت مستہلکہ یا بیع یا اجارہ کی گواہی دی یا یون گواہی دی کہ اسنے ایسے افعال کا اقرار کیا ہی حالانکہ وہ اور اُسکا مولی اس سے منکر ہین تو دونون کی گواہی استحسانا جائز ہے۔ اسی طرح اگر نابالغ کافر کو اُسکے وصی مسلم یا اسکے دادا نے تجارت کی اجازت دی ہو تو ایسی صورت مین یہی حکم ہے۔ اور اگر غلام ماذون مسلمان ہو اور اُسکا مولی کافر ہو تو کافرون کی گواہی اُسپر کسی فعل پر ان افعال مین سے جائز نہ ہوگی اگرچہ اُسپر قرضہ نہو اور اگر دو کافرون نے مجور کافر پر غصب کی گواہی دی اور اُسکا مولے مسلمان ہے تو گواہی باطل ہوگی اور اگر مولے کافر ہو تو گواہی جائز ہوگی۔ اور اگر مسلمان نے اپنے غلام کافر کو تجارت کی اجازت دی اور اُسپر دو کافرون نے خطا سے یا عمداً قتل کی یا شرب خمر یا قذف کی گواہی دی یا چار کافرون نے اُسپر زنا کی گواہی دی حالانکہ وہ اور اُسکا مولے اس سے منکر ہین تو گواہی باطل ہوگی۔ اسیطرح اگر غلام مسلمان اور مولی کافر ہو تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر مسلمان نے اپنے غلام کافر کو تجارت کی اجازت دی اور اُسپر دو کافرون نے دس درم یا کم کی چوری کی گواہی دی تو اُسپر تاوان مال مسروق کی ڈگری ہوگی ہاتھ کاٹنے کی نہ ہوگی خواہ مولے حاضر ہو یا غائب ہو اور اگر غلام مسلمان اور مولے کافر ہو تو گواہون کی گواہی باطل ہوگی۔ اور اگر مسلمان نے اپنے غلام کافر کو تجارت کی اجازت دی پھر اسپر دو کافرون نے کسی کافر یا مسلمان کی طرف سے ہزار درم قرضہ کی گواہی دی اور ماذون اس سے منکر ہی اور اسپر کسی مسلمان یا کافر کا ہزار درم قرضہ بھی ہی تو گواہی جائز ہوگی اگرچہ پہلا قرضخواہ مسلمان ہو (فانکان صاحب الدین الاول کافرا فی الدینین) اور اگر مسلمان ہو تو ماذون در جو کچھ اُسکے پاس ہی پہلے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا اور وہ قرضخواہ اپنا قرضہ تمام وکمال وصول کر لیگا پھر اگر کچھ باقی رہا تو دوسرے قرضخواہ کو جسکے واسطے دو کافرون نے گواہی دی ہے دیا جائیگا۔ اور اگر اُسپر دو مسلمانون نے ہر ایک نے ہزار درم کا دعوی کیا پس ایک کے واسطے دو مسلمانون نے اور دوسرے کیواسطے دو کافرون نے گواہی دی تو قاضی دونون کی ڈگری کریگا مگر پہلے اُسکا قرضہ دیا جائیگا جسکے واسطے دو مسلمانون نے گواہی دی ہے پھر اگر کچھ باقی رہا تو اُسکو ملیگا جسکے واسطے دو کافرون نے گواہی دی ہے۔ اور اگر غلام نے اُسکے قرضہ کی جسکے واسطے دو کافرون نے گواہی دی ہے تصدیق کی تو دونون قرضخواہ اسکی کمائی و ثمن رقبہ مین شریک ہوجا دینگے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر مسلمان کے واسطے دو کافرون نے اور کافر کے واسطے دو مسلمانون نے گواہی دی تو دونون قرضخواہ شریک ہوکر وصول پاوینگے۔ اور اگر قرضخواہ تین آدمی ہون دو مسلمان اور ایک کافر پس کافر کے

واسطے دو مسلمانون نے اور ایک مسلمان کے واسطے دو کافرون نے اور دوسرے کے واسطے دو مسلمانون نے گواہی
دی پھر غلام فروخت کیا گیا تو پہلے اُن دونون کا قرضہ دیا جائیگا جنکے واسطے مسلمانون نے گواہی دی ہی اور باہم برابر
تقسیم کرینگے پھر جو کچھ کافر قرضخواہ نے لیا ہی وہ اس مسلمان کے ساتھ جسکے گواہ کافر ہین ملاکر نصفا نصف دونون
تقسیم کرینگے یہ مغنی مین ہی پھر مسلمان کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ جسکے واسطے کافرون نے گواہی دی ہی اس سے نہ لیوے
اور اگر ایک شخص قرضخواہون مین سے مسلمان ہو جسکے واسطے دو کافرون نے گواہی دی اور باقی دو کافر ہون
کہ ہر ایک کے واسطے دو کافرون نے گواہی دی تو پہلے مسلمان کا قرضہ ادا کیا جائیگا پھر اُسکے قرضہ کے بعد اگر کچھ
باقی رہا تو دونون کافرون مین نصفا نصف ہو جائیگا - اور اگر غلام مسلمان ہو اور مولے کافر ہو اور دو قرضخواہ
مین سے ایک مسلمان ہو جسکے واسطے دو کافرون نے گواہی دی اور ایک کافر ہو جسکے واسطے دو مسلمانون نے
گواہی دی اور غلام اُس سے منکر ہی تو قاضی اُس مسلمان کا دعوے جسکے گواہ کافر ہین باطل کر دیگا اور دوسرے
کے واسطے وہ غلام فروخت کیا جائیگا اور وہ ثمن سے اپنا قرضہ پورا وصول کریگا پھر اگر کچھ ثمن باقی رہا تو اسکے مولی
کو ملیگا اسی طرح اگر اس صورت مین غلام مجور رہو تو بھی یہی حکم ہی یہ مبسوط مین ہی - اور اگر مولی مسلم ہو اور غلام کافر مجور
ہو اور اُسپر دو کافر گواہون نے کسی مسلمان کے واسطے ہزار درم غصب کرنے کی گواہی دی اور کافر کے واسطے دو
مسلمانون نے ہزار درم غصب کرنے کی گواہی دی تو کافر کے واسطے ہزار درم کی ڈگری ہوگی اور پھر اُس مین مسلمان
اسکا شریک ہو جائیگا اور باقی مسلمان کا قرضہ غلام پر رہا کہ اسکو بعد آزاد ہونے کے اُس سے لیگا یہ مغنی مین ہی - اگر
مسلمان نے اپنے غلام کافر کو اجازت دی پھر دو کافرون نے کسی مسلمان یا کافر کے واسطے ہزار درم قرضہ کا بوجہ
اقرار یا غصب کے گواہی دی اور قاضی نے ڈگری کر کے ہزار درم کو غلام فروخت کیا اور قرضخواہ کو ادا کر دیے پھر
ایک مدعی قرضخواہ نے اُسپر دعوی کیا کہ اسکے فروخت کیے جانے سے پہلے کے ہزار درم میرے اسپر قرض ہین پس
اگر مدعی نے اسپر دو مسلمان گواہ قائم کیے تو قاضی قرضخواہ اول سے جسکے واسطے دو کافرون نے گواہی دی تھی ہزار
درم واپس لیکر اس دوسرے قرضخواہ کو جسکے گواہ مسلمان ہین دیدیگا اور اگر دوسرا قرضخواہ کافر ہو تو اسکے واسطے
پہلے نے جو کچھ لیا ہی اسکا آدھا لے لیگا - اور اگر اول کافر تھا اسکے گواہ مسلمان ہون اور دوسرا مسلمان یا کافر اسکے
گواہ کافر ہون تو اول سے اُسکا لیا ہوا آدھا لے لیگا - اگر کسی شخص نے اپنے غلام کافر کو تجارت کی اجازت دیدی اُسنے
خرید فروخت کی پھر مسلمان ہو گیا پھر اُسپر دو شخصون نے قرضہ کا دعوی کیا اور دونون مسلمان ہین یا دونون کافر
ہین اور مولے مسلمان ہی یا کافر ہی پس ایک مدعی دو کافر گواہ لایا کہ اسپر حالت کفر کا ہزار درم قرضہ ہی اور دوسرا
دو مسلمان گواہ اسی مضمون کے لایا تو مسلمان گواہون کی گواہی جائز ہی اور جسکے گواہ کافر ہین اُسکو کچھ نہ ملیگا -
اگر ایک شخص نے اپنے غلام کافر کو تجارت کی اجازت دی اور وہ شخص مسلمان یا ذمی ہی پھر ماذون پر دو مسلمانون
نے ایک مسلمان کے قرضہ کی اور دو ذمیون نے ایک مسلمان کے قرضہ کی اور دو مستامنون نے ایک مسلمان کے
قرضہ کی گواہی دی تو قاضی دو مستامنون کی جنکے دو شخص حربی جو امان لیکر دار الاسلام مین آئے تھے اور اُنھون نے
ایک مسلمان کے واسطے گواہی دی تھی باطل کر دیگا اور دو ذمیون اور دو مسلمانون کی گواہی پر ڈگری کر دیگا پھر
(۱۲) غلام فروخت کر کے پہلے اُس قرضخواہ کا قرضہ ادا کیا جائیگا جسکے واسطے دو مسلمانون نے گواہی دی ہی پھر اگر

اُسکے ادائے قرضہ کے بعد کچھ باقی رہا تو اسکو دیا جائیگا جسکے واسطے دو ذمیون نے گواہی دی ہی پھر اگر اسکے بعد بھی کچھ ثمن باقی رہا تو موسے کو ملیگا اسی طرح اگر موسے حربی ہو تو بھی یہی حکم ہی اور اگر موسے و غلام دونون حربی ہون اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو سب قرضہ کی ڈگری ہوگی اور پہلے اُس قرضخواہ کا قرضہ ادا کیا جائیگا جسکے گواہ مسلمان ہین پھر اسکا جسکے گواہ ذمی ہین پھر اگر کچھ رہا تو اسکو دیا جائیگا جسکے گواہ حربی ہین۔ اور اگر سب قرضخواہ ذمی ہون اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو دو قرضخواہ ایک وہ کہ جسکے واسطے مسلمانون نے گواہی دی اور دوم وہ جسکے واسطے ذمیون نے گواہی دی ہی ماذون کے ثمن مین حصہ رسد تقسیم کرکے اپنا قرضہ پورا کرینگے پھر اگر کچھ باقی رہا تو اسکو ملیگا جسکے گواہ حربی ہین۔ اور اگر سب قرضخواہ حربی مستامن ہون تو سب قرضخواہ اُسکے ثمن مین حصہ رسد تقسیم کرینگے اور اگر موسے مسلمان یا ذمی ہو اور غلام حربی ہو کہ امان لیکر دار الاسلام مین آیا ہو اور اسکو اس موسے نے اسکے حربی ہونے سے خرید لیا ہو اور تجارت کی اجازت دی ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو حربیون کی گواہی اُسپر جائز ہوگی۔ اور اگر حربی ہمارے ملک مین امان لیکر آیا اور اسکے ساتھ اُسکا غلام ہی اور موسے نے اسکو تجارت کی اجازت دی تو دو مستامنون کی گواہی اُسپر جائز ہوگی جیسے کہ اسکے موسے پر جائز ہوتی ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر ایک مسلمان کے واسطے دو حربیون نے ہزار درم کی گواہی ایک حربی غلام ماذون پر جو ہمارے ملک مین بامان داخل ہوا ہی ادا کی اور ایک ذمی کیواسطے دو ذمیون نے اُسپر ہزار درم قرضہ کی اور ایک حربی کے واسطے دو مسلمانون نے اُسپر ہزار درم قرضہ کی گواہی دی اور وہ ہزار درم کو فروخت کیا گیا تو حربی و ذمی کے درمیان برابر تقسیم ہوگا پھر حربی قرضخواہ سے مسلمان قرضخواہ اُس مال سے جو اُسنے پایا ہی نصف لے لیگا یہ مغنی مین ہی۔ اور اگر ذمی کے گواہ دو حربی ہون اور مسلمان کے دو ذمی ہون اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو تمام ثمن مسلمان و حربی کے درمیان نصفا نصف تقسیم ہوگا پھر جو کچھ حربی کو ملا ہی اُسکا آدھا اُس سے ذمی لے لیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر ذمی کے دو مسلمان گواہ اور حربی کے دو ذمی اور مسلمان کے دو حربی ہون تو ذمی اور حربی کے درمیان مال نصفا نصف تقسیم ہو کر پھر حربی کے حصہ سے مسلمان نصف لے لیگا یہ مغنی مین ہی۔ اور اگر غلام پر قرضہ ہوگیا اور مولی نے کہا کہ یہ مجبور ہی اور قرضخواہون نے کہا کہ ماذون ہی تو مولی کا قول قبول ہوگا پھر اگر قرضخواہ اجازت کے دو گواہ لائے ایک نے گواہی دی کہ اسکے مولی نے کپڑا خریدنے کی اجازت دی تھی اور دوسرے نے کہا کہ گیہون خریدنے کی اجازت دی تھی تو دونون کی گواہی جائز ہوگی اگرچہ قرضہ دونون اقسام تجارت سے علاوہ کسی قسم کی تجارت مین واقع ہوا ہو اور اگر ایک نے یون گواہی دی کہ مولی نے اسکو کپڑے خریدنے کی اجازت دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ مولی نے اسکو کپڑا خریدتے دیکھکر منع نہین کیا تو گواہی باطل ہوگی اور اگر ایک نے یون گواہی دی کہ مولی نے اسکو اناج خریدتے دیکھکر منع نہین کیا تو دونون گواہی باطل ہونگی اور اگر دونون نے یون گواہی دی کہ مولی نے اسکو کپڑا خریدتے دیکھکر منع نہین کیا تو خرید جائز ہو اور وہ غلام ماذون التجارۃ ہوگا یہ مبسوط مین لکھا ہی۔

دسوان باب غلام ماذون کی بیع فاسد اور ماذون کے غرور و طفل کے غرور کے بیان مین۔ امام ابوحنیفہ و امام ابو یوسف و امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی اُسنے کوئی باندی یا غلام یا کوئی اسباب وغیرہ بطور بیع فاسد فروخت کیا اور مشتری نے باندی یا غلام پر قبضہ کرکے آزاد کیا یا بیع کو انمین سے کچھ دیا ہو دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو مشتری کا یہ سب تصرف جائز اور اُسپر اس بیع کی قیمت خواہ انمین سے کوئی چیز ہو واجب

ہوگی۔ اسی طرح اگر ماذون نے کوئی باندی یا غلام یا اسباب بطور بیع فاسد خرید کرکے دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو بھی جائز ہی۔ اور اگر ماذون نے باندی یا غلام بطور بیع فاسد کے خرید کیا اور اسپر قبضہ کرلیا پھر باندی یا غلام کو کچھ حاصلات ماذون کے پاس حاصل ہوئی مثلاً غلام نے اپنے تئین کسی کو اجرت پر دیا اُسنے اُسکو مزدوری دی یا کسی نے اُسکو کچھ ہبہ کیا اور اُسنے قبول کیا پس آیا یہ مال ماذون کو دیا جائیگا یا نہین تو فرمایا کہ اگر باندی یا غلام مین ماذون کی ملک متقرر ہوگئی مثلاً اُسنے دوسرے کے ہاتھ فروخت کردیا یا اسکے پاس مرگیا اور اُسنے بائع کو قیمت تاوان دیدی تو ایسی صورت مین یہ حاصلات ماذون کو دیدیجاوینگی۔ اور اگر باندی وغلام کی ملک متقرر نہوئی باین طور کہ اُسنے بائع کو واپس کی تو مذکور ہی کہ بائع کو یہ حاصلات بھی واپس دیگا اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ کتاب مین یہ حکم جو مذکور ہی کہ اگر ماذون نے بائع کو باندی وغلام واپس کی تو حاصلات بھی بائع کو واپس دیگا تو یہ امام ابو یوسف وامام محمد رح کے قول پر ہی ورنہ امام اعظم رح کے نزدیک یہ حاصلات ماذون کو دیجاوینگی اور وہ بائع کو واپس نہ دیگا۔ پھر جب اصل بیع واپس کی اور اُسکے ساتھ حاصلات بھی واپس کی پس آیا بائع اس حاصلات کو صدقہ کردیگا تو اگر بائع آزاد ہو تو بالاجماع اس حاصلات کو صدقہ کردیگا اور اگر ماذون ہو تو صدقہ نہ کریگا۔ اور جب ماذون ہونے کی صورت مین صدقہ نہ کیا تو مذکور ہی کہ اگر وہ قرضدار ہو اور اُسنے اس سے قرضخواہون کا قرضہ ادا کیا تو قرضخواہون کو یہ مال حلال ہوگا اور اگر قرضدار نہو اور مولے نے یہ مال لے لیا تو فرمایا کہ میرے نزدیک مستحب یہ ہی کہ اسکو صدقہ کردے لیکن اگر مولے ہی بائع ہو تو اُسپر واجب ہوگا کہ صدقہ کردے ہان اگر ماذون ہی بائع ہو تو فرمایا کہ مولے پر صدقہ کرنا مستحب ہوگا اور یہ سب جو ذکر کیا گیا ایسی صورت مین ہی کہ غلام خرید کردہ شدہ نے خود ہی اپنے تئین اجرت پر دیا ہو یا اُسکو کچھ ہبہ کیا گیا تاکہ یہ مال اُسکی کمائی شمار ہو اور اگر ماذون نے اُسکو اجرت پر دیا ہو تو بہرحال مین یہ کمائی ماذون کو دیجاویگی یہ مغنی مین ہی۔ اگر ایک شخص نے غلام کو تجارت کی اجازت دی پھر ماذون نے زید کے ہاتھ ایک باندی بعوض ایک باندی کے بطور بیع فاسد کے فروخت کرکے مشتری کو دیدی اور اُسنے قبضہ کرکے عمرو کے ہاتھ فروخت کرکے اُسکو سپرد کردی تو بیع ثانی جائز ہوگی اور اُس سے بیع اول کا نقض نہ ہوگا حتے کہ زید کا عمرو پر ثمن واجب ہوگا اور ماذون کی زید پر بیع کی قیمت واجب ہوگی خواہ ماذون مقروض ہو یا نہ ہو۔ اور اگر زید نے وہ باندی ماذون ہی کے ہاتھ جس سے خرید کی تھی فروخت کرکے دیدی تو اس سے بیع اول ٹوٹ جاویگی حتے کہ زید کا ماذون پر ثمن واجب نہ ہوگا اور زید بھی ضمان قیمت سے بری ہوجائیگا خواہ ماذون مقروض ہو یا نہ ہو۔ اور اگر مشتری نے مولاے ماذون کے ہاتھ فروخت کرکے دیدی ہو پس اگر ماذون مقروض نہ ہو تو پہلی بیع ٹوٹ جاویگی اور اگر مقروض ہو تو دوسری بیع جائز ہوگی حتے کہ زید کا مولے پر ثمن واجب ہوگا اور وہ ماذون کو باندی کی قیمت کی ضمان ادا کریگا۔ اور اگر مشتری نے ماذون کے مولے کے دوسرے ماذون کے ہاتھ فروخت کی ہو اور سپرد کردی ہو پس اگر دونون پر قرضہ ہو تو یہ بیع جائز ہوگی اور پہلی بیع کا نقض نہ ہوگا اور اگر دونون مین سے کسی ایک پر قرضہ ہو تو بھی اُس سے بیع اول نہ ٹوٹیگی۔ اور اگر دونون پر قرضہ نہ ہو تو جب ہی اُسنے دوسرے ماذون کو دی اُسی وقت بیع اول ٹوٹ جاویگی مگر واضح رہے کہ جسوقت مشتری نے دوسرے ماذون کو باندی سپرد کی ہی اُسوقت ضمان سے بری نہ ہوگا جبتک کہ دوسرا ماذون یہ باندی ماذون اول یا مولے کو سپرد نہ کرے اور اگر دوسرے

۹ قولہ بہرحال یعنی خواہ کسب ماذون سے ہو یا واپس ہو یا مولے کو سپرد

ماذون نے ماذون اول یا مولے کو سپرد نہ کی تو مشتری ویسا ہی ضامن باقی رہیگا حتے کہ اگر ماذون ثانی کے پاس وہ باندی مرگئی تو مشتری ماذون اول کے واسطے اسکی قیمت کا ضامن ہوگا - اور اگر اُسنے ماذون کے ہاتھ بطور بیع صحیح فروخت کی مگر اسکے سپرد نہ کی تو ضامن باقی رہیگا یہ محیط مین ہی اور اگر اُسنے ماذون کے مضارب کے ہاتھ فروخت کی ہو تو جائز ہی - جیسے کہ اگر مولے کے مضارب کے ہاتھ فروخت کی تو بھی جائز ہی خواہ غلام پر قرضہ ہو یا نہ ہوا ور اگر اُسنے مولے کے بیٹے یا باپ یا مکاتب کے ہاتھ یا مولے کے ہاتھ اسکے نابالغ بیٹے کے واسطے جو باپ کی عیال مین ہی فروخت کی تو یہ سب یکسان ہین یعنی بیع جائز ہی اور اسی طرح اگر کسی اجنبی نے مولے کو اسکی خرید کے واسطے وکیل کیا اور مولے نے خرید دی یا اُسنے خود ماذون کو اسکی خرید کے واسطے وکیل کیا اور ماذون نے خرید دی تو یہ باندی اس بیع سے اجنبی کے واسطے ہوگی اور مشتری کا ثمن وکیل پر یعنی ماذون پر واجب ہوگا اور پھر ماذون اسکو موکل سے وصول کر لیگا اور ماذون کے مشتری پر ضمان قیمت واجب ہوگی پس اس قیمت اور ثمن مین باہم بدلا ہو جائیگا پھر غلام نے جو کچھ ثمن موکل کیطرف سے ادا کیا ہی وہ موکل سے واپس لیگا - اور اگر خود ماذون بائع نے کسی شخص کو اُس باندی کے خریدنے کا وکیل کیا اور وکیل نے مشتری سے موکل کے واسطے خریدی اور قبضہ کر لیا تو اُس سے بیع اول یعنی بیع فاسد ٹوٹ جاویگی گویا ماذون نے خود ہی خرید کی ہی - اور اگر مولی نے کسی شخص کو اپنے واسطے خریدنے کا وکیل کیا تو یہ صورت اور مولی کے خود خرید کرنے کی صورت یکسان ہی یعنی غلام ماذون کے مقروض ہونے مین اور نہونے مین حکم مختلف ہو جائیگا - اور اگر ماذون نے مشتری کے پاس اُس باندی کو قتل کیا تو بیع ٹوٹ گئی اسیطرح اگر ماذون نے سر راہ ایک کنوان کھودا خواہ قبل بیع کے یا بعد بیع کے اور اسمین یہ باندی گر پڑی یا گرنے سے اسمین کوئی عیب پیدا ہو گیا اور مشتری نے اُس سے باندی کو منع نہ کیا یہان تک کہ اسی فعل سے مرگئی تو اُس سے بیع اول ٹوٹ جاویگی - اور اگر مولی نے یہ فعل کیا ہو اور غلام مقروض نہو تو بھی یہی حکم ہی اور اگر مقروض ہو تو مولے باندی کے واپس لینے پر ایسی حالت مین قادر نہین ہی تو اپنے فعل مین مثل اجنبی کے ہوگا اور اسکی مددگار برادری پر مشتری کے واسطے تین سال مین باندی کی قیمت ادا کرنی واجب ہوگی بشرطیکہ باندی اُسی فعل سے مری ہو اور اگر اس فعل سے اسمین عیب آیا مگر کسی اور فعل سے مری تو مشتری بسبب قبضہ کرنے کے باندی کی قیمت کا ضامن ہوگا اور واپس کرنے سے معذور رہیگا مگر مولی سے نقصان عیب فی الحال مال مولی سے واپس لیگا - اور اگر ایسے کنوئین مین جسکو ماذون نے اپنے تجارتی مال کے سکان مین یا مولی نے اپنی ملک مین کھودا ہی گر کر مرگئی تو اس سے بیع اول نہ ٹوٹیگی یہ مبسوط مین ہی - اگر زید نے لوگون سے کہا کہ یہ میرا غلام ہی مین نے اسکو تجارت کی اجازت دی ہی تم لوگ اس سے خرید فروخت کرو پھر اُسپر بہت قرضہ ہو گیا پھر ایک شخص نے استحقاق ثابت کر کے اسکو لیا پس اگر مستحق نے اقرار کیا کہ مین نے اسکو تجارت کی اجازت دی تھی تو غلام ماذون باقی رہیگا اور یہ قرضہ مین فروخت کیا جائیگا اور اگر اجازت سے انکار کیا تو نے الحال غلام سے قرضہ کچھ متعلق نہوگا اگرچہ زید نے قرضخواہون کو دھوکا دیا کہ میرا غلام ہی اور تم اس سے خرید فروخت کرو اسوجہ سے زید پر واجب ہوگا کہ قرضخواہون کو قرضہ و قیمت مین سے جو کم مقدار ہو تاوان ادا کرے اور اگر اس مسئلہ مین زید

نے یہ لفظ نہ کہا ہو کہ یہ میرا غلام ہے یا یہ نہ کہا کہ تم لوگ اس سے خرید فروخت کرو تو انکے واسطے ضامن نہ ہوگا کیونکہ اُسنے انکو دھوکا نہیں دیا کذا فی شرح الطحاوی۔ اور دھوکے کا حکم جاری ہونے کے حق مین کچھ فرق نہیں اسمین کہ جسنے یہ کلام کیا ہے بالغ ہو یا نابالغ ہو یعنی سارق وغیر سارق کے واسطے دھوکے کی وجہ سے ضامن ہونے مین کچھ فرق نہیں ہے دونون کے واسطے ضامن ہوگا بشرطیکہ زید نے جا کر اہل بازار کے سامنے یہ لفظ کہا ہو۔ اور اگر زید نے جب اہل بازار پاس آیا تو اُسنے کہا کہ یہ میرا غلام ہے تم لوگ اس سے کپڑے کی تجارت کرو کہ مین نے اسکو کپڑے کی تجارت کی اجازت دی ہے پھر اہل بازار نے اُس سے کپڑے کے سوا اور چیزون کی خرید فروخت کی تھی پھر معلوم ہوا کہ یہ غلام نہیں ہے آزاد ہے یا اُسکا مستحق کوئی اور ہے تو جیسے سوا کپڑے کے دوسری چیز کی خرید فروخت کی ہے اور اُسکا اس غلام تاجر پر قرضہ ہے وہ زید سے قرضہ و قیمت سے کم مقدار کی ضمان لیوے اور زید کا یہ کلام کہ مین نے کپڑے کی تجارت کی اجازت دی ہے لغو قرار دیا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اپنے غلام کو تجارت کیواسطے اجازت دی مگر اُسکے ساتھ معاملہ کرنے کی اجازت کسی کو نہیں دی پھر مولےٰ نے کسی شخص خاص یا کسی قوم خاص کو اُسکے ساتھ معاملہ کرنے کی اجازت دی پس اُن لوگون نے اور ایک دوسری قوم نے اُسکے ساتھ معاملہ کیا اور مولےٰ کے حکم پر کارروائی ہوئی پھر اُسپر قرضہ چڑھ گیا پھر وہ استحقاق میں لے لیا گیا یا مدبر نکلا تو جن لوگون نے مولی کے حکم کے موافق اُس سے معاملہ کیا ہے اُنکے واسطے مولی پر بقدر اُنکے حصہ قرض اور قیمت سے جو کم ہو اسکی ضمان واجب ہوگی اور دوسرون کے واسطے کچھ ضمان واجب نہوگی۔ اور اگر اُسنے کسی خاص قوم کو اُسکے ساتھ کپڑے کی تجارت مین معاملہ کی اجازت دی ہو اور اُنھون نے سوا کپڑے کے دوسری قسم کی تجارت مین بھی اُس سے معاملہ کیا تو کچھ فرق نہوگا بلکہ اُنکے واسطے مولی پر یعنی جسنے اُنکو دھوکا دیا ہے اُسپر ضمان واجب ہوگی۔ اور اگر زید اسکو اہل بازار کے پاس لایا اور کہا کہ تم لوگ اس سے معاملہ خرید فروخت کیا کرو اور یہ نہ کہا کہ یہ میرا غلام ہے اور اہل بازار نے اُس سے خرید فروخت کی اور اُسپر قرضہ ہوگیا پھر وہ استحقاق مین لے لیا گیا یا آزاد نکلا یا مدبر نکلا تو زید پر کچھ واجب نہوگا اور اگر اہل بازار پاس لایا اور کہا کہ یہ میرا غلام ہے تم لوگ اس سے مبایعت کرو پھر اسکو مدبر کر دیا پھر اُسپر قرضہ ہوگیا تو زید اُنکے واسطے کچھ ضامن نہوگا مگر غلام قرضہ کے واسطے سعایت کریگا اسی طرح اگر بعد اجازت کے اُسکو آزاد کر دیا پھر اُسپر قرضہ ہوگیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر بعد اجازت کے اسکو فروخت کیا پھر اہل بازار نے اُس سے مبایعت کی اور وہ اُنکا قرضدار ہوگیا تو زید پر کچھ واجب نہوگا۔ اور اگر ایک شخص اُسکو اہل بازار پاس لایا اور کہا کہ یہ میرا غلام ہے تم لوگ اس سے مبایعت کرو کہ مین نے اسکو تجارت کی اجازت دی ہے پس اُنھون نے مبایعت کی پھر وہ غلام استحقاق میں لیا گیا یا آزاد نکلا اور جس شخص نے اہل بازار کو اسکے ساتھ معاملہ کرنے کا حکم دیا تھا وہ غلام ماذون یا مکاتب یا نابالغ ماذون التجارۃ نکلا تو حکم کرنے والے پر اہل بازار کی کچھ ضمان واجب نہوگی خواہ وہ لوگ جنھون نے اُس سے مبایعت کی ہے حکم دہندہ کے حال سے واقف ہون یا نہون۔ اور اگر حکم دہندہ مکاتب ہو اور وہ ایک باندی بازار مین لایا اور کہا کہ یہ میری باندی ہے اسکو مین نے تجارت کی اجازت دی ہے تم لوگ اس سے خرید فروخت کرو پھر اسپر قرضہ ہوگیا پھر معلوم ہوا کہ قبل اجازت کے اس باندی کے مکاتب سے کتابت مین کچھ مال ادا ہو چکا ہو تو قرضخواہون کو اختیار ہوگا کہ مکاتب سے اس ام ولد کی

قیمت بحساب باندی کے اور اپنے قرضہ سے جو مقدار دونون مین سے کم ہو اسقدر ضمان لین یہ مبسوط مین ہے - اگر زید نے اہل بازار سے کہا کہ یہ میرا غلام ہے تم لوگ اس سے خرید فروخت کرو کہ مین نے اسکو تجارت کی اجازت دی ہے اور اُنھون نے مبایعت کی پھر اُسپر قرضہ ہوگیا پھر اس غلام کو عمرو نے باثبات استحقاق خود لے لیا اور حال یہ تھا کہ زید کے قبضہ مین آنے سے پہلے عمرو اس غلام کو تجارت کی اجازت دے چکا تھا تو غلام اس قرضہ مین فروخت کیا جائیگا لیکن اگر عمرو اُسکے عوض فدیہ دیدے تو فروخت نہ ہوگا اور زید پر جسنے بازاریون کو مبایعت کا حکم دیا ہے کچھ ضمان لازم نہ ہوگی - اور اگر یہ معلوم ہوا کہ یہ غلام عمرو کا مدبر ماذون التجارۃ تھا تو قرضخواہون کو اختیار ہوگا کہ زید سے اُسکی قیمت بحساب قن یعنی محض مملوک ہونے کے اعتبار سے اور قرضہ مین سے جو کم ہو اسقدر ضمان لین یہ محیط مین ہے - اور اگر عمرو کا غلام مجحور ہو اُسکو زید اہل بازار پاس لایا اور کہا کہ یہ میرا غلام ہے تم لوگ اس سے مبایعت کرو پھر مولے نے اُسکو تجارت کی اجازت دیدی پھر اسکے بعد اُسپر قرضہ چڑھ گیا تو زید پر اس معاملہ مین کچھ ضمان واجب نہوگی - اور اگر عمرو کی اجازت دینے سے پہلے اُسپر ہزار درم قرض ہوگئے پھر عمرو کے اجازت دینے کے بعد اُسپر ہزار درم قرض ہوگئے تو قرضخواہون کے زید پر پہلے قرضہ یعنی ہزار درم قرضہ قبل اجازت مین سے اور غلام کی نصف قیمت مین سے کم مقدار کی ضمان واجب ہوگی - اور اگر زید ایک غلام کو اہل بازار پاس لایا اور کہا کہ یہ عمرو کا غلام ہے اُسنے مجھے وکیل کیا ہے کہ مین اُسکو تجارت کی اجازت دیدون اور تم لوگون کو اسکے ساتھ معاملہ کرنے کا حکم دون اور مین نے اسکو تجارت کی اجازت دیدی پس تم لوگ اُس سے مبایعت کرو پس اُنھون نے معاملہ کیا اور غلام پر خرید فروخت مین قرضہ چڑھ گیا پھر عمرو آیا اور اُسنے توکیل سے انکار کیا تو وکیل یعنے زید قرضخواہون کے واسطے قیمت اور قرضہ مین سے کم مقدار کا ضامن ہوگا - اور اگر وہ غلام خالد نے استحقاق مین لے لیا اور اپنے مولی کا مدبر نکلا یا محض آزاد تھا تو بھی وکیل ضامن ہوگا اور جسقدر ماذون ادا کریگا اسقدر موکل یعنے عمرو سے واپس لیگا بشرطیکہ عمرو توکیل کا اقرار کرے اور اگر انکار کیا تو کچھ واپس نہین لے سکتا ہے لیکن اگر وکالت کو گواہون سے ثابت کرے تو لے سکتا ہے - اور اگر زید نے کہا کہ یہ میرے بیٹے نابالغ کا جو میرے عیال مین ہے غلام ہے تم لوگ اُس سے مبایعت کرو پھر وہ غلام استحقاق ثابت کرکے لے لیا گیا یا محض آزاد نکلا تو زید غلام کی قیمت اور قرضہ مین سے کم مقدار کا ضامن ہوگا اور باپ و دادا کے وصی کا بھی یہی حکم ہے - اور اگر ماں یا بھائی وغیرہ ایسے قرابت کے لوگون نے یہ فعل کیا تو دھوکا شمار نہ ہوگا اور نہ ان لوگون پر ضمان واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہے - اگر ایک شخص ایک لڑکے کو اہل بازار پاس لایا اور کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے مین نے اسکو تجارت کی اجازت دی ہے تم لوگ اُس سے مبایعت کرو اور وہ نابالغ خرید فروخت کو سمجھتا ہے پس اُن لوگون نے اُس سے معاملہ کیا اور اُسپر قرضہ ہوگیا پھر ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور اس مستحق نے اُسکو تجارت کی اجازت نہین دی تھی تو نابالغ سے فی الحال یا بعد بلوغ کے کبھی کچھ لازم نہوگا لیکن قرضخواہ لوگ اُس شخص سے جسنے اُن لوگون کو اُس سے مبایعت کرنے کا حکم کیا تھا اپنا قرضہ پھیر لینگے بخلاف غلام مجحور کے کہ ایسی صورت مین غلام مجحور بعد آزادی کے ماخوذ ہوتا ہے یہ محیط مین ہے - اگر زید ایک غلام کو اہل بازار پاس لایا اور کہا کہ یہ میرا غلام ہے اور مدبر ہے تم لوگ اُس سے مبایعت کرو پس اُن لوگون نے اُس سے مبایعت کی اور وہ قرضدار ہوگیا پھر عمرو

نے گواہ دیے کہ یہ میرا مدبر ہی تو جبتک مدبر آزاد نہو جاوے تبتک اُسکے ذمہ سے قرضہ کا مطالبہ باطل ہوگا اور زید پر اُسکے رقبہ کی قیمت یا کمائی کی ضمان واجب نہوگی - اور اگر وہ مدبر عمرو کے پاس مقتول ہوا تو زید مدبر ہونے کے حساب سے اُسکی قیمت قرضخواہوں کو تاوان دیگا - اور اگر ایک باندی کو اہل بازار کے پاس لایا اور کہا کہ یہ میری باندی ہی تم لوگ اس سے مبایعت کرو پھر اسپر اسقدر قرضہ چڑھ گیا جو اُسکے رقبہ کو محیط ہی پھر اُسکے بچہ پیدا ہوا اور پھر عمرو نے استحقاق ثابت کرکے باندی مع بچہ کے لے لی تو زید اُسکے اور اُسکے بچہ کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر یہ حال ہو کہ جسدن لوگون کو اس سے مبایعت کا حکم کیا ہی اسدن باندی کی قیمت یوم استحقاق کی بہ نسبت زیادہ یا کم ہو تو زید اُسی دن کی قیمت کا ضامن ہوگا جسدن استحقاق مین لیگئی ہی - اور اگر زید نے اس امر کے گواہ پیش کیے کہ میرے دھوکا دینے سے پہلے یا دھوکا دینے کے بعد باندی کے قرضدار ہونے سے پہلے عمرو اُسکو تجارت کی اجازت دے چکا ہی تو زید ضمان سے بری ہوجائیگا کذا فی المبسوط -

گیارھوان باب ماذون یا ماذون کے غلام کی جنایت کرنے یا اسپر کسی شخص کی جنایت کرنے کے بیان مین -

اگر ماذون نے کسی شخص آزاد یا مملوک پر خطا سے جنایت کی یعنی قتل کیا اور اُسپر قرضہ ہی تو اُسکے مولے سے کہا جائیگا کہ یا تو اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے پس اگر اُسنے فدیہ دینا قبول کیا تو ماذون جرم جنایت سے بری ہوگیا پس اُسپر قرضخواہون کا حق باقی رہگیا سو اُنکے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا - اور اگر اُسنے ماذون کو دیدیا تو قرضخواہ لوگ اولیاء جنایت کے پاس ماذون کے دامنگیر ہوکر اسکو اپنے قرضہ مین فروخت کراوینگے لیکن اگر والیان مقتول اس ماذون قاتل کا فدیہ ادا کردین تو ایسا نہوگا یہ مبسوط مین ہی - پھر جب وہ غلام قرضخواہون کے واسطے والیان جنایت کے پاس فروخت کیا گیا تو اولیاء مقتول کو اسکے بعد مولے سے کچھ واپس لینے کا اختیار نہوگا - بخلاف اسکے اگر قرضہ چڑھجانے سے پہلے ماذون سے جنایت صادر ہوئی اور مولے نے ماذون کو اولیاء جنایت کے حوالہ کیا اور وہ قرضخواہون کے قرضہ مین فروخت کیا گیا پس اس صورت مین والیان مقتول کو اختیار ہوگا کہ مولی سے ماذون کی قیمت واپس لین یہ محیط مین ہی - اور اگر ماذون کے غلامون مین سے کسی غلام نے جنایت کی اور کسی آزاد یا غلام کو خطا سے قتل کیا تو اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دینے کے واسطے ماذون سے کہا جائیگا نہ مولا سے ماذون سے یہ مغنی مین ہی - اور اگر ماذون کے پاس تجارت کی باندی ہو اور اُسنے کسی کو خطا سے قتل کیا تو ماذون کو اختیار ہوگا کہ چاہے اُسکو دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے خواہ ماذون مقروض ہو یا نہ ہو پس اگر باندی کا جرم یہ ہو کہ اُسنے کسی نفس کو مار ڈالا اور باندی کی قیمت ہزار درم ہو اور ماذون نے دس ہزار درم فدیہ مین دیے تو امام اعظم رح کے قیاس پر جائز ہی اور صاحبین رح کے نزدیک نہین جائز ہی اور اگر باندی نے عمداً قتل کیا اور اُسپر قصاص واجب ہوا پھر ماذون نے اُس سے ولی مقتول سے صلح کرلی تو جائز ہی اور اگر خود ماذون قاتل ہوا اور اُسنے اپنی جان سے صلح کرلی خواہ اُسپر قرضہ ہی یا نہین ہی تو صلح جائز نہین ہی یہ مبسوط مین ہی - اور جب قاضی نے ماذون کا اپنی ذات کے واسطے صلح کرلینا باطل کردیا تو ولی مقتول کو یہ اختیار نہوگا کہ ماذون کو قتل کراوے یا اس سے بدل الصلح مین سے کچھ لیوے تا وقتیکہ وہ آزاد نہ ہوجاوے یہ محیط مین ہی - اور اگر ماذون نے عمداً کسی کو قتل کیا اور اُسپر قرضہ ہی پس مولے نے والیان مقتول سے اسطور پر صلح کی کہ اسکے حق مین

غلام اُنکو دیدے تو جائز نہین ہی اور اُن لوگون کو اُسکا قتل کرنا یعنے قصاصاً جائز رہیگا اور قصاص ساقط ہو گیا
اور وہ غلام قرضہ مین فروخت کیا جائیگا اور قرضخواہون کا قرضہ ادا کیا جائیگا پھر اگر کچھ بچ رہا تو وہ اولیائ
مقتول کو دیا جائیگا ورنہ اُنکو کچھ نہین ملیگا یہ مغنی مین ہی۔ اگر ماذون کے پاس اُسکی تجارت کا کوئی مکان ہو اور
اسمین ایک شخص مقتول پایا گیا اور ماذون مقروض ہی یا نہین ہی تو امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک اُسکی
دیت مولی کی مددگار برادری پر ہوگی۔ اور امام اعظم رح کے نزدیک اگر غلام پر قرضہ محیط نہو تو یہی حکم ہی اور اگر
قرضہ محیط ہو تو قیاساً مولی کی مددگار برادری پر کچھ واجب نہوگا لیکن اُس سے یون کہا جائیگا کہ یا غلام کو دیدے
یا اُسکا فدیہ دے مگر امام اعظم رح نے استحساناً دیت مولی کی مددگار برادری پر ڈالی ہی۔ اسی طرح اگر اس گھر کی
کوئی دیوار جھکی ہوئی ہو اور ماذون پر گواہ کر دیے گئے مگر اُسنے اس دیوار کو نہین گروایا یہان تک کہ وہ خود
ایک شخص پر گر پڑی اور وہ مر گیا تو اُسکی دیت مولی کی مددگار برادری پر ہوگی اور صاحبین نے فرمایا کہ یہ صورت
بمنزلہ صورت اولے کے ہی کہ اس گھر مین کوئی شخص مقتول پایا گیا۔ اور اس مسئلہ مین امام اعظم رح کا قول مذکور
نہین ہی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ امام اعظم رح کے نزدیک بجواب الاستحسان یہی حکم ہی۔ اور یہ حکم بخلاف ایسی
صورت کے حکم کے ہی کہ یہ دیوار کسی جانور پر گر پڑی اور وہ مر گیا کہ اس صورت مین جانور کی قیمت ماذون کی
گردن پر ہوگی کہ اُسکے واسطے یا تو غلام فروخت کیا جائیگا یا مولی اُسکا فدیہ دیگا یہ مبسوط مین ہی۔ ہمارے علمای
ثلثہ یعنے امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ماذون پر قرضہ ہو اور اُسنے جنایت کی اور مولے
نے اُسکو قرضخواہون کے ہاتھ اُنکے قرضہ مین فروخت کیا پس اگر اُسکو جنایت کا حال معلوم تھا تو اس فعل سے
فدیہ دینے کو اختیار کرنے والا قرار دیا جائیگا اور اگر جنایت کو نہین جانتا تھا تو اُسپر غلام کی قیمت واجب ہوگی لیکن
اگر جرمانہ قیمت سے کم ہو تو یہ حکم نہوگا۔ فرمایا کہ اگر مولے نے ماذون کو قرضخواہون کے ہاتھ نہ فروخت کیا یہان تک
کہ اولیاے جنایت اُسکے پاس آئے اور مولی نے بلا حکم قاضی وہ غلام اُنکو دیدیا تو قیاساً یہ حکم ہی کہ قرضخواہون کے
واسطے قیمت کا ضامن ہو مگر استحساناً کچھ ضامن نہوگا۔ پھر جب استحساناً کچھ ضامن نہوا اور دیدینا جائز ٹھہرا تو قرضخواہون
کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ اُسکو اپنے قرضہ مین فروخت کرا دین لیکن اگر اولیاے جنایت اُسکا فدیہ ادا کرین تو یہ نہوگا
یہ محیط مین ہی۔ اور امام ابو حنیفہ رح و امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر قرضخواہ لوگ حاضر ہوے اور ماذون
کے قرضہ کیواسطے فروخت کی درخواست کی اور وہ اپنے مولی کے پاس موجود ہی اور اُسنے ہنوز جنایت مین نہین دیا
ہی اور اصحاب جنایت اپنے حق طلب کرنے کیواسطے حاضر نہین ہوے اور مولی اور قرضخواہون نے جنایت کا اقرار
کر لیا ہی اور قاضی کو بھی خبر کر دی ہی تو جبتک اصحاب جنایت حاضر نہون تب تک قاضی اُسکو قرضخواہون کیواسطے نہ
فروخت کریگا پھر اصحاب جنایت کی حاضری پر اُنکو دیگا مگر مولی اُسکا فدیہ اگر ادا کر دے تو ایسا نہ کریگا پھر اسکے بعد قرضخواہون
کیواسطے فروخت کیا جائیگا تاکہ وہ لوگ اپنا قرضہ پورا وصول کرین اور اگر اصحاب جنایت کی غیبت مین قاضی کی راے
مین آیا کہ ماذون کو قرضخواہون کیواسطے اُنکے قرضہ مین فروخت کرے تو بیع جائز ہی اور اصحاب جنایت کا مولی یا غلام
پر کچھ نہوگا اور اُنکی جنایت باطل ہو گئی یہ مغنی مین ہی اور اگر قاضی نے اُسکو قرضخواہون کے ہاتھ یا غیر کے ہاتھ قرضہ سے زیادہ
دامون کو فروخت کیا تو اسمین سے قرضخواہون کو انکا قرضہ دیدیا جائیگا پھر جو اُسمین سے کچھ بچا وہ بقدر جرمانہ جنایت کے

اصحاب جنایت کو دیا جائیگا اگرچہ جنایت کا جرمانہ غلام کی قیمت سے زیادہ ہو پھر اگر جرمانہ جنایت دیکر کچھ باقی رہا تو وہ مولی کو دیا جائیگا - بخلاف اسکے اگر مولی نے خود بدون حکم قاضی کے غلام کی قیمت سے زیادہ داموں کو فروخت کیا اور وہ جنایت سے واقف نہ تھا مثلاً اُسنے پانچ ہزار درم کو غلام فروخت کیا حالانکہ اُسکی قیمت ہزار درم تھی اور قرضہ کے ہزار درم تھے پھر جب قرضہ کے ہزار درم دیدیے گئے اور مولی کے پاس چار ہزار درم رہے تو انمین سے اصحاب جنایت کو غلام کی قیمت کے برابر یعنے ہزار درم دیدیے جاوینگے اگرچہ جنایت کا جرمانہ ہزار درم سے زیادہ ہو پس باقی تین ہزار درم مولی کو ملینگے - اور بخلاف اسکے اگر ولی جنایت حاضر ہوا اور مولی نے وہ غلام ولی جنایت کو دیدیا پھر قاضی نے دیدینے کے بعد ولی جنایت کے پاس سے قرضخواہوں کے قرضہ مین فروخت کرا اور اُسکا ثمن قرضہ سے زیادہ آیا پس انمین سے قرضہ ادا کیا گیا تو باقی سب اولیاے جنایت کو دیا جائیگا اگرچہ جرمانہ جنایت سے زیادہ باقی رہا ہو اور مولے کو اسمین سے کچھ نہ ملیگا یہ محیط مین ہے - امام اعظم و امام ابو یوسف رح و امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر غلام ماذون کو کسی شخص نے عمداً قتل کیا تو قاتل پر مولی کے واسطے قصاص واجب ہوگا اور قرضخواہون کا کچھ حق واجب نہ ہوگا خواہ غلام مقروض ہو یا نہو پس اگر قاتل نے قصاص سے کچھ درم یا دینار یا عروض قلیل یا کثیر دیکر صلح کی تو صلح جائز ہے پھر انمین سے قرضخواہ لوگ اپنا قرضہ پورا وصول کر لینگے اور قصاص منقلب بمال ہو گیا اور مال سے قرضخواہون کا حق متعلق ہو گیا پس اگر بدل صلح مین درم یا دینار آئے تو انمین سے وہ لوگ اپنا قرضہ لے لینگے کیونکہ یہ اُنکے حق کی جنس سے ہے اور اگر بدل الصلح مین عروض یا غلام ہو تو اُنکے قرضہ مین کیا جائیگا لیکن اگر مولی اُسکا فدیہ پورا قرضہ کے ساتھ دیدے تو ایسا نہ ہوگا اور یہ سب اُس وقت ہے کہ ماذون کو کسی نے قتل کیا ہو اور وہ قرضدار ہو یا نہو - اور اگر ماذون نے نہیں بلکہ اُسکی کمائی کے کسی غلام کو قتل کیا ہو پس اگر ماذون پر قرضہ نہو تو مولے کو اختیار ہوگا کہ قاتل سے قصاص لے مگر ماذون کو استیفاء قصاص کا اختیار نہوگا کذا فی المغنی پس اگر ماذون نے قاتل کے ساتھ کچھ مال پر صلح کی تو بنا بر ظاہر الروایت مین امام محمد رح نے اُسکے جواز یا عدم جواز کو نہین ذکر فرمایا ہے مگر فقیہ ابو بکر بلخی سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ یہ مسئلہ دو روایتون پر ہونا چاہیے یعنے مسئلہ وصی پر قیاس کیا جاوے کہ اگر اُسنے اپنے قصاص سے جو یتیم کے واسطے قاتل پر واجب ہوا تھا صلح کر لی تو ایک روایت مین ہے کہ وصی کی صلح جائز نہین ہے پس اس روایت پر قیاس کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ماذون کی صلح ناجائز ہوگی اور دوسری روایت مین ہے کہ وصی کی صلح جائز ہوگی پس اس روایت پر قیاس کرنے سے معلوم ہوا کہ ماذون کی صلح بھی جائز ہے یہ مبسوط مین ہے لیکن اگر ماذون پر قرضہ ہو خواہ تھوڑا یا بہت تو مولے یا قرضخواہون یا ماذون کو قصاص کا استحقاق نہوگا علیحدہ علیحدہ نہ علی الاجتماع کذا فی المغنی اور قاتل پر واجب ہوگا کہ اپنے مال سے تین برس مین مقتول کی قیمت ادا کرے لیکن اگر قیمت دس ہزار تک پہونچ جاوے تو اسمین سے دس درم کم کر دیے جاوینگے اور یہ سب ماذون کے قرضخواہون کو ملینگے یہ مبسوط مین ہے - اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر زید کے غلام نے جنایت کر کے عمرو کو خطا سے قتل کیا پھر زید نے اسکو تجارت کی اجازت دیدی خواہ زید کو اُسکی جنایت کا حال معلوم ہے یا نہین ہے پھر ماذون نے اسکے بعد خرید فروخت کی اور اُسپر قرضہ چڑھ گیا تو یہ فعل زید کا فدیہ کا اختیار کرنا شمار نہ ہوگا اور زید سے اسکے بعد کہا جائیگا کہ یا تو غلام کو دیدے یا اُسکا فدیہ دے پس اگر زید نے اولیاے جنایت کو جرمانہ ادا کیا تو ماذون اپنے قرضخواہون کے واسطے فروخت

کیا جائیگا اور کسی کو مولے سے مواخذہ کرنے کی کوئی راہ نہ ہوگی۔ اور اگر زید نے جرمانہ نہ دیا بلکہ اولیاے جنایت کو غلام دیدیا تو قرضخواہون کو اختیار ہوگا کہ غلام کا پیچھا کرین اور اپنے قرضہ مین فروخت کرا دین لیکن اگر اصحاب جنایت قرضخواہون کو اُنکا قرضہ ادا کر دین تو ایسا نہوگا پھر اگر اُنھون نے غلام کا قرضہ ادا کر دیا یا نہ ادا کیا اور غلام اُنکے قرضہ مین فروخت کیا گیا تو اُنکو اختیار ہوگا کہ زید سے غلام کی قیمت اور قرضہ سے کم مقدار واپس لیوین بخلاف اسکے اگر مولی نے ماذون سے کوئی ایسی خدمت لی جس سے وہ مر گیا تو اس صورت مین اولیاے جنایت کیواسطے مولے کچھ ضامن نہ ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر بعد جنایت کے مولے نے اسکو خرید و فروخت کرتے دیکھکر منع نہ کیا تو یہ سکوت بمنزلہ صریح اجازت تجارت کے قرار دیا جائیگا یہ مبسوط مین ہے فرمایا کہ اگر مولے نے غلام کو تجارت کی اجازت دی اور اُسکی قیمت ہزار درہم ہے پھر اُسپر ہزار درہم قرضہ ہوگئے پھر اُسنے جنایت کی تو مولی اُس غلام کو اولیاے جنایت کو دے سکتا ہے پس اگر اُسنے دیدیا اور وہان سے قرضخواہون نے اپنے قرضہ مین فروخت کرالیا تو اولیاے جنایت کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ مولے سے غلام کی قیمت واپس لیوین بخلاف اسکے اگر جنایت قرضہ سے پہلے واقع ہوئی ہو تو اُس صورت مین غلام کی قیمت مولے سے لے سکتے ہین یہ محیط مین ہے۔ اور اگر جنایت سے پہلے ماذون پر ہزار درہم قرضہ ہوگئے ہون پھر جنایت کے بعد ہزار درہم قرضہ ہوگئے اور اُسکی قیمت ہزار درہم ہے پھر مولے نے اُسکو جنایت مین دیدیا تو غلام دونون قرضون کے واسطے فروخت کیا جائیگا پس اگر فروخت کیا گیا یا اولیاے جنایت نے دونون قرضے ادا کر دیے تو اولیاے جنایت مولے سے غلام کی نصف قیمت یعنی پہلے قرضہ کے حساب سے جو حصہ ہوتا ہے لے لینگے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ماذون یا مجور نے کسی شخص کو خطا سے قتل کیا پھر مولے نے اُسپر قرضہ کا اقرار کیا تو یہ اقرار یون قرار نہ دیا جائیگا کہ اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا ہے اگرچہ وقت اقرار کے جنایت سے آگاہ ہو بلکہ مولی سے کہا جائیگا کہ یا تو یہ غلام دیدے یا اسکا فدیہ دے پس اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو غلام قرضخواہون کے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا اور کسی کو مولے سے مطالبہ کا کچھ استحقاق باقی نہ رہیگا۔ اور اگر فدیہ نہ دیا بلکہ غلام اولیاے جنایت کو دیدیا تو قرضخواہ لوگ اُسکو اپنے قرضہ مین فروخت کرا دینگے لیکن اگر اولیاے جنایت اُسکا فدیہ دیدین تو ایسا نہ ہوگا کذا فی المغنی پھر ولی جنایت مولے سے اُسکی قیمت لے لیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر مولے نے اُسپر کسی شخص کو خطا سے قتل کرنے کا اقرار کیا پھر دوسرے شخص کو خطا سے قتل کرنے کا اقرار کیا اگر اول اولیاے جنایت نے مولے کے دوسرے اقرار جنایت کی تکذیب کی تو مولے سے کہا جائیگا کہ یا تو دونون جنایتون کے والیون کو غلام دیدے یا دونون کا فدیہ ادا کر پس اگر اُسنے دونون کو غلام دیدیا تو اول اولیاے جنایت مولے سے غلام کی نصف قیمت لے لینگے اور اس مسئلہ مین اور ایک دوسرے مسئلہ مین فرق ہے اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر غلام پر معروف قرضہ یا مولے کے اقرار سے ثابت ہوا ہو کہ اُسکے تمام رقبہ کو محیط ہو پھر مولی نے اُسپر جنایت کا یا دوسرے قرضہ کا اقرار کیا تو مولے کا اقرار صحیح نہ ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ماذون نے کسی کو عمدًا قتل کیا اور اُسپر قرضہ ہے پھر مولی نے جنایت سے غلام کے دینے پر اولیاے جنایت سے صلح کی تو یہ صلح قرضخواہون کے حق مین نافذ نہ ہوگی مگر ولی جنایت کو اس صلح کے بعد یہ اختیار نہ رہیگا کہ غلام کو قصاص مین قتل کرا دے پھر یہ غلام اپنے قرضہ کے واسطے فروخت کیا جائیگا پس اگر بعد ادا ے قرضہ کے اُسکے ثمن مین سے کچھ باقی رہا تو اولیاے جنایت کو ملیگا اور اگر کچھ نہ رہا

توصاحب جنایت کا مولی پر یا غلام پر اُسکی حالت رقیت مین یا بعد عتق کے کچھ حق واجب نہ ہوگا - اور اگر اصحاب قصاص نے صلح نہ کی مگر ایک ولی نے خون عفو کیا تو مولے آدھا غلام دوسرے کو دیدیگا یا اُسکا فدیہ دیگا پھر پورا غلام قرضہ مین فروخت کیا جائیگا - اور اگر غلام نے اقرار کیا کہ مین نے فلان شخص کو عمداً قتل کیا ہی اور اُسپر قرضہ ہی تو اسکے قول کی تصدیق کیجائیگی خواہ مولے تصدیق کرے یا تکذیب کرے - اور اگر اولیاء جنایت مین سے ایک شخص نے عفو کیا تو پورا خون معاف ہوجائیگا یعنی قصاص نہ لیا جائیگا پس غلام قرضہ مین فروخت کیا جائیگا لیکن اگر مولے پورا قرضہ فدیہ مین ادا کردے تو ایسا نہ ہوگا پس اگر مولے نے فدیہ دیدیا اور جنایت مین غلام کے قول کی تصدیق کی تو اس سے کہا جائیگا کہ آدھا غلام اُس ولی کو دیدے جسنے خون معاف نہین کیا ہی اور اگر مولے نے اقرار جنایت کی تکذیب کی ہو تو پورا غلام مولے کا ہوگا درحالیکہ اُسنے قرضہ فدیہ مین ادا کردیا ہی یہ مبسوط مین ہی - اگر غلام ماذون نے کسی شخص کو قتل کیا اور اُسپر قرضہ ہی پس اگر قرضخواہ لوگ اور مقتول کے وارث دونون حاضر ہوے تو قاضی اُس غلام کو مقتول کے وارثون کو دیدیگا پھر وہان سے قرضخواہ لوگ اُسکا پیچھا کرکے اپنے قرضہ مین فروخت کرادینگے اور ثمن مین سے بقدر قرضہ کے لے لینگے پھر جو باقی رہا وہ مقتول کے وارثون کو ملیگا یہ حکم اسوقت ہی کہ دونون فریق حاضر ہوئے ہون - اور اگر پہلے مقتول کے وارث حاضر ہوے تو بھی یہی حکم ہی کہ غلام اُنکو دیدیگا اور قرضخواہون کے حاضر ہونے کا انتظار نہ کریگا - اور اگر قرضخواہ لوگ پہلے حاضر ہوے پس اگر قاضی کو معلوم ہوا کہ اُسپر جنایت ہی تو اُنکے قرضہ مین اُسکو فروخت نہ کریگا اور اگر معلوم نہ ہوا اور قاضی نے فروخت کردیا تو وارثان مقتول کا حق باطل ہوگیا اور مولے پر کچھ ضامن نہ ہوگا یہ شرح طحاوی مین ہی - اور اگر ماذون اپنے مولے کے گھر مین مقتول پایا گیا اور اُسپر قرضہ نہین ہی تو اُسکا خون ہدر ہی یعنی باطل ہی اور اگر اُسپر قرضہ ہو تو فی الحال مولے کے مال سے اُسکی قیمت اور قرضہ سے جو کم مقدار ہو مولے لیجاویگی جیسا کہ مولے کے خود قتل کرنے کی صورت مین حکم ہی - اور اگر ماذون کے تجارتی غلامون مین سے کوئی غلام مولے کے احاطہ مین مقتول پایا گیا اور ماذون مقروض نہین ہی تو اُسکا خون ہدر ہی اور اگر ماذون پر قرضہ ہو کہ اُسکی قیمت اور کمائی کو محیط ہو تو مولے پر اس مقتول کی قیمت مولی کے مال سے تین برس مین ادا کرنی واجب ہوگی یہ قیاس قول امام اعظم رح ہی اور صاحبین کے نزدیک فی الحال اُسکی قیمت واجب ہوگی اور اگر قرضہ اس سب کو محیط نہو تو بالاجماع مولے پر فی الحال اُسکی قیمت واجب ہوگی جیسا کہ مولے کے خود قتل کرنے کی صورت مین حکم ہی یہ مبسوط مین ہی - کافر دشمنون نے ماذون کو قید کرکے اپنے احراز مین کرلیا یعنے اپنی ملک مین محفوظ کرلیا پھر مسلمان لوگ اُنپر غالب ہوئے اور غلام کے مولے نے اپنا غلام لے لیا بالاآنکہ غلام پر پہلی جنایت یا قرضہ ہی تو دونون عود کرینگے اسی طرح اگر اسکو کسی شخص نے خریدا اور مولے نے دام دیکر لے لیا ہو تو بھی یہی حکم ہی اور اگر مولی نے دام دیکر نہ لیا ہو تو قرضہ عود کریگا جنایت عود نہ کریگی اور جب قرضہ مین وہ غلام فروخت کیا جاوے تو بعض نے فرمایا کہ جسکے حصہ غنیمت مین وہ غلام پڑا تھا اُسکو بیت المال سے عوض دیا جائیگا جیسا کہ غلام کے مدبر یا مکاتب ہونے کی صورت مین یہی حکم ہی اور بعض نے فرمایا کہ عوض نہ دیا جائیگا جیسا کہ مقروض غلام جنایت مین دیا گیا پھر وہ قرضہ مین فروخت ہوا تو عوض نہین دیا جاتا ہی اور اگر وہ سب کافر مسلمان ہوگئے تو یہ غلام اُنہین کا ہوگا اور جنایت باطل ہوجائیگی قرضہ باطل نہ ہوگا اسی طرح اگر کافر اُس غلام کو ہمارے ملک مین امان لیکر لایا تو بھی قرضہ عود کریگا اور مولی

کو اُسکے بیچنے کی کوئی راہ نہ ہوگی اور اگر اس کافر سے اُسکے مولے نے خرید لیا تو قرضہ عود کریگا نہ جنایت یہ بیع مین ہے
اور اگر ماذون کے دار مین مولی مقتول پایا گیا تو اُسکی دیت اُسکی مددگار برادری پر تین برس مین واجب ہوگی
کہ اُسکے وارثون کو ادا کرین یہ قیاس قول امام اعظم رحمہ اللہ ہے اور صاحبین کے نزدیک اُسکا خون ہدر ہوگا - اور اگر غلام
ماذون اپنے تجارتی گھر مین مقتول پایا گیا اور اُسپر قرضہ نہین ہے تو اُسکا خون ہدر ہوگا اور اگر اُسپر قرضہ ہو تو مولے
پر اُسکی قیمت اور قرضہ مین سے کم مقدار واجب ہوگی کہ فی الحال اپنے مال سے ادا کرے جیسا کہ مولی کے دوسرے
گھر مین ماذون مقتول پائے جانے کی صورت مین حکم ہے اور ماذون صغیر مین مذکور ہے کہ یہ حکم باستحسان ہے خواہ اُسپر
قرضہ ہو یا نہو اور اگر ماذون کا قرضخواہ ماذون کے تجارتی گھر مین مقتول پایا گیا تو اُسکی دیت ماذون کے مولی کی
مددگار برادری پر تین سال مین ادا کرنی واجب ہوگی - اسی طرح اگر غلام کے قرضخواہ کا غلام مقتول پایا جاوے
تو اُسکا بھی یہی حکم ہے کہ اسکی دیت مولی کی مددگار برادری پر تین برس مین واجب ہوگی اُسکا غلام اور غیر کا غلام
اس حکم مین یکسان ہین - اور اگر مکاتب نے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی پھر ماذون کے گھر مین ایک شخص
مقتول پایا گیا اور ماذون مقروض ہے یا نہین ہے تو مکاتب پر واجب ہوگا کہ ماذون کے رقبہ کی قیمت اپنے مال سے
فی الحال وارثان مقتول کو ادا کرے جیسے کہ مکاتب کی کمائی کے دوسرے گھر مین اگر کوئی مقتول پایا جاوے تو
اسمین یہی حکم ہوتا ہے - اور اگر مکاتب کے ماذون کے گھر مین مکاتب ہی مقتول پایا گیا تو اُسکا خون ہدر ہوگا جیسے
کہ اپنے دوسرے گھر مین خود مقتول پایا جاوے تو یہی حکم ہوتا ہے - اور واضح ہو کہ امام اعظم رح ایسی صورت مین مکاتب
اور آزاد مین فرق کرتے ہین - اور اگر مکاتب کے مکان مین اُسکا ماذون مقتول پایا گیا تو مکاتب پر واجب ہوگا
کہ اپنے مال سے فی الحال اسکی قیمت اور اپنی قیمت مین سے کم مقدار اپنے ماذون کے قرضخواہون کو ادا کرے

کذا فی المبسوط -

بارھوان باب نابالغ ومعتوہ یا ان دونون کے غلام کو انکے باپ یا وصی یا قاضی کی تجارت کی اجازت دینے
اور قبل اجازت کے ان دونون کے تصرفات کے بیان مین - اگر نابالغ کو جو خرید فروخت کو سمجھتا ہے تجارت کے
واسطے اجازت دی تو جائز ہے اور اس سے یہ مراد ہے کہ یہ سمجھتا ہو کہ بیع سے ملک جاتی رہتی ہے اور خرید سے آجاتی ہے
اور قلیل نقصان وکثیر نقصان کو جانتا ہو اور یہ مراد نہین ہے کہ خرید فروخت کی مثلاً عبارت کو جانتا ہو یعنی نفس خرید
فروخت کو الفاظ سے سمجھتا ہو یہ فتاوے صغری مین ہے - اگر نابالغ کو اُسکے ولی نے تجارت کی اجازت دی تو وہ
خرید فروخت مین مثل ماذون کے ہوگا جبکہ خرید فروخت کو سمجھتا ہو یہان تک کہ اُسکا تصرف نافذ ہوگا - اور تصرفات
تین قسم کے ہین ایک وہ کہ جسمین محض ضرر ہے جیسے طلاق وعتاق وہبہ وصدقہ پس ایسے تصرف کا نابالغ مالک نہین
ہوتا ہے اگرچہ ولی اسکو اجازت دیدے دوسرے وہ کہ محض نافع ہین جیسے ہبہ وصدقہ قبول کرنا پس ایسے تصرف کا
بلا اجازت مالک ہوتا ہے تیسرے وہ کہ نفع وضرر مین دائر ہین جیسے خرید فروخت واجارہ ونکاح وغیرہ پس ایسے
تصرف کا باجازت مالک ہوتا ہے بلا اجازت مالک نہین ہوتا ہے - اور نابالغ کا ولی اول اُسکا باپ ہے پھر باپ
کا وصی پھر سگا دادا پھر دادا کا وصی ہے پھر والی ملک اور قاضی اور قاضی کا وصی ہے اور ماں وماں کے وصی کا اسکو
تجارت کے واسطے اجازت دینا صحیح نہین ہے یہ کافی مین ہے - اور چچا وبھائی ووالی شرطہ ووالی غیر مولی القضاء

کی اجازت ناجائز ہی یہ مغنی مین ہی - اور نابالغ کی بہن و پھوپھی وخالہ کی اجازت ناجائز ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی -
اور جبکہ نابالغ کے واسطے اجازت صحیح ہوگئی تو جو چیز اُسکی اجازت کے تحت مین داخل ہوئی اُسمین نابالغ مثل آزاد
بالغ کے قرار دیا جائیگا پس اُسکو اختیار ہوگا کہ اپنے تئین اجرت پر دیوے یا اپنے واسطے اجیر مقرر کرے اور جو چیز
اُسکو ورثہ مین ملی ہی خواہ منقول ہو یا غیر منقول اُسکو فروخت کرے جیسا کہ بالغ آزاد کو ایسا تصرف جائز ہوتا ہی اور
اسکو یہ اختیار نہین ہی کہ اپنے کسی مملوک کو مکاتب کرے یہ محیط مین ہی - جامع الفتاوے مین ہی کہ اگر باپ نے
اپنے دو نابالغ لڑکون کو تجارت کی اجازت دی پس ایک نے دوسرے سے خرید فروخت کی تو جائز ہی
اور وصی کی اجازت دینے مین یہ ناجائز ہی اور ابن سماعہ رح سے روایت ہی کہ اگر ایک شخص نے اپنے دو
نابالغون کو تجارت کی اجازت دی پھر ایک شخص کو حکم کیا کہ ان دونون مین سے ایک سے دوسرے کے
واسطے کوئی چیز خریدے پس اگر وہی شخص دونون کی طرف سے سفیر ہو تو صحیح نہین ہی اور اگر اُسنے ایک طرف
سے تعبیر کی اور دوسرے نے خود ہی ایجاب یا قبول کیا تو جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی - اور اگر نابالغ ماذون نے
کوئی غلام خریدا اور اُسکو تجارت کی اجازت دی تو جائز ہی یہ مبسوط مین ہی - اور اگر نابالغ نے اپنے مال سے
کوئی چیز فروخت کی یا اپنے واسطے کوئی چیز خریدی مگر ہنوز اُسکو اجازت حاصل نہین ہوئی ہی حالانکہ وہ خرید فروخت
کو سمجھتا ہی تو ہمارے نزدیک اُسکا تصرف منعقد ہوگا مگر نافذ جب ہوگا کہ جب ولی اجازت دیدے اسی طرح
جو نابالغ خرید فروخت کو سمجھتا ہی اگر اُسنے دوسرے شخص کی طرف سے خرید فروخت کی وکالت قبول کی اور
خرید یا فروخت کی تو ہمارے علماء کے نزدیک جائز ہی یہ محیط مین ہی - اور ماذون لڑکے کو یہ اختیار نہین ہی کہ اپنی
باندی کو بیاہ دے یہ امام اعظم و امام محمد رح کا قول ہی اگرچہ اُسکے باپ اور وصی کو ایسا اختیار ہو اور غلام کا نکاح
کر دینا سو اسکا اختیار نہ اُس ماذون کو ہی اور نہ اُسکے باپ یا وصی کو ہی اسیطرح اگر نابالغ نے بعد بلوغ کے اُسکی
اجازت دیدی تو بھی جائز نہ ہوگا اسی طرح اگر کسی اجنبی نے ایسا کیا تو بھی یہی حکم ہی بخلاف اسکے اگر اجنبی نے
اسکی باندی کا نکاح کر دیا تو ایسا نہین ہی اور اگر اجنبی نے اُسکے غلام کو مکاتب کیا اور بعد بلوغ کے اُسنے
اجازت دی تو کتابت جائز ہوگی - اور اصل اس باب مین یہ ہی کہ نابالغ کے مال مین جو فعل اُسکا باپ و
وصی نہین کر سکتا ہی اگر اسکو کسی اجنبی نے کیا اور نابالغ نے اجازت دی تو اجازت باطل ہی اور جو فعل اُسکا
باپ و وصی کر سکتا ہی اور وہ جائز ہوتا ہی اگر اسکو اجنبی نے کیا اور نابالغ نے بعد بلوغ کے اُسکی اجازت دیدی
تو جائز ہی کیونکہ انتہا مین اُسی اجازت دہندہ کی اجازت مثل ابتدا مین واقع ہونے کے ہی اور ایسے تصرفات اجازت
سے ابتدا مین ایسے شخص کے فعل سے نافذ ہوتے ہین جسکی رائے اس نابالغ کی رائے کے قائم مقام کی گئی ہی پس انتہا
مین اُسی اجازت دہندہ کی اجازت سے نافذ ہونگے یا بعد بلوغ کے لڑکے کی اجازت سے نافذ ہونگے کیونکہ لڑکا
خود اپنے معاملات مین لحاظ کرنے کے واسطے اصل ہی یہ مبسوط مین ہی اور نابالغ کو جو چیز اپنی ماں کے ورثہ
مین ملی ہی اسمین ماں کے وصی کو تجارت کی ولایت حاصل نہ ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر نابالغ ماذون نے
اپنے غلام کا نکاح اپنی باندی سے کر دیا یا اُسکے باپ یا باپ کے وصی نے ایسا کیا تو ہمارے نزدیک جائز نہین
ہی خواہ لڑکے پر قرضہ ہو یا نہ ہو اس حکم مین کچھ فرق نہ ہوگا - اور اگر نابالغ کی چوری ہو اور اُسکے باپ یا

ف [illegible]

اجنبی نے اُس عورت سے خلع کر دیا یا طلاق دیدی یا اسکا غلام آزاد کر دیا پھر بعد بلوغ کے اُسنے اجازت دی تو باطل
ہی اور اگر اُسنے بعد بلوغ کے یون کہا کہ مین نے اس عورت پر وہ طلاق جو فلان شخص نے دی تھی واقع کی یا غلام
پر وہ عتاق جو فلان شخص نے کیا تھا واقع کیا تو طلاق وعتاق واقع ہو جائیگا یہ مبسوط مین ہی - اور مغنی مین لکھا ہی کہ
باپ کے وصی و باپ کو نابالغ کے مال مین اسقدر اختیار ہی جسقدر ماذون غلام کو ہوتا ہی یعنے نفیف صدقہ وضیافت
یہ نہایہ مین ہی - اگر ایک نابالغ نے جو بیع کو سمجھتا ہی ایک غلام کسی شخص کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کر کے ثمن
وصول کر لیا اور غلام دیدیا پھر زید نے مشتری کے واسطے ضمان درک کر لی پھر وہ غلام مشتری کے پاس سے
استحقاق مین لے لیا گیا پس اگر نابالغ ماذون ہو تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اپنا ثمن چاہے نابالغ ماذون سے اور
چاہے کفیل سے واپس لے پس اگر کفیل سے لیا تو کفیل اُس ماذون نابالغ سے واپس لیگا بشرطیکہ نابالغ کی
اجازت سے کفالت کی ہو اور اگر نابالغ محجور ہوگا تو اُسکی طرف سے ضمان باطل ہی اگر ثمن تلف ہو گیا یا محجور نے تلف
کر دیا ہو اور اگر بعینہ قائم ہو تو مشتری اسکو لے لیگا - اور اگر زید نے اصل خرید مین ضمانت کر لی ہو یا قبل اسکے کہ
مشتری ثمن ادا کرے زید نے ضمانت کی ہو پھر کفیل کی ضمان پر مشتری نے ثمن ادا کیا ہو پھر وہ غلام مشتری سے
استحقاق مین لیا گیا تو ضمانت جائز ہی اور مشتری کفیل سے اپنا ثمن لیگا یہ مبسوط مین ہی - اگر نابالغ ماذون نے اپنے
باپ کے ہاتھ ایک غلام فروخت کیا تو اُسکی چند صورتین ہین یا تو اُسنے لوگون کی طرح برابر قیمت پر فروخت کیا یا قیمت
سے زیادہ اسقدر کہ لوگ اُتنا خسارہ اندازہ مین اُٹھاتے ہین یا نہین اُٹھاتے ہین فروخت کیا یا کم قیمت پر فروخت کیا
مگر اسقدر کمی کہ لوگ اندازہ مین اُٹھاتے ہین پس ان سب صورتون مین بالاجماع بیع جائز ہی یا ایسے اسقدر کمی پر فروخت
کیا کہ لوگ اپنے اندازہ مین ایسی کمی نہین اُٹھاتے ہین پس اس صورت مین امام اعظم رح سے روایات مختلف آئی ہین
اور ماذون کے بعض نسخون مین لکھا ہی کہ ایسی بیع امام اعظم رح و امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک نہین
جائز ہی - اور اگر اُسنے اپنے وصی کے ہاتھ برابر قیمت یا زیادہ قیمت یا کم پر مگر اسقدر کم کہ لوگ اپنے اندازہ مین برداشت
کرتے ہین فروخت کیا تو مذکور ہی کہ بیع جائز ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ اسمین حکم بہ تفصیل ہونا واجب ہی اور باختلاف
ہونا چاہیے یعنے اگر نابالغ کے حق مین منفعت ظاہرہ ہو مثلاً اُسنے قیمت سے زیادہ کو مگر اسقدر زیادتی کہ لوگ اپنے
اندازہ مین برداشت کرتے ہین فروخت کیا تو امام اعظم و امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہی اور اگر منفعت ظاہر
نہ ہو مثلاً اُسنے برابر قیمت پر یا اسقدر کمی پر کہ لوگ برداشت کرتے ہین فروخت کیا تو امام ابو یوسف و امام محمد رح
کے نزدیک نہین جائز ہی جیسا کہ اگر وصی نے نابالغ کا مال اپنے ہاتھ فروخت کیا تو ایسی صورت مین یہی حکم ہی مگر
امام اعظم رح کے قول پر اس مسئلہ مین دو روایتین ہونی چاہییے ہین ایسا ہی شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین ذکر
فرمایا ہی یہ مغنی مین ہی - اور اگر اجنبی کے ہاتھ قیمت سے کم پر مگر اسقدر کمی کہ لوگ اپنے اندازہ مین اُٹھاتے ہین
فروخت کیا تو باتفاق الروایات امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز نہین ہی -
اور اگر نابالغ نے اپنا ثمن جو اُسکے باپ یا وصی پر واجب ہوا تھا وصول پانے کا اقرار کیا تو اس صورت مین
روایات مختلف وارد ہین بعض مین مذکور ہی کہ اقرار جائز ہی اور بعض مین ہی کہ اقرار نہین جائز ہی اور شیخ الاسلام
خواہرزادہ رح نے اپنی شرح مین ذکر فرمایا کہ اقرار مین یہ اختلاف روایات امام اعظم رح کے قول پر ہونا چاہیے -

ورنہ صاحبین کے نزدیک باپ یا وصی کے واسطے اسکا اقرار جائز نہیں ہی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور ظاہر الروایہ مین مذکور ہی کہ جیسے اسکا اقرار اپنی کمائی مین جائز ہو ویسے ہی جو چیز اپنے باپ سے میراث پائی ہی اسمین بھی جائز ہی کذا فی المبسوط۔ اور اگر اُسنے اپنے وصی سے اپنا مال وصول پانے کا اقرار کیا تو جائز نہین ہی اور اگر وصی نے بعد اجازت کے اسکو اُسکا مال دیا تو جائز ہی یہ محیط میں ہے اور منتقی میں بیان کیا کہ اگر اُسنے قرضہ تجارت کا اقرار کیا تو صحیح ہی یہ ذخیرہ میں ہی۔ اور نحیا میں ہی کہ اگر وصی نے اسکو اجازت دی پھر اُسنے اپنے پدر متوفی پر قرضہ کا یا قبل حصول اجازت کے غصب کا اقرار کیا تو جائز ہی اسی طرح اگر اُسنے اپنے باپ کے ترکہ مین تصرف کیا تو جائز ہی مگر ایک روایت مین ناجائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ نابالغ ماذون یا معتوہ ماذون نے اگر غصب یا مال تلف کرنے کا اقرار کیا مگر اس فعل کو حالت حجر کی طرف منسوب کیا تو فی الحال اس سے مواخذہ کیا جائیگا خواہ مقر لہ اسکی تصدیق کرے یا تکذیب کرے جیسا کہ غلام ماذون کے مسائل مین حکم ہی۔ اگر اُسنے اقرار کیا کہ مین نے حالت حجر مین قرض لیا یا ودیعت تلف کر دی ہی تو بھی امام ابو یوسف کے نزدیک یہی حکم ہی اور امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک اگر مقر لہ نے اسکی حالت حجر کی طرف منسوب کرنے کی تصدیق کی تو اُس سے نہ فی الحال اور نہ بعد بلوغ کے کبھی مواخذہ نہ کیا جائیگا اور اگر تکذیب کی ہو تو فی الحال ماخوذ ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور جو معتوہ کہ خرید فروخت کو سمجھتا ہی وہ بمنزلہ نابالغ کے ہی کہ فقط باپ و وصی و دادا کی اجازت سے ماذون ہو جاتا ہی مگر اُسکے سوا اور لوگون کی اجازت سے ماذون نہین ہوتا ہی پھر اُسکا حکم وہی ہی جو نابالغ کا ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر معتوہ خرید فروخت کو نہ سمجھتا ہو اور اسکو باپ یا باپ کے وصی نے تجارت کی اجازت دی تو صحیح نہین ہی۔ اور اگر معتوہ کو جو خرید فروخت کو سمجھتا ہی اُسکے پسر نے اجازت دی تو باطل ہی اور اسی طرح اگر سوائے باپ و دادا کے کسی اہل قرابت نے مثل بھائی یا چچا وغیرہ کے اجازت دی تو بھی اجازت باطل ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر اپنے بالغ فرزند معتوہ کو تجارت کی اجازت دی تو اُسکا حکم مثل نابالغ کے ہی یعنی اگر خرید فروخت کو سمجھتا ہو تو اجازت صحیح ہی اور اگر خرید فروخت کو نہ سمجھتا ہو تو اجازت صحیح نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور یہ اسوقت ہی کہ وہ معتوہ ہی بالغ ہوا ہو اور اگر بالغ ہونے کے وقت عاقل ہو پھر معتوہ ہو گیا اور باپ نے اسکو تجارت کی اجازت دی تو فقیہ ابو بکر بلخی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ استحساناً اجازت صحیح ہی اور یہ امام محمد رح کا قول ہی اور فقیہ ابو بکر محمد بن ابراہیم المیدانی فرماتے تھے کہ استحساناً صحیح ہی اور یہ ہمارے علمائے ثلثہ کا قول ہی۔ اسی طرح اگر بالغ ہونے پر عاقل تھا پھر مجنون ہو گیا تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر باپ خود معتوہ یا مجنون ہو گیا تو بیٹے کو تصرف کی ولایت حاصل نہ ہوگی فقط اسکو تزویج کی ولایت حاصل ہوگی یہ ظہیریہ مین ہی۔ فی الذخیرہ اور جس شخص کو نابالغ کے مال مین ولایت تجارت و تصرف حاصل ہی اُسکو یہ ولایت بھی حاصل ہی کہ نابالغ کو تجارت کی اجازت دے اسی طرح نابالغ کے غلام کو بھی اجازت دے سکتا ہی اور جب یہ بات معلوم ہو گئی تو ہم بیان کرتے ہین کہ اگر باپ نے نابالغ کے غلام کو اجازت تجارت دی تو جائز ہی اسی طرح باپ کے وصی نے باپ کے مرنے کے بعد اگر ایسا کیا تو جائز ہی اور باپ کے مرنے کے بعد اگر دادا نے ایسا کیا اور باپ کی طرف سے کوئی وصی نہین ہی تو اجازت صحیح ہوگی اور اگر باپ زندہ موجود ہو تو باپ کے باپ یعنی دادا کی اجازت صحیح

نہ ہوگی اور اگر باپ کا وصی موجود ہو تو بھی دادا کی اجازت صحیح نہ ہوگی اور یہ ہمارے مذہب میں ہے یہ ینابیع میں ہے۔ اور اگر قاضی نے یتیم کے غلام کو اجازت تجارت دی اور یتیم کا کوئی وصی اُسکے باپ کی طرف سے موجود نہیں ہے تو قاضی کی اجازت صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور جس صورت میں باپ یا اُسکے وصی یا قاضی کی اجازت صحیح ہوگئی اور غلام پر قرضہ چڑھ گیا تو ہمارے نزدیک وہ غلام قرضہ تجارت میں فروخت کیا جائیگا۔ اور اگر ایک عورت مرگئی اور کسی شخص کو وصیت کرگئی یعنے وصی بنا گئی اور ایک لڑکا نابالغ چھوڑا کہ اُسکا باپ یا باپ کا وصی یا دادا موجود نہیں ہے اور عورت نے اس فرزند نابالغ کے واسطے بہت سا مال میراث چھوڑ مری پھر اس شخص وصی نے ان غلاموں میں سے جنکو نابالغ نے اپنی ماں کی میراث میں پایا ہے کسی غلام کو تجارت کی اجازت دی تو جائز نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر قاضی نے غلام سے کہا کہ فقط بزازی یا گیہوں کی تجارت کر اور غلام نے دوسری چیزوں کی تجارت کی تو جائز ہے کیونکہ قاضی اس اجازت دہی میں نابالغ کا نائب ہے اور ظاہر ہے کہ اگر مولی بالغ ہوا اور اُسنے غلام سے کہا کہ فقط گیہوں کی تجارت کر تو غلام کو تمام تجارتوں کا اختیار ہوتا ہے پس اسیطرح اگر قاضی نے اسکو فقط گیہوں کی تجارت کی اجازت دی تو بھی اسکو تمام تجارات کا اختیار حاصل ہوگا اسیطرح اگر قاضی نے اس غلام سے کہا کہ تو فقط گیہوں کی تجارت کر دوسری چیز کی تجارت نہ کرنا کہ میں نے تجھے مجور کیا اگر تو اسکے سوائے دوسری تجارت کرے تو یہ غلام تمام چیزوں کی تجارت کا مجاز ہوگا اور قاضی کا یہ قول باطل قرار دیا جائیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر ایسے غلام نے تصرف کیا اور اسپر بہت قرضے ہوگئے بعضے اُن تجارتوں کی وجہ سے جنکی قاضی نے اجازت دی ہے اور بعضے بوجہ اُن تجارتوں کے جنکی اجازت نہیں دی اور قرضخواہوں نے قاضی کے پاس نالش کی اور قاضی نے اس تجارت کے قرضے جسکی اجازت نہیں دی تھی باطل کردیے تو اُسکے بعد اس غلام کے تصرفات اس قسم کی تجارت میں نافذ نہونگے اور اگر اسکے بعد اس قاضی کے فیصلہ کا مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس کیا گیا تو دوسرے کو اختیار نہوگا کہ قاضی اول کے فیصلہ کو منسوخ کرے جیسا کہ امور مجتہد فیہا میں حکم ہے اسی طرح اگر قاضی نے اس غلام کی تمام تجارتوں کے جواز تصرفات کا حکم دیا اور تمام قرضخواہوں کا قرضہ ثابت رکھا تو اُسکا فیصلہ نافذ ہوجائیگا اور اسکے بعد کسی دوسرے قاضی کو اس فیصلہ کے منسوخ کرنے کا اختیار نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر قاضی نے کسی نابالغ یا معتوہ کو تجارت کی اجازت دی پھر قاضی معزول ہوا تو نابالغ و معتوہ اپنی اجازت پر رہینگے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر نابالغ کا یا معتوہ کا باپ یا وصی یا اسکا دادا موجود ہو اور قاضی کی رائے میں آیا کہ اس نابالغ یا معتوہ کو تجارت کی اجازت دے پس اُسنے اجازت دیدی مگر باپ نے انکار کیا تو قاضی کی طرف سے اجازت جائز ہوگی اگرچہ قاضی کی ولایت باپ و وصی کی ولایت سے مؤخر ہے کذا فی المحیط۔ اور اس قاضی کی زندگی میں اگر باپ یا وصی نے اُسکو مجور کیا تو صحیح نہیں ہے کذا فی المغنی اور اگر یہ قاضی مرگیا یا معزول ہوگیا پھر ان میں سے کسی ولی نے اسکو مجور کیا تو حجر باطل ہے اسی طرح اگر اس قاضی نے بعد اپنی معزولی کے اُسکو مجور کیا تو بھی باطل ہے ہاں اسکو مجور وہ قاضی کرسکتا ہے جو اس قاضی کی موت یا معزول ہونے کے بعد اسکی جگہ مقرر ہو یہ مبسوط میں ہے۔ اور نوادر ابراہیم رح میں امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اگر قاضی نے نابالغ کے غلام کو تجارت کی اجازت دی حالانکہ اُسکا نابالغ ہونا قاضی پر ظاہر نہیں ہے تو

ورنہ صاحبین کے نزدیک باپ یا وصی کے واسطے اُسکا اقرار جائز نہیں ہی یہ ذخیرہ میں ہی۔ اور ظاہر الروایہ میں مذکور ہی کہ جیسے اُسکا اقرار اپنی کمائی میں جائز ہی ویسے ہی جو چیز اپنے باپ سے میراث پائی ہی اُسمین بھی جائز ہی کذا فی المبسوط۔ اور اگر اُسنے اپنے وصی سے اپنا مال وصول پانے کا اقرار کیا تو جائز نہیں ہی اور اگر وصی نے بعد اجازت کے اُسکو اُسکا مال دیا تو جائز ہی یہ محیط میں ہی۔ اور متفرقات میں بیان کیا کہ اگر اُسنے قرضہ تجارت کا اقرار کیا تو صحیح ہی یہ ذخیرہ میں ہی۔ اور غیاثیہ میں ہی کہ اگر وصی نے اُسکو اجازت دی پھر اُسنے اپنے پدر متوفی پر قرضہ کا یا قبل حصول اجازت کے غصب کا اقرار کیا تو جائز ہی اسی طرح اگر اُسنے اپنے باپ کے ترکہ میں تصرف کیا تو جائز ہی مگر ایک روایت میں ناجائز ہی یہ تاتارخانیہ میں ہی۔ نابالغ ماذون یا معتوہ ماذون نے اگر غصب یا مال تلف کرنے کا اقرار کیا اگر اس فعل کو حالت حجر کی طرف منسوب کیا تو فی الحال اُس سے مواخذہ کیا جائیگا خواہ مقر لہ اُسکی تصدیق کرے یا تکذیب کرے جیسا کہ غلام ماذون کے مسئلہ میں حکم ہی۔ اگر اُسنے اقرار کیا کہ مین نے حالت حجر مین قرض لیا یا ودیعت تلف کر دی ہی تو بھی امام ابو یوسف کے نزدیک یہی حکم ہی اور امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک اگر مقر لہ نے اُسکی حالت حجر کی طرف منسوب کرنے کی تصدیق کی تو اُس سے نہ فی الحال اور نہ بعد بلوغ کے کبھی مواخذہ نہ کیا جائیگا اور اگر تکذیب کی ہو تو فی الحال ماخوذ ہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہی۔ اور جو معتوہ کہ خرید فروخت کو سمجھتا ہی وہ بمنزلہ نابالغ کے ہی کہ فقط باپ و وصی و دادا کی اجازت سے ماذون ہو جاتا ہی مگر اُسکے سوا اور لوگوں کی اجازت سے ماذون نہیں ہوتا ہی پھر اُسکا حکم وہی ہی جو نابالغ کا ہی یہ خزانۃ المفتین میں ہی۔ اور اگر معتوہ خرید فروخت کو نہ سمجھتا ہو اور اُسکو باپ یا باپ کے وصی نے تجارت کی اجازت دی تو صحیح نہیں ہی۔ اور اگر معتوہ کو جو خرید فروخت کو سمجھتا ہی اُسکے بیٹے نے اجازت دی تو باطل ہی اور اسی طرح اگر سوائے باپ دادا کے کسی اہل قرابت نے مثل بھائی یا چچا وغیرہ کے اجازت دی تو بھی اجازت باطل ہی یہ مبسوط میں ہی۔ اور اگر اپنے بالغ فرزند معتوہ کو تجارت کی اجازت دی تو اُسکا حکم مثل نابالغ کے ہی یعنی اگر خرید فروخت کو سمجھتا ہو تو اجازت صحیح ہی اور اگر خرید فروخت کو نہ سمجھتا ہو تو اجازت صحیح نہیں ہی یہ ذخیرہ میں ہی۔ اور یہ اُسوقت ہی کہ وہ معتوہ ہی بالغ ہوا ہو اور اگر بالغ ہونے کے وقت عاقل ہو پھر معتوہ ہو گیا اور باپ نے اُسکو تجارت کی اجازت دی تو فقیہ ابو بکر بلخی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ استحساناً اجازت صحیح ہی اور یہ امام محمد رح کا قول ہی اور فقیہ ابو بکر محمد بن ابراہیم المیدانی فرماتے تھے کہ استحساناً صحیح ہی اور یہ ہمارے علمائے ثلثہ کا قول ہی۔ اسی طرح اگر بالغ ہونے پر عاقل تھا پھر مجنون ہو گیا تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر باپ خود معتوہ یا مجنون ہو گیا تو بیٹے کو تصرف کی ولایت حاصل نہ ہوگی فقط اُسکو تزویج کی ولایت حاصل ہوگی نہ غیر کذا فی الذخیرہ۔ اور جس شخص کو نابالغ کے مال میں ولایت تجارت و تصرف حاصل ہی اُسکو یہ ولایت بھی حاصل ہی کہ نابالغ کو تجارت کی اجازت دے اسی طرح نابالغ کے غلام کو بھی اجازت دے سکتا ہی اور جب یہ بات معلوم ہو گئی تو ہم بیان کرتے ہیں کہ اگر باپ نے نابالغ کے غلام کو اجازت تجارت دی تو جائز ہی اسی طرح باپ کے وصی نے باپ کے مرنے کے بعد اگر ایسا کیا تو جائز ہی اور باپ کے مرنے کے بعد اگر دادا نے ایسا کیا اور باپ کی طرف سے کوئی وصی نہیں ہی تو اجازت صحیح ہوگی اور اگر باپ زندہ موجود ہو تو باپ کے باپ یعنی دادا کی اجازت صحیح

نہ ہوگی اور اگر باپ کا وصی موجود ہو تو بھی دادا کی اجازت صحیح نہ ہوگی اور یہ ہمارے مذہب میں ہی یہ مغنی میں ہی۔ اور اگر قاضی نے یتیم کے غلام کو اجازت تجارت دی اور یتیم کا کوئی وصی اُسکے باپ کی طرف سے موجود نہیں ہی تو قاضی کی اجازت صحیح ہی یہ ذخیرہ میں ہی۔ اور جس صورت میں باپ یا اُسکے وصی یا قاضی کی اجازت صحیح ہوگئی اور غلام پر قرضہ چڑھگیا تو ہمارے نزدیک وہ غلام قرضہ تجارت میں فروخت کیا جائیگا۔ اور اگر ایک عورت مرگئی اور کسی شخص کو وصیت کرگئی یعنے وصی بناگئی اور ایک لڑکا نابالغ چھوڑا کہ اُسکا باپ یا باپ کا وصی یا دادا موجود نہیں ہی اور عورت اس فرزند نابالغ کے واسطے بہت سا مال میراث چھوڑ مری پھر اس شخص وصی نے ان غلاموں میں سے جنکو نابالغ نے اپنی ماں سے میراث میں پایا ہی کسی غلام کو تجارت کی اجازت دی تو یہ اجازت جائز نہیں ہی یہ ذخیرہ میں ہی۔ اور اگر قاضی نے غلام سے کہا کہ فقط تو گیہوں کی تجارت کر اور غلام نے دوسری چیزوں کی تجارت کی تو جائز ہی کیونکہ قاضی اس اجازت دہی میں نابالغ کا نائب ہی اور ظاہر ہی کہ اگر مولی بالغ ہو اور اُسنے غلام سے کہا کہ فقط گیہوں کی تجارت کر تو غلام کو تمام تجارتوں کا اختیار ہوتا ہی پس اسیطرح اگر قاضی نے اسکو فقط گیہوں کی تجارت کی اجازت دی تو بھی اسکو تمام تجارات کا اختیار حاصل ہوگا اسیطرح اگر قاضی نے اس غلام سے کہا کہ تو فقط گیہوں کی تجارت کر دوسری چیز کی تجارت نہ کرنا کہ میں نے تجھے مجبور کیا اگر تو اسکے سوائے دوسری تجارت کرے تو یہ غلام تمام چیزوں کی تجارت کا مجاز ہوگا اور قاضی کا یہ قول باطل قرار دیا جائیگا یہ مبسوط میں ہی۔ اور اگر ایسے غلام نے تصرف کیا اور اسپر بہت قرضے ہوگئے بعضے اُن تجارتوں کی وجہ سے جنکی قاضی نے اجازت دی ہی اور بعضے بوجہ اُن تجارتوں کے جنکی اجازت نہیں دی اور قرضخواہوں نے قاضی کے پاس نالش کی اور قاضی نے اُس تجارت کے قرضہ جسکی اجازت نہیں دی تھی باطل کر دیے تو اُسکے بعد اُس غلام کے تصرفات اس قسم کی تجارت میں نافذ نہونگے اور اگر اسکے بعد اس قاضی کے فیصلہ کا مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس کیا گیا تو دوسرے کو اختیار نہوگا کہ قاضی اول کے فیصلہ کو منسوخ کرے جیسا کہ امور مجتہد فیہا میں حکم ہی اسی طرح اگر قاضی نے اُس غلام کی تمام تجارتوں کے جواز تصرفات کا حکم دیا اور تمام قرضخواہوں کا قرضہ ثابت رکھا تو اسکا فیصلہ نافذ ہوجائیگا اور اسکے بعد کسی دوسرے قاضی کو اس فیصلہ کے منسوخ کرنے کا اختیار نہوگا یہ محیط میں ہی۔ اگر قاضی نے کسی نابالغ یا معتوہ کو تجارت کی اجازت دی پھر قاضی معزول ہوا تو نابالغ و معتوہ اپنی اجازت پر رہینگے یہ مبسوط میں ہی۔ اگر نابالغ کا یا معتوہ کا باپ یا وصی یا اسکا دادا موجود ہو اور قاضی کی راے میں آیا کہ اس نابالغ یا معتوہ کو تجارت کی اجازت دے پس اُسنے اجازت دیدی مگر باپ نے انکار کیا تو قاضی کی طرف سے اجازت جائز ہوگی اگرچہ قاضی کی ولایت باپ و وصی کی ولایت سے موخر ہی کذا فی المحیط۔ اور اس قاضی کی زندگی میں اگر باپ یا وصی نے اُسکو مجبور کیا تو صحیح نہیں ہی کذا فی المغنی اور اگر یہ قاضی مرگیا یا معزول ہوگیا پھر ان میں سے کسی ولی نے اسکو مجبور کیا تو حجر باطل ہی اسی طرح اگر اُس قاضی نے بعد اپنی معزولی کے اُسکو مجبور کیا تو بھی باطل ہی ہاں اسکو مجبور وہ قاضی کرسکتا ہی جو اس قاضی کی موت یا معزول ہونے کے بعد اُسکی جگہ مقرر ہو یہ مبسوط میں ہی۔ اور نوادر ابراہیم رحمہ میں امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہی کہ اگر قاضی نے نابالغ کے غلام کو تجارت کی اجازت دی حالانکہ اُسکا وصی راضی نہیں ہی تو

اجازت جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر قاضی نے نابالغ کے غلام کو تجارت کی اجازت دی حالانکہ اسکا
باپ زندہ موجود ہی اور راضی نہین ہی تو جائز ہی یہ مغنی مین ہی۔ اور ماذون شیخ الاسلام مین ہی کہ اگر قاضی نے
نابالغ یا معتوہ نابالغ کے غلام کو خرید فروخت کرتے دیکھکر سکوت کیا تو یہ امر اسکے حق مین تجارت کی اجازت
نہ ہوگا اور فرمایا کہ اگر نابالغ محجور نے جو خرید فروخت کو سمجھتا ہی کچھ خریدا یا فروخت کیا یا اجارہ دیا یا اجارہ لیا
تو یہ تصرف اسکے ولی کی اجازت پر موقوف رہیگا پس اگر ولی نے اجازت مین نفع دیکھکر اجازت دی تو جائز
ہی اور اگر نقصان دیکھکر توڑ دیا تو ٹوٹ جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اگر باپ نے اپنے نابالغ یا معتوہ فرزند کو جو خرید
فروخت کو سمجھتا ہی تجارت کی اجازت دی یا باپ کے وصی نے اجازت دی پھر باپ یا وصی نے اسپر قرضہ
یا بیع یا خرید یا اجارہ کا یا ودیعت کا جو اسکے پاس موجود ہی یا مضاربت کا جو اسکے پاس موجود ہی یا رہن وغیرہ
کا جو اسکے پاس ہی یا جنایت کا اقرار کیا تو باپ یا وصی کے ایسے کسی اقرار کی تصدیق نہ کیجاویگی بشرطیکہ نابالغ
یا معتوہ اُسکے قول کی تکذیب کرے بخلاف اسکے اگر اپنے غلام ماذون پر قرضہ یا جنایت کا اقرار کیا تو یہ حکم
نہین ہی یہ مغنی مین ہی۔ اور اگر باپ یا وصی نے اس نابالغ کے غلام ماذون پر قرضہ یا جنایت کا اقرار کیا
تو اقرار باطل ہوگا اور اگر نابالغ یا معتوہ نے اپنے غلام ماذون پر قرضہ یا جنایت کا یا اُسکے مقبوضہ معین چیز
کی نسبت ودیعت وغیرہ کا اقرار کیا تو جائز ہوگا یہ محیط مین ہی۔ قال المترجم والجواز لا یستلزم النفاذ فی الحال
واللہ تعالی اعلم۔ اگر ایک شخص نے اپنے فرزند کو تجارت کی اجازت دی پھر اسکو محجور کیا تو حجر صحیح ہی بشرطیکہ حجر مثل
اذن کے ہو اسیطرح اگر وصی نے اُسکو اجازت دی پھر محجور کیا تو بھی صحیح ہی اسی طرح اگر قاضی نے نابالغ یا
معتوہ یا انمین سے کسی کے غلام کو تجارت کی اجازت دی پھر اسکو محجور کیا تو صحیح ہی بشرطیکہ حجر مثل اذن کے ہو
اور اگر باپ نے اپنے فرزند نابالغ یا اُسکے غلام کو تجارت کی اجازت دی پھر مر گیا اور ہنوز فرزند نابالغ ہی تو محجور
ہو جائیگا کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر وصی نے یتیم یا اُسکے غلام کو اجازت دی پھر مر گیا اور دوسرے کو وصی مقرر
کر گیا تو اُسکی موت سے وہ محجور ہو جائیگا اور اگر قاضی نے اجازت دی پھر معزول ہوا یا مر گیا یا مجنون ہو گیا تو
ماذون اپنے اذن پر رہیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اگر ایک شخص نے اپنے نابالغ فرزند کے غلام کو تجارت
کی اجازت دی پھر نابالغ مر گیا اور باپ نے وہ غلام میراث مین پایا تو اس سے وہ غلام محجور ہو جائیگا اسی طرح
اگر باپ نے اُسکو بیٹے سے خرید لیا تو بھی محجور ہو جائیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر باپ نے اپنے نابالغ فرزند کے غلام کو
تجارت کی اجازت دی پھر وہ لڑکا بالغ ہوا تو غلام اپنی اجازت پر رہیگا اسی طرح اگر معتوہ اچھا ہو گیا تو بھی یہی حکم
ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر نابالغ کے بالغ ہونے یا معتوہ کے اچھے ہونے کے بعد باپ مر گیا تو غلام اپنی اجازت پر
رہیگا۔ اور اگر ایک شخص اپنے نابالغ فرزند کو تجارت کی اجازت دینے کے بعد مرتد ہو گیا پھر اسکو محجور کر دیا پھر
دوبارہ مسلمان ہو گیا تو حجر جائز ہوگا اور اگر حالت ارتداد مین مقتول ہوا تو بھی محجور ہو جائیگا جیسا کہ فرزند ماذون
کے بلوغ سے پہلے باپ کے مر جانے کی صورت مین حکم ہی بمنزلہ اسی صورت کے یہان بھی حکم ہی۔ اور اگر مرتد
ہونے کے بعد اپنے فرزند کو اجازت دی اُسنے خرید فروخت کی اور قرضدار ہو گیا پھر اسکو محجور کر دیا پھر وہ
مسلمان ہوا تو فرزند نابالغ نے جو کچھ تصرف کیا ہی سب جائز ہوگا اور اگر حالت ردت مین قتل کیا گیا

یا مر گیا تو جو کچھ فرزند ماذون نے کیا ہے سب باطل ہوگا اور اسمین تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔ اور اگر ذمی نے اپنے نابالغ فرزند کو جو اُسکے دین پر ہی یا معتوہ کو جو اُسکے دین پر ہی تجارت کی اجازت دی تو سب باتون مین جو ہمنے بیان کی ہین اُسکا حکم بمنزلہ مسلمانون کے ہے اور اگر اُسکا لڑکا بوجہ اپنی مان کے یا بذات خود مسلمان ہو یعنی مثلاً عاقل ہو کر مسلمان ہو گیا ہو تو ذمی باپ کی اجازت اُسکے حق مین باطل ہوگی اور اگر اجازت دیکر ذمی باپ مسلمان ہو گیا تو یہ اجازت جائز ہوگی یہ مبسوط مین ہے۔

تیرھوان باب متفرقات مین۔ اگر ایک شخص شہر مین آیا اور کہا کہ مین فلان شخص کا غلام ہون اور اُسنے خرید فروخت کی تو تجارت کی ہر چیز اُسپر لازم ہوگی اور اس مسئلہ کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ وہ غلام یہ خبر دے کہ میرے مولی نے مجھے تجارت کی اجازت دی ہے پس استحساناً اُسکے قول کی تصدیق کیجاویگی خواہ عادل ہو یا غیر عادل ہو اور دوسری یہ کہ غلام نے کچھ خبر نہین دی اور خرید فروخت کرتا رہا پس اس صورت مین قیاساً اُسکے حق مین اجازت ثابت نہوگی مگر استحساناً ثابت ہوگی پھر جب اُسکا ماذون ہونا ثابت ہوا تو اُسکے سب تصرفات صحیح ہونگے اور اسپر جسقدر قرضہ ہو جاوے سب اُسکے ذمہ لازم ہوگا اور اسکی کمائی سے وصول کیا جائیگا اور اگر سب قرضہ اسکی کمائی سے ادا نہو سکے تو وہ غلام فروخت نہ کیا جائیگا تاوقتیکہ اُسکا مولی حاضر نہو پھر اگر مولی نے حاضر ہو کر اجازت کا اقرار کیا تو قرضہ کے واسطے فروخت کیا جائیگا اور اگر کہا کہ یہ مجھور ہی تو مولی کا قول قبول ہوگا کذا فی الکافی۔ اگر زید نے کوئی غلام کار تجارت کیواسطے اجیر لیا تو زید کے حق مین وہ غلام مثل وکیل کے قرار دیا جائیگا اور غلام و مستاجر کے درمیان تمام احکام وکالت کے مرعی ہونگے نہ احکام ماذون التجارۃ کے یہان تک کہ عہدہ مستاجر کے ذمہ لاحق ہوگا اور غلام کو اختیار رہوگا کہ مثلاً ثمن مبیع کا مستاجر سے مطالبہ کرے قبل اسکے کہ بائع اُس سے ثمن کا مطالبہ کرے ایسے ہی اور احکام بھی مثل وکیل کے مرعی ہونگے اور وہ غلام اپنے مولی کے حق مین مثل ماذون کے قرار دیا جائیگا اور اُسکے و مولی کے درمیان ماذون کے احکام مرعی ہونگے یہ مغنی مین ہے۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ زید نے عمرو سے ایک غلام دس درم ماہواری پر اپنی راے کے موافق خرید فروخت کے کام کے واسطے اجارہ لیا کہ میرے واسطے خرید فروخت کرے تو جائز ہے پس اگر غلام نے زید کے واسطے اُسکے حکم کے موافق خرید فروخت کی اور اُسپر بہت قرضہ ہو گیا تو قرضخواہ لوگ مستاجر سے اپنے قرضہ کا مطالبہ نہین کر سکتے ہین بلکہ فقط اُس غلام سے مطالبہ کر سکتے ہین پھر غلام کو اختیار ہے کہ مستاجر سے اپنے ادا کرنے سے پہلے اور اسکے بعد اسقدر مال کا مطالبہ کرے۔ اور اگر مستاجر تنگدست ہو کہ اُسکے پاس کچھ نہو اور غلام کے پاس بھی کچھ کمائی نہو تو وہ غلام قرضخواہون کے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا لیکن اگر مولی اسکا فدیہ دیدے تو ایسا نہین ہو سکتا ہے پس اگر مولی نے اسکا فدیہ دیدیا تو جسقدر اسنے دیا ہو اسکو مستاجر سے واپس لیگا اور واپس لینے کا استحقاق خود مولی کو حاصل ہوگا اور غلام کو یہ استحقاق نہوگا۔ اور اگر مولی نے فدیہ دینے سے انکار کیا اور غلام ایک ہزار درم کو فروخت کیا گیا اور قرضخواہون کا قرضہ مثلاً دس ہزار درم ہے تو یہ ہزار درم اُسکے قرضخواہون مین حصہ رسد تقسیم ہونگے اور پھر قرضخواہون کو اپنے باقی قرضہ کے واسطے غلام سے لینے کی کوئی راہ نہوگی یہان تک کہ وہ غلام آزاد ہو جاوے پھر آزاد ہو جانے کے بعد اپنے باقی قرضہ کیواسطے اُسکے دامنگیر ہونگے یہ محیط مین ہے۔ اور فرمایا کہ مولی کو یہ اختیار رہوگا کہ مستاجر سے غلام کا ثمن یعنی ہزار درم واپس لے اور یہ سب

لہ [illegible]

موے کو دیے جاوینگے اور قرضخواہون کو اُس سے لینے کی کوئی راہ نہوگی اور قرضخواہون کیواسطے قاضی ایک وکیل مقرر کریگا جو مستاجر سے قرضخواہون کے باقی قرضہ کا مطالبہ کریے۔ اور کتاب الماذون مین مذکور ہی کہ موے خود مستاجر سے مخاصمہ کریگا اور اسقدر اُس سے وصول کرکے قرضخواہون کو دیدیگا اور شیخ حاکم عبد الرحمن نے فرمایا کہ اختلاف الروایت نہین ہی بلکہ مولی ہی مستاجر سے مخاصمہ کریگا جیسا کہ ماذون مین مذکور ہی پس اگر اُسنے انکار کیا تو قاضی ایک وکیل مقرر کریگا جیسا کہ یہان مذکور ہی یہ معنی ہین ہی۔ اور اگر مستاجر نے ہنوز کچھ نہ ادا کیا تھا کہ مر گیا اور پانچ ہزار درم چھوڑے تو یہ مال مولی اور قرضخواہون کے درمیان دس حصے ہوکر تقسیم ہوگا جسمین سے ایک حصہ مولی کو اور نو حصے قرضخواہون کو دیے جاوینگے۔ اور اگر غلام قرضہ مین فروخت کیا گیا یہانتک کہ اسکو ایک غلام ہزار درم قیمت کا ہبہ کیا گیا اور مولی نے فدیہ سے انکار کیا تو دونون غلام قرضہ مین فروخت کیے جاوینگے اور کتاب مین مذکور ہی کہ اگر ماذون پر قرضہ ہو جانے کے بعد اسکو غلام ہبہ کیا گیا یا لحوق قرضہ سے پہلے ہبہ کیا گیا دونون صورتین یکسان ہین پس جب یہ حکم واجب ہوا کہ ماذون وموہوب دونون غلام فروخت کیے جاوین اور دونون مثلاً دو ہزار درم مین فروخت کیے گئے تو یہ سب مال قرضخواہون کے درمیان حصہ رسد تقسیم ہوگا اور مولی مستاجر سے ماذون کا ثمن بھر لیگا مگر موہوب کا ثمن نہین لے سکتا ہی اور قاضی ایک وکیل کھڑا کریگا جو مستاجر سے نو ہزار درم کا مطالبہ کریگا یعنی آٹھ ہزار درم قرضخواہون کا باقی قرضہ اور ہزار درم موہوب غلام کا ثمن اور وکیل یہ سب وصول کرکے مولی کو سپرد کریگا یعنی مولی کو دیا جائیگا۔ اور اگر مستاجر نے موہوب غلام کا ثمن اور قرضخواہون کا باقی قرضہ کچھ ادا نہ کیا یہانتک کہ مر گیا اور پانچ ہزار درم چھوڑے تو اُسکے دس حصے کیے جاوینگے اس حساب سے ہزار درم غلام موہوب کا ثمن اور ہزار درم ماذون کا ثمن اور آٹھ ہزار درم قرضخواہون کا باقی قرضہ پس مستاجر کے ترکہ مین سے جسقدر آٹھ ہزار درم کے پرتے مین پڑے وہ قرضخواہون کو ملیگا اور یہی جسقدر موہوب غلام کے ثمن کے پرتے مین پڑے وہ بھی قرضخواہون کو ملیگا اور جسقدر ماذون کے ثمن کے پرتے مین پڑے وہ موے کو ملیگا اور جسقدر غلام موہوب کے ثمن کے پرتے مین آیا ہی اُسکے لینے کی موے کو کوئی راہ نہین ہی کذا فی المحیط۔ اور اگر قرضخواہون نے اپنے قرضہ سے کچھ وصول نکیا یہانتک کہ آخرکار اُنھون نے ماذون کو اپنا قرضہ ہبہ کردیا یا ماذون کو بری کردیا خواہ غلام ماذون کے فروخت کیے جانے سے پہلے یا اسکے بعد خواہ مستاجر کے مرنے سے پہلے یا اسکے بعد جو حق مستاجر کے ذمہ واجب ہوا ہی اُسمین سے کچھ ساقط نہ ہوگا پس اگر غلام ماذون فروخت نہوا ہو تو یہ حق وہی مستاجر سے وصول کریگا اور اگر فروخت ہوگیا ہو تو یہ حق اسکا موے مستاجر سے وصول کریگا کذا فی المغنی۔ اور اگر مستاجر نے اس غلام کو جسوقت اجارہ پر لیا ہی اُسوقت اس غرض سے اجارہ پر لیا ہو کہ میرے واسطے خاص ریشمی کپڑے کی خرید وفروخت کرے پس اُس غلام نے کپڑا خرید وفروخت کرکے نفع اُٹھایا تو نفع مستاجر کا ہوگا اور اگر کچھ گھٹی پڑی تو مستاجر کے ذمہ ہوگی اور اگر اُسنے ریشمی کپڑا خرید وفروخت کرکے نفع حاصل کیا تو یہ نفع مولی کو ملیگا اسمین مستاجر کا کچھ نہین ہی اور اگر کچھ گھٹی پڑے تو غلام کی گردن پر ہوگی کہ اسکے واسطے فروخت کیا جائیگا اور اسمین سے مولی پر کچھ واجب نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر ماذون نے زید سے سو درم قیمت کے ایک کر گیہون اسّی درم کو خریدے اور قبل قبضہ کے اُسمین پانی ڈال دیا جس سے وہ

فاسد ہوگر انسٹھ درم کے رہگئے پھر اسکے بعد بائع نے اُسمین پانی ڈال دیا جس سے وہ بگڑ کر ساٹھ درم کے رہگئے تو ماذون کو خیار ہوگا پس اگر اُسنے لینا اختیار کیا تو چونسٹھ درم مین سے سکتا ہی اور اگر چھوڑ دیا تو اُسپر جو کچھ بگاڑا ہی اُسکی ضمان نہ ہوگی- اور اگر اولاً بائع نے اُسمین پانی ڈال دیا ہو پھر مشتری نے پانی ملایا تو مشتری مجبور کیا جائیگا کہ چونسٹھ درم دیکر اُسپر قبضہ کرے اور یہی حکم ہر کیلی و موزون مین ہی- اگر مبیع کوئی عرض ہو کہ اسکو پہلے مشتری نے بگاڑا پھر بائع نے بگاڑا پس اگر مشتری نے لینا اختیار کیا تو اُسکے ذمہ سے ثمن سے جسقدر بائع نے بگاڑا ہی ساقط ہوجائیگا اور اگر چاہے تو بیع توڑ دے اور جسقدر نقصان کیا ہی اسقدر ثمن ادا کرے- اور اگر مشتری نے بعد بائع کے اُسکو بگاڑا تو بیع کا لینا اُسکے ذمہ لازم ہوگا مگر ثمن سے جسقدر بائع نے بگاڑا ہی اُسکے ذمہ سے ساقط ہوجائیگا یہ مبسوط مین ہی- اور فرمایا کہ اگر کسی اجنبی کا کچھ مال مولے پر آتا ہو اور مولے نے بنظر وثاقت اُسکے عوض کچھ چیز رہن کرکے اپنے ماذون کے پاس رکھی اور وہ ضائع ہوگئی تو جسکے عوض رہن تھی اُسکے عوض گئی اور مولی قرضہ سے بری ہوگیا یہ مغنی مین ہی- اگر ماذون نے ایک کر چھوارے جید بعوض ایک کر چھوارے ردی کے جو معین ہین خرید کیے پھر جسکو خریدا ہی اُسمین ماذون نے پانی ڈال دیا اور وہ خراب ہوگئے پھر بائع نے اُسمین پانی ڈال دیا اور وہ خراب ہوگئے تو اُسکو خیار ہوگا چاہے خرید کردہ کر لیکر اُسکے معاوضہ کا کر دیدے یا بیع توڑ دے اور دونون صورتون مین کسی کو دوسرے سے نقصان کر لینے کا اختیار نہ ہوگا- اور اگر مشتری نے بعد بائع کے اُسمین پانی ڈالا ہو تو اُسپر لازم ہوگا کہ جو کر اُسنے جس کر کے عوض خریدا ہی پورا عوض دیکر لیوے اور اسکو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اُسکو عیب کی وجہ سے واپس کرنے خواہ قبضہ سے پہلے پاوے یا اسکے بعد بوجہ اسکے کہ اُسنے پانی ڈال کر اُسکو خراب کر دیا ہی یہ مبسوط مین ہی- اگر باپ یا وصی نے نابالغ یا معتوہ کے واسطے ایک باندی جو نابالغ یا معتوہ کی ذات رحم محرم ہی خرید کر دی تو یہ عقد اُن دونون پر نافذ نہ ہوگا بلکہ باپ و وصی پر نافذ ہوگا یہ کافی مین ہی- اگر ماذون نے زید کے ہاتھ دس قفیز گیہون اور دس قفیز جو یہ کہکر فروخت کیے کہ مین نے یہ دس قفیز گیہون اور یہ دس قفیز جو تیرے ہاتھ ہر قفیز ایک درم کے حساب سے فروخت کیے تو بیع جائز ہی پس اگر اس صورت مین کہ ہر قفیز ایک درم کے حساب سے فروخت کیا ہی دونون نے باہم قبضہ کر لیا پھر زید نے گیہون مین عیب پایا تو اُنکو آدھے ثمن پر بحساب ہر قفیز ایک درم کے واپس کرے اور اگر اُسنے یہ کہا ہو کہ دونون مین سے ہر قفیز ایک درم کو ہی اور باہمی قبضہ ہوگیا پھر گیہون مین عیب پایا ہو تو زید اُنکو ہر دونون کے ایک قفیز ایک درم کے حساب سے یعنے آدھے گیہون اور آدھے جو ایک درم کے حساب سے واپس کر سکتا ہی اور اُسکی یہ صورت ہوگی کہ تمام ثمن یعنی بیس درم گیہون اور جو کی قیمت پر پھیلایا جاوے پس اگر گیہون کی قیمت مثلاً بیس درم ہی اور جو کی قیمت دس درم ہو تو سب گیہون جنمین عیب پایا ہی بعوض دو تہائی ثمن کے واپس کریگا اسی طرح اگر یہ کہا ہو کہ دونون سے ایک قفیز ایک درم کے حساب سے ہی تو یہ قول اور پہلا قول یعنی دونون مین سے ہر قفیز ایک درم کو ہی یکسان ہی- اور اگر اُسنے یون کہا کہ مین نے یہ گیہون اور یہ جو تیرے ہاتھ فروخت کیے اور دونون کا ہر ایک قفیز کا ایک درم کا حساب بتلایا مگر دونون کی تمام مقدار نہ بیان کی تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک تاوقتیکہ سب کیل و پیمانہ معلوم نہ ہو بیع فاسد ہی پھر اگر اُسکو سب پیمانہ بتلا دیا تو مشتری مختار ہوگا چاہے تو

ہر قفیز گیہون ایک درم کے حساب سے گیہون اور جو ہر قفیز ایک درم کے حساب سے خرید لے یا بیع ترک کر دے
اور صاحبین کے نزدیک بیع جائز ہی گیہون ہر قفیز ایک درم کے حساب سے اور جو ہر قفیز ایک درم کے حساب
سے خرید لیگا - اور اگر یون کہا کہ دونون مین سے ہر قفیز ایک درم کو ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک ایک قفیز جسمین
آدھے گیہون اور آدھے جو ہونگے ایک درم پر بیع واقع ہوگی اور جسقدر ایک قفیز سے زیادہ رہے اُسمین اگر تمام
پیمانہ معلوم ہوگیا تو مشتری مختار ہوگا چاہے ہر قفیز دونون مین سے ایک درم کے حساب سے خرید لے یا بیع ترک
کر دے - اور امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک کل کی بیع لازم ہوگی دونون مین سے ہر قفیز آدھے
گیہون اور آدھے جو بحساب ایک درم کے لیگا - اور اگر یون کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ گیہون اس شرط سے کہ
یہ ایک کُر سے زائد ہین فروخت کیے اور مشتری نے اسی شرط سے خرید ے پھر اُنکو کُر سے کم پایا تو بیع جائز ہی اور
اگر اسکو ایک کُر یا زیادہ پایا تو بیع فاسد ہی - اور اگر یون کہا کہ اس شرط سے کہ یہ ایک کُر یا اُس سے کم ہین پس
اگر مشتری نے ایک کُر یا اس سے کم پائے تو بیع جائز ہی اور اگر کُر سے زیادہ پائے تو اسمین سے مشتری کو
ایک کُر لینے لازم ہونگے اور بائع کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ ایک کُر سے کچھ کم کرے اور جو زائد رہے وہ بائع کے ہونگے
اور اگر اس شرط سے فروخت کیے کہ یہ ایک کُر یا اس سے زیادہ ہین پس اگر مشتری نے موافق شرط کے پائے
تو بیع جائز ہی اور اگر کم پائے تو مشتری کو خیار ہوگا کہ چاہے مقدار موجودہ کو اُسکے حصہ ثمن کے عوض مین لے ف
یا ترک کر دے کذا فی المبسوط - ایک شخص نے صغیر ماذون پر کسی چیز کا دعوےٰ کیا تو مشائخ نے اختلاف کیا ہی کہ آیا
اُس سے قسم لیجاویگی یا نہین اور کتاب الاقرار مین لکھا ہی کہ ماذون سے قسم لیجاویگی اور اسی پر فتویٰ ہی یہ فتاوے
قاضی خان مین ہی - اور اگر ماذون نے زید سے دس رطل زیت ایک درم کو خرید ا اور اسکو حکم کیا کہ اس شیشہ
مین جسکو ماذون لایا تھا ناپ دے پس بائع نے اسمین ناپنا شروع کیا پھر جب وہ رطل ناپ چکا تو شیشہ ٹوٹ گیا
حالانکہ بائع و مشتری دونون اُس سے لاعلم ہین پھر بائع نے اُسکے بعد اسمین سب تیل جسقدر فروخت کیا تھا ناپ
دیا اور سب بہ گیا تو ماذون کے ذمہ اسمین سے سوائے ثمن رطل اول کے کچھ لازم نہوگا - اور اگر رطل اول بہنے سے پہلا
ہو جسوقت بائع نے دوسرا رطل اسمین ڈالا ہی تو شیشہ مین جسقدر رطل اول مین سے رہا ہو اُسکا بائع ضامن ہوگا -
اور اگر شیشہ پہلے سے ٹوٹا ہوا ہو جسوقت ماذون نے اُسکو دیا ہی اور ماذون نے حکم دیا کہ اسمین ناپ دے اور دونون
اُسکے ٹوٹے ہونے سے بے خبر ہین اور بائع نے اسمین دس رطل ناپ دیا اور سب بہ گیا تو ماذون کے ذمہ کل ثمن لازم
ہوگا یہ مبسوط مین ہی - زید نے اپنے مدبر کو تجارت کی اجازت دی پھر اُسکو عمرو نے حکم دیا کہ میرے واسطے ایک باندی
پانچ ہزار درم کو خرید ے اُسنے موافق عمرو کے حکم کے باندی خرید کرکے اُسکو دیدی پھر عمرو کے پاس مر گئی یا عمرو نے اُسکو
آزاد کر دیا یا ام ولد بنا لیا یا مدبر کے پاس قبل سپردگی عمرو کے مر گئی تو ان سب صورتون مین یکسان حکم ہی یعنے وہ عمرو کا
مال گیا اور بائع کو اختیار ہوگا کہ ثمن کے واسطے مدبر کا دامنگیر ہو لیکن اگر اُسنے عمرو سے مطالبہ کا قصد کیا تو ایسا
نہین کر سکتا ہی اور جب بائع ثمن کیواسطے مدبر کا دامنگیر ہوا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ ثمن کے واسطے مدبر سے مطالبہ
کرا دے اور مدبر کو اپنے ادا کرنے سے پہلے اور اُسکے بعد یہ اختیار ہوگا کہ اپنے موکل سے ثمن کا مطالبہ کرے اور اگر
مدبر و موکل کے پاس کچھ نہ ہو پھر ایک غلام نے مدبر کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور وہ غلام ارش جنایت مین مدبر کو دیا گیا اور

ف یعنی حصہ ثمن بیع مین ترک کرکے مقدار موجودہ کو لے

مدبر نے بطور تجارت یا ہبہ کے ایک باندی حاصل کی تو وہ غلام جو جنایت مین ملا ہی اور یہ باندی دونون مدبر کے قرضہ
مین فروخت کیجاوینگی لیکن اگر مولے دونون کا فدیہ دیدے تو فروخت نہ ہونگے پس اگر مولے نے دونون کا
فدیہ دیدیا تو پورا فدیہ مدبر کے موکل سے واپس لیگا اور واپس لینے والا متولی خود مولی ہوگا نہ مدبر۔ اور اگر
مولی نے فدیہ دینے سے انکار کیا اور دونون دو ہزار درم کو یعنی غلام ہزار درم کو اور باندی ہزار درم کو فروخت
کی گئی تو بائع یہ سب اپنے قرضہ مین لے لیگا اور مولی خود موکل سے اُس غلام کا ثمن جو جنایت مین ملا تھا لے لیگا
اور باندی کا خود ثمن نہین لے سکتا ہی مگر مدبر اُسکا ثمن واپس لیگا اور جسقدر بائع کا قرضہ رہگیا وہ بھی واپس لیگا
اور یہ چار ہزار درم ہوے جنمین سے تین ہزار درم بائع کو دیے جاوینگے جبکہ اُسکا قرضہ پانچ ہزار درم ہوا اور
دو ہزار درم اُسکو مل چکے ہیں باقی ایک ہزار درم مولی کو ملینگے ۔ اور اگر مدبر و مولی نے موکل سے کچھ وصول نہ کیا
یہانتک کہ موکل دو ہزار درم چھوڑ کر مرگیا تو اُسکے پانچ حصہ کیے جاوینگے جنمین سے ایک حصہ مولی کو دیا جاویگا
اور چار حصہ مدبر کو دیے جاوینگے تاکہ بائع کو ادا کردے ۔ اور اگر مدبر کا ہاتھ نہ کاٹا گیا بلکہ خطا سے قتل کیا گیا اور قاتل
نے اُسکی قیمت ادا کردی تو یہ قیمت اُسکے بائع کو دیجاویگی اور مولی اسکی قیمت اُسکے موکل سے واپس لیگا بخلاف
ثمن غلام موہوب کے یہ مغنی مین لکھا ہی ۔ اور اگر ماذون نے ایک باندی خریدکر قبل ادا ے ثمن کے بلا اجازت بائع
اُسپر قبضہ کرلیا اور وہ اُسکے پاس مرگئی یا اُسکے مولی نے اُسکو قتل کیا حالانکہ ماذون مقروض نہین ہی یا اُسکو آزاد کردیا
تو بائع کو یہ اختیار نہوگا کہ ماذون یا اُسکے مولی سے باندی کی قیمت کی ضمان حاصل کرے مگر ماذون سے اُسکے ثمن
کا مطالبہ کریگا اور ماذون اس ثمن کے واسطے فروخت کیا جائیگا پس اگر ماذون کے ثمن مین بائع کے حق سے کمی
ہو تو مولی پر واجب ہوگا کہ جس باندی کو اُسنے تلف کیا ہی اُسکی قیمت سے اس کمی کو پورا کرے ۔ اور اگر ماذون
نے کسی کو اس باندی پر قبضہ کرنے کیواسطے وکیل کیا اور وکیل نے قبضہ کیا اور وہ وکیل کے پاس مرگئی تو
وکیل بائع کو اُسکی قیمت کی ضمان دے پھر بقدر ضمان اپنے موکل یعنے ماذون سے واپس لیگا یہ مبسوط مین ہی ۔
اگر ماذون نے اپنے مولی کی بلا اجازت احرام باندھ لیا تو مولی کو اختیار ہوگا کہ اُسکو حلال کردے یعنی احرام
سے باہر کرا دے ۔ اور اگر ماذون نے باجازت مولی احرام باندھا اور اُسکے بعد مولی نے اُسکو فروخت کیا تو
مشتری کو اختیار ہوگا کہ اُسکو احرام سے باہر کرادے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی ۔ اگر زید کا غلام ماذون سالم نام
اور عمرو کا غلام افلح نام ہو اور ہر ایک نے دوسرے کو اُسکے مولی سے خرید لیا پس اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ پہلے
مثلاً سالم نے افلح کو عمرو سے خریدا ہی اور اُسپر قبضہ نہین کیا پھر افلح نے سالم کو زید سے خریدا ہی تو سالم کا افلح کو خریدنا
جائز ہوگا اور افلح اپنے خریدار سالم کی مولی کی ملک ہو جائیگا اور مجبور ہو جائیگا پھر افلح کا سالم کو خریدنا باطل ہوگا
اور اگر یہ معلوم نہو کہ اول کونسی بیع واقع ہوئی ہی تو دونون بیع رد ہو جاوینگی گویا کہ دونون ایکبارگی واقع ہوئی
ہین پس معاً واقع ہونے مین جسطرح دونون رد ہوتی ہین ایسے ہی نہ معلوم ہونے کی صورت مین بھی رد ہونگی
اور اگر دونون ماذون قرضدار ہون تو اول کی بیع بھی ناجائز ہوگی لیکن اگر اُسکے قرضخواہ اجازت دیدین تو جائز
ہو جاویگی یہ مبسوط مین ہی ۔ منتقی مین لکھا ہی کہ معلے رح نے امام ابو یوسف سے روایت کی ہی کہ اگر ماذون نے کسی کو
اپنا قرض ادا کرنے یا قرض وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا پھر مولی نے اُسکو مجور کردیا پھر وکیل نے قرضہ ادا

کیا یا وصول کیا اور اُسکو ماذون کے مجور ہونے کی خبر نہیں ہی تو جائز ہی اور معلی رحمہ نے کہا کہ مین نے امام محمد رحمہ سے سنا ہی کہ وہ یون فرماتے تھے کہ وکیل کا یہ تصرف جائز ہی خواہ اسکو ماذون کے مجور ہونے کا علم ہو یا نہو اور کہتے تھے کہ یہ امام ابو یوسف کا قول ہی - اور یہی منتقی مین ہی کہ اگر غلام مجور نے ایک کپڑا خریدا اور مولی کو معلوم نہین ہی یہانتک کہ اُسنے غلام کو فروخت کیا پھر اس خریداری کی اجازت دیدی تو خرید جائز نہو گی اور اگر غلام نے ایک کپڑا کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور مولی کو معلوم نہین ہی یہان تک کہ اُسنے غلام کو فروخت کیا پھر بیع کی اجازت دی تو جائز ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی - اگر زید کے غلام ماذون کا عمرو پر ہزار درم قرضہ ہو پھر زید نے عمرو کو وہ غلام ہبہ کر کے قبضہ کرا دیا تو ہبہ جائز ہی اور زید کا عمرو پر ہزار درم قرضہ بحالہ رہیگا اگر ماذون پر پانچسو درم کا قرضہ ہوا اور اُسکی قیمت ایک ہزار درم ہو پھر اُسنے ایک شخص کی طرف سے دوسرے کیواسطے ہزار درم کی کفالت مولی کی اجازت سے قبول کر لی پھر اُسنے ایک ہزار درم قرضہ کر لیے پھر اُسنے دوسرے شخص کی طرف سے ہزار درم کی کفالت قبول کی پھر وہ غلام ہزار درم کو فروخت کیا گیا تو ہم کہتے ہین کہ پہلی کفالت مین سے نصف باطل ہوگی اور باقی نصف کیواسطے مکفول لہ اسکے ثمن مین شریک قرار دیا جائیگا اور دوسری کفالت بالکل باطل ہوگی پس پہلا قرضخواہ پانچسو درم کے حساب سے اور دوسرا قرضخواہ پورے قرضے ہزار درم کے حساب سے اور پہلا مکفول لہ پانچسو درم کے حساب سے اُسکے ثمن مین شریک ہوگا پس غلام کا ثمن ہزار درم ان لوگون مین چار حصہ ہو کر تقسیم ہوگا اور ہر پانچسو درم ایک سہم قرار دیا جائیگا پس اس حساب سے دوسو پچاس درم پہلے قرضخواہ کے اور اسیقدر پہلے مکفول لہ کے اور پانچسو درم دوسرے قرضخواہ کے حصہ مین آوینگے اور دسپانچ دینگے یہ مبسوط مین ہی - اور اگر ماذون نے کہا کہ مین تیرے ہاتھ یہ گھر اس شرط سے فروخت کرتا ہون کہ ہزار گز ہے رقبہ کم ہی اور مشتری نے اُسکو کم یا ہزار گز یا زیادہ پایا تو بیع جائز ہی اور اگر کہا کہ اس شرط سے کہ ہزار گز سے زیادہ ہی پس اگر اسکو ہزار گز سے تھوڑا بہت زیادہ پایا تو بیع لازم ہوگی اور اگر اُسکو ہزار گز یا کم پایا تو مشتری کو خیار ہوگا چاہے اسکو پورے ثمن میں خرید لے یا ترک کر دے پس اگر اُسنے لینا اختیار کیا تو اُسپر پورا ثمن لازم ہوگا یہ مبسوط مین ہی - اگر غلام نے کسی شخص کو کوئی چیز ودیعت دی تو مولے کو ودیعت لے لینے کا اختیار نہوگا خواہ غلام ماذون ہو یا مجور ہو اور اگر مودع نے ودیعت اُسکے مولی کو دیدی پس اگر غلام پر قرضہ نہو تو جائز ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اور اگر ایک شخص سے ایک کپڑا دس درم کو اس شرط سے کہ دس گز ہی خریدا اور اُسکو آٹھ گز پایا پس بائع نے کہا کہ مین نے اس شرط سے کہ آٹھ گز ہی فروخت کیا ہو تو قسم سے قول بائع کا قبول ہوگا اور مشتری پر واجب ہوگا کہ اپنی شرط کے دعوی پر گواہ لاوے جیسا کہ اس صورت مین کہ ایک غلام اس شرط سے خرید کیا کہ یہ کاتب یا خباز ہی حکم ہی یعنی بائع کا قول قبول ہو اور مشتری پر گواہ لانا واجب ہوتے ہین - اور اگر مشتری نے کہا کہ مین نے دس درم کو اس شرط سے خریدا ہی کہ دس گز ہی ہر گز ایک درم کا اور پھر مین نے اسکو آٹھ گز پایا ہی اور بائع نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ اس شرط سے دس درم کو فروخت کیا ہی کہ آٹھ گز ہی اور مین نے فی گز ایک درم کی شرط نہین لگائی تو دونون باہم قسم کھا کر بیع واپس کر دینگے یہ مبسوط مین ہی - منتقی کے باب الحجر مین لکھا ہی کہ اگر مولی نے ماذون کو مجور کیا اور اُسپر میعادی قرضہ ہی تو قرضہ میعادی رہیگا کذا فی المغنی - منتقی مین ہی کہ ایک ماذون کو اُسکے مولی نے مجور کیا اور اُسکے قرضداروں کو منع کیا کہ اسکو قرضہ نہ دیں

نہ دین تو فرمایا کہ اگر اُسکے قرضداروں نے اسکو قرضہ دیدیا تو بری ہو جاوینگے اسیطرح اگر مولے نے اُس غلام کو فروخت کر دیا اور قرضداروں نے بعد فروخت کے اُسکو دیا تو بھی بری ہو جاوینگے یہ ذخیرہ مین ہے۔ زید نے اپنے ماذون مقروض کو عمرو کے پاس رہن کیا اور وہ مرتہن کے پاس بھاگ گیا تو قرضخواہوں کو عمرو سے ضمان لینے کا اختیار ہوگا یہ قنیہ مین ہے۔ غلام مرہون کو اُسکے مولی نے خرید فروخت کی اجازت دی اُسنے خرید فروخت کی اور اُسپر قرضہ ہوگیا تو فرمایا کہ رہن بحالہ باقی رہیگا ولیکن قرضخواہوں کو غلام پر جبتک رہن ہے کوئی راہ نہوگی یہ مغنی مین ہے۔ غلام ماذون نے اگر کوئی لقیط اُٹھایا اور یہ امر صرف اُسی کے قول سے ثابت ہوتا ہے اور مولی نے کہا کہ تو جھوٹا ہے یہ تو میرا غلام ہے تو قول ماذون کا قبول ہوگا پھر اسکے بعد باعتبار اصل کے اُس لقیط کی آزادی ثابت ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر ماذون نے ایک باندی ہزار درم کو اس شرط سے خریدی کہ اگر مین تین روز تک ثمن نہ ادا کرون تو ہم دونون مین بیع نہین ہے تو یہ جائز ہے بمنزلہ تین روز تک خیار شرط کے قرار دیا جائیگا جو کہ مرد آزاد سے جائز ہے۔ اسی طرح اگر اُسکو خرید کر ثمن ادا کرکے قبضہ کرلیا اس شرط سے کہ اگر بائع نے تین روز مین مشتری کو ثمن واپس کیا تو دونون مین بیع نہین ہے تو یہ بھی موافق شرط کے جائز ہے اور یہ بمنزلہ بائع کے واسطے شرط خیار ہونے کے قرار دیا جائیگا۔ اور اگر اس شرط سے خرید کی کہ اگر مین نے تین روز مین ثمن ادا نہ کیا تو ہم دونون مین بیع نہین ہے پس اُسپر قبضہ کرکے فروخت کردی تو بیع نافذ ہو جائیگی پھر اگر تین روز گذر گئے اور اُسنے ثمن ادا نکیا تو بائع کو اُس باندی کے لینے کی کوئی راہ نہوگی ولیکن مشتری ثمن کیواسطے دامنگیر ہوگا۔ اسیطرح اگر مشتری نے اُسکو قتل کیا یا اُسکے پاس مرگئی یا کسی اجنبی نے اسکو قتل کرکے اُسکی قیمت تین روز کے درمیان تاوان ادا کی تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر مشتری نے اس سے تین روز کے درمیان وطی کی خواہ وہ باکرہ تھی یا ثیبہ تھی یا اُسپر کوئی جنایت کی یا بدون کسی شخص کے فعل کے اُسمین کوئی عیب پیدا ہوگیا پھر ثمن ادا کرنے سے پہلے تین روز گذر گئے تو بائع کو خیار ہوگا کہ چاہے اُسکو لے مگر اور کچھ اُسکو نہ ملیگا یا مشتری کے سپرد کر دے۔ اور اگر وطی کرنے والا یا جنایت کرنے والا کوئی اجنبی ہو اور عقر یا ارش واجب ہوا تو بائع کو باندی لینے کی کوئی راہ نہوگی۔ اور اگر تین روز گذرنے کے بعد کسی اجنبی کے فعل سے اُسمین کوئی عیب پیدا ہوگیا تو بائع کو اختیار ہوگا چاہے باندی کو لیکر اجنبی سے بوجہ حکم اُسکے فعل کے خواہ وطی ہو یا جنایت ہو مواخذہ کرکے عقر یا ارش وصول کرے یا مشتری کو بعوض ثمن کے سپرد کر دے پس اگر اُسنے مشتری کے سپرد کر دی تو مشتری کو اجنبی کا دامنگیر ہو کر عقر یا ارش وصول کرنیکا اختیار ہوگا۔ اور یہ خیار بائع کو اُسوقت حاصل ہوگا کہ وہ باندی باکرہ ہو کہ جس سے اجنبی کے وطی کرنے سے اُسکی مالیت مین نقصان آگیا ہو اور اگر ثیبہ ہو کہ اُس سے وطی کرنے سے نقصان نہ آیا ہو تو بائع اُسکو لیکر اجنبی سے اُسکا عقر وصول کریگا اور اُسکو باندی ترک کرنیکا کچھ اختیار نہوگا۔ اور اگر خود مشتری نے تین روز گذرنے کے بعد باندی کا ہاتھ کاٹ ڈالا یا باکرہ تھی اور اُس سے اقتضاض کیا تو بائع کو خیار ہوگا چاہے ثمن کے عوض وہ باندی مشتری کے سپرد کر دے یا ہاتھ کاٹنے کی صورت مین نصف ثمن پر باندی کو واپس لے اور در صورت اقتضاض کے اُسکے عقر پر لحاظ نہ کیا جائیگا بلکہ دیکھا جائیگا کہ وطی سے اُسکی قیمت مین کسقدر نقصان آیا ہے پس اُسیقدر حصہ اُسکے ثمن مین سے مشتری کے ذمہ سے ساقط ہوگا اور یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک اُسکے عقر اور نقصان قیمت دونون مین سے دیکھا جائیگا کہ کون زیادہ ہے اُسکے حساب سے مشتری پر اُسکے ثمن

مین سے حصہ واجب ہوگا۔ اور اگر وطی سے باندی مین کچھ نقصان نہ آیا ہو تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک بائع اُس باندی کو لے لیگا اور مشتری پر کچھ واجب نہوگا اور صاحبین کے نزدیک ثمن اُسکی قیمت اور اُسکے عقرپر[له] تقسیم کیا جائیگا پس بائع وہ باندی مع حصہ عقر کے اُسکے ثمن سے مشتری سے واپس لیگا۔ اور اگر تین روز کے اندر اُسکے بچہ پیدا ہوا پھر تین روز گذر گئے اور وہ دونون زندہ موجود ہین اور مشتری نے ثمن ہنوز نہین ادا کیا ہی تو باندی مع بچہ کے ثمن کے عوض مشتری کو ملیگی اور بائع کو اسمین کچھ اختیار نہوگا۔ اور اگر بعد تین روز گذرنے کے بچہ پیدا ہوا اور ولادت سے باندی مین نقصان آیا تو بائع کو خیار حاصل ہوگا۔ اور اگر بعد تین روز گذرنیکے مر گئی اور بچہ نہین پیدا ہوا تو مشتری پر ثمن واجب ہوگا۔ اور اگر تین روز گذرنے کے بعد اسکے بچہ ہوا پھر وہ مر گئی اور بچہ باقی رہا تو بائع کو خیار ہوگا چاہے اسکا بچہ مشتری کو دیکر اُس سے سب ثمن وصول کر لے یا بچہ مع اُسکی مان کے حصہ ثمن کے مشتری سے واپس کر لے یہ مبسوط مین ہی۔ ایک غلام مجور نے زید کو قرضہ دیا پھر اُسکے مولی نے زید کو منع کر دیا کہ مال قرضہ اُسکو نہ دینا پھر زید نے اسی کو دیا پس اگر بعینہ وہی درم دیدیے جو اُس سے لیے تھے تو قرضدار بری ہو جائیگا اور اگر دوسرے درم دیے تو بری نہوگا اور یہ امام ابو یوسف کا قول ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک دونون صورتون مین بری نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کوئی باندی کسی عرض معین کے عوض اس شرط سے خریدی کہ اگر مین یہ عرض تین روز مین نہ دیدون تو میرے اور بائع کے درمیان بیع نہین ہی تو بنظر شرط خیار کے یہ جائز ہی۔ پس اگر مشتری کے پاس باندی مین عیب آگیا یا اُسنے باندی کی آنکھ پھوڑ دی یا اس سے وطی کی اور وہ باکرہ یا ثیبہ تھی یا کسی اجنبی نے ایسا فعل کیا پھر وہ عرض معین دینے سے پہلے تین روز گذر گئے تو یہ صورت اور درمونسے خریدنے کی صورت جو ہمنے بیان کی ہی دونون یکسان ہین۔ اور اگر مشتری نے بائع کو مال مشترہ دیدیا اور تین روز گذر گئے پھر مشتری کے پاس وہ باندی مر گئی یا مشتری نے اُسکو قتل کیا تو بائع کی قیمت مشتری پر واجب ہوگی مگر ثمن کسی راہ سے نہین لے سکتا ہی۔ اور اگر باندی کی آنکھ جاتی رہی یا مشتری نے پھوڑ دی تو بائع باندی کو مع نصف قیمت واپس لیگا اور ثمن لینے کی کوئی راہ نہوگی۔ اور اگر کسی اجنبی نے اُسکی آنکھ پھوڑ دی یا قتل کیا تو بائع کو خیار ہوگا چاہے قتل کی صورت مین مشتری کے مال سے فی الحال اُسکی قیمت لے لے یا قاتل کی مددگار برادری سے تین سال مین وصول کرے پس اگر مشتری سے لے لی تو وہ قاتل کی مددگار برادری سے وصول کر لیگا اور آنکھ پھوڑنے کی صورت مین بائع باندی کو واپس لیگا اور آنکھ پھوڑنے کا جرمانہ فی الحال مشتری یا اجنبی سے لے لیگا پس اگر مشتری سے لیا تو وہ قاتل سے واپس لیگا۔ اور ان صورتون مین سے کسی صورت مین بائع کو ثمن لینے کی کوئی راہ نہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ ایک ماذون پر[یعنی غلام۱۲] پانچ سو درم قرضہ ہی اور مولی نے ماذون اُسکے قرضخواہ کے ہاتھ ہزار درم کو بیچا تو بیع جائز ہی اور وہ پانچ سو درم اپنے قرضہ کے نکال کر باقی پانچسو درم مولی کو دیدیگا پس اس مقام پر قرضخواہ کے قرضہ ساقط ہونے کا حکم نہ کیا جتنے کہ کہا کہ پانچ سو درم اپنے قرضہ کے نکال لیگا حالانکہ وہ ماذون کا مالک ہوگیا ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر ماذون نے یا آزاد مرد نے ہزار درم کو ایک باندی فروخت کی اور باہمی قبضہ ہوگیا اس شرط سے کہ اگر تین روز مین بائع نے مشتری کو دام واپس کیے تو دونون مین بیع نہین ہی پھر مشتری نے تین روز کے اندر باندی سے وطی کی یا آنکھ پھوڑ دی پھر اگر بائع نے تین روز مین مشتری کو ثمن واپس دیا تو اپنی باندی لے سکتا ہی اور وطی مین عقر اور آنکھ پھوڑنے مین نصف قیمت لے سکتا ہی۔ اور اگر تین روز پورے ہوگئے اور ہنوز ثمن واپس نہ کیا

[له] عقر یعنی وطی کا بطور مہر مثل ۱۲

تو بیع تمام ہوجاویگی اور مشتری پر ارش یا عقر کچھ واجب نہوگا - اور اگر کسی اجنبی نے ایسا کیا پھر بائع نے تین روز میں ثمن واپس دیا تو اپنی باندی واپس لے سکتا ہی اور اُسکے ساتھ آنکھ پھوڑنے کی صورت میں نصف قیمت خواہ مشتری سے پھر مشتری اُس اجنبی سے لیگا یا آنکھ پھوڑنے والے سے واپس لے سکتا ہی اور وطی کی صورت میں اگر باکرہ ہو تو یہی حکم ہی اور اگر ثیبہ ہو کہ جسکو وطی سے کچھ نقصان نہیں پہونچا تو باندی واپس لیگا اور اجنبی وطی کنندہ سے اُسکا عقر لیگا اور مشتری سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہی اور اگر بائع نے تین روز میں ثمن واپس نہ کیا تو بیع پوری ہوگئی اور مشتری وطی کنندہ یا آنکھ پھوڑنے والے سے عقر یا ارش لے لیگا - اور اگر خود بائع نے اُس سے وطی کی یا آنکھ پھوڑی تو بیع ٹوٹ گئی خواہ اسکے بعد ثمن واپس کرے یا نہ کرے اور اپنی باندی لے لیگا اور اگر تین روز بعد بائع نے ایسا کیا اور ثمن واپس نہیں کیا ہی تو مشتری کا اُسپر عقر یا ارش واجب ہوگا یہ مبسوط میں ہی - جامع میں ہی کہ اگر مولی نے اپنے غلام کو جسنے جنایت کی ہی تجارت کی اجازت دی اور اسپر قرضہ ہوگیا یا رہن کیا یا اجرت پر دیا تو یہ نہوگا کہ اس فعل سے مولی اُسکا فدیہ دینا اختیار کرنے والا اقرار دیا جاوے یہ ذخیرہ میں ہی - اگر ماذون نے زید کے ہاتھ ایک باندی فروخت کی اور زید نے باندی کے سامنے اُسپر قبضہ کیا اور اُس باندی کا حال معلوم نہوا پھر عمرو نے دعوی کیا کہ یہ میری بیٹی ہی اور اُسکے دعوی کی مشتری اور غلام نے تصدیق کی تو وہ باندی عمرو کی بیٹی قرار پاکر اُسکو دیدیجاویگی اور ان دونوں میں بیع نہ ٹوٹیگی - اور اگر ماذون نے اُسکو بکر سے خرید کر قبضہ کیا ہو اور بائع نے ایسا اقرار کردیا تو سب بیوع ٹوٹ جاوینگی اور باہم ثمن واپس کرینگے - اور اگر ماذون نے اُسکو بکر سے باندی کے حضور میں خرید کر باندی کے حضور میں باندی پر قبضہ کیا ہو اور وہ ساکت رہی کچھ منکر نہوئی پھر عمرو کے ہاتھ فروخت کیا اور ثمن وصول کرلیا پھر زید نے دعوی کیا کہ یہ میری بیٹی ہی اور ماذون اور باندی اور مشتری نے اُسکے قول کی تصدیق کی مگر بکر نے انکار کیا تو باندی بسبب اقرار مشتری کے آزاد اور زید کی بیٹی قرار پائیگی مگر جو بیع ماذون اور عمرو کے درمیان ہی وہ منتقض نہوگی (لان اقرار العبد باطل) اسیطرح اگر عمرو نے دعوی کیا کہ بکر نے ماذون کے ہاتھ فروخت کرنے سے پہلے اسکو آزاد یا مدبرہ کردیا تھا اُس سے بچہ جنی تھی اور ماذون نے جسنے عمرو کے ہاتھ بیچی ہی اُسکی تصدیق کی تو عمرو کا اقرار صحیح ہوگا مگر ماذون کا اقرار باطل ہوگا پس اگر باندی کی حریت کا اقرار کیا ہو تو وہ باندی آزاد ہوجاویگی مگر اُسکی ولاء موقوف رہیگی اور اگر اُسکے مدبرہ یا ام ولد ہونے کا اقرار کیا ہو تو عمرو پر موقوف ہوگی پھر اگر بائع اول مرگیا تو آزاد ہوجاویگی اور عمرو اپنا ثمن ماذون سے تا وقتیکہ آزاد نہو واپس نہیں لے سکتا ہی ہاں بوقت آزاد ہوجانے کے واپس لیگا اور یہی حکم اُس صورت میں ہی کہ جب ماذون اس سب اقرار مشتری سے منکر ہو لیکن فرق یہ ہی کہ اس صورت میں ماذون کے آزاد ہوجانے کے بعد بھی اپنا ثمن اُس سے واپس نہیں لے سکتا ہی - اور اگر مشتری یعنے عمرو نے یوں دعوی کیا کہ بکر نے ماذون کے ہاتھ بیچنے سے پہلے اُسکو مکاتب کیا تھا اور ماذون نے تصدیق کی یا تکذیب کی اور باندی نے بھی یہی دعوی کیا تو وہ باندی مشتری یعنے عمرو کی مملوکہ رہیگی چاہے اسکو فروخت کرے کذا فی المبسوط -

کتاب الغصب

اسمیں چودہ باب ہیں -

باب اول غصب کی تفسیر وشروط وحکم وملحقات یعنی مثلیات وغیرہ کے بیان مین۔ شرع مین کسی شخص کے مال متقوم محترم کو بلا اجازت اسکے مالک کے اسطرح سے لینا کہ اگر اسکے ہاتھ مین ہو تو اسکے ہاتھ سے زائل ہو جاوے اور اگر ہاتھ مین نہو تو اس چیز تک اسکا ہاتھ نہ پہونچ سکے غصب کہتے ہین یہ محیط مین ہے۔ اگر کسی شخص اور اسکی ملک کے درمیان کوئی شخص حائل ہو جاوے تو وہ شخص ضامن نہوگا کیونکہ یہ غصب نہین ہے اور اگر کسی نے مالک کو اسکے مال کی حفاظت سے روک دیا یہان تک کہ وہ مال تلف ہو گیا تو ضامن نہوگا یہ ینابیع مین ہے۔ اور امام اعظم رح کے نزدیک غصب کی شرط یہ ہے کہ جو چیز لے لی ہے وہ مال منقول ہو اور یہی آخر قول امام ابو یوسف کا ہے پس اگر کسی شخص نے مال غیر منقول یعنی عقار لے لیا تو ان دونون اماموں کے نزدیک ضمان واجب نہوگی یہ نہایہ مین ہے۔ حکم غصب کا یہ ہے کہ اگر جان بوجھکر ایسا کیا تو گنہگار رہوا اور تاوان دے اور بدون علم ایسا کیا مثلاً جو چیز لے لی اسکو اس گمان سے لیا کہ یہ میرا مال ہے یا کوئی مال خریدا پھر معلوم ہوا کہ سوائے بائع کے اسکا کوئی شخص غیر مستحق ہے تو اس صورت مین واجب ہے کہ تاوان دیدے اور گنہگار نہوگا۔ اور غاصب پر واجب ہے کہ مالک کو اسکا مال بعینہ اگر موجود ہو تو واپس کرے اور اگر اسکے واپس کرنے سے عاجز ہو مثلاً اسکے پاس اسکے فعل سے تلف ہو گیا یا بدون اسکے فعل کے تلف ہو گیا پس اگر وہ مال مثلی ہو تو اسکا مثل واپس دے جیسے کیلی و وزنی چیزین اور اگر اسکا مثل اسوجہ سے نہ واپس کر سکے کہ وہ چیز ان دنون بازار مین نہین ملتی ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک جس روز نالش ہوئی ہے اسدن کے حساب سے اسکی قیمت دیدے اور امام ابو یوسف کے نزدیک غصب کے روز کی قیمت اور امام محمد رح کے نزدیک جسدن سے بازار سے منقطع ہوئی اسدن کی قیمت واپس دے کذا فی الکافی اور اگر ایسی چیز غصب کی جسکا مثل نہین ہوتا ہے تو بالاجماع جس روز غصب کی ہے اس روز کی قیمت دینی واجب ہے یہ سراج الوہاج مین ہے اور منقطع ہو جانے مین یہی اعتبار ہے کہ بازار مین وہ چیز نہ ملتی ہو اگرچہ لوگون کے پاس گھرون مین موجود ہو کذا فی التبیین اور اکثر مشائخ نے امام محمد رح کے قول پر فتوی دیا اور برہان الائمہ صدر الکبیر برہان الدین اور صدر شہید حسام الدین نے بھی اسی قول پر فتوی دیا ہے اور ہمارے بعضے مشائخ نے امام ابو یوسف کے قول پر فتوی دیا ہے یہ کفایہ کی آخر کتاب الصرف مین لکھا ہے۔ اور صدر الاسلام ابو الیسر نے شرح کتاب الغصب مین لکھا ہے کہ ہر کیلی چیز یا وزنی چیز مثلی نہین ہوتی ہے بلکہ کیلی و وزنی چیزون مین فقط وہی مثلی ہوتی ہین جو باہم متقارب ہون اور جو متفاوت ہون وہ مثلی نہین ہین اور صاحب المحیط نے شرح جامع صغیر مین لکھا ہے کہ کیل و وزن و عدد کے اعتبار سے تمام عددیات متقاربہ (جیسے انڈے و اخروٹ ۱۲) سب مثلی ہین اور متفاوتہ (جیسے خربوزہ و ککڑیان ۱۲) سب ذوات القیم ہین یعنی انکی قیمت دینی چاہیے۔ اور جس چیز کے آحاد مین باعتبار قیمت کے تفاوت ہو وہ عددی متفاوت ہے جیسے بکریان اور جسکے آحاد مین تفاوت قیمت نہو ان اسکے انواع مین تفاوت ہو جیسے بادنجان تو مثلی متقارب ہے پس اسپر قیاس کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ پیاز و لہسن دونون مثلی ہین اور اگر انڈے ایک جنس کے ہون تو اسمین بڑا و چھوٹا یکسان حکم مین ہے اور شیخ الاسلام علی اسبیجابی نے شرح الصحیح مین لکھا ہے کہ نحاس و صفر (پیتل تانبا ۱۲) دونون مثلی ہین اور کشمش و اخروٹ سب مثلی ہین کیونکہ یہ عددی متقاربہ ہین یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ اور انگور ایک جنس ہے اگرچہ اسکے انواع و اسما مختلف ہین اور یہی حکم رطب کا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور سیر کبیر مین مذکور ہے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کا جبن (پنیر ۱۲) تلف کیا تو اسپر قیمت واجب ہوگی پس باوجود اسکے کہ جبن موزونات مین سے ہے اسکو مثلی نہین قرار دیا کیونکہ اسمین فی نفسہ بڑا ہوا تفاوت ہوتا ہے

ف منقول وہ چیز ہے جو ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجائی جاسکے ۱۲

اگرچہ بیع سلم میں جائز ہے کے واسطے اسکو مثلی اعتبار کیا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ شحم مثلی ہے اور فحم یعنے کوئلہ مثلی ہے اور تراب یعنی مٹی ذوات القیم ہے اور سوت مثلی ہے اور جو چیز سوت سے تیار ہوئی ہو وہ بھی مثلی ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اور فتاوی میں ہے کہ سرکہ اور شیرہ دونوں مثلی ہیں اسی طرح آٹا اور چوکر اور سنگ اور چونا اور روئی اور اسکا سوت اور صوف اور اسکا سوت [illegible] سب اسی طرح کا [illegible] اور کتان و ابریشم و رصاص و حدید و شبہ و حنا و وسمہ اور جسقدر خشک ریاحین ہیں سب مثلی ہیں اور [illegible] مثلی ہے اور فتاوی رشید الدین میں دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ روغن قیمی ہے اور فوائد صاحب المحیط میں ہے کہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف کے نزدیک پانی ذوات القیم میں سے ہے اور کاغذ مثلی ہے اور انار و سیب و کھیرا و ککڑی و خربوزہ وغیرہ سب [illegible] احاد متفاوت ہوتے ہیں پس سب ذوات القیم ہیں اور صابون و سکنجبین و گلقند ذوات القیم میں سے ہیں اور فتاوی رشید الدین میں لکھا ہے کہ ہر دو وزنی چیزیں جو باہم اسطرح مخلوط کیجا دین کہ انمیں تمیز نہو سکے تو مثلی نہ مثلی اور ذوات القیم میں سے ہوجاوینگی اور یہ حکم اسواسطے ہے کہ (مثلا ایک صابون میں روغن کم اور دوسرے میں زیادہ ہوتا ہے اور ایک سکنجبین میں سرکہ زیادہ) اور دوسری میں سرکہ کم ہوتا ہے حتی کہ اگر دونوں صابون مثلا ایک ہی روغن سے بنائے گئے ہوں تو مثلی ہوجاوینگے اور جسقدر صابون تلف کیا ہے اسی قدر یعنے اسکے مثل ضمان دیگا اور گوشت ذوات القیم میں سے ہے اور ہیزم اور روغنوں کے [illegible] سب قیمتی ہیں اور بساط و حصیر و بوریا و اسکے امثال سب ذوات القیم ہیں اور ادیم(?) و چرم و جلود و سب مثل کپڑے کے ذوات القیم ہیں اور رسوئی(?) ذوات القیم میں سے ہوتی ہے اور ریاحین تازہ و بقول و قصب و قشب(?) یعنی لکڑیاں ذوات القیم ہیں اور دودھ مثلی ہے اور خمیرات ذوات القیم میں سے ہونا چاہیے کیونکہ اسمیں باعتبار پختگی و نرمی کے تفاوت ہوتا ہے فتاوے قاضی ظہیر الدین کی بیوع میں لکھا ہے کہ اگر گوشت پختہ ہو تو بالاجماع بتعدی تلف کرنے سے باعتبار قیمت کے اسکی ضمان واجب ہوتی ہے اور اگر خام ہو تو بھی یہی حکم ہے اور یہی صحیح ہے کذا فی الفصول العمادیہ اور گوشت چربی و چکتی ذوات القیم ہیں کذا فی القنیہ اور گیہوں اگر جو کے ساتھ مخلوط کر دیے تو قیمت واجب ہوگی کیونکہ اسکا مثل نہیں ہے کذا فی الہدایہ قال المترجم اور ہندوستان میں گیہوں اور جو مخلوط جو گوجئی(?) کے نام سے معروف ہے میرے نزدیک اسکا مثل نہوگی واللہ اعلم۔ اور فتاوے قاضی خان کی اول کتاب البیوع میں ہے کہ ظاہر الروایہ کے موافق دھوئی(?) ذوات القیم میں سے ہے کذا فی الفصول العمادیہ۔ قال رضی اللہ عنہ کرم پیلہ یعنی ابریشم کے ساتھ اگر خوب دھوپ(?) پا دیا گیا ہے تو مثلی ہے اور اگر خوب نہ سوکھا ہو تو قیمتی ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ روٹی ذوات القیم میں سے ہے اور قاضی خان نے فرمایا کہ مثلی ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اور خشت خام و پختہ کے مثلی ہونے میں امام اعظم رح سے دو روایتیں ہیں کذا فی القنیہ اور واضح ہو کہ مغصوب مال ضرور ہے کہ یا تو غیر منقول ہوگا جیسے دار و عرض و کرم یعنے باغ انگور وغیرہ وغیرہ یا منقول ہوگا اور منقول میں ضرور ہے کہ یا تو مثلی ہوگا جیسے کیلی چیزیں اور وزنی چیزیں کہ جنکی تبعیض یعنی ٹکڑے کرنے میں ضرر نہیں ہے یعنے غیر مصنوع ہوں اور عددی متقارب جیسے اخروٹ اور فلوس وغیرہ عددیات جنکے آحاد متفاوت نہیں ہیں یا غیر مثلی ہوگا جیسے حیوانات و ذرعیات یعنی گزوں سے ناپنے کی چیزیں اور عددیات غیر متقارب یعنے عددی متفاوت جیسے خربوزہ و انار وغیرہ اور وزنی چیزیں جنکے ٹکڑے کرنے میں ضرر ہے اور مصنوع ہیں پس اگر مال مغصوب غیر منقول ہو جیسے دار و عقار و حوانیت وغیرہ اور وہ آسمانی کسی آفت سے منہدم ہو گیا یا پانی کی بہیا آئی اور عمارت و درخت وغیرہ بہا لیگئی یا کسی زمین پر سیل چڑھ [illegible] ناقص ہوگئی اور پانی کے نیچے [illegible] ہوگئی

تو قول امام اعظم و آخر قول امام ابو یوسف کے موافق غاصب پر ضمان واجب نہو گی کذا فی شرح الطحاوی اور یہی صحیح ہے کذا فی جواہر الاخلاطی اور اگر یہ چیزیں کسی شخص کے فعل سے حادث ہوئی ہوں تو اُس تلف کرنے والے پر ضمان واجب ہو گی یہ امام اعظم و امام ابو یوسف کا قول ہے پس اسمین اختلاف ہے اور اگر یہ چیزیں خود غاصب کے فعل اور اسکی سکونت سے حادث ہوئی ہوں تو بالاجماع اُسی پر ضمان واجب ہو گی اور زادمین لکھا ہے کہ صحیح قول امام اعظم و امام ابو یوسف کا ہے یہ مضمرات میں ہے ۔ اور اگر غاصب کی سکونت و زراعت سے کچھ نقصان آیا تو مثل مال منقول کے بالاجماع بقدر نقصان کے ضامن ہوگا اور نقصان کی تفسیر میں اختلاف ہے شیخ نصیر بن یحیی رح نے فرمایا کہ نقصان یون دریافت کیا جاوے کہ یہ زمین قبل استعمال کے کتنے پر اجارہ ہوتی تھی اور بعد استعمال کے کتنے پر اجارہ ہوتی ہے پس جسقدر تفاوت ہو وہی نقصان ہے اُسکا ضامن ہوگا کذا فی التبیین اور یہی الیق ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ کبری میں ہے پھر غاصب پیداوار زراعت میں سے بقدر اپنے راس المال یعنی بیج اور ضمان نقصان و خرچ زراعت کے لیکر باقی کو امام اعظم و امام ابو یوسف کے نزدیک صدقہ کر دیگا پس اگر اُسنے ایک زمین غصب کی اور اسمین دو کر گیہون بوئے اور آٹھ کر پیدا ہوئے اور بقدر ایک کر کے اُسپر خرچ پڑا اور اُسنے ایک کر ضمان نقصان دیا تو آٹھ کر مین سے چار کر لیکر باقی صدقہ کر دیگا یہ تبیین مین ہے ۔ ایک شخص دوسرے کے بچھونے پر سویا یا دوسرے کے فرش پر بیٹھا تو غاصب نہوگا کیونکہ امام اعظم رح کے نزدیک مال منقول کا غصب بدون نقل و تحویل کے متحقق نہین ہوتا ہے پس جبتک اپنے فعل سے اسکو تلف نہ کرے تبتک ضامن نہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے ۔ زید کے غلام کو عمرو نے اپنے کام مین لگایا تو یہ غصب ہوتی حتی کہ اگر اس فعل سے مرگیا تو عمرو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا خواہ یہ جانتا ہو کہ یہ شخص غیر کا غلام ہے یا نجانتا ہو مثلاً غلام نے آکر کہا کہ مین آزاد ہون مجھے مزدور کر لے اور عمرو نے مزدور کر لیا اور یہ حکم اسوقت ہے کہ اپنے کامون مین سے کسی کام مین لگایا ہو اور اگر اپنے کسی کام مین نہ لگایا ہو تو غاصب نہوگا یہ ذخیرہ میں ہے ۔ اگر زید نے عمرو کے غلام سے کہا کہ تو اس درخت پر چڑھکر اسمین سے کشمش چھانٹ کہ تو کھاوے اور وہ درخت سے گرکر مرگیا تو زید ضامن نہوگا اور اگر کہا کہ میرے کھانے کے واسطے چھانٹ اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو ضامن ہوگا کذا فی المحیط و کذا فی فتاوے قاضی خان ۔ اور اگر نابالغ سے کہا کہ یہ دیوار توڑ دے اُسنے ایسا ہی کیا اور اس کام مین مرگیا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر کہا ہو کہ میرے واسطے اس دیوار کو توڑ دے تو بالاجماع ضامن ہوگا اور اگر لڑکے سے کہا کہ اس درخت پر چڑھکر میرے واسطے پھل توڑ دے وہ چڑھ گیا اور وہان اُسنے ایک پھل کھایا جو اُسکے حلق مین اٹک رہا اور وہ مرگیا تو حکم دہندہ ضامن نہ ہوگا کیونکہ فعل نابالغ اُسکے قول کا معارض ہوگیا یہ اسولہ و اجوبہ محمد بن محمود بن الحسن الاستروشنی میں ہے ۔ اور اگر کسی چوپایہ کی نکیل تھام کر لے چلا یا ہانکا یا سوار ہوا اور اُسپر کچھ لادا اور یہ سب مالک کی بلا اجازت کیا تو ضامن ہوگا خواہ وہ چوپایہ اس فعل سے مرا ہو یا دوسری طرح مرا ہو یہ ینابیع و فصول عمادیہ میں ہے ۔

باب دوسرا ۔ غاصب یا غیر کے فعل سے مال مغصوب متغیر ہوجانے کے بیان میں ۔ اگر عین مغصوب بفعل غاصب متغیر ہوگئی حتی کہ اُسنے اُسکا نام اور پوری منفعت بدل دی تو اُس سے مغصوب منہ کی ملک جاتی رہیگی اور غاصب اُسکا مالک ہوگا اور اُسکا ضامن ہوگا مگر اُس سے انتفاع حلال نہین ہوتا وقتیکہ اُسکا بدلہ ضمان ادا نہ کرے یہ ہدایہ مین ہے ۔ اور اگر مال مغصوب غاصب کے قبضہ مین ناقص ہوگیا تو غاصب بقدر نقصان ضامن ہوگا پس مال کو مع نقصان

مغصوب منہ کو واپس دیگا لیکن اگر نقصان سوائے غاصب کے دوسرے کے فعل سے پیدا ہو گیا ہو تو مغصوب منہ کو اختیار
ہوگا چاہے غاصب سے نقصان لے اور غاصب اُسکو غیر سے واپس لیگا یا غیر سے ضمان لے اور غیر اُسکو غاصب
سے واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر مغصوب چیز غاصب کے پاس بڑھ گئی تو مغصوب منہ کو اختیار ہوگا کہ مع زیادتی
واپس کر لے یہ خلاصہ مین ہی۔ اگر کوئی کپڑا غصب کیا اور اُسکو سرخ یا زرد رنگا تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے غاصب
سے سپید کپڑے کی قیمت لے لے اور کپڑا غاصب کا ہو گا یا اپنا کپڑا لیکر غاصب کو اُسقدر درم دیدے جسقدر رنگ سے
زیادتی ہوئی ہی یا اُس کپڑے کو فروخت کر دے پس اُسکے ثمن مین مالک اُسکی قیمت مین سپید ہونے کے حساب سے
شریک ہوگا اور جسقدر رنگ سے زیادتی ہوئی اُسکے حساب سے غاصب شریک ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر ایک
شخص کا کپڑا دوسرے شخص کے رنگ مین گر پڑا پس اگر رنگ گیا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ اسکو اُسکے رنگ کے دام
دیدے یا کپڑا فروخت کرے اُسکے ثمن مین دونون بقدر اپنے اپنے حق کے شریک ہو جاوینگے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور
اگر غاصب نے غصب کیے ہوئے کپڑے کو سیاہ رنگا تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ سیاہ رنگ کپڑے کے حق مین نقصان
ہوتا ہی پس مالک کو اختیار ہوگا چاہے غاصب کے پاس چھوڑ کر اُس سے اپنے سپید کپڑے کی قیمت تاوان لے یا کپڑا
لیکر اُس سے نقصان لے لے اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ سیاہ رنگ بھی زیادتی ہی پس اُسکا حکم وہی
ہی جو عصفر مین حکم ہی کذا فی شرح الطحاوی اور صحیح یہ ہی کہ باہم کچھ اختلاف درحقیقت نہین ہی[1] اسواسطے کہ امام اعظم کا فتوی
ایسے وقت مین ہوا جسوقت کہ سیاہ رنگ نقصان قرار دیا جاتا تھا یا عیب شمار کیا جاتا تھا اور صاحبین کا فتوے ایسے
وقت مین ہوا کہ جب سیاہ رنگ زیادتی شمار کیا جاتا تھا پس رنگ مین عرف و عادت کی رعایت رکھنی واجب ہوگی یہ مضمرات
مین ہی۔ اور اگر کپڑا اس قسم کا ہو کہ جسمین رنگ سے نقصان ہوتا ہو مثلاً تیس(۳۰) درم قیمت ہو اور رنگ کے بعد بیس(۲۰) درم
رہجاوے تو امام محمد رح سے روایت ہی کہ ایسے کپڑے کیطرف لحاظ کیا جاوے جسمین رنگ سے زیادتی قیمت ہو جاتی ہی پس
اگر پانچ درم مثلاً زیادہ ہوتے ہون تو مالک اپنا کپڑا اور پانچ درم لے لیگا یہ تبیین مین ہی۔ اگر کپڑے کے مالک نے
عصفر غصب کرکے اُس سے اپنا کپڑا رنگا تو عصفر کے مثل تاوان دے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ زید نے عمرو سے کپڑا غصب
کیا اور بکر سے عصفر غصب کیا اور اُس سے وہ کپڑا رنگا پھر دونون نے حاضر ہو کر دعوی کیا تو عصفر والا وہ کپڑا لے لیگا
یہانتک کہ اُسکو اُسکے عصفر کے مثل ادا کرے اور اگر مثل نہ ملتا ہو تو قیمت ادا کرے اور اس صورت مین بالاجماع
سیاہ رنگ کا حکم مثل اور رنگون کے ہی اور اگر زید نے عمرو سے کپڑا اور بکر سے رنگ غصب کیا پھر اُسپر قدرت حاصل نہوئی
تو استحساناً یہ حکم ہی کہ اگر کپڑے کے مالک نے کپڑا لیا تو رنگ کے مالک کو بقدر اُسکے رنگ کی زیادتی کے ضمان دیگا یا اُسکو
اختیار ہوگا کہ کپڑے کو فروخت کرے پس اُسکے ثمن مین مالک بحساب سپید کپڑے کی قیمت کے اور مالک رنگ
بحساب قیمت رنگ کے شریک کیے جاوینگے یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر کپڑا اور عصفر ایک ہی شخص کا غصب کیا اور
رنگا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ رنگا ہوا کپڑا لے لے اور غاصب ضمان سے بری ہو گیا یا اُس سے سپید کپڑے کی قیمت
لے لے اور اپنے عصفر کے مثل عصفر لے لے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر عصفر زید کا اور کپڑا عمرو کا ہو اور دونون راضی
ہوئے کہ رنگا ہوا کپڑا لے لین تو دونون کو یہ اختیار حاصل نہوگا مگر کپڑے کے مالک کو یہ اختیار ہوگا کہ اپنا کپڑا رنگا ہوا
لیکر رنگ والے کو جسقدر رنگ سے زیادتی ہو گئی ہی تاوان دے پھر عصفر والا غاصب کا دامنگیر ہو کر اپنے عصفر کے

[1] یعنی دونون قول اول یہی ہین کہ سیاہی رنگ عیب تھا اور ثانی زمانہ مین اختلاف سے رنگ کا مدار عرف و عادت پر ہی [illegible]

مثل کے لیگا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر عمرو کا کپڑا زید کے پاس رہن ہو اور عمرو نے عصفر سے اسکو رنگ دیا تو وہ
رہن سے نکل گیا اور عمرو اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر کپڑا اور عصفر دونوں رہن ہوں تو مرتہن کو اختیار ہوگا کہ
اس سے کپڑے کی قیمت کی ضمان اور عصفر کے مثل عصفر لے یا رنگے ہوئے کپڑے پر راضی ہو جاوے پس یا وہ
رنگا ہوا اُسکے پاس رہن رہیگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کپڑے کے مالک نے عصفر غصب کرکے اُس سے کپڑا رنگ کر
فروخت کیا تو عصفر کے مالک کا مشتری پر کچھ واجب نہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر ایسے واقع ہو کہ عصفر نے ایک کپڑا
غصب کرکے رنگا اور اسکو فروخت کرکے غائب ہوگیا اور مالک ثوب نے حاضر ہوکر نالش کی تو اسکے نام کپڑے کے
مشتری پر ڈگری ہو جاوے گی مگر اس سے عصفر کے مالک کے واسطے کفیل لے لیا جائیگا اور بائع و مشتری کے درمیان بیع
ٹوٹ جاویگی یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور کپڑے پر نشاستہ و سریش سے کندی کرنا مثل رنگنے کے ہے اور یا کپڑے پر اسپر
نقش کرنا مثل رنگنے کے ہے مگر جس سے چھاپا چھاپا ہو یعنی ناقص کرتا ہے یہ قنیہ میں ہے اور اگر کپڑا غصب کرکے اسکو
بلا دیا یا دھو یا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ اسکو لے لے اور غاصب کو کچھ نہ دیگا کیونکہ کپڑے کے چھاپے میں کوئی شے نئی زیادہ
نہیں ہو جاتی ہے بلکہ چھاپے میں صرف اسکی صفت اجزا کا تغیر ہوتا ہے اور غسل دینے میں اسکا میل صاف ہو جاتا ہے اور
صابون یا اشنان جس سے میل چھوٹتا ہے وہ کچھ کپڑے میں نہیں رہتا ہے بلکہ وہ تو پانی کے ساتھ دھل جاتا ہے اور واضح ہو
کہ چھاپنے سے مراد یہ ہے کہ بغیر چیز کے ہو جیسے اسکے کوٹنے بل دیکر ایک دوسرے کے ساتھ چمن دینے اور اگر چیز کے ساتھ
اسکا چھاپا کیا ہو تو زیادتی ہوگی جیسے رنگنے سے زیادتی ہوتی ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر کسی شخص نے ستو غصب کرکے
مسکہ میں لتھو کر دیئے تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے یہ ستو غاصب کے پاس چھوڑ کر اسکے مثل غاصب سے تاوان لے یا
ستو لے لیکر جس قدر مسکہ سے زیادتی ہوئی ہے اسکا تاوان دیدے اور اصل میں فرمایا کہ ستو کی قیمت کا ضامن ہوگا اسواسطے
کہ ستوؤں میں باعتبار بھونی کے تفاوت ہوتا ہے پس مثلی نہ رہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ قیمت سے امام محمد رح کی
مراد مثل ہے اسی کو قیمت کہا ہے مثل کے قائم مقام قیمت ہوتی ہے کذا فی الہدایہ اور شہد و مسکہ دونوں اصل میں جدا ہوں دونوں
مخلوط ہوں اور اگر تیل کے ساتھ مشک مخلوط ہو جاوے پس اگر تیل کی قیمت بڑھ جاوے اور اچھا ہو جاوے تو مشک
بمنزلہ رنگ کے کپڑے کے حق میں ہوگا اور اگر تیل سے اچھا نہوا اور قیمت نہ بڑھی مثلاً تیل بدبو دار تیلوں میں سے ہے
تو مشک کا تلف کر دینا قرار دیا جائیگا یہ فتاوی کرخی میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کا کپڑا غصب کرکے قطع کرایا مگر ہنوز نہیں سلایا
تو دیکھا جائیگا کہ اگر قطع کرنے سے کوئی بڑا عیب نہیں پیدا ہو گیا تو مالک کو یہ اختیار ہوگا کہ اس سے کپڑا لیکر بقدر نقصان
قطع کی ضمان لے اور یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ کپڑا اُسی کے ذمہ ڈالے اور اگر قطع سے ایسا عیب فاحش پیدا ہو گیا کہ بمنزلہ
اسکے تلف کے ہے تو مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے اس سے کپڑا لیکر بقدر نقصان کے ضمان لے یا کپڑا اسی کے پاس چھوڑ کر
اور اپنے صحیح سالم کپڑے کی قیمت لے لے اور اگر غاصب نے قطع کرکے سلایا تو مالک کا حق اس سے منقطع ہو گیا پس
غصب کے وقت کی قیمت اس سے ضمان لیگا یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کا کپڑا پھاڑ دیا اور
بہت پھٹ گیا تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے اس سے کپڑے کی پوری قیمت تاوان لے اور وہ کپڑا غاصب کا ہو جائیگا
کیونکہ وہ کپڑا ایک وجہ سے گویا تلف ہو گیا کیونکہ جن کاموں کے لائق پہلے تھا انکے لائق اب نہ رہا یا کپڑا لیکر اس سے نقصان
کی ضمان لے کیونکہ ایک وجہ سے وہ عیب دار ہو گیا ہے اسلیے درحقیقت تو وہ کپڑا باقی موجود ہے اور ایسے ہی ہے ایضاً

منافع بھی اُس سے حاصل ہوسکتے ہیں۔ اور اگر تھوڑا پھٹا ہو تو غاصب بقدر نقصان کے ضامن ہوگا اور مالک سے اپنا کپڑا واپس لیگا اسلیے کہ وہ کپڑا ہر وجہ سے قائم موجود ہے۔ اب رہا یہ امر کہ بہت پھٹا ہوا اور تھوڑا پھٹا ہوا کسکو کہتے ہیں پس صحیح یہ ہے کہ خرق فاحش اُسکو کہتے ہیں جس سے کسی قدر وہ شے عین اور جنس منفعت زائل ہو جاوے اور بعض وہ شے اور بعض منفعت باقی رہجاوے اور خرق یسیر یعنے قلیل وہ ہے کہ جس سے کچھ منفعت زائل نہو جاوے فقط اسمیں کچھ نقصان آجاوے اور یہ تفسیر خرق یسیر کی ... ہوا اسلیے صحیح بیان کی کہ امام محمد رح نے کتاب الاصل میں کپڑا قطع کرنے کو نقصان فاحش قرار دیا ہے حالانکہ بعض منفعت اس سے زائل ہوتی ہے یہ کافی میں ہے۔ اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ جو حکم کپڑے کی خرق میں مذکور ہوا یعنی اگر خرق فاحش ہو تو مالک مختار ہے چاہے کپڑا لیکر نقصان لے لے یا بالکل قیمت لے لے اور کپڑا دیدے اور اگر قلیل ہو تو کپڑا لیکر نقصان لے لے یہی حکم ہر مال عین میں ہے مگر ان اموال ربویہ یعنی جنمیں ربا جاری ہوتا ہے یہ حکم نہیں ہے کیونکہ اموال ربویہ کے عیب دار کرنے میں خواہ خرق فاحش کثیر ہو یا قلیل ہو مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے وہ مال معیب واپس کر لے اور غاصب سے کچھ نہ لے یا وہ مال اسکو دیکر اسکے مثل یا اسکی قیمت لے لے کیونکہ نقصان کی ضمان لینا ایسے مالوں میں اس وجہ سے متعذر ہے کہ ربوٰ تک پہونچ جائیگا یہ نہایہ میں ہے۔ اگر ایک کپڑا غصب کیا اور غاصب کے پاس متعفن ہو گیا یا زرد پڑ گیا تو مالک اسکو مع ضمان نقصان واپس لیگا اور یہ اُسوقت ہے کہ نقصان یسیر ہو اور اگر نقصان کثیر ہو تو مختار ہوگا چاہے کپڑا اُسی کے پاس چھوڑ کر قیمت لے یا لیکر اُسکے ساتھ نقصان لے۔ اور اگر مال مغصوب کیلی یا وزنی چیز ہو مثلاً گندم ہوں اور وہ غاصب کے پاس متعفن ہو گئے تو اُسپر اُسکے مثل واجب ہونگے اور یہ فاسد گیہوں اُسی کے ہوجاوینگے یا مالک چاہے تو متعفن گیہوں لے لے اور غاصب پر کچھ واجب نہوگا کذا فی المحیط قلت الا انہ لو اخذ ضمان النقصان لادی الی الربوٰ واللہ اعلم۔ اور اگر مال مغصوب باندی یا غلام ہو اور غاصب نے اُسکا ہاتھ یا پاؤں کاٹ ڈالا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے مغصوب اسکو دیکر پوری قیمت غاصب سے ضمان لے یا اس مغصوب کو لیکر اُسکے ساتھ ضمان نقصان لے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر کسی شخص نے زید کی بکری ذبح کر ڈالی تو زید کو اختیار ہے چاہے ذبح شدہ اسکو دیکر اُس سے قیمت واپس لے یا بقدر نقصان ذبح ہونے کے ساتھ ضمان لے اور یہی حکم اونٹ وغیرہ کا ہے اسی طرح اگر بکری یا اونٹ وغیرہ کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو بھی یہی حکم ہے یہ ظاہر الروایہ کا حکم ہے۔ اور اگر چوپایہ غیر ماکول اللحم یعنی جسکا گوشت حلال نہو اور غاصب نے اُسکا ہاتھ یا پاؤں کاٹ ڈالا تو مالک کو یہ اختیار رہیگا کہ غاصب سے اُسکی پوری قیمت کی ضمان لے کیونکہ اس صورت میں ہر وجہ سے تلف کرنا ثابت ہوا بخلاف مملوک کے ہاتھ یا پاؤں کاٹنے کے کہ اس صورت میں اُس مملوک کو مع ارش بھی واپس لے سکتا ہے اس وجہ سے کہ ہر وجہ سے استہلاک نہیں ہے کیونکہ ہاتھ یا پاؤں کٹ جانے کے بعد بھی آدمی سے نفع حاصل ہو سکتا ہے کذا فی الہدایہ والکبری نوادر میں ہے کہ اگر چوپایہ کا کان یا تھوڑا کان کاٹ ڈالا تو نقصان کا ضامن ہوگا اور چوپایہ کے کان کاٹنے کو نقصان حقیقت قرار دیا ہے اسی طرح اگر چوپایہ کی دم کاٹ ڈالی تو نقصان کا ضامن ہوگا اور شیخ رح سے منقول ہے کہ اگر قاضی کے خچر کی دم کاٹی تو پوری قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر دوسرے کے خچر کی دم کاٹی تو فقط نقصان کا ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ قلت کانہ اراد بالتعزیر بضمان جمیع القیمۃ والا فلا وجہ لہ وانما التعزیر ... اور اگر کسی نے خچر کا ہاتھ یا پاؤں کاٹ ڈالا پھر مالک نے اسکو ذبح کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک مالک کا کاٹنے والے پر کچھ واجب نہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ ...

بیل کو اسقدر مارا کہ اسکی پسلیاں ٹوٹ گئیں تو امام اعظم رح کے نزدیک اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور صاحبین کے نزدیک نقصان کا ضامن ہوگا یہ قنیہ میں ہے - اگر حمار کی دونوں آنکھیں پھوڑ ڈالیں تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ مالک کو اختیار ہے کہ آنکھیں پھوڑنے والے کو اسکا جثہ دیدے اور پوری قیمت تاوان لے اور یہ نہیں ہوسکتا ہے کہ مذکور حمار کو رکھلے اور اس سے نقصان کی ضمان لے اور یہی جثۃ العیار کا مسئلہ ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور بعد ذبح کیے جانے کے بکری کی کھال کھینچکر اسکا عضو الگ الگ کر دیا تو مالک کو اختیار ہے چاہے مذبوحہ چھوڑ کر اس سے قیمت کی ضمان لے یا مذبوحہ کو لیکر نقصان کی ضمان لے اور فقیہ ابوجعفر سے مروی ہے کہ اگر مالک نے مذبوحہ کو لے لیا تو ضمان نقصان نہیں لے سکتا ہے مگر فتوی ظاہر الروایۃ پر ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے - اگر زید نے عمرو کا خچر ذبح کر دیا تو عمرو کو ضمان نقصان لینے کا اختیار نہیں ہے ہاں پوری قیمت تاوان لینے کا اختیار ہے یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور امام محمد رح کے قول پر کہ مالک کو اختیار ہے کہ مذبوحہ کو رکھ لے اور ضمان نقصان لے لے یا مذبوحہ کو دیکر پوری قیمت تاوان لے - اور اگر زید نے اسکو فقط قتل کر ڈالا ہے تو مالک کو ضمان نقصان لینے کا اختیار نہوگا یہ ظہیریہ میں ہے ہر ڈھالا ہوا برتن اگر اسکو کسی شخص نے توڑ ڈالا پس اگر چاندی کا ہو تو اسپر
یعنی ضمان قیمت لے سکتا ہے اور ذبح میں ۱۲
واجب ہوگا کہ اس برتن کی قیمت ڈھلے ہوئے کے حساب سے سونے سے ادا کرے یعنی دینار یا اشرفی وغیرہ سے ادا کرے اور اگر وہ ظرف سونے کا ہو تو اسکی قیمت ڈھلے ہوئے کے حساب سے چاندی سے ادا کرے یہ مبسوط میں ہے - اگر کسی شخص نے زبردستی زید کا کنگن توڑ ڈالا اور کنگن چاندی کا تھا تو زید کو اختیار ہوگا چاہے ٹوٹا ہوا کنگن لے لے اور زیادہ کچھ نہیں لے سکتا ہے یا کنگن چھوڑ دے اور صحیح سالم ڈھلے ہوئے کی قیمت سونے سے لے لے اور اگر زید نے یہ چاہا کہ ٹوٹا ہوا کنگن لیکر ضمان نقصان لے تو ایسا نہیں ہوسکتا ہے اور جب توڑنے والے پر خلاف جنس سے قیمت ادا کرنے کی ڈگری قاضی نے کر دی اور جانبین سے باہمی قبضہ ہونے سے پہلے دونوں جدا ہوگئے تو حکم قضا باطل نہوگا کیونکہ قیمت قائم مقام عین مال کی ہوگئی (یعنی بیع صرف نہیں ہوئی تاکہ تقابض شرط ہوتا) پھر واضح ہو کہ سونا و چاندی دونوں ڈھالنے سے وزنی ہونے سے خارج نہیں ہوتے ہیں اور انکے سوائے لوہا پیتل و تانبا وغیرہ ڈھالنے سے کبھی وزنی رہتے ہیں اور کبھی وزنی نہیں رہتے ہیں یعنی مثلاً عددی ہو جاتی ہیں پس اگر ان چیزوں سے بنی ہوئی کوئی چیز ہو اور وزنی ہونے سے خارج نہوئی ہو مثلاً ایسی جگہ ہو جہاں یہ چیزیں ساختہ ہو کر وزن سے فروخت ہوتی ہیں عدد سے شمار نہیں ہوتی ہیں اور اسکو کسی شخص نے توڑ ڈالا اور اسمیں خفیف یا کثیر نقصان پیدا ہوگیا تو اسکا حکم سونے و چاندی کی ڈھلی ہوئی چیز کے مثل ہے یعنی مالک کو اختیار ہوگا چاہے شکستہ کو لے لے اور زیادہ کچھ نہیں لے سکتا ہے یا شکستہ اس شخص توڑنے والے کو دیدے اور اسکی قیمت ہیں درم و دینار لے لے اور باہمی قبضہ ہونا بالاجماع شرط نہیں ہے - اور اگر ڈھالنے سے وہ چیز وزنی نہ رہی بلکہ عددی ہوگئی پس اگر ٹوٹنے سے اسمیں کوئی عیب فاحش نہیں آیا تو اسکے مالک کو چھوڑ دینے کا اختیار نہوگا بلکہ اسکو لے لے اور اسکے ساتھ قیمت کی راہ سے اسمیں جسقدر نقصان آگیا ہو اسکی ضمان لے - اور اگر ٹوٹنے سے اسمیں عیب فاحش پیدا ہوگیا ہو تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے شکستہ کو لیکر اسکے ساتھ نقصان کی ضمان لے یا شکستہ کو لیکر اسکے ساتھ صحیح سالم کی قیمت کی ضمان لے یہ شرح طحاوی میں ہے - اگر کسی شخص نے شکستہ تلوار تلف کر دی تو اسپر اسکے مثل لوہا دینا لازم ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے - اگر درم یا دینار توڑ ڈالا تو اسکے مثل دینا واجب ہوگا اور ٹوٹا ہوا توڑنے والے کا ہو جائیگا اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ ٹوٹنے سے اسکے ٹکڑے میں نقصان آگیا ہو اور اگر نقصان نہ آیا ہو تو مالک کو

فقط ٹوٹا ہوا لیگا اور یہ ویسا ہی ہے جیسا کہ ہمنے بیان کیا کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کی گردا روٹی توڑ ڈالی تو مالک کو فقط وہی ٹوٹی ہوئی روٹی ملیگی اور امام شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ درہم یا دینار توڑنے والے پر اُسکے مثل واجب ہونگے اور مالک کو یہ بھی اختیار ہے کہ اُسکو لے لے اور زیادہ کچھ نہین لے سکتا ہے خواہ ٹوٹنے سے اُسکی مالیت مین نقصان آگیا ہو یا نہ آیا ہو - اور اگر زید نے عمرو کی باندی غصب کی اور زید کے پاس رہی یہانتک کہ بڑھیا ہوگئی تو عمرو کو یہ اختیار ہوگا کہ اُسکو مع نقصان کی ضمان کے لے لے اسی طرح اگر جوان غلام غصب کیا اور اُسکے پاس رہا یہانتک کہ بڈھا ہوگیا تو مالک اسکو مع ضمان نقصان لے لیگا - اور یہ حکم اسوقت ہے کہ نقصان خفیف ہوا ہو اور اگر نقصان فاحش ہو تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے مع ضمان نقصان لے یا چھوڑ دے اور قیمت لے لے اور یہی اکثر مشایخ کا قول ہے - اور اگر لڑکا غصب کیا اور اُسکے پاس رہا یہانتک کہ بالغ ہوگیا یا ڈاڑھی نکل آئی تو مالک اُسکو لے لیگا اور کچھ ضمان نہین لے سکتا ہے - اور اگر باندی جسکی کہ تخین چھاتیون کی اُبھار تھی غصب کی اور غاصب کے پاس اُسکی چھاتی یعنے پستان سکڑ[سلہ] ہوگئین تو مع نقصان واپس لیگا اور اگر کوئی حرفہ جانتا ہوا غلام غصب کیا اور وہ غاصب کے پاس رہکر یہ حرفہ بھول گیا تو غاصب بقدر نقصان ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے - ایک شخص نے غلام خوش آواز غصب کیا اور اُسکے پاس اُسکی آواز متغیر ہوگئی تو مالک کو نقصان ملیگا - اور اگر غلام گویا تھا اور غاصب کے پاس یہ فعل بھول گیا تو غاصب ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - اگر زید نے عمرو کے غلام کی زلفین منڈوا دین پھر جم آئین لیکن جیسی تھین ویسی نجمین تو زید کچھ ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے - اگر زید نے عمرو کا سونا و چاندی غصب کرکے دینار و درہم یا برتن بناے تو امام اعظم رح کے نزدیک مالک کی ملک اس سے زائل نہوگی پس مالک اسکو لے لیگا اور غاصب کو اسمین سے کچھ نہ ملیگا اور نہ اُسکے کام کے عوض مالک کچھ دیویگا - اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ مالک کو درہم و دینار مضروبہ لینے کی کوئی راہ نہین ہے اور غاصب پر واجب ہوگا کہ اُسکے مثل ادا کرے اور بعد ادا کے مغصوب کا مالک ہوجائیگا اور شیخ خجندی نے فرمایا کہ اگر چاندی یا سونا غصب کرکے اُسکا زیور ڈھال کر بنایا تو مالک اُسکو واپس لے سکتا ہے اور غاصب کو اُسکی ڈھلوائی کچھ نہ دیگا لیکن اگر اُس چاندی و سونے کو اُسنے اپنے کسی مال مین اسطرح جڑ دیا کہ اُسکے اُکھاڑنے مین مضرت ہے مثلاً اپنی مشک کا دہانہ بنایا یا چھت مین تیر جڑ دیئے یا مثل اُسکے کوئی فعل کیا تو ایسے فعل سے مالک کا حق منقطع ہوجائیگا اور غاصب پر اُسکے مثل ضمان دینا واجب ہوگا اور وقت غصب کے حساب سے ضمان دیگا اور اگر اُسنے سونے چاندی کو فقط گلایا مگر ڈھال کر کوئی چیز یا درہم و دینار مضروب نہ کیے بلکہ فقط اُسکو مربع یا مدور یا مستطیل تیر بنایا تو بالاجماع اُس سے مالک کا حق منقطع نہوگا یہ سراج الوہاج مین ہے - اور اگر درہم غصب کرکے اُسکو گلا کر کوئی چیز نہین بنائی تو اُس سے مالک کا حق منقطع نہوگا اسمین کچھ اختلاف نہین ہے یہ محیط مین ہے - اور اگر فلوس غصب کرکے برتن بناے تو فلوس کا ضامن ہوگا کیونکہ اُسنے فلوس کو ثمن ہونے سے خارج کر دیا یہ محیط سرخسی مین ہے - اور اگر پیتل غصب کرکے اُس سے کوزہ بنایا تو مالک کا حق منقطع ہوجائیگا اور شیخ کرخی رح فرماتے تھے کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ بعد ساخت کے وہ برتن وزن کرکے فروخت نہوتا ہو اور اگر وزن سے فروخت ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک مثل چاندی کے اسمین بھی حق مالک منقطع نہونا چاہیے - اور شیخ شمس الائمہ سرخسی فرماتے تھے کہ صحیح یہ ہے کہ اس صورت مین بخلاف چاندی کے امام اعظم رح کے نزدیک مطلقاً حق مالک منقطع ہوجاتا ہے - اور اگر پیتل کے مالک نے بعد ازانکہ

سلہ [illegible]

سلہ [illegible]

غاصب اُسکو اُسکے پیتل کی قیمت ادا کر چکا ہو یا قبل ازانکہ اسپر پیتل کی قیمت کی ڈگری ہووے وہ کوزہ توڑ ڈالا تو فرمایا کہ مالک پر صحیح کوزہ کی قیمت کی ڈگری کیجائیگی اور شکستہ مالک کو دیا جائیگا اور شمس الائمہ نے فرمایا کہ دونون مین باہم قیمت کا ادلا بدلا نہو جاسکے گا بلکہ مالک پر کوزہ کی قیمت واجب ہوگی اور ردّ تاوان مین مقاصہ یعنے ادلا بدلا نہین ہوتا ہے۔ اور کتاب مین فرمایا کہ لیکن اگر غاصب اُس حق سے جو اُسپر ہے باہم مالک کے ساتھ حساب کر لیے اور ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اس قول سے یہ مراد ہے کہ دونون باہم صلح کرین تو ایسی صورت مین استبدال ہوجائیگا اور جائز ہوگا مگر بدون اسکے تو ناجائز ہے۔ اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ تاویل یہ ہے کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ غصب کیا ہوا پیتل ایسا پیتل ہو کہ اُسکا مثل موجود نہو تا کہ اُسکی قیمت غاصب پر واجب ہو پس مقاصہ یعنی باہم بدلا ہوجائیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر زید نے کوئی حیوان غصب کیا اور اُسکے پاس بڑا ہوگیا اور اُسکی قیمت زیادہ ہوگئی تو مالک کو اختیار ہوگا کہ اسکو لے لے اور غاصب کو کچھ نہین ملیگا اسی طرح اگر زخمی یا مریض غصب کیا اور دوا کی یہان تک کہ وہ اچھا ہوگیا تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر ایسی زمین جسمین زراعت موجود ہے یا نخل غصب کیا اور کھیتی کو سینچا یا خرما کو گوڑ کر اُسمین زبادی لگائی اور اصلاح مین مستعد رہا تو بھی یہ سب مالک کو ملیگا اور غاصب کو اسکا خرچہ نہین ملیگا اور اگر غاصب نے کھیتی کاٹ لی یا پھل جھاڑ لیے اور تلف کر دیے تو ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر خرما کے پتے غصب کرکے اُس سے زنبیل بنائی تو مالک کو اُسکے لینے کی کوئی راہ نہین رہی۔ اور اگر نخل کو غصب کرکے اُس سے چیر واکر دھنیان بنوائین تو مالک کو اُسکے لینے کا اختیار ہے کیونکہ نام ابھی تک زائل نہین ہوا صرف اُسکے اجزا متفرق ہوگئے ہین پس ایسا ہوگیا کہ جیسے کپڑا غصب کرکے اُسکو قطع کرایا یہ سراج الوہاج مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کا مصحف غصب کرکے اُسمین نقطہ لگا دیے تو یہ زیادتی ہے اور مالک کو اختیار ہوگا چاہے مصحف لیکر غاصب کی زیادتی کرنے کا حق اسکو دیدے اور چاہے غیر منقوطہ مصحف کی قیمت اُس سے ضمان لے اور یہ امام محمد رح کا قول ہے اور معلّے نے امام ابو یوسف سے روایت کی کہ مالک اُسکو بدون کچھ دیے ہوے لے لیگا جیسا کہ اس صورت مین حکم ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کا غلام غصب کرکے اُسکو لکھنا سکھلایا۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا کاغذ غصب کرکے اُسپر لکھا تو شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ مالک کا حق اُس سے منقطع ہوجائیگا اور قاضی رکن الاسلام علی سغدی رح نے ذکر کیا کہ اسمین مشائخ کا اختلاف ہے مگر صحیح یہ ہے کہ مالک کا حق منقطع نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کی کتان غصب کرکے اُسکو کاتا اور کپڑا بنوایا تو اُسپر اُسکے مثل واجب ہوگا اور اگر مثل نہ پایا جاوے تو قیمت واجب ہوگی اور مالک کو اُس کپڑے کے لینے کی کوئی راہ نہین ہے یہ مبسوط مین ہے۔ زید نے عمرو کی روئی غصب کرکے اُسکو کات کر بنوایا یا سوت غصب کرکے اُسکو بنوایا تو مالک کا حق منقطع ہوجائیگا اور اگر روئی غصب کرکے اُسکو کاتا اور نہ بنا تو اسمین مشائخ کا اختلاف ہے مگر صحیح یہ ہے کہ مالک کا حق منقطع ہوجائیگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر غاصب نے غصب کے گیہون پیسے تو ہمارے نزدیک آٹا اُسکا ہوگا مگر اُسکے مثل گیہون ضمان ادا کر دے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر غاصب نے آٹے کو گوندھ ڈالا تو مالک کا حق منقطع ہوجائیگا یہ قنیہ مین ہے۔ آٹا غصب کرکے روٹی پکالی یا گوشت کو بھون ڈالا یا تلون کا تیل نکالا تو ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایہ کے موافق مالک کا حق منقطع ہوجائیگا اسی طرح اگر ساکھو غصب کرکے اُسکے کواڑ بنائے یا لوہا غصب کرکے اُسکی تلوار بنائی تو بھی مالک کا حق منقطع ہوگا

اور ساکھو اور لوہے کی قیمت ادا کرنے پر یہ چیزین غاصب کی ہوجاوینگی یہ محیط مین ہی- اور اگر ساکھو یا لکڑی غصب کر کے اُسکو اپنی عمارت مین داخل کیا یا پختہ اینٹ غصب کر کے عمارت مین داخل کی یا گچ کو لیکر اُس سے عمارت بنائی تو ہمارے نزدیک ان سب صورتون مین اُسپر قیمت واجب ہوگی اور مالک کو یہ اختیار نہوگا کہ غاصب کی عمارت توڑ دے اور یہی صحیح ہی یہ مبسوط مین ہی- اور اگر میدان غصب کر کے اُسمین عمارت بنائی تو مالک کا حق منقطع نہوگا اور اُسکو لینے کا اختیار ہوگا اور قاضی امام ابو علی نسفی رح شیخ کرخی سے نقل کرتے تھے کہ اُنھون نے اپنی بعض کتابون مین یون تفصیل کی ہی کہ اگر میدان کی قیمت قیمت عمارت سے کم ہو تو نہین لے سکتا ہی اور زیادہ ہو تو لے سکتا ہی اور فرمایا کہ جو حکم کتاب مین مذکور ہی اُس سے یہی مراد ہی جو ہمنے بیان کی ہی اور زعم کیا کہ یہی مذہب ہی اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ قول اُن اقوال سے قریب ہی جو چند مسائل مین امام محمد رح سے محفوظ ہین کہ اگر ایک شخص کے ہاتھ مین ایک موتی ہو اور وہ گر پڑا اور اُسکو کسی شخص کی مرغی نگل گئی تو مرغی اور موتی کی قیمت پر لحاظ کیا جائیگا پس اگر مرغی کی قیمت کم ہو تو موتی کے مالک کو اختیار ہوگا چاہے مرغی کو لیکر اُسکی قیمت اُسکے مالک کو دیدے یا چھوڑ کر اپنا موتی لے لے یعنے مرغی کا مالک موتی کی قیمت کا ضامن ہوگا- اسی طرح اگر زید نے عمرو کے پاس اُونٹ کا بچہ مثلاً ودیعت رکھا اور عمرو نے اپنے گھر مین پالا پھر وہ بچہ پورا اونٹ ہوگیا اور گھر سے اُسکا نکالنا بدون دیوار توڑے ممکن نہوا تو دیوار و اُونٹ کی قیمت پر غور کیا جائیگا پس جس چیز کی قیمت زیادہ ہو اُسکے مالک کو خیار دیا جائیگا انتہی- پھر واضح ہو کہ امام محمد رح نے اصل مین یہ ذکر نہ کیا کہ اگر غاصب نے چاہا کہ عمارت توڑ کر میدان یعنی جسمین عمارت بنائی تھی واپس کردے پس آیا اسکو یہ حلال ہی یا نہین اور اسکی دو صورتین ہین اگر قاضی نے غاصب پر میدان کی قیمت کی ڈگری کردی تو اُسکو عمارت توڑنا حلال نہین ہی اور اگر توڑ ڈالی تو میدان واپس نہین کرسکتا ہی- اور اگر قاضی نے اُسپر ڈگری نہ کی ہو تو مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعض نے کہا کہ عمارت توڑنا حلال ہی اور بعض نے کہا کہ نہین حلال ہی یہ محیط مین ہی- اور اگر بڑھئی نے لکڑی غصب کر کے غیر شخص کی عمارت مین مالک کی بلا اجازت داخل کردی تو بڑھئی اور صاحب عمارت کوئی اُسکا مالک نہوجائیگا یہ قنیہ مین ہی- اگر تختہ غصب کر کے کشتی مین لگایا یا ابریشم غصب کر کے اپنا یا اپنے غلام کا پیٹ اُس سے ٹانکا تو مالک کا حق منقطع ہوجائیگا یہ وجیز کردری مین ہی- اگر زید نے عمرو کی زمین غصب کر کے اُسمین درخت لگائے یا عمارت بنائی تو اُس سے کہا جائیگا کہ درخت و عمارت دور کر کے مالک کو واپس دے اور اگر درخت وغیرہ اُکھاڑنے سے زمین ناقص ہوئی جاتی ہو تو عمرو کو اختیار ہوگا کہ اسکو عمارت شکستہ کی اور اُکھڑے ہوے درختون کی قیمت دیدے اور عمارت و درخت کا خود مالک ہوجائیگا اور مراد یہ ہی کہ جسدن اُکھاڑنے کا حکم ہوا ہی اُسدن کے حساب سے دیدے کیونکہ حق اُسکا اُسی دن ہی پس بدون درخت و عمارت کے زمین کی قیمت اندازہ کیجاوے اور وہی زمین مع عمارت و درخت جنکے دور کرنے کا حکم دیا گیا ہی اندازہ کیجاوے پس دونون کے درمیان جو فرق ہو وہی عمارت شکستہ و درخت برکندہ کی قیمت قرار دیجاویگی پس اُسیقدر غاصب کو ضمان دے یہ کافی مین ہی- ایک شخص نے غصب کی زمین مین اُسی زمین کی مٹی سے چار دیواری بنائی تو فقیہ ابو بکر بلخی رح نے فرمایا کہ وہ چار دیواری مالک زمین کی ہوگی بنانے والے کا کچھ استحقاق نہوگا کیونکہ اگر اُسکے توڑ دینے کا حکم دیا جاوے تو جیسی مٹی تھی ویسی ہی ہوجاویگی اور ایسا ہی شیخ ابو القاسم

نے فرمایا ہی اور ان دونون کے سوا ے مشائخ سے منقول ہو کہ ایک شخص نے دوسرے کے باغ انگور مین اُسکی بلا
اجازت چاردیواری بنائی پس اگر مٹی کی کچھ قیمت نہو تو چاردیواری باغ کے مالک کی ہوگی اور بنانے والا اس فعل
مین احسان کرنے والا شمار ہوگا اور اگر مٹی کی قیمت ہو تو چاردیواری بنانے والے کی ہوگی اور اُسپر مٹی کی قیمت
واجب ہوگی کذا فی فتاوی قاضی خان والکبری ایک شخص نے دوسرے سے زمین غصب کرکے اُسمین عمارت
بنائی یا کھیتی بوئی پس مالک نے عمارت ڈھادی یا کھیتی اکھاڑ ڈالی تو ضامن نہوگا بشرطیکہ غاصب کی لکڑی و اینٹین
وغیرہ نہ ٹوٹی ہون یہ حاوی مین ہی اور فتاوی قاضی خان مین ہی کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کا عصا توڑ ڈالا تو
نقصان کا ضامن ہوگا اور اگر بہت شکستہ کر دیا کہ ایندھن یا میخ کے لائق ہوگیا عصا کا فائدہ اُس سے جاتا رہا تو مالک
کو ضمان لینے کا اختیار حاصل ہوگا انتہی اور ترک لوگ جو دھنیان و جوارش اور لکڑیان غصب کرکے نہایت شکستہ
کر ڈالتے ہین تو اُنسے مالک کا حق منقطع نہین ہوتا ہی اگرچہ اُنکی قیمت شکستگی کے سبب زیادہ ہوجاوے یہ قنیہ مین ہی اور اگر
کسی شخص نے ایک دار غصب کرکے اُسپر گچ کرائی تو مالک سے کہا جائیگا کہ اسمین بسبب گچ کے جو کچھ زیادتی ہوگئی ہو
غاصب کو دیدے لیکن اگر مالک راضی ہوجاوے کہ غاصب اسی مین سے کچھ حصہ لے لے تو ہوسکتا ہی اسیطرح اگر غاصب
نے اُسپر رنگ کرایا تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے مکان کو لیکر رنگ سے جسقدر زیادتی ہوگئی ہی غاصب کو دیدے اور اگر انکار
کیا تو وہ دار غاصب کو بعوض قیمت دلا یا جائیگا اور قیمت مالک سے لیگا بشرطیکہ رنگ کرائی کا خرچہ کثیر ہو اور ہشام نے امام
ابو یوسف سے روایت کی ہی کہ اگر مالک نے غاصب کو جسقدر رنگ سے زیادتی ہوئی ہی دینے سے انکار کیا تو مین اسکو رنگ
دور کرنیکا حکم دونگا اور اس دور کرنے اور رنگ جدا کرنے مین جو کچھ نقصان پہونچیگا اُسکی ضمان کی ڈگری کرونگا اسیطرح اگر دروازہ کے
کواڑ غصب کرکے رنگ سے نقش کرائے تو اسمین بھی یہی حکم ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر دروازہ کے کواڑ بعد غصب کے رنگ سے
نقش نہ کرائے بلکہ کھود کر نقش کرائے تو یہ فعل کواڑ کا تلف کرنا ہی پس غاصب پر اسکی قیمت واجب ہوگی اور کواڑ اُسکے ہوجاوینگے
اسیطرح اگر چاندی کے برتن پر کھود ڈالی کے نقش کرائے تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط مین ہی اگر غاصب سے کسی شخص نے دار مغصوب خریدا
اور اُسکی عمارت منہدم کرکے اپنی عمارت مین داخل کرلی پھر مالک حاضر ہوا پس اگر اُسکی عمارت قلیل ہو کہ جسکے ڈہر لینے مین مشکل نہو تو
ڈہرا کر مالک کو واپس دے اور اگر بہت ہو کہ جسکے ڈہر لینے مین مشکل پڑے اور اُسکے واسطے ایک زمانہ درکار ہو تو مالک کو اختیار ہو کہ
چاہے ڈہروا دے یا چھوڑ دے اور مشتری سے زمین اور عمارت سابق کی قیمت ضمان لے اور فقیہ ابو جعفر نے فرمایا کہ یہ بالاتفاق سب کا
قول ہی اور البتہ ابو جعفر کے سوا ے مشائخ نے فرمایا کہ یہ فقط امام محمد رح کا قول ہی یہ تاتارخانیہ مین ذخیرہ سے منقول ہی ایک مسلمان
نے دوسرے مسلمان کی شراب غصب کرکے سرکہ بنائی تو کتاب مین لکھا ہی کہ مالک اُسکو لے سکتا ہی اور مشائخ نے اختلاف کیا ہی
بعضون نے کہا کہ اس سے یہ مراد ہی کہ غاصب نے اسکو ایسی چیز کے ساتھ سرکہ بنایا کہ جسکی کچھ قیمت نہین ہی مثلاً سایہ سے دھوپ
مین یا دھوپ سے سایہ مین رکھدیا یا اُسمین بہت قلیل نمک یا سرکہ جسکی قیمت کچھ نہین ہی ڈالا اور اگر اسمین نمک یا سرکہ اسقدر ڈالا کہ
جسکی قیمت ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک سب سرکہ غاصب کا ہوجائیگا اور اُسپر کچھ واجب نہوگا اور صاحبین کے نزدیک اگر اُسمین
نمک ڈالا ہی تو مالک اسکو لے لیگا اور جو کچھ نمک سے اسمین زیادتی ہوئی ہی وہ غاصب کو دیدیگا اور اگر سرکہ ڈالا ہی تو تمام سرکہ
دونون مین ہر ایک کی ناپ کے موافق تقسیم ہوگا خواہ اُسی وقت سرکہ ہوکر تیار ہوجاوے یا کچھ دیر بعد تیار ہووے
اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اگر اُسنے شراب مین بہت سا سرکہ ڈال دیا یہان تک کہ اُسی وقت

وہ سب سرکہ ہوگئی تو سب غاصب کو ملیگی - اور اگر تھوڑا سرکہ ڈالا کہ جس سے دیر بعد سرکہ ہوئی تو دونون مین اپنی اپنی
ناپ کے موافق تقسیم ہوگی یہ محیط مین ہے - اور اگر مسلمان کی شراب کسی ذمی نے غصب کر لی اور وہ اُسکے پاس سرکہ
ہوگئی یا اُسنے سرکہ بنالی تو مسلمان کو اُسکے واپس لینے کا اختیار ہوگا اور اگر سرکہ ہوجانے کے بعد ذمی کے پاس
تلف ہوگئی تو اُسپر ضمان واجب ہوگی اور اگر خود ذمی غاصب نے تلف کر ڈالا تو مسلمان کو اُسکے مثل سرکہ تاوان
دیگا یہ سراج الوہاج مین ہے - اگر ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان سے شراب غصب کی پس آیا غاصب پر واجب
ہے کہ اُسکو واپس دیدے حتے کہ اگر نہ دیگا تو قیامت مین ماخوذ ہوگا یا نہین تو اگر جانتا ہے یعنے قطعًا جانتا ہے کہ یہ شخص سرکہ
بنانے کے واسطے واپس لیتا ہے تو اُسپر واپس کرنا واجب ہے ورنہ قیامت مین ماخوذ ہوگا - اور اگر قاضی کے پاس یہ مقدمہ
پیش ہوا تو تامل کرے پس اگر قاضی کو یقین معلوم ہوا کہ یہ شخص سرکہ بنانے کے واسطے واپس مانگتا ہے تو واپس کرنے
کی ڈگری کرے اور اگر یہ معلوم ہوا کہ یہ شخص شراب خواری کے واسطے واپس مانگتا ہے تو غاصب کو حکم دے کہ وہ
بہادے اور یہ مسئلہ ویسا ہی ہے کہ ایک شخص کے پاس دوسرے کی تلوار ہے اور مالک اُس سے لینے کو آیا پس اگر
قابض نے یہ معلوم کیا کہ اسواسطے مانگتا ہے کہ کسی مسلمان کو قتل کرے جیسا کہ سابق مین اُسکی راے تھی تو اُسکو
نہ دیوے بلکہ اپنے پاس رکھے اور اگر قابض نے معلوم کیا کہ اسنے راے سابق کو ترک کیا ہے اور اب اسواسطے مانگتا ہے
کہ بطور مباح اُس سے فائدہ اُٹھاوے تو اُسپر واپس کرنا واجب ہے - ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کی شراب غصب
کر کے اُسکو پی لیا تو اُسپر دنیا مین کچھ دعوے اُسکا نہین ہے مگر آخرت مین اگر وہ شراب سرکہ سازون کی تھی اور
اُسنے انگور یا عصیر سرکہ کے واسطے خریدے تھے تو گنہگار ہوگا اور اگر اُسنے انگور و عصیر واسطے شراب خواری
کے لیے تھے تو آخرت مین بھی اُسکا غاصب پر کچھ حق نہوگا فقط شراب خوار پر شراب خواری کا گناہ کبیرہ ہوگا یہ جواہر الفتاوے
مین ہے - زید نے عمرو کے گھر مین شراب پائی اسمین نمک ڈالدیا اور وہ سرکہ ہوگئی تو اُسی کی ہوجائیگی اگرچہ مٹکے کو اپنی
جگہ سے منتقل نہ کیا ہو قال الشیخ رضی اللہ عنہ اس روایت سے ظاہر ہوا کہ فقط نمک ملا دینے سے سرکہ کا مالک
ہوجاتا ہے کذا فی القنیہ - اگر عصیر کو غصب کیا اور وہ اُسکے پاس شراب ہوگیا تو مالک اس سے عصیر کے مثل ضمان
لے سکتا ہے اگر زمانہ عصیر باقی ہو یعنے اُسوقت عصیر ملسکتا ہو اور اگر موقت ہو تو اُسکی قیمت تاوان لے اور اگر اُسنے
چاہا کہ شراب لے لے اور غاصب سے ضمان نہ لے تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے
فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ اسکو یہ اختیار نہین ہے قال المترجم وہو الحق الاحق بالاتباع فافہم - اور اگر دودھ غصب کیا پس
وہ مخیض ہوگیا یا انگور غصب کیے اور وہ خشک ہوکر زبیب ہوگئے تو مالک کو اُسکے مثل ضمان لینے کا اختیار ہے اور
اگر چاہے تو اُسی کو جو موجود ہے لے لے اور کچھ نقصان نہین لے سکتا ہے اور یہی حکم تمام مثلیات مین ہے کذا فی الذخیرہ
اور اگر اُسنے رطب غصب کیے اور وہ پک کر تمر ہوگئے تو مالک کو اختیار ہے چاہے انکو لے لے اور اور کچھ نہ ملیگا
یا انکے مثل ضمان لے یہ خزانۃ المفتین مین ہے - اور اگر مردار کی کھال غصب کر کے اسکو بے قیمت چیز سے مدبوغ
کیا تو مالک اُسکو مفت لے لیگا اور اگر قیمت دار چیز سے مدبوغ کیا تو مالک اُسکو لیکر جو کچھ دباغت سے زیادتی ہوئی
ہو غاصب کو دیدے کذا فی المحیط اور زیادتی کی مقدار پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ یون دیکھا جاوے کہ اگر یہ کھال ذبح
کی ہوئی غیر مدبوغ ہوتی تو کتنے کو خریدی جاتی اور اب کتنے کی ہے پس جسقدر دونون مین تفاوت معلوم ہو وہی مقدار

زیادتی کی ہو اسی قدر غاصب کو دیدے کذا فی الذخیرہ اور امام قدوری نے اپنی کتاب مین لکھا کہ یہ حکم اسوقت ہو کہ غاصب نے وہ مردار جسکی کھال نکالی ہو مالک کے مکان کے اندر سے لیکر اُسکی کھال کو مدبوغ کیا ہو اور اگر مالک نے وہ مردار راہ مین پھینک دیا اور کسی شخص نے اُسکو اُٹھا کر اُسکی کھال بے قیمت چیز سے مدبوغ کی تو مالک کو یہ اختیار نہوگا کہ اُسکو لے لے اور غاصب کو یہ اختیار رہوگا کہ جبتک اُسکو کھال کی قیمت نہ پہونچ جاوے تب تک کھال کو روک رکھے اور اگر مالک نے چاہا کہ وہ کھال غاصب کے پاس چھوڑ کر غاصب سے اُسکی قیمت کی ضمان لے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا لیکن اگر مغصوب کھال ذبح کیے ہوے جانور کی ہو تو مالک کو اختیار رہوگا اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ مردار اور ذبح کیے ہوے کی کھال مین جو فرق بیان کیا گیا ہے اسطرف حاکم شہید رحمہ اللہ تعالیٰ گئے ہین یعنی یہ فرق اُنکا مذہب ہے ورنہ ایسی صورت مین مردار اور ذبح کیے ہوے کی کھال کا یکسان حکم ہے کذا فی المحیط اور اگر غاصب کے پاس بدون کسی شخص کے فعل کے وہ کھال تلف ہوگئی تو غاصب پر ضمان واجب نہوگی خواہ قیمت دار چیز سے اُسکو مدبوغ کیا ہو یا بے قیمت چیز سے مدبوغ کیا ہو کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر بعد دباغت کے غاصب نے اُسکو تلف کر دیا پس اگر اُسکو بے قیمت چیز سے مدبوغ کیا ہو تو مالک کو بالاجماع ضمان دیگا اور اگر قیمت دار چیز سے مدبوغ کیا ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسپر کچھ ضمان واجب نہ ہوگی کذا فی شرح الطحاوی اور اگر غاصب نے اس کھال کو ادیم یا مشک یا دفتر یا جراب یا فروہ بنا لیا تو مغصوب منہ کو اُسکے لینے کی کوئی راہ نہوگی پھر اگر ذبح کیے ہوے جانور کی کھال ہو تو غصب کے روز کی قیمت مالک کو ضمان دیگا اور اگر مردار کی کھال ہوگی تو مالک کو کچھ نہ ملیگا یہ نہایہ مین ہے۔ اور اگر غیر کی مٹی سے ایک کوزہ بنایا تو بنانے والے کا ہوگا اور اگر مٹی کے مالک نے کہا کہ مین نے اُسکو ایسا حکم دیا تھا تو مٹی کے مالک کو ملیگا۔ اور اگر مٹی غصب کر کے اُسکی کچی اینٹین بنوائین یا برتن بنوائے پس اگر مٹی کی قیمت ہو تو اُسکا وہی حکم ہے جو گیہون کو غصب کر کے پیس ڈالنے مین ہے اور اگر کچھ قیمت نہ ہو تو یہ چیزین غاصب کی ہونگی اور اُسپر کچھ ضمان واجب نہ ہوگی۔ اور واضح ہو کہ جن صورتون مین شی مغصوب سے مغصوب منہ کا حق منقطع ہوجاتا ہے اُن صورتون مین اگر غاصب کے قرضخواہ ہون تو سب قرضخواہون مین سے مغصوب منہ اُس شی مغصوب کا زیادہ حقدار قرار دیا جائیگا یہانتک کہ وہ اپنا حق پورا کر لے اور اگر یہ چیز ضائع ہوگئی تو غاصب کا مال گیا اور اُسکا حکم بمنزلہ رہن کے نہوگا ایسا ہی منتقے مین مذکور ہے۔ اور قدوری مین ہے کہ مغصوب منہ بھی اور قرضخواہون کے مانند ثمن مین شریک ہوگا اور کسی شی کے ساتھ اُسکے بہ نسبت دوسرون کی زیادہ خصوصیت نہ ہوگی یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام غصب کیا اور اُسکی قیمت پانچ سو درم ہے پس اُسکو خصی کر ڈالا پھر وہ اچھا ہوگیا اور اُسکی قیمت ہزار درم ہوگئی تو فرمایا کہ مالک کو اختیار ہے کہ چاہے پانچ سو درم خصی کرنے کے روز کی قیمت لیکر غلام غاصب کو دیدے یا غلام لے لے اور زیادہ اسکو نہ ملیگا اور نہ اُسپر کچھ واجب ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ زید نے کوفہ مین عمرو کے چارپائے غصب کیے اور خراسان مین اُسکو واپس دیے پس اگر خراسان مین اُنکی قیمت کوفہ کے برابر ہو تو عمرو کو حکم دیا جائیگا کہ اُنکو لے لے اور اگر خراسان مین اُنکی قیمت کوفہ کے بہ نسبت کم ہو تو عمرو کو خیار رہوگا چاہے جانور دینے والے سے یا اُنکی کوفہ کی قیمت لے لے۔ اسی طرح خادم اور ہر چیز کا جسکی دوسری جگہ تک بار برداری و خرچہ ہو یہی حکم ہے اور فرمایا کہ ہر وزنی وکیلی چیز کا یہی حکم ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر درم و دینار غصب کیے تو مالک اُنکو جہان پاویگا لے لیگا

اور مالک کو قیمت کے مطالبہ کا اختیار نہوگا اگرچہ نرخ مین دونون نقد مختلف ہون - اور اگر کسی مال عین کو غصب کیا پھر مالک سے دوسرے شہر مین ملا اور وہ مال بعینہٖ اُسکے پاس موجود ہو پس اگر اُسکی قیمت یہان اُسی قدر ہو جسقدر مقام غصب مین تھی یا اُس سے زیادہ ہو تو مالک اُس مال کو لے سکتا ہو مگر اُسکی قیمت کا مطالبہ نہین کرسکتا ہو اور اگر مقام غصب سے یہان اُسکی قیمت کم ہو تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے مقام غصب کے حساب سے قیمت لے لے یا انتظار کرے - اور اگر مال مغصوب مثلی ہو اور وہ تلف ہوگیا ہو پس اگر ان دونون جگہ اُسکی قیمت یکسان ہو یا مطالبہ کی جگہ زائد ہو تو غاصب قیمت مثل واپس دیگا اور اگر مطالبہ کی جگہ نرخ کم ہو تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے اُسکے مثل یہان لے لے یا مقام غصب کی قیمت لے لے یا انتظار کرے یہان تک کہ غاصب اسی شہر مین واپس جاوے پھر وہان اُس سے اُسکے مثل لے لے اور اگر مطالبہ کی جگہ اُسکی قیمت زائد ہو تو غاصب کو اختیار ہوگا چاہے مقام مطالبہ مین اُسکے مثل مالک کو دیدے یا جہان غصب کیا ہو اُسکے حساب سے قیمت دیدے لیکن اگر مغصوب منہ اس بات پر راضی ہو کہ مین تاخیر دیتا ہون اور انتظار کرتا ہون تو اُسکو اختیار ہو اور اگر دونون جگہ قیمت یکسان ہو تو مالک اس سے مثل کا مطالبہ کرسکتا ہو یہ محیط سرخسی مین ہو - اور اگر مالک نے غاصب کو مقام غصب مین پایا مگر مغصوب کا نرخ ارزان ہوچکا ہو تو مالک اپنا مال مغصوب لے لیگا اور اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ مال کو چھوڑ کر غاصب سے روز غصب کی قیمت کا مطالبہ کرے یہ فتاوی قاضی خان مین ہو - منتقی مین ہو کہ زید نے عمرو کے ایک کر گیہون سو درم قیمت کے غصب کیے پھر نرخ گران ہوکر ایک سو پچاس درم کی قیمت ہوگئی - پھر نایاب ہوگئے اور بازار مین ملنا موقوف ہوگیا اور نرخ گران ہوگیا اور مثل اُسکا دستیاب نہین ہوسکتا ہو اور قیمت بڑھکر دو سو درم ہوگئی پھر غاصب نے اُنکو تلف کردیا تو عمرو کو اختیار ہوگا کہ زید سے تلف کرنے کے روز کی قیمت دو سو درم ضمان لے - اور اگر زید نے عمرو کا ایک کر گیہون دو سو درم کا غصب کیا پھر نرخ گھٹ کر ڈیڑھ سو درم قیمت رہگئی پھر لوگون کے ہاتھ سے منقطع ہوگئے پھر اُسکی قیمت ایک سو درم رہگئی پھر غاصب نے اُنکو تلف کردیا تو عمرو کو اختیار ہوگا کہ اُس سے ڈیڑھ سو درم قیمت کا مطالبہ کرے یعنی آخر وقت موجودگی تک جو قیمت تھی وہ ضمان لے اور اُس سے زیادہ ضمان نہین لے سکتا ہو یہ ذخیرہ مین ہو - اور مغصوب چیز کے زوائد خواہ متصلہ ہون یا منفصلہ از قسم اولاد وصوف وشیر وگندگی وجمال وغیرہ کے مغصوب نہین قرار دیے جاتے ہین بلکہ غاصب کے پاس بطور امانت پیدا ہوکر رہتے ہین اور اُسپر ضمان بھی واجب نہین ہوتی ہو مگر اس صورت مین کہ غاصب نے اُنکو تلف کردیا یا مالک کو منع کیا حتی کہ اگر مالک نے آکر غاصب سے درخواست کی کہ زوائد واپس دے اور غاصب نے انکار کیا اور نہ دیے تو بالاجماع ضامن ہوگا اور اگر زوائد کو فروخت کرکے مشتری کے سپرد کیا تو زوائد منفصلہ کی صورت مین مالک کو خیار ہوگا چاہے روز فروخت وسپردگی کی قیمت غاصب سے تاوان لے یا مشتری سے اور اگر آدمی کے سوائے اور چیز کے زوائد متصلہ کو تلف کردیا تو امام کے نزدیک ضامن نہوگا اور صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا اور یہی صحیح ہو یہ محیط سرخسی مین ہو - اور اگر غاصب کے پاس مغصوب مین زیادتی ہوگئی تو مالک اُسکو مع زیادتی کے واپس کرسکتا ہو اگرچہ زیادتی نرخ مین یا بدن مین ہو اور اگر نقصان آگیا پھر غاصب کے پاس وہ شے تلف ہوگئی تو سب کے نزدیک روز غصب کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر وہ چیز قائم ہو تو مالک کو واپس دیگا پس اگر بدن مین نقصان آیا ہو تو بقدر نقصان ضامن ہوگا اور اگر نرخ مین نقصان ہوا ہو تو نہین - اور اگر بعد نقصان آجانے کے

غاصب نے تلف کردی تو وقت غصب کی قیمت کا ضامن ہوگا۔ اور اگر بعد زیادتی کے تلف کی مثلاً فروخت کرکے مشتری کو دیدی اور مشتری کے پاس تلف ہوگئی تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے غاصب سے روز غصب کی قیمت کی ضمان لے لے اور بیع جائز ہوجائیگی اور ثمن غاصب کو ملیگا یا مشتری سے قبضہ کے روز کی قیمت لے لے اور بیع باطل ہوجائیگی اور مشتری اپنا ثمن غاصب سے واپس لیگا اور غاصب سے سپرد کرنے کے روز کی قیمت امام اعظم رح کے نزدیک تاوان نہیں لے سکتا ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ اور اگر ایک غلام ہزار درم قیمت کا غصب کیا پھر اسکی قیمت بڑھکر بعد غصب کے دو ہزار درم ہوگئے پھر اسکو کسی شخص نے قتل کیا تو مولی کو اختیار ہوگا چاہے غاصب سے روز غصب کی ہزار درم قیمت لے لے یا قاتل سے روز قتل کے دو ہزار درم لینا اختیار کرے کہ جسکو قاتل کی مددگار برادری سے وصول پاویگا پس اگر اسنے غاصب سے لینا منظور کیا تو غاصب دو ہزار درم قاتل کی مددگار برادری سے وصول کرے کہ ہزار درم سے زائد سب صدقہ کردیگا۔ اور اگر غاصب کے پاس خود غلام نے اپنے تئین قتل کر ڈالا تو غاصب روز غصب کے ہزار درم قیمت کا ضامن ہوگا اور روز خودکشی کی قیمت کا ضامن نہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کا گیہون کا کھلیان پھونک دیا تو عمرو اس سے بھوسے کی قیمت تاوان لیگا پھر اگر بالیون سے گیہون کے بہ نسبت نکالے ہوئے کی زیادہ قیمت ہو تو اسپر قیمت واجب ہوگی اور اگر نکلے ہوئے زیادہ قیمت کے ہوں تو اسپر اسکے مثل گیہون اور بھوسے میں قیمت واجب ہوگی۔ ایک شخص نے کھلیان غصب کرکے اسکو روند ڈالا تو اسپر بھوسے کی قیمت واجب ہوگی اور گیہون کے مثل گیہون واجب ہونگے یہ وجیز کردری میں ہے۔ امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر زید نے عمرو کا ایک دانہ گیہون غصب کر لیا تو غاصب پر کچھ واجب نہوگا اسلیے کہ اسکی قیمت کچھ نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر بہت آدمیون نے زید کا ایک ایک دانہ گیہون غصب کیا یہانتک کہ سب دانہ ملکر ایک قفیز گیہون ہوگئے تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا ہے کہ اگر ایک قوم نے ایک شخص کی کچھ چیز جسکی کچھ قیمت ہے غصب کی تو ان سب سے ضمان لیگا اور اگر ایک نے بعد دوسرے کے اگر غصب کی ہو تو مین اسکو کچھ تاوان نہیں دلاؤنگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص نے کسی شخص سے ایک انڈا غصب کرکے اسکو تلف کردیا تو اسپر اسکے مثل واجب ہوگا اور یہ امام ابو یوسف کا دوسرا قول ہے اور پہلا قول انکا یہ تھا کہ اسپر قیمت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ غاصب نے اگر مال مغصوب کو تلف کردیا حالانکہ وہ ذوات القیم میں سے تھا حتی کہ اسپر ضمان قیمت واجب ہوئی تو دیکھا جائیگا کہ اگر بازار میں یہ چیز درمون سے فروخت ہوتی ہے تو درمون سے اندازہ کیجائیگی اور اگر دینار سے فروخت ہوتی ہے تو دینار سے اندازہ کیجائیگی اور اگر دونون سے فروخت ہوتی ہے تو قاضی کی راے ہے [۲] اسکو چاہیے کہ جس نقد سے قیمت لگانے مین مغصوب منہ کا نفع ہو اسی سے اندازہ کرکے ضمان کی ڈگری کرے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کی بکری غصب کرکے اسکا دودھ دوھ لیا تو دودھ کی قیمت کا ضامن ہوگا۔ اور اگر باندی غصب کی جسنے غاصب کے بچہ کو دودھ پلایا تو اسکے دودھ کی قیمت کا ضامن نہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر گوشت غصب کرکے اسکو بھونا یا پکایا تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ مالک کو اسکے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر کسی مسلمان کا زیتون کا تیل یا چربی پگھلائی ہوئی جسمین چوہا گر گیا تھا برباد دی تو اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر مسلمان کا سکھلایا ہوا چیتا یا باز کسی مسلمان نے تلف کردیا تو ہمارے نزدیک اسکی قیمت کا ضامن ہوگا

[۱] یا امر زوال بغیر اس کے کہ مشتری کے پاس ہو ۱۲

[۲] یعنی مغصوب منہ کا نفع دیکھ کر ۱۲

مسلمان نے اگر اپنی زمین مین کھاد ڈالی اور اُسکو کسی شخص نے تلف کر دیا تو قیمت کا ضامن ہوگا یہ وجیز کردری مین ہی۔ اگر کسی شخص کے دار مین جسمین کوئی نہین ہی مالک کی بلا اجازت داخل ہوا تو امام اعظم و امام ابو یوسف کے نزدیک دار کا غاصب نہین قرار دیا جائیگا اسی طرح اگر اسمین رہا تو بھی یہی حکم ہی یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کی جوڑی کواڑ یا جوڑی موزہ یا مکعب مین سے ایک تلف کر دیا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ دوسرا بھی اسکو دیکر اُس سے دونون کی قیمت تاوان لے یہ فتاوی قاضی خان و خلاصہ و جامع کبیر مین ہی۔ اور اگر کسی شخص نے دوسرے کی انگوٹھی کا حلقہ تلف کر دیا تو فقط حلقہ کا ضامن ہوگا نگینہ کا ضامن نہوگا یہ وجیز کردری مین ہی۔ اور اگر زین کے دونون طرف کے پلّے تلف کر دیے یعنی جو اُسمین جوڑے ہوئے ہین تو انکا ضامن ہوگا زین کا ضامن نہوگا اور فرمایا کہ ہر دو چیز جو علیحدہ علیحدہ ہون یا ایک ہی شی ہو مگر اُسکے ٹکڑے بلا ضرر کے الگ ہو جاتے ہون جیسے زین کے دونون پلّے وانند کی بھرت وغیرہ تو ایسی صورت مین جو چیز غاصب کی زیادتی سے تلف ہوئی ہی فقط اُسی کا ضامن ہوگا سب کا ضامن نہ ہوگا کذا فی الذخیرہ و ہکذا فی الوجیز للکردری۔

تیسرا باب۔ ان صورتون کے بیان مین جنمین تلف کرنے سے ضمان واجب نہین ہوتی ہی۔ کسی شخص کا انڈا یا اخروٹ توڑ ڈالا پھر جو کچھ اُسمین سے نکلا وہ فاسد تھا تو اُسپر ضمان واجب نہ ہوگی کیونکہ یہ بات ظاہر ہو گئی کہ اُسنے مال تلف نہین کیا ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ایک شخص کا درم توڑ ڈالا پھر ظاہر ہوا کہ ستوق یا رصاص تھا حالانکہ ٹوٹنے سے پہلے چلتا تھا تو توڑنے والے پر کچھ ضمان واجب نہ ہوگی کیونکہ اُسکا رواج غش و خیانت تھا یہ شرح الطحاوی مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کے بوریہ کی تالیف یعنی بندش کا جوڑ نکال کر بوریہ خراب کر دیا یا دروازے کے کواڑ اپنی جگہ سے اُکھاڑ دیے یا زین کے اجزا کھول ڈالے یا اور کوئی چیز جو مولف تھی اُسکی تالیف توڑ دی تو دیکھا جائیگا کہ اگر ایسا ممکن ہی کہ جیسی تھی ویسی ہی ہو جاوے تو توڑنے والے سے کہا جائیگا کہ اسکو ویسا ہی کر دے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو مالک اُس سے صحیح سالم مولف کی قیمت تاوان لیگا اور ٹوٹی ہوئی یعنی غیر مولف اُسکو دیدیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر کسی شخص کے جوتے کا تسمہ کھول ڈالا پس اگر ویسی جوتی ہو جیسے عام لوگ پہنتے ہین تو اُسپر کچھ ضمان واجب نہ ہوگی کیونکہ اُسکے تسمہ کو پھر دُہرا کر لگا لینے مین کچھ مونت نہین ہی اور اگر عربی جوتی ہو پس اگر اعادہ کرنے سے اُسکا دوال ناقص نہ ہوتا ہو اور نہ عیب پیدا ہوتا ہو تو حکم دیا جائیگا کہ اسکو دُہرا کر لگا دے اور کچھ ضمان نہ ہوگا اور اگر اُسکے دوال مین شکست و نقصان آتا ہو اور اُسمین عیب پیدا ہوا جاتا ہو تو بقدر نقصان کے ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر سونے کی زنجیر کی کڑیان کھول ڈالین تو چاندی سے اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اسی طرح اگر کسی شخص نے اپنے غلام کے دانت سونے سے باندھے اور انکو کسی شخص نے کھول پھینکا تو بھی یہی حکم ہی۔ اگر ایک شخص نے جولاہے کا تانا کھول کر پریشان کر دیا تو فرمایا کہ تانا ہونے کی صورت مین اُسکی قیمت اور پریشان ہونے کے بعد اُسکی قیمت اندازہ کیجاوے جسقدر دونون قیمتون مین فرق ہو اُسکا ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر ایک شخص نے اپنے پڑوسی کی دیوار گرا دی تو ہمسایہ کو اختیار ہی چاہے اُس سے دیوار کی قیمت لے اور شکستہ اُسکی ہوگی یا ٹوٹی ہوئی دیوار لیکر اُس سے نقصان لے اور ہمسایہ کا یہ اختیار نہ ہوگا کہ اسکو جیسی تھی ویسی بنانے پر مجبور کرے پھر واضح ہو کہ دیوار کی قیمت پہچاننے کا یہ طریقہ ہی کہ اس دار کو مع دیوار دلن

سکے اندازہ کرایا جاوے اور بدون اسکے اندازہ کرایا جاوے جسقدر دونون مین فرق ہووہی دیوار کی قیمت ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کی مٹی کی دیوار گرادی پھر اسکو جیسی تھی ویسی ہی بنوا دیا تو ضمان سے بری ہوگیا اور اگر لکڑی کی تھی اور اسکو اسی لکڑی سے بنوا دیا تو بھی بری ہوگیا اور اگر دوسری لکڑی سے بنوایا تو بری نہوگا کیونکہ لکڑی لکڑی مین فرق ہوتا ہے ہی کہ اگر یہ معلوم ہوجاوے کہ دوسری لکڑی پہلی سے بہتر ہے تو بری ہوجائیگا یہ وجیز کردری مین ہے۔ اگر کسی شخص نے مسجد کی دیوار گرادی تو حکم دیا جائیگا کہ اسکو برابر کرکے درست کر دے یہ قنیہ مین ہے۔ درزی نے بنوادے[۱۲] ایک شخص کا کپڑا بگاڑ دیا اور مالک نے باوجود جاننے کے اسکو پہن لیا تو پھر تاوان نہین لے سکتا ہے یہ وجیز کردری مین ہے۔ اگر غیر کی زمین سے مٹی اٹھالی پس اگر وہان مٹی کی کچھ قیمت نہو لیکن مٹی اٹھانے سے زمین ناقص ہوگئی تو نقصان کا ضامن ہوگا اور اگر ناقص نہوئی تو کچھ ضامن نہوگا اور اسکو یہ حکم نہ دیا جائیگا کہ گڑھا پاٹ دے اگرچہ بعضے علما نے یہ حکم دیا ہے۔ اور اگر وہان مٹی کی قیمت ہو تو اسکی قیمت کا ضامن ہوگا خواہ زمین مین نقصان آگیا ہو یا نہ آیا ہو اگر کسی شخص نے دوسرے کی زمین مین گڑھا کھودا جس سے اسکی زمین مین نقصان آگیا تو نقصان کا ضامن ہوگا اور واضح ہو کہ اس قول سے کہ جس سے اسکی زمین مین نقصان آگیا یہ اشارہ نکلتا ہے کہ اگر اسکی زمین مین نقصان نہ آیا تو کچھ ضامن نہوگا کذا فی الذخیرہ۔ اگر صراف نے مالک کی اجازت سے درمون کو پرکھا اور کسی درم کو دبایا جس سے وہ ٹوٹ گیا تو اسپر ضمان نہین ہے مگر فتوی کے واسطے یہ مختار ہے کہ اگر مالک نے اسکو درم کے دبا کر دیکھنے کا حکم کیا ہو تو اسپر ضمان نہین ہے اور اگر حکم نہ کیا ہو مگر لوگ درمون کو اسی طرح دبا کر پرکھتے ہون تو بھی اسپر ضمان نہین ہے ورنہ اگر دبا کر نہین پرکھتے ہون تو ضامن ہوگا یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اگر غیر شخص کا گوشت اسکی بلا اجازت پکایا تو ضامن ہوگا اور اگر مالک نے گوشت دیگچی مین کرکے چولھے پر چڑھا دیا اور اسکے نیچے لکڑیان لگادین پھر ایک شخص نے آگ لگا کر گوشت پکا دیا تو استحسانا ضامن نہ ہوگا اور اس جنس کے پانچ مسئلہ ہین ایک انہین سے یہی مسئلہ ہے جو مذکور ہوا دوسرا یہ ہے کہ اگر غیر شخص کے گیہون اسکی بلا اجازت پیس ڈالے تو ضامن ہوگا اور اگر مالک نے بیل چکی یا گدھے چلانے کی چکی مین گیہون بھر دیئے اور بیل کو چکی مین باندھ دیا ہو پھر ایک شخص نے آکر بیل ہانک دیا اور گیہون پس گئے تو ضامن نہ ہوگا۔ تیسرا یہ ہے کہ اگر غیر شخص کا بوجھا اسکی بلا اجازت اٹھا دیا اور وہ ٹوٹ گیا تو ضامن ہوگا اور اگر مالک نے خود اسکو اٹھا کر اپنی طرف جھکایا اور ایک شخص نے اٹھانے مین اسکی مدد کی اور اس بیچ مین وہ ٹوٹ گیا تو ضامن نہ ہوگا چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے مالک کی بلا اجازت اسکے خچر پر بوجھ لادا اور وہ مرگیا تو ضامن ہوگا اور اگر خود مالک نے لادا پھر راہ مین بوجھ گر پڑا اور غیر شخص نے اسکی بلا اجازت اٹھا کر لاد دیا اور جانور مرگیا تو ضامن نہ ہوگا پانچوان مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کی قربانی کا جانور اسکی بلا اجازت ذبح کر دیا پس اگر غیر ایام قربانی مین ذبح کر دیا تو جائز نہین ہے اور ضامن ہوگا اور اگر ایام قربانی مین ذبح کیا تو جائز ہے اور وہ ضامن نہوگا کیونکہ ایسے مسائل مین اجازت بدلالت ثابت ہوتی ہے اور حکم دلالت کا اسوقت تک اعتبار ہے جبوقت تک صریح اسکے برخلاف نہ پایا جاوے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اسی جنس کے مسائل سے وہ مسئلہ بھی ہے جسکو امام محمد رح نے مزارعت مین باب المزارعۃ التی یشترط فیہا المعاملۃ سے پہلے ذکر کیا ہے کہ اگر ایک شخص نے چند لوگون کو اپنے دار کے منہدم کرنے کے واسطے بلایا پھر ایک شخص نے آکر مالک کی بلا اجازت گرانا شروع کیا تو استحسانا ضامن

[illegible]

نہوگا پس اس جنس کے مسائل مین یہ اصل قرار پائی کہ جس کام کے کرنے مین لوگون کا فعل باہم متفاوت نہین ہوتا ہو اُسمین ہر شخص کو استعانت بدلالت ثابت ہوتی ہو اور اگر ایسا کام ہو جسمین لوگون کا فعل متفاوت ہوتا ہو تو اُسمین ہر شخص کو اجازت ثابت نہوگی چنانچہ اگر بکری ذبح کرنے کے بعد کھال کھینچنے کے واسطے لٹکائی اور ایک شخص نے اگر بلا اجازت مالک اُسکی کھال کھینچ دی تو ضامن ہوگا یہ محیط مین ہو۔ ایک قصاب نے ایک بکری خریدی پس ایک شخص نے آکر اُسکو ذبح کر دیا پس اگر قصاب نے اُسکو پکڑکر ذبح کرنے کیواسطے اُسکے پاؤن باندھ دیے ہون تو ذبح کرنے والا ضامن نہوگا اور اگر پاؤن نہ باندھے ہون تو ضامن ہوگا کذا فی الصغری۔ قلت ہذا انما یعرف فی موضع یتعارف فیہ شد رجل الشاۃ للذبح وفیما لا فلا وانت تعلم ان المراد ان یعقل بہا فعلا یعلم منہ قصد الذبح فی الحال فافہم واللہ تعالی اعلم۔ اگر کسی شخص نے اپنے باغ انگور یا زراعت مین کوئی چوپایہ پہیلا ہوا پایا کہ اُسنے نقصان کر دیا تھا پس اُسکو باندھ رکھا یہانتک کہ وہ مر گیا تو ضامن ہوگا۔ اور اگر اُسکو نکال دیا تو مختار یہ ہو کہ اگر اُسکو نکال کر ہانکا اور وہ مر گیا تو ضامن ہوگا اور نہ ہانکا فقط نکال دیا تو ضامن نہوگا۔ اسی طرح اگر کسی اجنبی کی زراعت سے کسی اجنبی کا چوپایہ نکالا تو بھی اسی تفصیل سے حکم ہو اور اگر اُس چوپایہ کو صرف اتنی دور تک ہانکا کہ وہان سے اپنی زراعت سے بیخوف ہو گیا تو ایسا حکم ہو کہ جیسے اُسنے اپنی زراعت سے فقط باہر نکال دیا یعنے ضامن نہوگا اور ہمارے اکثر مشایخ کے نزدیک ضامن ہوگا۔ اور اسی پر فتوی ہو۔ اگر اپنی زراعت مین کوئی چوپایہ پایا اور اُسپر لادا اور اُسنے بیزردی کی تو جو مصیبت اُسکو پہونچیگی اُسکا ضامن ہوگا۔ اور اگر اُسکو نکال دینے کے بعد بہت دور تک اُسکا پیچھا کیا اور وہ کہین چلا گیا تو بھی ضامن ہوگا اور اگر اُسکو کسی اجنبی نے نکال دیا ہو تو خود ضامن نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہو چرواہے نے اگر گاؤخانہ یا شترخانہ مین دوسرے شخص کی گائے دیکھکر ہانک دی کہ وہ گاؤخانہ سے باہر ہو گئی تو ضامن نہوگا اور اگر گاؤخانہ سے باہر ہونے کے بعد بھی اُسکو ہانکا تو ضامن ہوگا یہ محیط و فتاوی کبری مین ہو۔ اگر کسی شخص نے اپنی زراعت مین دوسرے کا جانور دیکھکر اُسکو باہر نکال کر اس غرض سے ہانکا کہ اُسکے مالک تک پہونچا دے اور وہ راستہ مین مر گیا یا اُسکا پاؤن ٹوٹ گیا تو ضامن ہوگا اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ ہم ایسے نہین ہین کہ اس روایت کو اختیار کرین ہم تو وہی روایت لیتے ہین جو امام محمد رح سے مروی ہو کہ اُنھون نے فرمایا کہ ضامن نہ ہوگا یہ ظہیریہ مین ہو۔ اگر زید نے عمرو کا چوپایہ اپنی کھیتی مین پہیلا ہوا دیکھکر عمرو کو اس حال کی خبر دی اور اتنے مین چوپایہ نے کھیتی کو خراب کر دیا پس اگر زید نے اسکو یہ حکم دیا کہ اپنا جانور کھیت سے باہر کر دے تو عمرو کچھ ضامن نہ ہوگا یہ محیط مین ہو۔ ایک شخص نے غیر کی خچری کو اُسکی بلا اجازت ہانکا اور اُسکے نوجوان بچے کو بھیڑیا کھا گیا کہ وہ ضایع ہو گیا اور خچری اپنے مالک کے پاس واپس پہونچی پس اگر اُسنے خچری کو مع نوجوان بچے کے ہانکا ہو تو ضامن ہوگا اور اگر بچہ بدون اُسکے ہانکنے کے خود گیا ہو تو ضایع ہونے سے ضامن نہ ہوگا یہ وجیز کردری مین ہو۔ اگر چرواہا گلہ کو زراعت سے اتنا قریب لیکر چلا کہ جانور چاہے تو کھیتی مین منہ ڈال کر کھا لے تو ایسی صورت مین اگر زراعت مین نقصان پہونچا تو چرواہا ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہو۔ اگر زید کا چوپایہ رات یا دن مین بدون زید کے چھوڑے ہوئے چھوٹ کر چلا گیا اور اُسنے کسی شخص کے کھیت مین نقصان پہونچا دیا تو ہمارے نزدیک مالک پر ضمان نہین آتی ہو یہ محیط سرخسی مین ہو۔ زید نے عمرو کو مزارعت یعنی بٹائی پر زمین دی اور بیج اور بیل دیے اور عمرو نے بیل کسی چرواہے کو دیے

اور وہ ضائع ہوگئے تو عمرو یا چرواہا کوئی ضامن نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ زید اپنی کھیتی کو سینچنا چاہتا تھا کہ عمرو نے اسکو زبردستی روکا یہان تک کہ زراعت خراب ہوگئی تو ضامن نہ ہوگا یہ خلاصہ مین ہے۔ اگر مربط مین گاے کو دیکھکر کسی شخص غیر نے باہر نکال دیا اور وہ تلف ہوگئی تو ضامن ہوگا۔ اور اگر زید نے عمرو کا مربط غصب کر کے اپنے جانور باندھے پھر انکو عمرو نے باہر نکال دیا تو ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ زید عمرو کا مقروض تھا سو روپیہ لیکر عمرو کے پاس اسکا قرضہ ادا کرنے آیا اور عمرو کو روپیہ پرکھنے کے واسطے دیا کہ اتنے مین عمرو کے ہاتھ سے وہ سب روپیہ تلف ہوگیا تو زید کا مال گیا اور قرضہ بحالہ باقی رہا کیونکہ پرکھنے مین عمرو زید کی طرف سے وکیل ہے پس اس صورت مین عمرو کا ہاتھ مثل زید کے ہاتھ کے ہے اور اگر زید نے زرقرضہ عمرو کو دیدیا اور کچھ نہ کہا پھر عمرو نے زید کو پرکھنے کیواسطے دیا اور زید کے ہاتھ مین تلف ہوگیا تو عمرو کا مال گیا کیونکہ عمرو اپنا حق پاچکا تھا پھر جو اسنے پرکھنے کو دیا تو زید اسکا وکیل ہوگیا پھر اسکے بعد اگر زید کے پاس سے تلف ہوا تو گویا عمرو کے پاس سے تلف ہوا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر غیر کی باندی سے جماع کیا کہ جس سے وہ مرگئی تو اسکی قیمت کا ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ مین غیاثیہ سے منقول ہے۔ زید کی بلی نے عمرو کا کبوتر مار ڈالا تو زید ضامن نہوگا یہ مضمرات مین ہے۔ زید نے ایک بلی پکڑکر عمرو کی مرغی یا کبوتر کیطرف پھینکی اور اسنے مرغی یا کبوتر کو دابکر مار ڈالا پس اگر زید کے پھینکنے پر اسنے پکڑا ہو تو ضامن ہوگا اور اگر بعد پھینکنے کے اسنے پکڑ کر مارا ہے تو ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ زید نے عمرو کا شیر یا بھیڑیا قتل کر دیا تو ضامن نہوگا اور اگر بندر قتل کیا تو ضامن ہوگا کیونکہ بندر گھر مین خدمت کرتا ہے اسکی قیمت ہوتی ہے پس ایسا ہی سگ کے ہوگیا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر شراب یا سؤر تلف کر دی پس اگر کسی مسلمان کی تھی تو تلف کرنیوالے پر کچھ ضمان نہوگی خواہ تلف کرنیوالا مسلمان ہو یا ذمی ہو اور اگر ذمی کی تھی تو تلف کرنیوالا ضامن ہوگا خواہ مسلمان ہو یا ذمی ہو صرف فرق اسقدر ہے کہ اگر ذمی ہوگا تو اسپر مثل شراب کے شراب واجب ہوگی اور اگر مسلمان ہوگا تو شراب کی قیمت تاوان دیگا اور سؤر کے اتلاف مین دونون کو قیمت دینی پڑیگی اور اگر مسلمان یا ذمی نے ذمی کی سؤر تلف کر دی پھر طالب یا مطلوب یا دونون مسلمان ہوگئے تو مطلوب تلف کنندہ اس ضمان سے جو اسپر لازم ہوچکی تھی بری نہوگا۔ اور اگر ذمی نے دوسرے ذمی کی شراب تلف کر دی اور تلف کرنیوالے پر شراب کے مثل شراب تاوان واجب ہوئی پھر طالب یا دونون مسلمان ہوگئے تو بالاجماع مطلوب کے ذمہ سے تاوان ساقط ہوکر بری ہوجائیگا۔ اور اگر پہلے مطلوب مسلمان ہوا پھر اسکے بعد طالب مسلمان ہوا یا نہوا تو امام ابویوسفؒ کے قول کے موافق اور یہی امام اعظم سے بھی ایک روایت ہے کہ مطلوب شراب کی ضمان سے بری ہوجائیگا اور مثل کی تحویل بجانب قیمت نہوگی اسیطرح اگر بعد قبضہ کے مسلمان ہوا تو بھی یہی حکم ہے یہ شرح طحاوی مین ہے۔ اگر ایسی اونٹ یا بکری جسکے ذابح نے عمداً بسم اللہ اللہ اکبر کہنا ترک کیا تھا تلف کر دی تو ضامن نہ ہوگا کذا فی التاتارخانیہ

چوتھا باب کیفیت ضمان کے بیان مین۔ امام ابویوسف رح نے فرمایا کہ زید نے عمرو کی طیلسان پھاڑکر پھر اسکو رفو کیا تو دیکھا جائیگا کہ کس قدر رفو کی ہوئی اور صحیح سالم دونون طرح طیلسان کی قیمت اندازہ کرائے جسقدر دونون مین فرق ہو اسقدر زید سے عمرو کو مع طیلسان دلوائونگا۔ زید نے اپنی ملک مین کنوان کھودا اور عمرو نے نکلی ہوئی مٹی سے اسکو پاٹ دیا تو فرمایا کہ مین کھودے ہوئے اور بے کھودے ہوئے دونون کا خرچہ

اندازہ لگاکر دونون کا فرق دلوادیگا اور اگر اُسنے اپنی مٹی اُسمین ڈالی ہو تو اُسکو مجبور کر دیگا کہ نکال لیوے - اور اگر اُسنے جنگل مین کھودا ہو پس اگر ہنوز پانی نہ نکلا ہو تو پاٹ دینے سے کچھ ضمان لازم نہ ہوگی اور اگر پانی نکل آیا ہو تو زید اُسکا مستحق ہو جائیگا کیونکہ وہ شبر عطن ہی یعنی اُس سے پانی پلاکر اونٹ بکری وغیرہ اُسکے گرد آرام پاوینگے پس اُسکا پاٹ دینے والا اُسی حساب سے اندازہ کو لگاکر ضامن ہوگا جو پہلے مذکور ہوا یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر کسی شخص نے دوسرے کی دستاویز یا دفتر حساب پھاڑ ڈالا تو مشائخ نے گفتگو کی ہی کہ اُسپر کیا واجب ہوگا اور راجح قول یہ ہی کہ لکھی ہوئی دستاویز کی قیمت کا ضامن ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - اگر کسی نے دوسرے کا بربط یا طنبورہ یا دف وغیرہ آلات لہو کو توڑ ڈالا تو صاحبین کے نزدیک کچھ ضامن نہ ہوگا - مگر امام اعظم رح کے نزدیک ضمان واجب ہوتی ہی اور جامع صغیر مین مذکور ہی کہ امام اعظم رح کے نزدیک ضمان واجب ہوگی لیکن اگر امام وقت کے حکم سے توڑا ہو تو کچھ ضمان نہین ہی اور امام قاضی صدر الاسلام نے فرمایا کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہی کیونکہ لوگون مین کثرت سے فساد پھیلا ہوا ہی اور امام فخر الاسلام نے شرح جامع صغیر مین ذکر کیا کہ امام اعظم رح کا قول جو قیاس ہی اور صاحبین کا قول باستحسان ہی - اور امام صدر الاسلام نے فرمایا کہ جب امام اعظم رح کے نزدیک ضمان واجب ٹھہری تو آلات لہو مین ایسی وجہ کے اعتبار سے ضمان واجب ہوگی کہ جس وجہ پر ان آلات سے بطور صلاح انتفاع ممکن ہو اور ایسا ہی اختلاف نرد و شطرنج مین ہی کیونکہ ممکن ہی کہ ان چیزون سے ترازو کا بانٹ بنایا جاوے - اور قدوری مین مسئلہ طنبورہ و بربط مین کو ہی کہ لکھی ہوئی لکڑی کی قیمت کا ضامن ہوگا اور منتقی مین ہی کہ لکڑی کی لوح کے اعتبار سے قیمت کا ضامن ہوگا یہ محیط و ذخیرہ مین ہی - اور وہ طبل جو لڑکون کے بہلانے کو بجایا جاتا ہو اسکے تلف کرنے سے بلا خلاف ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی - اور امام محمد رح نے فرمایا کہ ایک مسلمان نے کسی کی اینٹین نقشی تلف کر ڈالین پس اگر نقش مین جاندار کی صورتین بنی ہون تو غیر منقوش اینٹون کا ضامن ہوگا اور اگر بے جان کی تصویرین ہون تو نقشی اینٹون کا ضامن ہوگا کیونکہ ایسی تصویرین بمنزلہ درختون کے نقش کے حرام نہین ہین - اور اگر ایسا فرش جسمین آدمیون کی صورتین بنی ہوئی تھین جلا دیا تو نقشی بساط کا ضامن ہوگا اسلیے کہ فرش مین تمثال حرام نہین ہی اسلیے کہ فرش روندا جاتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - ہشام کہتے ہین کہ مین نے امام محمد رح سے دریافت کیا کہ اگر کسی نے دوسرے کا دروازہ جسپر جاندار کی تصویرین کھدی ہوئی تھین جلا دیا تو فرمایا کہ میرے قول کے موافق بے نقش دروازہ کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر دروازہ کے مالک نے تصویرون کے سر کاٹ ڈالے ہون تو بمنزلہ تصویر درخت کے نقشی دروازے کی قیمت کا ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی اور اگر کسی نے ایسا کپڑا جسپر رنگ سے جاندار کی تصویرین بنی ہوئی تھین دھو دیا تو کپڑے کی قیمت اور فقط رنگ کی قیمت کا ضامن ہوگا تصویر کا اعتبار نہ کیا جائیگا اسواسطے کہ گھرون مین ایسی تصویرون کا رکھنا شرع مین حرام ہی یہ سراج الوہاج مین ہی - اور اگر چاندی کا ایسا برتن جسپر جاندار کی پوری تصویرین ہون تلف کر دیا تو اُسپر بے تصویر برتن کی قیمت واجب ہوگی اور اگر تصویرین جاندار کی بے سر ہون تو با تصویر برتن کی قیمت کا ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اگر مغنیہ باندی کو قتل کیا تو غیر مغنیہ باندی کی قیمت کا ضامن ہوگا لیکن اگر باعث مغنیہ ہونے کے قیمت مین نقصان آتا ہو تو یہ عیب قرار دیا جائیگا اور حق غاصب مین اُسکا اعتبار کیا جائیگا یہ سراج الوہاج مین ہی - قال المترجم المراد بقتل الجاریۃ انہ غصبہا ثم قتلہا حتی تحقق الغصب فتامل - اور اگر باندی خوش آواز ہو کر مغنیہ ہو تو

اُسکے تاوان قیمت میں خوش آوازی معتبر ہوگی۔ اور اگر کبوتر یا قمری خوش آوازی سے بولتی ہو تو اُسکی قیمت اُسکے اعتبار سے اندازہ کیجاوے گی۔ اور اگر کبوتر دور سے چلا آتا ہو تو قیمت لگانے میں اُسکا اعتبار نہ کیا جائیگا اور اگر ایسا گھوڑا ہو جس پر گھوڑ دوڑ میں آدمی سبقت لیجاتا ہو تو سبقت پر اُسکی قیمت لگائی جائیگی اور اگر کبوتر خوب اُڑتا ہو تو اُڑان پر اُسکی قیمت نہیں لگائی جائیگی اور اسیطرح جو چیز بلا تعلیم ہو اُسکا بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر لڑانے کا مینڈھا یا لڑائی کا مرغ تلف کر دیا تو اس صفت کے ساتھ اُسکی قیمت نہیں لگائی جائیگی اسواسطے کہ یہ صفت دونوں میں حرام ہے اُسکے مقابلہ میں کچھ قیمت نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر اخروٹ کے درخت میں چھوٹے چھوٹے تر و تازہ اخروٹ پھلے اور کسی شخص نے اُن پھلوں کو تلف کر دیا تو درخت کے نقصان کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ یہ پھل اگرچہ کچھ قیمت نہیں رکھتے اور نہ مال ہیں حتی کہ درخت پر ہونے کی صورت میں اُنکے تلف کرنے سے نقصان نہیں آتی ہے ولیکن درخت پر اُنکے تلف کرنے سے درخت میں نقصان پہنچ جاتا ہے پس لحاظ کیا جائیگا کہ ان پھلوں سمیت اس درخت کی کیا قیمت اُٹھتی تھی اور بدون اسکے کیا قیمت اُٹھتی ہے پس جسقدر دونوں قیمتوں میں فرق ہوا اسیقدر ضامن ہوگا اسیطرح اگر موسم بہار میں درخت پر کلیاں آئیں اور کسی شخص نے اسمیں ایسا نقصان کر دیا کہ اُسکی کلیاں جھڑ گئیں تو اسکا بھی یہی حکم ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر کسی درخت کی شاخ توڑ ڈالی اور شاخ کی قیمت قلیل ہے تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے پورے درخت کے نقصان کی ضمان لے لے اور وہ شاخ شکستہ توڑنیوالے کو دیدے یا بدون شاخ کے درخت کے نقصان کی ضمان لیکر شاخ شکستہ خود لے لے یہ ملتقط میں ہے زید نے عمرو کے باغ انگور کے درخت کاٹ ڈالے تو قیمت کا ضامن ہوگا اسلیئے کہ اُسنے غیر شئی تلف کیا ہے پھر قیمت پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ باغ انگور مع جمے ہوئے درختوں کے اندازہ کیا جاوے اور وہی باغ انگور درخت کٹا ہوا یعنے بدون درخت کے اندازہ کیا جاوے پس جسقدر دونوں قیمتوں میں فرق ہو وہی درختوں کی قیمت ہوگی پھر اسکے بعد مالک کو اختیار ہوگا چاہے کٹے ہوئے درخت زید کو دیکر اُس سے یہ قیمت لے لے یا کٹے ہوئے درخت خود لے لے پس قیمت میں سے ان درختوں کی قیمت منہا کر کے باقی قیمت لے لیگا۔ ایک شخص نے دوسرے کا گھر کا درخت بدون اُسکی اجازت کے قطع کر دیا تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے قطع کرنیوالے کو وہ درخت دیکر اُس سے لگے ہوئے درخت کی قیمت تاوان لے۔ اور اُسکی قیمت پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ گھر کی مع لگے ہوئے درخت کے قیمت اندازہ کیجاوے اور گھر کی بدون درخت کے قیمت اندازہ کیجاوے پس جسقدر دونوں قیمتوں میں فرق ہو وہی درخت قائم کی قیمت قرار پائی ہے یا درخت اپنے پاس رکھے اور اُس شخص سے بقدر نقصان درخت کے یعنی درخت قائم کو قطع کر دیا ہے اسقدر نقصان کی قیمت لے لے اسواسطے کہ اُسنے قیام درخت کو ضائع کر کے نقصان کیا ہے اور اس نقصان کے دریافت کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ جب تجکو طریقہ مذکورہ سابقہ سے درخت قائم کی قیمت دریافت ہو گئی تو پھر درخت مقطوعہ کی قیمت دریافت کر کے جسقدر دونوں میں فرق ہو وہی مقدار نقصان قیام ہے اور اگر غیر مقطوعہ یعنے قائم اور مقطوعہ کی قیمت برابر ہو تو وہ شخص کچھ ضامن نہوگا یہ کبرے میں ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کی زمین سے خشک درخت کاٹ کر تلف کر دیا تو اسپر حطب کی قیمت واجب ہوگی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک شخص ایک تنور پر آیا اور وہ تنور قصبہ سے گرم کیا گیا تھا پس اُسمیں پانی ڈال دیا تو اس تنور کے مسجور و غیر مسجور دونوں اعتبار سے قیمت دریافت کر کے جسقدر دونوں میں فرق ہو اسقدر ضامن ہوگا۔ اور واقعات ناطفی میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے تنور کا منھ کھول دیا یہاں تک کہ

تنور سرد ہوگیا تو اسپر اُسقدر لکڑیون کی قیمت واجب ہوگی جسقدر سے تنور گرم کیا گیا تھا اور ممکن ہے کہ یون کہا جاوے
کہ تنور سجور ایسا کہ بدون دوبارہ گرم کرنے کے اُس سے انتفاع حاصل کیا جاوے کتنے کو اجارہ لیا جائیگا پس
اسی قدر کا ضامن ہوگا یا دیکھا جائیگا کہ اُسکی اجرت مسجور ہونے کی اور غیر مسجور ہونے کی حالت مین کس کسقدر ہے
پس جسقدر دونون مین فرق ہو وہ مقدار ضمان ہوگی (یعنے اسقدر کا ضامن ہوگا ۱۲) کذا فی المحیط۔ ایک شخص نے دوسرے کے تنور کا منہ کھول
دیا یہان تک کہ وہ سرد ہوگیا تو اسپر اسقدر لکڑیون کی جس سے تنور گرم کیا گیا تھا قیمت واجب ہوگی اور امام
فخر الدین قاضی خان نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ تنور مسجور انتفاع حاصل کرنے کیواسطے قبل ازانکہ دوبارہ گرم کیا جاوے
جتنے کو اجارہ لیا جاوے اتنے مقدار کا ضامن ہوگا یا اُسکی اجرت حالت مسجور ہونے کی اور اجرت حالت غیر مسجور ہونے
کی دیکھکر جسقدر دونون اجرتون مین فرق ہو اُسقدر مقدار کا ضامن ہوگا کذا فی الملتقط۔ اگر کسی شخص نے دوسرے
کی قمیص اُدھیڑ ڈالی تو اُس قمیص کی سلی ہوئی اور بے سلی ہوئی کے اعتبار سے قیمت لگا کر بقدر فرق کے ضامن
ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر کوئی کنوان خاص ہو یعنے کسی خاص شخص یا قوم کا ہو اور اُس مین نجاست
ڈال دی تو کنوان تمام اُلچوانے کا ضامن نہ ہوگا مگر بقدر نقصان کے ضامن ہوگا اور اگر عام کنوان ہو تو حکم
دیا جائیگا کہ اسکو بالکل اُلچوادے کذا فی القنیہ قال المترجم شرح البحر یعنی کنوان تمام اُلچوانے سے یہ مراد ہے کہ موافق
مسئلہ مفتی بہا کے پاکی کا حکم دیا جاوے واللہ اعلم۔

پانچوان باب دو شخصون کے مال کو یا غیر کے مال کو اپنے مال کے ساتھ خلط کرنے یا بدون خلط کیے مختلط ہوجانے کے بیان مین

غاصب نے اگر مال مغصوب کو اپنے مال یا غیر کے مال کے ساتھ خلط کردیا تو اُسکی دو قسمین ہین خلط
مجاورت اور خلط مجاورت پھر خلط ممازجت کی دو قسمین ہین ایک یہ کہ تقسیم سے دونون مین تمیز ممکن نہ ہو اور دوسرے
یہ کہ اس طور سے تمیز ممکن ہو پس اگر ایسا خلط ہو کہ تقسیم سے تمیز ممکن نہ ہو جیسے روغن بادام کو روغن (یعنی تل کا تیل ۱۲) کے ساتھ
خلط کیا یا آرد گندم کو آرد جو مین ملا دیا تو ملانے والا ضامن ہوگا اور بالاجماع موجود مخلوط سے مالک کا حق منقطع ہوجائیگا
اور اگر تقسیم سے تمیز ممکن ہو جیسے ایک جنس کو اُسی جنس مین ملایا مثلاً گیہون کو گیہون مین یا دودھ کو دودھ مین ملایا
تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہے اور صاحبین کے نزدیک مالک کو اختیار ہوگا چاہے غاصب سے اپنے حق کے
مثل ضمان لے یا اس مخلوط مین شریک ہوجاوے پس موافق اپنے حق کے باہم تقسیم کرلینگے۔ اور خلط مجاورت
کی بھی دو قسمین ہین ایک یہ کہ بلا کلفت ومشقت جدا کرنا ممکن ہو اور دوسری یہ کہ مشقت وکلفت کے ساتھ علیحدہ
کرنا ممکن ہو پس اگر ایسی صورت ہو کہ بلا کلفت ومشقت جدا کرنا ممکن ہو جیسے درم ودینار کا خلط کیا یا دراہم
سپید کو سیاہ کے ساتھ مخلوط کیا تو ملانے والا ضامن نہوگا اور مالک کو جدا کرکے دیا جائیگا اور اگر تکلیف ومشقت سے
تمیز ممکن ہو جیسے گیہون وجو کے خلط مین ہے تو کتاب مین مذکور ہے کہ غاصب سے ضمان لیگا اور مالک کو خیار حاصل
ہونا صریح مذکور نہین ہے مگر مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ مالک کو خیار حاصل ہوگا چاہے شرکت کرے
جیسا صاحبین کا قول ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک تاوان ہی لیگا شریک نہو جائیگا اسواسطے کہ گیہون دانہائے جو
سے خالی نہین ہوتے ہین پس گویا اُسنے جنس کو جنس مین خلط کیا ہے پس امام کے نزدیک مالک کا حق منقطع ہوگا اور غاصب
اُسکا مالک ہوجائیگا۔ اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ بالاتفاق سب کے نزدیک مالک کو خیار حاصل ہوگا اور بعض نے

فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ بالاتفاق سب کے نزدیک اُسکے ساتھ مخلوط میں شریک نہ ہوگا۔ اور اگر غاصب ایک شخص زید کے گیہوں و عمرو کے جو باہم خلط کرکے غائب ہو گیا پس اگر زید و عمرو نے باہم صلح کر لی کہ اس مخلوط کو ایک شخص ہم دونوں میں سے لیکر دوسرے کو اُسکی ناپ کے مثل جنس یا اُسکی قیمت ضمان دیدے تو جائز ہے اسواسطے کہ مخلوط موجود دونوں میں مشترک ہے اور مخلوط مشترک میں سے اگر ایک شریک اپنا حصہ دوسرے شریک کے ہاتھ فروخت کرے تو جائز ہے۔ اور اگر دونوں نے صلح نہ کی تو دونوں اُسکو فروخت کریں اور ثمن کو باہم اس طرح تقسیم کریں کہ زید جو ملے ہوئے گیہوں کی قیمت کے حساب سے شریک کیا جائیگا اور عمرو گیہوں ملے ہوئے جو کی قیمت کے حساب سے شریک نہ کیا جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ منتقی میں بروایت ہشام رح امام محمد رح سے مروی ہے کہ اگر زید کے پاس ستو اور عمرو کے پاس روغن یا زیتون کا تیل ہے اور بکر نے دونوں آدمیوں کے مضبوط باندھ کر عمرو کا روغن یا تیل زید کے ستوؤں میں ملایا تو زید مثل روغن یا روغن زیتون کے عمرو کو تاوان دیگا یعنی اُسکے روغن یا تیل کے برابر ناپ کر تاوان دیگا یہ محیط میں ہے۔ اگر بدون کسی شخص کے ملانے کے ایک شخص کا تورہ دوسرے کے آدگندم میں ملگیا تو مخلوط فروخت کرکے اُسکے ثمن میں ہر ایک اپنے مال کی قیمت ملی ہوئی کے حساب سے شریک کیا جائیگا کیونکہ یہ نقصان کسی شخص کے فعل سے نہیں ہوا ہے پس کوئی شخص بہ نسبت دوسرے کے ضامن ہونے میں مرجح نہیں ہو سکتا ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اگر ردی چیز کو کھری چیز میں ملا دیا تو کھری کے مثل ضامن ہوگا اور اگر ردی قلیل ہو تو جسقدر ملائی ہے اُسکے حساب سے دونوں شریک ہونگے اور قدوری میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کے اناج میں پانی ڈال کر اُسکو بگاڑ دیا اور اسکا اندازہ بڑھ گیا یعنی کیل میں زیادتی ہو گئی تو اناج والے کو اختیار ہوگا کہ تیل یا پانی ملانے سے جو کچھ اُسکی قیمت گھٹی اُسقدر تاوان لے اور یہ اختیار نہ ہوگا کہ اپنے اناج کے مثل تاوان لے اسی طرح اگر روغن یا روغن زیتون میں پانی ڈال دیا تو بھی یہی حکم ہے اسواسطے کہ بھیگے ہوئے اناج کا یا جس تیل میں پانی ملا دیا ہے اُسکا کچھ مثل نہیں ہے پس قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ نہیں جائز ہو سکتا ہے کہ پانی ملانے سے پہلے جو کچھ مقدار پیمانہ کے حساب سے اناج یا روغن کی تھی اسقدر ضمان لے اسواسطے کہ غاصب کی طرف سے قبل اُسکے غصب متحقق نہیں ہوا تھا ہاں اگر اُسنے پہلے غصب کرکے پھر پانی ڈال دیا ہو تو اُسپر اُسکے مثل واجب ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے کھرے درم اور زیوف درم ایک میں ملا دیے پس اگر یہ امر معلوم ہو جاوے کہ کھروں میں کھوٹے اور کھوٹوں میں کھرے درم تھے تو ملانے والا ضامن ہوگا اسواسطے کہ درحقیقت تمیز کرنا متعذر ہے اور اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ کھروں میں کوئی کھوٹا نہ تھا اور نہ کھوٹوں میں کھرا تھا تو ضامن نہوگا اسواسطے کہ کھرے و کھوٹے کو الگ کر لینا ممکن ہے پس خلط سے استہلاک نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص کے ہاتھ میں کچھ درم تھے وہ انکو دیکھ رہا تھا کہ اسمیں سے کچھ درم کسی شخص کے درموں میں گر کر مخلوط ہو گئے تو جسکے ہاتھ سے درم گرے ہیں وہ غاصب و ضامن ہوگا اور یہ فعل اُسکی طرف سے جرم قرار دیا جائیگا اگرچہ اُسنے عمداً نہیں کیا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر کسی شخص کا ترنج دوسرے کے شیشے میں گھس گیا تو دیکھا جائیگا کہ کسکی زیادہ قیمت ہے پس زیادہ قیمت والے کو حکم دیا جائیگا کہ دوسرے کو اُسکے مال کی قیمت ادا کرے اور اگر کسی شخص نے ایک شخص کا ترنج دوسرے کے شیشے میں داخل کر دیا تو ہر ایک مالک کو اُسکے

مال کی قیمت ادا کریگا اور کسی مالک کو کچھ اختیار نہ ہوگا کیونکہ اُسنے دونون کا مال تلف کر دیا ہی پھر وہ ترنج مع قارورہ
اُسکا ہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر اونٹ کسی شخص کا موتی نگل گیا اور موتی بیش قیمت ہی یعنے اونٹ سے زیادہ قیمت
کا ہی تو موتی کے مالک کو اختیار ہوگا کہ اونٹ والے کو اونٹ کی قیمت دیدے اور اگر موتی کی قیمت یون ہی خفیف ہو
(یعنی ایک درم یا اُس سے کم ہو) تو اونٹ کے مالک پر کچھ واجب نہوگا۔ ایک شخص دوسرے کا موتی نگل گیا اور مر گیا تو موتی کی
ضمان اُسکے ترکہ مین سے دیجائیگی اگر اُسنے ترکہ چھوڑا ہو اور اگر کچھ مال نہ چھوڑا تو موتی کے واسطے اُسکا پیٹ چاک نکیا جائیگا
اور اگر موتی نگل جانے کے بعد زندہ موجود ہو تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اسقدر انتظار نہ کیا جائیگا کہ اُسکے پیٹ سے
باہر نکلے۔ اور اگر زید کے ملک مین ایک کدو کا درخت اُگا اور اُسکا پھل عمرو کے مٹکے مین لٹکا اور مٹکے کے اندر بڑا
ہو گیا حتے کہ بدون مٹکا توڑے نکل نہین سکتا ہی تو یہ صورت بمنزلہ ایسی صورت کے ہی کہ کسی کی مرغی دوسرے کا
موتی نگل گئی پس دیکھا جائیگا کہ دونون مالون مین سے کس مال کی زیادہ قیمت ہی پس زیادہ قیمت والے سے کہا جائیگا
کہ تیرا جی چاہے دوسرے کو اُسکے مال کی قیمت دیدے اور وہ مال تیرا ہو جائیگا اور اگر اُسنے انکار کیا تو وہ مٹکا یون
ہی فروخت کیا جائیگا اور اُسکی بیع دونون پر نافذ ہوگی پھر اُسکے ثمن مین دونون اپنے حق کے موافق حصہ دار ہو جاوینگے
یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر کرایہ کے مکان مین کرایہ دار کا کوئی مٹکا ایسا ہو کہ بدون کسی قدر دیوار توڑے
اُسکا نکالنا ممکن نہو تو دونون چیزون پر لحاظ کیا جائیگا کہ جسقدر دیوار ٹوٹتی ہی وہ زیادہ قیمت کی ہی یا مٹکا کذا فی المحیط۔
اور اگر درم یا موتی کسی شخص کی دوات مین گھس گیا اور اب بدون دوات توڑے وہ نہین نکلتا ہی پس اگر موتی یا درم
بہ نسبت دوات کے زیادہ قیمت کا ہی اور دوات کے مالک کی حرکت سے اُسمین گھس گیا ہی تو دوات توڑی جاویگی اور
جسکا موتی یا درم ہی اُسپر کچھ تاوان لازم نہوگا اور اگر موتی یا درم کے مالک کے فعل سے یا بدون اُسکے فعل کے گھس گیا
ہی تو بھی دوات توڑی جاویگی اور موتی یا درم کا مالک دوات کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر وہ چاہے تو صبر کرے
یہانتک کہ دوات خود ہی ٹوٹے یہ جوہرہ نیرہ مین ہی اور اگر کسی شخص کے چوپایہ نے دوسرے کی ہانڈی مین (جو بہ نسبت
چوپایہ کے کم قیمت ہی) سر ڈالدیا اور اب بدون ہانڈی توڑے اُسکا سر نہین نکلتا ہی تو چوپایہ کا مالک مختار ہی کہ
دوسرے کو اُسکی ہانڈی کی قیمت ادا کرکے ہانڈی کا مالک ہو جاوے اور اُسکے نظائر بہت ہین کہ زیادہ قیمت کے
مال والے کو اختیار ہی کہ کم قیمت کے مال والے کو قیمت ادا کرکے اُسکا مالک ہو جاوے اور اگر دونون کی قیمت برابر
ہو تو دونون چیزین فروخت کیجاوینگی اور بیع اُن دونون پر نافذ ہوگی اور دونون اُسکا ثمن باہم تقسیم کرینگے ۔۔ امام
ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ زید کا موتی عمرو کے آٹے کے ڈھیر مین گر پڑا تو فرمایا کہ اگر آٹے کے لوٹ پوٹ کرنے مین ضرر
ہو تو مین اُسکو لوٹ پوٹ کرنے کا حکم نہ دونگا اور موتی کا مالک منتظر رہیگا یہانتک کہ ایک سرے سے آٹا ایکبار بعد
دوسری بار کے فروخت ہوتا جاوے اور اگر لوٹ پوٹ کرنے مین ضرر نہو تو حکم دونگا کہ لوٹ پوٹ کرکے تلاش کرلے
اور شیخ بشر رح نے (جو امام ابو یوسف کے شاگرد و راوی ہین) فرمایا کہ وہی لوٹ پوٹ کریگا جو موتی تلاش کرتا ہی
یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کے پاس ایک اونٹ کا بچہ ودیعت رکھا اور مستودع نے
اُسکو اپنے گھر مین داخل کر لیا یہانتک کہ وہ رہتے رہتے بڑا ہو گیا پھر یہ نوبت پہونچی کہ بدون دروازہ اُکھاڑے وہ
نکل نہین سکتا ہی تو مودع کو اختیار ہوگا چاہے اپنی ذات سے ضرر دور کرنے کی غرض سے مودع کو اُسکی قیمت

اس روز کی قیمت کے حساب سے جسدن وہ ایسا ہو گیا تھا کہ نکل نہیں سکتا تھا دیدے یا اپنا دروازہ اُکھاڑ کر مودع کو اُسکا اونٹ کا بچہ واپس کرے اور شیخ صدر الشہید رحمہ اللہ نے اپنے واقعات میں فرمایا کہ اس مسئلہ میں جو حکم مذکور ہی اُسکی اسطرح تاویل کرنی واجب ہی کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب گھر میں سے جسقدر منہدم کرنا پڑتا ہی اُسکی قیمت اونٹ کے بچہ کی قیمت سے زائد ہو اور اگر اونٹ کے بچہ کی قیمت اُس سے زائد ہو اور مستودع نے اونٹ کا بچہ نکالنے کے واسطے دروازہ اُکھاڑنے سے انکار کیا تو واجب ہی کہ شتر بچہ کے مالک کو حکم دیا جاوے کہ گھر سے جسقدر منہدم ہوتا ہی اُسکی قیمت مستودع کو دیکر شتر بچہ کو باہر نکال لے اور کتاب المحیط میں ہی کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ مستودع نے اپنے گھر میں ودیعت کا شتر بچہ داخل کر لیا ہو اور اگر کوئی گھر مستہدم تھا لیکن اُسمیں شتر بچہ داخل کیا ہو یہانتک کہ وہ بڑا ہو گیا اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو شتر بچہ کے مالک سے کہا جائیگا کہ اگر تو اپنے شتر بچہ کو نکال سکے تو نکال لے ورنہ اُسکو ذبح کر کے ٹکڑے کر کے نکال لے اور اگر ودیعت میں کچھ پاگلہ ہوا ہو پس اگر دروازہ گرانے کا ضرر نقصان فاحش ہو تو بھی یہی حکم ہو گا اور اگر یسیر قلیل ہو تو مالک کو اختیار ہو گا کہ دروازہ سے نکال لے اور جو کچھ نقصان دروازہ میں آوے اُسکا تاوان دیدے اور یہ ایک طرح کا استحسان ہی یہ محیط میں ہی اور واقعات ناطفی میں ہی کہ دو شخصوں میں سے ہر ایک کے پاس شلجہ ہی اُنمیں سے ایک شخص نے دوسرے کے شلجہ میں سے کچھ برف لیکر اپنے شلجہ میں ڈال لیا تو اُسکی دو صورتیں ہیں یا تو جسکے شلجہ سے برف لیا ہی اُسنے کوئی ایسی جگہ بنائی تھی جسمیں بدون جمع کیے ہوے برف جمع ہو جاتا تھا یا ایسی جگہ تھی جسمیں اُسکو برف جمع کرنے کی حاجت پڑتی تھی پس اول صورت میں اُس شخص کو جسکے شلجہ سے برف لیا ہی اختیار ہو گا کہ لینے والے کے شلجہ سے اپنا برف اگر جدا ہو تو لے لیوے اور اگر دوسرے برف سے مخلوط کر دیا ہو تو جسدن مخلوط کیا ہی اُسدن کے حساب سے اُسکی قیمت لے لے اور دوسری صورت میں مسئلہ دو قسم پر ہی ایک یہ کہ لینے والے نے اُس شخص کے شلجہ میں سے نہیں لیا بلکہ اُسکی حد میں سے لے لیا اور دوسرے یہ کہ اُسکے شلجہ میں سے لے لیا پس پہلی قسم میں وہ برف اُسی کا ہی جسنے اُسکو لے لیا اور دوسری قسم میں حکم صورت اول کے مانند ہو گا یہ تاتارخانیہ میں ہی۔ اور اگر کسی شخص نے اپنا مال دوسرے کے مال میں مخلوط کر دیا تو ضامن ہو گا مگر غلام ماذون قرضدار نے جسکو اُسکے مولی نے ہزار درم اپنے واسطے اسباب خریدنے کے لیے دیے تھے اور اُسنے اپنے درموں میں خلط کر کے سب درموں سے کوئی اسباب خریدا تو یہ اسباب اُسکے و اُسکے مولی کے درمیان مشترک ہو گا اسکو ابن سماعہ نے امام محمد رح سے ذکر کیا ہی۔ اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر زید نے عمرو کو دو درم دیے اور بکر نے اسکو ایک درم دیا اور دونوں نے اسکو خلط کرنے کی واسطے حکم دیدیا اور اُسنے تینوں درم خلط کر دیے پھر اُنمیں ایک درم ستوق پایا تو اس باب میں کہ یہ درم زید کا ہی یا بکر کا ہی عمرو امین کا قول قبول ہو گا اور اگر عمرو امین نے کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ یہ کس کا ہی تو میں امین سے اسکی ضمان لونگا اگرچہ امین نے اسکو دونوں کی اجازت سے خلط کیا ہی یہ محیط سرخسی میں ہی۔

چھٹا باب غاصب سے مال مغصوب کے استرداد کے جن صورتوں میں غاصب ضمان سے بری ہوتا ہی اور جنمیں نہیں بری ہوتا ہی اُنکے بیان میں۔ شیخ کرخی رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اگر مغصوب منہ نے مال مغصوب میں ایسی بات کی جس سے غاصب قرار دیا جاتا ہی پس اگر یہ بات ملک غیر میں واقع ہوئی تو غصب کا پھیر لینے والا قرار دیا جائیگا اور اس سے غاصب ضمان سے بری ہو جائیگا اور اسکی یہ صورت ہی کہ مثلاً مغصوب منہ نے خدمت کی اسواسطے کہ محل

دلیل سقوط ضمان ۱۲

پہ اپنا قبضہ مقرر کرنا غصب ہی پس جب اُسنے ایسی بات کی کہ جس سے غاصب ہوجاتا ہی تو مملوک پر اُسنے اپنا قبضہ قائم
کیا اور مالک کا قبضہ قائم ہونا غاصب سے ضمان ساقط ہونے کا موجب ہی خواہ مالک اُسکو پہچانے یا نہ پہچانے اسلیے
کہ حکم تو سبب پر مبنی ہوتا ہی نہ علم پر اور ایسی حالت مین غاصب پہلے غصب کی وجہ سے غاصب نہ رہیگا ان اگر
پھر از سر نو کوئی غصب کا فعل کرے تو غاصب ہوگا اسی طرح اگر غاصب نے غصب کیا ہوا کپڑا مالک کو پہنایا اور
اُسنے پہن لیا حتے کہ پھٹ گیا تو بھی یہی حکم ہی خواہ مالک اُسکو پہچانے یا نہ پہچانے اور اسی طرح اگر مالک نے وہ کپڑا
فروخت کیا یا اسکو ہبہ کردیا یہانتک کہ اُسنے پہن لیا اور پھٹ گیا تو بھی یہی حکم ہی اسی طرح اگر غاصب نے
اناج غصب کرکے مالک کو کھانے کو دیا اور اُسنے کھایا تو بھی یہی حکم ہی خواہ مالک نے اُسکو جانتا ہو یا نجانتا ہو اسیطرح
اگر مالک خود غاصب کے گھر مین آیا اور وہی اناج جو غاصب نے غصب کیا تھا خود کھا لیا خواہ پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو تو
بھی یہی حکم ہی غاصب ضمان سے بری ہوجائیگا اور اگر غاصب نے آٹے کی روٹیان پکا کر یا گوشت کو بھونکر پھر
مالک کو کھلا دیا تو ضمان سے بری نہوگا اسواسطے کہ مالک نے مال مغصوب پر اس صورت مین اپنا قبضہ ثابت نہین
کیا۔ اور اگر مغصوبہ باندی غاصب کے پاس ایک آنکھ سے معذور ہوگئی یا اُسکا دانت گر گیا پھر غاصب نے مالک
کو واپس کر دی پھر مالک کے پاس اُسکی آنکھ کا عذر زائل ہوگیا یا دانت جم آیا تو اُسکی ضمان سے غاصب بری ہوجائیگا
یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر کوئی غلام غصب کیا پھر اُسکی آنکھ مین پھلی پڑ گئی پھر غاصب نے مالک کو واپس دیا اور مالک
نے اس نقصان کا جرمانہ لے لیا پھر مالک نے اُسکو فروخت کیا اور مشتری کے پاس اُسکی آنکھ صاف ہوگئی تو جسقدر
مالک نے آنکھ کے نقصان کا جرمانہ غاصب سے لیا ہی اسکو غاصب واپس لیگا اسواسطے کہ جرم کا اثر زائل ہوگیا
یہ ظہیریہ مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کا دار غصب کیا پھر مالک سے اُسکو کرایہ لیا حالانکہ وہ دار دونون کے حضور
مین نہین ہی تو ضمان سے بری نہوگا اور اگر غاصب اسمین رہتا ہو یا اسمین رہنے پر قادر ہو تو ضمان سے بری ہوجائیگا
کیونکہ اُسپر کرایہ واجب ہوگیا یہ وجیز کردری مین ہی۔ اور اگر زید نے عمرو کے غصب کیے ہوئے غلام کو عمرو سے اپنی کوئی
دیوار معلوم بنانے کیواسطے اجارہ پر لیا تو جبتک وہ غلام دیوار کا کام شروع نہ کرے تب تک اُسکی ضمان مین رہیگا
پھر جب دیوار کا کام شروع کریگا تب سے غاصب ضمان سے بری ہوجائیگا اسی طرح اگر مالک سے خدمت کیواسطے
اجارہ لیا ہو تو بھی یہی حکم ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ امام محمد رح نے جامع مین فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے
کا غلام غصب کیا پھر مالک سے اسکو اجارہ پر لیا تو صحیح ہی اور مستاجر فقط عقد ہی سے اُسپر قابض قرار دیا جائیگا اور ضمان
غصب سے بری ہوجائیگا اسواسطے کہ قبضہ غصب قبضۂ اجارہ کا نائب ہوگا اسلیے کہ جب قبضہ غصب قبضہ خرید کا نائب
ہوتا ہی تو بدرجہ اولی قبضہ اجارہ کا نائب ہوگا پس جب فقط عقد ہی سے بطریق اجارہ قابض قرار دیا گیا تو وہ غاصب نہ رہیگا
بلکہ امین ہوجائیگا اور ضمان مرتفع ہوجائیگی اور پھر ضمان عود نہ کریگی مگر جبکہ دوبارہ کوئی تعدی کرے (یعنے پھر کوئی فعل
موجب ضمان صادر ہو) پس اگر مدت اجارہ مین غلام مر گیا تو امانت مین مرا اور جسقدر مدت گذری ہو اُسکی اجرت
غاصب پر واجب ہوگی اور باقی ساقط ہوجائیگی پھر اگر اجارہ کی مدت گذر گئی اور غلام زندہ موجود ہی تو ضمان نہ عود
نہ کریگی یعنے مال مضمون نہوجائیگا۔ اور منتقی مین ہی کہ اگر کسی شخص سے غلام غصب کرکے پھر اُس سے کسی کام
کیواسطے اجارہ لیا تو جسوقت غلام اُس کام کو شروع کریگا اُسوقت غاصب ضمان سے بری ہوجائیگا اسواسطے کہ غاصب

پر اجرت واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر مال مغصوب کو مالک نے غاصب کو عاریت دیا تو غاصب فقط اتنے سے
بری نہو جائیگا حتی کہ اگر قبل استعمال کے وہ مال تلف ہوگیا تو غاصب پر اُسکی ضمان واجب ہوگی ۔ اور اگر مالک نے
غاصب سے کہا کہ مین نے مال مغصوب تیری ودیعت مین دیا پھر وہ مال غاصب کے پاس تلف ہوگیا تو غاصب
ضامن ہوگا اسواسطے کہ ضمان سے بری کرنا صریحًا نہین پایا گیا اور عقد ودیعت وحکم بحفاظت دونون ضمان غصب
کے منافی نہین ہین یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ واضح ہو کہ مغصوب منہ نے اگر مغصوبہ باندی کا نکاح کر دیا تو امام
ابو یوسف کے قیاس پر غاصب فی الحال ضمان سے بری ہوجائیگا اور امام اعظم رح کے نزدیک نہین بری ہوگا اور یہ
اختلاف فرع اختلاف بیع ہے آیا نکاح کرنے سے مالک قابض ہوجائیگا یا نہین ۔ اور اگر اُسکے شوہر نے اُس سے وطی کرلی
تو بالاجماع غاصب بری ہوجائیگا یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور اگر مغصوب منہ نے مغصوب کو کوئی کام سکھلانے
کیواسطے غاصب کو اجیر مقرر کیا تو جائز ہے گر وہ غاصب کے پاس اسی طرح مضمون رہیگا کہ اگر یہ کام سیکھنا شروع
کرنے سے پہلے یا بعد مرگیا تو غاصب ضامن ہوگا اسی طرح اگر غاصب کو مغصوب کپڑے کے دھونے کیواسطے اجیر
مقرر کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کے گیہون غصب کرکے پھر عمرو کو دیے کہ میرے واسطے انکو
پیس دے اُسنے پیسے پھر اسکو معلوم ہوا کہ یہ وہی میرے گیہون ہین تو اسکو اختیار ہوگا کہ آٹا سب واپ رکھے
اسی طرح اگر عمرو کا سوت غصب کرکے پھر عمرو کو دیکر کہا کہ میرے واسطے اُسکا کپڑا بُن دے پھر عمرو کو معلوم ہوا کہ
میرا سوت ہے تو بھی یہی حکم ہے۔ اسیطرح اگر زید نے عمرو کا جانور غصب کیا اور عمرو مرگیا اور اُسکا وارث زید سے
پاس آیا اور وہ جانور عاریت مانگا اور زید نے دیدیا اور وہ وارث کے پاس مرگیا تو زید اُسکے تاوان سے بری ہوجائیگا
یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ غاصب نے اگر مال مغصوب کو بحکم قاضی فروخت کیا تو ضمان سے بری ہوجائیگا جیسے بحکم مالک
فروخت کرنے مین بری ہوتا ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر مالک نے غاصب کو حکم دیا کہ غلام مغصوب فروخت کرے تو
صحیح ہے اور غاصب وکیل قرار دیا جائیگا مگر فقط حکم دینے سے غاصب ضمان سے بری نہوگا اور نہ فقط بیع کر دینے سے بری
ہوگا حتی کہ اگر بعد بیع کے مشتری کو سپرد کرنے سے پہلے وہ غلام مرگیا تو بیع ٹوٹ جاویگی اور غاصب اسکی قیمت کا
ضامن ہوگا اسیطرح اگر مغصوب منہ نے مال مغصوب خود ہی فروخت کیا تو مشتری کو سپرد کرنے سے پہلے غاصب
اسکی ضمان سے بری نہوگا پھر واضح ہو کہ اگر غاصب نے مغصوب منہ کے حکم سے مال مغصوب فروخت کردیا پھر مشتری
نے بسبب عیب کے غاصب کو واپس کیا پس اگر قبضہ سے پہلے واپس کیا ہو تو بحالہ غاصب کے پاس مضمون رہیگا اور اگر بعد
قبضہ کے واپس کیا تو غاصب کے ہاتھ مین مضمون ہوکر نہ رہیگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر مالک نے غاصب کو حکم دیا کہ غصب
کی ہوئی بکری کو قربانی کر دے تو قربانی کر دینے سے پہلے غاصب اُسکی ضمان سے بری نہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ اگر
غاصب نے مغصوب منہ کو مال مغصوب واپس کیا تو کتاب مین حکم مطلق مذکور ہے کہ ضمان سے بری ہوجائیگا اور امام
خواہر زادہ نے کتاب الاقرار مین فرمایا کہ حاصل مسئلہ کی چند صورتین ہین اگر مغصوب منہ بالغ ہو تو وہی حکم ہے جو کتاب مین مذکور
ہے اور اگر نابالغ ہو پس اگر ماذون التجارۃ ہو تو بھی وہی حکم ہے اور اگر محجور ہو پس اگر قبضہ وحفاظت کو نہ سمجھتا ہو اور غاصب
نے وہ مال اُس سے غصب کرنے اور اپنی جگہ سے تحویل کرنے کے بعد اسکو واپس کیا تو بری نہوگا اور اگر اپنی جگہ سے
تحویل کرنے سے پہلے اسکو واپس کیا تو استحسانًا بری ہوجائیگا اور اگر نابالغ محجور ایسا ہو کہ قبضہ حفاظت کو سمجھتا ہو

تو اسمین مشائخ کا اختلاف ہے اور فتاوے فضلی مین لکھا ہے کہ اگر نابالغ لینا و دینا سمجھتا ہو تو غاصب ضمان سے بری ہو جائیگا اور کچھ اختلاف ذکر نہین کیا اور اگر نہ سمجھتا ہو تو بری نہوگا اور کچھ تفصیل ذکر نہین فرمائی اور یہی فتاوے فضلی مین لکھا ہے کہ اگر مال مغصوب درہم ہون اور غاصب نے انکو تلف کر دیا پھر اُنکے مثل نابالغ کو واپس دیے اور وہ نابالغ عاقل ہے پس اگر وہ نابالغ عاقل ماذون ہو تو غاصب بری ہو جائیگا اور اگر محجور ہو تو بری نہ ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر جانور کی پیٹھ پر سے زین غصب کر کے پھر اُسکی پیٹھ پر لوٹا دی تو ضمان سے بری نہ ہوگا یہ وجیز کردری مین ہے۔ ایک شخص نے ایندھن کی لکڑی غصب کر کے پھر مغصوب منہ کو اپنی ہانڈیان پکانے کے واسطے مزدور کیا اور اُسنے ہانڈیون کے نیچے وہین لکڑیان جلائین اور یہ نجانا کہ یہ وہی لکڑیان ہین تو مشائخ نے فرمایا کہ اسکی کوئی روایت نہین ہے اور صحیح یہ حکم ہے کہ غاصب ضمان سے بری ہو جائیگا یہ جواہر اخلاطی مین ہے۔ زید کا عمرو پر قرضہ آتا ہے زید نے عمرو کے مال سے بقدر اپنے حق کے لے لیا تو صدر الشہید رح نے فرمایا کہ مختار یہ ہے کہ زید غاصب نہ ہوگا اسلیے کہ اُسنے باجازت شرع لیا ہے لیکن اُس سے مضمون علیہ ہو جائیگا اور یہ اسواسطے کہ یہ ادائے قرض کا طریقہ ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص کا دوسرے پر قرضہ آتا ہے پھر ایک شخص غیر نے مقروض کے مال سے لیکر قرضخواہ کو دیدیا تو مشائخ نے اختلاف کیا ہے شیخ نصیر بن یحیی نے فرمایا کہ یہ مال قرضہ کا قصاص ہو جائیگا یعنی ادلا بدلا ہو جائیگا اسواسطے کہ جسنے لیکر دیا ہے وہ بمنزلہ قرضخواہ کے وصول کرنے کے مددگار کے ہو گیا اور فتوی اسی قول پر ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ ایک شخص نے سوتے ہوے آدمی کی انگوٹھی اُتار لی اور پھر سوتے ہی مین اُسکو پہنا دی تو بری ہو جائیگا اور اگر وہ جاگا پھر سو گیا پھر دوسری نیند مین اُسنے اُسکو پہنا دی تو بری نہوگا کیونکہ پہلی صورت مین سونے کو واپس دینا واجب ہوا تھا اور وہ پایا گیا اور دوسری صورت مین جاگتے کو واپس دینا واجب ہوا تھا اور یہ نہ پایا گیا اور حاصل یہ ہے کہ سوتے آدمی کی انگلی مین انگوٹھی یا پانون مین موزہ یا سر پر ٹوپی واپس کرنے مین امام ابو یوسف ضمان سے بری ہونے کیواسطے اتحاد نوم یعنی نیند کا متحد ہونا اعتبار کرتے ہین جیسا کہ اس مقام پر مذکور ہے اور امام محمد رح کے نزدیک مجلس کا متحد ہونا معتبر ہے حتی کہ اگر اُسنے اسی مجلس مین جہان سے چیز اُتاری تھی وہین پہنا دی تو تاوان سے بری ہو جائیگا اگرچہ نیند مین واپس دی ہو پس اگر اُسکی جگہ سے تحویل پائی گئی اور اُسکی انگلی چاہے کوئی اُنگلی ہو یا پانون مین دوبارہ پہنا دی تو ضمان ساقط ہو جائیگی اور اگر اپنی جگہ سے تحویل پائی گئی پھر اُسی نیند مین یا دوسری نیند مین دوبارہ پہنا دی تو بری نہ ہوگا جبتک کہ اسکو جاگنے مین واپس نہ کرے یہ وجیز کردری مین ہے۔ اگر دوسرے شخص کا کپڑا اسکی غیبت مین بدون اُسکی اجازت کے پہن لیا پھر اُتار کر اُسکی جگہ پر رکھدیا تو ضمان سے بری نہوگا اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت مین ہے کہ وہ کپڑا اسطرح پہنا ہو جسطرح اُسکے پہننے کی عادت جاری ہے اور اگر قمیص تھی اور اسکو اپنے کاندھے پر ڈال لیا پھر اُتار کر اُسکی جگہ پر رکھدیا تو بالاتفاق ضامن نہوگا۔ اور منتقی مین ابن سماعہ کی روایت سے امام محمد رح سے مروی ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کے گھر سے اُسکا کپڑا بدون اُسکی اجازت کے لے لیا اور پہنا پھر اُسکو اُسکے گھر مین جہان سے لیا تھا رکھدیا اور وہ تلف ہو گیا تو استحساناً اُس شخص پر ضمان نہین ہے اسیطرح اگر دوسرے کا جانور اُسکے تھان پر سے جہان چارہ پاتا ہے بدون مالک کی اجازت کے لے لیا پھر اُسکو اُسکی جگہ پر واپس پہونچا دیا تو استحساناً ضامن نہوگا اور اگر کسی شخص کے ہاتھ سے اُسکا جانور براہ غصب لے لیا پھر اُسکو واپس کرنے کو لایا مگر مالک یا خادم کو نہ پایا اور جانور کو اُسکے تھان پر باندھدیا

تو وہ شخص ضامن ہوگا اسکو شمس الائمہ سرخسی نے شرح کتاب العاریہ میں صریح بیان فرمایا ہی یہ ذخیرہ میں ہی - اگر ایک
شخص کی تھیلی میں ہزار درم ہوں اور ایک شخص نے اُس تھیلی میں سے آدھے درم نکال لیے پھر چند روز بعد جسقدر نکالے
تھے واپس لاکر اُسی تھیلی میں رکھدیے تو یہ شخص فقط اُسی قدر درموں کا ضامن ہوگا جتنے اُسنے نکال کر واپس لاکر تھیلی
میں رکھے ہیں دوسرے درموں کا ضامن نہوگا اور تھیلی میں واپس لاکر رکھنے سے ضمان سے بری نہ ہوگا یہ وجیز کردری
میں ہی - اگر غاصب مال مغصوب کو لایا اور مالک کی گود میں رکھدیا حالانکہ مالک کو معلوم نہ ہوا کہ یہ میری ملک ہی پھر ایک
شخص نے آکر اُسکو اُٹھا لیا تو صحیح یہ ہی کہ غاصب بری ہوجائیگا کذا فی محیط السرخسی اور اگر مال مغصوب کو تلف کرکے بلا
حکم قاضی مالک کو قیمت دینی چاہی اور مالک نے قبول نہ کی اور غاصب اُسکے سامنے رکھ گیا تو ضمان سے بری نہ ہوگا
لیکن اگر مالک کے ہاتھ یا گود میں رکھ جاوے تو بری ہوجائیگا یہ وجیز کردری میں ہی - اور اگر غاصب نے مغصوب مال
کسی ایک وارث مغصوب منہ کو واپس دیا تو دوسرے وارثوں کے حصہ سے بری نہوگا بشرطیکہ یہ واپس کرنا بدون حکم
قاضی ہو یہ سراجیہ میں ہی - غاصب نے مال مغصوب مالک کو واپس دیا مگر اُسنے قبول نہ لیا اور غاصب اُسکو اپنے گھر
واپس لے گیا پس اگر اُسنے مالک کے پاس رکھا نہ تھا اور وہ غاصب کے پاس تلف ہوگیا تو ضامن ہوگا اور اپنے گھر واپس
لیجانے سے غصب جدید ثابت نہ ہوگا جبکہ اُسنے مالک کے پاس نہ رکھدیا ہو - اور اگر مالک کے پاس اسطرح رکھدیا ہو کہ مالک
کا قبضہ اُس چیز تک پہونچتا ہو پھر غاصب اسکو دوبارہ اپنے گھر اُٹھا لیگیا اور وہ چیز غاصب کے پاس ضائع ہوگئی تو ضامن
ہوگا لیکن جب کہ وہ چیز غاصب کے ہاتھ ہی میں رہی اور اُسنے مالک کے پاس نہ رکھی مگر مالک سے کہا کہ اسکو
لے لے اور مالک نے قبول نہ کیا تو وہ چیز غاصب کے ہاتھ میں امانت ہوگئی (یعنی ضائع ہونے سے ضامن نہوگا)
یہ وجیز کردری میں ہی - تتمہ میں لکھا ہی کہ شیخ ابو عصمہ رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص دوسرے کی تھیلی سے
درم غصب کرکے اپنے خرچ میں لایا پھر جسقدر لیے تھے اُسکے مثل اُس شخص کی تھیلی میں ڈال کر اُسکے درموں میں
مخلوط کردیے بدون اسکے کہ اُسکے مالک کو آگاہ کرے تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابھی حکم موقوف رہیگا یہانتک کہ یہ
دریافت ہو کہ اُسکے مالک نے جو کچھ تھیلی میں درم تھے سب خرچ کردیے یا تھیلی جہان رکھی تھی وہان سے اُٹھالی
تو اُسوقت غاصب کے ذمہ سے ضمان ساقط ہوجائیگی اور شیخ نصیر رح سے مروی ہی کہ اگر راستہ میں ایک چوپایہ کھڑا
دیکھکر اسکو ایک طرف ہٹادیا تو ضامن ہوگا اور شیخ ابن سلمہ رح سے مروی ہی کہ اگر ہٹانے کے بعد وہ کھڑا ہوگیا پھر چلا گیا
تو ضامن نہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہی - ایک شخص کے پاس دو کر گیہوں تھے اسمیں سے ایک شخص نے ایک کر غصب
کرلیا پھر مالک نے دوسرا کر اُسی غاصب کے پاس ودیعت رکھا پھر غاصب نے اسکو غصب کیے ہوے کر میں ملا
دیا پھر یہ سب گیہوں ضائع ہوگئے تو غصب کیے ہوے کر کا ضامن ہوگا اور کر ودیعت کا ضامن نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں
ہی - اگر ایک شخص کی کشتی غصب کرکے اُسپر سوار ہوا جب بیچ دریا میں پہونچا تو کشتی کا مالک اُس سے جا ملا تو مالک کو یہ
اختیار نہوگا کہ وہین اُس سے اپنی کشتی واپس لے لیکن وہان سے کنارہ تک اسکو اجارہ پر دیدے اور یہ حکم بنظر
مراعات طرفین ہی اسی طرح اگر کسی شخص نے چوپایہ دوسرے کا غصب کرلیا اور بیچ جنگل میں مہلکہ کے مقام پر اُسکا
مالک غاصب سے جا ملا تو وہین اُس سے واپس نہیں لے سکتا ہی مگر وہان سے اسکو اجارہ پر دیدے یہ محیط میں
ہی - ایک شخص کو غصب کیے ہوے کپڑے کا کفن دیکر دفن کرکے اُسپر مٹی ڈال دی گئی اور تین روز گذر گئے ۱۲

یا نہ گذرے پھر کفن کا مالک آیا پس اگر میت کا ترکہ موجود ہو یا نہ ہو مگر کسی نے اُسکی قیمت دیدی تو مالک پر واجب ہوگا کہ اُسکو لیلے اور قبر کو نہ کھودے اور یہ استحسان ہو اور اگر مالک کو قیمت نہ پہونچی تو اسکو اختیار ہوگا چاہے اپنی آخرت کے ثواب کے واسطے چھوڑدے یا قبر کھود کر اپنا کفن لے لے مگر پہلی بات افضل ہو کہ اسمین اُسکی دین و دنیا کی بہتری ہو اور اگر اُسنے قبر کھود کر کفن لے لیا اور وہ کفن ناقص ہوگیا ہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ جنھون نے میت کو کفنا کر دفنایا ہو اُنسے ضمان لے یہ کبری مین ہو - اگر کسی شخص نے کپڑا یا درا ہم یا چوپایہ غصب کیا اور وہ بعینہ موجود ہو اور مالک نے غاصب کو اُس سے بری کردیا تو صحیح ہو اور مغصوب اُسکے پاس امانت ہوجائیگا اسی طرح اگر مالک نے اُسکو اُس پر حلال کردیا یعنی یون کہدیا کہ انت فی حل من ذلک (یعنی اس مال مغصوب سے تو حلال ہے) تو غاصب ضمان سے بری ہوجائیگا خواہ وہ مال قائم ہو یا تلف ہوگیا ہو پس اگر تلف ہوگیا ہوگا تو یہ قول قیمت سے ابرا ہو (یعنی تاوان قیمت سے بری ہو جائیگا) اور اگر قائم ہوگا تو ضمان غصب سے ابرا ہو اور وہ چیز غصب جو اُسکے پاس موجود ہو وہ اُسکے پاس امانت ہوجائیگی (یعنی مالک کی امانت ہوگی) یہ فتاوے قاضی خان مین ہو - اگر کسی شخص نے دوسرے کے درخت کی شاخ کاٹ ڈالی اور اُسکی جگہ دوسری شاخ پھوٹ نکلی تو ضمان سے بری نہوگا اسیطرح اگر کھیتی یا ساگ کاٹ ڈالا اور بجاے اُسکے دوسرا اُگا تو کاٹی ہوئی کھیتی یا ساگ کے ضمان سے بری نہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہو - فتاواے نسفی مین لکھا ہو کہ ایک شخص نے دوسرے کا میدان غصب کرکے اپنی عمارت مین داخل کرلیا یا دوسرے کا پودھا غصب کرکے اپنی زمین مین جما دیا اور وہ بڑا ہوگیا یہانتک کہ مالک کا حق اُس سے منقطع ہوگیا پھر مالک نے غاصب سے کہا کہ مین نے تجھے میدان و پودھا ہبہ کردیا تو صحیح ہو اور یہ قول ضمان سے ابرا ہو یہ محیط مین ہو - اور نوازل مین لکھا ہو کہ کسی شخص نے دوسرے کی ابریق چاندی کی (یعنی ابریق یعنی چھاگل) توڑدی پھر دوسرے شخص نے آکر اور زیادہ توڑدی تو پہلا شخص ضمان سے بری ہوگیا اور دوسرا اُسکے مثل ضمان دیگا - اسی طرح اگر کسی شخص کے گیہون مین پانی ڈال دیا پھر دوسرے نے آکر پانی ڈال دیا اور نقصان زیادہ ہوگیا تو پہلا شخص ضمان سے بری ہوگیا اور دوسرا شخص اپنے پانی ڈالنے کے روز کی گیہون کی قیمت کا ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہو - اگر ایک شخص نے دوسرے کا چاندی کا برتن توڑ ڈالا پھر مالک نے اسکو برباد کردیا قبل اسکے کہ توڑنے والے کو دیدے تو توڑنے والے پر کچھ واجب نہ ہوگا اسلیے کہ تضمین کی شرط یہ ہو کہ مکسور اس کا (یعنی ٹوٹا ہوا برتن) اُسکے سپرد کرے مگر اُسنے خود ہی ناپید کرکے یہ شرط کھودی یہ محیط مین ہو - ایک شخص نے دوسرے کی چیز غصب کرکے حفاظت کے واسطے اُسپر قبضہ کیا اور مالک نے اسکو حفاظت کے واسطے حکم دیا جسطرح اُسنے لی تھی تو غاصب ضمان سے بری ہوگیا اور اگر غاصب نے اُس سے کچھ نفع حاصل کیا پھر مالک نے اسکو حفاظت کا حکم دیا تو ضمان سے بری نہ ہوگا اور علی ہذا اگر کسی شخص نے دوسرے کا مال کسی غیر شخص کو ودیعت دیا پھر مالک نے اجازت دیدی تو دینے والا ضمان سے بری ہوجائیگا یہ خلاصہ مین ہو - اگر ایک شخص نے دوسرے کی چیز غصب کی پھر مغصوب منہ غائب ہوگیا اور غاصب قاضی کے پاس حاضر ہوا اور قاضی سے درخواست کی کہ یا تو مجھ سے یہ چیز لے لے یا اُسکا خرچہ مقرر کردے تو قاضی نہ اُس چیز کو لیگا اور نہ اُسکا نفقہ مقرر کریگا اور اگر وہ شخص غاصب ایسا ہو کہ چیزون کو تلف کرڈالتا ہو اُسکی ذات سے ایسے امر کا خوف ہو اور قاضی کی راے مین آیا کہ اس سے لیکر فروخت کردے تو کچھ ڈر نہین ہو (یعنی لیکر فروخت کردے جائز ہو) اسواسطے کہ اس صورت مین بھی ایک طرح کی نظر شفقت تھی اور اس صورت مین بھی ایک طرح کی نظر مصلحت ہو پس اس باب مین قاضی

کی رائے جائز ہوگی کذا فے الظہیریہ۔

ساتوان باب غصب مین دعوی واقع ہونے اور غاصب ومغصوب منہ مین اختلاف واقع ہونے اور اس مین گواہی ادا ہونے کے بیان مین ہے۔ (امام محمد رح نے فرمایا کہ) ایک شخص نے دوسرے پر اس دعوی کے گواہ قائم کیے کہ اسنے میری ایک باندی غصب کر لی ہے تو مین اسکو قید کرونگا یہان تک کہ باندی لاوے وہ مدعی کو واپس دیجاویگی شیخ ابو الیسر وامام سرخسی نے ذکر کیا کہ یہ جو امام محمد رح نے ذکر فرمایا کہ ایسا دعوی وگواہی مسموع ہے یہی اصح ہے اسواسطے کہ غصب کبھی اچانک واقع ہوجاتا ہے تو گواہون سے باندی کی صفت وقیمت کی شناخت نہین ہوسکتی ہے پس تعذر کی وجہ سے گواہون سے علم اوصاف کا اعتبار ساقط ہوجائیگا اور انکی گواہی سے فعل غصب ثابت ہوگا اور کرخی رح نے ذکر کیا کہ اگر حق قضا مین یہ گواہی مثبت نہ ہو تو حق ایجاب حبس مین مثبت ہوگی جیسا کہ سرقہ مین حکم ہے۔ اور اقضیہ مین لکھا ہے کہ یہ سب اُس صورت مین ہے کہ مدعی نے باندی کے موجود ہونے کا دعوی کیا ہو اور اگر یہ دعوی کیا کہ وہ مرگئی تو بالاتفاق صحت دعوی کے واسطے بیان قیمت شرط ہے اور امام محمد رح نے جو فرمایا کہ یہان تک کہ باندی لاوے وہ مدعی کو واپس دیجائیگی اس سے یہ غرض ہے کہ جب اُسکے عین پر دوبارہ گواہ قائم کرے (یعنی یہ وہی باندی ہے) اور غرض یہ ہے کہ باندی کے حاضر کرنے کے بعد اگر دونون نے اُسکے عین مین اختلاف کیا تو دوبارہ گواہی کی ضرورت ہے۔ اور اگر غاصب نے کہا کہ وہ باندی بھاگ گئی یا مرگئی یا مین نے اسکو فروخت کر کے مشتری کے سپرد کر دیا اور اب مین اُسپر قادر نہین ہون پس اگر مدعی نے اُسکے قول کی تصدیق کی تو غاصب پر قیمت کی ڈگری کیجائیگی اگر مدعی نے اسکی درخواست کی۔ اور اگر مدعی نے اُسکے قول کی تکذیب کی تو قاضی اسکو قید کریگا یہان تک کہ قاضی کی رائے اسطرف غالب ہوجاوے کہ اگر غاصب اُسپر قادر ہوتا تو اسکو ظاہر کرتا پھر اسکو قید سے باہر نکالیگا اور مدعی سے کہیگا کہ تو اس باندی کے ظاہر ہونے تک انتظار کرنا چاہتا ہے یا تاوان قیمت چاہتا ہے پس اگر اُسنے قیمت چاہی اور دونون نے کسی قدر قیمت پر اتفاق کیا تو اُسقدر قیمت کی ڈگری کر دیگا اور اگر مقدار قیمت مین اختلاف کیا تو مدعی کے ذمہ گواہ لانا ہے اور قسم کے ساتھ غاصب کا قول قبول ہوگا اور اگر غاصب نے قسم سے انکار کیا تو یہ مثل اقرار کے ہے پس اُسپر نکول سے ڈگری کر دیجائیگی اور اگر قسم کھا گیا تو جسقدر غاصب نے اقرار کیا ہے اُسیقدر قیمت مدعی لے لیگا پھر اگر وہ باندی ظاہر ہوئی پس اگر مدعی نے اسکی قیمت بہ ثبوت گواہان لی یا غاصب نے اسکے دعوی قیمت کی تصدیق کی تھی وہی قیمت لی یا غاصب کے نکول پر اپنے دعوی کی قیمت لی ہو تو مالک کو اُس باندی کی طرف کوئی راہ نہین ہے اور اگر غاصب کے قول پر اسکی قیمت لی ہو حالانکہ اسقدر پر راضی نہ تھا تو مختار ہوگا چاہے قیمت واپس کر کے باندی لیلے یا قیمت پر راضی رہے تو باندی غاصب کی ہوجائیگی اور شیخ کرخی نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ جب یہ ظاہر ہو کہ اس باندی کی قیمت غاصب کے بیان سے زائد ہے اور اگر اُسی قدر نکلی کہ جسقدر غاصب نے بیان کی ہے تو مالک کو اُسکے لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی ہکذا فی التمرتاشی اور ظاہر الروایت مین جو حکم مذکور ہے وہ مطلق ہے (یعنے اسمین یہ تفصیل نہین ہے جو شیخ کرخی نے بیان کی ہے) اور وہی صحیح ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر مغصوب منہ نے اگر غاصب کے قبضہ کی باندی کا خود دعوی کیا حالانکہ غاصب انکار کرتا ہے پس مدعی نے دو گواہ قائم کیے ایک نے یہ گواہی دی کہ یہ باندی مدعی کی ہے مدعی نے اسکو فلان شخص سے خریدا ہے اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ یہ باندی مدعی کی ہے اُسنے

اُسکو اپنے باپ سے میراث پایا ہے تو گواہی جائز نہ ہوگی۔ اور اگر ایک گواہ نے فلان شخص سے خریدنے کی گواہی دی اور دوسرے نے کسی دوسرے شخص سے خریدنے کی یا بطور ہبہ یا صدقہ پانے کی گواہی دی تو گواہی جائز نہ ہوگی۔ اور اگر دونون نے یہ گواہی دی کہ یہ باندی اس مدعی کی ہے اس سے اس غاصب نے غصب کر لی ہے۔ اور غاصب اُسکو فروخت کر کے مشتری کے سپرد کر چکا ہے پھر اسکے بعد مالک نے بیع کی اجازت دیدی تو فرمایا کہ جائز ہے پس اگر غاصب ثمن وصول کر چکا ہو اور وہ اُسکے پاس تلف ہوگیا تو مالک کیز کا مال گیا۔ اور جو کچھ باندی سے مشتری کے پاس از قسم اولاد یا کمائی یا ارش جنایت یا اُسکے مانند پیدا ہوئی وہ سب مشتری کی ہوگی۔ اور اگر مالک نے بیع کی اجازت نہ دی اور اپنی باندی کو لے لیا تو اُسکے ساتھ یہ سب بھی لے لیگا۔ اور اگر مشتری نے اسکو آزاد کر دیا تو ہمارے نزدیک مالک کی اجازت بیع سے پہلے عتق نافذ نہ ہوگا اور اگر مشتری کے آزاد کرنے کے بعد مالک نے بیع کی اجازت دی تو بیع جائز ہو جائیگی اور استحساناً عتق نافذ ہو جائیگا یہ امام اعظم و امام ابو یوسف کا قول ہے ایسا ہی امام محمد رح ان دونون امامون سے روایت فرماتے ہین یہ مبسوط مین ہے۔ اگر زید و عمرو نے بکر پر ایک باندی کا دعویٰ کیا پس زید نے گواہ دیے کہ بکر نے مجھسے یہ باندی فلان وقت مین غصب کر لی ہے اور عمرو نے گواہ دیے کہ بکر نے مجھسے یہ باندی فلان وقت متاخر مین غصب کر لی ہے یعنے ایسا وقت بیان کیا جو پہلے مدعی کے وقت کے بعد ہے تو فرمایا کہ امام اعظم رح کے قیاس پر وہ باندی دوسرے مدعی کو ملیگی اور پہلے مدعی کی قیمت غاصب پر واجب ہوگی اور امام ابو یوسف کے قیاس پر وہ باندی پہلے مدعی کو ملیگی اور دوسرے مدعی کا کچھ حق ضمان غاصب پر واجب نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان مین ہے۔ اگر زید نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ اسنے مجھسے میری مملوکہ باندی غصب کر لی ہے اور عمرو نے کہا کہ جس باندی کا یہ شخص دعویٰ کرتا ہے مین نے اُسکو سو درم مین خریدا ہے اور دونون نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے تو عمرو کے گواہ قبول ہونگے یہ جواہر اخلاطی مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کی مقبوضہ باندی کا دعویٰ کیا کہ یہ باندی میری ہے اس قابض نے مجھسے غصب کر لی ہے مگر مدعی کے گواہون نے غصب کی گواہی نہ دی صرف مدعی کی ملک ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے چاہا کہ مدعی گواہ قائم کرنے والے کے نام ڈگری کر دے تو کیا مدعی سے یون قسم لیگا کہ واللہ مین نے یہ باندی اسکے ہاتھ فروخت نہین کی اور نہ اسکو اسمین تصرف کرنے کی اجازت دی ہے یا نہین تو فرمایا کہ نہین لیکن اگر قابض ان باتون مین سے کسی بات کا دعویٰ کرے تو البتہ قسم لیگا اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ قاضی اُس سے قسم لیگا اگرچہ قابض درخواست دعویٰ نہ کرے تاکہ حکم قضا احکم و ابرم ہو اور اس بات پر اجماع ہے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کے ترکہ مین اپنے قرضہ کا دعویٰ کیا تو باوجود گواہ قائم کرنے کے قاضی اس سے قسم لیگا کہ واللہ مین نے یہ قرضہ وصول نہین پایا اور نہ مین نے قرضدار کو بری کیا ہے اگرچہ مدعا علیہ اسکا دعویٰ نہ کرے اور یہ مسئلہ اجماعی امام ابو یوسف کے قول کا شاہد ہے یہ محیط مین ہے۔ قال المترجم المیت غیر ناظر فی حقوقہ فجعل القاضی مقامہ فی النظر بطلب الحلف لعموم ولایتہ بخلاف الحی حیث لم یدع ما فیہ نظرہ فافہم فلا یتم الاشہاد۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا کپڑا غصب کر لیا اور غاصب کی طرف سے مغصوب منہ کے واسطے ایک شخص کپڑے کی قیمت کا ضامن و کفیل ہوا پھر باہم سب نے قیمت مین اختلاف کیا کفیل نے کہا کہ دس درم ہے اور غاصب نے کہا کہ بیس درم ہے اور مالک نے کہا کہ تیس درم ہے تو کفیل پر مکفول عنہ و مکفول لہ کسی کے قول کی تصدیق نہ ہوگی کیونکہ مکفول لہ کفیل پر زیادتی کا دعویٰ کرتا ہے اور وہ انکار کرتا ہے اور غاصب دس درم زیادتی کا اقرار کرتا ہے اور ہر مقر کا اقرار اُسی کے

حق میں صحیح ہوتا ہے دوسرے کے حق میں صحیح نہیں ہوتا ہے پس غاصب پر دوسرے دس درم واجب ہونگے کفیل پر واجب نہ ہونگے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر غاصب و مغصوب منہ نے مغصوبہ چیز میں یا اُسکی صفت یا قیمت میں اختلاف کیا تو قسم سے غاصب کا قول قبول ہوگا اور اگر ایسا ہوا کہ مغصوب منہ نے جو کچھ ان دونوں میں دعوی کیا اُسکا غاصب نے اقرار کر لیا پھر کہا کہ میں نے یہ سب تجھے دیدیا یا جو کچھ مجھ پر ضمان واجب ہوئی تھی میں نے تجھے دیدی اور تو نے مجھ سے لیکر قبضہ کر لیا تو اُسکے اس قول کی تصدیق نہ کیجائیگی اور قسم کے ساتھ مغصوب منہ کا قول قبول ہوگا کہ میں نے اس سے وصول نہیں پائی اور نہ اُسنے مجھے دی ہے لیکن اگر غاصب اپنے قول کے گواہ قائم کرے تو اُسکے موافق حکم ہوگا۔ اور اگر غاصب نے اقرار کیا کہ میں نے یہ کپڑا یا یہ غلام صحیح سالم غصب کر لیا تھا اور مغصوب منہ نے یہ جرم و نقصان غلام یا کپڑے میں اپنے فعل سے پیدا کیا ہے تو اُسکے قول کی تصدیق نہ ہوگی اور جو کچھ غلام یا کپڑے میں نقصان آیا ہے اُسکا ضامن ہوگا مگر پہلے مغصوب منہ سے قسم لیجاویگی کہ اُسنے یہ نقصان خود نہیں کیا ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ مالک نے گواہ دیے کہ مغصوب کی قیمت اسقدر تھی اور غاصب نے گواہ دیے کہ اُسکی قیمت اتنی تھی تو مالک کے گواہ قبول ہونگے اور اگر مالک کے پاس گواہ نہ ہوں اور غاصب نے گواہ پیش کرنے چاہے تو اُسکو اختیار ہوگا کہ پیش کرے مالک نے گواہ دیے پس ایک نے گواہی دی کہ مغصوب کی قیمت اسقدر تھی اور دوسرے نے گواہی دی کہ غاصب نے اقرار کیا ہے کہ مغصوب کی قیمت اسقدر تھی تو گواہی قبول نہ ہوگی یہ جواہر کردری میں ہے۔ اگر غاصب نے کہا کہ میں نے مال مغصوب تجھے واپس دیا اور مالک نے کہا کہ نہیں بلکہ تیرے پاس تلف ہوا ہے تو مالک کا قول قبول ہوگا جیسا کہ اس صورت میں ہے کہ اگر غاصب نے کہا کہ میں نے تیری اجازت سے یہ مال لیا ہے اور مالک نے انکار کیا تو مالک کا قول قبول ہوتا ہے اور اگر غاصب نے گواہ دیے کہ میں نے مغصوب چوپایہ مالک کو واپس دیا ہے اور مالک نے گواہ دیے کہ وہ چوپایہ غاصب کی سواری سے مر گیا یا غاصب نے اُسکو تلف کر دیا ہے تو غاصب ضامن ہوگا اسواسطے کہ دونوں کے گواہوں کی گواہی میں تناقض و منافات نہیں ہے کیونکہ جائز ہے کہ غاصب نے وہ چوپایہ واپس دیا ہو پھر بعد واپس دینے کے اُسپر سوار ہو گیا ہو اور وہ اُسکی سواری سے مر گیا ہو۔ اور اگر غاصب نے گواہ دیے کہ غاصب نے اسکو واپس دیا اور وہ مالک کے پاس مر گیا اور مالک نے گواہ دیے کہ وہ غاصب کے پاس مرا ہے اور مالک کے گواہوں نے یہ گواہی نہ دی کہ وہ غاصب کی سواری سے مرا ہے تو غاصب ضامن نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر مال مغصوب کوئی دار ہو اور اُسکے مالک نے گواہ دیے کہ غاصب نے اسکو منہدم کر دیا ہے اور غاصب نے گواہ دیے کہ میں نے اسکو واپس کیا اُسکے بعد منہدم ہوا ہے تو مالک کے گواہ قبول ہونگے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر غاصب غصب کیے ہوئے کپڑے کو تلف کر چکا ہے پھر مالک و غاصب میں اُس کپڑے کی مقدار قیمت میں اختلاف ہوا تو مالک کے گواہ قبول ہونگے کیونکہ اُسکے گواہوں کی گواہی میں زیادتی کا اثبات ہے اور اگر مالک کے پاس گواہ نہ ہوں تو قسم سے غاصب کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہ زیادت سے منکر ہے اور اگر غاصب نے گواہ پیش کیے کہ اُسکے کپڑے کی قیمت اسقدر تھی تو اُسکے گواہوں کی طرف التفات نہ کیا جائیگا اور اس فعل سے اُسکے ذمہ سے قسم ساقط نہ ہوگی۔ اور اگر دونوں میں سے کسی کے پاس گواہ نہوں اور مالک نے چاہا کہ غاصب سے اپنے دعوی پر قسم لے پس غاصب نے کہا کہ میں قسم کو مالک مدعی پر لوٹا دیتا ہوں اور جس مقدار پر مالک قسم کھا لیگا اُسقدر میں اسکو دیدونگا تو غاصب کو یہ اختیار نہ ہوگا۔ اور اسی طرح اگر مالک اس امر پر راضی ہو جاوے اور کہے کہ

مین قسم کھا ڈیگا تو بھی یہی حکم ہو پس ان دونون کی رضامندی ایسے امر پر جو مخالف شرع ہو لغو ہوگی - اور اگر غاصب ایک زطی کپڑا لایا اور کہا کہ یہی وہ کپڑا ہو جو مین نے تجھسے غصب کیا تھا اور مالک نے کہا کہ تو جھوٹا ہو یہ وہ نہین ہو بلکہ وہ تو ہروی یا مروی تھا تو قسم سے غاصب کا قول قبول ہوگا اور یون قسم لیجائیگی کہ واللہ یہی اُس شخص کا کپڑا ہو جو مین نے اُس سے غصب کیا تھا اور مین نے اُس سے ہروی یا مروی کپڑا غصب نہین کیا ہو پھر اگر وہ قسم کھا گیا تو مالک کے نام اُس کپڑے کی ڈگری کیجائیگی اور غاصب اُسکے دعوی سے بری کر دیا جائیگا اور اگر قسم سے نکول کیا تو اُسپر مدعی کے دعوی کی ڈگری کیجائیگی پھر اگر مالک چاہے تو اسکو لے لے اور چاہے چھوڑ دے - اور اگر غاصب ہروی کپڑا پرانا لایا اور کہا کہ یہی مین نے تجھ سے غصب کیا ہو اور ویسا ہی موجود تھا اور مالک نے کہا کہ نہین بلکہ میرا کپڑا نیا تھا جب تو نے اسکو غصب کیا ہو تو قسم سے غاصب کا قول قبول ہوگا - اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو مالک کے گواہ قبول ہونگے کہ وہ کپڑا نیا تھا - اور اگر دونون مین سے کسی نے گواہ قائم نہ کیے اور غاصب قسم کھا گیا اور مالک نے وہ کپڑا لے لیا پھر گواہ قائم کیے کہ غاصب نے مدعی سے کپڑا نیا غصب کیا تھا تو غاصب اس پرانے اور نئے کے درمیان جسقدر فرق ہو اُسکا ضامن ہوگا ایسا ہی اصل مین مذکور ہو اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہو کہ بقدر نقصان خفیف ہو اور اگر کثیر ہو تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے یہ کپڑا لیکر اُس سے تاوان نقصان لے لے یا کپڑا اُسکے ذمہ چھوڑ کر اُس سے اپنے کپڑے کی قیمت لے لے یہ محیط مین ہو - اگر زید کے پاس ایک کپڑا ہو اور عمرو نے اُسپر گواہ قائم کیے کہ یہ کپڑا عمرو کا ہو اُس سے زید نے غصب کر لیا ہو اور زید نے گواہ دیے کہ عمرو نے زید کو یہ کپڑا ہبہ کر دیا ہو تو فرمایا کہ مین قابض کے نام ڈگری کرونگا اسی طرح اگر قابض نے اس امر کے گواہ دیے کہ مدعی نے اسکے ہاتھ بعوض اسقدر ثمن مسمی کے فروخت کیا ہو یا مدعی نے یہ اقرار کیا کہ یہ کپڑا اس قابض کا ہو تو بھی یہی حکم ہو - اور اگر وہ کپڑا دونون کے قبضہ مین ہو اور ہر ایک نے دوسرے پر اس دعوے کے گواہ قائم کیے کہ مجھسے اُسنے غصب کیا ہو تو دونون کے نام نصفا نصف کی ڈگری کرونگا - اور اگر ایک نے اس دعوے کے گواہ دیے کہ یہ کپڑا میرا ہو مین نے اُس میت کے پاس ودیعت رکھا تھا جسکا یہ شخص وارث ہو اور دوسرے نے اس دعوے کے گواہ دیے کہ یہ کپڑا میرا ہو مجھ سے اس میت نے غصب کر لیا تھا تو مین دونون کے نام نصفا نصف کی ڈگری کرونگا - اور اگر ایک شخص گواہ لایا کہ یہ دراہم معینہ جو اس میت کے ترکہ مین موجود ہین یہ میرے ہین مجھ سے اس میت نے غصب کر لیے تھے تو میت کے قرضخواہون کی بہ نسبت یہ شخص ان درمون کا حقدار ہوگا (یعنے اسی کو دیے جائینگے ۱۲) یہ مبسوط مین ہو - اگر ایک شخص نے دعوے کیا کہ یہ کپڑا جو اس شخص کے قبضہ مین ہو میرا ہو اور اُسنے مجھ سے غصب کر لیا ہو اور اس دعوے کے گواہ قائم کر دیے - اور ایک دوسرے مدعی نے قابض پر اس دعوے کے گواہ دیے کہ قابض نے اقرار کیا ہو کہ یہ کپڑا اسکا ہو تو اُس مدعی کے نام ڈگری ہوگی جسکے گواہون نے یہ گواہی دی ہو کہ یہ کپڑا اس مدعی کا ہو یہ محیط مین ہو - اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو نے یہ جبہ بھرا بھرایا مجھ سے غصب کر لیا ہو اور غاصب نے کہا کہ مین نے یہ جبہ غصب نہین کیا مگر اسکا ابرہ تجھ سے غصب کر لیا ہو تو قسم سے غاصب کا قول قبول ہوگا پھر اگر وہ قسم کھا گیا تو ابرہ کی قیمت کا ضامن ہوگا کذا فی المبسوط اور اگر اقرار کیا کہ مین نے تجھ سے یہ جبہ غصب کیا ہو پھر کہا کہ جو کچھ اسمین بھرا ہو وہ اور اسکا استر میرا ہو یا یون اقرار کیا کہ مین نے یہ انگوٹھی

ف قولہ میت یعنی ایک مدعی کہتا ہے کہ یہ کپڑا میرا ہو جسکو میں نے میت کے پاس ودیعت رکھا تھا اور یہ قابض اسکا وارث ہو اور دوسرا مدعی کہتا ہے کہ میت نے مجھ سے غصب کیا تھا ۱۲

تجھسے غصب کی ہی اور اسکا نگینہ میرا ہی یا یہ دار مین نے تجھسے غصب کیا ہی اور اسکی عمارت میری ہی یا یہ زمین مین نے تجھ سے غصب کی ہی اور اسکے درخت میرے ہین تو سب صورتون مین غاصب کی بات کی تصدیق نہ ہوگی یہ ذخیرہ کردری مین ہی۔ قال المترجم عدم تصدیق سے یہ مراد ہی کہ جو چیز اُسنے اپنی بیان کی ہی اُسمین اسکے بیان کی تصدیق نہوگی فافہم اور اگر غاصب نے کہا کہ مین نے یہ گاے فلان شخص سے غصب کر لی ہی اور اُسکا بچہ میرا ہی تو اُسکا قول قبول ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر مالک نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ غاصب کے پاس مغصوب مرگیا ہی اور غاصب نے گواہ دیے کہ مغصوب مالک کے پاس مرا ہی تو مالک کے گواہ قبول ہونگے۔ اور اگر مالک کے گواہون نے یون گواہی دی کہ اس مدعا علیہ نے وہ غلام غصب کیا اور اسکے پاس مرگیا اور غاصب کے گواہون نے یون گواہی دی کہ وہ غلام غصب سے پہلے مالک کے پاس مرگیا ہی تو غاصب کے گواہون کی ایسی گواہی قبول نہوگی اسواسطے کہ مولے کے پاس غصب سے پہلے غلام کے مرجانے سے کوئی حکم متعلق نہین ہوتا کیونکہ اس سے یہ ثابت نہین ہوتا ہی کہ واپس دیا ہی ہان فقط اس سے نفی غصب ثابت ہوتی ہی اور مولی کے گواہون سے غصب وضمان ثابت ہوتی ہی پس اسکے گواہ مقبول ہونگے۔ اور اگر مالک نے گواہ قائم کیے کہ اس شخص نے مالک مدعی سے قربانی کے روز اسکا غلام کوفہ مین غصب کیا ہی اور غاصب نے گواہ دیے کہ غاصب خود یا وہ غلام قربانی کے روز مکہ معظمہ مین موجود تھا تو غاصب پر ضمان واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ مالک نے اپنا غلام قابو پاکر غاصب سے لے لیا حالانکہ غلام کے پاس مال تھا پھر غاصب نے کہا کہ میرا مال ہی اور مالک نے کہا نہین بلکہ میرا ہی پس اگر غلام اُسوقت غاصب کی حویلی مین ہوا اور اسکے پاس مال نکلا تو وہ غاصب کا ہوگا اور اگر اسکی حویلی مین نہو تو وہ مال مالک غلام کا ہوگا یہ ذخیرہ کردری مین ہی۔ بشر رح نے امام ابو یوسف سے روایت کی ہی کہ اگر غاصب الثوب نے کہا کہ اُس کپڑے کو مین نے رنگا ہی اور مغصوب منہ نے کہا کہ تو نے رنگا ہوا غصب کیا ہی تو مغصوب منہ کا قول قبول ہوگا اسی طرح اگر دونون نے دار مغصوب کی عمارت یا تلوار کے حلیہ مین اختلاف کیا تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو غاصب کے گواہ قبول ہونگے۔ اور اگر دونون نے دار مغصوبہ کے اندر رکھی ہوئی متاع یا خشت ہاے پختہ یا چوڑی کواڑ مین ایسا اختلاف کیا تو غاصب کا قول اور مغصوب منہ کے گواہ قبول ہونگے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا غلام غصب کرکے اُسکو فروخت کرکے مشتری کے سپرد کر دیا اور ثمن وصول کر لیا اور وہ غلام مشتری کے پاس مرگیا پھر مغصوب منہ نے کہا کہ مین نے اس شخص کو بیع کیواسطے حکم دیا تھا تو اسی کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر کہا کہ مین نے اُسکو بیع کا حکم نہین دیا تھا مگر جسوقت مجھے بیع کی خبر پہونچی اُسوقت مین نے بیع کی اجازت دیدی ہی تو اُسکے قول پر التفات نہ ہوگا اور اُسکو ثمن لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی لیکن اگر اس امر کے گواہ پیش کرے کہ مین نے غلام کے مرنے سے پہلے بیع کی اجازت دی ہی تو ثمن لے سکتا ہی۔ ہشام رح نے اپنے نوادر مین ذکر کیا کہ مین نے امام محمد رح سے پوچھا کہ ایک شخص بازار مین آیا اور کسی شخص کا زیتون کا تیل یا روغن یا اور کوئی چیز سرکہ یا روغن کی قسم سے بہا دی اور گواہون نے اس فعل کو معائنہ کیا اور اسپر گواہی دی اور اُس شخص نے جسنے یہ جرم کیا تھا یہ جواب دیا کہ وہ نجس تھا اُسمین ایک چوہا مرگیا تھا مین نے اُسکو بہا دیا تو اُسی کا قول قبول ہوگا مین نے امام محمد رح سے کہا کہ اگر وہ شخص قصابون کی بازار مین آیا اور قصد کرکے اُسنے گوشت کے طباق پھینک کر تمام گوشت تلف کر دیا اور گواہون نے اُسکا معائنہ کیا اور اسپر گواہی دی پس اُسنے جواب دیا کہ یہ مردار کا

قولہ قبول نہوگی یعنی جب مالک کے پاس مرگیا تو اسکے ثبوت سے ضمان کا مطالبہ نہ ہوگا فافہم

گوشت تھا تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ مین اس قول مین اُسکی تصدیق نہ کرونگا اور گواہون کو گنجائش ہو کہ یون گواہی دین کہ وہ ذبح کیے ہوے جانور کا گوشت تھا اسواسطے کہ بازار مین مردار کا گوشت فروخت نہین ہوتا ہو بخلاف روغن کے کہ ایسا روغن زیتون یا تیل جسمین چوہا مر گیا ہو بازار مین فروخت کیا جاتا ہو - اور ابراہیم نے امام محمد رحمہ سے روایت کی کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کی مٹی سے کچی اینٹین یا دیوار بنائی تو اُسی کی ہوگی اور اُسپر مٹی کی قیمت واجب ہوگی اور اگر مٹی کے مالک نے کہا کہ مین نے اسکو اُسکے بنانے کا حکم کیا تھا تو فرمایا کہ وہ اینٹین یا دیوار مٹی کے مالک کی ہوگی یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے ایک باندی غصب کی پھر اُسکو آزاد کر دیا یا مدبر کر دیا یا ام ولد بنایا پھر اقرار کیا کہ مین نے فلان شخص سے غصب کی ہی اور مدعی کے پاس گواہ نہین ہین تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور جو کچھ اُسنے کیا ہی وہ باطل نہوگا اور بچہ کی قیمت کا ضامن نہ ہوگا پھر اگر مدعی نے گواہ قایم کیے تو اُسکے نام باندی اور باندی کے بچہ کی ڈگری ہوجائیگی یہ محیط سرخسی مین ہی ایک شخص نے یون اقرار کیا کہ ہم نے فلان شخص سے ہزار درم غصب کر لیے درحالیکہ ہم دس آدمی تھے تو اُسپر پورے ہزار درم کی ڈگری کیجائیگی کذا فے التاتارخانیہ -

آٹھوان باب غاصب کے مال مغصوب کے مالک ہوجانے اور اُس سے نفع حاصل کرنے کے بیان مین - اگر ایک شخص نے دوسرے کا گوشت غصب کر کے اُسکو پکایا یا اُسکے گیہون غصب کر کے اُنکو پیسا یا اور ملک اُسکی ہوگئی اور اُسپر قیمت واجب ہوئی تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک اُس چیز کا کھانا اُسکو حلال ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک اُسکا کھانا حرام ہی تا وقتیکہ مغصوب منہ کو راضی نہ کرے - فتاواے اہل سمرقند مین لکھا ہی کہ کسی نے دوسرے کا اناج غصب کر کے اُسکو چبایا حتیٰ کہ چبا ڈالنے سے وہ شخص تلف کنندہ ہوگیا پھر جب اُسکو نگل گیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک حلال نگلا (اور قول امام ابو یوسف و امام محمد رحمہ کے (یعنے صاحبین کے نزدیک ایسی حالت کا حکم نہین ہی) بنا برانیکہ امام اعظم رحمہ کے نزدیک شرط حلت حصول الملک ببدل ہی اور صاحبین کے نزدیک باداے بدل ہی کذا فی المحیط - اور فتوے صاحبین کے قول پر ہی کذا فے الخلاصہ - اور اگر گیہون غصب کر کے اُنکی زراعت کی پھر اُنکا مالک آیا درحالیکہ زراعت پختہ ہوگئی تھی یا ہنوز خام تھی تو غاصب پر اُسکے گیہون کے مثل گیہون واجب ہونگے اور ہمارے نزدیک مالک کو زراعت لینے کی کوئی راہ نہین ہی مگر غاصب نے جسقدر گیہون تاوان دیے ہین اُنسے زیادہ زراعت مین سے لینا حلال نہین ہی - اور علی ہذا اگر اُسنے گٹھلی غصب کر کے اُسکو اُگایا یا پودا غصب کر کے اُسکو جمایا تو بھی یہی حکم ہی اور امام ابو یوسف سے روایت ہی کہ اُنھون نے پودے کی صورت مین فرمایا کہ جبتک ضمان ادا نہ کرے تبتک اُس سے نفع حاصل کرنا غاصب کو حلال نہین ہی اور زراعت اور گٹھلی کی صورت مین فرمایا کہ قبل ضمان کے اُسکو نفع حاصل کرنا حلال ہی مگر ظاہر الروایت مین دونون صورتون مین ایک ہی حکم ہی کچھ فرق نہین ہی - اور علی ہذا اگر اُسنے مرغی کا انڈا غصب کر کے کسی مرغی کے نیچے بٹھلایا اور اُس سے بچہ نکلا تو اُسکا اور مسئلہ زراعت کا ایک حکم ہی یہ مبسوط مین ہی - ایک شخص نے دوسرے کی زمین سے پودا اُکھاڑ کر اُسی زمین مین ایک طرف جما دیا اور وہ بڑھکر درخت ہوگیا تو یہ درخت اُس شخص کا ہوگا جسنے لگایا ہی (یعنے غاصب کا) اور غاصب پر واجب ہوگا کہ مالک کو اُسکا پودا اُکھاڑنے کے روز کی قیمت ادا کرے اور غاصب کو حکم دیا جائیگا کہ اس درخت کو اُکھاڑ لے - اور اگر اس درخت کے اُکھاڑنے مین زمین کو نقصان پہونچتا ہو تو زمین کا مالک اُسکو اس درخت کی قیمت دیدیگا مگر اُکھڑے ہوے درخت کی قیمت دیگا یہ کبرے مین ہی - اگر زید

نے عمرو کی زمین سے ایک پودا اُکھاڑ کر بکر کی زمین مین جما دیا اور وہ بڑا ہوکر پھل لایا تو یہ سب زید کا ہوگا مگر اسکو حلال نہوگا سوا اسکے کہ اُسنے حرام طور سے حاصل کیا ہی اور بکر کو اختیار ہوگا کہ اسکو یہ درخت اُکھاڑ لینے کا حکم دے اور اگر زید نے موسم ربیع تک مہلت مانگی تاکہ ایام ربیع مین اُسکو اُکھاڑ کر دوسری جگہ جما دے تو مہلت نہ دیجاویگی لیکن اگر زمین کا مالک راضی ہوجاوے تو ہوسکتا ہی اور اگر دونون آدمی اُس درخت کی خرید فروخت پر راضی ہوے اور بکر نے اُسکو زید سے خرید لیا تو بیع جائز ہی اور زید پر واجب ہوگا کہ عمرو کو اُسکے پودے کے اُکھاڑنے کے روز کی قیمت دے یہ جواہر الفتاوے مین ہی۔ قال المترجم ینبغی ان یکون ہذا الوضع للمسألۃ علی قیاس قول الامام ابی حنیفہ رح فانہ قد ذکر ان صاحب الارض الثانیہ لو اشترے الشجرۃ من الغاصب فانہ یجوز البیع اذا تراضیا ثم انما یصح اذا تملک الغاصب الانتفاع بالشجرۃ وذلک انما یکون سے الحال عند الاعظم فانہ لم یود الضمان الے صاحب الثانیۃ بعد اللھم الا ان یقال ان المراد بالجواز ستوقفا لنفاذہ الیٰ اداء الضمان فان الجواز لا یستلزم النفاذ ولکن الشیء اذا کان محسوسا علی البائع لا یجوز للمشتری بیع علیہ شراہ ویمکن ان یقال انہ اذا انقطع حق المالک صار محلا یجوز البیع لانہ ملک الغاصب بالاتفاق وانما الخلاف فی انہ ہل یجوز الانتفاع قبل اداء الضمان ام لا وذلک لا ینافی جواز البیع ویرد علیہ ما ورد علی الاول ویمکن ان یجاب عنہ بان التورع لا ینافی الاحکام ولو قیل ان المراد بالبیع ہو بعد اداء الضمان لا اول لم یحتج الے ذلک وصح بالاتفاق ولکن بالوضع مسامحۃ حینئذ واللہ تعالے اعلم۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کی بکری بدون اُسکی اجازت کے لیکر ذبح کرکے پکالی یا بھون لی تو اُسکے مالک کو غاصب سے تاوان قیمت لینے کا اختیار ہوگا اور اگر اُسکا مالک غائب ہووے یا حاضر ہو مگر غاصب سے تاوان قیمت لینے پر راضی نہوا تو جسنے اُسکو ذبح کیا اور پکایا یا بھونا ہی اُسکو گنجائش نہوگی کہ اُسکا گوشت خود کھاوے اور نہ کسی اور شخص کو وہ شخص اُسمین سے کھلا سکتا ہی جب تک کہ غاصب جسنے بکری کو اسطرح ذبح کیا ہی اُسکے مالک کو اُسکی قیمت ادا نہ کرے۔ پھر اگر اُسکے مالک نے غاصب سے بحکم قاضی یا بلا حکم قاضی بکری کی قیمت ضمان کر لی تو پھر غاصب کو گنجائش ہوگی کہ خود اُسمین سے کھاوے اور جسکو چاہے کھلاوے جبکہ ضمان قیمت ادا کردے یا اُسپر قرضہ ہوجاوے اور اگر اُسکے مالک نے ضمان قیمت لینے سے انکار کیا تو غاصب کو چاہیے کہ مذبوحہ کو صدقہ کردے۔ اور اگر مالک نے ضمان قیمت لینے سے انکار کرکے چاہا کہ پکایا ہوا یا بھنا ہوا گوشت لے لے تو اُسکو یہ اختیار نہ ہوگا یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کا عصفر غصب کرکے اُس سے کپڑا رنگا یا روغن غصب کرکے ستو ولن مین لتھ کیا تو اسکو اُس سے نفع اُٹھانے کی گنجائش نہوگی جبتک کہ مغصوب منہ کو راضی نہ کرے یہ محیط مین ہی۔ امام محمد رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کے دس دینار غصب کرکے اُسمین اپنا ایک دینار ڈال دیا پھر کسی شخص کو اُسمین سے ایک دینار نکال کر دیا تو جائز ہی پھر اگر دوسرا نکال کر دینا چاہا تو جائز نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین جامع الجوامع سے منقول ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کی باندی غصب کرکے اُسکو عیب دار کردیا پھر مالک و غاصب نے مقدار قیمت مین اسطرح اختلاف کیا کہ مالک نے کہا کہ اسکی قیمت دو ہزار درم تھی اور غاصب نے کہا کہ اُسکی قیمت ایک ہزار درم تھی اور اسپر قسم کھا گیا پس قاضی نے غاصب پر ہزار درم کی ڈگری کی تو غاصب کو یہ روا نہوگا کہ اس باندی سے خدمت لے یا وطی کرے یا فروخت کرے تاوقتیکہ مالک کو اُسکی اصلی پوری قیمت ادا نہ کرے اور اگر کم قیمت پر ڈگری ہوجانے کے بعد اُس باندی کو آزاد

کر دیا تو عتق جائز ہوگا اور غاصب پر پوری قیمت واجب ہوگی جیسے بیع فاسد مین اگر بطور فاسد خرید کر کے آزاد کر دیا ہو تو قیمت کاملہ واجب ہوتی ہے اور عتق نافذ ہوتا ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر پانی کی بہیا نے کسی شخص کے گیہون بہا کر دوسرے کی زمین مین ڈالے اور وہ اُس زمین مین اُگے تو امام نے فرمایا کہ اگر گیہون اسقدر ہون کہ انکا کچھ ثمن ہے تو جو کچھ پیدا ہوگا وہ سب گیہون کے مالک کا ہوگا مگر اسمین سے اپنے گیہون کی مقدار سے زائد صدقہ کر دے اور اُسپر نقصان زمین کا تاوان کچھ واجب نہ ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر کسی شخص نے غصب کیے ہوے کپڑے کو مہر قرار دیکر کسی عورت سے نکاح کیا تو اُس سے وطی حلال ہے اسواسطے کہ اگر کپڑا استحقاق مین لے لیا جاوے تو نکاح فسخ نہ ہوگا یہ ینابیع مین ہے۔ اور صدر الاسلام نے جامع صغیر مین ذکر فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص نے ہزار درم مغصوبہ سے ایک باندی خریدی تو کیا اُس سے وطی حلال ہے پس صحیح یہ ہے کہ اسکو وطی کا اختیار نہیں ہے اسوجہ سے کہ سبب مین ایک نوع کا خبث ہے یہ نہایہ مین ہے۔ ابراہیم نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے دراہم غصب کر کے اُس سے دینار خریدے تو اسکو دیناروں کے خرچ کرنے کی گنجائش نہیں ہے اسواسطے کہ اگر بعد افتراق کے وہ دراہم استحقاق مین لے لیے گئے تو دینار کی بیع صرف ٹوٹ جاویگی پس اگر غاصب پر اُسکے ان درمون کے مثل کی ڈگری کر دیگئی تو وہ دینار اسکو حلال ہو جاوینگے کذا فی الذخیرہ اور مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر دراہم مغصوب پر کسی عورت سے نکاح کیا تو اُس سے وطی کرنے کی گنجائش ہے یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور اگر ہزار درم غصب کر کے اُسکے عوض دو ہزار درم قیمت کا اناج خرید کر اسکو کھایا یا ہبہ کیا تو بالاجماع منافع حاصلہ کو صدقہ نکریگا یہ وجیز کردری مین ہے۔ اور اگر مغصوب مین تصرف کر کے نفع حاصل کیا تو مسئلہ کی چند صورتین ہین یا تو ایسی چیز ہوگی کہ معین کرنے سے متعین ہو جاتی ہے جیسے عروض یا متعین نہو جیسے نقدین یعنے درم و دینار پس اگر قسم اول ہو تو قبل ضمان کے اُس سے تناول حلال نہین ہے اور بعد حلال ہوگا سوائے اسقدر کے کہ قدر قیمت سے زائد ہے یعنے نفع کہ بقدر نفع کے اسکو حلال نہوگی پس اسکو صدقہ کر دے۔ اور اگر دوسری قسم یعنی ایسی چیز ہو کہ معین کرنے سے متعین نہوتی ہو تو شیخ کرخی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسمین چار صورتین ہین یا تو وقت خرید کے اسی مغصوب کی طرف اشارہ کیا اور اسی مین سے ثمن ادا بھی کیا ہو یا اُسکی طرف اشارہ کیا مگر دوسری مین سے ادا کیا یا مطلقاً چھوڑ دیا تھا مگر اُسی مین سے ادا کیا یا وقت خرید کے سوائے مغصوب کے دوسری کیطرف اشارہ کیا مگر مغصوب مین سے ادا کیا اور ان سب صورتون مین سوائے صورت اولی کے (کہ مغصوب کیطرف اشارہ کیا اور اُسمین سے ادا کیا) اُسکو نفع حلال ہوگا مگر ہمارے مشائخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قبل ضمان کے ہر حال مین اسکو اس چیز مین سے تناول حلال نہین ہے اور بعد ضمان کے ہر حال مین اُسکو نفع حلال نہین ہے اور یہی مختار ہے اور جامعین صغیر و کبیر اور کتاب المضاربۃ مین جو حکم مذکور ہے وہ اسی پر دلالت کرتا ہے۔ اور بعض مشائخ نے امام کرخی کے قول پر فتوی اختیار کیا ہے کیونکہ ہمارے زمانہ مین حرام کی کثرت ہے۔ اور یہ سب امام اعظم و امام محمد رح کے قول پر ہے۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اُسمین سے کچھ صدقہ نہ کرے۔ اور واضح ہو کہ امامون مین یہ اختلاف مذکور ایسی صورت مین ہے کہ وہ ثمن اُسکے ہاتھ مین تقلب ہونے سے اُسی جنس سے ہو گئی ہو جو اُسنے ضمان مین دی ہے مثلاً اُسنے دراہم ضمان دیے اور بدل مضمون بھی اُسکے ہاتھ مین دراہم ہو گئے تو حکم مین اختلاف مذکور جاری ہے اور اگر بدل مضمون اُسکے

ہاتھ مین مضمون کی جنس کے خلاف ہوگیا ہو مثلاً درہم ضمان دیے اور بدل مضمون اُسکے پاس اناج یا عروض موجود ہو تو
بالاجماع اُسے کچھ صدقہ کر دینا واجب نہیں ہے یہ تبیین مین ہے۔ ایک شخص نے یون کہا کہ اگر فلان شخص نے میرے مال سے کچھ
چھپا لیا تو حلال ہے اور فلان شخص نے اُسکے مال سے کچھ چھپا لیا بدون اسکے کہ اُسکے مباح کر دینے سے آگاہ ہو تو شیخ نصیر
بن یحیی نے فرمایا کہ یہ جائز ہے اور اُسپر ضمان واجب نہوگی اور اگر یون کہا (کل انسان تناول من مالی فہو حلال لہ)
یعنی جس انسان نے میرے مال سے کچھ چھپا لیا تو وہ اُسکو حلال ہے تو شیخ ابو نصر بن سلام نے فرمایا کہ یہ جائز ہے اور شیخ
رحمہ نے اپنے قول کو اباحت قرار دیا ہے اور مجہول کے واسطے اباحت جائز ہے۔ اور اسی پر فتوی ہے اور اگر دوسرے سے
کہا کہ (جمیع ما اکل من مالی فقد جعلتک فی حل) سب جو کچھ تو میرے مال مین سے کھا وے مین نے تجھے حلال مین رکھا تو
بالاتفاق اُسکو حلال ہے اور اگر یون کہا کہ سب جو کچھ تو میرے مال سے کھا وے مین نے تجھے بری کیا تو شیخ یہ ہے کہ وہ شخص
بری ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر یون کہا کہ (جعلتک فی حل الدنیا) او قال (جعلتک فی حل الساعۃ)
یعنی مین نے تجھے حل دنیا مین رکھا یا کہا کہ مین نے تجھے حل ساعت مین رکھا تو اسکو حلت دنیا حاصل ہوگی اور تمام ساعات
کے واسطے حلت ثابت ہوگی۔ اور اگر یون کہا کہ جو میرا مال تیری طرف ہو اسکا تجھسے مخاصمہ نہ کرونگا یا مطالبہ نہ کرونگا تو
یہ کچھ نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر مغصوب نے کچھ کمایا پھر مالک نے مغصوب کو مع کمائی کے واپس کیا تو کمائی کو
صدقہ نہ کرے اور اگر غاصب نے وقت ہلاک یا اباق کے قیمت کی ضمان دی یہان تک کہ کمائی غاصب کی ہوگئی تو اسکو
صدقہ کر دے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر غلام غصب کرکے اُسکو اجارہ پر دیا تو اجرت غاصب کی اور طرفین کے نزدیک
اُسکو صدقہ کر دے اور امام ابو یوسف کے نزدیک اُسکو حلال ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر جا ملا ت مغصوب
لے لی اور اُسمین کمی پڑگئی تو بقدر نقصان کے ضامن ہوگا اور طرفین کے نزدیک اُسکو صدقہ کر دے بعد اسکے الکائی
اور اگر غاصب کے عمل یا غیر عمل سے مغصوب ہلاک ہوگیا اور مالک نے اُس سے قیمت کی ضمان لی تو اُسکو جائز ہوگا کہ
اجرت کی مد سے قیمت ادا کرے پھر باقی کو صدقہ کر دے اور اسمین کچھ تفصیل غنی و فقیر کی نہ فرمائی اور صحیح یہ ہے کہ یہ
حکم اُسوقت ہے کہ غاصب فقیر ہو کذا فی الکافی اور اگر مغصوب کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کرکے اُسکا ثمن لے لیا
پھر وہ مغصوب اپنے مشتری کے پاس مرگیا پھر مالک نے مشتری سے ضمان قیمت لے لی پس مشتری نے غاصب
سے اپنا ثمن واپس لینا چاہا پس اگر غاصب فقیر ہو تو مغصوب کی اجرت سے ادا کے ثمن مین مدد لے سکتا ہے اور اگر غنی
ہو تو نہین لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اگر نہر عام کے کنارے ایک درخت جاد دیا پھر ایک شخص جو نہر کا شریک نہین
ہے اس ارادہ سے آیا کہ اُسکو اُکھاڑ لیوے پس اگر اکثر لوگون کے حق مین مضر ہو تو اُسکو اختیار ہے اور اولی یہ ہے کہ اس
امر کو حاکم کے سامنے پیش کرے یہان تک کہ حاکم اُسکے نام اُکھاڑ لینے کا حکم دے یہ فتاوی کبری مین ہے اگر ایک دوکان
غصب کرکے اُسمین تجارت کی اور نفع اُٹھایا تو نفع اُسکو حلال ہوگا یہ وجیز کردری مین ہے اگر کوئی بیت یا حانوت دو
شخصون مین مشترک ہو پھر اُسمین دونون مین سے ایک شخص ساکن رہا تو اسپر کرایہ واجب نہوگا اگرچہ وہ کرایہ پر چلانے
کے واسطے رکھی گئی ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک نہر عام ایک زمین کے پہلو مین واقع تھی اور پانی کے زور نے حریم نہر کو
کاٹ ڈالا یہان تک کہ ایک شخص کی زمین مین نہر ہوگئی اور اس شخص نے چاہا کہ اپنی زمین مین چکی لگا دے تو اُسکو
یہ اختیار ہوگا کیونکہ اُسنے اپنی ملک مین کھڑی کی ہے اور اگر اُسنے یہ چاہا کہ نہر عام مین چکی لگا دے تو یہ اختیار نہ ہوگا

کیونکہ اپنی ملک مین نہین کھڑی کرتا ہی یہ فتاوے کبری مین ہی اور فتاوا ے ابو الفضل کرمانی مین مذکور ہی کہ ایک شخص نے کرم پیلہ غصب کر کے اُنکو تربیت کیا تو ابریشم غاصب کا ہوگا اور اسپر امام اعظم رح کے نزدیک کچھ واجب نہ ہوگا اور امام محمد رح کے نزدیک اُسکی قیمت اُسپر واجب ہوگی - شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمارے زمانہ مین امام محمد رح کے قول پر فتوی ہی یہ قنیہ مین ہی - اگر دوسرے شخص کے پتے غصب کر کے کرم پیلون کو کھلائے تو ابریشم فروخت کرنے کے روز کرم کی قیمت سے جسقدر زائد ہو وہ سب صدقہ کر دے یہ وجیز کردری مین ہی منتقی مین ہی کہ امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے کی زمین غصب کر کے اُسمین دوکانین وحمام ومسجد بنائی تو ایسی مسجد مین نماز پڑھنے مین کچھ ڈر نہین ہی مگر حمام مین نجانا چاہیے اور نہ دوکانین کرایہ لینی چاہیے اور فرمایا کہ دوکانون مین خرید متاع کی غرض سے جانے مین کچھ ڈر نہین ہی اور ہشام رح نے فرمایا کہ مین ایسی مسجد مین نماز مکروہ جانتا ہون تا وقتیکہ مالکان اصلی بہ طیب خاطر اجازت نہ دیدین اور زمین غصب یا دوکا نہا ے غصب سے خرید متاع کو مکروہ جانتا ہون اور اگر باوجود علم اس امر کے کہ یہ دوکانین مغصوب ہین غاصب ان دوکانون مین فروخت کرتا ہی تو مین نہین جانتا ہون کہ ایسے بائع کی گواہی مقبول ہوگی یا نہین یہ محیط مین ہی -

نوان باب اتلاف مال غیر کا حکم دینے اور اُسکے متصلات کے بیان مین ہی جابی نے اگر سلطانی اعوان یعنی سرہنگون کو مال غیر لے لینے کا حکم دیا تو یہ امر دو طرح سے نظر کے لائق ہی کہ باعتبار ظاہر کے جابی پر ضمان نہ واجب ہوگی بلکہ فقط لینے والے پر واجب ہوگی لیکن باعتبار سعی کے جابی پر واجب ہوگی پس فتوے کے وقت ایسے واقعہ مین تامل چاہیے اور امام فخر الدین قاضی خان نے فرمایا کہ فتوے اسطرح ہی کہ لینے والا ہر حال مین ضامن ہوگا پھر رہا یہ امر کہ حکم دہندہ سے واپس لے سکتا ہی یا نہین سو اگر لی ہوئی چیز اُسنے حکم دہندہ کو دیدی ہی تو رجوع کر سکتا ہی اور اگر لینے والے کے پاس تلف ہوگئی یا اُسنے تلف کر ڈالی ہو تو رجوع نہین کر سکتا ہی اور اگر اُسنے حکم دہندہ کی اجازت سے حکم دہندہ کے حوائج ضروریہ مین خرچ کر دی ہو تو یہ بمنزلہ ایسی صورت کے ہی کہ کسی نے دوسرے کو اُسکے ذاتی مال سے اپنی ضرورت مین خرچ کرنے کا حکم دیا ہو بعضون نے فرمایا کہ یہ موجب رجوع ہی بدون اسکے کہ اُسنے واپس لینے کی کوئی شرط کر لی ہو اور یہی اصح ہی - اور محیط مین مسئلہ جابی کے حکم مین یون مذکور ہی کہ مختار یہ ہی کہ جابی پر ضمان واجب نہ ہوگی یہ فصول عمادیہ مین لکھا ہی - اگر جابی نے سرہنگ کو صاحب مال کا بیت دکھلا دیا مگر اُسکو کچھ حکم نہ کیا یا شریک نے سرہنگ کو دوسرے شریک کا بیت دکھلا دیا یہانتک کہ اُسنے مال لے لیا یا اُسکے بیت سے رہن بعوض اُس مال کے جسکا اُس سے مطالبہ کیا گیا ہی بسبب اُسکی ملک پائی جانے کے لے لیا اور وہ رہن ضائع ہو گیا تو شریک یا جابی بلاشبہہ ضامن نہ ہوگا کیونکہ ان دونون سے کوئی حکم یا عمل نہین پایا گیا یہ محیط مین ہی - اگر ایک شخص نے دوسرے کو حکم دیا کہ میرے واسطے یہ بکری ذبح کر دے حالانکہ یہ بکری اُسکے پڑوسی کی تھی تو ذبح کرنے والا ضامن ہوگا خواہ اسکو معلوم ہو کہ یہ بکری غیر کی ہی یا نہ معلوم ہو پھر آیا اُسکو حکم دہندہ سے بقدر ضمان واپس لینے کا اختیار ہی یا نہین ہی سو اگر اُسکو معلوم تھا کہ یہ بکری غیر شخص کی ہی جسنے کہ جان چکا تھا کہ اسکے ذبح کرنے کا حکم صحیح نہین ہی تو ذبح کرنے والے کو حکم دہندہ سے واپس لینے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر اُسنے یہ نہین جانا جسنے کہ گمان کیا کہ حکم صحیح ہی تو ضمان حکم دہندہ سے واپس لیگا یہ ذخیرہ مین ہی - زید نے عمرو کو اپنی ملوکہ بکری ذبح کر دینے کا حکم دیا پھر عمرو کے ذبح کرنے

سے پہلے زید نے اُسکو بکر کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر عمرو نے اُسکو ذبح کیا تو بکر کے واسطے اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا خواہ اُسکو یہ حال معلوم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اور اُسکو یہ اختیار نہ ہوگا کہ مال ضمان کو زید سے واپس لے خواہ اُسکو فروخت کا علم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اسواسطے کہ زید نے اُسکو اس واقعہ میں دھوکا نہیں دیا ہے یہ ظہیریہ میں ہے فتاوے ابواللیث میں مذکور ہے کہ شیخ ابوبکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص ایک گھوڑا نہر کے کنارے نہلانے کے واسطے لایا اور وہاں ایک شخص زید کھڑا تھا پس لانے والے نے زید سے کہا کہ اسکو نہر میں گھسا پس اُسنے گھسایا اور گھوڑا ڈوب کر مر گیا تو حکم فرمایا کہ اگر پانی کی ایسی حالت ہو کہ لوگ اپنے گھوڑے پانی پلانے اور نہلانے کے واسطے اُسمیں گھساتے ہوں تو کسی پر ضمان نہ ہوگی کیونکہ سائیس کو اختیار ہے کہ اپنے ہاتھ سے یہ فعل کرے یا دوسرے سے کرا دے اور اگر پانی کی حالت ایسی نہو کہ لوگ نہلانے یا پانی پلانے کے واسطے اپنے گھوڑے اُسمیں گھساتے ہوں تو گھوڑے کے مالک کو اختیار ہوگا چاہے سائیس سے ضمان لے یا زید مامور سے ایسا ہی اس مقام پر ذکر کیا ہے اور اسمیں نظر ہے یعنی اعتراض ہے اور یوں چاہیے کہ حکم دہندہ و سائیس پر ضمان واجب نہو[۹۱] پس اگر اُسنے سائیس سے ضمان لی تو سائیس مال ضمان کو مامور یعنی زید سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر اُسنے زید سے ضمان لی پس اگر زید کو یہ معلوم نہوا کہ یہ حکم دہندہ اس گھوڑے کا سائیس ہے حتیٰ کہ اُسنے حکم صحیح ہونے کا گمان کیا تو وہ سائیس سے مال ضمان واپس لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ غصب العدۃ میں مذکور ہے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ فلان شخص کا کپڑا جلا دے تو جسنے جلایا ہے اُسپر ضمان واجب ہوگی نہ اُسپر جسنے حکم کیا ہے اور جو شخص حکم دینے سے ضامن ہوتا ہے وہ سلطان ہے یا مولیٰ جبکہ اُسنے اپنے غلام کو حکم دیا ہو یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرا یہ کپڑا جلا دے یا اسکو دریا میں ڈال دے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو ضامن نہوگا کیونکہ اُسکے حکم سے ایسا کیا ہے ولیکن گنہگار ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے اس دیوار میں ایک دروازہ پھوڑ دے اُسنے ایسا ہی کیا پھر وہ دیوار کسی غیر شخص کی نکلی تو دروازہ پھوڑنے والا ضامن ہوگا کیونکہ اُسنے ملک غیر کو تلف کر دیا مگر یہ مال ضمان کو اپنے حکم دہندہ سے واپس لیگا اور اگر اُس سے یوں کہا ہو کہ اس دیوار میں ایک دروازہ پھوڑ دے اور یہ نہ کہا کہ میرے واسطے یعنی میری دیوار میں تو پھوڑنے والا حکم دہندہ سے مال ضمان واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر اس صورت میں حکم دہندہ اس دار میں رہتا ہو یا اُس شخص کو دروازہ پھوڑنے پر اجیر مقرر کیا ہو تو پھوڑنے والا مال ضمان واپس لیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک عورت نے ایک مرد سے کہا کہ یہ گھر کی خاک باہر ڈال دے اُسنے باہر ڈال دی پھر اس عورت کا خاوند آیا اور کہا کہ میں نے اس خاک میں اسقدر سونا رکھا تھا پس اگر ثابت ہو جاوے کہ اُسنے خاک میں سونا رکھا تھا تو ضمان اُس شخص پر واجب ہوگی جسنے خاک باہر ڈال دی ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔

دسوان باب۔ زمین مغصوبہ میں زراعت کرنیکے بیان میں۔ ایک شخص نے دوسرے کی زمین غصب کرکے اُسمیں کھیتی بوئی اور وہ اُگی تو مالک زمین کو اختیار ہوگا کہ اپنی زمین لے لیوے اور اپنی ملکیت فارغ کرنے کی غرض سے غاصب کو حکم دے کہ کھیتی اُکھاڑ لے اور اگر غاصب نے اس فعل سے انکار کیا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ خود ایسا کرے اور اگر مالک حاضر نہ ہوا یہانتک کہ کھیتی پک گئی تو کھیتی غاصب کی ہوگی اور یہ معلوم واضح ہے اور اگر بسبب زراعت کے زمین میں نقصان آیا ہو تو غاصب سے بقدر نقصان لے سکتا ہے۔ پھر مشائخ نے مقدار نقصان کی دریافت میں اختلاف کیا ہے بعض

[۹۱] قولہ حکم دہندہ و سائیس پر ضمان واجب نہو یعنی حکم دہندہ پر اسواسطے کہ اُس نے صرف حکم دیا ہے اور سائیس پر اسواسطے کہ اُسنے بحکم مالک کیا ہے ۱۲

نے فرمایا کہ یون دیکھا جاوے کہ قبل زراعت کے کتنے پر اُٹھتی تھی اور بعد زراعت کے کتنے پر اُٹھتی ہے پس جسقدر
تفاوت ہو وہی نقصان زمین ہے شمس الائمہ رح نے فرمایا کہ یہ قول اقرب الی الصواب ہے۔ اور اگر مالک حاضر ہوا اور
ہنوز کھیتی نہین اُگی تھی تو مالک کو اختیار ہے چاہے چھوڑ دے یہانتک کہ کھیتی اُگے پھر غاصب کو اُسکے اُکھاڑ لینے
کا حکم کرے یا چاہے تو غاصب کو اُسکے بیجون کی قیمت دیدے لیکن اس حساب سے کہ وہ تخم دوسرے کی زمین مین
ریختہ ہین اور اُسکی صورت یہ ہے کہ زمین ایک دفعہ تخم ریختہ اور پھر بغیر تخم ریختہ اندازہ کرائی جاوے پس جسقدر دونون
مین فرق ہو اُسی قدر غاصب کو دیدے یہ ذخیرہ مین ہے۔ قال المترجم تخم ریختہ در زمین غیر کی توضیح مسئلہ ذیل سے
دریافت کرلی چاہیے۔ ایک شخص نے دوسرے کی زمین مین گیہون بوئے اور ہنوز نہین اُگے تھے کہ دونون نے
باہم جھگڑا کیا تو مالک زمین کو اختیار ہے چاہے چھوڑ دے یہانتک کہ اُگین پھر اُس سے کہے کہ اپنی کھیتی اُکھاڑ لے
یا جو کچھ تخم سے زیادتی ہوگئی ہے اسکو دیدے پس اگر مالک نے ادائے ضمان کو اختیار کیا تو کسطرح ضمان دیگا پس مختار یہ ہے
کہ اُسکے بیج کی قیمت بدین اعتبار کہ وہ بیج غیر کی زمین مین ریختہ ہین ضمان دیگا اور اُسکا یہ طریقہ ہے کہ ایک بار زمین
ایسے بیجون سے بوئی ہوئی اندازہ کیجاوے کہ جنکے اُگنے کے بعد شخص غیر کو کھیتی اُکھڑوا دینے کا اختیار ہے اور ایک بار
بغیر تخم ریختہ اندازہ کیجاوے پس جو کچھ ان دونون مین تفاوت ہو وہی ایسے بیجون کی قیمت ہے جو دوسرے کی زمین مین
ریختہ کیے گئے ہون یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک شخص نے اپنی زمین مین تخم ریزی کی پھر دوسرے شخص نے اگر اُسی
زمین مین اپنے بیج بوئے اور مالک زمین کے بیج اُگنے سے پہلے اسکو گوڑا یا نہین گوڑا اور زمین کو سینچا یہانتک کہ
دونون بیج اُگے تو امام اعظم رح کے نزدیک جو کچھ اُگا ہے وہ دوسرے کا ہوگا اسلیے کہ امام کے نزدیک خلط جنس
بالجنس استہلاک اول ہے اور دوسرے شخص پر مالک کے بیجون کی قیمت واجب ہوگی مگر بدین اعتبار کہ وہ بیج
اپنی زمین مین بوئے ہوئے ہین پس ایکبار زمین بغیر تخم ریختہ اندازہ کیجاویگی اور دوسری بار تخم ریختہ اندازہ کیجاویگی
پس جو کچھ دونون مین فرق ہو اُسقدر مالک زمین کو دیگا اور اگر پھر مالک زمین نے اگر دوبارہ اپنے بیج اُس زمین
مین بوئے اور زمین کو قبل اُگانے کے گوڑا یا نہ گوڑا اور زمین کو سینچا یہانتک کہ سب بیج پھوٹ نکلے تو جو کچھ اُگا ہے
سب مالک زمین کا ہے اور اُسپر غاصب کے واسطے اُسکے بیج کے مثل بیج واجب ہونگے ولیکن بدین حساب کہ
وہ دوسرے کی زمین مین ریختہ ہین ایسا ہی فتاوے فضلی مین مذکور ہے اور یہ جواب شیخ نہین ہے بلکہ صحیح جواب
یہ ہے کہ مالک زمین کو غاصب اُسکے بیجون کی قیمت اپنی زمین مین بوئے ہوئے کے حساب سے دیگا پھر مالک زمین
غاصب کو دونون بیجون کی قیمت بدین اعتبار کہ وہ غیر کی زمین مین ریختہ ہین ضمان دیگا اسواسطے کہ اتلاف
یون ہی وارد ہوا ہے۔ اور یہ سب اس صورت مین ہے کہ کھیتی اُگی ہوئی نہ ہو اور اگر مالک کی کھیتی اُگی ہو پھر
دوسرے نے اگر اپنی تخم ریزی کر کے زمین کو سینچا پس اگر زمین کو نہ گوڑا ہو یہانتک کہ دوسرے بیج اُگے تو حکم وہی ہے
جو ہمنے بیان کیا ہے اور اگر زمین کو گوڑا ہو پس اگر اُگی ہوئی کھیتی بعد گوڑنے کے دوبارہ اُگی ہے تو بھی حکم وہی ہے جو
ہمنے بیان کیا ہے اور اگر دوبارہ نہین اُگی تو جو کچھ اُگی وہ غاصب کی ہوگی اور غاصب زمین کے مالک کے واسطے اُسکی
اُگی ہوئی کھیتی کی قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ اتلاف یون ہی وارد ہوا ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور شیخ نصیر رح سے دریافت
کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی زمین مین گیہون بوئے پھر دوسرے نے اگر اُسمین اپنے جو بوئے تو فرمایا کہ جو واسطے پہ

مالک کے ریختہ گیہون کی قیمت واجب ہوگی اسکو ابن سماعہ رح نے امام محمد بن الحسن سے روایت کیا ہے اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ یہ اسوقت ہے کہ گیہون کا مالک اپنے گیہون کے ریختہ کے حساب سے قیمت لینے پر راضی ہوجاوے اور اگر وہ اُسپر راضی نہ ہوا تو اسکو اختیار ہوگا چاہے چھوڑ دے یہان تک کہ کھیتی اُگے پھر جب اُگی تو اُسکو اُکھاڑ لیوے یا چاہے تو غاصب کو ضمان سے بری کردے پھر جب کھیتی کاٹنے کا وقت آوے اور دونون کھیتی کاٹین تو وہ کھیتی دونون مین بقدر اُنکے حصہ کے مشترک ہوگی یہ ظہیریہ مین ہے۔ صاحب المحیط رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے زمین غصب کرکے اُسمین کپاس بوئی پھر مالک نے زمین جوت کر اُسمین کوئی اور چیز بوئی پس آیا مالک زمین اُس غاصب کیواسطے کچھ ضامن ہوگا تو شیخ رح نے جواب دیا کہ کچھ نہین ضامن ہوگا کیونکہ اُسنے ایسا فعل کیا ہے کہ اگر یہ مقدمہ قاضی کے سامنے پیش ہوتا تو وہ بھی یہی کرتا یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ ایک شخص نے حب القطن دوسرے کی زمین مین از راہ غصب ڈالے اور وہ اُگے پس مالک زمین نے انکو تربیت کیا تو غیر بالیدہ پنبہ غاصب کے ہونگے اور اُسپر نقصان زمین کا تاوان واجب ہوگا اور مالک کا تعہد اُسکے ساتھ رضامندی شمار ہوگا اور اظہر یہ ہے کہ مالک کا تعہد غاصب کے لیے ہے یہ قنیہ مین ہے۔ ایک حادثہ واقع ہوا جسپر فتویٰ لیا گیا تھا وہ یہ ہے کہ دو شریکون مین سے ایک شریک نے زمین مشترک مین زراعت کی پس آیا دوسرے شریک کو پہونچتا ہے کہ بقدر اپنے حصہ زمین کے موافق عرف و رسم کے تہائی یا چوتھائی کا مطالبہ کرے تو جواب دیا گیا کہ ایسا نہین کرسکتا ہے ولیکن اگر کاشتکاری سے زمین کو کچھ نقصان پہونچا ہو تو بقدر اپنے حصہ کے تاوان نقصان لے سکتا ہے یہ فصول عمادیہ کی تینتیسوین فصل مین لکھا ہے۔ ایک زمین دو شخصون مین مشترک تھی اور اس سب زمین کو فقط ایک شریک نے بدون اجازت دوسرے شریک کے بویا تو امام محمد رح نے فرمایا ہے کہ اگر کھیتی اُگ آئی اور دونون نے اسطرح باہم تصفیہ کر لیا کہ جسنے نہین بویا ہے وہ بونیوالے کو آدھے بیج دیدے اور تمام کھیتی دونون مین مشترک ہوجاوے تو جائز ہے اور اگر ہنوز نہ اُگی ہو کہ دونون نے اسطرح مصالحہ کیا تو جائز نہین ہے۔ اور اگر کھیتی اُگ چکی ہو اور جسنے زراعت نہین کی ہے اُسنے یہ ارادہ کیا کہ زراعت کو اُکھاڑ دے تو وہ زمین دونون مین برابر تقسیم کر دیجاویگی پس جسقدر زمین غیر زراعت کنندہ کو ملیگی اُسمین سے جسقدر کھیتی ہے اُکھاڑ دے اور اُکھاڑنے سے اسکی زمین کو جو کچھ نقصان پہونچیگا اُسکا زراعت کنندہ ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ امام محمد رح سے مروی ہے کہ ایک زمین دو شخصون مین مشترک ہے اُنمین سے ایک شخص غائب ہوگیا تو اُسکے شریک حاضر کو اختیار ہے کہ نصف زمین مین زراعت کرے اور اگر اُسنے دوسرے برس بھی زراعت کا قصد کیا تو اُسی نصف زمین مین زراعت کرے جسمین سال گذشتہ مین کھیتی بوئی تھی ایسا ہی اس مقام پر ذکر فرمایا ہے اور فتویٰ اسطرح پر ہے کہ اگر اُسکو یہ معلوم ہے کہ زراعت زمین کے حق مین نافع ہوگی نقصان نہ پہونچاویگی تو اُسکو تمام زمین کی زراعت کا اختیار ہے اور جب شریک غائب حاضر ہو تو اُسکو اختیار حاصل ہوگا کہ جتنی مدت تک شریک حاضر نے تمام زمین سے نفع اُٹھایا ہے وہ بھی اُسقدر مدت تک کل زمین سے انتفاع حاصل کرے اسواسطے کہ ایسی باتون مین غائب کی رضامندی دلالۃً ثابت ہے اور اگر اُسکو معلوم ہے کہ کھیتی کرنا زمین کے حق مین نقصان ہے اور چھوڑ دینا نافع ہوگا اور زمین کی قوت بڑھاویگا تو حاضر کو بالکل کھیتی کرنے کا اختیار نہ ہوگا اسواسطے کہ رضامندی شریک یہان ثابت نہین ہے کذا فی الظہیریہ۔ میرے جد رحمۃ اللہ سے استفتا کیا گیا کہ ایک شخص نے غیر کی زمین مین اُسکی بلا اجازت کھیتی بوئی پس مالک زمین نے کہا کہ تو نے کیون بوئی اُسنے کہا کہ مین نے جسقدر بیج ڈالے ہین تو مجھے دیدے

اور مین تیرا کاشتکار ہو جاؤنگا اور کھیتی میرے تیرے درمیان موافق رسم کے مشترک ہوگی پس مالک نے اُسکو اسکے بیج کے مثل دیدیے پھر کھیتی تیار ہوئی تو آیا دونون مین مشترک ہوگی یا کل کھیتی کسی ایک کی ہوگی تو جواب دیا کہ سب کھیتی مالک زمین کی ہوگی اور کاشتکار کو اجر المثل ملیگا یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ شیخ الاسلام عطا بن حمزہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنے بیجون سے دوسرے کی زمین مین بدون مالک کی اجازت کے کھیتی کی پس آیا کھیتی تیار ہونے پر مالک زمین کو اختیار ہے کہ اُس سے بقدر حصہ زمین کے پیداوار کا مطالبہ کرے تو شیخ رح نے فرمایا کہ ہان بشرطیکہ اُس گانون مین ایسا عرف جاری ہو کہ لوگ دوسرون کی زمین تہائی چوتھائی آدھی وغیرہ کسی جزء معین شائع پر جوتتے بوتے ہون تو اسقدر جزء جو عرفاً معروف ہو واجب ہوگا پھر شیخ رح سے پوچھا گیا کہ اسکی کوئی روایت بھی آئی ہے تو فرمایا کہ ہان آخر کتاب المزارعت مین آئی ہے۔ شیخ ابو جعفر رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنا باغ انگور دوسرے کو معاملۃً دیا پس باغ مذکور مین پھل آئے پس دینے والا اور اُسکے گھر والے اکثر باغ مین جاتے اور کھاتے اور باندھ لاتے تھے اور عامل نہین جانتا تھا مگر کبھی کبھی پس آیا دینے والے پر ضمان واجب ہوگی تو شیخ نے فرمایا کہ اگر وہ لوگ بدون اجازت اُس شخص کے جسنے دیا ہے کھاتے اور لادلاتے تھے تو اُسپر ضمان واجب نہوگی بلکہ اُنھین کھانے والون اور لادلانے والون پر واجب ہوگی اور اگر اُسکی اجازت سے ایسا کرتے تھے پس اگر وہ لوگ ایسے تھے کہ اُنکا نفقہ اُس شخص پر واجب تھا تو دینے والا بقدر حصۂ عامل کے ضامن ہوگا اور اُنکا کھانا ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا خود اُسنے کھایا ہے اور اگر وہ لوگ ایسے نہ تھے کہ اُنکا نفقہ اُس شخص پر واجب ہو تو اُسپر ضمان واجب نہوگی (مگر چونکہ اُسنے اجازت دی تھی) اسواسطے ایسا واقعہ ہوا کہ گویا اُسنے دوسرے کے مال تلف کرنے پر اُنکو راہ بتائی کذا فی الظہیریہ۔

گیارھوان باب

ان امور کے بیان مین جو غلام مغصوب کو لاحق ہون کہ انکی ضمان غاصب پر واجب ہو وے

امام ہمام قدوری رح نے اپنی کتاب مین فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے کا غلام یا باندی غصب کی پس غلام غاصب کے پاس سے بھاگ گیا حالانکہ اس سے پہلے نہین بھاگا تھا یا باندی نے زنا یا چوری کی حالانکہ اس سے پہلے باندی نے ایسا نہ کیا تھا تو بسبب سرقہ یا اباق یا عیب زنا کے جو نقصان پیدا ہوا اُسکی ضمان غاصب پر واجب ہوگی اور ایسا ہی جو امر موجب نقصان قیمت غاصب کے پاس پیدا ہو جاوے جیسے عور وشل واسکے اشباہ تو اسکی ضمان بھی غاصب پر واجب ہو جائیگی پس ایکبار غلام کی قیمت بفرض صحیح و سالم اندازہ کیجائیگی اور پھر اس عیب کے ساتھ اندازہ کیجائیگی پس مالک اُس غلام کو لیکر اُسکے ساتھ جو کچھ دونون قیمتون مین تفاوت ہے غاصب سے لے لیگا یہ محیط مین ہے اگر ایک باندی غصب کر کے اسکے ساتھ زنا کیا پھر وہ مرگئی تو اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور بالاجماع اُسپر حد زنا واجب نہوگی اسواسطے کہ غصب مین ضمان دینے سے وقت غصب سے ملک حاصل ہو جاتی ہے لیکن اگر اُسکے ساتھ زنا کیا پھر اُسکو غصب کیا پھر مرگئی اور اُسکی قیمت کی ضمان دی تو امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک حد زنا ساقط نہوگی اور امام ابو یوسف کے نزدیک ساقط ہو جائیگی کذا فی التاتارخانیہ اور اگر غاصب کے پاس باندی کو بخار آنے لگا یا اسکی دونون آنکھین سپید ہو گئین پس غاصب نے باندی کو واپس دیا اور اسکے ساتھ تاوان نقصان بھی دیا پھر مالک کے پاس اُسکا بخار جاتا رہا یا سپیدی چشم جاتی رہی تو مولی نے جسقدر تاوان نقصان لیا ہے غاصب کو واپس دے کذا فی محیط السرخسی اور اگر غاصب کے پاس باندی زنا سے حاملہ ہوگئی

تو مالک اسکو مع اسکے نقصان کے لے لیگا اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ نقصان حمل اور نقصان عیب زنا دونوں پر نظر
کرکے جو زیادہ ہو اسکا ضامن ہوگا اور اسمین کم داخل ہو جائیگا اور یہ استحسان ہے اور امام محمد رح کے نزدیک دونوں عیبوں کا
تاوان لیگا اور یہ قیاس ہے۔ اور اگر زنا سے حاملہ ہو کر پھر بچہ جنی تو ولادت سے عیب حمل جاتا رہا اور عیب زنا باقی رہگیا پس اگر
عیب زنا بہ نسبت عیب حمل کے زیادہ تاوان رکھتا ہو اور غاصب عیب حمل کا تاوان دے چکا ہو تو اسپر واجب ہوگا کہ تاوان
عیب زنا کو پورا کر دے اور اگر تاوان عیب حمل زیادہ ہو تو غاصب پر فقط بقدر عیب زنا کے تاوان واجب رہگیا اور باقی
زائد بسبب زوال حمل (یعنی کمی) کے زائل ہو گیا پس اسکا غاصب کو واپس دینا واجب ہوا۔ اور اگر مالک کو اسکی باندی بحالت
حمل واپس کی پھر مالک کے پاس بسبب ولادت کے ہلاک ہوئی اور اسکا بچہ رہگیا تو امام اعظم رح کے نزدیک اسکی پوری
قیمت کا ضامن ہوگا اور صاحبین نے فرمایا کہ نہیں فقط نقصان حمل کا ضامن ہوگا۔ اور اگر ولادت سے (یعنی غاصب کے پاس) ہلاک ہوئی اور
اسکا بچہ باقی رہا تو امام اعظم رح کے نزدیک یوم غصب کی پوری قیمت باندی کا ضامن ہوگا اور بچہ کے ساتھ جبر نقصان
نہ کیا جائیگا اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ فقط اسی قدر ضامن ہوگا جسقدر اسمین حمل سے نقصان آیا۔ اور
اگر بچہ مر گیا تو غاصب باندی کو واپس کرے اور اسکے ساتھ نقصان ولادت کا تاوان دے اور بچہ کی موت سے اسپر کچھ
واجب نہوگا اور اگر باندی مع بچہ کے غاصب کے پاس مر گئی تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ باندی کے یوم قبضہ کی قیمت
تاوان دے اور قیمت ولد کا ضامن نہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ ایک شخص نے ایک باندی غصب کر کے اسکے ساتھ زنا کیا پھر
اسکے مولی کو واپس کر دی پھر مولی کے پاس اسکا حمل ظاہر ہوا اور مولی کے پاس بچہ جنی اور ولادت یا نفاس مین مر گئی تو
امام اعظم رح کے قول پر اگر غاصب کے واپس کرنے کے وقت سے چھ مہینہ سے کم مین مولی کے پاس بچہ جنی ہو تو غاصب
اسکے یوم غصب کی قیمت کا ضامن ہوگا بخلاف اسکے اگر کسی آزاد عورت سے زنا کیا ہو اور وہ حاملہ ہو کر ولادت یا نفاس
مین مر گئی ہو تو زانی کچھ ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر مغصوبہ باندی نے غاصب کے پاس زنا یا چوری
کی پھر مالک کو واپس کر دینے کے بعد اسکا ہاتھ کاٹا گیا یا حد زنا ماری گئی تو امام اعظم رح کے نزدیک زنا کی صورت مین
نقصان ضرب حد و نقصان زنا مین سے جو زیادہ ہو اسکا غاصب ضامن ہوگا اور چوری سے ہاتھ کٹنے کی صورت مین باندی
کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا۔ اور صاحبین کے نزدیک نقصان زنا و نقصان سرقہ کا ضامن ہوگا اور نقصان
ضرب حد کا ضامن نہ ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر غاصب نے مالک کو حاملہ باندی واپس کی اور اسکے حد ماری
گئی اور حد ماری جانے سے وہ ہلاک ہوئی تو بالاجماع غاصب نقصان کا ضامن ہوگا یہ خلاصہ مین ہے۔ اور اگر مغصوبہ
باندی نے اپنے مولے کے پاس زنا یا چوری کی ہو پھر غاصب نے اسکو غصب کیا پھر وہ حد زنا و سرقہ مین ماخوذ ہوئی
اور اس سبب سے مر گئی تو اسپر ضمان واجب نہ ہوگی کیونکہ باندی ایسے سبب سے تلف ہوئی جسکا وجود مولی کے
پاس ہوا ہے۔ اسی طرح اگر غاصب کے پاس اپنے شوہر سے حاملہ ہوئی جو مولے کے پاس بھی موجود تھا اور اس سبب
سے ہلاک ہوئی تو بھی یہی حکم ہے۔ اسی طرح اگر مولے نے اس سے وطی کر کے حاملہ کیا ہو پھر غاصب نے غصب
کر لی اور غاصب کے پاس بسبب حمل کے مر گئی تو بھی غاصب ضامن نہ ہوگا کیونکہ اسکا تلف ہونا ایسے سبب سے ہوا
جسکا وجود مولی کے پاس پایا گیا تھا پس یہ ایسا ہوا کہ جیسے مولی نے اسکو غاصب کے پاس قتل کر دیا۔ اور اگر غاصب نے
اسکو حاملہ غصب کیا مگر یہ حمل اسکو اسطرح نہ تھا کہ مولی نے اسکو حاملہ کیا تھا یا مولے کے پاس کسی شوہر نے اسکو حاملہ

کیا تھا پھر وہ باندی غاصب کے پاس اسی سبب حمل مذکور کے تلف ہوئی تو غاصب اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ وہ باندی غاصب کے پاس بدون فعل مولے اور بدون ایسے سبب کے جو مولے کی طرف سے پایا جاوے ہلاک ہوئی ہے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ اور اگر ایسی باندی غصب کی جسکو بخار آتا تھا یا حاملہ تھی یا مریضہ یا مجروحہ تھی اور وہ اسی سبب سے ہلاک ہوگئی تو اس عیب داری کے ساتھ اُسکی قیمت اندازہ کرکے اُسکا غاصب ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر غاصب کے پاس باندی کو بخار آنے لگا پھر اُسنے مالک کو اسی طرح واپس دی پھر مالک کے پاس اُسی بخار سے مرگئی تو بالاجماع غاصب فقط نقصان حمی (یعنی بخار آنے کی بیماری کے نقصان) کا ضامن ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر غاصب کے پاس سے غلام مغصوب بھاگ گیا تو مالک کو اختیار ہے کہ چاہے اپنے غلام کے ظاہر ہونے تک انتظار کرے پس بعد ظہور کے اُسکو لے لے یا نہ انتظار کرے اور غاصب سے اُسکی قیمت لے لے پھر اگر بعد قیمت لے لینے کے غلام ظاہر ہوا تو دیکھا جائیگا کہ اگر مالک نے وہ قیمت لی ہے جو اُسنے بیان کی تھی اُسپر راضی ہوا تھا خواہ اسطرح کہ دونوں نے اس مقدار قیمت پر باہم اتفاق کیا تھا یا گواہ قائم ہوے تھے یا غاصب نے قسم سے نکول کیا تھا تو اس صورت میں ہمارے نزدیک مالک کو اس غلام کے لینے کی کوئی راہ نہوگی اور اگر مالک نے غاصب سے جو قیمت لی ہے وہ غاصب کے قول پر لی ہے (یعنی جسقدر غاصب نے بیان کی ہے) اور مالک کی زیادت مدعویہ سے غاصب نے قسم کھا لیا تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے قیمت رکھ لے اور اُسپر راضی ہوجاوے اور وہ غلام غاصب کو دیدے اور اگر چاہے تو جسقدر اُسنے قیمت لی ہے وہ غاصب کو واپس کرکے اپنا غلام لے لیوے اور غاصب کو اختیار ہوگا کہ اپنی قیمت وصول کرنے کی غرض سے غلام کو روک رکھے اور اگر غاصب کو قیمت واپس دینے سے پہلے وہ غلام غاصب کے پاس مرگیا تو قیمت واپس نکریگا لیکن اگر غلام کی قیمت میں اس قیمت وصول کردہ سے زیادتی ہو تو بقدر زیادتی کے غاصب سے واپس لیگا اور اگر اسکی قیمت میں کچھ زیادتی نہ ہو تو مالک کو سوائے اس قیمت ماخوذہ کے اور کچھ نہ ملیگا اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ اُنھون نے فرمایا کہ اگر غلام آبق ظاہر ہوا اور اُسکی قیمت اتنی ہی نکلی جتنی غاصب نے بیان کی ہے تو مغصوب منہ کو خیار نہوگا اور نہ اُسکو غلام لینے کی کوئی راہ ہوگی مگر ظاہر الروایت کے موافق بلا تفصیل مالک کو خیار حاصل ہوگا یہ شرح طحاوی میں ہے اور اگر غلام مغصوب نے غاصب کے پاس کسی شخص آزاد یا غلام کو قتل کیا یا کوئی جنایت جو جان تلف کرنے سے کم ہو واقع کی تو مولی کو اختیار دیا جائیگا کہ چاہے غلام کو دیدے یا اُسکا فدیہ دے پھر مولی جرمانۂ جنایت و قیمت غلام دونوں میں جو مقدار کم ہو غاصب سے لے لیگا۔ اور اگر غلام مغصوب نے کسی کا مال تلف کردیا اور مولی سے خطاب کیا گیا کہ اسکو فروخت کر یا اُسکا فدیہ دے تو مولی قیمت غلام اور جو اُسنے غلام کی طرف سے قرضہ ادا کیا ہے دونوں میں سے کم مقدار کو غاصب سے لے لیگا۔ اور اگر یوم غصب میں غلام کی قیمت ہزار درم ہو پھر زائد ہوکر دو ہزار درم ہوگئی پھر کسی شخص نے غاصب کے پاس اُسکو قتل کر ڈالا تو مولے کو اختیار ہوگا چاہے غاصب سے یوم غصب کی قیمت ہزار درم لے لے اور غاصب اُس قاتل کی مددگار برادری سے دو ہزار درم لے لیگا مگر اُسمین سے ایک ہزار درم زائد صدقہ کردیگا یا چاہے تو قاتل کی مددگار برادری سے روز قتل کی دو ہزار درم قیمت لے لے پھر قاتل اُسکے غاصب سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر اس صورت میں غلام نے خود ہی اپنے تئین قتل کر ڈالا ہو تو مولی غاصب سے یوم غصب کی ہزار درم قیمت تاوان لیگا اور یوم قتل کی قیمت تاوان نہین لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر غاصب کے پاس

سے غلام مغصوب بھاگ گیا تو اُسکا جُعل واپسی مالک پر واجب ہوگا یہ امام ابو یوسف کے نزدیک ہی اور اس مقدار جُعل کو غاصب سے نہین لے سکتا ہی لیکن نقصان اباق کو غاصب سے لے سکتا ہی بشرطیکہ اس سے پہلے غلام نہ بھاگا ہو۔ اور امام محمد رح نے فرمایا کہ مولی مقدار جُعل بھی غاصب سے واپس لیگا یہ ینابیع مین ہی۔

بارھوان باب غاصب الغاصب اور مستودع الغاصب وغیرہ کے بیان مین۔ اگر ایک شخص نے مال مغصوب کو غاصب سے غصب کر لیا تو مالک کو اختیار ہوگا کہ اول وثانی جس غاصب سے چاہے ضمان لے پس اگر غاصب اول سے ضمان لی تو غاصب اول مال ضمان کو غاصب ثانی سے لے لیگا اور اگر اُسنے دوسرے سے ضمان لی اور دوسرا اسکو اول سے نہین لے سکتا ہی اور جب مالک نے دونون مین سے کسی ایک سے ضمان لینا اختیار کیا تو امام اعظم وامام محمد رح کے نزدیک پھر اسکو دوسرے کی تضمین کا اختیار نہ ہوگا اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ جب تک اُس سے تاوان وصول نہ کرے تب تک اسکو ایسا اختیار ہی کذا فی محیط السرخسی۔ اور جب مالک نے دونون مین سے ایک یعنی غاصب یا غاصب الغاصب یا مستودع الغاصب سے تاوان لے لیا تو دوسرا بری ہوگیا یہ خلاصہ مین ہی۔ غاصب الغاصب نے اگر مال مغصوب کو تلف کر کے اُسکی قیمت غاصب اول کو ادا کردی تو ضمان سے بری ہوگیا اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ بری نہ ہوگا اور اگر بعینہ مال مغصوب کو غاصب اول کو واپس دیا تو بالاجماع سب کے نزدیک بری ہوجائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر مال مغصوب غاصب الغاصب کے پاس تلف ہوگیا اور اُسنے غاصب اول کو اُسکی قیمت تاوان دیدی تو بھی ضمان سے بری ہوجائیگا یہان تک کہ مالک کو یہ اختیار نہ رہیگا کہ اسکے بعد غاصب الغاصب کو ضامن ٹھہراوے کیونکہ قیمت قائم مقام عین ہی اور یہ حکم اُسوقت ہی کہ غاصب اول کا غصب کرنا گواہون کی گواہی یا اقرار مالک کے ذریعہ سے معروف و معلوم ہو اور اگر فقط غاصب اول نے ایسا اقرار کیا ہو تو مالک کے حق مین اُسکے اقرار کی تصدیق نہ کیجائیگی مگر اپنے حق مین اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی پس مالک کو اختیار رہیگا کہ دونون مین سے جس سے چاہے ضمان لے (مگر اول پھر ثانی سے رجوع ضمان نہین کرسکتا ہی) اور اگر غاصب الغاصب نے مغصوب کو فروخت کر کے اُسکا ثمن وصول کیا تو غاصب اول کو اُس سے اس ثمن کے لینے کا اختیار نہ ہوگا کیونکہ وہ مالک نہین ہی اور نہ مالک کی طرف سے نائب ہی اور اُسکو اجازت بیع کا بھی اختیار نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے غاصب سے ضمان لے یا اُسکے مستودع سے کیونکہ اُسکے حق مین دونون مین سے ہر ایک متعدی ہی (یعنے ظالم ہی) یہ محیط مین ہی۔ اور اگر غاصب نے مال مغصوب کسی کو عاریۃً دیا تو مالک مختار ہوگا چاہے معیر سے تاوان لے یا مستعیر سے پھر جس سے لے لیا وہ دوسرے سے مال تاوان نہین لے سکتا ہی اور اگر مستعیر نے اسکو تلف کردیا ہو تو ضمان اُسی پر مقرر ہوجائیگی یہ وجیز کردری مین ہی۔ اگر غاصب نے مال مغصوب کسی کو ہبہ کردیا اور موہوب لہ کے پاس تلف ہوگیا اور مالک نے اُس سے تاوان لے لیا تو وہ اپنے واہب سے واپس نہین لے سکتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر مغصوب کو غاصب نے فروخت کر کے مشتری کے سپرد کردیا تو مالک کو اختیار ہی چاہے غاصب سے ضمان لے پس بیع جائز ہوجائیگی اور ثمن غاصب کا ہوگا یا مشتری سے تاوان لے تو مشتری اپنا ثمن غاصب سے واپس لیگا اور بیع باطل ہوجائیگی اور مال ضمان واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر غاصب نے فروخت کر کے سپرد نہ کیا ہو تو ضامن نہ ہوگا یہ وجیز کردری مین ہی۔ منتقی مین ابن سماعہ کی

روایت ہے امام محمد رح سے مروی ہے کہ اگر مالک نے غاصب اول سے ضمان لینا اختیار کیا ہو خواہ غاصب اول اس امر پر راضی ہوا یا نہ ہوا اگر قاضی نے غاصب اول پر مالک کے واسطے قیمت کی ڈگری کر دی تو مالک کو یہ اختیار نہ رہیگا کہ غاصب اول سے ضمان لینا ترک کر کے دوسرے سے ضمان لینا اختیار کرے۔ اور اگر غاصب اول راضی نہوا ہو اور قاضی نے اسپر مالک کے نام قیمت کی ڈگری نہ کی تو مالک کو اختیار رہیگا کہ اس سے رجوع کر کے غاصب ثانی سے ضمان لینا اختیار کرے۔ اور اگر مالک نے غاصب اول سے ضمان لینا اختیار کر لیا اور اُسنے مالک کو کچھ نہ دیا اور وہ نادار رہی تو قاضی غاصب اول کو حکم دیگا کہ دوسرے غاصب سے اپنا مال وصول کر کے مالک کو دیدے پس اگر اول نے اس بات سے انکار کیا اور مالک نے ان دونوں غاصبوں کو حاضر کر کے گواہ پیش کیے تو مالک سے دوسرے پر پہلے غاصب کے واسطے ایسے گواہ مقبول ہونگے یہاں تک کہ دوسرے غاصب سے یہ مال وصول کر لیا جائیگا پھر اُسکو مغصوب منہ لے لیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مالک نے چاہا کہ دونوں میں سے ایک سے کسیقدر جزو قیمت تہائی و چوتھائی و نصف وغیرہ تاوان لے تو اُسکو اختیار رہیگا کہ باقی قیمت دوسرے سے تاوان لے یہ ذخیرہ میں ہے جامع کبیر میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے کسی شخص کی باندی ہزار درم قیمت کی غصب کر لی پھر غاصب سے دوسرے شخص نے غصب کر لی اور دوسرے غصب کے روز بھی اُسکی قیمت ہزار درم تھی پھر دوسرے غاصب کے پاس سے بھاگ گئی تو پہلے غاصب کو اختیار ہوگا کہ دوسرے سے اُسکی قیمت تاوان لے اگرچہ مالک نے پہلے غاصب سے ہنوز تاوان نہ لیا ہو پھر جب غاصب اول نے قیمت لے لی تو دوسرا غاصب ضمان سے بری ہو گیا اور یہ قیمت جو دوسرے سے وصول کی ہے وہ غاصب اول پر مضمون رہیگی حتی کہ اگر غاصب اول کے پاس تلف ہو گئی تو مالک کو اختیار ہوگا کہ اُس سے باندی کی قیمت غصب کا تاوان لے پھر جب مالک حاضر ہوا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ چاہے غاصب اول سے وہ قیمت لے لے جو اُسنے غاصب ثانی سے لی ہے پس باندی مغصوبہ اصل مالک کی طرف سے غاصب ثانی کی ملک ہو جائیگی یا چاہے تو غاصب اول سے از سر نو اُسکی قیمت تاوان لے پس مالک کی طرف سے باندی پہلے غاصب اول کی مملوک ہو کر پھر اُسکی طرف سے غاصب ثانی کی مملوکہ ہوگی۔ اور اگر غصب اول کے روز باندی کی قیمت ہزار درم ہو اور غصب ثانی کے روز دو ہزار درم ہو پھر وہ دوسرے غاصب کے پاس سے بھاگ گئی اور پہلے نے دوسرے سے دو ہزار درم قیمت لے لی اور وہ قیمت غاصب اول کے پاس تلف ہو گئی تو مالک کو یہ اختیار ہوگا کہ اول سے دو ہزار کی ضمان لے بلکہ فقط اُس سے اُسکے غصب کے روز کی قیمت ہزار درم تاوان لے سکتا ہے اور اگر مولے حاضر ہوا اور اسوقت تک غاصب اول کے پاس وہ قیمت جو اُسنے ثانی سے وصول کی ہے بعینہ موجود تھی اور حال یہ تھا کہ باندی بھی ظاہر ہو گئی تھی تو مالک کو یہ اختیارات ہونگے کہ چاہے باندی کو جہاں ظاہر ہوئی ہے وہاں سے لے لے یا چاہے غاصب اول سے وہ قیمت لے لے جو اُسنے غاصب ثانی سے وصول کی ہے یا چاہے غاصب اول سے اُسکے غصب کے روز کی قیمت لے لے پس اگر مالک نے اپنی باندی لینا اختیار کیا تو دوسرا غاصب پہلے سے وہ قیمت جو اُسنے دوسرے سے وصول کی ہے پھیر لیگا اور اگر وہ قیمت پہلے کے پاس تلف ہو گئی ہو تو پہلا دوسرے کیواسطے اُسکا ضامن ہوگا۔ اور اگر مالک نے غاصب اول سے وہ قیمت جو اُسنے دوسرے سے وصول کی ہے لے لی تو باندی دوسرے غاصب کو سپرد کیجائیگی۔ اور اگر مالک نے اول سے اُسکے غصب کے روز کی قیمت تاوان لی

لی تو جو قیمت اول نے دوسرے سے وصول کی ہی اُسکے سپرد کیجائیگی ولیکن پہلا غاصب اُسمین سے ایک ہزار درم جو مقدار ضمان سے اپنے مالک کو دیدیے ہین زائد مین صدقہ کر دیگا اور یہ قول امام اعظم و امام محمد رح کا ہی مگر امام ابو یوسف کے نزدیک کچھ صدقہ نہ کریگا بلکہ یہ زیادتی اُسکو حلال ہی یہ محیط کے متفرقات مین ہی - اور فتاوی عتابیہ مین لکھا ہی کہ اگر مغصوبہ باندی غاصب کے پاس بچہ جنی اور اُن دونون کو دوسرے شخص نے غصب کر لیا اور اول نے مالک کو باندی کی قیمت تاوان دیدی تو اول غاصب دوسرے سے دونون کی قیمت تاوان لے لیگا اور اُسمین سے بچہ کی قیمت صدقہ کر دیگا اور یہ اُس کی ضمان قیمت سے بچہ کے مالک ہو جانے کی بنا پر ہی اور اگر مغصوب منہ نے غاصب اول سے مال مغصوب کی قیمت سے کم پر صلح کر لی تو پہلا غاصب دوسرے سے پوری قیمت لیکر اُسمین سے بقدر زیادتی کے صدقہ کر دیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی - ابن سماعہ سے روایت ہی کہ اُنھون نے امام محمد رح کو لکھا کہ ایک شخص نے دوسرے کا غلام غصب کیا اور اُسکو ایک شخص ثالث نے خطا سے قتل کر ڈالا پس مالک نے چاہا کہ فی الحال نصف قیمت غلام غاصب سے لے اور نصف قیمت بمعاد دیت قاتل کی مددگار برادری سے لے تو امام محمد رح نے جواب لکھا کہ مالک کو ایسا اختیار ہی یہ محیط مین ہی - ایک شخص نے دوسرے کا مال غصب کیا پھر غاصب سے یہ مال مالک کے قرضخواہ نے غصب کر لیا تو مختار یہ ہی کہ مغصوب منہ کو اختیار ہی چاہے غاصب اول سے تاوان لے یا دوسرے سے پس اگر اول سے تاوان لیا تو دوسرا بری ہوگا اور اگر دوسرے سے تاوان لیا تو پہلا بری ہو جائیگا یہ ظہیریہ مین ہی ایک شخص نے ایک غلام غصب کیا اور اُس سے دوسرے نے غصب کر لیا اور وہ بھاگ گیا پس مالک نے کہا کہ تیرے غصب کے وقت اُسکی قیمت ہزار درم تھی پھر دوسرے کے غصب کے وقت دو ہزار تھی اور غاصب اول نے کہا کہ نہین بلکہ میرے غصب کے وقت پانچ سو درم تھی پھر ایک ہزار یا پانچ سو درم میرے پاس زیادہ ہو گئے تو قیمت مین مالک کا قول قبول ہوگا اور اگر غاصب اول نے یہ لفظ نہ کہا کہ میرے پاس زیادہ ہو گئے تو اُسی کا قول قبول ہوگا پھر اگر غلام ظاہر ہوا اور قیمت اُسکی زائد نکلی تو مالک کو اختیار ہوگا کہ جو کچھ اُسنے لیا ہی وہ واپس کر کے غلام لے لیوے پس اگر اُسنے غلام لینا اختیار کیا پھر اُسکو غاصب ثانی نے قتل کر ڈالا تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے فسخ کو باقی رکھے اور قاتل کی مددگار برادری کا دامنگیر ہو یا فسخ کو توڑ کر غاصب اول سے اُسکے غصب کے روز کی قیمت لے لے یہ کافی مین ہی مین نے بعض کتب فقہ مین مطالعہ کیا کہ ایک شخص نے ایک غلام غصب کیا پھر اُس سے دوسرے نے غصب کر لیا اور اُسکے پاس مر گیا تو مولی کو اختیار ہی چاہے غاصب اول سے ضمان لے اور اول اُسکو دوسرے سے لے لیگا یا اول کو بری کر دے اور دوسرے سے قیمت تاوان لے اور دوسرے کا اول پر کچھ نہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہی - اور اگر کوئی غلام غصب کر کے زید کے پاس ودیعت رکھا اور وہ زید کے قبضہ سے بھاگ گیا پھر مالک نے ودیعت لینے والے یعنی زید سے ضمان لینی اختیار کی تو غاصب اس غلام کا مالک ہو جائیگا حتی کہ اُسکا آزاد کرنا نافذ ہوگا اور یہ مال ضمان خود ادا کرنے سے پہلے غاصب سے رجوع کر کے لینے کا مختار ہی اور اگر وہ غلام واپس ہو کر زید کے قبضہ مین آگیا تو مودع یعنی زید مختار ہی کہ مال ضمان بھر پور حاصل کرنے تک غاصب سے روک رکھے اور اگر روکنے سے پہلے زید کے پاس مر گیا تو امانت مین مرا اور روکنے کے بعد مرے تو اپنی قیمت کے عوض ہوگا - اور ایسی صورت مین مرتہن و مستاجر کا حکم مثل ودیعت لینے والے کے ہی کذا فی الکافی - اور غاصب کو قبل اختیار مولی کے باندی مغصوبہ سے خدمت لینے یا دوسرے کی ملک مین دیدینے کا اختیار نہین ہی پھر اگر مالک

نے قیمت لینا اختیار کیا تو از سر نو باندی کا استبرا کرے اور اگر باندی لینا اختیار کیا تو جو کچھ اُسنے تصرف کیا سب باطل ہو جائیگا سوائے ام ولد بنانے کے کہ اس صورت مین استحسانًا بچہ کا نسب ثابت ہوگا اور بچہ رقیق ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور غاصب ثانی کو باندی سے وطی کا اختیار نہین ہے یہان تک کہ مولی غاصب اول سے وہ قیمت لے لینا اختیار کرے جو اول نے ثانی سے لی ہے یا غاصب اول سے ضمان لینا اختیار کرے۔ اور اگر غاصب اول کے ثانی سے قیمت لینے کے بعد اور مولی کے کسی امر تضمین کے اختیار کرنے سے پہلے باندی کو حیض آیا تو یہ حیض حکم استبرا کیواسطے کافی نہوگا اور اگر غاصب اول نے دوسرے سے قیمت لینے کا اقرار کیا تو یہ اقرار اور گواہون سے قیمت لینا ثابت ہو جانا دونون یکسان ہین ان دونون مین دوسری وجہ سے اتنا فرق ہے کہ اس صورت اقراری مین مولی کو دوسرے غاصب کی تضمین کا اختیار ہے اور صورت ثبوت بگواہان مین دوسرے کی تضمین کا اختیار نہین ہے اور اسیطرح جب قاضی نے دوسرے پر قیمت کی ڈگری کر دی ہو پھر غاصب نے وصول قیمت کا اقرار کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے اسیطرح اگر غاصب اول نے اقرار کیا کہ مین نے غاصب دوم سے باندی اپنے قبضہ مین واپس کی اور اقرار کیا کہ وہ میرے پاس مرگئی تو بھی اُسکا قول قبول نہوگا یہان تک کہ مالک کو ان سب صورتون مین غاصب ثانی کی تضمین کا اختیار ہوگا مگر غاصب ثانی غاصب اول سے اپنی قیمت واپس لیگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کا گھوڑا غصب کیا پھر اُس سے تیسرے نے غصب کر لیا پھر تیسرے سے مالک نے چورا لیا پھر غاصب ثانی نے مالک سے زبردستی چھین لیا اور مالک اسکے ساتھ مخاصمہ سے عاجز رہا تو مالک کو یہ اختیار نہوگا کہ اول پر نالش کرے کیونکہ جب وہ گھوڑا مالک کے پاس پہونچگیا تو غاصب اول اُس سے بری ہوگیا تھا یہ وجیز کردری مین ہے۔ زید نے عمرو کا مال غصب کیا پھر زید سے بکر نے اس غرض سے لے لیا کہ اسکو مالک کو واپس دے پھر مالک کو نہ پایا تو بکر کے عہدہ ضمان سے باہر ہونیکی کوئی صورت نہین ہے لیکن اگر اسکو مالک کیواسطے صدقہ کر دے تو مجھے امید ہے کہ مالک اُسکے ثواب سے راضی ہو جاوے۔ ایک شخص نے عین مغصوبہ غاصب کے قبضہ مین سے نکال لی تاکہ اُسکو مالک کو واپس دے پھر مالک کو نہ پایا تو یہ شخص غاصب الغاصب قرار پائیگا پس غاصب اول کو واپس کر دے تاکہ عہدۂ ضمان سے بری ہو جاوے اور اگر اُسنے غاصب اول کو واپس کر دی پھر غاصب اول کے پاس تلف ہو گئی تو غاصب ثانی پر کچھ نہین ہے وہ عہدہ سے بری ہو چکا ہے یہ جواہر الفتاوی مین ہے۔ ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ اگر مال مغصوب غاصب سے کسی چور نے چورایا اور قاضی کو یہ امر معلوم ہوگیا اور مالک غائب ہے تو قاضی اُس مال کو لیکر غاصب کی ذمہ داری پر اسکی حفاظت کریگا اور یہ امر قاضی کو جائز ہے کہ غاصب کے مال مین ایسا تصرف کرے جو مودی بحفظ المال ہو نہ اسطرح جو مودی بابرا حقوق غائب ہو اور فاوسارق پر مال کا مضمون ہونا حقوق غائب مین سے ہے پس از جانب قاضی ایسا حق بابرا اسا قط نہ ہوگا کذا فی المحیط السرخسی

پندرھوان باب آزاد و مدبر و مکاتب و ام ولد کو غصب کرنے کے بیان مین

ایک شخص ایک عورت یا نابالغ دختر کو دھوکا دیکر اُسکے شوہر یا باپ کے گھر سے نکال لے گیا تو وہ شخص قید کیا جائیگا یہان تک کہ اُسکو لاوے یا اُسکے حال سے آگاہ کرے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ایک نابالغ کو چورایا پھر وہ اُسکے ہاتھ سے چوری گیا اور اسکی موت یا قتل ظاہر نہ ہوا تو چور ضامن نہ ہوگا بلکہ قید کیا جائیگا یہان تک کہ اُسکو لاوے یا اُسکے حال سے آگاہ کرے یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک آزاد نابالغ کو اُسکے اہل مین سے غصب کر لیا اور وہ بیمار ہوگیا پھر اُسکے پاس مرگیا تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ اُسپر ضمان واجب نہ ہوگی۔ اور اگر مریض نہ ہوا اور بلکہ اُسکو کسی درندہ نے زخمی کر کے ہلاک کیا یا اُسکو سانپ نے کاٹا اور وہ مرگیا تو غاصب کی مددگار برادری پر اُسکی دیت

واجب ہوگی و بالجملہ حکم یہ ہے کہ آزاد خواہ صغیر ہو یا کبیر بغصب سے مضمون نہیں ہوتا ہے اسواسطے کہ ضمان غصب مقتضی تملیک ہے اور آزاد میں صلاحیت تملیک نہیں ہے ہاں مضمون بالجنایۃ ہوتا ہے اسواسطے کہ جنایت اتلاف ہے پس جب یہ امر ثابت ہوا تو ہم کہتے ہیں کہ جب نابالغ ایسے سبب سے مرا جو باتلاف اماکنہ مختلف نہیں ہوتا ہے تو غاصب پر ضمان واجب نہ ہوگی (اسلیے کہ اتلاف متحقق نہ ہوا) اور اگر ایسے سبب سے ہلاک ہوا جو باختلاف اماکنہ مختلف ہوتا ہے تو غاصب کی مددگار برادری پر ضمان واجب ہوگی۔ اور اگر غاصب کے پاس اسکو کسی نے قتل کیا تو اولیاء مغصوب کو اختیار ہوگا چاہیں غاصب سے دیت کے واسطے دامنگیر ہوں یا قاتل کے دامنگیر ہوں پس اگر انھوں نے غاصب سے ضمان دیت لی تو وہ قاتل سے رجوع کریگا اور اگر انھوں نے قاتل کا پیچھا کیا تو وہ غاصب پر رجوع نہیں کر سکتا ہے اور یہ سب ضمان مددگار برادری پر واجب ہوگی کیونکہ یہ ضمان جنایت ہے اور اگر مغصوب نے خود اپنے تئیں قتل کر لیا یا کنوئیں میں گر گیا یا اسپر دیوار گر گئی اور وہ مر گیا تو غاصب ضامن ہے پس اسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور دیوار کی صورت میں اگر غاصب دیوار کے مالک کو دیوار توڑنے کے واسطے پہلے اعلام کر چکا ہے (یعنی اسکو جتا دیا ہے کہ یہ معرض سقوط میں ہے) تو عاقلہ غاصب کو مالک دیوار سے واپس لینے کا اختیار رہیگا۔ اور اگر اسکو کسی نے عمداً قتل کیا تو اولیاء مغصوب کو اختیار ہوگا چاہیں قاتل کو قصاصاً قتل کریں اور غاصب بری ہو جائیگا یا غاصب کو ضامن قرار دیکر اسکی مددگار برادری سے دیت لیں پھر غاصب کی مددگار برادری مال ضمان قاتل سے واپس لیگی مگر اسکو یہ اختیار نہ ہوگا کہ قاتل کو قصاصاً قتل کرے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر آزاد نابالغ کو غصب کیا پھر وہ غرق ہو گیا یا جل گیا تو غاصب ضامن ہوگا اور اگر خود بقضا سے مر گیا تو ضامن نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر نابالغ نے خود اپنے تئیں قتل کر لیا تو اسکی دیت غاصب کے مددگار برادری پر ہوگی اور اسکی مددگار برادری کو نابالغ کی مددگار برادری سے واپس نہیں لے سکتی ہے اور اسی طرح اگر اس نابالغ نے اپنے بدن کے کسی عضو پر مثل ہاتھ یا پاؤں وغیرہ کے اشیاء کے جنایت کی تو یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر جانور سواری پر سوار ہو کر اپنے تئیں اسپر سے گرا دیا تو بھی یہی حکم ہے اور یہ سب امام ابو یوسف رح کا قول ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ نابالغ کی اپنے نفس پر جنایت کرنے سے غاصب پر ضمان نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر غاصب کے پاس نابالغ نے کسی شخص کو قتل کیا پھر غاصب نے وہ نابالغ اسکے باپ کو واپس دیا پھر نابالغ کی مددگار برادری نے شخص مقتول کی دیت ادا کی تو اسکی مددگار برادری کو غاصب سے کچھ واپس لینے کا اختیار نہ ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر کسی نے ایک غلام جسکے ساتھ اسکے مولے کا مال ہے غصب کیا تو وہ شخص مال کا بھی غاصب ہو جائیگا حتیٰ کہ اگر غلام بھاگ گیا تو غاصب اس مقدار مال اور قیمت غلام کا ضامن ہوگا۔ اور اگر کسی نے آزاد کو غصب کیا اور اسکے تن پر کپڑے موجود ہیں تو بوجہ کہ مغصوب اسکے قبضہ میں ہے اسکے کپڑوں کی ضمان غاصب پر واجب نہ ہوگی لیکن اگر بجائے آزاد کے غلام کو غصب کیا اور اسپر لباس ہے تو مثل اسکے عین کے اسکے لباس کا بھی ضامن ہوگا اور اسکے پاس لباس کی ضمان اسکے عین کی ضمان کی تابع ہوگی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اور اگر مغصوب مملوک مدبر ہو اور وہ غاصب کے پاس سے بھاگ گیا تو غاصب اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اسلیے کہ مدبر بسبب غصب کے مضمون ہوتا ہے و لیکن اداے ضمان سے غاصب اسکا مالک نہ ہو جائیگا حتیٰ کہ اگر وہ ظاہر ہو جاوے تو اسکے مولی کو واپس کر کے اپنی قیمت واپس کرلے

اور غاصب کو یہ اختیار نہو گا کہ اپنی قیمت وصول کرنے کی غرض سے اسکو روک رکھے یہ شرح طحاوی مین ہی۔ ایک شخص نے ایک مدبر کو غصب کیا کہ جسکی قیمت ایک ہزار درم تھی پھر اسکے پاس بڑھکر دو ہزار درم ہو گئی پھر اس سے دوسرے شخص نے غصب کر لیا پھر وہ دوسرے کے پاس سے بھاگ گیا یا مرگیا تو مالک کو اختیار ہو گا کہ دونون مین سے جس سے چاہے اسکے وقت غصب کی قیمت تاوان لے یعنی چاہے تو غاصب اول سے ایک ہزار درم تاوان لے اور دوسرے سے دو ہزار درم واپس لیگا مگر انمین سے ایک ہزار اسکو حلال طیب ہین اور باقی ایک ہزار درم صدقہ کر دے پھر اگر وہ مدبر ظاہر ہوا تو مالک مولی مین عود کریگا اور مولے پر واجب ہو گا کہ غاصب اول کو اسکے ہزار درم واپس کر دے اور غاصب اول پر واجب ہو گا کہ دوسرے کو اسکے دو ہزار درم واپس کر دے۔ پھر اگر مولے نے اول سے ضمان لینا اختیار کیا اور بعد اختیار کے قبل استیفاء مال کے وہ مدبر دوسرے غاصب کے قبضہ مین عود کر آیا اور اسکے پاس مرگیا تو دوسرا ضامن نہو گا کیونکہ دوسرا اسکے ضمان غصب سے جبھی بری ہو گیا کہ جب مولے نے اول سے ضمان لینا اختیار کیا اور پھر اسکے بعد اسکی طرف سے منع نہین پایا گیا حتے کہ اگر مولے نے اس سے طلب کیا ہوا اور اسنے دینے سے انکار کیا ہوا اور پھر وہ غلام مرگیا تو دوسرا ضامن ہو گا اسواسطے کہ مالک کو دینے سے انکار کرنا یہ از سر نو غصب ہی اور اسی طرح اگر دوسرے نے اسکو خطا سے قتل کیا ہو تو بھی یہی حکم ہی پس مولی کو اختیار ہو گا کہ اول کو ہزار درم اسکے واپس کر کے دوسرے کی مددگار برادری سے دو ہزار درم تاوان دیت لے۔ اور اگر مولے نے اول کو ہنوز کچھ ضامن نہ کیا ہو یہان تک کہ دوسرے نے اسکو قتل کیا پھر اسنے اول کو ضامن کیا خواہ وہ دوسرے کے قتل کرنے کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو تو دوسرا بری ہو جائیگا اور پہلے کو یہ اختیار ہو گا کہ چاہے دوسرے سے ضمان غصب لے یا دوسرے کی مددگار برادری سے ضمان جنایت لے یہ کافی مین ہی۔ اگر کسی نے ام ولد غصب کر لی اور وہ اسکے پاس مرگئی تو امام اعظم رح کے نزدیک اگر اپنی موت سے مری ہو تو غاصب اسکا ضامن نہو گا اور اگر کسی ایسے سبب سے مری جس سے نابالغ آزاد کی صورت مین ضمان واجب ہوتی ہی تو غاصب فی الحال اپنے مال سے اسکی قیمت کا ضامن ہو گا اسواسطے کہ ام ولد مضمون ہونے مین بہ نسبت نابالغ آزاد کے حق ہی اسلیے کہ اسکا مال ہوتا بہ نسبت نابالغ آزاد کے اولی ہی اور اگر کسی نے مدبرہ باندی کو غصب کیا اور وہ اسکے پاس مرگئی تو اسکی قیمت کا ضامن ہو گا یہ سراج الوہاج مین ہی

چودھوان باب متفرقات مین

اگر غاصب نے مغصوب کو کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور مالک نے اسکے بیع کی اجازت دیدی تو اجازت صحیح ہو جائیگی بشرطیکہ اس اجازت مین شرائط اجازت پائی جاوین اور وہ شرائط یہ ہین کہ بائع و مشتری و معقود علیہ قائم ہون اور یہ کہ اجازت قبل خصومت کے ہو یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور موافق ظاہر الروایۃ کے قیام ثمن شرط نہین ہی جبکہ وہ بیع بعوض دراہم و دینار کے واقع ہوئی ہو اور اگر مالک نے غاصب کے ساتھ خصومت کر کے قاضی سے درخواست کی کہ میرے نام مالک کی ڈگری فرماوے پھر بیع کی اجازت دی تو امام اعظم رح کے قول پر ایسی اجازت صحیح نہین ہی ایسا ہی شمس الائمہ حلوائی اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے ذکر فرمایا ہی اور شمس الائمہ سرخسی نے اپنی شرح مین ذکر فرمایا کہ موافق ظاہر الروایت کے اجازت صحیح ہی پس اگر وقت اجازت کے قیام مبیع معلوم نہو مثلاً وہ غلام مشتری کے پاس سے بھاگ گیا تو ظاہر الروایۃ مین مذکور ہی کہ اجازت صحیح ہی اور

اگر غاصب نے ثمن پر قبضہ کرلیا اور وہ اسکے پاس تلف ہو گیا پھر مالک نے بیع کی اجازت دیدی تو وہ ثمن تلف شدہ مالک کا
مال گیا بدین وجہ کہ اجازت انتہا مین ابتداء سے اجازت کے اعتبار مین ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر غاصب مال مغصوبہ کا متعہد ہو
سکی طرف سے بسبب بیع یا ہبہ یا ارث کے بعد دوسرے کے ہاتھ اُسکے فروخت کرنے کے مالک ہوا تو بیع باطل ہو جائیگی
بسبب اسکے کہ ملک قطعی ملک موقوف پر طاری ہوئی یہ خلاصہ مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو اس راہ
سے چلا جا کہ یہ مامون ہی پس وہ اُسی راستہ گیا اور راہ مین اسکو لصوص نے پکڑا تو راہ بتلانے والا ضامن نہوگا اور
اگر راہ بتلانے والے نے یون کہا ہو کہ اگر یہ راستہ خوفناک نکلا اور تیرا مال چھین گیا تو مین ضامن ہون اور باقی مسئلہ
بحالہ رہے تو ضامن ہوگا پس اس جنس کے مسائل مین قاعدہ یہ ہوا کہ فریب کی وجہ سے دھوکا کھانے والے کا حق ضمان
دھوکا دینے والے پر جبھی ثابت ہوتا ہی کہ یہ امر کسی عقد معاوضہ کے ضمن مین واقع ہو یا صریحا دھوکا دینے والا ضمانت
اُس سے سلامتی کو بیان کرے۔ اور اسی طرح اگر اُسنے دوسرے سے کہا کہ تو یہ کھانا کھالے کہ یہ طیب ہی پس وہ زہریلا
ہوا نکلا تو ضامن نہوگا یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کے جانور کی پیٹھ پر بدون اسکی اجازت کے بار لادا یہانتک
کہ جانور کے پانون ورم کر گئے پس مالک نے اُنکو چیرا تو فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ انتظار کیا جاوے پس اگر جراحت مندمل
ہو جاوے تو کسی پر ضمان واجب نہوگی اور اگر نقصان رہا پس اگر چیرنے سے رہا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر ورم سے رہا تو غاصب
ضامن ہوگا اسی طرح اگر جانور مرگیا تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر دونون نے اختلاف کیا تو قسم کے ساتھ اُس شخص کا قول
قبول ہوگا جسنے جانور سے کام لیا ہی پس اگر قسم کھا گیا تو جانور کے تاوان سے بری ہو جائیگا مگر ضمان نقصان سے بری
نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص کے ایک درخت سے جو اُسکی ملک مین قائم ہی شاخین پھوٹکر پڑوسی کی طرف
گئین پس پڑوسی نے چاہا کہ اپنی ہوا سے فضا صاف کرنے کے واسطے اُنکو قطع کرے تو اُسکو ایسا اختیار ہی ایسا ہی امام محمد
رح نے ذکر فرمایا اور شیخ ناطقی اپنے واقعات مین فرماتے ہین کہ ظاہر لفظ امام محمد رح اس امر کو مفید ہی کہ پڑوسی کو بدون
اجازت قاضی کے قطع کرنے کی ولایت حاصل ہی اور بعض نے فرمایا کہ اسکی دو صورتین ہین کہ اگر تفریغ ہوا شاخون
کے درخت کیجانب کھینچکر رسی سے باندھنے سے ممکن ہو تو پڑوسی قطع نہین کرسکتا ہی اور اگر قطع کریگا تو ضامن ہوگا ولیکن
مالک درخت سے طالب ہوگا کہ شاخین درخت کیطرف کھینچکر اپنی رسی سے باندھ دے اور اگر اُسنے جھگڑا کیا تو قاضی اُسکے
ذمہ یہ امر لازم کریگا اور اسی طرح اگر بعض شاخون کا درخت کی طرف کھینچکر باندھ دینا ممکن ہو تو ایسی شاخون کو نہین
قطع کرسکتا ہی۔ اور اگر تفریغ ہوا بدون کاٹنے شاخون کے ممکن نہ ہو تو اولی یہ ہی کہ مالک درخت کو خبر کرے کہ وہ شاخون کو
کاٹ دے یا اُسکو کاٹنے کی اجازت دیدے اور اگر آگاہی پر اُسنے انکار کیا تو یہ امر قاضی کے سامنے پیش کرے تاکہ
قاضی اسکو کاٹ ڈالنے پر مجبور کرے۔ اور اگر پڑوسی نے ان باتون مین سے کچھ نہ کیا بلکہ ابتداً خود ہی شاخین کاٹ
ڈالین پس اگر ایسی جگہ سے کاٹی ہین کہ اُس جگہ سے اونچی یا نیچی کاٹنا مالک کے حق مین مفید تر نہین ہی تو ضامن نہوگا
ایسا ہی شیخ الاسلام نے شرح کتاب الصلح مین ذکر کیا ہی اور شمس الائمہ حلوانی نے بھی شرح کتاب الصلح مین ذکر
فرمایا کہ جب پڑوسی نے اُنکے کاٹنے کا قصد کیا تو فقط اپنی ذاتی ملک مین کاٹ سکتا ہی اور اُسکو یہ اختیار نہ ہوگا کہ
اپنے پڑوسی کے بستان مین جاکر شاخون کو کاٹے مصنف رح فرماتے ہین کہ ہمارے مشایخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اپنی
جانب سے اُسکو کاٹنے کا اختیار جبھی ہوگا کہ جب اپنی طرف سے کاٹنے مین ویسا ہی ضرر متصور ہو جیسا مالک کیطرف ۸۲

سے جا کر کاٹنے مین ہی اور اگر مالک کی طرف سے کاٹنے بین کم ضرر ہو تو پڑوسی اُنکو نہین کاٹ سکتا ہی مگر اُسکو قاضی کے سامنے پیش کریگا تاکہ قاضی مالک کو اُنکے کاٹنے کا حکم کرے پس اگر اُسنے جھگڑا کیا اور کاٹنے سے انکار کیا تو قاضی ایک نائب کرکے بھیجیگا تاکہ مالک درخت کی طرف سے جا کر اُنکو چھانٹ دے پھر واضح ہو کہ جس صورت مین پڑوسی اُنکے کاٹنے سے ضامن نہین ٹھہرتا ہی اگر پڑوسی نے خود اُنکو قطع کیا تو مونث قطع مین جو کچھ اُسکو خرچ پڑا وہ مالک درخت سے واپس نہین لے سکتا ہی یہ محیط مین ہی- ایک شخص کے شہتیر پڑوسی کی دیوار پر اسطرح رکھے ہوئے تھے کہ اُنکے کنارے باہر نکلے تھے اور اُس دیوار کے حال سے ظاہر تھا کہ ایسا بار نہین اُٹھا سکتی ہی پس مالک دیوار نے اُنکو کاٹ دیا پس اگر شہتیرون کے مالک کو اسطرح آگاہ کر دیا تھا کہ تو اُنکو اُٹھا لے ورنہ مین کاٹ ڈالونگا تو ضامن نہوگا کیونکہ شہتیر کا مالک اُسکے قطع پر راضی ہوگیا اور اگر اُسکو آگاہ نہ کیا تو ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی- زید نے عمرو کا کپڑا غصب کرکے اُسکی قمیص قطع کرکے سی پھر اس قمیص کو خالد نے استحقاق ثابت کرکے لے لیا تو عمرو کپڑے کی قیمت زید سے تاوان لیگا اسیطرح اگر گیہون غصب کرکے اُنکو پیسا پھر خالد نے آٹا استحقاق ثابت کرکے لے لیا تو بھی عمرو اپنے گیہون کے مثل زید سے لے لیگا اسیطرح اگر گوشت غصب کرکے اُسکو بھونا اور بھونے ہوئے کو خالد نے استحقاق مین لیا تو بھی عمرو اپنے گوشت کی قیمت زید سے لے سکتا ہی اور اگر خالد نے اسطرح گواہ قائم کیے ہون کہ یہ کپڑا سینے سے پہلے سے میرا ہی یا یہ گیہون پیسنے سے پہلے سے میرے ہین یا یہ گوشت بھوننے سے پہلے سے میرا ہی تو مغصوب منہ یعنی عمرو کو زید سے کچھ تاوان لینے کا اختیار نہوگا یہ محیط مین ہی- اور اگر کسی نے ایک کپڑا غصب کرکے قطع کیا مگر اُسکو نہین سیا یا بکری غصب کرکے ذبح کی تھی کہ مال مغصوب سے حق مالک منقطع نہین ہوا پھر کسی شخص نے باثبات استحقاق اُسکو لے لیا تو غاصب ضمان سے بری ہوجائیگا یہ فصول عمادیہ مین ہی- ایک غلام پانی کا کوزہ مولی کے بیت کیطرف اپنے مولی کی اجازت سے اُٹھائے لیے جاتا تھا پھر بغیر اجازت اُسکے مولی کے ایک شخص نے کوزہ اُسکو دیا کہ میرے واسطے حوض سے پانی بھر لے اُٹھائے لیے چل پس راستہ مین وہ غلام مرگیا تو یہ شخص کل قیمت غلام کا ضامن ہوگا کیونکہ اُسکا کام غلام کے مولی کے کام کا ناسخ ہوگیا پس کل غلام اُسکا مغصوب ہوگیا یہ خزانۃ المفتین مین ہی- اگر ہو تو وہ مجوسی کو کسی مسلمان نے غصب کرکے تلف کر دیا تو سغناقی رحمہ نے صریح بیان فرمایا ہی کہ مسلمان ضامن ہوگا اور یہی صحیح ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی- ایک شخص نے اپنا درخت کاٹا اور اُسکی جڑین دوسرے شخص کی عمارت کے نیو کے نیچے پیوست ہوگئی ہین پس صاحب عمارت نے جڑین کاٹنے سے اُسکو روکا تو مالک درخت کیواسطے اُسکے درخت کی جڑون کا ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی- ایک شخص نے دو انڈے غصب کرکے ایک کو ایک مرغی کے نیچے بٹھایا اور دوسرے کو دوسری مرغی نے خود سے لیا اور دونون سے دو بچے نکلے تو دونون بچے غاصب کے ہونگے اور اُسپر تاوان دو انڈے واجب ہونگے اور مسئلہ مذکورہ مین بجاے غصب کے دونون انڈے ودیعت ہون تو جو بچہ مرغی کے خود ہی بیٹھنے سے نکلا ہی وہ مستودع کا ہوگا انڈے کے مالک کا نہوگا یہ وجیز کردری مین ہی- اور اگر ایک شخص کے پاس ایک انڈا غصب کا اور دوسرا ودیعت کا ہو اور اُنکو ایک مرغی نے سیا اور اُنسے دو بچے نکلے تو ودیعت کے انڈے کا بچہ مالک ودیعت کا ہوگا اور غصب والے کا بچہ غاصب کا ہوگا اور یہ بمنزلہ اس صورت کے ہی کہ ایک شخص کے پاس دو قفیز گیہون ایک قفیز ودیعت اور ایک قفیز غصب تھے پھر دونون کو ہوا نے اُڑا کر ایک زمین مین ڈالا اور دونون قفیز اُگ گئے تو ودیعت سے جو کھیتی اُگی وہ

صاحب ودیعت کی اور جو غصب سے آئی وہ غاصب کی ہوگی اور مغصوب منہ کو ایک قفیز گیہوں غاصب تاوان دیگا پھر اگر دونوں بچوں کی ایک دوسرے سے شناخت نہو تو فقیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ ودیعت کا بچہ ہی غاصب کا قول قبول ہوگا اور اگر غاصب نے کہا کہ میں نہیں پہچانتا ہوں تو دونوں بچے دونوں میں مشترک رہینگے اور غاصب پر غصب کا تاوان ایک ابتدا واجب ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اگر میت کے قرضداروں سے کسی ظالم نے مال میت جو انپر آتا ہی لے لیا تو میت کا قرضہ انپر بحالہ باقی رہیگا یہ تاتارخانیہ میں ینابیع سے منقول ہی۔ اگر غاصب نے دار فروخت کر کے مشتری کے سپرد کر دیا پھر غصب کا اقرار کیا اور مالک دار کے پاس گواہ نہیں ہیں تو غاصب کا اقرار حق مشتری میں باطل ہوگا پھر امام اعظم رح اور آخر قول امام ابو یوسف کے موافق مالک کیواسطے غاصب پر کچھ ضمان نہوگی یہ مبسوط میں ہی۔ اگر ایک شخص طحان کے پاس گیہوں لایا اور طاحونہ کے صحن میں رکھکر طحان کو حکم دے گیا کہ رات کو اندر داخل کر لینا اُسنے داخل نہ کیے اور رات کو سیندھ لگا کر چوری ہو گئی پس اگر صحن طاحونہ بلند دیوار ہے کہ جسپر بدون سیڑھی لگائے نہ چڑھا جا سکتا ہو ویسے محیط ہو تو طحان ضامن نہوگا اور اگر اسکے برخلاف ہو تو ضمان واجب ہوگی یہ محیط میں ہی۔ ایک شخص نے موزہ دوز کو سینے کیواسطے موزہ دیا اُس موزے کو موزہ دوز باہری دوکان میں رکھکر دوکان کا دروازہ کھلا ہوا چھوڑ کر بدون نگہبان بٹھلانے کے نماز کو چلا گیا اور وہ موزہ چوری گیا تو موزہ دوز ضامن ہوگا اسلیے کہ وہ مضیع ہی یہ کبری میں ہی۔ دھوبی کو جو کپڑا دیا گیا تھا اُسمیں اُسنے اپنے کام پر جانے کے وقت روٹیاں رکھیں اور وہ چوری گیا پس اگر اُسمیں اسطرح لپٹی ہوں جیسے رومال میں چیز رکھکر لپیٹی جاتی ہی تو ضامن ہوگا اور اگر اُسنے وہ کپڑا اپنی بغل میں دبایا پھر اُسمین روٹیاں کھونس لیں تو ضامن نہوگا یہ وجیز کردری میں ہی۔ حمال نے اگر بیابان میں بوجھ اُتارا اور باوجود اسکے کہ وہاں سے منتقل کرنا اسکو ممکن تھا اگر منتقل کر سکے نہ چلا یہاں تک کہ بسبب بارش یا چوری کے وہ متاع برباد ہوئی تو حمال ضامن ہوگا اور اس مسئلہ کی تاویل یہ ہی کہ یہ اُسوقت ہی کہ جب بارش یا چوری کا گمان غالب ہو یہ خزانۃ المفتین میں ہی۔ اگر ایک شخص نے حمال کو کچھ اسباب کسی شہر تک پہونچانے کے واسطے دیا اور حمال لادکر چلتے چلتے ایک بڑی نہر پر آیا اور اس نہر میں برف کے ٹکڑے پانی میں بہتے تھے جیسا کہ موسم سرما میں ہوتا ہی پس حمال ایک ٹکڑے پر سوار ہوا اور اُس ٹکڑے کے پیچھے پیچھے اور ٹکڑے پانی کی رو میں آتے جاتے تھے پس ٹکڑوں کے بہاؤ سے وہ ٹکڑا حمال کے قابو سے نکل گیا اور بوجھ پانی میں گر پڑا پس اگر لوگ ایسی صورت سے بدون کسی نکیر کے عبور کرتے ہیں تو اُسپر ضمان واجب نہوگی یہ کبری میں ہی۔ اگر ایک شخص اونٹوں کی قطار میں آیا اور بعض کو کھول دیا تو ضامن نہوگا کیونکہ اُسنے کوئی اونٹ غصب نہیں کیا ہی یہ فصول عمادیہ میں ہی۔ ایک شخص نے اپنا غلام زنجیر سے بندھا ہوا دوسرے کو دیا کہ اسکو مع زنجیر اپنے گھر کو لیجا پس وہ شخص بدون زنجیر کے لے چلا پھر وہ غلام بھاگ گیا تو ضامن نہوگا۔ ایک شخص نے دوسرے کی بکریوں کے صوف بدون مالک کی اجازت کے جھاڑ لیا اُسکے نمدے بنائے تو نمدے غاصب کے ہونگے کیونکہ اُسکی ساخت سے تیار ہوئے ہیں پھر اسکے بعد دیکھنا چاہیے کہ اگر صوف جھاڑ لینے سے بکریوں کی قیمت میں کچھ نقصان نہیں آیا تو غاصب پر اُسکے مثل صوف واجب ہی اور اگر نقصان آیا ہو تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے غاصب سے اسکے مثل صوف لے لے یا بکریوں میں جو کچھ نقصان آیا ہی وہ نقصان لے لے یہ محیط میں ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کا ایک غلام یا چوپایہ غصب کیا اور مغصوب منہ غائب ہو گیا پس غاصب نے قاضی سے درخواست کی کہ مجھسے یہ مال مغصوب لے لیا جاوے

یا مجھے اُسکے نفقہ دینے کا حکم دیا جاوے تاکہ مین مالک سے خرچہ واپس لون تو قاضی اُسکی درخواست کو منظور نفرمائیگا اور اُسکا نفقہ غاصب کے ذمہ رہیگا اور اگر قاضی نے مغصوب منہ پر اُسکے نفقہ کی ڈگری کر دی تو اُس سے مغصوب منہ پر کچھ واجب نہوگا اور اگر مثلاً اسوجہ سے کہ غاصب کی ذات سے خوف ہے قاضی کی راے مین آیا کہ غلام یا جانور کو فروخت کر کے اسکا ثمن مالک کیواسطے رکھ چھوڑے تو ایسا کر سکتا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ شیخ الاسلام خواہرزادہ نے آخر کتاب الصرف مین ذکر فرمایا ہے کہ اگر کسی نے چاندی کا کنگن ایک دینار کے عوض خرید کر کے دینار اُسکو دیدیا اور کنگن پر قبضہ نہ کیا یہانتک کہ ایک شخص نے آکر کنگن پر قبضہ کر لیا اور مشتری نے اُسکے قبضہ کی اجازت دی پھر کنگن اُسکے قبضہ مین تلف ہو گیا تو قابض ضامن نہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص نے اپنے گھر مین ہدف بنایا تھا پس اُسنے ہدف کیطرف تیر مارا اور وہ تیر تجاوز کر کے پڑوسی کے گھر مین پہونچا اور وہان کسی چیز کو خراب کیا یا کسی آدمی کو قتل کیا تو تیرانداز ضامن ہوگا پس مال کی ضمان تیرانداز کے مال پر اور جان کی ضمان دیت تیرانداز کی مددگار برادری پر ہوگی یہ ظہیریہ مین ہے۔ شیخ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص ایک گانون مین گذرا اُسکے ساتھ ایک گٹھا نرکل کا گدھے پر لدا ہوا تھا اور وہان لڑکون نے ایک کوچہ مین آگ جلائی تھی اُنھون نے تھوڑی آگ نرکل مین ڈال دی پس گٹھے مین آگ لگ گئی پس وہ گدھا ایک سائبان کے نیچے جسپر چلانیکی لکڑیان تھین گھس گیا اور نرکل سے آگ بلند ہو کر لکڑیون مین جا لگی اور لڑکی والون نے وہ لکڑیان گدھے پر ڈال دین پس گدھا جل گیا تو شیخ رح نے فرمایا کہ اگر یہ لکڑیان نرکل کے ساتھ افروختہ ہوئی ہون تو آگ ڈالنے والے اور لکڑیان ڈالنے والے دونون ضامن ہونگے یہ حاوی مین ہے۔ ایک محلہ مین آگ لگ گئی پس ایک شخص نے دوسرے کا گھر بدون اُسکی اجازت کے ڈہا دیا حتی کہ آگ اُسکے گھر سے منقطع ہو گئی تو وہ شخص ضامن ہوگا بشرطیکہ بحکم سلطان ایسا نہ کیا ہو اگر اُسپر گناہ نہوگا اسواسطے کہ اُسنے غیر کی ملک اُسکی بلا اجازت اور بلا اجازت اُس شخص کے جو اُسپر والی ہے منہدم کر دی ہے ولیکن اسکو تعزیر دیجائیگی اور یہ مسئلہ نظیر مسئلہ مضطر کا ہے جبکہ مضطر نے دوسرے کا کھانا بدون اُسکی اجازت کے حالت اضطرار مین کھایا ہو وے یہ محیط مین ہے۔ ایک کشتی مین چند آدمیون کا بار لدا ہوا ہے اور وہ کشتی بعض جزایر مین اٹکی پس ایک شخص نے بعض بار کو دور کر دیا تاکہ کشتی نکل جاوے پھر ایک شخص آیا اور وہ بار جو اُتارا گیا ہے لے گیا پس آیا اُتارنے والے پر ضمان عائد ہے یا نہین تو اُسکی دو صورتین ہین اگر غرق کشتی کا خوف نہ تھا تو ضامن ہوگا اسواسطے کہ وہ شخص غاصب ہو جائیگا اور اگر خوف غرق تھا پس اگر غرق سے بخوف ہونے سے پہلے لیجانے والا لے گیا تو نکالنے والا ضامن نہوگا اور اگر غرق سے بخوف ہو جانے کے بعد لے گیا تو اُتارنے والا ضامن ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک شخص نے اپنے تنور مین آگ روشن کی اور اُسمین تنور کی برداشت سے زیادہ لکڑی ڈالی پس آگ نے اُسکا گھر جلا دیا اور اُسکا اثر پڑوسی کے گھر تک پہونچا جس سے اُسکا گھر بھی جل گیا تو تنور کا مالک ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ فتاوی نسفی مین ہے کہ شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کی ملک مین بدون اُسکی اجازت کے آگ روشن کی اور وہ متعدی ہو کر گیہون کے کھلیان یا دوسرے مال پر پہونچی اور مال کو سوخت کر دیا پس آیا یہ شخص ضامن ہوگا فرمایا کہ نہین اور اگر اُسی جگہ جہان آگ روشن کی گئی ہے کوئی چیز جلا دی تو ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ شیخ رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک قریہ کے صحرا مین جو اہل قریہ کے چوپایون کی شب گذاری کی جگہ ہے بدون کسی کی اجازت کے ایک گڈھا کھود اکہ اُسمین اپنا غلہ بھرتا تھا پھر اُس گڈھے مین ایک شخص نے آگ روشن کی بغرض اور اُسمین کسی کا گدھا گر گیا تو شیخ رح نے فرمایا کہ

یہ مسئلہ اُس قیاس پر بنا کیا ہے جو ہمارے اصحاب نے فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص نے چوڑے عام راستہ پر ایک کنوان کھودا اور دوسرے نے اُسمین ایک پتھر ڈال دیا پھر اُسمین ایک شخص گر پڑا اور اُسکے پتھر کا صدمہ اُٹھا کر مر گیا تو اُسکی دیت کنوان کھودنے والے پر ہوگی اسی طرح ہمارے اس مسئلہ مین جبکہ گدھا اُسمین گر کر جل گیا تو ضمان اُسکے کھودنے والے پر ہوگی یہ حاوی مین ہے - اگر کسی نے دوسرے کی دار مین بغیر مستلم داخل کر دیا اور دار مین مالک دار کا بجز تھا پس مستلم اُسکے ساتھ ہی کر بیٹھا تو مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہے فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ اگر مالک دار کی اجازت سے داخل کیا ہو تو ضامن نہ ہوگا اور اگر بدون اُسکی اجازت کے داخل کیا ہو تو ضامن ہوگا اور اسی پر فتوی ہے اور بغیر کو وہ اونٹ ہو جو فرط شہوت سے مستانہ ہو گیا ہو یہ ظہیریہ مین لکھا ہے - شیخ وبری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی زمین سینچ کر نہر کا تختہ خوب مضبوط بند نہ کیا یہان تک کہ پانی کے نشاوستہ پڑوسی کو ضرر پہنچا پس آیا اُسپر تاوان واجب ہوگی تو فرمایا کہ اگر وہ نہر مشترک ہو تو ضامن ہوگا بلکہ تختہ نہر کے بند کرنے مین قصور کرے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے - اگر عورت نے اپنے شوہر کی روئی کا سوت کاتا تو اُسکی چند صورتین ہیں یا تو شوہر نے اُسکو کاتنے کی اجازت دی ہو یا کاتنے سے منع کیا ہو یا اجازت نہ دی ہو اور منع بھی نہ کیا ہو بلکہ سکوت کیا ہو یا عورت کے کاتنے سے آگاہ نہ ہوا ہو پس اگر اُسکو اجازت دی ہو تو اُسکی چار صورتین ہیں یا تو اُس سے کہا کہ اسکو میرے واسطے کات دے یا کہا کہ اپنے واسطے کات لے یا کہا کہ اسکو کات تاکہ کپڑا میرا و تیرا ہو یا کہا کہ اسکو کات اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا پس اول صورت مین یعنی جبکہ یون کہا کہ میرے واسطے کات دے تو وہ تمام سوت شوہر کا ہوگا پس اگر کہا ہو کہ میرے واسطے اسقدر اجرت پر کات دے تو سوت شوہر کا ہوگا اور اُسپر عورت کے واسطے اجرت مسمی واجب ہوگا اور اگر اجرت کا ذکر نہ کیا ہو تو سوت شوہر کا ہوگا اور شوہر پر کچھ واجب نہ ہوگا کیونکہ وہ عورت از راہ ظاہر متطوعہ ہے اور اگر دونون نے اختلاف کیا عورت نے کہا کہ مین نے اجرت کا نام لیا اور شوہر نے کہا کہ مین نے اجرت کا ذکر نہین کیا تو قسم سے شوہر کا قول قبول ہوگا اور اگر عورت سے کہا ہو کہ اپنے واسطے کات لے تو سوت عورت کا ہوگا اور شوہر اسکو روئی ہبہ کرنے والا قرار دیا جائیگا اور اگر دونون نے اختلاف کیا شوہر نے کہا کہ مین نے فقط تجھسے یہ کہا تھا کہ تو سوت کات اور عورت نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے کہا کہ اپنے واسطے کات لے تو قسم سے شوہر کا قول قبول ہوگا - اور اگر شوہر نے کہا ہو کہ اسکو کات تاکہ کپڑا میرے تیرے درمیان مشترک ہو تو تمام سوت شوہر کا ہوگا اور اُسپر عورت کیواسطے اجر المثل واجب ہوگا کیونکہ شوہر نے اُسکو جزو حاصل پر اجیر کیا پس اجارہ فاسد ہوگا تو اجر المثل واجب ہوگا جیسا کہ اس صورت مین ہے کہ کسی جولاہہ کو آدھے پر کپڑا بننے کو سوت دیا تو تمام کپڑا مالک سوت کا ہوتا ہے اور اُسپر جولاہہ کا اجر المثل واجب ہوتا ہے - اور اگر شوہر نے اُس سے کہا کہ اسکو کات اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو تمام سوت شوہر کا ہوگا اور اُسپر کچھ واجب نہ ہوگا کیونکہ عورت نے من حیث الظاہر تبرعًا کات دیا ہے - یہ سب اس صورت مین ہے کہ عورت کو شوہر نے کاتنے کی اجازت دی ہو - اور اگر اسکو کاتنے سے منع کیا ہو اور عورت نے بعد ممانعت کے کاتا تو سوت عورت کا ہوگا اور اُسپر شوہر کیواسطے اُسکی روئی کے مثل روئی واجب ہوگی کیونکہ عورت غاصبہ مستہلکہ ہوئی پس ضامن ہوگی جیسے کہ ایک شخص نے گیہون غصب کرکے اُنکو پیس ڈالا تو امام اعظم رح کے نزدیک آٹا غاصب کا ہوگا اور اُسپر مغصوبہ گیہون کے مثل واجب ہونگے - اور اگر شوہر نے نہ اُسکو اجازت دی ہو اور نہ منع کیا ہو پھر عورت نے

کاتا تو وہ صورتیں ہیں اگر اسکا شوہر روئی فروش ہو تو سوت عورت کا ہوگا اور عورت پر اُسکے مثل روئی شوہر کیواسطے واجب ہوگی کیونکہ شوہر روئی کو تجارت کیواسطے خریدتا تھا پس مخالفت میں غصب الغاء ہر پائی گئی تھی اور اگر شوہر روئی فروش نہو بلکہ وہ بازار سے روئی خریدکر اپنے گھر لایا ہو اور عورت نے سوت کات دیا تو اُسکا سوت شوہر کا ہوگا اور عورت کو کچھ اجرت نہ ملیگی اور ہشام نے اپنے نوادر میں ذکر کیا کہ ایک شخص نے دوسرے کی روئی کو کاتا پھر دونوں نے اختلاف کیا اور مالک نے کہا کہ تو نے میری اجازت سے سوت کاتا ہی پس سوت میرا ہی اور دوسرے نے کہا کہ میں نے بدون تیری اجازت کے کاتا ہی پس سوت میرا ہی اور تیرے واسطے مجھپر تیری روئی کے مثل واجب ہی تو روئی کے مالک کا قول قبول ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہی۔ اگر غلام مغصوب یا غاصب کے پاس مرگیا اور غاصب نے اقرار کیا کہ میں نے فلاں شخص سے غصب کیا تھا تو اُسپر حکم کیا جائیگا کہ مقرلہ کو اُسکی قیمت بطور ضمان دیوے پھر اگر دوسرا شخص آیا اور اُسنے گواہ قائم کیے کہ وہ میرا غلام تھا اور مجھسے اُسنے غصب کرلیا تھا تو قاضی اُسکے نام قیمت کی ڈگری کردیگا پھر جب قاضی نے گواہ قائم کنندہ کے نام قیمت کی ڈگری کردی اور اُسنے قیمت لے لی تو مقرلہ کا غاصب پر کچھ نہوگا پھر اگر ڈگریدار کیطرف سے اُسی قیمت پوری بمیراث یا وصیت یا [illegible] کے غاصب کے پاس پہونچی تو اُسکو حکم دیا جائیگا کہ مقرلہ کو دیوے اور اگر غاصب کو ڈگریدار کی طرف سے سوائے قیمت [illegible] دوسرے ہزار درم پہونچے پس اگر [illegible] یا ہبہ یا بیع کے پہونچے ہوں تو مقرلہ کو دینے کا حکم نہ کیا جائیگا اور اگر بوجہ میراث یا وصیت کے پہونچے ہوں تو مقرلہ کو دینے کا حکم کیا جائیگا یہ [illegible] میں ہی یہ سیر العیون میں ہی کہ اگر مسلمان نے دوسرے مسلمان کی شراب کی مشک پھاڑ ڈالی تو شراب کا ضامن نہوگا مگر مشک کا ضامن ہوگا الا اُس صورت میں [illegible] امام المسلمین ہو کہ اُسکی رائے میں یہ مناسب معلوم ہوا ہو تو ایسی صورت میں ضامن نہوگا کیونکہ یہ مختلف فیہ ہی [illegible] میں ہی [illegible] نے شراب فروشی ظاہر کی تو اُس سے منع کیا جائیگا اور اگر کسی مسلمان نے اُسکی شراب کو تلف کردیا تو ضامن ہوگا لیکن اگر تلف کنندہ امام المسلمین ہو کہ اُسکی رائے میں یہ امر مناسب معلوم ہو تو ضامن نہوگا کیونکہ یہ امر مختلف فیہ ہی یہ محیط میں ہی اور فتاوی [illegible] میں لکھا ہی کہ اگر ذمیوں نے مسلمانوں کے درمیان شراب ظاہر کی اور کسی مسلمان نے بطریق امر بالمعروف اُنکی شراب بہادی اور خم توڑ ڈالے اور مشکیں پھاڑ ڈالیں تو اُسپر ضمان واجب نہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہی۔ فتاوی میں ہی کہ ایک شخص دوسرے کے کپڑے میں چمٹ گیا اور کپڑے کو مالک کے ہاتھ سے اپنی طرف کھینچا پس وہ پھٹ گیا تو پوری قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر مالک نے کھینچنے والے کے ہاتھ سے کھینچا ہو تو کھینچنے والا اُسکی نصف قیمت کا ضامن ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہی۔ اگر ایک شخص دوسرے کے لباس پر بیٹھ گیا اور صاحب لباس کو معلوم نہیں پھر صاحب لباس کھڑا ہوا اور بیٹھنے والے کے بیٹھنے سے وہ کپڑا پھٹ گیا تو بیٹھنے والے پر نصف ضمان شق واجب ہوگی اور امام محمد رح سے مروی ہی کہ نقصان شق کا ضامن ہوگا مگر اعتماد ظاہر الروایۃ پر ہی یہ فتاوی قاضی خان میں ہی۔ ایک شخص نے ایک مال عین کسی دلال کو اُسکے فروخت کرنیکیواسطے دیا اور دلال نے کسی دوکاندار کو دکھلایا اور اُسکے پاس چھوڑ دیا پھر دوکاندار بھاگ گیا اور وہ مال بھی لے گیا تو دلال ضامن ہوگا اور شیخ نسفی نے اپنے فتاوی میں شیخ الاسلام ابو الحسن سے روایت کی ہی کہ دلال ضامن نہوگا اور یہی صحیح ہی کیونکہ یہ فعل دلال سے سرزد ہوا اس سے چارہ نہیں ہی یہ محیط میں ہی۔ شیخ ابو الفضل کرمانی نے اشارات الجامع میں ذکر کیا ہی کہ متاع کا غصب متحقق نہیں ہوتا ہی اور اقضیہ میں مذکور ہی کہ متحقق ہوتا ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ وجیز کردری میں ہی۔ ایک شخص دوسرے

کے بیت مین داخل ہوا اور مالک بیت نے اُسکو بالش پر بیٹھنے کی اجازت دی پس وہ بیٹھ گیا اور اُسکے نیچے ایک تیل کی شیشی تھی جسمین تیل تھا کہ جسکو وہ نہین جانتا تھا پس شیشی ٹوٹ گئی اور تیل بہ گیا تو تیل کی ضمان اور جو بالش پھٹ گئی اور شیشی ٹوٹ گئی اُسکا تاوان بیٹھنے والے پر واجب ہوگا اور اگر ایسا شیشہ کسی ملاءۃ کے نیچے ہو کہ اُسکو ڈھانک دیا ہو اور ملاءۃ پر بیٹھنے کی مالک نے اجازت دی ہو تو ایسی صورت مین بیٹھنے والا ضامن نہوگا اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ بالش کی صورت مین بھی بعض کے نزدیک ضامن نہوگا اور یہی اقرب القیاس ہی کیونکہ مثل ملاءۃ کے بالش بھی متمسک جالس نہین ہوتی ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اسی طرح اگر اُسکو سطح پر بیٹھنے کی اجازت دی پس وہ سطح اجازت دینے والے کے ملوک پر گر پڑی تو بھی جالس ضامن ہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ ایک دلال کے پاس ایک کپڑا تھا وہ اُسکو بیچتا تھا پھر ظاہر ہوا کہ وہ چوری کا کپڑا ہی پھر اُسنے اُسی شخص کو واپس کر دیا جسنے اُسکو فروخت کرنے کے واسطے دیا تھا پھر مسروق منہ نے دلال سے وہ کپڑا طلب کیا پس دلال نے کہا کہ مجھے جسنے دیا تھا مین نے اُسی کو واپس کر دیا ہی تو دلال بری ہوگا یہ محیط مین ہی۔ شیخ نجم الدین رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک مکتب کے لڑکون مع معلم کو سردی کی تکلیف پہونچی اور دیوار مین ایک روشندان کھلا ہوا تھا پس معلم نے کہا کہ کاش کوئی لڑکا اس فوطہ کو جو اس فلان لڑکے کے پاس ہی اس روشندان کو بند کر دیتا تو سردی دفع ہو جاتی پس ایک لڑکے نے ایسا ہی کیا پھر فوطہ ضائع ہو گیا پس آیا معلم یا وہ لڑکا جسنے لیکر ایسا کیا ہی ضامن ہوگا فرمایا کہ نہین کیونکہ ان لوگون کی موجودگی مین فوطہ اس سوراخ مین رکھنا فوطہ کی تضییع نہین ہی پس ضامن نہ ہوگا اور یہی شیخ نجم الدین رح سے دریافت کیا گیا کہ کچھ لوگ ایک باغ انگور کے اندر دبس تیار کرتے تھے پس ایک عورت اُنکی مدد کے واسطے آئی اور اُسنے بدون اُنہین سے کسی کی اجازت کے ایک طاس اس غرض سے لیا کہ کچھ عصیر اسمین لیوے اور وہ بہت گرم تھا پس عورت نے نہایت گرمی کے باعث سے زمین پر دے پٹکا کہ وہ ٹوٹ گیا پس آیا وہ عورت ضامن ہوگی تو شیخ نے فرمایا کہ ہان اسواسطے کہ اُسنے دے پٹکا ہی اور اگر اُسکے ہاتھ سے گر جاتا تو ضامن نہ ہوتی۔ اور یہی شیخ نجم الدین رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص مر گیا اُسکے مرنے کے بعد اُسکے گھر کی دیوار منہدم ہو گئی اور نقد مال (یعنے درم و دینار) نکلے پس قاضی کو یہ بات معلوم ہوئی اور اُسنے حکم دیا کہ اُس مال کو حاضر کر دو تاکہ مین وارثون مین تقسیم کر دون پس وہ لوگ اُس مال کو قاضی کے پاس لے آئے اور چند روز اُسکے پاس رہا پھر امیر ولایت نے قاضی کے پاس آدمی بھیجا کہ وہ مال میرے پاس بھیجدے تاکہ مین وارثون مین تقسیم کر دون پس قاضی نے اُسکے پاس بھیجدیا پھر امیر ولایت نے وارثون کو نہ دیا پس آیا وارثون کو قاضی سے تاوان مال لینے کا اختیار ہی تو شیخ رح نے فرمایا کہ ہان کذا فی الظہیریہ۔ مجموع النوازل مین لکھا ہی کہ ایک لڑکی نے دوسری لڑکی کے ساتھ فعل جماع کیا اور اُسکا پردۂ بکارت جاتا رہا تو امام محمد بن الحسن نے فرمایا کہ فاعلہ پر مفعولہ کا مہر مثل واجب ہوگا اور فرمایا کہ یہ حکم ہمکو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے پہونچا ہی یہ محیط مین ہی۔ امام محمد رح سے مروی ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کا غلام غصب کیا پس ایک شخص مغصوب منہ کے واسطے ضامن ہوا کہ غاصب کل کے روز تجھے وہ غلام دیدیگا اور اگر اُسنے ایسا نہ کیا تو مجھپر ہزار درم ضمانت کے ہونگے اور غلام کی قیمت فقط پچاس درم ہی پھر غاصب نے دوسرے روز مغصوب منہ کو وہ غلام نہ دیا تو ضامن پر غلام کی قیمت پچاس درم لازم ہونگے اور زیادتی باطل ہوگی۔ اور اگر غلام کی قیمت مین دونون نے اختلاف کیا تو مغصوب منہ کی قیمت نشدہ مین سے ہزار درم تک قسم سے مغصوب منہ کا

قول قبول ہوگا اور ہزار سے زیادہ میں ضامن کا قول قبول ہوگا یہ امام اعظم رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ہے- اور اگر قیمت کی ضمان لی اور اسکو مسمی کر دیا پھر دیکھا گیا تو یہ مقدار مسمی قیمت غلام سے اسقدر زیادہ ہے کہ ایسی زیادتی لوگ اپنے اندازہ میں برداشت کر جاتے ہین تو یہی مقدار غلام کی قیمت قرار دیجائیگی پس ضامن پر اسقدر مقدار مسمی واجب ہوگی اور اگر اسقدر زیادہ ہو کہ لوگ اپنے اندازہ مین اتنی زیادتی کا خسارہ نہین اٹھاتے ہین تو جسقدر اٹھا جاتے ہین اس سے جسقدر زیادہ ہے وہ باطل ہو جائیگی یہ محیط مین ہے- ایک شخص نے دوسرے کا کپڑا غصب کر کے پہن لیا پھر مغصوب منہ نے اگر اپنا کپڑا گھسیٹا اور غاصب کو یہ معلوم نہ ہوا کہ یہی کپڑے کا مالک ہے پس کشاکشی مین کپڑا پھٹ گیا تو غاصب پر تاوان واجب نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے- اور اگر کپڑے کے مالک نے کہا کہ یہ کپڑا میرا ہے مجھکو واپس دے اور غاصب نے انکار کیا پس مالک نے اس زور سے کھینچا کہ ایسا کپڑا اس زور سے کھینچنے کی عادت نہین ہے پس وہ کپڑا پھٹ گیا تو بھی غاصب ضامن نہ ہوگا اور عادۃً جسطرح لوگ کھینچا کرتے ہین اسی طرح کھینچا اور وہ پھٹ گیا تو غاصب نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر کسی نے اپنے مالک کا کپڑا پہنا اور اسکو ایک شخص نے اسطرح کھینچا کہ ایسے کپڑے کی اسطرح کھینچنے کی عادت نہین ہے اور وہ کپڑا پھٹ گیا تو کھینچنے والے پر پوری قیمت واجب ہوگی یہ فصول عمادیہ مین ہے- اگر کوئی شخص غاصب دار مغصوبہ مین بیمار ہوا تو اسمین اسکی عیادت نہ کیجائیگی اور سفیان ثوری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ اصحاب بصرانی کے پاس جاتے اور انکے ساتھ کھانے پینے تھے اور فقیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہین یہ ملتقط مین ہے- ایک مغصوبہ باندی بیچی اور اُسنے کچھ مال کمایا اور کچھ ہبہ کیا گیا اور اسکا نکاح کیا گیا اور اس سے شبہہ مین وطی کی گئی پھر وہ مرگئی اور یوم غصب کی قیمت کی ڈگری ہوئی تو کچھ اور ہبہ اور کمائی سب موسے کی ہوگی اور عقر اور ارش غاصب کو ملیگا- اور اگر بلا حکم قاضی اسکی قیمت پر باہمی صلح کرلی تو یہ سب مالک کو ملیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے- اگر ایک لکڑیون والا اپنے مکان مین جو ایک کوچہ نافذہ مین واقع ہے لکڑیان لاتا ہو اور اہل کوچہ نے اُسکو اس امر سے منع کرنا چاہا پس اگر وہ شخص جانور کی پیٹھ پر لاد کر لاتا ہو تو اُنکے منع کرنے کا اختیار نہین ہے کیونکہ یہ شخص اُنکی ملک مین فقط یہی تصرف کرتا ہے کہ جانور کو کوچہ مین داخل کرتا ہے اور ایسا اسکو اختیار ہے اور اگر لکڑیون کو اسطرح پھینکتا ہو کہ جس سے اُنکی عمارات کو ضرر پہونچتا ہے تو وہ لوگ اسکو منع کر سکتے ہین یہ فتاوے کبرے مین ہے- اگر غاصب کو اپنے فعل پر ندامت ہوئی اور اسکو مالک مغصوب ہاتھ نہ لگا تو ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ جبتک اُسکو مالک کے آنے کی امید رہے تبتک مال مغصوب کو اپنے پاس رہنے دے جب اُسکے آنے کی امید ٹوٹ جاوے تو اختیار ہے کہ وہ مال مالک کے نام سے صدقہ کر دے اور احسن یہ ہے کہ اس معاملہ کو امام المسلمین کے سامنے پیش کرے اسلیے کہ امام کو ایک تدبیر و راے حاصل ہے پس احسن ٹھہرا کہ اسکی راے کو یہین تک قطع نہ کر دے- اور امام محمد رح نے جامع صغیر مین فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے کا غلام غصب کیا اور غلام نے اپنے تئین اجارہ پر دیا اور کام سے صحیح سالم رہا تو موافق معروف کے اجارہ صحیح ہے پس اگر غلام نے اجرت لی اور اس سے غاصب نے لیکر تلف کر دی تو امام اعظم رح کے نزدیک غاصب پر ضمان واجب نہ ہوگی اور صاحبین نے فرمایا کہ واجب ہوگی اور اگر وہ اجرت بعینہ قائم ہو تو بالاجماع مالک کو ملیگی یہ محیط مین ہے- شیخ نجم الدین رح سے روایت ہے کہ انھون نے اپنے استاد

ف [illegible] ۱۲

علیہ الرحمہ سے نقل کیا کہ ایک شخص نے اپنے قرضدار کے سر سے اسکا عمامہ اُتار لیا کہ یہ بسبب قرضہ کے رہن ہے اور اسکو ایک
رومال حقیر دیدی کہ اپنے سر پر باندھ لے اور کہا کہ جب تو میرا قرضہ لے آویگا تو میں تیرا عمامہ تجھے واپس دونگا پس قرضدار
اسکا قرضہ لایا حالانکہ قرضخواہ کے پاس وہ عمامہ تلف ہو گیا تھا تو شیخ رحمہ اللہ کے اُستاد علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ مثل تلف
مال مرہون کے قرار دیا جائیگا نہ مثل تلف مال مغصوب کے اسلیے کہ اُسنے بطور رہن لیا ہے اور قرضدار کا چھوڑ کر چلا جانا
رہن ہو جانے کے ساتھ رضامندی ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص کا چوپایہ دوسرے کے گھر میں مر گیا پس اگر اسکی
کھال کی کچھ قیمت ہو تو مالک اسکو باہر نکالے اور اگر قیمت نہو تو گھر والا اسکو باہر نکالے۔ جو شخص قبضہ مال کیواسطے
وکیل کیا گیا اُسنے اپنے مؤکل کے قرضدار سے وہ مال وصول کر کے اپنے گدھے کے توبڑے میں رکھکر گدھے پر لاد لیا
پس اُس میں سے وہ درہم تلف ہو گئے تو ضامن نہوگا کیونکہ اُسنے اس مال کے ساتھ حفاظت کے حق میں وہی عمل کیا
جو اپنے مال سے کرتا کذا فی الحاوی۔ ایک شخص کا چوپایہ دوسرے کے گھر میں گھس گیا تو اسکا نکالنا اُسکے مالک پر
واجب ہے کیونکہ وہ اُسکی ملک ہے کہ غیر کے دار کو مشغول کیا اسی طرح اگر کسی شخص کا پرند جانور دوسرے کے کنوئیں
میں مر گیا تو اسکا نکالنا مالک پرندہ پر واجب ہے اگر کنوئیں کا پانی ناپاک کیا ہو تو اسپر واجب نہیں ہے یہ فتاوی کبری میں ہے۔ تجرید کی
کتاب الغصب میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے باندی خرید کر اسکو ام ولد بنایا پھر وہ باندی استحقاق میں لے لیگئی تو
اسکا بچہ حر الاصل ہوگا اور مشتری پر واجب ہوگا کہ باندی کے مولی کو بچہ کی قیمت دے اور ایسا ہی حضرت امیر المومنین
علی کرم اللہ وجہہ نے محضر صحابہ میں فیصلہ فرمایا اور فرمایا تھا اور بچہ کی قیمت میں اعتبار یوم خصومت کا ہے۔ اور اگر وہ بچہ
مر گیا اور اُسنے کچھ میراث چھوڑی تو اُسکی تمام میراث اُسکے باپ کو ملیگی اور اُسپر باندی کے مولی کیواسطے کچھ واجب نہوگا۔
ایک شخص نے دوسرے کی باندی غصب کر کے کسی مشتری کے ہاتھ فروخت کر دی حالانکہ مشتری نہیں جانتا ہے کہ یہ
مغصوبہ باندی ہے پھر مشتری نے اُس سے وطی کی اور اُسکے بچہ پیدا ہوا اور وہ باندی مشتری کے پاس مر گئی پھر
مغصوب منہ نے نالش کر کے قاضی کے سامنے گواہ قائم کیے کہ یہ باندی میری تھی تو مالک کو اختیار حاصل ہوگا کہ مشتری
سے باندی کا عقر لے لے خواہ اُسنے بائع سے ضمان لینا اختیار کیا ہو یا مشتری سے۔ اور جو باندی بطور بیع فاسد خریدی
گئی ہو اور مشتری کے پاس اسکے بابت عقر واجب ہوا ہو پھر باندی ہلاک ہو گئی یا اُسکا واپس کرنا کسی وجہ سے متعذر ہو گیا ہو
پس آیا اس صورت میں عقر کا مالک ہوگا یا نہیں تو اس میں دو روایتیں ہیں اور صورت غصب نظیر بیع فاسد ہے پس صورت
غصب میں بھی عقر کی بابت دو روایتیں ہونگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ امام محمد رح نے جامع میں فرمایا کہ ایک شخص نے
دوسرے سے ایک باندی غصب کی اور دوسرے شخص نے اسی دوسرے شخص سے ایک غلام غصب کیا اور دونوں
غاصبوں نے غلام و باندی کا باہم تبادلہ و فروخت میں معاوضہ کر لیا اور باہمی قبضہ کر لیا پھر مالک کو خبر پہونچی اور اُسنے
اس بیع کی اجازت دیدی تو باطل ہوگی۔ اور اگر غلام و باندی کے دو شخص مالک ہوں اور دونوں کو اس معاملہ کی خبر
پہونچی اور دونوں نے اجازت دیدی تو بیع جائز ہو جائیگی لیکن غلام تو باندی کے غاصب کا اور باندی غلام
کے غاصب کی ہو جائیگی اور غاصب غلام پر واجب ہوگا کہ غلام کی قیمت اُسکے مولی کو تاوان دے اور غاصب باندی پر
واجب ہوگا کہ باندی کی قیمت باندی کے مولی کو تاوان دے۔ اور اگر دونوں میں سے ہر ایک مالک نے ابتداء میں اجازت
دیدی یا یوں طور کہ مالک غلام نے اُسکے غاصب سے کہا کہ فلاں شخص کی باندی بعوض میرے اس غلام کے خرید اور

مالک باندی نے اُسکے غاصب سے کہا کہ فلان شخص کا غلام بعوض اس باندی کے خرید تو بھی یہی حکم ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے سو دینار غصب کر لیے اور دوسرے غاصب نے اُسی شخص سے ہزار درم غصب کر لیے پھر دونوں غاصبوں نے باہم ان درمون و دینارون کی بیع کر کے باہمی قبضہ کر لیا پھر دونوں جدا ہو گئے پھر مالک کو معلوم ہوا اور اُسنے اجازت دیدی تو بیع جائز ہو جائیگی یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک خربزہ غصب کر کے اُسکی پھانکین اُتاری تو خربوزہ سے مالک کا حق منقطع نہوگا اور اگر ایسے خربوزہ کی پھانکین کر ڈالین تو منقطع ہو جائیگا کیونکہ اس سے خربوزے کا نام زائل ہو گیا کذا فی القنیہ۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کے غلام کو بلا اُسکے حکم کیا اُس سے کہا کہ اپنے تئین قتل کر ڈال پس اُسنے ایسا ہی کیا تو حکم دہندہ پر غلام کی قیمت واجب ہوگی۔ اور اگر اُس غلام سے کہا کہ اپنے مولے کا مال تلف کر دے پس اُسنے تلف کر دیا تو حکم دہندہ ضامن نہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ شیخ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کے انار غصب کر کے اُنکو منقشر کر ڈالا یا گیہون غصب کر کے اُنکو کشک بنایا پس آیا حق مالک منقطع ہو جائیگا فرمایا کہ نہیں اسواسطے کہ عین المغصوب باقی ہے جیسا کہ اگر کسی غیر کی ایک بکری ذبح کر کے اُسکی کھال کھینچ ڈالی تو حق مالک منقطع نہیں ہوتا ہے یہ جواہر الفتاوی میں ہے۔ کسی شخص نے بدون اجازت خادم مسجد کے اپنی چند گونین مسجد میں داخل کین اور مسجد کی کنجی لیکر کھول لی اور بینا آئی اور اُسنے مسجد کا فرش تباہ کر دیا تو یہ شخص ضامن ہوگا یہ قنیہ میں ہے۔ علی بن ابی الجعد سے روایت ہے کہ کہتے ہیں انھوں نے فرمایا کہ میں نے علی بن عاصم سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص کا ایک درم اور ایک شخص کے دو درم باہم مختلط ہو گئے پھر دو درم ضائع ہو گئے اور ایک درم باقی رہ گیا اور یہ معلوم نہیں کہ یہ تینوں میں سے کونسا درم ہے تو امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ باقی درم دونوں میں تین حصہ ہو کر تقسیم ہوگا (یعنی ایک درم والے کو ایک حصہ اور دو درم والے کو دو حصے ملینگے) پھر میں نے شیخ ابن شبرمہ سے ملاقات کی اور اُنسے بھی یہی مسئلہ پوچھا انھوں نے فرمایا کہ تو نے یہ مسئلہ کسی سے دریافت کیا ہے میں نے کہا کہ ہان میں نے امام ابو حنیفہ رح سے دریافت کیا تھا پس کہا کہ انھوں نے تجھسے یون فرمایا کہ باقی درم دونوں میں تین حصے ہو کر تقسیم ہوگا میں نے کہا کہ ہان تو فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رح چوک گئے اسواسطے کہ ہم کہتے ہیں کہ دونوں درمون ضائع شدہ میں کا ایک درم بیشک دو درم والے کا ہے اور ضائع شدہ میں کا دوسرا درم محتمل ہے کہ دو درم والے کا ہو اور محتمل ہے کہ ایک درم والے کا ہو پس جو درم باقی ہے وہ دونوں میں نصفا نصف تقسیم ہوگا پس میں نے اسکا جواب مستحسن جانا اور لوٹ کر میں امام ابو حنیفہ رح کے پاس آیا اور میں نے کہا کہ جو مسئلہ میں نے آپ سے دریافت کیا تھا اسمین آپ سے مخالفت کی گئی ہے پس امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ کیا تو نے ابن شبرمہ سے ملاقات کی تھی اور اُنھون نے تجھسے اسطرح بیان کیا ہے یعنی امام نے بعینہ ابن شبرمہ رح کا قول ذکر فرمایا پس میں نے کہا کہ ہان تو آپ نے فرمایا کہ جب تینون درم باہم مختلط ہو گئے تو دونوں کی شرکت ثابت ہو گئی اسطرح کہ دونوں میں تمیز نہیں ہو سکتی پس دو درم والے کا ہر درم میں سے دو تہائی حصہ اور ایک درم والے کا ہر درم میں سے ایک تہائی حصہ ہے پس جو درم ضائع ہوا وہ اپنے حصہ کے حساب سے ضائع ہوا پس جو درم باقی رہا وہ اسی حصہ کے موافق دونوں میں تہائی حصص پر باقی رہا یہ جوہرۃ نیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام غصب کیا اور دوسرے کے ہاتھ اسکو پانچ سو درم کو بوعدہ ایک سال کے اُدھار فروخت کیا حالانکہ وہ غلام مغصوب ہزار درم کا معروف تھا اور مغصوب منہ نے غاصب سے کہا کہ تو نے مجھ سے یہ غلام ہزار درم کو

فی الحال قیمت ادا کرنے پر خرید کر کے مجھے اپنے قبضہ میں لیکر پھر تو نے اس شخص کے ہاتھ پانچ سو درم کو ایک سال کے وعدہ پر فروخت کیا ہے اور غاصب نے کہا کہ میں نے تجھ سے یہ غلام ہرگز نہیں خریدا ہے ولیکن تو نے مجھے حکم دیا تھا پس میں نے تیرے حکم سے اس شخص کے ہاتھ پانچ سو درم کو ایک سال کے وعدہ پر فروخت کر دیا ہے اور وہ غلام مشتری کے پاس بعینہ قائم ہے تو وہ غلام مشتری کو سپرد رہیگا اسواسطے کہ انھوں نے اسکی صحت خرید پر اتفاق کیا ہے اور غاصب پر غصب کیوجہ سے ضمان بھی واجب نہوگی کیونکہ مالک کو واپس کرنا ایسی بات سے متعذر ہوا جو مالک کیطرف سے پائی گئی یعنی اُسنے غاصب کے ہاتھ خود فروخت کر دینے کا اقرار کیا پس غاصب سے قسم لیجائیگی کہ واللہ میں نے اس غلام کو نہیں خریدا ہے پس اگر غاصب نے قسم کھالی تو اُسپر کچھ واجب نہوگا اور اگر اُسنے نکول کیا تو جسقدر ثمن کا مغصوب منہ نے اُسپر دعوی کیا ہے اُسپر واجب ہوگا اور اگر مسئلہ مذکورہ میں وہ غلام مشتری کے پاس مرگیا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو اس صورت میں دونوں میں سے ہر ایک سے دوسرے کے دعوی پر قسم لیجائیگی ۔ اور اگر غاصب نے وہ غلام کسی شخص کو ہبہ کر کے سپرد کر دیا ہو پھر دعوی کیا کہ میں نے مغصوب منہ کے حکم سے ایسا کیا ہے اور مغصوب منہ نے کہا کہ تو نے مجھ سے ہزار درم کو خرید کر کے پھر خود ہبہ کیا ہے تو اسکا حکم بھی اسی تفصیل سے ہے جو ہمنے بیع کی صورت میں بیان کی ہے اور اگر غاصب نے اس غلام کو اسطرح مارا کہ وہ قتل ہو گیا پھر غاصب نے کہا کہ میں نے اُسکے مالک کے حکم سے مارا ہے اور مالک نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے تیرے ہاتھ فروخت کر دیا تھا پھر تو نے اپنے مملوک کو اسطرح مارا ہے تو پہلے غاصب سے قسم لیجائیگی پس اگر اُسنے نکول کیا تو اُسپر ثمن مذکور بہ یا مالک لازم ہوگا اور اگر اُسنے قسم کھالی تو اُسپر غلام کی قیمت لازم ہوگی کیونکہ واپسی کا تعذر ایسی بات سے ہوا جو غاصب کی طرف سے پائی گئی پھر مالک سے قسم لیجائیگی پس اگر اُسنے نکول کیا تو قیمت باطل ہو جائیگی اور اگر قسم کھالی تو غاصب پر اسکی قیمت واجب ہوگی اور یہ نظیر اس صورت ہلاک کی ہے جو سابق میں مذکور ہوئی یہ محیط میں ہے ۔ ایک شخص قبضہ میں مدہوش لاعقل راستہ میں سو رہا پس ایک شخص نے اسکا کپڑا حفاظت کی غرض سے لے لیا تو ضامن نہوگا اور اگر اسکے سر کے نیچے سے کپڑا لیا یا اسکی انگلی میں سے انگوٹھی اتار لی یا اسکی کمر سے ہمیانی کھول لی یا اسکی آستین سے درم نکال لیے بدین غرض کہ اس مال کی حفاظت کرے تو ضامن ہوگا کیونکہ یہ مال اپنے مالک کے پاس محفوظ تھا یہ وجیز کردری میں ہے ۔ ایک شخص نے اقرار کیا کہ میں نے فلاں شخص کے غلام کا ہاتھ خطا سے کاٹ ڈالا ہے اور اس مقر کی مددگار برادری نے اسکے اقرار کی تکذیب کی پھر اس غلام اقطع کو اسکے مولی کے پاس سے کسی دوسرے نے غصب کر لیا اور وہ غاصب کے پاس مر گیا تو مولے کو اختیار ہے چاہے جنایت کنندہ سے اسکی قیمت اسکے مال سے تین سال میں لے یا غاصب سے اس غلام کی قیمت ہاتھ کٹے ہوئے کے حساب سے اسکے مال سے فی الحال لے لے اور جنایت کنندہ سے اسکے ہاتھ کا ارش اسکے مال سے لے لے اور یہ ارش بقدر نصف قیمت اسکے ہوگا پھر اگر مالک نے جنایت کنندہ سے اسکے اقرار پر غلام مذکور کی قیمت ضمان لینا اختیار کی تو جنایت کنندہ غاصب سے اس غلام قطع کی قیمت غاصب کے مال سے لے لیگا یہ محیط میں ہے ۔ ایک شخص نے غلام ماذون مدیون کو غصب کر لیا اور وہ اسکے پاس مر گیا تو قرضخواہوں کو غاصب سے اسکی قیمت کے مطالبہ کا اختیار ہوگا یہ قنیہ میں ہے ۔ شیخ ابو حامد رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کے پاس دار مرہونہ تھا اس سے یہ دار کسی غاصب نے غصب کر لیا پس آیا مرتہن کو اپنے قرضدار راہن سے اپنے قرضہ کے مطالبہ کا اختیار ہے فرمایا کہ دیکھا جائیگا کہ اگر راہن نے مرتہن کو انتفاع مباح کیا تھا پھر حالت انتفاع میں

غصب کر لیا گیا تو مرتہن کو اپنے قرضہ کے مطالبہ کا اختیار ہے اور اگر غیر حالت انتفاع مین غصب کیا گیا تو بمنزلہ ہلاک کے قرار دیا جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے - اور اگر مسلمان نے کسی ذمی سے کچھ غصب کیا یا چرا لیا تو قیامت کے دن مسلمان پر مواخذہ کیا جائیگا اور ذمی کا مخاصمہ قیامت کے روز بہت سخت ہوگا اور کافر کا مظلمہ بہ نسبت مظلمہ مسلمان کے زیادہ سخت ہوگا اسواسطے کہ کافر کافر دائمی دوزخی ہوگا اور اسکے حق مین بوجہ ان مظلمون کے جو اسکے لوگون کی جانب ہونگے عذاب نار کی تخفیف ہوگی پس اسکی طرف سے ان مظلمون کے چھوڑنے کی امید نہین ہے اور مسلمان کیطرف سے ایسی امید ہے پھر جب کافر نے مخاصمہ کیا تو اسکی کوئی راہ نہین ہے کہ اسکو مسلمان کا ثواب طاعت دیا جاوے اور نہ اسکی کوئی راہ ہے کہ مسلمان پر اسکے کفر کا وبال رکھا جاوے پس یہی متعین ہوا کہ مسلمان پر اسکے مظلمہ کی وجہ سے عذاب ہووے اسی وجہ سے فرمایا ہے کہ یہود و نصاری کا آدمی پر قیامت کے روز نالش کرنا آدمی کی آدمی پر نالش کرنے سے زیادہ سخت ہے یہ کبری مین ہے شیخ علی بن احمد رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک رئیس قوم نے اہل قوم کو پکڑا تاکہ اُنسے کچھ مال ازراہ ظلم لیوے پھر اہل قوم روپوش ہو گئے سوائے ایک آدمی کے پس اُس آدمی سے اس رئیس نے جو چاہا تھا وصول کر لیا پھر جب قوم کے لوگ ظاہر ہوئے تو اُسنے اُس آدمی کو اہل قوم پر اُس مال کے عوض جو اُسنے اس شخص سے قبل ازین لے لیا تھا حوالہ کرنا شروع کیا اور اہل قوم سے وہی جو اُس شخص سے لیا تھا ازراہ ظلم لیا پھر اپنے فعل سے نادم ہوا پس آیا اُسپر واجب ہے کہ جو کچھ اُسنے اہل قوم سے لیا ہے اُنکو واپس کر دے فرمایا کہ ہان یہ تاتارخانیہ مین ہے - ایک عورت کے ربیعی گیہون ایک تھیلے مین اور خریفی گیہون دوسرے تھیلے مین بھرے تھے پس عورت نے اپنی بہن کو حکم دیا کہ میرے کاشتکار بٹائی کو خریفی دیدے وہ چوک گئی اور اُسنے ربیعی گیہون دیدیے پھر عورت مذکورہ نے اپنی بیٹی کو کاشتکار کے ساتھ بھیجا کہ تخم ریزی کے واسطے گیہون پہونچا دے پس اسکی بیٹی نے پہونچا دیے اور کاشتکار نے تخم ریزی کر دی مگر وہ گیہون نہ اُگے پھر معلوم ہوا کہ وہ ربیعی بیج تھے تو وہ عورت تینون مین سے جس سے چاہے تاوان لے کیونکہ اسکی بہن نے جب خطا کی تو وہ غاصبہ ہوگئی اور بیٹی اور کاشتکار دونون غاصب الغاصب ٹھہرے شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ قول اچھا و دقیق ہے اس سے بہت سے واقعات کا حکم نکلتا ہے یہ قنیہ مین ہے شیخ ابو حامد رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مسافر نے اپنا مال متاع ایک کشتی پر اپنے شہر کو پہونچانے کے واسطے لادا پھر مر گیا اور اسکے ساتھ اسکا ایک بیٹا تھا پس بیٹے نے یہ متاع اُس کشتی پر سے اُتار کر دوسری کشتی پر اس غرض سے لادی کہ اسکو لیجا کر باقی وارثون کے سپرد کر دے اور اُسنے ایسا راستہ اختیار کیا کہ جس سے لوگ آتے جاتے تھے مگر یہ وہ راستہ نہ تھا جس سے میت نے جانے کا قصد کیا تھا پھر وہ کشتی ڈوب گئی اور بیٹا مر گیا اور مال متاع ضائع ہوگیا پس آیا وہ بیٹا باقی وارثون کے حصص کا ضامن ہوگا تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نہین اور شیخ رحمہ اللہ سے دوسری بار یہی مسئلہ دریافت کیا گیا تھا تو فرمایا کہ اگر وہ بیٹا یہ متاع کشتی سے اُتار کر دوسری کشتی مین لا کر باقی سوائے وارثون کے وطن کے دوسری جگہ لے چلا ہے تو ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے - جامع اصغر مین ہے کہ کسی نے دوسرے کو حکم دیا کہ قمقمہ کسی صفار کو دیدے تاکہ وہ اسکو درست کر دے پس مامور نے کسی صفار کو دیا مگر بھول گیا تو ضامن نہوگا جیسے مستودع اگر بھول گیا کہ ودیعت کہان ہے تو ضامن نہین ہوتا ہے اور اسی کے مثل فتاوی ساعدی مین ہے کہ حکم دیا کہ یہ سوت ایک جولاہے کو دیدے اور اُسکو معین نہ کیا اور نہ یہ کہا کہ جسکو تیرا جی چاہے دیدے پس مامور نے دیدیا اور جسکو دیا تھا وہ بھاگ گیا تو مامور ضامن

نہوگا اور یہ بخلاف موکل کے ہے کہ اُسنے اپنے وکیل سے یون کہا کہ وکّل احدًا یعنے کسی کو وکیل کردے کیونکہ یہ صحیح نہیں ہے اور
صحیح بھی ہوگا کہ جب یون کہے کہ جسکو تیرا جی چاہے وکیل کردے اسیطرح اگر خلیفہ نے والی شہر سے کہا کہ کسی کو عہدۂ قضا
دیدے تو صحیح نہیں ہے اور اگر کہا کہ جسکو تیرا جی چاہے عہدۂ قضا دیدے تو صحیح ہے یہ قنیہ مین ہے شیخ ابو یوسف بن محمد رح
سے دریافت کیا گیا کہ ایک غاصب نے اپنے فعل سے نادم ہو کر وہ مال اُسکے مالک کو واپس کرنا چاہا مگر مالک سے
[illegible] اُسکی یاس ہو گئی پس یہ مال اُسنے فقیرون کو صدقہ کر دیا پس آیا فقیر کو جائز ہے کہ اس مال سے انتفاع حاصل
کرے تو فرمایا کہ فقیر کو اسکا قبول کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اس سے انتفاع جائز ہے فقیر پر واجب ہے کہ جسنے اسکو دیا ہے اسی کو
واپس کر دے مصنف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شیخ رضی اللہ عنہ نے انکی تجریر کے واسطے ایسا جواب فرمایا ہے تاکہ وہ لوگ
حقوق العباد مین تساہل نہ کرین ورنہ اگر غاصب نے ایسی راہ اختیار کی کہ مالک کا پتا و نشان ملجاوے پھر اسکو نہ پایا
تو اسکا حکم مثل حکم لقطہ کے ہوگا پھر شیخ ابو یوسف بن محمد رح سے کہا گیا کہ جب اس مال سے انتفاع جائز نہ ٹھہرا اور فقیر
نے چاہا کہ غاصب کو واپس کر دے مگر اُسنے غاصب کو نہ پایا اور یہ چیز ایسی ہے کہ موسم گرما مین تلف ہو جائیگی اور غاصب
کے ملنے تک یا اسکی طرف رجوع کرنے تک باقی نہیں رہ سکتی ہے تو کیا کرے فرمایا کہ جبتک اس سے ممکن ہو اپنے پاس رکھے
پھر جب اسکے تلف ہو جانے کا خوف ہو تو فروخت کر کے اسکا ثمن اپنے پاس رکھے یہانتک کہ جسنے اسکو دی تھی اسکو
واپس کر دے کذا فی تاتارخانیہ۔ (ولو اکل بدل المغصوب ثم رجع لا یصح رجوعہ عند ابی یوسف رح کذا فی الملتقط قال المترجم
ہکذا وجدت الالفاظ لہذہ المسئلۃ فی النسخۃ الموجودۃ ولم یتیسر لی الرجوع الی الصحیحۃ وسا صححہ بعد الطبع انشاء اللہ تعالی
اذا حصلت النسخۃ الصحیحۃ بتوفیق اللہ سبحانہ وتعالی)۔ ایک شخص مرگیا اور اُسنے اپنا عین و دین لوگون کے پاس مغصوب
چھوڑا اور وارثون کو اُسمین سے کچھ نہ ملا تو قیاساً اُسکا ثواب آخرت مین وارثون کو ملیگا کیونکہ یہ مال اُسکی میراث مین
وارثون کی ملک مین آیا اور استحساناً یہ مال ڈوبا ہوا قرضہ ہے پھر اگر قبل موت کے ڈوبا ہو تو اسکا ثواب میت ہی کو ملیگا اسواسطے
کہ ڈوبے ہوئے مال مین ارث جاری نہیں ہوتا ہے اور اگر بعد موت کے ڈوبا تو اسکا ثواب وارث کو ملیگا کیونکہ موت
کے وقت اُسکے قیام کی وجہ سے اُسمین میراث جاری ہو گئی یہ فتاوے غیاثیہ مین ہے۔ ایک شخص جسپر قرضہ تھا اور
وہ اسکو بھولا ہوا تھا مر گیا تو قیامت مین اس سے مواخذہ کیا جائیگا۔ اگر قرضہ بجہت تجارت کے ہو تو امید ہے کہ اس سے
مواخذہ نہ کیا جاوے اور اگر بوجہ غصب کے ہو تو ماخوذ ہوگا یہ فتاوے کبری مین ہے۔ ایک شخص مر گیا اور اُسپر دین تھا
جسکو وہ بھولا ہوا تھا اور اُسکا بیٹا اس امر کو جانتا تھا تو بیٹے کو چاہیے کہ اسکو ادا کر دے اور اگر بیٹا بھی بھول گیا حتے کہ وہ بھی
مر گیا تو بیٹے سے آخرت مین مواخذہ نہ ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک شخص نے اپنے باپ کی کوئی چیز چرا لی پھر باپ مر گیا
تو سارق سے آخرت مین مواخذہ نہ ہوگا اسواسطے کہ وہ بیٹا ہے اور مال مسروق اُسی کی ملک مین منتقل ہو آیا مگر
[illegible] گنہگار ہوگا کیونکہ اُسنے مسروقہ پر جنایت کی ہے یہ فتاوے عتابیہ مین ہے۔ ایک شخص کا دوسرے پر قرضہ ہے
پس قرضخواہ نے اس سے تقاضا کیا مگر قرضدار نے ظلم سے اسکو نہ دیا یہانتک کہ قرضخواہ مر گیا اور وہ قرضہ منتقل ہو کر
وارثان کی ملک مین آیا پس مشائخ نے باہم اختلاف کیا ہے اور اکثر مشائخ نے فرمایا ہے کہ مورث کو قرضدار کے ساتھ آخرت
مین حق خصومت نہ رہا لیکن مختار یہ ہے کہ قرضہ تو وارث کا ہے مگر مورث کو قرضدار کے ساتھ ظلماً نہ دینے کا حق خصومت
ہے مگر قرضہ کا حق خصومت نہیں ہے اسواسطے کہ قرضہ وارث کی طرف منتقل ہو گیا یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک شخص کا دوسرے

پر دین تھا اسکو یہ خبر پہونچی کہ مدیون مرگیا پس اُسنے کہا کہ مین نے اسکو حالت مین کر دیا یا کہا کہ مین نے اسکو ہبہ کر دیا پھر ظاہر ہوا کہ مدیون زندہ موجود ہی تو طالب کو روا نہین ہی کہ اُس سے مواخذہ کرے اسواسطے کہ اُسنے بلا شرط مدیون کو ہبہ کیا ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی – ایک شخص کا کوئی خصم تھا وہ مرگیا اور کوئی وارث نہ چھوڑا تو صاحب حق کیطرف سے جو مرگیا ہی بقدر اُسکے حق کے صدقہ کر دے تاکہ اسقدر مال اللہ تعالےٰ کے پاس ودیعت رہے تاکہ قیامت کے روز اُسکے خصم کو پہونچایا جاوے یہ فتاوے عتابیہ مین لکھا ہی – ایک شخص کا ایک عورت پر حق آتا ہی تو اُس شخص کو اختیار ہی کہ اُس عورت کے ساتھ ملازم رہے اور اُس عورت کے ساتھ بیٹھے اور اُسکا کپڑا پکڑ لے اسواسطے کہ یہ حرام نہین ہی اور اگر وہ عورت بھاگ کر کسی مقام تخلیہ مین چلی گئی تو وہان داخل ہو بشرطیکہ یہ شخص اپنے نفس سے مامون ہو اور بعید ہامون ہونے کے بھی باوجود امن کے اُس سے دور فقط آنکھ سے حفاظت کرے – ایک شخص نے ظلما دوسرے کا مال قطع کیا تو صاحب مال کو افضل ہی کہ اسکو حلال کر دے یہ خزانۃ المفتین مین ہی – ایک شخص کا دوسرے پر دین آتا ہی کہ اُسکے پھر پانے کی قدرت نہین رکھتا ہی تو اُسپر دعوی کرنے سے اُسکو بری کر دینا بہتر ہی اسواسطے کہ بری کر دینے مین عذاب آخرت سے چھوڑانا ہی اور اُسمین ثواب عظیم ہی یہ فتاوے کبری مین ہی – مہر کن نے خاتم مین دوسرے شخص کا نام غلطی سے نقش کر دیا پس اگر نقاش سے اُسکی اصلاح ممکن نہ ہو تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک ضامن ہوگا اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ہر حال مین ضامن نہ ہوگا یہ وجیز کردری مین ہی – ایک شخص نے دو آدمیون کو اسواسطے مزدور کیا کہ دونون مستاجر کے واسطے گدھے کا چارہ جمع کرین اور دونون کو دو گدھے دیے پھر ایک نے بزبردستی دونون سے دونون گدھے لے لیے پھر ان دونون نے جا کر دونون گدھے اُس سے واپس لیے پھر ایک نے دونون گدھے دوسرے کو دیدیے پھر دوسرے نے گدھے کو ہانکا اور وہ مرگیا تو مالک کو اختیار ہی چاہے دوسرے کو دینے والے سے تاوان لے یا گدھا ہانکنے والے سے ضمان لے اسواسطے کہ اول نے تو دوسرے کو دینے مین تعدی کی اور دوسرے نے بدون اول کے ہانکنے مین تعدی کی یہ جواہر الفتاوی مین ہی – شیخ رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کا علو و سفل غصب کر لیا پھر علو خراب ہو گیا تو غاصب پر کیا واجب ہوگا تو فرمایا کہ مالک کو اختیار ہوگا چاہے ٹوٹن کو غاصب کے پاس چھوڑ کر اُس سے قیمت کی ضمان لے یا ٹوٹن کو لیکر غاصب سے عمارت سفینہ کا نقصان لے یہ فتاوی ابو الفتح محمد بن محمود بن الحسن الاستروشنی مین ہی – ایک شخص نے گوسالہ غصب کر کے اُسکو تلف کر دیا پس اُسکی مان کا دودھ خشک ہو گیا تو شیخ ابو بکر بلخی نے فرمایا کہ غاصب گوسالہ کی قیمت اور اُسکی مان کے نقصان کا ضامن ہوگا اسلیے کہ بچہ کا ہلاک اُسکی مان کے نقصان کا موجب ہوا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی – ایک شخص نے دوسرے کے غلام کو غصب کر کے رسی سے باندھا پھر غلام نے اپنے تئین قتل کر ڈالا یا اپنی موت سے مرگیا تو غاصب ضامن ہوگا اسواسطے کہ غلام اُسکی ضمان مین تھا یہ فتاوی کبری مین ہی – ایک شخص نے چند کپڑے فروخت کیے اور اپنے دیون (یعنی ثمن جامہا) مشتریون سے پھر پانے سے پہلے مرگیا اور کوئی ظاہر وارث نہ چھوڑا پس سلطان نے اُسکے قرضدارون سے اُسکے دیون وصول کر لیے پھر اُسکا وارث ظاہر ہوا تو قرضدارون پر واجب ہوگا کہ اُسکے دیون اُسکے وارث کو ادا کرین اسواسطے کہ جب اُسکا وارث ظاہر ہوا تو یہ بات ظاہر ہوئی کہ سلطان کو قرضے لے لینے کا کچھ حق نہ تھا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی – تتمہ کہ مشتمل برمسائل المنتخب مین ہی کہ اگر بیت کی دیوار منہدم ہوئی اور اُسکے

لیکے سے مال برآمد ہوا پس آیا کو قاضی نے دے دیا پھر ظالمون کو یہ خبر پہونچی اور قاضی نے وہ مال اُنکو دیدیا تو قاضی ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص نے ایک نابالغ غلام کو اپنی ضرورت ذاتیہ کیواسطے بدون اجازت مولای غلام کے بھیجا پس اُس غلام نے کچھ لڑکے کھیلتے دیکھکر اپنے آپ کو اُن تک پہونچایا اور وہان کسی کی کوٹھری کی چھت پر چڑھا اور وہان سے گر کر مرگیا تو جسنے اُسکو اپنی حاجت کیواسطے بھیجا ہی ضامن ہوگا کیونکہ وہ اُس غلام کو اپنے کام مین لگانے سے غاصب ہوگیا ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ شمس الاسلام رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کا غلام یا باندی کو اپنے کام مین لگایا اور وہ حالت استعمال مین بھاگ گیا تو شیخ رح نے فرمایا کہ وہ شخص ضامن ہوگا بمنزلہ مغصوب کے کہ اگر وہ غاصب کے پاس سے بھاگ گیا تو غاصب ضامن ہی۔ اور اگر ایک شخص نے اپنے اور دوسرے کے درمیان مشترک غلام یا مشترک گدھے کو بدون اجازت شریک کے استعمال کیا تو حصہ شریک کا غاصب ہوگا اور اجناس ناطفی مین لکھا ہی کہ بدون اجازت شریک کے غلام مشترک کے استعمال مین دو روایتین آئی ہین ہشام رح کی روایت مین مذکور ہی کہ استعمال کرنے والا غاصب ہوگا اور انھین سے روایت ابن رستم مین مذکور ہی کہ غاصب نہ ہوجائیگا اور چوپایہ جانور کی صورت مین خواہ سوار ہوا ہو یا لادا ہو دونون روایتون کے موافق غاصب ہوجائیگا۔ ہمارے زمانہ مین بعضے شہرون سے استفتا آیا اُسکی صورت یہ تھی کہ ایک شخص لکڑیان چیرتا تھا کہ اتنے مین دوسرے شخص کا غلام آیا اور اسنے کہا کہ کلھاڑی اور لکڑی مجھے دے تاکہ مین چیر دون پس لکڑی کا مالک لایا اور غلام نے اُس سے کلھاڑی لی اور لکڑی لی اور کچھ لکڑی چیر دی اور کہا کہ دوسری لکڑی لا تاکہ اُسے چیر دون پس وہ شخص دوسری لکڑی لایا اور غلام نے اُسکو چیرا پس اُسکی لکڑی کی بعضی چھپٹی اُڑکر غلام کی آنکھ مین لگی اور اُسکی آنکھ جاتی رہی تو مشائخ بخارا رحمہم اللہ تعالیٰ نے فتویٰ دیا کہ لکڑی کے مالک پر کچھ واجب نہ ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ ایک جماعت ایک شخص کی بیت مین تھی کہ انمین سے ایک شخص نے آئینہ اُٹھا کر دیکھا پھر دوسرے کو دیدیا اُسنے بھی دیکھا پھر وہ آئینہ ضائع ہوگیا تو کوئی شخص ضامن نہ ہوگا کیونکہ آئینہ کے مثل چیزون مین دلالۃ اجازت پائی جاتی ہے اور اگر کوئی ایسی چیز ہوتی کہ جسکے استعمال مین بخل کی عادت جاری ہی تو غاصب قرار دیا جاتا۔ ایک شخص نے بڑھئی کا بسولا اُٹھا لیا وہ دیکھتا رہا اور منع نہ کیا پس اُس شخص نے استعمال کیا اور وہ ٹوٹ گیا تو ضامن ہوگا یہ قنیہ مین ہی۔ ایک شخص نے اپنی باندی نخاسی کے پاس بھیجی اور اسکو حکم کیا کہ اسکو فروخت کر دے پھر نخاسی کی جورو نے اُس باندی کو اپنے کسی کام کے واسطے بھیجا پھر وہ بھاگ گئی تو مالک باندی کو اختیار ہوگا کہ نخاسی کی جورو سے ضمان لے اور نخاسی سے ضمان نہین لے سکتا ہی اسواسطے کہ نخاسی اجیر مشترک ہوتا ہی اور اجیر مشترک امام اعظم رح کے نزدیک ضامن نہین ٹھہرایا جاتا ہی اور یہی حکم کپڑون کے دلال مین ہی یہ کبریٰ مین لکھا ہی۔ فتاوے ابو اللیث مین ہی کہ ایک باندی بدون اجازت اپنے مولی کے نخاسی کے پاس آئی اور اُس سے بیع کی درخواست کی پھر وہ چلی گئی اور معلوم نہوا کہ کہان چلی گئی اور نخاسی نے کہا کہ مین نے اُسکے مولی کو واپس کردی تو نخاسی کا قول قبول ہوگا اور اُسپر ضمان واجب نہوگی۔ اور اسکے معنے یہ ہین کہ نخاسی نے باندی کو اخذ نہین کیا اور روانہ کر دینے کے یہ معنی ہین کہ نخاسی نے اُسکو حکم دیا کہ اپنے مولی کے گھر کو واپس جاوے اور نخاسی غصب کا منکر تھا۔ اور اگر نخاسی نے باندی کو راستہ سے پکڑ لیا ہو یا اُسکے مولی کے گھر سے بلا اجازت مولی کے اُسکو لے گیا ہو تو اسکے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص دوسرے کے جانور چوپایہ پر بدون مالک کی اجازت کے سوار ہوا پھر اُتر پڑا پس

وہ جانور مرگیا تو صحیح یہ ہی کہ یہ شخص امام اعظم رح کے قول کے موافق ضامن نہ ہوگا تاوقتیکہ اس جانور کو اسکی جگہ سے حرکت نہ دے تاکہ حرکت انتقال سے غصب متحقق ہو اور یہی مختار ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ ایک شخص دوسرے کے جانور کی پیٹھ پر بیٹھ گیا مگر جانور کو حرکت نہ دی اور نہ اسکی جگہ سے اسکی تحویل کی یہان تک کہ ایک دوسرے شخص نے آکر اس جانور کی کونچین کاٹ ڈالین تو تاوان اُسی شخص پر واجب ہوگا جسنے اسکی کونچین کاٹی ہین نہ اُس شخص پر جو اُسپر سوار ہو گیا تھا بشرطیکہ سوار کے سوار ہونے سے وہ نہ مرا ہو۔ اور اگر سوار ہونے والے نے اُس جانور کی کونچین کاٹی جانے سے پہلے اسکو اُسکے مالک کو دینے سے انکار کیا اور روکا ہو مگر اسکو اسکی جگہ سے جنبش نہ دی ہو پھر ایک شخص نے آکر اسکی کونچین کاٹ ڈالین تو جانور کے مالک کو اختیار ہوگا کہ دونون مین سے جس سے چاہے تاوان لے۔ اور اسیطرح اگر کسی شخص نے دوسرے کے گھر مین جاکر اسکی کوئی متاع لے لی اور انکار کیا اور روکا تو ضامن ہوگا اور اگر متاع کو اپنی جگہ سے تحویل نہ کیا اور نہ روکا ہو تو ضامن نہ ہوگا لیکن اگر اُسکے فعل سے تلف ہو جاوے یا گھر سے باہر کر دے تو ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر ایک شخص دوسرے کے دار مین گیا اور اسکی ایک منزل سے کوئی کپڑا نکال کر دوسری منزل مین رکھا اور وہان سے وہ کپڑا ضائع ہو گیا پس اگر دونون منزلون مین از راہ حفاظت کے فرق ہو تو ضامن ہوگا ورنہ نہین یہ کبری مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو جنگل مین قتل کیا اور مقتول کے ساتھ مال تھا اور وہ ضائع ہوا تو قاتل اس مال کا ضامن ہوگا ایسا ہی عیون مین مذکور ہی اور امام ظہیر الدین مرغینانی علیہ الرحمہ نے ضامن نہونے کا فتوی دیا ہی اور یہی الیق بقول امام اعظم رح ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ ایک اصطبل دو شخصون مین مشترک تھا اور دونون کی اُسمین علٰحدہ علٰحدہ گائین تھین پس ایک شریک اصطبل مین گیا اور دوسرے شریک کی گائے کو باندھ دیا تاکہ وہ اور گایون کو نہ مارے پھر اُس گائے نے جنبش کی اور رسی سے گلا گھٹکر مرگئی تو باندھنے والے پر ضمان واجب نہوگی بشرطیکہ اُسنے اس گائے کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہ کیا ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ سلطان نے اگر کسی شخص کا مال عین لیکر دوسرے کے پاس رہن کیا اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہو گیا پس اگر مرتہن رہن کر لینے مین طائع ہو تو ضامن ہوگا اور مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے سلطان سے تاوان لے یا مرتہن سے اور اسی پر یہ ہی کہ اگر جابی یعنی بیگاری نے کوئی چیز رہن لے لی اور وہ طائع تھا تو ضامن ہوگا اور یہ ہی صراف اگر طائع ہو تو ضامن ہوگا اور اس سے صراف اور جابی دونون شرح ادب الشہادۃ ہو جاینگے یہ محیط مین ہی۔ اگر مہتر محلہ نے کوئی چیز لے لی اور وہ طائع تھا تو ضامن ہوگا۔ پھر اگر اُسنے دوسرے کے پاس رہن دیدی اور مرتہن طائع تھا تو اُسکا حکم وہی ہی جو ہمنے ذکر کیا یعنی مالک کو دونون مین سے ہر ایک کی تضمین کا اختیار ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ فتاوی سمرقند مین لکھا ہی کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کے سر سے ٹوپی اُتار کر دوسرے کے سر پر رکھدی اُسنے پھینکدی پس اگر وہ ٹوپی مالک کے پیش نظر رہی اور اُس سے ٹوپی کا اُٹھا لینا ممکن رہا تو اُن دونون مین سے کسی پر ضمان واجب نہوگی اور اگر اسکے برخلاف ہو تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے اُتارنے والے سے تاوان لے یا پھینکنے والے سے ضمان لے یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص نے نماز پڑھنی شروع کی پس اسکی ٹوپی اُسکے سامنے گر پڑی پس ایک شخص نے اسکو ایکطرف کر دیا تو اگر اُسنے ایسی جگہ رکھی کہ مالک اسکو ہاتھ سے لے سکتا ہی مگر وہ چوری گئی تو ضامن نہوگا اسلیے کہ ابتک وہ سامنے ہی رکھی تھی اور اگر اس سے زیادہ دور رکھی اور وہ ضائع ہو گئی تو اگر وہ ٹوپی مالک کے پیش نظر تھی اور اُسکو وہان سے اُٹھا لے سکتا تھا تو رکھنے والے پر

تاوان واجب نہوگا اور نہ ضامن ہوگا یہ کبریٰ میں ہے۔ فتاوی کی ہبوع میں ہے کہ شیخ ابوبکر رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک
شخص نے فقاعی سے ایک کوزہ یا ایک پیالہ فقاع پینے کے واسطے لیا پھر وہ اُسکے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا تو فرمایا کہ اُسپر
ضمان واجب نہوگی یہ حاوی میں ہے۔ فتاوی اہل سمرقند میں لکھا ہے کہ ایک شخص کمہار کے پاس گیا اور اُسکی اجازت سے
ایک مٹی کا برتن دیکھنے کے واسطے لیا پھر وہ برتن اُسکے ہاتھ سے چھوٹ کر کمہار کے دوسرے برتنوں پر گرا اور سب برتن
ٹوٹ گئے تو جو برتن اُسنے دیکھنے کو لیا تھا اُسکی ضمان واجب نہوگی اور باقی برتنوں کا تاوان واجب ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔
ایک شخص حمام میں گیا اور نہانا شروع کیا اور ایک طاس لیکر دوسرے شخص کو دیا وہ دوسرے کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا
تو اول پر تاوان واجب نہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کسی دوکاندار کی دوکان میں اُسکی اجازت سے داخل ہوا اور
اُسکے کپڑے میں دوکان کی چیزون میں سے کوئی چیز چپٹ گئی اور گر کر ٹوٹ گئی تو یہ شخص ضامن نہوگا لیکن تاویل
مسئلہ یون ہے کہ یہ سقوط اس شخص کے فعل کشش سے نہو۔ اسی طرح اگر کوئی چیز بدون اُسکی اجازت کے دوکان
کی چیزون میں سے دیکھنے کو لی اور وہ گر پڑی تو ضامن نہوگا مگر واجب ہے کہ ضامن ہو مگر ان صریحًا یا دلالةً اُسکی اجازت
سے لی ہو تو ضامن نہوگا۔ ایک شخص دوسرے کے مکان میں با اجازت داخل ہوا اور اُسکے بیت میں سے کوئی برتن دیکھنے
کیواسطے لیا اور وہ اُسکے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا تو ضامن نہوگا تا وقتیکہ مالک نے اُسکو اس سے منع نہ کیا ہو اسلیے کہ بدون
ممانعت کے دلالةً اُسکو اجازت ثابت ہے آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ اگر اُسنے پانی کا کوزہ پانی پینے کیواسطے لیا اور اُسکے پینے کے
بعد اُسکے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا تو اُسپر ضمان واجب نہوگی یہ کبریٰ میں ہے۔ منتقی میں ہے کہ ایک شخص کی دوسرے کے
پاس ودیعت ہے اور وہ ودیعت کچھ کپڑے تھے پس مستودع نے انمین ایک اپنا کپڑا رکھدیا پھر مالک ودیعت نے
ودیعت کو طلب کیا اور مستودع نے سب کپڑے اُسکو دیدیے پھر مستودع کا کپڑا ضائع ہو گیا تو مالک ودیعت
اُسکے کپڑے کا ضامن ہوگا اسی مقام پر شیخ مصنفت رحمہ نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے کوئی چیز اس گمان پر لی کہ وہ میری ہے
مگر اُسکی نہ تھی تو ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو مہمان کیا پھر مہمان اُسکے پاس ایک کپڑا بھول گیا
پس میزبان اُسکو لیکر اُسکے پیچھے چلا (تاکہ اُسکو دیدے) پس راہ میں ایک غاصب نے اُسکو غصب کر لیا پس اگر غاصب
نے شہر کے اندر غصب کیا ہو تو میزبان پر ضمان واجب نہوگی اور اگر شہر کے باہر غصب کیا ہو تو میزبان ضامن ہوگا
یہ خزانة المفتین میں ہے۔ ایک شخص دوسرے شخص کو جھگڑا کرنے میں چمٹ گیا پس جس شخص سے لپٹا تھا اُسکی کوئی چیز
گر کر ضائع ہو گئی تو مشائخ نے فرمایا کہ چمٹنے والا ضامن ہوگا مصنفت رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ حکم یون تفصیل ہونی
چاہیے کہ اگر مالک مال سے قریب وہ مال گرا اور مالک مال اسکو دیکھتا ہے اور اُٹھا لے سکتا ہے تو چمٹنے والا ضامن
نہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ قال المترجم فان قلت الیس المتعلق اسکہ ولایمہلہ لیاخذہ قلت یندفع بامکان
الاخذ علی ان المنع منہ غیر موجب للغصب کمن حال بینہ وبین ماشیتہ حتی ہلکت حیث لایضمن فتامل وفیہ اشارة الی
الجواب بان المشائخ بانضراج الوجہ الذی ذکرہ من المسئلة بدلالة الحال فافہم۔ ایک شخص نے دھوبی کے پاس ایک
شخص کو بھیجا تاکہ دھوبی سے اُسکا کپڑا وصول کر لاوے پس دھوبی نے غلطی سے اور دوسرا کپڑا دیدیا اور وہ ایلچی
کے پاس ضائع ہو گیا پس اگر وہ کپڑا دھوبی کی ملک ہو تو ضامن نہوگا اور اگر غیر کی ملک ہو تو اُسکا مالک مختار ہے
چاہے دھوبی سے تاوان لے یا ایلچی سے اور دونون میں سے جس سے اُسنے تاوان لیا وہ دوسرے سے واپس

نہین لے سکتا ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ شیخ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کو اپنی مویشی کیطرف چراگاہ بھیجا پھر وہ شخص بھیجنے والے کے چوپایہ پر سوار ہوا اور وہ جانور راہ مین مرگیا تو شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر دونون مین ایسا انبساط تھا کہ (بلا اجازت صریح) حکم دہندہ کے مال مین ایسا کر سکے تو ضامن نہوگا اور اگر ایسا انبساط نہ تھا تو ضامن ہوگا یہ حاوی مین ہی۔ دو شخص باہم شریک تقبیل تھے انمین سے ایک شریک نے بدون دوسرے کی اجازت کے اسکا خاص ذاتی گدھا لیکر اسکو چکی مین جوت کر آٹا پیسا اور گدھے نے چکی مین سے گیہون کھائے اور مرگیا تو یہ شخص ضامن نہوگا کیونکہ ایسی صورت مین دلالۃ اجازت ثابت ہی شیخ مصنف رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ہمکو ایسا اچھا نہ معلوم ہوا کیونکہ عرف اسکے برخلاف ہو لیکن اس حکم کے بیان سے یہ معلوم ہوا کہ جہان دلالۃ اجازت پائی جاوے اگرچہ صریحًا ثابت نہو وہان فاعل ضامن نہوگا حتی کہ اگر باپ نے بیٹے کے گدھے کو اسطرح استعمال کیا یا بالعکس یا شوہر و جورو مین ایک نے دوسرے کے گدھے سے اسطرح کام لیا اور وہ مرگیا تو فاعل ضامن نہوگا کیونکہ دلالۃ اجازت ثابت ہی۔ اور اگر اپنی جورو کی باندی کو بدون جورو کی اجازت کے اپنے ذاتی کام کیواسطے بھیجا اور وہ باندی بھاگ گئی تو شوہر ضامن نہوگا یہ قنیہ مین ہی۔ ایک مشک کا دہانہ کھل گیا اور وہان ایک شخص گذرا پس اگر اسنے منھ نہین پکڑا تو ضامن نہوگا اور اگر پکڑ کر پھر چھوڑ دیا پس اگر مالک وہان حاضر ہو تو یہ شخص ضامن نہوگا اور اگر غائب ہو تو ضامن ہوگا اسیطرح اگر کسی شخص کی آستین سے کچھ گرا اور ایک شخص نے اسکو دیکھا تو بھی اسی تفصیل سے حکم ہی یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ ایک شخص کا چوپایہ دوسرے کے گھر مین داخل ہوا اور اسکو گھر کے مالک نے نکال دیا پس وہ تلف ہوگیا تو مالک ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کے گھر مین اپنا کپڑا رکھدیا پھر مالک مکان نے اسکو باہر پھینکدیا حالانکہ کپڑے کا مالک غائب تھا تو مالک مکان ضامن ہوگا یہ حاوی مین لکھا ہی۔

تمت ترجمۃ المجلد الثالث من الفتاوے الہندیۃ المعروفۃ بالفتاوے العالمگیریۃ بعون اللہ سبحانہ وتعالیٰ وحسن توفیقہ ویتلوہا ترجمۃ الرابع انشاء اللہ تعالیٰ وارجو اللہ تعالیٰ ان یوفقنی توفیقًا ویعیننی عونًا ویحفظنی عن الزلل ویعصمنی من الخطاء والخلل انہ تعالیٰ ولی وحسبی ونعم الوکیل وصلی اللہ علی سیدنا سید الاولین والآخرین مولٰنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین۔

خاتمۃ الطبع از جانب کارپردازان مطبع

حضرت باری تعالیٰ شانہ کے عام فیض انعام کا ہر دم بے انتہا شکر واجب ہے خصوص خاصۂ انعام مفیض عام کا جو اسوقت پیش نظر ہے یعنی حسن توفیق سے اس نعمت عظمیٰ کا ظہور ہوا جسکے لیے مدتوں سے ہمہ تن شوق کی آنکھ منتظر تھیں یعنی فتاوی ہندیہ ترجمۂ فتاوے عالمگیریہ جلد سوم حصہ دوم بھی زیور طبع سے مزین ہو کر دیدہ و دل علما رہوا کیون نہین کہ یہ فتاوے جامع معتبرات و جزئیات ہر قسم کے اعمال و افعال سے تقوے و پرہیزگاری کے لیے روح نورانی ہین حضرت سلطان ظل اللہ تعالے اورنگ زیب قازے محمد عالمگیر بادشاہ ہندوستان کے سعی مشکور کا نتیجہ مقبول اطراف عالم مین بکثرت متداول ہے اور آج اسی سے تسکین مفتی و سائل ہے بے شبہہ علما ربانیین رحمہم اللہ تعالے و سلطان معین انا راللہ برہانہ نے حق سعی کی داد دی جزاہم اللہ تعالے خیر الجزاء اور انکے طفیل مین بحمد اللہ تعالے اسکے ترجمہ مین بھی کمال حفظ و احتیاط مرعی ہو کر گران قیمت جواہر کو آسان لباس اردو مین جلوہ گر کیا گیا تاکہ افادہ و استفادہ تام و فیض عام ہو جاوے اور ہر شخص اپنے اعمال و افعال کو حلۂ نورانی تقوے پہنا دے اور اس نعمت سے کوئی محروم نہ رہجاوے اور خود عالم علوم ہونا ہی نعمت ہے۔ ترجمہ مین تمام رعایتین تطابق زبان کی مع ضروریات حسب تفصیل مقدمہ کتاب ملحوظ ہین اور بنظر مزید احتیاط اکثر مطبوعہ کلکتہ سے مقابلہ کیا گیا اور فرق اور سہو و خطار کتابت وغیرہ جو از لوازم بشر ہین بطور غلطنامہ ہر جلد کے ساتھ شامل ہین اور کمال سہولت کے لیے ہر جلد کے ساتھ علیحدہ فرہنگ الفاظ مع نشان صفحہ شامل ہے اور قواعد استنباط و اصطلاحات وغیرہ نوادر فوائد مقدمہ مین مذکور ہین الغرض حتی الامکان تسہیل و تمام نفع مین کوشش تام کی گئی اور انجاح مرام کی انشاء اللہ تعالے امید قوی ہے التماس کہ حضرات اہل ایمان و اسلام دینی بہی یقین فرما کر اپنے کرم ذاتی و ایمانی ستودہ صفاتی کو کام فرما کر نظر قبول و عفو قصور سے مشکور فرمائین اور اس گوہر نایاب کو ہاتھون ہاتھ لیجائین واللہ تعالے ولی التوفیق و ہو حسبی نعم المولی و نعم الوکیل والصلوٰۃ والسلام علے خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین۔ الحمد للہ کہ یہ فتاوے ہر دل عزیز مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ مین بعالی ہمتی جناب منشی پراگ نرائن صاحب مالک مطبع موصوف بماہ ستمبر سنہ ۱۸۹۶ء مطابق ماہ ربیع الآخر سنہ ۱۳۱۴ھ بار دوم حلیہ طبع سے آراستہ ہو کر مقبول خاص و عام ہوا

۲۰۵۹

نام کتاب	قیمت
[illegible] مسمی بہ نہایۃ الشعور از ملا محمد شاہ -	۱۱ر
تذکرۃ الجمعہ احکام جمعہ از مولوی عبد السلام -	۹ پائی
تنبیان - در حکم تمباکو وغیرہ از ملا معین الدین -	۹ پائی
بدائع منظوم - مسائل فقہ نظم فارسی از ملا ناظم علی رحمہ -	۴ر
نام حق - مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری	۶ پائی
مسائل - سو مسائل از مولانا احمد الله	ر ۴ر۲ر پائی
شرح وقایہ فارسی - مع حاشیہ المتقی الابحر از شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	۱۴ر۶ر ۹ پائی
مسالک المتقین مرغوب علمائے ولایت از مولوی الہ یار خان -	عہ/ ۴ر
فتاوی برہنہ - جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین -	عہ/ ۸ر
قدوری - مترجمہ مولانا ابو القاسم -	۶ر
شرح فارسی مختصر وقایہ - از عبد الرحمن جامی	۱۵ر
کنز فارسی - نصیر الدین کرمانی محشی مع فرہنگ	۹ر
مالا بد منہ - از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ -	۵ر۳ر ۹ پائی
شرح مختصر وقایہ کو رمیری - از مولانا جلال الدین سمرقندی -	عہ/ ۴ر
رسالہ تنبیہ الانسان - در حلت و حرمت جانوران -	۹ پائی
رسالہ قاضی قطب - ذکر ایمان و ارکان -	۳ پائی

فقہ عربی

نام کتاب	قیمت
ابو المکارم - شرح مختصر وقایہ از عبد اللہ بن محمد معروف	ر عنا پیا
برجندی - شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح -	عـ ۹ر پیا
جامع الرموز - شرح مختصر وقایہ از ملا شمس محمد قہستانی متداول -	عـ پیا
فتح القدیر - پیشانی پر ہدایہ اور تحت میں حاشیہ فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و باعظمت شرح مشہور و معروف اور آخر میں تکملہ زین الدین آفندی کا کامل چار مجلد ضخیم بتفصیل ذیل -	
کاغذ سفید گندہ -	عـ۵ر
ایضاً کاغذ حنائی	عـ۵
ہدایہ - حاشیہ جدید نہایت عمدہ زوائد و فوائد بہ تحشی مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم ہر چہار جلد کامل دو مجلدات میں بشرح ذیل -	عـ پیا
۱ - جلدین اولین عبادات	صر پیا
۲ - جلدین آخرین معاملات -	صر ۸ر پیا
فتاوائے عالمگیری - ہر چہار جلد کامل در جلد کاغذ حنائی و سفید	عـ۵ پیا
ہدایہ مع شرح الکفایہ - از سید جلال الدین کرمانی بہت معروف و مستند متداول چار جلد میں اس شرح ہدایہ پر حاشیہ بہت مستند لکھے گئے ہیں کاغذ سفید بہ تفصیل ذیل -	۸ر پیا
ایضاً جلد اول و ثانی تا آخر نکاح -	۱۴ر پیا
ایضاً جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب -	۱۴ر پیا
فتاوی قاضیخان مع سراجیہ - از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معتمد معروف متداول دو مجلد کامل -	صر پیا
ذخیرۃ العقبی - حاشیہ شرح وقایہ از یوسف بن جنید چلپی متداول معروف -	عـ ۱۴ر پیا

نام کتاب	قیمت
شرح وقایہ - از امام صدر الشریعۃ جلی قلم مع کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبی یوسف ابن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلان خوشخط و صحیح کاغذ سفید و عنابی -	عصہ ۱۲ر
شرح وقایہ خورد - مع دائرہ ہندسہ متوسط قلم -	۸ر
اشباہ والنظائر - مع شرح حموی معروف بہ ... متداول -	[illegible]
... - از ابتدا تا وصایا محشی جدید -	عہ
کنز الدقائق محشی متداول درسی کتاب	۸ر
مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق مشہور متداول -	عہ
تبیین شرح کنز الدقائق محشی ہر چہار جلد ... متداول دو جلدوں میں -	[illegible]
(۱) جلد اولین ... -	[illegible]
(۲) جلد آخرین ... -	[illegible]
در مختار شرح تنویر الابصار معتبر فتاوی مؤلفہ شیخ علاء الدین الحصکفی بن شیخ علی چار جلدیں یکجائی یعنی جلد اول کتاب الطہارت سے کتاب الحج تک - جلد دوم کتاب النکاح سے کتاب الوقف تک - جلد سوم کتاب البیوع سے کتاب الرجوع فی الہبۃ تک جلد چہارم کتاب الاجارہ سے مسائل شتی تک ... - شرح مختصر وقایہ از شیخ ... کامل یکجائی -	[illegible]
شرح مختصر وقایہ محشی - از امام صدر الشریعۃ درسی متداول ...	۹ر
... مسائل الرضاعۃ ...	[illegible]

نام کتاب	قیمت
از مولوی تراب علی مرحوم -	۹ پائی
قدوری محشی - تالیف امام ابو الحسن درسی متداول -	۸ر

متفرقات دینیہ

اہل السنت فارسی

نام کتاب	قیمت
تحفہ اثنا عشریہ - مشہور در مناظرہ مذہبی فریقین مصنفہ ... علامہ حلیم بن شیخ قطب الدین احمد بن شیخ ابو الفیض دہلوی -	۸ر [illegible]
تذکرۃ المعاد - از قاضی ثناء اللہ تلخیص ... -	۲ر
فتوح الحرمین - مع نقشہ مقامات متبرکہ از حضرت محی الدین عبد القادر جیلانی کاغذ سفید -	۸ر
ظہیر الاسلام - از منشی ظہیر الدین بلگرامی -	۶ر
اسرار حکمت - از ملا ظہیر الدین بلگرامی -	۱ر
جواہر القرآن - از محمد بن اسامہ ترجمہ و لطائف آیات فرقان -	۳ر
وصیت نامہ - مع رسالہ دانشمندی از مولانا ولی اللہ -	۲ پائی
مولود النبی - از مولوی پیر محمد جعفری -	۱ر
دوا الشفا - جدید شرح قصیدہ بردہ از مولوی نذیر خان ... -	۶ر
شرح قصیدہ بردہ - از مولوی صادق علی شاہ رضوی مطبوعہ ...	۳ر
مقالات الصوفیہ - از حضرت شاہ ... قدس سرہ مطبوعہ ...	[illegible]
ایضاً - ...	۹ر

DUE DATE

24 JUL 1370

6